الهلال

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ١ — کلکته : جمعه ٩ ذوالحجه ١٣۴۵ هجري — جلد ١

Calcutta : Friday, June 10, 1927.

فهرس

افتتاحیه
مطبوعات جدیده
فتوحات شام کي سرپا... تاریخ
...بیه
... کي سرگذشت
...ویه وتذکیر
...ي میں جمهوریه و شاهنه کي کشمکش
حسن و عشق اور تاج ...
اسلام اور نیشنلزم
...ائر و حکم
...مدر اور عورتوں کا ایک دلچسپ مکالمه
...ایم و ترویج فکر...
بعض مشهور ... کے لطیفے
... شرق
... انگورہ
...دقوں مصر
...موت فلسطین
... و سوانح
...اري زندگي کا ایک ...
... مطبوعات و ...
... الادب اور ...
...مذهب اور ... جدید

٢ ٣ ۵ ٨ ١٠ ١٢ ١۶ ١٧ ٢٠ ٢٣ ٢۴ ٢۵ ٢٧ ٢٨ ٢٩ ٢٩

اعتذار

(١) الهلال کي اشاعت میں اندازہ سے زیادہ تاخیر هوگئي - امید تهي که نئے ٹائپ کي مطلوبه مقدار پهلي مئي تک مل جائیگي اور پهلے هفته سے پرچه نکل جائیگا ' لیکن پهلي مئي کي جگه مئي کے اواخر تک بهي ٹائپ کي کافي مقدار طیار نهوسکي ' اور سارا مهینه اسي انتظار میں نکل گیا - اب بهي جسقدر ٹائپ مهیا هوا تها وہ کافي نه تها - کم از کم ایک هفته اور انتظار کي ضرورت تهي لیکن چونکه اب زیادہ تاخیر نا قابل برداشت تهي ' اسلئے کسي نه کسي طرح پهلا نمبر مرتب کرکے شائع کر دیا جاتا هے - امید هے که اس هفته ٹائپ کي پوري مقدار حاصل هو جائیگي ' اور جرمني اور قاهرہ کا ٹائپ بهي پهنچ جائیگا جسکا ایک عرصه سے انتظار تها .

(٢) اسي سبب سے اس نمبر کے بعض اهم مضامین درج هونے سے رهگئے - " باب التفسیر " کا حصه ٹائپ کیلئے چهوڑ دیا گیا تها ' لیکن ٹائپ کي کمي کي وجه سے کمپوز نه هوسکا اور اسکي جگه " مطبوعات جدیدہ " کا ایک صفحه دیکر فارم پورا کردیا گیا - حالانکه اسکي جگه اس فارم میں نه تهي - انشاء الله آیندہ نمبر سے تمام ابواب اپني اپني اصلي ترتیب میں درج هوسکینگے .

(٣) ایک اهم سوال آیندہ الهلال کے مضامین اور انکے طرز بیان کا هے - یه ظاهر هے که الهلال کے فوائد عام نهیں هوسکتے جب تک که اسکا دایرۂ بحث و نظر عام فهم نهو - اور عام فهم جبهي هوسکتا هے جبکه مطالب کے سهل هونے کے ساتهه انکا اسلوب بیان اور زبان بهي سهل هو - لیکن مشکل یه هے که هر طرح کے مطالب کا عام فهم طریقه پر بیان کرنا آسان نهیں ' بعض دقیق اور علمي مطالب ایسے هوتے هیں که انهیں کتنا هي کهلا کر بیان کیا جائے ' ایک حد تک مشکل اور گراں ضرور هونگے - اس مشکل کا هم نے یه حل سونچا هے که آیندہ الهلال میں دونوں قسم کے مضامین درج کئے جائیں - بڑا حصه تو سهل و عام فهم هو ' لیکن کچهه حصه بلند اور خاص قسم کا بهي هو - اس طرح عوام و خواص ' دونوں کے ذوق و نظر کا سامان مهیا هوجائیگا - باقي رها زبان کا معامله ' تو وہ هر حال میں حتی الوسع سهل اور صاف اختیار کي جائیگي ' کسي درجه کا موضوع هو ' لیکن اسلوب

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - ٹالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول ڈاک	- -	باره روپيه
هندوستان سے باهر کيليے	- -	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	- - -	سات روپيه
قيمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منيجر الهلال" کے نام سے کي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکهتے هوں انکے لفافه پر "ايڈيٹر" کا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و کتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهيے -

(۴) خط و کتابت ميں نمبر خريداري لکهيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته کے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت کے روانه نهيں کيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه کيليے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه کرايے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع ديکر انتظام کرليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک کے ليے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديکر پته تبديل کراليں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور کے ليے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹکٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

تحقیقات کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہی کے قیام میں زیادہ تر اس وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے کہ خود شاہ پسندوں میں پھوٹ پڑ گئی ہے - اُنکی دو پارٹیاں ہوگئی ہیں اور ایک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہے -

عجیب بات یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کے اندر دو ضدی عورتیں ہیں - دونوں میں سخت عداوت ہے - ایک دوسری کو نیچا دکھانے پر تلی ہوئی ہے اور پس پردہ سخت جنگ ہو رہی ہے - صدیوں کے بعد آج جرمنی پھر عورتوں کی سازشوں کا آماجگاہ بن گیا ہے .

یہ دونوں لڑنے والی عورتیں کون ہیں ؟ ساس اور بہو ! سابق قیصر ولیم کی نئی دلہن اور سابق ولی عہد کی بیگم - یہ ہیں وہ دو آتش مزاج اور اولوالعزم عورتیں جو پروشیا کے تخت کے لئے خانہ جنگی کی طیاریاں کر رہی ہیں !

یہ ایک کھلا راز ہے کہ شاہزادی ہرمائن (سابق قیصر کی دوسری بیوی) اپنے بوڑھے شوہر کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہے - خود قیصر ولیم امریکا کے ایک مشہور اخبار میں ایک حد تک اِس کا اعتراف کر چکے ہیں - قیصر نے اپنے مضمون میں اپنی دو محبتوں کی سرگزشت لکھی تھی - پہلی محبت کا تعلق متوفی ملکہ آگسٹا سے ہے - اِس کے بارے میں قیصر نے یہ جملہ لکھا تھا : " اُسکی جدائی کا داغ میرے قلب سے کبھی مٹنے والا نہیں " لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ داغ مٹ گیا اور بدنصیب شہنشاہ کے آنسو زندگی کی ایک نئی دلچسپی نے بہت ہی جلد خشک کردیے - ایک دن یہ غمزدہ انسان اپنی ڈاک کا تھیلا دیکھ رہا تھا - اچانک ایک خط نظر آیا - یہ خط ایک بیوہ کے لڑکے نے لکھا تھا .

قیصر کہتا ہے " مجھے فوراً اپنے ایک مرحوم وفادار افسر کا نام یاد آگیا اور اس مناسبت نے دلچسپی پیدا کردی " چنانچہ خط و کتابت جاری ہوگئی اور قیصر کے دل میں محبت کی کدکدی پیدا ہونے لگی - شاہزادی ہرمائن کی شادی اِسی اتفاقی خط و کتابت کا نتیجہ ہے - قیصر نے بڑی گرم جوشی سے اپنی نئی بیوی کا ذکر کیا ہے - ڈورن میں آنے جانے والے واقف ہیں کہ بوڑھا شہنشاہ کس طرح اپنی نئی دلہن کے قبضہ میں ہے - سابق ملکہ کے ساتھ وہ ایک سخت گیر شوہر تھا - مگر اب وہ پورے معنوں میں مطیع خاوند ہے .

یہ واقعہ ہے کہ جنگ میں ناکامی کے بعد قیصر کی طبیعت بالکل بجھ گئی تھی - وہ بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں گزارنا چاہتا تھا - مگر شاہزادی ہرمائن نے آ کر اُس میں ایک نئی روح پھونک دی - یہ اُسی کے اِصرار کا نتیجہ تھا کہ قیصر کے کھوئے ہوئے تاج و تخت کا پھر خیال پیدا ہوا اور برلن واپس جانے کی کوشش شروع کردی .

جاننے والے جانتے ہیں کہ ہرمائن کیسی بلند حوصلہ اور مستقل مزاج عورت ہے ؟ وہ اپنے سر پر تاج دیکھنے کیلئے سخت بیچین ہے - ممکن ہے وہ پورے جرمنی کی ملکہ نہ بن سکے - لیکن پروشیا کے اونچی تخت پر بیٹھنے کا تو اُسنے عزم مصمم کر لیا ہے - قیصر کی اِس وقت بھی یہی ضد ہے کہ اُسے سب لوگ " امپریس " (شہنشاہ ملکہ کے) لقب سے پکاریں .

میدان میں ایک طرف ہرمائن ہے اور پوری قوت سے کام کر رہی ہے - دوسری طرف شاہزادی سیسیلیا سابق ولی عہد کی بیوی کھڑی ہے ! یہ شاہزادی اپنے شوہر کی طرف سے بالکل نا اُمید ہوگئی ہے - اب اُسکی اُمیدوں کا مرکز اُس کا لڑکا ہے جسکی عمر اس وقت ۲۱ - برس کی ہوگی - وہ اِسی کو تخت شاہی پر بٹھانا چاہتی ہے - قیصر ولیم کا یہ پوتا نہایت خوبصورت خوش اخلاق ' ملنسار ' اور بہادر ہے - پورا جرمنی اُس سے محبت کرتا ہے - اُس کی شخصیت کے متعلق طرح طرح کے عقیدتمندانہ قصے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں .

اِن دونوں شاہزادیوں میں جان توڑ مقابلہ ہو رہا ہے - دونوں اِس جنگ میں غیرمعمولی ہمت و مہارت ظاہر کر رہی ہیں : اور دونوں نے لاکھوں دلوں پر قبضہ کرلیا ہے - مگر ایسے آثار موجود ہیں جو ہرمائن کی فتحمندی کا زیادہ یقین دلاتے ہیں - بلکہ اِس وقت تک وہ کئی کامیابیاں حاصل بھی کرچکی ہے - چنانچہ اپنے اور اپنے شوہر کیلئے حکومت سے دو لاکھ پچاس ہزار ایکڑ زمین اور ایک لاکھ پونڈ نقد حاصل کر چکی ہے - روز بروز اُسکا اقتدار بھی بڑھتا جاتا ہے - بظاہر اُسکی کامیابی قریب ہے - معزول قیصر کی واپسی کے خلاف جو قانونی بندش کئی سال سے قائم تھی ' چند مہینے بعد ختم ہو جائیگی - خیال کیا جاتا ہے کہ اُس وقت قیصر کو کوئی جواں قوت بھی جرمنی میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی !

یہ عجیب بات ہے کہ اس لڑائی میں دونوں کے شوہر بڑی حد تک بے غرض ہیں - معزول قیصر کی زندگی ختم ہونے پر ہے - اِس لئے اُسے اپنی ذات کے لئے اب کچھ کرنا نہیں ہے - صرف اپنی محبوب بیوی کی رضا جوئی پیش نظر ہے - اسی طرح ولی عہد بھی تاج و تخت سے بیزار ہے - صرف اپنے بیٹے کی محبت سے مجبور ہو رہی ہے کہ اپنی بیوی کی کوششوں کا ساتھ

پاؤں کی کیلیں

بعض آدمیوں کے پیروں میں کیلیں نکل آتی ہیں - یہ کیلیں کئی قسموں سے مختلف ہوتی ہیں - کبھی پڑتا ہے تو اُس میں پاؤں کی کھال موٹی ہو جاتی ہے - کیل میں بھی کھال موٹی ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی گوشت میں آہنی کیل کی طرح ایک لمبی سی کیل بھی پڑ جاتی ہے اور سخت تکلیف دیتی ہے - عام طور پر اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور عارضی آرام ہو جاتا ہے مگر وہ پھر بڑھ جاتی ہے اور پریشان کرتی ہے - بہت سے لوگ اُسے گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں مگر زیادہ فائدہ نہیں ہوتا .

یہ کیلیں تنگ جوتا پہننے سے پیدا ہوتی ہیں - کبھی پاؤں کے تلوے میں ہوتی ہیں - کبھی انگلیوں کے اوپر ' اور کبھی اُن کے درمیان پڑ جاتی ہیں - تنگ جوتے سے جس مقام پر زیادہ دباؤ پڑتا ہے ' وہاں التہابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - اگر جوتا اتارا نہ جائے تو کھال کٹ جاتی ہے لیکن اُتارنے کے بعد یہ التہاب اکثر کیل کی شکل اختیار کر لیتا ہے .

یہ کیلیں تندرستی کے لئے نہایت مضر ہیں - سینہ اور حلق پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکا میں اِس سے بچنے کے لئے عام طور پر ڈھیلے جوتے پہنے جاتے ہیں - انگریز اِس بارے میں سب سے زیادہ محتاط ہیں - حتیٰ کہ کبھی کبھی اُن کے جوتے اِتنے ڈھیلے ہوتے ہیں کہ برے معلوم ہوتے ہیں - انگریزوں کی احتیاط کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ لارڈ ولنگٹن سے پوچھا گیا سپاہی کو سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے ؟ اُنھوں نے کہا " تین چیزوں کی : ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا - ڈھیلا جوتا "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیه

مئے کہ می رود امروز در گلوئے دو کون
کمینہ جرعۂ تہ شیشہ ہائے دوش من ست!

الحمد لله وحده - الهلال کا پہلا نمبر جون سنه ۱۹۱۲ - میں شائع هوا تها اور آخري نمبر نومبر سنه ۱۹۱۴ میں- پهر نومبر سنه ۱۹۱۵ سے دوسرا سلسلۂ اشاعت "البلاغ" کے نام سے شروع هوا اور مارچ سنه ۱۹۱۶ میں ختم هوگیا - اب یه تیسرا سلسلۂ اشاعت هے جو کامل گیاره برس کے بعد از سر نو شروع هوتا هے :

ربنا آتنا من لدنک رحمة و هیٔ لنا من امرنا رشدا .

***

اِس دنیا میں انسان کی بے چارگي اور مشیت الہی کے حکم و سلطان کا سب سے بڑا مظهر انساني ارادوں کي نا کامي اور قضاء مشیت کا فیصله هے - اسي لئے بعض عرفاء نے کہا هے که "عرفت ربي بفسخ العزائم" یه عجیب بات هے که سنه ۱۹۱۶ - کے اواخر سے لیکر گذشته ستمبر تک کوئي خیال بهي میرے ذهن سے اسقدر بعید نه تها جسقدر الهلال کي سه باره اشاعت اور اسکي ذمه داریاں قبول کرنے کا خیال تها - میري شخصي زندگي اور اسکي احتیاجات' نیز قومي و علمي مقاصد اور اُنکا مقتضی' دونو اس بات کے مخالف تھے که الهلال جیسے رساله کي هفته وار اشاعت کي ذمه داري تیسري مرتبه اپنے اوپر لیتا - جهانتک میري شخصی حالت کا تعلق هے' سب سے پہلا سوال صحت کا تها اور میں دیکهه رها تها که وه روز بروز کمزور هو رهي هے' اور یه زندگي کي ابتدائي احتیاطوں کے خلاف هوگا اگر سنه ۱۹۱۲ اور سنه ۱۹۱۶ کي سي محنتیں پهر اسکے لئے مهیا کي جائیں - قومي و علمي مقاصد کا یه حال تها که بعض اهم تصنیفات کي تکمیل و اشاعت عرصه سے ملتوي چلي آتي تهي' اور الهلال جیسے رساله کي هفته وار اشاعت کا بار اٹها لینے کے بعد مشکل تها که اُنکے لیے فراغ خاطر میسر آسکتا - اسکے علاوه طبع و فکر کي کامجوئیوں اور طلب و نظر کي وسعت پیمائیوں نے بے شمار ارادے نہاں خانۂ دل میں جمع کورکھے تھے- اُن سب کیلئے بهي اوقات فراغ کي ضرورت اور خلوت و انزوا کي جستجو تهي - یهي وجه هے که ۶ - جنوري سنه ۱۹۲۳ - میں جب قید خانه سے نکلا تو اس بارے میں ایک طے شده اراده اپنے سامنے رکهتا تها - خیال تها که جونهي وقت کي سیاسي مشغولیت مهلت دیگي' پہلا کام یه کرونگا که چار پانچ سال کیلئے کسی ایسے گوشے میں که صحت کي درماندگیوں کیلئے سودمند اور جو رفقاء علم و عمل کي موجودگي سے دلپسند هوگا' مقیم هوجاونگا اور اپنے پیش نظر علمي و عملي مقاصد کي مشغولیت و تکمیل کے سوا اور کسي کام سے علاقه نهیں رکهونگا :

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے !

احباب و مخاصین میں جن حقیقت شناسوں کي نظر اُن کاموں کي اهمیت پر تهي وه تو اُنهي کے متمني تهے' لیکن عام طور پر لوگوں کو طلب الهلال کي تهي - کوئي وقت بهي اسکي طلب و اصرار سے خالي نهیں جاتا تها' تاهم میري طبیعت کا یه حال تها که کسي طرح بهي اسکے لئے آماده نهیں هوني تهي - تمام تر جستجو اسي بات کي تهي که فراغ خاطر اور یکسوي طبع کے ساتهه اپني علمي زندگي میں مشغول هو جاؤں اور ان ارادوں کي تکمیل کي سعي کروں جو مدتوں سے وقت و مهلت کے منتظر هیں -

***

لیکن اِس تمام طلب و جستجو کا بالاخر نتیجه کیا نکلا ؟

یه نکلا که وقت کے تقاضے' احباب کے پیهم اصرار اور التوا و انتظار عمل کي ناقابل برداشت حالت سے عاجز آکر مشغولیت کي وهي صورت اختیار کرلیني پڑي جس سے سالها سال [illegible] تها - یعني فیصله کرلینا پڑا که الهلال [illegible] جائے' اور ساتهه هي تصنیف و تالیف کا سلسله جاري رکهنے کي بهي کوشش کي جائے - اگر دونوں کاموں کا به یک وقت انجام دینا دشوار هے تو دشواري پر غالب آنا چاهئے - اگر صحت ساتهه نهیں دیتي تو کیا مضائقه ؟ اُسے ساتهه لینا چاهئے - ضرورت هماري درماندگیوں اور کمزوریوں کا انتظار کیوں کرے ؟ کیوں وهي هو جو هماري پسند اور انتخاب هے ؟ کیوں وه نه هو جو وقت کا حکم اور مشیت الہي کا فیصله هے ؟

سالها سال سے جس عنقاے فراغ اور کیمیاے سکون کي جستجو تهي' بالاخر اسکا نتیجه اگر تها تو یه نکلا'

این رہرو [illegible] تازه ز حرمان عهد ماست
عنقا به روزگار کسے نامه [illegible] نبود!

***

جنوري سنه ۲۰ - سے لیکر دو سال تک کا زمانه لا تعاون کا زمانه تها اور اسکي خود فروشانه سرگرمیوں میں اسکي مهلت هي نهیں مل سکتي تهي که مستقبل کي طرف نظر اٹهائي جائے - لیکن ۱۰ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ - کو جب میں گرفتار هوگیا' اور اُسکے چند ماه بعد مهاتما گاندهي کي گرفتاري پر تحریک کي عملي سرگرمیاں ختم هوگئیں' تو قید خانه کي کوٹهري میں موقعه ملا که مستقبل کي طرف نظر اٹهاؤں اور وقت کي ضرورت اور اپني استعداد کار دیکهتے هوئے آینده کاموں کا فیصله کروں - [illegible] فیصله کیا' اور اسپر مطمئن دل و دماغ لیکر ۶ - جنوري سنه ۲۳ کو باهر نکلا لیکن باهر نکلنے کے بعد ملک کي جو صورت حال سامنے آئي' وه بهي ایسي نه تهي که نظر انداز کردي جاتي - تحریک کي عملي قوتیں ختم هوچکي تهیں تفرقه و انتشار هر گوشے میں نمایاں تها' کانگریس دو محارب جماعتوں میں بٹ گئي تهي' اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرائي شروع هوگئي تهي - ضروري تها که بقدر استطاعت اصلاح حال کي کوشش کي جاتي - لیکن جب کوشش شروع کي تو بتدریج اسکا دامن پهیلتا گیا - یهانتک که پورا سنه ۱۹۲۳ - اسي میں نکل گیا .

جنوري سنه ۲۴ - میں حالات نے نئي صورتیں اختیار کیں کانگریس کي ایک جماعت نے اسمبلي اور کونسلوں کیلئے کهڑے هو کر ملک کي سیاسي خاموشي میں هلچل پیدا کردي - مهاتما گاندهي

اُسنے مجھے دیکھتے ہی جوش کے ساتھہ کہا "میرا نام ایلن ہے" ایلن واقعی اپنے پورے معنوں میں منظر جمال ہے - قد درمیانی ؛ جسم سڈول ' نہ فربہ نہ لاغر ' ہاتھہ پاؤں تناسب و اعتدال کا نمونہ - اُسکا رنگ صاف بتا رہا تھا کہ یہودی نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہوگیا ہے -

میرے خیال میں اُسکی سب سے زیادہ عجیب چیز اُسکی آنکھیں ہیں - سچ مچ کو سحر کار ' جادو بھری آنکھیں ' نہ چھوٹی نہ بڑی ' صاف اور سنہری ' دراز پلکوں کے نیچے ساکن ' لطیف ابروؤں کے سایہ میں مطمئن ' لیکن ہزاروں معانی و مطالب حسن سے لبریز !

اپنے خندۂ جانستان سے بجلیاں گراتی ہوئی میرے استقبال کو بڑھی - رسمی سلام و کلام کے بعد ایک صوفے پر بیٹھہ گئی اور بغیر کسی انتظار کے اپنی باریک ' ٹھنڈی ' مگر سنجیدہ آواز میں گفتگو شروع کردی :

"اب مجھے بے لاگ حقیقت کا اعلان کردینا چاہئے" اُسنے کہا "میں بہت دنوں خاموش رہی لیکن کب تک خاموشی کے ساتھہ دنیا کی تہمتیں برداشت کرتی رہوں ؟ میں نے سخت عذاب جھیلا ہے - آہ ! کیسا نا قابل تحمل عذاب ! عالمگیر انسانی تحقیر کا عذاب ! لوگوں نے دنیا بھر میں مشہور کردیا ہے کہ میں ایک بد چلن اور آوارہ گرد عورت ہوں ! کیا میں بد چلن عورت ہوں ؟ یہ کیسی خوفناک تہمت ہے !"

اب اُسکے چہرہ پر ہلکی سی زردی چھا گئی :

"لوگوں نے سب ہی کچھہ کہا اور لکھا - وہ کون سا برا لفظ تھا جو میری نسبت نہیں لکھا گیا - کیا یہ سچ نہیں ہے ؟"

ایک لمحہ خاموشی کے بعد اُسنے پھر تقریر شروع کی :

"دشمنوں نے دنیا کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ مجھہ میں وہ تمام رذالتیں جمع ہیں جو کسی عورت میں ہوسکتی ہیں - میں ساحرہ ہوں - غارت گر ہوں - آوارہ ہوں - ہرجائی ہوں - پرنس کارل کو برباد کرنے والی ہوں - اُسکی بیوی بچے سے اُسے جدا کرنے والی ہوں - میں اُسے بھگا لائی ہوں - اسکے خاندان میں پھوٹ ڈالنے والی ہوں - آہ ! غریب و ناتواں ایلن رومانیا کی جملہ مصائب کی تنہا ذمہ دار ہے ! جب میں اپنی انگلی یوں ہلاتی ہوں (اُسنے اپنی مخروطی انگلی اٹھاکر کہا) تو رومانیا کا قدیم شاندار تخت شاہی لرزجاتا ہے - اُلٹ کر پاش پاش ہو جاتا ہے !"

اُس نے ایک غمناک قہقہہ مارا "بلا شبہ یہ عجیب ہے اگر ہولناک نہیں ہے" یہ کہکر وہ کرسی سے اُٹھہ کھڑی ہوئی - پھر بیٹھ گئی اور سنجیدگی سے کہنے لگی :

"میں تمھیں حقیقت بتاتی ہوں - تم نے سنا ہوگا میں گزشتہ سال میلانو میں تھی - تمام اخباروں نے لکھہ مارا کہ پرنس کارل میرے ساتھہ بھاگ آیا ہے - حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ تھا - اصلیت صرف اتنی ہے کہ رومانیا میں سخت سیاسی مشکلات درپیش تھیں - مصائب نے پرنس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا - اتفاقیہ میری اُس سے ملاقات ہوگئی - اُسے ایک سچے رفیق و مونس کی ضرورت تھی - اُس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اُس کی رفاقت و ہمرہی کا فیصلہ کر لیا"

اُس نے پہلو بدلا اور کرسی اپنی انگلی سے کریدنے لگی :

"تم سمجھہ سکتی ہو" اُس نے رنجیدہ پیرایہ میں کہا "میں کیسی سخت مشکل میں پڑگئی تھی ؟ صرف یہی ایک خیال مجھے تسلی دیسکتا تھا کہ سچی دوستی کے معنی ہیں نفس کی کامل قربانی ' اور میں اپنی قربانی کرکے فرض دوستی ادا کر رہی ہوں - بلا شبہ جب کبھی میں دشمنوں کی تہمتیں سنتی تو میرا دل پاش پاش ہوجاتا - لیکن پھر صبر و عزم سے کام لیتی اور سونچتی کہ یہ حالت زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتی - در اصل دشمنوں کی یہ تمام شرارت اسلئے تھی کہ شاہزادہ کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا جائے اِس میں شک نہیں شرارت بہت دنوں تک کامیاب رہی - حتیٰ کہ ایسا وقت بھی ہم پر گزرچکا ہے جب اِس دنیا میں ایک انسان بھی ہمارا ہمدرد نہ تھا"

"تم نے بروقت کیوں اِن تہمتوں کی اصلیت ظاہر نہیں کردی ؟" میں نے سوال کیا -

"میں متکبر تھی" اُس نے تیزی سے جواب دیا "ہاں میں متکبر تھی - میری خودداری کو سخت ٹھیس لگی تھی - میں دنیا کو مخاطب کرنا پسند نہیں کرتی تھی - میں اس دنیا سے جو سنگ دل انسانوں سے بھری ہوئی ہے نفرت کرتی ہوں - شاید میں ہمیشہ نفرت کرتی رہوں - میں کیوں دنیا کی کمینہ تہمت تراشیوں کے جواب میں اپنے آپ کو نمایاں کرتی ؟ تم خود دیکھتی ہو معاملہ بالکل صاف تھا - کسی صفائی کی ضرورت ہی نہ تھی - مجھے یقین ہے کہ میرا دامن بے داغ ہے - پھر میں اپنی صفائی کی کیوں کوشش کرتی ؟ جو آدمی اپنی صفائی کرتا ہے وہ گویا خود اپنے اوپر تہمت اوڑھہ لیتا ہے"

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ پھر بولی :

"اِس تمام قصہ کی بنیاد صرف اتفاق پر ہے - بالکل اتفاقیہ طور پر پرنس سے میری ملاقات ہوگئی - میں پرنس سے دوستی کا رشتہ جوڑنے پر مجبور ہوگئی کیونکہ اُس وقت اُسے دوستی کی ضرورت تھی - میں نے کوشش کی کہ ٹھیک وہ روش اختیار کروں جو ایسے حالات میں کسی مخلص دوست کی ہو سکتی ہے - کیا ایک دوست کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ اپنی دوستی کیلئے اپنی بریت ثابت کرے ؟"

"پھر اب کیوں تم نے رائے بدل دی ؟ کیا تمھارے اور پرنس کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے یا عنقریب ہونے والی ہے ؟" میں نے سوال کیا -

اُسنے شانے ہلا کر بے صبری سے جواب دیا :

"ہمارے درمیان کوئی بات بھی واقع نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہوسکتی ہے - کیونکہ ہمارا معاملہ ایسی محبت کا معاملہ نہیں ہے جو ہوا و ہوس کی محبت ہو اور جیسا کہ لوگ یقین کر رہے ہیں - ہمارا علاقہ نفس انسانی کے اُن پست درجوں سے کہیں بالا تر ہے - کہا جاتا ہے کہ دوستی ' حقیقی دوستی ؛ سورج کے نیچے کم یاب ہے - اور مرد اور عورت کے درمیان تو اور زیادہ - لیکن میں یہ کہنے کی جرأت کرتی ہوں کہ میں نے اس دنیا میں ایک انسان کے ساتھہ دوستی کی ہے - اُس کو ایک دوست کی ضرورت تھی - میں اُسکی دوست بن گئی - اُسے ابتک دوست کی ضرورت ہے ' اِس لئے میں ابتک اُسکے ساتھہ ہوں - میں چونکہ اسکی دوست ہوں اسلئے اسکی تمام مصالح و فوائد کی بھی دوست ہوں ' اور ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی کہ اسکی خوشحالیوں کی راہ میں روک ثابت ہوں"

وہ جوش سے تقریر کررہی تھی - وہ مجھے یقین دلانا چاہتی تھی کہ پرنس اور اُسکی بیوی ہیلینا کے ملاپ اور مفاہمت کو وہ ناپسند نہیں کرتی -

حسن و عشق اور تاج و تخت

رومانیا ۔ تخت شاهي ایک فتنه گر حسن کے رحم پر

(میس ني داستان لیلی کي زباني)

الهلال کے مقاله نگار پیرس کے قلم سے

اِس وقت دنیا کے کسي ملک میں بهي وه عجیب صورت حال درپیش نهیں هے جو ایک۰برس سے رومانیا کو ایک سخت داخلي اضطراب میں مبتلا کیے هوئے هے - ملک میں هر وقت خانه جنگي اور خونریزي برپا هو جانے کا اندیشه هے - نهیں کها جاسکتا حالات کي یه نازک صورت حال کس حد تک پهنچکر رکیگي ؟

یه تمام اضطراب و اختلال کیوں هے ؟ صرف اسلیے که پرنس کارل سابق ولي عهد رومانیا پر امانداز عشق کا بے پناه تیر چل گیا اور وه ایک فتنه گر حسن کي نگاه برق پاش کا مقابله نه کرسکا :

عشق ازین بسیار کرد ست و کند !

دوران جنگ میں جب جرمن فوجیں بخارست (دارالحکومت رومانیا) پر قابض تهیں تو یه شهزاده اپني فوج کے ایک افسر کي لڑکي پر فریفته هوگیا اور اُس سے اوڈیسا میں خفیه شادي کرلي - لیکن جنگ کے بعد جب دونوں رومانیا واپس آئے تو بادشاه پر یه رشته گراں گذرا اور اسنے علحدگي کا حکم دیدیا .

ملکه اسکي زیاده سخت تهي - عرصه تک کشمکش جاري رهي - بالآخر شهزاده کو مجبور هو جانا پڑا اور اپني بیوي کو طلاق دیدي - ایک شیر خوار بچه اُسکي گود میں تها - طلاق کے بعد مع اپنے بچے کے رومانیا سے جلا وطن کردي گئي .

اِسکے بعد شاهزاده کي شادي یوناني شهزادي هیلینا سے کردي گئي - اُسوقت عام طور پر یقین کیا جاتا تها که اب ولي عهد مطمئن هوکر شاهي زندگي بسر کریگا اور یه ناگوار حادثه فراموش هوجائیگا - لیکن واقعات اِسکے برخلاف ثابت هوئے - چند هي دنوں بعد شاهزاده کو اپني نئي بیوي سے نفرت هوگئي اور اُس نفرت نے عشق و الفت کا ایک نیا محل ڈهونڈهه نکالا - دسمبر سنه ۱۹۲۵ کي صبح کو اچانک معلوم هوا که شهزاده بخارست سے پوشیده نکل گیا هے اور میڈم لوپسکو نامي ایک عورت بهي اسکے ساتهه فرار هوگئي هے - شهزاده کي ایک تحریر اُسکي نشست کے کمره سے ملي - اِس میں لکها تها که میں اب ولي عهدي سے دست بردار هو جاتا هوں - جس ولي عهدي سے مجهے اپني زندگي کي ابتدائي راحت بهي نهیں مل سکتي ' بهتر هے که اُسے کسي دوسرے کیلئے چهوڑ دوں !

اس واقعه نے تمام یورپ میں هلچل مچادي - ۴ - جنوري سنه ۱۹۲۶ - کو روماني پارلیمنٹ کا جلسه هوا اور اُسنے طے کیا که شهزاده کا پانچ برس کا لڑکا جو پرنس هلینا کے بطن سے هے ولي عهد مقرر کیا جائے - ساتهه هي اعلان کیا گیا که دس برس کیلئے پرنس کارل کا داخله رومانیا میں ممنوع قرار دیا جاتا هے .

پرنس پر یه کارروائي شاق گزري - اب وه اپنے ملک میں واپس آنا اور اپنا حق واپس لینا چاهتا هے - اس صورت حال کا نتیجه یه هے که ملک دو گروهوں میں بٹ گیا هے - حلقهٔ حکومت پرنس کے خلاف هے ' مگر رعایا کي اکثریت اُسکي حمایت پر تلي هوئي هے - پرنس کي مخالفت میں سب سے زیاده سرگرم خود اُسکي ماں هے - اس ملکه کي سختي اِس حد تک پهنچ گئي هے که

اُسے " دل میں خنجر رکهنے والي ماں " … سے خود روماني بکارنے لگے هیں .

ولي عهد کي موجوده روش کي … کي اُسکي نئي محبوبه میڈم لوپسکو کے سر ڈالدي گئي … کے اخبارات اُسکے خلاف مضامین شایع کر رهے هیں - … خوفناک ساحره " اور ' قزاق " کا لقب دیا جا رها هے - … تو خاموش رهي ' لیکن اب پهلي مرتبه زبان کهولي … حال میں ایک انگریز اخبار نویس خاتون اس سے … ملي تهي - اس خاتون نے اپني ملاقات کي سرگذشت … کي هے :

" میں نے رومانیا کا تخت شاهي … نه پرنس کارل میري وجه سے تخت شاهي سے دست … هے جیسا که دنیا کے همارے دشمنوں کے کهنے … میں نه تو ساحره هوں - نه قزاق هوں - … ایک مخلص دوست هوں - میں پرنس … میں کبهي ملکه نهیں بن سکتي "

اِن الفاظ سے مڈم لوپسکو نے اپني …

" میں نے پرنس کارل کو تخت … کا وعده نهیں کیا " مڈم نے کها " میں انهیں بادشاه … نهیں روکتي - میں تو محض اُنکے رنج میں شریک … کي رفیق هوں - اِس سے زیاده میري کوئي حیثیت نهیں

انگریز خاتون لکهتي هے : مڈم لو … کے مضافات میں مقیم هے - مکان اچها خاصه دو منزله هے … گرد آهني احاطه هے اور اسمیں مضبوط دروازے لگے هیں … خفیه پولیس کے دو آدمي نگراني کرتے هیں - پهاٹک … ایک وفادار دربان کے پاس رهتي هے - وهي کهولتا اور … هے .

مکان کے اندر میں نے هر چیز … گهریلو پاتي - نرم ریشمي فرش بچها تها - جابجا نقـ … زاهي تهیں - خوبصورت گلدستے قرینے سے میزوں … غرضکه گهر کي مجموعي هیئت صاف بتا رهي تهي … کوئي با سلیقه عورت رهتي هے .

میرے لیے دروازه کهلا - میں نے … میڈم لوپسکو کو اچانک اپنے سامنے دیکهکر میں دم بخود … هي وه سرخ سر والي ساحرهٔ حسن هے جسنے رومانیا کي … سلطنت اپني چشم و ابرو کے ایک اشاره سے هلا ڈالي ! یه … مگر پر اسرار عورت هے جسے بهت کم آدمیوں نے … مگر سب اُسکے بارے میں خیال آفریني کي هے - اس … نسبت مشهور هے که اسکي جانستاں اداؤں نے … ایک بادشاه … اُس تاج و تخت چهڑوا دیا ! میں تسلیم … که میں نے اُسکي جو تصوار اپنے ذهن میں کهینچ … وه اُس سے بالکل مختلف نکلي .

یه ایک نهایت حسین عورت … برس سے … کم هوگي - بال سرخ نهیں هیں جیسا … طور پر … هے - اُسکے بالوں کا رنگ پکے گیهوں … جب … سورج کي زرین شعاعوں سے وه چمک د… هے - … گهنے ' ریشمیں ' سنهري ' بالوں کا هجوم … بت ش… نئے فیشن کے خلاف اپني پوري درازي … - وه … هے - گلاب کا نازک ' تازه ' شگفته ' خند … اور …

يوناني زبان كو حاصل تها - اُس عهد كي صنعت كتابت و تزئين كے آثار بهي محفوظ هيں - بعض ايسي كتابيں بهي محفوظ هيں جو مطلا و مذهب يا مصور لكهي گئي تهيں ' اور كاغذ كي جگه هرن كي جهلي استعمال كي گئي تهي - مذهبي اعمال و رسوم كي بعض اشياء بهي پائي جاتي هيں جو اسپين كے آخري مسيحي فرمانروا رادرك كے استعمال ميں آتي تهيں .

عمارت كا ايك دوسرا حصه اندلس كے اسلامي عهد تمدن كي يادگاروں پر مشتمل هے اسميں تقريباً دو هزار مجلدات عربي كتابوں كي هونگي - كچهه ذخيره تصاوير و نقوش اور صنعتي اشياء و نوادر كا بهي هے .

(اسكوريال كي خاموش شهادت)

ليكن كيا اندلس كے آٹهه سو برس كے اسلامي تمدن كا صرف اتنا هي ذخيره دنيا كے حصه ميں آيا تها جو اسكوريل ميں محفوظ هے ؟ اور كيا يه ذخيره بهي اندلس كے دوسرے مسيحي دور كي علمي حفاظت كا نتيجه هے ؟

نهيں ' تاريخ ان دونوں سوالوں كا جواب نفي ميں ديتي هے .

دنيا كي تاريخ ميں شايد هي علم و تمدن كيلئے ايسے تاريك و المناك ايام آئے هوں جيسے اسلامي حكومت كے زوال و اخراج كے بعد اندلس ميں آئے - سنه ۱۴۹۱ع ميں جب غرناطه كا آخري مسلمان فرمانروا ابو عبد الله اسلامي حكومتوں كي اعانت سے مايوس هوكر مجبور هوگيا كه غرناطه دشمن كے حواله كردے ' تو اسوقت فرڈيننڈ اور اهالي غرناطه ميں ايك معاهده هوا تها - اسميں ۶۷ شرطيں تهيں جو آجكل مخفيات تاريخ پر ثبت هيں - ان شرطوں ميں بعض شرائط اسلامي مدرسوں اور كتب خانوں كے بارے ميں بهي تهيں - جس طرح فرڈيننڈ نے مسلمانوں كي مذهبي آزادي اور شهري و مدني حقوق كے احترام كا عهد كيا تها ' اسي طرح اس بات كا بهي عهد كيا تها كه تمام اسلامي مدرسے قائم رهنے ديئے جائينگے ' اور اسلامي كتب خانے مسلمانوں كي ملكيت تسليم كئے جائينگے - ليكن اس معاهده اور اسكي ۶۷ شرطوں كا نتيجه كيا نكلا ؟ مشهور مورخ الوس ور زيمبو كے لفظوں ميں يه نكلا كه " دنيا ميں شايد هي كسي انساني گروه نے انسانوں كے قتل ' آباديوں كي ويراني ' علم و مدنيت كي بربادي ' اور وحشت و بربريت كي اشاعت ميں ايسي مجنونانه بيدردي دكهلائي هوگي جيسي كه اسپين كے عام برادران مسيحيت نے دكهلائي - پچاس برس كے اندر نه صرف مسلمانوں سے ' بلكه علم و مدنيت كي تمام علامتوں اور نشانيوں سے پورا جزيره نماے اندلس صاف كر ديا گيا " .

اسپين ميں علوم و كتب كي موجودگي اسلامي حكومت كي سب سے بڑي خصوصيت تهي ' ليكن جب مسيحي حكومت كا علم چهانے لگتا تو اسكا پهلا نتيجه يه نكلتا كه مدرسوں كي عمارتيں منهدم كيجاتيں اور كتابوں كے انبار آگ كے حوالے كرديے جاتے - كامل ڈيڑهه سو برس تك (جو اندلس ميں اسلامي حكومت كے زوال اور مسيحي اقتدار كے عروج كا زمانه هے) اسكا سلسله جاري رها - جب كبهي كوئي شهر عرب سے خارج كيا جاتا ' تو فاتح جماعت كا پهلا كام يه هوتا كه ڈهونڈ ڈهونڈهكر كتابيں جمع كي جاتيں اور آگ كے حوالے كردي جاتيں - آخري كتب خانه جو جلايا گيا ' وه غرناطه كا شاهي كتب خانه تها جسكي حفاظت كا خصوصيت كے ساتهه فرڈيننڈ نے معاهدهٔ تسليم ميں عهد كيا تها - مورخين يورپ نے اس كتب خانه كي كتابوں كي تعداد اسي هزار سے ايك لاكهه تك بيان كي هے - تاريخ نے جس انسان كو اتنے بڑے ذخيرهٔ علم و مدنية كے ضائع كرديني كي لازوال شهرت حاصل هوئي ' وه تاريخ اسپين كا مشهور كارڈينل فرانسسكو زي مينس Cordinal Francisco Ximens هے .

كارڈينل مذكور كو اسپين كي تاريخ ميں وهي درجه حاصل هے جو ايك دوسرے كارڈينل ريشيليو Richelieu كو فرانس كي تاريخ ميں حاصل هوا هے - دونوں مذهبي حلقه سے نكلكر حكومت و فرمانروائي كے حلقه ميں آئے ' اور ترقي كرتے كرتے نائب السلطنت كے عهده تك پهنچ گئے - يهي وجه هے كه مورخين نے دونوں شخصيتوں كا مقابله كيا هے اور انكے خصائص پر بحثيں كي هيں - زمانهٔ حال كے بعض مورخوں نے زي مينس كو ريشيليو پر ترجيح دي هے ' كيونكه وه آخر الذكر سے كهيں زياده علم و فن كا شائق تها - وه كهتے هيں كه اسي كي كوشش سے اسپين كي پهلي يونيورسٹي وجود ميں آئي جو الكالا Alca'a ميں قائم هوئي تهي اور جسكي نسبت فرانسس اول نے كها تها " تمهارے زي مينس نے تنها وه كام كيا جو فرانس ميں بادشاهوں كي ايك پوري صف كرسكتي هے " اور پهر اسي كي محنت و توجه كا نتيجه تها كه سنه ۱۵۱۷ ع ميں كتب مقدسه كي مختلف زبانوں كا ايك مكمل ايڈيشن مع ضميموں اور تشريحات كے چهه جلدوں ميں چهپكر شائع هوا .

تاهم مذهبي تعصب و جنون كي يه كيسي عجيب مثال هے كه سنه ۱۴۹۹ ميں يهي كارڈينل جو يونيورسٹي كا موسس اور فن طباعت كا قدردان هے ' ايك دوسرے مقدس آدمي فرڈيننڈ ڈي تالاويرا Ferdinand de Talavera كے ساتهه ملكر يه فتوى صادر كرتا هے كه غرناطه كا شاهي كتب خانه جلا ديا جائے ' كيونكه خود اسي كے دار العلوم كے لفظوں ميں " اسكي كتابيں انجيل كي تعليم كے مطابقت نهيں ركهتيں " !

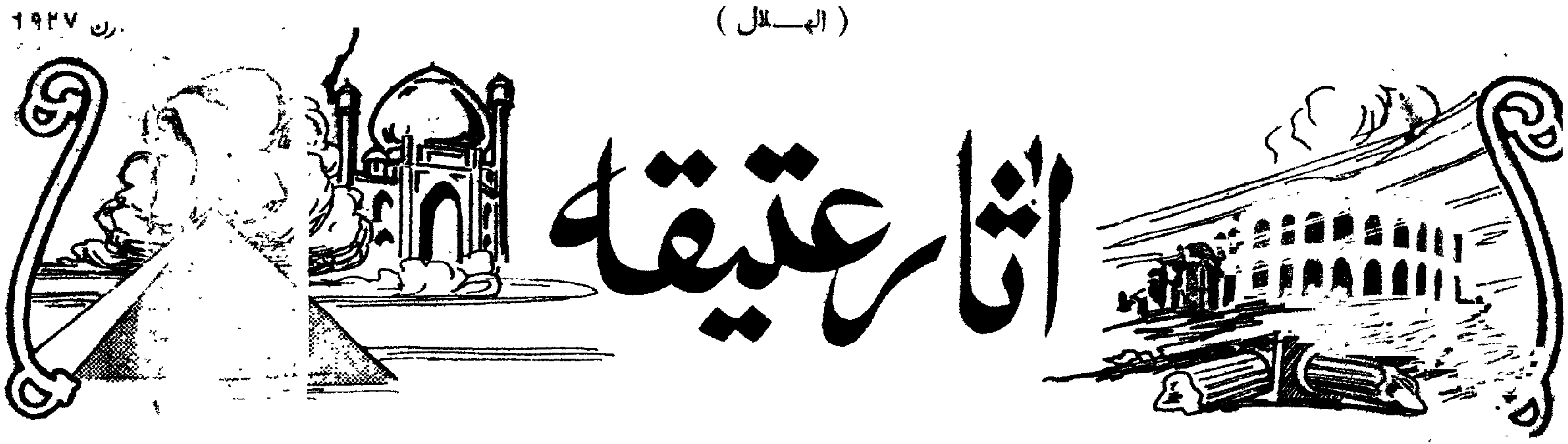
مشهور مورخ كانڈي Conde لكهتا هے :

" ان اسي هزار كتابوں كے علمي مطالب كي قدر و قيمت بجاے خود رهي ' ان ميں سے هر كتاب كي جلد اس درجه بيش قيمت عجيب و غريب صنعتوں سے بني هوئي تهي كه لوگوں نے جلتے هوے انباروں ميں سے جلدوں كے ٹكڑے نكال لئے تهے تاكه انسے سونا چاندي اور قيمتي رنگوں كي بڑي مقدار حاصل كرليں " .

يه معامله يهيں تك پهنچكر ختم نهيں هوگيا - شاهي كتب خانه جلا دينے كے بعد محكمهٔ تفتيش مقدس Inquisition نے اپنے عمال شهر ميں بهيجے تاكه مسلمانوں كے گهروں كي تلاشي ليں اور عربي كي جس قدر كتابيں مليں ضبط كر لي جائيں - مشهور فرانسيسي مستشرق پروفيسر ڈوزي Dozy كي تاريخ مسلمانان اندلس Histoire des Musalmans d' Espagne كي شهادت كے مطابق يه ذخيره بهي شاهي كتب خانه كے ذخيره سے كسي طرح كم نه تها .

كتب خانهٔ اسكندريه كے جلانے كي كهاني ميں بيان كيا گيا هے كه كتابيں چهه مهينے تك شهر كے حماموں ميں ايندهن كي جگه جلتي رهي تهيں - افسانه ميں كتابيں چهه ماه تك جل سكتي هيں - ليكن واقعه ميں آگ كا عمل اتنا كمزور نهيں هو سكتا كه چهه ماه تك كتابوں كو مهلت زندگي ديدے - غرناطه كا حادثه افسانه نهيں هے - واقعه هے - اسي لئے جو كچهه بيان كيا گيا هے يه هے كه " كامل سات دن تك كتابوں كے ڈهير جلتے رهے تهے " !

ان حالات كے بعد ظاهر هے كه اندلس كے اسلامي تمدن كا كوئي علمي ذخيره ايسا باقي نهيں رها تها جو موجوده دنيا تك پهنچ سكتا



وہ اچانک کرسي کي پشت سے تیک لگاکر بیٹھہ گئي اور چھت کي طرف نظر اٹھا کر کہنے لگي - مجھے سخت حیرت ہوئي کیونکہ اب اسنے ایک دلربا نازنین کي جگہ اچانک اک حکیم اور فلسفي کا لب و لہجہ اختیار کرلیا تھا :

" دوستي اُس چیز سے بہت بلند ہے جسے محبت کہتے ہیں - دوستي سراسر قرباني اور اعتماد ہے ' مگر محبت سراسر انانیت اور خود پرستي ہے - یہي سبب ہے کہ جب میں دیکھتي ہوں لوگ ہمارے باہمي تعلق کو عشق و محبت کا تعلق بتاتے ہیں تو میرے جذبات سخت مجروح ہوجاتے ہیں - اگر ہم میں عشق ہوتا تو میں اِتني خوش نصیب اور مطمئن نہ ہوتي جتني اِس وقت ہوں - محبت چند ہفتے ' چند مہینے ' شاید چند برس رہتي ہو - لیکن دوستي زندگي کا ایک ابدي معاہدہ ہے - جوں جوں وقت گذرتا ہے ' اسکا جوش افسردہ نہیں پڑتا بلکہ اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے "

" اعلی خیال ہے " میں نے اسکي تصدیق کي " لیکن اب کیا ارادہ ہے ؟ آیندہ کا پروگرام کیا ہے ؟ "

مدام لوبسکو کرسي سے اُٹھہ کر کھڑکي کے پاس گئي - ریشمیں پردہ ہٹاکر سورج پر نظر ڈالي - پھر لوٹ آئي :

" سچ یہ ہے میں نے ابتک کچھہ بھي غور نہیں کیا ہے " اُس نے بے پروائي سے جواب دیا " در اصل کوئي پروگرام نہیں ہے - قدرتي طور پر معاملہ کا دار مدار ...... " وہ اچانک رک گئي " میں پیرس میں بہت خوش ہوں " بات ٹالنے کے لئے کہنے لگي " میري دلي تمنا ہے کہ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیں - بالکل بھول جائیں - میں خاموش زندگي بسر کرنا چاہتي ہوں "

یہ اُس نے سچ کہا - یہ عجیب عورت پیرس سے صرف پندرہ منزل کے فاصلہ پر مقیم ہے - مگر تین تین ہفتہ تک شہر نہیں جاتي - واقعي وہ تنہائي پسند ہے -

" میں یہاں رہنا پسند کرتي ہوں " اُس نے کہا " کیونکہ یہاں ہر طرف خاموشي ہے - موسم بہار میں یہ درخت ہرے بھرے ہو جائینگے "

میں نے اِس افواہ کے متعلق سوال کیا کہ دونوں عاشق و معشوق عنقریب سیاحي شروع کرنے والے ہیں - اُس نے جواب دیا :

" مجھے سیاحي کا شوق نہیں ہے - میرے خیال میں رومانیا دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت ملک ہے "

در حقیقت یہ نازنین حیرت انگیز جاذبیت اور کشش رکھتي ہے - کوئي شخص بھي اُس کے تاثیر جمال سے اپني حفاظت نہیں کرسکتا - اُس کي شخصیت سادہ لیکن پورے معنوں میں موثر ہے - اِس ملاقات کے بعد مجھے کوئي تعجب نہیں اگر رومانیا کا تخت شاہي اِس عورت کے خوف سے تھرتھرا رہا ہے !

اندلس میں اسلامي تمدن کا [illegible] نقش قدم

(کنیسۂ اسکوریال کے [illegible])

اندلس (اسپین) کے موجودہ دا [illegible] سے تقریباً
تیس میل کے فاصلہ پر ایک عظ [illegible] یحي خانقاہ
" اسکوریال " کے نام سے موجود ہے جسے [illegible] سنہ ۱۵۸۴
میں تعمیر کیا تھا - جہانتک عمارت [illegible] کا تعلق ہے '
وسعت و بزرگي کے سوا اسمیں کوئي [illegible] سي نہیں جو
قابل ذکر ہو - اندلس کے آخري مسیح [illegible] عمارتوں کي
طرح یہ عمارت بھي تعمیري فنون لطیفہ [illegible] ں سے خالي
ہے - با این ہمہ اسکي دلکشي میں [illegible] ہمیشہ دنیا کے
سیاح اور محقق اسکي زیارت کیلئے آ [illegible] نیا کي مشہور
عمارتوں کے سلسلے میں اسکا نام بھي [illegible]

یہ اسلئے ہے کہ اسي عمارت کے ایک [illegible] ندلس کا شاہي
کتب خانہ محفوظ ہے - اندلس کے [illegible] بعد از اسلام
عہد کے متعلق جو کچھہ ابھي موجودہ [illegible] میں آیا ہے '
وہ اسي خانقاہ کي سنگین دیواروں کے [illegible] اور اسلئے علم
و تاریخ کے سراغ رسانوں کیلئے یہ مقام [illegible] رٹش میوزیم '
پیرس کے قومي کتب خانے ' قاہرہ کے [illegible] کے کتب خانۂ
مشرقي سے کم قدر و قیمت نہیں [illegible] حالتوں میں
کہیں زیادہ قیمتي ہے -

(کتب خانے کے [illegible])

اس کتب خانے میں تقریباً ۴۵ [illegible] کے محفوظ
ہیں - پرانے سکوں ' تصویروں ' نقو [illegible] قسم کي
تاریخي اشیاء و نوادر کي بھي ایک [illegible] ي گئي ہے -
ایک حصہ اُن کتابوں اور تاریخي آثار کا [illegible] قبل از [illegible]
عہد سے تعلق رکھتے ہیں - دوسرا حصہ [illegible] عہد اسلام کے
آثار سے ہے - ان دونوں حصوں کي [illegible] خود تاریخ کي
ایک نہایت عبرت انگیز داستان ہے !

پہلے حصہ میں قبل از اسلام عہد کے [illegible] ثار موجود ہیں
جنکي اُس عہد کي تمدني استعداد [illegible] کي جا سکتي
ہے - توراۃ و انجیل کا وہ نسخہ جو اسپ [illegible] مسیحي حکمرانوں
تلاوت کا خاص نسخہ تھا ' اپني کامل و [illegible] میں موجود
ایک سو سے زیادہ لاطیني زبان کي [illegible] بھي اُس
کي یادگار ہیں - ایک بڑي تعداد اُن [illegible] بھي ہے جو
اندلسي زبان میں لکھے گئے تھے اور [illegible] ملکي و تمدن
انقلابات انکے وجود پر کوئي مخالفت اثر [illegible] ایک خاص
مسیحي مذہبي کتب کي یوناني [illegible] ہے ' اور اُن
اُس مذہبي و علمي اقتدار کا سراغ [illegible] منۂ وسطی

نکلا ہے [illegible] شہر و محل کي کنجیان [illegible] نیڈ اور ازابلا کے حوالے [illegible] رہا ہے ۔

(۳) ابو عبداللہ کي تلوار [illegible]ور ڈھال ۔

(۴) ابو عبداللہ کي ایک ریشمین اور مزرکش قبا ۔

(۵) قرآن رکھنے کي ایک طلائي رحل جو سلاطین موحدین کي خیال کي جاتي ہے ۔

(۶) ایک قدیم تاریخي مرقع جس میں غرناطہ کے اسلامي دار القضا کا منظر دکھلایا گیا ہے اور جو قصر الحمراء کي ایک دیوار کے مرقع سے نقل کیا گیا ہے ۔

(۷) " اے ري روس دي گریت " یعني قاضي ابن رشد اعظم کي تصویر - و آس سنگي بت کي نقل ہے جو اُس کے بعض یہودي شاگردوں نے طیار کیا تھا ۔

(۸) اندلس کے عرب جنگ آزماؤں کا ایک منظر ۔

(۹) غرناطہ [illegible] محل شاهي کي طلائي کنجیاں جو عبد اللہ نے فردي نیند کے حوالے کي تهیں ۔

(۱۰) الحمراء کے ایک سنگي بت کي نقل جسکي نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ اسلامي عهد وسطی کے ایک مسلمان فرمانروا کي شبیہ ہے ۔

(پروفیسر امیلیو کي منتخبات)

هم پروفیسر ایم امیلیو (M. Emilio) کے نہایت شکرگزار هیں که انهوں نے الهلال میں شائع کرنے کیلئے کتب خانۂ اسکوریال کے آثار و نوادر کے عکسي فوٹو اور ضروري تشریحات بهیج دي هیں - پروفیسر موصوف اسپین کے مستشرقوں میں اپنے ذوق علم اور مستعدي تصنیف کے لحاظ سے ممتاز درجه رکهتے هیں اور متعدد کتابیں عربي علوم و آثار پر مرتب کرچکے هیں - هم وقتاً فوقتاً انکي فراهم کرده معلومات الهلال کے صفحات پر شائع کرتے رهینگے - آج اس سلسله میں اسکوریال کے چار آثار هدیۂ قارئین هیں :

(۱) سب سے پہلا منظر اسلامي اندلس کي آخري نگاه تودیع ہے - یه غرناطه کا آخري فرمانروا ابو عبد اللہ ہے جو سنه ۸۹۷ هجري میں اندلس سے خارج کیا گیا - اسکے اخراج پر یورپ کے هشت صد ساله عربي حکومت کا همیشه کے لئے خاتمه هوگیا - تمام مورخین عرب و فرنگ متفق هیں که [illegible] نہایت کمزور دل و دماغ کا انسان تها - اُسکا اراده پست ٬ دماغ [illegible] ٬ اور طبیعت عیش پسند واقع هوئي تهي - وه اپني نسل کا ویسا هي کمزور انسان تها جیسا نسل عباسي کا آخري فرمانروا المعتصم باللہ یا نسل تیموري کا آخري نام لیوا بہادر شاه تها - لیکن تاریخ اِن شخصیتوں کو انکي شخصیتوں میں نہیں دیکهتي - اُنکے زوال میں ایک پورے عهد و ایام کا زوال اُسکے سامنے آجاتا ہے - ابو عبد اللہ اپني ذات سے کتنا هي برا هو ٬ لیکن وه سر زمین یورپ میں اسلامي و عربي تمدن کا آخري نقش قدم تها - اُسکے مٹنے سے صرف اسکي شخصیت هي نہیں مٹ گئي - بلکه اسلام کا هشت صد ساله نقش تمدن و عظمت بهي مٹ گیا :

همارے بعد بہت هم کو روئے اهل وفا
که اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا !

بہرحال ابو عبد اللہ کي یه شبیه خاندان بني احمر کے آخري فرمانروا کي شبیه هي نہیں ہے بلکه اسکے خال و خط کے پیچهے تاریخ عرب کي عظمت رفته کا ایک طول طویل سلسله دیکها جاسکتا ہے - اگر ممکن هوتا تو هم اپنے اقبال رفته کا ایک مرقع ماتم کهینچتے ٬ اور اُسمیں بغداد کے معتصم ٬ اندلس کے ابوعبداللہ ٬ اور دهلي مرحوم کے بہادر شاه کو پہلو به پہلو جگه دیتے ٬ تاکه گاه گاه نظر حسرت ڈال لیتے اور زخم هائے کہنه کو کبهي کبهي نشتر غم سے چهیڑ دینے کیلئے ایک سامان عبرت و درد فراهم هوجاتا - یه تین شخصیتیں دراصل هماري عظمت ماضي کے تین افسانے هیں :

و ما کان قیس هلکه هلک واحد
و لکنه بنیان قوم تهدما !

(۲) دوسرا مرقع اسي منظر حسرت کا ایک دوسرا گوشه ہے - یه ابو عبداللہ کي ایک ریشمي اور مزرکش قبا ہے جو اِس وقت تک اپني اصلي حالت و شکل میں محفوظ ہے - اس سے صرف اُس عهد کے وضع و قطع لباس کا ایک شاهي نمونه همارے علم میں آجاتا ہے ٬ بلکه اسلامي اندلس کي مختلف صناعیوں کا [illegible] پورا سراغ لگتا ہے - کپڑے کي بناوٹ ٬ اُسکي خیاطي ٬ زر تار کامداني کے مشجر اور گل بوٹے جن سے اِسکا حاشیه اور متن مزین ہے اس درجه قیمتي اور صنعت گرانه هیں که بعض اهل نظر نے صرف اس قبا سے مستنبط صنائع پر ایک پوري تحریر لکهي ہے ۔

(۳) تیسرا منظر ایک مرقع ہے جسمیں غرناطه کے قاضیوں کي ایک مجلس دکهلائي گئي ہے - مرقع کے نیچے جو عبارت د[illegible] ہے ٬ اُس سے پته چلتا ہے که یه مرقع مشهور قصر " الحمراء " کي ایک دیوار پر منقش تها - سولهویں صدي کے وسط میں ایک مصور نے اُس سے یه نقل طیار کي - اس مرقع کي هر تصویر فن مصوري کے لحاظ سے اس درجه صحیح اور باقاعده ہے که موجوده زمانه بهي بمشکل کوئي نقص نکال سکتا ہے - الحمراء کي دوسري تصویروں کي طرح یه مرقع بهي اندلس کے عربي عهد کي اُن ترقیات پر گواه ہے جو فن مصوري کي اعلی اقسام میں اُسے حاصل تهیں - تاریخي قدر و قیمت کا پہلو یه ہے که اُس عهد کے شرفاء و علماء کي وضع قطع اور طریق لباس و نشست کا ایسا واضح منظر سامنے آجاتا ہے جسکا کسي دوسرے ذریعه سے علم ممکن نہیں ۔

(۴) چوتها منظر عربي فوج کي ایک جماعت کا ہے جسکي نسبت خیال کیا جاتا ہے که قرون وسطی میں کسي صناع نے طیار کیا تها اور اُن عرب سپاهیوں کا ایک سایه سا دکهانا چاها تها جنهوں نے فرانس پر فوج کشي کي تهي - اس سے عربي فوج کي وضع و قطع اور آلات و اسلحه پر نہایت قیمتي روشني پڑتي ہے ۔



غرناطه کے قاضیوں کي مجلس



عربي فوج کا ایک منظر جسنے فرانس پر حمله کیا تها

ایک مدت کے بعد جب اسپین کو مذہبی تعصب کے جنون سے نجات ملی تو عہد اسلامی کے ذخیرۂ علم و تمدن کی جستجو شروع ہوئی' لیکن اب قرطبہ اور غرناطہ کے کھنڈروں کے سوا اور کونسی چیز باقی رہ گئی تھی جو اس جستجو کا استقبال کرتی ؟

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا !

لیکن اتفاق سے انہی ایام میں ایک حادثہ ایسا پیش آگیا جسنے اسپین کیلئے عربی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم کردیا - سولہویں صدی کے آخر میں اسپین کے دو جنگی جہاز بحر متوسط میں مشغول جنگ تھے کہ انہیں تین جہاز دولۃ مراکش کے ملگئے جو مولائی زیدان صاحب مراکش کیلئے نادر کتابوں کے ذخیرے لے جا رہے تھے - اسپینی جہازوں نے یہ جہاز گرفتار کر لیے اور اپنے ساتھہ اسپین لے گئے - چونکہ اب اسپین کی مذہبی دہشت بدل چکی تھی - اسلیے یہ ذخیرہ آگ کے حوالے نہیں کیا گیا' خانقاہ اسکوریال میں رکھدیا گیا - موجودہ کتابیں اسی ذخیرہ کا ایک حصہ ہیں - پروفیسر ہارٹوِگ ڈارنبرگ Hartiwig Derenbourg نے کتب خانۂ اسکوریال کی عربی مخطوطات پر ایک مفید کتاب Les Manuscrits de L' Escurial لکھی ہے - وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذخیرہ اگرچہ اندلس کا ذخیرہ نہ تھا' مولائی زیدان کی کتابیں تھیں جو اسنے غالباً بلاد مصر و شام سے منگوائی تھیں - تاہم اگر یہ کتابیں بھی پوری محفوظ رہجاتیں تو عربی علوم کے نوادر کا ایک نہایت قیمتی سرمایہ ہوتا - مگر معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے اخراج کے بعد اندلس کی قسمت میں علم و تہذیب کی دائمی بربادی ہی آئی تھی - جب مذہبی جنون نے کتابوں کا جلانا ضروری نہ سمجھا تو حوادث و ایام نے یہی عمل شروع کردیا - اس ذخیرہ کے اسکوریال میں رکھنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد یکایک وہاں آگ لگ گئی' اور دیگر اشیاء و نوادر کے ساتھہ عربی ذخیرۂ کتب کا بھی ایک بڑا حصہ جل گیا - اب جسقدر ذخیرہ موجود ہے' یہ وہ ہے جو اس آتش زدگی سے کسی طرح بچ رہا تھا - یہ زیادہ سے زیادہ دو ہزار کتابیں ہونگی - مشہور اسپینی مستشرق اف' کوڈیرا F. Codera نے بھی (جنھوں نے اسی کتب خانے سے ابن بشکوال کی کتاب الصلہ وغیرہ حاصل کرکے شائع کی ہے) قریب قریب ایسا ہی لکھا ہے ۔

(تاریخ کی صداے عبرت)

کتب خانے کے ان دونوں حصوں کی موجودگی سے تاریخ کی ایک درد انگیز صداء عبرت پیدا ہوگئی ہے جو ہر زائر و وارد کو سنائی دیتی ہے ۔

پہلے حصے میں اندلس کے قبل از اسلام عہد کا تمام ... کتب و آثار موجود ہے - حتی کہ وہ ... بل بھی موجود ہے جسکی سلاطین اسپین تلاوت کیا کرتے تھے - ان اشیا کی موجودگی اس حقیقت کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ عربوں نے فتح اندلس کے بعد جسقدر بھی ذخیرہ علم ... یا' اُسے تاریخ و علم کی مقدس ... سمجھکر محفوظ رکھا اور آٹھہ صدیوں تک ... ظت کرتے رہے - یہانتک کہ جب ... نہ کے ہاتھوں جلاوطنی پر مجبور ... اُسوقت بھی اس امانت علم ... ت نہ کی' یہ پورا ذخیرہ اُسی طرح چھوڑ دیا' جسطرح آٹھہ سو برس ... حاصل کیا تھا - صدیوں تک ملکی ... رز اسلامی اور مسیحی جنگوں کا ... جاری رہا' اور اس اثنا میں ہمیـ ... عصبیت کا سلوک مسلمانوں کے ساتھہ ... رہا جو قرون وسطی میں اسکی ... خصوصیت تسلیم کی گئی ہے' تاہم ... کے علم و تاریخ کی وہ امانتیں کبھی ... نے نہ دیں جو سر زمین اندلس نے اُن کے سپرد کی تھیں ... سے بھی بڑھکر یہ کہ اندلس کے اسلامی عہد میں بعض ... سے ایسے بھی گزرے ہیں جب علماء مذہب کی ... اور تعصب سے علوم حکمیہ کی کتابیں ضائع ہوگئیں ... کرائی گئیں جیسا کہ ابن رشد کے زمانے میں ہوا تھا ... یہ جو کچھہ بھی ہوا' خود مسلمانوں کے اندر ہوا ... کا مسیحی ذخیرہ ہمیشہ محفوظ رہا - اندلس کی ... میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی تنگ نظر ... بادشاہ نے بھی مسیحی خانقاہوں کا علمی ذخیرہ تاراج ... سا کیا گیا ہوتا تو آج اندلس کے قبل از اسلام عہد کی ایـ ... اسکوریال میں موجود نہ ہوتی ۔

لیکن اسکے مقابلے میں کتب خانے کے ... کی شہادت کیا ہے ؟ یہ ہے کہ ایک ایسے عظیم و وسیع تمـ ... کوئی دوسری مثال اُس عہد کی تاریخ میں موجود نہیـ ... ذخیرۂ علم و تمدن انتہائی وحشت و جنون کے ساتھہ ضائع کـ ... اب جو ... بھی موجود ہے' اندلس کا نہیں ہے - ... ایک فرمانروا کے علمی ذوق کی بچی بچائی ...

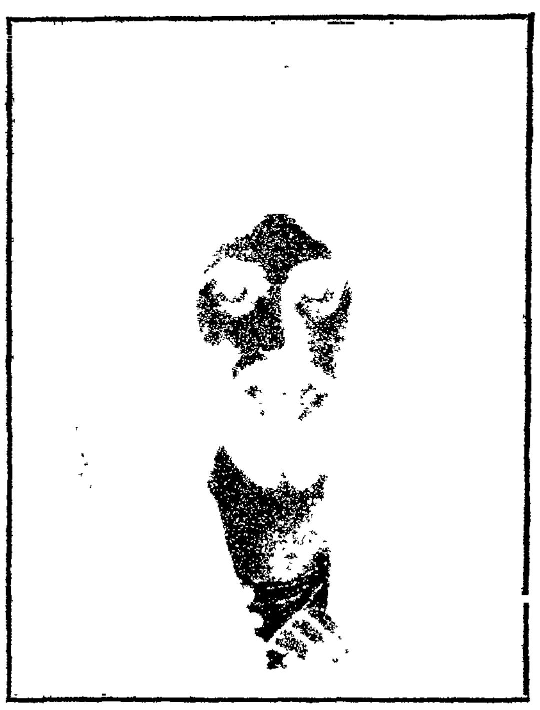
اگر " اسلامی " اور " مسیحی " ... تقسیم کی جا سکتی ہے' تو اس تقسیم کی تاریخی ... اندازہ کرنے کیلئے اسکوریال کے صرف یہ دو منظر ہی کافی ...

(اسکوریال ... نی آثار)

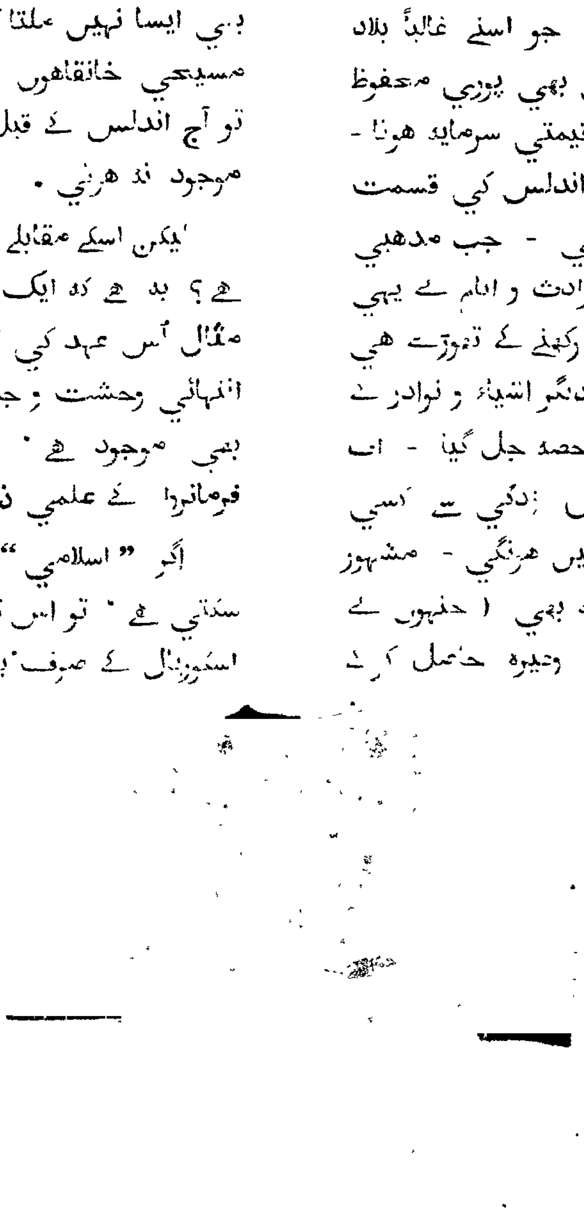
اسکوریال کے ... حصہ میں ذخیرۂ کتب کے علاوہ چـ ... آثار بھی موجود ہیں جو غالباً ... صدی کے بعد مختلف مصادر ... ب کئی ہیں - اس ذخیرہ میں ... تاریخی حیثیت سے قدر و قیمت ... وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) غرناطہ کے ... روا ابو عبداللہ کی تصویر ... نینڈ کے حکم سے طیار کی ... ۔

(۲) اُس منظر ... ب ابو عبداللہ متعاہدۂ تسلیـ ... مد غرناطہ سے



ابو عبداللہ آخری فرمانروائے غرناطہ



ابو عبداللہ کی ایک مزرکش قبا

مقالات

اسلام اور "نیشنلزم"

بہ بدمستی منزد گرتہم سازد مراساقی
ہنوز از بادۂ دوشینہ ام پیشا بود اورا!

یہ عجیب بات ہی کہ ہندوستان میں جو زمانہ سب سے زیادہ باہر کے اسلامی معاملات کے انہماک کا زمانہ تھا۔ یعنی حرکت خلافت کا زمانہ، اُسوقت کسی شخص کو بھی یہ خیال نہیں گزرا کہ باہر کے اسلامی معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا ہندوستانی قومیت کے نقطۂ خیال سے کہاں تک موزوں ہوسکتا ہی، یا یہ کہ نام نہاد پان اسلامیزم اور ہندوستانی نیشنلزم دو متضاد جذبے ہیں جو بہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ اُسوقت بھی ایک گروہ حرکت خلافت کا مخالف تھا، لیکن اُس میں ہندو مسلمان دونوں تھے، اور اُس کی مخالفت بھی اس بنا پر نہ تھی کہ یہ معاملہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کا ہی، بلکہ اس لئے تھی کہ وہ اس قدر دُور تک جانا پسند نہیں کرتا تھا جس قدر دور یہ حرکت جانا چاہتی تھی۔ مطالبات خلافت پر موقوف نہیں، خود ہندوستان کے سیاسی مطالب کے لئے بھی وہ اس طریق عمل سے متفق نہ تھا۔

لیکن جونہی ۱۹۲۲ء میں حرکت کی سرگرمیاں رُکیں اور لوگوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے فوراً طرح طرح کی بحثیں اور کاوشیں شروع ہوگئیں۔ اب ہر شخص سوچنے لگا کہ ہندوستان کے جغرافیائی حدود سے باہر کے معاملات میں اس قدر دلچسپی لینا کہاں تک قومیت و وطنیت کے جذبات کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ مسئلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور مسلمانوں سے گزر کر اسلام کی تعلیم تک پہنچ گیا۔ اب سیکڑوں دماغ و قلم ہیں جنھیں اس سوال کی بحث و کاوش سے فرصت نہیں ملتی کہ اسلام کی دینی تعلیم کی روح قومیت کے موافق ہی یا مخالف؟

یہ حالت بظاہر کتنی ہی عجیب معلوم ہوتی ہو مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہی۔ علم الاجتماع کے مطالعہ کرنے والے ایسے ہی احوال و تغیرات میں جماعت کے ذہنی قوانین کی جستجو کیا کرتے ہیں۔ جب آدمی بیکار ہوتا ہی تو ضرورت سے زیادہ سوچنے لگتا ہی۔ مشغول آدمی کو زیادہ خیال آرائیوں کی مُہلت ہی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعتوں اور قوموں کا بھی ہی۔ جبوقت تک وہ عملی زندگی میں مشغول رہتی ہیں، ذہن و فکر کو ضرورت سے زیادہ دقیقہ سنجیوں کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ لیکن جونہی ہاتھ پاؤں بیکار ہوجاتے ہیں، ذہن و خیال اُبھر آتا ہی اور اپنی کارستانیاں شروع کردیتا ہی۔ پہلے ارادہ کی ساری قوت عمل میں مشغول تھی۔ اب عمل کی جگہ تخیل کے لئے وقف ہوجاتی ہی۔ پہلے کسی کو ذہنی بلند پروازیوں کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اب جس کسی کو دیکھو غیر ضروری بحثوں، بے محل کاوشوں، فرضی صورتوں، تخمینی سوالوں، بے قید تخیلات، اور مطلق العنان اوہام و ظنون سے سرگراں ہوجاتا ہی!

ذہن و عمل کے قوا کا یہی عدم توازن ہی جس سے جماعتوں کی زندگی میں عملی استعداد کی افسردگی اور تعطل کی بنیاد پڑتی ہی، اور بعض اوقات یہ علت یہاں تک بڑھ جاتی ہی کہ عمل کی استعداد بالکل مفقود ہوجاتی ہی۔ یا اس درجہ کمزور پڑجاتی ہی کہ کوئی نمایاں اور عظیم قدم نہیں اُٹھایا جاسکتا۔

ہر قوم کی تاریخ میں اس حالت کی مثالیں ڈھونڈھی جاسکتی ہیں۔ قومی عروج کے زمانے پر نظر ڈالوگے تو وہ سرتاپا عمل نظر آئے گا، لیکن تنزل کا عہد دیکھوگے تو عمل کی جگہ تخیل کی فرمانروائی ہوگی۔ پہلی حالت میں تخیل محدود مگر قدم بے روک ہوتا ہی۔ دوسری حالت میں قدم رُک جاتا ہی مگر خیالی آسمان پیمائی شروع کردیتا ہی۔ عربوں نے جب روم اور ایران کے تخت اُلٹ دیئے تھے تو اُن کی سادگی فکر کا یہ حال تھا کہ قضا و قدر کے مسئلہ میں وہم و گمان کا دخل بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن جب قضا و قدر اور جبر و اختیار کی گتھی سلجھانے کے لئے اُنھوں نے پچاس سے زیادہ مذہب گھڑھ لئے، تو وحشی تاتاریوں کے جولانِ قدم سے اُن کے تمام دارالخلافے پامال ہورہے تھے!

آج بھی یورپ کی قوموں میں اس کی مثالیں صاف نظر آرہی ہیں۔ اینگلو سکسن نسل کے مقابلے میں فرانسیسی قوم زیادہ ذہنی اور تخیل پسند ہی، اور اس لئے کسی طرح بھی اپنا روز افزوں تنزل روکنے پر قادر نہیں ہی۔

۱۹۲۲ء میں حالات کی رفتار نے ذہن و تخیل کو زیادہ بے لگام ہونے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ [illegible] نے مسئلہ خلافت کو محض اُس کی سادہ اور عملی شکل میں دیکھا اور اُٹھ کھڑے ہوئے [illegible] نے اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ مسلمانوں کا اسلامی [illegible] کے خلاف [illegible] اگر [illegible] زیادہ [illegible] ہوجائیں گے [illegible]

کو اُس کی موجودہ منزل حیات میں اس سے زیادہ کاوش کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اُٹھے، اور قبل اس کے کہ ذہن و خیال کو چون و چرا کی مُہلت ملے، کام شروع کردیا۔ نتیجہ یہ کہ چند مہینوں کے اندر ایک عام حرکت ظہور میں آگئی۔ مطالبۂ خلافت ہندو مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ بن گیا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں ہندوؤں نے اسمیں ویسی ہی گرمی اور بے ریا دلچسپی ظاہر کی جیسی خود مسلمان ظاہر کررہے تھے، بلکہ کہا جاسکتا ہی کہ بعض حالتوں میں خود مسلمانوں سے بھی اُنکے قدم پیش پیش تھے۔

لیکن جب عملی مشغولیت کا دَور ختم ہوگیا تو ردِّ فعل کا عمل درآمد شروع ہوگیا۔ وہی چیز جو چند دن پہلے ملک کا سب سے زیادہ مقبول عمل تھی، اب ایک مشتبہ اور بحث طلب چیز بن گئی، اور فکر و خیال نے طرح طرح کی کاوشیں شروع کردیں۔ جبوقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ قیدخانے جارہے تھے کہ ٹرکی کے ساتھ انصاف کیا جائے، اُسوقت کسی کو بھی یہ بات نہ سوجھی کہ اس مطالبہ کا اس درجہ انہماک ہندوستانی قومیت کے ساتھ میل کھاتا ہی یا نہیں؟ لیکن اب ہر شخص اسی خیال سے متفکر ہی، اور کوئی قلم و زبان نہیں جس پر یہ سوال طاری نہ ہو!

ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو نکتہ چینی کے رنگ میں اس مسئلہ پر بحث کررہے ہیں، دوسری طرف مسلمان اہل قلم ہیں، اور چونکہ خود اُنکے سامنے بھی کوئی صاف اور واضح حقیقت نہیں ہی، اس لئے کچھ عجیب طرح کے افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے الہلال کے پچھلے صفحے ختم کی بحثیں دیکھی تھیں کہ اسلام کی وسعت نظر وطنیۃ کی تنگ نظری کی متحمل نہیں، چونکہ بات کے محل و موقعہ پر ان کی نظر نہیں ہی، اس لئے وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام "نیشنلزم" کا مخالف ہی اور کسی مسلمان کو "نیشنلسٹ" نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانانِ ہند کی سیاسی بےحسی سے سخت نالاں ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ باہر کے اسلامی مسائل کے لئے اُن میں جس قدر دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے اُس قدر خود اپنے ملک کے لئے نہیں ہوتی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی وسعت علائق و احساس ہی اس صورت حال کے لئے ذمہ دار ہی، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اسے خیرباد کہدینا چاہئے۔

حالانکہ نہ تو اسلام کی وسعتِ نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ نہ قومیت کے لئے اس بات کی ضرورت ہی کہ خواہ مخواہ اسلامی ذہنیت کا دائرہ تنگ کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں افراط و تفریط میں داخل ہیں، اور ہر معاملہ کی طرح یہاں بھی حقیقت اطراف میں نہیں بلکہ وسط میں ڈھونڈھنی چاہئے۔

وہ "وسط" کیا ہی؟

اس تحریر سے مقصود اُسی کی جستجو و تحقیق ہی۔ چونکہ مسئلہ کے اطراف وسیع ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انھیں چند حصوں میں منقسم کردیا جائے۔ آج پہلا حصہ ہدیۂ قارئین ہی۔

۱

حیاۃ اجتماعیہ اور اس کا سلسلۂ ارتقاء

"قومیت" کیا ہی؟ انسان کی اجتماعی زندگی کے احساس و اعتقاد کی ایک خاص حالت کا نام ہی۔ یہ انسانوں کے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہی اور اس کے ذریعہ اُس کی ایک بڑی جمعیت باہم مربوط ہوکر زندگی بسر کرتی اور اجتماعی زندگی کے کشاکش سے عہدہ برا ہوتی ہی۔ اس لئے قبل اس کے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیم و دعوت پر نظر ڈالی جائے خود انسان کی حالت پر نظر ڈالنی چاہئے کہ اُس کے اجتماعی رشتوں اور رشتوں کے احساس و اعتقاد کا کیا حال ہی؟

جس طرح کائنات ہستی کی ہر شئے پر قانون نشوؤ ارتقاء جاری ہی۔ یعنے ہر چیز ابتدائی حالت سے انتہائی درجہ تک، طفولیت سے رُشد و بلوغ تک، تنگی سے وسعت تک، پستی سے بلندی تک، اور نقص سے کمال تک بہ تدریج ترقی کرتی ہی، اور اس رفتار ترقی میں اسے مختلف درجوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اُسی طرح انسان کا احساس اجتماعی بھی [illegible] ایک [illegible] مختلف [illegible] یہ ایک نہایت محدود اور تنگ دائرے سے شروع ہوتا [illegible]

عالم شرق و اسلام

شام کي حـــرکت استقـــلال

فرانسيسي مظالم کے چند خونيں مناظر

الہلال کے مقالہ نگار مقيم بيروت کے قلم سے



شام کي تحريک استقلال پر کامل بيس مہينے گزر چکے - ان بيس مہينوں کے اندر اسکے فرزندوں کا خون جس بے دردي کے ساتھہ بہايا گيا ھے ' اور خود انہوں نے بھي جس بے پروائي کے ساتھہ اپنا خون بہنے ديا ھے ' وہ ايک ايسي سرگزشت ھے جو ظلم و مظلومي اور حق و استبداد کي تاريخ ميں ايک بڑے ھي دردانگيز داستان کا اضافہ کرتي ھے !

ميں آج آپ کو چند تصاوير بھيجتا ھوں - فرانسيسي حکومت کے محکمہ ڈاک اور تار پر جيسا جابرانہ احتساب قائم رہا ھے ' اسے ديکھتے ھوئے اميد نہيں کہ يہ بسلامت پہنچ سکيں - ليکن اگر پہنچ گئيں تو کم از کم ايک لمحہ کے لئے آپ ان قتيلان حريت و استقلال کي ياد سے اپنا دل و دماغ غمگين کر سکينگے جنہيں بيسويں صدي کے سورج کي روشني ميں يورپ کي سب سے بڑي متمدن قوم نے علانيہ قتل کيا ھے ' اور صرف اسليے قتل کيا ھے کہ اپنے وطن عزيز کي غارتگريوں پر دل دردمند اور زبان ماتم سرا رکھتے تھے !

فرانس ' " انقلاب فرانس " کے مبادي حريت و استقلال کا فرانس ' بے شمار انسانوں کا علانيہ قتل جائز رکھتا ھے - اسليے کہ وہ اپنے وطن کيلیے حق اور استقلال کا لفظ بولنے کي جرأت کرتے ھيں !

ان تصويروں ميں پہلا منظر دو شہيدان وطن کي نعشوں کا ھے جنہيں دمشق کے ميدان مرجہ (ساحۃ المرجہ) ميں پھانسي دي گئي تھي - پھانسي کے بعد انکي نعشيں چھوڑ دي گئي تہيں تاکہ دو دن تک لٹکتي رہيں ' اور تمام باشندگان دمشق اپني آنکھوں سے ديکھہ ليں کہ حب وطن پرستي کي سزا کيسي [illegible] ھے ؟ ان ميں پہلي نعش جسکے سر پر طربوش ھے شيخ احمد خباط کي ھے - يہ مشہور شامي مجاہد حرکۃ سعيد عکاش کے عزيز تھے - دوسري نعش جسکے سر پر عمامہ ھے شيخ عبد العزيز سلامي کي ھے - يہ اطراف دمشق کے ايک دروزي قبيلہ کے شيخ تھے -

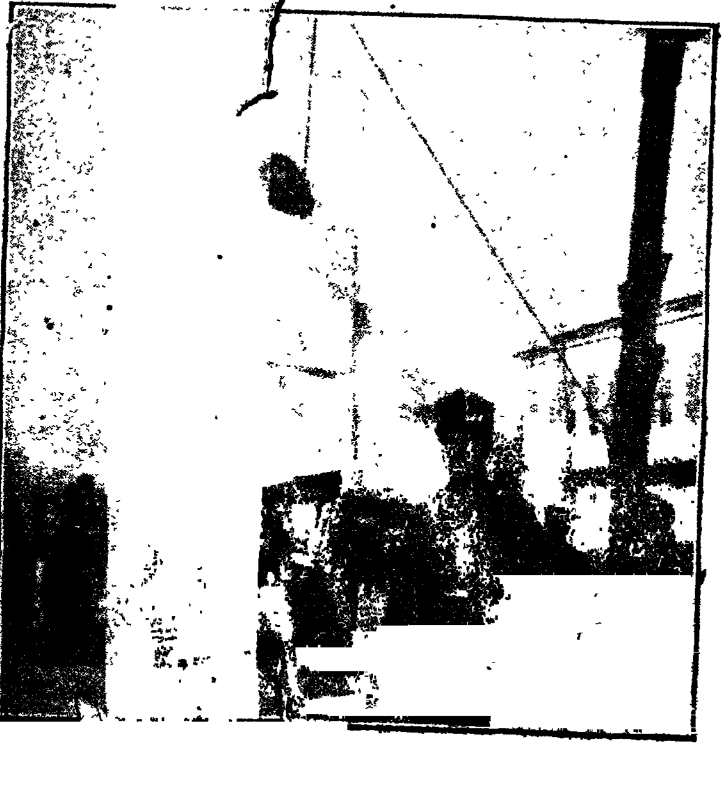
ان دونوں شہيدان وطن کا جرم کيا تہا ؟ يہ تہا کہ ۱۶ مئي سنہ ۲۶ کو [illegible] شامي دروزي قبائل کي ايک جانفروش جماعت نے

فرانسيسي فوج کو سخت ھزيمت دي - دلت مٹانے کيلئے اس مہذب قوم کو ضرورت [illegible] انسانوں کا خون بہاکر اپنے دل انتقام پرست [illegible] سے آدمي گرفتار کئے گئے اور انميں سے شيخ فوراً پھانسي پر چڑھا ديا گيا - ان کا جرم يہ عکاش کے دوستوں ميں سے ھيں جسکا گروہ فوجوں کو پے در پے شکستيں دے رہا ھے - کہا وہ عکاش کے دوستوں ميں نہيں ھيں ؟ نے بے تامل جواب ديا " شام کا کون ايسا عکاش جيسے بہادر اور جانفروش وطن کي د

دوسرے مرقع ميں بھي ايک نعش بھي ايک وطن پرست غيور کي ھے جسے "باغيو نام احمد دباح تھا اور يہ ان لوگوں ميں سے فوج کي خدمت و اعانت سے انکار کرديا تھا - ديکھينگے ' تو نعش کے سينے پر کچھہ حروف يہ ايک کاغذ ھے جو پھانسي دينے کے بعد چسپاں کر ديا جاتا ھے اور اسپر " مجرم " کے لکھدي جاتي ھے - جب تک نعش لٹکتي چسپاں رھتا ھے تاکہ جب کبھي کسي شخص اسکا جرم و گناہ معلوم کرلے - کونسا جرم ؟ کي حفاظت کا جرم ! اور حقوق ملت کے احترا آج يورپ کي عدالت ميں مشرق کا کوئي جرم

من شاء والمنظر الى فہ
نديرالى من ظن ان الموى

اکتوبر سنہ ۲۵ سے ليکر اسوقت تک جنگ درجہ قتل کي سزا دي گئي ھے ' انکي تعدا کم نہوگي - صرف دمشق کے ميدان مرجہ سولي کے تختے پر کھڑے ھوچکے ھيں - ان تصوير ليسے کا ايک مقامي عکاس کو موقعہ انکي نقليں مجھہ تک پہنچ گئيں - اگر آپکے تو ممکن ھے برادران ھند کي آنکھيں چند قطرا نہ کريں - ان جاندادگان عشق وطن کيلئے بہت مہنگي ھونگے - کيونکہ انکي قربا نظروں سے پوشيدہ ھيں ' اور انہيں مورخ صديوں انتظار کرنا ھے -



ن ھزيمت کي
ہ چند بے گناہ
- چنانچہ بہت
خ سلامي کو
يہ شيخ سعيد
ھر فرانسيسي
ت کيا گيا کہ
ر فروشان حق
وسکتا ھے جو
کرے ؟ "
رھي ھے ' يہ
کيا گيا - اسکا
نے فرانسيسي
ير کو غور سے
نگے - در اصل
کے سينے پر
ت اور مقدار
بہ کاغذ بھي
ر جاے تو وہ
حقوق وطن
ب سے بڑھکر

پھانسي کے
سي طرح
زيادہ آدمي
سوليوں کي
ض ذرائع سے
ر شائع ھوسکے
ے ميں بخل
ہ چند قطرے
ک دنيا کي
ا قام کا ابھي

وسکان کی [illegible] نقطۂ صورت نے نسلی دائرہ سے زیادہ وسیع و عام دائرہ اپنے گرد کھینچ لیا۔ یہ [illegible] قبیلوں [illegible] کو باہم [illegible] کرتا ہے۔

وطنیت کے بعد احساس اجتماع کے "جنسیت" کی منزل نمایاں ہوتی ہے۔ اس سے مقصود انسانی علائق کا ایک ایسا وسیع دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے، اور ان سب بالاتر رشتۂ اشتراک پیدا کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ رشتہ کسی خاص اصل پر مبنی ہو۔ کہیں وطنیت نے ایک زیادہ وسیع صورت اختیار کرلی ہے اور دوسری وطنیتوں کو بھی اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔ کہیں ایسا ہوا ہے کہ کوئی بعید تاریخی نسل کا اشتراک نقطۂ اتحاد بن گیا ہے اور جس قدر انسانی جماعتیں اس سے وابستگی پیدا کرسکتی ہیں، پیدا کرلیتی ہیں، اگرچہ مختلف اقطاع ارضی میں آباد ہوں۔ رنگ اور زبان بھی اس میں وجہ اشتراک کا کام دیتی ہے اور وہ تمام مختلف وطنیتیں اور نسلی جماعتیں شامل ہوجاتی ہیں جو رنگت میں یا زبان کے ابتدائی مواد میں اشتراک رکھتی ہوں "جنسیت" کا یہ دائرہ تمدن کی وسعت و ترقی اور ملکی و سیاسی مقاصد کی کشمکش سے بہ تدریج ظہور پذیر ہوا۔ مختلف وطنیتوں نے دیکھا کہ وہ وطنیت کے دائرہ سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اتحاد اور ہمرشتگی کا پیدا کرسکتی ہیں جو مختلف وطنیتوں کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، اس لئے انھوں نے "جنسیت" کی طرف قدم بڑھایا۔ امریکن جنسیت دنیا کی مختلف نسلوں اور وطنیتوں کا مجموعہ ہے۔ فرانسیسی جنسیت ہر اس فرد کو اپنے میں شامل کرلیتی ہے جو چند خاص اجتماعی و معیشتی عقائد و اعمال میں شریک ہوجاتا ہے۔ لاطینی جنسیت اُن تمام قوموں کو منسلک کرتی ہے جو لاطینی حلقہ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ سفید، سرخ، زرد، اور گندمی رنگ کی بھی تقسیم پیدا ہوگئی، اور جنس کا کام دینے لگی۔

بہرحال احساس اجتماع کا یہ ایک ایسا دائرہ ہے جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے اور انسانوں کی بڑی بڑی تعداد اس میں سمٹ آتی ہے۔

"جنسیت" کے بعد اس سے بھی زیادہ وسیع دائرہ اُس رشتہ کا پیدا ہوجاتا ہے جو جغرافیہ کی بڑی بڑی تقسیموں سے پیدا ہوگیا ہے۔ مثلاً ایشیا، افریقہ، مشرق، مغرب، اس دائرہ میں پہونچکر انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کے باہمی علائق کی دنیا وطن و جنس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ ایشیا کا باشندہ تمام ایشیا کو اپنا وطن سمجھنے لگتا ہے، اور یورپ کا باشندہ تمام براعظم یورپ میں اپنے لئے جذبۂ وطنیت محسوس کرتا ہے۔

جغرافیہ کی تقسیم پر پہنچکر اضافی وسعت کی تمام کڑیاں ختم ہوجاتی ہیں اور وہ منزل سامنے آجاتی ہے جو حقیقت کے عموم و اطلاق کی آخری منزل ہے اور جہاں پہونچکر یہ سلسلۂ ارتقا درجۂ بلوغ و تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ منزل "انسانیت" اور "ارضیۃ" کی منزل ہے۔ یہاں پہونچکر انسان محسوس کرتا ہے کہ رشتوں، علاقوں کی تمام حدبندیاں اور اضافی نسبتیں جو اُسنے بنا رکھی تھیں، اُن میں سے کوئی بھی حقیقی و فطری نہیں ہے۔ حقیقی رشتہ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کرۂ ارضی انسان کا وطن ہے، تمام نسل انسانی ایک ہی گھرانے کے افراد ہیں اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے۔ اس منزل پر پہونچکر انسان کے اجتماعی علائق کا سفر ختم ہوجاتا ہے اور وحدۃ نسلی، وحدۃ مکانی اور وحدت جنسی کی جگہ فاطر السماوات والارض کی بنائی ہوئی ایک ہی وحدۃ انسانی اپنی کامل اور بے پردہ صورت میں آشکارا ہوجاتی ہے!

انسانی علم و معرفت کے سفر میں یہ منزل وحدت اور کل کی منزل ہے، اس کا ہر سفر جزء و فرد سے شروع ہوتا ہے، اور کل اور نوع کی وحدۃ پر ختم ہوجاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تعین اور تسمیہ کے تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں، اضافت اور نسبت کی تمام تنگ نظریاں اور حدبندیاں دور ہوجاتی ہیں، اور عارف منزل شناس دیکھ لیتا ہے کہ اس کائنات کثرت میں حقیقت بجز وحدۃ کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہر گوشہ میں پہلے کثرت [illegible] ہے، افراد ہیں، اجزا ہیں، لیکن اگر جستجوئے حقیقت کا قدم رکے نہیں تو بالآخر وحدۃ، نوع، اور کل کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ نسل، وطن، قوم، جنس، سفید، سیاہ، افریقی، ایشیائی، بہت سے اسما گڑھ لئے گئے تھے، حالانکہ مسمّٰی ایک سے زیادہ نہ تھا اور وہ صرف "انسان" ہے:

عبارا تنا شتّٰی و حسنک واحد
و کل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدت سے کثرت کی طرف

تم نے نوع انسانی کو اُس کی طفولیت کے گہوارہ میں دیکھا؟ یہ وہی انسان ہے جس کی وسعت نظر علائق کے لئے آج کرۂ ارضی کا پورا دائرہ بھی کافی نہیں ہے۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کہ نظام شمسی کے دوسرے ستاروں سے اپنا رشتۂ وجود جوڑ لے، لیکن اُس وقت کیا حال تھا؟ اُس وقت اس کے ادراک و احساس کی غفلت و محجوبیت کا یہ حال تھا کہ خود اپنے وجود کی وسعت و نوعیت کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس طرح باہدگر علحدگی اور بے رشتگی کی زندگی بسر کرتا تھا گویا ایک نوع کی جگہ مختلف انواع کے افراد ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے علم و ادراک کی بند آنکھیں کھلنے لگیں۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ اپنے انفرادی وجود میں تنہا نہیں ہے۔ ایک ایسے مجموعہ کا فرد ہے جس کا ہر فرد اسی طرح انسان ہے۔ لیکن چونکہ علم و احساس کی یہ رفتار قریب سے بعد کی طرف تھی، اس لئے سب سے پہلے وہ رشتہ نمایاں ہوا جو سب سے زیادہ قریب تھا، اور سب سے آخر اس رشتہ کا سرا اُبھرا جو سب سے [illegible] قریب تھا۔ ترتیب بعد کے ان رشتوں کی منزلیں جس ترتیب سے پیش آئیں، اُن میں سے ہر منزل اپنی ماقبل منزل سے دور تر لیکن مابعد [illegible] سے قریب تر تھی۔ انسانی ادراک و احساس کے لئے سب سے زیادہ قریبی اور نمایاں رشتہ کیا تھا؟ ماں باپ کا رشتہ، اس لئے سب سے پہلے اُسی کا احساس بیدار ہوا۔ سب سے زیادہ دور کا رشتہ کیا تھا؟ "انسانیۃ" اور "انسانی اخوت" کا رشتہ۔ اس لئے سب سے آخر اسی منزل کی نمود ہوئی۔

انسانی اخوت کا رشتہ دور کا رشتہ اس لئے ہوا کہ یہ ایک غیر محدود کثرت کو وحدت میں لانے کے بعد نمایاں ہوسکتا تھا اور چونکہ ہمیشہ کثرت و تعدد کی وسعت میں انسانی عقل گم ہوجایا کرتی ہے، اس لئے وحدت تک پہنچتے پہنچتے اُسے بہت دیر لگ جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ کائنات ہستی وحدت و کثرت کی صورت آرائیوں کا ایک عجیب و غریب طلسم ہے، اس لئے جب کبھی کاروان عقل جستجوئے حقیقت میں نکلتا ہے، تو اُسے کثرت سے وحدت کی طرف بڑھنا پڑتا ہے، اور جب تک منزل بہ منزل پوری مسافت طے نہیں کرلیتا، حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حقائق ہستی کے ہر گوشہ میں انسانی علم کی تاریخ ایک پوری داستان سیاحت ہے۔ درجہ بدرجہ اور منزل بہ منزل علم نے ترقی کی ہے اور جستجو نے سراغ پایا ہے۔ جس طرح انسان کو صرف اتنی بات معلوم کرنے کے لئے کہ ایک ہزار مشکل جانور ایک ہزار قسمیں نہیں ہیں، بے شمار زمانہ مطلوب تھا، اسی طرح وہ خود اپنے وجود کی نوعی وحدت اور اسکے عالمگیر رشتے کا علم و احساس بھی فوراً حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ ناگزیر تھا کہ ایک پوری مسافت منزل بہ منزل طے کی جائے، چنانچہ طے کی گئی، اور بالآخر وحدت انسانی کی منزل نمودار ہوگئی!

انسان کی حیات انفرادی

یہ انسان کی نوعی زندگی کی سرگزشت تھی اب کچھ دیر کے لئے اُس کی انفرادی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لو۔ نوعی زندگی کے علم کے لئے تاریخ کے اوراق اُلٹنے پڑے تھے، لیکن فرد کی زندگی کا صفحہ تو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہاں بھی دیکھو، کس طرح احساس اجتماع کا فطری سلسلۂ ارتقا درجہ بدرجہ ظہور کرتا ہے اور منزل بہ منزل آگے لے جاتا ہے؟ جب ایک بچہ ماں کی گود میں آنکھیں کھولتا ہے تو ماں کے سوا اور کسی انسانی رشتے کا احساس نہیں رکھتا، پھر آہستہ آہستہ اُس کا ادراک اُبھرتا اور پھیلتا ہے، اور احساس کی وہ کڑیاں نمودار ہونے لگتی ہیں جو قرب سے بُعد کی طرف اُس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ پہلے صرف ماں باپ ہی کے دامن سے لپٹا تھا، یہ "اُمومۃ" اور "اُبوۃ" کی ابتدائی کڑیاں تھیں۔ پھر اُس کے گھر کی چاردیواری اُسکی دنیا ہوگئی۔ نظر طفولیت کی نارسائی اس سے آگے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ "عائلہ" کی منزل تھی۔ پھر اُس کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو اپنے گھرانے اور خاندان کے تمام رشتہ داروں کو بھی پہچاننے لگا اگرچہ وہ اُس کے گھر کی چاردیواری میں نہ رہتے ہوں۔ یہ وہی منزل ہے جسے پہلے "قبیلہ" کے نام سے پہچان چکے ہو۔ اس اثنا میں مسکن و مکان کا رشتہ بھی بوجہ قریبی ہونے کے دائرہ احساس و ادراک میں آجاتا ہے۔ پہلے اپنے ہمسایہ سے پھر اپنے محلے کے لوگوں سے پھر پوری بستی اور شہر سے مانوس ہوجاتا ہے۔ یہ وہی منزل ہے جو "بلدیۃ" کے نام سے نوع کو پیش آچکی ہے۔

ان ابتدائی احساسات کے بعد وہ وقت آتا ہے جب طفولیت کا عہد ختم ہوجاتا ہے اور نظر و ادراک اس حد تک نشو و نما پالیتے ہیں کہ مشاہدہ کی طرح سماع سے بھی علم و احساس حاصل کریں، تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس کی ذہنیت اسی سانچے میں ڈھلنا شروع ہوجاتی ہے جو انسان کی تمدنی زندگی نے پیدا کرلی ہے۔ لیکن اب بھی احساس اجتماع کی رفتار وہی رہتی ہے جو قرب سے بعد کی طرف ہونی چاہئے۔ وہ اپنے دل میں پہلی کشش وطن کی طرف پاتا ہے۔ پھر قوم و جنس کا سرا کھینچتا ہے، سب سے آخر میں انسانیت آتی ہے اور اس کے دل کے دروازہ پر دستک دینے لگتی ہے!

اگر ایک بچہ کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کی ہوا نہ لگے، تو اس صورت میں بھی اُسے ایسی ہی منزلیں پیش آئیں گی۔ البتہ بعض کڑیاں جو تہذیب و تمدن کے افکار و عقائد سے پیدا ہوگئی ہیں اُس کے سامنے نہ آئیں۔ وہ قدرتی طور پر پہلے اپنے مولد و مسکن کا رشتہ محسوس کرے گا۔ پھر اطراف و جوانب کی طرف کھنچے گا۔ پھر اپنے ملک و اقلیم کا تصور کرے گا، اور سب سے آخر دنیا اپنے رشتۂ انسانیۃ کے ساتھ نمود کرے گی!

اور بالآخر وسعت و بلوغ تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح اُس کی بھی ایک کڑی ابتدائی ہے اور ایک انتہائی ہے۔ ابتدائی کڑی میں اُس کا احساس اُس کے جسم و دماغ کی طرح گہوارۂ طفولیت میں سوتا نظر آتا ہے۔ پھر جوں جوں دماغی ادراک نشو و نما پاتا ہے، اجتماعی رشتوں، علاقوں کا احساس بھی وسعت پذیر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے اُس نقطۂ بلوغ و کمال تک پہنچ جاتا ہے جو اس سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہے۔

حلقات تسعۂ ارتقا

انسانی حالت پر ہمیشہ دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالی جاتی ہے: نوعی اور انفرادی۔ نوعی سے مقصود یہ ہے کہ بہ حیثیت ایک نوع کے اُس پر جو کچھ گزر چکا ہے اس کی جستجو کی جائے۔ انفرادی سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ایک انسانی وجود پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی تحقیق کی جائے۔ پہلی کے لئے تاریخ و آثار کا اور دوسری کے لئے خود انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر انسان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی احساس و ادراک کا یہ سلسلۂ ارتقا نوع اور فرد دونوں زندگیوں میں یکساں طور پر موجود ہے، اور اس کی بڑی اور اصلی کڑیاں حسب ذیل ہیں:

(۱) اموتہ۔
(۲) ابوۃ۔
(۳) عائلہ۔
(۴) قبیلہ۔
(۵) بلدیۃ۔
(۶) وطنیۃ۔
(۷) جنسیت و قومیۃ۔
(۸) براعظمیت یا تقسیم بلحاظ جغرافیہ۔
(۹) انسانیت دارضیۃ۔

"اموتہ" کے معنی عربی میں ماں ہونے اور ماں کے رشتہ کے ہیں۔ اس سے مقصود انسان کی وہ ابتدائی حالت ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی ساری دنیا صرف ماں کی گود ہوتی ہے۔ اس ابتدائی منزل میں انسان کا علاقۂ اجتماع صرف "اموتہ" میں محدود ہوتا ہے۔ فطرۃ کا فرشتہ اُس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے معصوم ہاتھ ماں کی گردن میں حمائل ہو جاتے ہیں۔ یہ فردیۃ سے اجتماعیت کی طرف انسان کا پہلا قدم ہے۔

"ابوۃ" سے مقصود باپ کا رشتہ ہے۔ ماں بچے کو باپ کے آغوشِ محبت میں رکھدیتی ہے اور اب وہ ماں کے ساتھ ایک دوسرے وجود کا رشتہ بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔

تمدن کے وجود میں آنے سے پہلے انسان انفرادی اور خلقی زندگی بسر کرتا ہوگا۔ اُسوقت ازدواج مدنی (یعنی تعین و التزام کے ساتھ مرد و عورت کے ملنے) کا وجود نہ تھا۔ ممکن ہے عام حیوانات کی طرح والد کا بنیادی رشتہ محض اموتہ کا رشتہ ہو اور ابوۃ کا تعین اور تشخص وجود میں نہ آیا ہو۔ میں نے "ممکن ہے" کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس بارے میں علمائے علم الانسان کے نظریات مختلف ہیں اور کوئی واضح روشنی موجود نہیں۔ بہرحال ابتدا میں ابوۃ کا تشخص ہو یا نہ ہو، جس دن سے یہ تشخص شروع ہوا ہے، اموتہ کے بعد احساس اجتماع کی دوسری منزل یہی ہے۔

"عائلہ" عربی میں خاندان کو کہتے ہیں لیکن خاندان کا لفظ ہماری زبان میں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ "عائلہ" کا اطلاق اُس سے کمتر دائرے پر ہوتا ہے۔ اس سے مقصود وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن کے اکٹھے ہونے سے ایک گھرانے کی مشترکہ زندگی کا نظام قائم ہوتا ہے۔ یہ اس سلسلۂ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔ انسان نے جب انفرادی زندگی کی جگہ مل جلکر رہنا شروع کیا تو اس کا پہلا منظر یہ تھا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ بنا کر رہتا تھا تاکہ زندگی کی کش مکش میں تنہا رہنے کی جگہ ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ "قریبی رشتہ داروں" کے اس احساس ہی سے اجتماعی ارتقا کی تیسری منزل وجود میں آئی ہے۔ کیونکہ اب ماں باپ کے علاوہ دوسرے انسانوں کا بھی رشتہ محسوس کیا جانے لگا اور اجتماعیۃ کے احساس میں وسعت ہوگئی۔

"قبیلہ" اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔ اور یہ بہ نسبت "عائلہ" کے زیادہ وسیع حلقہ مہیا کرتی ہے۔ تمدن کے ابتدائی ایام میں جب کچھ عرصہ تک "عائلہ" کا نظام جاری رہا تو ہر خاندان کی نسل بڑھتی اور پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ پانچ پانچ دس دس پشتیں گزرنے کے بعد ہر خاندان کے افراد کی تعداد سیکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی۔ اتنی بڑی تعداد صرف عائلہ کی چار دیواری میں سمٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ایک وسیع تر حلقۂ تعارف پیدا ہو گیا، اور باوجود مختلف جگہوں میں رہنے کے ہر فرد اُس حلقہ کی نسبت سے پہچانا جانے لگا۔ جنگ و صلح کے موقعہ پر بھی یہ حلقے ایک دیگر کے مقابل صف آراء ہوتے ہونگے۔ اس طرح "قبیلہ" کی بنیاد پڑی، اور اب اس منزل میں پہنچکر وہی انسان جس کا احساس اجتماع صرف "اموتہ" اور "ابوۃ" میں محدود تھا، اپنے آپ کو ایک

وسیع حلقۂ انسانی کا رکن سمجھنے لگا۔ یہ پہلا حلقہ ایک خاص
اور اس کے وجود کو اپنی رشتہ داریوں اور قریبی جوڑیوں
سے نسب کی بنیاد چلی اور اس کی حفاظت کی ضرورت محسو
امریکہ، اور آسٹریلیا وغیرہ میں آجتک قبائل کا نقش قدم د
کی تقسیم اور نسب کی حفاظت کا ایسا ولولہ رہا کہ تمدنی ا
مٹا سکا۔ اسوقت بھی اندرون عرب میں ہر قبیلہ بہ حیثیت قبـ
عیسوی سے پہلے تھا۔ ہندوستان میں راجپوتوں کے مختلف
کا انتساب بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

یہ جو نسل انسانی کی آج بڑی بڑی اصولی تقسیمیں ک
تو ان کی بھی بنیاد جب پڑی ہوگی، اسی "قبیلہ" کی منزل پر
اس منزل سے بہت آگے بڑھ چکی ہے، لیکن اس کی انفرا
منزل ہے، جیسی بہ حیثیت نوع کے تاریخ میں پیش آئی تھی۔
اور طفولیت کے سادہ احساسات کی جگہ تربیت و سماع کے
اپنے گھرانے کے حلقہ سے ایک زیادہ وسیع حلقہ رشتہ داریا
کے بعد "قبیلہ" کا احساس ہے۔

اس چوتھی کڑی پر نسل کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے، اور ...
کا احساس اجتماع صرف نسل کے رشتے میں محدود تھا۔
قریبی رشتہ یہی تھا اور ہمیشہ اُس کے ادراک کا سفر قرب ...
دوسرا رشتہ بھی دعوتِ اعتقاد دینے لگا۔ ابتدا میں انسان
پھر عائلہ اور خاندان کی بنیاد پڑی، لیکن پھر بھی وہ عرصہ تک
جیسی آجکل بھی صحرائی قبائل یا ایشیا اور یورپ کے جپسیوں ک
کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کرتا رہتا
حالت پر گزر گئی، تو ہر قبیلہ اور گروہ کے لئے کوئی خاص حصہ
ہو گیا۔ مثلاً کوئی خاص قبیلہ تھا جو خزاں میں ایک جگہ رہتا
عرصہ کے تواتر قیام سے یہ دونوں مقام اُس کے لئے مسکن ا
کبھی ایک ہی مقام پر قیام اختیار کر لیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ
کرنے لگی۔ ساتھ ہی ایسا بھی ہوا کہ مختلف قبائل کسی ایک ہی
اور عرصہ تک قریب رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی قرب و علا
ان اسباب سے اُس اجتماعی احساس اور جذبہ کی بنیاد پڑی
یہ اس احساس کی پانچویں منزل ہے اس منزل میں پہنچکر انسان ا
ہی جگہ رہنے سہنے اور وہیں پیدا ہونے کے اشتراک کا رشتہ

ایک مدت تک جس مقام پر انسان رہتا ہے قدرتی طو
اس اُنس کے اسباب ایک سے زیادہ ہیں۔ اوّل تو اُس مقا
زندگی کے حالات کچھ اس طرح مل جل جاتے ہیں کہ وہاں کے ہر مو
کی کوئی نہ کوئی حالت وابستہ ہو جاتی ہے، اور اس کے تصور ...
شامنے آ، مشاہدہ کے استمرار و تواتر میں بجائے خود حیوانی دماغ
کا لگاتار واسطہ رہتا ہے قدرتی طور پر اُن سے زیادہ مانوس ...
ساتھ نسل و رفاقت کے بھی تمام رشتے جمع ہو جاتے ہیں ...
پائی ہو وہیں اس کے تمام عزیز و اقارب اور جانے پہچانے ...
کی محبتوں کی یاد وہاں کے چپہ چپہ میں بس جاتی ہے۔ غرضکہ ا...
رشتہ بھی محسوس کیا اور بہ تدریج اس کی گیرائیاں بڑھتی گئیں۔
کا مرکز اور مکانی دلبستگی کے ولولوں کا محور بن گیا؛

الالیت شعری ھل ابیتن لیلۃ
بواد، وحولی اذخر و جلیل

"بلدیۃ" کے بعد چھٹی کڑی "وطنیۃ" کی آتی ہے۔ و...
ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ جب تمدن میں مزید ترقی و وسعت ...
گئے، اور انسان کے باہمی علائق بھی زیادہ وسیع ہو گئے، تو
شروع ہو گئی، اور اب انسان نہ صرف اپنے مسکن و مولد ...
محسوس کرنے لگا جس کے ایک گوشہ میں وہ آباد تھا۔ پھر تدر...
چھوٹے چھوٹے علاقوں کی جگہ زمین کے بڑے بڑے حصے ...
پوری اقلیم بھی مفہوم وطنیۃ میں داخل ہو جاتی ہے ا...
نسل کے اجتماعی احساس نے افراد کی کثرت ... نسل ...

... پر ایک ... آ
... کا مرکز ... ہیں
... افریقہ، ہندوستان
... عرب میں تو قبائل
... اختلاط بھی ... ہے
... جنہیں ... منگو
... بنی اور چند بنی

... سامی، آرین، منگولین
... اگرچہ نسل انسانی
... اب بھی ویسی ہی زندگی
... انسان کا بچہ بڑا ہوتا ہے
... سمجھنے لگتے ہیں، تو وہ
... ہے۔ یہی احساس "عائلہ"

... کرتا ہے۔ ... انسان
... اغ کے لئے سب سے زیادہ
... ہوتا ہے۔ لیکن اب ایک
... انفرادی زندگی تھی،
... زندگی بسر کرتا تھا
... پانی، چارہ، اور غذا
... ایک کافی مدت ...
... کی شکل میں متعین
... چلا جاتا۔
... کسی جماعت نے
... لئے خصوصیت محسوس
... آس پاس رہنے لگو
... حالت پیدا ہو گئی۔
... سے تعبیر کیا ہے۔
... کرنے لگا جو کسی ایک

... مانوس ہو جاتا ہے
... کے ساتھ اُسکی
... تھا اُس کی زندگی
... پیدا ہو جاتی ہے۔
... ان چیزوں سے اُنس
... مکان و قیام کے
... پیدا ہوا اور پرورش
... اور اس لئے اُن
... ہر مکان و ذرہ ...
... اس کے جذبات محبت

... تمدن کی ایک خاص
... یہاں اور شہر بس
... میں بھی وسعت
... علاقے کو اپنا وطن
... اور وسعت ...
... تک کہ اب ایک
... ... گاں

... ہوئی تھی ... کہ کس طرح ... کامل ہوتا ہے

... زمین سے ... تو بتاؤ کہ ... جسے پہلا انڈا دیا تھا؟ ... ہوئی ... بلکہ خلیہ پیدا ہوئی تھی

میں "کس چیز سے ... پیدا ہوئی؟"

وہ "میں نہیں جانتا۔"

میں "تو تم اس ... ثابت نہیں کر سکتے؟"

وہ "میں ... نہیں ہوں۔"

میں "تمہارے اس صریح اعتراف جہل کی داد دیتا ہوں۔ لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ابھی ... حیات پیدا نہیں کیا گیا۔ اب ہم کائنات کی اصل و ابتداء کے موضوع پر پہنچے۔ بیضوی انڈے کی بحث پر تم نے اپنے جہل کا اعتراف کر لیا اور نہیں بتا سکے کہ وہ انڈا پیدا کیا گیا یا پیدا نہیں کیا گیا۔"

وہ "یہی سہی۔ لیکن میں برابر منکر ہوں کہ کائنات اس طرح پیدا نہیں ہوئی جس طرح تورات میں لکھا ہے۔"

میں "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کائنات کس طرح خلق ہوئی ہو۔ بہرحال کسی نہ کسی ... وجود میں ضرور آئی ہے۔"

وہ "میں صفائی سے اعتراف کرتا ہوں کہ علم اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہا ہے اور بقول ... سٹرلنگ، کبھی مستقبل میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا۔"

میں "تمہارے اس اعتراف جہل کی بھی میں قدر کرتا ہوں۔ اچھا اب بحث کا رخ ذرا ... دیں۔ کیا تم یقین کرتے ہو کہ تمام ... سبزیاں، اور حیوانات صرف ایک بیضوی جین کے مختلف مرکبات ہیں؟"

وہ "ہاں"

میں "کیا خالی ظرف سے کسی چیز کا نکالنا ممکن ہے؟"

وہ "ہرگز نہیں لیکن جناب! میں نے یہ کب کہا کہ بیضوی جین ایک خالی ظرف ہے؟"

میں "لیکن میں ... تو یہ نہیں کہتا، اچھا یوں سہی، کیا کسی ظرف سے اتنا نکالا جا سکتا ہے جتنا اس میں نہیں ہے؟"

وہ "نہیں"

میں "تو کیا ... بیضوی جین سے اتنا حاصل کیا جا سکتا ہے جتنا اس کے اندر نہیں ...؟"

وہ "نہیں۔"

میں "کیا تم خیال کرتے ہو کہ مادۂ حیات بیضوی جین سے وجود میں آیا ہے؟"

وہ "بیشک، تمام انسانی اجسام (organisms)، نباتات، حیوانات، تمام اہل فن، مصور، شاعر و مصنف، فلاسفر، علماء، غرضکہ تمام کائنات اسی اصلی بیضوی جینی انڈے کی پیداوار ہیں۔"

میں "اس عجیب طلسمی انڈے کے خواص و صفات کیا ہیں؟"

وہ "اس کی کوئی ... نہیں۔ یہ ... کائنات ... ہے۔"

میں "ہاں ... لیکن ... اصلی بیضوی جینی انڈے میں یہ خاصیتیں ... کہاں سے آیا؟"

وہ "نہیں معلوم۔"

میں "یہ عجیب خاصہ! اس میں کچھ بھی نہ تھا جسے ...؟"

وہ "نہیں معلوم۔"

میں "... [illegible]"

[illegible]

یکدم موجود ہو گئے؟"

وہ "موضوع نہایت دقیق ہے۔ میری ناقص عقل اس کے فہم کی طاقت نہیں رکھتی۔"

میں "میرا سوال یہ ہے کہ ان عجیب خواص کا انڈا یا بیضوی جین کہاں سے آیا جس سے تمام کائنات بنی ہے اور جس نے اتنی حیات قبول کر لی۔ یہ ناممکن ہے کہ بغیر کسی ذات اور عقلی قوت کے یہ وجود میں آ گیا ہو۔ اگر بیضوی جین میں عقل و ادراک نہیں تو تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ مختلف اشیاء عاقل اور صاحب ادراک ہیں؟"

وہ "میں آج مزید گفتگو نہیں کر سکتا۔ شب بخیر!"

تیسری مجلس

میں ایک رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اتفاق سے اس میں یہ قصہ تھا کہ ایک شہزادے نے اپنی محبوبہ کو ایک آہنی انڈا تحفتاً بھیجا۔ محبوبہ اسے دیکھ کر سخت برہم ہوئی اور غصّے سے زمین پر دے مارا۔ انڈا ٹوٹ گیا۔ اس کے اندر سفید چاندی کا تھا۔ زردی سونے کی تھی۔ زردی کے اندر چھوٹا سا طلائی تاج اور اس کی انگوٹھی رکھی تھی۔ یہ قصہ پڑھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاہزادے کا بھیجا ہوا یہ انڈا اس عظیم انڈے کے مقابلہ میں ہیچ ہے جس کے اندر سورج، چاند، ستارے، ثریا، زمین، عالم نباتات و حیوانات اور دنیا بھر کی عقل و حکمت بھری ہوئی ہے۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا بھائی آ گیا اور کہنے لگا:

"کس سوچ میں ہو؟"

میں "کیا تم بتا سکتے ہو کہ دنیا میں کوئی دریا بھی ایسا ہے جو کسی سرچشمے سے نہ پھوٹا ہو؟"

وہ "بالکل معمولی سوال ہے۔ نہیں۔"

میں "کیا اثرات، بغیر موثرات کے موجود ہو سکتے ہیں؟"

وہ "ہر اثر کے لئے موثر و سبب کا وجود ضروری ہے۔ لیکن علل و اسباب کی بحث نہایت پیچیدہ ہے۔ شاید آپ ڈیوڈ ہیوم کے اس قول سے متفق نہیں کہ مسبب اور سبب کے مابین وہی تعلق ہے جو ... اور ... کے درمیان؟"

میں "ہاں میرا یہ خیال نہیں۔ رات، دن کے بعد ضرور آتی ہے لیکن دونوں میں کوئی سببی علاقہ نہیں ہے۔ خیر آؤ، ہم اسی عجیب طلسمی انڈے پر غور کریں۔ "نیچر" کیا ہے؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ کب آیا؟ کیا تم "نیچر" کی تعریف بیان کر سکتے ہو؟"

وہ "نیچر کی تعریف آسان نہیں۔ بقول ایک حکیم کے "آسمان کے ... اور نیچر کی تعلیمات و قوانین سے آگاہ ہو۔" یا بقول ایک ... کے "نیچر کی بوقلمونی پر نظر کرو۔ ذرّے باہم وابستہ ہیں، جذب ... اور جذب ہوتے ہیں۔ نیچر کا قرب تمہیں اس کے وصل سے شاد کام کرے گا۔"

میں "تم کہہ چکے ہو کہ نیچر نے سب سے پہلا انڈا پیدا کیا اور اسے مختلف بالامکان زندہ یا جاندار مرکبات بنانے کی قوت بخشی۔ میں بغیر فرد ... حاصل کئے نیچر کی یہ قابلیت تسلیم نہیں کر سکتا۔ آخر بتاؤ تو نیچر کیا بلا ہے؟ فرشتہ ہے؟ بھوت ہے؟ کیا نیچر سنگ سلاد (ذرمنی گلابی رنگ کا) بڑھا ہوا کر اس میں ... کے لئے تحفے لا کر غائب ہو جاتا ہے؟ یہ رات کو چپ چاپ آتا اور صبح ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے؟"

وہ "یہ نہایت مذاق ہو گئے۔"

میں "تم کہتے ہو کہ نیچر ... جس کی ماں ہو اور اس کی اولاد سمندر کے کناروں کی ریت کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہے، لیکن پھر بھی تم میری اس سے قریب نہیں کرتے۔"

وہ "نیچر ہر قسم کی تعریف و شناخت سے برتر ہے۔ اس کے ... میں ... ہیں۔"

میں "... [illegible]"

[illegible]

تمام ہیں ... معرفت اس چیز کا علم ہے جو ... کے بغیر ... ہیں آسمان، زمین ... یعنی گلستان اور ... ہیں۔"

میں "لیکن تم کہہ چکے ہو کہ ہر چیز اسی بیضوی انڈے سے پیدا ہوئی ہے اور اس طلسمی انڈے نے اپنی قوت نیچر سے حاصل کی۔ پس اب بتاؤ اس انڈے اور نیچر میں کیا فرق ہے؟"

وہ "دونوں کا تجزیہ و فصل بہت مشکل ہے۔ لیکن یقینی ... دوسرے کا شبیہ ... ہے۔"

میں "خیر ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ شروع میں بیضوی انڈا تھا اور اسی سے تمام کائنات وجود میں آئی ... تسلیم کرو گے کہ اس انڈے کے پیچھے بھی کوئی خالق ہے؟ اسی خالق کو اس کا نگران اور مربی ہونا چاہئے؟ ... ابتدا صرف ازلی و ابدی خدا ہی کی قدرت کا ... ہے۔"

وہ "میں یہ تسلیم نہیں کرتا۔"

میں "پھر خدا کی جگہ تم کیسے کہتے ہو ... اس کے لئے کسی عاقل ... کا وجود ضروری ... موجود ہوا اور خدا اسی نے اسے اپنے آپ کو بنایا ... مربی و محافظ تھا تو یہی وہ ... ہے جسے ہم خدا کہتے کرتے ہیں لیکن اگر اس انڈے میں ... کی ذاتی قوت نہیں تو ضرور کوئی اس سے ... اسے حرکت دی اور اس میں ... اس پر اسے غور کرنے کی مہلت ... "

چوتھی مجلس

دوسرے دن آنے کے ساتھ ہی کہنے لگا:

"جس چیز کو تم خدا کہتے ہو ... جاری و ساری ہے۔ سٹراؤس ... کہتا ہے ... اٹل قوانین کے ماتحت ہیں جن کی راہ میں کوئی ... حائل نہیں ہو سکتی۔"

میں "تم نے واقعی علم منطق پر نظر ... کیا اچھا ہوتا اگر فلسفہ پر گفتگو کرتے وقت ... کرتا۔ مگر افسوس اس بحث میں اگر ... ہے۔ وہ کہتا ہے "تمام مظاہر یعنی ستاروں کی حرکت، کرکٹ کا کھیل، شراب کا نشہ ... اگر ... محدود رکھتا تو شاید ہم مخالفت میں زبان نہ کھولتے۔ آؤ کرکٹ کے ذکر پر ... کہ ہم اسے ... اور ... کرتا ہے کہ ... کو اور کسی دوسرے ... نہیں، لیکن عقلمند جانتا ہے کہ اٹل قوانین ... موجود ہے جو ... اور ... کی طرف ... بھی اپنی منطقی کتاب میں ... کی ہے کہ اٹل قوانین ... قوت مخفی ہے۔ یہ قوت اگرچہ حکومت نہیں کرتی مگر ... پس اب بتاؤ۔ نیچر سے تمہارا مقصود کیا ہے ... کے قوانین میں کیا فرق ہے؟ میں ... اور ... پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ ... نباتات، حیوانات، وغیرہ مباحث ... ہیں، لیکن جہاں فلسفہ میں ... شخص کے آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگتے ہیں ... نہایت ... ہوتی ہے کہ خدا، نیچر اور ... الفاظ پر بحث شروع کر دیتے ہیں اور ... سے زیادہ ... کیا ان الفاظ کے ... "نیچر" "فطرت" ... [illegible]

بصائر وحِکم

مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟

مومن اور مُنکر کا ایک دلچسپ مکالمہ

جدال فی اللہ بغیر علم!

چھ مجلسیں

پہلی مجلس

میرا بھائی ایک ایسا ہی آزاد خیال شخص ہے جیسے آزاد خیال اشخاص بیسویں صدی کی عام پیداوار ہیں۔ بحث و مناظرہ کا اسے بہت شوق ہے۔ اپنے تند اور تلخ خیالات کے اظہار میں کبھی تامل نہیں کرتا اور جب کبھی گفتگو کرتا ہے تو اس کا معارضہ سخت اور حجت بے جھجک ہوتی ہے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آتا کہ "بلعام" کی گدھی بولی ہو جیسا کہ توراۃ میں بیان کیا گیا ہے۔"

میں نے جواب دیا:

"میں نہایت خوش ہوں گا اگر دنیا بھر کے گدھوں کا منہ باندھ دیا جائے اور وہ کبھی اپنی کرخت آواز دنیا کو نہ سنا سکیں۔"

میرے بھائی نے مذاق پر محمول کیا وہ سنجیدہ تھا اور علمی مباحث میں ہرگز مذاق گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اُسنے چیں بجبیں ہو کر کہا:

"میں مہمل گفتگو پسند نہیں کرتا۔ سنجیدہ دقیق مباحث میں میرا جی لگتا ہے۔"

میں نے کہا:

"بہت بہتر کوئی سنجیدہ مسئلہ پیش کرو تاکہ میں بھی سنجیدگی سے گفتگو کروں۔"

ایک لمحہ غور کرنے کے بعد کہنے لگا:

"تعجب ہے آپ ہمیشہ مجھی سے سوال چاہتے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ میں ہی حملہ آور ہوں اور آپ مدافعت کریں؟ آج خود آپ ہی کیوں نہ پہلا گولہ پھینکیں؟ کیا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے؟"

میں نے جواب دیا:

"کیوں نہیں؟ کسی عمارت کا ڈھا دینا تعمیر سے زیادہ آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کوئی عمارت ہی نہیں رکھتے۔ تمہارے پاس کوئی مثبت چیز ہی نہیں۔ صرف انکار اور منفی پہلو ہے۔ پھر میں کس چیز پر حملہ کروں؟ تاہم ایک مسئلہ میں تمہاری زبان سے ائمۂ الحاد کے فتوے سننا چاہتا ہوں۔"

اُسنے وعدہ کیا کہ میرے ہر سوال پر سنجیدگی کے ساتھ بحث کریگا اور ملحدین کے افکار پوری وضاحت سے پیش کرے گا۔

میں نے سوال کیا۔

"مُرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟"

ساتھ ہی میں نے کہا:

"سوال بالکل آسان اور صاف ہے۔ "متقدمین علماء" نے آپ مزید حل کیا ہوگا، تمہاری کیا رائے ہے؟"

وہ کہہ گیا:

"یہ سوال بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس بحث کی کیا ضرورت ہے؟"

اسنے جواب دیا۔

"ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو"

میں نے کہا:

"لیکن اگر میری ذاتی رائے پوچھتے ہو تو میں اس سوال کو بہت اہم سمجھتا اور تمہارے جواب کا بےچینی سے منتظر ہوں۔ خود تم نے مجھ سے سوال کی خواہش کی تھی۔ اب تمہیں جواب سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

وہ "یہ سوال بظاہر بالکل معمولی ہے لیکن در اصل اپنے اندر ایک دقیق فلسفی بحث چھپائے ہے۔ یا تو آپ اسے کسی دوسری شکل میں پیش کیجئے یا اپنا مقصود واضح کر دیجئے"

میں "تم بہت ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ سوال کچھ جال نہیں ہے جس میں پھنس جاؤ گے۔ مجھے اس موضوع کے متعلق صرف اتنی ہی واقفیت ہے کہ انڈا مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور مرغی بچے سے بنتی ہے"

اُسنے میری تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا:

"اگر یہ سچ ہے تو کیا علم طبقات الارض کے ماہر سر چارلس لائل نے یہ اصل قرار نہیں دے دی ہے کہ "ماضی کو حاضر کے دلائل سے واضح کرنا چاہئیے؟"

وہ "بیشک"

میں "تو انڈے اور مرغی کا یہ معاملہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے؟"

وہ "ہاں"

میں "یہ تو ضرور ہے کہ پہلی مرغی اور پہلے انڈے کا وجود اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہوگا؟"

وہ "بیشک"

میں "اگر یہ صحیح ہے تو پہلی مرغی انڈے سے پہلے وجود میں آئی کیونکہ وہ انڈے سے پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو سر چارلس لائل کا اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ حاضر کا مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور ماضی کو واضح نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مرغی انڈے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حاضر کی اس دلیل و مشاہدہ سے ہمیں یہی کہنا چاہئے کہ ہمیشہ مرغی انڈے ہی سے پیدا ہوتی رہی ہے۔ مگر تمہیں ابھی تسلیم کرنا پڑا کہ سب سے پہلی مرغی انڈے سے پیدا نہیں ہوئی۔"

اسپر وہ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا:

"آپنے بلا بحث یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ سب سے پہلی مرغی بغیر انڈے کے موجود ہوئی؟ خود مرغی کوئی مستقل وجود نہیں ہے۔ اُسی انڈے کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اگر ہم صحیح علمی اصول کی روشنی میں غور کریں تو فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ انڈا پہلے پیدا ہوا تھا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلی مرغی [illegible] انڈے سے [illegible] وجود میں آئی ہے۔"

میں "بہت خوب [illegible] سب سے پہلا مرغی انڈے سے پیدا ہوئی یعنی انڈا [illegible] انڈا مرغی سے پہلے ہوا یعنی سب سے پہلا انڈا مرغی [illegible] اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی لائل کا [illegible] کیونکہ حاضر ماضی کی تائید نہیں کر رہا ہے۔ سوال [illegible] ہم دیکھتے ہیں ہر انڈا مرغی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ [illegible] اگر سب سے پہلا انڈا مرغی سے پیدا نہیں ہوا تو [illegible] کہاں سے آیا؟ کب آیا؟"

وہ "میں سمجھ گیا۔ آپ [illegible] یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انڈا خدا نے پیدا کیا۔"

میں "میں سائل ہوں [illegible] مجھے معلوم ہے کہ آسمانی کتابوں کے قائل اہل [illegible] اور معمولی جواب دے کر سبکدوش ہو جاتے ہیں [illegible] کہ خدا نے خود پیدا کیا تھا لیکن یہ بے دلیل ہے۔ [illegible] راہین سے کوئی فیصلہ کن جواب دے سکو تو میں [illegible] ہوں گا۔"

وہ "کیا انڈے کا [illegible] کائنات پر چسپاں ہو سکتا ہے؟"

میں "بیشک، ضرور [illegible] ہوں کا سب سے پہلا دانہ موجود ہوا ہو، سب سے [illegible] پہلی گائے ہو، سب سے پہلی بکری ہو، سب سے [illegible] اگر تم انڈے کی گتھی سلجھا دو تو میں باقی [illegible] پر قیاس کر لوں گا، اور ہم آفرینش کا راز [illegible] گے۔"

وہ "آفرینش کا سوال [illegible] سوال ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کائنات، تدریجی ارتقا [illegible] میں آئی ہے۔"

میں "سچ ہے۔ لیکن [illegible] سے مستثنیٰ ہے۔ زندگی کا پہلا تخم ضرور ہے کہ پیدا کیا گیا [illegible] مجھے مرعوب نہیں کر سکتا ارتقا کے لئے ضرور ہے [illegible] وجود موجود ہو، اور اُس میں تدریجی ترقی [illegible] محض میں کیونکر ترقی ممکن ہے؟ ضرور ہے کہ پہلے [illegible] کر دو پھر اُس پر خلقت کی عمارت کھڑی کرو۔ لیکن [illegible] وہ سب سے پہلا انڈا کہاں سے آیا؟"

وہ "میں ڈاکٹر [illegible] سے بالکل متفق ہوں کہ ہر جاندار غیر عضوی [illegible] وجود میں آیا ہے"

میں "لیکن کیلئے [illegible] نظریہ کو باطل قرار دیا ہے اور تمام علماء نے وہی [illegible] کہ جاندار جاندار سے موجود ہوا ہے۔"

اسپر وہ لاجواب [illegible] گا باقی گفتگو کل ہوگی۔

دوسرے دن میں [illegible]

"کل میں زندگی کی [illegible] گفتگو کر رہا تھا۔ میرا سوال ایک ایسے انڈے کے [illegible] عناصر سے مرکب ہو کیونکہ تم نے ڈاکٹر [illegible] سٹن کا قو[illegible] غیر جاندار مواد سے وجود میں آیا ہے۔ حالانکہ میرا [illegible] انڈے کے متعلق تھا، مرغ [illegible] انڈے سے بحث نہ تھی [illegible] خاطر فرض کئے لیتا ہوں کہ سب سے پہلا [illegible] مادے سے ظہور پذیر ہوا مثلاً ہم کہیں سب سے پہلے [illegible] ریت کا ایک ذرہ تھا یہ کہنے کے بعد بھی سوال [illegible] ہے۔ اب اس کی [illegible] منتقل شکل بدلجاتی ہے [illegible] کہ وہ ریت کا ذرہ کہاں سے آیا؟"

وہ "ریگ کا ذرہ [illegible] ایسے دقیق ذرات [illegible] سے مرکب ہے جنہیں [illegible] نشانہ ہو نہیں [illegible] لیکن [illegible] کے وجود کے [illegible] پایا [illegible]

[illegible]

سوال کیا۔

یہ عقیدہ تسلیم کر لیتے ہو کہ تمام [illegible] کسی قوت کا اعلان ہے جو اُن کے [illegible] اسی قوت کا نام میری [illegible] خدا ہے۔

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا،

" انسان اپنے افعال و اعمال میں کچھ اختیار رکھتا ہے یا محض مشین کے ایک پرزے کی طرح بغیر اپنے ارادہ و اختیار کے عمل کرتا ہے؟"

وہ " کاروان کا مذہب یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے، قاتل اس لئے قتل کا ارتکاب کرتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے۔ قضاء و قدر سے وہ بالکل بے بس ہو جاتا ہے۔"

میں " اس عقیدے کے ماننے والوں کا علاج یہ ہے کہ سب کو ایک ساتھ پھانسی پر لٹکا دیئے جائیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا کو ان سے نجات دے دی جائے۔"

آخر میں میں نے ایک سوال کیا،

" ہم کس منزل کی طرف جا رہے ہیں؟"

وہ " موت کی طرف۔ یہی ہم سب کی منزل مقصود ہے جس دن تم مر گئے، اُس دن تم معدوم ہو گئے۔ یہ سچ ہے کہ جسم کے ذرات غیر فانی ہیں، ہمیشہ باقی رہیں گے۔ لیکن وہ چیز جسے تم شخصیت یا ضمیر کہتے ہیں، دائمی طور پر فنا ہو جائے گی۔ مجھے قیامت یعنی دوسری زندگی کا ہرگز یقین نہیں ہے۔ میں دوبارہ زندگی کے لطف اٹھانے کا متمنی نہیں ہوں۔ مرتے ہی، عدم محض طاری ہو جائے گا۔ روز لوگوں کو مرتے دیکھتے ہو۔ اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ آخری سانس کے ٹوٹتے ہی عقلی قوتیں ختم ہو جاتے ہیں اور انسان خاک میں مل جاتا ہے، خاک ہی سے اٹھا تھا، خاک ہی میں مل گیا۔ ان ہی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین۔"

میں " تو تمہارا نظریۂ ارتقا، ایک منحوس مذہب ہے اور آخرت میں اس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، وہ انسان کو کس قدر جلد فنا کر دیتا ہے! لے تو وہ انسان کو ابدیت کا سراغ دکھاتا ہے اور جب وہ مسکین [illegible] ہو جاتا ہے تو نا امید کر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس بجز نزاں کے امید اور تسلی کی کوئی سراغ نہیں۔"

وہ " ہمیں حقیقت کو بے پردہ کرنا چاہیے، تاریخ کو چھوڑ دینا چاہیے۔"

میں " تو تمہارا اعتقاد [illegible] ختم ہونے پر جسم انسانی کے اجزا و عناصر [illegible] [illegible]

[illegible]

تفریح و ترویح فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے

انگلستان میں ایک مشہور مثل دا یکٹر تھا اس کے بارے میں [illegible] اس فن میں اس کا مقابلہ کر سکتا۔ ایک مرتبہ [illegible] ہزاروں کی تعداد میں مخلوق دیکھنے آئی۔ خیال تھا کہ ایکٹر یہاں بہت کامیاب ہو گا۔ مگر اتفاق سے انھیں ایک خوبصورت رقاصہ [illegible]۔ یہ عورت اگرچہ اپنے فن میں مہارت نہیں رکھتی تھی لیکن تھی نہایت حسین اور [illegible] نے سنا تو ایکٹر کو چھوڑ کر رقاصہ کی طرف متوجہ ہو گئے! [illegible] آدمی نے یہ حالت دیکھی تو ان سے دلچسپی ظاہر کرنے کے [illegible] پاس گیا، اور ہمدردی کی [illegible] کی قدر نہیں۔ کیا آپ جیسے ماہر کو چھوڑ کر [illegible] ہیں؟ ایکٹر نے فوراً جواب دیا۔ "نہیں حضور [illegible] ہنر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایکٹر کا مقصد [illegible] ماہر ہوں لیکن رقاصہ ہنر کی بدولت [illegible] کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے؟"

ایک مرتبہ انگلستان کی ایک کمسن شاہزادی [illegible] نہایت شان و شوکت سے لندن کی ایک سڑک پر جا رہی تھی [illegible] میں فاقہ زدہ مزدوروں کی ایک بڑی بھیڑ [illegible] تھی۔ شاہزادی نے اپنی ماں سے دریافت کیا۔ "یہ لوگ [illegible] اور کیوں چلا رہے ہیں؟" ماں نے جواب دیا۔ "یہ روٹی کے لئے پریشان ہیں"۔ شاہزادی نے تعجب سے کہا۔ "روٹی تو کیک کیوں نہیں خرید لیتے!"

پرنس آف ویلز کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ دعوت میں تھے۔ دسترخوان پر بڑے بڑے معزز لوگ جمع تھے۔ بادشاہ ان سے گفتگو میں مصروف تھا۔ کھانے کے دوران میں انھوں نے اچانک بادشاہ سے کہا۔ "بابا، بابا!" بادشاہ نے [illegible] اور خاموش رہنے کا حکم دیا۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو بادشاہ نے [illegible] نے کہا۔ "کہو کیا کہتے تھے؟" ولی عہد نے کہا۔ "اب [illegible] وقت آپ کے کیک میں ایک کیڑا تھا میں اسی کی بات کہنا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے چپ کر دیا اور کیڑا کیک کھا گیا۔"

شاہ ایڈورڈ کا قصہ ہے کہ ولی عہدی کے زمانہ میں آکسفورڈ [illegible] مرتبہ اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھا اور پونڈ طلب کئے۔ ملکہ نے روپے کے بجائے ایک اچھا خط بھیجا اور کفایت شعاری کی خوبیاں بتائیں۔ ایک ہفتہ بعد ولی عہد نے ماں کو شکریہ کا خط لکھا۔ "آپ کا خط موصول ہوا۔ اب مجھے روپے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے آپ کا خط ۲۰ پونڈ میں فروخت کر ڈالا۔"

موجودہ شاہ جارج کے متعلق مشہور ہے کہ بچپن میں انھیں مٹھائی [illegible] ایک کھلائی سے [illegible] کی کہانی سنا رہی تھی۔ کھلائی نے کہا [illegible] جب شاہزادے صاحب

[illegible]

زبان کسی [illegible] بہت بڑی [illegible] عجیب حقیقت، ایک عجیب فلسفہ ہے۔"

اس گفتگو میں میرے مخاطب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ گھبرا سچ مچ پھٹ گیا۔ دیر کے بعد پھر اشارہ کرنے لگا۔ "پھر ملیں گے۔"

استدراک

مضمون مندرجۂ صدر ایک انگریزی اہل قلم مسٹر جیکب [illegible] کی کتاب سے ماخوذ ہے جو حال میں شائع ہوئی ہے۔ ہم نے یہاں "ترجمہ" کی جگہ "اخذ" کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ اردو میں انگریزی تحریر کے مطالب بہ تصرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ انگریزی عبارات کا بجنسہ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا بہتر اور موثر طریقہ یہی ہے۔ بعض مقامات میں حذف و اضافہ بھی کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ضروری تھا۔

گئے اور انھیں کھانا کھلانے کا ایک مسخرا بھی مل گیا۔ شوہر نے اپنی بیوی کو روتے دیکھ کر پوچھا،

" پیاری کیا بات ہے؟"

" بھوک سے میرا دم نکلا جا رہا ہے" عورت نے روتے ہوئے جواب دیا۔

شوہر نے کہا۔ "میں ابھی بندوبست کرتا ہوں"

چنانچہ وہ اٹھا، گھنٹی بجائی، خادم دوڑا آیا۔ اس سے اُس نے کہا

" میری بیوی کے لئے ابھی پلیٹ میں روٹی اور مکھن لاؤ"

۱۹۱۵ء میں مسٹر لائڈ جارج اپنی موٹر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہو گئی۔ ڈرائیور موٹر روک کر اترا اور لالٹین جلانے لگا۔ مسٹر لائڈ جارج بھی اتر پڑے اور پیچھے کی بتی دیکھنے لگے۔ ڈرائیور اپنے کام سے فارغ ہو کر تیزی سے اپنی جگہ پر بیٹھا اور موٹر چھوڑ دی، اُسے کیا معلوم تھا کہ لائڈ جارج موٹر کے پیچھے کھڑے ہیں، موٹر چلی اور یہ پیچھے کھڑے چلاتے رہ گئے۔ اب رات اندھیری ہو گئی تھی۔ لائڈ جارج سخت پریشان تھے، اُن کا مکان دس میل دور تھا، مجبوراً پیدل چلے تھوڑی دور پر پاگل خانہ تھا، انھوں نے خیال کیا شاید یہاں کوئی سواری مل جائے، اطمینان سے آگے بڑھے اور پھاٹک پر دستک دی۔ دربان آرام کر رہا تھا، دستک سن کر خفا ہوا، اور دروازہ کھولا، وزیر نے اپنی مصیبت بیان کی اور موٹر کے لئے درخواست کی، مغرور دربان نے حقارت سے سر ہلایا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لائڈ جارج نے اُسے روکا اور کہا۔ "تم جانتے نہیں میں وزیر مال ہوں!" دربان نے کہا۔ "درست، درست! وزیر صاحب اس وقت ہمارے پاگل خانے میں آپ جیسے چھ وزیر بند ہیں۔ اگر پسند کریں تو اُن سے حضور کی ملاقات کرا دوں، بہتر یہ ہے کہ اسی سڑک پر سیدھے چلے جاؤ، زیادہ دور نہیں ہے۔ تو کے تڑکے گھر پہنچ جاؤ گے!"

وزیر کا پھر کو لطف آیا بہت دلچسپی اور خاموش روانہ ہو گئے، مگر خوش قسمتی سے ڈرائیور اُن کی تلاش میں موٹر واپس لایا۔

ایک مرتبہ ایک دولتمند عورت نے اپنے محلے کے تمام لڑکوں کی دعوت کی۔ لڑکے کھانا کھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے فخر سے کہا۔ "کل میرے باپ نے مجھے ایک گھوڑا خرید کر دیا ہے جس پر تم کیا ہو؟" کا تحفہ ہے کہ وہ اس پر دوسرے لڑکے نے کہا۔ "یہ تو کچھ نہیں مجھ کو میرے باپ نے بھی مجھ کو ایک [illegible] لا کر دیا ہے" تیسرے بھولے بھالے لڑکے نے باپ کی چھوٹا کر کہا

[illegible]

[illegible] ہی دخل ہو"

وہ "لیکن اب تمام علماء بالاتفاق یہ مان گئے ہیں کہ جو چیز ہو کسی [illegible] کے "قانون" ہی کے ذریعے واقع ہوتی ہو"

میں "ہمارے ملک کی تمام تجارت، مال، کے ذریعے چل رہی ہو لیکن ظاہر ہے کہ خود مال اپنے ارادے سے تجارت نہیں چلا سکتا ہو۔ مال، قادر یا با اختیار قوت نہیں ہو۔ تمام سلطنت قانون سے چل رہی ہو۔ مگر خود قانون حکمران نہیں ہو بلکہ جج اور مجسٹریٹ قانون کے بموجب عمل کرتے [illegible] کیا جاتا ہو؟ غرض یہ کچھ تمام مصنوعی قوتیں ہیں اور ذرات کے [illegible] فعّال و مؤثر حاکمانہ قوت ہو جو نظام عالم میں جاری [illegible] بہت بہتر [illegible] بہت دیسی کوڑی نہیں ہوتے۔ زیادہ [illegible] خدا کے لفظ کی جگہ دو لفظ: نیچر اور قانون [illegible] اندھے، بہرے، گونگے وجود۔ تم تو ان یونانی [illegible] جو ایک نامعلوم دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ تم تسلیم کرتے [illegible] کہ کوئی ایک قوت یا فعّال ہستی موجود ہو، یا یہ کہ سب سے پہلے [illegible] پائی گئی۔ لیکن اس بارے میں کچھ نہیں جانتے [illegible] کس طرح ایسے عجیب و غریب [illegible] پر دال ہیں؟ سچ یہ ہو کہ تم واجب الوجود [illegible] ساتھ ہی ایک فعّال [illegible] ذرات، ازلی ابدی قوی سے دُعا [illegible] مجھے بتا دو کہ اس ہیٹرو جینی انڈے کا [illegible] کب نکلا؟ کون اس کے بچے اپنے [illegible] سینے بیٹھا؟ کس نے بچہ پیدا کرایا؟ تمھیں "خدا" [illegible] اور "نیچر" کے لفظوں پر فریفتہ ہو گئے ہو بہت [illegible] پھول لائے، لیکن تم یہ بتانے پر راضی [illegible] نیچر سے کہ کر شادی کی اور بچے [illegible] کوئی حکمران قوت ضرور موجود ہو لیکن [illegible] ہم اس قوت کو ہرگز نہیں جان سکتے۔ میں تم [illegible] کرنا چاہتا ہوں کہ عقل وحی کی حقیقت [illegible] سپنسر بھی کہتا ہو کہ "نیچر ایک نامعلوم قوت کا مظہر [illegible] اس قوت کے بھید سے قطعاً جاہل ہو" لیکن اسپنسر [illegible] قدرت کے پیچھے ایک قوت موجود ہو؟ نیز مسٹر [illegible] کس بنیاد پر تائید کی اور کیوں یقین قائم کیا [illegible] طرح بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ان اقوال [illegible] اہل مذاہب میں فقط لفظی [illegible] خدا کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی [illegible] نیچر کے مافوق سمجھتے ہیں۔ دونوں گروہ [illegible] ازلی اور ابدی قرار دیتے ہیں۔ سارا جھگڑا صرف [illegible] خدا [illegible]"

وہ "لیکن فلاسفہ تمھارے خدا کا مذاق اڑاتے ہیں کیونکہ تم نے اسے [illegible] خاص شخصیت، اخلاق، اور عقلی و ذہنی اوصاف کا مالک بنا [illegible] ہو"

میں "[illegible] تسلیم [illegible] کہ اگر یہ [illegible] قوت معدوم [illegible] ہیں کوئی [illegible] تسلیم کر کے [illegible] اس بیان میں شریک ہو جاتے ہو کہ ایک فعّال قوت [illegible] یہ بتاؤ کہ کیا یہ قوت کوئی ایسا اثر ظاہر کر سکتی ہو [illegible] اس کے اندر ذاتی طور پر موجود نہیں؟ زیادہ صاف لفظوں [illegible] کہ اگر یہ قوت خود عاقل و مدرک نہیں تھی تو اس نے [illegible] کیونکر عاقل و مدرک بنا دیا؟ تمھارے اندر [illegible] عقل [illegible] کس سرچشمے سے آئی؟"

"مجھے اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملی ہو"

[illegible]

[illegible] اس وقت پر ختم ہو گیا۔ میں رخصت کر کے آگے بڑھا۔

"اسپنسر وغیرہ فلاسفہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیچر کے پس پشت ایک مجہول قوت موجود ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی بیجا [illegible] کرتے ہیں۔ ذرات و جزئیات کا ذکر کرتے ہیں، ان کا حجم و وزن بتاتے ہیں اور انھیں جمع کرنے والی قوت کا بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر جب میں پوچھتا ہوں یہ ذرات و جزئیات کیا چیز ہیں؟ تو کوئی جواب نہیں دیتے۔ مثلاً کہتے ہیں ۷۳ عنصر موجود ہیں اور یہ سب ہائیڈروجین کی مختلف شکلیں ہیں، بہتر لیکن خود ہائیڈروجین کیا ہو؟ کہاں سے آئی؟ کیونکر آئی؟ جواب ندارد۔ اصل یہ ہے فلاسفہ کا گروہ علم اور دین دونوں سے بے بہرہ ہو۔ قانون کشش کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اسی قانون کے بموجب سیب زمین پر گرتا ہو۔ سورج، زمین کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور زمین، سورج کو۔ مانتا ہوں مگر خود کشش، جذب، جاذبیت کیا چیز ہو؟ کوئی جواب نہیں ملتا۔ "ایتھر" کا ذکر کرتے ہیں جو ہوا سے کہیں زیادہ لطیف ہو۔ اور کہتے ہیں "روشنی اسی ایتھر کے اہتزاز و ارتعاش کا نتیجہ ہو" بہت خوب۔ مگر خود "ایتھر" کیا ہو؟ خاموشی! آخر مجبور ہو کر لاپلیس تک کو اعتراف کر لینا پڑا کہ "ہمیں یقین ہو ہم اشیاء کی ماہیت و حقیقت نہیں جانتے، لیکن با ایں ہمہ یہ بھی یقین ہو کہ اشیاء کا سلسلہ معقول ہو"

اس پر گفتگو ختم ہو گئی۔

پانچویں مجلس

دوسرے دن پھر میں نے کہا:

"کیا تمھیں یقین ہو کہ ذرّہ سے لیکر سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان حتیٰ کہ انسان تک کی پوری زنجیر میں کوئی کڑی الگ نہیں ہو؟"

وہ "ہرگز نہیں۔ اگرچہ پروفیسر ولیس کہتا ہو کہ نیچر میں متعدد ایسے دَور اور بکثرت ایسے حالات پائے گئے ہیں جن میں خارجی مؤثرات نے مداخلت کی ہو لیکن ڈارون نے اس قول سے اختلاف کیا ہو۔ اول الذکر کی رائے اگرچہ قابل احترام ہو لیکن محض ایک بے دلیل دعویٰ ہے"

میں "ولیس یہ بھی تو کہتا ہو کہ "انسان میں موسیقی، ریاضی، ذہانت اور رقت کے اوصاف اُسے ہرگز اپنے اسلاف حیوانات سے ورثہ میں نہیں ملے ہیں"

وہ "یہ دعویٰ ہے مگر دلیل؟"

میں "نیز وہ کہتا ہو: انسان میں جو ایک خاص قابلیت ہو وہ اس کے اندر ایک خاص روح یا طبیعت کا پتہ دیتی ہو"

وہ "لیکن یہ بھی کوئی دلیل نہیں"

میں "اگر تم [illegible] علامہ کے قول سے متفق نہیں تو ہمیں [illegible] کہ [illegible] اٹھ جاتی یا اُس کے پیٹ میں [illegible] کے ذرات بھرے پڑے تھے جو تاریکی میں [illegible] اتفاقات سے [illegible] اور [illegible] حالانکہ اس فلسفہ کا نظریہ یہ ہو کہ "عالم مادہ میں ایک دوسرا عالم روح بھی ہو جو نباتات کی امداد کرتا اور ان میں قوت و حرکت پیدا کرتا ہو"

وہ "لیکن یہ بھی دلیل نہیں"

میں "تم قائل ہو کہ بسائط غیر مرکب یا جزئیات یا ذرات ہی [illegible] مادہ ہیں۔ یہی سب سے پہلے ہوئے اور تمام کائنات انھی سے بنی۔ نیز تم یہ بھی مانتے ہو کہ یہ بسائط یا ذرات اپنی حرکت اور [illegible] کے لئے ایک اور قوت کے محتاج تھے۔ لیکن جب میں تم سے [illegible] قوت کی حقیقت دریافت کرتا ہوں تو تم سے کوئی جواب نہیں بنتا۔ اس بارے میں زیادہ سے زیادہ تمھاری پرواز یہ ہو سکتی ہو کہ نتائج [illegible]

[illegible]

حساس حیوان پیدا ہوا [illegible] انسان ظاہر ہوا۔ یہ [illegible] اور کل نظام [illegible] عالم روحانی ضرور موجود ہو [illegible] دوسرے درجہ کی چیز ہو"

وہ "یہ تو ایں علامہ کا [illegible]"

میں "قطعی ثبوت پیش کرو [illegible] کو سامنے نکل کر اس نظریہ [illegible] زیادہ قریب ہو۔ جذب، انفصال [illegible] کہاں سے آئی؟ نظریۂ ارتقا رہیں کو [illegible] قانون ہو کہ سیب آسمان پر اڑ کر نہیں [illegible] ہی پر گرتا ہے۔ لیکن کل میری بیوی اس [illegible] کی راہ میں سدِّراہ ہو گئی۔ اُس نے سیب ہاتھ سے روک لیا اور زمین پر گرنے نہیں دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ کوئی اور قوت بھی ضرور موجود ہے"

وہ "اگر تم اُس عالم روح کا مجھے یقین [illegible]" صحبت کل کے لئے ملتوی ہو گئی۔

چھٹی مجلس

میں: "مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش سے [illegible] اقوام تک میں بھی مذہب موجود تھا؟"

وہ "ہاں"

میں "تو انسان میں مذہب کا [illegible] چڑیوں میں اپنا گھونسلہ بنانے کا [illegible] کا؟"

وہ "ہاں"

میں "مذہب کا یہ خیال انسان [illegible] پیدا ہوا؟"

وہ "ترقی و ارتقاء کے ذریعہ"

میں "یعنی جس طرح سیب جنگلی سیب [illegible] ترقی کر کے ظاہر ہوتا ہے اسی طرح [illegible] کی ہو؟"

وہ "ہاں، علماء و فلاسفہ کا [illegible]"

میں "تو بندروں میں بھی کچھ [illegible] ناقص اخلاقی شعور یعنی ضمیر [illegible] اس قسم کا کچھ نہ کچھ شعور موجود [illegible] انسان میں ہرگز نہ پایا جاتا... ذہنیت نے اسی بندر سے [illegible] مذہب، عقائد وغیرہ پر غور کیا [illegible] بنائی، اُس نے انجیل لکھی، قرآن [illegible] گیا؟"

وہ "بیشک"

میں "تو اب ہمیں [illegible] بابت بھی یہی کہنا چاہئے کہ ان [illegible] پھر اسے نیچے اتر کر دیکھنا چاہ[illegible] ہو [illegible] ان ذرات میں [illegible] شعور کو [illegible] نیچے اتر کر [illegible] ہونا چاہئے [illegible] ان [illegible] یہ سب [illegible]

[illegible]

کے ختم ہونے سے پہلے [illegible] تعداد [illegible] تک پہنچ جائے گی، وزارت کا ایک بڑا کارنامہ، وہ قانون ہے جو حکام کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس قانون نے حکام کے فرائض، اور اختیارات صاف صاف واضح کردیئے ہیں اور انھیں بے سبب معزولی کے خطرہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا ہے۔"

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا:

"یہ ضابطۂ قوانین صرف دس مہینے سے جاری ہوا ہے، پہلے ضابطہ میں صرف ۲۶۰ دفعات تھیں مگر اس میں ۶۴۰ دفعات ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں، اب بالکل کھلی ہیں۔ پہلے انصاف، سب کے لئے یکساں نہ تھا، امیروں اور اہل ثروت وزیروں کے ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا تھا۔ مگر اب یہ ناممکن ہے۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہوگئے ہیں۔"

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں انھوں نے موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں پیش کی تھیں۔ انھوں نے کہا۔

"معاہدۂ لوزان کے بموجب ہمنے ۵ سال کے لئے چار یورپین قانونی مشیر ملازم رکھے تھے۔ ہم نے اُن سے اپنی عدالتوں کی موجودہ حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی۔ انھوں نے اب یہ رپورٹ پیش کردی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف ہمارے سامنے وہ شکایتیں پیش ہوئیں۔ ہم نے جانچ کرکے معلوم کرلیا کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں۔ ہماری ملازمت عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کرینگے کہ موجودہ ترکی عدالتیں، اپنے افسروں کی دیانت، قابلیت، انصاف پسندی، اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کردینے کی وجہ سے دُنیا کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں ہیں۔"

وزارت تعلیم

مصطفےٰ نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا:

"سنہ ۱۹۲۶ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۵۵۰۰ تھی، مدرسوں کی تعداد ۱۰۰۵۳۹ اور طالب علموں کی ۳۴،۴۵۹،۶۴۰ تھی لیکن اب مدرسے ۵۵۰۰ ہیں، مدرس ۱۱۲۷۲۲ ہیں اور طالب علم ۴۵۵،۵۰۰،۳ ہیں۔"

اس کے بعد وزیر نے پوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر تبصرہ کیا اور بتایا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت کے اُس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قائم ہوا ہے۔ نیز تعلیمی انسپکٹروں کی کارگزاریاں سنائیں جو تمام ملک میں دورہ کرتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

"اس سے پہلے [illegible] میں تعلیم [illegible] کے [illegible] کے لئے، لیکن اب اُس کی حالت بالکل [illegible] ہے۔ [illegible] ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہو [illegible] اصل پر جاری ہے۔ ترکی [illegible] معنوں میں زندہ قوم بنا چاہتی ہے [illegible] ترکی صدر جمہوریت کے الفاظ میں یہ ہے:

"تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہئے کہ [illegible] یا آرٹی اور خود بینی [illegible] تعلیم کا اصلی مقصد [illegible] معنوی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے۔"

ترکی و حجری کی فوج

جب [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس [illegible]

کے لئے پوری طرح آراستہ [illegible] مستقبل [illegible] عسکری [illegible] کل "!

وزیر بحر احسان بک نے کہا:

"بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے"

ہیٹ کا قضیہ

جزیرۂ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اس جرم پر میراث پانے سے محروم کردیا ہے کہ اُس نے ہیٹ پہننا شروع کردیا ہے۔ ٹرکی میں یہ خبر پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے سوال کیا۔ مفتی کا جواب حسب ذیل تھا:

"ٹرکی میں لاکھوں مومن، ہیٹ پہنتے ہیں۔ مگر اس سے اُن کے دینی عقائد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم جہالت، تعصب اور ریاکاری پر مبنی ہے۔ شریعت کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔"

مزدوروں کا قانون

عنقریب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اُس مسودۂ قانون پر غور کرنے والی ہے جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق طیار کیا گیا ہے۔

اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا۔ مزدوری کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہوگا۔ دن میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو حکومت کی اجازت سے بارہ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مگر اس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری دگنی دی جائیگی اور اس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکے گا۔ طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہے۔ علیحدگی کے وقت مزدور کو اُس کی پوری اُجرت دی جائیگی۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں۔ اُنکے لئے مفت دوا خانے اور ڈاکٹر مہیا کریں اور اُنھیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں۔ جو مزدور کام کے دوران میں مرجائیں، اُن کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگی۔ نیز اُنکے خاندان کو اُن کی روزانہ مزدوری کا چھ گنا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

پٹرول کے چشمے

عباس حلمی پاشا سابق خدیو مصر کا قائم کردہ صنعتی و تجارتی جتھ "موفتہ" اور "شارکوئی" کے علاقہ میں پٹرول کے چشمے تلاش کر رہا ہے۔ حکومت نے اُسے زمین کھودنے کی اجازت دے دی ہے اگر چشمے مل گئے تو اُن سے کام لینے کے لئے بینک سرمایہ داروں سے معاملہ طے کرے گا۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہوگئے تھے، یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں۔ حال میں تمام کلب گھروں کی ایک بڑی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی، دو سو نمائندے مختلف علاقوں سے منتخب ہوکر شریک ہوئے۔ محمد اسعد بک وزیر عالم عامہ نے صدارت کی۔ اُن کا خطبہ اس جملے سے شروع ہوا "جمہوریت ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں" اور اس عبارت پر ختم ہوا، "قومی جذبہ جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہے، ایک بے روک سیلاب ہے جو ہمارے تمام [illegible] توڑ کر بہتا [illegible] اپنی قوت کا زور بہا کر پھینک دیتا ہے" میں یہ بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ [illegible] سیلاب ہے جو تمام تاریکیاں نابود کردیتا ہے [illegible] کو اُن کی قومی زندگی کی درخشاں شکل میں پہنچا دیتا ہے۔"

[illegible]

[illegible]

مکتوب مصر

(الاستقلال کے نامہ نگار [illegible] کے قلم سے)

(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

جدید وزارت

عدلی پاشا یکن کی وزارت پچھلے دنوں مستعفی ہوگئی تھی۔ استعفا کا سبب بالکل معمولی تھا۔ پارلیمنٹ میں مصری بینک کی اعانت کے سلسلہ میں بعض ممبروں نے تجویز پیش کی تھی کہ اس اعانت پر وزارت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مجلس نے اتنی ذراسی بات پر شکریہ غیر ضروری سمجھا اور تجویز مسترد کردی۔ وزارت نے پارلیمنٹ کے اس فعل کو بے اعتمادی پر محمول کیا اور استعفا دیدیا۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی جیسا کہ سرکاری طور پر اعلان ہوچکا ہے۔ لیکن چونکہ استعفا پیش کیا جاچکا تھا اس لئے وزارت نے واپس لینے میں اپنی سبکی دیکھی اور فیصلہ پر قائم رہی۔

مقام مسرت ہے کہ اس واقعہ سے سیاسی پارٹیوں کے اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ مصر کے برطانوی "دوستوں" نے اس کی بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ نئی وزارت میں پارٹیوں کا وہی تناسب ہے جو پُرانی وزارت میں تھا۔ بلکہ اس کے [illegible] بھی وہی ہیں جو سابق وزارت میں تھے۔ صرف سابق وزیر اعظم عدلی پاشا نہیں ہیں لیکن اُنھی کی پارٹی کے ایک رُکن عبدالخالق ثروت پاشا وزیر اعظم ہیں۔

مصر ٹرکی کی روش اختیار کررہا ہے

ٹرکی کے موجودہ انقلاب نے مصر کی اجتماعی و مذہبی حالت پر بہت اثر ڈالا ہے۔ مصر اگرچہ موجودہ تمدن سے مدت ہوئی متاثر ہوچکا تھا لیکن علماء ازہر کا رسمی اقتدار نئی اصلاحات کا مخالف تھا، اور نیا طبقہ ان کی مخالفت پر قادر نہ تھا۔ اب ترکی انقلاب نے ملک میں ایک نئی ذہنیت پیدا کردی ہے۔ مواد پہلے سے پختہ ہوچکا تھا۔ ایک نئی جنبش کی ضرورت تھی اور وہ ٹرکی کے انقلاب سے پیدا ہوگئی۔ اب اچانک صورت حال اس درجہ منقلب ہوگئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ازہر کا اقتدار بھی ختم ہوچکا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور موجودہ پارلیمنٹ دونوں کی کوشش ہے کہ ٹرکی کی طرح مصر کی سیاسی زندگی سے بھی سرکاری علماء کا قبضہ اُٹھادیں تاکہ سیاسی اصلاحات بے روک ٹوک نافذ کی جاسکیں۔ جو لوگ قدیم و جدید کی نزاع میں معتدل روش رکھتے ہیں وہ بجا طور پر اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ علماء قدیم کے جمود کا یہ ردّ عمل دوسری (یعنی) افراط و تفریط تک پہنچ جائے گا۔

یہ جدید خیالات کے کالموں، کتابوں کے مضمون، پارلیمنٹ کے جلسوں، مقرروں کی تقریروں، اسکولوں کے کمروں، حتیٰ کہ قہوہ خانوں تک میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ علماء پر [illegible] طرح لے دے ہورہی ہے اور انھیں ترقی و اصلاح کا دشمن ثابت کیا جارہا ہے۔ یہ جد وجہد اتنی وسیع اور قوی ہے کہ علماء اس کے مقابلہ میں پیچھے ہٹتے چلے جارہے ہیں اور شکستوں پر شکستیں اُٹھا رہے ہیں، چنانچہ نکاح و طلاق اور تعدد ازدواج کے مسائل میں علماء کی رائے کے خلاف حکومت نے بے تامل فیصلہ کردیا۔ نئے اسلامی قوانین معیشت کے سلسلے میں یہ مسائل زیر بحث تھے۔

علماء ازہر کی بے وقعتی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گزشتہ پارلیمنٹ میں شیخ الازہر پر خیانت، غبن اور فریب دہی کا علانیہ الزام لگایا گیا اور سربرآوردہ ممبروں نے مطالبہ کیا کہ اُن پر مقدمہ چلایا جائے۔ [illegible] کانفرنس سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

بریدِ شرق

مکتوبِ انگورہ

(اقبال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

ترکی اور بلغاریہ

[illegible] کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی [illegible] ابھی ابھی سال ہوا [illegible] کی شہ سے [illegible] اٹلی کی آغوش میں آگیا ہے [illegible] معاہدہ [illegible] کو بہت ناراض کر دیا ہے اور اٹلی [illegible] بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ گیا [illegible] ہنگری سے بھی ایک معاہدہ کیا ہے [illegible] صورت حال میں اور بھی زیادہ پیچیدگی [illegible] عنقریب رومانیا بھی اٹلی کی گود میں [illegible] کی جاتی ہے کہ بلغاریہ کو بھی بلالیا جائے [illegible] میں ایک نئی سرگرمی رونما ہو [illegible] بلغاریہ کا حاجت بن گیا [illegible] اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟

[illegible]

[illegible] روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا [illegible]

[illegible] حقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے [illegible] روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف [illegible] تک عمل تمام ہو۔

[illegible] بلقانی جھگڑے نے یوگوسلاویا کی پوزیشن بہت خراب کر دی [illegible] ترکی میں ہو سکتا تھا کیونکہ البانیہ [illegible] کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ اس کا [illegible] بے یار و مددگار رہ گیا ہے اور اس کی [illegible] خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلاویا کے بعد اس صورت حال [illegible] ترکی پر پڑتا ہے، کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی کا [illegible] ترکی کی پریشان [illegible] کے ساتھ ملاقہ ہمدردی [illegible] ہے۔

[illegible] کی کوشش ہے کہ مذکورۂ بالا جتھے کے مقابلے میں [illegible] سلاویا، بلغاریہ [illegible] ترکی مل کر ایک جتھا قائم کریں۔ مگر اس [illegible] مشکلات ہیں۔ یوگوسلاویا، بلغاریہ کے بہت سے علاقے [illegible] بلغاریہ اس سے لینے پر مائل نہیں۔ اسی طرح یونان سے بھی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ترکی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہو رہی ہے۔ اس کوشش کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو [illegible] نے اپنے نیم سرکاری اخبار [illegible] میں بلغاریہ کے متعلق شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہمیشہ کوشش کی اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر صوفیا بھیجا اور تجارتی معاہدے کے لئے گفت و شنید کی۔ توقع ہے کہ بالآخر معاہدہ پر دستخط ہوں گے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے [illegible] تعلقات پیدا کرنے [illegible] جتھے میں [illegible] بلغاریہ [illegible]

جتھے میں تنہا شامل ہو جانا چاہتا ہو مگر اپنے قریبی پڑوسی، ترکی، کا کوئی خیال نہیں کرتا۔"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:

"محض یک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے ہیں کہ بلغاریہ نے اب تک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی اتحاد کی بحث درپیش ہے، لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے۔ بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا خیال نہیں کر سکتا۔ اٹلی سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں اور ان کی بنیاد بلقان کے امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اس کے محترم صدر سے بھی ہمارے اخلاص میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ ہم ترکی کے موجودہ انقلاب کی پوری عزت کرتے اور اس کے حیرت انگیز نتائج سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے۔"

بہرحال ۱۹۱۲ء کی طرح اس وقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ الجھی ہوئی ہے۔ مستقبل کے متعلق سردست پیشین گوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بن جائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اس مسودۂ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس کر کے وزارت کے حوالہ کر دیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنا دینے کے متعلق ادھر ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کر لیا ہے اور عنقریب پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے والی ہے۔

اس اہم بالشان قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے ۴۶ سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے لائق ہے۔ فوجی خدمت جبری ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے، جنگی موسیقی میں دو سال، جنڈرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔ بحری فوج، جنڈرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی رضاکار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف [illegible] مہینے [illegible] ڈگری [illegible] دستکاری کی تعلیم پانے والوں کے لئے [illegible] مہینے، ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے [illegible] میں پڑھنے والے طالب علم اس وقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم نہ کر لیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان کی زیادہ سے زیادہ عمر [illegible] سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہ ہوگا اسے فوجی خدمت میں زبردستی داخل کر لیا جائے گا۔ جو لوگ فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں انہیں [illegible] ادا کرنا چاہئے۔ نیز کم از کم [illegible] مہینے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنی چاہئے۔

اس [illegible] سے حکومت کا مقصد [illegible] قوم [illegible]

ترکی کا بجٹ

[illegible] کے بجٹ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی [illegible] پونڈ ترکی اور خرچ ۲۲۲۰۰ [illegible] پونڈ ہے [illegible] کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ فوجی بحری فوج جنڈرمہ (یعنی فوجی پولیس) اور جنڈرمہ کے سب محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۴۰،۱۷۲ چھوٹے بڑے عہدے ہیں اور ۷۷،۱۸ [illegible] معمولی ملازم اور خدمت گار ہیں۔

ذیل کے نقشے سے موجودہ سال کے مصارف کی اہم مدیں معلوم ہوں گی:

قومی پارلیمنٹ	۱۹،۴۹،۱۴۴	پونڈ ترکی
صدر جمہوریت کا عملہ	۳،۱۱،۰۳۴	"
محکمہ حسابات	۳،۴۴،۳۳۵	"
محکمہ مشورت	۲،۶۳،۴۴۴	"
صدر معاملات مذہبی کا عملہ	۱۴،۰۹،۲۴۰	"
وزارت مال	۲،۱۹،۳۱،۸۱۱	"
عام قرضے	۹،۸۰،۷۷،۷۰۹	"
وزارت داخلیہ	۵،۰۰،۷۷،۷۷۴	"
ڈاک اور تار	۵۴،۰۴،۵۶۸	"
امن عام	۵۹،۵۵،۹۳۳	"
جنڈرمہ	۵۱،۹۱،۲۹۲	"
مہاجرین کی آبادی	۲۵،۷۷،۸۵۹	"
وزارت خارجہ	۳۲،۱۱،۰۹۶	"
مطبوعات	۳،۱۹،۰۹۸	"
محکمہ حفظان صحت	۳۲،۲۰،۸۸۰	"
محکمہ عدالت	۵۱،۹۵،۷۵۶	"
وزارت تعلیم	۹۱،۵۷،۹۳۰	"
پبلک ورکس	۲،۰۵،۷۳،۴۰۴۲	"
وزارت تجارت	۱۰،۰۰،۶۱۱	"
بندرگاہوں کا محکمہ	۴،۱۲،۱۲۳	"
وزارت زراعت	۳۶،۲۶،۲۹۸	"
وزارت جنگ	۵،۱۸،۰۹،۱۳۴	"
جنگی ضروریات	۵،۱۹،۰۴،۷۵۷	"
محکمہ نقشہ کشی	۲،۳۴،۰۶۷	"
وزارت بحر	[illegible]،۱۸۰	"

محکمہ قانون [illegible]

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاری پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد بک نے محکمہ عدالت کے متعلق مفصل تصریحات کیں۔

"عدالتوں کی وزارت ہمیشہ کوشش کرتی ہے کہ اپنے [illegible] کو خوش حال بنائے [illegible] کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کا [illegible] پہلے ۴۰ پونڈ [illegible] اب ۱۰۰ [illegible] تنخواہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے [illegible] تمام [illegible] کی تنخواہیں [illegible] فی صدی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس وقت [illegible] محکمہ عدالت [illegible] زیادہ [illegible] کوشش کی ہے کہ اس [illegible] پابند ہیں۔ چنانچہ خاص [illegible]

[illegible]

"مسجد کا انتظام شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے ہاتھ میں ہے۔ مسجد کے لئے تین امام اور ایک مفتی مقرر کیا گیا ہے۔ ان چاروں کا فرض یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی مختلف ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش کریں"

مراکشی حاجیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو موصوف نے کہا:

"گذشتہ برسوں میں مراکش اور شمالی افریقہ کے حاجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ حجاز کی حالت ابتر اور بدامنی عام تھی۔ مگر اب جبکہ سلطان ابن سعود نے حجاز میں امن امان قائم کر دیا ہے تو شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں حج کا شوق بھی عام ہوگیا ہے۔ اس سال بکثرت حاجی جا رہے ہیں"

جزیرۃ العرب اور مسیحی تبلیغ کا مجنونانہ عزم

مسیحی یورپ، جزیرۃ العرب کی آزادی سلب کرنے پر ہی قانع نہیں ہے بلکہ اب اس کے تبلیغی حلقے کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کے اس گہوارے کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ یہ کوشش زیادہ تر برطانیہ کی تبلیغی جماعتوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ مثال وہ اعلان ہے جو حجازی حکام کے ہاتھ فلسطین میں لگا ہے۔ یہ اعلان "انجمن تبلیغ مسیحیت در عالم و جزیرۃ العرب واقع نمبر ۱۹ ہیلنڈ روڈ اپر نورووڈ۔ لندن" کی طرف سے خفیہ عیسائیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس پر مسٹر آشلڈ صدر انجمن اور پادری پارکن کے دستخط ثبت ہیں۔

مصری اخبارات نے یہ اعلان شائع کر دیا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

یسوع مسیح جزیرۃ العرب کے لئے

"دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس کا ملاحظہ نہ کروگے؟ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا"

(یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۱۹)

"عرب کے لئے نماز پڑھو"

"عرب کا رقبہ ۱۰ لاکھ مربع میل ہے۔ آبادی ۴۰ لاکھ سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ تک ہے۔ لیکن اب تک وہاں انجیل نہیں پہنچی ہے۔ باشندے بت پرستی کی موت مر رہے ہیں۔ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہے۔ اسی میں کعبہ ہے جس کی طرف ۲۲ کروڑ مسلمان شیطان کی ترغیب سے منہ کرتے ہیں تاکہ روز جھوٹی اور ریاکارانہ نماز پڑھیں۔ اے مسیحیو! عرب کے لئے نماز پڑھو اور دعائیں کرو تاکہ خدا انھیں نجات دے۔ انھیں شیطان نے دھوکہ دیا ہے اور ان کے لئے ایک جھوٹی کتاب بنائی ہے۔ یہ کتاب "قرآن" ہے۔ یہ قرآن، خدا کے زندہ اور نجات دینے والے کلمہ کی جگہ قائم ہوگیا ہے۔

عرب تک انجیل کون پہنچائے گا؟ وہ کون مرد خدا ہے جو اپنے گھر سے نکلے گنہگاروں پر روئے، اچھی کھیتی کرے، اور خوش و خرم اپنی لگائی ہوئی کھیتی کاٹے؟

یسوع مسیح نے یہ حکم دئیے ہیں:

(۱) "اور دیکھو، جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا لیکن جب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھیرے رہو"

(لوقا باب ۲۴ آیت ۴۹)

(۲) اور اُسنے اُن سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس باب ۱۶۔ آیت ۱۵)

(۳) "پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور انھیں باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو اور انھیں یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں کو مانیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہر روز تمھارے ساتھ ہوں گا"

(متی باب ۲۸۔ آیت ۱۹ و ۲۰)

"مسیح کے حکم پر عمل ہماری قدرت سے باہر نہیں ہے"

"یسوع نے پاس آکر اُن سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا" (متی باب ۲۸ آیت ۱۸)

"لفظ "اور" اور "دنیا کے آخر تک" کے صاف معنی یہ ہیں کہ مسیح کا حکم پہنچانا یہی اُس کے شاگردوں کے لئے عام ہے۔ اور ہم بھی اسکے مخاطب ہیں۔ مسیح سب کی طرف سے فدیہ ہوکر مرا اور مرکر زندہ ہوگیا۔ وہ تمھاری طرف سے فدیہ ہوا، میری طرف سے فدیہ ہوا اور عرب کی طرف سے فدیہ ہوا۔ پس جو مسیح کے حکم کا مطیع ہے وہ یہ دعوت لیکر عرب میں جائے۔

"بے شمار حاجی سالانہ عرب کا ریگستان طے کرکے مکہ حج کو جاتے ہیں اسی شہر میں ...... نبی پیدا ہوا تھا (نبی کے ساتھ "کاذب" کا لفظ ہے) مدینہ میں اس کی زیارت کرتے ہیں، اسی میں اُس کی قبر ہے۔ پس مسیح کے حاجیوں میں کون ہے جو ان بے شمار حاجیوں کی ہدایت کے لئے جائے تاکہ وہ ایک اکیلے مسیح کے حاجی بن جائیں؟ اگر ہم عذاب جھیلنے میں مسیح کے شریک ہوئے ہیں تو ہم ملکوت الٰہی میں بھی اُس کے شریک بنیں گے۔ اللہ نے بیٹے سے کہا تیرا تخت ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اے مسیح کے حاجیو! چلو۔ آؤ دوڑیں اور بادشاہت لے آئیں!

"وہ برّے سے لڑینگے، اور برّہ اُن پر غالب آئے گا۔ کیونکہ وہ خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اُس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے"

(مکاشفہ باب ۱۷۔ آیت ۱۴)

"اور خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے، شیطان کو تمھارے پاؤں سے جلد کچلوا دے گا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تمھارے شامل حال ہو"

(رومیوں باب ۱۶۔ آیت ۲۰)

"اسرائیل کے بیٹوں سے کہہ کہ آگے بڑھیں۔ ملک عرب کی طرف — تمام جہان کی طرف کیونکہ... کیونکہ بادشاہ کا حکم فوری تھا"

(سموئیل اول باب ۲۱، آیت ۸؟)

"مسیح کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ میں زندہ نہیں ہوں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے جسم کے اندر میری زندگی در اصل ایمان کی زندگی ہے خدا کے بیٹے کی زندگی جسنے مجھ سے محبت کی اور میرے لئے اپنی جان دی اور انھوں نے شہر آگ سے جلا دیا"

(یشوع باب ۶ آیت ۲۴ (؟)

"سو خدا کار مبلغوں کی شدید ضرورت ہے۔ وہ بے خوف و خطر قبائل عرب میں جائیں اور انھیں انجیل کی دعوت پہنچائیں۔ وہاں سو قبیلے ایسے موجود ہیں جنھیں انجیل کی دعوت آسانی سے پہونچائی جا سکتی ہے۔ یہ قبیلے خیموں میں ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں جیسی "ابراہیم" بسر کرتے تھے۔ ان میں ایک قبیلہ "صلیبی" کہلاتا ہے اور اُن قدیم "صلیبی مجاہدوں" کی نسل سے ہے جنھیں عربوں نے قید کر لیا تھا۔ دو مرتبہ اُسے زیارت میسر آچکی ہے حالانکہ وہ اس سے زیادہ زیارت کا خواہشمند ہے۔ اس قبیلہ کے لوگ ابتک چند انگریزی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "گو" (یعنی جاؤ) کام کرنے والے کم ہیں۔ کیا ان قبیلوں کو فنا ہو جانے کے لئے چھوڑ دینا روا ہے؟ کیا اللہ کے کنیسہ کو، جسے اُسنے اپنے خون سے خریدا ہے، مناسب نہیں ہے کہ اللہ کی دعوت کو لبیک کہے؟ اے شخص! تیرا جواب کیا ہے؟ کیا تو ندامت میں گرنا اور ہمیشہ کے لئے حقارت کا مورد بننا چاہتا ہے؟ یا تو اُس عمل کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے جو اُس ذات کو پسند ہے جسنے ہم سے محبت کی، ہماری طرف سے فدیہ ہوئی، اور اپنے خون سے ہمارے گناہ دھو ڈالے؟

"کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری بابت اور دوسروں کی بابت ابدالآباد تک کہا جائے کہ تیرے اور تیرے بھائیوں کے گناہ مسیح کے سب سے زیادہ قیمتی خون سے دھوئے گئے؟ تم نے اُس کے حکم جان لئے۔ ضرورت معلوم کی، خدا کی پکار سنی، مسیح سے قوت و حاجت حاصل کی، مگر اسکے بعد بھی تم نہیں گئے؟

"میری تجھ سے درخواست ہے کہ عرب کے لئے دعا کر۔ خود عرب میں جا۔ دوسروں کو عرب میں بھیج۔ کتاب مقدس عرب میں لیجا۔ کبھی اپنی نمازوں میں عرب اور عربوں کو نہ بھول۔ عرب اور عربوں کو مسیح کی طرف بلا۔ ۲۲۰ ملین مسلمانوں کو دین مسیح کی طرف دعوت دے۔ سو مبلغوں کے لئے دعا کر کیونکہ عرب میں اُن کی سخت ضرورت ہے۔ دعا کر کہ کتاب مقدس عرب میں پہنچ جائے۔ دعا کر کہ خدا سو مبلغوں کو برکت دے۔ مسیح نے کہا ہے، "میں بہت جلد آؤں گا" آمین"

اس اعلان کی مجنونانہ و متعصبانہ اسپرٹ دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بیسویں صدی کی ایک صدار دعوت ہے جو جدید تمدن کے مرکز اعظم لندن کی ایک مشنری سوسائٹی سے بلند کی گئی ہے، لیکن واقعہ یہی ہے، اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگلستان کی مذہبی جماعتیں عرب کی طرف کس نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ یقیناً تاریخ اسلام کے اوراق شریف حسین اور اس کے لڑکوں کو کبھی معاف نہ کریں گے جنھوں نے عرب کا دروازہ یورپ کے داخلہ کے لئے کھول دیا۔

فلسطین کی چٹھی

بحر میت۔ شرق اردن۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)

(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

بحر میت سے نمک

کچھ مدت سے تجویز تھی کہ بحر میت (مردہ سمندر) کے پانی سے نمک تیار کیا جائے۔ اب مجھے معتبر ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز عنقریب عملی صورت اختیار کرنے والی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم کام یہ ہونے والا ہے کہ دو ریلوے لائن قائم کی جائیں گی۔ ایک شہر کرک سے شروع ہوکر عمان اور حیفا تک جائے گی۔ دوسری خود مرکز سے تبوک متصل کر دے گی۔ ان دونوں لائنوں سے بیشمار فوائد حاصل ہونگے نہر سویز سے یہ علاقے بلکہ دور دور کے علاقے بھی بے نیاز ہو جائینگے یہی نہیں بلکہ پورے مشرق قریب میں بحر میت کا نمک جرمنی کے نمک کا مقابلہ کر سکے گا اور فلسطین میں ایک نیا تجارتی مرکز قائم ہو جائے گا۔ انہی اسباب سے یہودی سرمایہ دار ان علاقوں میں زمینیں بکثرت خریدنے لگے ہیں۔ عربوں کو ابھی صورت حال سے پوری واقفیت نہیں ہے اس لئے زیادہ قیمت کی لالچ میں آکر اپنی زمینیں فروخت کر رہے ہیں۔

شرق اردن میں نئی بیداری

عربی قوم کے حالات سمجھنے والے اُس صورت حال سے متعجب ہیں جو اچانک شرق اردن میں رونما ہوگئی ہے۔ اب سے پہلے اس علاقے میں کوئی سیاسی حرکت موجود نہ تھی۔ لیکن گذشتہ ہفتہ عرب باشندوں نے برطانوی وصایۃ اور شریف عبداللہ کی نام نہاد حکومت کے خلاف بہت موثر طریقہ پر آواز بلند کی ہے۔

دارالحکومت عمان میں پہلی مرتبہ سیاسی انجمن قائم ہوئی ہے جس میں تمام سربرآوردہ عرب مشائخ اور روشن خیال نوجوان شریک تھے۔ انھوں نے برطانیہ اور امیر عبداللہ سے اپنے وعدے پورے کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انجمن کے نمایندوں نے امیر عبداللہ سے ملاقات بھی کی اور نمایندہ مجلس یا پارلیمنٹ کے قیام پر زور دیا۔ امیر عبداللہ نے دو مہینے کی مہلت طلب کی ہے اور وعدہ کیا کہ وہ انگریزی حکومت سے گفت و شنید کرینگے۔

انجمن نے اپنے عام جلسے میں اعلان کر دیا ہے کہ امیر عبداللہ کی حکومت کو برطانیہ سے براہ راست معاہدہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور یہ کہ وہ تمام معاہدے کالعدم ہونگے جو ملک کی باضابطہ منظوری حاصل کئے بغیر کئے جائینگے۔ انجمن نے بلا تأمل یہ اعلان بھی کر دیا ہے "اگر شرق اردن میں ظلم و استبداد کا اسی طرح دور دورہ رہا تو باشندگان فلسطین خطرناک سے خطرناک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے" برطانی حلقوں کی پریشانی کا سبب یہی ہے کہ [illegible]

رقم خلافت کانفرنس پر صرف کردی گئی۔ اخبارات نے اس معاملہ کو بہت اُبھارا اور علماء کے خلاف مظاہرہ شروع کردیا حتیٰ کہ بات پارلیمنٹ تک پہنچ گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخ ازہر کی حیثیت محض ایک عالم اور پرنسپل ہی کی نہیں ہو اُن کا درجہ مصر میں وہی تھا جو ٹرکی میں "شیخ الاسلام" کا تھا، وہ ہمیشہ اس لقب سے مخاطب بھی کئے جاتے تھے۔ مگر دوران بحث میں پارلیمنٹ کے ممبروں نے صاف اعلان کردیا کہ "مصر میں شیخ الاسلام کا کوئی عہدہ نہیں ہو" اس اہم اعلان پر نہ کسی ممبر نے اعتراض کیا نہ صدر نے ٹوکنے کی ضرورت محسوس کی۔ گویا عملاً مان لیا گیا کہ مصر کسی شیخ الاسلام کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

یہ اور اسی قسم کے واقعات یقین دلاتے ہیں کہ مصر میں بھی ٹرکی جیسا ایک انقلاب انگیز ذہنی انقلاب جلد رونما ہونے والا ہو۔ در اصل بلاد اسلامیہ کے لئے اب اس انقلاب کی منزل سے گزرنا ناگزیر ہوگیا ہو۔ علماء قدیم اصلاح و تجدید کی جگہ اصلاح کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ زمانہ کا مزاج اس سختی کا متحمل نہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ کسی معتدل اور صحیح امتزاجی حالت کی جگہ ردِ عمل شروع ہوجاتا ہو۔ پہلے افراط تھی، تو اب تفریط کا دَور دَورہ ہوجاتا ہو۔ ٹرکی میں یہی ہوا، مصر میں یہی ہورہا ہے، اور دیگر اسلامی ممالک بھی جلد یا بدیر اسی حالت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ شاید اس افراط و تفریط کے بعد اعتدال و قوام کا دَور شروع ہو۔ بظاہر حال تو اصحاب اعتدال کے لئے کوئی قریبی اُمید نظر نہیں آتی۔

عربی انسائیکلوپیڈیا

مصر میں علمی بیداری غیر معمولی وسعت اختیار کررہی ہو۔ جنگ کے بعد سے رفتار ترقی بہت تیز ہوگئی ہو۔ اچھے اچھے اہل علم و قلم پیدا ہوگئے ہیں۔ بڑی سرگرمی سے کوشش ہورہی ہو کہ ملک جلد سے جلد متمدن ملکوں کے قریب پہنچ جائے۔ اسوقت تصنیف و ترجمہ کی سطح بھی سابق سے بلند ہوگئی ہو۔ قومی اخبارات نے بھی بہت زیادہ ترقی کی ہو اور قریب ہو کہ یورپین اخبارات کے درجہ پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم تجویز عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کی تجویز ہو۔ یہ تجویز اگرچہ پُرانی ہو اور گیارہ جلدوں کی ایک ابتدائی دائرۃ المعارف موجود بھی ہو لیکن اُسپر پہلے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا گیا تھا اب خود حکومت نے اس کی طرف عملی قدم اُٹھایا ہو۔ وزیر اعظم اور وزیر تعلیم دونوں نے ملکر ایک کمیٹی مقرر کی ہو جس کا کام یہ ہوگا کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں پر غور کرے۔ وزیر اعظم نے تصریح کی ہو کہ انگریزی، فرانسیسی، اور دوسری زبانوں کی انسائیکلوپیڈیا کا عربی زبان میں حذف و اضافہ کے ساتھ ترجمہ "عربی انسائیکلوپیڈیا" مرتب کرنے کی بہترین صورت ہو۔ ملک کے علمی حلقے اس رائے کی تائید کررہے ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقدمہ کا ترجمہ بھی شروع کردیا ہو۔ ایک موقر مصری اخبار نے یہ تجویز پیش کی ہو کہ اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے اُس کی انڈیکس (یعنی فہرست اسماء و الفاظ) ترجمہ کرلی جائے تاکہ علمی اصطلاحات کے وضع و انتخاب کا مرحلہ طے ہوجائے۔ عربی انسائیکلوپیڈیا کی تجویز جس درجہ اہم ہو، حاجت بیان نہیں لیکن ہمیں اس رائے سے قطعاً اختلاف ہو کہ انگریزی اور فرینچ انسائیکلوپیڈیا کا ترجمہ حصول مقصد کے لئے کافی ہوگا۔ بغیر مستقل ادارۂ تصنیف و ترتیب کے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا اور جب خود حکومت کا محکمۂ تعلیم اس کے لئے آمادہ ہوگیا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس درجہ کا اہتمام ناقابل عمل ہو۔

عربی کا موجودہ ملک الشعراء

چند دن ہوئے مصر میں بڑی ادبی چہل پہل دیکھی گئی۔ اسمیں تقریباً تمام سربرآوردہ ادباء و شعراء نے حصہ لیا۔ صرف مصر ہی کے ادباء نے نہیں بلکہ فلسطین، شام، عراق، بحرین وغیرہ عربی ممالک نے بھی کافی دلچسپی ظاہر کی۔ بہت سے ادیب و شاعر بذات خود آکر شریک ہوئے، بہتوں نے اپنا کلام بھیجا۔ تقریب یہ تھی کہ مصر کے مشہور اور سابق درباری شاعر احمد شوقی بک کے کمال فن کے اعتراف میں قومی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مؤتمر عربی (عربی کانفرنس) منعقد کی جائے، سلطان مصر نے مؤتمر کی سرپرستی کی اور جملہ ارکان حکومت اور اسلامی سلطنتوں کے سفراء شریک ہوئے۔

مؤتمر کے جلسے کئی روز تک جاری رہے۔ عربی زبان اور اُسکی شاعری پر مبسوط مضامین پڑھے گئے۔ جشن تہنیت قصیدے سنائے گئے۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین حسینی اور یہودیوں کے "حاخام اکبر" بھی مؤتمر کی شرکت کی غرض سے مصر آئے تھے۔

در اصل مصریوں میں وطنیت کے جذبات بہت ترقی کرگئے ہیں، وہ اپنے وطن کی عزت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اسمیں کبھی کبھی حد اعتدال سے بھی تجاوز کرجاتے ہیں۔ مثال میں خود یہی واقعہ پیش کیا جاسکتا ہو۔ بلاشبہ احمد شوقی موجودہ عصر کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ مگر اُس درجے کے نہیں جو مصریوں نے اپنی مبالغہ پسندی سے اُنھیں دے دیا ہو۔ اُنھیں "امیر الشعراء" اور "ملک الشعراء" کا خطاب دینا اصلیت سے زیادہ ہو۔ وقت کے عربی شعراء میں ان سے بلند پایہ رکھنے والے شعراء خود مصر میں موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں عراق کے مشہور فلسفی شاعر جمیل صدقی زہاوی نے شوقی پر صحیح تنقید کی ہو۔ ہم اُسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ زہاوی لکھتے ہیں:

"شوقی بڑے شاعر ہیں مگر ملک الشعراء نہیں ہیں۔ شوقی حال کے نہیں ماضی کے شاعر ہیں۔ شوقی آگے کی طرف چل رہے ہیں مگر اُن کا چہرہ پیچھے کی طرف مُڑا ہوا ہے۔ موجودہ عربی نسل اُنھیں اس لئے پسند کرتی ہو کہ اُن کا کلام اُس کی ذہنیت و ذوق کے مطابق ہو۔ لیکن جب عربی عقل و ذہنیت مستقبل قریب میں اپنی موجودہ سطح سے بلند ہوجائے گی تو شوقی کا شعر مرجائے گا"

بہرحال یہ مظاہرہ نہایت شاندار اور پُر اثر تھا۔ کئی دن تک عظیم الشان اجتماع جاری رہا جسمیں تمام ادباء و شعراء عصر کے برقی اور بریدی پیام نظم و نثر سنائے گئے اور شرکاء نے تقریریں کیں۔ تیسرے دن رات کو ایک عالیشان ڈنر ہوا۔

مسٹر فلبی اور حجاز

مشہور انگریز مستشرق مسٹر فلبی جو کچھ عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں، پچھلے دنوں مصر آئے تھے۔ مصری اخبارات نے اُن کی حسب ذیل گفتگو شایع کی ہو:

"میں حجاز کی موجودہ تاریخ مرتب کررہا ہوں۔ اسمیں شریف حسین کی خود مختاری کے دن سے سلطان ابن سعود کے قبضہ تک تمام مستند حالات جمع کئے جائیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جزیرہ نمائے عرب کی مفصل تاریخ لکھوں گا۔ کیونکہ ایک انگریزی کمپنی نے اس کی فرمائش کی ہو"

سلطان ابن سعود کی شخصیت کے بارے میں مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے پورا یقین ہو کہ ابن سعود موجودہ زمانہ کے عظیم ترین آدمیوں میں سے ہے۔ وہ صرف سپہ سالار اور مدبر ہی نہیں ہو بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ہو۔ بلاشبہ اب تک دُنیا نے اُنکی صرف جنگی قابلیت ہی دیکھی ہو، انتظامی قابلیت نہیں دیکھی ہو۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انتظامی قابلیت میں کم درجہ ہیں۔ انتظامی قابلیت ملک کی تنظیم و ترتیب اور سیاسی اصلاحات کا نام ہو۔ یہ چیز ہفتوں اور مہینوں میں ظاہر نہیں ہوسکتی۔ ابن سعود کی انتظامی قابلیت کا یہ کارنامہ ہی کیا کم ہے کہ اُنھوں نے نہایت قلیل مُدت کے اندر حجاز میں ایسا امن امان قائم کردیا جیسا اس ملک میں عرصہ سے نہیں دیکھا گیا ہو"

"مسئلہ خلافت" کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا:

"مجھے نہیں معلوم ابن سعود منصب خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں لیکن مجھے بہ تحقیق معلوم ہو کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کررہے ہیں۔ مجھے جہاں تک اس شخص کی ذہنیت کا پتہ چلا ہو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ خود کسی چیز کی طرف بڑھنا نہیں چاہتے الا یہ کہ وہ خود انکے سامنے آجائے۔ فتح حجاز کیلئے بھی اُنھوں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ خود بخود حاصل ہوگیا"

یمن و نجد کی کشیدگی کے متعلق اُنھوں نے کہا:

"ابن سعود نے بار بار اعلان کیا ہو کہ اُنھیں امام یحییٰ سے جنگ کرنے کا ہرگز شوق نہیں۔ وہ اس لڑائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور بغیر شدید مجبوری کے اس کی طرف کبھی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ شدید مجبوری کی خود اُنھوں نے یہ تفسیر کی ہو کہ امام یحییٰ اُن کی سرحدوں پر علانیہ حملہ کردیں۔ میرے خیال میں امام یحییٰ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ اٹلی اُنھیں اسپر مجبور کردے"

مسٹر فلبی کے اس آخری جملہ کو مصری اخبارات نے بہت اہمیت دی ہو اور ثابت کیا ہو کہ اٹلی کا عرب کے دونوں بادشاہوں کی لڑائی میں بہت نفع ہو۔ اٹلی خوب جانتا ہو کہ امام یحییٰ ابن سعود کو کامل شکست دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اُنکے حملہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابن سعود بھی حملہ آور ہونگے۔ اُسوقت اٹلی سیاسی میدان میں آکودیگا اور سلطان نجد سے مطالبہ کرے گا کہ یمن میں پیش قدمی نہ کریں، کیونکہ یمن کے ساتھ اس کا معاہدۂ حمایت ہوچکا ہو اس طرح اسے عرب کے معاملات و مسائل میں مداخلت کا پورا موقع مل جائے گا۔

جدید انگریزی نجدی معاہدہ کے متعلق مسٹر فلبی نے کہا

"ابھی تک معاہدہ طے نہیں پایا ہو۔ لیکن گفت و شنید جاری ہو۔ اُمید ہو طرفین جلد ایسی شرطوں پر پہنچ جائیں گے جو دونوں کے لئے باعزت اور مفید ہوں گی"

مسجد پیرس

سلطان مراکش کے وزیر تشریفات (چیمبرلین) قاہرہ آئے ہیں۔ ان کا نام سید قدور بن غبریط ہو۔ یہ مراکش کے سربرآوردہ شخص ہیں جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ اپنے درباری عہدہ کے علاوہ شمالی افریقہ کے محکمۂ اوقاف کے صدر بھی ہیں۔ پیرس میں جو عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی ہو وہ زیادہ تر انہی کی مساعی کا نتیجہ ہو۔ آج کے مصری اخبارات میں ان کا حسب ذیل بیان شائع ہوا ہو:

"میں مصر اس لئے آیا ہوں کہ یہاں کے مخیر اور فیاض مسلمانوں سے مسجد پیرس کی بعض ملحقہ نامکمل عمارتوں کی تکمیل کے لئے امداد حاصل کروں۔ یہاں سے میں فلسطین اور شام بھی جاؤں گا۔ شام میں میری ایک کوشش یہ بھی ہوگی کہ فرانسیسی حکام کو حجاز ریلوے کے دوبارہ اجراء پر آمادہ کردوں تاکہ حاجیوں کو سفر میں آسانی ہو"

مسجد پیرس کی تاریخ تعمیر بیان کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

پیرس میں جامع مسجد تعمیر کرنے کا خیال ۵۰ برس سے موجود تھا مگر عمل میں نہ آسکا۔ پہلے فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن حالات میں جلد جلد تبدیلی ہوئی اور مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ ہوگئی۔ ظاہر ہے اب مسجد کا قیام ضروری تھا چنانچہ سلطان مغرب "بائی ٹیونس" اور امراء الجزائر کی فیاضیوں نے یہ عظیم الشان مسجد عروس البلاد پیرس میں تعمیر کردی۔

یہ مسجد ۸ ہزار مربع میٹر کے وسیع رقبہ میں بنائی گئی ہو۔ اُس کے ساتھ اندلسی وضع کا نہایت دلفریب باغیچہ ہو۔ صحن میں پانی کا عظیم الشان فوارہ ہو اور اُس کے گرد عربی طرز کے خوبصورت ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ شفاخانہ بھی ہو، ہفتہ میں تین دن اُس کے دروازے کھلتے ہیں اور غریب مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہو۔ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہو یہ اگرچہ ابتدائی حالت میں ہو، لیکن بتدریج ترقی کرجائے گا۔ اُس میں وہ تمام کتابیں جمع کی جائیں گی جو دُنیا کی مختلف زبانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ ایک علمی ایوان بھی ہو جس میں مسلم اور غیر مسلم علماء و ادباء جمع ہونگے اور مبادلۂ خیالات کریں گے۔ ساتھ ہی مشرقی طرز کا ایک حمام بھی بنایا گیا ہو جو تمام یورپ میں اپنی وضع کا تنہا حمام ہو۔ ایک مشرقی ہوٹل بھی کھولا گیا ہو۔ اس میں مشرقی عربی کھانے مناسب قیمت پر ملتے ہیں۔ چائے خانہ بھی ہو جسمیں جوق جوق فرانسیسی آتے ہیں اور عربی قہوہ پیتے ہیں۔

والے تُو دی سنجیدگی صرف کرتے ہیں اور اُن کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے فوٹو بھی ساتھ بھیج دیتے ہیں۔ صرف فوٹو ہی نہیں بلکہ اپنی آمدنی کا تخمینہ اور انکم ٹیکس کی رسیدیں بھی روانہ کر دیتے ہیں تاکہ اخبار نویس اُنھیں معمولی آدمی خیال نہ کرے۔

اخبارات کے بعض مباحث خاص طور پر ان مجنونوں کا جنون خط نویسی اُبھار دیتے ہیں۔ مثلاً روحانیات، نباتیات، نسائیات وغیرہ۔ ان مباحث پر اخبار میں ایک مضمون بھی ہماری بدبختی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہر طرف سے مجنونوں کے خط آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ جنون مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں میں ہے۔ ویسے بھی عورتوں کی ایک جنسی خصوصیت یہ ہے کہ انھیں لکھنے کے لئے کسی مناسبت اور ربط مقصد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکے ہر خط میں ایک نئے موضوع پر بحث ہوتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہر مجنون خاتون اپنے رازوں کے لئے کسی ایک اخبار نویس کو "صندوق" بنا دینا ضروری تصور کرتی ہے۔ بدقسمتی سے مجھے بھی ایک خاتون نے ایک مرتبہ اس عزت کا مستحق سمجھا۔ مسلسل تین سال تک ہر روز ایک خط پہنچ جاتا۔ ان خطوط میں اُس کی مفصل سوانحعمری ہوتی تھی۔ خانہ داری کے جھگڑے، شوہر کے معاملات، محبت کے اثرات، بیوفائی کے شکوے، غرضکہ کوئی بات نہ تھی جو ان خطوں میں تفصیل سے موجود نہ ہو۔ میں نے کبھی کسی خط کی رسید نہیں بھیجی۔ مگر محترم خانم کو رسید کی چنداں پرواہ نہ تھی اُسے صرف خط لکھنے سے کام تھا۔

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

لیکن یہ سلسلہ ایک مرتبہ اچانک ٹوٹ گیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کہ محترم خاتون اب اپنے جنون سے شفا پا گئی۔ اور مجھے بھی نجات مل گئی!

عورتوں کا سب سے سخت جنون، مذہبی جنون ہوتا ہے۔ جب یہ کسی "خوش نصیب" اخبار نویس سے خوش ہو جاتی ہیں تو اپنے خطوط کے ساتھ گنڈے تعویذ بھی بھیجا کرتی ہیں، اور بڑی بڑی قسمیں دلا کر مرسل الیہ کو مجبور کرتی ہیں کہ یہ تعویذ ضرور استعمال کرے۔ لیکن جب اخبار نویس سے وہ ناراض ہوئیں تو بس اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ وہ کون گالی ہے جو اُسے دی نہیں جاتی؟ اتنی بددعائیں اور لعنتیں آتی ہیں کہ غریب اخبار نویس کیسا ہی مستقل مزاج ہو ضرور کانپ اُٹھتا ہے!

بلاشبہ ہم مجنونوں کے خط پڑھنے پر مجبور نہیں ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مجنوں خط کتابت ہی کافی نہیں سمجھتے بذات خود بھی ملاقات کو تشریف لے آتے ہیں اور یہ مصیبت بالکل لاعلاج ہے!

ایک دن دفتر میں چپراسی نے ایک ملاقاتی کارڈ میرے حوالہ کیا۔ "مسیو بگوبذل" نیچے کی سطر میں یہ لفظ تھے "ایک اہم شخصی معاملہ" میں نے اندر آنے کی اجازت دیدی۔ پہلی نظر میں خیال ہوا اچھا خاصہ سنجیدہ باوقار آدمی ہے۔

"جناب! میں آپکی کوئی خدمت بجا لا سکتا ہوں؟" خاموش ملاقاتی سے میں نے سوال کیا۔

"آپ اُس معاملہ سے واقف ہیں جس کے لئے میں حاضر ہوا ہوں" اُس نے متین آواز میں جواب دیا۔

"مجھے افسوس کے ساتھ انکار کرنا پڑتا ہے" میں نے عاجزی سے کہا۔

"تجاہل عارفانہ نہ برتئے۔ آپ خوب جانتے ہیں" حضرت کا جواب تھا۔

"جناب، آج پہلی مرتبہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے"

"لیکن آپ اپنے مضامین میں رمضیا ذکر کرتے ہیں!"

"عجیب! یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں اسم گرامی سے واقف ہوا ہوں"

"ریاکاری چھوڑ دیجئے۔ بیوقوف نہ بنائیے ...... میں روزانہ کے مضامین میں اپنا ذکر پڑھتا ہوں" اچانک اُس کی صورت بدل گئی۔ غصہ سے کانپنے لگا "تم میرے خاندان کے راز جانتے ہو۔ اپنے گندے مضامین میں یہ راز لکھ کر مجھے رسوا کرتے ہو...... آہ! لیکن خیر اب اس کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ میں اس وقت اسی لئے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو اور [illegible] ہے آپ میری

حیرانی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب میں نے اس عجیب سلسلۂ کلام کے خاتمہ پر اچانک سنا "میں قتل کر ڈالوں گا"

فوراً جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا...... "خدایا کیا کروں؟" میں نے خیال کیا "اب میرا کام تمام ہوا...... عنقریب میرے دوست میرا جنازہ اُٹھانے آئیں گے...... لیکن خود اس پاگل کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ عدالت جنون کے عذر پر اسے رہا کر دے گی...... میں نے ارادہ کیا اس عجیب ملاقاتی پر ٹوٹ پڑوں اور پستول چھین لوں لیکن یہ ناممکن تھا کیونکہ میری ایڈیٹری کا بڑا میز ہمارے مابین حائل تھا۔ افسوس اخبار نویسی کا منحوس میز! میں نے اپنے حواس بجا کئے:

"سگریٹ پیجئے" میں نے مصنوعی بےخوفی سے کہا اور فوراً کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی خوشنما ڈبیا نکالکر پیش کر دی۔ خلاف توقع سگریٹ نے اُس کا غصہ بالکل فرو کر دیا۔ وہ خاموش بیٹھکر دھواں اُڑانے لگا۔

"واقعی میں خطاوار ہوں۔ مگر براہ عنایت مجھے وہ مضمون بتائیے جس میں آپ کو رسوا کرنے کی میں نے جرأت کی ہے" میں نے ڈرتے ڈرتے بڑی لجاجت سے کہا۔

مجنوں نے جیب سے ایک پلندا نکالا اور میرے سامنے پھینک دیا میں نے غور سے تمام مضمون دیکھے۔ اُن میں کوئی ایک بھی شخصی معاملات پر نہ تھا۔ کسی میں مکانوں کی گرانی پر بحث تھی۔ کسی میں بازار کے نرخ پر، کسی میں علمی نمائش پر، اور کسی میں عورتوں کے کترے ہوئے بالوں اور اونچے لباس پر گفتگو تھی۔ اسی طرح عام معاشرتی معاملات سے سب کا تعلق تھا۔ میں نے حیرت سے مجنوں کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ میرا تعجب سمجھ گیا۔ کھڑا ہو گیا۔ اخبار اُٹھا کر بجائے پڑھنا اور ہر فقرے پر مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر میں اُسنے عورتوں کے کترے ہوئے بالوں پر مضمون پڑھنا شروع کیا اور جوش سے چلایا۔

"یہ دیکھو۔ اب بھی انکار کرو گے؟ کیسے بند بند لفظوں میں میرے خاندان کا مضحکہ اُڑایا ہے؟ اس فقرے کے کیا معنی ہیں 'جو عورت اپنے بال کٹواتی ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور گنجی ہو جائے گی' یہ میرے چچا ڈاکٹر بیگوبذل پر کھلی چوٹ ہے! غلط کہتا ہوں؟ میرا چچا گنجا ہے۔ ایک دن وہ میڈم ...... پر خفا ہوئے۔ لیکن میں تفصیل کیوں بیان کروں؟ تمھیں سب معلوم ہے۔ میرے چچا کو بھی جانتے ہو۔ اس میڈم کو بھی، اور اُس کی خفگی کے سبب کو بھی۔ تمھیں سب راز معلوم ہے۔ تم ہمیں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ تم کمینہ ہو!"

خوش قسمتی سے اس سخت لفظ نے اُس کا غصہ پھر کم کر دیا۔ میں نے گھنٹی بجائی۔ نوکر کے آنے پر مجھے اطمینان ہوا۔ مجنوں نے ایک پُر از حقارت نظر مجھ پر ڈالی اور کہا۔

"جناب! اس مرتبہ معاف کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط کیجیے۔ مجھے اور میرے خاندان کو نہ چھیڑیئے ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل ڈالونگا"

وہ بغیر سلام کئے چلا گیا۔ میں نے بھی مشایعت کی ضرورت محسوس نہیں کی، اور میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کے عدم احساس پر کوئی صاحب مجھے ملامت کرنا پسند نہ کرینگے۔

اشتہار

(امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے)

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) مجذوب: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہے؟ وہ ولی اللہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قیمت ۴ر (۲) حسینؓ و یزید: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہے۔ قیمت ۵ر (۳) صداقت رسول: پوری سیرت نبوی اسطرح سمیٹ کر جمع کر دی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ قیمت ۴ر (۴) مناظرۂ ابن تیمیہ: صوفیوں سے بادشاہوں کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ قیمت ۵ر [illegible]

عالم مطبوعات و صحائف

نہایۃ الارب اور مسالک الابصار

علماء تاریخ نے ہر زبان کی ادبیات کی طرح عربی علم ادب کے بھی تین دور قرار دیئے ہیں۔ پہلا دور تحریر و تدوین کا ہے۔ دوسرا تکمیل و تنقیح کا۔ تیسرا توسیع و تہذیب کا۔ اس آخری دور نے تصنیف و تالیف کی صناعت میں جو نئی نئی وسعتیں پیدا کیں، اُن میں ایک خاص قسم اُن کتابوں کی ہے جنھیں متاخرین "موسوعات" اور "مجامیع" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "موسوعات" سے مقصود ایسی کتابیں ہیں جو کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ متعدد علوم و فنون کا مجموعہ ہوتی تھیں۔ بعض علماء نے اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ تمام علوم و فنون اور ان کی چھوٹی بڑی شاخیں اسمیں آ گئیں۔ اس قسم کی "موسوعات" بیس سے لیکر ۵۰ جلد تک کی لکھی گئیں!

دراصل یہ موسوعات ایک طرح کی انسائیکلوپیڈیا تھیں، اُس عہد کے علماء موسوعات کا تاریخ علوم میں وہی درجہ ہے جو یورپ کی سترہویں صدی کے انسائیکلوپیڈین علماء کا موجودہ تاریخ علوم میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ موسوعات کی ترتیب علوم کی ترتیب تھی جو ایک خاص حد تک پھیلکر ختم ہو جاتی ہے مگر انسائیکلوپیڈیا کے لئے لغت و قوامیس کی ترتیب اختیار کی گئی جس کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

اس عہد کی کتب موسوعات میں دو کتابوں کو بہت شہرت حاصل ہوئی تھی شہاب الدین احمد نویری کی نہایۃ الارب اور ابن فضل اللہ العمری کی مسالک الابصار۔ پہلی کتاب تیس سے زیادہ جلدوں میں ختم ہوئی ہے اور دوسری کم و بیش بیس جلدوں میں ہے۔

ان دونوں کتابوں کے مکمل نسخے عزیز الوجود تھے۔ پچھلے دنوں مصر کے مشہور محقق کتب احمد زکی پاشا نے عرصہ کی محنت و کاوش کے بعد انکے دو صحیح و کامل نسخے مرتب کئے ان کا بڑا حصہ قسطنطنیہ کے کتب خانوں سے بذریعۂ عکس حاصل کیا گیا تھا۔ چار سال ہوئے حکومت مصر نے ان دونوں کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا اور کتب خانۂ خدیویہ کے "احیاء کتب عربیہ" کے سلسلہ میں ان کی طباعت شروع ہو گئی۔ گذشتہ سال دونوں کتابوں کی تین تین جلدیں چھپ گئی تھیں اب دو جلدیں مزید چھپکر شائع ہو گئی ہیں اور ہمارے سامنے ہیں۔ اگرچہ یہ عہد متاخرین کی تصنیف ہیں اور جو کچھ ہے جمع و تالیف ہے تاہم چونکہ اب وہ ذخیرہ بھی ہمارے پاس موجود نہیں جو ان کتابوں کے عہد تالیف میں موجود تھا، اس لئے ان دونوں کتابوں سے تاریخ و علوم کے مختلف اہم مسائل پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔ ہم عنقریب ان دونوں نئی جلدوں کے بعض مفید مطالب ہدیۂ قارئین کرینگے۔

مذہب اور دنیائے جدید

حال میں پروفیسر وائیٹہڈ کی ایک تصنیف:

"Religion in the Making"

کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ دراصل ان کی چار تقریروں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے گذشتہ سال بوسٹن یونیورسٹی میں کی تھیں۔ جو حضرات انگریزی کی جدید الطبع مصنفات پر نظر رکھتے ہیں، انھوں نے پروفیسر موصوف کی وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جو پچھلے دنوں "علم اور دنیائے جدید" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ وہ بھی ان کی بعض تقریروں کا

نجدی تحریک نہایت تیزی سے پھیل رہی ہو۔ بکثرت قبیلے نجدی مذہب اختیار کرچکے ہیں اور بہت سے اختیار کرنے کی طیاری میں ہیں۔ برطانوی حکام اس نئی تحریک سے خائف ہیں اپنے علاقوں میں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ابھی چند دن ہوئے برطانی حکام نے دو عرب سرداروں یعنی باشا الجالی شیخ المشائخ اور مشقال باشا الفائز شیخ قبائل صخر کو طلب کیا تھا اور بڑی آؤ بھگت کی تھی۔ مگر اُنھوں نے حکومت کا ساتھ دینے سے صاف انکار کردیا۔

اس علاقہ کے باشندوں میں یہ تحریک بھی پھیل رہی ہو کہ امیر عبداللہ کی حکومت اُلٹ دی جائے اور ملک کا تعلق براہ راست برطانوی حکام سے ہوجائے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہو کہ اگر ملک برطانی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کرسکتا تو کم از کم برائے نام عربی حکومت کی دوہری مصیبت سے تو نجات حاصل کرلے۔ یقیناً برطانیہ کی براہ راست حکومت اس سے کہیں زیادہ بہتر اور ذمہ دار ہوگی جسقدر اس کے بٹھائے ہوئے پتلے امیر عبداللہ کی ہو۔

(فوجی قانون کا اعلان)

شرق اردن کی مذکورۂ بالا بیداری اور دروزی مجاہدین کی آمد و رفت کی وجہ سے امیر عبداللہ نے علاقہ "ازرق" میں فوجی قانون (مارشل لا) کا اعلان کردیا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہو کہ ایک طرف ملک کی عام رائے مرعوب کردی جائے، دوسری طرف فرانس بھی خوش ہوجائے۔ فرانس مدت سے شاکی تھا کہ دروزی مجاہدین اس علاقہ میں پناہ لیتے اور یہاں سے تر و تازہ ہوکر واپس آتے ہیں۔

یہودی بیت المال

گزشتہ ماہ یہودی بیت المال کی آمدنی ۷۷,۰۱۰ پونڈ یعنی ۱۰۵۲۶۵۵ روپے ہوئی۔ امریکہ کے یہودیوں کا عطیہ ۳۲۸۰۲ پونڈ کنیڈا کا ۲۰ ہزار ۵۳۶ پونڈ اور برطانیہ کا ۳۵۶۰ پونڈ ہو۔ دنیا کی ترقی خواہ قوموں کی اولوالعزمیاں ایسی ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہماری ہمتوں کا جو حال ہو وہ معلوم ہو!

حضرت یوسف کی قبر

فلسطین کے ایک قدیم شہر "سیخم" میں کھدائی ہو رہی ہو اگر یہ تحقیقات کامیاب ہوئی تو بہت سی صدیوں کے راز دُنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس شہر میں یورپین محققین کی ایک جماعت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر تلاش کر رہی ہو۔ خیال کیا جاتا ہو کہ اس شہر سے بے شمار اسرائیلی روایات وابستہ ہیں اور اُن پر سے جلد پردہ اُٹھنے والا ہو۔

بروایت توراۃ سیخم ہی میں حضرت ابراہیم نے محراب بنائی تھی اور شاہ بلوط کے ایک بڑے درخت کو بطور مقدس علامت کے قرار دیا تھا۔ نیز اسی شہر میں حضرت یعقوب نے عامر کی اولاد سے زمین خریدی اور مقدس محراب بنائی۔ نیز سنگلاخ زمین میں ایک کنواں بنایا تھا جو ۸۰ فٹ گہرا اور ۹ فٹ کے قطر میں تھا۔ لیکن شیشام بن عامر جسنے زمین بیچی تھی، یعقوب کی لڑکی "دینا" پر عاشق ہوگیا اور اُسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ عقد سے پہلے ہی اُس کے ساتھ زن و شوکی زندگی بسر کرے۔ اس پر یعقوب کے لڑکوں کو غصہ آیا اور انھوں نے "سخامیوں" کو قتل کر ڈالا۔ پھر یعقوب (علیہ السلام) اس علاقے سے چلے گئے۔ مگر جانے سے پہلے انھوں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مخالف قبیلہ کے تمام دیوتا اور عبادت کے آلات ایک غار میں پھینک دیئے جائیں۔

موجودہ کھدائی سے ایک غرض ان دیوتاؤں کی تلاش بھی ہو۔ سیخم میں یعقوب علیہ السلام کا کنواں ابتک موجود ہو۔ روایت ہو کہ یوسف علیہ السلام کی لاش بھی مصر سے لاکر اسی علاقہ میں دفن کی گئی تھی۔ ایک مقبرہ عرصہ سے حضرت یوسف کی طرف منسوب ہو چونکہ یہ عربی قبائل کے تحت و تصرف میں تھا اس لئے اب تک اسکی تحقیقات نہ ہوسکی۔

لیکن اب ڈاکٹر ارنسٹ سلین کو، جو اس تحقیقاتی جماعت کے صدر ہیں، قبر کھولنے کی اجازت مل گئی ہو۔ اُمید کی جاتی ہو کہ حضرت یوسف کی لاش مومیائی ہوئی صحیح و سالم دستیاب ہوجائے گی۔ نیز قدیم مصری کاغذ پر لکھی ہوئی تحریریں بھی نکلیں گی کیونکہ پہلے مصر میں اُنکی نعش مصری طریقہ پر دفن کی گئی تھی، وہاں سے کنعان میں لائی گئی۔ اگر یہ اُمیدیں کامیاب ہوئیں تو یقیناً اس سوال کا جواب بھی مل جائے گا کہ حضرت یوسف کے عہد کا فرعون کون تھا؟

اسی شہر میں ایک ٹیلہ پر کھدائی کرتے ہوئے ایک اور قدیم شہر اور تمدن کے نشان ملے ہیں۔ علمائے آثار کا خیال ہو کہ یہ عمارت مشہور اسرائیلی بادشاہ "عزبوم اول" کا قلعہ ہو۔ خیال کیا جاتا ہو اسی ٹیلہ میں حضرت یعقوب کی قوم کے دیوتا اور دوسری یادگاریں بھی مدفون ہیں۔

سیخم فلسطین کا ایک نہایت ہی قدیم شہر ہو۔ اس کی تاریخ کا آغاز اُسوقت سے ہوا ہو جب نئے نئے عبرانی، کنعان کی سرزمین پر نمودار ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے اب تک اس شہر کے بہت سے آثار دستیاب ہوچکے ہیں۔ اُس کی شہر پناہ اور دو بہت ہی عظیم الشان پھاٹک نکل آئے ہیں۔ نیز ایک محل کی بُنیادیں بھی ملی ہیں جو ستونوں پر قائم تھا اور اُس کے بڑے بڑے کمرے بھی مل گئے ہیں۔

غرضکہ یہ تحقیقات دُنیا کے علم میں معقول اضافہ کرے گی اور اسرائیلی تاریخ کے وہ پہلو روشنی میں آجائیں گے جو اب تک تاریکی میں ہیں۔

(پارٹیوں کا اتحاد)

سیاسی جماعتوں کے اختلاف کی وبا فلسطین میں بھی انگریزی قبضہ کے ساتھ پہونچی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ مصلحین مدت سے کوشش کررہے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں میں اتحاد قائم ہوجائے مگر آجتک کوئی صورت نہ نکل سکی۔ اب کچھ مدت کی خاموشی کے بعد پھر اس قسم کی کوششیں شروع ہوئی ہیں، بظاہر کامیابی کی امید نہیں۔ کیونکہ اکثر لیڈر اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔

ارتھوڈکس مسیحی

کل ارتھوڈکس مسیحیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، عیسائیوں میں یہ فرقہ یہاں سب سے زیادہ مظلوم ہو۔ کیونکہ کوئی طاقت ور سلطنت اُس کی پشت پناہی پر موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو اب یہ فرقہ بھی اپنے حقوق کے لئے عملی کوشش شروع کرنے والا ہو۔

شریف علی

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ شریف علی سابق شاہ حجاز بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ آمد کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہو کہ محض تبدیل آب و ہوا مقصود ہو۔ لیکن بعض حلقوں میں یقین کیا جاتا ہو کہ اُنھیں اس لئے بلایا گیا ہو کہ فلسطین کے مسلمانوں میں برطانیہ کے موافق جذبات کو ترقی دیں۔ فلسطین میں شریف حسین اور اُن کے خاندان کا پروپیگنڈا سالہا سال سے جاری ہو۔ عوام کی ایک جماعت اُس سے متاثر ہوچکی ہو۔ برطانیہ کا ایک زمانہ میں خیال تھا کہ اگر اس ملک نے براہ راست برطانی حکومت منظور نہیں کی تو یہاں بھی شریف حسین کا کوئی لڑکا بٹھا دیا جائے گا، مگر بعد کے حالات نے یہ خیال پُورا نہ ہونے دیا۔

شرفاء مکہ کے اس خاندان کی بدبختی پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہو۔ برطانیہ کے ہاتھوں ایسا روزِ بد دیکھنے کے بعد بھی وہ اب تک اُس کی اُنگلیوں پر ناچ رہا ہے۔ عراق میں امیر فیصل عبودیت کے فرائض انجام دے رہا ہو۔ شرق اردن میں امیر عبداللہ غلام بنا ہوا ہے، اور اب امیر علی فلسطین کو گمراہ کرنے آرہے ہیں!

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

اخبار نویس کی ڈاک

حال میں ایک نہایت دلچسپ کتاب اس نام سے فرانس میں شائع ہوئی ہو۔ اس میں فن اخبار نویسی کے تیس فرانسیسی ائمہ نے اپنی اپنی صحافتی زندگی کا سب سے زیادہ دلچسپ اور یادگار واقعہ لکھا ہو۔ کتاب از حد مقبول ہوئی ہو۔ لاکھوں کی تعداد میں اُس کے نسخے نکل چکے ہیں۔ کئی دوسری زبانوں میں بھی ترجمے شائع ہوگئے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے ہم اُس کا ترجمہ بالاقساط درج کرینگے۔ آج اُس کا پہلا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ مشہور اخبار نویس سیو کلیان متیل نے جبیل مرخی سے لکھا ہو:

اخبار نویس اور مجنوں

مجھ سے دماغی امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا:

"میں اپنے مریض سے پہلا سوال یہ کرتا ہوں "کیا تم اخبار نویسوں سے خط و کتابت رکھتے ہو؟ اگر وہ اقرار کرتا ہو تو سمجھ لیتا ہوں اسکے علاج میں کافی وقت لگے گا"

"یہ کیونکر؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ اخبار نویسوں سے خط کتابت کرنے والے سب لوگ مجنوں ہوتے ہیں" اُسنے جواب دیا، "لیکن مجھے یقین ہو کہ اُن میں سے اکثر ضرور پاگل ہوتے ہیں!"

مدت کے بعد مجھے ڈاکٹر کی سچائی پر ایمان لانا پڑا۔ میرا تجربہ بھی یہی ہو کہ پراگندہ دماغ اور پاگل ہی زیادہ تر اخبار نویسوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اس مصیبت کو میرے ہم پیشہ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

روز ڈاک میں میرے پاس ہزاروں خطوط پہنچتے ہیں۔ لکھنے والے ان کی تزئین و آرائش میں غیر معمولی محنت کرتے ہیں، قسم قسم کی روشنائی استعمال کی جاتی ہو۔ کوئی عبارت سرخ ہو، کوئی نیلی، کوئی سبز کہیں پر بڑے بڑے حروف، کہیں پر حروف کے گرد پھول پتیاں بنی ہوئیں۔ بسا اوقات عبارت کا آغاز سنجیدگی سے ہوتا ہو مگر چند سطروں کے بعد ہی معلوم ہوجاتا ہو کہ کسی مجنوں کا خط ہو!

مثلاً ایک واقعہ سنئے۔ پیرس کے باشندوں کو شکایت پیدا ہوئی کہ موٹروں کی کثرت نے راستہ چلنا مشکل کردیا ہو۔ اخبارات میں بھی اس کا ذکر ہوا۔ اب کیا تھا؟ ہزاروں خط روزانہ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ ہر خط میں اس مشکل کا ایک نیا حل موجود ہوتا تھا۔ کیسا حل؟ ایسا حل کہ اگر میں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک صاحب نے لکھا "اس مشکل کا بہترین حل یہ ہو کہ دریائے سین اسفلٹ سے پاٹ دی جائے اور شہر کی سڑکوں کے بجائے اُسی پر موٹر چلیں!"

اور سنئے امن و امان کے حامیوں نے یہ تجویز لکھ بھیجی "تمام یورپ ایک جمہوریت کے ماتحت ہوجائے!" یہی نہیں بلکہ ازراہ عنایت اس "افلاطونی جمہوریت" کا دستور العمل بھی مرتب کرکے بھیجدیا!

ایک "ماہر اقتصادیات" نے لکھا "حکومت، پارے کے بینک نوٹ تیار کرے تاکہ اقتصادی حالات کی تبدیلی کے ساتھ اُن کا رنگ، وزن، اور نرخ بھی خود بخود تبدیل ہوتا رہے"

یہ عاقلانہ تجویزیں، تفاق سے پیش نہیں کی جاتیں۔ آگے سوچئے

اطلاع ضروری

[illegible]

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

مجموعہ تھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک مکمل سلسلۂ علم و مذہب کی مثنی ہیں۔ پہلی کتاب میں علم کے مستقبل پر نظر ڈالی ہو۔ اور اس میں اُسی اصولی نظر کے ماتحت مذہب کے مستقبل پر بحث کی ہو۔

کتاب کے ۴ باب ہیں (۱) مذہب کی تاریخ (۲) مذہب اور عقائد (۳) جسم اور روح (۴) تبصرہ۔

ان ابواب میں سب سے زیادہ اہم باب "جسم اور روح" کے مسئلہ پر ہو۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"ہم اس مادی دنیا کے باہر اور اُن ظاہری اجزا کے علاوہ جو اس کی وضع و ترتیب میں شامل ہیں کوئی واقفیت نہیں رکھتے یہ اجزار کیا کیا ہیں؟ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہو:

(۱) خالقیت (Creativity) جو ہر وجود کے وقتی ارتقا میں ظاہر ہوتی ہو۔

(۲) خیالی موجودات و اشکال کا عالم جو خود تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر ہر حقیقت رکھنے والی چیز میں ایک خاص مناسبت کے ساتھ متشکل ہو جاتا ہو۔

(۳) وہ حقیقی مگر غیر مادی قوت جس کا تصور کرتے ہوئے ہم ایک ایسی معین قوت کا تصور کرنے لگتے ہیں جس کے کاموں میں قصد اور ارادہ کو دخل ہونا چاہئے"

پروفیسر موصوف کے خیال میں "یہی غیر مادی اور حقیقی ہستی وہ ہو جسے انسان خدا کہتا ہو۔ وہی خدا جو ہر ذی عقل مذہب کا خدائے بزرگ و برتر ہو"

مذہب کے حقائق کی طلب و جستجو کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی مقام یہ ہو کہ یہ سفر کس نقطہ سے شروع کیا جائے؟ جن جن قدموں نے ٹھوکر کھائی ہو صرف اس لئے کھائی ہو کہ قدم اُٹھا دئے مگر اس کا فیصلہ نہیں کیا کہ کس رُخ سے قدم اُٹھانا چاہئے؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر بڑھتے گئے منزل مقصود سے دُوری بھی بڑھتی گئی!

اسی لئے قرآن حکیم نے اس بارے میں عقل انسانی کی رہنمائی کی۔ وہ بتلاتا ہو کہ خدا کی ہستی اور اس کے اعمال و صفات کی جستجو دائرۂ ہستی سے الگ ہو کر نہیں بلکہ خود اُس کے اندر سے کرنی چاہئے اور اس سفر کی صحیح جہت یہ ہو کہ کائنات کے حسن و جمال اور نظم و اتقان کے مطالعہ و تفکر کے نقطہ سے قدم اُٹھائے جائیں۔

مذہب و عقل کے سلسلہ میں پروفیسر موصوف کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہو کہ انھوں نے کتب سماویہ کی یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی۔

مشہور حکیم کانٹ کا مذہب یہ تھا کہ خدا کی ہستی کا تصور دنیا کے نظام اخلاقی کی ایک ضرورت ہو مگر پروفیسر موصوف اس سے متفق نہیں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "کائنات ہستی کے ہمہ گیر حسن و جمال کے مطالعہ ہی سے ہم عالم ایجاد کا عقدۂ تخلیق حل کر سکتے ہیں۔ کانٹ کا نظام اخلاقی کیا ہو؟ وہ بھی اسی نظام جمال کا ایک منظر ہو"

پروفیسر موصوف نے صفات الٰہی کے موضوع پر بھی نظر ڈالی ہو اور ان کی نظر اُسی پہلو پر گئی ہو جو متکلمین اسلام میں معتزلہ نے اختیار کیا تھا۔ معتزلہ کی نظر تنزیہہ کی طرف گئی تھی اور اشاعرہ کی نظر قدرت کی طرف، اس لئے معتزلہ خدا کی طرف کسی اعتبار سے بھی "شر" کی نسبت گوارا نہیں کرتے، لیکن اشاعرہ کہتے ہیں کہ اس کی قدرت و خلقت کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں، البتہ اس کے تمام احکام و اعمال حکمت و عدالت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسیحی علم کلام میں "نفی شر" کا مسئلہ سینٹ اگسٹائن کی طرف منسوب ہو۔

پروفیسر موصوف کہتے ہیں:

"خدا کی اچھائی ہی خدا کی حد ہو۔ خدا کی ابدی ہستی اسی حال میں کامل کہی جا سکتی ہو جب شر کے منافی ہو"۔

اس سوال کے جواب میں کہ اگر خدا کی قدرت اور اس کے اعمال صرف خیر ہی میں محدود ہیں تو یہ قدرت کا نقص ہو، وہ کہتے ہیں کہ

"اس کا ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے البتہ ہم حق، حسن اور خیر کا ایک ہمہ گیر نظام محسوس کر رہے ہیں۔ یہ خود ہم میں بھی موجود ہو اور اس کا مبدء خدا کی کامل ہستی ہو، جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اذعان ہو جاتا ہو کہ اس ابدی و ازلی مبدء میں شر کی گنجایش نہیں"

دراصل پروفیسر موصوف نے اس منزل پر پہونچکر سخت غلطی کی اور اسی لئے سوال اور جواب، دونوں حقیقت سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ موقعہ بحث و تشریح کا نہیں، قارئین الہلال باب التفسیر کے مباحث کا انتظار کریں۔

الہلال کی قدیم جلدیں

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہو حسب ذیل قیمت پر بھیجی جا سکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
〃 جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸۔ روپیہ
〃 جلد پنجم

البلاغ (یعنے الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵۔ روپیہ

متفرق پرچے

فی پرچہ ۸ر قیمت پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

منیجر الہلال

الهلال

ہلال کلکتہ
ایک پیسہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲ — کلکتہ : جمعہ ۲۳ ذوالحج ۱۳۴۵ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, June 24, 1927.

فہرس

افتتاحیہ	۲
ادبیات	۵
شاعر اور بلبل	
مادری محبت و شعور	
مطبوعات جدیدہ	۷
فرانس میں نئی نسل	
مذاکرۂ علمیہ	۸
بری مچھلیاں	
عالم شرق و اسلام	۱۰
حج سنہ ۱۹۲۷	
شام کی حرکت استقلال	
بصائر و حکم	۱۷
انسانیت موت کے دروازہ پر	
مقالات	۱۵
اسلام اور نشنلزم	
عالم مطبوعات و صحائف	۱۹

اطلاعات ضروري

(۱) هر چیز کي ابتدا هوتي هے اور تکمیل - الهلال کے یه دو نمبر نئے سلسلۂ اشاعت کي ابتدا تهي - همیں امید هے که تیسرے نمبر سے اسکي ظاهري و معنوي تکمیل شروع هو جائیگي -

(۲) اِن دونوں نمبروں میں متعدد اهم ابواب شروع نه هوسکے - اب آئنده نمبر کي ترتیب ابتدا سے ایسي اختیار کي جائیگي که زیاده سے زیاده ابواب و اقسام کي گنجایش نکل آئے - خاص مضامین میں سے ملکي و سیاسي مباحث اور باب التفسیر ... عنوان' اور عام قسم کے مضامین میں سے افسانۂ ... اهم هے - امید هے که آینده نمبر سے شروع هو جایگا -

(۳) تصاویر کا بهي مطلوبه ذخیره طیار هوگیا هے - ٹائپ ... حصه کے نمبر مضامین تقریباً مصور هونگے - ایک خاص صفحه صرف تصاویر کا بهي بڑها دیا جایگا - بعض مضامین کیلئے متعدد رنگوں میں چهپي هوي تصاویر ضروري تهیں - انکي اوحدن بهي بنکر طیار هوگئي هیں -

(۴) مصر اور جرمني کا ٹائپ بهي آگیا هے - امید هے که مزید حسن و زیبائش کا باعث هوگا -

(۵) عالم شرق و اسلام کے مشاهیر اهل قلم کے متعدد اهم مقالات (علاوه هفته وار چهٹیوں کے) پچهلي ڈاک میں آگئے هیں - اور آینده درج هونگے -

(۶) شائقین الهلال سے امید هے که توسیع اشاعت کیلئے پوري کوشش کرینگے' کیونکه الهلال کے گرانقدر مصارف صرف اسکي غیر معمولي اشاعت هي سے پورے کیئے جاسکتے هیں -

(۷) رساله کي خریداري وغیره امور کے متعلق جو خطوط هوں' براه عنایت انهیں مولانا ابوالکلام کے نام نه بهیجئے - اسکي وجه سے تعمیل میں تاخیر هو جاتي هے - براه راست " منیجر " کے نام سے آنا چاهئیں -

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصولی قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرائیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلا رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(حکایت برق و خرمن)

اِس بارے میں میرے اجزاء فکر اور اوراق نظر کی پریشان حالیوں کا بھی کچھہ عجیب حال ہے - علم کی زندگی سیاست کی زندگی سے کچھہ اس طرح مختلف واقع ہوئی ہے کہ دونوں کا ایک وقت اور ایک محل میں جمع ہونا بہت مشکل ہے - میری زندگی کی مشکلات میں پہلی مشکل یہ واقع ہوئی کہ میں نے چاہا دونوں کو بہ یک وقت اور بہ یک محل جمع کردوں :

پنبہ را آشتی ایں جا بہ شرار افتاد ست !

دراصل ذوق کی وسعت ، طلب کی عدم قناعت ، نظر کی بلند پیمائیاں ، اور فکر کی مشکل پسندیاں نہ تو ایک راہ پر صبر کرسکتی ہیں ، نہ سہل و آسان روشیں اختیار کرسکتی ہیں - دنیا نے فکر و عمل کے الگ الگ گوشے بنائے ہیں ، اور استعداد و صلاحیت کے دائرے بناکر اُن میں لکیریں کھینچ دی ہیں ، تاکہ تقسیم عمل کے حدود قائم ہو جائیں - لیکن یہ تقسیمیں اور حد بندیاں ہمیشہ نہیں چل سکتیں - کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کا جوش اور فکر کی وسعت ان چھوٹے چھوٹے خانوں کی تنگ نائیوں میں قانع نہیں رہسکتی ، اور حد بندیاں توڑ کر باہر نکل جاتی ہے - میں فکر کی یکسوئی اور ایک ہی راہ پر پڑ جانے کی آسانیوں سے بے خبر نہیں ہوں - لیکن کیا کروں ؟ مبدأ ازل کے طبیعتیں تقسیم کرتے ہوئے مجھہ کا حصہ نہ جانے کس پسند کیا کہ ہر راہ کی پیمائش اور ہر کوچے کی گردش کا اضطراب اسمیں ودیعت کردیا جائے - علم کا استغراق اور سیاست کی خود فروشی دنیا کی دو متضاد ہوں ، تو ہیں ، لیکن ہمارے لیے تو ایک ہی دماغ کا سودا اور ایک ہی دل کی تپش تھی :

روئے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش ست !

یہاں تک کی بنا پر آب و آتش کی اس یکجائی اور برق و خرمن کی اس بزم آرائی میں کوتاہی بھی نہ ہوئی - سیاسی زندگی کی سوزش کیسی ہی سخت کیوں نہ رہی ہوں ، لیکن ذہن و فکر کی مصروفیتیں کبھی حلال نہ ہوئیں - سخت لمحوں کے وسط میں بھی ذہن کے گوشوں اور دل کے خانوں کے سپرد اعماق میں علم و نظر کے مرحلے طے ہوتے رہے ہیں ، لیکن اس طرح پیش آتا رہا کہ سیاسی زندگی کی ہنگامہ آرائیوں کے شور میں بھی قلم کی سرگرمیاں اور عہد فکر کی گرمجوشیاں رہیں - تاہم دماغ اپنے کاموں میں مشغول اور فکر اپنی کاوشوں میں سرگرم رہا :

تا دست رسم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

لیکن اس فرزانہ طبیعت میں کوئی چیز بھی اپنے طبعی خواص معطل نہیں کرسکتی - برق کے لیے ضروری ہے کہ خرمن کو جلا کر خاکستر کردے - نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک طرف ذوق علم ہمہ وقت اپنے انبار لگا رہا تھا ، تو دوسری طرف سیاسی مشغولیت کی آتش افروزیاں بھی اپنے کام میں سرگرم تھیں :

متاعی جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا !

سنہ ۱۶ - سے لیکر سنہ ۲۱ - تک یکے بعد دیگرے اس طرح کے حالات پیش آتے رہے کہ ایک طرف میں اپنا سرمایۂ فکر جمع کرتا جاتا تھا - دوسری طرف دست برد زمانہ انہیں پوری بے دردی کے ساتھہ منتشر کرتا جاتا تھا - اور چونکہ یہ خود اپنی اختیار کردہ زندگی کا لازمی نتیجہ تھا ، اس لیے صبر کے سوا چارۂ کار بھی نہ تھا :

ایں کار چو خود کردم ، با خود چہ توانم کرد ؟

(سنہ ۱۶ - سے ۲۱ - تک)

سنہ ۱۶ - میں جب بنگال سے مجھے خارج کیا گیا اور رانچی نظر بند کیا ، تو یہ وہ وقت تھا کہ البلاغ اور دارالارشاد کی مشغولیت کے ساتھہ میں نے اپنے افکار و تحقیقات کی تحریر و ترتیب بھی شروع کردی تھی - جن امور کی تکمیل و ترتیب پیش نظر تھی ، وہ کسی ایک ہی موضوع سے تعلق نہیں رکھتے تھے - بے شمار گوشے سامنے آتے تھے ، اور ہر گوشۂ نظر میں اس کثرت سے متفرق اور منتشر حقیقتیں نمایاں ہوتی تھیں کہ ان سب کا جمع کرنا ، اور اصول و کلیات کے ماتحت لانا آسان نہ تھا - ضرورت تھی کہ عرصہ تک فکر و کاوش کا معاملہ جاری رہے - بہت سی چیزیں ابتدائی شکل میں مرتب ہوئی تھیں - بہت سی ناتمام تھیں - برسوں سے دماغ اس کا عادی ہوگیا ہے کہ ہمیشہ کسی نہ کسی گوشۂ تحقیق کی فکر اور کسی نہ کسی عقدۂ کار کے حل میں مشغول رہتا ہے ، اور اسلیے بے شمار یادداشتیں جو کی لکھدیتا ہوں کسی نہ کسی معاملہ علم و تحقیق کی اصولی بنیادیں ہوتی ہیں ، قلم سے نکلتی رہتی ہیں - اُسوقت تک کم از کم ایک ہزار چھوٹے بڑے پرچے تو صرف یادداشتوں ہی کے سیاہ ہوچکے ہونگے !

فاتحۂ نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا !

یہ تمام ذخیرہ ، دماغ کا حاصل اور زندگی کا سرمایہ تھا - اسمیں سے کچھہ حصہ تو اپنے ساتھہ رانچی لے گیا تھا - باقی حصہ کلکتہ کے مکان میں چھوڑ دیا تھا - کیونکہ اُسوقت حالات کی رفتار کچھہ عجیب طرح کی تھی - نہیں کہا جاسکتا تھا کہ مستقبل میں کیا پیش آتا - لیکن جب پانچ ماہ کے بعد حکومت ہند نے میری نظر بندی کے احکام جاری کیے ، تو ایک ہی وقت میں رانچی اور کلکتہ ، دونوں جگہ خانہ تلاشی کی گئی - اور پھر اُس وقت سے کاغذات کا جو سلسلہ شروع ہوا ، وہ جاری ہوگیا - رانچی میں دو مرتبہ اور کلکتہ میں تین مرتبہ یہ معاملہ پیش آیا - کلکتہ میں صرف میرے مکان اور مطبع ہی کی تلاشی کی گئی بلکہ اُن تمام مقامات کی بھی کی گئی جہاں کوئی ادنی سا شبہ بھی میرے کاغذات کی موجودگی کا ہوسکتا تھا - کاغذات رکھنے کو متفرق مسودات کی یادداشتیں تھیں ، مختلف انشاءات ہیں - میں عموماً یادداشت فارسی میں یا عربی میں لکھا کرتا ہوں ، اور میں اختصار کے ساتھ لکھتا ہوں - پولیس کا ہم زبانہ تو اردو جاننے والا بنگالی ملازمین کے سوا کوئی نہ تھا ، ان میں کوئی مسلمان تھا بھی تو کوئی عربی فارسی سے کچھہ بھی نہیں جانتا تھا - نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کاغذ پر اصرار ہوتا کہ وہ سیاسی راز ہے ، اور سب کو ایک ڈھیر کی شکل میں جمع کرکے قبضہ میں لے لیا گیا - تلاشی احتیاط کے ساتھہ ہوئی اور احتیاط کے ساتھہ رکھے گئے ، لیکن ان میں کون تھا جو ان کاغذوں کا درد سمجھتا ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ نصف سے زیادہ اوراق تو تلاشی کے وقت ہی بے احتیاطیوں میں ضائع ہوگئے ، اور نصف جو باقی رہے ، انہیں بھی اس بے احتیاطی کے ساتھہ اِدھر اُدھر چھوڑ دیا گیا کہ کوئی ایک چیز بھی اپنی صحیح شکل میں باقی نہ رہی - پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ برباد شدہ ذخیرہ بھی پورا واپس نہیں ملا - جو کاغذات کلکتہ سے لیے گئے تھے ، بیان کیا جاتا ہے کہ کچھہ دنوں تک پولیس کمشنر کے دفتر میں رہے تھے - اتفاقاً وہاں کے ایک گوشہ میں آگ لگ گئی - اور دفتر کے سامان کے ساتھہ بعض اوراق بھی جل گئے - پولیس کے دفتر میں آگ بھی لگی تھی تو اُسی وقت ، جب یہ دفتر پریشان وہاں جمع تھا !

گری تھی جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو ؟

الہلال کا تیسرا دور

باز نوائے بلبــلاں عشق تو یاد می دھد !
ھر کہ بعشق نیست خوش عمر بہ باد می دھد !

(مقاصد و مطالب)

جب کسي چیز کے اوصاف اسکي خصوصیات کا درجہ حاصل کر لیتے ھیں تو پھر ذات اور صفات کي تفریق اٹھہ جاتي ھے - ذات کا تصور ھي اوصاف کے تصور کیلئے کافي ھوتا ھے - الہلال کے ظاھري و باطني اوصاف جتنے بھي تھے اور جیسے کچھہ بھي تھے ' خصوصیات کا درجہ رکھتے تھے ' اور اب بھي کہ گیارہ برس کي کافي مدت گزر چکي ھے ' بدستور خصوصیات ھیں - پس جہانتک مقاصد و مطالب کا تعلق ھے ' کسي تشریح و تفصیل کي ضرورت نہیں - صرف اسقدر کہدینا کافي ھے کہ الہلال تیسري مرتبہ اسلئے نکل رھا ھے تاکہ تیسري مرتبہ الہلال نکلے - الہلال کے مقاصد و مطالب کي تشریح میں اگر صفحے کے صفحے لکھڈالے جائیں ' جب بھي اتني وضاحت نہ ھوسکے گي ' جتني اس ایک جملہ میں موجود ھے :

تو خود حدیث مفصل بخوان ازین مجمل

لیکن ممکن ھے بعض طبیعتیں ایسي ھوں کہ معاني و حقیقت سے کہیں زیادہ صورت و لفظ سے آشنائي رکھتے ھیں ' یہ دعوی ہو اور انکا انتظار باقي رھے ' اسلئے بہتر ھوگا کہ چند الفاظ اس بارے میں بھي حوالۂ قلم کردیے جائیں -

(مقاصد خاص و مقاصد عام)

الہلال جب سنہ ۱۹۱۲ - میں نکلا تھا تو اس کے پیش نظر کچھہ مقاصد تو خاص قسم کے تھے اور کچھہ عام قسم کے -

عام مقاصد کا تعلق علم و ادب اور سیاست و صحافت کے تمام مباحث سے تھا ' اور مقصود یہ تھا کہ اردو زبان میں ھر اعتبار سے ایک ایسا اعلی پایہ رسالہ وجود میں آجائے جو زمانہ کي رفتار کا ساتھہ دے سکے ' اور فکر و نظر کے ھر میدان میں ایک نئي قسم کي بلندي پیدا کردے -

خاص مقاصد کا تعلق اس کي "دعوت" سے تھا - یہ دعوت مذھب میں مجتہدانہ نظر و فکر کا ایک نیا دروازہ کھولتي تھي ' اور سیاست میں آزادي فکر و عمل اور عاقبت اندیشانہ راستے کي طرف مسلمانوں کو بلانا چاھتي تھي - اس کي دعوت کا خلاصہ اس درجہ وسیع اور ذو جہات ھے کہ یہ صرف مجمل اشارہ کیا جا سکتا ھے ' یا پوري تفصیل کي محتاج ھے - اسوقت تفصیل کا موقعہ نہ تھا اور مجمل سے مقصد نہیں ہوتا - اس لئے صرف اشارہ پر اکتفا کرتا ھوں -

بہر حال اس کے مقاصد کا ایک حصہ "دعوت" تھا اور یہ خاص تھا - ایک حصہ علم و ادب اور صحافت و کتابت کے اعلی نمونوں پر مشتمل تھا اور یہ عام تھا - اسي "دعوت" کے اثر سے ملک کي سیاسي و دیني حالت (مذھبیت) میں انقلاب پیدا ھوتا چلا گیا ' تو تحریر و کتابت کے ادبیات کي رفتار بدل دیني چاھي تھي - ان دونوں قسموں کے مقاصد میں آگے کہاں تک کامیابي حاصل ھوئي ؟ اس کے جواب کا معاملہ اب تاریخ کے سپرد ھوچکا ھے - بہتر ھے کہ اس میں مداخلت نہ کي جائے -

دنیا اور دنیا کے ساتھہ ھندوستان گیارہ بارہ برس آگے بڑھچکا ھے - سنہ ۱۲ اور ۲۷ کے درمیان تغیر و ترقي کي ایک بڑي مسافت حائل ھے - تاھم جہانتک الہلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق ھے ' صورت حال میں کوئي تبدیلي نہیں ھوئي - اسکے لئے اب بھي دونوں میدان عمل ویسے ھي منتظر و باز ھیں ' جیسے سنہ ۱۲ اور ۱۶ میں تھے - اب بھي اسکي "دعوت" کیلئے وقت کي احتیاج راہ تک رھي ھے - اور اسکي تحریر و کتابت اور آرایش اوراق و صحائف کي جگہ بزم سخن میں خالي ھے - البتہ حالات کي تبدیلي نے سفر میں نہیں لیکن منزل کے مرحل میں ضرور تبدیلي کردي ھے - پہلے اگر اسکا سفر ابتدا کے نقطہ سے شروع ھوا تھا تو اب بعد کي منزلوں سے شروع ھونا چاھیے - پہلے دعوت کي ضرورت اسلئے تھي کہ راہ کھلے اور سفر شروع ھو اب کہ دروازہ کھل چکا ھے اور قدم بھي رسم و راہ سفر سے نا آشنا نہ رھے ' اسکي صدائیں اسلئے مطلوب ھیں کہ راہ کي مشکلیں حل کي جائیں ' اور سعي و طلب کے جو قدم اٹھہ چکے ھیں وہ بے راھہ روي سے محفوظ رھیں -

مرا دو خضر عنان گیر باید از چپ و راست
کہ کم رھي نہ کنم ورنہ عزم راہ خطاست !

اس سلسلہ میں اگرچہ بہت سي چیزیں اھم ھیں اور انہیں جلد از جلد بیان میں آنا چاھئے ' لیکن خصوصیت کے ساتھہ تین موضوع وقت کي ضرورت کے اصلي موضوع ھیں ' اور اسلیے الہلال کے صفحات پر انکا خصوصیت کے ساتھہ انتظار کرنا چاھئے :

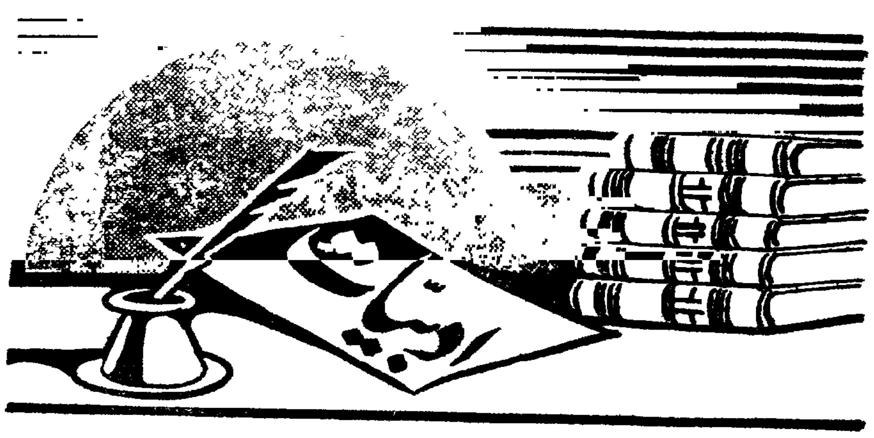
(۱) ملک کي موجودہ سیاسي زندگي کے عملي مسائل

(۲) مسلمانوں کي اجتماعي زندگي کا موجودہ ذھني اور عملي انتشار جو پچھلي خدمت کے رد عمل (ري ایکشن) کي صورت میں ظاہر ھوا ' اور اسکے عملي مسائل و مباحث .

(۳) مسلمانان ھند کي مذھبي و اجتماعي دعوت کي تشکیل اور اسکے اھم مباحث .

(الہـلال کے دیني و علمي مباحث)

ان علاوہ ایک اور قسم بھي اھم ھے - الہـلال نے اپنے دیني و علمي مباحث میں نظر و تحقیق کا ایک خاص دروازہ کھولا تھا ' لیکن وہ محض ابتدا تھي - ضرورت تھي کہ ان بنیادوں پر عمارتیں اٹھائي جاتیں - بارہ سال گزر گئے - لوگ انتظار کرتے رھے - تھک گئے انتظار و طلب نے مایوسي کي شکل اختیار کرلي - لیکن مجھے مہلت نہ ملي کہ اس کام کي تکمیل و اشاعت کي طرف متوجہ ھوتا - جو اصحاب علم و ذوق ان چیزوں کے طالب ھیں ' ان پر میري ملکي مشغولیتیں شاق گزرتي تھیں - وہ چاھتے تھے ' ھمہ تن انھي کاموں کیلئے وقف ھو جاؤں - میں اپني سیاسي مشغولیت ترک کردینے پر قادر نہ تھا - اب بھي قادر نہیں ھوں - لیکن ساتھہ ھي یقین رکھتا ھوں کہ نہ صرف علمي و دیني تحقیقات کے لحاظ سے بلکہ خود قوم کي عملي زندگي کي صحیح نشوونما کیلئے ان کاموں کي تکمیل سب سے زیادہ ضروري ھے -



موجودہ ترکی شاعری کا ایک نمونہ

شاعر اور بلبل

موجودہ عہد کے ترک اہل قلم نے جدید ترکی علم ادب کو دو قسموں میں منقسم کردیا ہے- پہلی قسم "قبل از دستور" کی ہے- دوسری "بعد از دستور" کی - "دستور" سے مقصود سنہ ۱۹۰۸ کا انقلاب ہے جب عثمانی پارلیمنٹ قائم ہوئی تھی -

عہد "بعد از دستور" کے شعرا میں ضیاء الدین خسرو زادہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں - عالمگیر جنگ سے پہلے انکے کلام کا ایک مجموعہ "نغمۂ فلک" کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس درجہ مقبول ہوا تھا کہ فرانسیسی اور طلیانی زبانوں میں بھی اسکا ترجمہ ہوگیا - اب انکے کلام کا ایک نیا مجموعہ "نغمۂ ارض" شائع ہوا ہے - "نغمۂ فلک" میں اجرام سماوی کی بزم طرب آراستہ کی گئی تھی - یعنی نغمۂ ارض زمین کے مناظر حسن اور سامان جمال کی طرف دعوت نظر اور صلائے ذوق ہے !

اس مجموعہ میں پہلی نظم "شاعر اور بلبل" کے عنوان سے ہے اور چار حصوں میں ختم ہوئی ہے - ہم اسکے ایک حصہ کا ترجمہ آج شائع کرتے ہیں- اردو کے شائقین ادب اس سے اندازہ کرسکینگے کہ موجودہ ترکی شاعری کے ذوق و تخیل کا کیا حال ہے ؟

* * *

"شاعر اور بلبل"

شعراء نے بلبل دیکھی اور اس سے سوال کیا :

"گانا ختم کرنے کے بعد تیری جگہہ کہاں ہوتی ہے ؟"

بلبل نے جواب میں اپنے شیریں راگ شروع کردیے - سب کے دل گرما گئے - سب کے سر جھک گئے - ایک لمحہ کامل خاموشی میں گزر گیا !

آخر ایک شاعر نے سر اٹھایا :

"کیسی عجیب چڑیا ہے ! دنیا کی تمام زبانیں سمجھتی ہے - اسی لیے روئے زمین کے سب ملکوں کی سیاحت کرچکی ہے !"

دوسرے نے کہا :

"بے شک یہ تمام زبانیں سمجھتی ہے - لیکن خود ایک ایسی زبان بولتی ہے جسے گو سمجھتے سب ہیں مگر بول کوئی نہیں سکتا — "

سب گردنیں جھکاکر بحر خیال میں ڈوب گئے - پھر کسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا !

* * *

شاعر جمع تھے - رات کا وقت تھا - تاریکی پھیلی ہوئی تھی - چمن زار سے بلبل نکلی - قریب کے درخت پر آ بیٹھی - دلکش نغمے بلند ہوگئے - ہر شاعر کا سر بے اختیار اٹھ گیا -

مجمع پر کامل خاموشی چھائی تھی !

راگ دلفریب اور فضا غمناک تھی !

ایک شاعر کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں :

"جا، جا — او خوش گلو گویے جا — دوست عزیز — آہ تو نے میرے وطن کے شفاف آسمان کے نیچے پرورش پائی ہے — میرے دل کے دونوں پٹ تیرے لئے کھل گئے — میں تجھسے محبت کرتا ہوں — وطن عزیز اور میرے دوستوں کا حال سنا — مجھے وہ دل کشا باغ و چمن یاد ہیں — وہ بلوری نہر — وہ چھوٹی سی پہاڑ کی چوٹی — زرافشاں کرنوں میں چمکتی ہوئی — وہ آباد شہر، مجھے سب کچھہ ابتک یاد ہے — تیری شیریں آواز نے فراموشی کے بادل میرے دماغ سے ہٹا دیے — یاد داشت رفتہ واپس آگئی — تذکار محزون نے پھر زخم دل بنکر نشتر چبھو دیا - آہ ! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے کان پانی بہنے کا شور سن رہے ہیں — پہاڑوں اور جنگلوں سے پانی لہراتا ہوا باغوں میں چلا آ رہا ہے - ہرے بھرے باغ — سرد و شیریں پانی — افسوس ! میں پردیس کی مصیبتیں کیوں جھیل رہا ہوں ؟ رنج و کلفت میں کیوں اسیر ہوں — ؟"

بلبل نے راگ میں جواب دیا :

"آسمان پر سورج چاند کی جوڑی ہمیشہ بنی رہے ! ستاروں کی بزم عشرت کبھی برہم نہ ہو ! ہم ہر وقت انسے لطف اٹھاتے ہیں — چشموں کے منہ ہر انسان کیلئے کھلے ہیں — امیدوں کا طائر میمون ہر دل پر بازو کھولے اڑ رہا ہے - محبت کی دیوی سب سے ہم آغوش ہونے کو طیار ہے — مسرت کی مقدار لا متناہی ہے — عیش حیات کی صراحی کبھی خالی نہیں ہوئی — کامرانی کا جام ہمیشہ سے گردش میں ہے — جتنا جی چاہے پی لو — آخر کار ہم ایک ہی مکان کے صحن میں جمع ہونگے — وہاں اس اخری وطن میں، اپنے محبوب عزیز کو گلے لگائینگے — ".

روتے ہوئے شاعر نے ٹھنڈی سانس بھری اور چپ ہوگیا . . .

* * *

دوسرے شاعر کی اندرونی آواز بلند ہوئی :

"میرے وطن کی سرحدیں کس طرح طے کیں ؟ — خوبصورت چڑیا ! ہم وطنوں نے تجھے کیوں جانے دیا ؟ — کسی نے بھی تجھے نہیں روکا ؟ — کیا تو پھر وہاں جائیگی ؟ — اگر جائیو تو مجھے بھی ساتھ لیتی جائیو — پھولوں سے لدے پھندے باغ اپنے ساتھہ لے چل ! آہ وہ باغ جنکی مخملی زمین پر میری معصوم زندگی کٹی — میں یہاں غمزدہ ہوں — زندگی اور کامرانی کا بوسہ حاصل کرنے سے پہلے ہی قبر کی آغوش میں چلا جاؤنگا - آہ ! زندگی اور کامرانی کا بوسہ — نئے چمکتے ہوئے آفتاب کا بوسہ — ماہ دو ہفتہ کی سیر اور پر عیش کرنوں سے ہم آغوشی — لیکن میری قبر پر ایک قطرہ آنسو بھی نہیں بہایا جائیگا — "

بلبل نے جواب دیا :

"آفتاب و ماہتاب کی جوڑی سلامت رہے — زندگی میں سب انسے مسرت لوٹتے ہیں — ہم سب کے سروں پر آسمان کی نیلی شمع تنی ہے — ہر دل میں آرزوئیں ہیں - ہر زخم

ان مسودات میں حسب ذیل کتابیں ایک حد تک مرتب تھیں :

تاریخ معتزلہ - سیرۂ شاہ ولی اللہ - دیوان غالب اردو پر تبصرہ - خصائص مسند د امثال القران - شرف جہاں قزوینی پر تبصرہ - مقدمۂ تفسیر کے تمام اجزاء - ترجمان القران کا مسودہ سورۂ ہود تک - تفسیر البیان سورۂ نساء کے ابتدائی حصہ تک - مضامین اور یاد داشتوں کا ذخیرہ انکے علاوہ ہے - قیام رانچی کے ابتدائی زمانے میں دو رسالے نئے لکھنا شروع کیے تھے - ایک وحدۃ قوانین کائنات پر - دوسرا قانون انتخاب طبیعی اور معنویۃ کائنات پر - انکے اوراق بھی اسی ذخیرہ میں شامل ہوگئے -

اسکے بعد رانچی کی زندگی میں وہاں کی مقامی خدمات سے جسقدر وقت بچا' تصنیف و تالیف میں صرف ہوا - مقدمہ' ترجمہ اور تفسیر کے بارے میں بہت سی تبدیلیاں فکر و خیال میں ہوگئی تھیں - تقریباً از سر نو کام شروع ہوا تھا - جنوری سنہ ۲۰ - میں اپنا تمام نیا ذخیرہ لیکر رانچی سے نکلا - اس مرتبہ ارادہ کرلیا تھا کہ کم از کم ترجمان القران کسی نہ کسی طرح شائع کر دینا چاہئے - اسی خیال سے متن قران کی کاپیاں ایک دوست عزیز نے اپنے اهتمام و صرف سے لاهور میں لکھوالیں' اور ترجمہ کی کتابت کا کام بھی ستمبر ۱۹۲۱ - میں شروع ہو گیا -

اگر پانچ چھ ماہ تک بھی یہ حالت باقی رہتی' تو باوجود ہر طرح کی سیاسی مشغولیت کی سرگرانیونکے' عجب نہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ ایک چیز مکمل ہوجاتی - لیکن اسے کیا کیجیے کہ اگر ایک طرف ان خرمن سازیوں اور سرمایہ اندوزیوں کی کوششیں جاری تھیں - تو دوسری طرف نگاہ برق کی دعوت میں بھی کوتاہی نہیں ہوئی تھی - ۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو میں گرفتار ہوا' اور پھر خانہ تلاشیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا - مختلف اغراض سے (جنکی تشریح کا یہ موقعہ نہیں) پے در پے تلاشیاں لی گئیں -

نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف بے شمار مسودات و اوراق' بلکہ کتابت کی ہوئی کاپیوں کا بھی تمام ذخیرہ پریشان و منتشر ہوکر پولیس کے قبضہ میں چلا گیا - ۲ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب رہا ہوکر واپس آیا' تو سنہ ۱۹۱۳ - سے لیکر سنہ ۲۰ - تک کی تمام محنت تقریباً رائگاں ہوچکی تھی!

و ملتی بسا عدنا الوصال و دهرنا * یومان' یوم نوی و یوم صدود

عرصہ کی رد و کد کے بعد اوراق واپس ملے' لیکن تمام تر ناقص' منتشر' اور برباد شدہ تھے - اب بغیر نئی محنت کے ان کا کوئی حصہ بھی کام نہیں دے سکتا تھا - یہ بربادی پہلی بربادی سے بھی زیادہ همت شکن تھی' لیکن چونکہ خود اختیاری حالات کا نتیجہ تھی' اس لئے جس طرح پہلی مرتبہ صبر و خاموشی کے ساتھ برداشت کرلی گئی تھی' اس مرتبہ بھی برداشت کرلینی پڑی - حتی کہ آج سے پہلے شاید سکا تذکرہ بھی قلم و زبان سے آشنا نہیں ہوا -

جن لوگوں کو تصنیف و تالیف کے معاملات کی خبر ہے' وہ جانتے ہیں کہ ایک مفکر اور اہل قلم کے لئے یہ بات کتنی مشکل اور اذیت دہ ہوتی ہے کہ اپنی لکھی ہوئی چیز برباد دیکھے اور دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور ہو - مشہور ہے کہ جب کارلائل کی تاریخ انقلاب فرانس کا مسودہ جل گیا' تو عرصہ تک اس کا یہ حال تھا کہ قلم اٹھاتا اور بغیر ایک حرف لکھے چھوڑ دیتا - کارلائل کا حادثہ اتفاقی تھا - اس لیے اسے شکایت زیب دیتی تھی اور اُس کی بے شکیبی بھی قابل ملامت نہیں - لیکن مجھے جو حوادث پیش آئے' اتفاقی نہ تھے - اختیاری تھے - اس لیے دل کے لیے کتنے ہی درد انگیز اور همت شکن ہوں' لیکن دماغ کے لیے ان میں کوئی وجہ شکایت نہیں ہوسکتی تھی - مجھے دونوں مرتبہ تسلیم کرلینا پڑا کہ یا تو اس طرح کی زندگی اختیار نہیں کرنی تھی - یا کی ہے تو پھر اس کے تمام لازمی نتائج گوارا کرلینے چاہئیں - سرمد کا فیصلہ صرف ایک گوشۂ عشق ہی کا نہیں بلکہ انسان کی تمام مصیبتوں کیلئے عام و ابدی فیصلہ ہے :

یا تن بہ رضاء دوست می باید داد * یا قطع نظر ز یار می باید کرد !

قصد کے خلاف اس حصۂ بیان میں بہت طول ہوگیا - مختصر یہ ہے کہ جہانتک میری مذہبی اور علمی تدوینات کا تعلق ہے' حالات کی رفتار کچھہ عجیب طرح کی رہی ہے - عرصہ کے انتظار و التواء اور بار بار کی تعمیر و تخریب سے طبیعت کچھہ اس طرح آگتا گئی ہے کہ اب نہ تو ترتیب و ضبط کی طرف مائل ہے' نہ آرائش گفتار اور زینت بیان کا شوق ہے - صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح بھی بنے' اور جس شکل و حالت میں بھی ممکن ہو' وہ تمام مطالب و تحقیقات ایک مرتبہ شائع ہو جائیں' جو اس تمام مدت کی دماغی گردش و جستجو کا نتیجہ ہیں -

چنانچہ اب کہ الہلال دوسری مرتبہ شائع کرنا پڑا ہے' اسکے صفحات کا ایک خاص حصہ اس مقصد کیلئے بھی وقف رہیگا -

البتہ یہ یاد رہے کہ نہ تو ہر طبیعت ان مباحث کی شائق ہے اور نہ ہر مخاطب انکے بار فہم کا متحمل :

بزم میں اہل سخن بھی ہیں تماشائی بھی !

رسالہ کی حسن ترتیب بھی اسکی متحمل نہیں کہ کوئی ایک ہی قسم کی چیز زیادہ جگہ روک لے - اسلئے ناگزیر ہے کہ حسب گنجائش حسبہ جستہ جگہ نکالی جائے' اور ترتیب اشاعت ایسی اختیار کی جائے کہ صحبت کا ذائقہ بدلتا رہے - ایک ہی سلسلۂ بیان سے طبیعتیں اکتا نہ جائیں -

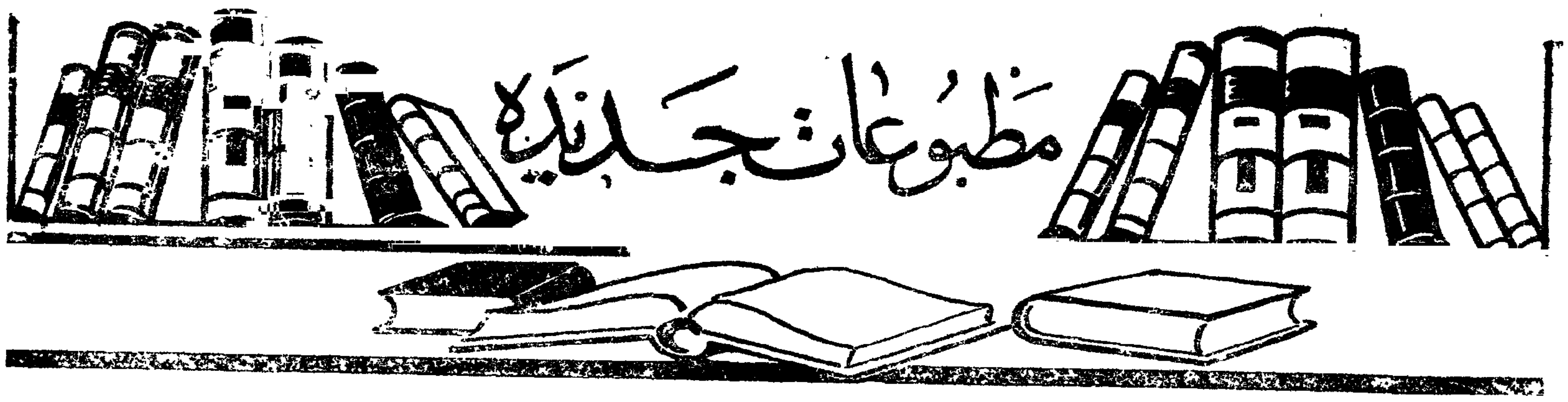
(عام مقاصد)

لیکن اگر ان خاص مقاصد سے قطع نظر کر لی جائے' جب بھی عام مقاصد کی ضرورت و اہمیت کا یہ حال ہے کہ اگر الہلال کے درجہ کے دس رسالے بھی ملک میں شائع ہوں جب بھی ضرورت پوری نہوگی -

چند حقیقتیں صاف اور تسلیم شدہ ہیں - یقیناً ان میں دو رایوں کی گنجائش نہیں : موجودہ زمانہ " پریس " اور مطبوعات کا زمانہ ہے - یہ صرف علم و ادب کی ترقی کیلئے بلکہ قومی و اجتماعی زندگی کی نشو و نما کیلئے بھی انکا وجود ناگزیر ہے - علم و ادب کی صحیح ترقی بجائے خود قوم کے اجتماعی ذہن و فکر کی ترقی ہے - جیسی جیسی اسکی سطح بلند ہوگی' اتنی ہی قومی زندگی کی سطح بھی بلند ہوتی جائیگی - جہانتک " پریس " اور صحافۃ (جرنلزم) کا تعلق ہے' دنیا اسقدر آگے نکل چکی ہے کہ اب دس برس پیشتر کی صحافۃ صدیوں کی پرانی چیز معلوم ہوتی ہے - قومی زندگی کی تعمیر کیلئے ایک بنیاد کی ایسی زبان ہے - زبان کی ترقی کے لئے پہلی چیز اُسکی ادبیات (لٹریچر) ہیں - ادبیات کی نشو و نما بغیر اعلی درجہ کے رسائل و مطبوعات کے ممکن نہیں -

یہ' اور اس طرح کی وہ تمام باتیں جو معروف و معلوم ہیں' اگر صحیح ہیں' تو کیا اسکی ضرورت لوگ محسوس نہیں کرتے کہ تمام بر اعظم ہند میں کم از کم ایک رسالہ اُردو کا ایسا موجود ہو جو اپنی ظاہری اور باطنی خصوصیات میں دنیا کی ترقی یافتہ صحافۃ کا نمونہ پیش کرسکے ؟

دنیا نے انیسویں صدی کے اوائل میں طباعت و صحافۃ کا کام جس نقطہ پر چھوڑا تھا' اُردو زبان کی صحافۃ سنہ ۱۹۲۷ - میں اُس پر قناعت کیے ہوے ہے - آخر یہ حالت کب تک باقی رہیگی ؟



کیا یورپ میں عربي نسل موجود ھے ؟

مندرجۂ صدر سوال کے جواب میں ڈاکٹر احمد شاھین ایک مصري اھل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شائع کي ھے جو مصر کي تازہ ڈاک میں آئي ھے - اِس میں مختلف تاریخي اور جغرافیائي مصادر سے ثابت کیا ھے کہ اسوقت تک براعظم یورپ کے مختلف مقامات میں عربي نسل کي آبادیاں موجود ھیں - غالبا اس موضوع پر یہ پہلي کتاب ھے جو تاریخي تحقیقات کا ایک نیا میدان اھل نظر کیلئے مہیا کرتي ھے - مصنف نے فرانس کي عربي النسل آبادي کے بارے میں جو کچھہ لکھا ھے ' ھم اس کا خلاصہ یہاں ترجمہ کر کے درج کرتے ھیں :

" ساتویں صدي کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمراني کي تھي - دسون کے علاقہ پر اُنکا پورا قبضہ تھا اور یگور ' رونگ ' جیود ' زان ڈگلے ' لیوا ' اور وادي رون تک اُنکي موجیں بڑھتي رھتي تھیں - اُنکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈاکٹن تھا ' اور برابر مقابلے کر رھا تھا - لیکن جب اُسکا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا ھو گیا ' تو اُس نے عربوں سے صلح کرلي اور اپني لڑکي عرب سپہ سالار عثمان بن عني سے بیاہ دي - اِسکے بعد سنہ ۲۵۵ ھ میں خود عربوں میں پھوٹ پڑ گئي - سپہ سالار عثمان نے خلیفۂ اندلس سے الگ ھو کر خود مختاري کا اعلان کر دیا - خلیفہ نے اُسکي سرکوبي کیلیے ایک فوج گراں بھیجي - اھل یورپ نے یہ حالت دیکھي تو باھم متفق ھو کر عربوں کے مقابلہ پر آ گئے اور " بواتیہ " کا تاریخي معرکہ واقع ھوا - عربوں کو شکست ھوئي ' اور وہ فرانس میں ھرطرف بھاگ نکلے - فرانس کے عام باشندوں نے انکے ساتھہ بد سلوکي نہیں کي ' بلکہ مفروروں کا گرم جوشي سے خیر مقدم کیا - اُنکي شرافت ' نیکي ' اور اخلاق کي شہرت وہ مدت سے سنتے آئے تھے ۔

فرانسیسیوں کا یہ حسن ظن آج تک باقي ھے - دیہاتوں میں ابتک عربوں کي شجاعت اور فیاضي کي داستانیں پھیلي ھوئي ھیں جب کاموں سے فارغ ھوکر فرانسیسي کسان رات کے وقت بیٹھتے ھیں تو یہ پراني کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے ھیں ۔

مقام کونٹر کسویل کے قریب ایک گاؤں " کرنبلیہ " نام موجود ھے - یہاں کے باشندے عام فرانسیسیوں سے بالکل علحدہ زندگي بسر کرتے ھیں - اُنسے رشتہ داریاں بھي منظور نہیں کرتے - اِنکي زبان بھي خاص ھے دوسرے لوگ اُسے نہیں سمجھتے - کیونکہ اُس میں عربي الفاظ بکثرت موجود ھیں - یہ لوگ شادي کي تقریب میں فرانسیسوں کي طرح ناچ کے جلسے بھي نہیں کرتے - اپني عورتوں کو باھر نکلنے سے بھي روکتے ھیں - اُنکي اکثر عورتیں ابتک برقعہ پہنتي ھیں ۔

فرانس کے اندروني علاقوں میں بکثرت ایسے دیہاتي موجود ھیں جو اپنے رنگ ' ذھانت ' اور محنت و مشقت میں عام فرانسیسیوں سے بالکل مختلف ھیں یہ لوگ بھي در اصل عربي نسل سے ھیں - ملک کي آب و ھوا نے اُنپر زیادہ اثر نہیں ڈالا - صرف زبان بدل گئي ھے - تاھم " اللہ " کا تلفظ اسوقت تک صاف ہوتے ھیں - اِس لفظ کا استعمال اُنکي زبان میں عام ھے - اور بھي بہت سے عربي لفظ اُنکي بول چال میں موجود ھیں ۔

یہي باعث ھے کہ مشہور فرانسیسي مورخ مسیو جیمو نے لکھا ھے :

" جب کسي انسان کو دبلا ' سانولا ' تیز نظر ' اور جري پاؤ ' تو سمجھہ لو کہ وہ قدیم عربوں کي نسل سے ھے "

ایک دوسرا مورخ تصریح کرتا ھے :

" میں نے بہت سے فرانسیسي کسان ایسے دیکھے ھیں جنکے نام ابتک عربي ھیں - مثلاً فتح اللہ ' عبد اللہ ' ذات اللہ وغیرہ - اُن کي زبان بھي عربي کے لہجہ کي رنگت لیے ھے - میرے سوال پر اُنھوں نے بتایا کہ اُن کا نسب محفوظ ھے اور یہ کہ وہ عربي النسل ھیں "

ڈوسب اور ڈوربان نوئے کے علاقوں کے باشندے ابتک عربوں کو یاد کرتے اور اُن کي بڑي تعریفیں کرتے ھیں - وہ تمام قدیم آثار اور شکستہ قلعوں کو عربي بتاتے ھیں - مغربي اور متوسط فرانس میں ابتک بہت سي عربي یادگاریں مثلا پھاٹک اور کنویں وغیرہ موجود ھیں - اُن کے نام بھي عربي ھیں - اگرچہ اُنھیں فرانسیسي لب و لہجہ نے مسخ کر ڈالا ھے ۔

تاریخ ' عربي فتوحات کي برکتوں کے ذکر سے لبریز ھے - اُنھوں نے صرف یہي نہیں کیا کہ اُن تاریک زمانوں میں علم کا نور فرانس میں پھیلایا بلکہ ھر طرح کي تمدني اصلاحات بھي جاري کیں - چنانچہ آب پاشي کے ذرائع اُنھي نے مہیا کیے اور باشندوں کو اُنسے فائدہ اٹھانے کے طریقے سکھائے - مختلف قسم کے غلے نئے گئے اور اُنکي کاشت رائج کي - الپس کے پہاڑوں پر عمدہ گھاس مویشیوں کیلئے اُنھي کي پیدا کي ھوئي ھے - اوبوسوں کے علاقے میں دري اور قالین بننے کے کارخانے قائم کئے - کورتین نامي گاؤں میں ابتک اِن کارخانوں کے عرب مزدوروں کي نسل موجود ھے - عربوں کے جانے سے پہلے فرانسیسي کشتي اور جہاز بنانا نہیں جانتے تھے - عربوں ھي سے اُنھوں نے یہ فن سیکھا - موسیو فرومندین اور گیلومیہ وغیرہ مورخیں نے اپني کتابوں میں ثابت کیا ھے کہ اھل فرانس نے فن تعمیر بھي عربوں ھي سے سیکھا تھا - اِسکا زندہ ثبوت ابتک موجود ھے - فرانس کا موجودہ فن تعمیر صاف بتا رھا ھے کہ عربي ذوق اُس میں کار فرما ھے "

میں امیدوں کا بسیرا ہے ـــ سب کا مسرت میں حصہ ہے ـــ نہ تو سورج کی کرنوں نے کبھی بخل کیا - نہ چاند کی بخشش جمال میں کبھی کوتاہی ہوئی ـــ آخر کار ہم سب ایک ہی چار دیواری میں جمع ہونگے ـــ وہاں اپنے محبوب عزیز کے بوسہ ہاے عشق سے لذت دوام حاصل کرینگے ! "

***

مگر اُس وقت کالی گھٹائیں ہٹ گئیں - ستاروں کے جھرمٹ میں بدر منیر جھومتا ہوا بر آمد ہوا -

تمام تاریکیاں معدوم ہوگئی تہیں - آسمان کی مجلس شب افروز آراستہ تھی - نور کے فرشتے صف بستہ کھڑے تھے !

ایک شاعر نے دبی زبان سے کہا :

" بلبل اپنی نغمہ سرائی میں صادق اور اپنے زیر و بم میں معصوم ہے ـــ یہ دیکھو ماہتاب سامنے ہے ـــ اسکی روپہلی چاندنی ہمیں دعوت نشاط دے رہی ہے ! آخر کار دوستوں سے ملاقات یقینی ہے ـــ پھر ہم کیوں رنج کریں ؟ کیا سورج کی چمک ' چاند کی مسکراہٹ ' ستاروں کی شب افروزی ' پھولوں کا قہقہہ ' شاخوں کا رقص ' باد صبا کی اٹکھیلیاں ' دریاؤں کی خوش خرامی ' اور پھر فطرۃ کے اس تمام جلوہ زار عیش و جمال کے سامنے اس مطرب کائنات کی نغمہ سنجی ' ہمارے سرور روح کیلیے کافی نہیں ؟ "

سب کے چہروں پر اطمینان کا سکون پھیل گیا - لبوں پر تبسم دوڑنے لگا - گویا اس طائر میمون نے فکروں کا پہاڑ سر سے گرا دیا -

اب ہجر و فراق کا تلخ جام سب کے سامنے سے ہٹ گیا تھا - عیش دوام کی صراحی سب کے منہ سے لگی تھی !

***

آتش دان کے سامنے ایک بڑھا چپ بیٹھا تھا - افسردہ نگاہیں آگ پر تہیں - ٹھنڈی سانس لیکر بولا :

" آہ ! میں اس ایندھن کی طرح ہوں جو قریب ہے کہ سب لکڑی جل جائیگی ـــ بالکل جل جائیگی ـــ اِسی طرح میں بھی عنقریب جل جاؤنگا ـــ سر تا سر جل جاؤنگا ـــ "

لیکن فوراً بلبل کی آواز کان میں آئی - مایوس بڑھا جھنجھلا کر بولا :

" چپ او زبان دراز چڑیا چپ ـــ جوانی کے دن یاد نہ دلا ـــ وہ دن جب جسم میں قوت اور چستی تھی ـــ جب نہ آنکھیں دیکھنے سے تھکتی تہیں ' نہ کان سننے سے ـــ خوشی کے دنوں کی یاد تازہ نہ کر ـــ میں اب زندہ اور پر امید انسان کی جگہ ہڈیوں کا ایک ڈھیر ہوں ـــ مجھے پچھلا زمانہ بھول جانے دے ـــ "

بلبل نے جواب دیا :

" ماضی بعینہ مستقبل ہے ـــ اگر مستقبل تاریک ہے تو ماضی کی یاد اُسے روشن کر دیگی ـــ ماضی کی روح پرور نسیم ' حاضر کی گرمی ہلکا کر دیگی ـــ آفتاب زندگی ہر وقت درخشاں ہے ـــ خود ہم اُسے اپنے فکروں کے بادلوں سے چھپا دیتے ہیں ـــ "

ماضی ' حاضر ' مستقبل ' تینوں بڑھے کے دماغ میں آگئے اور مل جل گئے - دل میں گدگدی پیدا ہوئی - آرزوں کے معطر پھول شگفتہ ہوگئے - وہ پھول جو چالیس برس کی عمر میں کلیوں کی پنکھڑیاں توڑ کر مسکرائے تھے !

بڑھے نے آہستہ سے کہا :

" بلبل نے سچ کہا ـــ بے شک زندگی کا آفتاب ہر وقت روشن ہے ـــ شباب اور پیری ایک ہی ہے ـــ عاقل پیری کو بھی جوانی بنا سکتا ہے ـــ بشرطیکہ جوانی کا پرجوش پانی بڑھاپے کے ساکن پانی میں ملا دے ـــ مسرت کے دنوں کی یاد سے بڑھکر بھی کیا اس دنیا میں کوئی مسرت ہو سکتی ہے ؟ "

پھر وہ چارپائی پر لیٹ گیا اور بلبل کے نغموں میں بے خبر سو گیا !

ماں

(مادری محبت و شعور پر چند خیالات)

" دنیا کا سب سے زیادہ دلکش اور مؤثر منظر کیا ہے ؟ ماں کے وجود کا منظر ہے جب وہ اپنے بچہ کو مامتا بھری نظروں سے دیکھتی ہے ! اس سے زیادہ دلفریب نظارہ کوئی نہیں ہوسکتا کہ ہر قسم کے افکار و خیالات سے خالی الذہن ' سادہ دل بچہ کودتا اچھلتا پھرتا ہے ' اور اُسکی ماں مادرانہ محبت و ہوشیاری سے اُسکی معصومانہ حرکتوں کی نگرانی کر رہی ہے ! " (ناصف کمال)

***

" اُس احساس سے زیادہ خوشگوار احساس شاید کوئی نہیں جو ماں کے دل میں اپنے بچہ کے دیکھنے کے وقت پیدا ہوتا ہے - اس احساس سے زیادہ الم ناک احساس کوئی نہیں جو ماں اپنے بچہ کو تکلیف میں دیکھکر محسوس کرتی ہے - اس بات میں عورت ' مرد سے کہیں زیادہ زندگی اور زندگی کی حقیقت کا شعور رکھتی ہے "

" انسان ' باپ سے زیادہ ماں سے متاثر ہوتا ہے - سب سے پہلی صورت جو ہمارے ذہن میں قائم ہوتی ہے وہ ہماری ماں ہی کی صورت ہوتی ہے - ہم زندگی بھر اُس صورت سے متاثر رہتے ہیں - جب ہم حسن کا احساس کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اپنی ماں کا وہ چہرہ آجاتا ہے جو ہمیں ہنسایا کرتا تھا - کبھی ہم اُسی کے خط و خال کو نا دانستہ حسن کا معیار قرار دیتے ہیں - ہم اپنی ماں کے کس قدر مزاج داں ہوتے ہیں ؟ صرف اُس کی آنکھیں دیکھکر ہم سمجھہ جاتے ہیں کہ وہ خوش ہے یا ناخوش ' حالانکہ ہم بالکل بچہ ہوتے ہیں اور ہمارا سادہ ذہن دنیا کی کوئی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا " (بوفی)

***

" دنیا کی کوئی زبان بھی مادری محبت کی قوت ' خوبصورتی اور بہادری کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی - مرد جھجک کر رہ جاتا ہے - اُس کی قوت جواب دے جاتی ہے ' مگر ماں اپنے بیٹے کی محبت میں کبھی کمزور اور سست نہیں پڑتی - ماں ہمیشہ امانت و اخلاص کا ستارہ بنکر زندگی کے اِس صحرا میں اپنے بچے کی رہنمائی کرتی رہتی ہے " (شاپن)

***

" باپ بے اعتنائی کرسکتا ہے - بھائی دشمن بن سکتا ہے - زن و شو میں عداوت پیدا ہوسکتی ہے - لیکن ماں کی محبت میں کبھی فتور نہیں پڑ سکتا - وہ زندگی بھر یکساں حالت میں تر و تازہ رہتی ہے - لڑکا کتنے ہی قصور کرے ' ماں کی محبت برقرار رہتی ہے - وہ ہمیشہ آس لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کسی نہ کسی دن اُس کا لخت جگر نادم ہوکر اُس کی شفقت بھری گود میں ضرور آجائیگا - ماں زندگی بھر بچہ کی مسکراہٹ یاد رکھتی ہے - وہ مسکراہٹ جو اُس کے سینہ کو مسرت سے لبریز کردیتی تھی ! اِس یاد کی موجودگی میں وہ کسی طرح بھی اپنی مادری محبت سے دست بردار نہیں ہو سکتی " (واشنگٹن اورنگ)

ذریعہ جسم انسانی تک پہنچ جاتی هیں - یہ اثر اگرچہ خطرناک نہیں ھے مگر کافی گھبراھٹ اور دھشت طاری کردیتا ھے - اس مچھلی کی یہ برقی قوت ایک مرتبہ عمل کرنے کے بعد پھر عارضی طور پر ختم ھو جاتی ھے اور جب تک کچھہ عرصہ سکون و آرام کی زندگی بسر نہ کرلے کام نہیں دےسکتی ۔

تارپیڈو کی تقریباً بیس قسمیں گرم اور نیم گرم سمندروں کے متفرق حصوں میں پائی جاتی هیں۔

(نیل کی برقی مچھلی)

برقی مچھلیوں کی دوسری جنس دریاے نیل میں پائی جاتی ھے ' جس کو علمی اصلاح میں الکٹریکس مالپٹیرورس (Electricus Malapterurus) کہتے هیں - اس کی صورت تارپیڈو مچھلی سے مختلف ھے - یہ ایک چھوٹی سی مضبوط روغن‌دار مچھلی ھے جس کی کھال چکنی اور پر چھوٹے چھوٹے ھوتے هیں - اسکی مونچھیں بھی ھوتی هیں مگر چھوٹی - بھورے جسم پر چھوٹے بڑے سیاہ داغ ھوتے هیں - اس مچھلی کا بھی برقی آلہ تقریباً تارپیڈو مچھلیوں کی طرح ھوتا ھے ۔

(ستارہ بیں)

برقی مچھلیوں کی تیسری قسم داغدار ھے - اس کا اصطلاحی نام اسٹروسکوپس گوٹیٹس (Astrascopus guttatus) ھے - اسکی شکل سب سے علحدہ اور عجیب ھوتی ھے - یہ ایک چھوٹی مگر قوی‌الجثہ مچھلی ھے جو ایک فٹ لمبی اور صورت میں مینڈک سے مشابہ ھوتی ھے - اسکا سر بڑا اور اوپر کی طرف چپٹا ھوتا ھے - اسکے ٹھوس اور کھردرے بدن پر چھوٹے چھوٹے چھلکے ھوتے هیں - جسم کے اوپر کا حصہ چھوٹے چھوٹے گول داغوں سے بھرا ھوتا ھے ۔



تارپیڈو برقی مچھلی

اس کی اصلی خصوصیت اسکے سر کی ساخت ھے - یہ سر ایک مربع بکس کی طرح ھوتا ھے - دونوں آنکھیں سرے پر اس طرح لگی ھوتی هیں کہ ادھر ادھر یا نیچے نہیں دیکھہ سکتیں - یہی وجہ ھے کہ اسکا نام ستارہ بیں (Star gazer) رکھا گیا ھے ۔

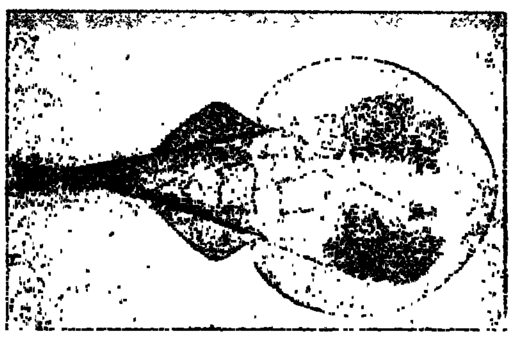
اس مچھلی کی آنکھوں کے پیچھے چکنے چمڑے کے دو چھوٹے چھوٹے برقی خزانے ھوتے هیں - پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر آلرک ڈاھلگرن (Ulric Dahlgren) نے اس برقی خزانے کے اجزاء کا مطالعہ کیا ھے - اس برقی آلہ کی ساخت بالکل نئی وضع کی ھے - اس میں بہت سے مسطح پرت مساوی مقدار کے ھوتے هیں جنکو الکٹروپلیکس (Electroplax) کہتے هیں ' اور هر دو پرتوں کے درمیان ایک گاڑھا قوام ھوتا ھے - ستارہ بیں مچھلیوں کی بہت سی دوسری قسمیں جاپان اور یورپ کے ساحلوں پر ملتی هیں - چونکہ یہ مچھلیاں گوشت خوار هیں ' اسلئے قرینہ یہی ھے کہ چھوٹی مچھلیاں برقی صدمے سے بیہوش ھوکر انکے وسیع دھانے کا نوالہ بن جاتی ھونگی ۔

(برقی ایل)

جس مچھلی میں سب سے زیادہ برقی قوت ودیعت کی گئی ھے وہ برقی ایل (Eel) ھے جسکا اصطلاحی نام الکٹریکس الکٹروفورس (Electricus Electroforus) ھے - یہ مچھلی برازیل اور گائنا کے دریاؤں میں پائی جاتی ھے - ایل مچھلی کو هندوستان میں بام مچھلی کہتے هیں اور کھائی بھی جاتی ھے - برقی ایل اگرچہ اپنی لمبی اور سانپ نما شکل میں بام مچھلی سے مشابہ ھوتی ھے مگر علم حیوانات کی تحقیقات میں اسکی باطنی ساخت بام سے مختلف ھے ۔

برقی ایل اپنی برقی قوت میں تمام برقی مچھلیوں سے زیادہ طاقتور ھے - یہ برقی آلات کے دو جوڑے رکھتی ھے اور دونوں میں بہ کثرت چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ھوتی هیں - اس برقی آلہ کا ایک جوڑا اسکی دم کے اوپر ھوتا ھے ' دوسرا پچھلے پروں کی جڑ میں - برازیل کی برقی ایل کی لمبائی چھہ فٹ تک ھوتی ھے - اس کا برقی صدمہ ایسا تیز و شدید ھوتا ھے کہ مس ھوتے ھی جسم کو بالکل شل کر دیتا ھے ۔

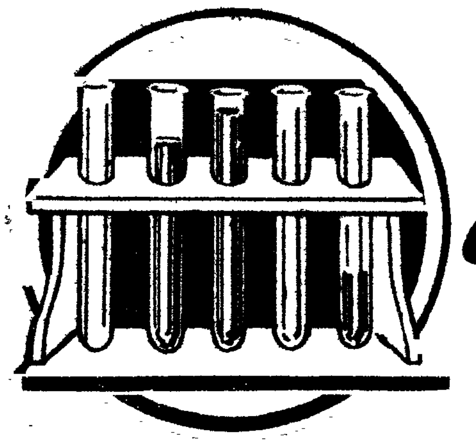
ڈاکٹر ایم ' ای ' بلاک (M. E. Block) اپنی کتاب مچھلیوں کی طبعی تاریخ (Natural History) میں برقی ایل پر متعدد تجربوں کا بیان کرتے هیں - ان سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہ مچھلیاں جب سکون و عافیت میں ھوتی هیں تو برقی صدمہ نہیں پہونچاتیں ' لیکن اگر انہیں چھیڑ کر بر انگیختہ کر دیا جاے تو تیز برقی لہر اٹھنے لگتی ھے - انہیں جسقدر سخت غصہ آیگا ' اتنا ھی زیادہ برق کا صدمہ بھی شدید ھوگا - جب یہ اپنی آزادی کی حالت میں پانی کے اندر ھوتی هیں تو ان میں برقی قوت زیادہ رھتی ھے ' مگر جب قید کرلی جاتی هیں تو گھٹ جاتی ھے ۔



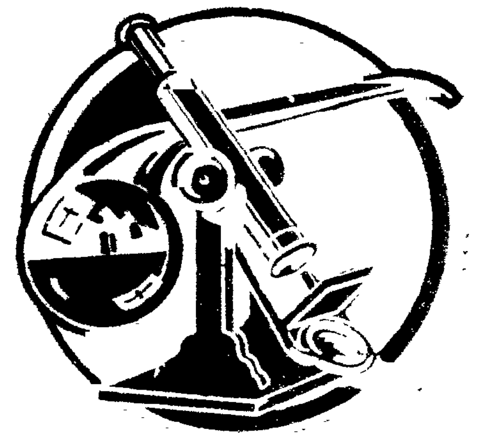
تارپیڈو کا برقی خزانہ ایکس رے کی تصویر میں

جب برقی مچھلی مرنے لگتی ھے تو اسکی برقی قوت بھی کم ھوتی جاتی ھے - یہانتک کہ مرنے کے بعد بالکل زائل ھو جاتی ھے - ان مچھلیوں کی برقی لہر دھات کی اشیا اور تمام برق پذیر conductor اشیاء میں فوراً سرائت کر جاتی ھے مگر شیشہ اور ریشم پر اثر نہیں کرتی - چھوٹی مچھلیاں ان سے مس ھوتے ھی شل ھو جاتی هیں اور یہ بہ آسانی اُن کا شکار کر لیتی هیں ۔

بعض لوگوں نے دعوا کیا ھے کہ اگر دھات کے دو ٹکڑوں سے یہ مچھلی چھو دی جاۓ تو دونوں ٹکڑوں کے درمیان ایک برقی شرارہ پیدا ھو جائیگا - مگر یہ دعوی ابھی تجربے کا محتاج ھے - ایک ماھر بیان کرتا ھے کہ اٹھائیس آدمی ایک دوسرے کا ھاتھہ پکڑ کر حلقہ میں کھڑے ھوگئے ' اور اس حلقہ کے ایک سرے پر برقی ایل کا جسم چھو دیا گیا - معاً حلقہ کے تمام آدمیوں کو اسی طرح کا برقی صدمہ محسوس ھوا جیسا کسی بہت بڑے برقی آلہ کے استعمال سے ھو سکتا ھے !



مذاکرہ علمیہ



برقی مچھلیاں

حکمت الٰہی کی کارفرمائیاں بھی کیسی عجیب و غریب ہیں! انسان نے لاکھوں برس کی سراغ رسانیوں کے بعد کائنات کی ایک سب سے بڑی قوت کا کھوج لگایا جسکا نام قوت برق ہے - یہ قوت آج اُس کی کاربراریوں کا سب سے بڑا خزانہ ہے - زمین اِس سے روشن ہوتی ہے - آسمان پر طیارے اسی کے ذریعہ اُڑتے ہیں - سواری کیلئے سب سے بڑا مرکب یہی ہے - کارخانوں کیلئے سب سے بڑی قوت حرکت اسی سے ملتی ہے - خبر رسانی میں اسی کی پیغام بری پر آج بحر و بر کا دار و مدار ہے - زمین کی طاقت کے تمام خزانے خالی ہو جائیں' لیکن اس لازوال خزانے کے ختم ہو جانے کا کبھی اندیشہ نہیں -

لیکن جب انسان نے اس عجیب خزانۂ قوت پر قبضہ کر کے فخر و غرور سے سر اُٹھایا' تو قدرت نے اپنے پردۂ اسرار کا ایک نیا گوشہ کھول دیا - انسان نے دیکھا اور دیکھکر ششدر رہگیا کہ جس چیز کو وہ اپنی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ سمجھکر اسقدر مغرور ہو رہا ہے' وہ قدرت کے کارخانۂ حیات میں اس سے زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتی کہ چند حقیر اور مجہول جانوروں کے جنگ و شکار کا ایک معمولی سا ہتھیار ہے!

قدرت نے ہر جاندار کو اُسکی غذا کے حصول کیلئے مختلف قسم کی قوتیں اور طرح طرح کے آلات دیے ہیں - کسی جانور کے پاس بڑے بڑے پنجے ہیں - کسی کے پاس لمبے لمبے دانت ہیں' کوئی سینگ کے ہتھیار سے لڑتا ہے' کوئی اپنی تیز سانس کے ذریعہ اپنا شکار کھینچ لیتا ہے - ایسا ہی ایک ہتھیار برقی قوت کا خزانہ (بیٹری) بھی ہے - جن جانوروں کے پاس یہ خزانہ ہے' وہ اسے ایک ہتھیار کی طرح کام میں لاتے ہیں - جب اُنکا شکار قریب آتا ہے' تو برقی قوت کی لہر اسے بے ہوش یا شل کر کے ڈالدیتی ہے' اور وہ اسے بہ آسانی اپنا نوالہ بنا لیتے ہیں!

ان جانوروں کا برقی خزانہ انکے دوران خون کی حرکت سے کچھ ایسا عجیب تعلق رکھتا ہے کہ ہمیشہ برقی قوت اس سے حاصل ہوتی رہتی ہے - قوت کی تیزی اور اجراء کیلئے محرک کی ضرورت ہے - یہ کام اُنکے جوش اور غضب کے ہیجان سے لیا جاتا ہے - جونہی وہ جوش میں آتے ہیں' غضب و ہیجان کی حرارت برقی خزانہ کیلئے تازہ قوت بہم پہنچا دیتی ہے' اور برقی لہریں تیزی کے ساتھ اُٹھنے اور تیرنے لگتی ہیں!

ان جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب برقی مچھلیاں ہیں - آج ہم انکی بعض قسموں کی تشریح کرتے ہیں - یہ تشریح اُس دلچسپ اور محققانہ مضمون سے ماخوذ ہے جو رسالہ سائنٹفک امریکن کی پچھلی اشاعت میں شائع ہوا ہے -

(پر اسرار جانور)

سنہ ۱۸۸۲ - کے موسم سرما میں جب پروفیسر ڈیوڈ اسٹار جارڈن مقام کی وسٹ Key west کی مچھلیوں کی اقسام و عادات کی تحقیق میں سرگرم تھا' تو ایک سیاح ایک چھوٹی سی مچھلی اپنے ہاتھہ میں لئے اُس کے دفتر میں وارد ہوا اور ایک دلچسپ قصہ بیان کیا - اُس نے کہا میں نے یہ مچھلی ساحل کے قریب دیکھی تھی - میں نے اُس کے جسم میں چاقو بھونکدیا' مگر جوں ہی چاقو کا لوہا اس سے مس ہوا' ایک سخت صدمہ میں نے محسوس کیا اور میرا بازو شل ہوگیا!

برقی مچھلی کا یہ پہلا انکشاف تھا -

(تارپیڈو مچھلی)

یہ مچھلی اُس جنس کی تھی جسے اب تارپیڈو Torpebo یا برقی رے (Electric ray) کہتے ہیں - اس جنس کی بھی یہ سب سے چھوٹی قسم کی مچھلی تھی - بہاما (Bahama) اور مغربی کی (Key west) کے مقامی ماہیگیر اسے "نمب فش" (numb fish) یعنی شل کردینے والی مچھلی کہتے ہیں - قدیم زمانے میں اس طرح کی مچھلیاں جن اور بھوت کا جامہ بہ آسانی پہن لیتی ہونگی - معلوم نہیں الف لیلہ کے سند باد کا کبھی ان دریائی بھوتوں سے سابقہ پڑا تھا یا نہیں؟

ان مچھلیوں کا جسم بہت نرم' جسم کی ساخت مدور' اور کھال ہموار اور چکنی ہوتی ہے - یہ برقی مچھلیاں تمام گرم سمندروں میں ساحل کے قریب پائی جاتی ہیں - ان کی دو قسمیں جو امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں ممتاز ہیں' بحر اطلس اور بحر الکاہل کی تارپیڈو کہلاتی ہیں - اُنکا طول تین فٹ تک ہوتا ہے اور وزن ایک من دس سیر سے زیادہ نہیں ہوتا - رنگ عموماً سیاہ ہوتا ہے - عام طور پر غذا کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں.

تمام تارپیڈو مچھلیوں کا برقی آلۂ ساخت ایک ہی وضع کا ہوتا ہے - یہ آلہ ایک بڑی تھیلی کی طرح ہوتا ہے جس میں شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح چھوٹی چھوٹی شش پہل کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں - بڑی جنسوں میں ایسی کوٹھریاں چارسو تک دیکھی گئی ہیں - اس طرح کی تھیلیاں کھال کے نیچے' سر کے دونوں جانب' آنکھوں کے پیچھے' اور بازؤں یا پیروں کے جڑ سے ملی ہوئی پائی گئی ہیں - اس تھیلی کی ہر کوٹھری گویا جسم کے پٹھوں کی ایک تبدیل شدہ صورت ہے - وہ ایک شفاف اور متحرک گاڑھے قوام (Jelly) سے بھری ہوتی ہے

تارپیڈو مچھلی میں اس تھیلی کا برقی خزانہ سب سے بڑا ہوتا ہے - وہ اپنے دشمن پر اسی ہتھیار سے حملہ کرتی اور اسے شل کردیتی ہے - چاقو' برچھی' تلوار سے اس پر حملہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دھات کی اشیاء فوراً برقی لہر قبول کر لیتی ہیں' اور اُن کے

موجوده زمانے کي سب سے بڑي خصوصيت يه بتلائي جاتي هے که علوم و تمدن کي ترقي اور سير و حرکت کے حيرت انگيز وسائل نے قوموں اور ملکوں کا تفرقه دور کر ديا هے ' بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے هيں ' اور ساري دنيا ايسي هوگئي هے ' جيسے ايک مسلسل آبادي کے مختلف محلے اور حصے هوتے هيں !

ليکن اس پر بهي هم ديکهه رهے هيں که قوموں اور ملکوں کے مکان کا تفرقه جسقدر کم هوتا جاتا هے ' دل اور دماغ کا تفرقه اُتنا هي بڑهتا جاتا هے - جسقدر تيزي سے بيسويں صدي کي موٹريں اور طيارے دوڑ رهے هيں ' اُتني هي تيزي سے قوموں کے دل بهي ايک دوسرے سے برگشته هو رهے هيں !

ليکن اب سے تيره سو برس پہلے جب دنيا موجوده زمانے کے تمام وسائل قرب و اجتماع سے محروم تهي ' بحر احمر کے کنارے ' ريگستان عرب کے وسط ميں ' حجاز کي " چٹيل اور بے زراعت وادي " کے اندر ' ايک صداء اجتماع بلند هوئي ' اور نسل انساني کے منتشر افراد کا ايک نيا گهرانا آباد کيا گيا - انساني اجتماع و يگانگت کي يه پکار صرف اتنا هي نهيں چاهتي تهي که ملکوں کي سرحديں اور جغرافيه کي حديں ايک دوسرے سے قريب هوجائيں '



عرفات ميں حاجيوں کا اجتماع !

بلکه اس کا مقصد نسل انساني کے بکهرے هوے دلوں اور برگشته روحوں کو ايک دوسرے سے جوڑ دينا تها -

يه پکار سني گئي - کرۂ ارضي کے سارے گوشوں اور خشکي اور تري کي ساري راهوں سے اس پکار کي بازگشت بلند هوئي ' انجن اور برق کي برق رفتار سواريوں کے ذريعه نهيں ' تار اور لاسلکي کے گاڑے هوے ستونوں پر سے نهيں ' بلکه دل کے اعتقاد اور روح کے ايمان کے ذريعه اُسکي پکار سب نے سني ' اور اسکي پکار کا جواب سب کي زبانوں سے نکلا !

يه اسلام کي پکار تهي ! يه اسلام کا فريضۂ حج تها !

اِس نے ملکوں کو اکٹها کرديا ' قوموں کو جوڑ ديا ' نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کرديے ' گورے کو کالے کے ساتهه اور بادشاه کو فقير بے نوا کے ساتهه ايک هي مقام ميں ' ايک هي وضع و لباس ميں ' ايک هي صورت و اعتقاد کے ساتهه ' اسطرح جمع کرديا که انساني گمرهي کے بنائے هوے سارے امتيازات مٹ گئے ' انساني اخوت و وحدت اپني اصلي صورت ميں بے نقاب هوگئي !

الهلال کے مقاله نگار مقيم جده ۲۸ - مئي کے مراسله ميں لکهتے هيں :

" آجکل بحر احمر کا يه ساحلي مقام تمام کرۂ ارضي کے انساني کا مرکز بن گيا هے - خشکي اور تري ' دونوں راهوں سے قوموں اور ملکوں کے قافلے پهنچ رهے هيں - ايسا معلوم هوتا هے که جده کي زمين شق هوگئي هے اور انسانوں کے انبوه اُگل رهي هے -

اخبارات سے آپکو معلوم هوچکا هوگا که برطانيه نمايندہ جده ميں مقيم تها تاکه سلطان ابن سعود سے نئے معاهده کے مواد پر گفتگو کرے - نمايندہ کے ساتهه سکريٹريوں کا بهي ايک پورا اسٹاف تها ايک دن ميں نے مغرب کي نماز ساحل کي ريگ پر ادا کي جهاں بعض رؤساء جده نے کلب کي طرح ايک روزانه اجتماع " نادي الصلوة " کے نام سے قائم کر رکها هے - نماز کے بعد جب ميں لوٹا اور بازار کے قريب پهنچا ' تو کيا ديکهتا هوں برطانيه نمايندہ کے اسٹاف کے چند انگريز کهڑے بازار کے نظاره ميں غرق هيں - ان ميں ايک شخص مسٹر رابرٹس نامي تهے جن سے ميں ايک دو مرتبه مل چکا تها - ميں نے انسے پوچها " آپ کس چيز کے نظاره ميں اسقدر دلچسپي لے رهے هيں ؟ " انهوں نے کها :

" ديکهو ' يه هندوستانيوں کا گروه هے - يه پانچ پسته قد جاري کهڑے هيں - انکے ساتهه ايک چيني کي منگوليں صورت دکهائي دے رهي هے - دوسري طرف ايک ترکستاني کي سياه ٹوپي اور افغاني کي بڑي سي پگڑي هے - انکے پيچهے ايک گروه يمني عربوں کا سرخ جبے پهنے جا رها هے اور انکے ساتهه اقصاء افريقه کا ايک جزائري بربر هنس هنس کر باتيں کر رها هے - تيسري طرف دو حبشي کهڑے هيں اور ايک مصري طربوش اُنکے پيچهے نظر آرهي هے - اگر ان تمام قوموں کي آبادياں جغرافيه کے نقشے ميں ڈهونڈهي جائيں ' تو کيسے کيسے عظيم سمندر اور بے کنار صحرا ان ميں حائل نظر آئينگے ؟ ليکن يهاں ان سب کو جمع کرديا گيا هے - سال کے اس موسم ميں خود بخود دنيا کے تمام گوشے اِس جگه يک جا هو جاتے هيں - کيا آج دنيا کے کسي حصے ميں بهي ايسا منظر نظر آسکتا هے ؟ کيا اس منظر سے بهي بڑهکر کوئي منظر هے جو انساني اجتماع کي ايک عجيب و غريب قوت کا پته دے ؟ ميں سونچ رها هوں که کس کے هاتهوں ميں اُس رشته کا سرا هے جس سے بحر و بر کے يه تمام گوشے کهينچ ليے جاسکتے هيں ؟

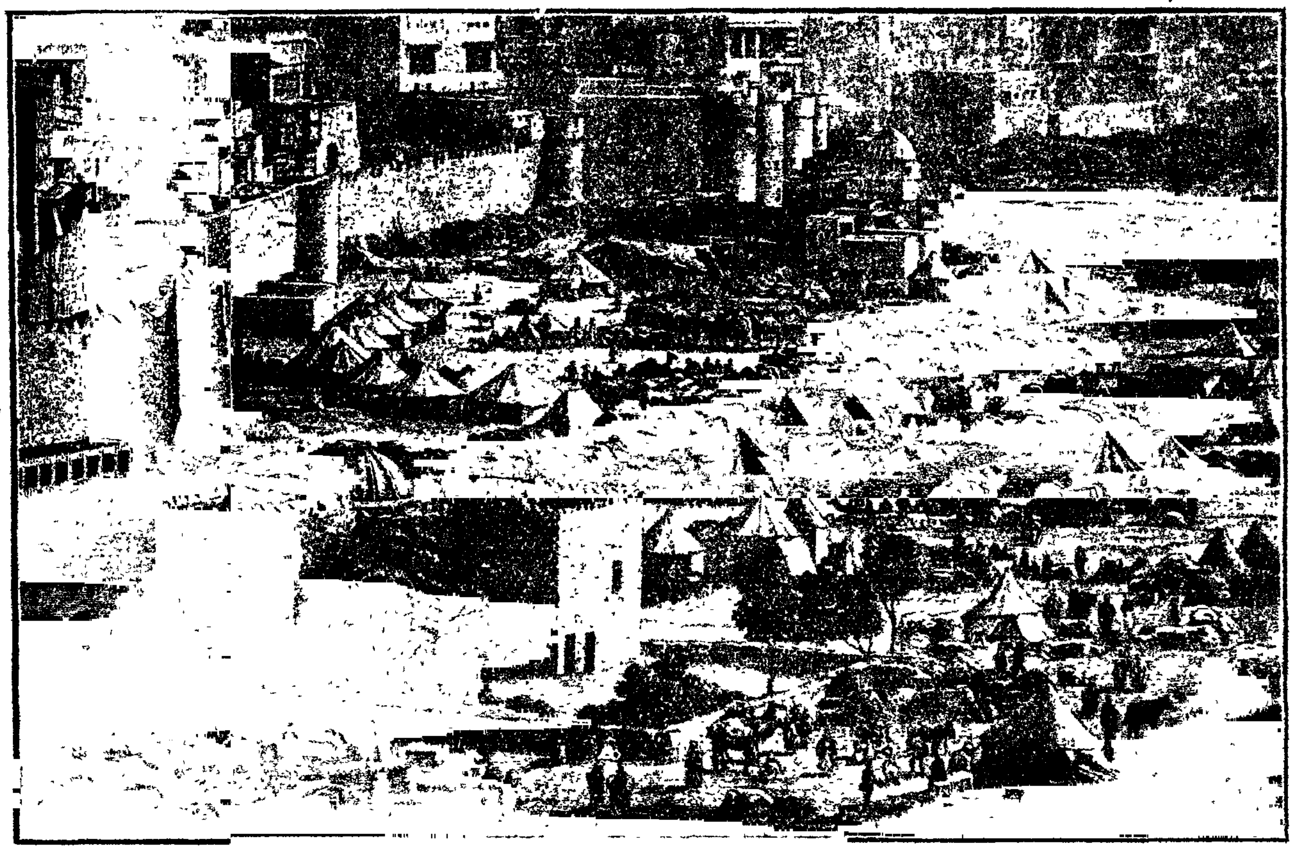
اسلام کے هاتهه ميں ! چهٹي صدي کے صحراء عرب کا معلم آج بهي انساني اخوت کي سب سے بڑي زنده قوت هے ! "

عالم شرق و اسلام

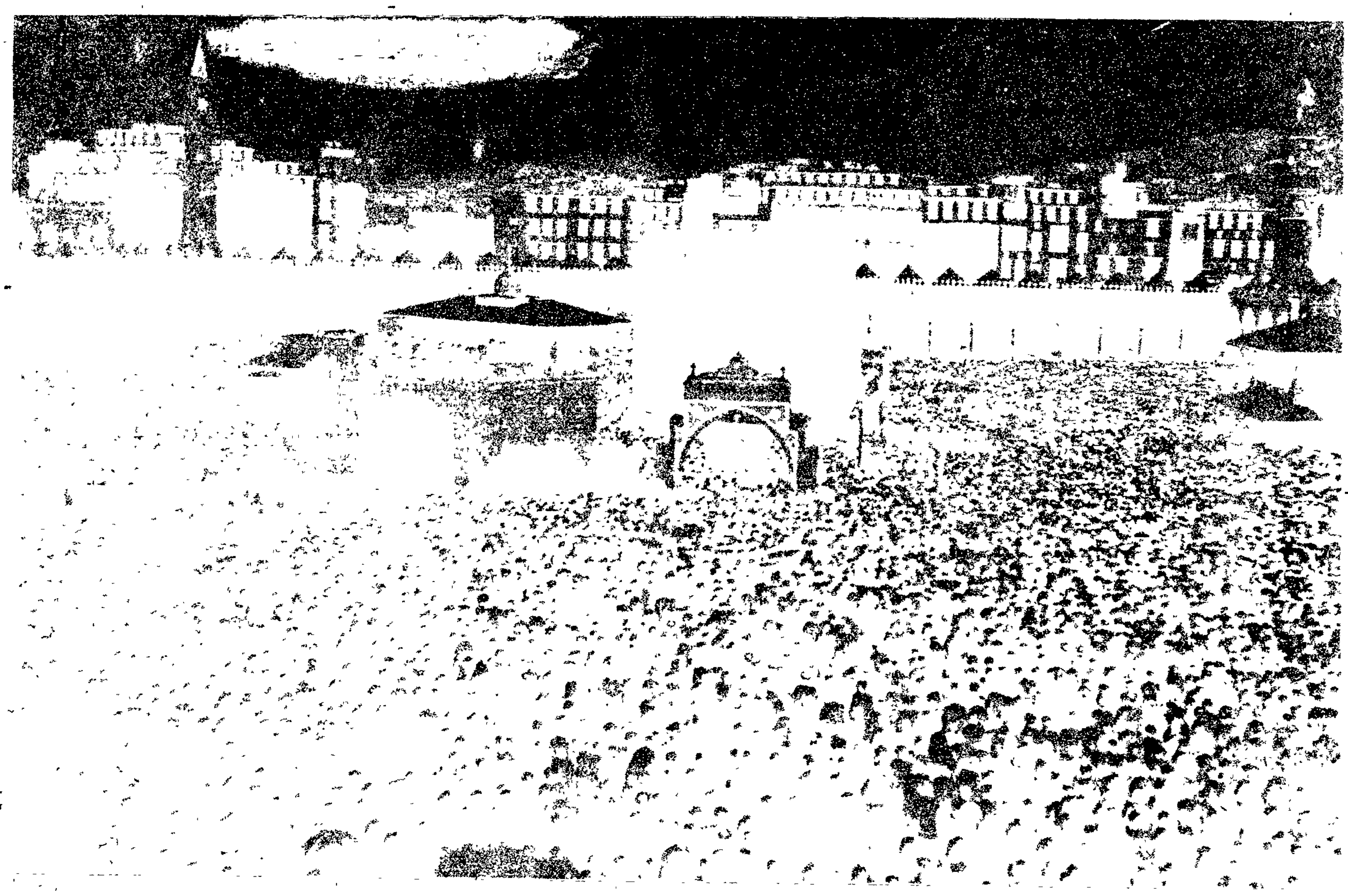
حج سنہ ۱۳۴۵

" وادی غیر ذی زرع " میں قوموں کا ہجوم اور ملکوں کا اتصال !

و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق !



منیٰ میں حاجیوں کا پڑاؤ



موسم حج میں مسجد حرام کا اجتماع جمعہ

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنی زندگی کے آخری اوقات میں

امام علی علیہ السلام

ایک مغربی شاعر کہتا ہے: "اگر تم ایک انسان کو اس کے تمام اوصاف و خصائل اور ضمیر و معرفت کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو۔ اس وقت تک انتظار کرو جب موت کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ اس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائیں گے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیا کرتا ہے۔ اس کی روح موت کی دستک سنتے ہی بے نقاب ہو جاتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے!" یہ بالکل صحیح ہے۔ انسانی حقیقت کا بے پردہ معائنہ صرف اس کی زندگی کے آخری لمحوں ہی میں کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمیں خیال ہوا کہ اگر دنیا کے اکابر و مشاہیر کے صرف وہ حالات جمع کر دئے جائیں جن کا تعلق ان کی زندگی کی آخری گھڑیوں سے ہے، تو یہ اخلاق، حکمت، اور موعظت کا نہایت عبرت انگیز مجموعہ ہوگا" اور انسانی طبیعت و اخلاق کے بے شمار نکتے ان سے حل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی خیال سے مشاہیر عالم کے حالات پر نظر ڈالی گئی، اور جستجو و تحقیق کے بعد ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو گیا۔ اس میں تاریخ اسلام کے تمام اکابر و مشاہیر خلفاء راشدین سے لیکر علماء و حکماء تک آگئے ہیں۔ ان کے علاوہ عام مشاہیر عالم کے وفات کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ بہ حیثیت مجموعی جب اس ذخیرہ پر نظر ڈالی گئی، تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہی متفرق حالات جو اپنی انفرادی صورت میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتے تھے اب یکجا ہو کر کیسی مفید، پر تاثیر، اور قیمتی چیز بن گئے ہیں؟ آج ہم اس مجموعہ میں سے حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے حالات شائع کرتے ہیں۔ آیندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود صرف قبل از موت حالات کا بجنسہٖ جمع کر دینا ہے۔ کسی طرح کی بحث و نظر مقصود نہیں ہے۔ البتہ حالات کے جمع کرنے میں پوری کاوش و جستجو کی گئی ہے۔

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی: امام علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی اور اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ "خوارج" کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا، لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اسنے اپنا سیاسی مذہب یہ آیت قرار دی تھی کہ "ان الحکم الا للہ" یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہئے۔ در اصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہذا وہ کوفہ اور دمشق، دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں اکٹھے ہو کر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ وہ تاریخ اسلام بدل دینگے۔ اور انھوں نے بدل ہی دی۔ عمرو بن بکیر تمیمی نے کہا "میں حاکم مصر عمرو بن العاص کو قتل کر دوں گا، کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے!"

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا: "میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کر دوں گا کیونکہ اسنے شام میں قیصریت قائم کی ہے!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علی ابن ابی طالب کے علم سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑی: "میں علی کو قتل کر دوں گا!"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی۔ دو پہلے شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن عبدالرحمن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مکہ سے چلکر عبدالرحمن کوفہ پہونچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ عبدالرحمن ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اسکی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت [illegible] بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمن اسپر عاشق ہو گیا۔ سنگ دل نازنین نے کہا "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر طلب کروں وہ ادا کرو" ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا "تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز، اور علی کا قتل!" عبدالرحمن نے کہا "منظور، مگر علی کو کیونکر قتل کروں؟" خونخوار معشوقہ نے جواب دیا "چھپکر اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لا زوال نعمت حاصل کرے گا" عبدالرحمن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے:

ثلاثة آلاف وعبد وقينة	وضرب علي بالحسام المصمم
فلا مهر اغلى من علي وان غلى	ولا فتك الا دون فتك ابن ملجم

(طبقات ابن سعد۔ کامل المبرد وغیرہ)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے "خدا کی قسم! مجھے آں حضرت صلعم نے بتلایا ہے کہ میری موت قتل سے ہوگی"

عبدالرحمن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لئے آیا مگر آپنے لوٹا دیا۔ تیسری دفعہ آیا تو فرمایا "سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے؟ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا) اس کے خون سے (سر کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے" (ابن سعد)

کبھی کبھی جب اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے "تمہارے سب سے زیادہ بدبخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے، اور انھیں مجھ سے راحت دے"

(ابن سعد)

ایک دن خطبہ میں فرمایا "قسم اس پروردگار کی جسنے بیج اگایا اور انسان پیدا کیا! یہ اس سے ضرور رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بدبخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا "امیر المومنین! ہمیں اس کا نام بتائیے ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں گے" فرمایا "تو تم ایسے آدمی کو قتل کروگے جسنے مجھے ابھی قتل نہیں کیا ہے"

عرض کی گئی "تو پھر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے" فرمایا "نہیں، میں تمھیں اسی حال میں چھوڑ جاؤنگا جس حال میں تمھیں رسول اللہ صلعم چھوڑ گئے تھے"

لوگوں نے عرض کیا "اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیجئے گا؟"

فرمایا "کہوں گا: خدایا میں ان میں تجھے چھوڑ گیا ہوں، تو چاہے تو ان کی اصلاح کرے اور چاہے انھیں بگاڑ دے"

(مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے

آپکی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپکے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپنے سر اٹھایا۔ پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا "حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی" (ابن سعد)

آپکے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا "امیر المومنین ہوشیار رہئے۔ یہاں کچھ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں"

(الامامۃ والسیاسۃ)

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے؟ چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی "ہوشیار رہئے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپکے قتل کی فکر میں ہیں" (ابن سعد)

یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگائے دیکھا اور اس سے کہا "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ" اسنے تلوار دکھائی تو وہ بالکل نئی تھی۔ انھوں نے کہا "تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے حالانکہ یہ زمانہ جنگ کا نہیں؟" عبدالرحمن نے کہا "میں گاؤں کے اونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں" اشعث سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علی کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا "آپ ابن ملجم کی جرأت و شجاعت سے واقف ہیں" آپنے جواب دیا "لیکن اسنے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے!"

(الکامل)

ایک دن آپ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ابن ملجم منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ لوگوں نے سنا کہ وہ دانت پیسکر کہہ رہا ہے "واللہ میں انھیں تیرے شر سے نجات دیدوں گا" امیر المومنین جب مسجد سے اپنے گھر لوٹے تو لوگ اسے گریبان سے پکڑ کر لائے اور تمام واقعہ سنایا۔ آپنے فرمایا "لیکن ابھی تک اسنے مجھے قتل نہیں کیا ہے۔ چھوڑ دو" (الکامل)

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اسے دیکھ کر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ارید حباءه ويريد قتلي	عذيرك من خليلك من مراد

ابن ملجم برابر برأت ظاہر کیا کرتا تھا لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا "جو بات ہونے والی ہے ضرور ہو کر رہے گی"

اسپر بعض لوگوں نے کہا: آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟ فرمایا "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں؟" (کامل)

صبح شہادت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا

شام کي حرکت استقلال

فرانسیسي مظالم کے چند خونیں مناظر !



غوطه (دمشق) میں دو وطن پرست تیور گولیوں سے مار ڈالے گئے اور انکي نعشیں سڑک پر چھوڑ دي گئیں



اکتوبر کے حادثہ کے بعد بے شمار آدمي پھانسي پر چڑھائے گئے - ایک پھانسي کا منظر جسمیں تین نعشیں لٹک رہي ھیں !



دمشق کے محله میدان کا ایک منظر - بے گناہ اور غیر مسلم آبادي کا قتل عام - بے شمار لاشیں سڑک پر پڑي ھیں - عرصه تک یه اسي طرح پڑي رھیں !

میں تمھیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمھارے لئے سلامتی اور رحمت چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ (طبری جلد ۶)

دفن کے بعد

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسنؑ نے مسجد میں خطبہ دیا:

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا ہے جس سے نہ اگلے علم میں پیشقدمی کر گئے اور نہ پچھلے اُس کی برابری کر سکیں گے۔ رسول اللہ صلعم اُسے جھنڈا دیتے تھے اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اُسنے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر ۷۰۰ درہم گھر کے لئے جمع کئے تھے (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا) (مسند حسن)۔

زید بن حسین سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعہ مدینہ پہنچی۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام پڑ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا "چلو ام المومنین عائشہ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت سنکر اُن کا کیا حال ہے؟"

حضرت زید کہتے ہیں "سب لوگ ہجوم کرکے ام المومنین کے گھر گئے اور اجازت چاہی۔ اُنھوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال، آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموش لوٹ آئے"

حضرت زید فرماتے ہیں "دوسرے دن مشہور ہوا ام المومنین رسول اللہ کی قبر پر جا رہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے، استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں، نہ بولتی تھیں..... شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک سنبھلتی نہ تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

"اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! اے ابو القاسم تجھ پر سلام! اے رسول اللہ! آپ پر اور آپکے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپکے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپکو سنانے آئی ہوں! میں آپ کو آپکے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں! بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب، منتخب کیا ہوا عزیز، قتل ہو گیا! واللہ وہ قتل ہو گیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی! واللہ وہ قتل ہو گیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا! میں رونے والی غمزدہ ہوں! میں آپ پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں! اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہو گیا!..." (عقد الفرید ج ۲)

• ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا "اب عرب جو چاہیں کریں! کوئی انھیں روکنے والا باقی نہیں رہا" (استیعاب)

مرثیہ

آپکے مشہور صحابی ابو الاسود الدؤلی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے:

الا ابلغ معاویۃ بن حرب * فلا قرت عیون الشامتینا

مقالات

"اسلام اور نیشنلزم"

واتقل دار البشری نجد
کل نجد العامرۃ دارا

(۲)

انسان اپنی نوعی زندگی میں اپنے اجتماعی رشتوں کی مختلف منزلوں سے درجہ بدرجہ کیونکر گزرا؟ اُس کی انفرادی زندگی میں آج بھی یہ تمام منزلیں کس طرح یکے بعد دیگرے پیش آتی ہیں؟ اسکی مختصر سرگزشت تمھاری نظروں سے گزر چکی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

(۱) قومیت اور وطنیت انسان کے اجتماعی رشتہ کی ایک خاص حالت کا نام ہے۔ لیکن یہ کوئی مستقل حالت نہیں ہے۔ ایک سلسلۂ دراز کی مختلف کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔

(۲) یہ سلسلہ "انسان کی اجتماعی زندگی اور اجتماعی ربط و علائق کے احساس و اعتقاد" کا سلسلہ ہے۔ جس طرح کائنات ہستی کی ہر چیز اپنے ابتدائی نقطہ سے شروع ہو کر بہ تدریج بلوغ و کمال تک پہنچتی ہے اور جس طرح انسان نے اپنے علم و عمل کے ہر گوشے میں بہ تدریج ترقی کرکے حقیقت و کمال تک رسائی حاصل کی ہے، اُسی طرح اس معاملہ میں بھی اُس کا سفر ابتدا سے انتہا تک، طفولیت سے رشد و بلوغ تک، اور نقص سے کمال تک پہنچا اور ختم ہوتا ہے۔ اس ارتقائی سلسلہ کی ابتدائی کڑی "امومۃ" اور انتہائی "انسانیۃ" ہے۔ جس رشتہ کو قومیت اور جنسیت سے آج تعبیر کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسی سلسلۂ ارتقا کی ایک درمیانی کڑی ہے۔

(۳) چونکہ درمیانی کڑی ہے، اس لئے وہ اجتماعی رشتہ کی کوئی حقیقی حالت نہیں ہے۔ محض ایک اضافی چیز ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں انسان نظر کی تنگی اور علم کی کوتاہی سے صرف "امومۃ" اور "ابوۃ" یا "عائلہ و قبیلہ" کے رشتہ پر قانع تھا، اُسی طرح جب وسعت علائق کے ایک دو قدم اور آگے بڑھے، تو قومیت و جنسیت کا دائرہ پیدا ہو گیا۔ بلاشبہ یہ دائرہ پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے، لیکن فطرۃ کی حقیقی وسعت کے مقابلے میں پھر تنگ اور ناتمام ہے۔ فطرۃ اور حقیقت کی اصلی وسعت کیا ہے؟ "انسانیت" اور "ارضیۃ" کا عالمگیر رشتہ۔ یہی انسان کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک ہی فطری رشتہ ہے۔ باقی سب اضافے، اور اس لئے غیر حقیقی ہیں۔

(۴) اس معاملہ کی پوری وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کی دوسری حالتیں بھی سامنے لائی جائیں۔ انسان نے صرف اپنے ہی کو نہیں بلکہ اپنے سے باہر کی بھی ہر چیز اسی طرح پائی ہے۔ اُسنے پہلے زمین کے اُس ٹکڑے کو سب کچھ سمجھا تھا جس میں پیدا ہوا تھا۔ اب بھی جب پیدا ہوتا ہے تو گھر کی چار دیواری ہی اس کی دنیا ہوتی ہے۔ اُسنے زمین کی عام مخلوقات پر نظر ڈالی، اور اُن میں سے ہر قسم اور نوع کو مدتوں کے بعد پہچان سکا۔ اُسنے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اور ہزاروں لاکھوں برس کے بعد یہ حقیقت معلوم کر سکا کہ سورج کا ایک نظام اجتماع ہے اور خود کرۂ ارضی بھی اُسی کا ایک فرد ہے۔

علم و ادراک کے ان تمام سفروں میں اُن کی درمیانی منزلیں جو درجہ بدرجہ کٹتی ہیں، ٹھیک یہی درجہ یہاں کی بھی درمیانی منزلوں کا ہے۔ زمین کے بارے میں انسانی علم کی ایک درمیانی منزل یہ تھی کہ آبادی صرف اس کے نصف حصہ میں ہے باقی سمندر ہے۔ یہ منزل علم اور حقیقت کی منزل تھی، یا جہل اور محجوبیت کی؟ اگر علم اور حقیقت کی منزل نہ تھی، تو پھر بعینہ وطنیت اور جنسیت بھی اس سفر کی ویسی ہی درمیانی منزلیں ہیں۔ یہ انسان کے جہل و نقص کی منزلیں کیوں نہ ہوں؟ انسان نے جب پہلے پہل جہاز رانی شروع کی تھی تو (مثلاً) ہر سمندر کے گوشہ کو پانی کی ایک مستقل دنیا یقین کر لیا تھا اور اُنکے جداگانہ نام رکھ دئے تھے۔ پھر ایک وقت آیا جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ اُسکے علم و نظر کی نا تمامی تھی۔ دراصل زمین کا سمندر ایک ہی ہے۔ اُسی کے مختلف گوشے ہیں جو ادھر اُدھر پھیل گئے ہیں۔ جب اُسنے ایک سمندر کو پچاس سمندر خیال کیا تھا، تو یہ منزل علم و حقیقت کی منزل تھی، یا نقص و جہل کی؟ اگر نقص و جہل کی تھی تو انسانی اجتماع و اعتقاد کی وہ حالت کیوں جہل و نقص کی حالت نہ ہو جب وہ یقین کرتا ہے کہ انسانیت کا ایک ہی رشتۂ اجتماع، ایک ہی رشتۂ اجتماع نہیں ہے بلکہ بیشمار ٹکڑے اور بے شمار رشتے ہیں؟ بلاشبہ جس طرح زمین کے ایک حصہ کا علم و یقین، اُس حالت کے مقابلے میں جب انسان کو زمین کا اتنا علم بھی حاصل نہ تھا، علم کی وسعت تھی اور حقیقت سے قرب تھا۔ اسی طرح یہاں بھی قومیت و جنسیت کی حالت اُس حالت کے مقابلہ میں جب انسان عائلہ اور قبیلہ کے تنگ دائروں پر قانع تھا، علم کی زیادہ وسعت اور حقیقت سے زیادہ قرب ہے، لیکن یہ ایک اضافی حالت ہوئی۔ علم اور حقیقت نہیں ہے۔ علم و حقیقت کی منزل اگر نمودار ہو جائے تو پھر وہ کمال کا نقطہ اور ارتقا کی انتہا ہوگی۔ اُس وقت کسی پچھلی منزل پر قانع رہنا ترقی نہیں ہوگی۔ تنزل ہوگا۔

اگر آج ایک شخص امریکہ کے وجود سے منکر ہو اور کہے کرۂ کا صرف ایک ہی حصہ آباد ہے، تو تم کیا کہوگے؟ یقیناً یہی کہوگے کہ چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے دنیا طیار نہیں ہو سکتی۔ اچھا، تم اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ انسان کو نسل و مکان یا جنس و قوم کے رشتے پر قناعت کر لینی چاہئے کیونکہ ایک زمانے میں اُس کا علم و ادراک انہی دائروں میں محدود تھا؟ تم نے ابھی کہا تھا کہ "دنیا چھ سو برس پیشتر کا جہل قبول کرنے کے لئے طیار نہیں"۔ کیا اب تمھیں ٹھیک اُسی طرح یہ نہیں کہہ دینا چاہئے کہ "دنیا ہزاروں برس پیشتر کا جہل قبول

رہا۔ اُسنے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو بھی اپنا شریک بنا لیا تھا۔ دونوں تلوار لے کر چلے اور اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین نکلا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

اُس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا "فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آپکی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی" فرمایا "دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے" (کامل)

اسپر میں نے دعا کی "خدایا! مجھے اِن سے بہتر رفیق عطا فرما اور انھیں مجھ سے بدتر ساتھی دے" (ابن سعد)

حضرت حسن (علیہ السلام) فرماتے ہیں اسی وقت ابن النباح مؤذن بھی حاضر ہوا اور پکارا "الصلوۃ!" (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اُٹھے۔ ابن النباح آگے تھا۔ میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپنے پکارا "لوگو، نماز!" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں جگاتے پھرتے تھے (ابن سعد)

ایک اور روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر آپ اُٹھے نہیں۔ لیٹے رہے۔ موذن دوبارہ آیا مگر آپ سے پھر بھی اُٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اُس کی آواز دینے پر آپ بہ مشکل اُٹھے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے مسجد کو چلے:

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا

(موت کے لئے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنیوالی ہے)

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

(موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے یہاں نازل ہوجائے)

(احیاء العلوم جلد ۴)

"فزت برب الکعبۃ"!

آپ جوں ہی آگے بڑھے، دو تلواریں چمکتی نظر آئیں، اور ایک آواز بلند ہوئی "حکومت خدا کی ہے نہ کہ علی تیری!" شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپکی پیشانی پر لگی اور دماغ تک اُتر گئی۔ (ابن سعد)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے "فزت برب الکعبۃ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا) (احیاء ج ۴)

نیز پکارے "قاتل جانے نہ پائے" لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ (ابن سعد)

عبدالرحمن نے بھی تلوار گھمانا شروع کردی۔ اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے دوڑے اور بھاری کپڑا اُس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا (الکامل)

قاتل اور مقتول

امیر المومنین گھر پہنچائے گئے۔ اپنے قاتل کو طلب کیا جب وہ سامنے آیا تو فرمایا "اے دشمن خدا! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے؟" اُسنے کہا "ہاں" فرمایا "پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟" کہنے لگا "میں نے اِسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اِس سے اپنی بدترین مخلوق قتل کرائے" فرمایا "میں سمجھتا ہوں تو اِسی سے قتل کیا جائے گا۔ اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے" (طبری جلد ۶)

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے پکار کر کہا "او دشمن خدا تو نے امیر المومنین کو قتل کر ڈالا!" کہنے لگا "میں نے امیر المومنین کو قتل نہیں کیا البتہ تیرے باپ کو قتل کیا ہے!" اُنھوں نے خفا ہو کر کہا "واللہ میں امید کرتی ہوں امیر المومنین کا بال بیکا نہ ہوگا" کہنے لگا "پھر کیوں فضول بہاتی ہو!" پھر بولا "بخدا میں نے مہینہ بھر اِسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے۔ اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اِسے غارت کردے" (ابن سعد)

امیر المومنین نے حضرت حسن سے کہا "یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو، نرم بچھونا بچھا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہونگا۔ قصاص لوں گا یا معاف کردوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اِسے بھی میرے پیچھے روانہ کردینا۔ رب العالمین کے حضور اِس سے جواب طلب کروں گا۔

(ابن سعد) اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کردو اور کہو کہ "امیر المومنین قتل ہوگئے! امیر المومنین قتل ہوگئے!" خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن اگر میں اس کی اِس ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اُسے بھی مارنا۔ اِس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو" (طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا "اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہئیے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اسنے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کردو تو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے (کامل) دیکھو زیادتی نہ کرنا۔ کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (ابن سعد)

وصیتہ

پھر آپ بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا "خدانخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں؟" آپنے جواب دیا "میں تمھیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ اِس سے منع کرتا ہوں۔ اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو" (طبری)

پھر اپنے صاحبزادوں حسن اور حسین کو بلا کر فرمایا "میں تم دونوں کو تقوی الہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمھارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہوجائے اُسپر ترس نہ کھانا ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لئے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمن بننا۔ مظلوم کے حامی ہونا۔ کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا"

پھر اپنے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا "جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کرلی؟" اُنھوں نے عرض کی "جی ہاں" فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے اِن دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر انکی رائے کے کوئی کام نہ کرنا"

پھر امام حسن حسین (علیہما السلام) سے فرمایا "میں تمھیں اِس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارا بھائی ہے۔ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اِس سے محبت کرتا تھا"

پھر امام حسن سے فرمایا "فرزند! میں تجھے وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی۔ اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی۔ میعاد پر زکوۃ ادا کرنے کی۔ ٹھیک وضو کرنے کی۔ کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوۃ کی نماز مقبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ غصہ پی جانے کی۔ رشتے جوڑنے کی۔ بردباری کی۔ دین میں عقل و دانش کی۔ ہر معاملہ میں تحقیق کی۔ قرآن سے مزاولت کی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش سے اجتناب کی" (طبری جلد ۶)

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کرکے کہا "خدا سے ڈرتے رہو اُس کی اطاعت کرو۔ جو تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے اُس کا غم نہ کرو۔ اپنے پروردگار کی عبادت پر کمربستہ رہو، چست و چالاک بنو، سست نہ بنو۔ ذلت قبول نہ کرو۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کردے، ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کردے۔ ہمارے اور انکے لئے آخرت اول سے بہتر کر" (الامامۃ والسیاسۃ)

آخری وصیت

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی "یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسن میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا۔ سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم (رسول اللہ صلعم) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو، اُن سے بھلائی کرو، خدا تم پر حساب آسان کردے گا۔ اور ہاں، یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ اُنکے مُنہ میں خاک مت ڈالو۔ وہ تمھاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو تمھارے پڑوسی! تمھارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ کیونکہ یہ تمھارے نبی کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید تم انھیں ورثہ میں شریک کردینگے۔ اور دیکھو، قرآن! قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے میں کوئی تم سے بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیونکہ وہ تمھارے دین کا ستون ہے۔ اور تمھارے رب کا گھر! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوۃ! زکوۃ! زکوۃ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کردیتی ہے۔ اور ہاں، تمھارے نبی کے ذمی! تمھارے نبی کے ذمی! (یعنی وہ غیر مسلم جو تمھارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو اُن پر تمھارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمھارے نبی کے صحابی! تمھارے نبی کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! اُنھیں اپنی روزی میں شریک کرو۔ اور تمھارے غلام! تمھارے غلام! غلاموں کا خیال رکھو۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہیں کروگے تو خدا تمھارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کردے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ جب بات کرو تو میٹھی زبان میں بات کرو۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمھارے اشرار تم پر مسلط کردیئے جائینگے، پھر تم دعائیں کروگے مگر قبول نہ ہونگی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند ہو۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوی پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کو تم میں یاد رکھے

کی بولی ہیں" شہادت" کے لفظ کے ساتھ جب کسی عقیدے کا اظہا کیا جاتا ہو، تو اُس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہو۔ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ مختصراً یوں سمجھنا چاہیئے کہ شہادت کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور یہ اُسی وقت دی جا سکتی ہو جبکہ دو باتیں موجود ہوں:

ایک یہ کہ جس بات کی گواہی دی جائے، اُسپر گواہ کو پُورا پُورا یقین ہو۔ ایسا یقین جیسا اپنی آنکھ سے دیکھی بھالی چیز پر ہوتا ہو۔

دوسری یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جس کی سچائی اور حقیقت پوشیدہ ہوگئی ہو اور دنیا میں عام طور پر اُسے جھٹلایا جا رہا ہو، اس لئے ضرورت ہو کہ اُسے گواہی دیکر اُسے نمایاں اور عالم آشکارا کر دیا جائے۔

اگر ایسا نہیں ہو تو اُس کے لئے "شہادت" کا لفظ موزوں نہ ہوگا۔ اظہار خیال کے دوسرے الفاظ کافی ہونگے۔

یہی وجہ ہو کہ اسلام نے "شہادت" کے لفظ کے ساتھ جن جن امور کا اعلان کیا ہو، وہ تمام تر وہی ہیں جو عقائد و ایمان کی بنیادی سچائیاں ہیں اور جن کی حقیقت انسان کے جہل و گمراہی سے اس درجہ پوشیدہ ہوگئی تھی کہ اُنکے جھٹلانے پر تمام دُنیا نے ایکا کر لیا تھا۔ ضرورت تھی کہ انکے لئے نوع انسانی کے دل و زبان سے از سرِ نو گواہی دلوائی جائے۔ تاکہ ایک طرف اُنکے یقین و اعتقاد کا اعلان ہو جائے، دوسری طرف اُنکے جھٹلانے کی تکذیب ہو جائے۔

پھر اس شہادت کے بھی مراتب اور اقسام ہیں لیکن ان کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں۔

اب غور کرو کہ اس دعا میں جس طرح توحید اور رسالت کا اقرار لفظ "شہادت" کے ساتھ کیا گیا ہو، ٹھیک اُسی طرح انسانی برادری کی حقیقت پر بھی "شہادت" دی گئی ہو۔ اس سے تین باتیں واضح ہوگئیں:

اول یہ کہ اسلام کے نزدیک انسانی برادری کا قیام اس درجہ اہم تھا کہ اس کے اقرار کے لئے بھی "شہادت" کا لفظ اختیار کیا گیا جو اُسنے ایمان و عقائد کی بنیادی صداقتوں کے اقرار کے لئے مخصوص کر دیا ہو۔

دوسرے یہ کہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط یقین و ایمان مطلوب تھا۔ ایسا یقین جو ایک گواہ گواہی دیتے ہوئے کسی بات کی واقعیت پر رکھتا ہو۔

تیسرے یہ کہ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جا رہی تھی۔ اور چونکہ جھٹلائی جا رہی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ اُسپر "گواہی" دی جائے، اور اُس کی گواہی ہمیشہ کے لئے قائم کر دی جائے۔

انسان کی عالمگیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں: نسل۔ وطن۔ رنگت۔ زبان۔ انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے، اور انسانیت کا ایک دائرہ بے شمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے نہ صرف ان چاروں سے انکار کیا، بلکہ انکے خلاف اس درجہ واضح اور قطعی اعلانات کر دیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ "نسل" کی نسبت صاف صاف کہدیا کہ سب کی نسل ایک ہی ہو۔ "وطن" کی نسبت کہدیا کہ عرب ہو یا عجم، سب ایک ہی خدا کی زمین کے باشندے ہیں۔ "زبان" اور "رنگت" کی نسبت فیصلہ کر دیا کہ یہ خدا کی حکمت و قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی جگہ کی آب و ہوا ایک رنگ پیدا کرتی ہو۔ کہیں کی آب ہوا دوسرا رنگ۔ کہیں ایک خاص طرح کی زبان ادائے مطلب کے لئے وجود میں آگئی۔ کہیں دوسری زبان۔ لیکن یہ اختلافات انسان کے امتیاز اور تفرقہ کی بنیادیں نہیں ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ہی اُسنے اپنے اعمال کا جو نظام طیار کیا، اُس کے ہر گوشہ کی وضع و قطع ایسی رکھی جس کے ساتھ امتیاز نسل و قوم جمع ہی نہیں ہو سکتا۔ روزانہ اعمال و عبادات میں ایسی چیزیں رکھ دی گئیں کہ ہمیشہ انسانی وحدت و مساوات کا عملی اعتراف ہوتا رہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، سب میں یہ روح کام کر رہی ہو۔ انسانی اخوۃ کے قیام و نفوذ کا ایک پُورا نظام ہو جو اپنے ہر فرد کو مجبور کر دیتا ہو کہ اس حقیقت کا اقرار کرے، اُس کے سامنے سر اطاعت خم کر دے، اس کے یقین و ایمان کی عملی تصویر بنجائے!

اس بارے میں بے شمار چیزیں کھولنے اور بیان کرنے کی ہیں لیکن یہاں یہ ذکر ضمناً آگیا ہو، اس لئے صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا۔

اسلام کو اپنی اس دعوت میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ انسانی برادری کا گم گشتہ حلقہ قائم ہوگیا یا نہیں؟ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ لیکن تاریخ اور مشاہدہ کا یہ فیصلہ تو بلا نزاع مسلم ہو کہ:

(۱) عرب کی نسلی اور وطنی عصبیت پر ایسی کاری ضرب لگی کہ پھر سر نہ اُٹھا سکی۔

(۲) عرب سے باہر وہ جہاں جہاں پہنچا، ایک ایسی انسانی اخوۃ کی دعوت جو وطنی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی، اُس کے ساتھ ساتھ گئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں جب یورپ کی اجتماعی زندگی "عائلہ" اور "قبیلہ" کی سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھی، اسلام اسپین اور فرانس میں انسانی اخوۃ کا پیغام سنا رہا تھا!

(۳) اُسنے ایک ایسا عالمگیر معاشرتی نظام قائم کر دیا جو ہر طرح کے نسلی و وطنی تعصبات سے بالاتر ہو، اور جس کی بنیاد انسانی اخوۃ اور وحدۃ پر ہو۔

(۴) قرونِ وسطیٰ (ڈل ایجز) کے بعد یورپ کے تمدن کا نیا دور شروع ہوا، اور اُسنے قومیت و جنسیت کا صور اس زور سے پھونکا کہ تمام دُنیا اس کی صدائے بازگشت سے گونج اُٹھی۔ اب "انسانیتہ" کی راہ میں جنسیت و قومیت کی کڑی حائل ہوگئی ہو لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ تمام کڑیاں طے کر لی تھیں۔

(۵) اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیت کا عام حلقہ پیدا نہ ہو سکا۔ بلکہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ بن گیا، تو یہ صحیح ہو لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرنی پڑیں گی:

اولاً یہ قصور زمانے کی استعداد کا ہو نہ کہ اسلام کی دعوت کا۔ مختلف وجوہ سے جن کی تشریح آگے آئے گی دُنیا کو عملاً منزل انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار تھا۔

ثانیاً اگرچہ "اسلامیت" کا ایک نیا حلقہ پیدا ہوگیا مگر کیسا وسیع حلقہ؟ ایسا وسیع حلقہ کہ اسوقت تک کے تمام اجتماعی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ وہی ہو۔ بلاشبہ وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہوگیا، لیکن کیسی چار دیواری؟ اس درجہ وسیع چار دیواری کہ دنیا کے تمام بنائے ہوئے حلقے اُس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اُسنے کسی گوشے، کسی دائرے، کسی ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری سے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہو کہ کم از کم اسلام کی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کر دیا جو نوع انسانی کے تمام پچھلے دائروں سے اوپر اور صرف ایک ہی دائرہ مطلقہ انسانیتہ سے نیچے ہو۔ وہ انسان کو تمام پچھلے درجوں سے بلند کرکے ایک ایسی سطح تک پہونچا دیتا ہو جہاں سے "انسانیت" کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہو۔ وہ دُنیا کے قدم اُس سطح تک پہنچا دیتا ہو جہاں سے صرف ایک قدم آگے بڑھنا رہجاتا ہو۔ حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے ابھی منزلوں کی منزلیں باقی ہیں!

اس اعتبار سے اگر رشتۂ اجتماع کی تمام کڑیوں پر دوبارہ نظر ڈالی جائے، تو اُن میں ایک نئی کڑی ساری کڑیوں سے اوپر مگر آخری "انسانیتہ وارضیتہ" سے نیچے بڑھا دینی پڑے گی، اور اس سلسلۂ ارتقا کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں بنجائیں گی:

(۱) اموتہ
(۲) ابوۃ
(۳) عائلہ
(۴) قبیلہ
(۵) بلدیتہ
(۶) وطنیتہ
(۷) قومیت و جنسیت
(۸) براعظمیت یا تقسیم بلحاظ جغرافیہ
(۹) اسلامیت
(۱۰) انسانیتہ وارضیتہ

"اسلامیت" کی سرحد "انسانیتہ" کی سرحد سے متصل ہو، اگر دنیا چاہے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک پہنچ جا سکتی ہو!

لیکن کیا دُنیا میں اس کی طلب موجود ہو؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں دوسری مجلس کا انتظار کرنا چاہیئے۔

کرنے کے لئے طیار نہیں؟ کیسی عجیب بات ہو کہ تم ایک ہی چیز کو ایک جگہ ٹھکراتے ہو اور دوسری جگہ اپنے سر پر جگہ دیتے ہو؟ اس سے بھی بڑھ کر انسان کی عالمگیر غفلت و مجوبیت کا کوئی منظر ہو سکتا ہو کہ اُسے چھ سو برس پیچھے ہٹنے سے تو انکار ہو، لیکن اس سے انکار نہیں کہ ہزاروں برس پیچھے دھکیل دیا جائے؟

۳

اسلام اور عصبیت قوم و جنس

ان مقدمات کی تشریح کے بعد اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے اس بارے میں دنیا کو جس طرف لیجانا چاہا تھا، وہ کونسی منزل اور کونسا نقطہ ہو؟

وہ منزل "انسانیۃ" کی منزل ہو۔ وہ نقطہ اس سلسلۂ ارتقا کا نقطۂ کمال ہو!

چھٹی صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو دنیا کے قدم "قبیلہ" اور "وطنیۃ" کی منزل سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا، اور عرب کی آبادی قبیلوں کا مجموعہ تھی۔ ہر قبیلہ اپنی نسلی جنسیت کے دائرہ کے اندر محدود تھا، اور اس سے باہر کی کوئی وسعت قبول نہیں کرتا تھا۔ ان تنگ دائروں کے اعتقاد سے فخر و غرور، نسل انسانی کی تحقیر و تذلیل، اور باہمدگر غلبہ و تسلط کے جس قدر مہلک جذبات پیدا ہو جایا کرتے ہیں (جن کی تشریح آگے آئے گی) وہ سب کے سب اس شدت و قوت کے ساتھ اُن کے خمیر میں سرایت کر چکے تھے کہ شاید ہی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر مل سکے۔ اُن میں کا ہر فرد اپنے قبیلہ کے انتساب سے بڑھ کر دنیا کی کوئی عظمت و کبریائی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیکڑوں ہزاروں جانیں آن کی آن میں قربان ہو جاتی تھیں تاکہ قبیلہ کے شرف و غرور کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ معاملہ اس درجہ معلوم و مسلم ہو کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حماسہ میں آج بھی انکے اشعار پڑھتے ہیں تو جذبات نسل و نسب کی شدت و حرارت سے دل و دماغ تنور کی طرح گرم ہو جاتا ہو۔ دنیا کی کسی قوم کی شاعری ان جذبات میں عرب جاہلیۃ کا مقابلہ نہیں کر سکتی!

عربی میں قبیلہ، خاندان، نسل، و مکان کی اس حدبندی کے اعتقاد اور اس کے غلو کو "عصبیت" سے تعبیر کرتے تھے۔ اس عصبیت کی پہلی بنیاد عربیت پر تھی، یعنے غیر عرب کے مقابلہ میں عرب کی فضیلت، اور اس کے بعد عربیت میں بھی ہر قبیلہ اپنے نسلی امتیاز کے غرور سے سرگراں تھا۔

عرب سے باہر بھی دنیا کا تمام آباد حصہ قبیلہ اور وطن سے زیادہ وسیع دائرہ کوئی نہیں رکھتا تھا۔ رومی تمدن نے رومن قومیت کی بنیادیں استوار کی تھیں، لیکن اُس کی بنیاد بھی نسل اور وطن ہی پر تھی۔ سسلی کے حاکم نے جب ایک رومانی کو گرفتار کر کے دُرّوں سے پٹوایا تھا تو وہ اُسکی ہر ضرب پہ چیختا تھا "میں رومانی ہوں"۔ مشہور رومی خطیب سیسرو نے اس حاکم کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "ایک رومانی فورم کے وسط میں لٹایا جاتا ہو اور دُرّوں سے پٹیا جاتا ہو۔ وہ نہ تو درد و اذیت کی شکایت کرتا ہو۔ نہ رو تا دھوتا ہو۔ صرف اس جملہ کی تکرار کرتا ہو کہ میں رومانی ہوں اسلئے مجلس قضاء اس مظلوم کو یقین تھا کہ میں اپنے آپ کو رومانی کہکر ساری تکلیفوں اور بے عزتیوں سے بچا لے سکتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تھوڑے دن کی بات ہو کہ رومانی ہونا کسی انسان کے لئے حفاظت اور عزت کی سب سے بڑی ضمانت تھی" یہ سیسرو کی قانونی تقریروں میں سب سے زیادہ فصیح تقریر تسلیم کی گئی ہو۔ سیسرو نے صرف

اسیر زور دیا کہ وہ رومانی تھا۔ یہ نہیں کہا کہ انسان تھا۔ اُسے انسانیت کا نہیں، رومانیت کا استغراق تھا!

لیکن اسلام ان منزلوں میں رُک نہ سکا۔ اسنے اُن تمام رشتوں اور رشتوں کی بنیادوں سے انکار کر دیا جو انسان کے علم و نظر کی کوتاہیوں نے بنا رکھے تھے۔ وہ نسل، وطن، جنس، رنگ، زبان، کسی غیر حقیقی رشتے کو تسلیم نہ کر سکا۔ اُسنے انسان کو صرف ایک ہی رشتے کی دعوت دی۔ انسانیت اور انسانی برادری کے فطری رشتہ کی!

یا ایھا الناس! انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم، ان اللّٰہ علیم خبیر (۴۹: ۱۳)

"اے مجمع انسانی! ہمنے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہو، پھر ایسا کیا کہ تمھیں مختلف شاخوں اور قبیلوں کی صورت دے دی بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے۔ لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا تاکہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف و عزت کا معیار کیا ہو تو اسکی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہو۔ اللہ کے حضور وہی سب سے زیادہ شریف ہو جو سب سے زیادہ اپنے کاموں میں پرہیزگار ہو"!

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہو۔ اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں، خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں خواہ وطن و جنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہو کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔ تمام کرہ ارضی پر پھیلی ہوئی نسل انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہو گئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ تعارف پیدا ہو جائے۔ یہ تمام حلقے تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہو، یہ عربی ہو۔ یہ آرین ہو، یہ منگولین ہو۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہو۔ لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہو، نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہو۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہو، اور وہ انسان کی سعی و عمل کا امتیاز ہو۔

اب تمام نسل انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہوئی ہو۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی، مگر اُس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے!

جو بڑھ کر خود اُٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہو!

رشتۂ انسانیت کی وحدۃ و اخوۃ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کر دیا کہ "خلقناکم من ذکر و انثیٰ" تمام نوع انسانی ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان، ایک ہی گھرانا ہو۔ پس جب فی الحقیقت نہ تو نسل میں امتیاز ہوا کہ نسل ایک ہی ہو۔ نہ وطن میں تفرق ہوئی کہ وطن بھی سب کا ایک ہی کرۂ ارضی ہو، تو پھر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے کیوں الگ ہو؟ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانے کے رشتہ دار ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں؟

اس بارے میں اسلام کی بنیادی تصریحات اس درجہ مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف اشارہ ہو۔ من جملہ اُن قرآنی تصریحات کے جو انسانی وحدۃ کا اعلان کرتی ہیں، وہ تمام آیتیں ہیں جن میں ظاہر کیا گیا ہو کہ مجمع انسانی کی اصل وحدۃ تھی۔ تفرقہ گمراہی اور فطرۃ الٰہی سے دُوری کا نتیجہ ہو:

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا، ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون (۱۹: ۱۰)

اسلام کے داعی اول کی تعلیم اور عمل کا جو کچھ حال تھا، وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ آپنے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیۃ جاہلیۃ سے تعبیر کیا اور بار بار اعلان کر دیا کہ "لیس منا من مات علی العصبیۃ۔ لیس منا من دعی الی العصبیۃ۔ لیس منا من قاتل علی العصبیۃ" یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کی عصبیت کے تعصب پر دنیا سے جائے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کے تعصب کی طرف دعوت دے۔ وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ حجۃ الوداع یعنی اُس حج کے موقعہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری حج تھا، آخری خطبہ وصیت دیتے ہوئے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، کلکم ابناء آدم" (صحیحین) "لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقویٰ۔ الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب" (رواہ الجامع) آج کے دن سے نسل و قومیت کے سارے امتیازات مٹ گئے۔ اب نہ کسی عرب کو عرب ہونے کی وجہ سے عجمی پر فضیلت ہو سکتی ہو۔ نہ عجمی کو عرب پر۔ فضیلت اسی کے لئے ہو جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور اس لئے سب ایک ہی صف میں اور ایک ہی درجہ کے ہیں!

اسلام کی دعوت میں انسانی وحدت و اخوۃ کی حقیقت کس درجہ اہمیت حاصل تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہو۔ آنحضرت (صلعم) سے جو دعائیں پانچ وقت کی نماز کے بعد مانگنے کی ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ ہو۔ زید بن ارقم نامی ایک راوی کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتے تھے: (کان رسول اللّٰہ صلعم یقول فی دبر کل صلوۃ):

اللھم ربنا و رب کل شی۔ انا شھید انک الرب وحدک لا شریک لک! اللھم ربنا و رب کل شی، انا شھید ان محمدا عبدک و رسولک! اللھم ربنا و رب کل شی، انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ (مسند امام احمد و ابوداود)

"خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ صرف تو ہی پروردگار عالم ہو، تیرے سوا کوئی نہیں۔ خدایا! ہمارا اور ساری کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ محمد اس سے زیادہ نہیں ہو کہ تیرا بندہ ہو اور تیرا رسول ہو! خدایا! ہمارا اور تمام کائنات ہستی کا پروردگار! میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے کتنے ہی تفرقے پیدا کر رکھے ہوں لیکن تو نے اُن سب کو ایک ہی رشتہ انسانیت میں جوڑ دیا ہو"!

غور کرو، اس دعا میں کیے بعد دیگرے تین شہادتیں: پہلی پروردگار عالم کی توحید و ربوبیت کی ہو۔ دوسری رسول کی رسالت اور بندگی کی ہو۔ یہ دونوں شہادتیں اسلام کے دینی عقائد کی بنیاد اور اولین اصول ہیں۔ اب ان دو اہم ترین عقیدوں کی شہادت کے ساتھ ہی تیسری شہادت جس بات کی دی جا رہی ہو ضروری ہو کہ وہ بھی اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس درجہ اہم ہو کہ ان دونوں کے بعد تیسری جگہ پا سکے۔ وہ کیا ہو؟ "ان العباد کلھم اخوۃ" خدایا! اگرچہ انسان نے تیری بنائی ہوئی انسانی برادری چھوڑ کر طرح طرح کی نئی برادریاں اور رشتے بنا رکھے ہیں، لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ جس طرح تیری وحدانیت اور تیرے رسول کی رسالت برحق ہو، اُسی طرح یہ بھی برحق ہو کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انھوں نے جہل و مجوبیت سے کتنا ہی یہ مقدس رشتہ بھلا دیا ہو، لیکن یہ رشتہ حقیقی ہو اور قائم ہو!

داعی اسلام توحید اور رسالت کے بعد جس حقیقت کا اعلان عام کرنا چاہتا تھا، وہ انسان کی انسانی برادری تھی!

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئیے کہ قرآن و اسلام

[م]سٹر[یا] سیٹھ بدری پرشاد کی جو وہاں کے ارکان آرامنی میں سے ہے [خو]د ہندوستان کی زمینداراںہ خصائل کا کامل نمونہ ہو۔ مصنف کے [قل]م کو "پریم" سے زیادہ بدری پرشاد کی تصویر کھینچنے میں کامیابی [ہو]ئی ہو۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ ہندوستانی زندگی کے جس افسانہ پر سر [ا]ڈ و وائر کے قلم سے دیباچہ نکلے گا، سیاسی حیثیت سے اُسکی [رو]ح کیا ہوگی؟ افسانہ کا معاشرتی ماحصل جو کچھ بھی ہو، لیکن سیاسی [ما]حصل یہ ہو کہ ہندوستان کی اصلی آبادی دیہات کی آبادی ہو۔ [ا]س کے حقیقی اور عملی مسائل اقتصادی اور زرعی ہیں نہ کہ سیاسی [ض]رورت اُنہی کے حل اور اصلاح کی ہو۔ سیاسی نظام کی ترقی نہ [تو] ضروری ہو نہ سود مند!

قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود!

آشور اور بابل کی نئی تاریخ

Ancient Records of Assyria And Babylonia

آشور (اسیریا) اور بابل کا بین النہرین تمدن، تاریخ قدیم [کی] وہ عجیب داستان ہو جو صرف ہزاروں برس پہلے کے کھنڈر اور زیر زمین اینٹوں ہی کی زبانی سنی جاسکتی ہو۔ قلم و کتابت کے ذریعہ بہت کم صدائیں ہم تک پہنچی ہیں۔ علماء آثار نے اس عہد کے آثار سے بہت کچھ ذخیرۂ علم حاصل کرلیا ہو۔ یہ اب تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہوگئی ہو۔ تاہم بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری ہو۔

حال میں شکاگو یونیورسٹی (امریکہ) کے ایک پروفیسر مسٹر ڈی۔ ڈی لکنبل (D. D. Luckenbill) نے اس موضوع پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہو جو چھپ کر شائع ہوگئی [ہے]۔ اسمیں کوشش کی ہو کہ جس قدر بھی معلومات آثار قدیمہ کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، وہ سب تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کردیجائیں۔ تاریخ کی ابتدا اُس زمانہ سے کی ہو جو تاریخ کی ابتدائی روشنی کا زمانہ ہو، اور ختم اُس عہد پر کیا ہو جب سرزمین نینوا تباہ ہوجاتی ہو۔ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہو کہ:

"اس تاریخ کا تمام تر دارومدار آثار قدیمہ پر ہو۔ آثار سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں وہ بہت حد تک ایک خاص طریق استدلال پر مبنی ہوتی ہیں۔ اگر اس طریق استدلال کے مقدمات [می]ں سے ایک مقدمہ بھی غلط ثابت ہوجائے تو نتائج کا بہت [سا] سلسلہ نظر انداز کردینے کے قابل ہوجائے گا۔ اس لئے میں [نے] کوشش کی ہو کہ حتی الامکان استدلالی طریقہ کی جگہ استنباط و [اس]تخراج کے سادہ طریقہ پر قناعت کرلوں لیکن یہ ہر جگہ کام نہیں [د]ے سکتا تھا۔ بعض مقامات ایسے ہیں کہ استدلال کے بغیر قدم بڑھایا [ہی] نہیں جاسکتا۔ ایسے موقعوں پر طریق استدلال کام میں لایا [گی]ا ہو مگر یہ احتیاط کرلی ہو کہ اول تو صرف مستند علماء آثار کے [بیان]ات پر قناعت کرلی جائے۔ ثانیاً حتی الوسع استدلال میں [بھ]ی قریبی اور صاف استدلال سے نکالے ہوئے نتائج لئے [گئے] ہیں!"

قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت

Indian Serpent-Lore or The Nagas in Hindu Legend

ڈاکٹر جے۔ وو جل Vogel نے مندرجہ صدر نام سے ایک کتاب لکھی ہو۔ ہندوؤں کے علم الاصنام میں سانپ کے وجود نے کیوں اہمیت حاصل کرلی؟ اور کس طرح اس کی پرستش کا رواج ہوا؟ اس کتاب میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہو۔ مصنف نے پہلے ہندوستان میں سانپوں کی کثرت اور انکے اثرات پر بحث کی ہو۔ پھر "ناگ" اور اس کے تخیل پر نظر ڈالی ہو اور اس سلسلہ میں وہ تمام افسانے بھی درج کردئے ہیں جن کا تعلق ناگ بادشاہوں اور ناگ کی قوم سے ہو۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہو اگرچہ تحقیقات کا پایہ بلند نہیں ہو۔ ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ آیندہ شایع کریں گے۔

تجہیز و تکفین کی فضولخرچیاں

Funeral Customs: Their Origin and Development

مسٹر بی۔ اس۔ پکل Puckle نے یہ کتاب اس غرض سے لکھی ہو کہ مسیحی رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین کے جو طریقے یورپ میں رائج ہیں، ان پر تاریخ و فلسفہ کے نقطۂ خیال سے نظر ڈالی جائے، اور اقتصادی حیثیت سے اُن کا مسرفانہ پہلو بھی واضح کیا جائے۔ کتاب کا موضوع اگرچہ صرف یورپ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو لیکن تجہیز و تکفین کا مسئلہ عام ہو، اس لئے جا بجا نہایت دلچسپ اور مفید مباحث آگئے ہیں۔ یہ کیا بات ہو کہ موت جو زندگی کا خاتمہ اور حسرت و ماتم کا پیغام ہو، اُس ساز و سامان سے علحدہ نہ ہوسکی جو انسان نے زندگی کی شان و شوکت اور ہنگامہ آرائیوں کے لئے اختیار کئے تھے؟ وحشی قوموں سے لے کر موجودہ عہد کی متمدن قوموں تک، کوئی بھی اسپر راضی نہیں ہوتا کہ موت کا مرحلہ محض خاموشی و غمگینی کے ساتھ طے کرلے؟ مصنف اس کے جواب میں چار سبب بتلاتا ہو:

(۱) یہ قدیم اور عالمگیر اعتقاد کہ بعض رسوم کی ادائیگی پر میت کی آیندہ عافیت موقوف ہو۔

(۲) اگر میت کے ساتھ انصاف اور فیاضی ملحوظ نہ رکھی گئی تو وہ زندوں کو ستانے لگے گا۔

(۳) رائے عامہ جسے حق حاصل ہو کہ جنازوں کی شان و شوکت یا سادگی و بے وقعتی پر اظہار خیال کرے۔

(۴) میت کے عزیزوں قریبوں کے دماغ کی وہ عارضی حالت جو کچھ عرصہ کے لئے دنیا اور دنیا کے تمام مصالح و فوائد سے بے پروا ہوجاتی ہو اور فضول خرچی کی مضرتوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔

لوزان کی آیندہ مسیحی کانفرنس

معلوم نہیں قارئین الہلال کو اُس کانفرنس کا حال معلوم ہو یا نہیں جو ۱۹۲۷ء میں اس لئے قائم کی گئی تھی تاکہ تمام مسیحی ممالک کے مذہبی عقائد و نظام کی وحدت و یکجہتی کے لئے مسلسل کوشش شروع کی جائے؟ یہ کانفرنس لوزان میں منعقد ہوئی تھی جس کا نام ترکی معاہدۂ صلح کے سلسلہ میں کافی شہرت حاصل کرچکا ہو۔ اب آیندہ اگست میں اس کا دوسرا اجلاس منعقد ہوگا۔ پچھلی ڈاک کے تمام اخبارات اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔

یہ مسیحی مذہب کا حال ہو جسنے اول دن سے اصول و عقائد کے تفرقہ میں پرورش پائی تھی۔ لیکن اسلام کی بنیاد اس حالت میں پڑی کہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں رکھی گئی تھی۔ پھر کیا مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی عبرت نہیں ہوگی؟ کاش ہندوستان میں بھی کسی "لوزان" کی صدا بلند ہو!

ٹرکی کی جدید مردم شماری

ترکی حکومت نے نئی مردم شماری کا انتظام کیا ہو۔ اس سلسلہ میں اخبار نیر ایسٹ لندن نے لکھا تھا کہ "ٹرکی حکومت کی جانب سے بار بار ظاہر کیا گیا ہو کہ اُس کی موجودہ آبادی ساڑھے تیرہ ملین (ایک کرور پینتیس لاکھ) سے کم نہیں ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ اس سے بہت کم ہو" اسپر مطلب بے نے جو موجودہ ترکی حکومت میں دیوانی امور کے ڈائرکٹر جنرل ہیں، ایک بیان شائع کیا ہو اور نیر ایسٹ کی تغلیط کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ تخمینہ تمام سرکاری کاغذات سے ثابت شدہ ہو، اور بہت ممکن ہو کہ آیندہ مردم شماری میں اس سے بھی زیادہ تعداد ثابت ہو"۔

آزادی پر دنیا کی نئی نظر

مئی کے کنٹم پریری ریویو میں سر ہربرٹ سیموئل نے ایک مطول مقالہ "لبرٹی" (آزادی) کے عنوان سے لکھا ہو۔ انگلستان کے درمیانی طبقہ کا زاویۂ نگاہ معلوم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت مفید تحریر ہو۔ یہ نہ تو اس میدان میں زیادہ دور تک جانا چاہتی ہو۔ نہ اسپر قانع ہو کہ قدم نہ اُٹھائے۔ پڑھنے والا محسوس کرتا ہو کہ اُسے ایک درمیانی جگہ مل گئی ہو۔

مقالہ نگار نے آزادی کی وہی پانچ قسمیں کی ہیں جو آجکل عام طور پر کی جاتی ہیں:

(۱) شخصی

(۲) دماغی

(۳) سیاسی

(۴) اقتصادی

(۵) قومی

پھر بتلایا ہو کہ ان میں سے ہر آزادی کا ایک حلقہ ہو لیکن مشکل یہ پیش آجاتی ہو کہ ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متناقض ہو جاتا ہو۔ مجبوراً ان سب میں اتنی کمی بیشی کردینی پڑتی ہو کہ مجموعی حالت میں اعتدال پیدا ہوجائے۔ کبھی شخصی آزادی گھٹا دی جاتی ہو تاکہ سیاسی آزادی کو صدمہ پہنچے۔ کبھی سیاسی آزادی محدود کردی جاتی ہو تاکہ شخصی آزادی کا درجہ گھٹ نہ جائے۔ ان تمام حلقوں کے ایسے حدود قائم ہوجانا جو باہمدگر موافق و مطابق ہوں، دنیا کی علمی مشکلات میں سے سب سے بڑی مشکل ہو۔ جس دن ہم یہ مشکل حل کرلینگے، آزادی کا علمی عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔

جدید روس کا جدید تمدن

اسی رسالہ میں مسٹر سی۔ ایچ ہرفورڈ کا ایک نہایت دلچسپ مقالہ "بالشویزم کی تہذیب" پر نکلا ہو۔ مسٹر موصوف لکھتے ہیں:

"بالشویسٹ روس کو ہم اسوقت تک صرف تعصب ہی کی عینک میں سے دیکھتے رہے ہیں لیکن یہ حالت کب تک باقی رہے گی؟ کب تک حقیقت سے زیادہ ہمیں اپنے متعصبانہ جذبات کا پاس رہے گا؟ روس کے اس انقلاب کو ہم تمدن کا تنزل

عالم مطبوعات و صحائف

اس باب سے مقصود یہ ہو کہ اس کے نیچے وہ تمام مفید اور دلچسپ معلومات جمع کی جاسکیں جو مشرق و مغرب کی مطبوعات و صحائف سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔ "صحائف" کے ساتھ "مطبوعات" کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہو تاکہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ چیزیں بھی اس کے دائرۂ نظر میں آجائیں۔ ہر ہفتہ دنیا کے مختلف حصوں میں ایک بڑی تعداد کتابوں کی شائع ہوتی رہتی ہو۔ ان کا بڑا حصہ ایسا ہو جو یا تو بآسانی میسر آجاتا ہو یا کم از کم علمی اخبارات و رسائل کے ذریعہ انکے ضروری مطالب و فوائد معلوم ہوجاتے ہیں۔ اس عنوان کے نیچے اُن کا تذکرہ کیا جاسکے گا، ضروری مطالب اخذ و نقل کئے جاسکیں گے، اور بعض حالتوں میں مختصراً نقد و تبصرہ بھی ہوجائے گا۔

اخبارات و رسائل کا یہ حال ہو کہ اگر تمام زبانوں کے اخبارات میں سے صرف انگریزی، عربی، اور ترکی زبان کے اخبارات ہی چُن لئے جائیں، اور ان میں سے بھی صرف وہی لئے جائیں جو نہایت وقیع درجہ کے ہیں، جب بھی ان کی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ نہ تو بہ آسانی خریدی جاسکتی ہو، نہ ہر شخص اپنے اوقات فراغ میں اُن سب کا مطالعہ کرسکتا ہو۔ اس لئے علم و اطلاع کا بہتر و سہل ذریعہ یہی ہو کہ اُن کا خلاصہ نظر سے گزرتا رہے۔ ہر اخبار میں خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو کام کی چیزیں چند ہی ہوتی ہیں اور بہ آسانی چُن لی جاسکتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کا ہے۔ یورپ کی زبانوں میں متعدد رسائل کا موضوع یہی ہے۔ اُردو پریس نے ابھی تقسیم عمل کے اس درجہ تک کہاں ترقی کی ہو کہ اس قسم کے پرچے شائع ہوں؟ البتہ یہ ممکن ہو کہ چند صفحات اس کے لئے مخصوص کردئیے جائیں، الہلال میں یہ باب اسی غرض سے قرار دیا گیا ہو۔

اس باب کی اہمیت اور نفع کا اندازہ شاید فوراً نہ ہوسکے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نمبر میں بہت کم جگہ اس کے لئے نکل سکی۔ لیکن اگر چند ہفتوں تک اس کا مطالعہ جاری رہا تو آپ خود محسوس کریں گے کہ یہ کس درجہ مفید اور دلچسپ چیز ہے؟ الہلال کے ان چند صفحات کا مطالعہ کرلینا مغرب و مشرق کی مطبوعات کے تمام وقیع ذخیرہ کا مطالعہ ہوگا۔

الہلال کے ان چند کالموں کے لکھنے کے لئے جس محنت و صرف کی ضرورت ہو، مشکل ہو کہ آپ اس کا اندازہ لگا سکیں۔ جو چیز ہفتہ بھر کی لگاتار محنت و کاوش کے بعد لکھی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کے اندر آپ پڑھ لیں گے۔ ممکن ہو مطالب کی دلچسپی اتنا وقت بھی محسوس نہ ہونے دے۔ تاہم اس واقعہ سے آپ کو بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ سینکڑوں روپیہ کے صرف اور ایک اہل قلم کے پورے سات دن کی محنت سے یہ چند کالم تیار کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کی ضرورت ہوگی کہ ایک سطر لکھنے کے لئے کئی کئی سو صفحوں کی کتاب یا اخبارات و رسائل اول سے لیکر آخر تک پڑھ ڈالے جائیں، اور بعض اوقات ایسا ہوگا کہ صفحوں کے صفحے پڑھ کر رکھ دینے پڑینگے اور ایک سطر بھی میسر نہ آسکے گی!

اسوقت دفتر الہلال میں غرب و مشرق کے وقیع اخبارات و رسائل کا بہت بڑا ذخیرہ ہفتہ وار آتا ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، طلیانی، جرمن، اسپینی، عربی، ترکی، فارسی، اور جاپانی زبان کے روزنامہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہوار، سہ ماہی ہر قسم کے اخبار و رسائل مہیا کئے گئے ہیں طلیانی اور اسپینی زبانوں کے سوا باقی تمام زبانوں کے مطالعہ اور اخذ و ترجمہ کا انتظام موجود ہے۔ اور امید ہو کہ بہت جلد ان دو زبانوں کے مطالعہ کا بھی انتظام ہوجائے گا۔ یہی حال نئی کتابوں کا ہے۔ شاید ہی کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہو کہ نئی مطبوعات کا ذخیرہ یہاں نہ پہنچتا ہو۔ ہم کوشش کرینگے کہ حتی الوسع اس تمام ذخیرہ کا بہترین خلاصہ ہر ہفتہ درج کردیا کریں۔

یہ واضح رہے کہ "عالم مطبوعات و صحائف" کا باب "مطبوعات جدیدہ" سے مختلف ہو۔ "مطبوعات جدیدہ" کا عنوان اس لئے رکھا گیا ہو تاکہ کتابوں پر نقد و تبصرہ کیا جائے، یا اگر کسی خاص کتاب کا کوئی اہم حصہ قابل نقل ہو تو اسے بجنسہ نقل کرلیا جائے، لیکن عالم مطبوعات و صحائف کا دائرۂ نظر عام و وسیع ہو۔ اسمیں ہر طرح کی مطبوعات سے ہر طرح کی ضروری معلومات منتخب کرکے درج کی جائیں گی۔

تاریخ کبیر ذہبی

تاریخ اسلام کے عہد متاخرین میں امام شمس الدین الذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) کو علم و تصنیف کا جو درجہ حاصل ہو، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اُن کا عہد ائمہ فن کا عہد تھا، اہم جو قبولیت و شہرت اُن کی مصنفات کو حاصل ہوئی، اُس سے اُن کے بڑے بڑے معاصر حتی کہ شیوخ و اساتذہ بھی محروم رہے۔ اُنکی مصنفات میں ایک بڑا حصہ تاریخ و رجال کا ہے۔ لیکن افسوس ہو کہ آجتک میزان الاعتدال کے سوا (جسے سب سے پہلے ہندوستان کے ایک عالم مولانا عبد الحئی مرحوم فرنگی محلی نے چھپوا کر شائع کیا) اور کوئی مطول کتاب شائع نہ ہوسکی۔

تاریخ میں ان کی سب سے بڑی کتاب "تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر الاسلام" ہو جو تاریخ کبیر ذہبی کے نام سے مشہور ہو۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد اسلام کی جسقدر تاریخیں لکھی گئیں، سب کی سب اس سے ماخوذ ہیں۔ کوئی متاخر مؤرخ ایسا نہیں جو اس کا حوالہ نہ دیتا ہو۔ اس کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تمام ناقص ہیں۔ بدقسمتی سے کسی ایک مقام پر بھی کوئی مکمل نسخہ موجود نہیں۔

یورپ کے مستشرقین اور مستشرق جماعتوں کا ایک خاص طریق کار یہ ہو کہ وہ جب کوئی خاص کتاب شایع کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اس کے تمام موجودہ نسخوں کی ایک یادداشت طیار کرلیتے ہیں۔ یہ یادداشت نہایت قیمتی ہوتی ہو۔ اس سے معلوم ہوجاتا ہو کہ دنیا کے مختلف مقامات میں اس کے کون کون سے نسخے موجود ہیں، اور کیونکر اُن سب سے اس کا ایک مکمل اور صحیح نسخہ مرتب کیا جاسکتا ہو؟ ۱۸۹۹ء میں ہالینڈ کے مشہور مستشرق پروفیسر دی گوئے de Goeje نے ایک یادداشت اس کتاب پر شائع کی تھی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کی پہلی اور پانچویں جلد پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہو۔ دوسری اور چوتھی آکسفورڈ میں ہو۔ تیسری قدم اسفا ہو میں ہو۔ چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں ہو۔ نویں سے لے کر بارہویں جلد تک قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ ان میں سے اکثر جلدیں ناقص ہیں اور جب تک اُنکے ناقص اجزاء کے مقابلہ میں دوسرے نسخوں سے کامل اجزاء نہ مل جائیں مکمل نسخہ کی ترتیب مشکل ہو۔ اس یادداشت میں ان اجزاء کا بھی حال درج تھا، اور امید کی گئی تھی کہ مکمل نسخہ مرتب ہوجائیگا۔

ہندوستان میں بھی اس کے نسخے جابجا پائے جاتے ہیں مگر مکمل نسخہ کہیں نہیں ہو۔ رامپور کے کتب خانے میں تین جلدیں ہیں۔ لکھنؤ کے کتب خانۂ مولنا حامد حسین مرحوم میں بھی تین ہیں۔ بانکی پور میں ایک جلد ہو۔ مولنا ابو الکلام . . . کے کتب خانہ میں دو جلدیں ہیں دوسری اور چوتھی۔ غالباً حیدرآباد میں بھی بعض جلدیں پائی جاتی ہیں۔

اصل کتاب کی ایک کتابت میں بارہ جلدیں ہیں اور ایک میں تیرہ۔ مصنف نے ابتداء اسلام سے اپنے عہد تک یعنے ساتویں صدی ہجری تک کے حالات و تراجم جمع کرنے کا التزام کیا تھا۔ ترتیب یہ اختیار کی ہو کہ پوری مدت ستر بابوں میں منقسم ہو یعنی ہر بیس برس کے لئے ایک باب ہو۔ ہر باب میں پہلے وقائع و حوادث بہ ترتیب سنین جمع کئے ہیں۔ پھر وفیات و تراجم بہ ترتیب حروف تہجی بیان کئے ہیں دوسری اور چوتھی جلد جو مولنا کے کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں ۱۴۱ھ سے ۱۳۰ھ تک کے، اور ۱۹۱ھ سے ۲۴۰ھ تک کے حالات ہیں۔

دنیا اس کتاب کی اشاعت سے مایوس ہوچکی تھی، لیکن اب شائقین علم یہ سُنکر نہایت خوش ہونگے کہ نہ صرف اس کا مکمل نسخہ مرتب کرلیا گیا ہو، بلکہ اُس کی طباعت کا کام بھی شروع ہوگیا ہو۔ چنانچہ جرمنی سے پروفیسر ہارٹ من لکھتے ہیں کہ "تاریخ کا مکمل نسخہ جو گذشتہ پندرہ سال سے زیر تصحیح و تکمیل تھا اب مکمل ہوگیا ہو۔ اور پہلی جلد کی چھپائی بھی شروع ہوگئی ہو"۔

پروفیسر موصوف کا یہ خط مولنا ابو الکلام کے نام آیا ہو جن سے اُن کی خط و کتابت ۱۹۱۲ء سے جاری ہو۔ اسمیں انھوں نے مولنا کے کتب خانہ کی دونوں جلدیں طلب کی ہیں، اور اس کام کی نہایت دلچسپ تاریخ بھی بیان کی ہو تاکہ الہلال میں شایع کی جائے۔ پروفیسر موصوف یورپ کے اُن مشاہیر اہل علم میں سے ہیں جنھوں نے از راہ عنایت الہلال کے لئے تحریر مقالات کا وعدہ فرمایا تھا۔ ہم آیندہ اُن کی تحریر کا ترجمہ بسلسلۂ مقالات شایع کرینگے۔

پریم

A. Tale of Modern India

مندرجۂ صدر نام سے مسٹر ایچ۔ کے۔ گورڈن نے ایک ناول لکھا ہو جو پچھلی ڈاک کی نئی کتابوں میں ہمارے پاس پہونچا ہو۔ اس میں پنجاب کی دیہاتی زندگی کی ایک دلچسپ داستان بیان کی گئی ہو، اور مصنف کا بیان ہو کہ یہ داستان نہیں ہو ایک سچی سرگزشت ہو۔ سر مائیکل اوڈوائر (سابق گورنر پنجاب) نے اس پر دیباچہ لکھا ہو اور یہ رائے قائم کی ہو کہ "زمانۂ حال کی ہندوستانی زندگی کے مسائل سمجھنے میں یہ سرگزشت بہت مدد دے گی"

اس افسانہ میں اگرچہ متعدد سیرتیں (کیرکٹرز) دکھائی گئی ہیں لیکن دو سیرتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ایک تو خود "پریم" کی جو اپنی کاشتکاری کی پُر صعوبت زندگی شروع کرتا

بریدِ شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار قسطنطنیہ کے قلم سے)

دو تاریخی دشمن رُو در رُو

سابق خدیو مصر کا مقدمہ

عباس پاشا حلمی، دورِ حاضر کے سربرآوردہ مشاہیر میں سے ہیں۔ جنگ عمومی کے آغاز تک مصر کے فرمانروا تھے۔ برطانیہ سے ان کی مخالفت تاریخی واقعہ بن گئی ہے۔ باہمی عداوت کی سرگزشت خود لارڈ کرومر نے اپنے پُرزور سیاسی قلم سے لکھی ہے اور "عباس ثانی" کے نام سے دُنیا کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ لارڈ موصوف نے عباس کی مذمت میں اپنی تمام قوت کتابت صرف کر دی ہے۔ مگر شروع سے آخر تک کتاب پڑھ ڈالنے کے بعد اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہ خدیو، برطانیہ کا دشمن تھا" کیونکہ "برطانیہ نے اُس کے ملک غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا"

یہاں ہم خدیو کی وطن پرستی کی تاریخ بیان کرنی نہیں چاہتے لیکن یہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آخر کار اسی وطن پرستی نے عباس حلمی کو اپنے تاج و تخت سے محروم کرایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ برطانیہ نے مصر میں اُس کی تمام ذاتی جائداد ضبط کر کے پورا پورا انتقام لے لیا۔

آج مصر میں خدیو کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہے حالانکہ جنگ سے پہلے وہ مصر کا سب سے بڑا صاحب املاک تھا۔ خدیو سابق کی دولت کے متعلق بہت سے قصّے مشہور ہیں۔ وہ اپنے عہد حکومت میں دنیا کے چند سب سے زیادہ دولتمند فرمانرواؤں میں سے تھا

بہرحال وہ قدیم تاریخی دشمنی آج پھر منظر عام پر آگئی ہے۔ پہلے اُس کا دائرہ شاہی محل، انگریزی ریزیڈنسی، اور سیاسی حلقوں میں محدود تھا۔ آج وہ عدالت کے ایوان میں جلوہ آرا ہے، اور جج اُس پر محاکمہ کرنے بیٹھے ہیں۔

مقدمہ کی نوعیت

• اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سابق خدیو نے قسطنطنیہ کی مخلوط اعلیٰ عدالت میں حکومت برطانیہ پر دعویٰ دائر کیا ہے، اور اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کیا ہے جو دورانِ جنگ میں ضبط کر لی گئی تھی۔ خدیو کا دعویٰ یہ ہے کہ برطانیہ نے اُس کی جائداد ضبط کرنے کے بعد اُسے صرف ۶۰۰،۰۰۰ پونڈ معاوضہ ادا کیا یہ رقم بہت کم ہے۔ اُسے ۲۸،۲۳،۰۰۴ پونڈ معاوضہ ملنا چاہئے۔

مدعا علیہ کا جوابِ دعویٰ

دعویٰ اپنے اجمال میں جس قدر سادہ ہے، لیکن تفصیلات نے بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں جن کے حل کرنے میں اس وقت ترکی، مصر، برطانیہ، اور بعض دوسرے یورپین ملکوں کے قابل ترین علماء قانون مشغول ہیں۔ یہ پیچیدگیاں دراصل برطانیہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ برطانوی وکیل مورس اموس نے کل عدالت میں اپنے اعتراضات پیش کئے تھے۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ عدالت، جس کے سامنے مقدمہ پیش ہے، اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار نہیں رکھتی۔ برطانی نمایندے نے اس کے لئے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ اول مدعی کی شخصیت۔ ثانیاً دعوے کا موضوع۔

انگریزی وکیل نے کامل تین گھنٹے تقریر کی۔ اور ان دونوں نقطوں پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ اُس کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے:

"مدعی کی شخصیت، موجودہ عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ اس لئے کہ خدیو کی جنسیت مصری ہے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ اس عدالت کے سامنے صرف اُنھی لوگوں کے دعوے آسکتے ہیں جو ترکی جنسیت رکھتے ہوں اور برطانیہ یا اُس کی رعایا کے خلاف دعویٰ رکھتے ہوں" اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل نے کہا "ابتک مصری حکومت سابق خدیو کو "مصری" ہی گردانتی ہے اور اُن کی ترکی جنسیت تسلیم نہیں کرتی۔ اس بارے میں مصری اور ترکی حکومت میں گفت و شنید بھی ہو چکی ہے۔ مگر مصری حکومت اپنے فیصلہ پر قائم ہے۔ میرے لئے سرکاری کاغذات پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن میرے پاس موجودہ مصری وزیر اعظم عبدالخالق ثروت پاشا کا خط موجود ہے جو اُن سے خاص اس موقعہ کے لئے حاصل کیا گیا ہے"

اس کے بعد وکیل نے وزیر اعظم مصر کا خط پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

"آپ کا خط پہونچا۔ انسوس جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔ اس کا اصلی سبب وزارت کا استعفا تھا۔ اسی استعفا کی وجہ سے اُس نوٹ پر دستخط بھی دیر سے ہوئے جو سابق خدیو عباس پاشا کے متعلق مصری حکومت ترکی سفیر کے حوالہ کرنے والی تھی۔ آج اس نوٹ پر دستخط ثبت ہو گئے اور ترکی سفیر کو دے دیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری حکومت سابق خدیو کی جنسیت کی تبدیلی تسلیم نہیں کرتی۔ . . میں آپ کی اس مہم میں پوری کامیابی کا خواہشمند ہوں"

خط سنانے کے بعد انگریزی وکیل نے کہا:

"اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ عباس حلمی مصری ہیں۔ ترکی نہیں ہیں۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے مصر پر اپنے حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کا اعلان کیا۔ اُس وقت سے خدیو انگریزی رعایا ہو گئے۔ لہٰذا اُن کا موجودہ دعویٰ برطانیہ کا ایک داخلی معاملہ ہے۔ یعنی برطانیہ کی ایک رعایا نے حکومت برطانیہ پر دعویٰ کیا ہے، موجودہ عدالت کو ایسے مقدمات سننے کا قانوناً حق نہیں ہے۔ بنا بریں عدالت کو اس مقدمہ پر غور نہیں کرنا چاہئے"

اس کے بعد وکیل نے دوسرے نقطہ پر بحث شروع کی:

"خدیو اپنی جائداد کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ عدالت کو معاوضہ کے دعوؤں پر غور کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عدالت معاہدۂ لوزان کے بموجب وجود میں آئی ہے اور معاہدہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ ترکی برطانی عدالت صرف اُن دعوؤں پر غور کرے گی جو ترکی یا دول اتحاد طرفین پر کسی جائداد کے متعلق دائر کرینگے بشرطیکہ اُس جائداد کا طرفین کو علم ہو۔ لیکن خدیو کسی جائداد کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ معاوضہ کا معاملہ اس عدالت کے اختیار سے باہر ہے"

یہ کہکر وکیل نے معاہدۂ لوزان کی دفعہ ۵۸ پڑھی جس کا مضمون یہ ہے:

"ترکی اور دول اتحاد باہمی رضامندی سے اُن تمام نقدی معاوضوں کے مطالبہ سے دست بردار ہوتے ہیں جن کا تعلق یکم اگست ۱۹۱۴ء سے تاریخ معاہدہ تک طرفین کی جائداد سے ہے عام اس سے کہ وہ جائدادیں تباہ ہو گئی ہوں یا ضبط کر لی گئی ہوں"

وکیل نے کہا "اس تصریح کے بعد خدیو کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہو جاتا ہے" یہاں پر انگریزی وکیل کو اعتراف کرنا پڑا کہ "لوزان کا معاہدہ اُن معاہدوں سے بالکل مختلف ہے جو دول اتحاد نے جرمنی، آسٹریا، اور بلغاریہ سے کئے ہیں۔ یہ معاہدے غالب اور مغلوب کے مابین ہوئے تھے، اسی لئے اُن میں غالب کی سخت شرطیں موجود ہیں۔ لیکن لوزان کا معاہدہ دو برابر کے حریفوں میں ہوا تھا غالب اور مغلوب میں نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے اُس کی تمام شرطوں کی بنیاد مساوات پر ہے"

یہ تاریخی واقعہ بھی اُسے تسلیم کرنا پڑا کہ "لوزان کانفرنس میں اتحادیوں نے ترکی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ تین کرور پونڈ تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ مگر ترکی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد ڈیڑھ کرور طلب کیا۔ اس پر بھی ترکی راضی نہ ہوا۔ آخر ایک کرور بیس لاکھ پر اصرار کیا گیا۔ مگر ترکی نے اس بارے میں گفتگو کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ مجبوراً اتحادیوں کو مذکورۂ بالا دفعہ ۵۸ پر راضی ہونا پڑا، جس کی رُو سے طرفین ہر قسم کے مالی معاوضوں سے دست بردار ہو گئے"

اس کے بعد وکیل نے معاہدہ کی دفعہ ۶۵ اور ۶۶ پر بحث کی "بلاشبہ ان دفعوں میں طرفین نے تسلیم کیا ہے کہ ضبط شدہ جائدادیں واپس کر دیں گے یا اُن کی قیمت ادا کر دیں گے۔ مگر اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ ایسے دعوے اُس عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں جو طرفین خاص اسی غرض سے مقرر کرینگے موجودہ عدالت کی یہ حیثیت نہیں ہے، لہٰذا اس مقدمہ پر غور کرنا اُس کے اختیار سے باہر ہے"

اس کے بعد وکیل نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "معاہدۂ لوزان کی رُو سے طرفین ایسی ہی جائدادوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں جو کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہیں۔ کیونکہ اگر قبضہ میں نہیں ہیں تو اُن کی واپسی بھی ناممکن ہے۔ مدعی عباس پاشا کی پی املاک کو تی

بتلاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہو کہ وہ طرح طرح کے تمدنی اور تعلیمی ترقیات کے مدارج پُورے سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہو۔ وقت آگیا ہو کہ ہم ہر طرح کے تعصبات سے الگ ہو کر اعتدالِ فکر کے ساتھ روسی انقلاب کا مطالعہ کریں"

ترک اور نسل ابراہیمی

پچھلے دنوں پروفیسر حقی بے نے جو جامعۂ قسطنطنیہ میں اسلامی تاریخ کے مدرس ہیں، ایک عجیب نظریہ اخبارات میں شائع کیا تھا۔ ماحصل اس کا یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُسی نسل سے تھے جو ترکوں کی نسل ہو۔ نظریہ کے اثبات میں تورات، قرآن، اور علم الاقوام سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن جتنی باتیں ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر نکالی گئی تھیں، اُن میں ایک بھی ایسی نہ تھی جو اہلِ علم کے لئے قابلِ التفات ہو۔ خصوصاً قرآن سے استدلال تو نہ صرف غیر مفید بلکہ عدمِ فہم و تدبر پر مبنی تھا۔

پچھلی ڈاک کے ترکی اخبارات میں پھر یہ بحث چھڑ گئی ہو۔ توحید افکار میں ایک اہلِ قلم نے طول طویل مضمون لکھا ہو، وقت کے مقالہ نگار نے اُس کے رد پر زورِ قلم صرف کر دیا ہو۔ توحید افکار کا مضمون حقی بک کی تائید میں ہو۔ وقت کا مضمون تغلیط میں۔ ضمناً یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ قدیم تقسیم اقوام کی بنا پر منگولین نسل کا ایک حلقہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن یہ کہاں تک نکتہ چینیوں سے محفوظ ہو؟ توحید افکار کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہو کہ قدیم تاتاری نسل اپنی ایک مستقل شاخ رکھتی ہو۔ مشرقِ اقصیٰ اُس کا محل و وطن نہ تھا۔ یہ دنیا کے وسطی حصوں سے وہاں پہنچی تھی۔

اس سلسلہ میں لفظ "تارخ" اور "آزر" کی اصلیت نے بھی ایک سخت نزاع پیدا کر دی ہو۔ یہ بحث بھی چھڑ گئی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" اصلاً ایک ہی لفظ ہیں یا دو مختلف نام ہیں؟ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم کو "آزر" کا بیٹا بتلایا گیا ہو: اذ قال ابراهيم لابيه آزر" لیکن تورات میں "تارخ" ہو۔ مفسرین نے اس کی یوں توجیہ کی ہو کہ "آزر" حضرت ابراہیم کا باپ تھا چچا تھا۔ باپ "تارخ" ہی تھا۔ لیکن چونکہ اُسی نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی تھی۔ نیز عربی میں چچا پر بھی باپ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لئے قرآن نے "آزر" کو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بہر حال یہ، اور اس طرح کی بحثیں ایک طرح کی کاوشِ فکر اور تفننِ طبع ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی وقعت نہیں جہاں تک حضرت ابراہیم کے باپ کی شخصیت کا سوال ہے، صاف بات یہی معلوم ہوتی ہو کہ "تارخ" اور "آزر" سے ایک ہی شخصیت مراد ہو۔ قدیم الفاظ و اعلام میں اس طرح کے تبدلات بکثرت ہوئے ہیں۔

امریکہ کے شامی اور استقلال شام

قارئین الہلال کو غالباً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں شامی مہاجرین کی بڑی بڑی نو آبادیاں ہیں۔ انھوں نے امریکن جنسیت قبول کر لی ہو۔ اور عام امریکن آبادی کی طرح تمول و خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے خاص عربی اخبارات ہیں، کلب ہیں، ہوٹل ہیں، جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں، اور خاص نیویارک میں بڑے بڑے آباد محلے ہیں۔ غالب تعداد رومن کیتھولک مسیحی ہو۔ کثیر مسلمان بھی ہیں۔

چونکہ ان کی جدید تمدنی زندگی کی ابتدائی نشو و نما فرانس کے زیر اثر ہوئی تھی، اس لئے قدرتی طور پر جذبات کا میلان اُسی طرف رہتا ہو۔ جنگ کے بعد جب فرانس نے شام پر غاصبانہ قبضہ کیا، تو انھوں نے شام کو مبارکباد دی۔ پھر جب شامیوں نے فرانسیسی مظالم سے عاجز آکر اعلانِ جنگ کر دیا، تو ان کے اخبارات علانیہ فرانس کے حامی اور دروزیوں کی "وحشت و جہالت اور ناشکر گزاری" پر متاسف تھے!

چونکہ مہاجرین امریکہ ابناءِ شام کی سب سے بڑی متمول اور طاقتور جماعت ہیں، اس لئے قدرتی طور پر انکے خیالات کا مسئلہ شام پر نہایت مُضر اثر پڑتا تھا۔

یہ حال دیکھ کر متعدد شامی لیڈروں نے امریکہ کا سفر کیا۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر عبد الرحمٰن شہبندر گئے تھے، جنھوں نے امریکہ کی تمام شامی آبادیوں میں لکچر دئیے اور صورتِ حال سے مطلع کیا۔ اُنکے بعد مشہور شامی زعیم، امیر شکیب ارسلان نے اسی غرض سے امریکہ کا سفر کیا اور کئی ماہ تک مقیم رہے۔ اب معلوم ہوتا ہو کہ یہ تمام کوششیں پوری طرح بار آور ہوئی ہیں اور امریکن شامیوں کی رائے عامہ میں بہت کچھ تبدیلی ہوگئی ہو کئی ہفتہ سے امریکے جس قدر عربی اخبارات آرہے ہیں، سب سے اس تبدیلی کا پتہ چلتا ہو۔ پچھلی ڈاک کے البیان اور الہدیٰ میں کئی مضامین شام کے مسئلہ استقلال پر نکلے ہیں۔ سب میں وہی نقطۂ خیال کام کر رہا ہو جو شام کا مخلصانہ وطنی نقطۂ خیال ہو۔ الہدیٰ لکھتا ہو:

"بلاشبہ ہم فرانس کے علم و ادب کے مقروض ہیں۔ ہمیں اس قرضہ کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن ہم اس کے لئے طیار نہیں کہ اس کے معاوضہ میں اپنا وطنِ عزیز اور اُس کا وطنی استقلال مالِ غنیمت کی طرح حوالہ کر دیں۔ ہم فرانس کے آگے عبودیتِ مخلوق کا سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہیں"

پارہ کا فوری علاج

ہر شخص جانتا ہو کہ کچا پارہ اگر جسم کے اندر چلا جائے تو نہایت مضر ہوتا ہو۔ پارہ کا پھوٹنا مشہور ہو۔ ایک مدت سے طبی حلقوں کو تلاش تھی کہ اسکا کوئی فوری اور قطعی علاج معلوم ہو جائے۔ اب امریکہ کے مشہور طبی رسالہ "جرنل اف دی میڈیکل ایسوسی ایشن" میں اس کا مجرب اور سہل علاج بتلایا گیا ہو۔ امریکہ کے تمام مستند طبی حلقے اس کی تصدیق کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص پارہ کھا گیا ہو تو پہلے ایک یا دو گلاس دودھ پلا دو۔ پھر چند کچے انڈے کھلا دو۔ یہ چیزیں جب پارے سے ملتی ہیں تو فوراً ایک نمک طیار ہو جاتا ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ معدہ میں پارہ ہضم نہ ہو سکے گا اور دودھ اور انڈے کی چکناہٹ معدہ کی دیواروں کو چکنا بھی کر دے گی تاکہ پارہ جذب نہ ہو سکے۔ البتہ یاد رہے کہ ہر حال میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ پارہ کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو یہ علاج عمل میں آجائے۔ دوسرے یہ کہ معدہ کی صفائی اچھی طرح کر دی جائے"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کریں۔ و نیز نام اور پتہ صاف ہونا چاہئے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی۔
منیجر "الہلال" کلکتہ

مکتوبِ فلسطین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیت المقدس کے قلم سے)
(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

جامعۂ عبرانی

فلسطین کی عبرانی یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ وہ عربی زبان کا [illegible]ی لغت مرتب کر رہی ہے - اس سے مقصود لغت کی ایک ایسی کتاب [illegible]ہے جس میں اُن تمام لفظوں اور محاوروں کی تحقیق کی جائے گی جو عربی [illegible]دور میں استعمال ہوئے ہیں۔

یہ تجویز نہایت اہم اور ایک بڑی ضرورت پوری کرنے والی ہے [illegible]علم ادب سے ممارست رکھنے والے جانتے ہیں کہ عہدِ جاہلیت اور [illegible]ین کے کتنے اشعار محض اس لئے مشکل ہو گئے ہیں کہ موجودہ کتب [illegible] میں اُن کے الفاظ اور محاوروں کی پُوری تحقیق موجود نہیں۔

تحقیقات سے مجھے معلوم ہوا کہ اس غرض کے لئے یونیورسٹی [illegible]علما کی ایک کمیٹی بنائی ہے - مشہور یہودی علامہ ہرفتنز اس کے [illegible]ہیں - کام شروع ہو گیا ہے - لیکن اس کی تکمیل میں تقریباً پندرہ [illegible] لگیں گے۔

اسی سلسلہ میں یونیورسٹی کی ایک اور تجویز بھی قابلِ ذکر ہے۔ عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے جرمنی کے مشہور مستشرق [illegible]یسر بکر کا نام سنا ہوگا - یہ اس وقت پروشیا کے وزیرِ تعلیم ہیں۔ اُنھوں [illegible] سالہا سال کی کوششوں سے عربی زبان کی بکثرت قدیم قلمی تحریریں [illegible]ی ہیں - علمی دنیا میں ان کا مجموعہ نہایت نادر اور قیمتی سمجھا جاتا [illegible]فلسطین کی یہودی یونیورسٹی نے گزشتہ ماہ یہ تجویز منظور کی ہے کہ [illegible]یسر مذکور سے یہ تاریخی مجموعہ خرید لیا جائے اور پورے اہتمام کے [illegible] شایع کر دیا جائے - خیال کیا جاتا ہے کہ اگر یہ مجموعہ شایع ہوا تو [illegible] جلدوں میں ختم ہوگا۔

عبرانی یونیورسٹی کے کارناموں میں مشرق کی اکثر قوموں کے لئے [illegible]ہی عبرت ہے۔

عبرانی اپنے بولنے والوں کی پراگندگی و بربادی کے بعد خود بھی [illegible]ہو گئی تھی - مُردہ زبانوں میں اُس کا شمار تھا - مذہبی کتابوں [illegible]عبادت خانوں کے باہر اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا تھا [illegible]خت جان یہودیوں کی تیس برس کی کوششوں نے آج اُسے [illegible]ندہ زبان بنا دیا ہے - اسوقت فلسطین میں عربی کے بعد سب [illegible]تعمل یہی زبان ہے - عدالتوں اور بازاروں تک میں بولی جاتی [illegible]یں نئے علوم مدوّن ہیں - اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہے - اپنی خاص [illegible]ٹی رکھتی ہے جس کا شمار موجودہ عہد کی بہترین یونیورسٹیوں [illegible]!

[illegible]عبرانی یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا [illegible]ہے کہ دو سال کی قلیل مدت میں اُسنے ایک لاکھ ۴۰ ہزار [illegible] اپنے کتب خانہ میں جمع کر لی ہیں جو تمام تر یہودی علوم اور [illegible] قوم سے تعلق رکھتی ہیں!

قومی مؤتمر

[illegible]سطین کی قومی مؤتمر (کانگرس) نے ایک عام اجتماع منعقد [illegible]ی دعوت شایع کی ہے - اس سے غرض اُس قانون پر بحث و [illegible]ا ہے جو گورنمنٹ نے فلسطینی قومیت یا جنسیت کے متعلق حال میں بنایا ہے - یہ قانون اُن تمام لوگوں کو فلسطینی جنسیت سے خارج کرتا ہے جو فلسطین کے باہر بود و باش رکھتے ہیں - نیز اُنھیں اپنے ملک میں واپس ہونے سے بھی منع کرتا ہے - اس قانون کی وجہ سے باشندے سخت ہیجان میں ہیں۔

مجلسِ تشریع

ملک میں مجلسِ تشریع (لیجسلیٹو کونسل) کے قیام کا مطالبہ عام ہے گورنمنٹ بھی اسپر غور کر رہی ہے - اس راہ میں بڑی رُکاوٹ یہ ہے کہ جن لوگوں پر قوم کو اعتماد ہے، حکومت اُنھیں پسند نہیں کرتی - اور حکومت کے آدمیوں پر قوم کو اعتماد نہیں - اس صورت میں کونسل کا قیام کیسے ہو سکتا ہے؟ حکومت ڈرتی ہے کہ اپنا ایک نیا دشمن کیوں پیدا کرے؟ قوم خیال کرتی ہے حکومت کے ہاتھ میں ایک نیا ہتیار کیوں دے؟ لیکن متعدد سیاسی رہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ ہم حکومت کے ساتھ اتحادِ عمل کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ سچائی کے ساتھ قومی مطالبے کی طرف عملی قدم اُٹھائے - ایسے معاملات میں "سچائی" کی قید ہمیشہ مشتبہ ہوتی ہے!

ایک اہم انکشاف

پروفیسر ولیم یہاں آثارِ قدیمہ تلاش کر رہے ہیں - حال میں اُنھیں "تل مشیا" پر زمین کے اندر ایک دیوار ملی ہے - سولہ سے بیس فٹ تک موٹی ہے - خیال کیا جاتا ہے یہ ۲۰۰۰ قبل مسیح میں تعمیر ہوئی تھی۔

ڈاکٹروں کی تعداد

آخری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اسوقت فلسطین میں کل ۵۴۳ ڈاکٹر ہیں - ان میں ۳۷۳ یہودی ہیں ۴۰ عرب ہیں ۱۲۳ یورپین ہیں - یہودی ڈاکٹروں میں ایک تہائی عورتیں ہیں۔

امیر عبد اللہ

اخبارات نے امیر عبد اللہ کی ایک ملاقات کا حال شایع کیا ہے جو اُنھوں نے ایک مصری اخبار نویس سے حال میں کی تھی - امیر نے کہا:

"مصر میں ذہنی بیداری اس طرح اُبل رہی ہے جس طرح کڑھتا اُبلتا ہے - اس کے مستقبل اور نتیجہ کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا قدیم خیالات و افکار کے باب میں فکر کی آزادی میرے نزدیک نہایت مستحسن ہے - تجدید و اجتہاد میں جو چیز مجھے بہت پسند ہے وہ اعتدال ہے جلد بازی اور شرقی فضائل و اخلاق کی تحقیر مجھے پسند نہیں"

مصر کی سیاسی بیداری کے متعلق امیر نے گفتگو کرنے سے انکار کیا - البتہ ڈرتے ڈرتے اتنی تصریح کی "مصر کے دوستوں کو یہ بیداری بہت مرغوب ہے"

اپنی ریاست کے متعلق اُنھوں نے کہا "میں اپنے ملک کو وہ تمام دستوری (پارلیمنٹری) حقوق دینا پسند کرتا ہوں جو اُسکے لئے مضر نہ ہوں" اور اُس کی "عقلی استعداد" کے مطابق ہوں"

انگریزی معاہدہ کے متعلق کہا "معاہدہ ابھی آخری منزل میں نہیں پہونچا ہے - البتہ گفت و شنید ختم ہو گئی ہے - ممکن ہے مزید ترمیم ہو - بہر حال مجھے یقین ہے کہ یہ ویسا ہی معاہدہ ہوگا جیسا برطانیہ نے عراق سے کیا ہے"

اپنے والد شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بارے میں اُنھوں نے کہا "اپنی آخری حاضری کے وقت میں نے عرض کیا تھا کہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کریں - مگر اُنھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا - میرے والد قبرص میں محض اپنی خوشی سے مقیم ہیں - وہ بالکل آزاد ہیں جس ملک میں چاہیں قیام کر سکتے ہیں"

فلسطین کی ایک بڑی شخصیت

فلسطین کے ایک ممتاز اور معتبر سیاسی رہنما موسیٰ کاظم پاشا حسینی ہیں - شروع سے وطن کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں - قومی انجمن کے فی الحال صدر ہیں - اخبارات نے اُن کی ایک سیاسی گفتگو شایع کی ہے - یہ فلسطین کی عام رائے کی صحیح ترجمانی کرتی ہے - اُس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

"ملک کا مطالبہ یہ ہے کہ قومی حکومت دستوری بنیادوں پر قائم ہو - قومی مجلس اُس کی پشت پناہ اور نگراں ہو دنیا کی تمام حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی صرف ملکی مجلس ہی کے سامنے جوابدہ ہو - ہم برطانوی حکمرداری تسلیم نہیں کرتے - زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک معین مدت تک کے لئے اپنے خارجی معاملات اجنبیوں کے ہاتھ میں رہنے دیں - لیکن ہم کامل اندرونی آزادی چاہتے ہیں ہم سر دست اپنے ملک کے لئے وہی سیاسی حیثیت چاہتے ہیں جو عراق کو حاصل ہے - یعنی ہم انگریزوں سے اس شرط پر معاہدہ کر سکتے ہیں کہ ملک کی اندرونی آزادی محفوظ رہے اور دستوری حکومت قائم کرنے دیجائے - ہماری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہودی قوم ہے ہم یہودیوں سے کوئی عداوت نہیں رکھتے - ہم اپنے ملک میں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں - مگر وہ زیادتی کرنا چاہتے ہیں ہمارے ملک کو غصب کرنا چاہتے ہیں، یہ بات ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے - عربوں کو برطانیہ سے بیشمار شکایتیں ہیں - سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ اُسنے اُن کی آزادی سلب کر لی - دوسری شکایت یہ ہے کہ تقریباً تمام اعلیٰ اور درمیانی عہدے یہودیوں اور انگریزوں کے لئے خاص کر دیے، تیسری یہ کہ انگریزی حکومت نے ہماری تعلیم اپنے قبضہ میں کر لی ہے جس سے ملک کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے - چوتھی یہ کہ بیشمار ٹیکس غریب ملک کو تباہ کر رہے ہیں - پانچویں یہ کہ ظالمانہ قانون جاری کئے گئے ہیں - اس قانون سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ حکومت جسے مشتبہ سمجھے ۶ مہینے کے لئے بغیر مقدمہ چلائے قید کر سکتی ہے"

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)
(اصل عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

مصر و برطانیہ کی نزاع

"قوم کی روح کو نہ جنگی قانون مغلوب کر سکتا ہے نہ ظالم کا ظلم، نہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت"

(سعد پاشا زغلول)

مصر کی موجودہ سیاسی جدوجہد کی پوری تاریخ اس ایک جملہ میں پنہاں ہے - برطانیہ نے ہر ممکن ذریعہ سے اس چھوٹی سی قوم کو مغلوب و مقہور کرنے کی کوشش کی - مگر اس نہتی قوم نے مغلوب ہونے سے ہمیشہ انکار کیا - برطانیہ کو مجبوراً ظلم و جور کے ہتیار رکھ دینا پڑے - سیاسی بازی گری شروع کی - مگر اس قوم نے فریب کھانے سے بھی انکار کر دیا - برطانیہ کا آخری اور خطرناک حربہ، زیور پاشا کی وزارت تھی - یہ شخص مصری تھا مگر برطانیہ سے زیادہ مصر کے لئے مُضر تھا - اسنے ملک کی سیاسی زندگی کا گلا گھونٹنے کی پوری کوشش کی، مگر قوم نے اُسے بھی چشم زدن میں گرا دیا - آج مصر پر حکومت خود مصر ہی کی ہے - آج مصر کی حکومت، عام رائے کے ماتحت ہے - عام رائے برطانیہ کے خلاف ہے، اس لئے ملک کی حکومت بھی برطانیہ کے خلاف ہے - عام رائے ملک میں برطانیہ کا کوئی امتیاز باقی نہ

جائداد بھی برطانیہ کے قبضہ میں نہیں ہے۔ کیونکہ مصر اب ایک خود مختار سلطنت ہے اور برطانیہ کو اُس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا حق باقی نہیں رہا"

"علاوہ بریں" وکیل نے مزید استدلال کرتے ہوئے کہا "معاہدۂ لوزآن نے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ برطانیہ اُنھی ملکوں کی جائدادیں واپس کرے گا جو اس معاہدہ کے وقت ٹرکی کے قبضہ سے نکلے ہیں۔ ظاہر ہے مصر کا شمار ایسے ملکوں میں نہیں ہے۔ مصر جنگ سے پہلے ہی ٹرکی سے علحدہ ہوچکا تھا"

اس موقعہ پر وکیل نے لاہائی کی عدالت عالیہ کے مشہور جج موسیو کوبر کا یہ قول نقل کیا کہ کسی ملک کے اپنی سلطنت سے علحدہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ سلطنت یہ علحدگی تسلیم بھی کرلے فعلاً کسی ملک کی حکومت کا بے اختیار ہوجانا اس کے لئے کافی ہے کہ اُسے حکومت کے امتیاز سے محروم تسلیم کرلیا جائے"

اس قول سے وکیل نے یہ استدلال کیا کہ "ٹرکی نے اگرچہ مصر کی علحدگی سرکاری طور پر اُس وقت تسلیم نہیں کی تھی۔ مگر مصر فعلاً اُس سے علحدہ ہوچکا تھا اور اگر اُس وقت کی علحدگی قانوناً جائز نہ ہو تو پھر ۱۹۱۴ء میں انگریزی حمایت نے تو مصر کو قطعاً الگ کردیا تھا اور دوَل نے بھی اسے تسلیم کرلیا تھا۔ اگر یہ بھی معتبر نہ ہو تو مارچ ۱۹۲۲ء میں مصر کے اعلان خود مختاری پر تو کوئی رد و قدح نہیں ہوسکتی۔ یہ اعلان صرف دوَل یورپ ہی نے نہیں بلکہ خود ٹرکی نے بھی تسلیم کرلیا ہے"

غرضکہ انگریزی وکیل نے ہر ممکن دلیل سے ثابت کرنا چاہا کہ خدیو عباس کا موجودہ دعویٰ اگر بے بنیاد نہ ہو تو بھی اس عدالت میں پیش نہیں ہوسکتا۔ عدالت میں ۴۰ سے زیادہ سربرآوردہ ترک اور سفراء دوَل موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی انگریزی وکیل کی تقریر پسند نہیں کی۔ اُس کی تقریر غیر دلچسپ اور افسردہ کن تھی تمام حاضرین اس بات پر مسکرا رہے تھے کہ وہ بار بار جوش میں آکر مضحکہ انگیز حرکتیں کرنے لگتا تھا سب سے زیادہ مضحکہ انگیز منظر اُس کی عینک میں تھا۔ وہ اپنی عینک کسی طرح بھی سنبھال نہیں سکتا تھا۔ بار بار ناک پر رکھتا اور پھر گھبرا کر اُتار دیتا۔ جب رکھتا تھا تو اس طرح ججوں کو دیکھنے لگتا تھا گویا کتاب پڑھ رہا ہے۔ جب اُتار دیتا تھا تو اس طرح نظریں اُٹھا دیتا تھا گویا اندھیرے سے اچانک روشنی میں آگیا ہے!

برخلاف اس کے خدیو کے پیروکار بڑے سلیقہ اور وقار کے وکیل تھے۔ انکے سرگروہ مشہور قانون داں طاہر بک ہیں۔ یہ آستانہ کے مدرسۂ قانون کے مہتمم ہیں اور لوزآن کانفرنس میں ترکی وفد کے قانونی مشیر تھے۔

خدیو کے وکلاء کی بحث

خدیو کی طرف سے تین وکیل تھے۔ تینوں نے انگریزی وکیل کی بحث کے تین اہم نقطوں کو باہم تقسیم کرلیا تھا۔

طاہر بک نے خدیو کی جنسیت پر بحث کی اُنھوں نے کہا: "خدیو، ترکی رعایا ہیں۔ کیونکہ ترکی قانون جنسیت اُنھیں ترکی رعایا قرار دیتا ہے اور مصری قانون جنسیت اُنھیں مصری تسلیم نہیں کرتا۔ خود برطانیہ معترف ہے کہ ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء تک خدیو کا شمار ترکی رعایا میں تھا، پھر اس تاریخ کے بعد بقول اُس کے خدیو مصری رعایا ہوگئے۔ حالانکہ ۱۹۲۶ء کے مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ خدیو کو مصری جنسیت سے خارج کررہی ہے۔ کیونکہ مصر میں اُن کی عدم موجودگی اور مصر میں اُن کے داخلہ کی ممانعت کی وجہ سے اُن پر وہ شرطیں عائد نہیں ہوتیں جو مصری رعایا ہونے کے لئے قانون میں درج ہیں۔ اس قانون میں صاف لکھا ہے کہ وہی لوگ مصری رعیت ہیں جو ۵ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو مصر میں موجود تھے اور اسکے بعد بھی برابر وہاں بود و باش رکھتے ہیں۔ خدیو عباس میں یہ دونوں شرطیں پوری نہیں ہوئیں۔ بلاشبہ ۱۹۱۴ء میں خدیو اپنے ملک واپس جانا چاہتے تھے مگر خود انگریزی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے اُنھیں واپسی سے روک دیا"

اس کے بعد طاہر بک نے مصری وزیر اعظم عبدالخالق ثروت پاشا کے مذکورۂ بالا خط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"یہ نام نہاد خط، اس مقدمہ میں پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین نے عدالت کے سامنے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ ایسے کاغذات پیش نہیں کئے جائیں گے جو پہلے سے طرفین کے معائنہ میں نہیں آچکے ہیں۔ انگریزی وکیل نے یہ کارروائی بالکل خلاف اصول کی ہے۔ تاہم میں اس خط پر چند لفظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ خط محض شخصی اور نجی کا خط ہے۔ سرکاری دستاویز نہیں ہوسکتا خود میرے پاس ترکی حکومت کے سرکاری کاغذات موجود ہیں جن سے میرے موکل کی ترکی جنسیت پوری طرح ثابت ہوتی ہے مگر میں نے پیش نہیں کئے کیونکہ میں کوئی کارروائی باہمی معاہدہ کے خلاف نہیں کرنی چاہتا۔ ثروت پاشا کے خط پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ خط صرف اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ مدعاعلیہ مقدمہ پر اپنے موافق اثر ڈالے۔ نیز یہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم نے لکھا ہے جس کی مصلحت اسی میں ہے کہ میرا موکل مقدمہ ہار جائے۔ کیونکہ اُس کی جائداد اسی حکومت کے ہاتھوں میں ہے اور وہ اس سے متمتع ہورہی ہے۔ اس خط کو کتنی ہی اہمیت دی جائے مگر وہ مصری قانون جنسیت کی دفعہ ۲ کو باطل نہیں کرسکتا جسنے خدیو کو مصری جنسیت سے محروم کردیا ہے"

اس کے بعد ترکی وکیل نے اپنے حریف کے اس بیان کی تردید کی کہ خدیو کی جنسیت کے بارے میں مصری اور ترکی حکومتوں کے مابین گفت و شنید ہوئی تھی۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی حکومت نے اس بارے میں مصری حکومت سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ترکی حکومت پوری تاکید سے خدیو کو ترکی سمجھتی ہے ہے۔ پھر وہ ایک ایسے صاف معاملہ پر گفتگو کرکے اُسے مشتبہ کیسے بنا سکتی تھی؟ ممکن ہے یہ حقیقت ثروت پاشا کے لئے تکلیف دہ ہو۔ ممکن ہے حکومت برطانیہ کو موجودہ مشکل سے نکالنے کے لئے مصری حکومت اپنے سر ذمہ داری لے لے مگر ان تمام کوششوں کے بعد بھی حقیقت، حقیقت ہی رہے گی۔ خدیو، ترکی سے مصری نہیں ہوجائیں گے۔ ہمارے موکل نے انگریزی وکیل کے اس بیان پر عصمت پاشا کو توجہ دلائی تھی۔ اسپر اُنھوں نے جو جواب بھیجا ہے وہ میں عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہوں"

اس کے بعد انھوں نے عصمت پاشا کا حسب ذیل خط پڑھ کر سنایا:

"آپکی جنسیت کے متعلق ہمیں حکومت مصر کے کسی اعتراض کا آجتک علم نہیں۔ ہماری وزارت خارجیہ بھی اب تک ناواقف ہے کہ مصر میں ترکی سفیر کو مصری حکومت نے اس بارے میں کوئی نوٹ دیا ہے۔ آپکی جنسیت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معاملہ کسی حال میں بھی معرض بحث میں نہیں لایا جاسکتا"

طاہر بک کے بعد خدیو کے دوسرے وکیل مسیو برگر یہ نے اس نقطہ پر بحث کی کہ مصر، ٹرکی سے کب علحدہ ہوا؟ اُنھوں نے ثابت کیا کہ ٹرکی مصر سے معاہدۂ لوزآن کے وقت سے دست بردار ہوا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ میں صاف لکھا ہے کہ ٹرکی اپنی حدود کے باہر جملہ مقبوضات سے دست بردار ہوتا ہے پھر مصر اور سوڈان کے متعلق اسی دفعہ میں مزید تصریح موجود ہے کہ ان دونوں ملکوں سے دست برداری ۵ر نومبر ۱۹۱۴ء سے تصور کی جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی باضابطہ علحدگی معاہدۂ لوزآن سے ہوئی ہے۔ نہ کہ کسی اور معاہدہ یا واقعہ سے۔

اس کے بعد خدیو کے تیسرے وکیل مسیو گارذ نے وکیل کے اس اعتراض پر بحث کی کہ موجودہ عدالت اس مقدمہ پر غور نہیں کرسکتی اُنھوں نے کہا:

"میرے موکل کی جائداد مصر میں تھی۔ برطانیہ نے اُسے ضبط کرلیا۔ ثبوت یہ ہے کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جبکہ یہ واقعہ پیش آیا مصر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اگرچہ اس قبضہ کا باضابطہ اعلان ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا ہے"

اس کے بعد وکیل نے بین الاقوامی قوانین کی بہت سی کتابوں کے حوالے پڑھ کر بتایا کہ کسی ملک پر قبضہ اگر فعلاً موجود ہو اور اس قبضہ کے لئے کوئی معاہدہ یا اعلان نہ بھی ہوا ہو جب بھی وہ قبضہ قانوناً تسلیم کیا جائے گا۔ فعلاً اُس کا موجود ہونا اُس کی موجودگی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ تمام علماء قانون نے قبضہ کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی ملک کی مدافعت کی ذمہ داری اور اُس کے معاملات میں مداخلت کا نام قبضہ ہے۔ یہ چیز اُس وقت سے موجود تھی جب سے برطانیہ کی فوجیں مصر میں داخل ہوئیں۔

اپنے دعویٰ کی دلیل میں وکیل نے لارڈ ملنر اور دوسرے ذمہ دار انگریزوں کی تصریحات بھی پیش کیں اور بتایا کہ مصر فعلاً انگریزی حمایت میں تھا اگرچہ اُس کا باضابطہ اعلان ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ وکیل کی سب سے بڑی دلیل، جسنے پوری عدالت کو سکتہ میں ڈال دیا، انگریزی سپہ سالار مصر کا وہ اعلان تھا جو اُسنے اگست ۱۹۱۴ء میں شایع کیا تھا اور اسمیں لکھا تھا کہ برطانیہ نے اُسے مصر کی حمایت و مدافعت کے لئے مقرر کیا ہے۔

غرضکہ وکیل نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۱۴ء میں جبکہ خدیو کی جائداد ضبط ہوئی ہے، مصر برطانیہ ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد وکیل نے اُن تمام اعتراضوں کو ایک ایک کرکے رد کردیا جو انگریزی وکیل نے معاہدۂ لوزآن پر بحث کرتے ہوئے ضبط شدہ جائدادوں اور اُن کے معاوضہ کے متعلق پیش کئے تھے۔

ترکی حکومت کا بیان

تمام کارروائی ختم ہونے کے بعد ترکی حکومت کے نمائندے مصطفیٰ راشد بک نے عدالت کے سامنے ۱۹ بڑے صفحوں پر لکھی ہوئی ایک دستاویز پیش کی۔ اسمیں ترکی حکومت نے مقدمہ کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اسکے بعد ترکی وزیر خارجیہ کا یہ پیغام پڑھا گیا:

"عباس حلمی پاشا ترکی جنسیت رکھتے ہیں۔ ہم نے مصری حکومت سے جو گفت و شنید کی تھی وہ خدیو کے بارے میں نہیں بلکہ مصری قانون جنسیت کے بارے میں تھی۔ چونکہ خدیو جنگ عمومی کے قبل ہی سے قسطنطنیہ میں مقیم ہیں اس لئے مصری قانون کی دفعہ ۲ و ۳ کی رُو سے وہ مصری رعایا نہیں ہوسکتے"

آخر میں عدالت نے انگریزی وکیل سے پوچھا کہ اُسے کچھ اور کہنا ہے؟ وکیل نے انکار کیا۔ اسپر عدالت برخاست ہوگئی فیصلہ کی تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

…ینگے۔ مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اُسوقت مصر کے وزیر اعظم … نیہ کے ساختہ پرداختہ احمد زیور پاشا تھے۔ انھوں نے اس … واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب لارڈ جارج کی سیاحت " نیا" … یہ سوال مصری پارلیمنٹ میں پیدا کر دیا ہو، سوال یہ ہو کہ لارڈ … ج مصر میں برطانوی نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ اُنھوں نے … ہ مصر کے سامنے اپنے کاغذات پیش نہیں کئے ؟

اس قانونی سوال کا جواب وزیر اعظم نے یہ دیا ہو کہ سفرا کا … کاغذات پیش کرنا، قرون وسطیٰ کی رسم ہو جبکہ بادشاہ باہم ایک … رے سے خط و کتابت کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں یہ رسم کوئی … ی نہیں رکھتی اور بعض حکومتوں، مثلاً سوئٹزر لینڈ نے اسے بالکل … وف کر دیا ہو۔ تاہم ابتک یہ رسم اکثر ملکوں میں باقی ہو اور مصر میں … ی تھی۔ لہذا اگرچہ زیور پاشا کی وزارت نے برطانوی نمائندے … اس فروگزاشت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم ابھی وقت ہو، … جودہ وزارت حکومت برطانیہ سے اس بارے میں گفتگو کریگی۔

"ہائی کمشنر" ؟

دوران بحث میں ایک اور قانونی سوال پیدا ہو گیا۔ برطانوی … نندہ "ہائی کمشنر" کیوں کہلاتا ہو؟ حالانکہ عام طور پر سیاسی نمائندے … س لقب سے نہیں پکارے جاتے۔

اس کے جواب میں وزیر اعظم نے بیان کیا " بین الاقوامی … ب قانون میں عام طور پر سیاسی نمائندوں کا لقب

"Minstre Plenipotenitare"

"Amlassadim" ہو۔ لیکن بعد میں ایک نیا لقب … ہائی کمشنر" کے نام سے رائج ہو گیا۔ یہ لفظ بین الاقوامی کتب قانون … ں شاذونادر ہی کہیں نظر آتا ہو۔ بین الاقوامی طریق عمل نے بھی … س کے معنی ابتک پوری طرح متعین نہیں کئے ہیں۔ تاہم اس قدر … پا گیا ہو کہ یہ لقب ایسے دو ملکوں کے سیاسی نمائندوں کے لئے … تعمال کیا جاتا ہو جن کے سیاسی علائق صاف بنیادوں پر قائم … ں ہوتے۔ یہی سبب ہو کہ معاہدۂ لوزان سے پہلے جدید ٹرکی میں … گلستان اور فرانس کے سیاسی نمائندے " ہائی کمشنر" کہلاتے … ۔ اسی طرح اسوقت ولایات متحدۂ امریکہ میں کنیڈا کا سیاسی نمائندہ … ئی کمشنر" کہلاتا ہو۔ حالانکہ ایک لمحہ کے لئے بھی کنیڈا کو امریکہ … زیر اثر نہیں کہا جا سکتا۔ اعلان خود مختاری سے پہلے مصر میں … ریزی نمائندہ اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا اس لئے اب تک … ی لقب سے پکارا جاتا ہو، کیونکہ مصر اور برطانیہ کے سیاسی علائق … ین اور صاف بنیادوں پر قائم نہیں ہیں"

محمل مصری

اس سال محمل مصری مکہ معظمہ نہیں گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ گزشتہ سال … حج میں ایک ناگوار واقعہ پیش آ گیا تھا۔ کئی صدیوں سے یہ رسم … ئی ہو کہ محمل کے ساتھ ایک مصری فوج اور توپخانہ جاتا ہے۔ … کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ اُس وقت حجاز میں امن … ی طرح قائم نہ تھا اور مقامی حکومت، محمل کی حفاظت کی ذمہ … ی نہیں لیتی تھی۔ حسب عادت گزشتہ سال بھی محمل کے ساتھ مصری … ج گئی۔ نجدیوں سے اُس کا بعض امور میں اختلاف ہوا اور … ف نے کشت و خون کی صورت اختیار کر لی۔ اس نزاع میں … سے نجدی مارے گئے کیونکہ وہ نہتے تھے اور مصری فوج کا کوئی … ل ذکر نقصان نہیں ہوا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان ابن سعود نے حکومت مصر کو لکھا کہ … ہ سے محمل کے ساتھ مسلح فوج نہ آئے۔ مصری حکومت نے اسے … نہیں کیا کیونکہ گزشتہ سال کے واقعہ کے بعد خطرہ کا امکان اور زیادہ بڑھ گیا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمل کی روانگی ملتوی رہی۔

سلطان ابن سعود نے اپنی خواہش کے جواز پر تین دلیلیں پیش کی تھیں۔ ایک یہ کہ اب حجاز میں ہر طرح امن امان ہو اور حجاز کی حکومت محمل اور حجاج کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی سلطنت میں غیر سلطنت کی مسلح فوج کا داخل ہونا، اُس کی خود مختاری کے منافی ہو۔ تیسرے یہ کہ شرعی احکام کے بموجب بھی یہ مناسب نہیں کہ ہتیار بند فوج بلا ضرورت حدود حرم میں داخل ہو۔

مصری حکومت نے اپنے انکار کی دو وجہیں قرار دی ہیں: ایک یہ کہ کئی صدیوں سے برابر یہ رسم چلی آتی ہو۔ دوسرے یہ کہ اُسے حکومت حجاز کی اس ذمہ داری پر پورا اطمینان نہیں ہو کہ وہ محمل اور مصری حاجیوں کی حفاظت کر سکے گی۔

بہرحال اس سال محمل نہیں گیا۔ البتہ مصری حاجیوں کی ایک بڑی تعداد حج کے لئے روانہ ہو گئی ہو۔

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

اس وقت چین کی کیا حالت ہو؟

یہ سوال ہو جو بیرونی دنیا میں عام طور پر پوچھا جا رہا ہو۔ مگر کوئی صاف جواب نہیں ملتا۔ کیونکہ برطانی دعایۃ (پروپیگنڈا) نے اصلیت پر پردے ڈال دیئے ہیں اور اس قدر غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں کہ حقیقت معلوم کرنا بہت مشکل ہو گیا ہو۔

برطانیہ کو پورے چین سے پرخاش نہیں ہو۔ شمالی حکومت تو اُس کے زیر اثر ہو۔ اس لئے باوجود حد درجہ بدنظمی اور عام بدامنی کے اس حکومت کے خلاف اُس کی زبان نہیں کھل سکتی۔ بلکہ اُلٹی تعریفیں کی جا رہی ہیں۔

لیکن چین کی جنوبی حکومت کے خلاف اُس کے پریس کی تمام قوتیں وقف ہو گئی ہیں۔ جتنی بھی برائیاں ہیں، سب اُس کے سر تھوپی جا رہی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ حکومت قوم پرستوں کی حکومت ہو اور برطانی ملک گیر پالیسی کے خلاف شمشیر بکف ہو!

بیرونی دنیا کو یقین دلایا جا رہا ہو کہ جنوبی چین کمیونسٹ روس کے اثر و اقتدار میں ہو۔ وہاں سرے سے کوئی باضابطہ حکومت ہی نہیں ہو۔ قتل و غارت اور بے امنی عام ہو۔ حالانکہ یہ صریح کذب و افترا ہو۔

قوم پرست چین ہرگز روسی کمیونسٹوں کے اثر میں نہیں ہو۔ یہ سچ ہو کہ اُس میں کمیونسٹوں کو بہت قوت حاصل ہو۔ مگر وہ کمیونسٹ بھی نہیں خود چینی ہیں۔ کمیونزم کچھ روس کی ذاتی جائداد نہیں ہو۔ وہ معاشرتی عقائد کا ایک مذہب ہو اور ہر قوم اُسے قبول کر سکتی ہو بغیر اس کے کہ کمیونسٹ روس کے ماتحت یا زیر اثر ہو۔ بلاشبہ قوم پرست چین، روس کی طرف مائل ہو۔ لیکن اس کی وجہ بالکل معقول ہو۔ وہ روس ہی ہو جس نے دول یورپ کے جتھے سے نکلکر چین کے ساتھ انصاف کیا اور وہ تمام مراعات از خود چھوڑ دیں جو اُسے پچھلے غاصبانہ معاہدوں کی مدد سے حاصل تھیں اور جن کے برقرار رکھنے کے لئے برطانیہ جنگ پر تُلا ہوا ہو اور تمام دول یورپ اور امریکہ کو بھڑکا رہا ہے۔

اسی طرح قومی حکومت کی سرحدوں میں امن و امان بھی عام ہو اتنا عام جتنا دنیا کی باقاعدہ سے باقاعدہ حکومت میں ہو سکتا ہو۔ یہاں چوری، قزاقی کی وارداتیں سنی نہیں جاتیں۔ تقریباً روز بڑے بڑے شہروں میں عظیم الشان جلوس اور مظاہرے نکلتے رہتے ہیں، مگر انتظام ایسا مکمل ہو کہ کبھی کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ پھر یہاں ہندوستان کی طرح مذہبی جھگڑے بھی پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مقام نہیں جہاں بودھ، کنفیوشس اور اہل اسلام موجود نہ ہوں۔ بہت سے علاقوں میں دیسی عیسائیوں کی بھی آبادیاں ملی جلی موجود ہیں۔ لیکن سب امن و صلح کے ساتھ رہتے ہیں۔ حکومت قومی ہے اس لئے کبھی کوئی باہمی نزاع پیدا ہی نہیں ہوتی۔

دنیا بھر میں یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہو کہ جنرل چنگ کے شیک کی علیحدگی کے بعد قومی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہو۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہو۔ بلاشبہ جنرل مذکور یورپین اثرات سے متأثر ہو کر قومی حکومت سے باغی ہو گیا۔ یہ بھی سچ ہو کہ اُس کے ماتحت ایک بڑی فوج بھی ہو۔ کئی علاقوں پر قابض ہو اور نان کنگ اُس کا صدر مقام ہو لیکن اس سے مرکزی حکومت کی قوت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہو۔ وہ آج بھی کافی طاقتور ہو اور اُسکی مظفر و منصور فوجیں شمالی چین کو فتح کرتی ہوئی برابر بڑھ رہی ہیں۔

پھر جنرل کے شیک کی بغاوت بھی ابتک ایک معما ہو۔ اسوقت تک مرکزی حکومت سے اُس کا کوئی قابل ذکر تصادم نہیں ہوا۔ اُسنے ہانکو پر حملہ نہیں کیا بلکہ سیدھا شمالی چین کی طرف روانہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی بغاوت برطانیہ کے لئے عملاً کچھ مفید نہ ہو سکی بلکہ سراسر نقصان ہی پہنچا۔ پہلے اُس کے حلیف شمالیوں پر صرف کنٹون کا دباؤ تھا۔ اب یہ جنرل الگ ہو کر نئی طاقت سے دہرا دباؤ ڈال رہا ہو۔

علاوہ بریں اگر قوم پرست حکومت کو اس با اثر سپہ سالار کی علیحدگی سے نقصان پہونچا تو ساتھ ہی قدرت نے اُس کی فوراً تلافی بھی کر دی عین وقت پر چین کا مشہور عیسائی جنرل "فینگ" (جو کئی سال تک پیکن کا حاکم رہ چکا ہو) اُس سے آملا اور اپنی تازہ دم منظم فوج لاکر اُس کی قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا۔ یہ جنرل اپنی جنگی قابلیت کی ایک پوری تاریخ رکھتا ہو۔ تمام یورپ و امریکہ اور جاپان کے اخبارات ایسے چند سال پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ جیسی باقاعدہ فوج اس کے پاس ہو، کسی دوسرے چینی جنرل کے پاس نہیں ہو۔ لیکن اب جبکہ وہ کمیونسٹ ہو کر قوم پرست حکومت کے جھنڈے تلے آ گیا ہو تو کہا جا رہا ہو کہ اُس سے بُرا اور مکروہ کوئی نہیں!

یہ اسی جنرل کے اتحاد کا نتیجہ ہو کہ قوم پرست فوجیں تیزی سے "پیکن۔ ہانکو ریلوے" اور "ٹین سن۔ پیاکو" لائن پر بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ان کی قوت میں برابر اضافہ ہو رہا ہو۔ نئی نئی قوتیں اُن کی فتوحات دیکھ کر اُن سے ملتی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہاں کے چینی حلقوں میں یہ پھیلی ہوئی ہو کہ عنقریب صوبۂ "شانسی" کا جنگی حاکم جنرل "ین ہو۔ شان" قوم پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے والا ہو۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو قومی حکومت کو غیر معمولی قوت حاصل ہو جائے گی۔ (۱۳۔ جون کی سرکاری خبر مظہر ہے کہ یہ جنرل قوم پرستوں سے مل گیا۔ الہلال)

غرضکہ اسوقت چین کی حالت قومی نقطۂ نظر سے نہایت عمدہ اور اُمید افزا ہو۔ قومی حکومت روز بروز طاقتور ہو رہی ہو۔ پیکن کی (شمالی) حکومت کو سخت زوال ہو رہا ہو۔ برطانیہ اور دوسری سلطنتوں میں اس صورت حال سے سخت بےچینی پیدا ہو گئی ہو۔ وہ پیکن کے بچانے کی فکر کر رہی ہیں۔ لیکن کامیابی کی کوئی اُمید نظر

[illegible]

دینا نہیں چاہتی، اس لئے حکومت بھی برطانوی امتیازات اُٹھا دینے پر تلی ہوئی ہے۔

مصر کی "خود مختاری" تسلیم کر لینے کے بعد بھی برطانیہ نے اپنے لئے کئی حاکمانہ امتیازات باقی رکھے ہیں۔ انگریزی فوج مصر کی سرزمین پر موجود ہے۔ مصری فوج کا سپہ سالار انگریز ہے۔ متعدد انتظامی محکموں پر انگریز عہدہ داروں کی نگرانی ہے۔ طورسینا اور طرابلس کے سرحدی علاقے انگریز افسروں کی ماتحتی میں ہیں۔

ظاہر ہے یہ امتیازات ملکی آزادی اور قومی خود مختاری کے قطعی منافی ہیں۔ ان کی موجودگی میں مصر کا اعلان خود مختاری بالکل بے معنی اور مضحکہ انگیز رہجاتا ہے۔ مصر نے سالہا سال صبر کیا، لیکن اب وہ طیار ہو گیا ہے کہ اپنے حقوق کا آخری مطالبہ شروع کرے۔

انگریز افسروں اور سپہ سالار کی موقوفی

اس سلسلہ میں مصری حکومت کی پہلی کارروائی یہ تھی کہ اُس نے انتظامی محکموں کے تمام انگریز عہدہ دار برخاست کر دیئے صرف محکمہ عدالت، محکمہ مال، اور بعض دوسرے عہدوں پر گنتی کے انگریز رہنے دیئے، لیکن انکے لئے بھی خاص خاص شرطیں مقرر کر دی گئیں یہ واقعہ عدلی پاشا کی وزارت میں ہوا تھا۔ اب ثروت پاشا نے آکر دوسرا قدم اٹھایا ہے، اور یہ قدم نہایت نتیجہ خیز ہے۔ مصری پارلیمنٹ کی جنگی کمیٹی نے طے کر دیا کہ سردار سپاہ کا عہدہ توڑ دیا جائے اور اُس کے اختیارات ایک جنگی مجلس کے سپرد کر دیئے جائیں۔ حکومت نے بھی یہ تجویز پسند کی اور اُسے جاری کرنا چاہا۔ مگر انگلستان اپنے غاصبانہ دعووں سے دست بردار ہونے کے لئے طیار نہیں ہے۔

برطانیہ کا دعوی ہے کہ ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کی تصریح میں یہ طے پا گیا ہے کہ مصری فوج انگریزی سردار سپاہ کے ماتحت رہے گی۔ حالانکہ یہ دعوی سراسر بے بنیاد ہے۔ اس تصریح میں فوج کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ صرف اس تصریح میں بلکہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک کے کسی معاہدہ یا گفت و شنید میں اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ مصری حکومت کی حجت یہ ہے کہ انگریزی حمایت (پروٹکٹوریٹ) کے زمانہ میں مصری فوج "سردار" کے ماتحت تھی لیکن اب اعلان خود مختاری کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قدیم نظام باقی رکھا جائے۔

غرضکہ اس وقت یہ مسئلہ برطانیہ اور مصر کے درمیان سخت نزاع کا موجب ہو گیا ہے۔ طرفین یہی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا منظور نہیں کرتے۔ اس مسئلہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔ انگریز سپہ سالار کی ماتحتی میں مصری فوج رہنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ یہ فوج بھی انگریزوں ہی کی ہے۔ برطانیہ خوب سمجھتا ہے کہ "سردار" کی موقوفی کے بعد مصر کو جنگی قوت حاصل ہو جائے گی اور زبردستیوں کا وہ سلسلہ بند ہو جائے گا جو مدت سے برطانیہ جاری کئے ہوئے ہے۔

لارڈ جارج لائڈ کی بے ضابطگی

ابھی یہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا کہ ایک اور نئی مشکل پیدا ہو گئی یہ مشکل برطانوی ہائی کمشنر لارڈ جارج لائڈ نے پیدا کی ہے۔ موصوف چند سال پہلے ہندوستان کے ایک صوبہ کے گورنر تھے۔ ہندوستان سے انگلستان واپس بھیجے اور فوراً مصر بھیجدیے گئے۔ مصر پہونچکر انھیں یاد نہیں رہا کہ اب ایک ایسے ملک میں آئے ہیں جو ہندوستان کی طرح برطانیہ کے ماتحت نہیں ہے۔ بات بات میں حاکمانہ شان دکھانے لگے۔ قاہرہ میں ان کی آنکھیں شاہی استقبال اور مظاہر عبودیت ڈھونڈھتی تھیں۔ یہاں اس کا امکان نہ تھا۔ مایوس ہو کر دیہاتی علاقوں پر نظر ڈالی۔ وہاں علاقہ "منیا" میں چند قدیم الدار خائن موجود ہیں۔ انھوں نے ممدوح کی خواہش پوری کر دی۔ ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اسپشل ٹرین پر ہجوم دحام سے پہنچے۔ خشوع و خضوع کے مظاہرے قبول کئے، اور کسانوں میں بالکل ویسی ہی حاکمانہ تقریر کی جیسی تقریروں کے وہ ہندوستان میں عادی رہ چکے ہیں۔

لیکن جب اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی، تو عام رائے میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔ ہر طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ برطانوی ہائی کمشنر کو اس کارروائی کا کیا حق تھا؟ اخبارات سے گزر کر یہ معاملہ پارلیمنٹ تک پہنچا۔ وہاں ممبروں نے نہایت سخت نکتہ چینی کی اور حکومت کو مجبور کیا کہ جواب طلب کرے۔

سب کو معلوم ہے کہ مصری پارلیمنٹ پر زغلول پاشا کی وطن پرست پارٹی حاوی ہے۔ اس واقعہ سے فائدہ اُٹھا کر انگریزی اخبارات نے لکھنا شروع کر دیا ہے کہ برطانیہ کی مخالفت صرف یہی جماعت کر رہی ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ برطانیہ کی مخالفت پر تمام جماعتیں متحد ہیں۔ ذیل میں ہم چند اقتباس صرف اُن تقریروں کے دیتے ہیں جو معتدل جماعت کے سربرآوردہ ممبروں نے اس معاملہ پر پارلیمنٹ میں کی ہیں۔

حسین یوسف عامر آفندی نے کہا "ہمیں برطانوی نمایندہ سے صاف کہدینا چاہیئے کہ مصر اپنی آزادی کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کے لئے طیار نہیں۔ اگر ہم نے برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی پسند کی تھی تو صرف اس لئے کہ ہمیں یہ پالیسی مصر کی خود مختاری کے لئے مفید معلوم ہوئی تھی۔ اگر برطانیہ ہماری ملائمت سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ہم اپنی پالیسی بدل ڈالنے میں ایک لمحہ بھی پس و پیش نہیں کرینگے"

ابراہیم دسوقی آفندی نے کہا "برطانوی نمائندے کو حق ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے سیر کرے۔ نیز ملکی خائنوں کو بھی حق ہے کہ جس طرح چاہیں اُس کی آؤ بھگت کریں لیکن ساتھ ہی برطانوی نمائندے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مصر ایک آزاد ملک ہے، اور یہ کہ اس سرزمین میں جب ملک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود صرف وہ ہستی ہوتی ہے جو مصر کے تخت پر بیٹھی ہے۔ میں اُس پالیسی کے ہرگز کوئی معنی نہیں سمجھتا جس کا نتیجہ ملک کی خود مختاری کی قطعی پامالی ہو"

طراد علی آفندی نے کہا "مصر کی مصالحانہ پالیسی کو اُس کی کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے پاس حق ہے اور ہم حق کی قوت سے قوی ہیں"

سب سے زیادہ اہم اور پُر زور تقریر، معتدل جماعت کے مشہور زعیم ابراہیم ہلباوی بک کی تھی۔ یہ وہی شخص ہیں جو ایک زمانہ میں برطانیہ کے بڑے مداح اور مخلص خدمت گذار تھے ۱۹۰۶ء کے مشہور حادثہ "دنشوائی" میں انہی نے انگریز مجرموں کی طرف سے قانونی پیروی کی تھی اور انھیں سزا سے بچا لیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا:

"بہت سی تقریریں ہو چکی ہیں۔ لیکن معاملہ اس قدر اہم ہے کہ میں بھی گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ دُنیا دیکھ لے کہ میں نوجوان نہیں ہوں، میرا سر سفید ہو گیا ہے۔ بڑھاپا اپنی جملہ کمزوریوں کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مصری پارلیمنٹ پُر جوش نوجوانوں کے تہور کا ساتھ دے رہی ہے۔ میں سعد پاشا کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوں۔ البتہ میں مصری ہوں، اور چونکہ تمام مصر برطانوی نمائندے سے نالاں ہے اس لئے قدرتی طور پر میں بھی نالاں ہوں۔ اس برطانوی نمائندے نے سیاسی دستور العمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُس نے ہمارے ملک کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے..."

پارلیمنٹ میں اُس مصری پولیس افسر پر بھی نکتہ چینی کی گئی جس نے "منیا" میں لارڈ جارج لائڈ کی تقریر ترجمہ کی تھی۔ ایک مقرر نے اس مناسبت سے نپولین اعظم کا یہ تاریخی واقعہ بیان کیا "ایک جنگ میں دشمن فوج کے ایک بڑے افسر نے نپولین کے لئے جاسوسی کی تھی جس سے بالآخر بادشاہ کو فتح ہوئی۔ فتح کے بعد جاسوس طرح طرح کی امیدیں لے کر نپولین کے خیمہ کی طرف دوڑا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ اس شاندار خدمت پر اُس سے مصافحہ کرے گا اور اپنے سینہ سے لگائے گا۔ لیکن نپولین نے جونہی اُسے دیکھا، ناگواری کے ساتھ اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک لمبی لاٹھی کے سرے پر اشرفیوں کی تھیلی باندھی اور جاسوس سے کہا "یہ ہے تیرا صلہ لے لے۔ تیرے جیسے خائنوں سے میں اپنا ہاتھ مس کرنا پسند نہیں کرتا"

ابراہیم ہلباوی بک نے سلطان عبد العزیز کا بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا "ستر برس گزرے سلطان عبد العزیز نے فرانس کی سیاحت کی تھی۔ ایک دن وہ پیرس میں جا رہے تھے۔ نپولین ثالث شاہ فرانس اُنکے پہلو میں بیٹھا تھا۔ سلطان فرانسیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ لیکن ترکی وزیر خارجہ راشد پاشا جانتے تھے اور دونوں فرمانرواؤں کی گفتگو کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ نپولین نے راشد پاشا سے کہا "سلطان المعظم سے کہو کہ جزیرۂ کریٹ میں اپنی رعایا پر رحم کریں اور نئے انتظامات جاری کریں" راشد پاشا نے اس جملہ کا ترجمہ ترکی میں اپنے آقا کو سنایا۔ اس پر سلطان کا جواب کیا تھا؟ بالکل خاموش ہو گئے، گویا سنا ہی نہیں۔ نپولین نے خیال کیا مطلب نہیں سمجھے۔ راشد پاشا سے پھر ترجمہ کرنے کو کہا۔ مگر انھوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سلطان ناراض ہو گئے ہیں چنانچہ دوبارہ ترجمہ کرنے سے معذرت کی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ سلطان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچتے ہی عالی پاشا وزیر اعظم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ فوراً راشد پاشا وزیر خارجہ کو برطرف کردو۔ وزیر کو اس اچانک عتاب پر تعجب ہوا۔ ڈرتے ڈرتے سبب پوچھا۔ سلطان نے کہا "راشد پاشا نے ایک ایسے جملہ کا ترجمہ مجھے سنایا جو ہرگز سنانا نہیں چاہیئے تھا کیونکہ وہ میرے ساتھ بطور مترجم کے نہیں تھے۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے تھے۔ میرے وزیروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کون بات میری سلطنت کے مصالح اور عزت کے مطابق ہے کون مخالف ہے۔ جب ایک اجنبی بادشاہ نے ایک ایسی بات مُنہ سے نکالی تھی جس سے میری سلطنت کے معاملات میں مداخلت پائی جاتی ہے تو میرے وزیر خارجہ کا فرض تھا کہ اُس بات کا مجھے ترجمہ سنانے سے صاف انکار کر دیتا!"

ایک اور مشکل

لارڈ جارج لائڈ کی اس کارروائی نے ایک اور معاملہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ عام سیاسی دستور یہ ہے کہ جب کسی سلطنت کا سفیر یا نمائندہ دوسرے ملک میں پہنچتا ہے تو اُس ملک کی حکومت کے سامنے اپنی تقرری کے کاغذات پیش کرتا اور اُس کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ مصر میں بھی یہی دستور جاری تھا۔ جنگ سے پہلے تک جتنے برطانوی نمائندے آئے اپنے کاغذات خدیو کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ لارڈ کچنر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن دوران جنگ میں یہ رسم موقوف ہو گئی کیونکہ اب مصر خود مختار نہیں رہا تھا۔ برطانیہ کا ایک مقبوضہ ملک تھا۔ مصر کے اعلان خود مختاری کے بعد سب سے پہلا برطانوی نمائندہ، یہی لارڈ جارج لائڈ تھے۔ یہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں پہنچے۔ خیال تھا کہ اپنے کاغذات شاہ مصر کے سامنے

کے لئے موت! لیکن جری دل موت سے کب ڈرتے ہیں؟"

اضطراب و مسرت!

پورا پیرس ہمہ تن گوش تھا۔ دو دن گزر گئے۔ دوشنبہ کی شام کو میدانوں اور پبلک مقاموں میں ایسا ہجوم تھا جیسا جنگ کے بعد کبھی دیکھا نہیں گیا۔ مضطرب دل اور لڑکھڑاتی زبانیں چلا رہی تھیں "خبر؟ خبر؟" "یہ لو خبر آگئی!" اچانک شور مچا "نجیسر پہنچ گیا!" اخبارات کے ضمیموں کی جلی سرخی تھی۔ بھیڑ اخبار فروشوں پر ٹوٹ پڑی۔ کش مکش اور ہجوم میں بہت سے اخبار پھٹ گئے۔ ایک خریدتا تھا اور دس اس کے ہاتھ سے چھینتے تھے۔ کئی عورتیں بھیڑ میں گر پڑیں۔ کئی لڑکے کچل گئے "سفید چڑیا نیویارک کے آسمان پر دیکھی گئی!" یہ خبر تھی جو اخبارات نے شایع کی تھی۔ اب کیا تھا؟ مسرت اور قومی فخر و غرور کی علم لہر دوڑ گئی۔ مصافحے اور معانقے ہونے لگے۔ ہر ہونٹ پر ہنسی تھی اور ہر آنکھ میں مسرت کے آنسو تھے۔

کپتان کی ماں!

اچانک مجمع میں ایک طرف جنبش ہوئی۔ انسانوں کا سیلاب ایک خاص گوشہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہجوم سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔ میں نے بھی اپنی باگیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں آدمی کی بھیڑ ایک سہ منزلہ مکان کے سامنے پہنچکر رک گئی۔ یہ کپتان کی ماں کا گھر تھا۔ سخت کش مکش تھی سب کی خواہش تھی کہ میڈم کے کمرے میں پہنچ جائیں۔ خوش قسمتی سے مجھے اوپر چڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ ساٹھ برس کی ایک پُروقار بوڑھی خاتون ہمارے سامنے تھی! مسرت نے اُس کا عجب حال کر دیا تھا۔ ہر لحظہ شادی مرگ کا اندیشہ تھا۔ اسوقت وہ پورے فرانس کی ماں تھی پورا پیرس اُسے کھڑا اسلام کر رہا تھا!

یقینی خبر

دو دن پھر گزر گئے۔ "سفید چڑیا" کی کوئی خبر نہیں آئی۔ آج پورا پیرس اُداس ہے۔ سب کے دل دھڑک رہے ہیں۔ انتظار سے تنگ ہوکر پیرس پھر میدانوں کی طرف چلا۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہجوم تھا۔ اچانک تمام آوازیں بند ہوگئیں کامل سکون چھا گیا۔ ایک لمحہ کے بعد تالیوں کا شور بلند ہوا۔ بیک وقت لاکھوں تالیاں بج رہی تھیں۔ پھر یکایک نعرے بلند ہونے لگے "نجیسر پہنچ گیا!" "سرکاری طور پر تصدیق ہوگئی!"

سرکاری عمارتوں پر جھنڈے اڑا دئے گئے۔ پورے یورپ سے "مبارک! سلامت!" کے پیغام حکومت فرانس کے نام آنے لگے اب تو پیرس کی خوشی ناقابل بیان تھی! فرانس نے امریکہ کو شکست دیدی!!

لیکن۔۔۔

"لیکن؟"

"لیکن" کا حال کوئی پیرس کے دل سے پوچھے۔ "افسوس! خبر غلط تھی" اخبارات کی اس سرخی نے پیرس کا تمام سرور و عیش رنج و الم سے بدل دیا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ نیویارک کے آسمان پر جو "سفید چڑیا" منڈلاتی نظر آئی تھی، وہ فرانسیسی جہاز نہ تھا۔ امریکہ ہی کا ایک ہوائی جہاز تھا۔

اس وقت تمام پیرس اُداس ہے، کیونکہ اُس کے قومی فاتح کا کہیں پتہ نہیں۔ کیا وہ بحر اعظم کی موجوں پر ہے؟ کینیڈا کے پہاڑوں پر ہے؟ آئرلینڈ کے جنگلوں میں ہے؟ خدایا! وہ کہاں ہے؟ ہر زبان یہی سوال کرتی ہے مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ کپتان کے دو بھائی ہیں ایک اُسے انگریزی آبنائے میں تلاش کر کے ناامید واپس آچکا ہے۔ دوسرا سواحل امریکہ میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ مگر اب تک کہیں کوئی نشان نہیں ملا!

عقاب موت

پیرس کی بے چینی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوگی کہ اس بہادرانہ عزم سے پہلے بھی نخچیر اُسے محبوب تھا۔ دوران جنگ میں اس نوجوان نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دکھائے تھے کہ اُس کا جنگی لقب "عقاب موت" ہوگیا تھا۔ جنگ میں اسے بار بار کاری زخم آئے۔ ۲۴ آپریشن کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ اب یہ فوج کے لائق نہیں رہا۔ مگر زخم بھرتے ہی وہ پھر فوج میں تھا۔ سپہ سالار نے کہا "تم فوج میں قبول نہیں کئے جاسکتے" اُسنے فوراً جواب دیا "لیکن میں فوج کو قبول کرسکتا ہوں" چنانچہ برابر لڑتا رہا۔ ۴۵ ہوائی معرکے سر کئے ۷ دشمن جہاز برباد کر ڈالے۔ فرانس کا سب سے بڑا جنگی تمغہ حاصل کیا۔ ۲۴ چھوٹے تمغے اور ستارے پائے۔ یہ سب حکومت فرانس کی طرف سے تھے۔ برطانیہ اور امریکہ کے تمغے اس کے علاوہ ہیں۔

کپتان کی ماں سے ملاقات

کپتان کی بوڑھی ماں کا کیا حال ہے؟

خوش قسمتی سے اس معزز خاتون نے چند لمحے مجھے بھی بخشے۔ میں اُس کی ملاقات کو بے اختیار اور بغیر اطلاع کے پہنچ گیا تھا۔ دروازہ پر میں نے دستک دی، دستک کے ساتھ ہی پٹ کھل گئے اور میں نے ایک مضطرب آواز سُنی: "کوئی خبر لائے ہو؟" یہ غمزدہ ماں کی آواز تھی۔ افسوس، میرے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ فرط تاثر سے میری آواز بند ہوگئی "خبر کا نہ ہونا خود اچھی خبر ہے" خاتون نے سر ہلا کر شکستہ آواز میں کہا۔ اس سے اُس جانگداز اندیشہ کا پتہ چلتا تھا جس میں اس کا الم زدہ دل مبتلا تھا! بایں ہمہ اس کے صبر و تحمل کا وقار بدستور قائم تھا۔ وہ اب بھی ہنستی تھی مگر ایسی ہنسی جس میں ہزاروں نالہ ہائے درد کی چیخیں پوشیدہ تھیں۔

"تمام دنیا آپکے قلق میں شریک ہے" میں نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

"صاحب تمھیں بھی امید ہے نہ؟" خاتون نے اضطراب سے کہا۔

"بلاشک! مجھے کیا بہتوں کو یقین ہے کہ کپتان امریکہ کے کسی غیر آباد علاقے میں پہنچ گیا ہے" میرا جواب تھا۔

مڈم اب اپنے آنسو روک نہ سکی۔ "ماما! رو نہیں" اُس کے ایک لڑکے نے کہا۔

"کیا؟" خاتون نے سخت جد و جہد سے اپنے کو سنبھال کر کہا "میں روتی نہیں ہوں۔ مجھے اب تک یقین ہے۔ وہ ضرور لوٹ آئے گا۔ تین مہینے گزر جائیں۔ ۶ مہینے گزر جائیں، مگر یہ امید میرے دل میں برابر زندہ رہے گی!"

میں اس گھر میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بمشکل مجھ سے اجازت مانگی گئی۔ سڑک پر پہنچتے پہنچتے میرا رومال بھی تر تھا!

شاید اسوقت بھی وہ گرجا میں قربان گاہ کے سامنے اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی "جاں آرلی" یعنے پیرس کے گم شدہ محبوب کے لئے دعا مانگ رہی ہے۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ نفیس چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

منیجر الہلال کلکتہ

خواطر و سوانح

میری اخباری زندگی کا ایک لمحہ

گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک کتاب کا ذکر کیا تھا جو حال میں شایع ہوئی ہے اور جسمیں تیس فرانسیسی اخبار نویسوں نے اپنی اپنی زندگی کے اہم واردات و حوادث بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک سرگزشت پچھلی اشاعت میں آپکی نظر سے گزر چکی ہے۔ آج ایک دوسری سرگزشت درج کی جاتی ہے۔ یہ موسیو گستن شیرو کے قلم سے نکلی ہے جو عرصہ تک اخبار طان پیرس کے مشرقی مقالہ نگار رہ چکے ہیں۔ اس سرگزشت میں انھوں نے اپنے قیام طرابلس کے زمانہ کے بعض واردات لکھے ہیں جب اٹلی اور اندرون طرابلس کے عربوں میں لڑائی جاری تھی:

صحراء کے خونی زاہد!

یورپین تہذیب سے دُور، طرابلس، صحرائے افریقہ کے دامن میں پوشیدہ پڑا تھا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں یکایک اٹلی نے حملہ کیا اور مغربی ممالک پر اُس کے بند دروازے کھل گئے!

مجھے وہ رات عمر بھر یاد رہیگی جو میری اخباری زندگی کی سب سے زیادہ عجیب رات ہے۔ یہ رات مجھے طرابلس میں پیش آئی تھی۔

میں اپنے ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ وہ نوجوان عرب کمرے میں آیا جو میری خدمت کرتا اور روز صبح گھوڑا تیار کر دیتا تھا۔ اُسنے کمرے میں ہر طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور میرے تنہا ہونے کا پورا یقین حاصل کر کے کہنے لگا:

"محمد سعید ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو میں آج ہی رات آپکو اُسکے پاس لے چلوں"

پھر مجھے متعجب دیکھ کر بولا:

"آپ اُسے نہیں جانتے مگر وہ آپکو جانتا ہے"

میں غور کرنے لگا۔

علی میرے زین کی رکاب صاف کرنے لگا۔

"ملعون یوسف آج پھر رکاب صاف کرنا بھو[illegible] [illegible]

[illegible] بڑا رہا تھا۔

"آج رات جب ڈاکخانہ سے نکلئے گا تو میں آپ کا پیچھا کرونگا بشرطیکہ کوئی ساتھ نہ ہوا" اُسنے مجھے مخاطب کئے بغیر کہا۔

اُسوقت طرابلس محفوظ نہیں تھا۔ ذرا سی بے احتیاطی بھی یورپین کے لئے موت کا باعث تھی۔ میرا فرانسیسی ہونا، میری زندگی کے لئے ضمانت نہ تھا۔ کسی طرف سے اچانک ایک گولی آکر میرا خاتمہ کر دے سکتی تھی۔ [illegible] بغیر کچھ معلوم کئے محمد سعید کے ہاں چلا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ میرا قاعدہ تھا کہ روز رات کو تار گھر جاکر اپنے دن بھر کی معلومات پیرس کے اخبارات [illegible] کرتا تھا۔

شاید گیارہ [illegible] تار گھر سے نکلا۔ [illegible] نہایت تاریک تھی سڑکوں پر کوئی روشنی نہ تھی۔ میں تنہا نہ تھا۔ [illegible] اٹالین اور ایک فرانسیسی اخبار نویس بھی میرے ساتھ تھے۔ تھوڑی دُور چلکر یہ دونوں اپنے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ اب مجھے اپنے ہوٹل کی طرف تنہا جانا تھا۔

ایک چوراہے پر پہنچکر مجھے محسوس ہوا کہ کسی کی پرچھائی میں نے دیکھی ہے۔ میرا خیال صحیح تھا۔ میرا خدمتگار علی میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

برید فرنگ

جرمنی کی چٹھی

کمزور قوموں کے لئے عبرت و موعظت

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

گزشتہ جنگ عمومی میں جتنی بربادیاں جرمنی پر آئیں، اُن کا تصوّر بھی بیرونی دُنیا نہیں کرسکتی۔ جنگ نے جرمنی کو بالکل دیوالیہ کر دیا تھا۔ تمام خزانے خیالی ہوگئے تھے۔ صنعت و حرفت فنا ہوگئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں نوجوان قتل ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں بیکار ہوگئے تھے۔ پورا ملک فقر و فاقہ میں مبتلا تھا پھر جنگ، شکست پر ختم ہوئی۔ ایسی شکست جس کی نظیریں تاریخ میں کم ملتی ہیں۔ تمام بیرونی مقبوضات نکل گئے۔ ۱۳ فی صدی اصلی ملک کم ہوگیا۔ ۱۰ فیصدی آبادی نکل گئی۔ ۲۵ سے ۷۵ فی صدی تک قیمت کی خام پیداوار جاتی رہی، مزید براں یہ کہ اس برباد شدہ ملک پر تاوان جنگ کا اتنا بھاری بوجھ ڈالدیا گیا جس کی مثال دُنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

جرمنی کے دوست اور دشمن دونوں یقین کرتے تھے کہ اب اس ملک کی تاریخ ختم ہوگئی۔ اتنی سخت ضربوں کے بعد بھی کبھی کوئی بچا ہے؟ لیکن پورے دس برس بھی ابھی اسے نہیں گزرے تھے کہ یہ مردہ پھر قبر سے نکل آیا اور اس طرح زندہ ہوگیا کہ سچ مچ طلسم معلوم ہوتا ہے، جرمنی نے جو معجزہ دکھایا ہے اُس کے بیان کے لئے ہومر جیسے شاعر کی ضرورت ہے۔

آج جرمنی، پھر اول درجہ کی یورپین طاقت بنتی جاتی ہے مجلس اقوام میں اسوقت اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے جو برطانیہ اور فرانس کو ہے جنھوں نے آج سے ۸ برس پہلے ورسیلز کے محل میں بیٹھکر اُس کا گلا گھونٹا تھا۔ آج سے دو برس پہلے جرمنی کا سکّہ تباہ ہوگیا تھا۔ نجات کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ مگر آج جرمنی دنیا کی تیسری اقتصادی قوت ہے اور برطانیہ اور امریکہ کے بعد سب سے بڑی تجارت کا مالک بن گیا ہے۔ اسوقت اُس کی صنعت و حرفت نہایت تیزی سے اُس سطح تک آ رہی ہے جہاں جنگ سے پہلے تھی!

آخر اس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب بالکل صاف ہے۔ اس ملک پر ایک سرسری نظر ڈالنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جرمنی کو جس چیز نے موت کے مُنہ سے نکالا وہ اُسکی ہمت، محنت، اشتراکِ عمل، اور اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگا لینا ہے۔ جرمن قوم کی یہ امتیازی صفت ہے کہ فتح و شکست، دونوں حالتوں میں بحال رہتی ہے۔ قوم کے تمام افراد اور جماعتوں میں اتنی بڑی خود اعتمادی موجود ہے جو دنیا کی کسی دوسری قوم میں پائی نہیں جاتی۔ دراصل یہی خود اعتمادی اُس کی کامیابی کا اصلی راز ہے۔

جرمنی کی موجودہ ترقی صرف پچھلے تین سال سے شروع ہوئی ہے۔ یہ ملک تقریباً اُن تمام اقتصادی شکلات پر غالب آگیا ہے جو یورپ کی اکثر سلطنتوں کی زندگی خطرے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جرمنی نے سب سے پہلے اپنے سکّے کی طرف توجہ کی۔ اسوقت دُنیا میں جرمنی ہی وہ ملک ہے جس کا سکّہ اپنی حقیقی قیمت پر قائم ہے۔

جن لوگوں نے جرمنی کو دورانِ جنگ میں دیکھا ہے وہ موجودہ حالت میں دیکھ کر ضرور دنگ ہو جائیں گے۔ جرمنی کے تاریک دن نکل گئے۔ درخشاں مستقبل صاف نظر آ رہا ہے۔ برلن اب پھر عروس البلاد ہے۔ جنگ سے پہلے پیرس، وائنا، اور برسلز میں بھی وہ عظمت و جلال موجود نہ تھا جو آج برلن میں ہر طرف دیکھا جا سکتا ہے!

فتحمند فرانس منحوس دنوں کا انتظار کر رہا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی وزیر نے حال میں اعلان کیا ہے۔ مسرف دولتمندوں نے پیرس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا ہے، اس لئے فرانس کے پائے تخت پر ہر جگہ اُداسی چھا گئی ہے۔ لیکن برلن کے تھیٹر اور کلب گھر عیش پسند امیروں سے لبریز ہیں۔

آج جبکہ تمام یورپ فقیر ہو رہا ہے اور روز بروز دولت کم ہو رہی ہے، جرمنی کی دولت میں روز افزوں ترقی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال جرمن عورتوں نے صرف اپنے لباس پر ۳۷ کروڑ روپیہ صرف کیا تھا! ممکن ہے آپ خیال کریں بحالت موجودہ یہ جرمن عورتوں کا تباہ کن اسراف ہے، لیکن ایک جرمن وزیر نے جس روشنی میں اسے دیکھا ہے وہ آپکے خیال سے بالکل مختلف ہے۔

وزیر موصوف نے عورتوں کے اس اسراف کے بارے میں کہا "گزشتہ زمانہ میں ہمارے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سال میں کپڑوں کے دو جوڑے دیکر عورتوں کو مطمئن کر دیتے۔ ایک جوڑے میں بھی کام نکل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے سال بھر کے کپڑوں میں جتنا خرچ ہوتا تھا اُس سے زیادہ اب عورتوں کی ریشمین جرابوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر گھر میں کم سے کم بارہ جوڑے موجود نہ ہوں تو عورت شکایت کرتی ہے کہ "پہننے کو کچھ بھی نہیں ہے!" لیکن میں عورتوں کو ہرگز ملامت نہیں کروں گا۔ دراصل ہمیں اُن کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اس اسراف سے وہ ملک کی بڑی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ جنگ نے ہماری ہمتیں پست اور دلولے سرد کر ڈالے تھے۔ ہم کرکھولکر کاہلی کی زندگی پر اُتر آئے تھے۔ مگر ہماری عورتیں اُٹھیں دل کھولکر خرچ کرنے لگیں، اور اس طرح مردوں کو مجبور کر دیا کہ زیادہ سے زیادہ محنت کر کے ملک کے لئے دولت پیدا کریں"

تازہ ترین اعداد و شمار سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت افراد کی شخصی آمدنی ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۵۰ مارک سالانہ ہے۔ گویا ہر فرد کی آمدنی ۹۷۰ مارک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اپنی جنگ سے پہلے کی خوشحالی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ جنگ سے پہلے افراد کی آمدنی اس سے صرف ۱۵ فیصدی زیادہ تھی۔

جرمنی کی صنعتی ترقی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۲۴ء میں برآمد کی قیمت ۰۰۰،۰۰۰،۵۵۰،۷ مارک تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں بڑھ کر ۰۰۰،۰۰۰،۹۰،۸۸۰،۹ مارک تک پہنچ گئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تباہ ہوگیا تھا لیکن اب پھر اس کا بیڑہ سمندروں میں پھیلا نظر آ رہا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں یہ بیڑہ صرف ۰۰۰،۰۰۰،۶۰ ٹن وزن کا تھا۔ اب ۱۹۲۷ء میں اُس کا وزن ۰۰۰،۰۰۰،۲۰۰،۳ ٹن ہوگیا ہے۔ جرمنی کی خوشحالی اب اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ حکومت نے ارادہ کیا ہے "ایبن" اور "مالیڈی" کے دو زرخیز علاقے بلجیم سے خرید لے!

جرمنی کی موجودہ خوشحالی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس وقت کام کرنے والوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ جنگ سے پہلے جو لوگ بیکاری کی زندگی بسر کرتے تھے اب وہ کام کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ اس وقت ملک میں ۰۰۰،۵۰۰،۱۷ آدمی شدید محنت کے کام کر رہے ہیں، حالانکہ جنگ سے پہلے ایسے محنتی کارکنوں کی تعداد اس سے آدھی تھی۔

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

فرانس کی عظمت!

۹ مئی کو تڑکے تڑکے پیرس کے آسمان پر ایک عظیم نعش اُڑتی دکھائی دی۔ اس پر ایک بڑی انسانی کھوپڑی، دو بیدھی ہڈیوں اور دو روشن شمعوں کی تصویریں بنی تھیں!

یہ نعش نہ تھی، فرانس کی قومی عظمت تھی، اور تاریخ کی ابدیت کی طرف جا رہی تھی۔ یہ علم و حکمت اور انسانی اولوالعزمی کے میدان میں فرانس اور امریکہ کا مقابلہ تھا، اور بالآخر خوفناک موت کی طرف جانے والا تھا۔

امریکہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہم بحر اعظم اٹلانٹک کو بلا انقطاع ایک ہی پرواز میں عبور کرلیں گے۔ نیویارک سے اُٹھینگے اور پیرس میں جا کر دم لیں گے! فرانس نے سُنا تو اُسے اس اعلان میں اپنی عظمت کی تحقیر محسوس ہوئی۔ اُسنے کہا "قبل اس کے کہ تم پیرس آؤ اور تاریخ کی لازوال شہرت حاصل کر لو، ہم تم سے بازی لے جائیں گے اور نیویارک پر اپنے جلال کا پرچم اُڑاتے آئیں گے!"

یہ بہادرانہ الفاظ تھے جو فرانس کی طرف سے کپتان نُنجیسر نے کہے۔

۳۵ سال کی عمر، بھرپور جوانی، دلفریب مردانہ حسن، نازنینانِ پیرس کی دل پسندیوں کا مرکز، یہ نُنجیسر ہے! مگر فرانس کی عظمت سب سے بالاتر ہے!

وہ اُٹھا، اپنے ایک رفیق کو ساتھ لیا۔ اور ہوائی جہاز میں اُڑ چلا۔ اتنی بڑی مہم اور صرف ایک انجن کا جہاز! مخلوق چلائی "موت! موت!" مگر کپتان نے جواب دیا "ہاں فرانس کی عظمت

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے بازخواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۰ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہادی طور پر [illegible] نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف موضوعات اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، [illegible]

تھا۔ پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اپنی صناعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں حقیقتاً اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ کہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس بیش قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، کیونکہ جلدوں کی بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے [illegible]

[illegible] کی تفصیل بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے:

الہلال مکمل جلد دوم [illegible] روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰

،، ،، ،، چہارم [illegible] روپیہ — ،، ،، ،، پنجم ۱۰

جلد "البلاغ" جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع [illegible] قیمت [illegible] روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

ہم دونوں شہر کے بازار سے گزر کر تنگ گلیوں میں داخل ہوگئے۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ پُورا شہر سورہا تھا۔ بندوقوں کی آواز بھی بہت کم سُنائی دیتی تھیں۔

میں نے اپنے تئیں اچانک عربوں کے محلہ میں پایا۔ الف لیلہ کے پُراسرار اور اونچی دیواروں سے گھرے ہوئے مکانات میرے دونوں طرف تھے!

علی ایک پست اور گول دروازے کے سامنے رُک گیا، اپنے دونوں ہونٹھ بھینچے اور ایک خاص قسم کی شیریں آواز میں چلایا:

"محمد! محمد!"

فوراً دروازہ کھلا۔ میں اندر داخل ہوا۔ خادم کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اس کی روشنی میں مجھے ایک بھاری بھرکم شیخ دکھائی دیا۔

"آپ محمد سعید کے گھر میں ہیں" شیخ نے اپنی فصیح زبان میں کہا "گویا آپ خود اپنے گھر میں ہیں۔ محمد سعید میں ہی ہوں۔ میں آپکا منتظر تھا۔ میری زندگی آپکے لئے حاضر ہے۔ کیا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں گے؟ یہاں جتنے لوگ ہیں، سب میرے فرمانبردار اور آپکے دوست ہیں"

محمد سعید کی ظاہری ہیئت بتاتی تھی کہ مالدار ہے اور دوسرے بہت سے شیخوں کی طرح اس فتنہ کی وجہ سے خانہ نشین ہوگیا ہے۔ وہ مجھے ایک غلام گردش میں لے چلا میں نے دیکھا وہاں بہت سے لوگ سورہے ہیں۔ پھر ہم ایک بڑے ایوان میں پہنچے۔ شیخ نے تالی بجائی اور ایک خادم نے پیتل کی سینی لاکے رکھدی۔ سینی میں ٹھنڈے پانی سے لبریز گلاس، مٹھائی کی تشتری، اور قہوہ کی پیالیاں تھیں۔

محمد سعید نے ایک بلند بیٹھک پر مجھے بٹھایا۔ اس پر دبیز اور نرم قالین بچھا تھا۔ خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں اپنے مکان میں آپ کا استقبال کرتا ہوں" محمد سعید نے میرے چہرے پر اپنی تیز سیاہ آنکھیں جما کر کہا "یہاں آپکو آنے کی زحمت دیکر میں نے عربی اخلاق کے خلاف عمل کیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے یقین تھا۔ آپ ایک ایسے شخص کو تسلی دینے کی ضرور تکلیف گوارا کریں گے جس کی زندگی ختم ہوچکی ہے، اور جو یہاں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے ملک کی بربادی دیکھ رہا ہے۔ میں بغیر کسی تمہید کے اپنی دعوت کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ یہاں طرابلس میں آپ تیرہ فرانسیسی موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ ان غاصب طلیانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ محمد سعید اُس شخص کا بیٹا ہے جس نے آپ کی قوم کے ایک بڑے آدمی کی خدمت کی تھی اور اُس سے اپنے خدمت پر اعلیٰ سندیں حاصل کی تھیں۔ میرا باپ ٹیونس میں فرانس کے سپہ سالار اعظم باسکوآٹ کا معتمد تھا"

محمد سعید نے میرا تعجب محسوس کرلیا۔ وہ مسکرایا: "چند دن ہوئے آپ خود اُس کا ذکر کر رہے تھے۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے" شیخ نے پہلو بدل کر کہا "مجھے آزادی سے گفتگو کرنیکی اجازت دیجئے۔ میں مطمئن ہوں کہ خدا کے سامنے بے خوف کھڑا ہوں گا۔ کیونکہ مجھے اپنا کوئی ایسا گناہ معلوم نہیں جسپر میں نادم ہوں۔ لیکن اس بدنصیب ملک کی قسمت معلوم کرنے سے پہلے مرجانا میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ آپنے خود اپنی آنکھوں سے پرسوں چودہ لاشیں پھانسی پر لٹکی دیکھی ہونگی۔ خدا اُنھیں کبھی معاف نہ کرے گا جنھوں نے ان معصوموں کی جان لی ہے! میں نے سُنا ہے آپ نے ان بے گناہوں کے لئے چند کلمے شفقت کے کہے تھے۔ آپ میری بات غور سے سنئے اور صاف جواب دیجئے۔ کیا واقعی میری قوم فنا کر ڈالی جائے گی؟"

میں نے مضطرب شیخ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کا خیال کیا۔ وہ سمجھ گیا:

"میں آپکے ساتھ دو آدمی بھیجنے کو مستعد ہوں۔ وہ آپکو حفاظت سے پہنچا دیں گے۔ لیکن ممکن ہے کسی کی تجسس نظریں پڑ جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے آپ یہیں سو جائیں؟ صبح قریب ہے؟"

اُسنے پھر تالی بجائی۔ خادم کو قالین لانے کا حکم دیا۔ مجھ سے کہنے لگا: "آپ اسی جگہ سوئیں گے جہاں بیٹھے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کس چیز پر آپ بیٹھے ہیں؟ آپ محمد سعید کی تھوڑی سی مگر پوری دولت پر بیٹھے ہیں"

یہ کہکر اُسنے اُس بیٹھک کا فرش حقارت سے اُلٹ دیا جسپر ہم بیٹھے تھے اور اوپر کا تختہ ہٹا کر جوش سے کہنے لگا:

"دیکھو"

میں نے دیکھا۔ مگر کیا دیکھا؟ عمر بھر اسے نہ بھولوں گا۔ میں نے دیکھا عظیم صندوق میں سونا اس طرح بھرا پڑا ہے جس طرح کوٹھی میں غلہ بھرا ہوتا ہے!

"یہ سب مجھے اپنے چچاؤں سے ملا ہے۔ قافلہ والوں سے اور خود میں نے کمایا ہے" اُسنے سادگی سے کہا "اگر اس سب کے لٹا دینے سے میری قوم کی جان بچ سکتی ہے تو میں اسے لٹا دینے پر بخوشی تیار ہوں"

پھر اُسنے بے پرواہی سے ڈھکنا چھوڑ دیا۔ وہ زور سے صندوق پر گرا۔ اور محمد سعید باہر چلا گیا۔ اُسنے اپنے خزانہ میں قفل تک نہیں لگایا۔ میں نے عربی شب بخیر کی آواز سنی اور پھر اُس کا پرجوش چہرہ غائب تھا!

میں آرام کی نیند سوگیا۔ میں اس قدر متأثر تھا کہ یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ میں صحرا کے خزانہ پر لیٹا ہوں!

کیا یہ خواب تھا؟

نہیں، لیکن جب غور کرتا ہوں تو یہ واقعہ بھی کم از خواب نہیں! محمد سعید کی آرزو پوری نہیں ہوئی۔ اُس کا ملک اُس کی قوم کے لئے آزاد نہ ہوسکا۔ مگر اس کا پُراسرار خزانہ کبھی کبھی اب بھی مجھے اُس عظیم تہ خاک صندوق کی یاد آجاتی ہے!

بیسویں صدی کا آدم خور گروہ

یورپ کی زبانوں میں ایک لفظ قدیم سے موجود ہے جس کا تلفظ انگریزی میں Cannibalism ہے۔ یعنی انسانی گوشت کھانے کا مذہب اور طریقہ۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یورپ میں انسانی گوشت کھایا جاتا تھا۔ صلیبی لڑائیوں کے مسیحی مجاہدین جب اسلامی ممالک میں پہنچے تھے تو جب کبھی غذا کی قلت ہوتی انسان کا گوشت کھانا شروع کردیتے تھے۔ مشہور مورخ گبن اور میچاڈ شہادت دیتے ہیں کہ انطاکیہ، طرابلس، عکا، اور خود بیت المقدس میں صلیبی مجاہدین انسانی گوشت کا علانیہ استعمال کرتے تھے!

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے پیرؤں سے اب بھی سرزمین یورپ خالی نہیں ہے۔ پچھلی ڈاک کے انگریزی اخبارات میں ایک عجیب تفصیل آئی ہے۔ وسط یورپ سے ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ "زیگوسلاویا میں چھبیس آدمی اس جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کی سب سے زیادہ مرغوب غذا آدمی کا گوشت ہے"!

پولیس کی تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ یہ لوگ ایک جنگل کے قریب خیموں میں رہتے تھے۔ اُس طرف سے جو آدمی نکلتا تھا اُسے قتل کرکے کھا جاتے تھے۔ مجرموں نے عدالت میں اعتراف کیا ہے کہ اُنھوں نے ایک مہینے کے اندر صرف ۹ آدمی نوشجان کئے۔ پانچ عورتیں اور ایک طالب علم! یقیناً انکے نزدیک انسانی گوشت کی ایک خاص قسم طالب علم کا گوشت ہوگا!

اُنھوں نے اپنا عذر یہ بیان کیا کہ "ہم کام نہ ملنے کی وجہ سے بالکل غریب ہوگئے تھے۔ گوشت خرید نہیں سکتے تھے۔ صرف چاول اور آلو پر گزر تھی! مجبور ہوکر یہ طریقہ اختیار کیا"!

اُنھوں نے آدمی شکار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے: "جب کوئی شخص اُس راستہ پر نظر آتا تھا، ہم اُس سے بڑے اخلاق سے ملتے تھے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور دم دلاسا دیکر اپنے خیموں میں لے آتے تھے۔ پھر اُسے مانوس اور غافل کرنے کے لئے یورپ کی اقتصادی و سیاسی حالت پر گفتگو شروع کردیتے تھے۔ جب وہ مطمئن ہوکر بیٹھ جاتا اور وقت کے سیاسی مباحث میں غور و فکر کرنے لگتا تو پیچھے سے اُس کے سر پر کلہاڑی ماردیتے تھے۔ پھر اُس کے کباب بناکر کھالیتے تھے!"

اس بیان کی سادگی اور واقعیت کا تو اعتراف کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ کلہاڑی مارنے کے فیصلہ کن عمل سے پہلے "اقتصادی اور سیاسی مباحث" کا تذکرہ کیوں ضروری سمجھا گیا تھا؟

طالب علم جسکی عمر صرف ۷۰ برس ہے!

پچھلے دنوں فرانس کی شہرۂ آفاق یونیورسٹی سوربون کے اعلیٰ علمی امتحان میں ایک طالب علم دیکھا گیا جس کی عمر اسوقت ۷۰ برس ہے۔ حاضرین کو زیادہ حیرت اس لئے بھی ہوئی کہ یہ عجیب طالب علم ملک کا ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کا نام مسیو لوئی انڈیمہ ہے۔ یہ فرنچ پارلیمنٹ کا ایک سابق ممبر، پولیس کا سابق کمشنر، اور کسی زمانہ میں فرانس کا دوسرے ممالک میں سفیر بھی رہ چکا ہے!

لوگوں کی حیرت دیکھ کر اُسنے سنجیدگی سے کہا "میں بوڑھا ہوگیا ہوں مگر میرا علمی شغف بدستور جوان ہے!"

اسنے کامل ۳ گھنٹہ امتحان کی کمیٹی کے روبرو زبانی امتحان دیا۔ اور قوی دلائل سے اپنا تاریخی موضوع بحث ثابت کردیا۔ ممتحنوں نے بڑی سختی برتی اور اعتراض کرنے میں اُس کی عمر کی کوئی رعایت نہیں کی۔ جب پوری طرح اُس کا علمی تبحر ثابت ہوگیا تو فن تاریخ میں ڈاکٹری کی سند دی گئی۔

امتحان کا ایوان بڑے بڑے علمار و مشاہیر سے پُر تھا۔ مشہور مسیو کلیمنشو بھی موجود تھے۔ یہ "طالب علم" کے پرانے دوست ہیں۔ کامیابی پر سب سے پہلے انہی نے تالی بجائی۔ پھر تحسین و آفرین کی صداؤں سے پورا ایوان گونج اُٹھا۔

یہ "طالب علم" اپنی حاضر جوابی میں قدیم سے مشہور ہے۔ اسکا یہ واقعہ اب تک لوگوں کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ وہ پارلیمنٹ میں تقریر کر رہا تھا۔ ایک ممبر نے اُٹھکر اُسپر اعتراض کرنا شروع کردیا۔ مقرر نے طعنہ زنی کی راہ سے معترض کو مخاطب کیا "میں "نامعلوم" محترم ممبر کا نہایت شکر گزار ہوں گا اگر وہ مجھے اپنی تقریر ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں" معترض نے غصہ سے کہا "مسیو انڈیمہ! میں نامعلوم نہیں ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں" مقرر نے فوراً یہ مسکت جواب دیا "میں نے کب کہا کہ آپ میرے لئے "نامعلوم" ہیں۔ البتہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ دُنیا کے نزدیک بھی "معلوم" ہیں یا؟"

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ — کلکتہ : جمعہ ۱ - و ۸ - محرم ۱۳۴۶ ہجری — نمبر ۳ و ۴

Calcutta : Friday, 1 & 8 July 1927.

فہرست

پنجاب هائي کورٹ کا ایک فیصلہ ۱

مذاکرۂ علمیہ

انسان کي پیدائش کا اولین مقام ۴

عمالیق یا دراز قد آدمي ۵

مطبوعات جدیدہ

انساني قابلیت کا مقیاس ۶

برید فرنگ

فرانس کي اولوالعزمي کي قربانیہ ۹

سنہ ۲۷ - میں ۲۵ - پر ایک نظر

دیش بندھو چترنجن داس ۱۱

سیر في الارض

ایک سیاح کے تاثرات ۱۳

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ ۱۴

عراق ۱۶

فلسطین ۱۷

شام ۱۸

مصر ۱۹

آثار عتیقہ

ٹکسلا کے آثار ۲۰

برید فرنگ (بقیہ)

مکتوب فرانس ۲۳

مقالات

اسلام اور نیشنلزم ۲۵

پنجاب هائیکورٹ کا ایک فیصلہ

کیا هندوستان میں دلازار اور نفرت انگیز مذهبي حملوں کي روک کیلیے کوئي قانون نہیں ہے ؟

مولانا ابوالکلام نے حسب ذیل تحریر بعض اخبارات میں بغرض اشاعت بهیجي ہے :

جناب من ! بکثرت لوگوں نے بذریعہ خطوط اور تار دریافت کیا ہے کہ " رنگیلا رسول ' نامي کتاب کي اپیل کے فیصلہ سے جو صورت حال پیدا هوگئي ہے ' اسکي نسبت میري راے کیا ہے ؟ میں چاهتا هوں مندرجہ ذیل سطور اس بارے میں شائع کردي جائیں :-

میرے خیال میں بلاشبہ اس فیصلہ سے وقت کا ایک نہایت ضروري سوال پیدا هوگیا ہے - وہ صرف مسلمانوں هي کیلیے نہیں بلکہ اُن تمام لوگوں کیلیے قابل غور ہے جو چاهتے هیں کہ ملک کي اخلاقي اور دماغي فضا شائستہ اور پاک رہے ' اور لوگ قلم و زبان کي گندگیوں سے آلودہ نہوں - هندوستان جیسے مختلف المذاهب ملک میں تو صلح و امن کا قیام بهي بہت کچهہ اسي پر موقوف ہے - اگر في الحقیقت اس بارے میں کوئي قانوني روک موجود نہیں ' تو همیں منتظر رهنا چاهیے کہ هر مذهب کا پیرو دوسرے مذهب اور اسکے رهنماؤں کو علانیہ گالیاں دینا شروع کردیگا - اور ظاهر ہے کہ اسکے نتائج کیا هونگے ؟

میں نے کتاب زیر بحث نہیں دیکهي ہے ' لیکن اب اسکے دیکهنے کي ضرورت بهي باقي نہیں رهی - جسٹس کنور دلیپ سنگہ اپنے فیصلہ میں تسلیم کرتے هیں کہ " کتاب یقیناً باني (داعي) اسلام کي هجو پر مشتمل ہے - طرز تحریر معاندانہ ہے - اور مسلمانوں کے احساسات مجروح هونے کا احتمال ہے - بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا هونے کا خیال بهي حق بجانب ہے " با ایں همہ

دو نمبروں کا مجموعہ هونے کي وجہ سے اس نمبر کي قیمت ۷ - آنہ ہے - نہ کہ ۵ - آنہ جیسا کہ لوح پر ہے -

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱ ۔ نائی کمپ سرکلر روڈ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	-	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " اڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلات (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

دشمني اور نفرت کے جذبات بڑھ رہے ہیں اور اُنکا سب سے بڑا باعث اسي طرح کي مذہبي بد زباني اور مذہبي دلازاري کي کوششیں ہیں؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اب مسلمانوں اور آریا سماجیوں سے بھي گزر کر معاملہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا بن گیا ہے' اور اس قسم کے حملوں سے روز بروز دونوں جماعتوں کے دلوں کي برگشتگي بڑھ رہي ہے؟ یقیناً جج کي نظر قانون پر رہني چاہیے - لیکن قانون پر نظر رکھنے کے معني یہ نہیں ہیں کہ وہ تعزیرات ہند کے صفحات سے باہر کے لیے اپني آنکھیں میچ لے - یقیناً جج کے لیے ضروري ہے کہ وہ بیروني اثرات سے متاثر نہو' لیکن بیروني اثرات سے متاثر نہونے کا یہ منشا نہیں ہے کہ مقدمہ کي نوعیت اور حالات کي اُفتاد کے لیے بھي اُسکے پاس کوئي گوشۂ نگاہ نہو -

یاد رکھنا چاہیے کہ قانون اور اخلاق' دونوں کا حکم بہت حد تک حالات اور گرد و پیش کے تابع ہوتا ہے - ایک ہي فعل ایک وقت اور جگہہ میں جرم نہیں ہوتا' مگر دوسري جگہہ اور دوسري حالت میں جرم ہوجاتا ہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر یورپ یا امریکہ میں اس قسم کي کتاب حضرت مسیح کي نسبت لکھي جاے' اور وہاں دفعہ ۱۵۳ الف - کے مضمون کي کوئي دفعہ موجود ہو' تو اُسکي زد میں کتاب نہیں آئیگي - اُسے قانوني گرفت میں لانے کے لیے کسی دوسرے قانون کي ضرورت ہوگي - یا غالباً گرفت میں لانے کي ضرورت ہي پیش نہ آئے - لیکن ہندوستان جیسے ملک کي حالت وہاں سے بالکل مختلف ہے - یہاں اگر ایک شخص اسطرح کي مذہبي بد زباني اور ہجو سرائي کرتا ہے' تو قطعاً اُسکے اثرات بہت زیادہ شدید اور بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں' اور اسکي وجہہ سے صرف لکھنے والے ہي کے برخلاف نہیں' بلکہ اُسکے ہم مذہبوں کے خلاف بھي نفرت کے خیالات پھیل جاتے ہیں - کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے عوام کي یہ ذہنیت غلط ہے اور اس میں اصلاح ہوني چاہیے - لیکن میں یاد دلاؤنگا کہ قانون اور عدالت کا فرض اصلاح (ریفارم) نہیں ہے' بلکہ صورت حال کے مطابق لوگوں کے عقائد و جذبات کا اعتراف کرنا ہے - یہ صورت حال اچھي ہو یا بري لیکن موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے' تو جب تک موجود ہے' دفعہ ۱۵۳ - الف کي زد میں اس طرح کے تمام مذہبي حملے آنے چاہئیں - تعزیرات ہند کا مجموعہ ہندوستان کي دماغي اصلاح کیلیے مرتب نہیں ہوا ہے - امن و انصاف کے قیام کے لیے مرتب ہوا ہے - اُسے اس سے کوئي غرض نہیں کہ کیا ہونا چاہیے؟ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور جو کچھہ ہو رہا ہے' اُسے ملحوظ رکھتے ہوے باشندوں کے جذبات و مصالح کا کیونکر تحفظ کیا جا سکتا ہے؟

اب دوسري دفعہ ۲۹۸ - پر نظر ڈالیے - اپنے مقصد اور مقصد کے بیان میں یہ کسقدر واضح ہے؟ مگر جسٹس موصوف کہتے ہیں' اس قسم کے افعال کے لیے یہ بھي سودمند نہیں - دفعہ میں "دلازاري" کا لفظ ہے - وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب دلازار ہے - تاہم اُنکے خیال میں یہ دلازاري وہ "دلازاري" نہیں ہے جو ۲۹۸ - میں مقصود ہے - وہ کہتے ہیں کہ اگر اس قسم کي کتابیں اس دفعہ کے ماتحت لائي جائیں' تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہر طرح کي آزادانہ نکتہ چیني جرم ہوجائیگي - کیونکہ کوئي نکتہ چیني کسي پیشواے مذہب کے خلاف کتني ہي معتدل کیوں نہو' اُس کے پیروؤں کیلیے ضرور دلازار ہوگي -

مجھے افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں جسٹس موصوف کي تنقیح پہلي تنقیح سے بھي زیادہ تعجب انگیز ہے - اگر یہ طرز تنقیح تسلیم کرلیا جاے تو مجھے خوف ہے کہ صرف ۲۹۸ - ہي نہیں بلکہ تعزیرات ہند کي پانچ سو گیارہ دفعات میں سے اکثر دفعات کا نفاذ مشتبہ ہوجائیگا!

تین چیزیں ہیں' اور تینوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا - ایک چیز نکتہ چیني ہے - ایک سخت نکتہ چیني ہے - ایک بدزباني اور ہجو ہے - دفعہ ۲۹۸ - مذہبي "دلازاري" کو روکتي ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ ان تینوں قسم کي چیزوں میں سے کونسي چیز اس "قانوني دلازاري" کے ماتحت آتي ہے؟ بلا شبہ ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے غیر روادار لوگ موجود ہیں جو اپنے عقیدہ کے خلاف کسي طرح کي نکتہ چیني بھي نہیں سن سکتے - ہر طرح کي نکتہ چیني ان کے لیے دلازار ہوجاتي ہے مگر یہ معلوم ہے کہ اس طرح کے معاملات میں قانون کسي خاص انتہائي حالت کا اعتراف نہیں کرتا' بلکہ ہر طرح کي نرم و گرم حالتوں سے ایک معتدل اور مناسب اوسط نکال لیتا ہے - دلازاري کے احساس' کي ایسي حالت ایک انتہائي درجہ کي حالت ہے - قانون اسکا لحاظ نہیں کریگا - وہ ہر طرح کي گرم اور نرم طبائع سامنے رکھکر معلوم کریگا کہ اس بارے میں احساس دلازاري کا اوسط درجہ کیا ہوسکتا ہے؟ یہ اوسط بالکل واضح ہے - یہ ایک ایسے آدمي یا جماعت کا احساس ہے جو ایک طرف تو ہر انسان کے آزادانہ حق راے زني کا پورا احترام کرتا ہے - دوسري طرف اس حق کا بے اعتدالانہ اور حملہ آورانہ استعمال بھي گوارانہ نہیں کرتا - ایسے شخص یا ایسي جماعت کیلیے مذہبي نکتہ چیني' اگرچہ کتني ہي آزادانہ کیوں نہو' کبھي "دلازار" نہیں ہوسکتي - البتہ ہر طرح کي بد زباني' ہجو' تذلیل و تحقیر' اور ہنسي اڑانے کي کوشش ضرور "دلازار" ہوگي - یہي "دلازاري" دفعہ ۲۹۸ - کي زد میں آتي ہے' اور اگر زیر بحث رسالہ کي روش اور زبان ایسي ہي ہے (اور خود جسٹس موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ ایسي ہي ہے) تو پھر کوئي وجہ نہیں کہ کیوں وہ اس دفعہ کي زد میں نہ آئے؟

بہر حال ہندوستان کي اعلی عدالتوں میں سے ایک عدالت کا فیصلہ اسکے خلاف ہوگیا ہے' اور اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ ایک صاف اور غیر مشتبہ قانون کے ذریعہ اسطرح کي مذہبي دلازاریوں کا (نہ کہ نکتہ چیني کا) سد باب کردیا جاے - ہز ایکسلنسي گورنر پنجاب نے بھي مسلمانان پنجاب کے وفد کا جواب دیتے ہوے اسکي ضرورت تسلیم کرنے پر میلان ظاہر کیا ہے - میں آیندہ زیادہ تفصیل کے ساتھہ اس بارے میں اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرونگا -

---

اطلاع

افسوس ہے کہ ہمارا پچھلا اندازہ صحیح نہ نکلا اور طباعت و اشاعت کي مشکلات دور نہ ہوسکیں - اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ ہر ہفتہ کے پرچے یکجائي نکالدیے جائیں - چنانچہ یہ نمبر ۳ اور ۴ کا مجموعہ ہے جو شائع ہو رہا ہے - اسکے بعض فارم پہلے چھپ چکے تھے جنکي پیشاني پر صرف یکم جولائي ہے - لیکن بعد کو جو فارم چھپے اُنپر ۱ — ۸ جولائي بنا دیا گیا ہے - ضخامت بھي اِسکي اُس سے زیادہ ہے جسقدر آخري صفحہ کے عدد سے معلوم ہوتي ہے - ٹائیپ کے آخري حصہ میں ۱۲ الف - سے ۱۲ د - تک چار صفحے مزید بڑھا دیے گئے ہیں' اور رسالہ کي ضخامت پوري دو جزء ہے -

ہمیں اس بد نظمي کے لیے جسقدر افسوس ہے اُسکا اظہار الفاظ میں سودمند نہ ہوگا جب تک عمل کے ذریعہ ظہور میں نہ آئے - ہم اس بارے میں بجز اِسکے اور کچھہ کہنا نہیں چاہتے کہ انتہائي کوشش جو مطبع کي دقتیں دور کرنے کے لیے کي جا سکتي ہیں ہم کر رہے ہیں' اور انشاءاللہ ہمیں اُمید ہے کہ یہ اس مطبع کي آخري بدنظمي ثابت ہوگي اور آیندہ ہر نمبر ٹھیک اپنے وقت پر شائع ہوگا -

متعدد باب جو اس وقت تک شروع نہ ہوسکے تھے' وہ بھي آیندہ نمبر کے لیے کمپوز ہو رہے ہیں -

منیجر

وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا فعل دفعہ ۱۵۳ - الف کی زد میں نہیں آتا جو پراسکیوٹر کے طرف سے لگائی گئی ہے - کیونکہ انکے لفظوں میں " یہ دفعہ ایسے وسیع مفہوم کیلیے وضع نہیں ہوئی ہے - یہ صرف اسلیے وضع ہوئی ہے کہ کسی شخص یا جماعت پر جو اسوقت زندہ موجود ہے کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہو - گذشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف حملے ' اگرچہ کیسے ہی شرارت انگیز اور سفیہانہ کیوں نہوں ' اسکے مفہوم میں داخل نہیں ہوسکتے "

دوسرے لفظوں میں جسٹس موصوف کی راے یوں بیان کی جا سکتی ہے کہ ۱۵۳ - الف کا تعلق ایسی تحریر و تقریر سے ہے جسکے ذریعہ کسی جماعت کے خلاف دوسری جماعت میں دشمنی و نفرت پیدا کی جاے - لیکن اگر ایک شخص کسی مذہب یا بانی مذہب کے خلاف بد زبانی کرتا ہے ' تو اسے یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اُس نے دو جماعتوں کے اندر دشمنی و نفرت پیدا کرنی چاہی ہے - کیونکہ یہ ایک شخص کا ذاتی فعل ہے - اسکی وجہ سے خود اسکی ذات اُس مذہب کے پیروؤں کے نزدیک قابل نفرت ہو جاسکتی ہے' لیکن اِسے " دو جماعتوں میں دشمنی و نفرت پیدا کرنا " نہیں کہا جا سکتا -

نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ جسٹس موصوف نے دو صورتیں قرار دی ہیں : ایک یہ کہ مثلاً ایک شخص کوئی ایسی کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے خلاف ہندؤں کے اندر یا ہندؤں کے برخلاف مسلمانوں کے اندر دشمنی و نفرت پیدا ہو سکتی ہے - دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مذہب یا بانی مذہب کے خلاف دلآزار حملہ کیا جاے - وہ کہتے ہیں دفعہ ۱۵۳ - الف کا تعلق پہلی صورت سے ہے - دوسری صورت سے نہیں ہے -

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں صورتیں مختلف ضرور ہیں - اس میں بھی شک نہیں کہ دفعہ ۱۵۳ - الف کا ابتدائی مفہوم جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ افراد سے - لیکن اسکے ساتھہ ہی میں اِس خیال سے متفق نہیں ہوسکتا کہ زیر بحث معاملہ پر اس دفعہ کی زد نہیں پڑتی اور وہ اس دائرۂ اثر سے بالکل باہر ہے -

بلاشبہ میں ماہر قانون نہیں ہوں - میں یہ بھی پسند نہیں کرونگا کہ جسٹس موصوف کی قانونی قابلیت کے اعتراف میں کوتاہی کروں - لیکن میں سمجھتا ہوں ' معاملہ اسقدر صاف اور واضح ہے کہ اسمیں کسی طرح کی قانون موشگافی کی ضرورت ہی نہیں ہے - ہر شخص جو قانون کے منشاء ' الفاظ ' اور حالات پر معمولی درجہ کی نظر بھی رکھتا ہے ' بغیر کسی کاوش کے معلوم کرسکتا ہے کہ جسٹس موصوف کی نظر صرف ایک ہی پہلو پر گئی ہے - دوسرا پہلو انہوں نے نظر انداز کردیا ہے -

علاوہ بریں اگر دفعہ ۱۵۳ - الف کی زد اسطرح کے افعال پر نہیں پڑتی تو دفعہ ۲۹۸ - بھی موجود ہے - لیکن مشکل یہ ہے کہ جسٹس موصوف کی تقسیم میں اسطرح کے معاملات دفعہ ۲۹۸ - کے ماتحت بھی نہیں آسکتے -

پہلے میں چند الفاظ اِن دونوں دفعات کی نسبت کہنا چاہتا ہوں-

سنہ ۱۸۹۸ - میں جب ایکٹ نمبر ۴۵ - یعنی مجموعہ تعزیرات ہند نافذ ہوا ' تو اس میں کوئی دفعہ ایسی موجود نہ تھی جسکے ذریعہ " مختلف طبقات میں دشمنی و نفرت پیدا کرے " کے افعال صاف اور صریح لفظوں میں روکے جاسکیں - اسمیں آٹھواں باب ان جرائم کی نسبت موجود تھا جو آسودگی عامۂ خلائق میں خلل انداز ہوسکتے ہیں - لیکن اسکی تمام دفعات زیادہ تر بلوے اور بلوے کے اشتعال وغیرہ سے تعلق رکھتی تھیں - البتہ ایک باب " جرائم متعلق مذہب " موجود تھا - اسمیں ۲۹۵ - سے لیکر ۲۹۸ - تک چار دفعات رکھی گئی تھیں - پہلی دفعہ کا تعلق مذہبی معابد اور متبرک مقامات کی توہین سے تھا - دوسری کا مذہبی اعمال و رسوم سے ' تیسری کا اموات و قبور سے - چوتھی دفعہ ۲۹۸ - تھی ' اور اُس کے الفاظ یہ تہے :

" جو شخص سونچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہے ' یا کوئی آواز نکالے ' یا کوئی حرکت کرے ' یا کوئی چیز سامنے لائے ' تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائیگی "

واضعان تعزیرات ہند نے خیال کیا تھا کہ یہ دفعات کافی ہیں ' لیکن بعد کو تجربے سے معلوم ہوا کہ کافی نہیں ہیں - سنہ ۱۸۹۸ - میں ایکٹ نمبر ۴ - کے ذریعہ تعزیرات ہند کی ترمیم کی گئی اور دفعہ ۱۵۳ - الف - کا اضافہ کیا گیا - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس دفعہ کے الحاق سے اصلی مقصود گورنمنٹ کی سیاسی اغراض کا پورا کرنا تھا ' لیکن میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اِس کا دائرہ اس درجہ تنگ ہے جس درجہ جسٹس موصوف نے قرار دیا ہے - اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں :

" جو کوئی ایسی باتوں کے ذریعہ جو تلفظ سے ادا کی جائیں ' یا لکھی جائیں ' یا اشاروں کے ذریعہ ' یا نقوش مرئیہ کے ذریعہ ' یا اور کسی ذریعہ سے ملک معظم کی رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان دشمنی یا نفرت کے خیالات بڑھائے ' یا بڑھانے کا اقدام کرے ' تو اسے ایسی قید کی سزا دی جائیگی ...... الخ "

اب تعزیرات ہند میں دو دفعہ ہوگئیں - ۲۹۸ - اور ۱۵۳ - الف -

پہلی دفعہ ہر طرح کی مذہبی " دلآزاری " کو جرم قرار دیتی ہے جو عمداً عمل میں لائی جائے - دوسری دفعہ ہر ایسے فعل کو جس کے ذریعہ برطانی ہندوستان کی دو مختلف جماعتوں کے درمیان دشمنی اور نفرت کے خیالات پیدا ہوں یا ہوسکتے ہوں ' تعزیری جرائم میں شمار کرتی ہے -

میں نے اپنی عادت کے خلاف بار بار یہ دفعات پڑھیں اور صورت حال پر غور کیا - میں کوئی معقول وجہ نہیں دیکھتا کہ اس قسم کی تحریریں جیسی کہ زیر بحث تحریر ہے ' کیوں ان دونوں دفعات کی زد میں نہیں آئیں ؟ جسٹس دلیپ سنگہ کہتے ہیں " اگرچہ کتنی ہی دلآزار اور سفیہانہ کیوں نہ ہوں' اس کی زد میں نہیں آتیں " مگر میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگرچہ کتنی ہی کم دلآزار اور کم سفیہانہ کیوں نہو' ہوں لیکن اگر وہ واقعی دلآزار اور سفیہانہ ہیں' تو اِن دفعات کی زد سے بچ نہیں سکتیں -

امر تنقیح طلب صرف یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں سے " دو مختلف جماعتوں میں دشمنی اور نفرت کے خیالات " پیدا ہوتے ہیں یا نہیں ؟ نیز اِس سے " کسی فرد یا جماعت کی دلآزاری " ہوتی ہے یا نہیں ؟ سب سے پہلے دفعہ ۱۵۳ - الف کو لیجیے - جسٹس موصوف کی نظر صرف فرد اور جماعت کے فرق کی طرف گئی ہے - بلا شبہ یہ فرق پیش نظر رکھنا چاہیے - مگر سوال یہ ہے کہ دفعہ کا منشا صرف فعل کی صورت اور اُسکی لفظی نسبت سے تعلق رکھتا ہے ' یا اُسکا زور فعل کے اثر اور نتائج پر ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے ' اور میں امید کرتا ہوں کہ قانونی نقطۂ خیال سے اسکا صرف یہی جواب ہوسکتا ہے' تو پھر معاملہ کا فیصلہ نہایت آسان ہے - یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے - تمامتر واقعہ سے تعلق رکھتا ہے - دیکھنا یہ چاہیے کہ اس قسم کی مذہبی بد زبانی اور ہجوگوئی کا برطانی ہندوستان کی مختلف جماعتوں میں کیا اثر پیدا ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ برسوں سے ملک کی دو جماعتیں یعنی مسلمانوں اور آریا سماجیوں میں یا ہندو

آئرلینڈ کا ایک عملاق جس کا قد ۲۵۵ سنٹي میٹر تھا۔



ایک جرمن عورت جس کا قد ۲۴۵ سنٹي میٹر تھا



عماليق يا دراز قد آدمي

درازي قد كي علمي توجيهه

قد کي درازي اگر ایک خاص معتدل حد تک هو تو حسن و جمال کي دلاویزیوں میں سے شمار کي جاتي هے - خواجه حافظ نے اسي قد کي درازي میں اپني " عمر دراز " کي " کوتاهي " کا پیغام سنا تھا :

بالا بلند ' سرو قد خوش خرام من
کوتاه کرد قصهٔ عمر دراز من !

لیکن یهي " بالا بلندي " جب حد سے گزر جاتي هے تو حسن و دلاویزي کي جگه عجائب الخلقة میں شمار هونے لگتي هے - مختلف قوموں میں ایسے عجیب الخلقة دراز قد آدمي پائے گئے هیں اور اب بھي پائے جاتے هیں - عربوں کي ایک قدیم شاخ نے مصر پر حمله کیا تھا - اسکے اکثر افراد قد آور تھے - اسي لیے عربي میں انکا نام " عمالیق " پڑ گیا تھا - غیر معمولي دراز قد کو عربي میں " عملاق " کهتے هیں -

تھوڑي مدت گزري نیویارک میں ایک عجیب آدمي ظاهر هوا تھا اسکي عمر ۲۴ سال تھي - یه شخص اِس قدر لنبا تھا که جب موٹر میں بیٹھا تو اُسکي چھت میں سوراخ کرنا پڑا تاکه اُسکا سر باهر نکلا رهے - کیونکه وه کسي طرح بھي موٹر میں سما نه سکا تھا - بازاروں میں لوگوں نے اُسے دیکھا تو تصویریں لینے لگے - اُسکا قد ۸ - فٹ تھا !

سنه ۱۹۲۴ع میں ومبلي (لنڈن) کي مشهور نمائش میں ایک عملاق نمودار هوا تھا - اسکي عمر صرف ۲۳ سال تھي مگر قد دو میٹر ۸۴ - سنٹیمٹر تھا - یه لنڈن اِس لئے آیا تھا که اجرت لیکر اپني نمائش کرے - وه اپنے قد کي درازي کي وجه سے همیشه اپني خاص چارپائي اور پاني کا ٹب ساتھه رکھتا تھا - کیونکه یه دونوں چیزیں اُسکے مناسب حال کهیں بھي دستیاب نهیں هوتي تھیں - اِسکي خوراک کتني تھي ؟ اسکا اندازه اِس سے هو سکتا هے که اُسکے روز کے ناشته میں ۱۵ - انڈے ۳ - بڑي مچھلیاں ' ۵ - پلیٹ سالن کے ' ۱۲ - روغني ٹکیاں ' اور ۸ - پیالیاں چاے کي هوتي تھیں !



موجوده زمانے کا سب سے بڑا عملاق ایک روسي ماشذوف نامي هے - قد ۲۸۵ سنٹي میٹر۔

آج کل یورپ کے بعض علمي رسائل میں یه بحث چھڑ گئی هے که اس طرح کي غیر معمولي دراز قدي کي علت کیا هے ؟

عام طور پر علماء کا خیال هے که اِسکي علت دماغي گلٹي هے - مشاهده سے معلوم هوچکا هے که هر انسان میں دماغ کے نیچے اور ناک کے پیچھے ایک گلٹي هوتي هے - اِسے عربي میں " الغدة النكفية " اور انگریزي میں Parotid gland کهتے هیں - یهي گلٹي قد کي کمي بیشي کي علت هوا کرتي هے -

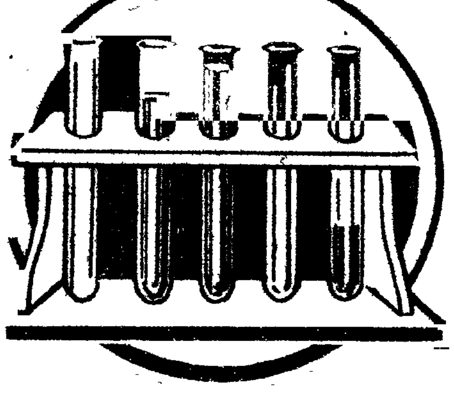
انساني جسم گلٹیوں سے بھرا پڑا هے - وهي اُسے قائم رکھتي هیں اور اُسکے اجزاء سے جسم کا توازن برقرار رهتا هے - چنانچه فربهي و لاغري ' بلند قامتي و پسته قدي ' ذهانت و بلادت ' دوران خون کي تیزي و سستي ' سب کا تعلق اِنهي گلٹیوں سے هے - اس دماغي گلٹي کا ایک اهم کام یه بھي هے که وه ایسے مواد خارج کرتي رهتي هے جو خون کے ساتھه جاري رهتے اور هڈیاں بڑھاتے رهتے هیں - جب اِن مواد کا اخراج کم هو جاتا هے تو انسان پسته قد ره جاتا هے - جب ضرورت سے زیاده هو جاتا هے تو هڈیاں غیر معمولي طور پر لنبي هو جاتي هیں اور آدمي کا قد بھي بهت بڑه جاتا هے -

یه دماغي گلٹي دو حصوں میں منقسم هے : ایک حصه آگے هوتا هے - دوسرا پیچھے هوتا هے - دونوں ایک عظمي (هڈي کے) صندوقچه میں بند هوتے هیں - یه صندوقچه کھوپڑي کے اندر بطور ایک چھوٹي سي کھوپڑي کے رکھا هوتا هے - رونتجن شعاعوں کے ذریعه تحقیق هوا هے که لانبے آدمیوں

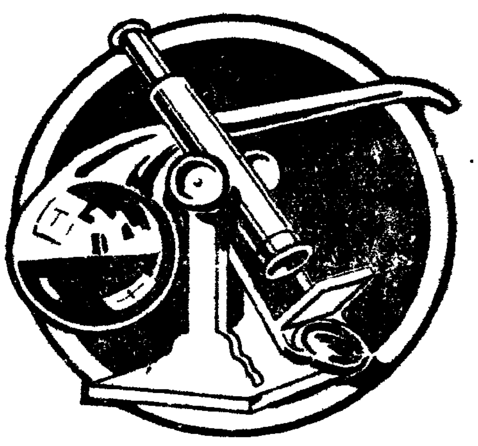
بتھرا گئے - معلوم هوتا هے ریگ کے بوجھه سے اِنکا چھلکا چٹک گیا تھا اور ریگ کے ذرے اندر پهنچ گئے تھے - امتداد زمانه سے اندروني اور بیروني دونوں حصے پتھرا گئے هیں اور لکھوکھا برس سے قائم هیں -

اِسکے علاوه بعض اور یادگاریں بھي دستیاب هوئي هیں - شاید وه اِن انڈوں سے بھي زیاده قیمتي ثابت هوں - وه یادگاریں پتھرائے هوئے انساني دانت هیں اور کئي هزار برس کے پرانے هیں - وهاں انکي موجودگي اِس بات کا قطعي ثبوت هے که کسي زمانه میں یه صحرا انسانوں سے معمور تھا - تحقیقات سے ثابت هوا هے که یه دانت غاروں میں رهنے والے انسانوں کے نهیں هوسکتے (کیونکه اُن زمانوں میں زمین پر غار موجود هي نه تھے) خیال کیا جاتا هے یه انسان نهروں اور جھیلوں کے کنارے رهتے هونگے - مکان بھي نه تھے - آسمان کي چھت کے نیچے سوتے هونگے - اُسکے بعد بتدریج گھر بنانا شروع کیا - پھر پتھر کے اوزار طیار کئے - اِسي لئے اُس عهد کو " عهد حجري " کهتے هیں -

یه تحقیقاتي کمیشن اِس صحراء میں ابھي تین سال اور رهیگا - اُسے یقین هے که مزید تحقیقات کا دروازه عنقریب کھلنے والا هے دنیا کا تمام حلقهٔ علم اسکے آخري نتائج کي راه تک رها هے



مذاکرۂ علمیّه



انسان کی تخلیق وظهور کا اولین محل

(صحراء " گوبي " انسانیت کا اولین گهوارا هے)

ایک نیا نظریه

صحراء " گوبي " واقع منگولیا میں یوروپین علماء کي ایک جماعت تحقیقات میں مصروف هے - اسکي غرض یه جدید نظریه ثابت کرنا هے که یهي صحراء انسانیت کا اصلي گهوارہ هے - یهیں سے نکل کر انسان کي نسل تمام دنیا میں پهیلي .

اِس جماعت کے صدر پروفیسر اندروز نے یورپ و امریکه کے علمي رسائل میں حسب ذیل بیان شائع کیا هے :

"اِس بات کے ثبوت میں متعدد دلائل موجود هیں که انسان نے اپني سب سے پهلي نشوؤنما صحراء گوبي میں حاصل کي هے - یه ثابت هوچکا هے که اُن نهایت پرانے زمانوں میں جبکه تمام یورپ اور امریکا برف سے ڈهکا هوا تها ' وسط ایشیا میں ایک حصه ایسا موجود تها جو طوفان برف سے محفوظ تها - یه خطه یهي صحراء تها - اُس وقت صرف یهي ایک زمین زندگي کي نشوؤنما کي صلاحیت رکهتي تهي -

پهر همارے سامنے اِس امر کے بهي دلائل موجود هیں که انسان جس راسته سے دنیا کے دوسرے خطوں میں آباد هونیکے لیے پهنچا ' وہ راسته یورپ اور امریکا کے درمیان واقع تها - علماء کو فرانس اور امریکا کي زمینوں کے اندر سے ایسے آثار دستیاب هوے هیں جو باهمدگر پوري مشابهت رکهتے هیں ' اور صاف بتا رهے هیں که اُنکي اصل اور سرچشمه ایک هي هے - نیز اُنسے یه بهي ظاهر هوتا هے که وہ وسط ایشیا سے تعلق رکهتے هیں -

اکثر علماء یقین کرتے هیں که هماري زمین ایک کرور برس پہلے عظیم الخلقت حیوانوں سے آباد تهي - یه تمام حیوان نابود هوگئے - بعض کي هڈیاں ملتي هیں - اِنمیں سب سے اهم حیوان وہ تهے جنهیں آجکل علماء علم حیوان " ڈینو سر " اور " مستوڈن " کے نام سے موسوم کرتے هیں - صحراء گوبي اِن حیوانوں سے لبریز تها - کسي نامعلوم زمانه میں وہ منتشر هوے - ایک طرف سے چین پهنچے ' دوسري طرف سے امریکا میں وارد هوے - یهي سبب اُس مشابهت کا هے جو امریکا اور مشرق قریب کے زیر زمین آثار میں هم دیکهه رهے هیں .

ممکن هے اعتراض کیا جاے که ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں زندگي کیونکر قائم رہ سکي ؟

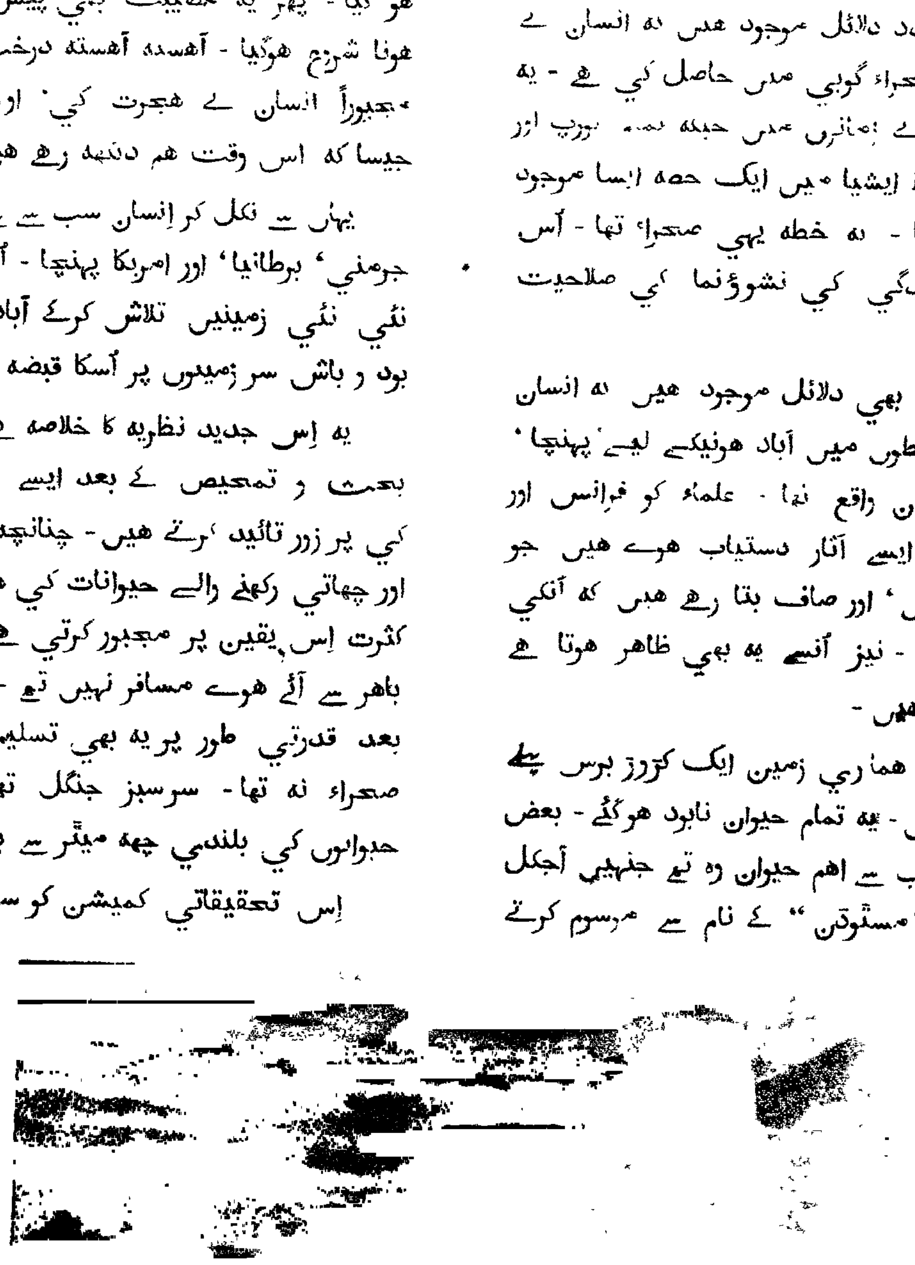
اِس کا جواب یه هے که تقریباً ایک کرور سال پہلے یه صحراء ریگستان نه تها - سر سبز و شاداب علاقه تها - هر طرف درختوں کي کثرت تهي ' دریا بهه رهے تهے ' زمین صاف تهي ' اور پهلوں اور ترکاریوں سے لبریز تهي - اُس وقت یه صحراء انسان کے ظهور اور نشوو نما کیلیے سب سے زیادہ موزوں مقام تها .

زندگي یهاں برابر بڑهتي اور ترقي کرتي رهي - یهانتک که رینگنے والے جاندار ظاهر هوے - پهر چهاتیاں رکهنے والے حیوان پیدا هوے - پهر انسان نے ظهور کیا - قدیم انسان موجودہ انسان سے کسي قدر مختلف تها - امتداد زمانه کے ساتهه ساتهه اُسنے بهي ترقي کي - اُسکي نسل بڑهتي گئي - یهانتک که یه علاقه اُسکے لیے نا کافي هو گیا - پهر یه مصیبت بهي پیش آئي که یهاں کا جنگل خشک هونا شروع هوگیا - آهسته آهسته درخت سوکهنے لگے - پاني کم هونے لگا - مجبوراً انسان نے هجرت کي ' اور یه جنگل ریگستان هوکر رهگیا جیسا که اس وقت هم دیکهه رهے هیں .

یهاں سے نکل کر انسان سب سے پہلے چین ' هندوستان ' روس ' فرانس ' جرمني ' برطانیا ' اور امریکا پهنچا - اُسکي جماعتیں برابر آگے بڑهتي اور نئي نئي زمینیں تلاش کرکے آباد هوتي گئیں - حتی که تمام قابل بود و باش سر زمینوں پر اُسکا قبضه هوگیا "

یه اِس جدید نظریه کا خلاصه هے - پروفیسر اندروز کي جماعت بحث و تمحیص کے بعد ایسے نتائج پر پهنچي هے جو اِس نظریه کي پر زور تائید کرتے هیں - چنانچه اُسے " ڈینوسر " اور " مستوڈن " اور چهاتي رکهنے والے حیوانات کي هڈیاں ملي هیں - اِن هڈیوں کي کثرت اِس یقین پر مجبور کرتي هے که یه حیوانات اِس صحراء میں باهر سے آئے هوے مسافر نهیں تهے - بلکه مقیم تهے - یه مان لینے کے بعد قدرتي طور پر یه بهي تسلیم کر لینا پڑیگا که اُس وقت یه مقام صحراء نه تها - سرسبز جنگل تها - اور یه که انمیں سے بعض حیوانوں کي بلندي چهه میٹر سے بهي زیادہ تهي .

اِس تحقیقاتي کمیشن کو سب سے اهم چیز جو هاتهه لگي هے ' وہ ڈینو سر جانور کے انڈے هیں - ایسے قرائن موجود هیں جنسے خیال کیا جاتا هے که ڈینو سر کي مادہ نے حسب عادت ریت کے گڑهے میں انڈے دیے تهے - مگر اچانک آندهي آئي اور ریگ نے انڈوں کو چهپا لیا - لاکهوں برس نیچے رهنے کے بعد بالاخر یه انڈے



صحراء گوبي کے ایک سر سبز گوشه کا منظر

عمدگي سے کیے جاسکتے هیں - لیکن اگر دوسري صورت هوتي هے تو حیوان سے کام لیتا هوں - مثلاً اُن مقامات میں جهاں ریل اور سڑکیں نهیں هیں باربرداري کا کام جانور زیادہ اچها کرسکتے هیں - آخري درجه میں انسان سے کام لیتا هوں - یه اصول اگرچه همارے اسلاف کو معلوم تها مگر اُن سے عملاً کام لینا صرف پچاس برس هي سے شروع هوا هے .

اب غور کرنا چاهئے ' اهل و قابل اشخاص کا انتخاب کیونکر کیا جاے ؟ فرض کرو ' حکومت امریکا کو ایک مرد یا عورت کي ضرورت هے - امریکا کي آبادي دس کرور هے - وہ کیا صفتیں هیں جو مطلوبه مرد اور عورت میں هوني چاهئیں ؟

عام طور پر پهلي شرط یه قرار دي جاتي هے که وہ شخص امریکن هو - یهیں پیدا هوا هو' یا امریکن قومیت اختیار کرچکا هو - دوسري شرط یه سمجهي جاتي هے که اُسکي عمر سوله برس سے زیادہ اور ساٹهه سے کم هو - اِس شرط کي رو سے دو ثلث آبادي دائرۂ انتخاب سے باهر نکل جاتي هے -

حالانکه انتخاب میں همیں کسي ایک شرط یا صفت هي پر اڑ جانا نهیں چاهئے - کیونکه کبهي عمر کا معامله قومیت سے زیادہ اهم هوتا هے - کبهي تربیت ' قدرتي قابلیت سے زیادہ کار آمد هوتي هے - کبهي تجربه ' قابلیت سے زیادہ ضروري هوتا هے - همیں اگر اصلح انسان کي ضرورت هے تو اسکے لیے قومیت ' وطنیت ' اور عمر کي شرطیں ابتدائي شرطیں کیوں سمجهي جائیں ؟

طویل غور و فکر اور تجربه کے بعد میں نے انساني انتخاب کا ایک پیمانه طیار کیا هے - اُسمیں ۲۳ - درجے رکهے هیں - انتخاب کے وقت اِس پیمانه سے فائدہ اٹهانا چاهئے - ذیل میں اُسکي تفصیل ملاحظه هو :

(۱) قومیت　　(۲) نسل
(۳) شهریت　　(۴) عمر
(۵) ابتدائي تربیت یا وراثت　　(۶) ذهني قابلیت
(۷) جسماني قابلیت　　(۸) عملي قابلیت
(۹) اولین ماحول　　(۱۰) تعلیم
(۱۱) عام تربیت　　(۱۲) تجربه
(۱۳) فطري قابلیت　　(۱۴) فني مهارت
(۱۵) مزاج　　(۱۶) سیکهنے کي قابلیت
(۱۷) حرکات و سکنات　　(۱۸) عام ذهني یا بدني شکل
(۱۹) قد و قامت　　(۲۰) سختي یا نرمي
(۲۱) رنگ　　(۲۲) کاٹهي
(۲۳) مجموعي هیئت

جب مجهے کسي آدمي کي ضرورت هوتي هے تو میں یه پیمانه سامنے رکهه لیتا هوں اور هر شخص کو اِن تیئیس وجوہ انتخاب کي بنا پر جانچتا هوں - جسکے نمبر زیادہ نکلتے هیں ' اسے انتخاب کرلیتا هوں - البته جانچنے والے کیلیے بهي صاحب نظر هونا ضروري هے -

عام طور پر لوگ انتخاب میں فني مهارت (اکسپرٹ نس) کو دیکهتے هیں اور دوسري تمام صفات نظر انداز کرجاتے هیں - حالانکه یه سخت غلطي هے - جانور اور چڑیاں پالنے والے مذکورہ بالا صفات تمام کے تمام ملحوظ رکهتے هیں - کیونکه وہ سب ضروري ' اور انسان و حیوان کے مفید و مضر هونے کا سبب هوتي هیں .

ان تیئیس وجوہ انتخاب پر نظر ڈالنے سے معلوم هوگا که ان میں کچهه تو ایسے هیں جنکے لیے خارجي معلومات حاصل کرنے کي ضرورت هوگي - مثلاً تعلیم ' جنسیت ' تربیت وغیرہ - اور کچهه ایسے هیں جنکے لیے بے خطا قیافه شناسي کي ضرورت هوگي - قیافه شناسي کي یه استعداد بغیر اسکے حاصل نهیں هوسکتي که انساني دماغ و جسم کے علوم میں سے هر علم سے ضروري واقفیت حاصل کرلي جاے -

انساني مزاج اور قابلیت کا صحیح طور پر معلوم کرنا بهت مشکل هے - قد و قامت ' رنگ روپ ' اور جسم کي کاٹهي سے بهي طبیعت کا اندازہ کرنا آسان نهیں - اِس بارے میں انسان ' حیوان سے بهت کچهه مختلف هے - طویل تجربه کي ضرورت هے که انسان ' انسان شناس نگاہ پیدا کرلے - بارها ایسا هوا که میں کسي مرد کي ذهانت یا کسي عورت کے حسن سے دهوکا کها گیا هوں -

اِنهي تجربوں کي بنا پر میري پخته رائے هے که اگر کسي شخص کے متعلق یقین هوجائے که وہ زندگي بهر کام میں لگا رهے گا ' تو اُسکے امتحان میں دس بیس هزار ڈالر اور چار پانچ سال خرچ کرڈالنا کچهه بیجا نه هوگا -

بلا شبه مناسب اور اصلح آدمي کا انتخاب مشکل هے - لیکن مذکورہ بالا پیمانه اگر کام میں لایا جائے تو بڑي حد تک آساني هوجاتي هے اور انتخاب میں زیادہ غلطي نهیں هوتي -

(ایک مثال)

کچهه مدت پہلے ریلوے میں ایک معمولي جگه خالي هوئي تهي - اسکے لئے آدمي کا انتخاب میرے سپرد کیا گیا - میں نے اخبارات میں حسب ذیل اعلان شایع کیا :

" ریلوے میں کام کرنے کیلئے ایک امریکن نوجوان کي ضرورت هے - اُسے تجربه کار اور خوش اخلاق هونا چاهئے - ساٹهه ڈالر تنخواہ دي جائیگي - تین مهینے امتحان کیا جائیگا - پهر اضافۂ و ترقي کا سوال پیدا هوگا - درخواست کرنے والوں کو اپني تین تصویریں بهیجني چاهئیں : ایک اپنے رخسار اور کنپٹي کي - دوسري پورے چهرہ کي - تیسري پورے قد کي "

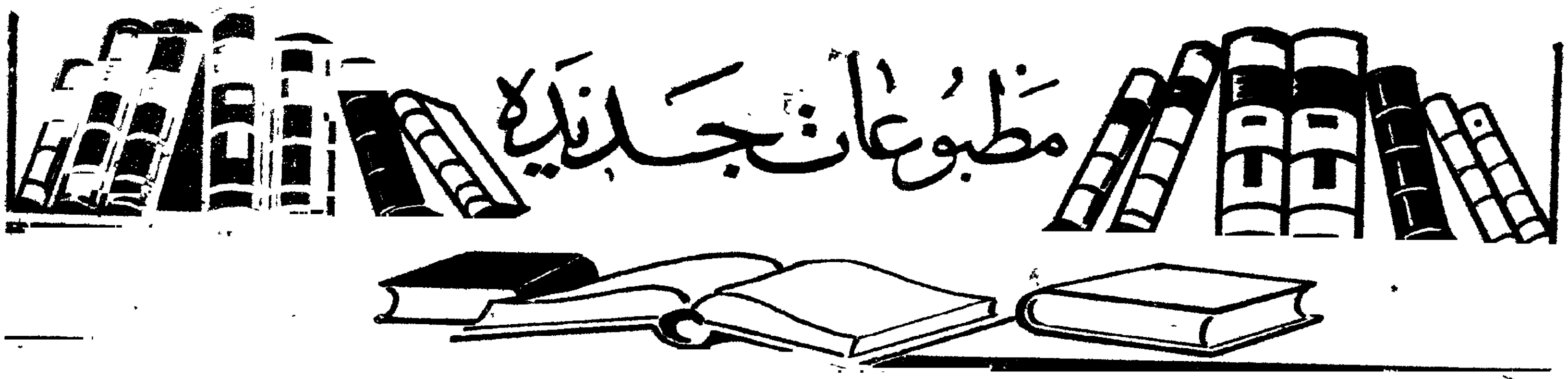
تین سو درخواستیں آئیں اور چهه گهنٹے معائنه میں صرف هوئے - ۲۹۰ - میں نے پهلي هي نظر میں مسترد کردیں - کیونکه اُنکي شکلوں میں کوئي نمایاں عیب موجود تها - بعضوں کے لباس اور خط و خال سے صاف معلوم هوتا تها که محض ناکارہ هیں - بعضوں کي هیئت اور قطع بتلا رهي تهي که بڑے ضدي هیں - سیکهنے کي قابلیت نهیں رکهتے - بعضوں کے دل و دماغ اور اخلاق کي کمزوري عیاں تهي -

باقي دس تصویروں کي میں نے پوري دیدہ ریزي سے جانچ کي - دو آدمي مطلوب تهے - مگر جانچ میں چار پورے اترے - اور تجربه نے بتا دیا که میري جانچ درست تهي - خود آدمیوں سے ملاقات کرنے سے یه کهیں بهتر هے که اُن کي تصویریں منگا لي جائیں اور اُنکا دقت نظر کے ساتهه مطالعه کیا جاے "

(چار تصویریں)

اسکے بعد مصنف نے نو آدمیوں کي تصویریں درج کي هیں اور هر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کے اوصاف بهي درج کردیے هیں :

(۱) دماغي آدمي — یه شکل ایک ایسے آدمي کي هے جو سنجیدہ ' مطمئن ' حلیم هے - کم منفعل هوتا هے - زیادہ غور کرتا هے - سوچ سمجهکر رائے قائم کرتا هے اور اُس سے کبهي هٹتا نهیں - حال سے زیادہ ماضي پر نظر رکهتا هے - سست عمل هے - مگر هوشیاري سے کام کرتا هے - همیشه ایک هي طریقه پر رهتا هے -



قابلیت کا مقیاس و میزان

انسان کے انتخاب میں انتخاب اصلح

ھر شخص جانتا ھے کہ دنیا میں وھي کام کامیاب ھوسکتا ھے جسے اُس کا اھل اور قابل آدمي انجام دے - بہتر سے بہتر کام بھي کامیاب نہیں ھوگا ' اگر اسکے لیے اھل آدمي میسر نہ آئینگے -

لیکن ھر کام کیلئے اُسکي ضرورت کے مطابق اھل آدمي کیونکر چنا جائے ؟ اسکا فیصلہ آسان نہیں ھے -

دنیا میں قدرت الھي کے قوانین عمل میں سے ایک قانون " اِنتخاب اصلح " کا ھے - یعنے قدرت ھر چیز میں اصلح اور بہتر کو چھانٹ لیتي ھے - غیر صالح اور کمتر کو چھوڑ دیتي ھے - زندگي ' صحت ' طاقت ' اور کامراني کي ساري بنیاد اسي قانون پر ھے - افسوس انسان کي نا مرادي پر ' اگر وہ خود اپني جنس کے انتخاب میں ایسا نہ کرسکے !

موجودہ زمانے میں " اھل آدمي کا انتخاب " ایک مستقل علمي موضوع ھو گیا ھے - اسکے بڑے بڑے ماھر فن ھیں - حال میں اس فن کے ایک بہت بڑے امریکن ماھر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھي ھے جو امریکہ کي ایک تجارتي انجمن کے اھتمام سے شائع ھوي ھے - یہ دراصل اُن مقالات کا مجموعہ ھے جو مصنف کتاب نے وقتاً فوقتاً اس موضوع پر لکھے تھے ' اور امریکہ کے مختلف علمي رسائل میں شائع ھوے تھے - کتاب نہایت مفید اور دلچسپ ھے ' اور چونکہ ایک خالص نظري مسئلہ کو عملي اصول و قواعد کي شکل دي گئي ھے ' اسلیے علمي حلقوں نے اُس کا نہایت پرجوش استقبال کیا ھے - ھم وقتاً فوقتاً اسکے بعض ضروري مباحث الھـلال میں شائع کرتے رھینگے - آج اسکے بعض ابتدائي مباحث کا ترجمہ ھدیۂ قارئین کرتے ھیں -

پہلے باب میں انتخاب اھل کي ضرورت پر بحث کرتے ھوے مصنف لکھتا ھے :

(انتخاب اصلح)

" تمام کام جبھي انجام پاسکتے ھیں جب اھل آدمیوں کے سپرد کئے جائیں ' ورنہ آلات کي ایجاد ' بجلي کے استعمال ' اور کوئلہ کي کفایت سے کوئي فائدہ حاصل نہ ھوگا - یہ چیزیں کام میں مدد دیتي ھیں ' لیکن کام کو کامیاب نہیں بنا سکتیں - کامیابي صرف اھل و اصلح کارکنوں کے انتخاب پر موقوف ھے ۔

ھم ھر چیز انتخاب کرتے ھیں - کوئي چیز خرید انتخاب کرکے خریدتے ھیں - تم بازار میں ایک دانہ سیب لیدے جاتے ھو تو ایک ایک چن کر لیتے ھو - یہ نہیں کہتے کہ سب سیب ھي ھیں ' بغیر انتخاب کے لے لیں - یہي حال آدمیوں کا بھي ھے - سیب کي طرح سب آدمي بھي یکساں نہیں ھوتے - کچھہ اچھے ھوتے ھیں ' کچھہ برے - کچھہ اھل ھوتے ھیں ' کچھہ نا اھل - لہذا انمیں بھي انتخاب ھونا چاھئے - اچھا اور قابل لے لینا چاھئے - برا اور نا کارہ چھوڑ دینا چاھئے - پھر محض اتناھي کافي نہیں ھے کہ اھل و قابل کا انتخاب کرلیا جاے ' بلکہ اُسے اُسي حیثیت میں بھي رکھنا چاھئے جسکا وہ مستحق ھے - مثلاً اگر ایک موسیقي داں کو موسیقي کي خدمت کیلئے منتخب کیا جائے ' تو اُسے در بدر پھر کر روٹي کمانے سے مستغني کردینا بھي ضروري ھے - تاکہ بے فکر ھوکر اپني پوري قابلیت سے فائدہ پہنچاسکے "

(معیار انتخاب)

اِسکے بعد اس سوال پر بحث کرتے ھوے - کہ " ھر کام کیلئے اھل اور صالح شخصیت کے انتخاب کیلئے کوئي معیار اور قاعدہ بن سکتا ھے یا نہیں " ؟ لکھتا ھے :

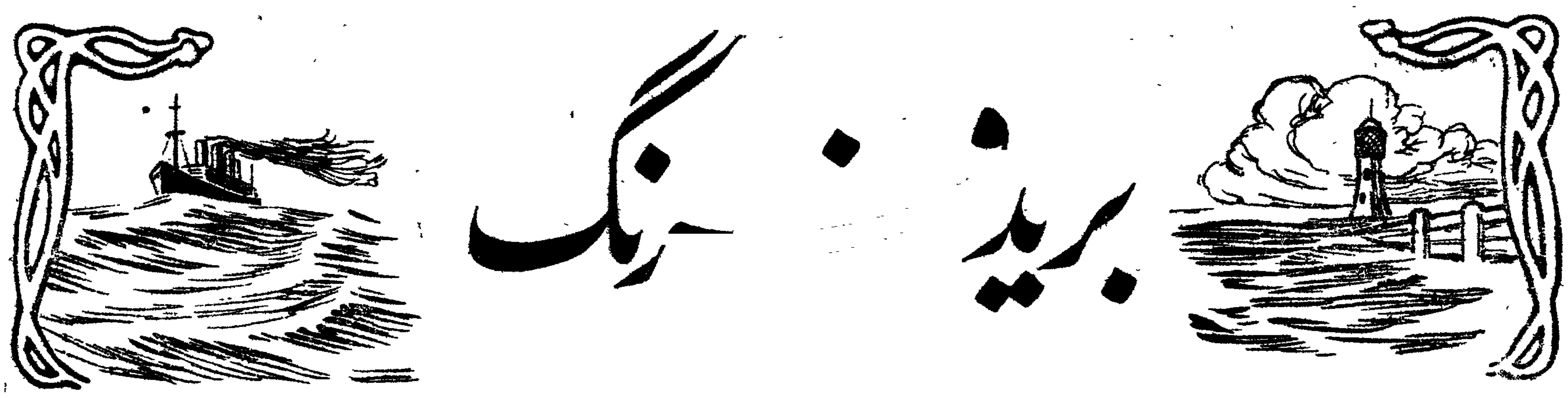
" میرے دفتر میں چالیس آدمي کام کرتے ھیں - جب میں کوئي نیا کام شروع کرتا ھوں اور نئے آدمیوں کي ضرورت محسوس ھوتي ھے ' تو سب سے پہلے غور کرتا ھوں کہ یہ کام آلہ کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ھے ' حیوان کے ذریعہ ' یا آدمي کي ضرورت ھے ؟ اگر پہلي صورت ممکن ھوتي ھے تو وھي کام میں لاتا ھوں - کیونکہ آلات حیوان و انسان سے بہتر کام کرتے ھیں - مثلاً پن چکي ' آب پاشي بھاري بوجھہ اٹھانا - ظاھر ھے یہ کام آلات کے ذریعہ آساني از

میں یہ گلٹي بہت بڑي ھوتي ھے ' اور بونوں میں بہت ھي چھوٹي ھوتي ھے - اِس گلٹي کي ایک خاصیت یہ بھي بیان کي جاتي ھے کہ وہ خون میں نمکین مادہ کو معتدل رکھتي ھے ' اور اُسے اُتني مقدار میں کردیتي ھے ' جتني سمندر کے پاني میں ھوتي ھے -

تاریخ میں بہت سے عمالیق کے نام محفوظ ھیں - فرانس میں ایک شخص " جن تورنر " نامي گزرا ھے - ۱۵ - برس کي عمر میں اُس کا قد غیر معمولي سرعت سے بڑھنے لگا - یہاں تک کہ ۸ - فٹ ۳ - انچ تک پہنچ گیا - اُس کا جوتا ۱۴ - انچ لمبا ھوتا تھا -

مرنے پر اُس کے دماغ کا وزن کیا گیا تو دو سیر ڈھائي اونس تھا سر کي جانچ کرنے پر معلوم ھوا کہ اُس کي دماغي گلٹي بہت بڑي تھي -

ڈاکٹروں کا خیال ھے کہ وہ زمانہ جلد آنے والا ھے جب انسان چند نشتر کي پچکاریاں (یعني انجیکشن) لیکر اپنا قد جتنا چاھے بڑھا لے گا - اگر کتے کو انجیکشن دیدیا جائیگا تو وہ گھوڑے کے برابر ھو جائیگا - یہ بات بظاھر عجیب معلوم ھوتي ھے - مگر علم جس سرعت سے ترقي کر رھا ھے ' اُسے دیکھتے ھوے اب کوئي بات بھي عجیب نہیں رھي ھے -



فرانسیسی اولوالعزمی کی قربانی

کپتان ننجیسر کي مفقود الخبري !

بیسویں صدي کے تمام وسائل علم و احاطه کي شکست !

انسان کی علمي اولوالعزمیوں اور قدرت کي قهرمان حکومت میں ایک مسلسل جنگ جاري ہے !

اس نے سمندر کے طوفانوں کا مقابله کیا اور طاقتور سے طاقتور جہاز طیار کر لیے !

اس نے زمین کي پهنائي کا مقابله کیا ' اور بهاپ اور بجلي پر قبضه کرکے ایسي سواریاں بنالیں ' جو ایک مدت میں دو دو میل طے کرلیتي هیں !

اسنے آسمان کي طرف دیکها - هوا میں پرند هر طرف اڑ رهے تهے ' لیکن انسان کیلیے کوئي جگه نه تهي - بالاخر اس نے یہاں بهي کامیابي حاصل کي ' اور ایسے طیارے ایجاد کرلیے جو تمام کرۂ ارضي کي فضا میں چکر لگا رهے هیں !

ان پے درپے کامیابیوں کے بعد اسنے دم لیا ' اور فخر و غرور سے سر اٹھایا - خشکي ' تري ' هوا : تینوں مسخر هو چکے هیں !

لیکن قدرت ! اٹل ' بے پروا ' بے مهر ' اور قهرمان قدرت ! کیا اسکے حاکمانه قوانین بهي مسخر هوگئے ؟ کیا سچ مچ کو انساني اولوالعزمي نے اسے شکست دیدي ؟

اولوالعزم انسان کا سر اپني بے بسي کے تصور سے جهک گیا - کیونکه اس نے دیکها که ان ساري اولوالعزمانه کامرانیوں کے بعد بهي اس تناسب میں کوئي فرق نهیں آیا ہے جو اسکي بے بسي اور قدرت کي حاکمانه سطوت کا روز اول سے قائم هوچکا ہے !

پہلے وہ چهوٹي چهوٹي باد باني کشتیوں ' جانوروں کي سواریوں ' اور دشت و جبال کے قافلوں میں قوانین قدرت کے سامنے بے بس تها - بیسویں صدي کے دخاني جهازوں ' زیر آب کشتیوں ' برق رفتار ریلوں ' باد پیما طیاروں کے اندر بے بس ہے !

قدرت اسے بڑهنے سے نهیں روکتي - خود اکساتي رهتي ہے که آگے بڑهے - لیکن یه گوارا کرتي که اسکي بے بسي کي حدیں ٹوٹ جائیں - وہ برابر بڑهتا رهیگا اور وہ اسے برابر دعوت اقدام دیتي رهیگي -

لیکن اس کي بے بسي ' بیچارگي ' بے دست و پائي ؛ تو وہ اٹل ہے ' اٹل ہے ' نا قابل تغیر ہے ' ابدي ہے ' اس کي پیشاني خلقت کي سرنوشت ہے جو قلم قدرت نے صبح ازل کي روشني میں نقش کردي ہے - اس کا مقام بدلتا رهیگا - کل تک وہ جس جگه کهڑا تها ' آج اس سے سیکڑوں کوس اونچا هوگیا ہے - کل اس سے بهي بلندي پر هوگا - مگر فضاء عالم لا متناهي ہے - وہ کتنا هي بلند هوتا جائے ' پهر بهي بلندي باقي هي رهیگي !

قارئین الهلال کپتان ننجیسر کي هوائي مهم اور اسکے نتیجه سے بے خبر نهیں هیں - گذشته نمبر میں همارے مقاله نگار پیرس کي چٹهي شائع هوچکي ہے جس نے نهایت موثر پیرایه میں اس مهم کي مفقود الخبري کي سرگذشت سنائي تهي - اب کئي هفتے اور گزر چکے - اس عرصه میں رویٹر نے دو مرتبه ایسي خبریں دیں ' جسسے امید بندهي که کم از کم کپتان کي موت کا سراغ لگ جایگا - لیکن بعد کو پهر انکي تغلیط کردي گئي - نتیجه یه نکلا که دنیا اب تک اس اولوالعزمي کے نتیجه سے بے خبر ہے !

هر ایجاد کي طرح طیاروں کي ایجاد بهي علمي قربانیوں کي ایک بهت بڑي داستان ہے ' لیکن موجودہ عهد میں هوائي مهموں کي مفقود الخبري کا یه غالباً چهٹا یا ساتواں واقعه هوگا - اس سے پہلے انگلستان ' امریکه ' اٹلي ' اور هالینڈ کے متعدد طیارے مفقود الخبر هوچکے هیں -



کپتان ننجیسر

لیکن موجودہ عهد میں انساني قافلوں کي مفقود الخبري کس درجه عجیب واقعه ہے ؟ ریل ' ڈاک ' تار ' لاسلکي ' نے تمام دنیا کو ایک کردیا ہے ' خشکي اور تري کا چپه چپه اور گوشه گوشه ایک دوسرے سے ملگیا ہے ' بیسویں صدي کي معلوم ' محکوم ' اور مسخر دنیا ہے ' اور انسان کي علمي اور عقلي فتح مندیاں اپنے منتهاء عروج تک پهنچ چکي هیں - تاهم قدرت کي حاکمانه سطوت کے مقابلے میں انسان اب بهي اسدرجه بے بس ہے که دنیا کے تمام وسائل علم و اطلاع جواب دیچکے هیں اور اب تک نه تو اس هوائي مشین کا کچهه سراغ لگ سکا ہے ' نه اسکے اولوالعزم سائق کا کچهه پته چلا ہے - دنیا فرانس اور امریکه کے هوائي مقابله کے نتیجه کیلئے مضطرب تهي ' لیکن اسے ایک دوسرے هي مقابله کے نتیجه کي خبر سنني پڑي - وہ مقابله ' جسمیں ایک طرف قدرت الهي کي اٹل حاکمانه سطوت ہے ' دوسري طرف انسان کے ناقص اور محدود علم کي بلند پروازیاں هیں ! و ما اوتیتم من العلم الا قلیلا -



نمبر ۱

(۲) دماغي عملي آدمي — اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے - بلند همت ہے - محنتي ہے - مضبوط اراده رکھتا ہے - شک کو پاس آنے نہیں دیتا - فصیح اللسان ہے - اپني قوت اور اپنے کام کي اهمیت پر یقین رکھتا ہے - صاف دماغ کا مالک ہے -

(۳) عملي دماغي آدمي — خوش کلام - دلوں کا محبوب - سب کو راضي رکھنے والا ' بلند همت ' فراخ دل ' ترقي اور محنت کا شیدائي - بہت حرکت کرنے والا ' بہت نفع پہنچانے والا ' تنہائي میں کام کرنے والا ' مستقل مزاج -

(۴) عمل کي قوت نفوذ رکھنے والا آدمي — مضبوط اراده ' مضبوط رائے ' سخت مزاج ' سنگ دل ' جلد منفعل هوجانے والا ' تنہائي پسند ' بھروسه اور اعتماد کے لائق - اِس کي مثال اُس هیرے کي سي ہے جو خراد سے هنوز محروم ہے -

(۵) مستعد عملي آدمي — سخت اور درشت مزاج ' عزم صادق کا مالک ' کم غور کرنے والا ' اپنے نفس پر بھروسه رکھنے والا ' کتني هي مشکلات هوں مگر اپنے اراده پر عمل کرنے والا -

(۶) دماغي عملي آدمي — خوش گفتار ' بڑي بڑي اسکیمیں سوچنے والا ' دوسروں پر اثر ڈالنے والا ' اپنے اصلي خیالات چھپانے والا ' اپني رائے پر جما رهنے والا ' گرد و پیش پر نظر رکھنے والا ' اپنے اوپر بہت بھروسه رکھنے والا ' صاف دماغ کا مالک -

(۷) دماغي عملي آدمي — مستقل رائے رکھتا ہے ' زیاده نفع پہنچاتا ہے - معاملات پر صحیح رائے رکھتا ہے - خوش تقریر ہے - صاف بیان ہے - فراخ دل ہے - ترقي اور رفاه عام کے کام زیاده پسند کرتا ہے -

(۸) دماغي آدمي — نرم مزاج ' محبوب ' حلیم ' مضبوط رائے رکھنے والا ' سست عمل ' مفکر ' متاثر نہیں هوتا ' حق کو سنتا ہے اور قبول کرلیتا ہے -



نمبر ۳



نمبر ۲

(۹) دماغي عملي آدمي — صاف رائے رکھتا ہے ' بحث میں قوي دلیلیں لاتا ہے ' مخلص ہے ' حق کا جویا ہے ' زنده ضمیر کا مالک ' معتمد ہے ' مخاطب کو اپني گفتگو سے قائل کردیتا ہے -

ان نو قسموں میں اصولي قسمیں در اصل چار هیں : دماغي ' عملي ' دماغي عملي ' عملي دماغي - اور انهي کے متعدد نمونے دکھائے گئے هیں - دماغي اور عملي کا مطلب واضح ہے - " دماغي عملي " سے مقصود ایسي شخصیت ہے جسکے خصائل میں اگرچه عملیت کا عنصر بھي موجود ہے لیکن غلبه دماغیت کو ہے - " عملي دماغي " اسکے برعکس ہے - اسمیں عملیت غالب اور دماغیت مغلوب هوتي ہے - خالص " دماغي " عملي قوت سے ' اور خالص " عملي " دماغي اوصاف سے عاري هوتا ہے -

هم اس مضمون کي وضاحت کے لیے چار تصویریں بھي کتاب سے نقل کردیتے هیں جن سے چار اصولي قیافے واضح هو جائینگے :

(۱) دماغي

(۲) عملي

(۳) دماغي عملي

(۴) عملي دماغي

تصویر نمبر (۱) خالص دماغي کي ہے - هرشخص جو انسان شناسي کي کچھه بھي نظر رکھتا ہے ' پہلي نگاه هي میں رائے قائم کرلیگا که اِسکے خط و خال کي مجموعي شہادت ذهن و فکر کا اعلان ہے - عملیت سے خالي ہے - مگر نمبر (۲) اسکے برعکس ہے - یه ایک نموس عملي قیافه ہے جسمیں ذهنیت کي هلکي سي جھلک بھي نظر نہیں آتي - نمبر (۳) اور (۴) میں پہلي ذهنیت کے غلبه اور عملیت کي موجودگي کا پته دیتي ہے ' اور دوسري میں عملیت کے غلبه کے ساتھه ذهنیت کا عنصر بھي نمایاں ہے -



نمبر ۴

جولائی سنہ ۱۹۲۷ مین جولائی سنہ ۱۹۲۵ پر ایک نظر !

دیش بندھو چترنجن داس

۱۷ - جون سے پہلي جولائي تک تمام ملک نے دیش بندھو چترنجن داس کي یادگار میں جلسے منعقد کیے ھیں - یہ دیکھکر بے اختیار خیال سنہ ۱۹۲۵ - کي طرف منتقل ھوگیا - سنہ ۲۵ - اور سنہ ۲۷ - میں صرف دو برس کي مدت حائل ھے ' لیکن ان دو برسوں کے اندر ملک کي سیاسي و قومي زندگي میں کیسي کیسي عظیم تبدیلیاں ھوگئیں ؟ سنہ ۲۵ - اگرچہ سنہ ۲۰ - اور سنہ ۲۱ - نہ تھا - مگر پھر بھي سنہ ۲۵ - تھا - ۲۶ - اور ۲۷ - نہ تھا - کاش سنہ ۲۷ - میں ھم سنہ ۲۵ - کي زندگي ھي واپس لا سکیں !

اس تقریب سے مسٹر سي - آر - داس کي شخصیت بھي سامنے آگئي - في الحقیقت ملک کو اسکي موجودہ منزل حیات میں ایسے ھي سیاسي رھنماؤں کي ضرورت تھي - دو سال گزر گئے مگر ابتک داس کي جگہ ملکي رھنماؤں کي صف میں خالي ھے ' اور نہیں معلوم کب تک خالی رھیگي !

جولائي سنہ ۲۵ - میں مسٹر داس کي وفات پر ایک تحریر حوالۂ قلم ھوئي تھي ' تاکہ ایک مقامي انگریزي اخبار کے خاص نمبر میں شائع ھو - مناسب معلوم ھوا کہ اس موقعہ پر اسے شائع کردیا جاے - جولائي سنہ ۲۷ - میں جولائي سنہ ۲۵ - کے افکار و خیالات پر یہ ایک نظر باز گشت ھے !

(تاریخ کا انتظار)

فرانس کے مشہور مصنف ویکٹر ھیوگو Victor Hugo نے والٹیر Voltaire کي صد سالہ یادگار مناتے ھوے کہا تھا " زندگي کتني ھی شاندار اور عظیم ھو لیکن تاریخ اپنے فیصلہ کیلئے ھمیشہ موت کي منتظر رھتي ھے " اگر یہ سچ ھے تو ھندوستان کے مورخ کا انتظار ختم ھوچکا - دیش بندھو چترنجن داس کي زندگي کي عزت اب تاریخ کے اوراق کیلئے ایک فیصل شدہ واقعہ ھے - وہ اپني زندگي میں اپنے لیے جو بات نہیں بتلا سکے تھے ' اپني موت سے دنیا پر آشکارا کرگئے !

ھندوستان نے اپني جدید تاریخ میں شاید ھي کسي قومي رھنما کي موت پر ایسا عالمگیر ماتم کیا ھوگا ' جیسا دیش بندھو کي ناگہاني وفات پر ھوا - ۱۹ - جون کو جب اُنکي نعش کلکتہ کي طولاني سڑکوں پر سے گزري تو اس عظیم الشان شہر نے اپني پوري آبادي استقبال کیلئے صف بستہ کردي تھي - ماتمي انسانوں کا ایک صحرا تھا جو ایک کنارہ سے دوسرے تک پھیلا ھوا تھا - غمگین دلوں اور اشکبار آنکھوں کي وہ اَن گنت تعداد اسکے علاوہ ھے جو راس کماري سے لیکر کشمیر تک ' ھر جگہ ھندوستان میں دیکھي جا سکتي تھي !

پہلي جولائي کي مغموم اور خاموش سہ پہر کے اضافہ نے اس ماتم کي تاثیر اور زیادہ مکمل کردي - اس دن براعظم ھند کے گوشے گوشے میں ماتمي مجلسیں منعقد ھوئیں جنکي روئداد سے اسوقت تک اخباروں کے صفحے رنگے ھوے ھیں -

ھندوستان جو بد قسمتي سے زندگي کے ھر گوشے میں طرح طرح کے تفرقوں میں بٹ چکا ھے ' موت کے اس ماتم میں کس طرح متحد ھوگیا تھا ؟ مذھب ' نسل ' جماعت ' کوئي اختلاف بھي یہ اتحاد نہ روک سکا - سب نے بہ یک وقت محسوس کیا کہ ھم میں سے ایک بڑي زندگي جدا ھوگئي ھے - ان میں بہت سے ایسے بھي تھے جو انکي زندگي میں انکي پیروي نہ کر سکے تھے - بہت سے ایسے بھي تھے جنکے قدم ھمیشہ اُنکے خلاف اٹھا کرتے تھے - تاھم جب وہ مر گئے ' تو ان میں سے کوئي بھي اپنے آپکو اُنکي عزت سے نہ روک سکا - زندگي کیلئے موت کا یہي فیصلہ ھے جسکا تاریخ انتظار کیا کرتي ھے !

(موت کا ماتم اور زندگي کے آثار)

ھندوستان کے کروڑوں دلوں کا یہ متحدہ احساس ھندوستان کي موجودہ تاریخ کا ایک اھم واقعہ ھے - ایسے ھي واقعات سے احساس قومیت کے ضعف و قوت اور اس کے نشو و نما کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ھے - اس میں صرف ایک ھر دلعزیز انسان کي موت کا غم ھي نہیں ھے - بلکہ کروڑوں دلوں کي زندگي کي جھلک بھي دکھائي دے رھي ھے - یہ موت کي مایوسي میں زندگي کي امید ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ ملک کي عام زندگي میں غفلت اور افسردگي کتني ھي نمایاں ھوگئي ھو ' لیکن اُس کي تہہ میں ایک گہري اور حقیقي بیداري جگہ پکڑ چکي ھے ' اور جیسا کہ تاریخ کا تجربہ شہادت دیتا ھے ' بیداري کي یہ اندروني قوت جب ایک مرتبہ جگہ پکڑلے تو پھر اسے پامال نہیں کیا جاسکتا - یہ اپنے نشو و نما اور تکمیل میں ھمیشہ سے اٹل رھي ھے اور ھمیشہ اٹل رھیگي !

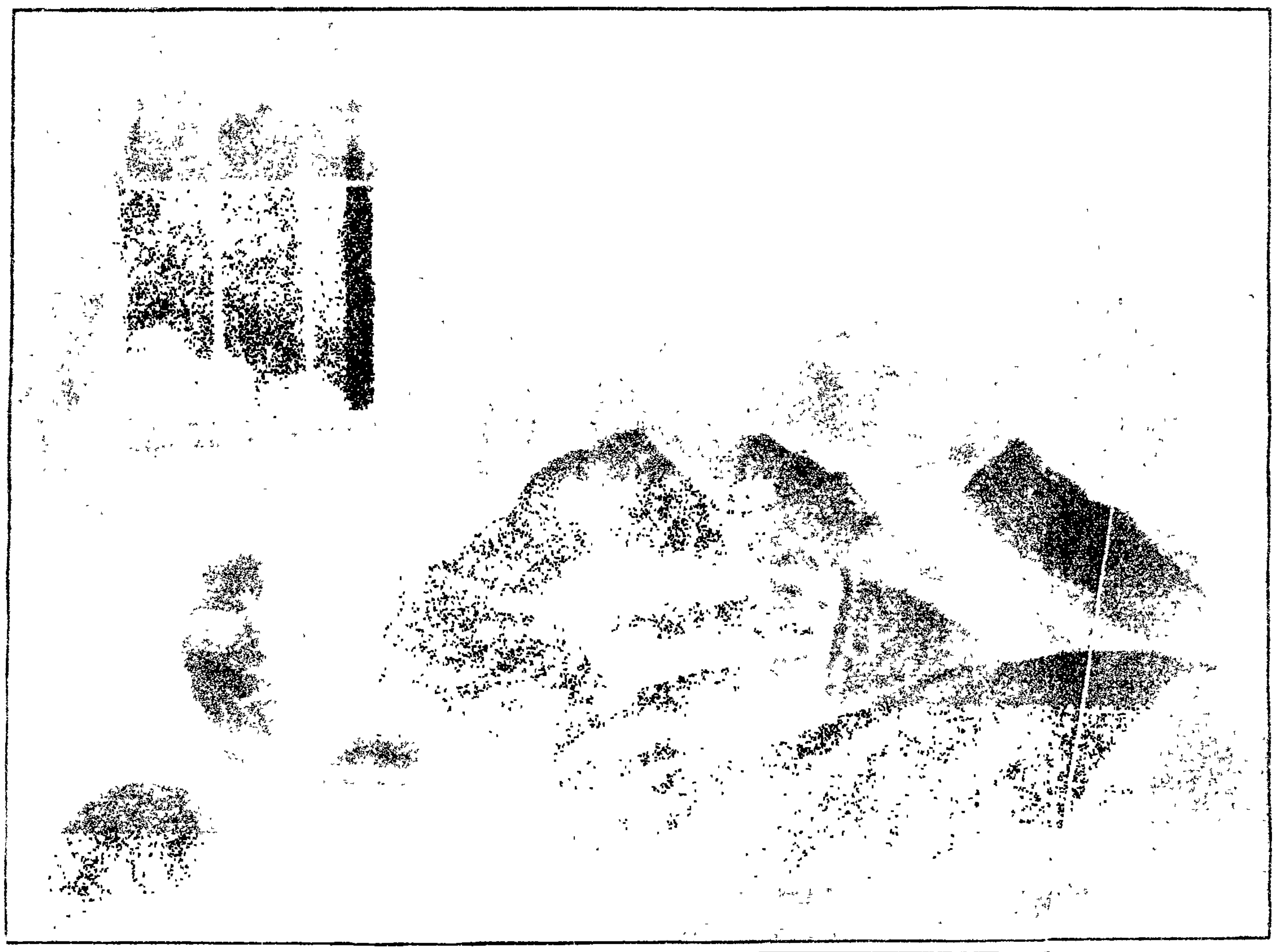
(دیش بندھو کي کامیابي کا راز)

لیکن میں اسوقت اتنا دور نہیں جانا چاھتا - میں تو صرف اس بات پر غور کرنا چاھتا ھوں کہ اس شخصیت نے بہ حیثیت ایک سیاسي رھنما کے جو کامیابي حاصل کي ' اسکا راز کیا ھے ؟ ھر شخص کو معلوم ھے کہ ان کي ملکي رھنمائي کي عمر کوئي بڑي عمر نہیں ھے - اُن کي نمایاں قابلیتوں پر اگرچہ عرصہ سے نظریں پڑ رھي تھیں اور سنہ ۱۹۱۷ میں وہ اچھي طرح پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں ھوگئے تھے ' تاھم ان کي رھنمائي کا اصلي زمانہ تحریک لا تعاون (نان کوا پریشن) سے شروع ھوتا ھے - یہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا زمانہ ھے - اتنے قلیل عرصہ کے اندر ھي انھوں نے ھندوستان کي تاریخ میں اپني نمایاں جگہ بنا لي اور تمام ملک کے قلوب فتح کرلیے - ھمیں معلوم کرنا چاھیے کہ اس غیر معمولي کامیابي میں اُنکے ان غیر معمولي اوصاف کو زیادہ دخل تھا ؟

جس طرح ایک مکمل تصویر بنانے کیلیے کوئي ایک رنگ ھي کافي نہیں ھوتا - اسي طرح ایک بڑے آدمي کیلیے بھي کوئي ایک قابلیت کافي نہیں ھو سکتي - کتنے ھي مختلف رنگ چاھئیں جنسے کمال اور بڑائي کي ایک شاندار تصویر کھینچي جا سکتي ھے - دیش بندھو میں یہ مختلف اوصاف اپني کافي مقدار میں جمع ھوگئے تھے - وہ دماغي اور اخلاقي ' دونوں طرح کے وصفوں سے مالدار تھے - انکي ذھانت غیر معمولي تھي ' اُنکي راے تعجب انگیز حد تک صائب اور بحث و استدلال کي قوت اعلے درجہ

بات کے قائل نہیں تھے که انتظار کرو اور سونچو - " جو پتھر راستے میں آجاے اسے فوراً هٹا دینا چاهیے اور رکنا نہیں چاهیے " یہي انکے سفر کا دستورالعمل تہا - شکسپیر نے هملت میں انساني دماغ کي وہ حالت بتلائي هے جب وہ حیران هوکر سونچتا هے " کروں یا نه کروں ؟ " یه " کروں یا نه کروں " اُن میں نه تها !

اُنکا دوسرا وصف بهي ایک طرح اسي وصف کے ساتھه بیان کیا جا سکتا هے - هندوستان کي قومیت کي راہ میں سب سے زیادہ مضبوط روک هندو مسلم مسئله کي پیچیدگیاں هیں - حالات ایسے گہرے اور شدید هیں که بسا اوقات ایک بڑا سے بڑا هندوستاني محب الوطن بهي فرقه وارانه تنگ نظري سے اپنے دماغ کي نگہداني نہیں کر سکتا - بڑي هي همت، عشق وطن اور جنون آزادي کا بڑا هي طاقتور جذبه چاهیے جو همیں ایسي بلندي پر پہنچادے جہاں تک ان نچلے جذبات کي رسائي نہو - میں وثوق کے ساتھه



موت سے دو دن پہلے

کہه سکتا هوں که چترنجن داس نے ایسي بلندي حاصل کرلي تهي اور وہ کسي حال میں بهي اس سے اُترنے کیلئے طیار نه تھے - اس بارے میں اُنکا دل فراخ اور فیاض تها - وہ ملک کي آزادي اور نجات کیلئے وہ ساري چیزیں قربان کر دینے کیلئے طیار تھے، جو اس اعلی مقصد سے کمتر درجه کي هو سکتي هیں - صرف یہي روح هندوستان کا مسئله حل کر سکتي هے - افسوس کے ساتھه اعتراف کرنا پڑتا هے که یه مقام اسوقت تک بہت کم هندوستاني رهنماؤں کو حاصل هو سکا هے -

(میثاق بنگال)

هندو مسلم مسئله کے سلسلے میں " میثاق بنگال " (بنگال پیکت) ان کي زندگي کا مشہور واقعه هے - اس پر موافق مخالف، دونوں طرح کي رائیوں کا نہایت پر جوش مظاهرہ هوچکا هے - لیکن اسوقت تک بہت کم لوگوں کو معلوم هوگا که یه میثاق وجود میں کیونکر آیا تها ؟

جن لوگوں کو هندو مسلم مسئله کي عملي مشکلات کا علم هے، وہ جانتے هیں که معامله کس درجه مشکل اور پیچیدہ هے ؟ معامله کي کوئي جانب اختیار کي جائے، ضروري هے که مشکلوں اور مزاحمتوں کا ایک طوفان عظیم سامنے آجائے - گزشته فروري (سنه ۱۹۲۴) میں دهلي کي آل پارٹیز کانفرنس نے کامل ایک هفته تک نشست جاري رکهي لیکن بالاخر بلا کسي فیصله کے منتشر هوگئي - ایسا مشکل اور همت آزما معامله جب دیش بندهو کے سامنے اچانک آ گیا تو انہوں نے دیا کیا ؟ میں پہلي مرتبه لوگوں کو بتلانا چاهتا هوں که صرف پانچ منٹ کے اندر فیصله کردیا !

یہاں میں نے پانچ منٹ تھوڑے وقت کے معني میں مجازاً استعمال نہیں کیا هے - بلکه سچ مچ گهڑي کے پانچ منٹ مراد هیں - بنگال لیجسلیٹو کاونسل کے انتخاب سنه ۲۳ - سے جب هم فارغ هوے، تو مخالفین نے کانگرس کو ناکام رکھنے کے لئے هر طرح کے هتیار آزمانا شروع کردیے - ان میں سب سے زیادہ موثر اور آزمودہ هتیار فرقه وارانه حقوق کا مسئله چهیڑ دینا تها - اُس وقت کاونسل کے اندر اور باهر، دونوں جگه جماعت کي کامیابي بہت کچهه اسپر موقوف تهي که مسلمان کیا طرز عمل اختیار کرتے هیں ؟ جیسا که معلوم هے، مسلمان دو جماعتوں میں منقسم تھے : ایک جماعت کانگرس کے ساتھه تهي - ایک باهر - کانگرس کي کوشش تهي که تمام مسلمان کانگرس کا ساتھه دیں - مخالفین کوشش کر رهے تھے که هندو مسلم مسئله چهیڑ کر انهیں اس سے باز رکھا جائے - اس اثناء میں وہ ایک عجیب چال چلے - انهوں نے ممبران کاونسل سے کہا که اگر کانگریس پارٹي میں شامل هي هونا چاهتے هو تو کم از کم اِس کا فیصله کرلو که مزید سیاسي حقوق ملنے پر مسلمانوں کي نمائندگي کا کیا حال هوگا ؟ یه انہوں نے اس لئے کہا که اُن کا خیال تها، مسلمانوں کي جانب سے جو مطالبات پیش هونگے، اُنهیں کانگرس

تک دلنشین تهي - آنکا دماغ ایک ایسا سانچه تها جو کوئي تیڑهي اور نا هموار چیز قبول هي نهیں کرتا تها - کوئي معامله کتنا هي آلجها هوا هو' وه فوراً صاف اور صحیح پهلو پا لیتے تهے اور پهر کچ بحث مباحثه کتنا هي آلجهائے ' آنکا دماغ متاثر نهیں هوتا تها - انکي قوت تقریر ایک مانی هوئي بات هے - انکي تقریر میں نه تو صرف نفس فریب فصاحت هوتي تهي نه صرف خشک استدلال ' بلکه خطابت (آریٹري) کے یه دونوں ضروري عنصر اپني مناسبت کے ساتهه مرتب هوتے تهے' اور جیسا که یوناني مقرروں کا مقوله هے' ایک مقرر کیلئے سب سے بڑا وصف یهي هے که ان دونوں عنصروں کي ترکیب میں بے اعتدالي سے محفوظ رهے - انکے دماغ سے کهیں زیاده آنکا دل مالا مال تها - حب الوطني کے شعلوں سے آنکے دل کا تنور همیشه گرم رهتا تها - وه اپني زندگي میں بهي ایک جلتي هوي چتا تهے - آنکي فیاضي اور ابناء جنس کي بے پایاں همدردي کا سب سے بطور ایک مسلم واقعه کے ذکر کیا هے - آنکي فیاضي علماء اخلاق کے نزدیک اسراف سمجهي جائیگي - سب جانتے هیں که انهوں نے لاکهوں روپیے کمائے ' لیکن جس قانوني پیشه چهوڑا تو رهنے کا مکان تک نه تها اور بمشکل چند هزار روپیے خرچ کیلئے پاس تهے ' انکے ایثار اور قربانیوں کا ذکر محتاج بیان نهیں - انهوں نے وطن کي خدمت کیلئے سچ مچ کو زندگي کي ساري آسائشیں قربان کردیں - وه کلکته کي اعلی آسائش پسند سوسائٹي کي شاندار زندگي ترک کرکے کهدر کي ایک چادر پر قانع هوگئے تهے !

آنکے یه تمام اوصاف آج موافق مخالف ' سب کي زبانوں پر هیں - لیکن میں صرف انهي پر قانع نهیں هو سکتا - میں اس سے بهي زیاده کوئي بات معلوم کرني چاهتا هوں - یه اوصاف نه تو غیر معمولي هیں - لیکن ایسے نهیں هیں جن میں دوسروں کا حصه نه هو - هندوستان اسوقت رهنماؤں اور رهنمائي کي قابلیت رکهنے والوں سے مفلس نهیں هے - اسکے رهنماؤں کي صف کافي طویل هے - ان میں ایسے لوگ بهي موجود هیں جو بجا طور پر ان اوصاف کا کم و بیش دعوا کر سکتے هیں - پس همیں صرف اسي حد تک رک نهیں جانا چاهیے - همیں جستجو کرني چاهیے که انکے رهنمایانه خصائص کے وه خاص اوصاف کیا تهے جنکي وجه سے انهوں نے اتنے قلیل عرصه میں ایسي ممتاز کامیابي حاصل کرلي ؟

(دو وصف)

میرے خیال میں انکے دو خاص وصف ایسے تهے جن میں آنکي رهنمایانه زندگي کي کامیابي کا راز پوشیده هے - میں ان دو وصفوں کو آنکي ساري قابلیتوں میں آبهرا هوا دیکهتا هوں :

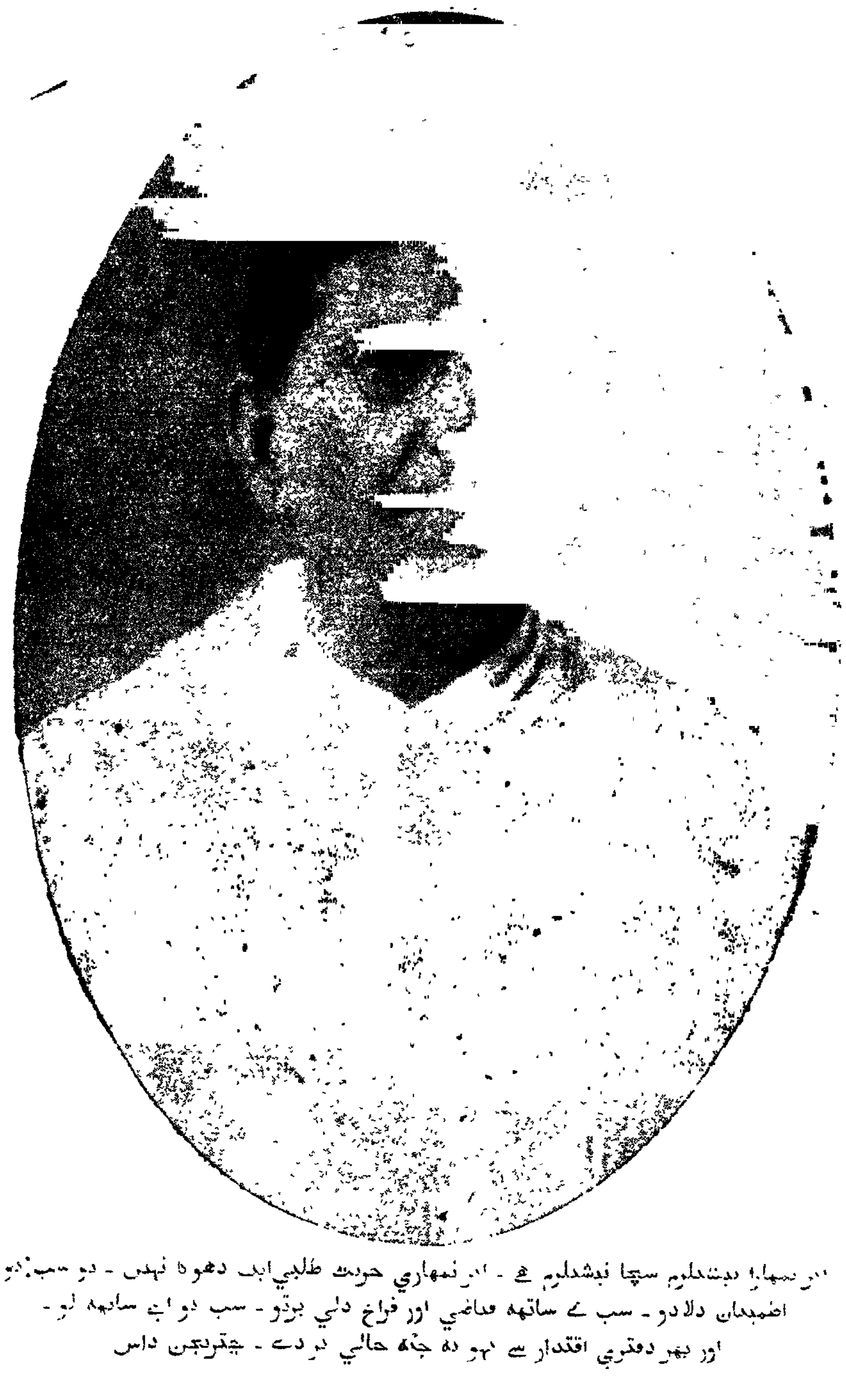
اول یه که انکے اندر ایک نڈر اور بے باک قوة عمل موجود تهي -

ثانیاً یه که انکي حب الوطني اور قومیت فرقه وارانه جذبات سے پوري طرح پاک و صاف تهي -

یه دو باتیں کهنے میں بهت معمولي هیں لیکن حقیقت میں ایسا نهیں هے - انهي دو وصفوں کے اندر ایک هندوستاني رهنما کیلیے آج سب سے بڑي آزمایش مضمر هے - میں خیال کرتا هوں دوسرے وصف کے بغیر تو هندوستان جیسے ملک میں سچي حب الوطني اور قومیت کا نشوؤنما هو هي نهیں سکتا -

نڈر اور بے باک قوت عمل سے میرا مقصود یه هے که هم میں ایک بے باک اور خطره میں کود پڑنے والے سپاهي کي طرح کام کرنے کي روح موجود هو - جو بات همارے اعتقاد میں سچي اور ضروري هو' بغیر تامل اور تذبذب کے اسکے اوپر کر بیٹهنے کیلیے طیار هو جائیں - بهت زیاده سوچنا ' دیر تک مذبذب اور متردد رهنا ' قدم اٹهانا اور پیچهے هٹا لینا ' طرح طرح کے نقشے بنانا اور چاک کردینا : ایک مفکر (تهنکر) کیلیے بهترین اوصاف هوں لیکن ایک قائد (لیڈر) کیلیے نه صرف غیر ضروري ' بلکه میں یه کهنے کي جرأت کرتا هوں که بسا اوقات عیوب میں داخل هیں - ایک قائد کي راه ایک فلاسفر کي راه سے مختلف هوتي هے - قائد میں تخیل سے زیاده عملیت هوني چاهیے - آسے هم حکیم سے نهیں مگر سپه سالار سے تشبیه دے سکتے هیں - ایک سپه سالار اگر نقشۂ جنگ سوچنے میں ایک مفکر کي طرح غرق هو جاے ' تو میدان جنگ کیلیے یقیناً کوئي دوسرا جنگ آزما ڈهونڈهنا پڑیگا - نپولین نے جنگ مرنگو کا نقشه ضرور ترتیب دے لیا تها ' لیکن کوه الپس کي نا قابل عبور چوٹي سے جب فرانسیسي فوج گزر گئي تو یه آسکے دماغ کا نهیں ' آسکي بے باک شجاعت و همت کا کام تها !

چترنجن داس کے اسي وصف کا مجهپر خاص طور پر اثر هے - ممکن هے وه سوچنے میں سست هوں ' لیکن کر گزرنے میں بے دهڑک اور بے باک تهے - کوئي معامله کیسا هي بحث طلب اور پیچ در پیچ کیوں نه هو' وه فوراً ایک راے قائم کرلیتے اور پهر بے دهڑک چل کهڑے هوتے تهے - جهجهک اور تذبذب کو انکي سیرت (کیریکٹر) میں جگه نهیں ملي تهي - وه عملي سیاست میں اس



اگر سچائي دیکهنا چاهتے هو تو پیچهے مت دیکهو - اگر تمهارا دیوتا سچا دیوتا هے - اگر تمهاري حریت طلبي ایک دهوکا نهیں - تو سب کو اطمینان دلا دو - سب کے ساتهه فیاضي اور فراخ دلي برتو - سب کو اپنے ساتهه لو - اور پهر دفتري اقتدار سے کهو که جگه خالي کردے - چترنجن داس



۱۹ - جون سنه ۱۹۲۵ - او کلکته کی تمام آبادی سڑکوں پر جمع هوگئی تهی تاکه مسٹر داس کی نعش کا استقبال کرے -
لیکن اپریل سنه ۲۶ - میں یہی آبادی سڑکوں پر دوبارہ جمع هوگئی تاکه ایک
دوسرے کا سر پهوڑے !

پارٹي منظور نه کرسکے گي- نتیجه یه نکلیگا که مسلمان مایوس هوکر الگ هوجائینگے ' اور مسلمانوں کي علحدگي کے بعد کانگرس پارٹي نه تو کاونسل کے اندر کچهه کرسکیگي - نه باهر مضبوط هوسکیگي -

چنانچه مسلمانوں کے مطالبات کي ایک فهرست ایک بڑے سرکاري افسر کے یهاں طیار کي گئي - اچانک ایک دن صبح مجھے معلوم هوا که آج مطالبات پیش کیے جائینگے - میں نے اُسي وقت مسٹر داس سے بذریعه ٹیلي فون گفتگو کي - میں نے دریافت کیا که

دوسرا خطره پیدا هوگیا - یعنے مخالفت کا وہ طوفان عظیم جو اس کے خلاف شروع هوا - لیکن اسکے فرو کرنے کیلئے بهي هم اس وقت کافي طاقتور تھے -

(کارپوریشن کي میرشپ)

شاید کلکته سے باهر بهت کم لوگوں کو یه بات معلوم هوگي نه جب کارپوریشن کلکته کے پچھلے انتخابات میں کانگرس کو کامیابي هوئي ' اور کارپوریشن کے پہلے میر کے انتخاب کا مسئله پیش آیا '



دارجلنگ میں جنازه کا کلکته کي طرف کوچ

اگر یه مطالبات پیش هوے تو آپکا طرز عمل کیا هوگا ؟ انهوں نے بلا کسي تامل کے جواب دیا " میں فوراً منظور کرلونگا - کوئي وجه نهیں که ایک معقول مطالبه منظور نه کیا جاے اگرچه بے موقعه پیش هوا هو" - یقیناً انهوں نے یه فیصله پانچ منٹ سے بهي کم میں کردیا تها !

اس طرح ایک سخت خطرہ سے فوراً نجات ملگئي - البته ایک

تو مسٹر داس بالکل طیارہ تھے که خود میر منتخب هوں - پهلي مرتبه جب اس بارے میں مجھه میں اور اُن میں مشوره هوا تو انهوں نے زور دے کر کها "میں چاهتا هوں پهلا میر ایک مسلمان هو - یه اُس روح کا عملي ثبوت هوگا جو کانگرس پارٹي نے مسلمانوں کي نسبت ظاهر کي هے - اور چونکه بجز تمهارے اور کوئي مسلمان ایسا موجود نهیں جسے هم سب بالاتفاق منتخب کرلیں' اسلیے تم اسکے لیے

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم؟
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

مغربِ اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظرِ اعتبار!

ایک مصری سیاح کے تاثرات

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسیوں کی چستی و چالاکی، ذہانت و ذوق مشہور ہے۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے۔ ملک کا اکثر حصہ، جنت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمٰعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے" خدا نے الجزائر میں اُن کی دعا قبول کر لی! حالانکہ کوئی سیاح اسے ہمیشہ افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے، فرانس کا ٹکڑا، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا ـــ پیرس ہے!

الجزائر "پیرس" بن گیا ہے۔ یعنی الجزائر کی سرزمین لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے؟ کیا انھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس اس سرزمین "بہشت" بن گئی ہے مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی کے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے! وہ نہ تو "افریقی" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں گویا نئی تہذیب انھیں دھکیل رہی ہے، اور ملک کے ان گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں۔ چائے خانوں، سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہو گیا ہے بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں۔ الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے وما کان اللہ لیظلمھم، ولکن کانوا انفسھم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے۔ اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ اُن کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آ رہا ہے اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتیٰ کہ اسوقت اُن کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے۔ پایۂ تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہونگے!

اگر تاریخ کا افسانہ سچا ہے اور قومیں اُسی طرح فنا ہو جاتی ہیں جس طرح افراد ... تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ جانیوالی ہے۔ یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر ایک سسک رہی ہے! زیادہ سے زیادہ سو برس اُسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہے جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے۔ یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اُسے کچل رہی ہے!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہے۔ زمین میں بھی اختلاف ہے۔ باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلاف ہے۔ مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہے۔ وہ در اصل اسپین ہی ہے۔ صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں!

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت میں یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی، مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمان تمدن پر ایک روشن سورج تھی اور چاردانگ عالم کو روشن کر رہی تھی۔ لیکن جس قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی، اُسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ اسپر قبل از وقت بڑھاپا آ گیا۔

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت اُنکے ہر حلقہ اور ہر درجہ کی یکساں معنویت ہے۔ ایسی معنویت جو ایک امارۂ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہے۔ سب پرانے بادشاہوں کا سا دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بوڑھوں کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر مرشد اور ثقہ عالم معلوم ہوتا ہے۔ سکون، سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہیگی۔ ہاتھ ہلائینگے تو رُک رُک کر، سر گھمائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہو گئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا!

ممکن ہے کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کر ڈالا ہو۔ نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہے؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے، انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن نہیں وہ یہی مراکشی تھے۔ اُسوقت مراکش جوان تھا۔ اب بوڑھا ہو گیا ہے!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہے یا حقیقی ہے؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں۔ خدا انکے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف انکے جزائری کلوں کی صفائی کرتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ خدا انھیں طول و عرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر بغض و کینے سے اُس کا دل خالی ہے وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہے۔

مراکشی کی ساکن نظریں اُس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں لیکن اس سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُن میں یہ غفلت و حماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دور ہیں۔ اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہے تو یہ اُس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جس میں وہ صدیوں سے مبتلا رہے۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت و حماقت کے اس قدر شکار نہیں ہوئے ہیں جس قدر مصائب نے اُنکے حواس گم کر دیئے ہیں۔ ہر طرف سے اُن کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے بس ہو گئے ہیں۔ چارہ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے اُنھیں مدہوش بنا دیا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں: وتری الناس سکاریٰ، وما ھم بسکاریٰ، ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف ان کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں لیکن کمزوری انھیں نیچا کئے دیتی ہے۔ اُن کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا بیمار شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں۔ اُن میں زندہ دلی بھی ہے، اور اتنی ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کر لے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لئے بہت مشکل تھی۔ برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہے البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہو گئی ہے کہ انھوں نے بکثرت فرانسیسی لفظ داخل کر لئے ہیں فصیح عربی وہاں تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے۔

اندلس

اندلس (اسپین) اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا اندلس، بہت مفصل ہے۔ لاکھ مختصر کیا جائے مگر اُس کا نقشہ کھینچا نہیں

طیار ہوجاؤ" اسوقت تک الڈرمین کا انتخاب بھی نہیں ہوا تھا - انھوں نے پانچ الڈرمین میں ایک نام میرا اسی غرض سے رکھا تھا تاکہ مجھے میر منتخب کیا جاسکے -

لیکن میں نے نہایت اصرار کے ساتھہ اس سے اختلاف کیا - میں نے کہا - جہانتک میری ذات خاص کا تعلق ہے میں نہ تو اب اور نہ کبھی آئندہ اپنے آپ کو ان مناصب کے لئے مستعد کرسکتا ہوں - میری زندگی کی رفتار ابتدا سے دوسری ہے - وہ کسی طرح ان مناصب کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی - باقی رہا کسی مسلمان کا میر ہونا تو بلا شبہہ مسلمانوں کو پوری کشادہ دلی کے ساتھہ موقعہ دینا چاہیے - لیکن اسوقت ہر اعتبار سے ضروری ہے کہ آپ ہی میر منتخب کیے جائیں - خود مسلمانوں کی بھی خواہش یہی ہے -

(میرا اُن کا باہمی تعلق)

میں چند الفاظ اپنے اور اُن کے باہمی تعلقات کی نسبت کہے بغیر نہیں رہ سکتا - اُن کی برادرانہ محبت کی یاد میرے دل کا ایک نا قابل اندمال زخم ہے - ہمارا ایک دوسرے سے تعارف سوسائٹی میں نہیں ہوا - نہ ہم میں اور کسی طرح کا ذاتی تعلق تھا - محض قومی خدمت کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے روشناس ہوے - لیکن طبیعتوں کی مناسبت نے بہت جلد دلی علاقہ کی صورت اختیار کرلی - حتیٰ کہ ہم محسوس کرنے لگے کہ دو بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے منسلک ہوچکے ہیں -

سنہ ۱۹۱۷ - سے پہلے ان کی شہرت زیادہ تر بہ حیثیت ایک کامیاب بیرسٹر کے تھی - اسی سنہ میں وہ پبلک پلیٹ فارم پر نمایاں ہوئے - میں اسوقت نظر بند ہوچکا تھا اور رانچی میں مقیم تھا - اخبارات میں ان کی سرگرمیوں کا حال پڑھتا رہا - جنوری سنہ ۲۰ میں جب رہا ہوکر واپس آیا ' تو پہلی مرتبہ اُن سے شناسائی ہوئی - ایک دعوت میں جو مجھے دی گئی تھی ' وہ بھی شریک تھے - لیکن یہ شناسائی محض سرسری تھی - اس کے بعد ہی "نوان کواپریشن" کی تحریک کا ابتدائی زمانہ شروع ہوگیا اور اگست میں کانگریس کا خاص اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا - اس موقعہ پر وہ اس نظام عمل سے متفق نہ ہوسکے - سال کے آخر تک مخالف رہے - اور اس لئے یہ زمانہ ہم دونوں نے باہمی مخالفت میں بسر کیا - وہ ناگپور کانگریس کے لئے مخالفانہ طیاریاں کر رہے تھے - میری کوششیں موافقانہ تھیں -

ناگپور کانگریس میں وہ اس لائحہ عمل سے متفق ہوگئے ' اور پھر ہم دونوں از سرنو ملے تاکہ بنگال کے کاموں کی نسبت مشورہ کریں - فی الحقیقت اسی زمانہ سے میرے اُن کے تعلقات کا اصلی زمانہ شروع ہوتا ہے - اس تاریخ سے لیکر اُن کے انتقال تک میرا اُن کا شب و روز ساتھہ رہا - روز بروز باہم ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے گئے - انہیں مجھپر اعتماد تھا - اور میرے دل پر ان کی خوبیاں نقش تھیں -

باہمی علائق کا یہ زمانہ کچھہ عجب گونا گوں حالات میں بسر ہوا - اس میں دسمبر سنہ ۲۱ - کا وہ یادگار وقت بھی شامل ہے جب سب سے پہلے بنگال میں "سول ڈس اوبیڈینس" کا قدم اٹھایا گیا اور دو ہفتہ کے اندر اس نے حکومت کو مجبور کردیا کہ سختی و مقابلہ کی جگہ صلح و آشتی کا ہاتھہ بڑھائے - اس زمانہ میں ہم رات کے دو بجے تک اکٹھے بیٹھتے ' اور دوسرے دن کا پروگرام تجویز کرتے - ۹ دسمبر سنہ ۲۱ - کو ہمیں معلوم ہوگیا کہ اب ہماری گرفتاری میں تاخیر نہیں کی جائیگی - اُس دن رات کے گیارہ بجے مسٹر کیرن شنکر رائے کے مکان پر ہمارا آخری اجتماع ہوا ' اور دوسرے دن سہ پہر کو بہ یک وقت گرفتار کرلیے گئے - قید خانہ میں بھی ہماری یک جائی قائم رہی - البتہ اُنھیں چھہ ماہ کی سزا دی گئی تھی - مجھے ایک سال کی - اس لیے وہ مجھہ سے چھہ ماہ پہلے رہا ہوگئے -

۶ - جنوری سنہ ۲۳ - کو جب میں رہا ہوا ' تو کانگریس دو جماعتوں میں بٹ چکی تھی - اور نئی سواراجیہ پارٹی کے لیڈر مسٹر داس تھے - دونوں جماعتیں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں لیکن میں کسی میں بھی شریک نہیں ہوا ' اور اپنا وقت تمام تر اس کوشش میں صرف کردیا کہ اسی طرح یہ اختلاف دور ہوجائے - یا کم از کم ایسی شکل اختیار کرلے کہ کانگریس کی مجموعی طاقت باہمی جنگ و جدال میں ضائع نہ جائے - چونکہ دونوں طرف جماعت بندی کے شدید جذبات کام کر رہے تھے ' اور متحدہ نقطۂ عمل اپنی جگہہ سے ہٹ چکا تھا ' اسلئے قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں - بالآخر کامل آٹھہ ماہ کی جد و جہد کے بعد مجھے اپنی کوشش میں کامیابی ہوئی اور دہلی کے خاص اجلاس کانگریس میں ایک متفقہ فیصلہ ہوگیا -

اس کوشش کے اثنا میں مسٹر داس کا جو طرز عمل ظاہر و باطن رہا ' اسنے میرے دل پر انکی غیر معمولی صفات کا اثر اور زیادہ گہرائی کے ساتھہ نقش کردیا - میں اس کام میں بہ حیثیت ایک صلح جو (پیس میکر) کے مجبور تھا کہ حسب ضرورت دونوں طرف رد و کد کروں ' اور کبھی ایک جماعت کو دباؤں - کبھی دوسری کو - بارہا ہم میں نہایت تیز اور سخت بحثیں بھی ہوئیں - مجھے جس طرح "نو چینجرز" کے جمود و تقلید سے اختلاف تھا - اسی طرح "پرو چینجرز" کی بے قیدی سے بھی متفق نہ تھا - با ایں ہمہ ان تمام حالات کے اندر بھی جو حقیقت برابر مجھپر کھلتی گئی ' وہ بہ حیثیت ایک سیاسی قائد اور مدبر کے مسٹر داس کی شخصیت تھی -

جہانتک ہندو مسلم مسئلہ کا تعلق ہے ' میرا انکا معاملہ کچھہ عجیب طرح کا تھا - میں ڈرتا ہوں کہ ملک کی موجودہ آب و ہوا میں بہت کم لوگ اسے ٹھیک طور پر سمجھہ سکینگے - ہم جب کبھی اس طرح کے معاملات پر گفتگو کرتے تھے ' تو بلا مبالغہ ہمیں ایک ادنیٰ احساس بھی کسی طرح کی تفریق کا نہیں ہوتا تھا - بارہا وہ کسی معاملہ میں ہندوں کی کسی جماعت کے نقطۂ خیال کے خلاف رائے دیتے - اور میں مسلمانوں کے کسی گروہ کی رائے سے متفق نہ ہوسکتا - میرے دل میں کبھی یہ گمان بھی نہیں گزرتا کہ ان میں میرے ہم مذہبوں کے خلاف کوئی فرقہ وارانہ جذبہ ہے - اسی طرح وہ بھی کبھی اس کا خیال نہیں کرسکتے تھے کہ میری حق پسندی فرقہ وارانہ خود غرضی سے آلودہ ہوسکتی ہے - وہ تمام معاملات جو آج ملک میں فرقہ وارانہ نزاعات کا ایک طوفان برپا کردیتے ہیں ' ہمارے سامنے آتے تھے ' اور ہم اس آسانی سے ساتھہ فیصلہ کرلیتے تھے کہ ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی تھی - بارہا ہم نے ایک دوسرے سے یہ سوال کیا کہ کیا تمام ملک کے اندر دس بیس انسان بھی ایسے پیدا نہیں ہوسکتے جو اسی طرح انصاف اور حق پسندی کے ساتھہ ہر معاملہ پر نظر ڈالیں ؟

بے خبر نہ تھا۔ عاشورا کی مجلس کا خاتمہ ابھی نازنینوں کے ہاتھوں پر ہوا کرتا تھا۔ انکے چہرے کھلے ہوئے زہد شکن حسن سے تیر افگن، آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی، ادائیں مستانہ۔ اور ہاتھوں میں جام اور بلوری صراحیاں، آموجود ہوئیں۔ دَور چلنے لگا۔ کس چیز کا دَور؟ پانی کا؟ نہیں۔ شربت کا؟ نہیں۔ مے کا! یا درویشوں کی اصطلاح میں "شراب طہور" کا! محرم کی مجلس! حسین علیہ السلام کا ماتم! اور ساغر و پیمانہ! یہ ساقی! یہ سال بھر کے بھوکے ... ماہ نشین درویش!

ساقی نے تین پھیرے کئے۔ یاران قدح نوش پرستی چڑھی کچھ عجب "سرور" کا عالم ہوا۔ ہر پہلو میں ایک ایک ساقی نے جگہ لے لی۔ پھر "نغمۂ معرفت" شروع ہوا۔ تمام حاضرین نے وجد کے ساتھ گانا شروع کیا۔ صرف ایک میں اپنی خشک طبعی کی وجہ سے اس "سعادت" سے محروم رہا تھا۔

اس "نغمۂ معرفت" کے چند بند ملاحظہ ہوں:

"کاف اور نون "کُن" کے خطاب سے بھی پہلے ہم موجود تھے۔ قبل اس کے کہ کسی کو دیدار ربانی حاصل ہو، ہم رب سے قاب قوسین او ادنیٰ تھے!"

"آدم سے پہلے، حوا سے پہلے ہم حق تھے اور حق کے ساتھ "ستر مبہم" میں ہم آغوش تھے!"

"ہم ایک رات مریم بتول کے ساتھ لیٹے (معاذ اللہ) ہم ہی عیسیٰ مسیح کے باپ تھے!" (معاذ اللہ)

"ہمیں کو موسیٰ کلیم نے پکارا تھا "رب ارنی" (خدایا مجھے اپنا جلوہ دکھا)

ہمیں نے موسیٰ کو جواب دیا تھا "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا)

"ہم ہی طور سینا پر جلوہ گر ہوئے تھے! ......"

جب رات زیادہ ... درویش اور نازنین حجروں کی طرف بڑھے تو میں اپنے رفیق کے ساتھ ... کی پیاس سے قریب موت، ٹیلہ سے نیچے اُتر رہا تھا۔

حکومت نے اب "غم و ماتم" کی یہ مجلسیں موقوف کردی ہیں۔ استنبول کے عیاش، سابق خانقاہ نشین درویش، اُنکے غم میں مدتوں رو دیں گے۔

موجودہ ترکی حکومت کی اصلاحات الحاد و بے دینی سے تعبیر کی جاتی ہیں کہ اُسنے اس طرح کے تمام "مذہبی" اور "مقدس" اعمال و رسوم بند کر دئیے ہیں۔ لیکن کیا آپکے قارئین کرام میں سے کوئی بزرگ مجھے بتلائیں گے کہ اسلام کے نقطۂ خیال سے اس طرح کی رسوم کیا حکم رکھتی تھیں؟ اور ان کا انسداد "الحاد" اور "بے دینی" ہے، یا امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قیام ہے؟

امیر البحر بِرسٹیل اور ترکی انقلاب

امیر البحر برسٹیل، ٹرکی میں آمریکہ کے سیاسی نمائندے ہیں اس مدت انھوں نے ترکی انقلاب کے متعلق اپنے خیالات یہاں کے اخبارات میں شایع کئے ہیں۔ اُنکے خیالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مشرق قریب میں میری زندگی کے یہ ۸ برس میری پوری پچھلی زندگی کے اہم ترین سال ہیں۔ میں نے اس مدت میں بے شمار عقلی و ذہنی فوائد حاصل کئے۔ میں نے ایک قوم کی مَوت اور اُس کی دوبارہ زندگی اپنی آنکھوں سے دیکھی!

"ٹرکی کا موجودہ انقلاب، درحقیقت تاریخ جدید کا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ انقلاب اچانک نہیں ہوگیا جیسا کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ یہ سالہا سال سے اندر ہی اندر اپنی سرنگیں بچھا رہا تھا، یہاں تک کہ مناسب موقعہ پر نمایاں ہوگیا۔ بلاشبہ یہ انقلاب بہت جلد ہوگیا۔ لیکن اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ خوش قسمتی سے ٹرکی کو عین وقت پر ایسے اولوالعزم، مدبر، بہادر اور قابل رہنا مل گئے، جو بجا طور پر تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں کے ساتھ وزن کئے جا سکتے ہیں ان ترکی رہنماؤں نے اپنی ان تھک کوششوں اور حیرت انگیز جوش سے ایک نہایت قلیل مدت کے اندر وہ نتائج حاصل کر لئے جنکے لئے قوموں کو صدیوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے!

"کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ ٹرکی کی آخری جنگ، وطنی حکومت کا قیام، پھر سابق حکومت کی برطرفی، اور جمہوریت کی تاسیس، ایسے عظیم الشان واقعات ہیں جو ہمیشہ یادگار رہیں گے، اور اُنکے ساتھ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُنکے رفقاء کے نام بھی ہمیشہ زندہ رہیں گے!

سنہ ۱۹۱۹ میں جب میں یہاں پہونچا، تو قریب تھا، یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے۔ لیکن آج کیا حال ہے؟ آج ٹرکی صحیح معنوں میں خود مختار، طاقتور اور زندہ ملک ہے۔ ایک امید افزا مستقبل اُس کے سامنے ہے۔ میں بغیر کسی جھجک کے اعلان کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے ٹرکی کی جنگ آزادی کا خیال آتا ہے، میرا سر شریف اور بہادر قوم کی عظمت کے سامنے جُھک جاتا ہے!

"تلوار کا جہاد ختم ہوچکا۔ اب تجارتی و اقتصادی جہاد شروع ہوا ہے۔ یہ جہاد پہلے جہاد سے بھی زیادہ سخت ہے اور عظیم قربانیاں طلب کرتا ہے۔ اس میدان میں بھی ترک پُوری طرح ساعی ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اب تک اُنھیں نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ملک کی ناتجربہ کاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوششیں جاری رہیں تو ترک یہ میدان بھی سر کر لینگے۔ نئی ریلوں کا جاری ہونا، نئی بندرگاہوں کا کھلنا، نئی سڑکوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی، تعلیم کا عموم، حفظان صحت کا اہتمام اور اقتصادی معاملات سے عام دلچسپی، یہ ساری باتیں ایک نہایت روشن مستقبل کی خبر دے رہی ہیں!

"عدل و انصاف اور امن امان کا دَور دورہ اور ماہرین فن مالیات و اقتصادیات کی کثرت ہمیں بہت کچھ امیدیں دلا رہی ہے۔ پھر ٹرکی کا صلح جویانہ مسلک، اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات جنگی قوت کے عاجلانہ استعمال سے پرہیز، ایسی باتیں ہیں جو دنیا بھر میں ٹرکی کو معزز بنا رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرکی، بدامنی اور فساد کے اس تنور (مشرق قریب) کی ہمیشہ یوں ہی نگرانی کرتا رہے گا اور اُسے کبھی پھٹنے نہیں دے گا۔"

"میں خیال کرتا ہوں کہ اب آمریکہ، ٹرکی کو پہلے سے زیادہ جاننے پہچاننے لگا ہے۔ اہل آمریکہ عملی لوگ ہیں، اور ہمیشہ صرف نتائج ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ قدیم ٹرکی کے متعلق مشہور تھا کہ یہاں ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اگر موجودہ حکومت نے موجودہ مساوات کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دکھایا (جیسا کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ کر دکھائیگی) تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ میں بہت جلد عزت و عظمت حاصل نہ کرلے"

انگورہ ۔ قیصریہ ریلوے

گزشتہ ہفتہ "انگورہ، قیصریہ" ریلوے ..... لائن کا افتتاح ہوگیا۔ یہ ریلوے مختلف حیثیتوں سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ جنگی نقطۂ نظر سے تو یہ ٹرکی کے لئے بمنزلہ روح ہے۔ جنگ آزادی کے زمانے میں ترکوں نے یہ حقیقت معلوم کرلی تھی۔ دشمن انگورہ کے دروازوں پر کھڑا دستک دے رہا تھا اور ترکی فوجیں دُور دراز علاقوں میں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ اندرون ملک میں کافی ریلوے لائینں نہ تھیں۔ پہلے انگورہ سے قیصریہ تک گھوڑوں اور گاڑیوں پر چھ اور نو دن لگتے تھے۔ فوجی نقل و حرکت کے لئے اس سے بھی مدت صرف ہوتی تھی۔ اب ریل بنجانے کے بعد یہ پوری مسافت صرف چند گھنٹے کی مسافت ہے!

تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے بھی یہ ریلوے بہت مفید ہوگی۔ اندرون ملک کی پیداوار بہ آسانی ہر جگہ منتقل کی جاسکے گی اور ضروری اشیاء بہ آسانی وہاں پہنچ جایا کرے گی۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ریلوے نے ترکی عزم و اہلیت کا ناقابل رد ثبوت بہم پہونچا دیا ہے۔ یہ ریلوے صرف ترکی سرمایہ اور ترکی محنت سے طیار ہوئی ہے۔ باہر کے کسی آدمی سے کوئی مدد نہیں لی گئی۔ جب ترکی پارلیمنٹ نے اس کی اسکیم منظور کی تھی تو یورپ کے سرمایہ دار ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے ترک یہ کام تن تنہا انجام نہیں دے سکیں گے۔ لیکن ترکوں نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ انجام دے دیا اور یورپ کی زبانیں حیرت سے بند ہوگئیں!

یہی سبب ہے کہ اس کے افتتاح پر تمام ملک نے مسرت کا عام مظاہرہ کیا۔ افتتاحی جلسہ بھی بڑا شاندار تھا۔ اس جلسہ میں عصمت پاشا وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قیصریہ کے باشندے ۳۰ سال سے کوشاں تھے کہ کسی طرح اُنکے زرخیز علاقے میں ریل جاری ہوجائے۔ مگر پچھلی حکومتوں کو اس کی توفیق نہ ملی۔ موجودہ جمہوریت نے ملکی آزادی کی طرف سے اطمینان حاصل کرتے ہی سب سے پہلا کام اپنے سامنے یہی رکھا تھا جسکی تکمیل آج ہمارے سامنے ہے۔ جب ہم نے اپنے داخلی پروگرام پر عمل کرنا چاہا اور ریلوے لائنوں کی تعمیر کا ارادہ کیا، تو ہر طرف سے صدائیں اُٹھیں "یہ ناممکن ہے" ہم نے کہا "ناممکن کیسے ہے؟ ہر باشندے کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی خوش حالی کے لئے کوشاں ہو۔ فرض بھی کبھی ناممکن ہوا کرتا ہے؟" ہم اپنی قدرت و قابلیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر دوسرے حلقوں سے ہماری بے چارگی اور بے قدرتی کا اعلان کیا جاتا تھا لیکن آج کسی کو ہمیں ناقابل کہنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ یہ ریلوے درحقیقت ہماری ایک داخلی اور خارجی فتح ہے۔ لیکن جس طرح ہماری جنگی فتوحات نے ہمیں مغرور اور غافل نہیں کیا تھا، اُسی طرح یہ فتح بھی ہماری ہمتوں کو اور آگے بڑھائے گی۔ یہ ریلوے محض ایک ابتدا ہے۔ کئی اور اہم لائنیں طیار ہورہی ہیں بہت سی عنقریب شروع کی جانے والی ہیں۔ ہم جلد تمام ملک میں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہنی خطوط کا جال بچھا دینگے"

روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ادھر کئی مہینہ سے انگلستان اور روس کے تعلقات کی کشیدگی نے خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ ابھی تک جنگ کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد تصفیہ نہ ہوا تو مستقبل قریب میں جنگ یقینی ہے۔ اگر یہ جنگ ہوئی تو اُس میں ٹرکی کی کیا حیثیت ہوگی؟

یہ سوال ہے جو اسوقت انگلستان، روس، اور خود ٹرکی میں ہر جگہ پوچھا جارہا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس جنگ میں ٹرکی کو اپنے جغرافی محل و اطراف کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ طرفین کوشاں ہیں کہ اُسے اپنے ساتھ ملالیں۔ مگر جہاں تک ترکی کی عام رائے کا تعلق ہے، روس کی طرف رجحان عام ہے ترکی اخبارات روس کی حمایت میں مضامین شایع کررہے ہیں اور کہتے ہیں روس نے ٹرکی کی اُسوقت مدد کی تھی، جب انگلستان نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اُسے نیست و نابود کردینے کی

جاسکتا۔ اسپین کے چپہ چپہ میں عبرتیں ہیں۔ رومن زمانے کی یادگاریں ہیں، اس سے پہلے کی، اور اس کے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن تمدن قدیم کے سراغرساں عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں، اور انہی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شدّ رحال کرکے آتے ہیں۔

اندلس میں ابتک بہ کثرت عربی آثار باقی ہیں اگرچہ متعصب اور جاہل اسپینیوں نے اُن کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی انھوں نے عرب اور عربوں کو اندھے دینی جوش کے ساتھ برباد کیا عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا، اور اب خود عربی ممالک میں اُن کا قلع قمع کر رہے ہیں!

اسپینیوں نے عربی یادگاریں محو کرنے کی پوری کوشش کی مگر چند یادگاریں اتنی سخت جان تھیں کہ ابتک موجود ہیں۔ پتھر اور چونے کی یادگاروں کے علاوہ بہت سی معنوی یادگاریں بھی ایسی قائم ہیں کہ انھیں کوئی انسانی قوت مٹا نہیں سکتی۔ اسپینی زبان، بے شمار عربی الفاظ سے لبریز ہے۔ ان الفاظ کا نکال دینا ناممکن ہے۔ انکے نکال دینے کے بعد اسپینی زبان، زبان ہی نہیں رہے گی۔ پھر اسپین میں کتنے بے شمار چہرے ہیں، جو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں کہ ہم عربی ہیں! پیشانی کی ساخت، ناک کی قطع، بالوں کی سیاہی، نرمی، اور پیچ و خم، سب عربی ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو عربی سیاح کی آنکھوں سے لپک کر معانقہ کرتی ہیں اور زبان حال سے پکارتی ہیں:

دنا منہم اقدامنا نعالہم دانفابین اللحی والحواجب!

پھر اسپین کی پوری سرزمین، اور اُس سرزمین کا ذرہ ذرہ عرب شہیدوں کے خون سے تر ہے! اسپینی لاکھ کوشش کریں اپنی سرزمین سے شہیدوں کا خون جدا وطن نہیں کر دے سکتے!

اسپین میں ابتک عربوں کے محلے موجود ہیں اگرچہ عرب اُن میں آباد نہیں ہیں۔ مکین نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہیں! عربی بازار ہیں، عربی قلعے ہیں، عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں۔ مسجدیں بھی ہیں جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے!

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنسا ہے؟ لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرتگاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں! میں "قصر الحمراء" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ بادشاہ اور امراء سر نیچے کئے اور کمر جھکائے رینگتے نظر آتے تھے جنھوں نے آباؤ اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کر دی اور خود ذلیل و خوار ہوکر خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے! میں نے انھیں پکار کر کہا "قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟"

لیکن میرا یہ ضبط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ فوراً دل نے آہ کی اور دل کی آہ نے آنکھوں میں سوچکر قطرات اشک کی صورت اختیار کرلی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت زبان پر تھی: کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین! کذلک واورثناہا قوما آخرین۔ فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین!

(علی عبدالرزاق)

بریدِ شرق

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ٹرکی کا محرم - امیر البحر برسٹل کا بیان - انگورہ قیصریہ ریلوے - روسی انگریزی جھگڑا اور ٹرکی

ٹرکی کا محرم

ہجری سال ختم ہو رہا ہے۔ نئے سال کی آمد آمد ہے۔ یہاں چائے خانوں میں آجکل بعض لوگ جماہیاں لے رہے ہیں۔ انھیں سال نو کی ذرا بھی خوشی نہیں۔ محرم کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ محرم کے پرانے جلسوں اور مجلسوں کی موقوفی پر!

ان کا غم ایک حد تک بجا ہے۔ واقعی ٹرکی خصوصاً قسطنطنیہ کا محرم بہت دلچسپ ہوتا تھا۔ نئی حکومت نے جہاں اور بہت سی پرانی رسمیں موقوف کر دی ہیں، محرم کے جلسے بھی روک دئے ہیں جکو نئی یہ کتنی ہی بڑی اصلاح کیوں نہ ہو لیکن جنھیں ان جلسوں کی چاٹ پڑ چکی ہے، انھیں ناراض ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں "زندگی کا آدھا مزہ جاتا رہا"

حکومت نے ۱۹۲۵ء میں محرم کے مراسم موقوف کردئے۔ اب وہ افسانہ بن گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ دنیا انھیں فراموش کرے یا تاریخ اپنے صفحات میں ان کے لئے جگہ نکالے، ہم ایک مرتبہ اور انھیں یاد کر لینا چاہتے ہیں۔

میں جو کچھ لکھنے والا ہوں، سنی سنائی باتیں نہیں ہیں چشم دید واقعات ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں۔ صرف خانقاہوں کے محرم کا ذکر کردوں گا۔

حالت یہ تھی کہ خانقاہوں کے بے فکر ملّا اور نام کے صوفی سال بھر تک محرم کا بےچینی سے انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کی کمائی اور خوش وقتی کا اصلی موسم یہی تھا۔ پہلی محرم سے خانقاہوں میں سیاہ پردے پڑ جاتے تھے۔ اُنکے پیر اسرار رہنے والے اپنے سفید اور سبز عمامے اُتار کر سیاہ عمامے پہن لیتے تھے۔ پانی کے نل بند کردئیے جاتے تھے۔ لاکھ پیاس لگی ہو مگر وہاں پانی مل نہیں سکتا تھا۔ پانی کے ظروف تک ہٹا دئیے جاتے تھے۔ جہلا سمجھتے تھے یہ لوگ اہل بیت کے محب ہیں، پانی تک نہیں پیتے! حالانکہ یہ محض فریب تھا۔ یہ محرم بھر سیراب رہتے تھے۔ پانی رنگین بوتلوں میں بھر کر مکان کے کونوں، غسل خانوں، اور پاخانوں میں رکھ دیا جاتا تھا! اور یہ "محرم کے روزے دار" وہاں جاجا کر اپنی پیاس بجھا لیا کرتے تھے!

مجھے بارہا خانقاہوں میں محرم کی مجلسیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سب سے آخری مجلس کی یاد ابتک میرے دل میں تازہ ہے۔ چونکہ یہ سب سے آخری مجلس تھی۔ اس کے بعد قانون نے اس طرح کی مجلسیں ممنوع ٹھہرا دیں۔ اس لئے اسے ایک تاریخی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اُس کا مختصر حال درج کئے دیتا ہوں۔

پرانی خانقاہ

باسفورس کی نیلگوں سطح کے کنارے، ایک سرسبز بلند پہاڑ پر، ایک عظیم خانقاہ تھی۔ محرم کے دنوں میں ایک دوست کے ساتھ میں اس خانقاہ میں گیا۔ تیسرا پہر تھا۔ پہاڑ دشوار گزار تھا۔ میں بہت تھک گیا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نے بے اختیار پانی مانگا۔ اپنی غلطی پر میں اب تک نادم ہوتا ہوں۔ ہر طرف سے درویشوں کی سیاہ تیز آنکھیں مجھ پر اُٹھ گئیں اور غیظ و غضب سے بھری ایک آواز بلند ہوئی "خارجی!" دوسری آواز بلند ہوئی "یزیدی" تیسری آواز بلند ہونے والی تھی کہ میرے دوست نے اُسے روک دیا۔ درویش میرے رفیق سے واقف تھے۔ اُسنے انھیں یقین دلایا کہ یہ شخص (یعنی میں) خارجی نہیں ہے۔ محب اہل بیت کرام اور صوفیوں کا معتقد ہے۔ یہ حرکت محض نادانستہ ہوگئی ہے!" اگر میں اس مکاری اور ریاکاری کی حقیقت سے واقف نہ ہوتا تو یقیناً متأثر ہوتا اور عجب نہیں ان درویشوں کے ہاتھ چوم لیتا جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں پیاسے رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہم ایک وسیع ایوان میں مدعو کئے گئے۔ نماز باجماعت ہوئی۔ پھر مرثیہ شروع ہوا۔ واقعی نہایت پُر تاثیر مرثیہ تھا۔ حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔

نماز کی جگہ دسترخوان

مغرب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہم سمجھے اب نماز ہوگی۔ مگر نماز کے بجائے ہم "عاشوراء کی دعوت" پر بلائے گئے۔ درویشوں کو ہماری یہ حرکت بہت ناگوار گذری کہ ہم نے کھانے پر نماز پڑھنے کو کیوں مقدم رکھا؟ جب ہم دسترخوان پر پہونچے تو گھنی داڑھیوں کے اندر اُنکے گال غصہ سے لال نظر آرہے تھے!

کھانا پُر تکلف تھا۔ مگر پانی کا نام نہیں۔ میں شروع ہی سے بہت پیاسا تھا۔ حلق میں لقمے اٹکتے تھے۔ مگر خوف سے پانی کا نام بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کھانا ختم ہوگیا۔ اب پانی کی امید بندھی مگر بالکل عبث۔ جہنمی پیاس کے ساتھ بیٹھا میں دل ہی دل میں اپنے رفیق کو کوس رہا تھا۔

سیاہ پوش پریوں کا غول!

اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایوان میں سیاہ پوش پریوں کا غول داخل ہوگیا! مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ حقیقت سے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

فلسطین

قومیں مر کر پھر کس طرح جی اٹھتی ہیں؟

اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع!

صیہونی تحریک

اس ہفتہ کی ڈاک میں ہمارے مقالہ نگار فلسطین کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ لیکن مصری معاصر "السیاسۃ" میں اس کے نامہ نگار کی ایک نہایت دلچسپ تحریر شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اسکا موضوع اہم اور ضروری ہے اس لئے ہم بریدِ شرق کے سلسلہ میں اس کا ترجمہ یہاں درج کر دیتے ہیں۔

یہودیوں کی پراگندگی

پہلی صدی مسیحی میں رومن بطرس نے اسرائیل کی بھیڑوں کا سراغ نکالیا، اور پھر اس طرح حملہ آور ہوا کہ اس گھرانے کا پورا گلہ یا تو ہلاک ہوگیا یا منتشر ہوگیا۔ اپنے وطن سے بھاگ کر یہودی دنیا بھر میں پھیل گئے۔ لیکن جہاں بھی پناہ لی، مارے، ستائے، اور ذلیل کئے گئے۔ لیکن یہ نصیب سخت جان تھی کہ ہر ستم کی بربادیاں اور قتلِ عام پر بھی زندہ رہی۔ صرف زندہ ہی نہیں رہی بلکہ اپنا اجتماعی شیرازہ بھی دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رکھا۔

عربوں یا مسلمانوں کا عہد یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ مبارک ثابت ہوا۔ اسلامی ملکوں میں وہ ظلم وستم سے محفوظ ہوگئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انھیں پوری شہری اور مدنی آزادی حاصل ہوگئی۔ وہ اپنے تمام مذہبی شعائر قائم رکھ سکتے تھے اور اپنے تمام اجتماعی معاشرتی دستور اعمال میں خود مختار تھے۔ متعدد یہودی مورخوں نے تسلیم کیا ہے کہ اگر اسلام کی سیاسی قوت قائم نہ ہوجاتی، تو یہودی قوم قطعاً برباد ہوجاتی!

اپنی آخری بدنصیبی کے ابتدائی دور کے بعد اس قوم کے لئے سب سے زیادہ سخت زمانہ وہ تھا جب اسلامی سلطنتیں تہ وبالا ہونے لگیں اور مسیحیت نے از سرِ نو سنبھالا لیا۔ اس منحوس عہد میں یہودیوں کی پراگندگی آخری حد تک پہنچ گئی۔ تاریک قرونِ وسطیٰ (ڈارک ایجز) کے مسیحی تعصب نے انھیں بُری طرح برباد کیا۔ کوئی مسیحی ملک تھا جہاں یہودیوں پر عام جہاد کا اعلان نہ کر دیا گیا ہو۔ اُن کے مدرسے بند کر دیئے گئے۔ اُن کی انجمنیں توڑ دی گئیں۔ اُن کی کتابیں جلا ڈالی گئیں۔ اُنکے علماء پھانسی پر لٹکائے گئے۔ انھیں مجبور کیا گیا کہ اپنا دین چھوڑیں یا قتل اور آگ میں جلنا منظور کریں!

بالآخر یہ تاریک دن بھی نکل گئے۔ نئی تہذیب کا سورج ظلمت کدۂ مغرب میں طلوع ہوا اور "اسرائیل" کی مُردہ لاش نے آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا۔ دنیا سمجھی تھی یہ قوم فنا ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتی ہے کہ اُس میں زندگی کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔ اب یورپین ملکوں میں یہودیوں کو دینی و اجتماعی آزادی مل گئی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگے۔

مگر یہ دن زیادہ دراز نہیں نکلے۔ مسیحی یورپ نے یہودیوں سے سیاسی خطرہ محسوس کیا اور از سرِ نو ظلم شروع کر دیا۔ اس مرتبہ دینی تعصب کی جگہ سیاسی تعصب کارفرما تھا۔ انیسویں صدی کے آخر تک تقریباً یہی حالت رہی۔ یہودیوں کی مخالف تحریک کو اُسوقت کی بول چال میں "L' ANTI-SEMETIONE" یعنی مخالف سامی تحریک کہتے تھے۔ حالانکہ یہودیوں کو غیر سامی قرار دینا خود ایک سخت ظلم تھا۔ یہودی ہی دنیا میں خالص ترین سامی ہیں۔

یہودی مفکرین نے نہایت دانشمندی سے اب یہ طے کیا کہ اس ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اپنی ظاہری قومی خصوصیات، مثلاً زبان، لباس، طرز بود باش سے دست بردار ہوجائیں، اور جس ملک میں رہیں، اسی کی وضع و قطع اختیار کرلیں تاکہ مخالفین کا تعصب اور ظلم کم ہوجائے۔ لیکن یہ تجویز بھی کچھ زیادہ سود مند ثابت نہ ہوئی۔ خصوصاً روس میں جہاں یہودیوں کا قتلِ عام جاری تھا۔

وطنی مرکز کی طرف عود

اب یہودیوں میں اچانک ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ فلسطین کی یاد ہر زمانہ میں انھیں بے چین رکھتی تھی۔ لیکن یہ یاد محض روحانی تھی۔ اب جو خیال پیدا ہوا اُس نے فلسطین کو ایک نئے روپ میں دکھایا۔ انھیں نظر آیا کہ یہ مقدس وطن جس سے نکلے ہوئے دو ہزار برس ہو چکے ہیں، از سرِ نو اُن کا وطن بن سکتا ہے۔

اس دعوت کا مبشر ایک روشن خیال، متدین، آسٹریا کا یہودی اخبار نویس تھا۔ اس کا نام ڈاکٹر تھیوڈر ہرٹزل تھا۔ اسنے اپنی دعوت اُسوقت شروع کی جبکہ روس اور فرانس میں یہودیوں کے حقوق تلف ہو رہے تھے۔ اسنے ۱۸۹۶ء میں ایک کتاب "یہودی سلطنت" کے نام سے شائع کی اور قوی دلائل سے ثابت کیا کہ "یہودی مسئلہ کا تنہا حل یہی ممکن ہے کہ تمام یہودی ایک ملک میں جمع ہوجائیں، اور تمام سلطنتیں اُنکے ایسا کی خود مختاری تسلیم کرلیں"

یہ دعوت دنیا بھر کے یہودیوں نے پسند کی اور ۱۸۹۷ء میں اپنی پہلی کانفرنس شہر "بال" میں منعقد کی۔ اس میں مختلف ملکوں کے دو سو یہودی نمائندے شریک ہوئے تھے۔

اب سے تیس برس پہلے روس کے یہودیوں میں فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی تحریک موجود تھی۔ کئی سو یہودی ہجرت کر بھی چکے تھے اور بیت المقدس میں ایک انجمن "محبین صیہون" کے نام سے قائم بھی ہوگئی تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے یہودیوں کو سرزمین مقدس کی طرف ہجرت کی دعوت دی جائے۔ مگر یہ انجمن کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف چند زراعتی نوآبادیاں فلسطین میں قائم ہوسکیں۔

لیکن "بال کانفرنس" نے قومی وطن کی تحریک منظور کی اور اسے یہودیوں کی قومی تحریک بنا دیا۔ اس تحریک کا نام "صیہونی تحریک" قرار پایا (صیہون، ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی بابت توراۃ میں لکھا ہے کہ بیت المقدس اسی پر تعمیر ہوا تھا) اور اُس کے لئے ایک قابلِ عمل پروگرام طیار کیا گیا۔ یہ پروگرام حسبِ ذیل تھا:

"صیہونی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک ایسا قومی وطن پیدا کیا جائے جس کی حمایت بین الاقوامی قانون کے ذمہ ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل وسائل اختیار کئے جائیں:

(۱) یہودی کاشتکاروں اور دستکاروں کو فلسطین کی طرف ہجرت پر آمادہ کیا جائے۔

(۲) مقامی اور بین الاقوامی انجمنوں کے ذریعہ یہودیوں کی شیرازہ بندی کی جائے۔

(۳) یہودی قومیت کا جذبہ تمام قوم میں جگایا جائے۔

(۴) عثمانی حکومت کو یہودی وطن کی تجویز قبول کرلینے پر آمادہ کیا جائے۔

عملی جدوجہد کا آغاز

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وائنا میں مرکزی انجمن قائم کی گئی اور ڈاکٹر ہرٹزل نے جدوجہد شروع کر دی۔ اسنے ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۲ء تک کئی مرتبہ سلطان عبدالحمید سے ملاقاتیں کیں اور انھیں یہ تجویز قبول کرلینے پر بہت بہت راغب کیا، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے۔ جب اُدھر سے بالکل ناامیدی ہوگئی تو ڈاکٹر نے برطانیہ سے گفت و شنید شروع کی اور جزیرہ نمائے سینا میں یہودی نوآبادی قائم کرنے کی اجازت چاہی۔ برطانیہ نے اسے منظور کرلیا، اور مصری حکومت بھی آمادہ ہوگئی کہ یہ علاقہ یہودیوں کے حوالہ کردے۔ مگر بعد میں اس تجویز پر عمل نہیں کیا جاسکا، کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یہ صحرا آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ڈاکٹر ہرٹزل نے پھر انگریزی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُسنے یہودیوں کو جنوب افریقہ میں ایک وسیع علاقہ پیش کر دیا۔ لیکن چھٹی یہودی کانفرنس نے اسے بھی نامنظور کر دیا کیونکہ زمین کے ماہروں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا "یہ زمین بھی آبادی کے لئے موزوں نہیں ہے"

ڈاکٹر ہرٹزل کا ۱۹۰۴ء میں انتقال ہوگیا لیکن مرنے سے پہلے دو کام ایسے کر گیا جو یہودی قومیت کے لئے عملی بنیاد بن گئے۔ ایک "یہودی نوآبادی بینک"، اور دوسرا "یہودی بیت المال"۔

اس کے بعد بھی صیہونی کانفرنسیں برابر منعقد ہوتی رہیں اور یہودیوں میں قومی روح پھونکتی رہیں۔ اُن کی نظر فلسطین پر لگی ہوئی تھی، مگر مشکل یہ تھی کہ ترکی حکومت اس بارے میں ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی تھی۔ خود فلسطین کے مسلمان اور عیسائی باشندے بھی اسے گوارا کرنے کے لئے طیار نہ تھے۔

عالمگیر جنگِ عالم

۱۹۱۴ء میں جنگِ عمومی کی آگ بھڑک اٹھی، اور اُس کے ساتھ ساتھ یہودیوں میں بھی نئی حرکت پیدا ہوگئی۔ اُنکے مدبروں نے فیصلہ کیا کہ جرمنی، ٹرکی اور ان کے اتحادیوں کی فتح سے اُن کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ اُلٹا نقصان ہوگا۔ لہذا انھوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا اور جنگ میں اپنی دولت و اثر سے اُس کی بہت بڑی مدد کی۔

اس تمام جدوجہد کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ یہودیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگئی۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کا دن ان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی وہ دن ہے جس میں برطانیہ نے یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی تجویز منظور کی۔ یہ یادگار دستاویز "تصریح بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُسوقت لارڈ بالفور برطانیہ کے وزیر خارجیہ تھے۔ انہی نے انگلستان کے مشہور یہودی ساہوکار لارڈ راتھچیلڈ کے نام سرکاری مراسلہ بھیجا تھا۔ اس مراسلہ کا لفظی ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

تصریح بالفور

"میں انتہائی مسرت سے حکومت برطانیہ کی جانب سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ ہز مجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قومی وطن کا قیام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ہر ممکن کوشش کرے گی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کوئی ایسی بات نہیں کرسکتی جو فلسطین کے غیر یہودی باشندوں کے

ٹھان لی تھی۔

اس سوال پر ترکی حکومت بھی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے، کیونکہ جنگ کی صورت میں اُسے لامحالہ کسی ایک فریق کا ساتھ دینا پڑے گا۔

مکتوب عراق

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بغداد کے قلم سے)
(عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا)

تعلیم

مجھے اپنے اس پہلے مراسلہ میں عراق کی تعلیمی حالت پر کچھ نہ کچھ تبصرہ ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم کا معاملہ نہایت اہم ہے خصوصاً عراق جیسے ملک کے لئے جو خود مختاری کے لئے بے چین ہے مگر فقدانِ علم کی وجہ سے اپنی آرزو پوری نہیں کر سکتا۔

بدنصیبی سے عراق میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوئی درس گاہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقیوں کو بیرونی دنیا پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر طالب علم قسطنطنیہ اور بیروت جاتے ہیں۔ کچھ کلکتہ بھی بھیجے گئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ جانے والوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے۔

موجودہ حکومت نے یا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ ہی نہیں کی یا کی مگر موانع حائل ہوگئے۔ بہرحال عراق میں اعلیٰ تعلیم بالکل مفقود ہے۔ البتہ حکومت ابتدائی تعلیم کی اشاعت میں زیادہ مستعدی کا اظہار کر رہی ہے۔ اسوقت ابتدائی مدارس میں طالب علموں کی تعداد ۲۲۸۰۰ ہے۔ مکاتب میں ۱۳۴۵۵ ہے۔ اور شبینہ مدرسوں میں ۲۰۷۸ ہے یعنی کُل تعداد ۳۹۳۳۳ ہے۔ یہ تعداد اگر گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں رکھی جائے، تو تقریباً ڈیوڑھی ہوگی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی (سکنڈری) تعلیم کا درجہ ہے اور اسی تناسب سے اُس کی ترقی بھی ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ حکومت نے بغداد، موصل، نجف، بصرہ، حلّہ، عمارہ، کرک، سلیمانیہ میں ثانوی مدرسے قائم کئے ہیں مگر طالب علموں کی تعداد ابتک ۶۱۷ سے زیادہ نہیں ہو سکی!

ابتدائی اور ثانوی کے علاوہ دو مدرسے معلمین کی تعلیم کے لئے بھی ہیں۔ ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے۔ اول الذکر میں طالب علموں کی تعداد ۲۹۵ ہے اور ثانی الذکر میں ۸۸۔

تعلیم کی زبان عربی ہے اور درجۂ تعلیم کچھ زیادہ پست نہیں ہے۔ البتہ مدرسۃ الحقوق (یعنی مدرسۂ قانون) اور مدرسۃ الہندسہ (یعنی انجینیری کے اسکول) میں تعلیم کا معیار نہایت ناقص ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی تعلیم عربی ہی میں ہوتی ہے۔ اور عربی زبان میں ان علوم پر کتابیں بہت کم ہیں۔ عراقی طالب علم چونکہ کوئی یورپین زبان جانتے نہیں، اس لئے مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے کہ صرف اُن یادداشتوں کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے جو طلبا اساتذہ کی تقریروں سے طیار کر لیتے ہیں۔

البتہ ایک بات بہت امید افزا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب حکومت نے اپنے خرچ سے طالب علموں کو یورپ اور امریکہ بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ اسوقت ان طالب علموں کی تعداد چالیس تک پہنچی ہے لیکن اسی سال ۲۵ کا اور اضافہ بھی ہونے والا ہے۔ انکے علاوہ چند طالب علم وزارت جنگ نے انگلستان بھیجے ہیں اور محکمہ بیطری نے چند لڑکوں کو کلکتہ کی درس گاہوں میں بھیجدیا ہے۔

امیر فیصل سے ملاقات

چند دن ہوئے امیر فیصل "شاہ عراق" نے ایک مصری اخبار نویس کو اپنی ملاقات کا موقعہ دیا۔ مقامی اخبارات نے ملاقات کی حسب ذیل تفصیل شائع کی ہے:

انگریزی عراقی معاہدہ کے متعلق امیر فیصل نے کہا "اس معاہدہ کی مدت ۱۹۲۸ء کے آغاز میں ختم ہو جائے گی۔ معاہدہ میں ایک دفعہ اس بارے میں موجود ہے کہ ہر چار سال بعد معاہدہ کی تجدید یا ترمیم ہوا کرے گی۔ عراق میں جوں جوں قابلیت پیدا ہوتی جائے گی برطانیہ اُسے زیادہ آزادی اور حقوق دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کا ممبر ہو جائے گا، اور دُنیا کے دوسرے خود مختار ملکوں کی طرح ایک خود مختار ملک کی زندگی بسر کر سکے گا"

امیر فیصل نے کہا "مجھے یقین ہے عراق بہت جلد یہ درجہ حاصل کرلے گا۔ بہت جلد سے میری مراد ایک دو سال ہے"

مجھے اُمید ہے آپکے قارئین کرام کا ذوق سیاسی اس سے مستغنی ہوگا کہ میں امیر کے بیان پر رائے زنی کروں۔

عراق کی حکومت کو اب تک بیرونی سلطنتوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق امیر فیصل نے کہا:

"ہماری نظر میں اس مسئلہ کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ جن سلطنتوں کے فوائد عراق سے وابستہ ہیں، وہ ایک نہ ایک دن ہماری حکومت کے اعتراف پر ضرور مجبور ہو جائیں گی۔ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ مستقبل قریب میں ہم ٹرکی سے سیاسی تعلقات قائم کر سکیں گے۔ حکومت ایران کے نمائندے نے اگرچہ مجلس اقوام میں عراقی حکومت کا وجود تسلیم کر لیا ہے مگر طہران کی مرکزی حکومت نے اب تک عملی اعتراف کا کوئی ثبوت نہیں دیا"

اب تک عراق کے قنصل دوسرے ملکوں میں موجود نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا میں عراق کے معاملات کا ذمہ دار صرف برطانیہ ہے۔ اس صورت حال کی تاویل ہمارے "خود مختار بادشاہ" نے یہ کی:

"عراق کو اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ کیونکہ بجز ایران اور ٹرکی کے بیرونی دنیا میں ہمارے مصالح کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں پڑوسیوں سے ہماری مفاہمت ہو جائے گی تو ہم سیاسی نمائندوں کا تبادلہ کریں گے۔ دوسرے ملکوں سے اس طرح کے علائق پیدا کرنے کا ہمیں کوئی خیال نہیں ہے!"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ عراق کی "دو سال کے اندر" ملجانیوالی "خود مختاری" کے ساتھ یہ توجیہ کہاں تک جمع ہو سکتی ہے؟ مصر کے موجودہ ذہنی انقلاب کے متعلق امیر نے یوں اظہار خیال کیا:

"میں نے اس ذہنی انقلاب کی پوری تحقیق نہیں کی ہے اس لئے میری رائے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم اپنی محدود واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر مصر برابر اسی طرح ذہنی ترقی کرتا گیا تو بہت جلد مغربی قوموں کے برابر ہو جائے گا۔ البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ ذہنی انقلابوں کی بنیادیں ہمیشہ قومی روایات پر قائم ہونا چاہئیں۔ اسوقت مصر، تمام عربی ممالک کے لئے شمع ہدایت بنا ہوا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی ذہنی ترقی صالح روایات پر مبنی ہو، تاکہ دوسری عربی قومیں بھی اپنی عربیت و قومیت قائم رکھتے ہوئے اس کا ساتھ دے سکیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ قومی بیداری صرف عقل و ذہن ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ عملی بیداری بھی ہونی چاہیئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مشرق کی موجودہ بیداری محض ذہنی و نظری ہے۔ حالانکہ قومیں عملی بیداری ہی سے کامل قومی ترقی حاصل کر سکتی ہیں"

عراقی فوج اور برطانیہ

انگریزی عراقی معاہدہ کی ایک دفعہ یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں معاہدہ پر نظر ثانی کی جائے گی، اور برطانیہ اپنی تمام فوجی قوت ملک سے ہٹالے گا۔

اب جبکہ یہ مدت ختم ہو رہی ہے تو قدرتی طور پر عراقی حکومت کو خیال ہوا کہ اپنی قومی فوج میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اُسنے جبری بھرتی کی تجویز منظور کر لی۔ برطانی ہائی کمشنر پہلے تو برابر خاموش رہا، لیکن جب حکومت نے عملاً کارروائی شروع کر دینی چاہی تو اُسنے اعتراض کیا اور اس تجویز سے حکومت کی مخالفت ظاہر کی۔

اُسنے اپنے نوٹ میں لکھا ہے

"عراق کی مدافعت صرف عراقی فوج نہیں کر سکتی۔ اُسے برابر انگریزی قوت کی ضرورت ہے۔ عراق کے پاس ہوائی بیڑہ موجود نہیں ہے۔ اس بڑے اور فوج کی تنظیم کے لئے کافی روپیہ بھی نہیں ہے۔ لہذا جبری بھرتی کی تجویز ناقابل عمل ہے۔ علاوہ بریں یہ غیر ضروری بھی ہے۔ کیونکہ برطانیہ اپنی "دوستی" میں برابر "وفادار" ہے اور عراق کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کر چکا ہے"!

یہ ہے ہمارے امیر کی وہ موعودہ خود مختاری جس کا دو تین سال کے اندر انہیں انتظار ہے!

برطانی ہائی کمشنر کے اس اعتراض پر عراقی وزارت نے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ مگر امیر نے منظور نہیں کیا اور امید ظاہر کی کہ حکومت برطانیہ سے مزید گفت و شنید جاری کی جائے۔

اسوقت صرف یہ فوج ہی کی مشکل درپیش نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا معاملہ بھی درپیش ہے۔ عراقی حکومت نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریلوے اور بندرگاہ سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ اُسنے وعدہ کیا تھا مگر برطانیہ اسپر آمادہ نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کیوں آمادہ ہو؟

کویت کی پنچایت

نجد و عراق میں کئی سال ہوئے ایک معاہدہ ہوا تھا اور فریقین نے اتفاق کیا تھا کہ وقتاً فوقتاً عراقی اور نجدی نمائندوں کی پنچایت منعقد ہوا کرے اور قبائل کے تمام باہمی معاملات کا فیصلہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس قسم کی ایک پنچایت اسی ماہ کویت میں منعقد ہونے والی ہے۔ کیونکہ ادھر عراقی نجدی قبائل میں کئی لڑائیاں اور غارت گریاں ہو چکی ہیں۔

کُردستان

سلیمانیہ کی کمشنری میں کُردوں کے دو علاقے "شاہ بازار" اور "پنجوین" اب تک حکومت عراق کے مطیع نہیں ہوئے تھے اتنا ہی نہیں بلکہ ان علاقوں کے باشندے قرب و جوار کے علاقوں پر حملے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس ہفتہ حکومت نے "پنجوین" کے شہر پر فوجی قبضہ کر لیا ہے اور مشہور کُردی زعیم شیخ محمود سے لڑائی ہو رہی ہے۔

ہے کہ "ملک میں ہم نے پوری طرح امن امان قائم کردیا ہے اگرچہ کبھی کبھی ہتیار بند ٹولیاں غارت گری کرجاتی ہیں" ایک اعتبار سے یہ بیان صحیح ہے۔ بلا شبہ اسوقت دروز کوئی قابل ذکر جنگی کارروائی نہیں کررہے ہیں۔ لیکن یہاں ہر شخص جانتا ہے اور خود حکومت فرانس بھی جانتی ہے کہ یہ سکون، ایک آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

شام کی قومی تحریک

اس نقطہ پر پہنچنے کے بعد قدرتی طور پر سوال ہوتا ہے کہ آخر شام کی قومی تحریک کیا ہے؟ اُس کے مقاصد کیا ہیں؟ اُس کی تاریخ کیا ہے؟ جواب کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ اس مراسلہ میں ممکن نہیں۔ تاہم ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ آپکے قارئین حقیقت حال سے بے خبر نہ رہیں۔

شام کی قومی تحریک کے متعلق یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ وہ فرانس کی خصومت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ تحریک جنگ عمومی سے پہلے بھی موجود تھی اور خود عثمانی حکومت کے مقابلہ میں شروع ہوئی تھی۔

جنگ عام میں شام کا رجحان دول اتحاد کی طرف تھا اور اسی رجحان کی وجہ سے شام کو مرحوم جمال پاشا کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اتحادیوں کی طرف یہ رجحان محض اس لئے تھا کہ شام امید کرتا تھا وہ اتحادیوں کے ذریعہ اپنی وطنی آزادی حاصل کرسکے گا۔ اتحادیوں میں فرانس سے اُسے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ فرانس ۵۰ برس سے یہاں اپنا اثر پھیلا رہا تھا، اور شامی تحریک کی علانیہ پیٹھ ٹھونکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جنگ کے خاتمہ پر فرانس کو شام کی وصایۃ (مینڈیٹ) ملی تو یہاں تہنیت و مسرت کے نعرے بلند ہوگئے اور سادہ لوح باشندوں نے یقین کیا کہ اب فرانس کے ہاتھوں آزادی کی دولت ضرور ملجائے گی۔ مگر انھیں جلد ہی اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ فرانس ترکوں سے بھی زیادہ مستبد اور سخت گیر ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی دینی نہیں چاہتا، بلکہ اُن کی قومیت بھی برباد کرڈالنا چاہتا ہے۔

فرانس نے قبضہ حاصل کرتے ہی یہ کیا کہ ملک کے چار ٹکڑے کرڈالے، اور چاروں کو ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظام اور دستور کے ماتحت رکھا۔ چنانچہ لبنان ایک "علحدہ جمہوریت" بنادی گئی۔ دمشق کی حکومت الگ کردی۔ جبل حوران کو بھی ایک علحدہ قطعہ بنادیا۔ اور اسی طرح بلاد علویین کو بھی ایک مستقل ملک قرار دیدیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ان چاروں حصوں میں کسی قسم کا سیاسی، اجتماعی، اور انتظامی رشتۂ ارتباط باقی نہ رہے، بلکہ الگ الگ ہوکر ایک دوسرے کی مخالفت شروع کردیں۔

یہی نہیں بلکہ ہر حصۂ ملک میں فرقہ وار کشمکش بھی پیدا کردی جو مشرق میں مغربی حکومتوں کا سب سے بڑا آلہ کار ہے۔ پہلے مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ کی مختلف شاخوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کردیا۔ عرب اور غیر عرب کا جھگڑا، شیعہ اور سنی کا جھگڑا، ترکوں اور چرکسیوں کا جھگڑا، ارمنی اور یہودیوں کا جھگڑا، غرضکہ بے شمار فتنے پیدا کردیئے۔

لیکن باوجود ان تمام ریشہ دوانیوں کے مجموعی طور پر شام کے وطن پرست اب تک اپنی اصلی تحریک بچائے ہوئے ہیں۔ اُن کا مطالبہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ فرانس شام کو خالی کردے۔ وطنی جماعت سے اتر کر معتدل پارٹی ہے، اور اسکا مطالبہ یہ ہے کہ شام کی موجودہ تقسیم منسوخ کردی جائے، اور ملک کو اندرونی خود مختاری دیدی جائے۔ تیسرا گروہ ابن الوقت لوگوں کا ہے۔ وہ فرانس کے بھی حامی ہیں اور گاہ گاہ ملک کے بھی حامی ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح برطانیہ نے عراق اور شرق یردن میں دو برائے نام بادشاہ بٹھادیئے ہیں، اسی طرح فرانس کو بھی شام میں ایک "بادشاہ" کا پتلہ بٹھا دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں متعدد شاہزادوں اور امیروں کا نام لیا جاتا ہے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے لیکن زیادہ میلان عباس حلمی سابق خدیو مصر یا ان کے چھوٹے بھائی پرنس محمد علی اور پرنس یوسف کمال کی طرف ظاہر کیا جاتا ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

انگریزی مصری نزاع

پچھلے مکتوب میں اس نزاع اور اُس کے بنیادی نقطوں پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ نزاع کی اصلی بنیاد درحقیقت مصری فوج کا معاملہ ہے۔ مصری حکومت انگریزی "سردار" کا عہدہ منسوخ کرکے فوج اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے۔ برطانیہ اسے منظور نہیں کرتا۔ اور مصر کو مصنوعی آزادی اور نام نہاد خود مختاری دیکر بدستور محکوم رکھنا چاہتی ہے۔

اس نزاع میں برطانیہ نے اپنے وہ تمام حربے استعمال کئے جن کا وہ مدت سے عادی ہے۔ سر آسٹن چمبرلین نے پارلیمنٹ کے ایوان میں کھڑے ہوکر اپنا وہی پرانا راگ الاپا "یورپین باشندوں کی زندگی خطرے میں ہے!" ساتھ ہی جنگی جہاز بھی بھیجدیئے۔ مزید برآں تمام یورپ میں مصر کے خلاف دعایۃ (پروپگنڈا) شروع کردی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس، اٹلی، اور بعض دوسرے یورپین ممالک کے اخباروں نے مصر کے خلاف زہر اُگلنا اور برطانیہ کو سخت سے سخت کارروائی کا مشورہ دینا شروع کردیا۔ درحقیقت فرانس اور اٹلی، دونوں مصر کی بیداری سے اُسی طرح خائف ہیں، جس طرح خود برطانیہ ہے۔ اٹلی کو خوف طرابلس کی وجہ سے ہے فرانس کو الجزائر، ٹیونس، مراکش، اور خود شام کی وجہ سے۔

لیکن ان تمام دہمکیوں اور تہدیدوں کا اثر کیا ہوا؟ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری حکومت انگریزی قوت کے سامنے فوراً جھک جائے گی۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانے لد گئے جب اس طرح کے مظاہرے رعب پیدا کردیا کرتے تھے۔ مصری حکومت خلاف توقع اسوقت تک اپنے مسلک پر قائم رہی ہے۔

جان بل کی عادت ہے کہ جب دہمکی سے حریف مرعوب نہیں ہوتا تو خود نرم پڑجاتا ہے۔ چنانچہ مصری حکومت کی استقامت دیکھتے ہی لارڈ لائیڈ جارج بہت کچھ نرم پڑگئے ہیں اور اپنے مطالبات ہلکے کرتے جاتے ہیں۔ ابھی تک نزاع ختم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ امروز فردا میں نرم گرم تصفیہ ہوجائے گا۔ انگریزی مصری گفت وشنید پردۂ راز میں ہے۔ لیکن یہاں کے اخبارات نے وہ بنیادی نقطے شایع کردیئے ہیں جن پر مصری حکومت کی آخری یادداشت مبنی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مصری پارلیمنٹ بدستور تنفیذی قوت کی نگرانی کا حق رکھتی ہے۔

(۲) وزارت جنگ اور اُس کی تمام شاخوں پر مصری پارلیمنٹ کا اقتدار قائم رہے گا۔

(۳) وزارت جنگ کی تمام مجالس بدستور قائم رہیں گی اور اُن کی موجودہ قوت واختیار میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۴) تمام سرزمین مصر پر مصری حکومت کا اقتدار برقرار رہے گا، اور پوری مملکت کی نگرانی مصری پارلیمنٹ کے ہاتھ میں رہے گی۔

اگر برطانیہ نے یہ بنیادیں تسلیم کرلیں، جس کا قوی امکان ہے، تو موجودہ نزاع کا خاتمہ ہوجائے گا۔

مصر کی ذہنی واجتماعی ترقی

جنگ عظیم کے بعد مصر نے صرف سیاسی ترقی ہی نہیں کی بلکہ اُس کی ذہنی واجتماعی حالت میں بھی عظیم تغیرات ہوئے۔ یہ تغیرات کس درجہ تک پہنچ چکے ہیں؟ اس کا جواب مشکل ہے۔ بیرونی دنیا اس کا اندازہ نہیں کرسکتی۔ البتہ سیاسی ترقی، ہمیشہ ذہنی واجتماعی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مصر کی موجودہ سیاسی بیداری سے اُس کی ذہنی واجتماعی بیداری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پچھلے دنوں یہاں "مؤتمر عربی" منعقد ہوئی تھی، جس کا تذکرہ اپنے پچھلے خط میں کرچکا ہوں۔ اس مؤتمر میں دوسرے عربی ممالک کے جو فضلا شریک ہوئے تھے، انھیں مصر کی حالت دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ ذیل میں صرف ایک مشہور شامی فاضل علامہ محمد کرد علی کے تأثرات درج کئے جاتے ہیں جن کا اظہار اُنھوں نے شام میں جاکر کیا ہے۔ موصوف کہتے ہیں:

"سب سے پہلے میں نے ۱۹۰۱ء میں مصر کی زیارت کی تھی آخری سفر کا ۲۶ سال کے بعد اب اتفاق ہوا۔ مجھے وہ انقلاب عظیم دیکھ کر سخت حیرت ہوئی جو اس چوتھائی صدی کے اندر مصر پر طاری ہوگیا ہے۔ میں نے اپنے اس آخری سفر میں مصر کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ ہر طبقہ کو غور سے دیکھا۔ تقریریں سنیں، قصیدے سنے، انجمنیں دیکھیں۔ تھیٹر دیکھے۔ اخبارات کا معائنہ کیا۔ کتبخانوں کی سیر کی۔ غرضکہ ہر پہلو پر نظر ڈالی۔ مجموعی طور پر میں نے یہ اثر قبول کیا کہ مصر نے حیرت انگیز ترقی کرلی ہے۔ سب سے زیادہ نمایاں حقیقت میں نے یہ دیکھی کہ فرانسیسی تہذیب، جس کی تخم ریزی فرانسیسی علماء نے انیسویں صدی کے اوائل میں کی تھی وہ مصر کے انگریزی اقتدار سے مغلوب نہ ہوسکی، بلکہ اُسنے انگریزی تہذیب کی خصوصیات کو شکست دیدی۔ مصر نے اس تمدن میں تراش خراش کرکے ایسی تبدیلی پیدا کرلی ہے کہ وہ فرانسیسی کی جگہ مصری یا عربی تمدن بن گیا ہے۔ اسوقت کا قاہرہ، پرانے زمانہ کا بغداد، قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، غرناطہ ہے اسے صحیح معنوں میں تمام عربی دنیا کا علمی وذہنی مرکز تسلیم کرنا چاہئے۔ اسوقت ملک میں دس ہزار مکتب جاری ہیں لیکن مصری حکومت اسے کافی نہیں سمجھتی۔ دس ہزار مزید جاری کرنا چاہتی ہے"

دینی یا شہری حقوق کے منافی ہو۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ یہ تصریح صیہونی انجمن تک پہونچا دیں"

یہ تصریح در اصل ڈاکٹر حایم ویزمان کی کوششوں سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ اُسوقت صیہونی انجمن کی انتظامی مجلس کے ممبر تھے اور اب اُس کے صدر ہیں۔ اس تصریح کے صادر ہوتے ہی فرانس، اٹلی، جاپان، اور امریکہ نے اسے تسلیم کرلیا۔ یہودیوں نے ایک لمحہ ضایع کئے بغیر عملی کارروائیاں شروع کردیں۔ ڈاکٹر ویزمان کی صدارت میں ایک نمائندہ وفد فلسطین بھیجا گیا تاکہ برطانوی حکام کی تائید سے یہودیوں کی مہاجرت اور آبادی کا سامان مہیا کرے۔

یہودیوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ مجلس اقوام سے بھی اس کی تصدیق چاہی۔ چنانچہ فلسطین کی برطانی وصایت (مینڈیٹ) کی دستاویز کے دیباچہ میں تحریر ہے "تمام دول اتحاد اس بات پر متفق ہیں کہ برطانی سلطنت اُس تصریح کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے ذمہ دار ہے جو ۲ نومبر کو اُس کی جانب سے ظاہر کی گئی ہے"

اس دستاویز کی دفعہ ۲ میں ہے:

"حکمبردار حکومت اس امر کی ذمہ دار ہے کہ ملک (فلسطین) میں ایک ایسی سیاسی، انتظامی، اقتصادی صورت حال پیدا کردے جو یہودی وطن کے قیام کے لئے ضروری ہے"

چوتھی دفعہ میں ہے:

"یہ طے پاگیا کہ یہودیوں کی نمائندہ مجلس، فلسطین میں ایک ذمہ دار مجلس تسلیم کی جائے گی، اور اُن تمام اقتصادی و اجتماعی معاملات میں اُس سے مشورہ لیا جائے گا جن کا تعلق "یہودی وطن" سے ہے۔ یہ بھی طے پاگیا کہ صیہونی انجمن ہی ایک ایسی مجلس ہے جو یہودیوں کی قائم مقام اور ذمہ دار ہے۔ لہذا وہ اُسوقت تک یہودیوں کی نمائندہ تسلیم کیجائے گی جب تک اپنی یہ حیثیت برقرار رکھے گی۔ لہذا صیہونی انجمن کو اختیار دیا جاتا ہے کہ برطانیہ کے مشورے سے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جن سے "قومی وطن" کے لئے دُنیا بھر کے یہودیوں سے امداد و اعانت حاصل کی جا سکتی ہے"

غرضکہ اس دستاویز میں اسی طرح کی اور بھی کئی تصریحیں موجود ہیں۔

اجراء، عمل، اور ترقی!

جس دن سے بالفور کی تصریح جاری ہوئی ہے، یہودی اپنی تجویز کو حیرت انگیز سرگرمی اور جوش سے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے کئی مجلسیں بنا رکھی ہیں:

(۱) عام صیہونی انجمن۔ اس کی ۶۷ شاخیں ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن میں ہر یہودی مقررہ فیس ادا کرکے داخل ہو سکتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں اس کے ممبروں کی تعداد ۷ لاکھ تیس ہزار تھی۔ اس انجمن کی سالانہ کانفرنس درحقیقت صیہونی تحریک میں سب سے زیادہ با اختیار مجلس ہوتی ہے۔ یہی پروگرام بناتی، عزل و نصب کرتی، میزانیہ منظور کرتی اور نئے سال کے لئے مختلف مجلسیں منتخب کرتی ہے۔

ان کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم اُس کی جمعیتہ عاملہ اور مرکزی جمعیتہ ہے۔ جمعیتہ عاملہ میں دس ممبر بیٹھتے ہیں۔ ۵ ہمیشہ لندن میں رہتے ہیں اور ۵ بیت المقدس میں۔ ان کا کام اُن تمام انتظامی سیاسی مسائل کی جانچ ہے جن کا تعلق فلسطین کے یہودیوں سے ہے۔

(۲) ان مجالس کے علاوہ سب سے مقصود یہودی وطن کی مالی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔ یہ مجالس دراصل تین بینک ہیں:

(۱) یہودی نوآبادی بینک۔ اس کا دفتر لندن میں ہے اور راس المال تیس لاکھ پونڈ ہے۔

(۲) فلسطینی انگریزی انجمن۔ اس کا راس المال بھی ۳۰ لاکھ پونڈ ہے۔

(۳) یہودی بیت المال۔ اس کا دفتر بھی لندن میں ہے اور سرمایہ ۲۲ لاکھ پونڈ ہے۔

یعنی یہودیوں کی قومی تحریک کے پاس اسوقت ۸۲ لاکھ پونڈ ۱۲ کروڑ روپیہ موجود ہے۔

یہ ہے وہ عملی قوت جس سے قومیں مرکر زندہ ہوتی ہیں! یہ وہ قوم تھی جس کا حوادث عالم خاتمہ کرچکے تھے۔ جس کی پیشانی پر ذلت و مسکنت کی مُہر لگ چکی تھی۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں مظلوم، بے بس، اور تباہ حال تھی۔ جس کی کُل تعداد چند ملین نفوس سے زیادہ نہیں۔ بااین ہمہ جب اُسنے زندہ ہونے اور زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا تو دُنیا کی کوئی رکاوٹ بھی اس کی راہ نہ روک سکی۔ حتی کہ بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی راستہ خالی کردینا پڑا!

لیکن اُس کے مقابلہ میں ہمارا کیا حال ہے؟ اُن مشرقی اقوام کا کیا حال ہے جو صدیوں سے حکمرانی کرتی آئی ہیں۔ جو اب بھی حکومت کی عزت سے محروم نہیں، جنھیں حکومت کے تخت سے اُترے ابھی پُوری ایک صدی بھی نہیں گزری ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں نفوس سے متجاوز ہے۔ اور جو اپنی قومی کامرانیوں اور فتحمندیوں کی ایک مسلسل اور قریبی تاریخ رکھتی ہیں؟

جواب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب غفلت دُور ہوگی اور دانش رفتہ واپس آجائے گی؟ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید!

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم بیروت کے قلم سے)

(عربی سے ترجمہ کیا گیا)

شام کا مستقبل

شام کے فرانسیسی ہائی کمشنر ایم ہنری پونسو، مدت سے پیرس میں مقیم ہیں۔ ملک میں عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ ان کی غیر حاضری محض اس وجہ سے ہے کہ نئی اصلاحات کے اجراء کے لئے وہ مرکزی حکومت سے مشورے کر رہے ہیں۔

کچھ نہیں کہا جا سکتا اُن کی اس پُراسرار غیر حاضری کی اصلی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس کی وجہ سے ملک میں عام بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ اس صورت کو نیک شگون سمجھتا ہے اور بڑے بڑے ہوائی قلعے بنا رہا ہے۔ دوسرا گروہ اسے شگون بد سمجھتا ہے اور نا اُمیدی کا اظہار کر رہا ہے۔ شاید ہائی کمشنر کے رُوپوش کردینے میں حکومت کی بھی یہی مصلحت تھی کہ ملک کے جذبات میں اختلاف حال پیدا ہوجائے اور متحدہ مطالبے کی قوت کمزور پڑجائے۔ اگر یہی مصلحت تھی تو اسمیں شک نہیں کہ یہ ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے!

آئندہ شام کا نظام حکومت کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اسوقت کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ حتی کہ خود فرانس بھی نہیں دے سکتا۔ شام کے بارے میں فرانس کی پالیسی ابتک نہایت مضطرب رہی ہے۔ کبھی وہ چاہتا ہے اس ملک کو الجزائر کی طرح اپنا ایک محکوم نوآبادی علاقہ بنالے۔ کبھی سوچتا ہے ٹیونس کی سی برائے نام ریاست قائم کردے۔ کبھی امیر عبدالقادر الجزائری مرحوم کی اولاد کی طرف میلان ظاہر کرتا ہے۔ کبھی شام کے تخت کے لئے سلطان عبدالحمید کے کسی لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ کبھی شریف حسین سابق شاہ حجاز کے بیٹوں پر اُس کی نظر پڑتی ہے۔ غرضکہ اُس کا مسلک ابتک استوار نہیں ہوا ہے۔

شام کی موجودہ مشکلات درحقیقت اسی سیاسی اضطراب کا نتیجہ ہیں۔ جب تک فرانس اپنی روش مضبوط بنیادوں پر قائم نہیں کرے گا، اُسوقت تک یہ مشکلات دُور نہیں ہوں گی۔

ایک نیا نظریہ

آجکل دمشق میں مغرب اقصیٰ کے ایک وزیر سید قدور بن غبریط آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی آمد کی غرض یہ بتائی ہے کہ پیرس کی مسجد کے لئے چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں کی عام رائے اسے تسلیم نہیں کرتی۔ لوگ کہتے ہیں یہ کام اتنا اہم نہ تھا کہ اس کے لئے ایک وزیر اپنے فرائض وزارت چھوڑکر اتنا طویل سفر اختیار کرتا۔ پھر اگر یہ کام اتنا ہی اہم تھا تو بھی شام میں چندہ کی تحریک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ملک اندرونی شورشوں سے برباد ہو رہا ہے۔ چندے کے لئے سب سے مناسب مقام، مصر اور ہندوستان تھے۔ (ہم اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ "سب سے مناسب مقام" اب اگر صرف مصر ہی کو سمجھا جائے تو ہندوستان کو کوئی شکایت نہ ہوگی! ۔الہلال)

پھر آخر سید قدور بن غبریط کیوں آئے ہیں؟ اس کا جواب وہی دیا جا رہا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، یعنی فرانس کی سیاسی حکمت عملی کا اضطراب۔ خیال کیا جاتا ہے اب فرانس، شام کو مراکش کے ماتحت کردینا چاہتا ہے۔ اس کی صورت یہ تجویز ہوئی ہے کہ "[illegible]" مراکش کے بھائی یا لڑکے کو شام کا "بادشاہ" بنا دیا جائے گا۔ اور حکومت کی باگیں مراکش کے فرانسیسی حکام کے ہاتھوں میں رہیں گی!

اگر یہ افواہ صحیح ہے تو بدنصیب شام کی طرح فرانس کے تدبر پر بھی ماتم کرنا چاہیے۔ شام، مراکش سے کہیں زیادہ متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہے۔ بھلا شامی یہ تجویز ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کرسکتے ہیں کہ مراکش کے ماتحت ہوجائیں؟ جب سے یہ افواہ مشہور ہوئی ہے ہر طرف عام ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ شام کے باشندے بڑے مہمان نواز ہیں، مگر اس افواہ نے اُنھیں سید قدور سے سخت متنفر کردیا ہے۔ چند دن کی بات ہے کہ دمشق کی بلدیہ (میونسپلٹی) کے رئیس نے مراکشی مہمان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا تھا اور معززین شہر کو خطوط کے ذریعہ دعوتیں بھیجی تھیں۔ مگر چونکہ اُسوقت تک یہ افواہ پھیل چکی تھی، اس لئے چھ سات آدمیوں سے زیادہ دعوت میں مجمع نہ ہوسکا اور اس مہمان "عزیز" نے معلوم کرلیا کہ شام اب اُنھیں اُنکے مقصد سفر سے الگ کرکے نہیں دیکھ سکتا!

جہاد آزادی

"دروز" ابتک جہاد آزادی سے تھکے نہیں ہیں۔ بلاشبہ اُنھیں سخت نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ مٹھی بھر قوم اور فرانس جیسی سلطنت سے جنگ! تاریخ کی بڑی سے بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ مگر یہ بہادر قوم کسی طرح بھی ہتیار رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی!

دروزیوں کی موجودہ قوت کیا ہے؟ اُن کا پروگرام کیا ہے یہ بات بھی ویسی ہی مبہم ہے جیسی خود فرانس کی حکمت عملی ہے۔ ہائی کمشنر نے پیرس میں تقریر کرتے ہوئے شام کی حالت یہ بتائی

اولاد میدانِ عمل میں ہمیشہ سرگرمی دکھاتی رہی۔ پنجاب میں آباد ہونے والے عام یونانیوں کے برعکس اس کی جدوجہد برابر جاری رہتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہی باختری یونانیوں نے ۱۹۰ قبل مسیح میں دوبارہ ٹکسلا اور دیگر قریبی علاقوں پر اپنا قبضہ جمالیا۔

تورانیوں کا دور

یونانیوں نے ٹکسلا پر کچھ اوپر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد سیستان کے رہنے والے تورانیوں نے جو ہندوستان میں "سَرَسا" کہلائے تھے، دریائے اٹک کو عبور کرلیا اور پنجاب پر حملہ کردیا۔ قریب ایک صدی قبل مسیح میں ٹکسلا پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اُن کے بعد اہلِ پارتھیا پہنچے اور اُن کا دَور دورہ رہا۔

اہلِ کشاں کا حملہ

۵۰ء یا ۶۰ء میں اہلِ کشاں نے جو اول اول چین کے شمال مغرب سے آئے تھے، اہلِ پارتھیا کو مغلوب کرکے وادیٔ کابل اور ٹکسلا پر قبضہ کرلیا۔ دوسری صدی عیسوی میں اہلِ کشاں کا ایک عظیم الشان بادشاہ کنشک تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت وسط ایشیا سے حدودِ بنگال تک پھیلی ہوئی تھی۔ پشاور (پرش پور) اس کا سرمائی دارالخلافہ تھا۔ پانچویں صدی عیسوی تک اہلِ کشاں کا عروج رہا۔ پھر ان کا زوال شروع ہوگیا۔ ٹکسلا کی کھدائی میں بہت سے ساسانی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ان سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اہلِ کشاں کے زوال کا ابتدائی باعث کوئی ساسانی حملہ ہوا تھا۔

ٹکسلا کی تباہی

لیکن اس خاندان کی آخری اور مکمل تباہی اس وحشی قوم کے ہاتھوں ہوئی جس کو افتالی کہتے ہیں۔ یہ لوگ ۴۵۵ء میں ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ کشاں کی سلطنت بیخ کنی کرلی۔ اور خاندان گپتا کی عظیم الشان سلطنت کو بھی تباہ و برباد کردیا۔ ایک چینی سیاح فاہیان نامی نے ۴۰۴ء میں ٹکسلا آکر بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی تھی۔ اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمال مغربی ہندوستان میں بدھ مذہب کی زیارت گاہیں بہت آباد اور مشہور تھیں۔ لیکن ان افتالی وحشیوں نے یہ تمام علاقہ بڑی بے دردی سے ویران کردیا۔ ٹکسلا اور دوسرے مقامات کی خانقاہیں اور مندر انہی لوگوں کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ اس افتالی فتنہ کے بعد ٹکسلا کو پھر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں ٹکسلا سلطنتِ کشمیر کا ایک صوبہ بن چکا تھا۔ اور مقامی حکام کی خانہ جنگیاں اس کے باقی ماندہ مندروں اور خانقاہوں کی تباہی کا باعث ہو رہی تھیں۔

موجودہ آثار

اب ہم ان خانقاہوں مندروں اور دوسری چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو ٹکسلا کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہیں۔

دھرماراجیکا ستوپہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے قابلِ ذکر "دھرماراجیکا ستوپہ" ہے (ابتدا میں لفظ "ستوپہ" صرف ان ٹیلوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو مُردے دفن کرنے کی غرض سے بنائے جاتے تھے۔ لیکن بعد کو اس کا اطلاق ان ٹیلوں کے لئے مخصوص ہوگیا جو بدھ یا بدھ کے حواریوں کے برکات محفوظ کرنے یا کسی متبرک مقام کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنائے جانے لگے) یہ ستوپہ، چیرٹوپ کے نام سے بھی مشہور ہے بڑا ستوپہ تمرانالہ کی سطح سے بہت اوپر ایک اونچے میدان میں واقع ہے۔ اس کے نزدیک دوسرے چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر اور پجاریوں کے رہنے کے مکان بھی ہیں۔ بڑا ستوپہ گول ہے۔ اس کے گرد ایک بلند چبوترہ ہے جسمیں چاروں طرف زینے لگے ہیں۔ یہ چبوترہ ستوپے کے گرد طواف کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ چھوٹے ستوپوں میں سے ایک ستوپے کا تبرک خانہ پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس خانے کے اندر سے ایک ڈبیا ملی ہے جو چار انچ اونچی ہے۔ اس ڈبیا کے اندر ایک اور چھوٹی سی ڈبیا ہے اور اسمیں کچھ جلی ہوئی ہڈی، کچھ راکھ، اور سونے، موتی، اور ہڈی کے چند دانے پائے گئے ہیں۔ اسی خانہ میں پتھر کا ایک چھوٹا سا ستوپہ بھی دستیاب ہوا ہے جس کے نیچے کی طرف لعل، بلور، سنگ سلیمانی، یاقوت، نیلم، عقیق، فیروزہ صدف، پکھراج، اور ہڈی کے سُفتہ دانے اور نگینے بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کے تبرک خانہ سے کئی پُرانے سکے سیفٹی پن کی طرح سونے کا ایک زیور نیلم، بلور، اور یاقوت کے دانے، اور مونگے کے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں سرکار ہند نے لنکا کے پیروانِ بدھ کو تحفہ کے طور پر دیدی ہیں اور اب لنکا کے ایک مندر میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مندروں میں چونے اور مٹی کی کئی مورتیاں بھی ملی ہیں ایک اور چھوٹے ستوپے کے اندر سے چاندی کی ڈبیا ملی ہے۔ جس کے اندر ایک اور چھوٹی سنہری ڈبیا تھی اس میں ہڈیوں کے چند باریک ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں۔ ان ہڈیوں اور جسم انسانی کی سوختہ راکھ کی نسبت علمائے آثار نے مختلف قیاسات لگائے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خود بدھ اعظم کے نعش کی راکھ ہے، لیکن اسوقت تک بدھ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے اس قیاس کی پوری طرح تصدیق نہیں ہوتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بدھ اعظم کی نہیں لیکن دوسرے اکابر مذہب کی نعش کا بقیہ ہے۔ غالبًا یہ دوسرا قیاس ہی قرینِ صواب ہے۔

ایک مندر میں بدھ کے ایک مجسمہ کا ٹکڑا ملا ہے اسمیں صرف پاؤں اور لباس کا نچلا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ پاؤں ایڑی سے انگوٹھے تک ۵ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجسمہ قریبًا ۳۵ فٹ بلند ہوگا! ایک اور چھوٹے ستوپے سے سلطنت کشاں کے ۵ طلائی سکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔

ان ستوپوں اور مندروں کے ساتھ بعض دوسری عمارات بھی ہیں۔ ایک گلی میں بدھ کی دو بڑی بڑی مورتیں پائی گئی ہیں جن کے سر ضائع ہوچکے ہیں لیکن مورت کی وضع سے حالت استغراق ظاہر ہوتی ہے۔ ان ستوپوں سے ذرا آگے ایک کھلے میدان میں ایک تالاب برآمد ہوا ہے۔ جس کے پہلوؤں میں چار چھوٹے چھوٹے ستوپے اور ہیں۔ یہ تالاب تورانی یا پارتھیائی عہد کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ستوپہ کے اندر سے برتن میں رکھی ہوئی کچھ راکھ اور عہد کنشک کے چند سکے بھی ملے ہیں۔

ان کے علاوہ اور کئی طرح کے تبرکات اور بدھ کی مختلف حالتوں کی مورتیاں اور قدیم سکے بھی ملے ہیں جن سے ٹکسلا کی تاریخ پر نہایت قیمتی روشنی پڑتی ہے۔

کنال ستوپہ

دوسرا ستوپہ جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے وہ ستوپہ کنال کے نام سے موسوم ہے۔ ہوان چوانگ (چین کا مشہور سیاح) جب ٹکسلا آیا تھا تو وہ اسی شہر میں مقیم ہوا تھا۔ اسے آجکل سرسکھ کہتے ہیں۔ شہر کے مضافات میں جن چار بدھ یادگاروں کا اس سیاح نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک راجہ ایلاپترا کا تالاب تھا۔ یہ متبرک تالاب حسن ابدال میں واقع تھا جسے سکھ آجکل پنجہ صاحب کہتے ہیں اور جس کے متعلق اُن کی کئی عجیب غریب روایات مشہور ہیں۔ دوسرا ایک ستوپہ ہے جس سے بدھ کی ایک پیشین گوئی کے مطابق خزانہ برآمد ہونا چاہئے تھا۔ تیسرا ہدیۂ سَر والا ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے تعمیر کرایا تھا۔ چوتھا وہ ستوپہ ہے جسے راجہ اشوک نے اس مقام پر بنوایا تھا جہاں ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹے کنال کی آنکھیں اُس کی سوتیلی ماں نے نکلوادی تھیں۔

ستوپہ کنال شہر سرکپ کے مشرقی جانب واقع ہے۔ اس کی کرسی شمالاً جنوبًا ۱۰۵ فٹ لمبی، اور شرقاً غربًا ۶۴ فٹ چوڑی ہے یہ ستوپہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا ستوپہ اس ستوپے کے اندر سے بھی برآمد ہوا ہے۔

ستوپہ کنال کے نزدیک ایک خانقاہ بھی ہے۔ اس کی دیواریں جو ۱۳-۱۴ فٹ بلند تھیں اب بھی کہیں کہیں باقی ہیں۔ یہ خانقاہ قریبًا دو سو فٹ لمبی اور ڈیڑھ سو فٹ چوڑی ہے۔ چاروں طرف برآمدے اور حجرے بنے ہوئے ہیں۔

شہر سرکپ

شہر سرکپ کے کھنڈروں سے تمام شہر کا پورا پورا نقشہ ظاہر ہوتا ہے۔ مکانات، بازار، دکانیں، گلیاں، چوک، شاہی محل، چھوٹے چھوٹے ستوپے، مندر، یونیورسٹی کی عمارات، تمام کی تمام نمودار ہوچکی ہیں

برآمد شدہ اشیاء

اس شہر کی کھدائی سے ایک کثیر تعداد مختلف اشیاء کی برآمد ہوئی ہے۔ جن کا صرف اجمالی ذکر کیا جاسکتا ہے:

مٹی کے مختلف برتن۔ پانی پینے کے پیالے۔ بڑے بڑے گھڑے۔ پختہ مٹی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ کھلونے۔ سادہ اور نقش دار طشتریاں۔ آہنی برتن، پھاوڑے۔ کرسیاں۔ تپائیاں۔ گھوڑوں کی لگامیں۔ کنجیاں۔ تلواریں۔ تیر۔ کانسی اور تانبے کے برتن عطر دان۔ کئی ہزار سکے۔ سونے چاندی کے زیور... مثلاً طلائی کنگنوں کی جوڑیاں۔ طلائی بالیوں کا ایک جوڑا۔ طلائی جھمکے طلائی جھومر۔ سونے کی انگشتریاں۔ طلائی زنجیریں۔ طلائی ہار۔ طلائی تعویذ طلائی آویزے جن میں یاقوت کے نگینے لگے ہوئے ہیں۔ طلائی سکے۔ طلائی تمغے۔ عقیق۔ یاقوت اور شیشے کے نگینے۔ مختلف سکے اور سکے ڈھالنے کے سانچے وغیرہ وغیرہ۔

بہت سی چیزیں جو اُسوقت کی تہذیب، تعلیم، تاریخ، اور تمدن پر روشنی ڈالتی ہیں۔ دستیاب ہوچکی ہیں۔

جنڈیال کے ٹیلے

شہر سرکپ کے شمال کی جانب کچا کوٹ سے گزر کر جنڈیال کے دو اونچے اونچے ٹیلے ہیں ان میں سے ایک ٹیلے کی کھدائی سے ایک مندر کے کھنڈر... برآمد ہوئے ہیں۔ یہ مندر ایک مصنوعی ٹیلے پر جو سطح زمین سے ۲۵ فٹ بلند ہے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مندر کا طول ۱۵۸ فٹ ہے۔ اب تک یقین سے معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ مندر کس مذہب کا ہے؟ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تورانی یا پارتھیائی عہد میں جب ٹکسلا میں زرتشتیوں کا زور تھا، تعمیر ہوا تھا۔

دوسرا ٹیلہ پہلے ٹیلے سے ذرا پچھم کی طرف ہے۔ اس ٹیلے پر بھی ایک بہت بڑی عمارت کے کھنڈر... موجود ہیں انہی ٹیلوں کے قریب دو اور چھوٹے ٹیلے بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کے اندر سے ایک ستوپہ برآمد ہوا ہے اور دوسرے سے ایک ستوپہ کے آثار۔

شہر سرسکھ

سرکپ والے مندر سے قریب ڈیڑھ میل خانپور کی طرف شہر سرسکھ کے کھنڈرات ہیں۔ یہ شہر ٹکسلا کا سب سے آخری اور جدید شہر ہے۔ غالبًا راجہ کنشک نے آباد کیا تھا۔ شہر کی فصیل ساڑھے اٹھارہ فٹ موٹی ہے۔ اور فصیل کے باہر بُرج ہیں۔ سرسکھ کا عام نقشہ قریب قریب مستطیل ہے۔ یہاں سے چند تانبے کے سکے

آثار عتیقہ

ٹیکسلا

ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے!

دنیا کے ایک عظیم تمدن کی سرگزشت اطلال و آثار کی زبانی!

پیروان بدھ کے شہر، دار العلوم، خانقاہیں

(از جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل ایبٹ آباد)

راولپنڈی کے قریب ایک نئی [illegible] ہو رہے ہیں، اور جن کا ذکر ٹیکسلا یونیورسٹی کے نام سے تمام دنیا کے اخبارات میں ہو چکا ہے، موجودہ عہد میں علم الآثار کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ [illegible] اثری یہ ہے کہ یہ ایک پرانی آبادی کا مکمل نقشہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ پورا شہر، شہر کی تقسیم، اس کے محلے، اس کی سڑکیں، اس کی عمارتیں [illegible] سب اس طرح سامنے آجاتے ہیں گویا حوادث و ایام کے تلف پرانے کھنڈروں اور [illegible] دیواروں کی سیاہی سے صفحۂ ارض پر ایک پورا نقشہ کھینچ دیا ہے:

تلک آثارنا تدل علینا — فانظروا بعدنا الی الآثار

کسی پرانے تمدن کا اتنا مرتب، مکمل [illegible] بہت کم میسر آیا ہے۔

اس انکشاف کے چیدہ چیدہ حالات اگرچہ شائع ہو چکے ہیں لیکن اس وقت تک پوری شرح و تفصیل کے ساتھ کوئی نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ امید ہے میر ولی اللہ صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ ہم کسی آئندہ اشاعت میں ٹیکسلا کے ضروری نقوش و تصاویر بھی شائع کریں گے۔

جغرافیائی حل

راولپنڈی کے شمال مغرب میں بیس میل کے فاصلہ پر ٹیکسلا ریلوے سٹیشن کے شمال مشرق، ایک قطعۂ زمین ہے جہاں آج سے چند سال پہلے سرسبز و رنگین زمین، اونچے اونچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں تھیں، اور اب کچھ عرصہ سے زمین سے نکلے ہوئے مکانوں، خانقاہوں، مندروں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آج سے ڈیڑھ دو ہزار برس پہلے اسی قطعہ میں عظیم الشان شہر آباد تھے۔ ایسے شہر جن کی دولت و شوکت اور علمی کارناموں کو یونان اور ایران کی شاندار سلطنتیں بھی حیرت و رشک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھیں!

یہ علاقہ ایک شاداب وادی میں واقع ہے جو دریائے ہرو اور اس کے دو معاونوں لنڈی اور تمراہ سے سیراب ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی حفاظت کے لئے قدرت نے ایک طرف مارگلہ اور دوسری طرف مری اور ہزارہ کے پہاڑوں سے ایک قطعہ بنا دیا ہے۔ یہی دریا اور پہاڑ زمانۂ قدیم میں ٹیکسلا کی آبادی اور رونق کا باعث تھے۔ چونکہ یہ علاقہ ہندوستان اور وسط ایشیا کی شاہراہ پر واقع ہے۔ اس لئے ہندوستان کی پرانی تاریخ میں اس علاقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان پر جتنی بیرونی قومیں حملہ آور ہوئیں، سب کی سب اسی راستہ سے داخل ہوئی تھیں۔ اور اسی وجہ سے اس علاقہ پر یکے بعد دیگرے کئی قومیں تھوڑے تھوڑے عرصہ تک حکمراں بھی رہی ہیں۔

انکشاف

چین کا مشہور سیاح ہیون چوانگ ساتویں صدی عیسوی میں یاترا کی غرض سے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے سفرنامہ کی ان یادداشتوں نے جو ٹیکسلا کے متعلق تھیں، غالباً سب سے پہلے آثار قدیمہ کے ماہرین کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ ایک مدت سے گرد و نواح کے زمینداروں کو اس علاقہ میں پرانے سکے اور دیگر آثار ملتے رہتے تھے اور علم الآثار کے بعض انگریز شائقین بھی یہاں سے کچھ نہ کچھ ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ لیکن آثار کے ان بیش بہا دفینوں کی باقاعدہ اور منظم کھدائی چند سال ہوئے سر جان مارشل سی، آئی، ای، ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ ہند نے شروع کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے تین شہروں کے قریب قریب مکمل کھنڈر اور مختلف قوموں کے بے شمار سکے، زیور، برتن، اور بتوں کا ایک عدیم المثال عجائب خانہ موجود ہے!

ریلوے سٹیشن ٹیکسلا کا نام پہلے "سرائے کالا" تھا۔ اب چند سال سے اسے ٹیکسلا کہتے ہیں۔ سٹیشن کے قریب جو گاؤں آباد ہے۔ اس کا نام سرائے کالا یا "ڈھیری شاہان" ہے۔ ممکن ہے یہ نام شاہان قدیم کے بسائے ہوئے شہروں کے ان کھنڈروں کی وجہ سے پڑ گیا ہو جو اس علاقہ میں بکثرت موجود ہیں۔

تین شہر

اب تک تین چار میل کے فاصلہ کے اندر تین پرانے شہروں کے کھنڈر [illegible] مل چکے ہیں۔ ان میں سب سے پرانے شہر کا نام "بھڑ" ہے۔ اس شہر کے کھنڈر سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن اور تمراناله کے درمیان واقع ہیں۔ اس شہر کی لمبائی شمالاً جنوباً ۱۲۱۰ گز اور چوڑائی شرقاً غرباً ۳۰۰ گز ہے۔ یہ شہر یونانیوں کے آنے سے کئی سو سال پہلے آباد ہوا تھا۔

دوسرا شہر "سرکپ" ہے اس کی فصیل اب تک موجود ہے جس کا محیط ۶ ہزار گز اور موٹائی ۱۵ بیس فٹ ہے فصیل کے بیرونی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر حفاظت کے لئے برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر غالباً دوسری صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

ٹیکسلا کا تیسرا شہر "سرسکھ" ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شہر شاہان کشان (غالباً راجہ کنشک) کا آباد کیا ہوا ہے۔ فصیل کا دور قریباً تین میل ہے اور دیوار ۱۸ فٹ موٹی ہے۔ فصیل کے باہر ۹۰-۹۰ فٹ کے فاصلہ پر برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ "سرسکھ" کی فصیل کے اندر آجکل تین چھوٹے چھوٹے گاؤں میرپور، ٹوپکیاں اور پنڈ گاکڑا آباد ہیں۔

ان شہروں کے علاوہ بدھ مذہب والوں کے بنائے ہوئے ستوپوں، خانقاہوں، اور دیگر قدیم عمارات کے آثار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

تاریخی حالات

اس شہر کا اصلی نام "ٹکسیلا" یا "تکھ شلا" تھا۔ یونانی مورخین نے اسے "ٹکسلا" لکھا ہے۔ شہر کی قدامت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مہابھارت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں یہ علاقہ سلطنت ایران کا ایک حصہ تھا۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے ہوتی ہے جو [illegible] میں [illegible] اور خود ٹیکسلا میں بھی ملے ہیں۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکسلا میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی جو علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھی۔

سکندر اعظم کا حملہ

چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا۔ ٹیکسلا کی سلطنت اس وقت دریائے اٹک سے دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی یہ بغیر کسی لڑائی کے سکندر اعظم کے حوالے کر دی گئی۔ جب سکندر نے راجہ پورس پر حملہ کیا۔ تو راجہ آمبھی والی ٹیکسلا نے فوج سے سکندر کی امداد کی۔ اس کے صلہ میں سکندر نے راجہ کو نہ صرف سلطنت ٹیکسلا ہی پر بحال رہنے دیا۔ بلکہ اپنے مفتوحہ علاقے کا ایک حصہ بھی دے دیا۔ ۳۲۳ قبل مسیح میں سکندر اعظم کی وفات کے بعد راجہ چندر گپت نے یونانی فوجوں کو دریائے اٹک کے پار ہٹا دیا اور پنجاب اور ٹیکسلا کی تمام ریاستیں اس کے تصرف میں آگئیں۔ چندر گپت کی حکومت کی سخت گیری سے تنگ آکر ٹیکسلا نے خود مختاری کے لئے جد و جہد کی اور بالآخر موریا حکومت کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد راجہ کا ولی عہد شہزادہ آشوک آپہونچا۔ اور اس علاقہ کو دوبارہ فتح کر کے ٹیکسلا میں بہ حیثیت نائب السلطنت کے متمکن ہو گیا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں راجہ آشوک کی وفات پر سلطنت موریا کا شیرازہ پھر پریشان ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ٹیکسلا بھی سلطنت کے دوسرے صوبوں کی طرح خود مختار ہو گیا، اور اس کی آزادانہ حکمرانیوں کا تیسرا دور شروع ہوا۔

دوسرا یونانی دور

یونانی حملہ آوروں کی ایک جماعت جو سکندر اعظم کے ساتھ آئی تھی، باختر میں آباد ہو گئی تھی۔ یہ نوآباد جماعت اور اس کی

بریدِ فرنگ

مکتوبِ فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

شیخ سنوسی - اور امریکہ کی کامیاب ہوائی مہم

شیخ سنوسی

اس ہفتہ اخبار "طان" نے اپنے ایک نامہ نگار کا نہایت دلچسپ مضمون شایع کیا ہے - یہ نامہ نگار ملک عسیر (یمن) گیا تھا اور مشہور مجاہد طرابلس السید احمد الشریف یعنی شیخ سنوسی سے ملاقات حاصل کی تھی - یہ مضمون دراصل اسی ملاقات کے متعلق ہے ذیل میں اس کے اہم حصے ملاحظہ ہوں:

شیخ سنوسی کی شخصیت

شیخ سنوسی بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو کچھ مدت پہلے صاحب اختیار و قوت تھے - اُن کا نام دول یورپ کے دلوں پر رعب طاری کردیتا تھا - اُن کی شخصیت تمام دنیا میں خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن جس طرح جنگ عظیم نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج اُن کے سروں سے اُتار پھینکے اُسی طرح صحرا کے اس درویش بادشاہ کو بھی اُس کی حکومت سے محروم کردیا - آج یہ اولوالعزم انسان جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے - لیکن اسپر بھی اُس کی شخصیت اب بھی اُتنی ہی وزنی ہے جتنی کبھی تھی، بلکہ وہ معزول فرمانروا اول میں اسوقت سب سے زیادہ با اثر، معزز، اور طاقتور ہے - یہ اس لئے کہ اُس کی بادشاہی صرف گوشت پوست کے پتلوں پر قائم نہ تھی کہ اُن کے ٹوٹتے ہی وہ بے قدر و قیمت ہوجاتا - اُسکی حکومت جسموں کے ساتھ ساتھ دلوں اور روحوں پر بھی قائم تھی - وہ اب بھی قائم ہے اور کوئی انسانی قوت اُسے زائل نہیں کرسکتی -

شیخ سنوسی آجکل عسیر میں موجود ہیں - عسیر سے اُنکے دیرینہ خاندانی تعلقات ہیں - شیخ سنوسی کے دادا سید محمد سنوسی، سید احمد ادریسی کے شاگرد اور مرید تھے اور انہی کے حکم سے طرابلس گئے تھے - اس رشتہ کی وجہ سے شیخ سنوسی کا عسیر میں بہت اثر ہے - بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اسوقت عسیر کی حکومت شیخ سنوسی ہی کے ہاتھ میں ہے - عسیر میں آکر اُنھوں نے دو کام بہت اہم کئے - ایک یہ کہ امیر علی ادریسی کو معزول کردیا جو ایک ناسمجھ نوجوان تھا اور اُس کی جگہ اُس کے چچا امیر حسن ادریسی کو حاکم بنادیا جو مدبّر اور دانشمند آدمی ہے - دوسرا کام یہ کیا کہ نجد و عسیر میں معاہدہ کراکے عسیر کو یورپین اقتدار سے بچالیا -

عسیر کے قلعہ میں

شیخ سنوسی سے مجھے قلعہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا - رات کا وقت تھا - دو غلام ہمارے سامنے روشن مومی بتیاں لئے جارہے تھے اور پیچھے دس بارہ سپاہی ننگی تلواریں لئے ساتھ تھے - پھاٹک پر ہم ایک لمحہ رُکنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ایک سنتری کو بچھو نے کاٹ لیا تھا -

ہم صحن میں پہنچے - جا بجا نوکر چاکر لیٹے تھے - ہمیں دیکھ کر کھڑے ہوگئے - پھر ایک تنگ دروازے میں گھسے اور ایک دوسرے صحن میں پہنچے - یہ بالکل خالی تھا - ہم برابر ایک صحن سے دوسرے صحن میں پہنچتے رہے - یہاں تک کہ ایک مکعب شکل کی مختصر عمارت کے سامنے پہونچے - یہی شیخ سنوسی سے ملاقات کی جگہ ہے -

شیخ سنوسی کا حلیہ

میں اندر داخل ہوا تو جلیل القدر شیخ کو اپنے انتظار میں پایا - موصوف کا قد درمیانہ، جسم لاغر، صورت مراکشی، رنگ گورا ناک بڑی اور خمیدہ، داڑھی ہلکی اور چھوٹی، مونچھیں لمبی اور پتلی - لباس مراکشی - اس حال میں وہ مجھ سے ملے - ملاقات کے وقت اُن کے اعصاب میں سخت ہیجان تھا اور نہایت غضبناک معلوم ہوتے تھے - میں قالین پر بیٹھ گیا - شیخ میرے سامنے تھے - وزیر نے میرا تعارف ان لفظوں میں کرایا " یہ بڑے شریف آدمی ہیں ان کی بات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے"

شیخ سنوسی کا جوش

شیخ نے بڑے ہی جوش سے تقریر شروع کردی - اٹلی کا نام جب جب زبان پر آتا تھا تو دانت پیستے تھے "ہم سنوسی آزادی کیساتھ زندہ رہیں گے اور آزادی ہی مریں گے" شیخ نے قہر آلود آواز میں کہا "ہم موت کے آخری لمحہ تک یورپین ملک گیری سے لڑینگے بہت ممکن ہے آج ہم فتح حاصل نہ کرسکیں - لیکن میدان سیاست میں ہمیشہ اچھے موقعے آتے رہتے ہیں - عنقریب ہمارا موقعہ بھی آجائے گا"

آزادی کی قیمت

"بعض ایسی سلطنتیں بھی موجود ہیں جو ہم سے کہتی ہیں " اپنی تلوار نیام میں رکھ لو، ہم تمھیں اتنی اتنی دولت دیتے ہیں!" یہ وہ سلطنتیں ہیں جو علم و حکمت کی دعویدار ہیں - مگر وہ عربی علم النفس سے قطعًا جاہل ہیں - اگر وہ پہاڑ اُحد کے برابر بھی ہمیں سونا تول دیں، اور افریقہ کی پوری ریگ کو الماس و زمرد بنادیں، جب بھی ہمارا یہی جواب ہوگا "نہیں!" آزادی، چاندی سونے اور ہیرے اور موتی سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے - وہ کسی قیمت پر بھی فروخت نہیں کی جاسکتی"

سنوسی طریقہ

یورپ میں شاید یہی سمجھا جاتا ہے کہ سنوسیت محض ایک بدوی درویشوں کا طریقہ ہے - یہ سمجھنے والوں کی غلطی ہے - ہماری ہر خانقاہ بیک وقت، مسجد، مسافر خانہ، مدرسہ اور فوجی بارک ہے - ہر خانقاہ کا شیخ بیک وقت نماز کا امام، مدرسہ کا معلم، مجلس کا واعظ اور فوج کا سپہ سالار ہے - تمام صحراء افریقہ ہماری خانقاہوں سے لبریز ہے - تمام خانقاہیں صرف ایک مرکز کے تابع ہیں اور اس مرکز کا امام خود میں ہوں!

"ہماری تحریک صرف طرابلس ہی میں عام نہیں ہے بلکہ سوڈان مصر، حجاز اور یمن تک میں پھیلی ہوئی ہے - بلاشبہ اِن ملکوں میں اُسنے سیاسی قوت اپنے ہاتھ میں نہیں لی ہے لیکن جب ہم چاہیں ہزاروں مجاہد اِن علاقوں سے حاصل کرسکتے ہیں"

اٹلی نے کیا حاصل کیا؟

"میری عدم موجودگی میں بھی طرابلس اور بنی غازی میں سنوسی اٹلی سے نبرد آزمائی کر رہے ہیں اور ہمیشہ یوں ہی کرتے رہیں گے - وہاں میرے چچا کا لڑکا میرا قائم مقام ہے اور ہرگز ذلت قبول نہیں کرسکتا - اتنی طویل اور خونریز جنگوں کے بعد بھی اٹلی سمندر سے کچھ زیادہ دُور تک نہ جاسکا - اندرون ملک پر اٹلی کا قبضہ محال ہے"

صحرائی جنت

"مصریوں کے ہاتھ سے "جغبوب" چھین کر اٹلی والے خوش ہو رہے ہیں کہ اب ہم سنوسیوں کو مار لیں گے!" لیکن یہ بھی ان کی سخت غلطی ہے - جغبوب ہمارا ایک مقدس شہر ہے، صرف اسوجہ سے نہیں کہ وہاں محمد سنوسی (رح) کی قبر ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ہمارا عقلی مرکز ہے - وہیں ہماری سب سے بڑی علمی جامعہ (یونیورسٹی) ہے ہم نے اس صحرائی خطہ کو جنت بنا دیا ہے - اس میں نہریں جاری کی ہیں اور پورا شہر آباد کردیا ہے - جغبوب پر قبضہ اٹلی کی ایک بہت بڑی سیاسی غلطی ہے - عنقریب اُسے اپنی اس حماقت کی سزا مل جائے گی - ہم اپنے اس متبرک شہر کو ہرگز اٹلی کے علم کے نیچے نہیں دیکھ سکتے - ہم اپنے خون سے اسے دوبارہ خریدیں گے!"

طلیانی جنسیت

"ہم سے اٹلی کہتا ہے "ہماری جنسیت قبول کرلو" ہرگز نہیں! یہ ہمارا جواب ہے اور قیامت تک یہی جواب رہے گا - میں اپنی اور اپنے چچیرے بھائی اور تمام سنوسیوں کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اپنی گردنیں کٹوا دینا ہمارے لئے اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ طلیانی (اٹالین) جنسیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں میں صحرا کا باشندہ تھا - اب حکومت حجاز کی رعیت ہوں - اگر حالات مجھے اس جنسیت کی محافظت نہ کرنے دیں تو میں مصری ہونا پسند کروں گا - میں مصریوں سے محبت کرتا ہوں - میں مصریوں کا شکر گزار ہوں - میں زندگی بھر اُن کا احسان مند رہوں گا - کیونکہ اُنھوں نے اپنے طرابلسی بھائیوں کی بڑی مدد کی تھی اور جغبوب کی بڑی شجاعت سے مدافعت کی تھی - وہ جغبوب جو سلطان عبدالمجید نے ہمیں مصری وقف سے بخش دیا تھا"

اسلامی روح

شیخ سنوسی بڑے غصہ، جوش، اور تلخی سے تقریر کر رہے تھے - اچانک وہ چپ ہوگئے - شاید سستانے لگے - پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا:

"جب تم یورپ پہنچنا تو اٹلی والوں سے کہدینا کہ اُنھوں نے اب تک اسلامی روح نہیں سمجھی ہے - اگر سمجھی ہوتی تو ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ جغبوب پر قبضہ کرکے وہ ہمیں زیر کرلیں گے - بہت سی سلطنتیں جو آج بڑی ہیں کل چھوٹی ہوجائیں گی - جرمنی اور روس کو دیکھو

ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک آئینے کا دستہ، اور شاہنشاہ اکبر کے زمانے کے کچھ پیسے برآمد ہوئے ہیں۔

لال چک کے آثار

سرسکھ کے شمال مشرق میں ڈیرہ سو گز کے فاصلہ پر چار چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جنھیں آجکل لال چک کہتے ہیں۔ ان ٹیلوں کے نیچے سے بدھ مذہب والوں کی ایک آبادی کے آثار نکلے ہیں۔ ان میں ستوپے، مندر، اور خانقاہیں ہیں۔ یہ غالباً چوتھی صدی عیسوی کی تعمیرات ہیں۔ ان کھنڈروں سے عہد اقتائی کے کئی نقرئی سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی سے پہلے جلکر پیوند زمین ہوگئیں۔ ایک ستوپے کی اندرونی بھرتی سے مختلف زمانوں اور مختلف بادشاہوں کے ایک سو چالیس سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک اور چھوٹے ستوپے کی بنیادی چنائی میں سے سونے، یاقوت، لعل، لیشب، اور سیپ کے تیس منکے ملے ہیں لیکن یادگاری ہڈی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا ہے۔

بادل پور کا ستوپہ

بادل پور کا ستوپہ جو موضع بھیرہ کے قریب واقع ہے، دستبرد زمانہ کا زیادہ شکار ہوا۔ کرسی کے سوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں۔ اس ستوپے کے مشرق کی طرف ایک وسیع خانقاہ کے بھی کھنڈروں ہیں جو سکے یہاں سے برآمد ہوئے ہیں، وہ تمام کنشک ہوشک، اور واسو دیو (یعنی شاہان کشان) کے عہد کے ہیں۔ یہ غالباً تیسری صدی عیسوی کی تعمیر ہے۔

مصوّر دیواریں

بدھ عمارات کے وہ سلسلے جو موہڑہ مرادو اور جولیاں کے نزدیک واقع ہیں، نہایت محفوظ حالت میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہاں بعض ستوپے ایسے ہیں جن کی تمام سطح پر تصویریں ہی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ان ستوپوں کے ساتھ خانقاہیں بھی ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے بعض پرانے کنوؤں کے کھنڈر ... بھی نظر آتے تھے۔ جواب بھر سچکے ہیں اور ان پر کاشت ہوتی ہے۔ خانقاہوں میں چاروں طرف حجرے تھے۔ ایک گوشہ میں غسل خانہ، مجلس خانہ، باورچی خانہ، نعمت خانہ، اور انبار خانہ تھا۔ ان مقامات پر بدھ کی حالتِ استغراق کی کئی مورتیاں ہیں۔

ٹکسلا کی آتشزدگی

جس آگ سے یہ عمارات تباہ ہوئیں وہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان حجروں میں سے ایک یاقوت کی جلی ہوئی مُہر برآمد ہوئی ہے جس پر عہد گپتا کے براہمی خط میں یہ الفاظ کندہ ہیں "سری کلیشورا داسی"۔ اسی عہد کی ایک اور تحریر بھوج پتر پر لکھی ہوئی بھی ملی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آتش زدگی کا حادثہ عہد گپتا سے پیشتر کا نہیں ہوسکتا، اور اس کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ یہاں سے ساسانی کشانی نمونے کے چند کھوٹے سکے، آہنی میخیں، قبضے، تانبے کے زیور، اور مٹی کی مورتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔

ایک زیر تنقیب حصہ

بھلر ستوپہ کے قریب بدھ مذہب کی یادگاروں کا ایک اور سلسلہ بھی زیر تنقیب (کھدائی) ہے۔ یہ سلسلہ سرائے کالا حویلیان ریلوے لائن کے قریب، سرائے کالا سے ۵ میل اور دریائے ہرو سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہوان چوانگ کا بیان ہے کہ بھلر ستوپہ شاہنشاہ اشوک نے اُس مقام پر بنایا تھا جہاں مہاتما بدھ نے اپنے سابق جنم میں اپنا سر قربان کیا تھا۔ اسوقت اُس ستوپے کا کوئی نشان باقی نہیں کیونکہ جو ستوپہ موجود ہے وہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کا نہیں ہوسکتا۔ ستوپے کے سامنے ایک وسیع صحن ہے اور چاروں طرف کمروں اور ایک خانقاہ کے آثار ہیں۔

شہر "بھڑ"

شہر بھڑ جو ٹکسلا کا سب سے قدیمی شہر ہے، موضع بھڑ درگاہی کے پاس ہے۔ یہاں سے مٹی کے برتن، مٹی کی مورتیں، چاندی کے کھوٹے سکے، طلائی زیورات (چوڑی اور آویزہ وغیرہ) موتی، نیلم، یاقوت، مونگے، اور دیگر قیمتی پتھروں کے منکے، ایک تنگ و تاریک کنواں، اور اس کنویں سے خالی مٹکے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے، برآمد ہوئے ہیں۔ بعض اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیور .. تیسری صدی قبل مسیح میں یہاں رکھے گئے تھے۔

مقالات

اسلام اور نیشنلزم

۳

عصبیت نسل و وطن

گذشتہ مجلس میں ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کی دعوت "انسانیت" اور "انسانی برادری" کی دعوت تھی۔ اس لئے اُس کا رجحان ان تمام تعصبات کے خلاف تھا جو نسل و وطن کے امتیازات سے پیدا ہوگئے تھے۔ اب ضروری ہے کہ مختصراً عصبیت نسل و وطن کی بھی تشریح کردی جائے۔ تاکہ واضح ہوجائے کہ اسلام کی روح جس چیز کی مخالف ہے، وہ صاف اور معین صورت میں کیا ہے؟

دو چیزیں ہیں: ایک نسل و وطن کا تحفظ ہے۔ ایک نسل و وطن کا تعصب ہے۔ اسلام کی روح تعصب کی مخالف ہے۔ تحفظ کی مخالف نہیں ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اس طرح کا دائرہ بنتا ہے، تو گو اس کی ابتدا تحفظ کے جذبات سے ہوتی ہے، لیکن آگے چلکر تحفظ تعصب کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ پہلے انسانوں کی ایک جماعت وطنیۃ اور قومیت کا دائرہ اس لئے کھینچتی ہے تاکہ اُس کے اندر رہکر دوسروں کے حملوں سے اپنی حفاظت کرے، یہ قومیت "دفاعی قومیت" ہوتی ہے لیکن جب کچھ عرصہ تک یہ دائرہ قائم رہتا ہے تو پھر قومی حفاظت کی جگہ قومی برتری اور وطنی گھمنڈ کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، اور "دفاعی قومیت" اچانک "ہجومی قومیت" کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ اب قومیت اپنا بچاؤ ہی نہیں چاہتی۔ دوسروں پر حملہ بھی کرنا چاہتی ہے ساتھ ہی نسلی اور قومی برتری کا نشہ دوسرے انسانوں سے علیحدگی اور ان کی تحقیر و تذلیل کے جذبات بھی برانگیختہ کردیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف قومی حلقوں میں باہمدگر تصادم شروع ہوجاتا ہے، اور انسانیت کے تمام اعلیٰ جذبات افسردہ ہوکر رہجاتے ہیں۔

اس صورت حال کا علاج صرف یہی تھا کہ حتی الامکان تنگ دائروں کا قیام ہی روک دیا جائے۔ جب بھی کوئی تنگ دائرہ بنے گا، تو چونکہ یہ حقیقی انسانی دائرہ کی وسعت میں قطع و برید ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ وسعت نظر و احساس کی جگہ تنگی نظر و ضیق صدر کی بنیادیں پڑجائیں۔ اسلام نے اسی لئے ان تمام تنگ دائروں کی ہمت افزائی کرنے سے انکار کردیا، لیکن افسوس ہے کہ دنیا ابھی اتنی بلند نہیں ہوئی تھی کہ اس وسعت نظر کی متحمل ہوسکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک ایسا دائرہ تو بن گیا جو تمام پچھلے دائروں سے زیادہ وسیع ہے لیکن نوع انسانی کی حدبندیاں نہ ٹوٹ سکیں!

وطنی و نسلی عصبیت کی اگر تحلیل کی جائے تو تین چیزیں ایسی نکلیں گی جنہیں خاص خاص لفظوں میں تعبیر کرکے بتلایا جا سکتا ہے کہ اس عصبیت کے عناصر کیا کیا ہیں:

(۱) جماعتی تنگ نظری۔

"جماعتی تنگ نظری" سے مقصود یہ ہے کہ جب انسانوں کا کوئی گروہ دوسروں سے الگ ہوکر ایک چھوٹے سے دائرہ کے اندر محصور ہوجاتا ہے، تو اس کا دل تنگ، نظر محدود، اور ظرف کوتاہ ہوجاتا ہے اُس کی ذہنیت ایک محدود گوشے کے اندر سکڑ کے رہجاتی ہے۔ اُس کا جماعتی دماغ نظر کی وسعت، حوصلہ کی فراخی، اور ارادوں کی بلندی پیدا نہیں کرسکتا۔ زندگی اور زندگی کے ہر گوشہ میں پیمانۂ فکر وسعت سے ناآشنا ہوجاتا ہے۔ انسانی ہمدردی کے جذبات بھی نہایت تنگ اور محدود ہوجاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے کو اور اپنے تنگ گوشے ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔ اُس سے باہر کا کوئی اثر قبول نہیں کرسکتا۔ وہ انسان ہونے پر بھی نوع انسانی سے الگ رہنا چاہتا ہے۔ اُس میں اور انسانیت میں ایک ناقابل عبور دیوار کھنچ جاتی ہے!

جماعتی مزاج کی اس حالت کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ واضح مثال ہندوستان کی ذاتوں کا نظام (کاسٹ سسٹم) ہے۔ یہ دنیا کے اُس عہد کی سب سے زیادہ طاقتور اور دیرپا یادگار ہے جب اُس کے قدم "قبیلہ" کی منزل میں جم چکے تھے۔ "قبیلہ" کی حدبندی کو منو نے ذات کی تقسیم میں منقسم کردیا، اور جماعتی حدبندی کی حفاظت کے لئے اُنکے الگ الگ کام اور پیشے قرار دیئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ "انسانیت" کے تمام اعلیٰ جذبات فنا ہوگئے، اور حلقہ بندی کی ساری تنگ نظریاں اپنی انتہائی حالت میں پیدا ہوگئیں۔ اب دنیا منو کے عہد سے ہزاروں برس آگے بڑھ چکی ہے لیکن ہندوستان اب بھی طیار نہیں ہے کہ ان حدبندیوں کی سرحد عبور کرکے انسانیت کی وسعت کی طرف قدم اُٹھائے!

(۲) نسلی اور وطنی غرور و کبر۔

دوسری چیز نسلی اور وطنی بڑائی کا گھمنڈ ہے اور اس سے بڑھکر انسانیت اور انسانی حقوق کے لئے کوئی جذبہ مہلک نہیں یہ اعتقاد اور عمل کے تمام گوشے پامال کردیتا ہے۔ انسانیت، عمل، استعداد، اور حق کی جگہ ایک غیر طبعی معیار فضیلت، یعنے نسل اور وطن کا معیار قائم ہوجاتا ہے۔ اس کے قدیم نمونے عرب جاہلیت کے غرور نسب اور ہندوستان کے برہمنوں کے نسلی گھمنڈ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ نئے نمونے یورپ کی قومیتوں اور جنسیتوں کی شکل میں دنیا کے سامنے ہیں۔ علم، استعداد اور مساوات کی اس سب سے بڑی صدی میں بھی ایک انگریز سب سے پہلے انگریز ہونے کو اور ایک امریکن سب سے پہلے امریکن ہونے پر نظر رکھتا ہے!

البتہ یاد رہے کہ "غرور" اور "خودداری" میں فرق ہے۔ جماعت اور فرد دونوں کے لئے مذموم غرور و کبر ہے۔ خودداری نہیں ہے۔

(۳) جماعتی برتری کا غلو۔

تیسری چیز وہ ہے جسے "جماعتی برتری کے غلو" سے تعبیر کرنا چاہئے۔ جب ایک دائرہ وطنیۃ اور قومیت کا بنجاتا ہے تو آہستہ آہستہ اسمیں قومی برتری کے جذبات نشو و نما پانے لگتے ہیں۔ ایک خاص حد تک تو اُن میں غلو نہیں ہوتا، لیکن جب اُس حد سے متجاوز ہوجاتے ہیں، تو پھر قومی گھمنڈ اور کبریائی کا ایک جنون ہوتا ہے جس کے نشہ سے قوم کا ہر فرد متوالا ہوجاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے نوع انسانی کا ہر فرد اسکی قومی برتری کے سامنے سربسجود ہوجائے اور زمین کا ہر ٹکڑہ اس کے قدموں سے پامال ہو۔ اُسکی حرص غیر محدود اور اس کے قومی مطامع لاتناہی ہوتے ہیں۔ رومیوں نے ساری دنیا کو دو قسموں میں بانٹ دیا تھا: حاکم اور محکوم۔ وہ صرف اپنے کو حاکم قوم سمجھتے۔ باقی ساری دنیا محکومیت کے لئے تھی۔ نپولین کی پے در پے لڑائیوں نے فرانس کی آبادیاں جوان مردوں سے خالی کردیں۔ اُس کی عالمگیر اولوالعزمیوں کی وجہ سے تمام یورپ فرانس کا دشمن ہوگیا۔ تاہم نپولین جو جماعتی دماغ کے بھیدوں کا سب سے بڑا نباض تھا، جب کبھی عوام کے سامنے آتا اور نعرہ لگاتا "فرانس کی عظمت، فرانس کا جھنڈا، فرانس کے جھنڈے کے تین رنگ" تو فرانس اپنی ساری بربادیاں اور خونریزیاں بھول جاتا اور وطنیۃ کے جنون سے بیخود ہوکر پکارنے لگتا "زندہ باد فرانس" اتنا ہی نہیں بلکہ قومی اور وطنی گھمنڈ کے اس نشہ میں وہ یہ بھی بھول جاتا کہ جس شاہی استبداد سے نجات پانے کے لئے اُسنے ہزاروں فرانسیسوں کے سر گلوٹین کی چھری سے جدا کردیئے تھے، وہی استبداد آج نپولین کی شخصیت میں ایک درجہ اور شدید ہوکر موجود ہوگیا ہے، اور شاہی کی جگہ "شہنشاہی" اُس پر مسلط ہے۔ وہ دیوانہ وار پکارتا "زندہ باد شہنشاہ"!

نیٹشے اور برن ہارڈتی نے جرمنی کو "حاکم قومیت" اور "محکوم دنیا" کا جو جام پلایا تھا، اُس کی سیہ مستیاں بھی دنیا دیکھ چکی ہے۔ "دنیا میں سب سے بڑی قوم جرمن کو ہونا چاہیے یا برطانیہ کو؟" اس سوال نے ۵ برس تک تمام کرۂ ارضی کو خون اور آگ کے حوالے کردیا۔ آج "برطانی شہنشاہیت" کا بے پناہ جذبہ دنیا کی کسی قوم کو سر اُٹھانے نہیں دیتا۔ سب کو پامال اور سربسجود دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی وہی قومی برتری کا غلو اور جنون ہے۔ "قومیت" کا وہی حلقہ جو کبھی اس لئے بنا تھا کہ اپنی حفاظت کرے۔ اب اس لئے باقی ہے تاکہ دنیا کی کسی قوم اور ملک کے لئے حفاظت باقی نہ رہے!

اسلام کی دعوت جس عصبیت کی مخالف تھی اور جسے اسنے "عصبیۃ جاہلیۃ" سے تعبیر کیا، وہ یہ عصبیت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ اُسنے "وطنیۃ" اور "قومیت" کی جس حالت سے اختلاف کیا، وہ وہی حالت ہے جب دفاع اور تحفظ کی جگہ ہجوم اور تعصب کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں البتہ: چونکہ اصل منشاد اس حالت کی یہی ہے کہ انسانیت جیسے وسیع رشتے کی جگہ تنگ اور محدود دائروں کا پیدا ہوجانا، اس لئے اس کی ذہنیت کا عام رجحان اسی طرف رہا کہ سرے سے تنگ دائرے وجود ہی میں نہ آئیں۔

۴

یورپ کی جدید قومیت

"قومیت" اپنے سادہ معنوں میں اگرچہ پہلے سے موجود تھی لیکن موجودہ زمانے میں "قومیت" کے لفظ سے جن اجتماعی عقائد و جذبات کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے، یہ دراصل یورپ کے نئے عہد تمدن کی پیداوار ہے۔ اس کی پیدائش انسانی آزادی و حقوق کی حفاظت کے لئے ہوئی تھی، لیکن اب انسان کی آزادی و حقوق کے لئے یہی چیز سب سے بڑی مصیبت بنگیا

اول نے کیسی سخت شکست اٹھائی ؟ دوسری کس طرح پارہ پارہ ہوگئی؟ لیکن پھر چند دنوں کے بعد صورت حال میں انقلاب ہوا۔ آج وہ پھر دنیا کی عظیم سلطنتیں بن گئی ہیں۔ اسی طرح آج اٹلی قوی ہو اور ہم ضعیف ہیں، لیکن کون جانتا ہو کل کیا ہوگا ؟ کیا اٹلی کے پاس کوئی ضمانت موجود ہو کہ اُس کی قوت ہمیشہ یوں ہی برقرار رہیگی اور ہم کبھی کروٹ نہیں لینگے ؟ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔"

غلامی یا سیاہ موت!

"میں ہرگز ہرگز اٹلی کی ملک گیر پالیسی کے آگے جھک نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہو! بالکل ناممکن ہو! قیامت تک ناممکن ہو! میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے خوں ریزی مرغوب ہو۔ میں ہرگز جنگ کا خواہشمند نہیں ہوں۔ میں صلح چاہتا ہوں، اٹلی سے بھی صلح چاہتا ہوں۔ مگر صلح کی بنیاد کیا ہو؟ کیا غلامی؟ ہرگز نہیں۔ غلامی سے پہلے موت! سیاہ موت! پھر کیا ہو؟ اقتصادی امتیازات؟ میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اقتصادی امتیازات دینے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ اُسوقت جب طرابلس کی سرزمین پر اٹلی کا ایک سپاہی بھی باقی نہ رہے اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ جنگ! موت تک جنگ! قیامت تک جنگ!"

شیخ سنوسی کا غصّہ

اب شیخ سنوسی کا غصہ حد بیان سے تجاوز کرچکا تھا۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی تھیں۔ میں نے آجتک کبھی کسی آدمی کو اتنے غیظ و غضب میں نہیں دیکھا۔ میں ہرگز اپنی اس حالت کی پردہ پوشی نہیں کرنی چاہتا کہ اُن کا غصہ دیکھکر خوفزدہ ہوگیا تھا!

دیر تک چپ رہنے کے بعد اُنھوں نے جرمنی کی تعریف شروع کی اور ہنڈنبرگ کو بہت سراہا۔ میں سمجھا اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا مگر اچانک وہ پھر زور سے چلائے "جغبوب! اٹلی والوں سے کہدینا کہ آزادی یا موت! ..."

وہ جوش سے بالکل بیخود ہوگئے۔ کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ مگر ان کا جوش و غضب دیکھکر میں نے یہی بات موزوں سمجھی کہ مجلس ختم ہوجائے۔ خلاف دستور میں نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ شیخ بالکل خاموش ہوگئے۔ مگر تمام بدن سے کانپ رہے تھے اُنھوں نے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ شاید کہہ ہی نہ سکے صرف ہاتھ کے اشارے سے مجھے خدا حافظ کہا۔

نیویارک سے پیرس تک

میں اپنے پچھلے مکتوب میں کپتان نجیسر کا مفصل ذکر کرچکا ہوں کہ کس طرح وہ پیرس سے ہوائی جہاز پر نیویارک کے لئے روانہ ہوا اور لاپتہ ہوگیا۔ کپتان نجیسر کی داستان، فرانس کی عظمت کی داستان تھی، اب امریکہ کی عظمت کی داستان بھی سن لیجئے۔ آج پورا پیرس، دل شکستہ پیرس، چارلس لنڈبرگ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہو۔ یہ ۲۲ سالہ نوجوان، امریکہ کی پوری عظمت کا نشان ہو؛

کپتان نجیسر ایک پرواز میں بحر اعظم اٹلانٹک عبور نہ کرسکا۔ اس کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ امریکہ کا ہوائی فاتح چارلس اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ آج تمام دنیا کی نظریں اس نوجوان کے چہرے پر گڑی ہوئی ہیں جس کے رُخسار ہنوز بچپن کے بھولے پن سے لبریز ہیں مگر جس کے دل میں نپولین اور واشنگٹن کا خون بھرا ہوا ہے!

اسنے اپنا ہوائی جہاز خود اپنی نگرانی میں بنوایا تھا اُس کا نام "گہوارہ موت" رکھا تھا۔ اسکی ہیئت انوکھی تھی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ ایسے معمولی جہاز سے یہ مہم کیسے سر کی جاسکتی ہو؟ روانگی کی رات کو ہواباز نے اپنا بہت سا وقت نیویارک کے ایک سینما میں گزارا۔ واپسی پر اُسنے خادم کو ہدایت کی کہ ٹھیک ۲ بجے رات کو جگادے۔ چنانچہ اُسوقت سے اپنے جہاز کے پرزوں کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر امریکن گھڑی کے حساب سے ٹھیک ۷ بجکر ۵۲ منٹ صبح، اور یورپین گھڑی کے حساب سے ۱۱ بجکر ۵۲ منٹ دوپہر کو نیویارک کے ہوائی اسٹیشن سے اُڑا۔ یہ ۲۰ مئی سنہ ۲۷ کا دن تھا۔

اس کی گود میں اُس کی عزیز سیاہ بلی بھی تھی اور وہ اُسے اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تھا۔ مگر بعد میں یہ خیال کرکے کہ اتنی بلندی پر پہونچکر وہ شاید زندہ نہ رہیگی، اپنے ایک دوست کو یہ کہتے ہوئے دیدی "یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ اسکی خوب خاطر کرنا!"

جب جہاز کے انجن نے حرکت کی تو اُس کا ایک دوست رونے لگا۔ ہواباز نے کہا "کیوں روتے ہو؟ رونے کی کوئی وجہ نہیں، خدا حافظ!" اب "گہوارۂ موت" ہوا میں تھا!

روانگی کے بعد نوجوان کی ماں نے کہا "چارلی، ضرور پیرس پہنچ جائے گا۔ مجھے یقین ہو۔ اگر جہاز میں جگہ ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ سفر کرتی!" زندہ قوم کی عورتوں کا یہ حال ہو!

۲۱ مئی کی شام کو "گہوارۂ موت" پیرس میں تھا! جہاز اُترتے ہی امریکن سفارتخانہ کا ڈاکٹر دوڑا اور ہواباز کا طبی معائنہ کرنا چاہا۔ بہادر لڑکے نے ڈاکٹر کو روک دیا "کوئی ضرورت نہیں میں ذرا بھی تھکا نہیں ہوں"

پھر حاضرین کے اصرار پر اُسنے اپنے اس حیرت انگیز سفر کے متعلق صرف اس قدر کہا:

"نیویارک کے رصد خانے نے اُڑنے سے پہلے مجھے خبر دی کہ فضا کی حالت بہت ہی خراب ہو۔ راستہ میں مجھے اس کی پوری تصدیق ہوگئی۔ ۱۶۰۰ کیلومیٹر مسافت میں نے سخت برفانی آندھیوں میں طے کی۔ میں اس طوفان سے بچنے کے لئے کبھی ۳۰۰۰ مٹر بلندی پر اُڑجاتا تھا اور کبھی اتنا نیچا ہوتا تھا کہ سمندر کو چھو سکتا تھا میں اس حال میں سطح سمندر سے صرف ۳ مٹر بلند ہوتا تھا۔ راستہ بھر مجھے ذرا بھی نیند محسوس نہیں ہوئی۔ میں ایک ایسی حالت میں تھا جو نیند کی حالت قبول نہیں کرسکتی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پیرس سے بھی آگے تک میں جاسکتا تھا۔ کیونکہ میرے جہاز میں کافی ٹپرول بچ رہا ہو"

اس گفتگو کے بعد ہواباز آرام کے لئے چھوڑدیا گیا۔ دوسرے دن امریکن سفارتخانے میں اُسے مدعو کیا۔ یہاں سفیر نے بے تار کی تار برقی کے ذریعہ نوجوان کی ماں سے گفتگو کا انتظام کر رکھا تھا۔

"ہیلو" ہواباز نے اپنی ماں کو مخاطب کیا "معاملہ کچھ بھی نہ تھا! تم خیریت سے ہوگی۔ میں بالکل تندرست ہوں۔ مہم سر ہوگئی!"

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی کون سی تھی؟" اخبار نویسوں نے سوال کیا۔

"سب سے زیادہ کٹھن گھڑی، پیرس پہنچنے اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم میں کھڑے ہونے کی گھڑی تھی" ہواباز نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا "نیویارک سے پرواز بہت ہی تکلیف دہ تھی میں سمجھتا تھا اس سے زیادہ تکلیف پیش نہیں آئے گی۔ لیکن سمندر پر پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تکلیف کچھ بھی نہ تھی۔ میں اب نہایت ہی کثیف کہر میں گھر گیا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا برف کی ہولناک بارش ہورہی تھی اور میں بار بار ہمت ہارجاتا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ برفانی طوفان کے اوپر نکل جاؤں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اسوقت میں نے ناامیدی محسوس کی اور واپسی کا خیال کیا۔ مگر ناکامی کی ذلت، موت سے زیادہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دل سے کہا "ایک دن مرنا ہو۔ کچھ پرواہ نہیں اگر اسی سمندر میں قبر بنجائے" میں برابر جدوجہد کرتا رہا یہاں تک کہ طوفان نکل گیا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ دوسرے دن دوپہر کے قریب مجھے سمندر میں ماہی گیروں کی چند بادبانی کشتیاں نظر آئیں۔ آہ! میری مسرت ناقابل بیان تھی۔ میں بالکل نیچے اُتر آیا۔ قریب تھا میرا جہاز کشتیوں کے مستول سے ٹکرا جائے۔ میں نے چلا کر کہا "کیا یہی آئرلینڈ کا راستہ ہو؟" وہ حیرت سے میرے جہاز کو تک رہے تھے۔ شاید مجھے مجنوں سمجھے۔ اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا یا دیا اور میں نے سنا نہیں۔ بہرحال تقریباً ۴ بجے شام کو مجھے دُور زمین دکھائی دی۔ میں پھر نیچے اُتر آیا اور غور سے وہ سنگلاخ چٹانیں دیکھیں جو سمندر میں بھوتوں کی طرح سر نکالے کھڑی تھیں۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ آئرلینڈ ہو۔ اب مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں آئرلینڈ اور انگلینڈ کی فضا میں بالکل نیچے اُڑ رہا تھا مگر کسی نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں راستہ میں [illegible] نہیں۔ سیدھا پیرس آگیا۔ لیکن عین وقت پر یہاں کے ہوائی اسٹیشن کا راستہ بھول گیا۔ مگر زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اسٹیشن کی [illegible] نے میری رہنمائی کی"

اس گفتگو کے بعد ہواباز کپتان نجیسر کی ماں سے ملنے گیا۔ [illegible] کی نازنینوں نے جو خوبصورت نجیسر کھوچکی ہیں، اُسے دیکھا تو چلا اٹھیں "واقعی یہ خوبصورت ہو!"

غرضکہ وہ ہوائی مہم سر ہوگئی جواب تک ناممکن معلوم ہوتی تھی، نیویارک سے پیرس تک ۶ ہزار کیلومٹر کی مسافت ایک پرواز میں طے ہوگئی اور صرف ساڑھے ۳۳ گھنٹوں کی مدت میں!

۲۵ ہزار ڈالر مہم سر کرنے والے کے لئے انعام تھا۔ ۲۲ سالہ نوجوان چارلس نے اسے حاصل کرلیا!

گزر چلی ہی۔ یہ قومیت کا تحفظ نہیں ہی۔ قومیت کا تعصب ہی۔ یہ "انسانیت" اور "انسانی برادری" کے عین ضد ہی۔ یہ "انسانی آزادی و حقوق" کے اعتقاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ آزادی کے نام سے آزادی کی پامالی، اور قومیت کے نام سے صرف طاقت کی معبودیت ہی!

نئی قومیت کے محاسن و مفاسد

اگر یورپ کی قومیتوں اور ان کے اعمال پر نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل حقیقتیں سامنے آئیں گی:

(۱) "انسانی آزادی" اور "قومی حقوق" کے مبادیات نئے قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے یورپ کے ذہن و اجتماع کا انقلابی نظم وجود میں آگیا۔ جدید "قومیت" کے اصول و عقائد نے جماعتوں کے اندر ایک ایسی نئی اجتماعی طاقت پیدا کر دی جو تمام پچھلی اجتماعی طاقتوں سے زیادہ منظم اور قوی تھی۔

(۲) قومیت کے نشو و نما سے پہلے یورپ مذہبی تعصبات میں مبتلا تھا۔ مسیحیت کی مذہبی جکڑ بندیاں اتنی سخت تھیں کہ ذہن و دماغ کو ابھرنے نہیں دیتی تھیں۔ اب "قومیت" کے فروغ نے مذہب کے تعصبات دھیمے کر دیئے۔ مذہب کی جگہ قومیت، اجتماع و ارتباط کا رشتہ بن گئی۔ قومیت نے جب سر اٹھایا تھا، تو اُسے شاہی استبداد سے کہیں زیادہ پوپ اور کلیسا کے استبداد کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ والٹیر نے بیت المقدس کی جگہ انسانی آزادی کے لئے جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا۔ جب اس معرکہ میں قومیت فتحمند ہوئی تو یہ فتح شاہی اور کلیسائی، دونوں طرح کے استبدادوں پر فتح تھی۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت جڑ پکڑتی جاتی تھی، اور مسیحی جمود اکھڑتا جاتا تھا۔

(۳) "قومیت" کے فروغ سے پہلے یورپ ذہن و اعتقاد کے جن دائروں میں بند تھا، وہ حد درجہ تنگ تھے۔ اس لئے قومیت نے پچھلے دائروں سے ایک زیادہ وسیع دائرہ مہیا کر دیا اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گوشۂ فکر و عمل میں ایک ایسی وسعت پیدا ہو گئی جس کا اس سے پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۴) مذہبی اور نسلی تعصبات کی جگہ "قومیت" کے قائم ہو جانے کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک کے اندر تمام جماعتیں اور تمام طبقات مل کر متحد اور منسلک ہو گئے۔ یہ احساس کہ "فلاں انسان ہمارا ہم قوم اور ہم وطن ہی" اتنا قوی اور موثر ہو گیا کہ اس پر کوئی تعصب غالب نہ آسکا۔ مسیحیت اور یہودیت کی تاریخی اور روایتی دشمنی مسلّم ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی بدنصیب یہودیوں نے وہ ظلم و ستم برداشت نہ کئے ہونگے جو یورپ کی مسیحی حکومتوں میں انھیں صدیوں تک جھیلنے پڑے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر تک کسی انسان کے لئے یہودی ہونا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ لیکن اب "قومیت" کے جذبہ نے یہ تمام جذبات مغلوب کر دیئے۔ سب سے پہلے انگلستان اور فرانس نے، پھر بہ تدریج یورپ کی دوسری قومیتوں نے یہودیوں کی قومیت بھی اُسی طرح تسلیم کر لیا، جس طرح اُن ملکوں کے مسیحی باشندوں کا تسلیم کیا تھا۔ ایک یہودی، انگریز، فرانسیسی، جرمن ہو کر اُسی طرح ان ملکوں کے شہری اور قومی حقوق سے متمتع ہونے لگا، جس طرح مسیحی باشندے ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں انگریز یہودیوں کے لئے تمام برطانی عہدوں اور منصبوں کے دروازے کھول دیئے گئے حتی کہ وزارت کے بڑے سے بڑے منصب کے لئے بھی یہودیت مانع نہ رہی۔

تو یہ تھے "قومیت" کے محاسن تھے۔ لیکن اس کے مفاسد؟

(۱) یہ جو کچھ بھی ہوا صرف یورپ میں اور یورپ کے باشندوں میں ہوا۔ یورپ کے حدود سے باہر کے لئے نہ تو انسانی آزادی کا اعلان موثر ہو سکا، نہ قومی حقوق کا اعتقاد۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ قدیم رومن اصول کے مطابق یورپ نے فیصلہ کر لیا کہ دنیا برتر اور کمتر اقوام میں منقسم ہی۔ آزادی اور حقوق کے تمام اصول برتر اقوام کے لئے ہیں نہ کہ کمتر اقوام کے لئے۔ یورپ اور امریکہ دنیا کا نصف برتر حصہ ہی، بقیہ دنیا کمتر حصہ ہی۔ اس لئے اُسے کوئی حق نہیں کہ انسانی آزادی اور قومی حقوق کا مطالبہ کرے جو برتر انسانوں کے لئے مخصوص ہیں!

(۲) فرانس جس وقت اپنے ملک کے اندر تیسرے انقلاب آزادی کی طیاریاں کر رہا تھا، تو اُس وقت کسی فرانسیسی کے ذہن میں اس بات کا خطرہ بھی نہیں گزرا کہ اسی آزادی کی امیر عبد القادر جزائری اور اس کی بدبخت قوم کو بھی ضرورت ہی یا نہیں جسے فرانس نے اپنی فوجی طاقت سے غلام بننے پر مجبور کر دیا ہی؟ آج فرانس کی علم حریت "قومیت" شام میں جو کچھ کر رہی ہی، دنیا کے سامنے ہے۔ انگلستان کہتا ہی وہ چھوٹی قوموں کا محافظ ہی۔ آزادی کا پشت پناہ ہی۔ محب الوطنوں کے لئے گوشۂ امن ہی۔ لیکن یہ سب کچھ کن حالات میں اور کن کے لئے ہی؟ بلاشبہ اُسنے روس کے فراریوں کو پناہ دی، فرانس کے جلا وطنوں کے لئے دروازے کھول دیئے، یونان کی آزادی کے لئے اپنا قومی شاعر بائرن پیدا کر دیا، اٹلی کے میزینی کو اپنی آبادیوں میں جگہ دے دی، اور یورپ کے بے شمار انقلابی نقشے لندن کی گلیوں اور مکانوں ہی میں کھینچے گئے، مگر مشرق اور ایشیا کے لئے اُس کی یہ "حریت پرور" قومیت کیا فیصلہ کرتی رہی؟ وہ روس اور آسٹریا کے مظلوموں کو پناہ دیتا رہا، لیکن خود اُس کے ظلم و تسلط کے مظلوموں کے لئے اُس کے پاس پناہ دینے کا کیا سامان تھا؟ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ آج مشرق اور ایشیا کا ہر گوشہ زبان حال سے جواب دے رہا ہی!

(۳) چونکہ "دفاعی قومیت" کی جگہ "ہجومی قومیت" کا جماعتی مزاج پیدا ہو گیا تھا، اس لئے خود یورپ کو بھی اپنی "قومی عصبیت" کے نتائج سے نجات نہ مل سکی۔ بلاشبہ غیر یورپین اقوام و بلاد کے مقابلہ میں اُسنے اپنے لئے آزادی و حقوق کا ایک بلند معیار قرار دے لیا، لیکن یہ معیار گروہ بندی کی تنگ نظری اور قومی برتری و تسلط کے جذبات پر غالب نہ آسکا جو "ہجومی قومیت" کے لازمی خواص ہیں۔ "قومی برتری" کی حرص نے تصادم و کشاکش کی حالت پیدا کر دی، اور جماعتی ذہنیتوں پر "حق" کی جگہ اُسی "طاقت" کے ...... اصول کی فرمانروائی قائم ہو گئی جس کے خلاف اس زور شور سے اعلان جنگ کیا گیا تھا۔ "قومی برتری" کی اس کشاکش نے یورپین طاقتوں کے لئے ایک کبھی ختم نہ ہونے والی باہمی جنگ کی حالت پیدا کر دی ہی۔ ہر قومیت دوسری قومیت کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہی۔ مقابلہ کا ایک بڑا میدان مشرق کی کمزوریوں نے بہم پہونچا دیا۔ ہر قوم چاہتی ہی اس میدان میں سب سے بڑھ کر غاصب اور سب سے زیادہ طامع ثابت ہو۔ استعمار، تجارت، اسلحہ سازی، مادی تقدم، اور معنوی نفوذ؛ ہر گوشہ میں دوڑ جاری ہی۔ پچھلی عالمگیر جنگ قومی مزاج کی اسی مجنونانہ حالت کا نتیجہ تھی، اور ابھی اُس کے عالمگیر ذبیح کا خون خشک نہیں ہوا تھا کہ ایک دوسرے تصادم کا میدان طیار ہونے لگا!

(۴) اسی طرح قومی "عصبیت" کی ساری مزاجی کیفیتیں اپنی پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو گئیں۔ تمدن کی ترقی جذبات و امیال کی صورت بدل دیتی ہی، طبیعت نہیں بدل سکتی۔ عرب جاہلیہ کا غرور اور ہندوستان کے برہمنوں کی مغرورانہ تنگدلی ایک نئی صورت میں اُبھر آئی جو پہلی صورت سے کہیں زیادہ طاقتور اور بے پناہ ہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "انسانیت" کا دائرہ اب بھی ویسا ہی تنگ ہے جیسا پہلے تھا۔

رَدِّ فعل

ضروری تھا کہ اس حالت کا رَدِّ فعل پیدا ہو۔ "ہجومی قومیت" کا مجنونانہ غلو اس حد تک پہنچ گیا ہی کہ اب دنیا کا تغیر پسند مزاج زیادہ عرصہ تک متحمل نہیں ہو سکتا۔

انیسویں صدی ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی کہ اس کے آثار شروع ہو گئے۔ سوسائٹی کے نچلے طبقوں نے دیکھا کہ آزادی اور مساوات کی اتنی ہنگامہ آرائیوں کے بعد بھی حقیقی آزادی اور مساوات بدستور مفقود ہیں۔ موجودہ نظام قومیت جو آزادی و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا، اب خود آزادی و مساوات کی راہ میں روک بن گیا ہی۔ نئے دور سے پہلے دنیا کا استبداد اور غیر مساویانہ امتیاز چند افراد اور خاندانوں میں محدود تھا۔ اب وہ بڑے گروہوں میں پھیل گیا ہی۔ اس لئے حق و مساوات کے مقابلہ میں طاقت اُتنی سمٹی ہوئی اور مرکز کی حالت میں نہیں ہی جس قدر پہلے تھی۔ تاہم جہاں تک انسانی آزادی و مساوات کا تعلق ہی، نوع انسانی اب بھی اُس سے اُسی طرح محروم ہی جس طرح پہلے تھی!

اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرمایہ داری کی طاقت نے اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ اقتدار حاصل کر لیا ہی۔ پہلے انسانوں پر جو اختیار و تسلط صدیوں کی شاہی نسل اور امیرانہ روایت حاصل کر سکتی تھی اب وہ اختیار چند مہینوں اور برسوں کے اندر ایک سرمایہ دار محض روپیہ کے ذریعہ حاصل کر لیتا ہی اور دنیا کی صلح و جنگ اور ملکوں اور قوموں کی حکومت و محکومی کی باگ فوراً اُس کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہی!

انیسویں صدی کے "سوشلزم" کی تخم ریزی اسی رَدِّ فعل کا نتیجہ تھی۔ اب یہ بڑھتے بڑھتے "کمیونزم" تک پہونچ گیا ہی، اور نہ صرف یورپ کا نظام قومیت بلکہ ہیئتِ اجتماعیہ (سوسائٹی) کا پورا نظام اُلٹ دینا چاہتا ہی۔

عالمگیر جنگ یورپ اس نظام قومیت کی نامرادیوں کا سب سے بڑا اعلان تھا۔ ۵ سال تک خون اور آگ میں رہکر جب دنیا نے دوبارہ سنبھالا لیا تو زندگی اور امن کی جستجو از سر نو شروع ہو گئی۔ اُن تمام لوگوں نے جن کی ذہنیت کسی قومی نظام حکومت کی غرض پرستیوں سے آلودہ نہ تھی، محسوس کر لیا کہ پچھلا نظام اب دنیا کو زیادہ عرصہ تک مطمئن نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے حکما اور مفکرین میں ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا ہی جو قومیت کی اس عصبیت سے اُکتا گیا ہی اور "قومیت" کی جگہ "انسانیت" کی وسیع فضا ڈھونڈھ رہا ہی۔ طرح طرح کے نئے نظرئے اور نئی تجویزیں دماغوں میں نشو و نما پا رہی ہیں۔ "دنیا کے نظام اجتماع کی نئی تقسیم" اور "انسانی برادری کا غیر مشروط حلقہ"، وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ موضوع فکر ہی۔

اگر بحیثیت مجموعی دنیا کی موجودہ ذہنی فضا پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہی کہ ایک موسم ختم ہو رہا ہی اور دوسرے کی آمد آمد ہی۔ جس زمانہ سے ہم گذر رہے ہیں، عجب نہیں مستقبل کا مؤرخ اسمیں عہد ماضی کے آثار کی جستجو کرے۔ نہیں کہا جا سکتا نئے موسم کا پیغام کیا ہوگا؟ لیکن یہ ضرور ہی کہ دنیا اس وقت تک جن اجتماعی دائروں میں محصور رہی ہی اُس سے ایک زیادہ وسیع ...

دفاعی قومیت کی پیدائش

ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) کے بعد جب یورپ نے کروٹ بدلی اور نئے تمدن کی نشو و نما شروع ہوئی، تو اُس کے ساتھ ساتھ ایک نئے قسم کی اجتماعی زندگی بھی نشو و نما پانے لگی - یہ وہ وقت تھا، جب ایک طرف علم اور آزادی کی روح تمام یورپ میں پھیل رہی تھی، دوسری طرف شخصی حکومتوں کا استبداد اور اجنبی تسلط کا ظلم اپنی تمام پرانی روایتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی کشمکش شروع ہوگئی - ایک طرف شاہی تاج و تخت اور اس کے غیر محدود دعوے تھے - دوسری طرف علم و آزادی کے پیدا کئے ہوئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ولولے تھے - تاج و تخت کے مقابلے میں جب عوام کے جذبات آزادی جوش میں آئے تو خود بخود ایک نہایت موثر اور طاقتور لفظ وجود میں آگیا یہ لفظ پہلے سے موجود تھا لیکن اس کے ساحرانہ معانی لوگوں کو معلوم نہ تھے - اب ہر شخص کے سامنے آگئے - یہ لفظ "قوم" تھا، اور یہ انکشاف "قوم ہونے" یعنے "قومیت" کا انکشاف تھا -

شاہی تاج و تخت کا دعوا تھا جیسا کہ بدنصیب لوئس شانزدہم نے بعد کو کہا: "حق اور طاقت میں ہوں" عوام اب اسے تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ تھے - خود بخود سوال پیدا ہوگیا کہ اگر شاہی نسل اور تاج و تخت کی وراثت، حق اور طاقت کا جائز سرچشمہ نہیں ہے تو پھر کون ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس کے سامنے شاہی تاج و تخت کو بھی سر جھکا دینا چاہیئے؟ خود بخود جواب پیدا ہوگیا کہ "قوم" ہے - صرف "قوم" ہی ہر طرح کے حق و طاقت کا سرچشمہ ہے - صرف قوم ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر حکومت کرے!

"رعیت" اور "قوم"

اُسوقت تک عوام کا اعتقاد یہ تھا کہ طاقت کا مرکز شاہی تاج و تخت ہے - اب طاقت کا ایک نیا مرکز نمودار ہوگیا جو خود اُسی کے اندر پوشیدہ تھا مگر اُسے خبر نہ تھی - یہ "قوم" اور "قوم ہونے" کی طاقت تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ یکایک صورت حال میں ایک عظیم انقلاب ہوگیا - یعنی "رعیت" کی جگہ "قومیت" نے لی - اب عوام "رعیت" نہ تھے - "قوم" تھے - جب تک وہ "رعیت" تھے ساری قوت شاہی اور شاہیت میں مرتکز تھی - اب وہ "قوم" ہوگئے تو ساری قوت خود اُنہی میں سمٹ آئی - صرف اتنی تبدیلی نے دنیا کی اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل دیا - کارلائل CARLYLE کے بلاغت طراز لفظوں میں "رعیت کا قوم ہوجانا دنیا کا ایک ہی مرتبہ اُلٹ پلٹ ہوجانا تھا - زبانوں کا کوئی لفظ بھی اُس انقلاب حال کی تعبیر نہیں کرسکتا جو صرف ان دو سادہ لفظوں کے اُلٹ بدل ہوجانے سے نوع انسانی کی تاریخ میں پیدا ہوگیا!"

دنیا میں صرف انسان ہی پیدا نہیں ہوتے - الفاظ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور جس طرح ایک عظیم انسان کی پیدائش دنیا کے انقلاب کی پیدائش ہوتی ہے، اُسی طرح بعض عظیم لفظوں کی پیدائش میں بھی عظیم انقلابات مضمر ہوتے ہیں - بلاشبہ لفظ "قوم" کی پیدائش تاریخ کا انقلاب عظیم تھا، لیکن اگر کارلائل چند قدم آگے بڑھ سکتا تو دیکھتا کہ دنیا کا سب سے بڑا انقلاب لفظ "قوم" کی پیدائش میں نہیں بلکہ "انسان" کی پیدائش میں مضمر ہے - کون ہے جو اُس انقلاب کی عظمت کا نقشہ کھینچ سکتا ہے؟

جن ہاتھوں نے انقلاب فرانس کی ابتدائی تخم ریزی کی تھی، اُن میں والٹیر Voltaire اور روسو Rousseau سب سے آگے ہیں - روسو کی کتاب عقد اجتماعی Social Contract دنیا کے جدید جمہوری عہد کا اولین صحیفہ سمجھی جاتی ہے - یہ کتاب جب لکھی گئی تھی، تو لوگ اس کی خیالی نقشہ آرائیوں پر ہنستے تھے لیکن کارلائل کے تاریخی اور ضرب المثل لفظوں میں "جب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس کی جلد باندھنے کے لئے اُن لوگوں کا چمڑا استعمال میں لایا گیا جنھوں نے اس کی ہنسی اُڑائی تھی!"

روسو نے انسانی آزادی و حقوق کا نقشہ کھینچتے ہوئے قوم اور قومیت کے بھی خال و خط آراستہ کئے ہیں - وہ انسان کی انفرادی آزادی کے اعتقاد کے ساتھ "قوم" کا حلقۂ ارتباط بھی قائم کرتا ہے اور اسے ایک "معاشرتی معاہدہ" سے تعبیر کرتا ہے - وہ کہتا ہے سوسائٹی کا ہر فرد آزاد ہے اور تمام افراد کے حقوق مساوی ہیں، لیکن سوسائٹی کا انتظام قائم رکھنے کے لئے ایک منظم حلقہ کی ضرورت ہے - یہ حلقہ قومی نظام کا حلقہ ہے - "قوم" اور "قوم ہونا" ہی وہ تنہا نظام ہے جسے حکم اور نظم کی ساری قوتیں حاصل ہونی چاہیئں - اسمیں شک نہیں کہ روسو نے جس آزاد نظام معاشرت اور دنیا کے "آزاد اور روشن عہد" کا خواب دیکھا تھا، اُس کی تعبیر دنیا کو نہیں ملی، لیکن اُس کے "قومیت" اور "جمہوریت" کے اصول دُنیا نے بغیر کسی تامل کے قبول کرلئے، اور پھر انقلاب فرانس کا وہ خونیں سیلاب نمودار ہوا جو عہد قدیم کے تمام شخصی اور شاہی اصول و عقائد بہالے گیا!

گذشتہ دو صدیوں سے دنیا "قومیت" کے انہی بنیادی اصول پر گامزن ہے -

جدید "قومیت" کے مبادیات

یہ جدید "قومیت" جن مبادیات اور عقائد پر قائم ہوئی اسکے اہم اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کا جو گروہ کسی خاص جغرافیائی حدود کے اندر نسل، یا وطن، یا زبان، یا معاشرت کی یکانگت کی بنا پر آباد ہو، جب اُس کے افراد اپنے آپ کو ایک "قوم" محسوس کریں، تو وہ ایک "قوم" ہیں، اور کسی کو حق حاصل نہیں کہ انکے "قوم" ہونے سے انکار کرے -

(۲) ہر قوم کا پیدائشی اور فطری حق ہے کہ وہ آزاد رہے، اور اپنی پسند کے مطابق اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرے - کسی دوسری قوم کو حق نہیں کہ اسمیں مداخلت کرے -

(۳) "قومی آزادی" کے حق کی بنا قدرتی حق ہے، نہ کہ طاقت اور تحفظ - اگر ایک قوم کمزور ہے، یا اپنے معاملات کا بہترین انتظام نہیں کرسکتی، تو اس کی وجہ سے کسی دوسری طاقتور یا زیادہ شائستہ قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہوجاتا کہ اُسپر حکومت کرے - طاقت کے ذریعہ کسی قوم کے حق قومیت کو سلب کرنا، دُنیا کے عالمگیر اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی ہے -

(۴) ہر طرح اور ہر نوعیت کی بالادستی اور اقتدار کا مرکز "قوم" ہے - کوئی جماعت یا کوئی فرد کوئی ایسا اختیار کام میں نہیں لاسکتا جسے براہ راست قوم سے بطریق جائز حاصل نہ کیا گیا ہو -

(۵) قوم کے تمام افراد اپنے تمام شہری، معاشرتی، اور قانونی حقوق میں مساوی درجہ رکھتے ہیں - نسل، خاندان، اور پیشہ کی وجہ سے کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوسکتا - معاشرتی ترقی و تنزل کا معیار ہر فرد کی قدرتی اور اکتسابی قابلیت ہے - نہ کہ نسل و خاندان -

قوم، قومیت، اور قومی حقوق کے یہ مبادیات دراصل انسانی آزادی و حقوق کے اُسی مواد سے پیدا ہوئے تھے جنھیں یورپ میں نئے تمدنی عہد نے پیدا کیا تھا - اور جن کے واعظ والٹیر، روسو، اور فرانس کے انسائیکلوپیڈین اصحاب تھے - "قوم" اور "قومیت" کے حقوق اس نقطہ سے شروع ہوئے کہ انسان اور انسان کے حقوق کیا ہیں؟ اس اصل نے کہ "ہر انسان فطرۃً آزاد ہے اور اس کی آزادی کے لئے کوئی روک نہیں ہونی چاہیئے جب تک وہ کسی دوسرے کی آزادی کے لئے روک نہ ہو" یہ قاعدہ بھی پیدا کردیا کہ "ہر قوم کو آزاد ہونا چاہیئے - اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ اُس کی آزادی میں خلل انداز ہو"

ان مبادیات کا جس سرزمین نے بہ حیثیت ایک قوم کے دنیا میں اعلان کیا وہ امرکیہ اور فرانس ہے - امرکیہ کے اعلانات ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۹ء کے تاریخ میں ثبت ہوچکے ہیں - اُسنے انہی مبادیات کی بنا پر انگلستان کا مقابلہ کیا اور فتحمند ہوئی - فرانس کا اعلان اُسکے انقلاب کا اعلان ہے جو تاریخ میں "اعلان حقوق انسانی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے فرانسیسی اسمبلی نے ۲۷ اگست ۱۷۸۹ء میں منظور کیا تھا -

"ہجومی قومیت"

گزشتہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یورپ کی جدید "قومیت" کے عناصر انسانی آزادی و حقوق کے مواد سے حاصل کئے گئے تھے، اُس کا ظہور ہجوم کے لئے نہیں بلکہ دفاع کے لئے ہوا تھا - یہ دراصل پورے معنوں میں "دفاعی قومیت" تھی جو شاہی استبداد اور اجنبی تسلط کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی - ایک طرف مظلوم اور پامال رعایا اُٹھی تاکہ بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و ستم کے مقابلے میں "قومی حق" کا علم بلند کریں - دوسری طرف کمزور قوموں نے سنبھالا لیا تاکہ اجنبی حکمرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے مرکز "قومیت" میں اپنی منتشر قوتیں جمع کرلیں - انگلستان اور فرانس نے شاہی تاج و تخت کے استبداد کا مقابلہ کیا - امرکہ نے انگلستان کی محکومیت سے انکار کردیا - یونان اور بلقانی قوموں نے عثمانی شہنشاہی سے آزادی حاصل کرلی - پولینڈ روسی تسلط کے خلاف بار بار اُٹھا اور مقابل ہوا - اٹلی نے اسٹریا کی فوجیں ہمیشہ کے لئے اپنے وطن سے باہر کردیں - اسی طرح یورپ کے ہر گروہ نے اپنے اپنے وطن کے جغرافیائی حدود بنائے اور اُن کے حصار میں اپنی "قومیت" کا قلعہ تعمیر کرلیا - نپولین کے زوال کے بعد جب یورپ کا نقشہ ازسرنو بنایا گیا، تو یہ وطنی اور قومی حدبندیاں نقشہ کے خطوط میں داخل ہوگئیں -

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا انسانی آزادی و حقوق کے وہ تمام اصول جو ان قومیتوں کا مایۂ خمیر تھے، دُنیا میں قائم ہوگئے؟ کیا امرکیہ کے "اعلان آزادی" اور انقلاب فرانس کے "اعلان حقوق انسانی" کے مبادیات نے دُنیا کی تمام قوموں کے لئے حق آزادی کی نعمت مہیا کردی؟ کیا واقعی طاقت کی جگہ حق کا اور استبداد کی جگہ آزادی کا دعوی تسلیم کرلیا گیا؟

دنیا نے حیرت و دہشت کے ساتھ دیکھا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی - وہی "قومیتیں" جو انسان کے انفرادی و قومی حقوق کی حفاظت اور دفاع کے لئے وجود میں آئی تھیں کچھ دنوں کے بعد انسانی آزادی و حقوق کی پامالی و ہلاکت کا ذریعہ ہوگئیں - اُن کی ابتدا "دفاعی قومیت" سے ہوئی تھی لیکن اُن کا ظہور "ہجومی قومیت" کی شکل میں ہوا - جماعتی تنگ نظری، وطنی غرور و کبر، اور قومی برتری و اقتدار کے تمام جذبات اُبھر آئے، اور انسانی آزادی و حقوق کے مبادیات و اصول اس لئے رہ گئے کہ ہر قوم صرف اپنے لئے اُن کا نفاذ چاہے، اپنے سوا سب کو اُن سے محروم دیکھے!

یہ وہی "وطنی و قومی عصبیت" کی حالت ہے جس کی تشریح او

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ
[illegible]

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٥ — کلکته : جمعه ١٥ - محرم ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ـ پتھر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نہین کر سکتی ـ

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ـ کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ

اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین ـ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ـ یاد رکهیي ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الهلال

الهلال

ہر ہفتہ [illegible] کلکتہ سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر [illegible]	[illegible] روپیہ
قیمت ششماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) [illegible] خط و کتابت [illegible] رسالہ [illegible] کے نام سے [illegible] کی جائے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہیں انکے لفافہ پر [illegible] کا نام ہونا چاہیے

(۲) نمونہ مفت [illegible] نہ ہوگا

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوشخط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے

(۵) اگر [illegible] کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ شاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں ورنہ بصورت تاخیر [illegible] قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا

(۶) اگر آپ [illegible] کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں [illegible] ڈاکخانہ کو اطلاع [illegible] انتظام [illegible] اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے [illegible] پیش آجائے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرائیے -

(۷) [illegible] روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مواقف (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

مطبوعات جدیده

ایک صدی قبل ایک مغربی خاتون کی مشرقیة

ایک مرد نما انگریز خاتون جو شام مین متوطن هوگئی تهی -

لیڈي اسٹن هوپ

حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخي موضوع پر کتاب لکهي هے : " اٹهارهوں صدي میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں اُن تمام یورپین اشخاص کے حالات جمع کیے هیں جنهوں نے اٹهارهویں صدي میں " مشرقیة " اختیار کرلي تهي - " مشرقیة " سے مصنف کا مقصود یه هے که مشرقي ممالک کي رسوم ' معاشرت ' وضع و قطع ' اور ذوق و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ' گویا مغربیة ترک کر کے سرتا سر مشرقیة اپنے اوپر طاري کرلي هے !

مصنف کو اس موضوع میں اُس سے کهیں زیادہ کامیابي هوي هے ' جتني کامیابي کي بظاهر توقع کي جاسکتي هے - ایک بہت بڑي تعداد یورپ کي تمام اقوام کي نظر آتي هے جسنے ترکي ' مصر ' شام ' عراق ' هندوستان ' اور چین میں توطن اختیار کرلیا تها ' یا بہت زیادہ مدت تک کیلیے مقیم هوگئي تهي ' اور اپنا مغربي جامه اُتار کر سرتاسر مشرقي جامه پهن لیا تها - سترهویں اور اٹهارهویں صدي کے هندوستان کے هندوستاني انگریزوں ' هندوستاني فرانسیسیوں ' اور هندوستاني ڈچوں کے حالات سے تو هم بے خبر نهیں هیں ' لیکن دوسرے مشرقي ممالک کے ان مشرقي مغربیوں کے حالات یقیناً همارے لیے نئي دلچسپي کا باعث هونگے -

اب زمانے کي رفتار اُلٹ چکي هے - اب مغربیوں کي مشرقیة کا نهیں بلکه مشرق کي " مغربیة " کا دور دورہ هے - یقیناً ایک ایسے عهد میں یه حالات همارے لیے عبرت انگیز دلچسپي سے خالي نهونگے -

آج هم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے هیں - یه خاتون مشهور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکهتي تهي - اِسے شام و لبنان کي مشرقیة نے کچهه اس طرح لبها لیا تها که اپنا وطن ' اپني قوم ' اور مغربي دنیا کے تمام علائق ترک کرکے همیشه کیلیے لبنان میں مقیم هوگئي اور بالاخر وهیں پیوند خاک هوئي :

(لیڈي اسٹن هوپ)

سنه ۱۷۷۶ - میں ایک انگریز لڑکي پیدا هوئي - باپ کي طرف سے اُسکا رشته لارڈ اسٹن هوپ سے ' اور ماں کي طرف سے لارڈ چٹهم سے ملتا تها -

لارڈ اسٹن هوپ " باغي لارڈ " کے لقب سے مشهور تها - کیونکه وه انقلاب فرانس کا بہت بڑا مداح اور جمهوریت کا حد غلو تک حامي تها -

لارڈ چٹهم ' مشهور برطانوي وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تها - نپولین اعظم کے نام کے ساتهه پٹ کا نام بهي همیشه زنده رهے گا - دونوں کي دشمني ' دشمني کي حد سے بهي تجاوز کرگئي تهي - ولیم پٹ نے جب جان دي ' تو اسکے آخري الفاظ یه تهے : " جنگ ' جنگ " یعنے فرانس سے جنگ !

یه لڑکي بچپن هي سے عجیب الاطوار تهي - انتها پسندي اُسے اپنے دادهیال سے ورثه میں ملي تهي - مستقل مزاجي اور خیال کي آزادي ننهیال سے پائي تهي -

جب وه چار برس کی تهي ' اُسکي ماں مرگئي - باپ نے نئي شادي کرلي - لڑکي اپنے باپ کي بیوي سے نباہ نه کرسکي اور اپني ناني کے گهر چلي گئي - ناني کي موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے هاں اُٹهه آئي - یهاں آتے انگلستان کے مشهور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکهنے کا موقعه ملا ' اور یورپین سیاست کے بہت سے راز اُس پر کهل گئے -

سنه ۱۸۰۶ - میں ولیم پٹ کا بهي انتقال هوگیا - مگر مرنے سے پہلے بهانجي کے نام پندره سو پونڈ سالانه وظیفه مقرر کرگیا - اب اُسنے متوفي ماموں کا گهر بهي چهوڑ دیا اور دیهات میں اُٹهه گئي - کئي سال دیهاتي زندگي میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گهر اور دیهات میں انگلستان کے بہت سے معزز نوجوانوں سے اُسکي دوستي هوگئي تهي - بعض کي محبت نے اُسکے دل کا التفات حاصل بهي کیا ' مگر نا معلوم اسباب کي بنا پر وه شادي نه کر سکي ' یا شادي کرني نه چاهي -

یه بات نه تهي که وه بد صورت هو اور مرد اُس سے نفرت کرتے هوں - اُسکا شمار حسینوں میں تها - سرو قامت اور چهریرا بدن رکهتي تهي - لیکن اُسکے خط و خال زنانه هونے کي جگهه زیاده تر مردانه تهے - اس لیے نسواني کشش اپنے اندر پیدا نهیں کر سکتے تهے -

(مشرق کی سیاحت)

سنه ۱۸۱۰ - میں اُسکا بهائي بهي مر گیا - اِس سے وه بڑي محبت کرتي تهی اور اپني زندگي اُسکي خدمت کیلیے وقف کردي تهي - یه حادثه اسکے لیے ناقابل برداشت تها - چنانچه غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

" اُس کي شخصیت ' ذاتي عظمت اور انوکھے اطوار سے مرکب ھے - اِس مرکب کي تحلیل کرنے کي ناکام کوشش کي جگه همیں اُسکا نام جنون رکھدینا چاهیے "

یه شاعر کي راے ھے - لیکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے دیکھا ؟ وہ اپني یاد داشت میں لکھتي ھے :

" یه شخص تصنع کا عادي ھے - زنانه اطوار رکھتا ھے - همیشه اپنے پیروں کي سبکي اور نزاکت دکھانے کي کوشش کرتا ھے - مذهب کے بارے میں جب اس سے سوال کیا جاتا ھے تو صاف جواب دینے سے ڈرتا ھے "

وہ اپنے ملاقاتیوں کے ساتھه ایوان میں مردوں کي طرح بیٹھا کرتي تھي - گفتگو کا انداز یه تها گویا مقرر تقریر کر رها ھے - رات رات بھر باتیں کرتي رهتي - یهانتک که ملاقاتي بے اختیار هوکر سو جاتے تھے !

(بڑھاپا اور خاتمه)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي هي تکلیف میں کٹے - بڑھاپے کے زمانه میں سود خوار یهودیوں کا افسون اُس پر چل گیا تها - قرض کي عادت پڑ گئي تھي - اسراف کي کوئي حد نه رهي تهي - نتیجه یه نکلا که دیوالیه هوگئي - صرف چار غلام باقي رہ گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد هاتهه سے نکل گئي - حتی که ولیم پٹ کا وظیفه بھي قرضه کي نذر هوگیا - سنه ۱۸۳۸ - میں اِس خود دار خاتون نے ملکه وکٹوریا اور وزیر اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاہ کیا اور اعانت کیلیے بڑي بڑي منتیں کیں مگر کوئي شنوائي نه هوئي -

نتیجه یه نکلا که صحـراء کي ملکه فاقے کرنے لگي - عمر کي زیادتي ' بڑھاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي یاد ' موجوده بے سروساماني ؛ غرضکه سیکڑوں مصیبتیں بیک وقت ٹوٹ پڑي تهیں - بالاخر بیمار هوئي اور سنه ۱۸۳۹ - میں اپنے پیچھے ایک عجیب تاریخ چھوڑ کر فوت هوگئي - بیروت کے انگریز قونصل نے سنا تو فوراً پهنچا ' اور تجهیز و تکفین کے رسوم انجام دیکر محل کے باغ میں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنه ۱۹۱۱ - میں انگلستان کو یه خاتون یاد آئي اور اُس کي قبر پخته بنوادي گئي - مصنف کا بیان ھے که سنه ۱۹۱۳ - میں اُس نے قلعه کے کهنڈر اور اسکي نئي بني هوي قبر دیر الیاس میں دیکھي تهي -

افسانـه

محبت اور قربانی
یا
سزا اور انتقام ؟

ویکٹر هیوگو کا " بشپ " اور تاریخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمهٔ محبتی
جمعه به مکتب آورد طفل گریز پای را

(۱)

انگریزي تعلیم یافته اشخاص میں بہت کم لوگ هونگے جنهوں نے فرانس کے مشهور انشا پرداز ویکٹر هیگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگریزي ترجمے نه پڑھے هوں - نثر میں اُس کي بهترین کتاب لا میزربریبل Les Miserables تسلیم کي گئي ھے - اس قصه میں اس نے دکھلایا ھے که انساني زندگي کي تمام شقاوتیں اور مصیبتیں صرف اس لیے موجود هیں که سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط ھے - اس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے لیے تو کوئي جذبه نهیں ' لیکن وہ قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکھتي ھے - نتیجه یه ھے که انسان کو جرم اور مصیبت سے بچانے کے لیے وہ کچھه نهیں کرسکتي - لیکن جرم پر سزا دینے اور مصیبت پر نفرت کرنے کے لیے هر وقت طیار رهتي ھے !



لیڈي اسٹن هوپ لا مارٹین کے همراہ اپنے قلعه میں
لیڈي کے سر پر پگڑي ھے اور لا مارٹین برهنه سر ھے -

ایک شخص جو اپني یا اپنے عزیزوں کي بھوک سے عاجز آکر چوري کرتا ھے ' یا نیکي اور خدا پرستي کي تعلیم نه ملنے کي وجه سے گمراہ هو جاتا ھے ' اُسے کتني هي سزائیں دي جائیں ' وہ جرم کرتا هي رهیگا - کیونکه سزا نے نه تو اس کي بھوک کا علاج کیا ' نه اس کي روح کي تاریکي کے لیے نیکي کي روشني بهم پهنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت ھے - مگر یهي چیز سوسائٹي کے پاس نهیں ھے !

وہ کہتا ھے ' جرم اور گناہ روح کا زخم ھے - یه محبت کے مرهم هي سے اچها هوسکتا ھے - لیکن دنیا کے پاس مرهم نهیں ھے - صرف سزا کا تازیانه ھے !

اراده تھا - لیکن جب وهانتک پہنچ گئي تو آگے بڑھنے کا شوق دامنگیر هوا - یہانتک که مشرق کے تمام مشہور مقامات یونان' ترکي' مالٹا' مصر' وغیره کي اُس نے سیر و سیاحت کرلي - اُس وقت یه تمام ممالک عثمانی سلطنت کے زیر نگیں تھے -

(مشرقیة کي ابتدا)

ایک مرتبه اس سیاحت کے اثنا میں ایسا اتفاق هوا که اُسکي کشتي سمندر میں ٹوٹ گئي - قریب تھا که سب ڈوب جائے - لیکن عین وقت پر بچا لیے گئے - چونکه اس حادثه میں اس خاتون کے کپڑے ضائع هو گئے تھے' اسلیے ایک ترک افسر نے اپني جنگي وردی اُتار کر دیدي اور اُسنے شکریه کے ساتھه قبول کرلي - یه پہلا موقعه تھا که اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانه کپڑے پہنے' لیکن یه وضع کچھه ایسي دل کو بھا گئي نه مدة العمر کے لیے مردانه مشرقي وضع اختیار کرلي !

لڑکي ایک ترک افسر کي وردي پہنے اسکندریه میں داخل هوئي اپني سہیلي کو بھي مردانه لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا - چند روز آرام کرکے فلسطین روانه هوئي - یہاں ترکي وردي اُتار کر مصري ممالیک کا پر شوکت لباس اختیار کرلیا - سر پر عمامه' جسم پر قفطان اور جبه' سنہري تلوار کمر میں' اس انگریز خاتون کي جو سر ولیم پٹ وزیر اعظم برطانیه کي بھانجي تھي' دلپسند وضع تھي !

ملکه زینوبیا (زباء) کي اِس ویران راجدهاني کے کھنڈروں میں (کیونکه وه فلسطین هي میں تھي) اُسے غیر معمولی کیفیت محسوس هوئي - یہاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشینوں نے ملکۀ صحراء کا تاج پہنایا !

(مشرقیة کا فیصله)

معلوم هوتا هے' اسي زمانه میں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خیال پیدا هوگیا تھا' اور اُسنے اپني بقیه زندگي کیلیے ایک آخري فیصله کرلیا تھا - وه حماة اور اطاکیه هوتي هوئي دیرالیاس نامي مقام پر پہنچي' اور یہاں آبادي سے باهر پہاڑ پر اپنے لیے ایک قلعه طیار کرایا - یہي قلعه اُسکا گھر اور یہي پہاڑ اُسکا وطن هوگیا - یورپ اور یورپ والوں کو بالکل بھول گئي عربي حقه منهه سے لگا کر دھواں اڑاتي - گھوڑے پالتي - غلام خریدتي - اور ایک مشرق نژاد امیر کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چالیس غلام تھے - خود اسي نے انھیں جنگي قواعد بھي سکھائي تھي -

آهسته آهسته اس نے بڑي قوت اور اهمیت حاصل کرلی - اب اُسکي حیثیت ایک طاقتور شیخ قبیله کي هوگئي تھي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطیع هوگئے تھے - یه پوري فیاضي کے ساتھه اُنہیں روپیه دیتي' اور اُنھي کي زبان میں اُن سے باتیں کرتي - اُنکے تمام جھگڑے قضیے اِسي کے سامنے آتے - یه تمام مقدمات کا ایک حکمران کي طرح فیصله کرتي اور مجرموں کو سزائیں دیتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابله بھي جاري رهتا - اسکي دھاک تمام علاقه میں بیٹھه گئي تھي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تھے - اُسکے پاس ایک جلاد بھي نوکر تھا جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تھا - قید خانه بھي بنایا تھا - مجرموں کو اسمیں قید کرتي تھي -

۲۵ - برس یہاں رهي' اور اِسطرح رهي' که اس علاقه کي ایک طاقتور امیر سمجھي جاتي تھي - بسا اوقات دول یورپ بھي مجبور هوئیں که اُسکي خوشامدیں کریں - انگریز هونے پر بھي وه انگریزوں اور انگریزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تھي - اِس جوار میں جب کبھي انگریز ریشه دواني کرتے' یه فوراً اسکا توڑ کردیتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت یقین کرتي تھي که یه عجیب و غریب انگریز عورت مشرق میں اُسکي ایک خطرناک دشمن هے !

آسکي همت' شجاعت' قوت؛ کا اندازه اس سے هوسکتا هے' لبنان کے مشہور دروزي سردار "امیر شہاب" جیسے جبار سے بھي اسي مقابله کیا تھا !

اِس سے بھي بڑھکر یه که محمد علي خدیو اول کے بیٹے ابراهیم پاشا نے جب شام پر حمله کیا' تو اس سے درخواست کي که یه غیر جانب دار رهے - یه ابراهیم پاشا وهي تھا جس نے ایک طرف حجاز میں نجدیوں کا تخت الٹ دیا تھا' دوسري طرف سلطنت عثمانیه کو اپنے جبروت کے آگے جھکنے پر مجبور کردیا تھا !



لیڈي اسٹن هوپ

مشرق کے سفر اور [illegible] سے پہلے

اِسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا - اصیل سے اصیل عربي گھوڑے اُسکے اصطبل میں بندھے رهتے تھے - بلیوں سے بھي بہت محبت تھي اُسکا قلعه بلیوں سے بھرا رهتا تھا - وه جادو' نجوم' اور تناسخ کي بھي قائل تھي -

(لامارٹین سے ملاقات)

سنه ۱۸۳۲ - میں مشہور فرانسیسي شاعر و مصنف لامارٹین (۱) اس سے ملا تھا جب اُس نے مشرق قریب کا سفر کیا تھا اُسوقت وه بوڑھي هوچکي تھي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تأثر جن لفظوں میں ظاهر کیا هے وه حسب ذیل هیں :

(۱) لامارٹین انیسویں صدي کا مشہور فرانسیسي شاعر اور مصنف هے جس کي نسبت تسلیم کیا گیا هے که شعر موسیقي (لیریک) کے جدید مذهب (اسکول) کا باني وهي هے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بھي اسے غیر معمولي دلچسپي تھي - خیال کیا جاتا هے' اسکے کلام کا وه حصه جس میں خدا کي حمد و ثنا ایک نئے اسلوب میں کي گئي هے اور اسکي صفات و تجلیات کے مظاهر کا استغراق نمایاں هوتا هے' در اصل اسلامي الاهییات و تصوف کے مطالعه کا پرتو هے - سنه ۱۸۳۰ - میں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کیا - اُسوقت سلطان عبد المجید خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تھے - اُنھوں نے جب اس سیاح کے حالات سنے تو ملاقات کیلیے بلایا' اور اسمرنا اور لبنان میں ایک بہت بڑا قطعۀ زمین بطور جاگیر کے بخشدیا - اُس کے بعد سے لامارٹین کچھه عرصه اسمرنا میں رهتا - کچھه عرصه لبنان میں - اسي زمانه میں اس نے اپنا مشہور سفر نامۀ مشرق مرتب کیا اور دولة عثمانیه کي تاریخ آٹھه جلدوں میں لکھي - مندرجۀ متن رائے اُسکے سفر نامه سے ماخوذ هوگي' اگرچه مصنف نے حواله نہیں دیا هے - (الهلال)

" تو کیا وہ بات ٹھیک تھی " پولیس افسر نے متعجب ہوکر کہا " جو اس شخص نے ہم سے بیان کی تھی ؟ جب ہم نے اِس سے دریافت کیا کہ یہ قیمتی سامان تمھیں کیونکر ملا ؟ تو اُس نے کہا کہ......"

بشپ نے اُس کی بات ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا - خود ھي یہ کہکر پوری کردی :

" اُس نے کہا کہ یہ چیز مجھے ایک بوڑھے پادری نے دی تھی جس کے یہاں میں نے رات بسر کی تھی ' مگر تم نے اُسکی بات باور نہ کی اور گرفتار کرکے میرے پاس لے آئے - کیوں ؟ یہی بات ہے ؟ اگر یہی بات ہے تو تم نے غلطی کی "

پولیس افسر نے جین کو چھوڑ دیا - جین کی کند اور اکھڑ طبیعت کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اس لطیف مگر حیرت انگیز طرز عمل کی نزاکت محسوس کرسکتا - صورت حال کی عجیب ' غیر متوقع ' اور انقلابی نوعیت نے اسے مبہوت کردیا - اُس کی آنکھیں کھلی تھیں مگر اُسے کچھہ دکھائی نہیں دیتا تھا - بشپ اُٹھا اور چاندی کے دونوں شمعدان جو اُس کی چوری سے بچ رہے تھے ' اُٹھا سامنے کردیے :

" میرے دوست ! یہ اپنی چیز لیلو اور خدا کے امن اور سلامتی کے ساتھہ جاؤ - مگر دیکھو ' جب کبھی تم واپس آؤ ' تو یاد رکھنا - تمھارے لیے بالکل غیر ضروری ہے کہ باغ میں سے گزرنے کی زحمت برداشت کرو - تم اس گھر میں ہمیشہ اُس کے صدر دروازے سے داخل ہوسکتے ہو - رات ہو یا دن - وہ کبھی اندر سے بند نہیں کیا جاتا - صرف بھڑا دیا جاتا ہے "

جین نے بغیر اس کے کہ صورت حال سمجھہ سکا ہو ' ایک ایسے آدمی کی طرح جو اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو ' ہاتھہ بڑھا دیا اور شمعدان لے لیے - اب بشپ ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور جین کے کان میں کہتا ہے :

" دیکھو یہ نہ بھولنا کہ تم نے مجھہ سے آج کیا وعدہ کیا ہے ؟ تم نے وعدہ کیا ہے کہ اِس سامان کی قیمت سے ایک راست باز آدمی کی زندگی بسر کروگے "

جین نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا - وہ تو مبہوت اور دم بخود کھڑا تھا - بشپ نے اُس کے کہنے کا انتظار نہیں کیا - اُسے جو کہنا چاہیے تھا ' وہ خود ہی اُس کی طرف سے فرض کرلیا - قبل اس کہ منظر ختم ہو ' بشپ کی زبان پھر کھلتی ہے - وہ جین کے کاندھے پر شفقت سے ہاتھہ رکھتا ہے اور کہتا ہے :

" جین والجین ! میرے دوست ! میرے عزیز بھائی ! اب تم زیادہ عرصہ تک برائی کی زندگی میں نہیں رہسکتے - میں نے آج تمھاری روح تم سے خرید لی ہے - میں اُسے تاریکی سے نکال کر خدا کے حوالہ کرتا ہوں ! "

***



" میرے دوست ! تم یہ اپنے شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی چاندی کے ہیں اور دو سو میں فروخت ہوسکتے ہیں "

میں نے جب کبھی قصہ کا یہ حصہ پڑھا ہے ' تو محسوس کیا ہے کہ کوئی چیز ضرورت سے زیادہ یہاں آگئی ہے - میں خیال کرتا ہوں ' اگر وکٹر ہیوگو یہ منظر وہیں پر ختم کردیتا جہاں بشپ نے شمعدان دیکر کہا تھا " سلامتی کے ساتھہ جاؤ " تو یہ تصویر کہیں زیادہ موثر اور مکمل ہوتی - اس سے زیادہ بشپ کو خود اپنی زبان سے کہنے کی ضرورت نہ تھی - اس سیرۃ (کیریکٹر) کی ساری تاثیر اُس کی حالت کی رفعت اور کیفیت میں ہے - صراحت اور وضاحت میں نہیں ہے ــــ بسا اوقات عمل کی تاثیر ایک مقدس خاموشی ہوتی ہے جسے چھونا نہیں چاہیے - زبان کی گویائی اُس میں مخل ہوسکتی ہے مگر اضافہ نہیں کرسکتی !

***

بہر حال جین یہاں سے نکلتا ہے ' اور اب وہ وقت آتا ہے کہ زندگی بھر کی خواب گراں کے بعد اچانک اُس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ افکار و احساسات کی ایک بالکل نئی دنیا اُس کے اندر پیدا ہوگئی ہے - یہ اُس کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا کہ نفرت ' حقارت ' اور ' سزا کی جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش کی دل نواز صدا اُس کے کانوں میں پڑی تھی - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اُسے معلوم ہوا ' اس دنیا میں صرف " قانون " اور " سزا " ہی نہیں ہے بلکہ اِن سے بھی ایک بالا تر حقیقت ہے جو " محبت " اور " قربانی " ہے اور جس کی وسعت اور گہرائیوں کی کوئی انتہا نہیں - وہ لاکھہ ہی اس حقیقت کی تاثیر سے بچنا چاہتا لیکن یہ اُس کا روح و دل زخمی کیے بغیر نہیں رہسکتی تھی - وہ قید خانۂ تولون کا مشہور مجرم سہی ' مگر پھر بھی انسان تھا - سانپ اور بھیڑیا نہ تھا - سانپ کا پھن اور بھیڑیے کا پنجہ بھی تو محبت اور فیاضی کے سامنے نہیں اُٹھہ سکتا ؟ نا ممکن تھا کہ وہ بشپ کی رحمت و قربانی سے اپنی شقاوت و معصیت کا مقابلہ نہ کرتا - اُس کا دل جسے سوسائٹی کی بے مہری ' قانون کی سنگ دلی ' اور زندگی کی محرومیوں نے پتھر کی طرح سخت کردیا تھا ' اب محبت کی دل نوازیوں سے بے اختیار پگھلنے لگا - سچ مچ تو اُس کی روح اُس کی نہیں رہی تھی - اُسے بشپ کی نگاہ محبت نے خرید لیا تھا - اس خرید و فروخت میں بشپ نے چند برتن کھوے ' لیکن جین نے اپنی پوری زندگی جو گم ہوچکی تھی واپس پالی - اگر بشپ جین کو قانون اور سزا کے حوالے کردیتا تو کیا پاتا ؟ چاندی کے چند برتن جو اُس کے گھر سے چرائے گئے تھے - لیکن چاندی کے برتن زیادہ قیمتی ہیں یا خدا کے ایک بھٹکے ہوئے بندے کی خدا کے طرف واپسی ؟ بشپ کا فیصلہ یہ تھا کہ چاندی نہیں بلکہ انسان قیمتی ہے ! اُس نے برتنوں کے ساتھہ شمعدان بھی ملادیے - کیونکہ پھر بھی یہ سودا بہت ارزاں تھا !

***

اس قصه میں ایک نہایت ھي موثر سیرۃ (کیرکٹر) ایک قصبه کے بشپ (بڑے پادري) کي ھے' اور اسي سے قصه شروع ھوتا ھے - یه بشپ رحم اور محبت کا پیکر تھا - انسان کي شقاوت اور معصیت کے لیے اُس کے دل میں نفرت کي جگه رحمت تھي - وہ اِس حقیقت سے بے خبر نه تھا که انساني روح نفرت و بغض سے نہیں بلکه محبت اور فیاضي سے شکار کي جاسکتي ھے - وہ اپني تمام بیش قرار تنخواہ بے نواؤں کي اعانت اور بیماروں کي تیمارداري میں خرچ کرڈالتا اور کہتا "یه میرے گھر کا خرچ ھے" - وہ اپنا تمام وقت ابناء جنس کي خبر گیري و خدمت میں صرف کردیتا اور کہتا "یه میرے اوقات کي تقسیم ھے" - جب کبھي کوئي بیمار پڑتا' یه اس کے سرھانے پہنچ جاتا - جب کبھي کوئي مصیبت میں مبتلا ھوتا' یه اُس کے دروازہ پر دستک دیتا - جب کبھي کوئي مجرم گرفتار ھوتا' یه اُسے توبۂ و انابت کي تسکین دینے میں مشغول نظر آتا !

اُس کا دروازہ ھمیشه کھلا رھتا - ھر آنے والے کے لیے وہ ایک ھي آواز رکھتا تھا " اندر چلے آؤ " اُس کي راتیں خدا کے تصور میں بسر ھوتي تھیں اور دن اس کے بندوں کي محبت میں !

***

اُسي زمانه میں ایسا اتفاق ھوا که فرانس کا ایک مشہور مجرم اٹھارہ برس کي سزا جھیل کر تولون کے قید خانه سے رھا ھوا اور اُسي قصبه سے گزرا - جاڑے کا موسم تھا - ایک پہر رات گزر چکي تھي - بھوک اور تھکن سے چور چور ھو رھا تھا - سارے قصبه کا بار بار چکر لگایا که رات بھر کے لیے کہیں پناہ مل جائے مگر میسر نه آئي - وہ ایک رھا شدہ قیدي تھا - کون تھا جو ایسي قابل نفرت مخلوق کو اپني چھت کے نیچے دیکھنا گوارا کرتا ؟ مجبوراً اس نے ایک احاطه کي شکسته کوٹھري میں پناہ لي ' لیکن وہ کتے کا گھر تھا - کتے نے بھي گوارا نه کیا که اس کے ساتھ سب باش ھو ! پھر اس نے سوچا' میرے لیے صرف قید خانه ھي میں جگه نکل سکتي ھے - وہ قصبه کے قید خانه کے دروازہ پر پہنچا اور بڑي عاجزي سے درخواست کي که رات بھر کے لیے اسے جگه دیدي جائے - لیکن دروازہ کے محافظ نے کہا " یه سرائے نہیں ھے - قید خانه ھے - اگر یہاں آنا چاھتے ھو تو پہلے اپنے کو گرفتار کراؤ "

افسوس بد قسمت انسان ! قید خانه بھي اُسے پناہ نہیں دے سکتا جب تک وہ جرم نه کرے !

***

آخر اتفاقات اُسے بشپ کے دروازہ پر پہنچاتے ھیں - حسب معمول آواز آتي ھے " اندر چلے آؤ " یه مکان میں جاتا ھے اور اپني داستان مصیبت سناتا ھے - بشپ ایک دوست اور بھائي کي طرح اُس کا خیر مقدم کرتا ھے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتا ھے - گرم کمرہ' گرم غذا' آرام و عافیت سے رات بسر کرنے کا سامان ؛ صورت حال کي یه تبدیلي جین والجین کي طبیعت میں (کیونکه رھا شدہ قیدي کا یہي نام تھا) شگفتگي پیدا کردیتي ھے - وہ بشپ سے بے تکلف ھوکر باتیں کرنے لگتا ھے - لیکن وہ سخت متعجب ھوتا ھے جب دیکھتا ھے که بشپ اُسے گفتگو میں " جناب " کرکے مخاطب کرتا ھے - اُس نے اپني زبان سے لاکھوں مرتبه دوسروں کو " جناب " کہا تھا ' لیکن خود اپنے لیے یه لفظ کبھي نہیں سنا تھا - اُس کي ساري عمر قید خانے کے سپاھیوں کي گالیاں سننے میں بسر ھوئي تھي - وہ حیران ھوکر کہتا ھے " میں ایک رھا شدہ قیدي ھوں - اگر تم میرے حال سے واقف ھوتے تو ایسا نه کہتے " لیکن بشپ کہتا ھے " میں تم سے واقف ھوں - کیونکه تم میرے بھائي ھو ! "

کھانے کے بعد وہ جین کے لیے اپنے کمرے کے ساتھ کا کمرہ طیار کرادیتا ھے - چاندي کا شمع دان روشني کے لیے رکھدیتا ھے ' اور شب بخیر کہکر رخصت ھوجاتا ھے -

جین شکر گزار ھوکر سو جاتا ھے - عمر بھر میں یه پہلا موقعه تھا که قید خانه کے سخت اور ٹھنڈے فرش کي جگه ایک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس ھوا تھا !

***

اب ایسا ھوتا ھے که پچھلے پہر اُس کي آنکھ کھلتي ھے - اس کا دماغ جو شام کي مصیبتوں سے تھک کر معطل ھوگیا تھا ' کئي گھنٹے آرام پا کر اپني اصلي حالت میں واپس آجاتا ھے اور اپنا گرد و پیش سونچنے لگتا ھے - اچانک اس کے خیالات میں جنبش ھوتي ھے - طمع و حرص کے مجرمانه جذبات بھڑک اٹھتے ھیں - جرم کا ذوق خفته بیدار ھوجاتا ھے - اسے یاد آتا ھے که کھانے کي میز پر چاندي کے قیمتي برتن موجود تھے جو اسي کمرے میں ایک جگه رکھے ھوئے ھیں - وہ اٹھتا ھے - پہلے بشپ کے کمرے میں جاتا ھے - نہیں معلوم جرم و گناہ کے کیسے خوفناک ارادے اُس کے اندر کھول رھے تھے ؟ لیکن جب بشپ کے سادہ اور نوراني چہرے پر نظر پڑتي ھے تو جھجھک کے رہ جاتا ھے - گھبراھٹ میں جلد جلد چاندي کے برتن اٹھاتا ھے ' اور باغ کي دیوار پھاند کر روانه ھوجاتا ھے -

***

بشپ صبح اٹھتا ھے - وہ خیال کرتا ھے که اپنے مہمان کے لیے تھوڑي گائے کا تازہ دودھ مہیا کرے - لیکن اتنے میں خادمه آتي ھے اور خبر دیتي ھے که یه " مہمان عزیز " چاندي کے تمام برتن لیکر بھاگ گیا - بشپ سنتا ھے ' لیکن اُس کي زبان سے شکایت کا ایک حرف نہیں نکلتا - وہ کہتا ھے ' لکڑي یا لوھے کے برتن بھي اُسي طرح کام دے سکتے ھیں جس طرح چاندي کے برتن ' وہ نه آساني مہیا کر لیے جائینگے !

اتنے میں دروازہ کھلتا ھے اور پولیس کے سپاھي جین والجین کو گردن سے پکڑے نمودار ھوتے ھیں - اُن سے معلوم ھوتا ھے که صبح یه قصبه سے نکل کر تیزي سے بھاگا جا رھا تھا - پولیس کے ایک سپاھي کو شبه ھوا اور گرفتار کر لیا - شبه کي تصدیق اُس بقچه سے ھوئي جو اِس کي بغل میں تھا - اُس سے چاندي کے قیمتي برتن نکلے -

یہي موقعه بشپ کي سیرۃ (کیریکٹر) کي سب سے زیادہ موثر تصویر پیش کرتا ھے - جونھي بشپ کي نظر جین پر پڑي ' بے تامل آگے بڑھا :

" میرے دوست کیا تم ھو؟ " بشپ نے کہا " میں تمھیں دیکھ کر بہت خوش ھوا - لیکن یه کیا بات ھے که تم جاتے ھوئے اپنے شمعدان یہیں چھوڑ گئے ؟ حالانکه وہ بھي تو چاندي کے ھیں " اُس نے چاندي کے لفظ پر زور دیا " اور کم سے کم دو سو روپیه میں فروخت ھو جا سکتے ھیں ؟ "

پولیس افسر ایک دوسرے ھي طرح کے معامله کا متوقع تھا یه صورت حال دیکھي تو گھبرا گیا :



انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبي حلقے سالها سال سے اعادۂ شباب اور درازي عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے ' اُن میں سب سے زیاده کامیابي ڈاکٹر وررو نوف کو هوي هے جو بندر ني گلٹیوں کي قلم انسان کے جسم میں لگا کر بوڑھاپے کو جواني سے بدل دیتا هے - اُس کي حیرت انگیز عملي کامیابیوں کا غلغله چار سال سے بلند هے ' اور اب اس درجه مشهور هو چکا هے که هر چوتھے پانچویں هفتے اِس بارے میں کوي نه کوي خبر ریوٹر ایجنسي کے ذریعه دنیا میں مشتهر هوجاتي هے -

سب سے پہلے سنه ۱۹۲۲ - میں ریوٹر نے یهه خبر مشتهر کي تهي که سابق قیصر جرمني نے ڈاکٹر وررو نوف کو بلایا هے تا که اس عملیه کا تجربه کریں - اُسکے بعد سنه ۱۹۲۴ - میں فرانس کي هافاس ایجنسي نے خبر دي که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بهیجا هے تا که وهاں کي بهیڑوں پر اس عملیه کا تجربه کریں - اُسي زمانے میں پیرس کے مشهور مصور رساله لا السنراسیوں نے اس عملیه کي تاریخ اور عملي نتائج پر متعدد مضامین لکهے ' اور تهوڑے عرصه کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم هوا که ڈاکٹر وررو نوف نے لنڈن کا سفر کیا هے اور شاهي طبي مجلس کے زیر اهتمام ایک وقیع جلسه میں تقریر کي هے - اس جلسه میں انهوں نے ایک ۷۵ - برس کا سالخورده آدمي بهي پیش کیا تها جو حد درجه کمزور هو چکا تها ' مگر اب اس عملیه کے ذریعه زیاده سے زیاده چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم هوتا تها !

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبي رسالوں میں یه بحث از سر نو چهڑ گیا - مختلف پهلوؤں سے اس پر بحثیں شروع رهیں -

شاید هندوستان هي وه جگه هے ' جهاں اس عملیه کي کامیابي اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بهتر اندازه لگایا جا سکتا تها - بندروں کي سب سے بڑي آبادي افریقه کے بعد هندوستان میں هے - اور اگر عمده نسل کے بندروں کي جستجو هو تو وه غالباً صرف هندوستان اور اسکے جزیروں هي میں مل سکتے هیں - اس لیے هر ایسے عملیه کے لیے جس میں اِس " انسان سے ایک درجه فرو تر " جانور کي ضرورت هو ' ضروري هے که هندوستان سے اپني ضرورت پوري کرنے کا انتظام کرے - سنه ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم هوا که شمالي هند میں ایک نئي قسم کي تجارت شروع هوگئي هے اور خوب فروغ پارهي هے - یه تجارت بندروں کے فرانس بهیجنے کي تجارت تهي - معلوم هوا که فرانس کي ایک حیوانات فروش دکان سیکڑوں هزاروں کي تعداد میں عمده نسل اور قسم کے بندر طلب کر رهي هے ' اور بمبئي ' کلکته ' کولمبو سے ایک ایک جهاز میں سو سو بندر بهیجے جا رهے هیں - یه صورت حال اس بات کا قطعي ثبوت تهي که ڈاکٹر وررو نوف کا عملیه کم از کم مقبول خوب هو رها هے !

حال میں راوٹر ایجنسي نے پیرس سے ایک نئي خبر شائع کي تهي - اس سے معلوم هوا تها که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلي کے سرحدي مقامات میں سے ایک نهایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا هے ' اور انهوں نے وهاں ایک قدیم قلعه میں بهت بڑي تعداد بندروں کي جمع کرلي هے - مقصود اس سے یه هے که خود یورپ میں بندر پال کر بڑي تعداد پیدا کرلي جائے ' تاکه اس عملیه کے انجام دینے میں سهولت هو -

اس خبر کے دو هفته بعد پیرس کے مشهور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع هوا جو اسي سرحدي مقام کے قدیم قلعه میں (جو اب بندروں کي قیام گاه هے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں هوئي تهي - ملاقات کي سرگزشت ڈاکٹر ایم - لوئي فارست کے قلم سے نکلي تهي جو ڈاکٹر وررو نوف کے پرانے دوست هیں -

چونکه یه معامله موجوده دنیا کا سب سے زیاده اهم طبي انکشاف هے ' اس لیے هم چاهتے هیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کردیں - هم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اهم حصے لے لیے هیں اور انهیں ضروري تصاویر کے ساتهه شائع کر دیتے هیں - پهلا ٹکره نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ هے جو دنیا کے معتمد طبي رسائل میں سے هے - دوسرا پیرس کے مشهور مصور رساله " لا السنرا سیون " کے مضامین سے مرتب کیا گیا هے جو اس موضوع پر شائع هوئے تهے - تیسرا " طان " پیرس سے لیا گیا هے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وررو نوف کي ملاقات کي سرگزشت بیان کي گئي هے - اس کا مختصر خلاصه هندوستان کے بعض انگریزي اخبارات میں بهي شائع هوگیا تها ' لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں " طان " آگیا هے اور اس میں پوري سرگذشت درج هے -

(۱)

(انساني عمر کي درازي)

زندگي کي بیمه کرنے والي کمپنیوں کي سالانه رپورٹیں ظاهر کرتي هیں که گزشته صدي کے آخري پچیس برسوں میں انسان کي عمر پہلے سے باره برس زیاده هوگئي هے - امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹي میں پچهلے مهینه تقریر کرتے هوئے کہا :

نیکی اور بدی میں کشمکش شروع ہوگئی - مقابلہ سخت تھا مگر جیت نیکی ہی کیلیے تھی - جین نے تاریکی اور گناہ کا دشت بے کنار پیچھے چھوڑا ' اور ایک ہی جست میں نیکی اور خدا پرستی کی بلندیوں پر پہنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبی زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی !

نیکی کی دنیا بدی کی دنیا سے کس قدر دور معلوم ہوتی ہے اور پھر دیکھو تو کتنی نزدیک ہے ؟ جب تک تم نے اسکی طرف قدم نہیں اٹھایا ' وہ اتنی دور ہے کہ اس کا نشان راہ بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا - لیکن جونہی تم اسکی طرف چلے ' وہ اتنی نزدیک ہوجاتی ہے کہ ساری مسافت ایک قدم سے زیادہ نہیں ! یونانی علم الاصنام کی ضرب المثل تھی : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل ہے " کیونکہ دونوں ایک ہی احاطہ میں تھے' اور جہل و خونریزی کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اتنا کرنا پڑتا تھا کہ بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکھدیا - یہ اس طرف اشارہ تھا کہ علم و جہل ' محبت و جنگ ' اور نیکی و بدی کی دنیائیں کتنی ہی وسیع اور دور دراز نظر آتی ہوں ' مگر اسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسری میں قدم رکھنا چاہے ! اس سے زیادہ مسافت نہیں ہے کہ ایک گھر کی چوکھٹ سے نکلے اور دوسری چوکھٹ میں قدم رکھدیا !

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

***

بالآخر فرانس کا وہ مشہور مجرم جسکے لیے چوری پیشہ اور قتل تفریح تھی ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹی کا انصاف اٹھارہ برس عذاب میں رکھہ کر بھی جرم سے روک نہیں سکا تھا ' جسکی شقاوت اور سیہ کاری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ قید خانہ سے نکلتے ہی پہلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بھی ضمیر کی ملامت محسوس نہ کی ؛ اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمی تھا جسکی دولت بندگان خدا کی بے لوث خدمت میں اور جسکی زندگی مصیبت زدوں اور بے سر و سامانوں کی غمخواری میں صرف ہوتی تھی ! اتنا ہی نہیں بلکہ گذشتہ کے احساس اور مستقبل کی طلب نے اب اسکے اندر نیکی اور ایثار کی ایک ایسی اعلی روح پیدا کردی تھی جسکی طاقت کی کوئی انتہا اور جسکی وسعت کا کوئی کنارہ نہ تھا - بشپ کا نمونہ اسے اپنی روحانی بلندی کی سطح سے بھی ایک زیادہ بلندی کی طرف دعوت دے رہا تھا !

***

انسان کتنا ہی نیک بننا چاہے لیکن سوسائٹی اسے نیک بننے نہیں دیتی - وہ اسکا زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر تعاقب کرتی ہے - جین کچھہ سے کچھہ ہوگیا ' اسکی روح بدل گئی ' اسکا دل پلٹ گیا ' اس کا سینہ جو کبھی شیطان کا نشیمن تھا ' مقدسوں کی نیکیوں کا آشیانہ اور فرشتوں کی پاکیوں کا خزینہ بن گیا ؛ تاہم سوسائٹی نہ تو اسے معاف کرسکی ' نہ اسکی راہ روکنے سے باز آئی - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتی گئیں ' اور اسکی وہ نیکی جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے ہوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دی تھی ' متزلزل نہ ہوئی - وہ قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کی خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچھہ دیدیا - لیکن انسان اسے انصاف کا ایک کلمہ ' اعتراف کا ایک اشارہ ' عزت کی ایک غلط انداز نظر بھی نہ دے سکا !

***

افسانہ بہت طول کھینچتا ہے - سالہا سال گزر جاتے ہیں - یورپ کے بعض اہم واقعات شروع ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں - " واٹرلو " کا معرکہ اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بھی ہو چکتا ہے ' لیکن جین کی عجیب و غریب زندگی کی مسلسل اور غیر مختتم قربانیاں ختم ہونے پر نہیں آتیں - وہ اپنی زندگی کا تمام آخری حصہ صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکی کی پرورش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساری نامرادیوں اور شقاوتوں کا صلہ اس بچہ کی محبت میں مل جایگا ' وہ بھی اس سے بے پروا ہو جاتی ہے - جس شخص کی زندگی کو وہ ایک ایسے زہرہ گداز اور دہشت انگیز خطرہ میں پڑکر بچاتا ہے جس کا تصور بھی انسان کو سہمادے ' وہ بھی اسکے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا اور اس سے منھہ موڑ لیتا ہے - آخر وہ وقت آتا ہے جب اسی برس کی عمر میں تن تنہا بستر موت پر کروٹیں بدلتا ہے - اسوقت انسان طیار ہوتا ہے کہ اسکے ساتھہ انصاف کرے -

ساری عمر کی نیکی اور قربانی کے بعد اعتراف کی یہی چند گھڑیاں تھیں جو سوسائٹی اسے دے سکی !

***

ویکٹر ہیوگو کی یہ طیار کی ہوی سیرۃ (کیریکٹر) نہایت مقبول ہوی ہے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات کے جوہر دکھلاے ہیں - سب سے بہتر مرقع موروس کا تسلیم کیا جاتا ہے جو گذشتہ صدی کا نامور فرانسیسی مصور تھا - اس مرقع میں اس نے وہ منظر دکھلایا ہے جب پولیس کے سپاہی جین کو گرفتار کر کے لاتے ہیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے ہیں - جین دم بخود کھڑا ہے - اسکے ہاتھہ میں چوری کے مال کا بقچہ ہے - بشپ مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور چاندی کے شمعدان اسے پکڑا رہا ہے - نیچے یہ عبارت درج ہے " میرے دوست ! تم رات جاتے ہوے یہ شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی تو چاندی کے ہیں اور دو سو روپیہ میں فروخت ہو سکتے ہیں " ؟

***

کچھہ عرصہ ہوا میں سفر میں تھا اور گزران وقت کے لیے یہ قصہ پڑھہ رہا تھا - میں نے خیال کیا ' ویکٹر ہیوگو نے اپنے زور تخیل سے انسانی سیرۃ کا ایک بڑا ہی بلند اور دلاویز نقشہ کھینچا ہے ' لیکن اگر اس نے مشرق کی شاعری کی طرح (کیونکہ اس نے سعدی اور حافظ کا مطالعہ کیا تھا) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بھی مطالعہ کیا ہوتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ اس طرح کی اخلاقی سیرۃ یہاں کی عملی زندگی کے واقعات رہ چکے ہیں - پھر مجھے خیال آیا کہ سید الطائفہ جنید بغدادی (رح) اور ابن ساباط کا واقعہ کس درجہ اس سے مشابہ ' اور اپنی تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر ہے ؟

***

" ابن ساباط " کی سرگزشت کیلیے آئیندہ مجلس افسانہ سرائی کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

ایک ۷۵ برس کا بوڑھا آدمي
عملیۂ تقالیم سے پہلے



اِن تجربوں کے بعد اُس نے انسان کو لیا اور خاطر خواہ کامیابي حاصل هوئي - چالیس سے ساٹھہ برس تک کے آدمیوں پر تجربہ کیا گیا جنکي شرائین سخت هوگئي تهیں' اور پیري کے جملہ لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تهے - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پہنچایا گیا اور یہ تمام عوارض دور هوگئے - یہ خیال نہیں کرنا چاهیے کہ اس طریقہ میں جوان آدمي کا بہت سا خون لیا جاتا ہے - نہیں' بہت هي کم خون - اِتنا کم' جتنا معمولي زخم سے بہہ جایا کرتا هے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافي هوتا هے - ایک سنتي میٹر مکعب سے دو سنتي میٹر تک خون کافي هوتا هے - اِس میں اصلي شرط یہ هے کہ دونوں کے خون کي فعالي خاصیت یکساں هو - یهي سبب هے کہ خون لینے سے پہلے اُس کي طبي جانچ کرلي جاتي هے - سب سے بہتر خون باپ کے لیے بیٹے کا هوتا هے - لیکن بهر حال طبي معائنہ ضروري هے -

(۲) گلٹیوں کا نظریہ

دوسرا طریقہ گلٹیوں کي عملیات کا هے - یہ طریقہ اُس نظریہ پر مبني هے جو آجکل بہت عام اور مقبول هو رها هے - نظریہ یہ هے کہ جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر هے جو خون میں بلا واسطہ اپنا مادہ پہنچاتي رهتي هیں - اِن گلٹیوں کي مثال بالکل اُس ننھے سے پرزہ کي هے جو موٹر میں حرکت کے وقت پہلا شرارہ پیدا کرتا هے -

گلٹیوں کي جسم میں تاثیر مسلم هے - مثلاً جب گردن کي " غدۂ درقیہ " (Thyroid Gland) خراب هو جاتي هے تو انسان میں غفلت و حماقت کي سي ایک کیفیت پیدا هو جاتي هے - اِس غدود یا گلٹي کے اوپر دو گلٹیاں اور بهي موجود هیں - یہ اِتني چهوٹي هیں کہ پن کے سر سے زیادہ نہیں هیں - اگر یہ جسم سے نکال دي جائیں تو فوراً تشنج شروع هو جائے اور زیادہ سے زیادہ چهہ گهنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسي طرح گردوں کے اوپر کي گلٹیاں بهي اگر نکال دي جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے' گویا بجلي گر پڑي - وجہ یہ هے کہ یہ دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا مادہ خارج کرتي رهتي هیں جس کا نام " اڈرینالین " هے - یهي مادہ قلب کي حرکت کا اصلي موجب هے -

غرضکہ اِس قسم کي بہت سي گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود هیں - لیکن تجربہ کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلي گلٹیوں سے کام لیا هے : یہ ثابت هوچکا هے کہ تناسلي گلٹیوں هي سے وہ مادہ خارج هوتا هے جس سے مرد کي آواز بهاري هوتي هے' چہرے پر بال نکلتے هیں' اور وہ تمام حالات پیدا هوجاتے هیں جنسے مرد' مرد هوتا اور اُس میں رونق شباب ظاهر هوتي هے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوي اور چست کیوں کر کیا جائے ؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے هیں

ایک طریقہ یہ هے کہ اِن گلٹیوں پر عمل جراحي کرتے هیں اور اُن کي شرائین مختلف دواؤں کے ذریعہ تروتازہ کر دي جاتي هیں' جن سے مادۂ منویہ آتا هے اور جو بڑهاپے میں خشک هو جاتي هیں - یہ طریقہ اب تک پوري طرح کامیاب نہیں هوا هے' اگر هو بهي جائے تو صرف اُنهي بوڑهوں کے لیے مفید هوسکتا هے جن کے قوی ابهي مضبوط هیں اور جسم میں مادۂ منویہ کافي مقدار میں پیدا هوتا رهتا هے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور هوگئے هیں' اُن کے لیے یہ طریقہ مفید نہ هوگا - یهي وجہ هے کہ یہ طریقہ مقبول نہیں هوا -

دوسرا طریقہ پچکاري کے ذریعہ مواد داخل کرنے کا هے - تندرست حیوان کي تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا جاتا هے' اور بوڑهے جسموں کي گلٹیوں میں پہنچا دیا جاتا هے - لیکن یہ طریقہ بهي زیادہ کار آمد ثابت نہیں هوا - کیونکہ اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل هے - پهر اِس کا اثر بهي زیادہ دیر پا نہیں هوتا - کچهہ مدت کے بعد جاتا رهتا هے -

یہ طریقہ سب سے پہلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تها اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربہ کیا تها - وہ ڈاکٹر بہت بوڑها هو گیا تها - عمر ستر سے بهي زیادہ هوگئي تهي - عصبي اشغال کي قوت باقي نہیں رهي تهي - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال هوا کہ اِس طریقہ کا تجربہ کیوں نہ کیا جائے ؟ چنانچہ تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاري کے نشتر کے ذریعہ داخل کر دیا - نتیجہ حیرت انگیز تها - اچانک شباب کي قوتیں عود کر آئیں !

تیسرا طریقہ وہ هے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا هے یعني جس طرح درختوں کي دو مختلف شاخوں کا باهمدگر پیوند لگایا جاتا هے' اسي طرح ایک جسم کا کچهہ حصہ دوسرے جسم میں لگا دیا جائے - اسي لیے هم نے اسے " تقلیم " کے لفظ سے تعبیر کیا هے جو عربي میں قلم لگانے کے معني میں بولا جاتا هے - ایک دوسرا لفظ " تطعیم " بهي هے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیادہ ٹیکہ لگانے کا مفہوم پایا جاتا هے - مصر کے بعض رسائل نے غلطي سے اسے " تطعیم " کہنا شروع کر دیا هے - حالانکہ تطعیم اسکے لیے موزوں نہیں



وهي ۷۵ برس کا بوڑها
عملیہ کے بعد

ڈاکٹر گورسکی

جس نے تجدید خون کے ذریعہ اعادۂ شباب کے عملیہ میں کامیابی حاصل کی



"اعداد و شمار سے ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کی عمر بڑھ رہی ہے - سولہویں صدی سے انیسویں صدی کے وسط یعنی سنہ ۱۸۵۰ع تک، انسان کی عمر میں بیس برس کا اضافہ ہوچکا ہے - اس کے بعد بھی ترقی برابر جاری رہی - اس وقت انسان کی متوسط عمر ۵۸ - سال تک پہنچ چکی ہے"

پروفیسر مذکور کے خیال میں اس زیادتی کا اصلی سبب علم حفظان صحت کی ترقی اور عقل انسانی کی وسعت ہے - اب انسان بہت سے ایسے امراض پر غالب آگیا ہے جو پہلے ناقابل علاج تھے - اسنے دنیا کہ مرد کی زندگی کیلیے سب سے زیادہ خطرہ پچاس اور اٹہاون سال کی درمیانی عمر میں ہوتا ہے - لہذا اس موقعہ پر غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے - عورت کی زندگی ۱۶ - اور ۱۸ - سال کی عمر میں سب سے زیادہ خطرے میں ہوتی ہے - تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر عورتیں اسی عمر میں مرتی ہیں -

عمر کی درازی میں وراثت کو بھی بہت دخل ہے - جن خاندانوں میں عمر زیادہ ہوتی ہے، انکی نسل زیادہ مدت تک زندہ رہتی ہے - یہ اس لیے کہ عمر کا تعلق جسم کی ان خلایا یا تھیلیوں سے ہے جو زندگی کی محافظ اور پرورش کرنے والی ہیں - علماء علم الحیاۃ نے اب یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ زندگی کی ان تھیلیوں کی قوت و صلاحیت عام طور پر موروثی ہوتی ہے - لہذا طویل العمر خاندانوں کے افراد کو زیادہ عمر پانے کی امید رکھنی چاہیے - بشرطیکہ بے اعتدالیوں سے زندگی کی قوتیں قبل از وقت ضایع نہ کردیں -

حال میں مشہور روسی عالم ڈاکٹر وورو نوف نے اعلان کیا ہے:

"عنقریب انسان ۱۲۵ - سال کی عمر حاصل کرلیگا، اور علم کی ترقی بہت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑھا دیگی"

اور بہت سے علماء نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے - دنیا بھر میں زندگی کی درازی کیلیے ایک زبردست تحریک پیدا ہوگئی ہے -

(اعادۂ شباب)

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان اتنی عمر لیکر کریگا کیا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر ساٹھہ برس کے بعد ہی بڑھاپے کی کمزوریاں اسے مغلوب کرلیتی ہیں، اور اس کے بعد تو اسکی زندگی موت سے بھی بدتر ہوجاتی ہے؟

بلا شبہ یہ سوال بہت اہم ہے -

لیکن علماء علم حیات اس سے غافل نہیں ہیں - ان کا جواب یہ ہے کہ بڑھاپے کی یہ حالت طبعی اور اٹل نہیں ہے بلکہ عوارض کا نتیجہ ہے - اگر یہ عوارض دور کردیے جائیں تو سو برس کی عمر میں بھی انسان ویسا ہی خوش حال رہسکتا ہے، جیسا تیس برس کی عمر میں ہوتا ہے - وہ کہتے ہیں - یہ عوارض دور کردیے جاسکتے ہیں -

بڑھاپے کی لاچاریاں دور کرنے کا مسئلہ نیا نہیں ہے - قدیم سے انسان نے اس پر غور کیا ہے اور درازی کی شکل میں اسکے بہت سے حل تجویز کیے ہیں - مگر تجربے اور عمل سے کوئی بھی کارگر ثابت نہ ہوا - اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ علماء شاید یہ مہم سر کرلیں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظیم)

گزشتہ سال سوئٹزر لینڈ میں سائنس کانگرس نے اعلان کیا تھا:

"یہ خیال محض بے بنیاد ہے کہ بڑھاپا ایک طبعی حالت ہے جو لازمی طور پر ہر انسان پر طاری ہوتی ہے - بڑھاپا بھی دراصل بیماری کی طرح ایک عارضہ ہے - جس طرح ہر بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں، اسی طرح اس بیماری کے بھی جراثیم ہیں، اور علم نے معلوم کر لیے ہیں - اگر ان کے معدوم کردینے میں کامیابی ہوگئی، تو بڑھاپا بھی معدوم ہو جایگا"!

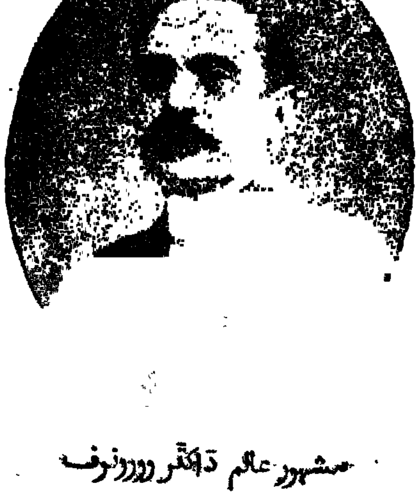
(۲)

(اعادۂ شباب کے کامیاب طریقے)

بڑھاپا دور کرنے یا بہ الفاظ علمی اس کے جراثیم معدوم کردینے کے جو طریقے اس وقت تک کامیاب ہوچکے ہیں، وہ کچھہ کم اہمیت نہیں رکھتے - ہم مختصراً ان تمام طریقوں کا یہاں ذکر کردیتے ہیں -

(۱) تجدید مادۂ دمویہ

اس طریقہ کا موجد پیرس کا ایک ڈاکٹر گورسکی ہے - اس طریقہ کی طرف اسے ڈاکٹر کارل کی کیمیاوی تحقیقات سے رہنمائی ہوئی - ڈاکٹر کارل حیوان کا کوئی عضو یا عضو کا کوئی حصہ ایک عرق کے اندر جس میں دو ثلث خون اور ایک ثلث اسی حیوان کی جنین کا جوہر شامل ہوتا تھا، رکھدیتا، اور وہ عضو حیرت انگیز طور پر زندہ رہتا - ڈاکٹر گورسکی نے یہ دیکھکر خیال کیا کہ اگر بوڑھے حیوان کے جسم میں اسی نسل کے جوان حیوان کا خون منتقل کردیا جائے تو اسے جوان ہوجانا چاہیے - چنانچہ اس نے تجربہ کیا اور کامیاب رہا - چودہ برس کا ایک بوڑھا کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑھا گھوڑا دونوں جوان ہوگئے!



مشہور عالم ڈاکٹر وورونوف

جو اعادۂ شباب کے عملیہ تطعیم کا موجد ہے

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفۂ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اُتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اُسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بنجائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علی آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

بااین ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کرچکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد، زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کردینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی در اصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثۂ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہوچکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واردات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی "تاریخ" نہیں ہے، مگر تمام تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے واقعات یہی ہیں۔ یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کردینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب سلسلۂ بیان پیدا ہوجائے البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہوچکا تھا۔ اُسنے اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا، اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُنھوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے، ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپنے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجدیا اور خود بھی سفر کی طیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے نیز بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے کہا، "لوگ یہ سنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جارہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا "میں نے عزم کرلیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں،" ابن عباس بے اختیار پکار اُٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جارہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کردیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر قبضہ حاصل کرلیا ہے؟ اگر وہ ایسا کرچکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُن کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اُسکے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کررہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا در حقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپکو دھوکا نہ دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوجائیں۔" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے آئے۔ "اے ابن عم" اُنھوں نے بہت کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کے دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہوجائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کرچکا"

ابن عباس نے کہا:

"آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کرڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑلینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رُک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑلوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبد اللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپکو سمجھایا۔ آپکے چچیرے بھائی عبد اللہ بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا:

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہوجائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں"

(ابن جریر۔ کامل بمقتل ابن احنف وغیر ذلک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جاکر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کردو" عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مہر کردوں گا۔ چنانچہ عبد اللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دُور کردے جسمیں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جسمیں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جارہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبد اللہ بن جعفر اور یحیٰی بن سعید کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اسپر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

هے - اس میں ٹیکه لگانے کے عملیه کي طرح کوئی خارجي ماده داخل نہیں کیا جاتا ' بلکه ایک عضو کي قلم دوسرے عضو سے پیوند کردي جاتي هے -

اس کا طریقه یه هے که تندرست جسم کي تناسلی گلٹیوں کا پیوند بوڑھے آدمي میں لگادیا جاتا هے اور وہ بالکل جوان هو جاتا هے - سب سے پہلے سنه ۱۷۷۰ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان هنٹر نے اس کا تجربه کیا تھا - بوڑھے کتے میں جوان کتے کي گلٹیاں لگادیں اور اُسکا بڑھاپا دور هوگیا - پھر سنه ۱۸۴۹ - میں ڈاکٹر برتھولڈ نے مرغ پر یہي تجربه کیا اور کامیاب هوا - انیسویں صدي کے آخر میں کئي اور پرندوں پر بھي اس عملیه کے تجربے کامیاب هو چکے هیں -

لیکن یه محض تجربے هي تجربے تھے - ابھي اس حد تک معامله نہیں پہنچا تھا که عملي حقیقت کي طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنه ۱۸۹۴ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے وائنا میں از سر نو تجربے شروع کیے - اِنکا سلسله ابتک جاري هے - اِس ڈاکٹر کے تجربے زیاده تر چوهوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب هوے اور ثابت هوگیا که زیاده سے زیاده بوڑھے چوهے بھي جوان هوسکتے اور چالیس مہینے تک زنده رهسکتے هیں - حالانکه چوهوں کي عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیاده نہیں - اِس کے معني یه هوئے که اُنکي عمر میں تقریباً ۴۵ - في صدي کا اضافه هوگیا - اگر اِسي پر آدمي کي عمر کا بھي قیاس کیا جائے تو اسي سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم هوتا هے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم هوتا هے که عملیه کي آخري کامیابي کي عزت ایک روسي ڈاکٹر کے نام لکھي جا چکي تھي جو عرصه سے پیرس میں مقیم هے - یعني ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنه ۱۹۱۸ - میں ۱۲ - برس کے بوڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کي تناسلي گلٹي کا پیوند لگایا - نتیجه یه هوا که دو مہینے کے اندر بوڑھے دنبے کي حالت بدل گئي - پہلے اُسکا سر جھکا رهتا تھا - هاتھه پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند هو هو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کي قوت بالکل مفقود هو چکي تھي - لیکن اِس علاج کے بعد اُسکي جواني واپس آگئي ' جوش شباب پیدا هوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادا اُس سے حامله بھي هوگئي - ڈاکٹر نے صرف اتنے تجربے هي پر اکتفا نہیں کي - بلکه کچھه روز بعد یه پیوند الگ کر کے دیکھا که اب دنبے کي حالت کیا هوتي هے ؟ هوا یه که پیوند کے الگ هوتے هي بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوباره پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان هوگیا !

(۸۵ برس سے چالیس برس !)

اِسکے بعد ۷۵ - برس کے ایک بوڑھے انگریز پر تجربه کیا - یه نہایت هي ردي حالت میں تھا - کمزوري حد کو پہنچ چکي تھي - پیٹ کي کھال لٹک آئي تھي - بینائي تقریباً جاچکي تھي - کان بھي بہرے هونے کے قریب تھے - اس نے اپني جواني کا تمام زمانه هندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا که ڈاکٹر کے مطب تک بھي خود نہیں چڑھ سکا جو پہلي منزل پر واقع تھا - نوکر اُسے اپني پیٹھه پر لاد کے لے گیا -

لیکن اِس علاج کے بعد وہ جوان هوگیا - قوت واپس آ گئي ' حتی که سر پر بال بھي نکل آئے - حالانکه سالہا سال سے اُسکا سر گنجا هو رها تھا ! (صفحه ۱۱ - کي دونوں تصویریں اسي شخص کي تصویریں هیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان هے که سب سے بہتر پیوند اُس قلم کا هوتا هے جو جوان آدمي کي تناسلي گلٹي سے لیا جاتا هے - علاج کیلیے بہت هي قلیل حصے کي ضرورت هوتي هے - اتنے قلیل کي که آدمي کي صحت کو هرگز کوئي نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکه دنیا بھر کي قوموں کے قوانین نے اِسے ممنوع قرار دیدیا هے ' اس لیے مجبوراً ترقي یافته بندر کي گلٹیوں سے کام لیا جاتا هے - کیونکه حیوانات میں بندر سے زیاده کوئي جانور انسان سے قریب نہیں هے - تحلیل کرنے سے ثابت هوا هے که بندر کا خون بالکل انسان کے خون کي طرح هے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج هو چکا هے ' اور سب پر کامیاب رها هے ' سب از سر نو جوان هو گئے هیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخري اعلان یه تھا که " دسمبر سنه ۱۹۲۶ - تک وہ ایک هزار بوڑھوں پر یه عملیه کر چکے هیں ! "

(جنس اُناث اور عملیهٔ تقلیم)

جس طرح بوڑھے مردوں کے لیے یه عملیه کامیاب هوا هے ' کیا بوڑھي عورتوں کے لیے بھي کامیاب هوسکتا هے ؟ کیا آینده زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کي طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگي اور انتفاع کے هر میدان کي طرح ' اس میدان میں بھي عورتیں محروم رهجائیں گي ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے هوئے کہا هے ؟

" اگر آپ چاهیں تو میں آپ سے اُس کمیونسٹ عورت کي ملاقات کرادوں جو ۶۵ برس کي عمر اور اس کي ساري محرومیاں لیکر میرے پاس آئي تھي اور اب از سر نو جوان بنکر واپس جا چکي هے " !

(باقي آینده)

الہلال کی مکمل جلدیں (قدیم)

گاہے گاہے باز خواں این قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم وادب مشتاق تھے - چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہی حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں،

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸ - روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۵ روپیہ - (منیجر الہلال)

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہوگئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحظہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑہائی۔ (ایضاً)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کردیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑہنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہوجائیں گے"

آپ خاموش ہوگئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہوگئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" اُنھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مرجائیں گے" اسپر آپنے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہوگئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اُنکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کرکے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت دہشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن یقطر قتل کرڈالے گئے، ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے یہ سُنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑہے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہولیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُسوقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندہے، چادر اوڑہے، نعل پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد آئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آیئے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کردے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جن پر میں مطمئن ہوجاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑہی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علحدہ نماز پڑہوگے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑہیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑہی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہوگئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی، تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہو کر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آسکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑہی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کردے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کرلی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

ناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہو، اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے
س کی مخالفت کرتا ہو، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا
ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو، یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمٰن سے
لش ہوگئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر
جائز قبضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھرایا جا رہا ہے۔
ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار
ں۔ تمھارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر
نچے۔ تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کروگے۔ نہ مجھے دشمنوں
حوالہ کروگے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمھارے لئے راہ
یت ہے۔ کیونکہ میں حسین ابن علی، ابن فاطمہ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔
ری جان تمھاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے بال بچے تمھارے بال
ول کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ۔ اور مجھ سے گردن نہ موڑو
ن اگر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو، اور اپنی گردن سے میری
یت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ،
مائی، اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ
۔ جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔
راب بھی اپنا ہی نقصان کروگے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت
ڑدی۔ جو بدعہدی کرے گا، خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔
ب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کردے۔ والسلام علیکم ورحمۃ
مد و برکاتہ۔" (ابن جریر و کامل وغیرہ)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

"معاملہ کی جو صورت ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ
ل دیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہوگئی۔ ذراسی تلچھٹ باقی ہے، حقیر
زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کرلیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے
ں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا
؟ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق
راہ میں لقاء الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا
ں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے"

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سنکر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہوکر لوگوں سے کہا "تم بولو
یا میں بولوں؟" سب نے کہا "تم بولو" زہیر نے تقریر کی:

"اے فرزند رسول اللہ! خدا آپکے ساتھ ہو! ہم نے آپکی تقریر
سنی۔ واللہ، اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، اور ہم سدا
اس میں رہنے والے ہوں، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے
اس کی جدائی گوارا کرلیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپکے ساتھ مرجانے
کو ترجیح دیں گے!" (ایضاً)

حر کی دہمکی کا جواب

حر بن یزید آپکے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا "اے حسین!
معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ
ں گے تو ضرور قتل کرڈالے جائیں گے" ایک مرتبہ آپنے غضبناک
کر فرمایا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمھاری شقاوت اس
تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کروگے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا
جواب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی
جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دہمکی سنکر کہا تھا:

مضی وما بالموت عار علی الفتیٰ — اذا ما نوی حقاً و جاہد مسلما!

(میں جا رہا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے جبکہ اس کی نیت
نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کر رہا ہو)

و آسی الرجال الصالحین بنفسہ — وفارق مثبوراً یغش و یرغما

(اور جبکہ اپنی جان دیکر صالحین کا مددگار ہو اور دغاباز، ظالم، ہلاک ہونے والے
سے جدا ہو رہا ہو) (ایضاً)

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے چو سوار آتے دکھائی دئے۔ ان
کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ناقتی لا تذعری من زجری — وشمری قبل طلوع الفجر

(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے ہمت کر چل!)

بخیر رکبان و خیر سفر — حتی تحلی بکریم النجر

(سب سے اچھے مسافروں کو لے چل، سب سے اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب
آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر، رحیب الصدر — اتی بہ اللہ لخیر امر!

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، اللہ اسے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے!)

ثمت ابقاہ بقاء الدہر!

(خدا اسے ہمیشہ سلامت رکھے!)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا "واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو
ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں"

حر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا "یہ لوگ
کوفہ کے ہیں۔ آپکے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس
کردوں گا" آپنے فرمایا "تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے
سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کروگے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ
نہیں آئے، لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کروگے
تو میں تم سے لڑوں گا" یہ سنکر حر خاموش ہوگیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپنے پوچھا "لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے
ہو؟" انھوں نے جواب دیا "شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا
لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں کل آپکے
خلاف نیام سے باہر نکلیں گی" (ایضاً)

آپکے قاصد کا قتل

اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے
تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے انھیں قتل کرڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع
نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ انھوں نے سارا واقعہ
بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور فرمایا: منہم من قضیٰ
نحبہ ومنہم من ینتظر، وما بدلوا تبدیلا! (بعض ان میں سے مر
چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر حق پر ثابت قدم ہیں، انمیں
کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا! ہمارے لئے اور ان کے لئے جنت کی
راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور انھیں
جمع کر!"

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

"واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپکے ساتھ
کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپکے پیچھے
لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہوجائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں
کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے، جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا
تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسین سے لڑیں۔ میں
آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے
نہ بڑھیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں
سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے۔ میں اپنے پہاڑ "آجا"
میں آپ کو اتار دوں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ
قبیلۂ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لئے آپکے سامنے کھڑے ہو
جائینگے۔ واللہ جب تک ان کے دم میں دم رہیگا، آپ کی طرف کوئی
آنکھ اٹھاکر نہ دیکھ سکے گا"

آپنے جواب دیا:

"خدا تمھیں جزاء خیر دے، لیکن ہمارے اور ان کے مابین ایک
عہد ہوچکا ہے۔ ہم اس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔
کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہمارا ان کا معاملہ کس حد پر پہنچکے ختم ہوگا؟"
(ایضاً)

خواب

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ "قصر
بنی مقاتل" نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے۔
پھر چونک کر آواز بلند کہنے لگے "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ
رب العالمین" تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپکے صاحبزادے علی نے عرض
کیا "یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں؟" فرمایا "جان پدر! ابھی اونگھ
گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے
"لوگ چلتے ہیں اور موت انکے ساتھ چلتی ہے!" میں سمجھ گیا کہ یہ
ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے" علی نے کہا
"خدا آپ کو روز بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" فرمایا
"بیشک ہم حق پر ہیں" اسپر وہ بے اختیار کہہ اٹھے: "اگر ہم حق
پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں!"

یہ وہی آپکے صاحبزادے ہیں جو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور
علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ۔ امالی سید
مرتضیٰ وغیر ذلک)

ابن زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع
کیا۔ مگر حر بن یزید انھیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک
کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی
دیا۔ یہ ہتیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اسنے منہ پھیر لیا،
مگر حر کو سلام کیا، اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون
یہ تھا:

"حسین کو کہیں ٹکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اترنے
نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ
قاصد تمھارے ساتھ رہیگا اور دیکھتا رہیگا کہ تم کہاں تک میرے
حکم کی تعمیل کرتے ہو"

حر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا "اب
میں مجبور ہوں۔ آپکو بے آب و گیاہ کھلے میدان ہی میں اترنے کی
اجازت دے سکتا ہوں" زہیر بن القین نے حضرت سے عرض
کیا "ان لوگوں سے لڑنا اس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں
کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی" مگر آپنے لڑنے سے انکار کردیا
"میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" زہیر نے کہا "تو
پھر اس سامنے کے گاؤں میں چل کر اتریئے جو فرات کے کنارے
ہے اور قلعہ بند ہوجائیے" آپ نے پوچھا "اس کا نام کیا ہے؟" زہیر
نے کہا "عقر" (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سنکر
آپ منغض ہوگئے اور کہا "عقر سے خدا کی پناہ!" (ایضاً)

کربلا میں ورود

آخر آپ ایک اجاڑ سرزمین پر پہنچکے اتر پڑے۔ پوچھا "اس زمین
کا نام کیا ہے؟" معلوم ہوا "کربلا" آپنے فرمایا "یہ کرب اور بلا ہے"
یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اسمیں ایک پہاڑی حائل
تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

یہ واقعہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا ہے

برید شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

قدیم چینی مثل ہے "فوج جمع کر لینا آسان ہے مگر اُس کے لئے سپہ سالار مہیا کرنا مشکل ہے" یہ مثل چین پر مدت سے صادق آ رہی ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اسوقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہو گئے ہیں جو دُنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

"چنگ سولین"

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل چنگ سولین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پائے تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بکسر کے دوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُسوقت بھی قزاقوں کی ایک بڑی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ "سرخ داڑھی والے" کہلاتے تھے اور اُن کے نام سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُسوقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کر لی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۳ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنا دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنرل "وو، پی، فو" سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ چنگ سولین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کر لی اور منچوریا میں اپنی کامل خودمختاری کا اعلان کر دیا۔

۱۹۲۶ء میں اُسنے "وو، پی، فو" سے صلح کر لی اور دونوں نے ملکر پیکن فتح کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر "وو، پی، فو" کو بھی پیکن سے بے دخل کر دیا۔ اب وہ پائے تخت کا تنہا مالک ہے۔

"وو، پی، فو"

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں فرانس کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت مسلح و منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے مل گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ فوراً نئی فوج مرتب کر لی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

"سن، شن، فنگ" اور "شنگ، ٹنگ، شنگ"

شمالی چین میں ان دو بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دو اور سپہ سالار بھی بہت مشہور ہیں: ایک مارشل "سن، شن، فنگ" دوسرا مارشل "شنگ، ٹنگ، شنگ"۔ اول الذکر کو کنٹونیوں نے شنگھائی کی یورش کے نیچے برباد کر ڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو چلا۔ لیکن ناکام ہو کر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یٹ سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہو گیا اور نان کنگ میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل "جالنٹز" بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کر رہا ہے۔

اوجین چن

کنٹون کا وزیر خارجیہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہو گیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کمیونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی سیر کی۔ بارہا گرفتار اور قید ہو چکا ہے۔ اسوقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

"ہسوان ٹنگ"

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ "ہسوان ٹنگ" یاد آجاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اسوقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ ٹیانسٹین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک منچورین شاہزادی سے شادی کر لی ہے اور اب خاموش بیٹھا مستقبل کا انتظار کر رہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں وہاں کے مشاہیر کا ذکر آیا کرتا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کر سکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً اُن شخصیتوں سے آپ کو روشناس کر دوں جو موجودہ انقلاب میں زیادہ نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ ادہر چند دنوں کے اندر صورت حال میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں اُنکی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں بتفصیل لکھوں گا۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عیدالاضحیٰ۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بروقی ممالک ترکی کی حقوقیہ ٹرکی کی تعمیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ٹرکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر اسانہ۔ شورش کا استیصال۔ ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عیدالاضحیٰ

کئی دن سے عیدالاضحیٰ کے استقبال کی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آگیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی عورتیں اور مرد عید کے لئے قربانی کے بھیڑ خرید رہے ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جا رہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید فروخت آج ہی ہو جائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدہر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کر دیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہو گئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پر تھے۔ نیم سرکاری اخبار "ملیت" نے عید قرباں اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر "اسلامی دار شفقت" کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے۔ "اسلامی دار شفقت" ایک یتیم خانہ ہے یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگا دیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑ دوڑ

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی ۴ ہزار فوج لیکر آپہونچا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمرو کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ اُسنے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا، آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپنے وہی جواب دیا جو حُر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمھارے اِس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بُلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لَوٹ جانے کے لئے طیار ہوں"

ابن زیاد کی سختی

عمر بن سعد کو اِس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

اَلآن اذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ، ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہے، چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا!)

پھر جواب لکھوایا:

"حسین سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسین اور اُنکے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے"

پانی پر تصادم

عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدئے اور آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا۔ اسپر آپنے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور بیس پیدل لے کر جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت امام نے عمر سے کہا تھا "ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہوجائیں" عمر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائیگا" آپنے فرمایا "میں بنا دوں گا" عمر نے کہا "میری تمام جائداد ضبط کرلی جائے گی" آپنے فرمایا "میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدوں گا" مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر وغیرہ)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں آپنے تین صورتیں پیش کی تھیں:

(۱) مجھے وہیں لَوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

(۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو۔

(۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہو وہی مجھ پر بھی گزرے گی"

عمر کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کردیا۔ پھوٹ دور کردی۔ اتفاق پیدا کردیا۔ اُمت کا معاملہ درست کردیا۔ حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے طیار ہیں ...... اس میں تمھارے لئے بھی بھلائی ہو اور اُمت کے لئے بھی بھلائی ہو"

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متأثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا" مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا "اب کہ حسین قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر آپکی اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں عزت و قوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہو کہ اب اُنھیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہو کہ حسین اور عمر باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور اُنھیں صحیح و سالم میرے پاس بھیجدیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ چاہئے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمر کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی:

"میں نے تمھیں اِس لئے نہیں بھیجا ہو کہ حسین کو بچاؤ، اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہو اگر وہ اپنے آپکو حوالے کردیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تأمل حملہ کرو، خون بہاؤ، لاش بگاڑو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روند ڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہو کہ اگر قتل کروں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہوگے۔ نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے" (ابن جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں اور اُنہی کے بطن سے اُن کے چار صاحبزادے: عباس، عبداللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر اِن چاروں کا اور اِنکے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اِسنے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اُس کے اِن عزیزوں کو اماں دیدی جائے اور اُسنے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُسنے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بُلا کر کہا "تم میرے ددھیالی ہو، تمھارے لئے میں نے امن و سلامتی کا سامان کرلیا ہو" لیکن انھوں نے جواب دیا "افسوس تم پر! تم ہمیں تو اماں دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے اماں نہیں ہو!"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً بخوف عزل آمادۂ تعمیل ہوگیا۔ (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہونچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہو اور اُس کا مضمون یہ ہو۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اِس اثنا میں فریقین کے بعض پُرجوش آدمیوں میں جو رد و کد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہو۔

دونوں فوجوں میں باہمی رد و کد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اِس حالت میں پہنچیں گے کہ اُس کے نبی کی اولاد اور اِس شہر کوفہ کے تہجد گزار عابدوں کے خون سے اُن کا ہاتھ رنگین ہوگا" ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو" زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے اِن نفسوں کو پاک کردیا ہو اور ہدایت کی راہ دکھائی ہو۔ خدا سے ڈر، اور اِن پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن" عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اِس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟" زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہو۔ میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو جمع کردیا ہو۔ میں نے اُنھیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے اور رسول اللہ کی اِن سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جارہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں انکی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے اُس حق کی حفاظت کروں گا جسے تم نے ضایع کردیا ہو"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو اُنھوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج انھیں ٹال دو، تاکہ آج رات اور اپنے ربّ کی نماز پڑھ لیں، اُس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں کیونکہ وہ جانتا ہو میں اُس کی عبادت کا دلدادہ، اُس کی کتاب کا پڑھنے والا، اُس سے بہت دعا و استغفار کرنے والا ہوں" چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس گئی (ابن جریر و یعقوبی)

(باقی آئندہ)

جامع الشواہد

طبع ثانی

قلاب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہو اور اپنا کام کر رہا ہو۔ نئی صدائیں مدہوں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب ے اُن کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اُس کی اُمید بر آنے والی ۔ غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل "بگلر بیگ" اور "طولمہ بخچہ" کی صفائی ہو رہی ہے۔ موصوف اسی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں ستقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہے اس موقعہ پر اپنی عقیدت اخلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہے کہ دو ہفتے بعد غازی) روانگی کی خبر ہمیں معلوم ہو جائے گی۔ (تازہ تار برقیوں سے معلوم ہوا) نہ غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال یا۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ترکی کے مشرقی صوبے تمدن سے ہنوز دُور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہے۔ وہ موجودہ اصلاحات ے مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں نھوں نے بغاوت بھی کر دی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ یدا ہو گیا تھا۔ لیکن حکومت نے بروقت سرکوبی کر دی اور امن امان الم ہو گیا۔

امن امان تو قائم ہو گیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود ہیں۔ بہت جلد نشو و نما حاصل کر لے سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کر دیئے جائیں۔ نانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اس سے صرف ی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہو جائے گا بلکہ ۔ ان سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ متمدن علاقوں ں آکر اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ سلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کر دی تھی۔ کیونکہ اُس نے جدید قوانین کے ماتحت اپنے آپکو رجسٹری کرانے سے انکار کر دیا تھا نیز وہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضہ کے دوران میں اُسکے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے ازسرنو درخواست پیش کی ہے اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کر لئے ہیں۔ لہذا اُس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہے اور کام شروع ہونے والا ہے۔

اس کمپنی نے ۲۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہے۔ سمندر کے نیچے اس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اڈولیا، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیشیا، قبا آتیہ، سا قص میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہے کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ ماہرین دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعداد کا اوسط س میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ شرط بھی ہے کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تاروں پر قابض ہو کے خود استعمال کر سکتی ہے۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رو سے ہر شخص کو حق ہے کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کر لے۔ اس سے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ اُنکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی ہے۔ اب نکاح کی مذہبی رسوم ادا کرنے اور رجسٹرار کے ہاں نام اور رضامندی ثبت کر دینے سے نکاح قانوناً مکمل ہو جاتا ہے۔ م

مقالات

محرّم الحرام سنہ ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

وعدتنی یا سعد عنها فزدتنی
جنونا، فزدنی من حدیثک یا سعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہے۔ پورے تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اس سال کے اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یادآوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سر چشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دُور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہو گیا ہے!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیرکٹر) کا اندازہ اُس کے حافظہ کی اُفتاد سے کر لیا جا سکتا ہے۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بُری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کارآمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اُس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بُری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہے۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہے۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہے۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ اُن کی یادآوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اُسوقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں آجکل کی بے شمار تعزیوں، تہواروں، یادگاروں، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، یہ اُس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی۔ اُسوقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت و موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہے جن کی یادداشت میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہے۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہیئے!

سارت مشرقۃ وسرت مغربا
شتان بین مشرق ومغرب!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اس اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہے، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہے، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے، اور اُس کی بُنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے۔ ہر سال جب ۳۰۔ ذوالحج کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کر دینی چاہتا ہے۔ یہ فی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاری و قائم یادگار ہے!

یہ دُنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہے۔ بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہے۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہے۔ بے سر و سامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہے۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہے۔ محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہے۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہے جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہے جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سر و سامان انسان کی روح "ہجرۃ" نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہے۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتیار کی فتح فراموش کر دی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

دیکھنے گئے۔ پہلی دوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہوگئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہی اور اسوقت ٹرکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہی۔ اس کی سالانہ مؤتمر بھی ہوا کرتی ہی۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کردیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہوجانے والی ہی۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی مؤتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہی کیونکہ اسمیں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ٹرکی کے اندر اور باہر مدت سے انتظار کیا جا رہا ہی۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہی یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طوالت کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہی کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کرلے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلہ نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہی۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہی کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہی؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہی۔

ٹرکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے مرسین اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کرلیا ہی اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہی۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کرسکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کردیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈنیکین" اور "کولچک" کی خونریز بغاوتوں کے بعد اب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سویٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہوسکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہی کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں رہنے اور روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہی۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہی اور مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانی چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۰۰۰، ۰۰، ۲۷ کیلو میٹر اور آبادی ۰۰۰، ۰۰، ۳۰، ۱ ہی۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ بلا شبہ اُنھیں چند کرائے کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہی۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہی، اتنی کسی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر حد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کردیئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممکن نہ تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے مگر بالشویک عہد میں ملک کو پوری اندرونی آزادی حاصل ہوگئی، اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہی۔ آخری اعداد و شمار کی رُو سے مغربی ترکستان میں ۴ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم، ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہی۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہی۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور "سفید روس" کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کرچکے ہیں جو ۴ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہی۔ اس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر یہی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہی۔ لیکن اب، جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کردیا ہی اور ساری دنیا کی نظریں جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہی۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہی۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شایع کیا ہی جسمیں لکھتا ہی:

"گزشتہ چند صدیوں سے خرس روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلادی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حرص و طمع نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کردیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہوگیا۔ اُسوقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور حمایت کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہی!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہوجائے، روسیوں کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہوجائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کردی۔ یہ حقیقت ہی کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچالیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کرسکتا ہی کہ ہم ان سرمایہ دار حکومتوں کی دھمکی میں آکر اپنے دوست سے بیوفائی کرینگے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہی۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبہ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑگئی ہی۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہی۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "بریاہ" لکھتا ہی:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ٹرکی اور روس، دونوں کے ارباب حل و عقد زیادہ سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہی۔ خصوصاً عالم اسلامی کی پوری قسمت اسی اتحاد سے وابستہ ہی۔ مسلمانوں میں بالشویزم مقبول ہوتا چلا جاتا ہی۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے اُنھیں یہی بھوت بچا سکتا ہی۔ ٹرکی کی دوستی، بالشویزم کے لئے بمنزلہ فتح کے ہی"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہی۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۱۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہی؟ اب حالت یہ ہی کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گذشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہوسکتی ہی۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشا پرداز ہیں۔ معلم ہیں۔ ڈاکٹر ہیں ..... لیکن ترکی عورت ابھی درجہ پر قانع نہیں ہی۔ اب وہ ملکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہی۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں۔ انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شایع کیا ہی اور حکومت سے مطالبہ کیا ہی کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہی کہ آئندہ انتخابات کے موقعہ پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہی کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہی۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہئے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہوجائے۔ تاکہ اُن کا مطالبہ پورا ہوسکے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ

بزنطینہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر، نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہی! روم کی عظمت اُسنے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُسنے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُسنے دیکھا ... مگر وہ ہنوز نئے نئے جلووں کے لئے مضطرب ہی۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہی۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہی!

مدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہی کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں گئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کرچکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ موصوف ٹھوس عمل پسند کرتے ہیں۔ دھوم دھام، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہی، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور اُن کے رفقاء وہیں دَورے کرتے رہے اور قومیت اور زندگی کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہی کہ وہ ٹرکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں تک کہ

اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہی، اور بعضوں نے اُسکو اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمر نے بہ اتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کرلی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کرلی گئی تھیں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کرلینا تھا جو ان ممالک کے حساب کتاب میں رائج تھا، اور اُس کے قواعد بنے ہوئے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کرلیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہیے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہوسکتی کہ صحابۂ کرام محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اوّلاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اُس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اُس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرۃ عمر نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے ہیں، اور ان میں جو باتیں کارآمد اور مفید نظر آئی ہیں بلاتامل اختیار کرلی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کرتے اور اُن سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے۔ یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد۔ چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرۃ عمر نے چاہا، اُس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں: "ابعث لنا بِرومی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک رومی کو بھیجدو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب اُستوار کردے۔ (صراط مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کرلینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدوّن و رائج سنہ چھوڑ دیئے، اور ایک نیا سنہ ازسرنو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابۂ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اوّل درجہ کے خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلحہ لفظوں میں نہ ادا کرسکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اُس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن اُن کی طبیعت کی اُفتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، لیکن دماغ جاتا اُسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہوسکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام "تزکیہ" کے کہ ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (۶۲: ۲) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کردی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اسمیں ڈالی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اسمیں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر اُستوار ہوتی ہیں، اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے اُن کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کرسکیں۔ جب حضرۃ عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن اُن کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھو دینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اُس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحۂ عالم پر اُس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ جاسکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج آگسٹس بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام اُن کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ اُن سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور اُن کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہوجاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کرسکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کرلینے کے اُن کا سنہ قبول نہ کرسکے۔ خود بخود اُنکی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، اُنکے حساب کتاب کے قواعد قبول کرلئے، اُنکے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت اُن کی پیدا کردی تھی، اُسے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اوّل کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھوچکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اُس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کرسکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابۂ کرام کے عہد پر ختم ہوگیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اُس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اوّل کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشوونما پاچکی تھی۔ اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اُٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اُس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کرکے اُس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس عالم کے اثرات پہنچے حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں سلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اوّل کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور اُن کی تعبیر و الفاظ کی جگہ میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو تم انگلی رکھکر بتلا سکتے کہ صدر اوّل کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صور میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب التاریخات القدیمة" یعنے حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ اُن کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کردیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا۔ (یعنی دورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کردی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسئی" سے روکا تھا، اور کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دُور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے اُن کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار "نسئی" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُسوقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی، وکلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم! (۹: ۴۰)

تذکار محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اسدرجہ الناک اور دردانگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے درد کی تمام یادآوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یکقلم فراموش کردیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی الناکیاں اور حیرت انگیزیاں ناقابل فراموش ہیں لیکن چاہیے کہ ہماری ذہنی و فکری بیحسی یا غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و عظت ہجرت کے دوسرے پہلو فراموش کردیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کا ایک واقعہ کی یادگار ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سنہ کیوں نہ ہم بصیرت تازہ کی جاسکے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور سنہ عیسوی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیت کی اندرونی زندگی اس درجہ متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانہ پر ضرورت ہوتی۔ ... [illegible] ... حفاظت اور یادداشت کے لئے وہ کسی مشہور واقعہ سے تاریخ لیتے اور اسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیت کے عام الفیل تھا یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابہ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ ہجرۃ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علی نصرہم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عہد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ برأۃ کے نزول کے بعد "سنہ برأۃ" کا بول چال میں رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ "سنۃ الوداع" تھا۔ یعنی آنحضرۃ (صلعم) کے آخری حج کا سال، جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرۃ کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ، سنۃ الزلزال، سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرۃ (صلعم) کے وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُسوقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرۃ عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرۃ سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ:

رفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ہو؟ أشعبان الذی نحن فیہ او الآتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابۃ فقال ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منہا غیر موقت، فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من رسوم الفرس، فعندھا استحضر الہرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمۃ وقالوا "مورخ"، ثم طلبوا وقتا یجعلونہ اول التاریخ دولۃ الاسلام، فاتفقوا علی ان یکون المبدء من سنۃ الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی۔ و تاریخ مقریزی)

"ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینا درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اسپر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کیا جائے۔ اُنکے یہاں اسکے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرۃ عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روز" کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں "مورخ" بنالیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سبنے اتفاق کیا کہ ہجرۃ کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا۔"

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرا واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

کان عند عمر عامل جاءہ من الیمن فقال لعمر أما تؤرخون تکتبون فی سنۃ کذا وکذا من شہر کذا کذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الہجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی و مقریزی جلد ۲)

"حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرۃ عمر اور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرۃ کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو۔"

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ

ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمر انہ تاتینا منک کتب لیس لہا تاریخ وقد کان عمر دون الدواوین ووضع الاخرجۃ والاحکام الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمۃ فجمع علیہ عند ذلک واستشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدأ من الہجرۃ (ریاض النضرۃ)

"ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پاگئے تھے، اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اُنھیں اختیار کریں۔ ابو موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔"

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ

جمع عمر الناس فسألہم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ہاجر رسول اللہ صلعم وترک ارض الشرک ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی۔ و مقریزی طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۵۶)

"جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن کہ حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔"

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ ۱۶ھ کے واقعات میں لکھتا ہے:

وفیہا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الہجرۃ، فکتبہ من الہجرۃ (جلد ۲: ۱۶۶)

"اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے اُنھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں۔ پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے دن سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرۃ علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیے۔"

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری و طبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدایش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کرلیا جائے، لیکن حضرت عمر اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانی

---

(۱) بیرونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے۔ اُسکے الفاظ روایت مندرجۂ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج نہیں کی تھی اس لئے حسب اصول فن روایت اُس سے اساسی استدلال

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیت میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی اس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی، مذہبی فکر و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، مرتب ہے وہ ہمیشہ [illegible] ہوگا اور اُن کے اندر جو [illegible] ہندوستان کی سنہ ۱۹۰۹ کے بعد کی جماعتی دعوت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار [illegible] تھا لیکن چونکہ وہ [illegible] صحافت کی [illegible] میں [illegible] کی روح پیدا کرنی چاہتا تھا اس لئے اس کا ہر نمبر [illegible] اسلام اور [illegible] ادبی کا مجموعہ تھا۔ اس کے ہر نمبر میں [illegible] سیاسیات، ادبیات، علوم، فنون اور موضوعات [illegible] کے شوکے [illegible] اور اسلام [illegible] ادبی [illegible] کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھا پھر اس کی ظاہری خوبی اور [illegible] میں [illegible] ترتیب کا پہلا نمونہ نہیں اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا جس [illegible] ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اس کے پرچے بمشکلات جمع کئے ہیں وہ کسی بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کو تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام سامان نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ کہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور [illegible] مفقود پرچوں کے [illegible] ایک مختصر تعداد پوری مکمل ہوگئی ہے ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کو حاصل کرنے میں جلدی کریں۔ چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہی درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہنچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " " چہارم ۱۰ روپیہ — " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی [illegible] جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

اول تو یہ اُن روایات کے خلاف ہی جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہی۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً، "نسئی" مصطلحِ جاہلیتہ اور "کبیسہ" مصطلحِ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس "نسئی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کردیتا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان ذوالحجہ قرار پاجاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہوجاتے تھے اور اُن کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن "کبیسہ" بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہی، اور اُس کے اجزاء کے تاریخ دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہجاتی ہی اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ ہوجائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسئی" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسئی" سمجھ لیتے، یا انھیں کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہوسکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی ہزارویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیتا ہی۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہی۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے انھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کرکے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہی! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کردی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہی کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہی، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اس معاملہ سے اسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دُور دراز توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آجاتی ہی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اس لئے چاہیئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے۔ اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطۂ نظر، واقعۂ ہجرة کا اختصاص ہی۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہوسکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرة نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا،

اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے۔ آجکی مجلس قصد سے زیادہ طولانی ہوچکی ہی۔ ممکن ہی کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمائش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (قطعۂ ارض مابین امریکہ و جاپان) کی پیمائش بذریعہ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہی۔ مقالہ نگار لکھتا ہی:

"تین طیاروں کے ذریعہ سے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمائش کرلی جو معمولی پیمائش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیش قیمت جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اس ۴۰ ہزار میل کی پیمائش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف نقشے کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جاسکتے ہیں۔"

فرانس کا جنگی نظام

منچسٹر گارجین میں مسٹر ڈیوڈ لواک کا ایک مضمون مندرجۂ صدر عنوان پر شائع ہوا ہی۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گذشتہ جنگ کے بعد پہلا مسئلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنے فوج کی ترتیب و تنظیم ہی۔ اب یہ نظم ترتیب تکمیل کے ہی۔ ۱۹۲۷ء میں پارلیمنٹ اسپر فیصلہ صادر کرے گی! فرانس کا مقصد یہ ہی کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہمہ دم تیار رہی۔ جس وقت جنگ کا موقع آجائے تو تیاری میں وقت ضایع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار رکھی گئی بھی فوراً چلنے لگے"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن و سکون کا وہم و گمان بھی کرسکتی ہی؟ یہ فرانس ہی۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد، دوسرا پیامبر امن!!

جدّہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اس بات کی اجازت دے دی ہی کہ جدّہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جسکی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اس بنک کا خاص مقصد یہ ہی کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہی۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کررہی تھیں بالکل یوروپین عورتوں کا سا لباس تھا۔ جسپر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس اقتصادی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرس

آیندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

مطبوعات جدیدہ

ایک مغربی خاتون کی شرقیت ۳

افسانہ

محبت اور قربانی، یا سزا اور انتقام ۵

مذاکرۂ علمیہ

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب ۹

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!
حضرت حسین علیہ السلام ۱۵

برید شرق

مکتوب چین ۱۹
مکتوب قسطنطنیہ ؍؍

مقالات

۱۔ محرم الحرام اور
سنہ ہجری کا اختتام و آغاز ۲۱
علمی خبریں ۲۴

تصاویر

---

(۱) لیڈی اسٹن ہوپ ۴
(۲) لیڈی اسٹن ہوپ اور لامارٹین ۵
(۳) "بشپ اور اُس کا مجرم" ۷
(۴) ڈاکٹر گورسکی
(اعادۂ شباب کے ایک عملیہ کا موجد) ۱۰
(۵) ڈاکٹر وورونوف
(عملیۂ تعلیم کا موجد) ؍؍
(۶) ایک ۷۵ برس کا بوڑھا
عملیۂ اعادۂ شباب سے پہلے ۱۱
(۷) عملیہ کے بعد ؍؍

الہلال

الہلال پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين (القرآن الحکيم)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ٦ — کلکته : جمعه ۲۲ ـ محرم ۱۳۴٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 22, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون کی حروف کی چهپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی . کیون اردو زبان بهی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکهی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی .

اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

همارى راى مین بهترین حروف یهی هین . اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نهین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي . یاد رکهیي . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

الہلال

[illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

[illegible] معمولی خط و [illegible]

کے مصارف کا بار پڑیگا -



ازمنهٔ وسطی مین عربی طبابة

عربی طبابة اور اطباء یورپ مین

روم کے کتب خانه ویٹیکن کے بعض مشرقی آثار

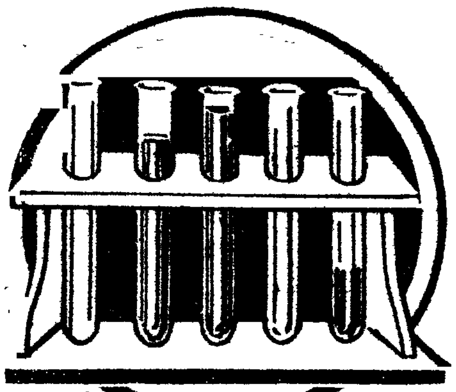
دنیا کے اکثر علوم وفنوں کی طرح فن طب نے بھی عربی تمدن کے هاتھوں نشوؤنما حاصل کی ہے - قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کی طرح اسے بھی پیدا کیا ، مدون کیا ، اور اُس درجه تک پہنچاکر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کی نا تمام در و دیوار کا ابتدائی درجه هوتا ہے - چھٹی صدی عیسوی میں اسلام نے ظہور کیا اور ریگستان عرب میں انسانوں کی ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلادی - یه آئی ، اور اس نے علم و تمدن کے هرگوشے پر نظر ڈالی - بنیادیں هر جگه تھیں ، اور دیواریں بھی اکثر جگھوں میں اُٹھنے لگی تھیں ، لیکن تکمیل کہیں بھی نہیں هوی تھی - اس کے ذوق علم و تمدن کی وسعت نے هر گوشے کو هاتھه لگایا اور هر دیوار پر اینٹیں رکھیں - نتیجه یه نکلا که آج علم و فن کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جسکے سلسلۂ وسعت و تکمیل کی ایک سب سے بڑی کڑی عربی و اسلامی تمدن کی علمی جد و جہد نہو - یہی سبب ہے که مورخین علوم نے عربی تمدن کو عہد قدیم و حاضر کیلیے " واسطة العقد " قرار دیا ہے - یعنے درمیان کی کڑی - یہی کڑی ہے جسکا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا هوا ہے - یه عہد قدیم کو جدید سے ملاتی ہے ، اور عہد جدید کی سب سے قریب تر کڑی ہے !


عرب اطباء اٹلی کے شاهی محل میں

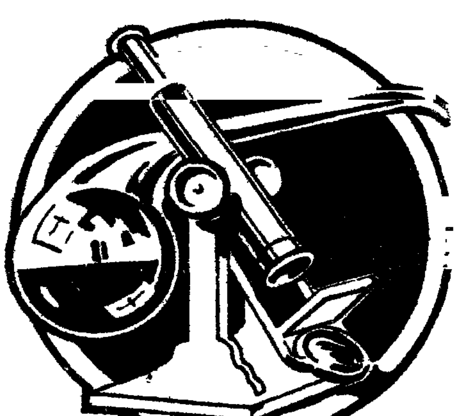
ازمنۂ وسطی (مڈل ایجز) میں یورپ کی تمام درس گاهوں میں عربی حکما کا فلسفه هی نہیں بلکه طب بھی پڑھا جاتا تھا - زکریا رازی ، ابن رومیه ، بوعلی سینا ، ابن رشد ، ابن زهر ، ابن طفیل ، ابن مسکویه ، کی کتابیں فن کا اصلی سرمایه تھیں - جدید طب کی تاریخ میں آج تک کیننن Canon یعنی قانون شیخ کا ذکر موجود ہے جو سولھویں صدی تک پیرس اور روم کے طبی مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا - فلسفه کی طرح طب کی تاریخ میں بھی ایوی سینا Avicenna ، ایوبروس دی گریٹ Averroes ، اور ابوے پاکا Avempaca کے نام آتے هیں جو در اصل شیخ الرئیس بوعلی سینا ، ابن رشد ، اور ابن باجه کے عربی ناموں کے یورپین مخارج هیں ، اور اس سے پته لگایا جاسکتا ہے که اِن ناموں نے اُس عہد کے یورپ میں کس درجه شہرت اور قبولیت حاصل کرلی تھی ؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاهوں کی محرابوں پر شیشے کے رنگین چوکھٹوں میں جہاں ارسطو ، بقراط ، اور جالینوس کی تصویریں بنائی گئی تھیں ، وهاں بوعلی سینا ، ابن رشد ، فارابی ، اور ذکریا رازی کی تصویریں بھی منقش تھیں - یه شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود هیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپنی مصنفات میں شائع کیے هیں -

عربی فن طب کے اس عروج و احاطه کا سب سے بڑا زندہ ثبوت اسکی بے شمار مصطلحات هیں جو اسوقت تک یورپ کی زبانوں میں مستعمل هیں - اگر انہیں الگ کر دیا جاے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کیلیے انکے پاس کوئی ذریعۂ بیان باقی نہیں رهیگا - انگریزی زبان یورپ کی دوسری زبانوں کے مقابله میں اصلاً کم علمی ہے ، تاهم انگریزی طب میں بھی سیکڑوں الفاظ ملینگے جو دراصل عربی اسماء و مصطلحات هی سے وجود میں آئے هیں - مثلاً :

تمر هندی (اِملی)	Tamarind
یاسمین	Jasmine
یشب	Jasper
تریاق	Theriac
قند	Candy
روغن بلسان	Balsam
عنبر	Amber
کافور	Camphar
بلور	Blawer



مذاکرہ علمیّہ



انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کا مکالمہ



ڈاکٹر وورو نوف

ذیل کے مضمون میں مشہور فرانسیسی اہل قلم ایم - لوئي فارست نے ڈاکٹر وورونوف سے اپني ایک ملاقات کا حال بیان کیا ہے - ڈاکٹر وورو نوف اور اُنکے عملیہ تقلیم کا حال ہم گذشتہ اشاعت کے اسي باب میں بیان کر چکے ہیں - یہ اس سلسلہ کا تیسرا ٹکرہ ہے :

" مسٹر ونسٹن چرچل ' ڈاکٹر وورونوف ' اور میں' ریویرا کے قریب ایک خوبصورت گاؤں ایز میں' موسیو ایم بالسن کے مہمان تھے - سہ پہر کے ناشتہ کے وقت ڈاکٹر وورو نوف کے نئے انکشافات پر بہت ہي دلچسپ گفتگو ہونے لگي - اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان کے عملیہ کے ذریعہ صرف حیات انساني ہي نہیں بڑہ جاسکتي' بلکہ دنیا کي اقتصادي ترقي میں بھي غیر معمولي انقلابات رو نما ہونے والے ہیں -

(دنیا کا آیندہ اقتصادي انقلاب)

ڈاکٹر وورونوف ہمیں یہ بتلا رہے تھے کہ اُنہوں نے اطالیہ کے سرحد گریمالڈي کے قلعہ میں کیوں بود باش اختیار کي ہے ؟ اور ایسے پرفریب مناظر کے درمیان جیسے کہ اس مقام میں ہیں' اپنے بندروں کي قیام گاہ اور اپنے عمل و تجارب کا کارخانہ کیوں بنایا ہے ؟

ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا کہ حیواني غدود کے افعال و خواص کي تحقیقات نے مجھے نئے نئے نتائج پر پہنچا دیا ہے - میں نہ صرف ہر انسان کو از سر نو جوان بنا دے سکتا ہوں' بلکہ قریب ہے کہ بندروں کي ایک نئي نسل بھي پیدا کردوں - خصوصاً غیر معمولي قوت رکھنے والي بھیڑ جس کے گوشت اور اُون کا وزن اتنا زیادہ ہوجائیگا' جتنا آج تک کسي کے وہم و گمان میں بھي نہیں آیا !

مسٹر ونسٹن چرچل یہ گفتگو انتہائي دلچسپي سے سن رہے تھے۔ دونوں میں نہایت دلچسپ گفتگو ہوئي - میں لفظ بہ لفظ تو اُسے لکھہ نہیں سکتا مگر حسب ذیل روئداد لکھتے ہوئے اُس کي معنوي صحت کا ذمہ دار ہوں :

مسٹر ونسٹن چرچل نے پوچھا " کیا یہ سچ ہے کہ آپ اپنے grafting (پیوند) کے عمل سے ہر اُس جانور کا گوشت اور چمڑے کا وزن بڑھا دے سکتے ہیں جو انسان کي غذا اور دیگر ضروریات کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں ؟ "

" قطعاً - میں نے یہ بھي کیا ہے اور اس سے بھي بڑھکر " - ڈاکٹر وورونوف نے بغیر کسي تامل کے جواب دیا -

" کیا آپ ہر انگریزي بھیڑ کے اُون کے وزن میں ایک پاؤ کا اضافہ کر دے سکتے ہیں ؟ " مسٹر چرچل نے مزید تشریح کي -

" بہت آساني سے - میں نے اس سے بھي زیادہ کامیابي حاصل کي ہے " ڈاکٹر کا قطعي جواب تھا !

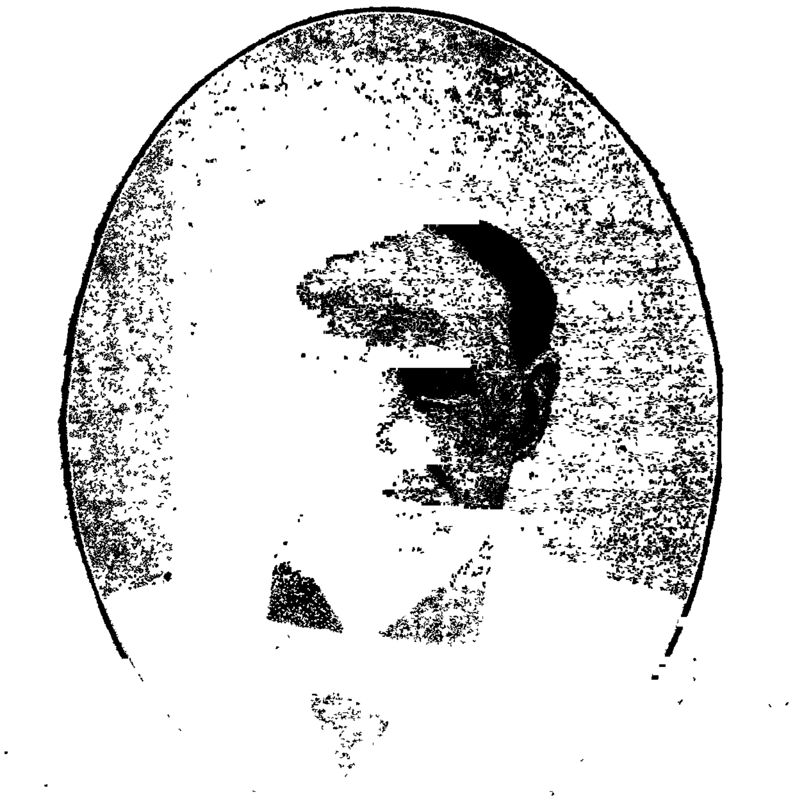
" آپ نے کتنے معمولوں (subject) پر اس کا تجربہ کیا ہے ؟ "

" سیکڑوں جانوروں پر - بھیڑ کے تو گلہ کے گلہ پر "

" کیا میں برطانوي وفد بھیج سکتا ہوں تاکہ وہ اِن عملي نتایج کي جانچ پڑتال کرے ؟ "

" بہ خوشي - جس وقت آپ کا جي چاہے "

وہ جانور جن پر ڈاکٹر وورونوف نے اپنے تجربے کئے ہیں ' الجزائر میں ہیں ' اور آئندہ اکتوبر میں برطانوي ماہرین حیوانات اُن کا معائنہ کرنے کے لیے جانے والے ہیں - اب یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ اقتصادي نقطۂ نظر سے یہ انکشاف کیسي عظیم الشان اہمیت رکھتا ہے ؟



مسٹر چرچل

الانبيق	Alembic

اسکا مادہ یوناني ھے لیکن یورپ میں عربي سے آیا کیونکہ الف لام موجود ھے -

الکیمیا	Alchemy
الکحل	Alcohol
البق (داغ چشم)	Albuge
لبان	Olibanum
روغن نفط	Naphtha
الاکسیر	Elixir
قرنیۃ العین	Carnea
شجر البان	Ben
سمسم	Sesame
جرثومہ	Germ
مسک	Musk
عرق	Arrack
نرجس (نرگس)	Nareissus
زعفران	Saffran
شقائق النعمان	Aneman
فلفل	Pepper
فاد زھر	Bezaar
لیمون	Lemon
سنا مکي	Senna
مروارید	Margaret
صابون	Soape
رب	Rab
لوز	Lozenge
فرزجہ	Pessary
شربت	Syrupus
لعوق	Linctus
ریوند	Rhie
قرنفل	Caryophylli
بورق	Borice
صندل	Santali
کرویہ (زیرہ)	Carui
کباب چیني	Cubebae
قنب (بھنگ)	Cannb
طرطیر	Tartaratum
زنجبیل	Zingiber
سنبل	Sumbul
مرح	Myrrhae
جلابہ	Jalap
شیاف	Suppo
مر	Myrrha

اسي طرح بے شمار الفاظ ھیں -

(عربي عملیات طبیہ کے آثار)

پندرھویں صدي تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دار و مدار عربي طب اور عرب اطباء پر تھا - یورپ کے بادشاہ جب کبھي کسي پیچیدہ مرض میں مبتلا ھوتے ' تو مصر و شام سے عرب اطباء اُسي طرح بلائے جاتے تھے ' جس طرح موجودہ زمانے میں یورپ کے اطباء مشرقي ممالک میں بلائے جاتے ھیں - اس عہد کے بعض قیمتي آثار اس وقت تک یورپ میں موجود ھیں - ان سے عربي اطباء کے وھاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا ھے - مشہور فرانسیسي مستشرق پروفیسر رینو Reinaud نے اپني تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمي اتصال" میں اِس طرح کي پانچ تصویریں نقل کی ھیں جن میں سے تین تصویریں شاھان یورپ کے معالجات سے تعلق رکھتي ھیں - ان میں سے ایک تصویر ھم آج الھلال میں شائع کرتے ھیں -

یہ مرقع پوپ کے محل میں صقلیہ (سیسلي) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتھہ آیا تھا - جن اھل نظر نے اس کي جانچ کي ھے وہ متفق ھیں کہ :

(۱) یہ تصویر تیرھویں یا چودھویں صدي کي ھے - اور سیسلي میں طیار کي گئي ھے -

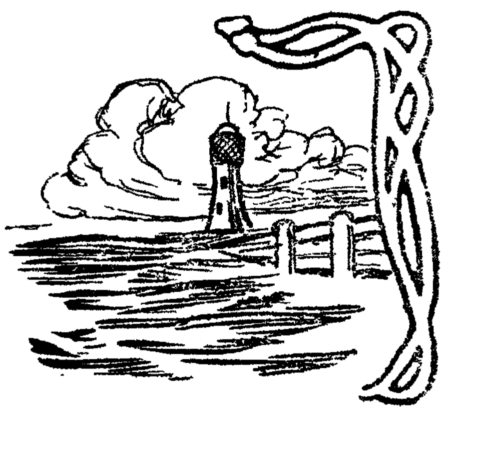
(۲) شاھان سیسلي میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکھلایا گیا ھے کہ عرب اطباء اس کا معالجہ کر رھے ھیں -

(۳) یہ معالجہ ' داغ دینے کا عملیہ تھا - یہ اُس کي حالت اُس کے طریقے ' اور اس کے ازار کي شکل و قطع واضح کرتي ھے عربي میں اِس طرح داغ دینے کو "کي" کہتے ھیں - اب بھي بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج ھے - لیکن جدید طب اِسے غیر ضروري قرار دیدیا ھے -

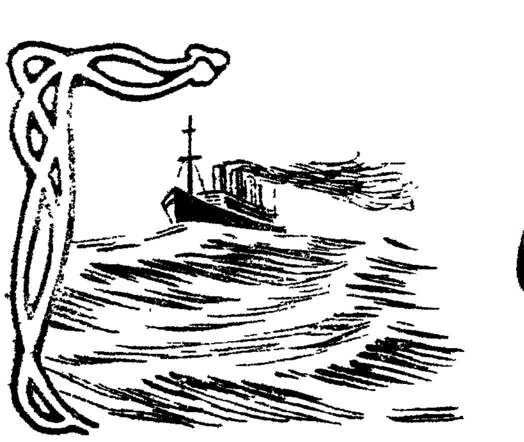
(۴) شاھان سیسلي میں سے یہ کس کي تصویر ھے ؟ اس بارے میں اھل نظر نے مختلف رائیں قایم کي ھیں - بعض کا خیال ھے کہ یہ فریڈریک دوم کي تصویر ھے جو عربي علوم و تمدن کا بہت بڑا قدر دان تھا ' اور جس نے ھر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کیے تھے - یہ سنہ ۱۲۲۰ ع - میں تخت نشین ھوا تھا -

لیکن بعض خیال کرتے ھیں یہ اس قدر پراني نہیں ھے - غالباً یہ اُس وقت کي ھے جب نیپلس اور سیسلي کي حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کي حکومت" سمجھي جاتي تھیں ' اور چارلس دوم حکمران تھا - اس چارلس کے متعلق بھي تاریخي تصریحات موجود ھیں کہ اس نے کئي بار اپنے علاج کے لیے مصر اور مراکش سے عرب اطباء طلب کیے تھے - اگر یہ خیال صحیح ھو تو اس صورت میں یہ چودھویں صدي کي تصویر ھوگي - کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے سنہ ۱۳۰۹ع میں انتقال کیا ھے -

بہر حال اس میں شک نہیں یہ قدیم عہد کي ایک قیمتي یادگار ھے - اِس سے اُس عہد کے عرب اطباء کي شکل و صورت وضع و لباس ' اور طریق عملیات پر جو روشني پڑتي ھے ' اس کي تاریخي قدر و قیمت کا موجودہ عہد کے مورخین نے اعتراف کیا ھے -



بريد فرنگ



مکتوب لندن

(الهـــلال کے مقاله نگار لندن کے قلم سے)

اِس هفته یہاں کا سب سے زیادہ اهم واقعه شاہ فواد سلطان مصر کا پہلي مرتبه برطانیه کے دارالحکومت میں ورود ہے - لندن کے لیے مشرقي فرماں رواؤں کي آمد میں اب کوئي ندرت نہیں رهي ہے - ایک زمانه وہ تھا جب سلطان عبدالعزیز اور شاہ ناصرالدین نے یورپ اور انگلستان کا سفر کیا تھا ' اور دنیا کے اس سب سے بڑے صدر مقام کي ساري توجه اُن کي مہمان نوازي اور پذیرائي میں مصروف هوگئي تھي - ایک زمانه آج کل کا ہے جبکه لندن کے ریجنت اسٹریٹ کے لیے "مشرقي بادشاهوں" کا وجود روز مرہ کا نظارہ هوگیا ہے - اب لندن اُن کے استقبال کا نہیں بلکه ان کي دوڑ دھوپ کا تماشا دیکھا کرتا ہے !

با ایں همه مختلف قسم کے حالات ایسے جمع هوگئے هیں که سلطان فواد کے ورود نے غیر معمولي اهمیت اور دلچسپي پیدا کردي ہے - سب سے پہلي بات تو وہ حالات هیں جن میں اس میہماني و میزباني کا اجتماع هوا ہے -



فواد اول سلطان مصر

سیاسي تاریخ میں یه پہلي مثال ہے که دو ملکوں کے تعلقات اِس درجه کشیدہ هوں جیسے که اس وقت مصر و انگلستان کے هیں ' اور پھر ایک کا پادشاہ دوسرے کا میہمان بنا هو - ایک طرف انگریزي مصري جھگڑا جاري تھا - انگریزي بیڑا مصري سمندروں میں تخویف و تہدید کے مظاهرے کررها تھا - دوسري طرف شاہ انگلستان اور شاہ مصر کے مابین پیام و سلام بھي هورهے تھے !

کچھه مدت هوئي شاہ انگلستان نے شاہ مصر کو اپنے ملک میں مدعو کیا تھا - لیکن اِس تازہ جھگڑے کي وجه سے عام طور پر خیال کیا جاتا تھا که اِس دعوت کے قبول کرنے کا یه موزوں وقت نہیں ہے - لیکن خلاف توقع دعوت منظور کرلي گئي ' اور آج سلطان موصوف کا لندن کے اسٹیشن پر استقبال بھي هوگیا !

جن غیر معمولي حالات میں یه دعوت قبول کي گئي تھي ' ان میں هي ایک غیر معمولي حادثه بھي پیش آتے آتے رہ گیا - لندن کے بعض اخبارات کي اطلاعات اگر صحیح تسلیم کرلي جائیں ' تو معلوم هوتا ہے عین سفر کے وقت ایک سخت جھگڑا پیدا هوگیا تھا - عام طور پر قاعدہ ہے که جب کسي ملک کا پادشاہ سفر کرتا ہے ' تو کم از کم وزیر اعظم ضرور ساتھه هوتا ہے - حکومت برطانیه مصر کي موجودہ وزارت کو پسند نہیں کرتي کیونکه اُس نے قوم پروروں کا ساتھه دیا ہے - اِس لیے کوشش کي گئي که وزیراعظم سلطان کے ساتھه سفر نه کریں - لیکن جب یه خبر باهر نکلي ' تو راے عامه میں سخت اضطراب پیدا هوگیا - بالاخر یہي طے هوا که وزیر اعظم ضرور ساتھه جائیں - چنانچه وہ بھي سلطان کے ساتھه آئے هیں - معلوم هوا ہے که مصري پارلیمنٹ نے مصارف سفر کے لیے بیس هزار پاونڈ کي منظوري دیدي ہے -

مصر اور انگلستان ' دونوں ملکوں میں سوال کیا جارها ہے که شاہ مصر کي سیاحت کا مقصد کیا ہے ؟ شاہ جارج نے کیوں اُنہیں دعوت دي ؟ کیوں اُنہوں نے منظور کرلي ؟ سرکاري جواب تو دونوں جگه یه دیا جاتا ہے که سیاحت محض "سیاحت" ہے - سیاست سے اُسے کوئي تعلق نہیں - لیکن یہاں کے جو حلقے اندروني حالات پر نظر رکھتے هیں ' وہ اچھي طرح جانتے هیں که اس طرح کي سیاحتیں بغیر اهم سیاسي مقاصد کے نہیں هوا کرتیں -

اِدھر کئي سال سے برطانیه دیکھه رها ہے که مصر سے اُس کے موجودہ تعلقات برقرار نہیں رہ سکتے - مصري قوم میں سیاسي بیداري پیدا هوگئي ہے - وہ غیر مساویانه علائق برداشت نہیں کر سکتي - اب اُسے خوشنما الفاظ سے نہیں بہلایا جاسکتا - مصنوعي آزادي اُسے مطمئن نہیں کرسکتي - لہذا طوعاً و کرهاً اُسے یه حقیقت تسلیم کرلیني پڑي ہے که "تبدیلي کے بغیر چارہ نہیں" جیسا که سنه ۲۰ میں لارڈ ملنر نے اعتراف کیا تھا -

مصر بھي دیکھتا ہے که اُس میں انگلستان سے جنگ کرنے کي قوت نہیں - برطاني عداوت اُسے کوئي فائدہ نہیں پہنچا سکتي - انگریز نہر سویز کسي حال میں بھي چھوڑ نہیں سکتے - لہذا اسي میں بہتري ہے که انگریزوں سے ایسے تعلقات پیدا هوجائیں جو هر طرح دوستانه هوں ' مگر ساتھه هي جن سے مصر کي خودمختاري کو کوئي نمایاں گزند بھي نه پہنچے -

ایسے تعلقات کي بنیاد کیا هوسکتي ہے ؟ مصر اور انگلستان دونوں ملکوں کے ذمه دار حلقوں کا خیال ہے که یه بنیاد ایک نئے حلف نامه سے رکھي جا سکتي ہے - دونوں ملک باهم ایک حلف نامه ترتیب دیکر ایک دوسرے کو مطمئن کردیں - برطانیا مصر کي کامل آزادي تسلیم کرلے اور اندروني مداخلت سے باز آجاے - مصر برطانیا کو نہر سویز کي طرف سے پورا یقین دلادے که همیشه برطانیا کے لیے محفوظ رهیگي اور اس کے خلاف کبھي اُس کا قدم نہیں اُٹھیگا -

(بندروں کی پرورش گاہ)

جسطرح الک مالی درختوں میں قلم لگاتا ھے ' اسی طرح علم نے جراح کے نشتر نے دریعہ علم الحیات میں عظیم الشان معجزے پیدا کر دیے ھیں - لیے سمجھنے کیلئے ڈاکٹر وورونوف کی تحقیقات کا مطالعہ انکے آغاز عمل سے کرنا چاھئے - یعنی اس روز سے مطالعہ کرنا چاھیے ' جس روز سے انہوں نے بندر کے غدود کی قلم آدمی میں لگا کے ' بوڑھوں کو جوان بنانا شروع کر دیا ھے -

ایسے لوگ بہت ھی کم ھیں جنھوں نے گریمالڈی کے قلعہ میں ڈاکٹر وورونوف کے بندروں کی قیام گاہ اچھی طرح دیکھی بھالی ھو - یہ مقام آدھے فرانسیسی اور آدھے اطالوی سرحد کے اندر واقع ھے - البتہ اسکا دروازہ فرانس ھی میں ھے -

• یہ قلعہ نسبتاً جدید طرز کی ایک عمارت ھے ' مگر اسکے پہلو میں اسلامی حکومت کی ایک قدیم یادگار بھی موجود ھے - یہ ایک برج ھے جو دس صدیوں سے زیادہ پرانا ھے ' اور شاید اُس اعادۂ شباب کا نشان ھے جو اُسکے سایہ میں پرورش پا رھا ھے - یہ قدیم گاہ بجائے خود دنیا میں ایک نمونۂ بہشت ھے - ھرے بھرے نباتات ' لہلہاتے سبزہ زار ' صاف اور خوشگوار ھوا ' اسیر نیلگون بحر متوسط کا دلفریب منظر ! یہ مقام ملکہ وکٹوریا کو اسقدر پسند تھا کہ وہ یہاں ایک پتھر کے بنچ پر بیٹھکر دیر تک سمندر کو دیکھا کرتی تھیں - آج ھملوگ اُسی بنچ پر بیٹھکر ڈاکٹر وورو نوف سے اُنکے انکشافات پر گفتگو کرتے رھے !

" ڈاکٹر وورو نوف - تمہارے والد کا کیا حال ھے ؟ " میں نے ایک دن پوچھا -

ڈاکٹر وورو نوف نے جواب دیا - " میں انکے بارے میں متردد ھوں - اُنہیں بہت سخت زکام ھوگیا ھے - تم جانتے ھو انکی عمر سو برس کے قریب ھے "

(نورا)

اسکے بعد میں نے " نورا " کے بارے میں دریافت کیا - جواب ملا کہ وہ مرگئی -

دنیا اس " نورا " سے ناواقف ھے - " نورا " ایک بندریا تھی مگر انسانوں سے زیادہ انسانیت رکھتی تھی - وہ بلا کی ذھین تھی - ڈاکٹر وورو نوف اُسے اسلیے عزیز رکھتے تھے کہ وہ بہت دلیری اور خوشی سے ھر طرح کے عمل جراحی کیلیے مستعد ھوجاتی تھی - وہ شاید نسل انسانی کے مفاد کیلیے اپنی قربانی کی ضرورت محسوس کرتی تھی !

" نورا " نے ایک حسین خاتون کی زندگی میں بڑا اضافہ کردیا ھے - اب وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ کمسن ھوگئی ھے - اس کے بعد نورا میں بھی دوسری کمسن بندریا کے غدود کا پیوند لگا دیا گیا تھا ' اور وہ پھر سے جوان ھوگئی تھی - لیکن افسوس ھے کہ کچھہ دنوں کے بعد وضع حمل کرتے ھوے مرگئی ' اور موجودہ دنیا کے ایک سب سے بڑے طاقتور عالم کو داغ مفارقت دیے گئی !

(اسوقت تک کی عملی کامیابی)

ھر شخص یہ جاننا چاھتا ھے کہ ڈاکٹر وورو نوف نے ابتک کتنے کامیاب تجربے کیے ھیں ؟ اور بندر کے غدود کا قلم لگا کر کتنے بوڑھوں کو جوان بنا دیا ھے ؟ اس کا جواب اُنھی کی زبانی حسب ذیل ھے -

" میں ایک ھزار سے زیادہ قلم لگانے کا عمل کر چکا ھوں - اس تعداد میں باستھہ طبیب بھی شامل ھیں - آپ سمجھہ سکتے ھیں کہ یہ لوگ بغیر اس عمل کو سمجھے ھوئے ھرگز عمل جراحی کے لیے راضی نہ ھوتے "

" غدود کے قلم لگانے کے نتیجے سے صرف وھی لوگ انکار کرسکتے ھیں جو بغیر سمجھے بوجھے ھر بات سے انکار کردینے کے عادی ھیں - ان کا یہ طرز عمل علم کے اصول کے قطعاً خلاف ھے "

" آپ پر یہ بات بھی واضح ھونی چاھیے کہ اگر مجھے میرے ھزاروں تجربوں سے کامیاب اور صحیح نتیجہ حاصل نہ ھوتا ' تو میں ساری دنیا میں قوی اور تندرست بندروںکی اس درجہ تلاش نہ کراتا اور اس صرف کثیر کے ساتھہ بندروں کی یہ قیام گاہ نہ بناتا جس کا وسیع کارخانہ آپ دیکھہ رھے ھیں "

" میں امید کرتا ھوں کہ عنقریب بحر متوسط کے ساحلوں پر بندروں کی بے شمار قیام گاھیں تعمیر ھوجائیں گی - یہ مقام ان کی نشو و نما کے لیے خاص طور پر مناسب ھے - یہ جانور بھی نسل انسانی کے لیے اسی طرح کارآمد ھے جس طرح بیل یا بھیڑ "

" میں نے قلعہ گریمالڈی میں بندروں کی قیام گاہ اس لیے بنائی کہ غیر ملکی بندر اس آب و ھوا کے عادی ھوجائیں - یہ گویا ان کی مرکزی قیام گاہ ھوگی جہاں سے دوسرے مرکزوں میں بھیجے جائیں گے - اس وقت ھمارے پاس ایک علحدہ اور منتخب جانور خانہ بھی ھے جس میں بندروں کی خاص طور پر پرورش اور دیکھہ بھال کی جاتی ھے - سرد راتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُنھیں مصنوعی گرمی پہنچائی جاتی ھے اور اس وقت تک قایم رکھی جاتی ھے جب تک اس میں تدریجی کمی کرکے بندروں کو یہاں کی آب و ھوا کا عادی نہیں کر دیا جاتا "

" مختصر یہ کہ میرا مقصد اس جانور کو بھی اسی طرح پالتو اور مانوس بنا لینا ھے - جس طرح انسان نے رفتہ رفتہ گھوڑے ' بھیڑ اور بکریوں کو بنا لیا ھے "

(عارضہ سرطان کی تحقیقات)

" فی الحال دنیا میں بندروں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ھے - بندروں کو نا موافق آب و ھوا سے اور مناسب غذا کی کمی سے سخت جنگ کرنی پڑتی ھے - میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا ھے کہ جس طرح انسان قحط سالی میں موت کا شکار ھو جاتے ھیں ' اسی طرح ایک ایک دن میں ھزاروں بندر بھی غذا نہ ملنے سے مر جاتے ھیں -

" دنیا میں سب سے زیادہ تعداد اُن جانوروں کی ھے ' جنھیں انسان کے ذریعہ غذا ملتی ھے - بندروں کی جان بچانے کیلیے بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاھیے - انہیں بھی موقع دینا چاھیے کہ انسان کے تہذیب و تمدن سے مستفید ھوں اور بھوکے نہ مریں - اگر ایسا ھوا تو وہ عجائب خانوں کی محض زینت ھونے کی جگہ نوع انسانی کو عظیم الشان فوائد پہنچائینگے "

" بندروں کی ساخت اور طبیعت انسان سے بہت کچھہ ملتی جلتی ھے - علم تشریح کے نقطۂ نظر سے تو بندر انسان کا بہت ھی قریبی رشتہ دار ھے - علم طب نے جانوروں پر تجربے کر کے بہت ترقی کی ' مگر افسوس ھے کہ یہ تمام تجربے اُن جانوروں پر کیے گئے جو انسانی ساخت و طبیعت سے بہت دور ھیں ".

" سرطان کی تحقیقات سفید چوھوں اور سوروں پر کی جا رھی ھے - میرے خیال میں یہ تحقیقات کبھی مکمل اور مفید نہیں ھو سکتی جب تک کہ اعلی قسم کے بندروں پر تجربے نہ کیے جائیں "

زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا اور سخت تکلیفیں اٹھا رہا تھا - فیلپ نے اسے اِس حالت میں دیکھا تو رودیا - ایک دن اُسے خیال ہوا - اب اس مجنون کے مصائب کا خاتمہ ہو جانا چاھئے - چنانچہ وہ اسکے پاس گیا اور روتے ہوے کہا :

" میرے عزیز بھائي ! مجھے تمھاري ذات پر پورا بھروسہ ہے ' تم ایک عقلمند ' دیانت دار ' اور بردبار آدمي ھو - میري مدد کرو - آؤ ' ہم دونوں ملکر ان پاگلوں کي خدمت کریں اور انھیں اِس خوني مرض سے عمر بھر کے لئے نجات دلادیں - تمام ملک میں تمھاري نیکي اور دانشمندي کے چرچے ھو رہے ھیں - کہو تم طیار ھو ؟ "

سچي محبت کی یہ دلنواز صدا سنتے ھي اچانک مجنون کا دماغ صحیح ھوگیا - ڈاکٹر کے الفاظ نے اُس پر جادو کا اثر کر دکھایا - فیلپ نے اسکي بیڑیاں فوراً کٹوادیں ' اور وہ زندگي بھر اسکے ساتھہ وفاداري اور سلامت روي کے ساتھہ کام کرتا رھا "

اِس قسم کے اور بھي بہت سے علاج اُس نے کئے تھے - عقلي امراض کے دور کرنے کے لیے بہت سے نئے طریقے ایجاد کیے - فیلپ درحقیقت اِس فن کا امام ہے - ابتک اِس راہ میں اُسي کي پیروي کي جا رھي ہے -

اگر غور کیجیے تو اس مختصر سے واقعہ میں اقوام مشرق کیلیے کیسي عظیم عبرت و موعظت پوشیدہ ہے ؟ ایک قومیں وہ ھیں جو اپنے اُن مشاھیر کي یاد بھي نہیں بھلا سکتیں ' جنھوں نے اُنکے پاگلوں کیلیے زندگي اور تندرستي کي راہ نکالي تھي - ایک ھم ھیں کہ اپنے اُن مصلحوں اور پیشواؤں کي بھي عزت کرنے کیلیے آمادہ نہیں جو صرف پاگلوں کي زندگي ھي کیلیے نہیں بلکہ تمام ذي ھوش افراد قوم کي زندگي و سعادت کے لیے قربانیاں کر رہے ھیں ! کسي آبادي میں مریضان جنون کي تعداد زیادہ سے زیادہ اِتني ھوسکتي ہے کہ ھر دس ھزار میں ایک انسان مجنون تصور کرلیا جاے - اس اعتبار سے کہنا چاھئے کہ ڈاکٹر فلپ پینیل نے ایک لاکھہ انسانوں میں سے دس انسانوں کي خدمت کي ' مگر فرانس اسے فراموش نہ کرسکا - لیکن مشرق میں تو ایسے جاں نثاران قوم موجود ھیں جو لاکھہ میں سے دس کے لیے نہیں بلکہ پورے لاکھہ کے لیے زندگي اور سعادت کے دروازے کھولنا چاھتے ھیں ' مگر لوگوں کا کیا حال ہے ؟ یہ حال ہے کہ گردن موڑ کر اُنہیں دیکھنے کے لیے بھي طیار نہیں !

فرانس نے صرف یہي ایک صد سالہ یادگار نہیں منائي ہے - یورپ میں اب عام دستور ھوگیا ہے کہ تمام مشاھیر قوم کي یادگاریں ھر پچیس ' پچاس ' اور سو سال کے بعد منائي جاتي ھیں - غالباً اس قسم کي صد سالہ یادگار سب سے پہلے سنہ ۱۸۸۷ ع میں منائي گئي تھي جب کہ " والٹیر " کي وفات پر سو سال گزرے تھے - اسي موقعہ پر وکٹر ھیوگو نے وہ تاریخي تقریر کي تھي جو دنیا کے موجودہ عام ادب کي اول درجہ کي چیزوں میں سے تسلیم کي جاتي ہے -

(اسمؤئیل کرومپٹن کي صد سالہ برسي)

لیکن جب فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے ڈاکٹر کي صد سالہ برسي منا رھا تھا ' تو انگلستان بھي تذکار مشاھیر کي مشغولیت سے فارغ نہ تھا - فرانس ذھن و جذبات کا گھر ہے اور انگلستان عملیات و صنائع کا - یہ فرق اس معاملہ میں بھي نمایاں تھا - فرانس عقلي امراض کے سب سے بڑے طبیب کي برسي منا رھا تھا ' تو انگلستان انساني ضروریات کے سب سے بڑے صناع کي یاد میں مشغول تھا !



یہ صناع اسمؤئیل کرومپٹن ہے جس نے سب سے پہلے سوت کاتنے کي ایسي مشین ایجاد کي تھي جس کي وجہ سے کپڑا بننے کي صنعت دست انساني کي احتیاج سے بے نیاز ھوگئي - اور کپڑے کي ساخت کا سب سے بڑا اقتصادي انقلاب ظھور میں آگیا -

میں جس وقت پیرس کے نیم سرکاري اخبار طان میں اس برسي کي روئداد پڑھ رہا تھا ' تو میرا ذھن بے اختیار ھندوستان کي اُس عظیم شخصیت کي طرف منتقل ھوگیا جو دنیا کو " کرومپٹن " کي جگہ اُس غیر معلوم مگر بلا نزاع " عظیم الشان انسان " کي طرف متوجہ کرنا چاھتي ہے ' جس نے اب سے ھزاروں برس پہلے ھاتھہ سے چلانے کا سہل اور سادہ چرخا ایجاد کیا تھا - میں نے اپنے دل میں کہا " افکار و اصول کے یہ کیسے دو مختلف نقطے ھیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں نمودار ھو گئے ھیں ؟ انیسویں صدي کے مغرب کا کرومپٹن ' اور بیسویں صدي کے مشرق کا گاندھي ! " معاملہ اتنا عظیم ہے کہ مجھے رائے زني کي جرأت سے احتراز کرنا چاھیے - اس قسم کے اختلافات کا ھمیشہ حال نے نہیں بلکہ مستقبل نے فیصلہ کیا ہے - کرومپٹن پر ایک صدي گزر چکي ہے - گاندھي پر کم ازکم ایک چوتھائي صدي گزر جانے دو !

صد سالہ برسي کا یہ عظیم اجتماع بولٹن میں ھوا تھا - اس موقعہ پر سوت کاتنے کے چرخوں اور مشینوں کي نمائش بھي کي گئي تھي - تمام قدیم ترین آلات حتی کہ چار ھزار برس پہلے کے مصري چرخے بھي جمع کیے گئے تھے - اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ بات واضح کر کے دکھلا دي جاے کہ اسمؤئیل کرومپٹن سے پہلے سوت کاتنے کے آلات نے کہاں تک ترقي کي تھي ' اور اُن کے مقابلہ میں موجد کي ایجاد نے کیسي حیرت انگیز مشین ایجاد کردي ؟ سر ٹامس فلٹکر نے جو بولٹن کے میر ھیں ' نمائش کا افتتاح کیا - اُنھوں نے موجد کي تاریخ بیان کرتے ھوئے کہا :

" ھمیں اِس پاک دل اور بے ریا دیہاتي کي اُولوالعزمي کے سامنے جھک جانا چاھیے جس نے دنیا کو ایسي عجیب ایجاد بغیر کسي ذاتي طمع یا نفع کے بلا معاوضہ دیدي ' اور خود اپنے بال بچوں کے ساتھہ نہایت غربت کي زندگي بسر کرتا رھا "

بولٹن کے سب سے بڑے میدان میں موجد کا اِسٹیچو کھڑا ہے - اور اپنے خط و خال سے اُس کي اولوالعزمي ' ثابت قدمي ' اور فراخ

خیال کیا جاتا ھے کہ اِس شاھي سیاحت کے اثناء میں بے ضابطہ طور پر اسي " حلف نامہ " پر تبادلۂ خیال ھوگا - یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایسي معاھدۃ جس میں ایک طرف مسلح گھمنڈ اور دوسري طرف بے سروسامان قومیت ھے' حقیقت و صداقت کے ساتھہ وجود میں آ بھي سکتي ھے یا نہیں ؟

انگلستان کا پریس جس زور و شور سے سلطان فواد کي پذیرائي کر رھا ھے ' اور آج کے سرکاري اھتمامات بھي جس درجہ کے کیے گئے تھے ' وہ یقیناً غیر معمولي ھیں - یہاں کے تمام مشرقي اور مشرق دوست حلقے محسوس کررھے ھیں کہ اس کي تہہ میں کوئي خاص چیز کام کر رھي ھے -

انگلستان کے رھي سرکاري اور نیم سرکاري اخبارات جو کل تک مصر کے خلاف بڑے زور و شور سے خامہ فرسائي کر رھے تھے' اب سلطان مصر کي تعریفوں کے پل باندہ رھے ھیں - سلطان کے اعزاز و تکریم کا جذبہ یہاں تک بڑھگیا ھے کہ اب اُن کي " مشرقیت " بھي مغرب کے اس صدر مقام پر شاق گزر رھي ھے - کوشش کي جارھي ھے کہ اُنہیں " مغربي " بنا دیا جائے - ڈیلي نیوز کے مقالہ نگار خارجیہ کو پہلي مرتبہ اس حقیقت کا انکشاف ھوا ھے کہ سلطان فواد محمد علي خدیو اول کے خاندان سے ھیں' اور محمد علي یوروپین ترکی کا باشندہ تھا - ایشیائي ترکي کا نہ تھا - وہ لکھتا ھے :

" اس موقعہ پر ھم یہ حقیقت فراموش نہیں کرسکتے کہ ھمارا مہمان عزیز اگرچہ اس اعتبار سے ھمارا مہمان ھے کہ وہ باھر سے انگلستان میں آیا ھے' لیکن اس اعتبار سے اُسے مہمان نہیں کہہ سکتے کہ وہ مغرب میں مشرق کا مہمان ھے - وہ مشرق کا نہیں بلکہ خود مغرب کا ایک فرمانروا ھے جیسے اتفاقات نے مشرق کے ایک تاج و تخت کا مالک بنادیا ھے - ھمارے قارئین میں سے ھر شخص تاریخ مصر کي اس ابتدائي حقیقت سے با خبر ھوگا کہ وھاں کے حکمراں خاندان کا مورث اعلیٰ محمد علي اعظم تھا جو البانیا کے ایک قصبہ قوالہ کا باشندہ تھا' اور البانیا یورپ ھي کا ایک ٹکڑا ھے - مشرق اور ایشیا میں نہیں ھے - فی الحقیقت سلطان فواد کي شخصیت میں آج ھم ایک یوروپین نژاد فرمانروا کي پذیرائي کر رھے ھیں ' "

محمد علي کے خاندان کي مغربیت سو برس تک انگلستان کو یاد نہ آئي' لیکن اب اچانک اس کا انکشاف ھوگیا ھے !

آپ کے دوست انریبل مسٹر پٹیل یہاں سے واپس روانہ ھوگئے جہاں تک میں اندازہ کر سکا ھوں ' کہہ سکتا ھوں کہ ایک خاص معیار عمل کے اندر رھکر' انہوں نے یہاں کے سرکاري حلقوں پر اچھا اثر ڈالا ھے - ایجسس لیٹو اسمبلي کي ریاست کے ساتھہ کانگرسي ھونے کي روایات ملحوظ رکھنا' اور کھدر کي دھوتي اور ٹوپي بھي سنبھالے رکھنا' آسان نہ تھا' لیکن اُنھوں نے کسي نہ کسی طرح بات بنائے رکھي - یہاں کے ھندوستاني حلقوں میں خیال کیا جاتا ھے کہ غالباً آیندہ کمیشن میں ھندوستاني ممبر کي جگہ اُنہي کو دي جائیگي -

اس ھفتہ میں آپ کے اس ارشاد کي تعمیل نہ کر سکا کہ جو کچھہ لکھوں ھندوستان کے متعلق لکھوں - آیندہ ڈاک سے اس کا سلسلہ شروع کروں گا - مجھے امید ھے' سلطان فواد اور مصر کا معاملہ بھي آپ کے صفحات کے لیے غیر ضروري اور غیر دلچسپ نہ ھوگا -

مکتوب فرانس

(الہلال کے مقالہ نگار پیرس کے قلم سے)

فیلپ بینیل کي صد سالہ برسي



اس موسم کا ایک شاندار واقعہ یہ تھا کہ فرانس میں بڑے دھوم دھام سے فیلپ بینیل کي صد سالہ برسي منائي گئي -

فیلپ بینیل سنہ ۱۷۴۵ - میں پیدا ھوا ' اور سنہ ۱۸۲۶ - میں فوت ھوا - یہ عقلي امراض کا سب سے بڑا طبیب تسلیم کیا گیا ھے - اِس سے پہلے پاگلوں کو بہت تکلیف دیجاتي تھي - زنجیروں میں باندہ دیا جاتا تھا - غلیظ مکانوں میں رکھا جاتا تھا - بدترین غذا کھلائي جاتي تھي - چوپایوں سے بھي بدتر سلوک کیا جاتا تھا - اِس طبیب نے اِس برتاؤ کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کي ' اور پاگلوں پر رحم اور شفقت کرنے کا عام جذبہ پیدا کردیا - پہلے جنون لا علاج مرض سمجھا جاتا تھا - اسي نے سب سے پہلے بتایا کہ لا علاج نہیں ھے -

فرانس کے مشہور پاگل خانہ " بیسیٹر " کے اعلیٰ افسر ڈاکٹر روبینوفچ نے فیلپ کي برسي پر ایک مضمون لکھا ھے اور اخبار " ماتان " کے افتتاحي کالموں میں شایع ھوا ھے - مضمون نگار لکھتا ھے :

" فیلپ اسي پاگل خانہ میں معالج تھا جس میں اِس وقت میں خدمت کر رھا ھوں - فیلپ کا درجہ خواص کي نظر میں " مسیح جدید " کا درجہ ھے - اِسنے عقلي بیماریوں کے علاج میں رحم اور شفقت کو عام کیا - اِسنے ظلم اور سختي کے خلاف اُس وقت صدا بلند کي جب پورے فرانس میں ھولناکي پھیلي ھوئي تھي ' اور ھر طرف خون بہہ رھا تھا !

" بیسیٹر پاگل خانہ سے فیلپ کا تعلق ستمبر سنہ ۱۷۹۳ - میں ھوا - اُسوقت یہاں پچاس پاگل موجود تھے - یہ زنجیروں میں بندھے رھتے تھے - ان میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخي پاگل شاھي باڈي گارڈ کا ایک پرانا سپاھي تھا - یہ نہایت ھي قوي ھیکل تھا اور غیر معمولي جسماني قوت رکھتا تھا - شراب کي عادت پڑگئي اور ھمیشہ مدھوش رھنے لگا - نتیجہ یہ نکلا کہ دماغ خراب ھوگیا - فوج سے نکال دیا گیا - جوش جنون میں اُسے یہ سوجھا کہ میں فرانس کا سپہ سالار اعظم ھوں - جو کوئي یہ بات تسلیم نہ کرتا ' اُسے بري طرح مارنے لگتا - آخر پاگل خانہ بھیج دیا گیا - یہاں وہ بیس برس سے

" بنابریں مصری حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ فوج اور سرحدوں کا موجودہ نظام بر قرار رہے ' لیکن ساتھہ ہی مصری وزیر جنگ کے اختیارات کو کوئی ٹھیس بھی نہ لگے - وہ بدستور مصری پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ رہیگا "

" اِس طریقہ پر ' جو مصلحت اور نظام کے ہر طرح مطابق ہے ' مصری حکومت نے اِس مشکل کا معقول حل ڈھونڈہ نکالا ہے - حکومت کو پورا یقین ہے کہ ابتک جو دوستانہ رویہ برطانیا نے گفت و شنید میں اختیار کر رکھا ہے ' وہ برابر قایم رہے گا اور اُن تمام اسباب کو دفع کر سکے گا جو موجودہ مشکل اور دوسری مشکلات کا موجب ہیں "

اِس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برطانیا کے ابتدائی مطالبات مصری سیادت و حکمرانی کے منافی تھے ' اس لیے مصری حکومت نے اُنہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا - پھر اُنمیں کچھہ ترمیم و تبدیلی ہوئی ' اور ایسی شکل میں پیش کیے گئے جو مصری حکومت کی نظر میں ایک حد تک لائق قبول تھے ' لہذا اُسنے تسلیم کر لیا اور جھگڑا ختم ہو گیا -

(حج براہ مصر)

اِس سال موسم حج کی کامیابی کا اندازہ اُس سرکاری رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے جو صرف آٹھہ روز کی ہے - اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲ - مئی سے ۳۰ - مئی تک سوئز کی بندر گاہ سے سفر کرنے والے حاجیوں کی تعداد حسب ذیل تھی :

۱۵۰۷ مصری ۲۰۲ ترک ۸۸ جزائری ۹۸ تیونسی
۷۷ مراکش ۱۲۶ طرابلسی ۱ روسی ۲ رومانی ۱۴۷ ایرانی
۱۴ عربی ۲۷ سروین ۵۲ افغانی ۲۳ افریقی ۱۷ اسپینی
۵۹۸ فلسطینی ۲۶ سنگالی ۴۳۲ شامی ۱۵۷ ہندوستانی
۲۴ جاوی ۱۷۱ عراقی - یعنی کل ۳۷۸۵ حاجی تھے -

جون کے پہلے ہفتہ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ :

۳۱۵ منگولی ۲۹۲ ترک ۲۷۶ جزائری ۱۲۰۵ تیونسی
۲۰۲ مراکشی ۳۰۷ طرابلسی ۲ روسی ۵۸۲ ایرانی ۱۸۱۹ شامی
۵ سروین ۲ بلغاری ۵۸۱ عراقی ۱۹ نیجریائی ۴۳ حجازی -
یعنی کل ۶۶۷۰ حاجیوں نے سوئز کی راہ سے سفر کیا -

مجموعی تعداد تقریباً ساڑھے دس ہزار ہوئی - صرف دو ہفتہ کے اندر اِتنے حاجیوں کا نہر سویز سے گزرنا اِس سال کے موسم حج کی شاندار کامیابی کا ایک بین ثبوت ہے -

---

مکتوب شام

(الهـــلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

اپنے پچھلے مکتوب میں شام کی مضطرب سیاسی حالت پر روشنی ڈال چکا ہوں - آج بھی وہی حالت ہے جو اُس وقت تھی - نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی ہے - نہ کسی قریبی تبدیلی کے آثار نظر آتے ہیں - البتہ ایک اہم واقعہ ضرور پیش آیا ہے اور تمام ملک کی دلچسپی کا مرکز بن گیا ہے -

ایک مدت سے شام کا فرانسیسی ہائی کمشنر موسیو بونسو شام سے غائب تھا اور پیرس میں مقیم تھا - بیان کیا گیا تھا کہ وہ شام کے آئندہ نظام حکومت پر مرکزی حکومت سے گفت و شنید کر رہا ہے - اُس کی طویل غیر حاضری نے ظاہر بینوں کو طرح طرح کی امیدوں میں مبتلا کردیا تھا - لوگ کہتے تھے - ہائی کمشنر کی پیرس میں موجودگی ضرور نتیجہ خیز ثابت ہوگی - یہی وجہ ہے کہ اِن سب کو واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا -

لیکن اب انتظار کی مدت ختم ہوگئی - ہائی کمشنر واپس آگیا ہے - لیکن امیدوں کے یہ تمام خوش آئند خواب اس وقت تک تعبیر سے محروم ہیں - اس وقت تک ہائی کمشنر نے نہ تو کوئی اعلان کیا ہے ' نہ بظاہر آثار نظر آتے ہیں - مگر طرح طرح کی افواہیں ضرور پھیل رہی ہیں -

مجھے با خبر حلقوں سے جو کچھہ معلوم ہوا ہے ' یہ ہے کہ پیرس میں ہائی کمشنر اور شامی وفد کے مابین بہت سی ملاقاتیں ہوئیں اور عرصہ تک بحث و مذاکرہ جاری رہا - شامی وفد نے نرم سے نرم شرطیں پیش کی تھیں - لیکن ہائی کمشنر نے صرف چند منظور کرلیں - باقی تمام رد کردیں : مثلاً وفد کا مطالبہ تھا کہ تمام سیاسی مجرموں کو عام معافی دیدی جاے - مگر حکومت نے سیاسی قائدین کو معافی دینے سے انکار کر دیا - وفد نے پورے ملک کو ایک ہی نظام حکومت کے ماتحت رکھنے کا مطالبہ کیا تھا - لیکن حکومت نے اِسے صرف اِس صورت میں منظور کرنا گوارا کیا کہ نظام حکومت ریاست ہاے متحدہ کا نظام ہو - یعنے چھوٹے چھوٹے صوبے الگ الگ قائم رہیں اور اپنی جگہ خود مختار ہوں - مگر انہیں کسی مرکزی نظم میں متحد کر دیا جاے - اِس سے مقصود یہ ہے کہ ملک میں وحدت جنس و قوم پیدا نہ ہو سکے - ایک قوم بہت سے ٹکڑوں میں منقسم ہوکر اپنی وطنی قوت ضائع کر دے -

اصل یہ ہے کہ ہمیشہ اجنبی اقتدار ملک کی قومی وحدت کا مخالف ہوتا ہے - وہ ہر طرح کی صورت حال گوارا کرلے سکتا ہے لیکن یہ بات گوارہ نہیں کرسکتا کہ ملک میں قومی وحدت کی روح پیدا ہوجاے - شام میں یہ روح پہلے سے موجود ہے - زبان ' وطن ' رسم و رواج ' اور اجتماعی خصوصیات نے تمام شامیوں کو ایک رشتہ میں منسلک کردیا ہے - لیکن فرانس چاہتا ہے ' انکے ٹکڑے ٹکڑے کردے - وہ ایک رشتۂ قومیت قائم نہ رکھہ سکیں - بہر حال دیکھئے - فرانس کا آیندہ طرز عمل اس بارے میں کیا ہوتا ہے ؟

شام و عراق کی سرحدوں پر قبائل عرب کی خانہ جنگی صدیوں سے جاری ہے - اب دونوں ملکوں کی حکومتیں اسکا قطعی سدباب کر دینا چاہتی ہیں - چنانچہ حال میں طرفین کے دستخط سے عربی ' انگریزی ' اور فرانسیسی زبانوں میں ایک اعلان ہوائی جہاز کے ذریعہ ' سرحدی قبائل میں تقسیم کیا گیا ہے - اسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :

شام و عراق کی سرحدوں پر بسنے والے قبائل کو آگاہ کیا جاتا ہے " شام اور عراق ' دونوں ملکوں کی حکومتوں نے متفق ہوکر طے کرلیا ہے کہ تمہاری آپس کی خانہ جنگی ' کشت و خون ' اور چوری و قزاقی قطعاً نا جائز اور ممنوع ہے - نیز ہتیار بند ہوکر سرحد کے اُس پار جانا بھی ممنوع ہے - آئندہ جو کوئی اِس طرح کی کوئی بات کریگا ' اُسے نہایت سخت سزا دیجائیگی "

ولي ثابت کر رها هے - انگلستان کے تمام سوت کے کارخانوں میں اس کي تصویریں آریزاں هیں اور بڑي عزت و احترام کي نظروں سے دیکھي جاتي هیں -

یه صناع سنه ۱۷۵۳ ع میں پیدا هوا اور سنه ۱۸۲۷ ع میں انتقال کر گیا -

(عثماني شهزاده کي وفات)

اس هفته کا ایک افسوس ناک واقعه پرنس برهان الدین کي وفات هے جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے -

آپ کو معلوم هے که سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دوسرے انقلاب دستور کے بعد سلطان موصوف معزول کردیے گئے ' تو حسب معمول اُن کے خاندان سے کوئي تعرض نهیں کیا گیا تها - سلطاني خاندان کے دوسرے شهزادوں کي طرح اُن کي بهي تنخواهیں مقرر کردي گئي تهیں - سنه ۱۹۱۶ ع میں جب سلطان عبدالحمید کا انتقال هوگیا ' تو اُن کے لڑکوں نے سلطان کي ذاتي جائداد اور اموال و متاع کے ورثه کا دعوی کیا - سلطان عبدالحمید کي ذاتي جائداد کا فیصله اِس قدر مشکل تها ' جتنا شاید هي دنیا کے کسي فرمانروا کي جائداد کا هوا هو - ترکي میں جو کچهه تها سب اُنهي کا تها ' اور اُن کا جو کچهه تها ' اس میں سے کچهه بهي اُن کا نه تها - بهر حال ایک کمیشن کا تقرر هوا ' اور اُس نے دعوے کي سماعت کے بعد فیصله کر دیا - اس فیصله میں دعوے کا بهت قلیل حصه تسلیم کیا گیا تها - اکثر مطالبات رد هوگئے تھے - سلطان کي اولاد اس فیصله پر راضي نه هوئي ' لیکن چونکه اس کے بعد هي جنگ نے انقلاب انگیز صورت اختیار کرلي تهي ' اس لیے مزید کار روائي کا موقعه نه تها -

جنگ کے بعد جب دوباره امن و امان کا وقت آیا ' تو قومي مجلس نے جمهوري حکومت کا اعلان کر دیا ' اور پهر کچهه عرصے بعد خاندان سلطاني کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے - ان میں سلطان عبدالحمید کا خاندان بهي تها - اس خاندان کے بعض افراد بیروت چلے گئے - بعض نے یورپ کي راه لي - انهي میں پرنس برهان الدین بهي تھے - انهوں نے جلا وطني کے بعد ترکي حکومت پر سلطان عبدالحمید کے ورثه کا از سر نو دعوی کیا تها - انهیں پوري اُمید تهي که اس میں کامیاب هونگے - یه زیاده تر سوئٹزر لینڈ میں بعض ترک امراء کے ساتهه رها کرتے تھے - خود ان کي مالي حالت عثماني خاندان کے دوسرے ارکان سے بهتر نه تهي - پچهلے مهینے پیرس آئے تاکه ترکي سفیر سے ملاقات کریں - شهر کے ایک سب سے ادنی درجه کے هوٹل میں ٹهرے جو انکي مفلسانه حالت کا لازمي نتیجه تها - وهیں اچانک بیمار پڑے اور انتقال کر گئے -

دنیا کے انقلابات صرف تاریخ هي میں نهیں ڈهونڈهنے چاهئیں - خود همارا عهد بهي اپني تاریخ مرتب کر رها هے - زار ' قیصر ' اور عبدالحمید ' موجوده صدي کے سب سے بڑے شخصي اور مستبد فرمانروا تھے - اُن کے جاه و جلال اور سطوت و جبروت کے هیبت انگیز واقعات دیکهنے والے هزاروں لاکهوں کي تعداد میں ابهي زنده موجود هیں - لیکن انقلاب کي ایک هي گردش نے انهیں کتني بلندي سے کتني پستي تک پهنچا دیا ؟ آج ان میں سے ایک کا لڑکا پیرس کے سب سے زیاده ادنی هوٹل میں دم توڑ چکا هے ' اور اُس کے سرهانے ایک آنکهه بهي ایسي موجود نهیں جو اُس پر آنسو بها رهي هو - و تلک الایام نداولها بین الناس !

مکتوب مصر

(الهــلال کے مقاله نگار مقیم قاهره کے قلم سے)

(انگریزي مصري نزاع)

پچهلے هفتے انگریزي مصري نزاع پر گفتگو کرتے هوے وه بنیادیں بتا چکا هوں جو مصري حکومت نے تصفیه کے لیے پیش کي تهیں - آج ایک هفته گزرنے کے بعد بهي دنیا کي معلومات اِس جهگڑے کے متعلق آگے نه بڑهسکیں ' کیونکه تمام گفتگو پردۂ راز میں هے - طرفین کي پارلیمنٹوں میں مطالبه کیا گیا که گفت و شنید شایع کردي جائے ' مگر دونوں حکومتوں نے ایک هي جواب دیا - یعني ابهي تک فریق ثاني نے اسکي اشاعت کي اجازت نهیں دي هے - اس سے صاف ظاهر هوتا هے که دونوں اُسے شائع کرنا سردست مناسب نهیں سمجهتیں -

اس صورت حال نے دونوں ملکوں میں سخت انتشار پیدا کردیا هے - برطاني اخبارات دعوی کر رهے هیں که مصر دب گیا اور انگریزي مطالبات منظور کرلیے - مصري اخبارات مدعي هیں که برطانیا سختي سے باز آگیا ' اسلیے مصر نے بهي مصالحت کے لیے آمادگي ظاهر کردي - مگر کیونکر ؟ کهانتک ؟ اسکا کوئي جواب نهیں ملتا !

لیکن یهه یقیني هے که تصفیه هوگیا هے - باقي رها یه سوال که کس کي ضد پوري هوي ؟ تو اس بارے میں کوئي قطعي بات نهیں کهي جا سکتي - البته عبد الخالق ثروت پاشا مصري وزیر اعظم کي ایک تصریح ضرور موجود هے یه تصریح انهوں نے مصري پارلیمنٹ میں کي هے - اگرچه یه بهي مبهم هے ' تاهم معامله پر کچهه نه کچهه روشني ضرور ڈالتي هے - اُنهوں نے کها :

" یهه بات سخت افسوسناک هے که پچهلے دنوں مصري اور برطانوي حکومتوں میں غلط فهمي پیدا هوگئي تهي - اس غلط فهمي نے برطانیا کو آماده کیا که اپنے هائي کمشنر کے ذریعه مصري حکومت کے پاس ایک نوٹ بهیجے - اس نوٹ میں مصري فوج اور محکمۂ سرحد کے متعلق چند مطالبے درج تھے - ساتهه هي یه بهي درج تها که برطانیا متمني هے که نزاع دوستانه طور پر ختم کردي جاے - مصري حکومت نے برطانوي نوٹ پر اچهي طرح غور و خوض کرنے کے بعد فیصله کیا که اسکے مطالبے اپني مجموعي هیئت میں مصري حکمراني ' مصري پارلیمنٹ کے حقوق ' اور ملک کے قانون اساسي کو نقصان پهنچانے والے هیں "

" چونکه ایسے معاملات میں حکومت کو اپني مرضي سے فیصله کرنے کا اختیار نهیں - قانون کي رو سے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے پر مجبور هے - لهذا اُسنے بغیر کسي تامل کے کهدیا که یه مطالبات انکي مجموعي هیئت میں منظور نهیں کئے جا سکتے "

" مگر چونکه مصري حکومت هر غلط فهمي کے دور کرنے کے لیے مستعد رهتي هے ' اس لیے اُسنے معامله کو ایک اور طریقه پر سلجها دینا چاها جس کا اُسے قانوناً اختیار تها اور جو مصر کے بنیادي حقوق کے منافي نهیں هے - چنانچه اُسنے فوج کے مسئله میں غور و بحث کے بعد طے کیا که برطانیا کے کون کون مطالبے قابل قبول هیں اور کون نا قابل قبول - جو امور فوج کیلیے مفید تھے ' یا جنسے کوئي مضرت پیدا نهیں هوتي تهي ' انهیں اُسنے بطور خود منظور کرلیا "

سیر فی الارض

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ؟

(۳۰-۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح کے تاثرات

ٹیونس اور البانیہ

ٹیونس

اگر الجزائر فرانس کا محکوم ہے تو ٹیونس بھی فرانس کے جولانِ حکومت سے پامال ہوچکا ہے۔ جو فرانسیسی یہاں ہیں وہی فرانسیسی وہاں بھی ہیں۔ محکومی اور ماتحتی، موت کی طرح سخت اور سست رفتار ہے۔ ایک خفیہ زہر ہے۔ دوسرا علانیہ ہے۔ لہذا کچھ عجیب نہیں اگر دونوں ملکوں کی زندگی باہم مشابہ ہے۔ بلکہ پہلی نظر میں تو دونوں کی زندگی ایک ہی طرح کی معلوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں باوجود اس گہری مشابہت کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک بیماری سو برس کی پرانی ہے، دوسرے کی ۴۰ برس سے بھی کم کی ہے۔ ٹیونس میں جدید زندگی کے مبادیات موجود ہیں، اور امیدوں کے لئے بھی ویسی مایوسیاں نہیں ہیں جیسی الجزائر اور مراکش میں محسوس ہوتی ہیں۔

ٹیونس کی بیداری ٹیونسی قوم کی سعی و ہمت کا نتیجہ ہے۔ شمالی افریقہ میں ظلم کی یکسانیت سے مظلومیت کی حالت یکساں نہیں ہو جا سکتی تھی۔ مراکش، الجزائر، ٹیونس، ریف، ان تمام مقامات میں یوروپین استعمار یکساں قوت و خصائل کے ساتھ نمودار ہوا، لیکن ان تمام مختلف مقامات کی جماعتی حالت و استعداد یکساں نہ تھی۔

ٹیونس کی بیداری کے اور بھی متعدد اسباب ہیں۔ بعض قوی ہیں بعض ضعیف ہیں۔ بعض اچھے ہیں، بعض بُرے ہیں۔ بعض غذا نافع کے حکم میں داخل ہیں۔ بعض سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ کبھی بُرائی سے بھی بھلائی پیدا ہوجاتی ہے۔ کبھی زہر سے بھی شفا حاصل ہوتی ہے۔ جب خدا کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ہر چیز اُس کی خدمتگزار ہوجاتی ہے۔ ہر راہ اُسے منزلِ مقصود کی طرف پہونچاتی ہے۔ لیکن جب کسی قوم کی تباہی کے دن آجاتے ہیں تو ہر چیز اُسے نقصان پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹیونس پر خدا کی مہر و عنایت ہے۔ اسی لئے اُس کے سامنے بھلائی اور ترقی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔

ٹیونس میں مدرسے ہیں اور قوم میں علم و نور پھیلا رہے ہیں۔ ٹیونس میں عربی اخبارات ہیں، اور اگرچہ بہت پست اور بے بضاعت ہیں، لیکن بہر حال ملک کی بیداری کا سرچشمہ ہیں۔ ٹیونس میں ایک کرسی بھی ہے، جسے "تخت شاہی" کہتے ہیں۔ اُس پر ایک ٹیونسی مورت بھی رکھی رہتی ہے، جسے بادشاہ یا وہاں کی اصطلاح میں "بای" کہتے ہیں۔ اُس کے سر پر ایک غلاف بھی چڑھا ہے۔ اُسے "تاج" کہکر پکارتے ہیں۔ "بای" کی عیش و عشرت بالکل ویسی ہی ہے جیسی مشرقی بادشاہوں کی ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ابن الوقت اس کے محل کا اُسی طرح طواف کرتے ہیں جس طرح مؤمن کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُس کے دروازوں اور چوکھٹوں کو چومتے ہیں اور اجر و ثواب کی اُمیدیں رکھتے ہیں!

ٹیونس میں نوجوان بھی ہیں۔ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور "زندگی" کا جلوہ دیکھ لیں۔ ٹیونس میں ترقی کا جذبہ بھی موجود ہے اگر محکومی کی بندشیں ذرا بھی ڈھیلی ہوجائیں تو قریب ہے کہ خوب پھلے اور پھولے۔ مگر موجودہ قید و بند بھی اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ جذبہ، سنگ چقماق کی طبیعت رکھتا ہے۔ جتنا رگڑا جاتا ہے، اُتنا ہی چمکتا اور مشتعل ہوتا ہے!

ٹیونس کی بیداری کا ایک سبب، اجنبی تسلط و جبر بھی ہے۔ ٹیونس خواب خرگوش میں پڑا سو رہا تھا۔ اجنبی توپوں نے گرجکر اُسے بیدار کردیا اور اس طرح بیدار کیا کہ پھر اُس کی آنکھیں بند نہ ہوئیں۔ اجنبی تسلط ذی استعداد قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے، اور نالائق قوموں کے لئے پیام ہلاکت!

ٹیونس کی بیداری میں تقلید و جمود اور قدامت پرستی کے عناصر کو بھی بڑا دخل ہے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح یہ عناصر مصر کی موجودہ بیداری کا ایک سبب بن گئے ہیں۔

اس دنیا میں شر محض کا وجود نہیں۔ تقلید و جمود اور قدامت پرستی میں کتنا ہی بڑا شر کیوں نہ ہو، لیکن اسمیں نفع بھی موجود ہے۔ کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ اپنا ماضی بالکل بھلا دے۔ ماضی اور قدیم کا صالح جوہر ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہیے، ورنہ قوم اپنی قومیت کی اساسی روح سے محروم ہوجائے گی۔ یہ قدامت پرست طبقہ اپنے اندر ماضی اور قدیم کی نعش محفوظ رکھتا اور قوم کو اُس کے اصلی خط و خال دکھلاتا رہتا ہے۔ یہ طبقہ کتنا ہی مضر ہو مگر اس سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ ماضی اور قدیم کی یاد فراموش ہونے نہیں پاتی، اور تغیر طلب قوتوں کی بے اعتدالیاں اعتدال کی حالت پیدا کرلیتی ہیں۔

اے مصلحین! اس مخلوق پر رحم کھاؤ، جس کا نام "قدامت پرست" ہے۔ یہ تمھاری نظروں میں ایک پرانی نعش ہی کیوں نہ ہو مگر ہے تمھارے ہی ماضی کی نعش! اس کی حفاظت کرو۔ اسے نابود کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اگر یہ نابود ہوگئی، تو قدامت کی نعش کے ساتھ قدامت کی روح بھی نابود ہوجائے گی!

احمد زوغو کی مملکت "البانیہ"

البانیہ میں سفر بہت تکلیف دہ ہے۔ سمندر سے سفر کی صورت یہ ہے کہ یوگوسلاوی جہاز ہر ہفتہ یونان جاتے ہوئے البانی ساحل پر بھی رُکتے ہیں۔ یہی راستہ میں نے اختیار کیا۔ یوگوسلاوی بندرگاہ زاگیز سے سوار ہوا اور البانی ساحل دیرازو میں اُتر پڑا۔

میرے ساتھی مسافر ایک ہاتھ کی اُنگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ جہاز کا کپتان کرواتی نسل کا مقدونین تھا۔ رات کو وہ ہمارے ساتھ دیر تک باتیں کیا کرتا۔ ایک دن مجھے ایک گوشے میں لیجا کر کہنے لگا:

"دیکھو! البانیہ قریب آگیا۔ ہر چیز دیکھنا مگر زبان کسی وقت بھی نہ کھولنا۔ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا۔ البانی پولیس تمھیں زیادہ تنگ نہیں کرے گی۔ لیکن بالکل ممکن ہے کہ اندھیری رات میں دو گولیاں ہوا میں اُڑتی آئیں اور تمھارا سینہ توڑ کر پار نکل جائیں۔ تمھارا کام تمام ہوجائے گا مگر قیامت تک پتہ نہیں چلے گا کہ یہ گولیاں کہاں سے آئی تھیں؟"

ہمارا جہاز پہلے قطارو میں رکا۔ پھر خوبصورت خلیج انٹیفاری میں ٹھہرا۔ صبح ۶ بجے ہم بندرگاہ دورازو کے سامنے تھے۔ یہاں سے سخت تکلیف دہ سفر کے بعد بالآخر تیرانا پہنچ گئے، جو البانیہ کا پائے تخت ہے۔

یہ شہر، ترکی قصبات کا منظر پیش کرتا ہے۔ تنگ گھومی ہوئی سڑکیں، اُن پر چھوٹی چھوٹی دکانیں، دکانوں میں دکاندار اپنے کاموں میں ٹھیک اُسی طریقہ پر مشغول جیسے صدیوں پہلے اُنکے آباء و اجداد تھے۔ کہیں ترکی ٹوپیاں بن رہی ہیں کہیں لکڑی کا سامان طیار ہورہا ہے۔ کہیں تانبے کے ظروف بنائے جارہے ہیں۔ کہیں کمہار بیٹھا اپنا آنواں گھما رہا ہے۔ ساتھ ہی ترکاری والے بھی دکان لگائے بیٹھے ہیں۔ حجام استرے رگڑ رہے ہیں موچی جوتے گانٹھ رہے ہیں۔ پھر ان سب کا وہ شور و ہنگامہ کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی۔ تاہم پورے اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ شہر کے قدرتی مناظر نہایت دلفریب ہیں۔ مساجد کے میناروں نے فضا میں بلند ہوکر منظر اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے!

شہر کے سامنے ایک وسیع میدان ہے۔ اسمیں ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی ہے اور سینما کی عمارت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ وہ دراصل ملک کی پارلیمنٹ ہے۔

پارلیمنٹ کے پچھواڑے فوجی بارکیں ہیں۔ حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں اور شہر کی شب و روز نگرانی کرتی ہیں۔

میں نے اپنا اسباب شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں رکھا اس ہوٹل کا نام "بین الاقوامی" ہوٹل ہے۔ لیکن وہ ترکی ہے اور اُس کی ہر چیز بھی ترکی ہے۔ ہوٹل، میدان کے سامنے ہے۔ میدان میں موٹر کاروں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تمام موٹریں بہت پرانی اور جنگ عظیم کی میراث ہیں۔

عورتیں صاف پانی بھرنے کے لئے چشموں پر جوق جوق جاتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اُن کے جسم کا کوئی حصہ نظر آجائے۔ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی، حتی کہ منہ بھی چھپائے ہوئیں۔ صرف ایک طرف کی آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ آہ کی آنکھ، غضب کی

مطبوعات جديده

علم الآثار مصر

(روح کے متعلق قديم مصريوں کا عقيده)

مصر کي قديم تهذيب دنيائے قديم کي تاريخ کا ايک نهايت اهم باب هے - اگر يه باب الگ کر ديا جاے تو نوع انساني کي عقلي ترقيات کي ايک نهايت اهم کڑي مفقود هو جائيگي -

آج سے سو برس پہلے مصر کے اهرام اور حيرت انگيز آثار دنيا کيليے معما تھے - آج وہ معما نهيں هيں ' مدرسه کا کام دے رهے هيں - قديم مصري خط " هيرو گليفي " پڑه ليا گيا هے - قديم مصري زبان کے ضخيم لغت طيار هوگئے هيں - قديم مصري تحريريں دستياب هوگئي هيں - اور ان سب کے مجموعے سے علوم اثريه کا ايک مرتب ذخيره مدون هو گيا هے جسے مصريات (اجپٹيا لوجيا) سے تعبير کيا جاتا هے اور روز بروز اسکي وسعت بڑهتي جاتي هے - حال ميں ڈاکٹر احمد بک کمال مرحوم کي بے نظير کتاب آثار مصر پر شائع هوي هے - يه قاهره کے دار الآثار کے ناظر تھے - انهوں نے تمام عمر اثريات مصر کي تحقيقات ميں بسر کر دي - يه کتاب اس موضوع پر علمي دنيا کي آخرين تحقيقات پيش کرتي هے - هم چاهتے هيں وقتاً فوقتاً اسکے بعض اهم مباحث الهلال ميں شائع کرتے رهيں -

(بقاء روح کا مصري اعتقاد)

" قديم مصري تمدن کے سب سے زياده عجيب آثار جو هم تک پهنچے هيں ' انکے مقبرے اور انکي ممي کي هوي نعشيں هيں - اهرام بھي دراصل اسي غرض سے بنائے گئے تھے کہ مقبره کا کام ديں - اس سے انکے مذهبي عقائد پر جو موت ' بعد الموت ' اور روح کے خلوه و ابديت سے تعلق رکھتے تھے ' غير معمولي روشني پڑتي هے -

(مقبروں کي تاسيس)

قديم مصر ميں مقبروں کا آغاز اس طرح هوا کہ پہلے مردے کو زمين کھود کر تنگ گڑھے ميں گاڑ ديتے تھے - نعش لٹانے کا بھي رواج نه تها - سر سينه پر جھکا ديا جاتا تها اور اکڑوں بٹھا کر زمين برابر کر ديتے تھے - اسکے بعد قبر ياد رکھنے کيليے زمين اونچي کرنے لگے - قبر پر مٹي کا ڈهير لگا ديا جاتا تها - پھر مردے کو اوپر کي مٹي سے بچانے کے ليے قبر کے اندر چھت بنانے لگے - پھر چھت کے گرد مٹي کي ديوارين بناديني کا رواج پڑا - اس کے بعد تابوت کا خيال پيدا هوا ' اور پتھر کے تابوتوں ميں مردے رکھے جانے لگے - پھر قبر کو بيروني صدموں سے بچانے کيليے اس پر عمارتيں بنانے لگے - انهي عمارتوں نے ترقي کرتے کرتے اهرام کا عظيم و مهيب درجه حاصل کر ليا - اس وقت بھي دريائے نيل کے مصب اور فيوم کے مابين تقريباً سو هرم موجود هيں ' اگرچه انميں سے اکثر منهدم هو جانے کے قريب هيں -

اب يه بات محقق هوگئي هے کہ مصر کے اهرام در حقيقت مقبرے هي تھے - قديم مورخين کا يه خيال بالکل بے بنياد هے کہ يه قلعے هيں ' يا طوفان سے بچنے کے ليے بنائے گئے تھے ' يا ان ميں خزانے مدفون هيں - قديم مصري زبان ميں اهرام کے نام هي سے ان کا مقصد اور موضوع معلوم هو جاتا هے - مثلاً " مسکن ابدي " " مقام کمال " " مکان خلوه " " مقر روح " وغيره -

مقبروں کے باب ميں يه تدريجي ترقي کيوں هوئي ؟ اس ليے کہ روح کي ابديت کا اعتقاد بھي مصريوں ميں به تدريج ترقي پذير هوا تها - جس زمانه ميں وہ روح کي بقاء کے قائل نه تھے ' قبروں کے معامله کو کوئي اهميت نهيں ديتے تھے - پھر جوں جوں يه عقيده بڑهتا گيا ' مقبروں کي اهميت بھي بڑهتي گئي - مقبروں کو اس عقيده سے کيا تعلق هے ؟ بهت قريبي تعلق هے - مصريوں کا يه عقيده اس شکل ميں تها کہ جب تک جسم محفوظ رهتا هے ' روح بھي قائم رهتي هے - کيونکه جسم سے علحده روح کا وجود نهيں هو سکتا - اس عقيده کا لازمي نتيجه يه تها کہ وہ مردے کا جسم زياده سے زياده مدت تک محفوظ رکھنے کي کوشش کرتے تھے - اتنے مستحکم مقبرے بنانا ' اور لاشوں کو ممي کرنا ' اسي غرض سے تها -

(زندگي کا مصري تخيل)

يه عقيده کيونکر موجود هوا ؟ مصريوں کا خيال تها کہ زندگي ايک آدمي سے دوسرے آدمي ميں ناک اور منھ کي راه منتقل هوتي هے - اور يه کہ انساني جسم کے بعض اعضاء زندگي کي حفاظت کرتے هيں ' مگر صرف اسي حالت ميں جبکہ خود ان کي بھي حفاظت کي جائے - چنانچه هاتھ کي نبض زندگي کي محافظ هے ' اس ليے هاتھ ميں چوڑي پہنکر نبض کي حفاظت کي جاتي تھي - گردن کو بھي ايسا هي عضو سمجھتے تھے اور اس کي حفاظت کے ليے هار پهنتے تھے - کان کے ليے بالياں ' سينه کے ليے چاندي سونے کي لوحيں ' بازو کے ليے بازو بند ' اسي ليے ان ميں رائج هوگئے - بهت ممکن هے کہ دنيا ميں زيور کا استعمال اسي عقيده سے شروع هوا هو -

(موت)

ان کا اعتقاد تها کہ زندگي هميشه رهتي هے - ليکن نيند کي حالت ميں اور کبھي کبھي غشي کي حالت ميں آدمي سے جدا هو جاتي هے - وہ کہتے تھے جب جسم بگڑ جاتا هے تو زندگي کا علاقه بھي اس سے هميشه کے ليے منقطع هو جاتا هے - اسي خيال سے نعش کي حفاظت کا خيال پيدا هوا - اور بالآخر ممي کرنے کا طريقه رائج هو گيا - يه طريقه اتنا عجيب ' اتنا صحيح ' اور اتنا بے خطا تها ' کہ چار چار هزار برس گزر جانے پر بھي آج اصلي حالت ميں ان کي نعشيں موجود هيں ! "

الہلال کی قدیم مکمل جلدیں

گاہے گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لیے شائقین علم و ادب مشتاق تھے۔ چند جلدیں جو دفتر مہیا کر سکا ہی حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں:

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۱۰ روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلۂ اشاعت) ۸ روپیہ (منیجر الہلال)

آنکھ! ایک دن میں نے چند عورتوں کی تصویر اُتارنا چاہی - اُن کی نظر مجھ پر پڑ گئی - اُنھوں نے مجھے گھونسے دکھا کر دھمکانا اور مغلظ گالیاں دینا شروع کر دیا!

رات کو شہر میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے - پوری آبادی، معلوم ہوتا ہے، باہر نکل آئی - امراء، سکون و وقار سے چلتے ہیں - ہر ایک کے آگے پیچھے حبشی خواجہ سرا تلواریں لئے ہوتے ہیں - ہر کوئی اپنی جگہ پر البانیہ کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے - اسوقت عورتیں بھی چہل قدمی کرتی نظر آتی ہیں - بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھے ہوتی ہیں - اُنکی سب سے زیادہ مرغوب خارجی آرائش یہ ہے کہ رات کو بھی چھتریاں لگائے رہیں!

پورا ملک مسلح ہے - ایک آدمی بھی نہتا دکھائی نہیں دیتا - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف امن امان قائم ہے - ہر کوئی اپنی جان کو ڈرتا ہے، اور کسی پر زیادتی نہیں کرتا - میں ٹیرانا میں دو ہفتے رہا مگر میں نے ایک دن بھی بازاروں میں جھگڑا فساد نہیں دیکھا -

البانیہ کے باشندے عموماً بڑے دیانت دار ہوتے ہیں، چوری کی کبھی کوئی واردات نہیں سنی جاتی - مکانوں کے دروازے عموماً شب و روز کھلے رہتے ہیں - قفل لگانے کا رواج تقریباً مفقود ہے - ایک اجنبی کے لئے یہاں کے بازاروں میں خرید و فروخت بہت مشکل ہے - تمام یورپ اور امریکہ کے طلائی، نقرئی، اور نکل کے سکے چلتے ہیں - آدمی جب تک ان تمام سکوں سے واقف نہ ہو جو بے شمار قسم کے ہیں، لین دین نہیں کر سکتا - مگر تم بے کھٹکے بازار میں جا سکتے ہو - جو چاہو خریدو - دکاندار جو سکے بھی دے، بے گنے لے لو - ناممکن ہے تمھیں کبھی دھوکہ دیا جائے - ایک دن میں نے نوٹ خریدے دکاندار نے میرے نوٹ کی ریزگاری دے دی - اسمیں ترکی، روسی امریکن، اور صربی (سروین) سکے ملے جلے تھے - میں نے رقم بغیر گنے جیب میں رکھ لی اور روانہ ہو گیا - ابھی ۵۰ ساٹھ قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی مڑ کے دیکھا تو تین چار آدمی بے تحاشا دوڑے چلے آ رہے ہیں - چلاتے ہیں - ہاتھ ہلاتے ہیں - میں رک گیا - کیا دیکھتا ہوں جوتے والا لڑکا ہانپ رہا ہے:

"جناب!" اُسنے ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہا "مجھ سے سخت قصور ہوا - میں بڑا ہی بیوقوف ہوں - بازار میں بیٹھنے کے لائق نہیں - آپ کو کم رقم دی ہے - یہ لیجئے آپکے دام ہیں - معاف کیجئے!"

لیکن پُرامن البانیہ کے سر پر اب جنگ کا بھوت چڑھ رہا ہے - ٹیرانا اسوقت فوج سے لبریز ہے - شب و روز جنگی قواعد اور جنگی مظاہرے ہو رہے ہیں - تمام فوجی بارکیں سپاہیوں سے پُر ہیں حتیٰ کہ اکثر مسجدیں بھی سپاہیوں کے لئے خالی کر دی گئی ہیں -

مگر یہ جنگی طیاریاں کیوں ہیں؟ "یوگوسلاویا کی طرف سے اندیشہ ہے" یہ جواب دیا جاتا ہے - مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے - پوری حقیقت کچھ اور ہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ احمد زوغو کو اپنی شخصیت بڑھانے کی فکر ہے - ٹرکی کے مصطفیٰ کمال، اٹلی کے موسولینی، اسپین کے پرائمو ڈیریوا کی طرح احمد زوغو بھی البانیہ کا مطلق العنان ڈیکٹیٹر ہے - مگر وہ اس منصب پر قانع نہیں - وہ البانیہ کا نپولین بننا چاہتا ہے - تاج شاہی کے لئے اُس کا سر مضطرب ہے - وہ چاہتا ہے، تلوار کی نوک سے ایک طلائی تاج اُٹھائے اور اپنے سر پر رکھ لے!

احمد زوغو کا خاص باڈی گارڈ بہت ہی خوفناک ہے - تین ہزار زبردست سپاہی اُس کی شب و روز حفاظت کرتے ہیں اُسکے محل کے سامنے ایک مکان میں اُس کی ماں رہتی ہے - روزانہ اُسکی ۴

۴ [illegible]

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حسین بن علی علیہما السلام

۲

آپکی حسرت اور اصحاب کی وفاداری!

فوج کی واپسی کے بعد رات کو آپنے اپنے ساتھی جمع کئے اور اور خطبہ دیا:

"خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اُس کا شکر گزار ہوں - الٰہی! تیرا شکر کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا - دین میں سمجھ بخشی، اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا - اما بعد - لوگو! میں نہیں جانتا آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر بھی لوگ موجود ہیں، یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد اور غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں - اے لوگو، تم سب کو اللہ میری طرف سے جزاء خیر دے! میں سمجھتا ہوں کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا - غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی سے نکل جاؤ - رات کا وقت ہے - میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو اور تاریکی میں اِدھر اُدھر چلے جاؤ - میں خوشی سے تمھیں رخصت کرتا ہوں - میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی - یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں میری جان لے کر تم سے غافل ہو جائیں گے"

یہ سنکر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بےچین ہوئے حضرت عباسؑ نے کہا "یہ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہم آپکے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!"

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا "اے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے - تم چلے جاؤ - میں نے تمھیں اجازت دی" وہ کہنے لگے "لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہینگے کہ ہم اپنے شیخ، سردار، اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے - ہم نے اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار لگائی - نہیں واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا - ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل و اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے - آپکے ساتھ ہو کر لڑیں گے - جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر بھی گزرے گی - آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے!"

آپکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے - مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا: "کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپکا حق ادا نہیں کر سکے ہیں - واللہ نہیں، ہرگز نہیں - میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے سینے میں توڑوں گا - جب تک قبضہ ہاتھ میں رہیگا، تلوار چلاتا رہوں گا - نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا - یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے!"

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا "واللہ ہم آپ کو اُسوقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ کا حق محفوظ رکھا - واللہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اُڑا دی جائے گی - اور ایک مرتبہ نہیں ۷۰ مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا - پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا - یہاں تک کہ آپکی حمایت میں فنا ہو جاؤں"

زہیر بن القین نے کہا "بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں - خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپکے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں!" (ابن جریر، کامل، شرح نہج البلاغہ وغیرہا)

حضرت زینبؑ کی بےچینی اور آپکا توصیہ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کر رہی تھیں - اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا - اُس وقت خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حُوَیّ تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دہر اُف لک من خلیل ۔ کم لک بالاشراق والاصیل!

اے زمانہ! تیرا بُرا ہو، تو کیسا بیوفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں

من صاحب او طالب قتیل ۔ والدہر لا یقنع بالبدیل!

کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا - کبھی سے عوض قبول نہیں کرتا -

وانما الامر الی الجلیل ۔ وکل حی سالک السبیل!

اور سارا معاملہ، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے - ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے!

تین چار مرتبہ آپنے یہی شعر دہرائے - میرا دل بھر آیا - آنکھیں ڈبڈبا گئیں - مگر میں نے آنسو روک لئے - میں سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں - میری پھوپھی نے یہ شعر سُنے، وہ بے قابو ہو گئیں بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون و فریاد کرنے لگیں -

حضرت امام نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آ جائیں" انھوں نے روتے ہوئے کہا:

کیونکر اس حالت پر صبر کیا جا سکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟ آپنے کہا "مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے" اسپر ان کی بیقراریاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپنے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپنے کہا "بہن! خدا سے ڈر، خدا کی تعزیت سے تسلی حاصل کر۔ موت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے، آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ پھر موت کے غم سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ، ہمارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اُسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے؟ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہئے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں" (الیعقوبی و ابن جریر)

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری

پوری رات آپنے اور آپکے ساتھیوں نے نماز، استغفار اور دعا و تضرع میں گزاری۔ راوی کہتا ہے دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسینؑ بلند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے "ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین۔ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب"۔ دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا "قسم رب کعبہ کی، ہم ہی طیب ہیں، اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں!"

عشرہ کی صبح

جمعہ یا سنیچر کے دن دسویں محرم کو نماز فجر کے بعد عمر بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا۔ حضرت حسین نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں ان کے ساتھ صرف ۳۲ سوار، ۴۰ پیدل، کل ۷۲ آدمی تھے۔ میمنہ زہیر بن القین کو مقرر کیا۔ میسرہ، حبیب بن مظاہر کے سپرد کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا اور آگ جلا دی تھی تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

شمر کی یادہ گوئی

فوج سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلایا "اے حسینؑ! قیامت سے پہلے ہی تونے آگ قبول کر لی؟" حضرت نے جواب دیا "اے چرواہے کے لڑکے! تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے!" مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا "مجھے اجازت دیجئے اسے تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں۔ کیونکہ بالکل زد پر ہے"۔ حضرت نے کہا "نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا" (ایضاً)

دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائیے!

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپنے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے "الٰہی! ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دے دیا، دوست نے بیوفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں، مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے!" (شرح نہج البلاغہ)

دشمن کے سامنے خطبہ

جب دشمن قریب آگیا تو آپنے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا، اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

"لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو، اور تم اسے قبول کر سکو، اور میرے ساتھ انصاف کرو، تو یہ تمھارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو، تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے۔ تم اور تمھارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکو کاروں کا حامی ہے"

آپ کی اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تأثر سے بے اختیار ہو گئیں اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپنے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انھیں خاموش کرائیں۔ اور کہا "ابھی انھیں بہت رونا باقی ہے" پھر بے اختیار پکار اُٹھے "خدا عباس کی عمر دراز کرے" یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کی۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپکی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں عبداللہ ابن عباس نے عورتوں کو ساتھ لیجانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپنے اسپر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جزع و فزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آ گئی۔ پھر آپنے از سر نو تقریر شروع کی:

"لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو کیا تمھارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمھارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے "سیدا شباب اہل الجنۃ"؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے، اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتلاؤ، کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر تم میری بات یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر لے سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدری سے پوچھو۔ سہل بن سعد ساعدی سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو، انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمھیں بتائیں گے کہ انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمھیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمھارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں! کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟"

کوفہ والوں کا جواب

آپنے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپنے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے کر پکارنا شروع کیا "اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن الاشعث! اے یزید بن الحارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ "پھل پک گئے، زمین سرسبز ہو گئی، نہریں اُبل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آئیے" اسپر اُن لوگوں کی زبانیں کھلیں اور انھوں نے کہا "ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپ چلا اُٹھے "سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے واللہ، تم ہی نے لکھا تھا!" اس کے بعد آپنے پھر پکار کر کہا: "اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"

ذلت منظور نہیں

یہ سنکر قیس بن الاشعث نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے عم زادوں کے حوالہ کر دیں؟ وہ وہی برتاؤ کرینگے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو اُن سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا"

آپنے جواب دیا "تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا بھی مطالبہ کریں؟ نہیں! واللہ، میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی اُن کے حوالے نہیں کروں گا" (ابن جریر)

یہ کہہ کر آپنے اونٹنی بٹھا دی۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اُسکی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپکی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

زہیر کا کوفہ والوں سے خطاب

زہیر بن القین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے سامنے پہنچے اور چلائے "اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی سے ڈرو! ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو، اُسوقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں، ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں۔ تم ہماری نصیحت اور خیرخواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ لیکن تلوار کے درمیان آتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے۔ دیکھو خدا نے ہمارا اور تمھارا اپنے نبی کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمھیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو، ان حاکموں سے کبھی تمھیں کوئی بھلائی حاصل نہ ہوگی۔ یہ تمھاری آنکھیں پھوڑیں گے، تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمھارے چہرے بگاڑ دینگے تمھیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے، اور نیکوکاروں کو چن چن کر قتل کرینگے۔ بلکہ وہ تو کب کا کر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدی، ہانی بن عروہ وغیرہ کے واقعات اتنے پرانے نہیں ہوئے ہیں کہ تمھیں یاد نہ رہے ہوں"

کوفیوں نے یہ تقریر سنی تو زہیر کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعریفیں کرنے لگے۔ "بخدا ہم اُسوقت تک نہیں ٹلیں گے جبتک حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا انھیں امیر کے روبرو حاضر نہ کر دیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

زہیر نے جواب دیا "خیر، اگر فاطمہ کا بیٹا سمیّہ کے چھوکرے (یعنی ابن زیاد) سے کہیں زیادہ تمھاری حمایت و نصرت کا مستحق ہے تو کم از کم اولاد رسول کا اتنا پاس تو کرو کہ اُسے قتل نہ کرو۔ اُسے اُس کے عم زاد یزید بن معاویہ کو چھوڑ دو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تم حسینؑ کا خون بہاؤ" (ابن جریر و شرح نہج البلاغہ)

حُر بن یزید کی موافقت

عدی بن حرملہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا "خدا آپ کو سنوارے: کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟" ابن سعد نے جواب دیا "ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے اُڑ جائیں گے" حُر نے کہا "کیا ان کی شرطوں ...

دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری ڈھیل اُن کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ اُن کا جرم اور زیادہ ہو جائے۔ خدا مومنین کو اسی حالت پر رکھنے والا نہیں ہے، وہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے گا۔

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لیگئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتُب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے مُلکِ معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی، دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے۔

پر ٹوٹ پڑے:

انا زہیر وانا ابن القین — اذودہم بالسیف عن حسین

میں زہیر ہوں، ابن القین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے اُنھیں حسین سے دور کردونگا

صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ پھر لوٹے اور حضرت حسین کے شانے پر ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے:

اقدم ہدیت ہادیا مہدیا — فالیوم تلقی جدک النبیا

بڑھ، خدا نے تجھے ہدایت دی، آج تو اپنے نانا نبی سے ملاقات کریگا

وحسنا والمرتضیٰ علیا — وذا الجناحین الفتی الکمیا

اور حسن سے اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر جوان جعفر طیار سے

واسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے!

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے!

غفاری بھائیوں کی بہادری

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن کو روکنا ناممکن ہے چنانچہ اُنھوں نے طے کیا کہ آپکے سامنے ایک ایک کرکے قتل ہوجائیں۔ چنانچہ دو غفاری بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر اُن کی زبان پر جاری تھے:

قد علمت حقا بنو غفار — وخندف بعد بنی نزار

بنی غفار اور قبائل نزار نے اچھی طرح جان لیا ہے

لنضربن معشر الفجار — بکل عضب صارم بتار

کہ ہم بے پناہ شمشیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اُڑا دیں گے

یا قوم ذودوا عن بنی الاحرار — بالمشرفی والقنا الخطار

اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

جابری لڑکوں کی فداکاری

انکے بعد دو جابری لڑکے سامنے آئے۔ دونوں بھائی تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اُنھیں دیکھا تو فرمانے لگے "اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے بعد تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی" اُنھوں نے گریہ سے ڈوبی ہوئی آواز میں عرض کیا "ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے" پھر دونوں نے بڑی ہی شجاعت سے لڑنا شروع کیا۔ بار بار چلاتے تھے "السلام علیک یا ابن رسول اللہ!" آپ جواب دیتے تھے "وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ!" اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہوگئے۔

حنظلہ بن اسعد کی شہادت

انکے بعد حنظلہ بن اسعد، حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند دشمن سے مخاطب ہوئے "اے قوم! میں ڈرتا ہوں عاد و ثمود کی طرح تمھیں بھی روز بد نہ دیکھنا پڑے! میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہوجاؤ! اے قوم! حسین کو قتل نہ کرو، ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کردے!" بالآخر یہ بھی شہید ہوگئے۔

علی اکبر کی شہادت

غرضکہ یکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہوگئے۔ اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی۔ سب سے پہلے آپکے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اُن کا رجز یہ تھا:

انا علی بن حسین بن علی — نحن و رب البیت اولیٰ بالنبی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قریب زیادہ حقدار ہیں

تا اللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

قسم خدا کی نامعلوم باپ کا لڑکا ہم پر حکومت نہیں کرسکیگا!

بڑی شجاعت سے لڑے۔ آخر مرہ بن منقذ العبدی کی تلوار سے شہید ہوگئے۔ ایک راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج! وہ چلا رہی تھی "آہ! بھائی! آہ! بھتیجے!" میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم!" لیکن حضرت حسین نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور خیمے میں پہونچا آئے۔ پھر علی کی نعش اُٹھائی اور خیمے کے سامنے لاکر رکھدی۔ (ایضاً)

ایک جوان رعنا

اِن کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا وہ کرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعل پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد ازدی نے اُس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا!" اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسین بھوکے باز کی طرح لوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اُٹھا دیا مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل نے پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی جگہ اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے: جب غبار چھٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت حسین لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپ فرما رہے ہیں "اُن کے لئے ہلاکت جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے! قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے کہ تو اُسے پکارے اور وہ جواب نہ دے، یا جواب دے مگر تجھے اُس کی آواز نفع نہ پہونچا سکے! افسوس، تیرے چچا کے دشمن بہت ہوگئے اور دوست باقی نہ رہے!" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپکے سینہ سے ملا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپ اُسے لائے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا "قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب!"

مولود تازہ کی شہادت

حضرت حسین پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے۔ عین اُسوقت آپکے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپکے پاس لایا گیا۔ آپنے اُسے گود میں رکھا اور اُس کے کان میں اذان دینے لگے۔ اچانک ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہوگیا۔ بچہ کی روح اُسی وقت پرواز کرگئی۔ آپنے تیر اُس کے حلق سے کھینچکر نکالا، خون سے چلو بھرا اور اُس کے جسم پر ملنے اور فرمانے لگے "واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں! الٰہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کر جس میں بہتری ہے!" (یعقوبی و ابن جریر وغیرہما)

بنی ہاشم کے مقتول

اسی طرح ایک ایک کرکے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہوگئے۔ ان میں سے ذیل کے نام مورخین نے محفوظ رکھے ہیں:

(۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل (۲) عبد اللہ بن مسلم بن عقیل (۳) عبد اللہ بن عقیل (۴) عبد الرحمٰن بن عقیل (۵) جعفر بن عقیل (۶) محمد بن عبد اللہ بن جعفر (۷) عون بن عبد اللہ بن جعفر (۸) عباس بن علی (۹) عبد اللہ بن علی (۱۰) عثمان بن علی (۱۱) محمد بن علی (۱۲) ابوبکر بن علی (۱۳) ابوبکر بن الحسن (۱۴) عبد اللہ بن الحسن (۱۵) قاسم بن الحسن (۱۶) علی بن الحسین (۱۷) عبد اللہ بن الحسین

ایک بچے کی شجاعت

ان سب کے بعد خود آپ کی باری تھی۔ آپ میدان میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یلغار کرکے آتے تھے مگر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قتل کا گناہ دوسرے کے سر ڈالے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو برانگیختہ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمے میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا تو جوش سے بے خود ہوگیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ ایسا دکھتا ہوا اس کے کانوں میں دُر پڑے ہل رہے تھے۔ یہ گھبرایا ہوا دائیں بائیں دیکھتا ہوا چلا۔ حضرت زینب کی نظر پڑ گئی دوڑ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسین نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا "روکے رہو۔ آنے نہ پائے" مگر لڑکے نے زور کرکے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اُٹھائی لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی "او خبیث! میرے چچا کو قتل کریگا" سنگدل حملہ آور نے اپنی بلند تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اُسنے ہاتھ پر روکی۔ ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اُسے سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "صبر کر۔ اسے ثواب خداوندی کا ذریعہ بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہونچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم، علی بن ابی طالب، حمزہ، جعفر اور حسن بن علی تک!"

حضرت حسین کی شجاعت

اب آپ پر ہر طرف سے زغہ شروع ہوا۔ آپنے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ عبد اللہ بن عمار، جو خود اس جنگ میں شریک تھا، روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسین پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کرسکتا تھا مگر یہ خیال کرکے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے اُن پر حملے ہو رہے تھے، لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُسوقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہوگیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن، اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثناء میں آپ کی بہن زینب بنت فاطمہ (علیہما السلام) خیمہ سے باہر نکلیں اُنکے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے!" یہ وہ موقعہ تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسین سے بالکل قریب ہوگیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا "اے عمر! کیا ابو عبد اللہ تمھاری آنکھوں کے سامنے قتل ہوجائیں گے؟" عمر نے منہ پھیر لیا مگر اُس کے رخسار اور داڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہہ گئیں۔

آپکے حلق میں تیر پیوست ہوگیا

لڑائی کے دوران میں آپکو بہت سخت پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے۔ مگر دشمن کب جانے دیتا تھا؟ اچانک ایک تیر آیا اور آپکے حلق میں پیوست ہوگیا۔ آپنے تیر کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اُٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپنے خون آسمان کی طرف اچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے!"

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست!

شمر کو سرزنش

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو شمر اور اُس کے ساتھیوں

میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو آپنے پیش کی ہیں؟" ابن سعد نے کہا "بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو ضرور منظور کرلیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمھارا حاکم منظور نہیں کرتا"

حُر بن یزید یہ سُنکر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اُس کے قبیلہ کا بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرۃ بن قیس تھا۔ حُر نے اُس سے کہا "تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا؟" بعد میں قرہ کہا کرتا تھا حُر کے اس سوال ہی سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور مجھے ٹالنا چاہتا ہے تاکہ اُس کی شکایت حاکم سے نہ کردوں "میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے میں ابھی جاتا ہوں" یہ کہکر میں دوسری طرف روانہ ہوگیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حُر نے امام حسین کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

اس کے قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا "کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" حُر خاموش ہوگیا۔ مہاجر کو شک ہوا۔ کہنے لگا:

"تمھاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمھارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اس وقت کیا کررہے ہو؟"

حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا:

"بخدا میں جنت یا دوزخ کا انتخاب کررہا ہوں۔ واللہ میں نے جنت منتخب کرلی اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا جائے"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگاکر لشکر حسین میں پہنچ گیا!

حضرت حسین کی خدمت میں پہنچکر کہا "ابن رسول اللہ! میں ہی وہ بدبخت ہوں جسنے آپ کو لوٹنے سے روکا، راستہ بھر آپکا پیچھا کیا، اور اس جگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم، میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے ~~اور آپکے مقابلہ~~ میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہوکر توبہ کے لئے آپکے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کے قدموں پر قتل ہوجانا چاہتا ہوں۔ کیا آپکے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"

حضرت نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟" اُسنے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (یعنی آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"

کوفیوں سے حُر کا خطاب

پھر حُر، دشمن کی صفوں کے سامنے پہونچا اور کہا "اے لوگو! حسین کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کرلیتے۔ تاکہ خدا تمھیں اس امتحان سے بچالے؟" لوگوں نے جواب دیا "یہ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں، جواب دیں گے" عمر نے کہا "میری دلی خواہش تھی کہ اُن کی شرطیں منظور کرسکتا"

اس کے بعد حُر نے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت دلائی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُنھوں نے تیر برسانا شروع کردیا۔ ناچار خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔

جنگ کا آغاز

اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اُٹھائی اور لشکر حسین کی طرف یہ کہکر تیر پھینکا "گواہ رہو سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے" پھر تیر باری شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام یسار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارز طلب کی۔ قدیم طریق جنگ میں مبارزت کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین کے لشکر سے ایک ایک جنگ آزما نکلتا اور پھر دونوں باہمگر پیکار کرتے لشکر حسین سے حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حضیر نکلنے لگے، مگر حضرت حسین نے اُنھیں منع کیا۔ عبد اللہ بن عمیر الکلبی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے" یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چلکر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تنومند، کشادہ سینہ تھا، آپنے اُس کی صورت دیکھ کر فرمایا "بیشک یہ مرد میدان ہے" اور اجازت دی۔ عبد اللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کرکے قتل کرڈالے اُس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑی تھی اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی تھی۔ پھر یکایک اُسے اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت حسین یہ دیکھ کر بہت متأثر ہوئے۔ فرمایا "اہل بیت کی طرف سے خدا تمھیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے"

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کردئیے

اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ نے حملہ کیا۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور نیزے سیدھے کردئیے۔ نیزوں کے منہ پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور لوٹنے لگے حضرت کی فوج نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کرڈالے۔

عام حملہ

اب باقاعدہ جنگ جاری ہوگئی۔ طرفین سے ایک ایک دو دو جواں مرد نکلتے تھے اور تلوار کے جوہر دکھاتے تھے۔ حضرت حسین کے طرفداروں کا پلہ بھاری تھا۔ جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اُٹھا "بیوقوفو! پہلے جان لو کن سے لڑرہے ہو؟ یہ لوگ جان پر کھیلے ہوئے ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کرکے قتل ہوتے جاؤگے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ مٹھی بھر ہیں۔ پتھروں سے انھیں مارسکتے ہو" عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مبارزت موقوف کی جائے اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع ہوگیا۔ ایک گھڑی بعد لڑائی رُکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسین دوڑ کر لاش پر پہنچے۔ ابھی سانس باقی تھی۔ آہ سرد بھر کر فرمایا "مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا!" مسلم بن عوسجہ اس جنگ میں آپکی جانب سے پہلے شہید تھے (ابن جریر کامل)

گھوڑے بیکار ہوگئے

میمنہ کے بعد میسرہ نے یورش کی۔ شمر بن ذی الجوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا۔ مگر حسینی میسرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف ۳۲ سوار تھے۔ جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے، صفیں اُلٹ جاتی تھیں۔ آخر طاقتور دشمن نے محسوس کرلیا کہ کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ فوراً نئی کمک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی تیر برسانا شروع کردئیے۔ تھوڑی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہوگئے اور سواروں کو پیدل ہوجانا پڑا۔

حُر کی شجاعت

ایوب بن مشرح روایت کرتا ہے کہ حُر بن یزید کا گھوڑا خود میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اُسے تیروں سے چھلنی کرڈالا۔ حُر بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بالکل شیر معلوم ہوتے تھے۔ تلوار ہر طرف حرکت میں تھی اور یہ شعر زبان پر تھا:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر　　اشجع من ذی لبد هزبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کردیا تو کیا ہوا؟ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں!

خیمے جلادئیے

لڑائی اپنی پوری ہولناکی سے جاری تھی۔ اب دوپہر ہوگئی مگر کوفی فوج غلبہ حاصل نہ کرسکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے یکجا کردئیے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رُخ سے حملہ کرسکتا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے حسینی فوج کے صرف ۴۔۵ آدمی یہاں مقابلہ کے لئے کافی ثابت ہوئے خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے لگے۔ جب یہ صورت بھی ناکام رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ سپاہی آگ لے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی۔ مگر حضرت حسین نے فرمایا "کچھ پرواہ نہیں۔ جلانے دو۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں کرسکیں گے" اور ہوا بھی یہی۔

ام وہب کا قتل

اسی اثنا میں زہیر بن القین نے شمر پر زبردست حملہ کیا اور اُس کی فوج کے قدم اُکھاڑ دئیے۔ مگر کبتک؟ ذرا دیر کے بعد پھر دشمن کا ہجوم ہوگیا۔ اب حسینی لشکر کی بے بسی صاف ظاہر تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہوچکے تھے۔ کئی نامی سردار مارے جاچکے تھے حتی کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی بھی، جس کا ذکر اوپر گزرچکا، قتل ہوچکا تھا۔ اُس کی بیوی ام وہب بھی شہید ہوچکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے مٹی صاف کررہی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی "تجھے جنت مبارک ہو!" شمر نے اسے دیکھا اور قتل کروا ڈالا (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ)

نماز پڑھنے نہیں دی

ابو ثمامہ عمرو بن عبد اللہ صائدی نے اپنی بے بسی کی حالت محسوس کی اور حضرت حسین سے عرض کیا "دشمن اب آپ سے بالکل قریب آگیا ہے۔ واللہ آپ اُس وقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے جب تک میں قتل نہ ہوجاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب کی نماز پڑھ کر ملوں جس کا وقت آگیا ہے" یہ سُنکر حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا "دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی مہلت دیں" مگر دشمن نے درخواست منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رہی۔

حبیب اور حُر کی شہادت

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ حسینی میسرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر قتل ہوگئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد ہی حُر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس پڑے:

آلیت لا اُقتل حتی اَقتلا　　ولن اُصاب الیوم الا مقبلا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہونگا جب تک قتل نہ کرلوں، اور مرونگا تو اسی حالت میں کہ آگے بڑھ رہا ہونگا!

اضربہم بالسیف ضربا متصلا　　لا ناکلا عنہم ولا مہللا

انہیں تلوار کی کاری ضربیں سے مارونگا، نہ بھاگوں گا نہ ڈرونگا!

زہیر کی شہادت

چند لمحے کی بات تھی۔ حُر زخموں سے چور چور ہوکر گرے اور جاں تسلیم ہوگئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہورہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا زور اور بھی زیادہ ہوگیا۔ اس موقعہ پر آپ کے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن القین نے میدان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے

حکم دیتا ہے کہ مجرم کو سزا دیجائے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اُسنے چوری کی ہے۔

اُس بدبخت نے چوری کیوں کی؟

اس لئے کہ وہ انسان ہے، اور انسان بھوک کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ شوہر ہے، اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے، اور باپ کی طاقت سے باہر ہے کہ اپنے بچوں کے اُن آنسوؤں کا نظارہ کرسکے جو بھوک کی اذیت سے اُن کے معصوم چہروں پر بہ رہے ہوں!

پھر اگر بدقسمت انسان قیدخانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر بھی اس قابل نہیں ہوجاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے، تو "مقدس انصاف"، اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اُٹھاتا ہے، اور کہتا ہے اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو! یہ گویا انسان کے پاس اُس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے!

یہ ہے انسان کی شہری اور متمدن زندگی کا اخلاق! وہ خود ہی انسان کو بُرائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔ پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو "انصاف" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اُس "انصاف" کے نام سے، جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ غیر موجود حقیقت ہے!

* * *

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ تمام لازمی نتائج موجود ہوتے۔ گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اُس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قیدخانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسکی آبادیوں میں مجرموں کی کوئی کمی نہ تھی!

* * *

بغداد میں آج کل جس طرح حضرت شیخ جُنید بغدادیؒ کی زہد و درویشی کی شہرت ہے، اُسی طرح ابن ساباط کی چوری اور عیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے۔ دوسری بدی کی۔ دنیا میں بدی، نیکی کی ہر چیز کی طرح، اُس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے اگرچہ نہیں کرسکتی۔

دس برس سے ابن ساباط مدائن کے محبس میں قید ہے۔ اُس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہوگئے ہیں۔ تاہم اُسکی عیاریوں اور بے باکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی بڑی چوری کا حال سُنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "یہ دوسرا ابن ساباط ہے" اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہوگئے مگر پرانے ابن ساباط کی شہرت کا کوئی مقابلہ نہ کرسکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور بُرائیوں کا عفریت تھا!

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ سوق التجارین میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی۔ معلوم ہوا یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے۔ اس کے ماں باپ طوس سے ایک قافلہ کے ساتھ آرہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مرگئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچادیا۔ یہ اب سے دو برس پیشتر کی بات ہے۔ یہ مدت اس نے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اسکا حال کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ گرفتاری کے وقت اُس کی عمر سولہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اُس کی طبیعت پر کچھ عجیب طرح کا اثر ڈالا۔ وہ اب تک ایک ڈرا سہما کم سن لڑکا تھا۔ اب اچانک ایک دلیر اور بے باک مجرم کی روح اُس کے اندر پیدا ہوگئی۔ گویا اُس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے، اب اس طرح اُس پر کھل گئے، گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اُس کے سر میں اُتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور ایک چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا!

اب وہ چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اُسنے چوری کی تھی، تو دو دن کی بھوک اُسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہوکر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہوکر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اُس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو یا رات، بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوانخانہ، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی کارستانیاں جاری رہتیں۔ اُس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا، سپہ سالار کا سا عزم تھا، سپاہی کی مردانگی تھی، مدبر کی سی دانشمندی تھی؛ لیکن دنیا نے اُس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا چور ہو۔ اس لئے اُس کی فطرۃ کے تمام جوہر اسی راہ میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس، فطرۃ کس فیاضی سے بخشتی ہے، مگر انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے!

* * *

کچھ دنوں کے بعد جب ابن ساباط کی دراز دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو حکومت کو خصوصیت کے ساتھ توجہ ہوئی۔ آخر ایک دن گرفتار کرلیا گیا۔ اب یہ ایک کم سن لڑکا نہ تھا۔ شہر کا سب سے بڑا چور تھا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ایک ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ فوراً تعمیل ہوئی، اور جلاد نے ایک ہی ضرب میں اسکا پہنچا الگ کردیا۔

ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا، کٹنا نہ تھا، بلکہ سیکڑوں نئے ہاتھوں کو اُس کے شانے سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے، دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے۔ جونہی اُس کا ہاتھ کٹا، اُنھوں نے اپنے سیکڑوں ہاتھ اُس کے حوالے کردیئے۔ اب اُسنے عراق کے تمام چور اور عیار جمع کرکے اپنا اچھا خاصہ جتھا بنالیا اور فوجی ساز و سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کردی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اُس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچادیا۔ وہ قافلوں پر حملے کرتا، دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا، محل سراؤں میں نقب لگاتا، سرکاری خزانے لوٹ لیتا؛ اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور فرزانگی کے ساتھ کرتا کہ اُس پر یا اُسکے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقعہ پر صاف بچکر نکل جاتا۔ لوگ جب اُس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہجاتے۔ "یہ ڈاکو نہیں ہے جرم کی ایک خبیث روح ہے۔ وہ انسان کو لوٹ لیتی ہے مگر انسان اُسے چھو نہیں سکتا!" یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا!

* * *

مگر ظاہر ہے، یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی؟ آخر وہ وقت آگیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہوجائے۔ ایک مرتبہ جب اُسنے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود نکل بھاگنے کی طیاری کر رہا تھا، حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کرلیا۔

اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت میں گرفتار ہوا تھا اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک ایک دوسرا رنگ اختیار کرلیا۔ وہ طیار ہوگیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے اپنے ساتھیوں کی جانیں قربان کردے۔ اُسنے عدالت سے کہا۔ اگر اُسے قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرادے گا۔ عدالت نے منظور کرلیا۔ اس طرح ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اُس کے سَو سے زیادہ ساتھی اُس کی نشاندہی پر موت کے گھاٹ اُتار دئیے گئے! ان سَو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جسنے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط کے نام پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بدعہدی اور بے وفائی ایسی بُرائی ہے جسے بُرے بھی سب سے بڑی بُرائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے اس طرزِ عمل سے ثابت کردیا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر بُرائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا تھا!

* * *

بہرحال اب ابن ساباط مدائن کے قیدخانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اُس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلادی جائیں، لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جاسکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اُس کے دلیرانہ جرائم کا ذکر بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات تو کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں ہے؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی اُنھیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ البتہ وہ اُس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس تذکرہ میں اُن کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ اُنھیں ابن ساباط کی نہیں؛ اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے!

* * *

انسان کی بے مہریوں کی طرح اُس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے؟ وہ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے، لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آسکا ہے؟ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اُس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بیقرار ہوجاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اُس کی تصویر چھپی ہو یا اُس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے؟ اور جس مسکین کا مال چوری گیا ہے اُس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا!

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے یہ بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔ سارا شہر اُمڈ آتا ہے۔ جس کسی کو دیکھو بے تحاشا دوڑا جاتا ہے۔ لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں۔ اگر چند زندہ انسانوں کے جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہوجائیں اور اُن کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں، تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے، تماشائی جوشِ نظارہ میں مجنون ہوکر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔ لیکن انسانی دلچسپی کے اس جانفزا منظر میں آتش زدہ مکان اور اسکے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی ہلاکت

نے یہاں بھی تعرض کیا۔ حضرت نے محسوس کیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ خیمہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ فرمایا "اگر تم دین نہیں اور تم روز آخرت سے ڈرتے نہیں، تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمے کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو" شمر نے جواب دیا "اچھا ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا"

آخری تنبیہ

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلایا "تمھارا برا ہو! کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام نہیں کرتے؟" اب ہر طرف سے نرغہ ہوا۔ آپ نے پکار کر کہا "کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا"

شہادت!

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اس نے ایک شخص سے کہا "سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا "خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے!" پھر جوش سے اترا۔ آپ کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر لیا!

جعفر بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے!

قاتل

سنان بن انس قاتل کے دماغ میں کسی قدر فتور تھا قتل کے وقت اس کی عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا، وہ اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کوئی دوسرا ان کا سر کاٹ نہ لے جائے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خولی بن یزید اصبحی کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑتا گیا۔ خیمہ کے سامنے کھڑا ہو کر چلایا:

اوقر رکابی فضۃ وذہبا انا قتلت الملک المحجبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو، میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے!

قتلت خیر الناس اما وابا وخیرہم اذ ینسبون نسبا

میں نے اسے قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے افضل ہیں اور جو اپنے نسب میں سب سے اچھا ہے!

عمر بن سعد نے اسے اندر بلا لیا۔ بہت خفا ہوا۔ کہنے لگا "دیوانہ تو مجنون ہے!" پھر اپنی لکڑی سے اسے مار کر کہا "پاگل! ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے ابھی مروا ڈالتا!"

(ابن جریر)

لوٹ کھسوٹ

قتل کے بعد کوفیوں نے آپ کے بدن کے کپڑے تک اتار لئے پھر آپ کے خیمے کی طرف بڑھے۔ زین العابدین بستر بیمار پر پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچا اور کہنے لگا "اسے بھی کیوں نہ قتل کر ڈالیں؟" لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی، کہا "کیا بچوں کو بھی مار ڈالو گے؟" اسی اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور حکم دیا "کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گھسے۔ اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے۔ جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب لوٹا ہو واپس کر دے" زین العابدین نے یہ سن کر اپنی بیمار آواز سے کہا "عمر بن سعد! خدا تجھے جزائے خیر دے! تیری زبان نے ہمیں بچا لیا"

افسانہ

محبت اور قربانی
یا
انتقام اور سزا؟

وکٹر ہیوگو کا "بشپ" اور تاریخ اسلام کا "بغدادی"

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را!

(دوسرا حصہ)

ہجرہ کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے۔ بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے۔ معتصم کے زمانے سے دار الخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر سامرہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں۔ ایران کے اصطخر، مصر کے ریمس، اور یورپ کے روم کی جگہ اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

***

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق کا جسے "انسان" کہتے ہیں کچھ عجیب حال ہے۔ یہ جتنا کم ہوتا ہے، اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے۔ اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے، اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اس کا کم ہونا خود اس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں گھاس پھوس کے چھپر ڈال کر رہتا ہے، تو کیسا نیک، کیسا خوش، اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے؟ محبت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے۔ لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے، اس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں، تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب ہو جاتا ہے؟ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے، صنعت و حرفت کارخانے کھولتی ہے، دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے، حکومت و اقتدار شان و شکوہ کے سامان آراستہ کرتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے، محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا، اور امن و راحت کی جگہ انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی و محبت کی دنیا اور راحت و برکت کی بہشت تھی، اب افلاس و مصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بن جاتی ہے۔ وہی انسان جو جھونپڑوں کے اندر محبت و فیاضی کی گرمجوشی تھا، اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری و خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش و نعمت کے دسترخوان پر بیٹھتا ہے، تو اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوک سے ایڑیاں رگڑتے ہیں! جب وہ عیش و راحت کے ایوانوں میں حسن و جمال کی محفلیں آراستہ کرتا ہے، تو اس کے ہمسایہ میں یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا! زندگی کی قدرتی یکسانی کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو جاتی ہیں!

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں، کمزوری، افلاس، اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بدبخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے، تو اچانک دنیا کی زبان کا سب سے زیادہ بے معنی لفظ وجود میں آجاتا ہے۔ یہ "قانون" اور "انصاف" ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے "انصاف کا گھر" انصاف کے اس "مقدس گھر" میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی و تغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بد اطوار بنجانے پر مجبور کر دیا تھا، قانون کا پرہیبت جبہ پہن کر آتا ہے، اور فرشتوں کا سا معصوم اور زاہدوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر

نعش روند ڈالی

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسین کی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اس نے پکار کر کہا "اس کام کے لئے کون طیار ہے؟" دس آدمی طیار ہوئے اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا!

چوں بگزرد نظیری خونیں کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ این دادخواہ کیست؟

اس جنگ میں حضرت حسین کے ۷۲ آدمی مارے گئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے۔ (ابن جریر۔ کامل۔ یعقوبی) (باقی)

سخت محنت؛ افسوس، انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں! دیکھو، یہ چٹائی بچھی ہے۔ یہ چمڑے کا تکیہ ہے میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں" اُسنے تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر رکھ دیا "بس ٹھیک ہے۔ اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح سستا لو۔ اتنی دیر میں میں تمھارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں"

اُسنے یہ کہا، اور ابن سابَاط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ پھر جب اُس کی نظر دوبارہ اُس کی غبار آلود پیشانی پر پڑی، تو اُسنے اپنی کمر سے رُومال کھولا اور اس کی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالا۔ جب وہ پسینہ پونچھ رہا تھا تو اُس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی!

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن سابَاط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے؟ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اُسنے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اُسنے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اُسنے پہلے وہ گٹھری کھولی جو ابن سابَاط نے باندھنی چاہی تھی مگر نہیں بندھ سکی تھی۔ پھر دو تھان کھولکر بچھا دئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے، اُن سب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے ایک میں کم۔ پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھیں۔ یہ تمام کام اُسنے اس اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا، گویا اسکے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

پھر اچانک اُسے کچھ خیال آیا۔ اُسنے اپنی عبا اُتار ڈالی، اور اسے بھی گٹھری کے اندر رکھ دیا۔

اب وہ اُٹھا اور ابن سابَاط کے قریب گیا:

"میرے دوست، تمھارے چہرے کی پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ پی لو۔ اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں" اُسنے کہا، جبکہ اُس کے پرشکوہ چہرہ پر ایک مسکراہٹ کی دلآویزی موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں!۔

قبل اس کے کہ ابن سابَاط جواب دے، وہ تیزی کے ساتھ لوٹا، اور باہر نکل گیا۔

***

اب ابن سابَاط تنہا تھا۔ لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا!

اجنبی کی ہستی اور اُس کا طور طریقہ ایسا عجیب و غریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا، ابن سابَاط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اجنبی کی شخصیت کی تاثیر سے اس کی دماغی شخصیت مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن اب وہ تنہا ہوا، تو آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر واپس آنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح اُبھر آئے، اور وہ اُسی روشنی میں حالات کو دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ سے عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا متبسم چہرہ اور دلنواز صدائیں یاد کرتا، تو شک اور خوف کی جگہ اُس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہو جاتا کہ آجتک اُسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ اس تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص ہے کون؟ تو اس کی عقل حیران رہجاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے۔ مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے۔ ...... مگر پھر یہ شخص ہے کون؟......"

اچانک ایک نیا خیال اُس کے اندر پیدا ہوا۔ وہ ہنسا "استغفر اللہ میں بھی کیا احمق ہوں۔ یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات تھی؟ معاملہ بالکل صاف ہے۔ تعجب ہے مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی کوئی میرا ہی ہم پیشہ آدمی ہے، اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا۔ چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے، اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اُسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور باطمینان کام کرنے کا موقعہ ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر آیا۔ لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہو گیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حقدار بنجائے......"

***

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا، اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہو گیا

"یہ لو، میں تمھارے لئے دودھ لے آیا ہوں۔ اسے پی لو۔ یہ بھوک اور پیاس، دونوں کے لئے مفید ہوگا" اُسنے کہا، اور پیالہ ابن سابَاط کو پکڑا دیا۔ ابن سابَاط واقعی بھوکا پیاسا تھا۔ بلا تأمل منہ کو لگا لیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔

اب اُسے معاملہ کی فکر ہوئی۔ اتنے دیر کے وقفہ نے اُس کی طبیعت بحال کر دی تھی

"دیکھو، اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا اور ہاتھ لگا چکا تھا، اور اس لئے ہم لوگوں کے قاعدہ کے موجب تمھارا کوئی حق نہیں، لیکن تمھاری ہشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمھیں بھی اس مال میں شریک کر لوں۔ اگر تم پسند کروگے تو میں ہمیشہ کے لئے تم سے معاملہ کر لوں گا۔ لیکن دیکھو، میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے، اُس میں تم برابر کا حصہ نہیں پا سکتے، کیونکہ دراصل آج کا کام میرا ہی کام تھا" اُسنے صاف آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں اب تأثر نہیں تھا۔ تحکم تھا۔

اجنبی مسکرایا۔ اُسنے ابن سابَاط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی۔ لیکن ابن سابَاط سمجھ نہ سکا۔ اُسنے خیال کیا۔ شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے۔ اچانک اُس کی آنکھوں میں اُس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اُٹھی۔ وہ غصہ سے مضطر ہو کر کھڑا ہو گیا:

"بے وقوف، چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم مجھے احمق بنا لوگے۔ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا۔ میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں۔ بولو۔ اسپر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو ......"

لیکن ابھی اُس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے۔ اب بھی اُس کے لبوں سے اُس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

"میرے عزیز دوست! کیوں بلاوجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نپٹالیں جو ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو، میں نے دو گٹھڑیاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے۔ ایک بڑی ہے۔ تمھارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اُٹھا لو۔ بڑی میں اُٹھا لیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمھیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، تو میں ابھی نہیں چاہتا۔ اسوقت اُس کا فیصلہ کراؤں۔ تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو"

"ہاں، اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمھیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمھیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اُسنے بڑی گٹھری کے اُٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابن سابَاط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی اُس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا

"دوست، تم دیکھنے میں تو بڑے دُبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اُٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اُسنے اپنے دل میں کہا "یہ جتنا مضبوط ہے، اُتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ اپنے حصے سے دستبردار نہ ہو جاتا۔ اگر آج یہ احمق نہ ملجاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی"

اب ابن سابَاط نے اپنی گٹھری اُٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جیسی پہلے سے خم موجود تھا، اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن سابَاط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو۔ اور چونکہ خود اُس کا بوجھ بہت ہلکا تھا، اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیل حکم کی پوری کوشش کرتا، لیکن اتنا بھاری بوجھ اُٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں، بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا، ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گر جائے۔ پھر بھی اُسنے رُکنے یا سستانے کا نام نہیں لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

لیکن ابن سابَاط اسپر بھی خوش نہ تھا۔ اُسنے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بے تامل گالیوں پر اُتر آیا۔ ہر قدم کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں جسر دجلہ آیا۔ یہاں چڑھائی تھی۔ جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بیحد بھاری! اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اُٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابن سابَاط کی لات تھی۔ اُسنے غضبناک ہو کر کہا: "کتّے کے بیٹے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟" اجنبی ہانپتا ہوا اُٹھا۔ اُس کے چہرہ پر درد و شکایت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اُسنے فوراً گٹھری اُٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

***

اب یہ دونوں شہر کے کنارے، ایک ایسے حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابن سابَاط اس احاطہ کے ایک جانب پہنچکر رک گیا

بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی جو دیر تک آسکتی ہو؟ اس بات کے سوچنے کی نہ تو لوگوں کو فرصت ملتی ہے۔ نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں!

اگر انسان کے ابنائے جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے، تو یہ اُن تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو سکتا ہے، سب سے زیادہ دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ اتنا دلکش نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھا کرتا ہے مگر اُس کی سیری نہیں ہوتی۔ لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں، ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں، صفیں چیر چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ایک ہم جنس کو جانکنی میں تڑپتے اور پھر ہوا میں معلق جھولتے دیکھ لینے کی لذت حاصل کریں! لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے زیادہ دلکش تماشا وجود میں آیا، خود اُس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا؟ سیکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا!

تیسرا حصہ

گرمیوں کا موسم ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ مہینہ کی آخری راتیں ہیں۔ بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی۔ سیاہ لبادے میں ایک لپٹا ہوا آدمی خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے۔ وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں پہنچا، اور ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اُسنے سانس لی۔ گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے اُبھرنے کی مہلت ملی ہے۔ پھر اُسنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی "یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے" وہ اپنے دل میں کہنے لگا "مگر کیا بدنصیبی ہے کہ جس طرف رُخ کیا، ناکامی ہی ہوئی۔ کیا پوری رات اسی طرح ختم ہو جائے گی؟"

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کر کے اب کسی طرح نکل بھاگا ہے، اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے، اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع جانے پر اُس کا بے صبر دل پیچ و تاب کھا رہا ہے۔

اُسنے ہر طرف کی آہٹ لی۔ زمین سے کان لگا کر دُور دُور کی صداؤں کا جائزہ لیا، اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دُور چلکر اسنے دیکھا ایک احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی ہے اور وسط میں بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقہ میں زیادہ تر اُمراء کے باغ تھے، یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اسنے خیال کیا یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے، یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہونچکر رُک گیا اور سوچنے لگا، اندر کیونکر جائے؟ اُسنے آہستگی سے دروازہ پر ہاتھ رکھا، لیکن اُسے نہایت تعجب ہوا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اُسنے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے تھے، اور وسط میں ایک نسبۃً بڑی عمارت تھی۔ یہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہ تھا۔ چھوتے ہی کھل گیا۔ وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک ایسی بے باکی کے ساتھ جو صرف مشاق مجرموں ہی کے قدموں میں ہو سکتی ہے، اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان (ہال) تھا۔ لیکن سامان راحت و زینت میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ قیمتی اشیا کا نام و نشان نہ تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پُرانی چٹائی بچھی تھی، اور ایک طرف چمڑے کا ایک تکیہ پڑا تھا۔ البتہ ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے۔ گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہیں اور اُن کے قریب ہی بکری کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اُسنے مکان کی موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ تو اپنی اندھیری میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا اور کچھ اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر۔ لیکن اُس کا ہاتھ ایک ہی تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں "ایک ہاتھ کا شیطان" تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا ہے!

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا کہ اپنے دلپسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اسنے دیکھا، اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا، تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان کے رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا۔ جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔ ایک مفلس کا افلاس خود اُس کے لئے اس قدر درد انگیز نہیں ہوتا جس قدر اُس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت تلاش کرتا ہوا پہنچا ہے۔ اسمیں شک نہیں، پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی گھٹیا اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا۔ اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا۔ مگر اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہیں سکتا تھا۔ وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ اُن کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لیجانا آسان نہ تھا!

"ایک ہزار لعنت کرخ اور اُس کے تمام باشندوں پر" وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا "نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جسنے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر ہے۔ لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی۔ اتنا بڑا مکان بنا کر اُس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا" اُسنے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کی ٹٹول ٹٹول کر پیمایش کی "بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اُٹھایا جا سکتا ہے؟ ایک تھان کے اُٹھانے کے لئے گن کر دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں"

لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی، اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جاتی۔ اُسنے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اُسے فرش پر بچھا دیا۔ پھر کوشش کی زیادہ سے زیادہ تھان جو اُٹھائے جا سکتے ہیں اُٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت زیادہ وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بیکار ہے۔ زیادہ لیتا ہے تو لیجا نہیں سکتا۔ عجب طرح کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح یہ مرحلہ طے ہوا، لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بیحد موٹا تھا۔ اُسے مڑور دیکر گرہ لگانا آسان نہ تھا دونوں ہاتھوں سے بھی یہ کام مشکل تھا چہ جائیکہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا۔ دو تھے لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے صوف کی گٹھری باندھنے کے لئے سود مند نہ تھے۔ اُسنے بہت سی تجویزیں سوچیں، طرح طرح کے تجربے کئے، دانتوں سے کام لیا۔ کٹی ہوئی کہنی سے سہارا دیا۔ لیکن کسی طرح بھی گٹھری میں گرہ نہ لگ سکی، وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا۔ وقت کی کمی، عمل کا قدرتی خوف، مال کی گرانی، محنت کی شدت، اور فائدہ کی قلت! اُس کے دماغ کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

* * *

اچانک وہ چونک اُٹھا۔ اُس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ محسوس کی۔ ایک لمحہ تک خاموشی رہی۔ پھر ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی آدمی دروازہ کے پاس کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا، مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے، دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا، وہیں قدم گڑ گئے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے اور اُسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

* * *

اس شخص کی وضع و قطع سے اُس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی عبا اُس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر لیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی، اور اس قدر کشادہ تھی کہ اُس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی اُبھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں، اور قد کی درازی نے جسمیں کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی، یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اُس کے چہرہ پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اُس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کی تاثیر و گیرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلاویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی، رخسار بے گوشت تھے، جسمانی تنومندی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا، ایک نہایت طاقتور چہرہ اُس کے سامنے ہے۔ خصوصاً اس کی نگاہیں ایسی روشن، ایسی مطمئن، ایسی ساکن تھیں، کہ معلوم ہوتا تھا، دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے!

چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کئے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا، گویا اُسنے جو [illegible] تھا، سمجھ چکا ہے۔ اس کے چہرہ پر ہلکا سا زیر لب تبسم تھا۔ ایسا دلاویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دُور کر دے سکتی ہے۔ اُسنے شمعدان ایک طرف رکھ دیا، اور ایک ایسی آواز میں جو شفقت و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو، یہ بغیر روشنی اور ایک رفیق کے انجام نہیں پا سکتا۔ دیکھو! یہ شمع روشن ہے اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں۔ روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سہولت کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے"

وہ ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ جیسے کچھ سوچنے لگا ہو۔ پھر اُسنے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو رہی ہے۔ یہ گرم موسم، بند کمرہ، تاریکی اور تنگی میں ایسا

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

[illegible]

اور اجنبی سے کہا یہیں بوجھ اُتار دو۔ پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا، اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پُرانا سرداب (تہ خانہ) تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکلکر پناہ لی تھی۔ لیکن اسوقت وہ سرداب میں نہیں اُترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلائے۔

* * *

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا اسپر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی۔ یا پڑی تھی تو امتداد وقت کر شکستہ ہوکر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا ابن ساباط انہی پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلی پہر کا چاند درخشندہ تھا۔ کھلی چھت سے اُس کی دھیمی اور ظلمت آلود شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا۔ لیکن اجنبی جو اُس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا، اس لئے اُس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ، ایک نورانی تبسم، ایک پُراسرار انداز نگاہ کی دلآویزی سامنے ہے!

"میرے عزیز دوست اور رفیق!" اجنبی نے اپنی اسی دلکش اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹے پہلے ابن ساباط کو مسحور کر چکی تھی کہنا شروع کیا "میں نے اپنی خدمت پوری کر لی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اس کی وجہ سے بار بار تمہیں پریشان خاطر ہونا پڑا، اُس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے تم معاف کر دوگے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخشدیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی، اور تم نے میری رفاقت قبول کر لی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اُس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں میرے عزیز مہمان بھی تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمہاری تواضع اور خدمت نہ کرسکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آیندہ جب کبھی تمہیں ضرورت ہو، تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے"

یہ کہا اور آہستگی سے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا، اور تیزی کے ساتھ نکلکر روانہ ہوگیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہوگیا لیکن ابن ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہونچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اُس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ اُسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا، لیکن معلوم نہیں اُسے کچھ سوجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

* * *

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانوں میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے۔ لیکن ابن ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں، اور اُس کی نظریں اس طرح اُن میں گڑی ہوئی ہیں گویا اُن کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈھ رہا ہے!

بارہ گھنٹے گزر گئے، لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت بھی اُسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اُسنے اپنا ایک ہاتھ کٹوایا تھا، اب اُسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اُس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی، اب اُسے محسوس نہیں ہوتا! اُس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ اور رات والے عجیب و غریب "اجنبی" کی صورت ہے۔ وہ خود تو اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی، مگر اُسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی، جو اب تک اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اُس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی اُسنے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سُنا تھا، وہ یہی تھا کہ خود غرضی کا پتلا اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے، بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے، سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے؛ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے، اور اسمیں فیاضی، بخشش، اور قربانی کی بھی روح ہو سکتی ہے۔ بچپن میں اُسنے بھی خدا کا نام سُنا تھا، اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے کھلا تو اُس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُسنے قدم اُٹھا دیا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی، بڑھ گیا۔ نہ تو خود اُسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا، اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اُسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اُس کی شقاوت بڑھتی گئی، سوسائٹی اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتی گئی۔ سوسائٹی کے پاس اُسکی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی، اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی ہی کا خوگر ہوگیا۔

لیکن اب اچانک اُس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ جب چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن ساباط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی، اور وہ یکایک دفعتہ تاریکی سے نکلکر روشنی میں آگیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اُس کے دل تک پہنچ چکی تھی، لیکن وہ جہالت و گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور حقیقت کے فہم کے لئے طیار نہیں ہوا۔ لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اُسنے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی، اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس تیر کے زخم سے سینہ بچالے جاتا!

اُسنے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا۔ اجنبی بھی میری طرح کا ایک چور ہے، اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کر رہا ہے۔ اُس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کرسکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہے۔ لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں، بلکہ اُسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے یکایک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی:

"یہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا لیکن اُس نے چور کو پکڑ کر سزا دلا دینے کی جگہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اس "کیا سلوک کیا؟" کا جواب اُس کی روح کے لئے ناسور اور اُس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا۔ وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا، اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا، اُس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا، اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا، اور آخر تک پہونچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔ "میں اُس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بھی چور سمجھا۔ اُسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی ...... مگر اُسنے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟" ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی سوال دہرانے لگتا۔

* * *

سورج ڈوب رہا تھا۔ بغداد کی مسجدوں کے مناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے گوشہ میں اُٹھا۔ چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا۔ کیونکہ خوف کی جگہ دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی!

وہ کرخ کے اُسی حصہ میں پہونچا جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا یہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا:

"یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے، اسمیں کون تاجر رہتا ہے؟"

"تاجر" بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔ یہاں تاجر کہاں سے آیا! یہاں تو شیخ جنید بغدادی رہتے ہیں"

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا۔ رات کی طرح اسوقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازہ کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب "اجنبی" بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی "اجنبی" "تاجر" نہیں تھا۔ شیخ جنید بغدادی تھے!

اتنے میں عشا کی اذان ہوئی لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اُٹھے جونہی انھوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا، ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اُس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا۔ آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں جلد کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رکی رہیں مگر اب نہیں رُک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کونسی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے؟

شیخ نے شفقت سے اُس کا سر اُٹھایا۔ یہ کھڑا ہوگیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی!

* * *

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گذر چکا ہے۔ شیخ احمد ابن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے اُن فقراء میں ہے جو سب میں پیش پیش

تھے (باقی ہے) ←

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

الهلال

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	-	-	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۷ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ - محرم ۱۳۴٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 29, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی -

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای - پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی -

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی - کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الہلال چھپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

هماری رای مین بهترین حروف یهی هین - اگر فارسی اور ترکی کیلیی یه نا موزون نہین تو اردو کیلیی کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی - یاد رکھیی - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الہلال

الہلال

هر جمعه كو نمبر ١١ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	سات روپيه
قيمت في پرچه	پانچ آنه

(١) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " مينيجر الهلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركهتے هوں انكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے -

(٤) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(٥) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايك هفته كے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نهيں كيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايك جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تك كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايك هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(٧) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -



علم الاثار مصر

(قدیم مصری عقائد ۔ معاد اور حشر و نشر)

مقتبس از تحقیقات ڈاکٹر احمد کمال بک مرحوم

(۲)

(ممي کرنا)

لاش کے ممي کرنے کا طریقه یه تھا که پہلے ناک کے راستے سے دماغ نکال لیتے تھے - پھر معدہ اور آنتیں نکال کر پیٹ صاف کرتے تھے - قسم قسم کے خوشبوئیں اندر بھرتے تھے - پھر جسم کو نمک دیکر ستر دن تک کول تار میں رکھتے تھے - اس کے بعد دھوتے تھے اور کپڑے کی پٹیوں میں ملفوف کر دیتے تھے - جسم کی حفاظت کیلیے ٹونے اور ٹوٹکے بھي کرتے ' اور قسم قسم کے تعویذ لٹکاتے - یه دستور عام تھا که چہرے اور انگلیوں پر سونے کا ملمع کر دیتے تھے - خیال تھا که جس طرح سونا بگڑتا نہیں ' اِسي طرح اِس عمل سے جسم بھي نہیں بگڑے گا - قبر کے اندر مردے کے کئي بت بھي رکھدیتے تھے - تاکه اگر جسم میں کچھه بگاڑ پیدا ھو تو اِن بتوں کي وجه سے روح برابر آتي جاتي رھے - ممي کرنے کا جو طریقه مصریوں نے ایجاد کیا تھا ' وہ علم کي اتني ترقي پر بھي جو بیسویں صدي تک ھو چکي ھے ' موجودہ دنیا ایجاد نه کر سکي - حتی که اس کا مصالحه بھي همیں معلوم نہیں -

(سحر)

لیکن روح کي واپسي کے لیے صرف اسي قدر کافي نہیں تھا - سحر کي بھي ضرورت سمجھي جاتي تھي - اِس موقعه پر جو سحر کیا جاتا تھا ' وہ " ازیس " کے افسانه سے اخذ کیا گیا تھا - افسانه یه ھے که " اوزي ریس " کو اُس کے بھائي " ست " نے قتل کر کے اُس کي بوٹیاں کاٹیں اور ھر بوٹي دوسري بوٹي سے بہت دور پھینک دي - اُن کا خیال تھا که اوزي ریس پہلا آدمي تھا جسے موت آئي - اس سے پہلے آدمي مرتے نہیں تھے - اس کے قتل کے بعد اُس کي بیوي " ایزیس " بہن " نفتیس " ' بیٹے " ھوریس " ' دوست " انوبس " اور " توت " نے سحر کے زور سے اُس کي منتشر بوٹیاں جمع کرلیں - اُنھیں باھم جوڑا ' اور جب پورا جسم جمع ھوگیا تو اسے برھنه ' ریگ پر کھڑا کردیا - پھر " ھوریس " اور " توت " نے جادو کا اوزار اُس کے منہه ' آنکھه ' کان ' بازو ' اور پیروں پر رکھا - اوزار رکھنا تھا که فوراً پورا جسم اِسطرح جڑ گیا ' گویا کبھي کٹا ھي نه تھا - لیکن روح اب بھي واپس نه آئي - وہ تو قاتل " ست " کے قبضه میں تھي - یه دیکھکر " ھوریس " ' " توت " اور اُن کے ساتھیوں نے روح کي جستجو شروع کي - آخر معلوم ھوا که روح تین جانوروں : بیل ' ھرن ' اور بط میں سما گئي ھے - انھوں نے کوشش جاري رکھي ' اور اِن جانوروں کے جسم سے روح نکالنے میں کامیاب ھو گئے - اُس وقت " ھوریس " خوشي خوشي روح لایا ' اور اپنے باپ " اوزي ریس " کے منہه پر بوسه دیکر اُس کے جسم میں اتار دي - " اوزي ریس " زندہ ھو گیا - شاید اُسي وقت سے بوسه ' محبت کي علامت قرار پا گیا ھے !

اس واقعه کے بعد سے " اوزي ریس " دائمي زندگي کا دیوتا تسلیم کرلیا گیا - کیونکه موت اُسے مغلوب نه کرسکي - اس دیوتا سے دوسرے دیوتاؤں ' فرعونوں ' اور تمام مصریوں کو زندگي حاصل ھوئي - سقارہ میں چھٹے خاندان کے ایک ھرم پر " کتاب ابدیت " کا یه باب کندہ ھے اور پڑھه لیا گیا ھے -

(آخرت کي زندگي)

مصریوں کا ابتدا میں عقیدہ یه تھا که آخرت میں بھي انسان بالکل ویسي ھي زندگي بسر کرتا ھے ' جیسي دنیا میں اسکي زندگي ھوتي ھے - فرق صرف اسقدر ھے که یہاں کے مصائب و آلام وھاں نہیں ھیں - یہي سبب ھے که وہ مردے کي قبر میں وہ تمام چیزیں رکھدیا کرتے تھے جو دنیاوي زندگي میں اُسے مرغوب تھیں - چنانچه قسم قسم کے کھانے ' کپڑے ' زیور ' ساتھه دفن کر دیتے تھے اور سمجھتے تھے ' وہ مرنے کے بعد بھي اِنسے متمتع ھوگا - یہي نہیں بلکه قبر کي دیواروں پر ان چیزوں کي تصویریں بھي بنا دیتے تھے - نیز اُسکي دلچسپي کي چیزوں مثلاً شکار ' دریا ' میدان جنگ وغیرہ کے مناظر بھي کندہ کر دیتے - اُنھیں یقین تھا که سحر کے ذریعه یه تمام تصویریں اور نقوش اصلي ھوجائینگے ' اور اُن سے مردے کو وھي لطف حاصل ھوگا جو زندگي میں حاصل ھوتا تھا !

لیکن بتدریج اِن خیالات میں وسعت ھوئي - اُنھوں نے محسوس کیا که دنیاوي زندگي آخري زندگي کا کوئی اعلیٰ نمونه نہیں ھے - چنانچه اسي کا نتیجه ھے که " جنت " کا خیال پیدا ھوا -

(جنت)

لیکن جنت کے تخیل نے بھي بتدریج ترقي کي - شروع میں اُنکي جنت ' سرزمین مصر ھي جیسا ایک خیالي خطه تھا جسمیں نہریں جاري تھیں ' سبزہ لہلہاتا تھا ' زندگی کي جمله دلفریبیاں جمع تھیں - لیکن اس جنت میں باوجود ھر قسم کے آرام و راحت کے ' آدمي کو محنت کرنے پر بھي مجبور ھونا پڑتا تھا - اُسے اپنا باغ خود درست کرنا پڑتا اور کھانے کے لیے خود ھي کھیتي کرني پڑتي تھي - بعد میں محنت کا خیال جاتا رھا ' اور بلا کسي تکلیف کے کھانا پاني حاصل ھونے لگا - اِس کے بعد جنت سرزمین مصر سے اٹھکر ملاء اعلیٰ میں پہنچ گئي جہاں کي رونق اور دلفریبي حد تصور سے باھر ھے !

یه معاد کے مصري عقیدے کي انتہائي ترقي تھي -

والٹیر

...نے کلیسائي اور شاهي استبداد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا !



مہذب ' سنجیدہ ' با اصول ' فیاض ' اور دوستوں کا وفادار دکھائي دیتا ہے - کبھي اپنے دوستوں پر جان و مال قربان کرنے پر تلا ہے - کبھي دشمنوں کو پاؤں سے روند ڈالنے پر اڑا ہے - والٹیر ایسي هي متناقص صفات و اخلاق کا مجموعہ ہے !

لیکن یہ صفتیں اُسکي شخصیت کي اصلي بنیادیں نہیں هیں - اُسکي شخصیت کے ستون جس چٹان پر قائم تھے ' وہ اُسکي اعلی دماغي قابلیت اور حیرت انگیز ذهانت تھي - ثبوت کے لیے کسي تاریخي شہادت کي ضرورت نہیں - اُسکي کتابیں خود سب سے بڑي شہادت هیں - ننانوے ضخیم جلدیں اُسکي یادگار هیں - اُنکا هر صفحہ روشني کے حروف میں لکھا ہے - هر سطر اپني جگہہ پر ایک عمل سحر ہے - اِتني بڑي ' اِتني کثیر ' اِتني متنوع کتابیں ' کم لوگوں نے چھوڑي هیں - وہ معلومات و مباحث کي وسعت و تنوع کے لحاظ سے انسائیکلو پیڈیا کا حکم رکھتي هیں - تاهم حشو و زواید بہت کم هیں -

خود والٹیر کا قول ہے " میرا پیشہ یہ ہے کہ جو کچھہ میرے دهن میں آئے اُسے کہڈالوں " زندگي بھر اسنے اسي پر عمل کیا - لیکن اسکے دهن میں همیشہ وهي آتا تھا جو کہنے کے لائق هوتا تھا - تغیر افکار سے اسکا دماغ بالا تر تھا ' اُسکي سب سے بڑي مہارت یہ تھي وہ هر خیال کو ایسے پیرایہ میں ادا کردیتا تھا کہ سامعین وجد کرنے لگتے تھے !

والٹیر کي سب سے زیادہ موثر ' دلچسپ ' اور عجیب تحریریں وہ هیں جو اس نے مسیحي کلیسا کے خلاف لکھي هیں - معلوم ہے اس نے کلیسا کے جمود اور تعصب کے خلاف (خود اُسي کے لفظوں میں) جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان کیا تھا - اِن تحریروں میں اُس نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لفظ اور سطریں نہیں ' جرار فوجیں هیں جو حملہ آور هو رهي هیں - در حقیقت مسیحي کلیسا کے هزار سالہ تخت حکومت کے پائے اسي کے نوک قلم سے ٹوٹے ' اور اس طرح ٹوٹے کہ پھر کسي طرح بھي استوار نہ هوسکے !

والٹیر کي شہرت صرف اسکي کتابوں اور قصیدوں هي سے نہیں هے - بلکہ وہ بہت بڑا مقرر اور لسان بھي تھا - اِنھیں مختلف قابلیتوں کے مجموعہ نے اُسے اپنے زمانہ کا سب سے بڑا آدمي بنا دیا !

والٹیر ' غضب کا محنتي تھا - کام سے کبھي نہیں تھکتا - یہي سبب ہے کہ وہ اتنا بڑا علمي ذخیرہ چھوڑ گیا ' جتنا اسکے کسي هم عصر کے امکان میں نہ تھا - اُسکي غیر معمولي چستي کے ثبوت میں خود اُسي کے بہت سے اقوال پیش کیے جا سکتے هیں - وہ کہتا ہے :

" سستي اور عدم ایک چیز ہے "

ایک اور جگہہ لکھتا ہے :

" تمام آدمي اچھے هیں ' بجز اُنکے ' جنکے پاس کرنے کے لیے کوئي کام نہیں ! "

اُسکے سکریٹري کا بیان ہے :

" والٹیر بڑا سخي تھا - صرف اپنے وقت میں بخل کرتا تھا "

اُسکا مشہور مقولہ ہے :

" زندگي کے مصائب کم کرنے کے لئے نفس کو همیشہ زیادہ سے زیادہ کام میں مشغول رکھنا چاهئے ... میري عمر جتني زیادہ هوتي جاتي ہے ' محنت کي ضرورت کا اتنا هي زیادہ یقین هوتا جاتا ہے - جو شخص محنت کا عادي هو جاتا ہے ' اُسے محنت میں اتني مسرت حاصل هوتي ہے کہ زندگي کي تمام کلفتیں بھول جاتا ہے "

اُسکا یہ قول ضرب المثل هو گیا ہے :

" اگر خود کشي منظور نہیں ہے تو اپنے لیے کوئي کام پیدا کرلو "

اِسي جملہ سے لوگوں نے خیال کیا ہے کہ اسکے دل میں خود کشي کا خیال پیدا هوا کرتا تھا - اسي لیے وہ همیشہ کام میں منہمک رهتا تھا -

(اٹھارھویں صدي کي روح)

ویکٹر هیوگو کا قول ہے :

" والٹیر اور اُس کي روح کا سمجھہ لینا پوري اٹھارھوي صدي کي روح کا سمجھہ لینا ہے "

" اٹلي ایک بڑي تہذیب کا منبع تھا - جرمني سے اصلاح دیني کا سر چشمہ پھوٹا - لیکن فرانس ؟ تو فرانس میں والٹیر تھا - والٹیر ایک پوري قوم تھا - انقلاب عظیم کي دعوت تھا - نہیں ' سرتاپا انقلاب تھا - فرانس کا مشہور انقلاب ' جس نے خون کي موجوں سے ایک نئي دنیا پیدا کر دي ' والٹیر هي کا ایک افسون حیات تھا - یہ شخص اپنے اندر سب کچھہ رکھتا تھا - اُس میں " مونٹین " کا شک تھا - " رابیلیہ " کا تمسخر تھا - " لوتھر " کي حملہ آورانہ قوت تھي - اُسي نے میرابو ' مورات ' ڈانٹن ' روبسبیرو ' پیدا کیے تھے ' اور وہ بارود بنائي تھي جس سے اُنھوں نے دنیا کے تمام نظام هاے قدیم کي عمارتیں بہ یک دفعہ هوا میں اڑادیں ! "

لامارٹین کہتا ہے :

" اگر انسان کا عمل اُس کي عظمت کا میزان ہے تو بلا شک والٹیر موجودہ یورپ کا سب سے بڑا کاتب تھا - قدرت نے اُس کي عمر میں برکت دي - ۸۳ سال زندہ رها - قدیم نظام کے معائب معلوم کیے ' اس کے خلاف جہاد کیا ' اور جب مرا تو وهي فتحمند تھا - "

کسي مصنف کو بھي اپنے عہد میں اِتنا اقتدار حاصل نہیں هوا ' جتنا والٹیر نے حاصل کیا تھا - تمام جہان اُس کا مخالف تھا - کلیسا جو اُس وقت تک سب سے بڑي قوت تھي ' دشمن تھا - حکومت خون کي پیاسي تھي - اُسے قید کیا گیا - جلا وطن کیا گیا - ذلیل کیا گیا - اُس کي کتابیں روکي گئیں ' جلائي گئیں '

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

والٹیر

FRANCOIS DE VOLTAIRE.

اردو علم ادب کي بے مايگي هرگوشهٔ علم و فن میں نمایاں هے - ليکن سب سے زیادہ افسوس ناک کمي يه هے که اِس وقت تک علوم و ادبیات کي وه اُمهات و اصول بهي اردو میں منتقل نه هوسکیں جن کے بغیر موجوده عهد کي کوئي زبان ' ترقي پذير زبان تسليم نهیں کي جا سکتي - " اُمهات و اصول " کا لفظ جب کبهي علوم و کتب کے لیے بولا جاتا هے تو اُس سے مقصود یه هوتا هے که هر علم و فن کي وه بنیادي چیزیں ' جو بمنزلهٔ اصل و اساس هیں ' اور جنهوں نے اپنے اپنے دائرهٔ بحث و نظر میں مبادیات و قواعد کا درجه حاصل کر لیا هے - مثلاً منطق میں ارسطو کا مقاله ' رياضي میں اقلیدس کے مقالات ' قانون میں سولن کے مباحث ' طب میں جالینوس کے رسائل خمسه ' نظام حکومت میں افلاطون کي جمهوریة ' تاریخ میں میں هیرو دوٹس کي کتاب ' فن بلاغة میں جاحظ کے مقدمات ' قصص میں الف ليله ' منطق استقرائي میں بیکن کا مقاله ' وغیره ذلک - علوم و ادب کا کتنا هي وسیع و وقیع ذخیره فراهم هوجائے ' مگر وه سب برگ و بار هیں - سب سے پہلے اُن کي جڑیں زبان میں اُستوار هوني چاهیئں - لطف یه هے که یه کام کچهه ایسا دشوار بهي نهیں - اهل علم کي اگر ایک مختصر جماعت مستعد هوجائے ' تو دو تین سال کے اندر اُمهات علوم و ادب کا بڑا حصه اردو میں منتقل هو جا سکتا هے - ليکن مشکل یه هے که نه تو اس وقت تک هم میں ایسے اهل علم پیدا هوئے هیں جنهیں خدمت علم کا اس درجه شوق هو ' نه ملک میں علمي طلب هے جو اهل علم کو اِس طرف متوجه کرے - بنیاد ان تمام کار و بار علم کي قومي تعلیم هے ' اور وهي اس وقت تک مفقود هے -

اِس سلسله کا ایک اهم گوشه یورپ کي جدید تاریخ اجتماع و تمدن کي اُمهات و اصول اور اُنکے رجال علم و نظر هیں - موجوده دور کي تاریخ ' انقلاب فرانس سے شروع کي جاتي هے - انقلاب فرانس کي تخم ریزي جس عهد میں هوئي ' وه اٹهارهویں صدي کا ابتدائي حصه هے - اِس عهد میں چند شخصیتیں ایسي پیدا هوگئي تهیں ' جنکي دماغي سیرت میں وقت کي تمام انقلابي قوتیں سمٹ آئي تهیں - وه سرتا پا پیکر انقلاب تهیں - اُنهي کے دماغ و قلم نے انقلاب فرانس کي تخم ریزي کي ' اور اُنهي کے مبادیات و اصول هیں جن سے یورپ کے نئے دور کي تاریخ کا آغاز هوا - مورخین نے انهیں " انقلاب کے ارکان ثلاثه " سے تعبیر کیا هے - اگرچه تعداد میں تین سے زیاده هیں ' لیکن قلم و کتابت کي تقسیم میں اُنکے حلقے تین هي هیں :

(۱) والٹیر Valtaire -
(۲) روسو Rausseou -
(۳) اور انسائیکلو پیڈیا کے اهل قلم The Encyclopedie -

آخري جماعت اس لقب سے اسلیے موسوم هوئي که اس نے سب سے پہلے فرانسیسي زبان میں انسائیکلو پیڈیا مرتب کي ' اور علم اور حریت فکر کے مباحث کي اشاعت اُس کے اوراق و مجلدات کے ذریعه هوئي - اس میں سب سے زیاده نامور اهل قلم دو تهے : ڈیڈرو diderot اور ڈالمبرٹ D' Alembert -

ایک مدت سے مجهے خیال تها که ان ارکان ثلاثه کي وه تحریریں جن کا شمار اُمهات و مبادیات میں سے کیا جاتا هے ' اردو میں منتقل کردي جائیں ' تا که علاوه اردو علم ادب کي تکمیل کے ' غیر انگریزي داں طبقه کے مطالعه کیلیے تاریخ جدید کے ذهني مبادیات مهیا هوجائیں ' اور وه اسکے محاسن و نقائص ' دونوں سے با خبر هوسکین - کئي سال هوے ' میں نے روسو کا " لا کنٹرکٹ سوشیل " Le Contrat Social اور ایمیل Emilius ترجمه کیلیے بعض دوستوں کو دیا تها - کچهه حصه کا ترجمه هوا بهي ' لیکن افسوس هے که انکي بے ذوقي تکمیل سے مانع هوي اور اُسکے بعد مجهے بهي توجه کرنے کي مهلت نه ملي - میرے کرنے کے کام دوسرے هیں جن کي تکمیل و اشاعت سے ابتک عهده برا نه هوسکا - ان کاموں کے لیے وقت کهاں سے لاؤں ؟

لیکن اب الهلال شائع هوا هے تو اسکے صفحات کے تنوع میں هر طرح کے بحث و نظر کي گنجائش هے - خیال هوا ' کم از کم ایک سلسله مضامین اُس موضوع پر ایسا مرتب کردیا جائے ' جس سے ایک حد تک کتابوں کے فقدان کي تلافي هوسکے - چنانچه آج " والٹیر " سے یه سلسله شروع کیا جاتا هے - اس کے تین حصے هیں - پهلا حصه جو آج شائع کیا جاتا هے اُسکي دماغي سیرة پر اجمالي نظر هے اور اُسکے مختصر حالات زندگي پر مشتمل هے - دوسرے میں اُسکے اصول و تعلیمات کا خلاصه هے - تیسرے میں اسپر نقد و تبصره هے - اور وهي اس سلسله کي سب سے زیاده اهم چیز هوگي -

(والٹیر)

ایک دن والٹیر ' مشهور رقاصه رومانیل کے ساتهه اُسکي گاڑي میں بیٹها تها - رقاصه تهیٹر جا رهي تهي جهاں اُسے والٹیر کے شهرهٔ آفاق ڈراما " میروب " کي مشق کرنا تهي - وه بهت پریشان تهي - کهنے لگي " کامیابي کے ساتهه یه ڈراما اور اُسکے دقیق جذبات دکهانے کیلیے ضروري هے که میرے جسم میں شیطان حلول کر جائے "

" سچ هے بیگم ! هر فن میں کامیابي اسي پر موقوف هے که شیطان جسم میں حلول کر جائے " والٹیر کا جواب تها !

والٹیر کے تمام دشمنوں نے خصوصاً کلیسائی حریفوں نے بیک زبان کها هے که شیطان اسکے اندر حلول کیے تها - چنانچه سینٹ بوف کا قول هے " ابلیس اُسکے جسم میں تها " رومیسٹر کهتا هے " یه شخص ' جهنم کي تمام قوتوں اور هولناکیوں کا مالک تها " !

دراصل والٹیر اپنے وقت کا پورا آدمي تها - یورپ کي اٹهارویں صدي کي ادبیات کي سچي تصویر اِس فلسفي شاعر میں هم دیکهه سکتے هیں - اُسکي تصانیف میں اُس عصر کي جمله بهلائیاں اور برائیاں ' دونوں جمع هوگئي هیں - کبهي وه نهایت مذموم ' کج خلق ' بد اطوار ' فحاش ' بے اصول ' مفرط ' اور کمینه نظر آتا هے - کبهي از حد لطیف '

پڑا - یہ اُس کا پہلا عشق تها - اسلیے عمر بهر اسکي چبهن دل میں باقي رهي ! .

سنه ۱۷۱۵ - میں والٹیر اپنے والد سے علحدہ هوکر پیرس پہونچا - اِسي زمانه میں لوئي چهاردهم نے انتقال کیا اور لوئي پانزدهم تخت نشین هوا - بادشاہ کمسن تها ' اسلئے سلطنت کي باگیں اُسکے مربي فلیپ ڈورلین کے هاتهوں میں آگئیں - یہ شخص کم همت اور ضعیف الارادہ تها - ملک میں بد امني پهیل گئي - پیرس اِسکا مرکز تها - والٹیر شورش پسندوں میں داخل هوگیا ' اور اپني بے باکي اور جرأت کي وجهه سے بهت جلد ممتاز جگه حاصل کرلي -

اُسکي جرأت کا اندازہ صرف اِس ایک واقعه سے کیا جا سکتا هے که نائب سلطنت نے کفایت شعاري کے خیال سے شاهي اصطبل کے آدهے گهوڑے بیچ ڈالنے کا حکم دیا تها - اِس پر والٹیر نے ایک مضمون میں لکها " کاش نائب سلطنت آدهے گدهوں کي فروخت کا بهي حکم صادر کردیتے جو حکومت کي اونچي کرسیوں پر بیٹهتے هیں ! "

حکام کي نظر سے یہ مضمون گذرا تو سخت برهم هوے - پهر نائب سلطنت کي هجو میں دو قصیدے شایع هوئے اور خیال کیا گیا که والٹیر نے هي لکهے هیں - اب پوري حکومت اسکي دشمن هوگئي - ایک دن کسي تفریح گاہ میں نائب سلطنت نے والٹیر کو دیکها اور بلاکر کہا " میں تم سے شرط باندهتا هوں که عنقریب تمہیں ایک ایسي جگهه بهیجدونگا جسے تمهاري اِن آنکهوں نے کبهي نہیں دیکها هے ! " والٹیر نے تمسخر سے سوال کیا " وہ کون جگهه هوسکتي هے ؟ " نائب نے کہا " باستل کي تاریک کوٹهریاں ! "

اِس گفتگو پر پورے چوبیس گهنٹے بهي نہیں گذرے تهے که والٹیر باستل کے خوفناک قید خانه میں بند تها - یہ واقعه سنه ۱۷۱۷ ع کا هے - کاش اُس وقت حکومت کو معلوم هوتا که ایک دن یهي باستل والٹیر کے پیدا کردہ انقلاب کے هاتهوں منهدم هوکر رهیگا !

اِس وقت تک والٹیر اپنے اصلي نام " فرانسوا ماري اروبه " سے مشهور تها - لیکن قید هونے کے بعد آیندہ حکومت کے شکنجه سے بچنے کے لیے ' ایک فرضي نام اختیار کرلیا جو والٹیر تها - یہ فرضي نام اس درجه مشهور هوا که آج تاریخ کے سوا کہیں بهي اس کا اصلي نام نہیں ملسکتا -

قید خانه میں اُسنے بڑي همت و جرأت سے کام لیا ' اور اپني شهرۂ آفاق کتاب " هنریاڈ " تصنیف کي - یہ در اصل هنري چهارم کا قصه هے جو پہلے پروٹسٹنٹ هوا تها - پهر دوبارہ کیتهولک هوگیا ' اور آخرکار قتل کیا گیا -

قید خانه میں وہ گیارہ مہینے رها - اِس اثنا میں اُسے سخت جسماني تکلیفیں دي گئیں - لیکن بعد میں خود نائب سلطنت کو رحم آگیا - عزت کے ساتهه رها کردیا گیا اور سالانه وظیفه بهي مقرر کیا - والٹیر کي شوخ طبعي کا اندازہ اِس سے هو سکتا هے که اُس نے نائب سلطنت کو شکریه کا خط اِن الفاظ میں لکها تها :

" اعلی حضرت نے میرے رزق کا جو اهتمام کیا هے ' اس کے لیے شکرگزار هوں - مگر میري دست بسته درخواست هے که میري سکونت کے انتظام کرنے کي حضور کبهي زحمت گوارا نه کریں !

اُسکا اشارہ قید خانه کي طرف تها -

باستل سے نجات پانے کے بعد والٹیر نے اپنا مشهور ڈراما " اڈیپ " لکها - یہ ایک نهایت هي درد انگیز قصه هے - بهت مقبول هوا اور مسلسل ۴۵ دن تک پیرس کے تهیٹروں میں دکهایا گیا - والٹیر کے والد کو اِسکا حال معلوم هوا تو خاص اُسکے دیکهنے کے لیے پیرس آیا - تماشه دیکهتے وقت اپني مسرت بار بار یہ کہکر ظاهر کرتا " آہ شیطان آہ شیطان ! "

اسي ڈراما میں اُسنے اپنے یہ انقلاب انگیز خیالات ظاهر کیے تهے :

" همارے کاهن ویسے نہیں هیں جیسا سادہ لوح عوام اُنهیں سمجهتے هیں "

" اِن کاهنوں کے علوم و معارف کیا هیں ؟ در اصل هماري سادہ لوحي اور زود اعتقادي هي اُن کے علوم و معارف هیں ! "

" همیں اپني قوت پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاهیے - هر چیز خود اپني آنکهوں سے دیکهني چاهیے - در حقیقت هماري عقل هي همارا معبود ' همارا عبادت خانه ' اور همارا کاهن هے "

اِس ڈراما سے والٹیر نے چار هزار فرنک حاصل کیے - اُس نے یہ رقم ضایع نہیں دي - بلکه اُسے اپنا رأس المال قرار دیا اور بڑي هوشیاري سے اُسے بڑهاتا رها - اُسکا اصول تها که آدمي کو اپني روزي اپني محنت سے کمائي چاهیے اور اپني کمائي سے کچهه نه کچهه پس انداز ضرور کرنا چاهیے - وہ کہا کرتا تها " فلسفه چهانٹنے سے پہلے آدمي کو زندہ رهنے کي حکمت سیکهني چاهیے " !

الهلال

کا

یہ ۷ - واں نمبر هے

لیکن

اِس وقت تک توسیع اشاعت کے لیے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي هے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجه نه هوگي ؟

اس میں شک نہیں که اصحاب ذوق نے جس طرح الهلال کا استقبال کیا ' شاید هي اُسکي کوئي دوسري نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ هے که پرچه کي ترتیب و طباعت کا معیار بهت بلند هے ' اور قیمت اُسکے مقابله میں بهت کم - اب یا تو قیمت بڑهاني چاهیے - یا اتني وسیع اشاعت هوني چاهیے که اُس سے قیمت کي کمي کي تلافي هوجاے -

حتی که چھاپنے ' بیچنے ' اور پڑھنے والوں تک کو سزا دي گئي - مگر والٹیر کے عزم و همت میں فرق نه آیا - وه تمام دشمنوں پر غالب آیا - تمام مشکلات پر فتحمند هوا - اُس نے همیشه حق و حقیقت کا اظهار کیا اور بالاخر دنیا کي گردنیں اُس کے علمي و عقلي جبروت کے آگے جهک گئیں - یا تو اُسے ذلیل سمجها جاتا تها - یا پهر یه هوا که بادشاه ' شہنشاه ' اور روم کے پوپ تک ' اُس کي خوشامدیں کرنے لگے - سب اُس کي هیبت سے لرز اٹهے - پاپاؤں کي روحاني گدي اور بادشاهوں کے زریں تخت هلنے لگے آدهي دنیا نے اِس ساحر کے لیے اپنے کان کهول دئے' اور اُس کي زبان و قلم کا هر لفظ باشندگان یورپ کے دلوں میں اُتر گیا !

والٹیر ایک ایسے زمانه میں پیدا هوا تها جس کي سب سے بڑي ضرورت تخریب اور شکست و ریخت تهي - جرمني کا نیٹشے کہتا ہے " هنسنے والے شیروں کے نمودار هونے کي ضرورت ہے " والٹیر یه نہیں تها' مگر وه سچ مچ کو شیر کي طرح گرجتا اور هنستا هوا اٹها ' اور قدیم نظام کي کهنه عمارت ڈها دي - در حقیقت یورپ کي موجوده بیداري اور تهذیب کا سہرا دو هي آدمیوں کے سر ہے : والٹیر اور روسو - اِنهي دونوں نے انقلاب فرانس کي تخم ریزي کي' اور وه سب کچهه مهیا کر دیا جس کي اِس انقلاب کو ضرورت تهي - بدنصیب لوئي شانزدهم نے قتل هونے سے چند دن پہلے قید خانه میں والٹیر اور روسو کي کتابیں دیکهي تهیں - وه بے اختیار چلا اٹها " اِنهي دو آدمیوں نے فرانس کو برباد کیا ہے ! " ظاهر ہے که فرانس کي بربادي سے بدنصیب بادشاه کا مقصود اپنے خاندان کي بربادي تهي - نپولین اعظم کہا کرتا تها " بور بون (فرانس کا خاندان شاهي) اپنا تخت و تاج محفوظ رکهه سکتا تها اگر والٹیر اور روسو کا منهه بند کر دیتا " خود والٹیر کہتا ہے " کتابیں هي قوموں پر حکومت کرتي هیں " اسي کا مقوله ہے " دماغي تربیت سے بڑهکر کوئي ذریعه آزادي کا نہیں" ایک اور موقعه پر اُس نے کہا " جب قوم سوچنے لگ جائے تو پهر منزل مقصود سے اُسے روکنا نا ممکن هو جاتا ہے " والٹیر کے ظهور کے ساتهه فرانس نے سوچنا شروع کیا ' اور دنیا کي کوئي قوت بهي اُسے آگے بڑهنے سے روک نه سکي -

(مختصر سوانح حیات)

والٹیر کا اصلي نام " فرانسو ماري اروبه " ہے - سنه ۱۶۹۴ ع میں پیرس میں پیدا هوا - اُس کا باپ رجسٹرار تها اور ماں ایک شریف گهرانے کي خاتون تهي - خیال کیا جاتا ہے که والٹیر نے اپني غصه ور طبیعت اپنے باپ سے ورثه میں پائي تهي ' اور ذهانت ماں سے - والٹیر کے پیدا هونے میں اُس کي ماں کو اِتني تکلیف هوئي که جانبر نه هو سکي - وه خود بهي از حد کمزور تها - حتی که اُس کي دائي نے گود میں لیتے هي کہه دیا تها " بچه ایک دن سے زیاده نہیں جیئیگا " لیکن اُس کا اندازه غلط تها - وه ۸۴ سال تک زنده رها - البته بیماریوں اور جسماني تکلیفوں میں همیشه مبتلا رها -

والٹیر کا ایک بڑا بهائي بهي تها - اسکا نام " ارمان " تها - لیکن وه ازاد خیالي کے جرم میں کلیسا کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا - اُسکا ایک واقعه بہت مشهور ہے - وه جب قید تها اور پهانسي کا حکم صادر هوگیا تها ' تو بعض دوستوں نے رائے دي - توبه کرکے جان بچالے - لیکن یه سنکر وه بہت غضب ناک هو گیا - اُس نے کہا " دوستو ! شکریه - اگر تم خود پهانسي پر لٹکنا پسند نہیں کرتے تو اُن لوگوں کي راه کیوں روکتے هو جو پهانسي پانا پسند کرتے هیں ؟ "

والٹیر کا باپ اپنے دونوں لڑکوں کي شکایت کیا کرتا تها " خدا نے مجهے دو پاگل بیٹے دیے هیں : ایک کو نثر کا جنون ہے ' دوسرے کو نظم کا " والٹیر نے شعر کہنا اُس وقت سے شروع کیا جبکه وه اپنا نام بهي صحیح طور پر نہیں لکهه سکتا تها - اُسکا باپ عملي زندگي کا عادي تها - اُسنے اپنے لڑکے کي یه حالت دیکهکر افسوس کے ساتهه یقین کر لیا که یه بالکل ناکاره نکلے گا - اُسے کیا معلوم تها' ایک دن اُسکا یهي " ناکاره " تمام یورپ کا سب سے بڑا اهل قلم تسلیم کیا جائگا !

والٹیر کي ماں کے انتقال کے بعد اُسکا خاندان پیرس چهوڑ کر دیہات میں جا بسا - یہاں ایک دولتمند فاحشه نے والٹیر کو دیکها اور اُسمیں آثار ذهانت و نجابت پائے - چنانچه مرنے سے پہلے وه یه نیک کام کر گئي که دو هزار فرنک والٹیر کو هبه کر دیے - تا که " اس روپیه سے اُسے کتابیں خرید دي جائیں "

والٹیر کو اِن کتابوں سے بڑا نفع هوا - وه عمر بهر اِس آبرو باخته عورت کا احسان مند رها - اِسکے بعد ایک راهب کو اُس سے محبت هو گئي - لیکن یه راهب دراصل ملحد تها - اِس نے اُسے شک و الحاد کي تلقین کي ' اور کلیسا کے طرف سے نفرت و انکار دلنشین کر دیا -

اِسکے بعد وه پادریوں کے مدرسه میں دیني تعلیم حاصل کرنے کیلیے داخل کیا گیا - یہاں اُسنے فن مناظره اور علم کلام سیکها - اُس وقت بڑا علمي کمال یه سمجها جاتا تها که ایک هي مسئله کو به زور جدل دو متناقض پہلوؤں سے ثابت کردیا جائے - والٹیر نے اِس فن میں کمال حاصل کر لیا - نتیجه یه نکلا که کسي مسئله پر بهي اُسے یقین باقي نه رها - مدرسه میں وه بڑا محنتي طالب علم مشهور تها - حتی که فرصت کے اوقات میں بهي جبکه اور لڑکے کهیل کود میں مصروف هوتے ' وه اساتذه سے لاهوتي مسائل پر بحث کیا کرتا - اپني طالب علمانه زندگي کے متعلق وه کہا کرتا تها " پادریوں نے مجهے لاطیني زبان اور بہت سي بیهوده بکواس سکهادي ہے ! "

تعلیم ختم کرنے کے بعد اُسے عملي دنیا کي طرف توجه هوئي ' اور اپنے لیے کوئي پیشه منتخب کرنا چاها - اُسنے اپنے باپ سے بلا پس و پیش کہدیا " میں شعر و ادب کو اپنا پیشه بناؤنگا " باپ بہت خفا هوا اور بہت سمجهایا - مگر اُسنے ایک نه سني اور اپني همت پر قائم رها - لطف یه ہے که اِس پیشه کے متعلق خود اُسکي رائے یه تهي : " شعر و ادب اُن لوگوں کا مشغله ہے جو اجتماعي زندگي میں بے فائده بننا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سر پر بوجهه هونا چاهتے هیں - یه اُن لوگوں کا پیشه ہے جو بهوکوں مر جانا پسند کرتے هیں "

۲۱ - برس کي عمر تک والٹیر نے اپنے تئیں رندي و عیاشي کیلیے وقف کر رکها تها - راتیں باهر گزارتا تها اور دن گهر پر :

همه شب شراب خوردن همه روز خواب کردن !

اُسکے والد کو اِس تهتک سے بڑي تکلیف تهي - اُسنے لاکهه کوشش کي مگر اصلاح کي کوئي صورت نه نکلي - آخر اپنے ایک سخت گیر رشته دار کے هاں بهیجدیا - شروع میں تو اِس نئے مربي نے بڑي سختي کي - لیکن پهر اُسکي غیر معمولي قابلیت و ذهانت دیکهه آزاد چهوڑ دیا - والد کو معلوم هوا تو اُسنے واپس بلا لیا اور هالینڈ میں فرانسیسي سفیر کے حواله کر دیا که اپني نگراني میں رکهے - یہاں هالینڈ کے پائے تخت لاهائي میں والٹیر نے ایک دو شیزه سے عشق کیا مگر راز جلد کهل گیا ' اور حضرت کو هزاروں حسرتوں کے ساتهه وطن بهیج

پرجوش نو مسلم هي کا استقبال کر سکتے تھے - بونا پارٹي (بونا پارٹ کو اسکي فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے "بونا پارٹي" کہتے تھے) اسکے لیے بھي بے دریغ طیار ھو گیا "

نپولین کے مورخوں میں فین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا ھے - اس نے اپني تاریخ صرف اسلیے لکھي ھے تا کہ وہ تمام مواد جمع کردے جو نپولین کي مخالف جماعتوں نے اسکے خلاف راے عامہ پیدا کرنے کیلیے طیار کیا تھا - وہ اس معاملہ میں اسکي " انتہا درجہ کي شیطنت " محسوس کرتا ھے ' اور واقعہ کے ناگوار پہلوؤں کي تکمیل کیلیے اتنا حصہ اور بڑھا دیتا ھے کہ " اس نے بار بار مسلمان مشایخ کو خوش کرنے کیلیے مسیحي مذھب کي ھنسي اڑائي اور عیسائیوں کو گالیاں دیں "

بوربون خاندان اور انکے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغہ قائم کر رکھا تھا - ھر مہینہ کوئي نہ کوئي رسالہ انگلستان سے چھپکر نکلتا اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا - اس کام کیلیے تنخواہ دار اھل قلم مہیا کیے گئے تھے - انھي میں ایک شخص تیبر نامي تھا - اسنے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا تھا کہ " کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) ھو گیا ھے ؟ " تھیرس اس رسالہ کا ذکر کرتے ھوے لکھتا ھے " اس میں نپولین کي کئي تصویریں اس طرح کي بنائي گئي تھیں ' جیسي از منۂ وسطی (مثل ایھز) میں پیغمبر اسلام کي بنائي گئي تھیں - نہایت خونخوار قیافہ - چشم و ابرو سے قتل و خونریزي کے جذبات ٹپک رھے ھیں - ایک ھاتھہ میں برھنہ تلوار ھے - دوسرے میں قرآن "

چند سالوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا تاکہ اُس کي تاج پوشي کي رسم ادا کرے ' تو لندن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشہور ھوا تھا - اس میں نپولین کے ایک ھي دھڑ پر دو رو پشت چہرے بنائے تھے - ایک پر پگڑي تھي - ایک برھنہ تھا - پگڑي والے سر کے منھہ سے یہ الفاظ نکل رھے تھے " میں مشرق میں اس لیے آیا ھوں تا کہ دین محمدي زندہ کردوں " مگر برھنہ سر کہہ رھا تھا " میں مشرق سے واپس آگیا تاکہ نوتر دم کے گھنٹوں کا مقدس بلاوا سنوں ! " پہلا جملہ نپولین کے اعلان مصر سے ماخوذ تھا - دوسرا اُس کي ایک پرجوش تقریر سے ' جس میں اُس نے مذھب کي ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے ھوئے کہا تھا " میرے حافظہ میں کسي چیز کي یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نہیں کرتي ' جس قدر گرجے کے گھنٹے کي مسلسل صدائیں "

لیکن جب کہ مخالفین نے اس معاملہ کو اس درجہ اھمیت دي ' تو موافقین نے بھي اُس کي اھمیت گھٹانے میں کوئي کمي نہیں کي - نپولین کے اکثر ثنا خواں اس بارے میں ساکت رھے ھیں - بعضوں نے ذکر کیا بھي ھے تو اس سے زیادہ نہیں کہ اُس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاھر کیا تھا - بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھي کام لیا ھے اور لکھہ دیا ھے کہ " یہ واقعہ ھي سرے سے غلط ھے " فوشے اور کلیپر مورخانہ سنجیدگي کے ساتھہ لکھتے ھیں " منجملہ اُن تہمتوں کے جو شہنشاہ کے دشمنوں نے تراشي تھیں ایک تہمت یہ بھي تھي " کیس تھیوم اور لیس کیس نے (اور آخرالذکر اُن لوگوں میں سے ھے جو سینٹ ھلینا میں نپولین کے رفیق رھے تھے) اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کیا ھے - بوریین نپولین کا سکریٹري اور مصر و شام میں اُس کے ساتھہ تھا - وہ نپولین کے واقعات مصر بہت تفصیل سے بیان کرتا ھے ' لیکن اس معاملہ کا کوئي ذکر نہیں کرتا - خود نپولین نے سینٹ ھلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے جو دو جلدوں میں مرتب ھوکر شائع ھوئے - اس میں وہ مصر کے واقعات کا بہ تفصیل ذکر کرتا ھے - اسلام کا بھي ذکر کرتا ھے - یہ بھي کہتا ھے کہ اگر ضرورت ھوتي تو اسلام قبول کر کے تمام اسلامي ممالک زیر نگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقي مملکت کي بنیاد رکھدیتے میں مجھے تامل نہ ھوتا - لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا -

(مصر کے مسلمان مورخ)

نپولین کے حملۂ مصر کا زمانہ اگرچہ مشرق کے دماغي و علمي تنزل کے بلوغ کا زمانہ تھا ' اور مصر و شام کے عہد وسطی کي رھي سہي علمي قوتیں نویں صدي ھجري میں تقریباً ختم ھو چکي تھیں ' تا ھم جامع ازھر کے وسیع حلقۂ درس و تدریس کي بدولت علم کي کمیت بدستور قائم تھي - اگرچہ کیفیت مفقود ھوچکي تھي - شہاب الدین خفاجي صاحب درة الغواص - سید مرتضی زبیدي صاحب تاج العروس - شمس الدین الشامي صاحب سیرة الشامیہ و عقود الجمان - ابو بکر مرعي صاحب کواکب الدریہ - نور الدین الحلبي صاحب سیرة حلبیہ - ابن فضل اللہ المحبي صاحب خلاصة الاثر - ابو الفتح اسحاقي صاحب لطائف الاخبار - ابو العباس مقري صاحب نفح الطیب - شمس الدین بکري صاحب تحفة البھیہ - ابن یوسف الحلاق صاحب تحفة الاحباب - شمس الدین تمرتاشي صاحب تنویر الابصار - شرنبلاري شارح متون حنفیہ - شیخ اسماعیل زرقاني شارح موطا و مواھب - وغیرہ علماء مصر کا زمانہ تقریباً گیارھویں اور بارھویں صدي ھجري کا زمانہ ھے ' اور اُس عہد سے متصل ھے جب نپولین مصر میں داخل ھوا ھے - ھجري سنہ کے حساب سے حملۂ مصر سنہ ۱۲۱۳ - میں ھوا ھے - یعنی تیرھویں صدي کے بالکل اوائل میں -

چنانچہ ھم دیکھتے ھیں کہ اس زمانے میں بھي علماء مصر و شام ' خصوصاً علماء ازھر کي ایک بہت بڑي تعداد موجود تھي جو درس و تدریس کے ساتھہ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھي رکھتي تھي - ان میں سب سے زیادہ نمایاں اشخاص جنکا نپولین اور فرانسیسي حکام سے زیادہ سابقہ رھا ' یا انھوں نے اُس عہد کے حالات قلمبند کیے ' حسب ذیل ھیں :

(۱) شیخ عبد اللہ الشرقاوي : جامع ازھر کے مشاھیر اساتذہ میں سے تھے - نپولین نے مصر کے شہري انتظام کے لیے چودہ ارکان کي ایک مجلس شوری بنائي تھي جو " دیوان " کے نام سے پکاري جاتي تھي - شیخ شرقاوي کو اسکا رئیس منتخب کیا تھا - انھوں نے ۲۰ - سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑي ھیں - ان میں ایک قیمتي کتاب تحفة الناظرین ھے جس میں فرانسیسیوں کے حملہ سے لیکر انکي واپسي تک کے چشم دید حالات بالاختصار بیان کیے ھیں - سنہ ۱۱۵۰ میں پیدا ھوے ' اور ۱۲۲۷ مطابق سنہ ۱۸۱۲ میں انتقال کیا - تحفة الناظرین مصر میں چھپ گئي ھے -

(۲) شیخ سلیمان فیومي : یہ بھي اساتذۂ ازھر میں سے تھے ' اور مشیخت کے درجہ تک پہونچ چکے تھے - نپولین نے انھیں بھي " دیوان " کا رکن منتخب کیا تھا - نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبي نے قتل کر ڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجي عدالت میں تحقیقات کي ' تو یہ بڑے مخمصہ میں پھنس گئے - لیکن بالاخر نجات پائي - انھوں نے بھي ایک مختصر رسالہ

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام

کیا نپولین مسلمان هوگیا تھا ؟

اٹھارھویں صدي کے اوائل کا ایک تاریخي مبحث

نپولین کا حملۂ مصر اس کي فاتحانه اولالعزمیوں کا ایک غیر معمولي واقعه ھے - اُس کي زندگي کے تمام مورخوں نے یه واقعه بڑي شرح و تفصیل سے لکھا ھے - یکم جولائي سنه ۱۷۹۸ ع کو فرانسیسي فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا ' اور سنه ۱۸۰۱ ع میں واپسي پر مجبور هوئي تھي -

لیکن اس حمله کي داستان کا ایک واقعه ایسا ھے جس میں نه توتمام مورخ متفق هوسکے - نه کوئي ایک رائے مضبوطي کے ساتھه ظاهر کي جاسکي - بعضوں نے اُسے اِس درجه غیر وقیع تصور کیا که یکقلم نظر انداز کر دیا - بعضوں نے اس قدر اهمیت دي که خاص خاص عنوان اور ابواب اُس کے لیے ترتیب دیے - نپولین کے عهد میں اور اُس کے کچھه عرصه بعد تک اُس کي مخالفت اور موافقت کے جذبات نهایت شدید تھے - اس لیے یه واقعه مخالفوں کے لیے بهت زیاده اهم ' مگر موافقوں کے لیے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا -

یه نپولین کے مسلمان هونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاهر کرنے کا واقعه ھے -

تمام تاریخدان متفق هیں که نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے هي ایسے اعلانات طیار کر لیے تھے جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا اور مملوکوں کے خلاف (جو وهاں عملاً حکمراني کر رهے تھے اگرچه حکماً سیادت دولۂ عثمانیه کو حاصل تھي) اُبھارا تھا - ان اعلانات میں نپولین نے یه بھي لکھا تھا " میں اسلام و قرآن کا مخالف نهیں هوں - بلکه سچا حامي هوں - میں چاهتا هوں ' اصلي اسلام تازه هوجائے ' اُس کي عظمت و شوکت برقرار رهے ' اور اُس کے دشمن ناکام و نامراد هوں " اس میں بھي سب کا اتفاق ھے که اس نے مصر جاتے هوئے راسته میں اسلام اور قرآن کي نسبت غیر معمولي واقفیت حاصل کرلي تھي - وہ مصر کے علما و مشائخ کو اپني واقفیت سے متعجب کردینے کي کوشش کرتا ' اور اُنھیں بار بار یقین دلاتا که اسلام کي بهت بڑي عزت اُس کے دل میں ھے - اس سے بھي کسي نے انکار نهیں کیا ھے اور خود اُس نے بھي اپنے سینٹ هلینا کے خود نوشته تذکره میں اعتراف کیا ھے ' که اسلام قبول کرنے کے مسئله پر اُس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کي تھي ' اور وه کم سے کم شرطیں معلوم کرلي تھیں جو مسلمان هونے کے لیے ضروري هیں - یه واقعه بھي مسلم ھے که اُس کے بعض فوجي افسر مسلمان هوگئے تھے اور مسلمان خاندانوں میں رشته داریاں کرلي تھیں - چنانچه ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجي حاکم منتخب هوا تھا ' علانیه مسلمان هوگیا تھا ' اور " عبدالله جاک " کے نام سے مشهور تھا - اُس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھي کر لیا تھا -

لیکن ان تمام متفقه امور کے ساتھه جس بات میں اختلاف ھے ' وه یه ھے که نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھي ظاهر کیا تھا یا نهیں ؟

اُس کے مخالفین کهتے هیں - وه مسلمان هوگیا تھا - یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاهر کیا تھا - اُنھوں نے نپولین کے جرائم کي فهرست میں یه واقعه بھي شامل کیا ھے ' اور اس سے اُسکي طبعي منافقت ' بے دیني ' اور ابن الوقتي پر استدلال کیا ھے -

نپولین نے جب شام پر حمله کیا ' تو سر سڈني اسمتھه نے جو انگریزي بیڑه کا امیر البحر تھا شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا - اسمیں لکھا تھا : " وه انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحي بهادر ھے پوري طرح بھروسه کریں ' اور نپولین کي کچھه پروا نه کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا ' اور اب مصر کے شیخوں کے هاتھه پر مسلمان هو چکا ھے ! "

نپولین کے مشهور بحري حریف لارڈ نیلسن نے اپني مشهور اور تاریخي آشنا ' لیڈي هملٹن کو لکھا تھا :

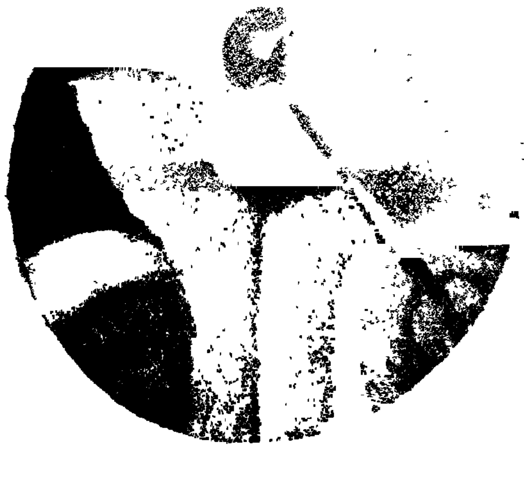
" یه کوئي تعجب کي بات نهیں که وه (نپولین) مصر میں دین محمدي کا غازي بن گیا ھے اور اِسکي خبریں هندوستان کے تباه شده مسلمان نبابوں (نوابوں) تک پہنچ گئي هیں - مجھے یقین ھے - اگر اُسے اسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کي ضرورت هوتي تو وه بلا تامل اپنے تمام فوجي افسروں کے ساتھه اُس درخت کے تنه کي پوجا شروع کر دیتا جسپر وه مردوں کي کھوپڑیاں رکھا کرتے هیں ! "

انقلاب فرانس کا مشهور ابن الوقت ٹیلرانڈ ' Talleyrand نپولین کے تذکره میں لکھتا ھے " اُس نے کبھي اس بات پر ندامت ظاهر نهیں کي که وه مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کي پگڑي اور جبه پهنکر گیا تھا ' اور کها تھا ' میں دین محمدي زنده کرنے اور اسکے لیے جنگ مقدس کرنے آیا هوں ! "

نپولین کا مشهور انگریز سوانح نویس ایلیسن کهتا ھے " یه اُس کي زمانه ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیاده مکمل مظهر تھا - اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباه نه کر دیا هوتا اور قسمت اس سے موافق هوتي ' تو یقیناً وه هندوستان کے ساحل پر قرآن حمایل کیے هوے اُترتا ' اور حیدر علي سے کهتا : میں دین محمدي کے دشمنوں کو هندوستان سے نکالنے کیلیے آگیا هوں - اُسکے بعد اگر وه دیکھتا که هندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے اور انگریزوں کے برخلاف اُبھارنے کیلیے اِسکي ضرورت ھے که اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاهر کرے ' تو اس میں بھي اُسے اُتنا هي تامل هوتا ' جتنا تامل مسلمان هونے میں هوا تھا ! " -

سر والٹر اسکاٹ کا قلم اُن تمام انگریز اهل قلم میں جنھوں نے اُس عهد میں نپولین پر قلم اُٹھایا ھے ' زیاده مستند تسلیم کیا گیا ھے - وه بھي اس واقعه میں نپولین کي " منافقانه طبیعت " کا پورا ظهور دیکھتا ھے اور لکھتا ھے " مصر کے متعصب شیخ صرف ایک

شیخ خلیل بکري
جو فرانسیسیوں کے زمانه میں نقیب السادات مصر تھے -



درج کیے جاتے تھے - یه دنیا میں عربي زبان کا سب سے پہلا اخبار تھا - اس کي تحریر سید مذکور کے ذمه تھي - اس طرح واقعات و حوادث کي کتابت و تدوین کا انھیں ایسا مستند موقعه مل گیا جو دوسروں کو حاصل نه تھا - سنه وفات ۱۲۳۰ ھ ھے -

(دو شامي مورخ)

لیکن مصر سے باھر دو مشرقي قلم آور بھي تھے جو اس عہد کے حوادث و سوانح ضبط کتابت میں لا رھے تھے : نقولا ترک ' اور امیر حیدر شہاب -

پہلا مصنف لبنان کے ایک مسیحي خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قسطنطنیه سے آکر وھاں مقیم ھوگیا تھا - اِس نے نپولین کي زندگي ھي میں نپولین کي تاریخ عربي زبان میں لکھي تھي جس کا پہلا حصه مع فرانسیسي ترجمه کے سنه ۱۸۳۹ ع میں پیرس سے شائع ھوا - اس حصه میں فرانسیسیوں کے مصر سے اخراج تک کے واقعات درج ھیں - اس کتاب کي قدر و قیمت بہت بڑہ جاتي ھے جب خیال کیا جائے ' که یه مشرق کي سب سے پہلي کتاب ھے جو نپولین کے حالات میں لکھي گئي ' اور اُس وقت لکھي گئي جب خود یورپ میں بھي اس کي کوئي بڑي تاریخ نہیں لکھي گئي تھي - نپولین کے حملۂ شام کے واقعات کا بڑا حصه مصنف کے چشم دید واقعات میں سے ھے - اس نے سنه ۱۲۴۴ - مطابق سنه ۱۸۲۸ - میں انتقال کیا -

امیر حیدر لبنان کے خاندان " شہاب " کا ایک صاحب علم و قلم امیر تھا اُس نے کئي کتابیں شام و لبنان کي تاریخ میں لکھي ھیں جن میں نپولین کے حملۂ مصر و شام کے حوادث بھي آگئے ھیں - ان میں سے غرر الحسان اور نزھة الزمان خصوصیت کے ساتھه قابل ذکر ھیں - امیر موصوف کا سال وفات سنه ۱۲۵۱ - مطابق ۱۸۳۵ ع ھے -

(علماء مصر کي تصویریں)

فرانسیسیوں نے مصري دیوان کے تمام ارکان کي تصویریں کھینچ لي ھیں - اور بطور عجائب شرق کے اپنے ساتھه فرانس لے گئے تھے - جبرتي نے یه تصویریں دیکھي ھیں ' اور ان کي صناعیوں پر تعجب ظاھر کیا ھے - مستشرق مارسل نے جسے نپولین عربي طباعت کے اھتمام کے لیے اپنے ساتھه لایا تھا ' اپني کتاب " معلومات مصر " میں یه تمام تصویریں درج کردي ھیں - ھم اُن میں سے شیخ شرقاوي ' شیخ بکري ' اور شیخ سلیمان فیومي کي تصویریں اس تحریر کے ساتھه شائع کررھے ھیں - ان سے اُس عہد کے علماء و مشائخ مصر کي وضع و قطع اور شکل و شمائل نظروں کے سامنے آجائیگي - مصر و شام میں تاریخ اسلام نے ازمنۂ وسطی سے لیکر بارھویں صدي تک ' معاشرتي زندگي تقریباً یکساں رھي ھے - اس لیے یه تصویریں اگرچه صرف ڈیڑہ سو برس پیشتر کي ھیں ' لیکن اُن کي وضع و قطع سے تقریباً چار سو برس پیشتر تک کي وضع و قطع کا اندازہ کر لیا جاسکتا ھے - ساتویں ' آٹھویں ' اور نویں صدي ھجري کے علماء مصر شام ' مثلاً امام ذھبي ' امام مزي ابن دقیق العید ' تقي الدین سبکي ' حافظ برزالي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' حافظ سخاوي ' جلال الدین سیوطي ' وغیرھم کا لباس اور وضع و قطع تقریباً ایسي ھي ھوگي ' جیسي شرقاوي اور فیومي کي ھے - شیخ بکري کي زندگي چونکه امراء کي سي زندگي تھي ' اس لیے وہ سمور کا چغه پہنے ھیں اور ھاتھه میں مصر شبقه یعنے تمباکو کا پائپ ھے -

(عربي مورخین کي شہادت)

اب دیکھنا چاھیے که نپولین کے اظہار و عدم اظہار اسلام کے بارے میں ان مورخین کي شہادت کیا ھے ؟ اس بارے میں سب سے زیادہ معتبر شہادت انھي لوگوں کي ھوسکتي ھے - ان میں سے چند مورخ تو خود اُن لوگوں میں سے ھیں ' جن کے سامنے نپولین کے اظہارات ھوئے ھونگے - مثلاً شیخ مہدي شیخ الازھر ' اور شیخ شرقاوي رئیس الدیوان - اور بعض ایسے ھیں جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رھے ھیں اور اس بارے میں کوئي خاص مورخانه تعصب نہیں رکھتے - مثلاً شیخ جبرتي اور سید اسماعیل خشاب -

ان کي شہادت یه ھے که نپولین نے نه صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاھر کیا تھا ' بلکه مسلمان ھونے کا بھي دعویٰ کیا تھا - وہ اسلامي لباس پہنکر علماؤ مشائخ سے ملتا ' مسجد میں جاتا ' اور نماز جمعه میں شریک ھوتا - چنانچه ... اپني تصویر بھي اس لباس میں اُتروائی تھي ... وجود ھے ' اور جسے پروفیسر مارسل نے اپني کتاب میں ... ھے - مزید تفصیل آئندہ نمبر میں ملیگي -



... فیومي
جو اُس عہد ... علماء مصر میں سے تھے

حوادث مصر پر لکھی ہے : " الوقائع و النوازل " سنه ۱۲۳۲ ھ مطابق سنه ۱۸۱۶ میں انتقال کیا -

(۳) سید خلیل البکري - مصر میں عرصه سے خاندان وفائیه کا سجادۂ طریقت قائم ہے - جونکه نسلاً حضرة " ابوبکر " کي اولاد میں هیں - اسلیے " بکري " کہلاتے هیں - جو شخص سجادہ نشین هوتا ہے ' اسے " نقیب السادات " کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے جو سرکاري لقب ہے - نپولین کے زمانه میں سجادہ نشین شیخ خلیل تھے - نپولین نے انھیں بھي دیوان کا رکن چنا تھا - ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسي افسروں میں بہت زیادہ رسم و راہ پیدا ہوگئي تھي نپولین اکثر اِنکے مکان پر آتا - یه اُسکي دعوتوں میں شریک هوتے - اِنھي نے نپولین کو ایک چرکسي غلام بطور هدیه کے دیا تھا جسے نپولین اپنے همراہ فرانس لے گیا تھا - یه شاعر اور ادیب تھے - اُسوقت کے حوادث مصر پر متعدد قصائد لکھے



نپولین مصري اسلامي لباس میں

جب اس نے جامع ازهر اور جامع حسیني میں نماز جمعه ادا کی تھی

هیں - بعض فرانسیسي مستشرقین اپنے ساتھ لیگئے اور پیرس میں ترجمه کے ساتھ شائع کیا - سنه ۱۲۳۵ ھ مطابق سنه ۱۸۲۰ میں انتقال کیا -

(۴) شیخ محمد مہدي یه اُسوقت جامع ازهر کے شیخ تھے - اصلاً قبطي تھے - بچپنے میں مسلمان هوگئے اور ازهر میں تحصیل علوم کرکے علم و فضل کا درجه حاصل کرلیا یہانتک که مشیخت کے درجه تک پہونچ گئے - یه بھي نپولین کے دیوان کے رکن تھے - انھوں نے ایک کتاب الف لیله کي روش پر تحفة المستیقظ لکھي تھي جسے فرانسیسي اپنے ساتھه لیگئے اور فرنچ ترجمه کے ساتھه پیرس میں چھاپ کر شائع کیا - انھوں نے سنه ۱۲۳۰ - مطابق ۱۸۱۵ ع میں انتقال کیا -

(۵) عبدالرحمن جبرتي - یه اُس عہد کا سب سے بڑا مورخ ہے - " جبرت " حبش کے قریب ایک موضع کا نام ہے - اس کے مورث

مرادبک مملوک

جو مصر کے دفاع میں نپولین سے لڑا مگر ناکام رها



اعلی رهیں سے مصر آئے تھے - جب نپولین مصر آیا اور دیوان شوری مقرر کیا ' تو اس کے لیے ایک کاتب کي ضرورت هوئي - اس کام پر اِسي کا تقرر هوا - اسطرح اِسے موقعه مل گیا که بہت زیادہ قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعه کرے -

اس نے اپنے زمانه کے حوادث مصر پر ایک ضخیم کتاب عجائب الآثار لکھي ہے جو تاریخ جبرتي کے نام سے مشہور ہے - اسمیں پہلے ابن ایاس کي تاریخ مصر کي آخري تاریخ سے لیکر اپنے وقت تک کے مختصر حالات دیے هیں تا که ابن ایاس کي تاریخ کے لیے یه تاریخ ذیل اور تکمله کا کام دیے - پھر سنه ۱۱۴۲ - هجري سے لیکر سنه ۱۲۳۶ - تک کے تمام اهم حوادث مصر تاریخ وار روز نامچه کي طرح لکھے هیں اور کوئي ضروري بات نظر انداز نہیں کی ہے - غالباً سنه ۱۲۴۰ - مطابق سنه ۱۸۲۵ ع میں انتقال کیا -

افسوس ہے ' اس تاریخ کي قدر و قیمت سے مشرقي دنیا برابر غافل رهي - حالانکه یه اٹھارهویں صدي کے اواخر اور انیسویں صدي کے اوائل کے حوادث مصر کي سب سے زیادہ مستند تاریخ ہے - نپولین کا حملۂ مصر اور محمد علي خدیو اول کا ظهور ' تاریخ مشرق کے نہایت اهم واقعات هیں - جبرتي نے انکي چشم دید سرگزشت ایک روز نامچه کي طرح مرتب کر کے پیش کردي ہے -

(۶) سید اسماعیل خشاب - نپولین اپنے ساتھه عربي حروف اور مطبع بھي لے گیا تھا ' اور اس سے ایک سرکاري اخبار بھي جاري کیا تھا - اِس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاري اعلانات



شیخ عبدالله شرقاوي

صاحب تحفة الناظرین و رئیس دیوان مصر

ادبیات

تین ہزار سال پہلے کی شاعری

قدیم مصری شاعری

مصر، دنیا کے قدیم ترین تمدن کا مرکز ہے۔ یونان اور روم جبکہ جہل کی ظلمتوں میں لپٹے پڑے تھے، تو مصر میں علم و حکمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔

دنیا "توت آنخ آمون" کے نام سے واقف ہو چکی ہے جال ہی میں اس کا مقبرہ اور صحیح وسالم جثہ برآمد ہوا ہے۔ ہم اسی بادشاہ کے ایک عزیز بادشاہ کے زمانہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نام "آمی نوتب" چہارم تھا۔ یہ "توت آنخ آمون" کا بہنوئی تھا، اور ۱۴۰۰ قبل مسیح میں مصر کے تخت پر حکمراں تھا۔

قدیم شاہان مصر میں اس بادشاہ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کے عہد میں مصر کا تمدن اپنے پورے عروج تک پہنچا۔ مصر نے صرف مادی ترقی ہی نہیں کی تھی معنوی ترقی کے بھی کئی مرحلے طے کئے تھے۔ اس سے پہلے مصریوں میں طرح طرح کے توہمات عام تھے۔ عام اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی صرف اسی طرح مل سکتی ہے کہ اس کی قبر پر شیطانوں کی تصویریں بنائی جائیں۔ میزوں پر کھانا پینا رکھا جائے۔ ننھی ننھی مورتیں اس کے کفن میں بطور تعویزوں کے لٹکا دی جائیں۔ خیال تھا یہ سب چیزیں "کا" کو زندہ کر دیتی ہیں، اور "کا" زندہ ہو کر مردے میں از سر نو روح پھونک دیتا ہے۔ قدیم مصری زبان میں "کا" وہی چیز ہے جسے آجکل ہمزاد کہا جاتا ہے۔ اُن کا بھی عقیدہ تھا کہ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ صرف موت اُسے جدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا چیزیں قبر میں مہیا کر دی جائیں تو ہمزاد کا تعلق مردے سے باقی رہتا ہے اور کبھی نہ کبھی اُس کی دوبارہ زندگی کا باعث ہوتا ہے۔

"آمی نوتب چہارم" نے یہ تمام متوہمانہ عقائد باطل کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر کے تمام دینی عقائد بھی بدل ڈالے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اور اُس کی بنیاد آفتاب پرستی پر رکھی۔ پہلے مصریوں کا معبود اعظم "آمون" تھا۔ اس بادشاہ نے اُسے منسوخ کر کے "اخناتن" کی عبادت جاری کی۔ "اخناتن" دو مصری لفظوں سے مرکب ہے "اخنا" اور "آتن"۔ "اخنا" کے معنی ہیں روشنی اور نور۔ "آتن" کا اطلاق سورج پر ہوتا تھا لیس "اخناتن" کے معنی ہوئے "سورج کی روشنی"۔

اس بادشاہ کے عہد کے بہت سے آثار اور مقبرے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقبروں میں مذکورۂ بالا خرافات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ ان میں نہ تو شیطانوں کی تصویریں ہیں، نہ چھوٹی چھوٹی مورتیں۔ نہ کھانے کے میز ہیں۔ ان میں جو کچھ ہے وہ بادشاہ اور ملکہ کے جلسوں اور جشنوں کی تصویریں ہیں، یا مصر کی روز مرہ کی زندگی کے مرقع ہیں۔ علماء مصریات کا خیال ہے کہ یہ آثار سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ اُس عہد کی زندگی ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

قدیم مصری نظم

اُسی عہد کے ایک قبرستان میں بہت سے اشعار کندہ ملے ہیں۔ یہ پڑھ لئے گئے ہیں۔ اِن کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ درحقیقت معبود اعظم "آتن" (آفتاب) کی تعریف و ستائش کے قصیدے ہیں لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہیں۔ یہ تین ہزار سال پہلے کی ترقی یافتہ انسانی ذہنیت دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شعر، انسانی جذبات و قلبی کیفیات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس مصری شعر کے اندر موجودہ انسانیت، اپنی قدیم شکل دیکھ سکتی ہے۔ ذیل میں اُس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"آتن" کا جلال!

کیا دلفریب ہے تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے رو پہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے!
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے، زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں، تمام زمینوں کو لئے ہوئے، جنھیں تو ہی نے بنایا ہے!
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں، انسانوں کو، جنھیں تو ہی نے پیدا کیا ہے!
وہ انسان، جنھیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا!
کہتے ہیں، تو دور ہے، بہت دور ہے!
مگر تو دور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں!
اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے
تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے!
آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں
منہ لپیٹے، بے حرکت، صرف سانس چلتی ہے!
کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں
اُنکے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے، مگر اُنھیں خبر نہیں!
شیر کچھاسے نکلتے ہیں، سانپ رینگنا شروع کرتے ہیں!
کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں؟
کیا دنیا رعب سے سناٹے میں نہیں ہے؟
ہاں سب کا بنانے والا افق کی محل سرا میں محو خواب ہے!

دن اور انسان

یہ کیسی ہماہمی ہے؟
زمین مسرت سے کیوں اچھل رہی ہے؟
دیکھو بادشاہ کی سواری افق میں نمودار ہو گئی!
تو نے کائنات روشن کر دی!
تاریکی کا پتہ نہیں!
تو آسمان پر، مگر تیری شعاعیں زمین پر!
یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے!
آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے
تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا!
سب نہا دھو کر گئے۔
سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اٹھ گئے۔
ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف!
تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے!

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔
درخت اور پودے کھلکھلانے لگے
چڑیاں بھی گھونسلوں سے اڑ گئیں
پر اٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں!
ہر پرند اڑ رہا ہے!
ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!

دن اور پانی

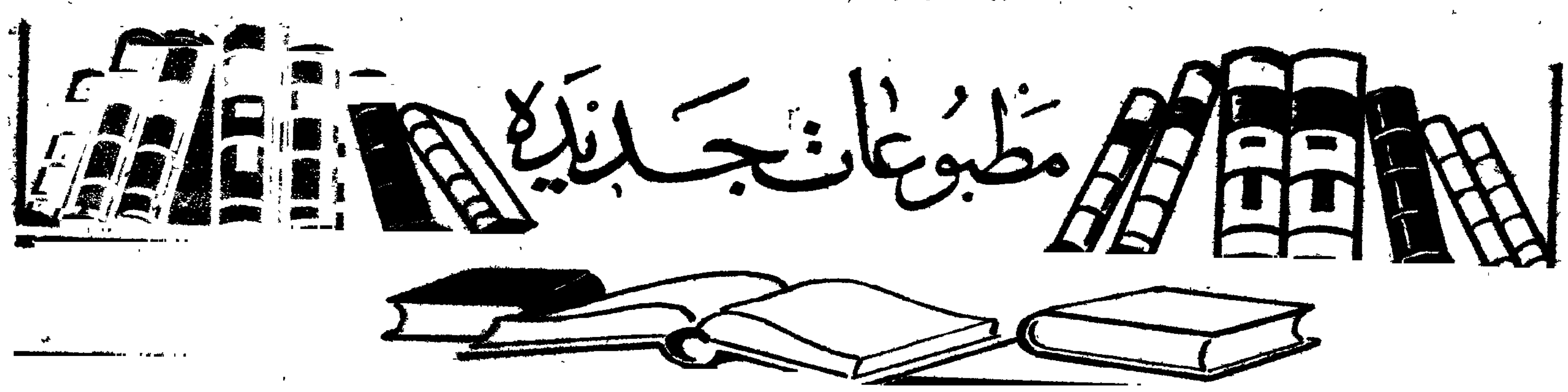
کشتیاں آنے جانے لگیں
اپنے مستول ہوا میں اڑاتی ہوئیں!
سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں!
مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں!
اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں!
تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں!
سمندر کی تہ پر پہنچ گئیں!

انسان کی پیدائش

تو ہی نے عورت سے انسان کو پیدا کیا!
تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!
ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!
وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے
رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!
تیرا دست شفقت اُس پر دھرا ہے!
ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور نور دیکھتا ہے!
تو اُس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!
تب وہ بولتا ہے!
پھر تو ہی اُس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے
اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیرا نام بڑا ہے!

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!
اُس کے اندر بچہ!
یہ تیری ہی قدرت ہے!
زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔
تو ہی نے انڈے میں سانس ڈالی۔
دیکھو، بچہ باہر نکل آیا!



پان یورپین تحریک اور امن عالم

ایک جرمن مدبر کی تجویزیں

اسوقت جبکہ جنیوا میں اسلحہ کی تخفیف و تحدید کے مسئلہ پر بحثیں ہو رہی ہیں' ایک نئی کتاب کے مضامین یقیناً دلچسپی کے ساتھ پڑھے جائینگے جو حال میں شائع ہوئی ہے' اور "پان یورپین تحریک" یعنی وحدۃ اقوام یورپ کی تحریک کے ایک جرمن داعی کاونٹ رچرڈ کوڈنہو کیلرگی Richard Caudenhove Kalergi کے قلم سے نکلی ہے -

اس کتاب میں مصنف نے پہلے امن عالم کی ضرورت پر بہت موثر پیرایہ میں نظر ڈالی ہے - پھر ثابت کیا ہے کہ اسکا تنہا ذریعہ یہی ہے کہ "یورپین طاقتوں کی روز افزوں ہتیار بندی موقوف کردی جاے" لیکن "ہتیار بندی" سے مقصود کیا ہے؟ صرف لوہے اور آگ کے ہتیار؟ مصنف اس سے انکار کرتا ہے - وہ کہتا ہے "صرف لوہے کے ہتیاروں سے نہتا کردینا کچھہ مفید نہ ہوگا - یورپ کو اُس کے سیاسی' اخلاقی' اور اقتصادی حربوں سے بھی نہتا کردینا چاہئے - اسکے بغیر ہتیار بندی کی مخالف تحریک بے فائدہ ہے - جبتک بغض و حسد کے چھالے قوموں کے دلوں میں موجود رہینگے' اُس وقت تک دنیا میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا"

اسکے بعد مصنف لکھتا ہے: "یورپ کی سلامتی کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں: مختلف قوموں کے ما بین عدل قائم ہو جاے' اور جنگ اور جنگ کے اسباب روکنے کے لیے سلطنتیں اپنی قوت استعمال کرنے پر متفق ہو جائیں"

آگے چلکر مصنف نے مختلف مغربی طاقتوں کی موجودہ جنگ جویانہ حالت پر نظر ڈالی ہے:

"وارسلیز کے معاہدہ نے جرمنی کو نہتا کردینے کا فیصلہ کردیا ہے - لیکن یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ جرمنی کو اُسکے مسلح پڑوسیوں کے درمیان نہتا کرکے چھوڑ دیا جاے؟ یورپ کے امن و امان کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام سلطنتیں ایک ساتھہ اور ایک ہی قسم کا قدم اٹھائیں - یا تو سب مسلح ہو جائیں' یا سب ہتیار رکھدیں - بعض کا ہتیار بند رہنا اور بعض کا ہتیار رکھدینا' امن کا نہیں جنگ کا موجب ہے"

"یورپین سواحل کی سلامتی کی سب سے زیادہ آسان اور عملی صورت یہ ہے کہ برطانیا اپنے جنگی بیڑے کے ذریعہ حفاظت کی ذمہ داری لے لے - نہ یہ کہ ہر سلطنت اپنی بحری قوت بڑھا کر جنگ کا ایک اور خطرہ پیدا کردے - اگر برطانیا اِس پر راضی ہو جائے کہ اپنا جنگی بیڑا یورپ کی ضرورتوں کیلیے وقف کردیگی تو بلا شک دنیا کا امن و امان یقینی ہو جایگا - لیکن برطانیا یہ اُسی وقت منظور کر سکتی ہے جب تمام دول یورپ طے کرلیں کہ اپنی مجموعی بحری قوت' برطانیا کی بحری قوت سے کم کر دینگی"

"ترکی کو مستثنی کر دینے کے بعد روس ہی ایک ایسی سلطنت ہے جسکی سرحدیں خشکی میں یورپ سے ملتی ہیں - روسی سرحدیں بہت وسیع ہیں اور بے شمار مشکلات کا سبب بنی ہوئی ہیں - روس کا اپنے تمام پڑوسیوں سے جھگڑا ہے - سب سے زیادہ اہم اُسکے سیاسی اور اجتماعی جھگڑے ہیں - پھر روس کی آبادی بھی بہت بڑی ہے - جنگی طیاریاں بھی عظیم ہیں - اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اُس کی اصلی غرض تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے - روسی مدبر حیرت انگیز مستعدی سے انقلاب کی تخم ریزی کررہے ہیں - جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ روس اپنے مقاصد کی اشاعت امن و آشتی سے کرنی چاہتا ہے' وہ سخت فریب خوردہ ہے - روس جنگ کو اپنے مقاصد کی کامیابی کا ایک ہی ذریعہ سمجھتا ہے"

"روس سے مفاہمت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ یورپ اُس کی سرحدوں کا احترام کرے اور وہ یورپ کی سرحدوں کا"

"یورپ کو کسی حال میں بھی روس پر حملہ کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے - نہ اُس کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کرنی چاہیے"

"یورپ کی داخلی سلامتی اُس وقت تک نا ممکن ہے جب تک اُس کے موجودہ سیاسی نظام میں کامل تبدیلی نہ ہوجائے - یورپ کی حفاظت کے لیے کوئی نہ کوئی نظام ضرور مرتب ہونا چاہیے"

"یورپ سے اچانک ہتیار رکھا لینا نا ممکن ہے - اِس معاملہ میں پیش قدمی اُن سلطنتوں کو کرنی چاہیے جو اِس کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہیں - جب یہ سلطنتیں باہم ایک رائے پر متفق ہو جائیں گی' تو دوسری سلطنتیں بھی اُن کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گی - جنگی قوت کے اعتبار سے یورپ کی نو سلطنتیں زیادہ اہم ہیں - اگر یہ آپس میں متحد الخیال ہو جائیں تو تمام دول یورپ کو سر جھکا دینا پڑیگا جن کی تعداد اِس وقت ۲۵ - ہے - مجلس اقوام یا دول عظمی میں سے کسی ایک کو اِس مقصد کے لیے کانفرنس بلانی چاہیے - کانفرنس میں حسب ذیل امور طے کرنے چاہئیں:

(۱) تمام دول یورپ پختہ عہد کرلیں کہ اُن میں سے کوئی کسی پر اعلان جنگ نہ کرے گی -

(۲) ہر باہمی نزاع مابین الاقوامی پنچائت کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کیا جایگا -

(۳) غیر یورپین حملوں کے مقابلہ میں تمام یورپ متحد ہو جائیگا -

(۴) اگر اس معاہدہ پر دستخط کرنے والی ایک سلطنت دوسری پر حملہ کرے گی' تو تمام دول مل کر اُسے سزا دینگی -

(۵) غیر یورپین سلطنتوں سے دول یورپ نے جتنے معاہدے رکھے ہیں' سب منسوخ کر دیے جائیں"

پوری قوت سے چلاتا ہو،
خالق کی ستائش کرتا ہو!
اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہو!

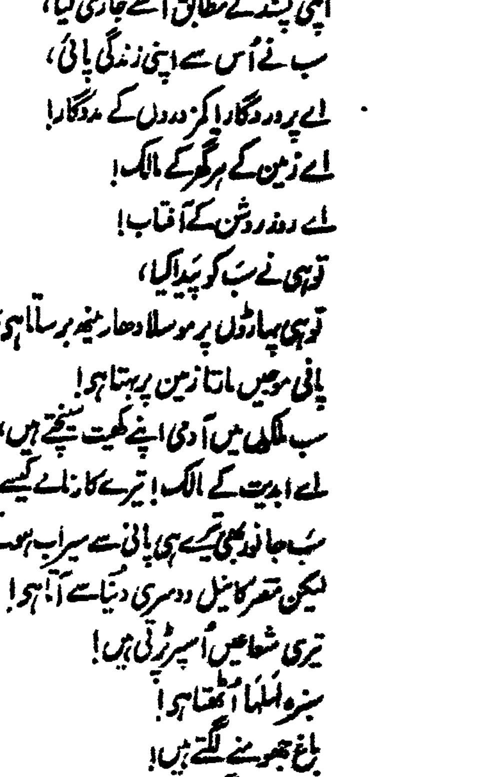
دُنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟
ہماری عقل سے بھی بالا ہیں!
اے ایک اکیلے معبود!
تیری جیسی قوت کس میں ہو؟
تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!
تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!
تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے!
تمام زمین کی مخلوق، پیروں سے چلنے والی!
تمام آسمان کی مخلوق، پروں سے اُڑنے والی!
تو نے سرزمین شام پیدا کی، نوبیا پیدا کیا!
تو ہی نے مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!
ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا!
اُس کی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!

اُسے دولت دی،
اُس پر موت لکھی،
سب کی شکلیں الگ الگ،
سب کی زبانیں جُدا جُدا،
کوئی کالا، کوئی گورا،
اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہو!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا،
اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا،
سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی،
اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار!
اے زمین کے ہر گھر کے مالک!
اے روز روشن کے آفتاب!
تو ہی نے سب کو پیدا کیا،
تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینہ برساتا ہو،
پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہو!
سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں،
اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں!
سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں
لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہو!
تیری شعاعیں اُس پر پڑتی ہیں!
سبزہ لہلہا اُٹھتا ہو!
باغ جھومنے لگتے ہیں!
تیرا نور زندگی ہو!
تجھی سے کائنات باقی ہو!



بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

۳

حضرت زینب نے پامال لاش دیکھی

دوسرے دن عمر بن سعد نے میدان جنگ سے کوچ کیا۔ اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ قرہ بن قیس (جو شاہد عینی ہی) روایت کرتا ہو کہ ان عورتوں نے جب حضرت حسین اور اُن کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں تو ضبط نہ کر سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر انکے قریب پہونچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بنت فاطمہ (علیہما السلام) کا یہ بین کسی طرح بھی نہیں بھولتا "اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ، حسین ریگستان میں پڑا ہے! خاک و خون سے آلودہ ہو! تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو! تیری بیٹیاں قیدی ہیں! تیری اولاد مقتول ہو! ہوا اُن پر خاک ڈال رہی ہو!" راوی کہتا ہو دوست دشمن کوئی نہ تھا جو اُنکے بین سے رونے نہ لگا ہو۔

(ابن جریر)

۷۲ سر!

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل ۷۲ سر تھے۔ شمر بن ذی الجوشن قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عزرہ بن قیس، یہ تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے

حمید بن مسلم (جو خولی بن یزید کے ساتھ حضرت حسین کا سر کوفہ میں لایا تھا) روایت کرتا ہو کہ حسین کا سر ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا۔ مجلس حاضرین سے لبریز تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ چھڑی آپکے لبوں پر مارنے لگا۔ جب اُسنے بار بار یہی حرکت کی تو زید بن ارقم صحابی چلا اُٹھے: "ان لبوں سے اپنی چھڑی ہٹالے۔ قسم خدا کی، میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہو کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے تھے اور اِن کا بوسہ لیتے تھے" یہ کہکر وہ زار قطار رونے لگے۔ ابن زیاد خفا ہوگیا "خدا تیری آنکھوں کو رُلائے! واللہ اگر تو بڈھا ہوکر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا!" زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے چلے گئے "اے عرب آج کے بعد سے تم غلام ہو! تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا۔ ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمھارے نیک انسان قتل کرتا اور تمھارے شریروں کو غلام بناتا ہو۔ تم نے ذلت پسند کرلی۔ خدا اُنھیں مارے جو ذلت قبول کرتے ہیں!"[۱] (بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہو مگر صحیح یہی ہو کہ ابن زیاد نے چھڑی ماری تھی)

ابن زیاد اور حضرت زینب

راوی کہتا ہو جب اہل بیت کی خاتونیں اور بچے عبید اللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت زینب نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اُن کی کنیزیں اُنھیں اپنے بیچ میں لئے تھیں۔ عبید اللہ نے پوچھا "یہ کون بیٹھی ہو؟" اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر اُن کی ایک کنیز نے کہا "یہ زینب بنت فاطمہ ہیں!" عبید اللہ شماتت کی راہ سے چلایا "اُس خدا کی ستائش جسنے تم لوگوں کو رُسوا اور ہلاک کیا، اور تمھارے نام کو بٹہ لگایا!" اسپر حضرت زینب نے جواب دیا "ہزار ستائش اُس خدا کے لئے جسنے ہمیں محمد صلعم سے عزت بخشی، اور ہمیں پاک کیا، نہ کہ جیسا تو کہتا ہو۔ فاسق رُسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بٹہ لگتا ہو!" ابن زیاد نے کہا "تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان سے کیا سلوک کیا؟" حضرت زینب بولیں "اُن کی قسمت میں قتل کی موت لکھی تھی اس لئے وہ مقتل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور اُنھیں ایک جگہ جمع کریگا اور تم باہم اُس کے حضور سوال و جواب کر لوگے!" ابن زیاد غضبناک ہوا۔ اُس کا غصہ دیکھ کر عمرو بن حریث نے کہا "خدا امیر کو سنوارے! یہ تو محض ایک عورت ہو۔ عورتوں کی بات کا خیال نہیں کرنا چاہیے"

پھر کچھ دیر بعد ابن زیاد نے کہا "خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا!" اسپر حضرت زینب اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں۔ بے اختیار رو پڑیں۔ اُنھوں نے کہا: "واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا! میری شاخیں کاٹ دیں! میری جڑ اُکھاڑ دی! اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہو تو ٹھنڈا ہو جائے!" ابن زیاد نے مسکرا کر کہا "یہ شجاعت ہو! تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا!" زینب نے کہا "عورت کو شجاعت سے کیا سروکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ تو دل کی آگ ہو!"

ابن زیاد اور امام زین العابدین

اس گفتگو سے فارغ ہوکر ابن زیاد کی نظر زین العابدین علی بن الحسین پر پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے اُن کا نام پوچھا۔ اُنھوں

---

[۱] بعض روایتوں میں ہو کہ حضرت انس نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

کہا "علی بن الحسین" ابن زیاد نے تعجب سے کہا "کیا اللہ نے علی بن الحسین کو قتل نہیں کر ڈالا؟" زین العابدین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا "بولتا کیوں نہیں؟" اُنھوں نے جواب دیا "میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اُسے مار ڈالا" ابن زیاد نے کہا "لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے!" اسیر زین العابدین نے یہ آیت پڑھی "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ!" اسپر ابن زیاد چلایا "خدا تجھے مارے! تو بھی اُنہی میں سے ہے" پھر اُسکے بعد ابن زیاد نے چاہا، انہیں بھی قتل کر ڈالے لیکن زینب بیقرار ہو کر چیخ اٹھیں "میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مؤمن ہے اور اس لڑکے کو ضرور ہی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے ابھی کے ساتھ مار ڈال!" امام زین العابدین نے بلند آواز سے کہا "اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے اپنا ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد اُن کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجنا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر اُن سے برتاؤ کرے" ابن زیاد دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے؟ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے۔ اچھا، لڑکے کو چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے" (ابن جریر کامل۔ وغیرہ)

ابن عفیف کا قتل

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اُس خدا کی تعریف کی "جس نے حق کو ظاہر کیا، حق والوں کو فتحیاب کیا، امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور اُن کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور اُس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔۔۔!" یہ سنکر عبداللہ بن عفیف ازدی (جو حضرت علی کے مشہور صحابی تھے اور جنگ جمل و صفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھو چکے تھے) کھڑے ہو گئے اور چلائے "خدا کی قسم اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو ہے نہ کہ حسین بن علی" ابن زیاد نے یہ سنکر اُنھیں قتل کروا ڈالا۔

یزید کے سامنے

اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسین کا سر بانس پر نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ یزید کے پاس بھیجدیا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہونچا، میں یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اُس سے سوال کیا "کیا خبر ہے؟" قاصد نے جواب دیا "فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسین بن علی اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ۶۰ حمایتیوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے اُنھیں گھیر کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپکو ہمارے حوالہ کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں۔ اُنھوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن پر حملہ بول دیا۔ جب تلواریں اُنکے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہر طرف بھاگنے اور جھاڑیوں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر، باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ اسوقت اُنکے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ اُنکے کپڑے خون میں تر بتر ہیں۔ اُن کے رخسار غبار سے میلے ہو رہے ہیں، اُن کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گدھوں کی خوراک بن گئے ہیں!"

یزید رونے لگا

راوی کہتا ہے یزید نے یہ سُنا تو اُس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ کہنے لگا "بغیر قتل حسین کے بھی میں تمھاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (یعنی ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین سے ضرور در گذر کر جاتا۔ خدا حسین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!" قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا (ابن جریر۔ کامل

خدا ہی موت کے وقت جانیں لیتا ہے۔ کوئی بھی بغیر اس کی اذن کے مر نہیں سکتا۔

(تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تأثر

یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسین اور اُن کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو اُسنے یہ شعر پڑھا:

یفلقن ہاما من رجال اعزۃ   علینا وہم کانوا اعق واظلما

تلواریں ایسوں کے سر پھاڑتی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں، حالانکہ در اصل وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا "واللہ اے حسین! اگر میں یہاں ہوتا تو تجھے ہرگز قتل نہ کرتا!"

اہل بیت دمشق میں

حضرت حسین کے سر کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کو بھی دمشق روانہ کر دیا۔ شمر بن ذی الجوشن اور محفز بن ثعلبہ اس قافلے کے سردار تھے۔ امام زین العابدین راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچکر محفز بن ثعلبہ چلایا "میں امیر المؤمنین کے پاس فاجر کمینوں کو لایا ہوں!" یزید یہ سنکر خفا ہوا۔ کہنے لگا "محفز کی ماں سے زیادہ کمینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے پیدا نہیں کیا!"

یزید اور امام زین العابدین

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا۔ اہل بیت کو بھی بٹھایا اور امام زین العابدین سے مخاطب ہوا "اے علی! تمھارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا، میرا حق بھلایا، میری حکومت چھیننا چاہی اسپر خدا نے اُس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے ہو"

امام زین العابدین نے جواب میں یہ آیت پڑھی: "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور"[1] یہ جواب یزید کو ناگوار ہوا۔ اُسنے چاہا اپنے بیٹے خالد سے جواب دلوائے۔ مگر خالد کے سمجھ میں کچھ نہ آیا تب یزید نے خالد سے کہا "کہتا کیوں نہیں" "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر"[2]

پھر یزید دوسرے بچوں اور عورتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُنھیں اپنے قریب بلا کر بٹھایا۔ اُن کی ہیئت خراب ہو رہی تھی۔ دیکھ کر متاسف ہوا اور کہنے لگا "خدا ابن مرجانہ کا بُرا کرے! اگر تم سے اُس کا کوئی رشتہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، نہ اس حال سے تمھیں میرے پاس بھیجتا"

حضرت زینب کی بیباکانہ گفتگو

حضرت فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ "جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اُسنے ہم پر ترس ظاہر کیا۔ ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اسی اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "امیر المؤمنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجئے" اور میری طرف اشارہ کیا۔ اُسوقت میں کمسن اور خوبصورت تھی۔ میں خوف سے کانپنے لگی اور اپنی بہن زینب کی چادر پکڑ لی۔ وہ مجھ سے بڑی تھیں، زیادہ سمجھدار تھیں، جانتی تھیں یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اُنھوں نے چیخ کر کہا "تو کمینہ ہے۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اسکا حق ہے!" اس جرأت پر یزید کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا "تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے۔ اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں" زینب

---

[1] تمھاری کوئی مصیبت بھی نہیں جو پہلے سے لکھی نہ ہو۔ یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس نہ کرو اور فائدہ پر مغرور نہ ہو۔ خدا مغروروں اور فخر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ [2] جو مصیبت بھی آتی ہے خود تمھارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ اور بہت سی غلطیاں تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

آمریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کے افراط کا ردِ فعل - آمریکہ کی عورتیں زندگی سے بیزار ہو رہی ہیں اس لئے کہ زندگی کی نسوانی مسرتیں ناپید ہو گئی ہیں!

آمریکہ عجائب و غرائب کی دنیا ہے، تجارت، صنعت و حرفت، دولت، علم کی ایسی فراوانی ہے کہ اُس کا تصور بھی بیرونی دنیا کے لئے مشکل ہوگا۔ دنیا کا عام خیال یہ ہے کہ دولت اور مادی طاقت حاصل ہو جائے تو دنیوی زندگی کی تمام راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں - پھر کیا آمریکہ میں ...... زندگی کی راحتیں حاصل ہیں؟ کیا آمریکن مسرتِ حیات کی جستجو سے فارغ ہو گئے ہیں؟

مجھے بغیر کسی تأمل کے جواب دینا ہے کہ نہیں!

قوموں کی اجتماعی زندگی کا مرکزی نقطہ عورت ہے۔ اسی کی زندگی سے ہم سوسائٹی کی اجتماعی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں - عورت، انسانی سوسائٹی کی نبض ہے - قومی مزاج کا پورا حال، اس نبض پر انگلی رکھنے سے آشکارا ہو جاتا ہے - عورت، قوموں کی سعادت و شقاوت کا آئینہ ہے وہ پوری قوم کو اپنے وجود میں پیش کرتی ہے!

آمریکہ کی موجودہ اجتماعی زندگی کے سکون یا اضطراب کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے "آمریکن عورت کی دماغی سیرۃ پر نظر ڈالنی چاہئے۔

چند دن ہوئے مڈل ویسٹ میں ایک کمیٹی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اُن اسباب کی تحقیق کرے جنھوں نے تیس سال سے ۴۵ سال کی عمر والی شادی شدہ عورتوں کو اپنی موجودہ زندگی سے بیزار کر رکھا ہے اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۹۳ صفحوں میں شائع کی ہے۔ تمام اسباب و حالات پر بحث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ "آمریکن عورت، علم کے ہاتھوں پریشان ہے!"

اس اجمال کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے:

امریکن دلہن

شہروں کو چھوڑ کر قصبوں کا بھی یہ حال ہے کہ آمریکن دلہن اپنے نئے گھر میں پہنچتی ہے تو علم و فضل سے آراستہ ہوتی ہے، اچھی طرح اُن علمی و صناعی آلات کے استعمال سے واقف ہوتی ہے جن سے اُسے اپنا گھر چلانا ہے آمریکہ کی گھریلو زندگی میں بھی کلیں داخل ہو گئی ہیں - بہت کم کام عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے - تمام کام آلات سے لئے جاتے ہیں جن میں ایک طرف تو محنت کم ہوتی ہے دوسری طرف وقت بھی بہت بچتا ہے - گھر میں روز کے مشکل کام، گھر کی صفائی، برتنوں کی دھلائی کھانا پکانا، کپڑے دھونا ہیں - لیکن اِن کاموں میں عورت کو بہت کم محنت کرنا پڑتی ہے۔ مشینیں اور آلات اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں - عورت جلد ان سے فارغ ہو جاتی ہے - اگر گھر میں بچے نہیں ہیں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہے۔

وہ سوچتی ہے "اب میں کیا کروں؟" اُسے اخبار کا خیال آتا ہے اخبار پڑھنے لگتی ہے، پھر رسالے دیکھتی ہے - پھر کتابیں مطالعہ کرتی ہے۔ مگر کب تک؟ تھک جاتی ہے - اب سوچتی ہے "کیا کروں؟" اس سوال کا اُسے کوئی جواب نہیں ملتا - جماہیاں لیتی ہے - اونگھنے لگتی ہے - سو جاتی ہے - مگر جاگتے ہی پھر یہی بھیانک سوال اُس کے سامنے آ موجود ہوتا ہے اور وہ کوئی جواب نہیں پاتی!

"آہ! میری مسرت!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہتی ہے "میری شادی تو ہو گئی، مگر میری مسرت کہاں ہے؟" وہ اپنے شوہر کا خیال کرتی ہے - شوہر اُس کی نظر کے سامنے کہاں ہے؟ وہ تو اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور اپنی بیوی کی طرف سے بالکل غافل تجارتی حساب میں مستغرق ہے! عورت سوچتی ہے "میرے شوہر کو کبھی مجھ سے محبت تھی؟" ممکن ہے کبھی ہو، مگر اب تو اُسے محبت پر غور کرنے کی مہلت ہی کہاں ہے؟ اب اُس کی تجارتی زندگی نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا ہے - اب تو اُسے بیوی کی جگہ "ڈالر" (امریکن سکہ) سے محبت ہے - ہفتہ کے ۶ دن تجارت میں منہمک رہتا ہے - گھر میں آتا ضرور ہے - مگر اس قدر متفکر، اس قدر پراگندہ خاطر، اس قدر خستہ، کہ اُسے اپنی "قدیم محبوبہ" سے ملاطفت کا خیال بھی نہیں ہوتا - اُس کا جسم گھر میں ہوتا ہے، دماغ دفتر میں - باتیں بیوی سے کرتا ہے، خیال حساب میں ہوتا ہے - بیوی ضبط کرتی ہے اور ضبط کرتی ہے - بے صبری سے اتوار کا انتظار کرتی ہے - لو اتوار بھی آگیا! مگر شوہر اس کے پہلو میں نظر نہیں آتا - آج اتوار ہے، وہ میدان میں "گولف" یا "فٹ بال" کھیل رہا ہے - ہفتہ کے ۶ دن سخت دماغی کام کیا ہے - آج اپنی "تندرستی" کا حق ادا کر رہا ہے!" مگر اس کی بدنصیب بیوی کا حق؟ بیوی کا حق تو "ڈالر"، "تجارت" اور "صحت" کی چکی میں پڑ کر پس گیا!

بیوی کا دل گھر سے اُچاٹ ہو جاتا ہے - میدانوں، تماشہ گاہوں اور کلب گھروں کی راہ لیتی ہے - مگر بالکل عبث - گھر میں تسلی نہیں ملی - دوسری جگہ کب مل سکتی ہے؟

علم حقائقِ اشیاء

آمریکہ کی سب سے زیادہ قابل فخر درسگاہیں، مشترک زنانہ مردانہ یونیورسٹیاں ہیں - لیکن امریکن عورت کی خانگی شقاوت کی بنیادیں بھی یہیں ملتی ہیں - یہاں عورت اپنی زندگی کے بہترین تین چار سال گذارتی ہے - وہ کیا سیکھتی ہے؟ اعلیٰ دقیق علوم: فلسفہ، علم النفس، علم الحیاۃ وغیرہ وغیرہ جو اُس کی جنسی زندگی میں ہرگز کوئی کام نہیں دیتے - ایک دن میں نے ایک خوبصورت دوشیزہ سے سوال کیا "تم یہ علوم کیوں پڑھتی ہو؟" اُسنے فوراً جواب دیا "حقائقِ اشیاء معلوم کرنے کے لئے!" لیکن اب "حقائقِ اشیاء" کا یہ قیمتی علم بلائے جان ہو گیا ہے!

آمریکہ کے تمام جواں مرد اور عورتیں اسی حقائقِ اشیاء کے جنون میں مبتلا ہیں - پھر یہ حقائق "علمی اصول" پر معلوم ہونے چاہئیں! وہ زندگی کی ہر بات "علمی مسئلہ" کی شکل میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہر علمی مسئلہ محل بحث و نظر ہے! محبت، شادی، اولاد، بچے، خانہ داری، کھیل، یہ سب اپنی جگہ پر "حقائق" ہیں، "علمی مسائل" ہیں۔ علم الحیاۃ اور علم الاقتصاد کے اصول پر انھیں حل ہونا چاہئے! پھر وہ حل بھی ایسا ہو جو ہر اعتبار سے علمی و منطقی ہو! یہی سبب ہے کہ آمریکہ میں جرأت کی مثالیں کم ملتی ہیں - آمریکن نوجوان اُسی کام میں جرأت دکھاتا ہے، جس میں جرأت کرنا اقتصادی حیثیت سے مفید ہو - آمریکہ کی یہ مشترک یونیورسٹیاں اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ "مرد اور عورت کی تفریق باطل ہو جائے" یہ قول ایک یونیورسٹی کی خاتون پرنسپل کا ہے - ایک مشہور فرنچ پروفیسر کے سامنے میں نے یہ قول نقل کیا، تو وہ چلا اُٹھا "اُف، ناقابل تصور منگنی ہے!" زندگی کے قدرتی جذبات کی لطافت کی جگہ اب ایک سرتاپا منطقی اور آلاتی زندگی ہے جس میں آمریکہ کا ہر فرد مبتلا ہو گیا ہے!

ناول اور افسانے

میں نے بہت سی یونی ورسٹیوں کے کتب خانوں کی سیر کی - مجھے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ اُن کی فہرستیں ناولوں اور افسانوں سے تقریباً خالی ہیں - اقتصادیات، طبیعیات، فلسفہ، نفسیات غرضکہ دقیق علوم کی کتابیں بھری ہوئی ہیں - آمریکن نوجوان زیادہ زیادہ تر یہی خشک کتابیں پڑھتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ رقیق جذبات اُن میں بہت کم ہو گئے ہیں - مادی اور فلسفی ہو کر رہ گئے ہیں، روح اور قلب کی قوتیں دب گئی ہیں۔

مہارت فنی کا غلو

پھر آمریکہ کی خانگی زندگی کو تلخ بنانے والی ایک چیز اندھی بھی مردوں کی تعلیم عام طور پر کسی ایک خاص علم و فن ہی کی ہوتی ہے تاکہ کسی ایک پیشہ میں درجۂ اختصاص حاصل ہو جائے - نتیجہ یہ ہے کہ اگر اُسکی بیوی بھی اُس خاص فن میں ماہر نہیں ہوتی جسمیں اُس کے شوہر نے مہارت حاصل کی ہے، تو دونوں کی زندگی میں بے لطفی بلکہ تلخی پیدا ہو جاتی ہے - شوہر کا دماغی رجحان اور بیوی کا دماغی رجحان باہم مختلف ہو جاتا ہے - دونوں اپنی صحبتوں کے لئے کوئی دلچسپ موضوع بحث نہیں پاتے - رسمی گفتگو کے بعد اپنے اپنے خیالات میں غرق ہو جاتے ہیں - اُسوقت عورت کو محسوس ہوتا ہے کہ اُسنے جو تعلیم یونی ورسٹی میں حاصل کی تھی، بے فائدہ نکلی - وہ افسوس سے ہاتھ ملتی ہے - مگر افسوس کرنے سے خانگی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی!

قبل از وقت شادی

اِن مشترک تعلیم گاہوں نے ایک اور سخت مضرت بھی پیدا کر دی ہے - نوجوان مرد اور عورتیں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اُن میں تدریج دوستی پیدا ہو جاتی ہے - دوستی محبت کی شکل اختیار کرتی ہے - اور محبت کا نتیجہ شادی ہوتا ہے - یہ کچھ بُرا نہ تھا، اگر ایسی عمر میں ہوتا جو پختہ کاری کی عمر ہے - لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر شادیاں ۱۹ اور ۲۱ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں، اور اس لئے سخت مشکلات کا پیش خیمہ بنجاتی ہیں - مرد اور عورت دونوں عملی زندگی کی ازدواجی ذمہ داریوں سے بے خبر ہوتے ہیں - بلکہ دونوں ہنوز طالب العلم ہوتے ہیں - گھر میں چار چار بچے کھیلتے ہوتے ہیں مگر اُن کے ماں اور باپ دونوں یونیورسٹی کے کمروں میں اساتذہ کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں! اس صورت حال سے جو پریشانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، محتاج بیان نہیں - لیکن تعجب ہے آمریکہ کے [illegible] اس کا سبب نہیں کہتے بلکہ

نے کہا ہرگز نہیں! خدا نے تھیں یہ حق ہرگز نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہو کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرو" یزید اور بھی زیادہ خفا ہوا۔ کہنے لگا "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہو!" زینب نے بلا تأمل جواب دیا "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہو!" یزید چلایا "اے دشمن خدا! تو جھوٹی ہو!" زینب بولیں "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہو۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہو۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہو!"

حضرت فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سنکر شاید یزید شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اِس پر یزید نے غضبناک آواز میں اُسے ڈانٹ بتائی "دور ہو کمبخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشے!"

یزید کا مشورہ کرنا

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر یزید شامی رؤسا و اُمرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "اِن لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بدسلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن بشیر نے کہا "انکے ساتھ وہی کیجئے جو رسول اللہ صلعم انھیں اِس حال میں دیکھ کر کرتے" حضرت فاطمہ بنت حسین نے یہ سنکر کہا "اے یزید! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں!" اِس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہوگئی۔ وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ انکے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جائے۔

یزید کی بیوی کا غم

اِس اثنا میں واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ ہند بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منھ پر نقاب ڈالا اور باہر آکر یزید سے کہا "امیر المؤمنین! کیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا سر آیا ہو؟" یزید نے کہا "ہاں! تم خوب رو، بین کرو، رسول اللہ کے نواسے اور قریش کے اصیل پر ماتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی قتل کر ڈالا، خدا اُسے بھی قتل کرے!"

"حسین کی اجتہادی غلطی!"

اِس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا "تم جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہو؟ یہ حسین کے اجتہادی غلطی کا نتیجہ ہو۔ اُنھوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہو۔ میرے نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں، اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں، اِس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں۔ حالانکہ اُن کا یہ سمجھنا کہ اُن کے والد میرے والد سے افضل تھے صحیح نہیں۔ علی اور معاویہ نے باہم جھگڑا کیا اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ رہا اُن کا یہ کہنا کہ اُن کی ماں میری ماں سے افضل تھی، تو بلاشبہ یہ ٹھیک ہو۔ فاطمہ بنت رسول اللہ میری ماں سے کہیں افضل ہیں۔ اِسی طرح اُن کا یہ کہنا کہ اُن کے نانا میرے نانا سے افضل تھے تو قسم خدائی، کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسین کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ یہ آیت بالکل بھول گئے "اللھم مالک الملک، توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیٔ قدیر" (ایضاً)

پھر اہل بیت کی خاتونیں، یزید کے محل میں پہونچائی گئیں۔ خاندان معاویہ کی عورتوں نے انھیں اِس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پیٹنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی

پھر یزید نے بلایا تو فاطمہ بنت حسین نے اُس سے کہا "اے یزید! کیا رسول اللہ کی لڑکیاں کنیزیں ہوگئیں؟" یزید نے جواب دیا "اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا کیوں ہونے لگا؟" فاطمہ نے کہا "بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی نہیں چھوڑی گئی" یزید نے کہا "تم لوگوں کا جتنا گیا ہو، اُس سے کہیں زیادہ میں تھیں دوں گا" چنانچہ جسنے اپنا جتنا نقصان بتایا، اُس سے دوگنا تگنا دیدیا گیا۔

یزید کا دستور تھا روز صبح شام کے کھانے میں علی بن حسین کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا۔ ایک دن حضرت حسن کے کم سن بچے عمرو کو بھی بلایا اور ہنسی سے کہنے لگا "تو اِس سے لڑیگا؟" اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسن نے اپنے بچپنے کے بھولے پن میں جواب دیا "یوں نہیں۔ ایک چھری مجھے دو، اور ایک چھری اسے دو، پھر ہماری لڑائی دیکھو!" یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمرو بن حسن کو گود میں اُٹھا کر سینے سے چمٹا لیا اور کہا "سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہو!"

یزید کی "زود پشیمانی"

یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں اُن کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا "کیا حرج تھا اگر میں خود تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا۔ حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ اُن کے مطالبہ پر غور کرتا، اگرچہ اِس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی۔ لیکن اِس سے رسول اللہ صلعم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جسنے حسین کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسین نے کہا تھا میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے اُن کی کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اور قتل کر ڈالا۔ اُن کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر! خدا کا غضب ابن مرجانہ پر!"

اہل بیت کو رخصت کرنا

پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے لگا تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا "ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسین کیساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی کوئی شرط بھی پیش کرتے تو میں اُسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں اُن کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو، مجھ سے برابر خط کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے، مجھے خبر دینا" بعد میں حضرت سکینہ برابر کہا کرتی تھیں "میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا!"

اہل بیت کی فیاضی

یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک معتبر آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اِس شخص نے راستہ بھر اِن مصیبت زدوں سے اچھا برتاؤ کیا۔ جب یہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینب بنت علی اور حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اُسے بھیجے اور کہا "یہ تمھاری نیکی کا بدلہ ہو۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہو کہ تمھیں دیں" اُس شخص نے زیور واپس کر دئیے اور کہلایا "واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلعم کے خیال سے تھا!"

مدینہ میں ماتم

اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جانگسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خاتونوں نے سُنا تو گھروں سے چلاتی ہوئی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم　　ماذا فعلتم وانتم آخر الامم؟

کیا کہو گے جب نبی تم سے سوال کریں گے کہ "اے وہ جو سب آخری امت ہو

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی　　منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا کہ اُن میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے پڑے ہیں!

مرثیہ

حضرت حسین کی شہادت پر بہت سے لوگوں نے مرثئے کہے۔ سلیمان بن قتہ کا مرثیہ بہت زیادہ مشہور ہوا۔

مررت علی ابیات آل محمد　　فلم ارھا کعھدھا یوم حلت

میں خاندان محمد کے گھروں کی طرف سے گزرا مگر وہ کبھی ویسے نہ تھے جیسے اُس دن جب ان کی حرمت توڑی گئی!

فلا یبعد اللہ الدیار واھلھا　　وان اصبحت من اھلھا قد تخلت

خدا ان مکانوں اور مکینوں کو دُور نہ کرے! اگرچہ وہ اب اپنے مکینوں سے خالی پڑے ہیں!

وان قتیل الطف من آل ھاشم　　اذل رقاب المسلمین فذلت!

کربلا میں ہاشمی مقتول کے قتل نے مسلمانوں کی گردنیں ذلیل کر دالیں!

وکانوا رجاءً ثم صاروا رزیۃ　　فقد عظمت تلک الرزایا وجلت!

ان مقتولوں سے دنیا کی اُمیدیں وابستہ تھیں مگر وہ مصیبت بن گئے۔ آہ! یہ مصیبت کتنی بڑی اور کتنی سخت ہو!

الم تر ان الارض اضحت مریضۃ　　لفقد حسین والبلاد اقشعرت

کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین حسین کے فراق میں بیمار ہو اور دُنیا کانپ رہی ہو؟

وقد اعولت تبکی السماء لفقدہ　　وانجمھا ناحت علیہ وصلت

آسمان بھی اُس کی جدائی پر روتا ہو۔ ستارے بھی ماتم کرتے اور سلام بھیجرہے ہیں!

ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہو ابھی یہ منزل دُور ہو۔ کم سے کم آئندہ انتخابات میں اُس کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اس ہفتہ حکومت انگورہ نے اعلان کردیا ہو کہ عورتوں کو حق انتخاب بالفعل نہیں دیا جاسکتا۔ جس یہ بتائی ہو کہ اُنھوں نے ابھی کافی ترقی نہیں کی ہو۔

برطانیہ کی سازشیں

یونانی اخبارات کی اس خبر نے ترکی اخبارات کو سخت مشتعل کردیا ہو کہ "برطانیہ نے حکومت یونان سے خواہش کی ہو کہ روس کے خلاف تمام دول بلقان کی ایک خفیہ کانفرنس منعقد کرے مگر اُس میں ٹرکی کو شریک نہ ہونے دے" ترکی اخبارات کی رائے میں یہ تجویز ٹرکی کے لئے ایک مبارزت ہو۔ انگورہ کا سربرآوردہ اخبار "جمہوریت" اپنی پچھلی اشاعت میں یوں اظہار خیال کرتا ہو:

"اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ برطانیہ روس کے ساتھ ٹرکی کی مخالفت پر بھی تلا ہوا ہو۔ اگر اس تجویز سے برطانیہ کا مقصود یہ ہو کہ ٹرکی کو دھمکا کر روس سے الگ کرلے، تو ہم صاف لفظوں میں اس کی تعمیل سے انکار کرتے ہیں۔ اب وہ زمانے گئے جب ٹرکی ایسی دھمکیوں سے مرعوب ہوجایا کرتا تھا۔ گزشتہ تین صدی کے تجربوں نے ہمیں خوب سکھا دیا ہو کہ ہمیں صرف اپنی قوت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم صرف اپنی قوت ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنی قوت موجود ہو جو ہمیں ہر مشکل سے بچا سکتی ہو۔ روس سے ہماری دوستی، زندگی اور موت کا معاملہ ہو۔ روس کو ہماری دوستی کی ضرورت ہو۔ ہمیں روس کی دوستی کی ضرورت ہو۔ ہم روس سے ہرگز علحدہ نہیں ہوسکتے"

ٹرکی اور افغانستان

باخبر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہو کہ برطانیہ عنقریب افغانستان سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے گا۔ روسی خطرے نے برطانیہ کو بدحواس کردیا ہو۔ وہ دیکھتا ہو روس کے تعلقات افغانستان سے بہت گہرے ہیں۔ افغانستان، ہندوستان کا پڑوسی ہو، لہذا روسی افغانی دوستی ہندوستان کے لئے خطرناک ہو۔ اور چونکہ اس دوستی میں ہندوستان کے لئے خطرہ ہو اس لئے یا تو افغانستان کو روس سے توڑ لینا چاہئے، یا برطانیہ سے دست بگریباں ہونے کے لئے طیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ہو برطانیہ کا نقطۂ نظر، اور اسی بنا پر وہ بہت جلد افغانستان سے نئی معاملت شروع کرنی چاہتا ہو۔ ہمیں جہاں تک حالات کا علم ہو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ کو افغانستان کے روس سے الگ کرنے میں ویسی ہی ناکامی ہوگی، جیسی ٹرکی کے معاملہ میں ہوچکی ہو۔ افغانستان، روس سے علحدہ نہیں ہوسکتا۔ اُسے خوب معلوم ہو کہ برطانیہ اُسے ہرگز کوئی نفع نہیں پہونچائے گا۔ لیکن روس اُسے بے شمار نفع پہونچا رہا ہو۔

یہی باعث ہو کہ پچھلے چند ماہ سے افغانستان کے مدبر ماسکو اور انگورہ کا دورہ کررہے ہیں۔ فی الحال انگورہ میں مشہور افغانی مدبر محمود خان طرزی موجود ہیں۔ سرکاری طور پر اُن کی آمد صرف سیر و سیاحت کی غرض سے بتائی گئی ہو۔ خود اُنھوں نے بھی اخبار "حاکمیت ملت" کے نامہ نگار سے یہی بیان کیا ہو۔ لیکن اُن کے یہ الفاظ خاص معنی رکھتے ہیں" افغانستان کی دلی آرزو ہو کہ ٹرکی سے اُسکے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہوجائیں"

مقالات

مُحَرَّمُ الحرام سنہ ١٣٤٦ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

٢

واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہو کہ حضرۃ عمر اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لئے قومی سنہ کی ضرورت تھی، اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے اُن کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کردیا تھا، اُس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی۔ لیکن اب اس کے بعد معاملہ کا سب سے زیادہ ضروری سوال سامنے آتا ہو۔ سوال یہ ہو کہ قومی سنہ کا مبدء قرار دینے کے لئے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہوسکتی تھیں، اُن میں سے کوئی چیز بھی اختیار نہیں کی گئی، اور ایک دُور کی چیز جو بظاہر اس غرض کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اُن کے سامنے آگئی، اور اُسپر سب کا اتفاق ہوگیا۔ آخر اس کی علت کیا ہو؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں، وہ اسلام کا ظہور تھا۔ داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی۔ بدر کی تاریخی فتح تھی۔ مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا۔ حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا۔ لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ کوئی پیدائش کا جشن ہو، نہ کسی ظہور کی شوکت۔ نہ کسی جنگ کی فتح ہو، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ۔ بلکہ اُس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہو جب آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا۔ بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز و اقارب، اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ، رات کی تاریکی میں، رہسپار دشت غربت ہوا تھا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں۔ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے۔ لیکن وہ اُن کی تقلید پر آمادہ نہ ہوسکے اور اُنھوں بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی۔

دُنیا کے قومی سنین

قومی سنہ دراصل قوم کی پیدائش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہو۔ اس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں۔ اُس کا دَور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہو، اور اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اُس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ دُنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی بُنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہو جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہو۔ چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہو، یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سرزمین کے قبضہ و تسلط سے۔ اس لئے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدایش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہو۔ بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہو، اور اس درجہ کی لکھی ہو کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جاسکتی۔ وہ دُنیا کے تمام سنین کا استقصا کرکے لکھتا ہو" قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہو کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدایش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال، اور حوادث عظیمۂ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں"

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں، ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوتی ہو۔ بابلی سنہ کی بُنیاد بخت نصر اول کی پیدائش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اُس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بُنیاد رکھی تھی۔ کیونکہ اسی واقعہ سے اُن کی قومی آزادی کا دَور شروع ہوتا تھا۔ پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہوگئی تو حضرت سلیمان کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے۔ پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا، تو چونکہ اس سے یہودیوں کے اجتماع و وطن کا نیا دَور شروع ہوتا تھا اس لئے اس کی یادآوری کے جذبے نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کرلی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہو جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ پھر آگسٹس کی پیدائش سے نیا سنہ شروع ہوا جسکی فتحمندیوں نے رومی عظمت کا نیا دَور شروع کردیا تھا۔ مسیحوا

اسے پسند کرتے ہیں اور اس کی ہمت افزائی کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ امریکہ کے بوڑھوں میں یہ مقولہ عام ہو" نوجوانوں کو چھوڑ دو کہ ساتھ بڑھیں کھیلیں، ساتھ پڑھیں لکھیں، بچپن ہی سے باہم محبت کریں اور اپنی نسل بڑھتے دیکھیں!"

امریکن عورت کی روزمرہ کی زندگی

مَردوں کی طرح عورتوں کی زندگی بھی روپیہ کمانے اور خرچ کرنے میں بسر ہوتی ہو۔ بازاروں میں کپڑے کی اکثر بڑی دوکانوں پر تمھیں جلی حروف میں یہ عبارت لکھی نظر آئے گی "یہاں عورتوں کو کپڑے سینے کی مفت تعلیم دیجاتی ہو" جا بجا سائن بورڈوں پر یہ الفاظ پڑھو گے "یہاں علم تدبیرِ منزل (خانہ داری) پر لکچر مفت سُنائے جاتے ہیں" یہ اس امر کا ثبوت ہو کہ امریکن عورت بالکل بے کار نہیں رہتی وہ اپنی خانگی زندگی میں تو ضرور بدنصیب ہوتی ہو، مگر برابر علمی و صنعتی ترقی کر رہی ہو۔ لیکن دراصل اسی ترقی نے اُسے مسرت سے محروم بھی کر رکھا ہو۔

آمریکن عورت، بہت مسرف ہوتی ہو۔ اس کا ثبوت ہر روز بازار میں دیکھا جا سکتا ہو۔ دوکانیں عورتوں سے لبریز رہتی ہیں۔ دوکانداروں کا اپنے اعلانوں میں خطاب عموماً عورتوں ہی سے ہوتا ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں مَردوں کو خرید فروخت کی مُہلت نہیں۔ مَرد روپیہ کمانا جانتے ہیں، خرچ کرنا نہیں جانتے۔ عورتیں اُن کی ہفتہ بھر یا مہینہ بھر کی آمدنی پر قابض ہوجاتی ہیں اور بازاروں میں آکر بے دریغ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ عورتوں کے اسراف کا اندازہ صرف اتنی بات سے کیا جا سکتا ہو کہ گزشتہ دس سال کے اندر منھ پر ملنے والے روغنوں کی فروخت میں فی صدی دو ہزار کا اضافہ ہوگیا ہو!

زنانہ کلب

آمریکہ کے زنانہ کلب، دُنیا میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے ہی شاندار، خوبصورت، اور جدید ترین سامان سے آراستہ ہوتے ہیں عورت چونکہ گھر میں شوہر کو نہیں پاتی، اور دلچسپی سے محروم ہوتی ہو، اس لئے اپنا زیادہ وقت کلب ہی میں گزارتی ہو۔ عام دستور یہ ہو کہ عورت اپنے شوہر کو موٹر میں بٹھا کر اُس کے دفتر میں چھوڑ آتی ہو اور باقی پورا دن کلب میں صرف کرتی ہو۔ شام کو پھر موٹر میں جاتی ہو اور شوہر کو دفتر سے لے آتی ہو۔ دونوں رات کا کھانا عموماً ہوٹل میں کھاتے ہیں اور پھر گھر آکر سو رہتے ہیں!

سب سے زیادہ، زنانہ کلب ڈمِل ویسٹ میں ہیں۔ یہ کلب بہت ہی عجیب اور مفید ہیں۔ لیکن اُن کا یہ عیب بھی بہت بڑا ہو کہ عورت سے غور و فکر کی قوت سلب کر لیتے ہیں اور اُس کے دماغ میں اس قدر معلومات ٹھونس دیتے ہیں کہ وہ اُنھیں ہضم نہیں کرسکتی اور دماغی بدہضمی میں مبتلا ہوجاتی ہو۔ دن بھر کلب گھروں میں علمی تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دن میں نے شیکاگو کے ایک زنانہ کلب میں چار مختلف مضمونوں پر لکچر سُنے۔ مضمون یہ تھے:

(۱) مرد کا کام اپنے گھر میں

(۲) غذا کی تاثیر جسم انسانی پر

(۳) موجودہ ادبیات اور خوارق عادات

(۴) سحر و ساحری کی حقیقت۔

میں نے بڑے غور سے لکچر سُنے تھے۔ آخر میں سوچنے لگا میں نے کیا سُنا تھا؟ باوجود سخت کوشش کے میں اس کا کوئی جواب دے سکا۔ کیونکہ دماغ مختل ہوچکا تھا۔ صرف دو باتیں حافظہ میں محفوظ رہ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ دوپہر کو کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کی موجودہ اقتصادی حالت ایسی ہوگئی ہو کہ انسان، دولت جمع کرنے کا آلہ بن گیا ہو۔ صرف ایک دن میں میرا یہ حال ہوا لیکن اُن عورتوں کا کیا حال ہوگا جن کی ساری زندگی اپنی کلب گھروں اور اُن کے لکچروں میں گزرتی ہو؟

بچوں کی ماں

آمریکہ میں بیشمار انجمنیں اس غرض سے موجود ہیں کہ ماؤں کے لئے مفت مشورے مہیا کریں۔ اِن میں ہمیشہ لکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہو اور ماؤں کو بتایا جاتا ہو کہ وہ کون کون کتابیں پڑھیں؟ کس قسم کا کھانا کھائیں؟ کیا سوچیں؟ کیا دیکھیں؟ غرضکہ ہر معاملہ میں باقاعدہ علمی مشورہ دیا جاتا ہو۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آمریکہ میں جس طرح سب معاملات، اصول و قواعد کے ماتحت رکھے گئے ہیں، اُسی طرح نسوانیت بھی علمی اصول پر "منطبق" کی جا رہی ہو۔ یہی حد سے زیادہ "علمی انطباق" انسانیت اور مرد و عورت کی جنسیت کی فطرت کا خاتمہ ہو!

دنیا میں آمریکہ کی نوجوان عورتوں سے منظم تر کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ احمق نہیں ہوتی۔ اپنے شوہر کی طرح کسی نہ کسی علم یا ہنر میں ماہر ہوتی ہو۔ اپنے گھر کو مرتب و منظم رکھ سکتی ہو۔ امریکن عورت، انگلستان کی عورت سے کہیں زیادہ منتظم اور سلیقہ مند ہوتی ہو۔

امریکن ماں اپنے بچوں سے بیحد محبت کرتی ہو۔ ہندوستان کی طرح آمریکہ میں بھی اولاد اپنے ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہو۔ گھروں میں بچوں کے لئے علیحدہ کمرے نہیں ہوتے۔ پورا گھر بچوں کے لئے کھلا ہوا ہو اور وہ دن بھر اودھم مچائے رہتے ہیں۔ اسی طرح دائیاں اور کھلائیاں رکھنے کا بھی رواج کم ہو۔ خود ماں ہی دائی ہوتی ہو۔ ماں اپنے بچوں میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کرتی۔ وہ اُن کا مستقبل اپنے مستقبل سے وابستہ سمجھتی ہو۔ اُن پر وہ تمام تعلیم و تربیت کے اصول منطبق کرتی ہو جو کلب گھروں میں سُنتی اور کتابوں میں پڑھتی ہو!

لیکن اس کے باوجود بھی اُس کی زندگی بڑی حد تک مسرت سے خالی ہوتی ہو، کیونکہ، جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا، علم کی فراوانی اور تجارت کی افزونی نے اُسے ازدواجی مسرتوں کا دائرہ تنگ کر رکھا ہو۔ امریکہ کی عورت، علم اور مادی ترقی سے اب نالاں ہو! چونکہ*

بریدِ شرق

مکتوبِ انگورہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم انگورہ کے قلم سے)

شورائے دَولت۔ ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات۔ وزیرِ خارجیہ کی تصریحات۔ ترکی پارلیمنٹ۔ ترکی عورت اور حقِ انتخاب۔ برطانیہ کی سازشیں۔ ترکی اور افغانستان۔

شورائے دَولت

"مجلس شورائے دَولت" کے نام سے ترکی پارلیمنٹ نے ایک مجلس کا قیام منظور کرلیا ہو۔ اُس کی صدارت کے لئے مشہور ترکی قانوندان نصرت بک منتخب ہوئے ہیں۔ اس مجلس کا کام یہ ہوگا کہ حکومت کی تمام وزارتوں اور محکموں کو ضرورت کے وقت مشورہ دے، نیز اُن جھگڑوں کا تصفیہ کرے جو مختلف محکموں میں پیدا ہوجایا کرتے ہیں۔

ترکی ڈاکٹر کی تحقیقات

مشہور ترکی ڈاکٹر حسن رشاد بک کے متعلق اخبارات نے یہ خبر شایع کی ہو کہ اُنھوں نے آتشک کا حکمی علاج دریافت کرلیا ہو۔ اُن کا دعویٰ ہو کہ اُن کی دَوا کا صرف ایک انجکشن ہمیشہ کے لئے اس خبیث بیماری کی جڑ کاٹ دیتا ہو۔ ترکی حکومت ڈاکٹر موصوف کو اپنے خرچ سے یورپ بھیج رہی ہو تاکہ وہاں ماہرین فن کے سامنے اپنے تجربے دکھائیں۔

وزیرِ خارجیہ کی تصریحات

ڈاکٹر توفیق رشدی بک ترکی وزیرِ خارجیہ نے اس ہفتہ اخباری نمایندوں کے سامنے حسبِ ذیل تصریحیں کی ہیں:

"اس وقت ٹرکی کے تعلقات متمدن دُنیا کے جملہ ملکوں سے دوستانہ ہیں۔ اس وقت دنیا کی کسی سلطنت سے بھی ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ پچھلے دنوں جو افسوسناک حادثے بعض سلطنتوں کے مابین واقع ہوئے ہیں، اُنھوں نے ہمارے مسلک پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ہمارے مسلک کی بنیاد اس عقیدے پر ہو کہ دُنیا کا امن و امان ہمارے ملک کے لئے مفید ہو۔ یہی باعث ہو کہ ہم حکومتوں کے درمیان پڑی ڈالکر خود نفع نہیں اُٹھاتے۔ کیونکہ یہ ہمارے مقصد امن کے خلاف ہو۔

"بلقانی ریاستوں سے بھی ہمارے تعلقات دوستانہ ہیں۔ ہم اُنھیں اور بھی مضبوط کرنے کی کوشش میں ہیں۔ روس سے ہمارے علائق خاص طور پر بہت ہی اچھے ہیں۔ روس نے کبھی ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ہمارا دوست رہا اور آج بھی دوست ہو۔

"چین کی موجودہ تحریک آزادی سے ہمیں پوری دلچسپی ہو۔ ہم اس عظیم الشان مشرقی قوم کی آزادی کے دل سے متمنی ہیں۔ مصر سے ہمیں جو دلی تعلق ہو وہ کسی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں۔"

ترکی مجلس کا نیا انتخاب

موجودہ ترکی مجلس (پارلیمنٹ) کی مُدت ختم ہوگئی۔ اب نئے انتخابات کا وقت ہو۔ قانون کی رُو سے اس مجلس کی عمر ۱۰ اپریل تک تھی۔ مگر اُسنے دو مہینے اور بڑھالئے۔ اب وہ دو مہینے بھی گزر چکے ہیں۔ نئے انتخابات ۱۰ جولائی میں شروع ہونگے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انتخابات کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تمام ملک کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کی جماعت پر پورا اعتماد ہو۔ لہذا آیندہ مجلس میں ہمیں تقریبًا انہی ممبروں کا انتظار کرنا چاہئے جو موجودہ مجلس کے ارکان تھے۔

ترکی عورت اور حقِ انتخاب

نئے انتخابات کے پیش آجانے کی وجہ سے اس کا غوغا بہت بڑھ گیا ہو۔ حقوق طلب خواتین بڑی سختی سے [illegible] بیان کر رہی

* امریکہ کی عورتیں [illegible]

ر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اسکے اندر ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لئے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی [illegible] و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، اُن میں سے ہر چیز موجود ہے، اور اُس کی موجودگی اس لئے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈھے، صلاحیت کو پالے، اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج آسمان پر چمکتا ہے۔ ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں۔ ہوائیں یکساں گرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی کے ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں۔ زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لئے ہوئے موجود ہے۔ خاک کے ذرّوں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور تاثیر رکھتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی اور لیل و نہار کی گردش بھی مقصد اور حکمت سے باہر نہیں ہے، اور اسی طرح کی تمام اَن گنت بے حد و حساب چیزیں:

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (۱۴: ۳۴) اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں شمار کرنی چاہو،

تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمھارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا!

قوتوں کا خزانہ اور بخشائشوں اور ربوبیتوں کا فیضانِ عام ہیں جو اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ "خارجی استعداد" ہے جو وجود کے لئے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے۔ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی چیزیں فائدہ اُٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے "اندر کی استعداد" وجود میں آگئی ہے۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لئے بمنزلۂ انفعال ہے۔ جب تک انفعال کا لبِ سوال وا نہ ہوگا، فعل و تاثیر کا جواب [illegible]ان، حرکت میں نہیں آ سکتا!

دہقان ایک بیج اُٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب دیکھو، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لئے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اُس کے لئے وقف کر دے، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دیں۔ زمین مستعد ہے کہ اپنی آغوش اُس کے لئے وا کر دے، لیکن اس کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جبکہ خود اُسکے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لئے بیکار رہیگا۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور دکھا کر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے تب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملیگا!

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے، تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتا ہے۔ اُسوقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذرّوں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ لیکن انہیں ذرّوں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے، اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذرّوں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ وہ بتدریج نشوونما پاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے۔ پھر جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے، تو وہ وقت آ جاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے، اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتسابِ فیض کر رہا تھا، اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش و نوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُسوقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سرو قد کھڑا ہے، اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو، لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لئے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا وجود جو عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، دراصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا، تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بتدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لوتھڑا بن گئی، لوتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا، اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا، کہ شکل و ہیئت کی تمام رعنائیاں اور خال و خط کی ساری دلآویزیاں مکمل ہو گئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہو گئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے۔ اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمھارے سامنے ہے: ثم انشأناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳: ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتسابِ فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو، اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لیگی، دوسرے دور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشوونما کے لئے داخل کا نشوونما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ یہ افراد و اشیا کی مثالیں تھیں۔ انہی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو۔ اشیاء و افراد کی طرح "جماعت" بھی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی تخلیق، نشوونما، اور ترقی و تکمیل کے لئے بعینہ وہی قوانین ہیں، جو اشیاء و افراد کے لئے ہیں۔ جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشوونما کے لئے اپنی بخشائشوں کے بادل زمین پر پھیلا دئیے ہیں جو ہر شے کو زندگی دینے والی، ہر شے کی پرورش کرنے والی، اور ہر شے کو وجود و کمال تک لیجانے والی ہے، ٹھیک اُسی طرح "جماعت" اور "اُمت" کے ظہور و نشوونما کے لئے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ ربوبیت اُس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخشائشِ فطرۃ اُس کے قدم اُٹھانے کی راہ تکتی ہے۔ لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لئے فطرۃ کا تمام سامانِ فیض صرف اُسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو۔ اسی طرح "جماعت" کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و [illegible] احوال کی بخشائشوں سے اُسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے، جبکہ خود اُس کے اندر اکتسابِ انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو۔ پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے، دوسرا خارجی، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لئے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے۔ دوسرا خارجی۔ کوئی جماعت کوئی قوم، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ، کشمکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اسکی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے، اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے، تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے۔ اُس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اُسپر کھل جائے گا۔ کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اُس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں۔

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار اُن کے اندر ہی اندر نشوونما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے، اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں "تزکیہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ "تزکیۂ اخلاق و نفس" سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے، وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا کر دیا جائے، اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے گویا ایک آہنی کالبد لیکر اِن میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشوونما طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لئے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشوونما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے۔ یہی اخلاق "جماعت" کی زندگی کی اصلی استعداد ہے۔ اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں، اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔ تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اسی کی تولید و تکمیل، جماعتوں اور قوموں کی "داخلی استعداد" ہے۔

"جماعت" کی داخلی استعداد کے لئے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اُس کا سارا زور "جماعتی ذہن و اخلاق" کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی وہ جماعت کے لئے ذہن و اخلاق کا ایک عام مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے۔ چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرادی ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے، اس لئے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اُسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں، اور اپنے بے شمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں۔ اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح کی نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی سمجھ میں، اپنی رائے میں، اپنی [illegible] معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے؛ لیکن وہ ذہن و عمل کی [illegible] باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق [illegible] کی نفسیات کا منشا ہیں، اس طرح یکساں اور یک نگاہ و دل ہو جاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے، سب کے اندر ایک ہی روح کام کر رہی ہے [illegible]

سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہو۔ یعنے اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ پر رکھی ہو۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لئے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا، وہاں مختلف حلقوں کے لئے مختلف سنہ بھی قرار پاگئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لئے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لئے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ اُن کے لئے مخصوص تھے، مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہو، بکرماجیتی سنہ ہو، اور یہ راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع ہوتا ہو۔ ایرانیوں میں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے، سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی، اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہو۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کرکے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اُسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہو، تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

حضرۃ عمر کا تردد

اُن روایات سے جو پچھلی تحریریں درج ہوچکی ہیں، معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت (صلعم) کی پیدائش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتدا کی جائے۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہو کہ آپنے جب حضرت علی سے مشورہ کیا تو اُن کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ بات آپکے دل میں اُتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہوگئے۔ ابن مہران کی روایت میں ہو کہ مبدء تاریخ کے بارے میں جب معمول صحابہ نے مشورہ کیا تھا، مختلف رائیں لوگوں نے دیں۔ بالآخر سب اسپر متفق ہوگئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرۃ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہو کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا، اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بنیاد ہو، اس لئے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہو کوئی بات اسمیں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اسپر انشراح نہیں ہوتا تھا۔ متردد تھے۔ بات قرینہ کی تھی لیکن دلمیں بیٹھتی نہ تھی۔ بالآخر مزید مشورہ کیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہئے۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی، کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اُتر گئی، اور تمام اکابر صحابہ بھی اسپر متفق ہوگئے۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہوگئی۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ واقعۂ ہجرۃ کی وہ کونسی مناسبت تھی جسنے حضرت علی کو کہ مدینۂ علم نبوت کے باب اور حکمت و سنت رسالت کے محرم اسرار تھے، اس طرف توجہ دلائی؟ اور پھر وہ کونسی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی، جس کی وجہ سے اتنی دور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً آگئی، اور اس طرح تسلیم کرلی گئی، جیسے ایک مسلم اور نظے شدہ بات ہو؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں، آج ہمارے لئے کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح، دونوں کھو چکے ہیں، یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو، مگر صحابۂ کرام کے لئے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اُس کے بنائے ہوئے دماغ، دونوں کے مالک تھے، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی، اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اُس کی طرف صرف ایک اشارہ کردینا ہی کافی تھا۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے اُن کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کردیا تھا، کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو، لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی، تو فوراً اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہوجاتی تھی، اور پھر جمتی تھی تو اُسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آجاتی تھی۔ تم اُن لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے اُن کے علم اور دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف اُن کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ اُن کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی جیسا کہ خود اُنہی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولٓئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ: ابرھا قلوباً، واعمقھا علماً، واقلھا تکلفا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود۔ رواہ الدارمی)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ اُن کے سامنے آیا، اور خود اُنھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اُس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لئے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی اُن کی طبیعت کو مطمئن نہ کرسکی۔ وہ ایسا محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہئے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جونہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کرلی۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا۔ بلکہ صریح اُلٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں۔ انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دُنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ اُنھوں نے چاہا اپنی تاریخ ظہور کی سب سے بڑی بے سروسامانی یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ اُن کی قومی تاریخ اُس وقت سے شروع ہوئی، جب اُن کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا، اور اُسنے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اُس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدائش ہوئی؛ اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دُنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ اُن کی طاقت و شوکت کی بنیاد اُس وقت پڑی، جب اُنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کرلیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اُس دن کھلا، جب ملکوں پر اُنھوں نے قبضہ نہیں کیا، بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کردیا۔ بلاشبہ اُن کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے اُلٹی سمجھ تھی، لیکن اُس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے اُنکے اندر پیدا کردی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی چاہتے تھے۔

مصیبت یہ ہو کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہو۔ وہ پھل ڈھونڈھتی ہو لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی۔ وہ منارہ و محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہو، لیکن زیر زمین بنیادوں کے لئے نگاہ نہیں رکھتی۔ صحابۂ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کرکے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا، تو اُن کی نظر بھی پیدائش و ظہور، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی۔ وہ کچھ ناکامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے۔ اُن پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد اُن واقعات میں نہیں ہو جو بظاہر نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ اور اُس کے اعمال و حقائق میں ہیں۔ اس لئے جو اہمیت دُنیا کی نگاہیں پیدائش، بعثت، بدر، اور فتح مکہ کو دیتی تھیں، وہ اُن کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا۔ بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اُس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہئے۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہو۔ ایک عہد، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہو۔ دوسرا، مدینہ کے قیام اور اعمال کا۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہو اور ہجرۃ پر ختم ہوجاتا ہو۔ اس کی ابتدا غار حرا کے اعتکاف سے ہوئی ہو اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہو اور حجۃ الوداع پر ختم ہوجاتا ہو۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دور، دوسرا دور تھا۔ کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا۔ بدر کی جنگی فتح ہتیاروں کی پہلی فتح تھی۔ مکہ کی فتح، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اُس کی زندگی کا اصلی دور، دوسرا نہیں، پہلا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اُس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دور میں اُستوار ہوئی ہیں۔ بلاشبہ بدر کے ہتیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کردیا۔ لیکن جو ہاتھ ان ہتیاروں کے قبضوں پر جمے تھے، اُن کی طاقتیں کس میدان میں طیار ہوئی تھیں؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کُن فتح تھی، لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی، تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھلتی؟ یہ سچ ہو کہ مکہ ہتیاروں سے فتح ہوا، لیکن مدینہ ہتیاروں سے نہیں بلکہ ہجرت اور اُس کے دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہوگیا ہو، لیکن اُس کی روح پہلے ہی دور میں ڈھونڈھنی چاہئے!

پہلا دور تخم تھا۔ دوسرا اُس کے برگ و بار تھے۔ پہلا دور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا۔ پہلا نشو و نما کا عہد تھا۔ دوسرا ظہور و انفجار کا۔ پہلا معنی و حقیقت تھا۔ دوسرا صورت و اظہار۔ پہلا روح تھا۔ دوسرا جسم۔ پہلے نے پیدا کیا، درست کیا، اور مستعد کر دیا۔ دوسرے نے قدم اُٹھایا، آگے بڑھا، اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو، لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہو!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشے کے لئے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہو۔ تم اُس کے کتنے ہی مختلف نام رکھدو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہو۔ اب ایک لمحہ کے لئے ٹھہرو، اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لئے خدا کا قانون حیات کیا؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہو۔ عالم صورت کی طرح عالم معنی بھی اپنی ہستی رکھتا ہو، لیکن کوئی چیز ہو، تخلیق و تکمیل کے لئے ضروری ہو کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دوروں سے گزرے۔ پہلا دور "استعداد داخلی" کا ہو۔ دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہو کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہو کہ

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تا نہ خواہی داشتن گرد داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وہ رسالہ هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي- اُس نے ملک کے سياسي ' علمي ' ادبي ' اور ديني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگيز اثرات ڈالے ' قريب هے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کريگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈهونڈهيگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنيت ظہور پذير هوئي ۔

الهلال اگرچہ ايک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' ليکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف مذاق کا مجموعہ تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانہ خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلیٰ طباعت و ترتيب کا پہلا نمونہ تهيں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نہيں- اِس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترين مجموعہ هيں- اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے کہ سنہ ۱۹۱۸ ميں بعض شائقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپيہ ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نہيں) ساڑهے چارسو روپيہ ميں حيدرآباد سے خريدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وہ بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحدہ کرنے کيليے تيار نہيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شائقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوبارہ چهپوا ليا جاے -

چنانچہ الحمدللہ يہ کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعہ شائقين علم و ادب کو آخري موقعہ ديتے هيں کہ اِس قيمتي ذخيرہ کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں؛ چونکہ جلدوں کي ايک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس بہ ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيہ   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيہ
" " " چهارم ۱۰ روپيہ   " " " پنجم ۱۰ روپيہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الهلال اِس نام سے شائع هوا)
قيمت ۸ روپيہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچہ اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعہ علم و ادب هے- قيمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوہ هے -

منيجر " البلاغ پريس "

اندر ایک ہی روح بول رہی ہی!

یہ موقعہ نہیں ہی کہ اطناب سے کام لیا جائے، ورنہ ضرورت تھی کہ اُن اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنت نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں، اور اُس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں؟

بہرحال اشیاء و افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی اُن کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہی۔ نہ کہ خارجی اعمال میں۔ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں۔

پہلا دور داخلی استعداد کا دور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطۂ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دور تھا۔ اور اسی لئے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء یہی دور تھا۔ نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دور۔ بلاشبہ دنیا کی ظاہر بین نگاہوں میں یہ دور مصیبتوں کا دور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا، لیکن یہ باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشو و نما پا رہی تھی۔ یہی مصیبتیں تھیں جو "جماعت" کے ذہن و اخلاق کے لئے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و ارواح کا امتحان گاہ تھیں۔ بدر کی فتحمندی اسی کے اندر سبق لے رہی تھی۔ فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدائش بھی اسی کے آزمایشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہی کہ قرآن حکیم نے اُس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا۔ لیکن نفس و اخلاق کے تزکیہ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دور میں ہو رہا تھا، اسے "جہاد کبیر" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا: فلا تطع الکافرین وجاہدھم بہ جہاداً کبیرا (۲۵:۵۲)

بالاتفاق سورۂ فرقان مکی ہی۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انہی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دور کی مصیبتوں کی انتہا تھا، اس لئے اُس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا۔ صحابۂ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ اُن کی داعی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی؟ پس جب یہ سوال سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو۔ آنحضرۃ کی پیدائش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اُس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی۔ شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا، لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی، انتہا و تکمیل نہ تھی۔ بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے۔ کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے۔ یہ تمام ... واقعات نگر سامنے آئے، لیکن اِن میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں۔ بالآخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آگیا، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا، کیونکہ انھیں یاد آگیا، اسلام کے ظہور و عروج کا مبدء حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہی، اور اسی لئے یہی واقعہ ہو جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیئے۔

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہی جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتحمندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اُس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی۔ تعبیر مدینہ کے ساتھ "فتح" کا لفظ سنکر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اُسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہی، لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہی، اور اسی فتح سے میدان جنگ جنگ کی فتحمندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ عین اُسوقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا۔ باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہی، اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہی۔ اُسوقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا سیف و سنان کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سرتاسر غربت اولی کی بے سرو سامانیاں اور عہد مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اُس کے سامنے جھک جاتی ہی، اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اُس کے استقبال کے لئے طیار ہو جاتی ہی جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہی؟ وکان عبد اللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ہذہ الابیات:

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ	یذکر لو یلقی حبیباً مواتیا
ویعرض فی اہل المواسم نفسہ	فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما آتانا واستقرت بہ النوی	واصبح مسروراً بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم	بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا لہ الاموال من جل مالنا	وانفسنا عند الوغی والتاسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلہم	جمیعاً، وان کان الحبیب مصافیا
ونعلم ان اللہ لا رب غیرہ	وان کتاب اللہ اصبح ہادیا!

دلوں اور روحوں کی اس فتح و تسخیر سے بڑھکر بھی اور کوئی فتح ہو سکتی تھی؟ لیکن یہ فتح کیونکر ہوئی؟ دور ہجرۃ کے آلام و محن میں اس کا آغاز ہوا، اور ہجرۃ نے اس فتح کی تکمیل کر دی!

یہی وجہ ہو کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرۃ کا ذکر اس طریقہ پر کیا ہی، جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ بے سرو سامانی و غربت کے اس عمل ہی میں فتح و نصرت الہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی:

ثانی اثنین اذ ہما فی الغار، اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ہی العلیا، واللہ عزیز حکیم (۹:۴۰)*	غار کے دو ساتھیوں میں سے جب ایک نے دوسرے سے کہا۔ غم و رنج نہ کرو یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہی، اور اسکی مشیت و حکمت ہمارے لئے فتح و نصرت کی راہ باز کرنے والی ہی پھر ایسا ہوا کہ خدا نے اپنی تسکین و طمانیت اُس پر اُتار دی اور فتح و نصرت کے ایسے

لشکروں سے اسکی مدد کی جنھیں دنیا کی ظاہر بیں اور حقیقت ناآشنا آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن سرکشوں کی بات جو انکار کرتے تھے، ہمیشہ کے لئے پست ہو گئی، اور کلمۂ حق ہی کو سربلندی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ *

* یہ آیت سورۂ برأۃ کی ہی۔ سورۂ برأۃ بالاتفاق اُسوقت نازل ہوئی ہی جب اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل تک پہنچ چکی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتح مندیوں کے ظہور کے بعد بھی اسکی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جائے۔

فہرست

آثار عتیقہ

علم الآثار مصر	۳
مغرب کی تاریخ جدید کے رجال تاریخ	
والٹیر	۴

تاریخ و عبر

فرانس کا فاتح اعظم اور اسلام	۸

مطبوعات جدیدہ

پان یورپین تحریک اور امن عالم	۱۲

ادبیات

تین ہزار برس پیشتر کی شاعری	۱۳

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر	۱۶
حسین بن علی علیہما السلام	

برید فرنگ

مکتوب آمریکہ	۱۹

برید شرق

مکتوب انگورہ	۲۰

مقالات

تذکار ہجرت نبوی	۲۱

تصاویر

والٹیر	۵
نپولین بونا پارٹ مصری لباس میں	۸
مراد بک ملوک	״
شیخ عبد اللہ شرقاوی	״
شیخ سلیمان فیومی	۹
شیخ خلیل بکری نقیب السادات	״

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ — القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۸ — کلکتہ : جمعہ ٦ - صفر ۱۳٤٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 5, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری ہی کہ ہم اسکا اب فیصلہ کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

ہندی اور ہندوستان کی تمام زبانون نی، نیز عربی، فارسی، ترکی، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کرلی ھی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابلہ کر رھی ھی ۔ کیون اردو زبان بھی ایسا نہ کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی ھی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الہلال چھپتا ھی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

ھماری رای مین بہترین حروف یہی ھین ۔ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یہ نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون ھون ؟

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی ۔ ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کر دیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher.

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حالات اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

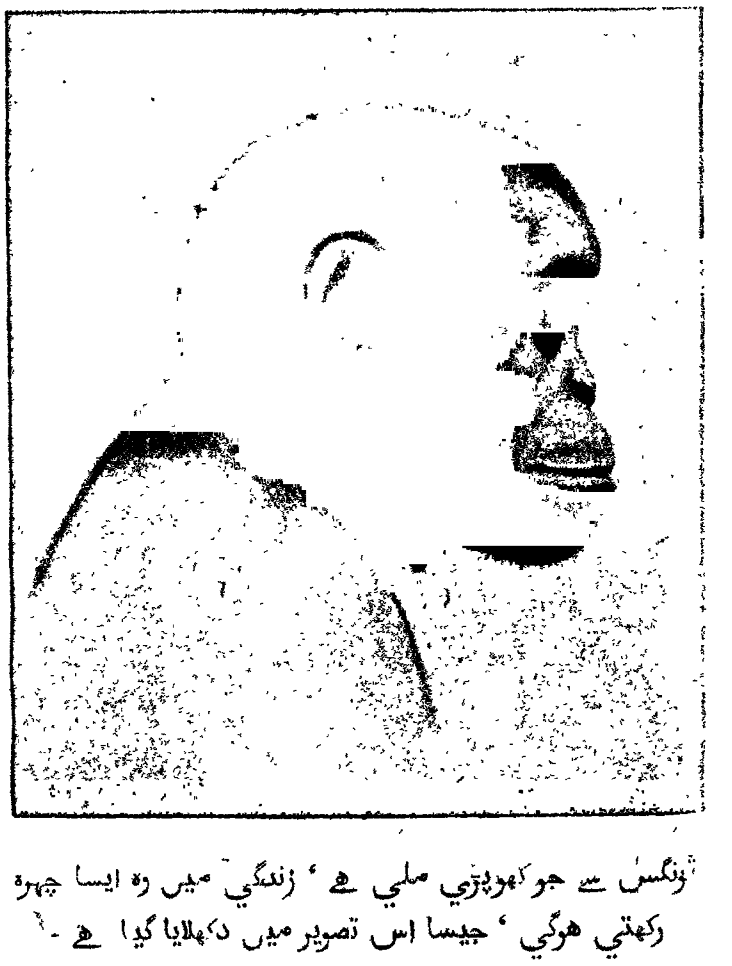
Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

(۲) روڈیسیا کا انکشاف : سنه ۱۹۲۱ع میں ایک سیاح کو جنوبی افریقه میں ایک کھوپڑی ملی - یه بھی پہلی کھوپڑی کی طرح ایک تیسری تشریحی حالت رکھتی ھے - علماء تشریح و وظائف اعضاء کی تحقیق میں یه غالباً ابتدائی قسم کے وحشی انسان کی کھوپڑی ھے -

(۳) جاوا کا انکشاف : جاوا کی ایک غار سے بھی ایک ممتی کھوپڑی ملی ھے جسکی نسبت دو مختلف رائیں قائم کی گئی ھیں - ایک جماعت کا خیال ھے ' یه گم شده حلقه کی خبر دیتی ھے - دوسری جماعت کا خیال ھے ' یه بندر ھی کی کوئی زیاده اونچی قسم ھے - وہ کہتے ھیں ' اس کھوپڑی میں پیشانی کا بیحد ابھار اور رخسار کی ھڈیوں کی نوعیت ' گم شده حلقه کی نوعیت سے مختلف ھے -

(۴) سب سے زیاده قیمتی انکشاف " وحشی انسان " کا انکشاف ھے جسکے جسم کی ھڈیاں اور سر کی کھوپڑیاں بکثرت جمع ھوگئی ھیں - اسکا جسم اور چہره بالکل موجوده انسانوں کا سا تھا - لیکن اسکے جسم پر بکثرت بال تھے - ایسے بال جیسے بندر کے جسم پر ھوتے ھیں - بعض قدیم سیاحوں نے اسٹریلیا ' امریکه ' اور جزائر جنوب میں ایسے زنده انسان دیکھے بھی ھیں -

(۵) آخری انکشاف پروفیسر ڈارٹ کا مشہور انکشاف ھے جو سنه ۱۹۲۵ - میں ھوا - پروفیسر موصوف کو ٹانگس میں ایک بالکل نئی قسم کی کھوپڑی ملی ھے جو پچاس قدم سے زیاده زمین کے اندر مدفون تھی - یه کھوپڑی تمام پچھلے آثار سے کہیں زیاده گم شده حلقه کا اذعان پیدا کرتی ھے - اسکے تمام حصے موجوده انسان کی کھوپڑی جیسے ھیں - البته منھه کا نچلا حصه بہت زیاده باھر نکلا ھوا ھے ' اور یه بات علم وظائف اعضاء میں طے پاچکی ھے که انسانی چہرے کا نچلا حصه ابتدا میں ایسا ھی ابھرا ھوا تھا - پھر به تدریج گھٹتے گھٹتے موجوده تناسب تک پہنچ گیا -



ٹانگس سے جو کھوپڑی ملی ھے ' زندگی میں وہ ایسا چہره رکھتی ھوگی ' جیسا اس تصویر میں دکھلایا گیا ھے -

ریڈیم

خزانۂ فطرة کا سب سے زیاده کمیاب جوھر !

حال میں اخبارات نے یه خبر شایع کی تھی که " ریڈیم کا بازار گرگیا ھے اور ایک اونس ریڈیم کی قیمت ۳۳۰٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر کی جگه اچانک ۲۵۰٬۰۰۰٬۰۰۰ ڈالر ھوگئی ھے - اِس کمی کی وجه یه ھے که بلجیم کانگو (افریقه) کے علاقه " کاٹنگا " میں ریڈیم کی ایک بہت بڑی مقدار نظر آئی ھے - زیگوسلاویا کی تانبے کی بعض قدیم کانوں میں بھی ریڈیم پایا گیا ھے - اگر یه تمام ریڈیم حاصل کرلیا گیا تو قیمت میں اور بھی کمی ھوجائے گی "

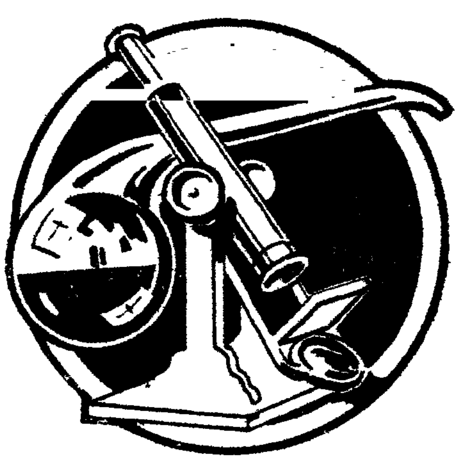
لیکن اِس خبر سے لوگوں کو غلط فہمی ھوسکتی ھے - ممکن ھے کوئی خیال کر بیٹھے که جب ریڈیم کے بھاؤ میں اس طرح اُتار چڑھاؤ ھو رھا ھے تو ھر دولت مند آدمی کیلیے اسکی زیاده سے زیاده مقدار خرید لینا ممکن ھے - مثلاً امریکه کا ھنری فورڈ جیسا کروڑ پتی اگر چاھے ' تو بآسانی آده سیر ریڈیم خرید لے - اپنے بینک نوٹوں کا بیگ بغل میں دبائے ' اور بازار جاکر جب چاھے ریڈیم لے آئے -

لیکن یه صحیح نہیں ھے - ھنری فورڈ کی تمام دولت بھی آده سیر ریڈیم خرید نہیں سکتی - امریکا کے دوسرے قارون راکفلر اور ملّلو بھی اگر اپنے خزانے جمع کر دیں ' اور امریکا ' فرانس ' انگلستان ' بلکه سارے عالم کی سلطنتیں بھی اپنے جمله خزانے پیش کردیں ' جب بھی آده سیر ریڈیم حاصل نہیں کیا جاسکتا !

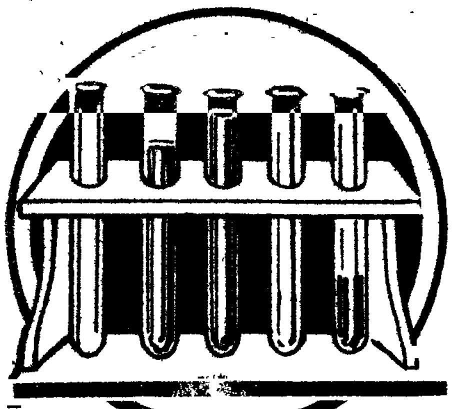
یه عجیب بات ھے - مگر واقعه ھے - کیوں ؟ اس لیے که گزشته اٹھائیس برس میں ' یعنی جب سے ریڈیم دریافت ھوا ھے ' دنیا اُس کی اِتنی مقدار حاصل ھی نہیں کرسکی ھے ' جسے ترازو میں آده سیر کے باٹ سے تول سکیں - اِس وقت تک وہ صرف آده پاؤ کی مقدار میں حاصل ھوسکا ھے !

جن خوش نصیبوں کے قبضه میں ریڈیم ھے ' یا جنہیں اُس کی ضرورت پڑتی ھے - مثلاً سائنس داں اور ڈاکٹر ' وہ اُس کے ایک ایک ذره کی قدر کرتے اور زیاده سے زیاده قیمت پر خریدنا چاھتے ھیں - ریڈیم کی خرید و فروخت اونس کے حساب سے نہیں ھوتی ' ٹن کے حساب کا تو وھم بھی نہیں کیا جا سکتا - کیونکه ریڈیم سونے سے بھی کہیں زیاده قیمتی ھے - اُس کی قیمت سونے سے ایک لاکھه گنا زیاده ھے - ریڈیم کی خرید و فروخت رتیوں کے حساب سے ھوتی ھے - اِس وقت تک ریڈیم کی سب سے بڑی مقدار جو ایک جگهه سے دوسری جگهه منتقل ھوئی ھے ' صرف دو گرام ھے - اور معلوم ھے که ایک گرام ' اونس کا دسواں حصه ھوتا ھے - یه مقدار بھی فروخت نہیں ھوئی ھے بلکه حکومت زیگوسلاویا نے انگلستان کو علمی تحقیقات کے لیے عاریتاً دیدی ھے -

اِس کی کوئی امید نہیں که کانگو میں ریڈیم کی کان اُس کی موجوده مقدار میں غیر معمولی اضافه کردے گی - خیال کیا جاتا ھے که اِس وقت اُس کی جتنی مقدار دنیا کے ھاتھه میں موجود ھے ' اُس سے صرف ۲۵ گنا زیاده ریڈیم کانگو کی کان سے حاصل کیا جاسکتا ھے - لیکن اُس کا نکالنا بجائے خود ایک نہایت مشکل اور بڑے خرچ کا کام ھے - اِس کان کی ھر ۵۰۰ ٹن وزنی چٹان میں سے زیاده سے زیاده ایک گرام ریڈیم نکلے گا - وہ بھی خالص نہیں بلکه " کلورل " اور دوسرے مواد سے ملا ھوا - اِن مواد سے اُسے علحده کرنے



مذاکرۂ علمیہ



نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

کیا حلقۂ مفقودہ مل گیا ھے ؟



انسان کا دماغ — گوریلا کا دماغ

نظریۂ ارتقا کے "حلقۂ مفقودہ" سے مقصود وہ ذھنی حیوان ھے ' جسکی نسبت خیال کیا جاتا ھے کہ انسان کی موجودہ شکل اور ھیئت کے ارتقا سے پہلے زمین پر موجود تھا - وہ انسان میں ' جو سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ھے ' اور ترقی یافتہ جانوروں میں ' جو ھئیت انسانی سے بہت زیادہ قرب رکھتے ھیں ' درمیانی برزخ تھا -

اس نظریہ کے قائلین کا خیال ھے کہ بندر کی ترقی یافتہ قسمیں مثلاً گوریلا ' اس قسم کی مخلوق ھیں جنکی ظاھری ھئیت ' جسمانی بناوٹ ' تشریحی نظام ' اور اعضاء معنوی کے وظائف و خواص انسان سے بہت زیادہ قریب اور ملتے جلتے ھیں - لیکن اسدرجہ قرب اور تماثل نہیں ھے کہ اسکے بعد ھی انسان کا وجود آجاے - ضروری ھے کہ درمیان میں کوئی ایک یا ایک سے زیادہ کڑیاں رھی ھوں اور وھاں "جانور" کی سرحد ختم ھوئی ھو اور "انسان" کی حدود کا آغاز ھوا ھو - چونکہ علم الحیوانات کی موجودہ اور مدون معلومات میں کوئی ایسا مخلوق موجود نہیں ھے ' اسلیے انھیں اسکی جستجو ھوئی ' اور اسکا نام "حلقۂ مفقودہ" یعنی گم شدہ حلقہ قرار پا گیا - علماء علم الحیوانات نصف صدی سے اس گم شدہ حلقہ کی جستجو میں ھیں - آثار قدیمہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے سلسلہ میں بارھا اس طرح کی چیزیں دستیاب ھوئیں کہ خیال ھوا ' گم شدہ حلقہ کا سراغ ملگیا ھے ' لیکن پھر مطالعۂ و تفحص سے اس خیال کی تصدیق نہو سکی -

لیکن سنہ ۱۹۲۰ - سے بعض نئے انکشافات پے درپے ھو رھے ھیں ' اور انھوں نے ایک نیا مواد بحث پیدا کر دیا ھے - اگرچہ ان میں بھی کوئی چیز ایسی نہیں ھے جسے علمی وثوق کے ساتھہ "حلقۂ مفقودہ" قرار دیا جا سکے - تاھم علماء حیوانات و تشریح کا خیال ھے کہ قرائن و آثار بہت حد تک تشفی بخش ھیں ' اور بہت ممکن ھے کہ انکی بحث و فحص سے گم شدہ حلقہ کا مسئلہ حل ھو جاے -

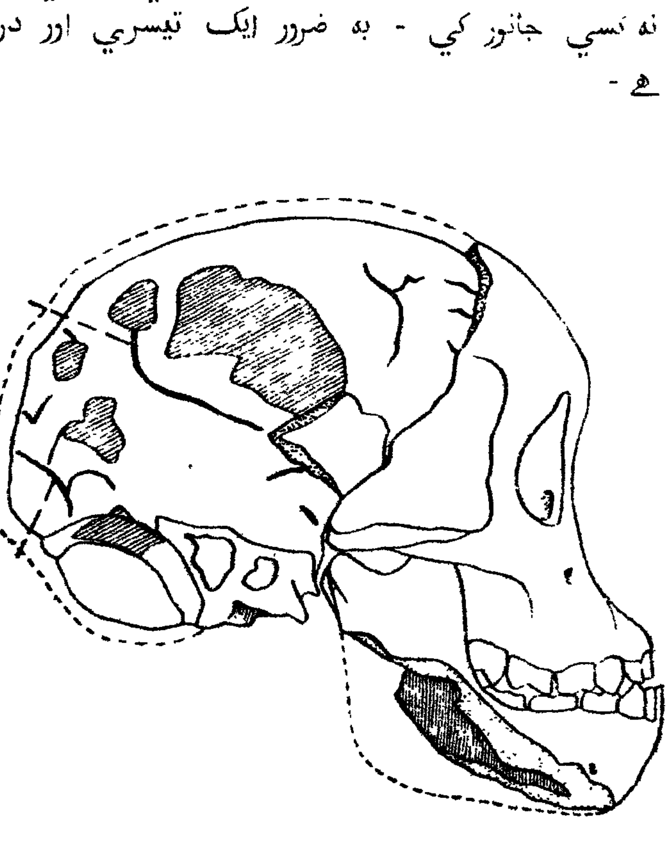
حال میں امریکہ کے بعض علماء حیوانات نے اس قسم کا مواد یکجا کرکے اُن کی نوعیت پر نہایت دلچسپ نظر ڈالی ھے - ھم اُس کا مختصر خلاصہ قارئین الہلال کی معلومات کے لیے درج کردیتے ھیں -

یہ امریکن پروفیسر (جس کا نام ڈاکٹر وھائٹ ھے) لکھتا ھے :

" گزشتہ دس سال کے اندر جو انکشافات ھوئے ھیں ' وہ سلسلۂ بحث کا نہایت قیمتی سرمایہ ھیں - علم کی احتیاط کا مقتضی یہی ھے کہ اظہار وثوق میں جلدی نہ کی جائے - لیکن اگر ایسا نہ ھوتا ' تو یہ انکشافات اپنی موجودہ حالت میں بھی اتنے واضح ھیں ' کہ کہا جا سکتا تھا ' گم شدہ حلقوں کا سراغ مل گیا ھے -

اس وقت سب سے زیادہ قوی قرائن رکھنے والے آثار پانچ ھیں :

(۱) انسان ھڈل برگ : یہ ایک کھوپڑی ھے جو جرمنی کے مندرجۂ بالا مقام میں ملی تھی - تشریحی تحقیقات کے بعد ثابت ھوگیا ھے کہ یہ نہ تو موجودہ انسان کی کھوپڑی ھوسکتی ھے ' نہ کسی جانور کی - یہ ضرور ایک تیسری اور درمیانی قسم ھے -



وہ کھوپڑی جو ترونگس میں ملی ھے ' اور جسکی نسبت خیال کیا گیا ھے کہ گم شدہ حلقہ کی کھوپڑی ھے

برخلاف اِسکے شعاع " بیٹا " اُس سے دس گنی زیادہ تیز ہے' یعنی ہر سکنڈ میں ۲٬۰۰٬۰۰۰ میل کی سرعت رکھتی ہے - گویا آفتاب کے نور کی طرح تیز رفتار ہے - تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ شعاع جلد میں نصف انچ تک گہری اتر جاتی ہے' اور شیشہ' ایلومنیم' اور سیسے کی پتلی چادروں کو بھی توڑ کر ۱/۱۲ - انچ گہرائی تک چلی جاتی ہے !

تیسری شعاع " گاما " شعاع ایکس (و ایکس راز) سے بہت مشابہ ہے - فرق صرف یہ ہے کہ اُسکی مثبت لہر X (ایکس) سے طول میں کم ہے - لیکن یہ شعاع نفوذ و سریان کی بہت بڑی قوت رکھتی ہے - سیسے کی بارہ انچ موٹی تختی کو بھی توڑ کر نکل جاتی ہے !

اِس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تحقیق یہ ہے کہ " شعاع الفا " چھوٹنے کے بعد نامعلوم طریقہ پر اپنے اندر دو منفی کہربائی لہریں جمع کر لیتی ہے' اور یہ لہریں بالاخر هیلیم (Helium) کے ذرے بن جاتی ہیں - اِسکے معنی یہ ہوے کہ ریڈیم سے ہمیشہ ایک اور مادے کا فوارہ بھی چھوٹتا رہتا ہے - یہ مادہ ریڈیم سے مختلف ہے - اتنا مختلف' جتنا کوئی مادہ کسی دوسرے مادہ سے مختلف ہوسکتا ہے -

(سورج اور ریڈیم)

درحقیقت یہ عجیب بات ہے کہ خود ریڈیم کے اندر هیلیم کا وجود نہیں ہے - تاہم کسی مخفی سبب سے اُسکے درے اسکے اندر سے برابر بہتے رہتے ہیں !

یہی بات دیکھکر علماء کا خیال اِس سب سے زیادہ حیرت انگیز حقیقت کی طرف منتقل ہوا کہ کائنات کا قیام دراصل حرارت' روشنی یا بجلی کی قوت پر ہے - اِسی سے کائنات کے اُس سب سے زیادہ مخفی اور عجیب راز کی تحقیقات کا دروازہ کھلا جس کا تصور بھی کبھی انسان نہیں کرسکتا تھا - یعنی آفتاب کی روشنی' حرارت' اور قوت کے سرچشمے کا انکشاف ہوا -

آفتاب میں هیلیم کا وجود' زمین میں اُسکے وجود کی تحقیق سے پہلے ہی معلوم کر لیا گیا تھا - اسپکٹرسکوپ کے ذریعہ پتہ چل گیا تھا کہ آفتاب کے ہالے میں هیلیم کی بہت بڑی مقدار موجود ہے - یہ عظیم الشان ہالہ جو سورج کے گرد حلقہ بنائے قائم ہے اور جو دس لاکھوں میل تک اپنی آتشیں زبانیں پھیلائے ہوے ہے !

ریڈیم کا طلسم یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آفتاب کے آتشی ہالے میں هیلیم کا وجود کیا اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خود آفتاب کے اندر بھی ریڈیم سے لبریز خزانے موجود ہیں ؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آفتاب کا تمام نور' حرارت' اور قوت' اِسی ریڈیم کا کرشمہ ہو؟

اگر ایک گرام ریڈیم سے اِتنی حرارت پیدا ہوتی ہے کہ ۳٫۴ گھنٹہ میں ایک گرام یخ کو پگھلا کر کھولا دیتی ہے' تو آفتاب میں ریڈیم کا خزانہ کیسی سخت حرارت پیدا کرتا ہوگا ؟

اِس کا اندازہ کرنے کیلیے اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ آفتاب کا وزن :

۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰٬۰۰۰۰۰۰۰۰۱ - ٹن ہے -

یعنی زمین سے ۳٬۳۲٬۰۰۰ - گنا وزنی ہے - ظاہر ہے' اِتنے بڑے کرہ میں کتنا بڑا خزانہ ریڈیم کا موجود ہوگا جو آفتاب کی اِس غیر معقول روشنی' گرمی' اور قوت کا منبع ہے !

سائنس نے یہ بات دریافت کرلی ہے کہ آفتاب کی حرارت' اُسکے احتراق (جلنے) کا نتیجہ نہیں ہے - یہی حال ریڈیم کا بھی ہے - اُسکی حرارت' احتراق کی وجہ سے نہیں ہے - بلا شبہ کچھہ احتراق بھی ہوتا ہے مگر اِس قدر کم' کہ نہ ہونے کے برابر ہے - پھر یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کی قوی النفوذ شعاع " گاما " سورج کی شعاعوں سے بہت مشابہ ہے - پس کیا یہ ممکن نہیں کہ آفتاب کی یہ شعاعیں جو ہم تک ۹٬۳۰٬۰۰٬۰۰۰ میل مسافت طے کرکے منظم شکل میں پہنچتی ہیں' دراصل ریڈیم کی " گاما " شعاعیں ہی ہوں؟ بہت ممکن ہے' کہ ایسا ہی ہو - دنیا بھر کے سائنس داں اِس وقت اِس اہم مسئلہ پر غور و بحث کر رہے ہیں -

ٹھیک اِسی معقول اور علمی طریقہ پر زمین کے اندرونی گرم مادوں' مثلاً آتش فشاں لاوا اور کھولتے اور گرم معدنی چشموں وغیرہ کا اصلی سبب بھی ریڈیم ہی قرار دیا جا رہا ہے - تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے - ممکن ہے چند سال بعد اِس باب میں علم کوئی قطعی رائے قائم کر سکے' اور وہ حقائق اچانک دنیا کے سامنے آجائیں' جو ابتک قدرت کے سربستہ راز سمجھے جاتے تھے -

پھر یہ بھی ایک عجیب بات ہے' جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا کہ ریڈیم اگرچہ مسلسل حرارت و قوت پیدا کرتا رہتا ہے' مگر خود اُسکے جوہر میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوتی - اِس کا اندازہ اِس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک گرام ریڈیم سال بھر میں ۱۱٬۶۰٬۰۰۰ - وزن حرارت پیدا کرتا ہے - یہ حرارت تقریباً تیرہ سیر منجمد برف کو پگھلا کر کھولا دے سکتی ہے - مگر اِس سے خود ریڈیم میں صرف ۱/۲٬۵۰۰ - کی کمی لاحق ہوتی ہے جو بمنزلۂ عدم ہے - تاہم کمی ضرور ہے' اور ایک بہت بڑی مدت کے بعد وہ اِس بیش قیمت جوہر کو حقیر دھات کی شکل میں تبدیل کردے سکتی ہے - علماء کا خیال ہے'. ریڈیم اپنی خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد سیسہ ہو جاتا ہے - لیکن اس تبدیلی کے لیے کم سے کم ۳٬۴۶۰ - برس کا زمانہ گذرنا چاہیے - اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً جو ریڈیم زمین میں ۱۵۰۰ - برس قبل از مسیح سے موجود ہے' وہ ابتک ریڈیم ہی ہے - سیسہ نہیں ہوا ہے !

اِس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ریڈیم ایک بالکل مختلف مادے سے کیمیاوی طریق پر تبدیل ہوکر اپنی شکل میں آتا ہے - اِس تبدیلی کا تصور قدیم حکماء کو بھی ہوگیا تھا - وہ اپنی عقل کے زور سے خیال کرتے تھے کہ تمام دھاتیں سونے کی شکل میں تبدیل کی جا سکتی ہیں اور ان دھاتوں سے اکسیر حیات طیار ہو سکتی ہے -

ریڈیم کی تکوین' علماء کی نظر میں نہایت ہی حیرت انگیز معما ہے - تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ ریڈیم کا مورث اعلی یا اصل اورانیم ہے - اِس اورانیم میں تین بڑی تبدیلیاں ہوتی ہیں - علماء نے اِن تبدیلیوں کے تین نام رکھے ہیں : اورانیم س ۱ - اورانیم س ۲ - اورانیم س ۳ - آخر الذکر تبدیلی کے بعد اورانیم' یونیم ہو جاتا ہے' پھر یونیم ترقی کرکے ریڈیم ہو جاتا ہے - ریڈیم میں تنزل ہوتا ہے تو وہ پہلے پولونیم ہوتا ہے' پھر سیسہ بن جاتا ہے - اورانیم اور سیسہ کے مابین اصلی ذرے ۱۹ - ہیں - پوری تبدیلی کے لیے کم از کم ۶٬۰۰٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰ سال درکار ہوتے ہیں -

کے لیے کم از کم ۵۰۰ ٹن دوسرے کیمیاوی اجزاء درکار ہونگے - ۱،۰۰۰ ٹن پتھر کا کویلہ خرچ ہوگا - ۱۰،۰۰۰ ٹن مقطر پانی لگے گا - ایک مہینہ تک ۱۵۰ - مزدور کام کریں گے - پانچ ہفتے ماہرین کیمیا کی ایک بڑی جماعت کو صرف کرنا ہونگے - پھر اس کے بعد مزید چار مہینے اسے کار آمد بنانے میں لگیں گے - اِن تمام کوششوں' محنتوں اور کثیر مصارف کے بعد' شاید ایک گرام ریڈیم دستیاب ہو سکے - اگر کانگو کی پوری کان سے فایدہ اٹھایا جائے' تو بھی زیادہ سے زیادہ نصف اونس ریڈیم ملنے کی امید ہے - اِس کے معنی یہ ہوے کہ اِس تمام دردسری کے بعد ریڈیم کی موجودہ مقدار میں یعنی تقریباً دو چھٹانک میں صرف تیس گرام کا اور اضافہ ہو جائیگا !

(ریڈیم کی نوعیت)

آخر ریڈیم ہے کیا چیز جس کی جستجو میں سارا عالم سرگرداں ہورہا ہے' اور جس کی مدح و ثنا میں دنیا کے تمام علماء رطب اللسان ہیں ؟

ماہر کیمیا سے پوچھو - وہ بڑے جوش سے جواب دے گا " ریڈیم اگرچہ لوہے' تانبے' نوتیے کی طرح ایک دھات ہے' مگر سب دھاتوں سے زیادہ وزنی ہے' حتی کہ سیسے سے بھی زیادہ - سب دھاتوں سے زیادہ قیمتی ہے' حتی کہ سونے چاندی بلکہ لعل اور الماس سے بھی زیادہ - ریڈیم' نیچر کے خزانے کا سب سے زیادہ بیش قیمت جواہر ہے - یہی وہ پارس ہے جس کے عشق میں قدیم فلاسفہ اور حکماء دیوانے ہو رہے تھے' اور سمجھتے تھے' اس کے ذریعہ ہر دھات سونا بن جا سکتی ہے ! "

ڈاکٹر کے پاس جاؤ - اسے بھی قصیدہ خواں پاؤگے - وہ کہے گا " یہی وہ اکسیر حیات ہے جس کی مدتوں سے تلاش تھی - یہ عنقریب دنیا کی جملہ بیماریوں کا تریاق بننے والا ہے "

سائنس داں سے سوال کرو - فوراً بول اٹھے گا " یہ سب سے زیادہ عجیب چیز ہے جو دنیا نے دیکھی ہے - یہ اِسی کے خواص کی برکت ہے کہ ذراتی ترکیب (ایٹم) کا نظریہ قائم ہوسکا ہے جو عنقریب تمام علوم میں عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیگا "

عالم طبقات الارض (جیولوجی) سے مخاطب ہو - وہ فوراً کہے گا " ریڈیم' آتش فشاں پہاڑوں اور زمین کی اندرونی حرارت کا بہترین مفسر ہے "

عالم فلکیات سے دریافت کرو - وہ کہے گا " ریڈیم' آفتاب اور ستاروں کے نور حرارت کا سر چشمہ اور اُن کی قوت کا راز ہے "

علم الحیاۃ (بیالوجی) کا ماہر تو یہانتک کہدیگا " شاید ریڈیم ہی زندگی کا اصلی منبع ہے "

علم ہندسہ کا عالم کہیگا " اگر ریڈیم کی کافی مقدار حاصل ہوجائے تو اِتنی عظیم الشان قوت انسان کے قبضہ میں آجائے جس کا اسوقت تصور بھی مشکل ہے - ایسے حیرت انگیز آلات ایجاد ہو جائیں جنکے مقابلہ میں موجودہ آلات بالکل ہیچ ہیں - وہ آلات ایسے محیر العقول کام کر سکینگے جن کا عشر عشیر بھی حال کے آلات سے ممکن نہیں - پھر صنعت و حرفت میں بھی بالکل کایا پلٹ ہو جائیگی - ابھی ریڈیم کی جتنی قلیل مقدار موجود ہے' وہی بے شمار فوائد پہنچا رہی ہے - اُسکا ایک ادنی کرشمہ یہ ہے کہ اُس سے ایک ایسا روغن ایجاد ہوگیا ہے جو گھڑی کی سوئیاں' بحری اور ہوائی جہازوں کے آلات' اور برقی کنجیاں' اندھیری راتوں میں روشن رکھتا ہے - قیمتی جواہرات اُس سے طیار ہوجاتے ہیں - اگر کچھ مدت کے لیے سفید (بے رنگ) یاقوت' ریڈیم کے زیر اثر رکھدیا جائے' تو ہمیشہ کے لیے زمرد بن جاتا ہے - نقلی اور مصنوعی نہیں - حقیقی' بیش قیمت زمرد ! "

اس عجیب و غریب اور نادر چیز " ریڈیم " کا خاصہ کیا ہے؟ مختصر جواب یہ ہے کہ " شعاعی قوت " - شعاعی قوت کے کیا معنی ہیں ؟ ٹھیک وہی جو اِن دو لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں - یعنی شعاعوں کی شکل میں قوت - مزید تفصیل آگے آتی ہے -

(ریڈیم کا انکشاف)

حیرت انگیز ریڈیم کا انکشاف اِس طرح ہوا کہ سنہ ۱۸۹۵ ع میں مشہور فرنچ سائنس داں ہنری بکریل اپنی علمی تحقیقات میں مصروف تھا - فوسفورسی روشنی کے تجربے کر رہا تھا - اچانک اُسنے دیکھا' ایک خاص عنصر " اورانیم " کے اجزاء فوٹو گرافی کی تختی پر تاریکی میں اثر ڈال رہے ہیں - حتی کہ اگر سیاہ کاغذ سے چھپا دیا جاے' جب بھی اُنکا اثر پہنچ جاتا ہے - اِس پر اُسے بڑی حیرت ہوئی مگر ریڈیم کی طرف رہنمائی نہ ہوسکی - البتہ علمی دنیا نے یہ تسلیم کر لیا کہ اورانیم میں شعاعی قوت موجود ہے' اور اُس سے کام لیا جانے لگا - چنانچہ اُسوقت سے شیشہ اور چینی کے ظروف رنگنے میں اکسائڈ اورانیم برابر استعمال ہونے لگا ہے -

اِسکے بعد ایک نوجوان پولش خاتون میڈم کوری نے اورانیم کے مخفی خواص کی پیرس میں تحقیقات شروع کی - اُسنے بہت جلد معلوم کرلیا کہ یہ شعاعی قوت والا مادہ' خود اورانیم نہیں ہے' بلکہ کوئی اور عنصر ہے اور اکسائڈ اورانیم سے ملا ہوا ہے - یہ دیکھکر اُسے یہ مادہ تحلیل کرنا اور مختلف قسم کے تیزابوں سے بار بار دھونا اور صاف کرنا شروع کیا - اب اُسکی حیرت و مسرت بے حساب تھی - کیونکہ تحلیل کے بعد جو مادہ باقی رہگیا تھا' اُسکی شعاعی قوت برابر بڑھتی چلی جا رہی تھی - اِسکے بعد وہ الکٹرسکوپ کی مدد سے تین اونس ایک نیا عنصر حاصل کر لینے میں کامیاب ہوگئی - یہ عنصر اورانیم سے بھی ساٹھہ گنا زیادہ سخت تھا - فوراً اِس مادہ کے چند کیمیاوی خواص بھی دریافت ہوگئے - اُسنے بڑے فخر و مباہات سے اپنے عظیم انکشاف کا اعلان کر دیا' اور اپنے وطن کے نام پر اُسکا نام " پولونیم " رکھا - یہ " پولونیم " ریڈیم کے انکشاف کی طرف عملی قدم تھا - تین سال کی مزید تحقیقات کے بعد اِسی خاتون نے اعلان کیا کہ اکسائڈ اورانیم میں شعاعی قوت کا اصلی سر چشمہ اُسنے دریافت کر لیا ہے - اِسی سر چشمہ کا نام بالآخر " ریڈیم " پڑا - اور آہستہ آہستہ اُسکے مزید خواص معلوم کیے گیے -

اِسکے بعد سر ارنسٹ آرتھر فورڈ نے دریافت کیا کہ ریڈیم کی شعاعیں تین قسم کی ہیں - چنانچہ یونانی ابجد کے تین ابتدائی حرفوں پر اُنکے نام رکھے گئے - پہلی شعاع کا نام " الفا " دوسری کا " بیٹا " تیسری کا " گاما "

(ریڈیم کے خواص)

پھر تحقیقات سے ثابت ہوا کہ پہلی شعاع " الفا " مثبت کہربائی لہروں کا مجموعہ ہے - وہ اِس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر سکنڈ میں ۲۰،۰۰۰ میل حرکت کرتی ہے - یعنی توپ کے گولے سے بھی ۴۰،۰۰۰ مرتبہ زیادہ تیز رفتار ہے - لیکن یہ شعاع' نفوذ و سریان کی زیادہ قوت نہیں رکھتی - شیشے کی نہایت رقیق تختی حائل کرکے اُسے روک دیا جا سکتا ہے -

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

" دنیا میں ہر شخص کا ایک کام ہوتا ہے - میرا کام یہی ہے کہ میں تلخ مگر مفید سچائي عوام پر ظاہر کردوں - جہانتک میري استطاعت میں تھا ' میں نے انسانیت ' شرافت ' اور روا داري کي دعوت دي ہے - اگر دنیا نے نہیں سنا ' تو یہ میرا قصور نہیں ہے - میں نے اپنے لیے ایک قاعدہ بنا لیا ہے - میں عالمگیر سچائیوں کا ساتھہ دونگا - میں کسي پر الزام نہیں لگاتا ' کسي کي تضحیک نہیں کرتا ' کسي معین شخص پر حملہ نہیں کرتا - میرا حملہ انسانوں پر ہے - میں کسي خاص فعل کو برا نہیں کہتا - میں شر کو برا کہتا ہوں " (روسو)

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ

جان جاک روسو

JEAN JACQUES ROUSSEU



یہ سلسلہ شروع کرتے ہوے گذشتہ نمبر میں ہم نے والٹیر کے مختصر حالات درج کیے تھے ' اور لکھا تھا کہ آیندہ نمبروں میں اُسکے اجتماعي اصول و مبادیات پر ایک مقالہ شائع کیا جائیگا - پھر اس پر نقد و تبصرہ کیا جایگا - لیکن پھر ہمیں خیال ہوا کہ اس ترتیب کي جگهہ یہ ترتیب بہتر ہوگي کہ پہلے اِن تینوں ارکان انقلاب کے مختصر حالات و افکار شائع کر دیے جائیں - پھر اُنکے اصول و مبادیات کا خلاصہ دیدیا جاے - اُس کے بعد بہ یک دفعہ اُن پر نقد و تبصرہ کیا جاے - چنانچہ آج روسو پر ایک مختصر تحریر شائع کي جاتي ہے - یہ غالباً دو نمبروں میں ختم ہو جایگي - اسکے بعد فرانسیسي انسایکلو پیڈیا اور اسکے مصنفین کے حالات و افکار پر نظر ڈالي جائیگي ' اور اسکي اشاعت کے بعد نقد و تبصرہ کا سلسلہ شروع ہوگا - حال میں ایک نہایت قیمتي مجموعہ روسو کے تمام مکاتبات کا بھي پیرس سے شائع ہو رہا ہے - تین جلدیں گذشتہ سال شائع ہو چکي تھیں - چوتھي جلد پچھلي ڈاک سے ہندوستان پہنچي ہے - یہ مجموعہ اسقدر دلچسپ اور گوناگوں معلومات سے لبریز ہے کہ ضرورت ہے ' کم از کم ایک دو تحریریں روسو کے مکاتیب پر بھي لکھي جائیں - اگر یہ لکھي جا سکیں تو یہ بھي اسي سلسلہ کي ایک کڑي ہوگي -

انقلاب فرانس کے دماغي ارکان در اصل از منۂ وسطیٰ (میڈل ایجز) کے کلیسائي اور شاہي استبداد کا رد فعل تھے - اسلیے ناگریز تھا کہ پچھلے افراط کے مقابلہ میں ایک نئي تفریط پیدا ہو جاے - والٹیر ' روسو ' اور ڈیدرو ' ذہن و عقل کي اسي تفریط کي مخلوق ہیں - انکي ذہني روح تعمیر سے نہیں بلکہ تخریب کے ہیجان سے پیدا ہوئي - وہ اثبات کے نہیں ' نفي کے واعظ تھے - مسیحي کلیسا کے جمود اور شاہي نظام کے استبداد نے " اثبات " اور " اعتقاد " کا جو غلو پیدا کر دیا تھا ' اس نے اس رد فعل میں " نفي " اور " شک " کا اغراق پیدا کر دیا - یہ بلا شبہ اُس زمانے کي طبیعت کا قدرتي مقتضی تھا - پچھلي " تعمیر " کي درستگي کیلیے ایک نئي " تخریب " کي ضرورت تھي - انہوں نے کلیسائي اور شاہي جمود کا بت توڑ دیا - لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے ' اس بت شکني میں وہ خود بھي ایک نیا بت کدہ بنا گئے - اور اسکے لیے پھر دنیا کو ایک نئے بت شکن کا انتظار ہے !

بہر حال انقلاب فرانس کے مبادیات پر یہ جدید نقد و نظر ' اس سلسلہ کي اصلي چیز ہوگي - جو مولانا ابو الکلام کے قلم سے نکلي ہے ' اور اُن کے قید خانہ کے مسودات میں سے ہے -

ایک مرتبہ ایک مجلس میں انگریزي علم ادب کا غیر معمولي انسان اور انقلاب فرانس کا سب سے بہتر وقائع نگار ' کارلائل موجود تھا - لوگ حکما کي خیالي نقشہ آرائیوں پر بحث کر رہے تھے - ایک شخص نے کہا " اجتماع و معاشرت کے انقلابات کے نقشے ایک دل خوش کن تخیل سے زیادہ نہیں ہیں " جونہي اس رائے زني کي بھنک کارلائل کے کانوں میں پڑي ' اُس نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا :

" حضرات کچھہ عرصہ گزرا ' اس دنیا میں ایک شخص تھا - روسو - اس نے ایک کتاب لکھي تھي - جب یہ کتاب شایع ہوئي تو بہت سے آدمیوں نے اُس کي ہنسي اڑائي - لیکن جب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ' تو اُس کي جلد باندھنے کے لیے اُنھي لوگوں کے جسم کا چمڑا استعمال کیا گیا تھا ' جنھوں نے اس کي ہنسي اڑائي تھي ! "

اگر ریڈیم بگڑ کر سیسہ ہوجاتا ہے تو یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شروع ہی سے زمین میں ریڈیم کی بہت بڑی کمیت موجود تھی ؟ اور کیا تمام موجودہ سیسا اصل میں ریڈیم ہی تھا ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو' اگر ایسا ہی ہے تو پھر زمین شروع میں اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف ہوگی - شروع میں زمین ایک ننھا سا آتشیں کرہ تھی یا خود آفتاب کا ایک چھوٹا سا جزء -

عام طور پر علماء کا یہی خیال ہے کہ زمین اصل میں ایک آتشی کرہ تھی اور آفتاب یا کسی دوسرے عظیم کرہ سے کٹ کر جدا ہوئی ہے - پہلے زندگی سے بالکل خالی تھی - پھر بتدریج سرد ہونے کے بعد زندگی کے تخم سے آباد ہوئی' اور ذی روح کا مسکن بن گئی - زندگی کے یہ تخم' ایتھر میں پڑے بہہ رہے تھے - اگر واقعہ یہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے' کیا یہ ممکن نہیں کہ زندگی کے یہ تخم اصل میں ریڈیم ہی کے کیس ہوں ؟ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو - کیونکہ سائنس نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ شعاعی قوت کا زندگی کے حقیقی عناصر سے گہرا تعلق ہے - دلیل اسکی یہ ہے کہ بعض بیج ریڈیم کی شعاعوں کے زیر اثر آتے ہی فوراً کونپلیں پیدا کر دیتے ہیں' اور پھر غیر معمولی سرعت و قوت سے بڑھنے لگتے ہیں !

لیکن علماء کا پختہ خیال ہے کہ ریڈیم کی' اس کی اصلی اور بے میل شکل میں زیادہ کمیت' زمین کی سطح پر کبھی موجود نہ تھی - یہ اسلیے کہ اسکے کیمیاوی خواص اسے تقریباً نا ممکن ثابت کر رہے ہیں - وہ ہمیشہ دوسرے مواد سے مرکب ملتا ہے - خالص ریڈیم کا حصول بہت ہی مشکل ہے - اگر حاصل ہو بھی جاے تو اسکا اصلی حالت میں محفوظ رکھنا اور بھی مشکل ہوگا - کیونکہ وہ ہوا سے جلد متأثر ہوجاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ ریڈیم کی عام تجارت اسکے مختلف نمکوں : برومائڈ' کلورائڈ' کاربونیٹ' سلفیٹ کی شکل میں ہوتی ہے -

(طبی فوائد)

روشنی کے زوغنوں کے علاوہ ریڈیم سے طب میں بھی بڑے بڑے کام لیے جا رہے ہیں - طب میں اسکے استعمال کی طرف سب سے پہلے سنہ ۱۹۰۱ - میں پیرر کوری نامی طبیب کو رہنمائی ہوئی - یہ شخص ریڈیم کی دریافت کرنے والی میڈم کوری کا شوہر ہے - لیکن ریڈیم کے علاج کا اصلی موجد ہنری ڈومینیسی ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں اِسنے دریافت کیا کہ اگر سیسہ کی تختی میں ریڈیم کی شعاعیں دو مرتبہ چھان لی جائیں' تو وہ جسم کے اُن ریشوں کو زائل کردیتی ہیں جو سرطانی مادوں سے آلودہ ہوتے ہیں - مگر تندرست ریشوں پر اُن کا کوئی برا اثر نہیں پڑتا -

اُس وقت سے ریڈیم مختلف امراض کے علاج میں استعمال ہونے لگا - مثلاً سرطان' طرح طرح کے ورم' نقرس' عصبی درد' عرق النساء' ریڑھ کا درد' ذیابیطس' خون کی کمی' ہیضہ' ٹیفوئڈ وغیرہ - خیال کیا جاتا ہے کہ ریڈیم' ایکس ریز کے جلے ہوے زخم اچھے کردیتا ہے - ٹیفوئڈ' ہیضہ' اور پسہری کے جراثیم قتل کرڈالتا ہے - معدے کو درست کرتا ہے - اشتہا پیدا کرتا ہے' اور اُن تمام کیمیاوی تبدیلیوں میں مساعد ہوتا ہے جو انسانی جسم میں برابر جاری رہتی ہیں -

(ریڈیم کے مضر اثرات)

لیکن جہاں ریڈیم کے بے شمار فوائد ہیں' اُسکی مضرتیں بھی ہیں - مدت تک ریڈیم کے زیر اثر رہنا سخت نقصان کا موجب ہوتا ہے - جو لوگ ریڈیم کے علاج میں مشغول رہتے ہیں' وہ اپنی حفاظت سیسے کی صدریاں پہنکر کرتے ہیں - تاہم اُنکی صحت کو آخر کار سخت نقصان پہنچتا ہے - ریڈیم کی شعاعیں براہ راست کوئی تکلیف نہیں پہنچاتیں - لیکن آہستہ آہستہ خون کے سفید اور سرخ ذرے بگاڑ دیتی ہیں - خون کا دباؤ ہلکا کردیتی ہیں - اکثر خون میں کمی بھی پیدا ہوجاتی ہے - ناخن بد صورت اور اُنکے گرد کی کھال کھری اور موٹی ہوجاتی ہے - چہرہ اور ہاتھوں کی جلد میں بھی التہاب پیدا ہوجاتا ہے -

ریڈیم کی ابھی جتنی مقدار حاصل ہوئی ہے' وہ تمام مریضوں کے علاج کیلیے بالکل نا کافی ہے - تاہم اُسے نہایت ہوشیاری سے استعمال کیا گیا ہے' اور ایسے طریقے ایجاد کیے گئے ہیں کہ اسکا نفع زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے - ریڈیم کی شعاعی قوت کا ٹیبس چھوٹی چھوٹی نلیوں میں اس طرح بند کیا گیا ہے' کہ اُس سے علاج میں کام لیا جا سکے - ہر نلی ۱۸ - ۲۰ - روپیہ میں فروخت ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چار دن تک کام دیتی ہے - یہ نلی بیمار کے جسم میں اُسی طرح داخل کردی جاتی ہے' جس طرح انجکشن کی سوئی داخل کی جاتی ہے -

اِس وقت کوئی شخص بھی پیشین گوئی نہیں کرسکتا کہ ریڈیم کے آئندہ فوائد اور کیا کیا دریافت ہونگے ؟ اور کن کن طریقوں سے اُسے استعمال کیا جا سکے گا ؟ امید کی جاتی ہے کہ سائنس کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرسکے' جس سے ریڈیم کے حصول میں آسانی ہوجاے' اور علماء طبقات الارض کا یہ نظریہ ایک دن صحیح ثابت ہوجاے کہ ہماری زمین کے شکم میں سرتاسر ریڈیم ہی بھرا پڑا ہے - اگر کبھی یہ نظریہ صحیح ثابت ہوگیا تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ انسان کو کتنی قوت' کتنی حرارت اور کسقدر روشنی حاصل ہوجائیگی ؟

الہلال

کا

یہ ۸ - واں نمبر ھی

لیکن

اسوقت تک ضرورت باقی ہے کہ توسیع اشاعت کی طرف آپ کو توجہ دلائی جاے -

اس میں شک نہیں کہ اصحاب ذوق نے جس طرح الہلال کا استقبال کیا' شاید ہی اُسکی کوئی دوسری نظیر اردو اخبارات میں مل سکے - لیکن مشکل یہ ہے کہ پرچہ کی ترتیب و طباعت کا معیار بہت بلند ہے' اور قیمت اُسکے مقابلہ میں بہت کم - اب یا تو قیمت بڑھانی چاہیے - یا اتنی وسیع اشاعت ہونی چاہیے کہ اُس سے قیمت کی کمی کی تلافی ہوجاے -

سري عهد مصائب كي يادگار هيں - أنميں سب سے بلند درجه أسكے " مكالمات " اور " اعترافات " كو حاصل هے - إن سے بهي بڑهكر آسكي وه تحريريں هيں ' جو أسنے پيرس كے أسقف (لاٹ پادري) اور جنيوا كي حكومت كے جواب ميں لكهي تهيں -

(روسو اور كليسا كا معركه)

إس جنگ ميں كون فتحمند رها : روسو يا أسكے دشمن ؟

إسكا جواب مدت هوئي خود زمانه دے چكا هے ! زندگي ميں أسكے ليے دنيا چار بالشت زمين كا گوشه بهي مهيا نه كرسكي ' ليكن اسكے مرنے كے بعد يورپ كا تمام براعظم اپنے ذهن و فكر كا صرف ايك هي حكمراں ركهتا تها ' اور وه يهي معتوب عالم " روسو " تها !

ليكن آج هميں روسو كي زندگي پر تبصره كرنا نهيں هے - روسو كي زندگي پر تبصره رسائل كے مقالات ميں نهيں ' ضخيم كتابوں ميں هو سكتا هے - آج هم صرف أسكي فكري اور قلمي معركه آرائيوں ميں سے ايک خاص معركه دكهانا چاهتے هيں - يهي اسكے قلم كے معركے هيں جو تهوڑے عرصے كے اندر انقلاب فرانس كے خونيں معركوں كي شكل ميں مبدل هوگئے - يه معركه أس ميں اور پيرس كے أسقف كے درميان واقع هوا تها - بلكه يوں كهنا چاهيے ' علم و عقل كے نئے ظهور اور مسيحي كليسا كے قديم جهل و جمود ميں هوا تها - هم اختصار پر مجبور هيں -

(أسقف كا بيان)

أسقف نے اپنا بيان إس افسوس كے ساتهه شروع كيا هے كه فرانس ميں كفر اور الحاد پهيلتا جاتا هے - پهر يه ثابت كيا هے كه يه صورت حال ' قرب قيامت كي علامت هے جيسا كه پولس رسول نے پيشين گوئي كي هے - پهر اس مقدس مگر هولناک تمهيد كے بعد وه روسو پر پے در پے حملے شروع كر ديتا هے :

" يهي وه الحاد هے جسے ايک شخص (يعني روسو) نے اپني كتاب " اميل " Emilius ميں پيش كيا هے - إس شخص نے گمراهي ميں نشو و نما پائي هے - يه ايک ايسي زبان بولتا هے جو فلسفه كي زبان هے - مگر وه خود فلسفه سے تهي دست هے - يه ايک ايسا ذهن هے جس ميں معلومات بے ترتيبي سے تهونس دي گئي هيں - مگر وه هنوز تاريک هے ' اور صرف اپني تاريكي هي پر قانع نهيں هے بلكه دوسرے دلوں ميں بهي تاريكي اتار رها هے - يه ايک ايسي طبيعت هے جو عجيب و غريب افكار كي دلداده اور مجهول راستوں كي متلاشي هے - إس ميں اخلاق كا افلاس اور فكر كي ثروت ' دونوں بيک وقت جمع هوگئي هيں - ايک طرف أسے متقدمين كے اصول سے شغف هے ' دوسري طرف عقلي بدعتوں كي ايجاد كا جنون هے - وه خلوت پسند بهي هے اور شهرت پسند بهي - علم كي محبت كا بهي دعوى ركهتا هے اور علم كي عداوت كا بهي علم اٹهائے هے - انجيل كے كمال كا بهي اعتراف كرتا هے اور أسے جڑ سے اكهاڑ پهينكنے كي بهي كوشش كرتا هے - فضيلت كي ايسي خوبصورت تصويريں بناتا هے كه بے اختيار تحسين و آفرين كا نعره بلند هو جاتا هے - مگر پهر وه هي فسق و فجور كے پهاوڑوں سے اپني بنائي هوئي شاندار عمارت گرا بهي ديتا هے - يه نوع انساني كا معلم بنكر سامنے آيا هے ' مگر الحاد اور گمراهي كے سوا كچهه نهيں ركهتا - يه ضلالت كا امام هے - فساد كا داعي هے - شيطان كا پيام بر هے - تاريكي كا رهبر هے - اور اس سے بهي كچهه زياده هے - وه اپني كتاب ميں انسان كو حيوان كے درجه ميں لے آتا هے - ايک اور رساله ميں نفس پرستي كي تبليغ كرتا هے - پهر تربيت كي كتاب لكهتا هے - مگر سراسر الحاد كي دعوت ديتا هے ! "

آگے چلكر أسقف نے روسو كي كتاب " تربيت " پر اعتراض كيے هيں اور اس پر زور ديا هے كه يه " دعوت الحاد " هے - يه كتاب آج همارے هاتهوں ميں موجود هے - اسميں جس " الحاد " كي دعوت دي گئي هے وه صرف يه هے ' كه وه كهتا هے : " بچه كي دماغي تربيت و تعليم ايسي هوني چاهيے كه وه خود إس قابل هوجاے كه دين حق كي معرفت پيدا كرسكے ' اور اسے تقليد و رسوم كي بنا پر نهيں بلكه فهم و بصيرت كے ساتهه منتخب كرے - هميں اس بات سے احتراز كرنا چاهيے كه أسے كوئي ايسي دماغي جكڑ بندي كي تعليم ديں جس سے أس ميں دماغي بصيرت اور مجتهدانه فكر كي قوت پيدا نه هوسكے اور دل و دماغ كسي جابرانه تاثير سے منفعل هو جائيں - هميں اس سے بهي احتراز كرنا چاهيے كه اسكے دماغ ميں كوئي ايسي بات أتار ديں ' جسے وه خود اپني عقل سے معلوم نهيں كر سكتا "

إس پر اسقف نے اعتراض كرتے هوئے لكها هے : " هميں إس نظريه پر كوئي اعتراض نهيں هے - ليكن سوال يه هے كه كيا بچه كو گمراه هو جانے كيليے چهوڑ دينا چاهيے ؟ اگر ايسا نهيں كرنا چاهيے بلكه أسے هميشه فطرة كي سچي راه پر ركهنا چاهيے ' تو وه سچا طريقه كيا هے ؟ كتاب تربيت كا مولف بند بند لفظوں ميں الحاد كي طرف دعوت ديتا هے - ليكن هم فطرت كے سچے طريقے يعني مسيحيت كو پيش كرتے هيں - درحقيقت دين مسيحي فطرتي دين هے - فطرت هميشه إسي كي طرف رهنمائي كرتي هے - عقل انساني بجز انجيل كے راسته كے كوئي دوسري راه قبول هي نهيں كرسكتي - يه اس ليے كه انجيل كا دين ' فطرت اور عقل كا دين هے ! "

روسو أسقف كي تمام تشريحات برداشت كرلے سكتا تها ' ليكن يقيناً اس بات كي برداشت أسكي طاقت سے باهر هوگي كه " مسيحيت فطرة كي سچائي هے " اور وه " فطرة اور عقل كے دين كي طرف رهنمائي كرتي هے " ياد ركهنا چاهيے كه يه پر جوش أسقف اور اسكے تمام هم مشرب جس " مسيحيت " اور " انجيل " پر عامل تهے اور أسكي دعوت دے رهے تهے ' وه " كليسا " اور " پوپ " كي " مسيحيت " تهي - نه كه مسيحيت كي پهلے عهد كي ساده اور بے ميل مسيحيت - امريكن مصنف ڈريپر كے لفظوں ميں " اٹهارويں صدي كے تمام اجتماعي انقلابات غير ضروري هوجاتے ' اگر كليسا اور پوپ كي نمايندگي كي جگه مسيحيت اور مذهب كي كوئي دوسري نمايندگي وجود ميں آ سكتي "

در اصل ازمنۂ وسطى سے مسيحيت كا جو جهل پرور اور مستبد مزاج پيدا هوگيا تها ' اسكا قدرتي رد فعل والتاثير اور روسو كا انكار اور كفر تها !

اسكے بعد اسقف كهتا هے " اگر دين مسيحي هي وه سچا طريقه هے جسكے سوا فطرت انساني كوئي دوسري راه تصور هي نهيں كرسكتي - تو پهر روسو كا ديني تعليم و تربيت پر نكته چيني كرنا بجز اسكے كوئي معني نهيں ركهتا كه وه مخلوق كو هدايت سے هٹا كر ضلالت كي طرف بلا رها هے ! "

روسو نے كها تها " هر بچه جو اپنے بچپنے ميں خدا پر ايمان ركهتا هے ' ايک طرح كا بت پرست هے ' اور خدا كو انسان كي

یہ ھے یورپ کے اتھارھویں صدي کي عجیب و غریب شخصیت جان جاک روسو - اور یہ ھے اُس کي انقلاب انگیز اور عالم افگن تعلیمات کا ساحرانہ نفوذ ' جس کي طرف کارلائل نے ان ضرب المثل بن جانے والے لفظوں میں اشارہ کیا تھا !

نپولین کہا کرتا تھا " انقلاب فرانس کچھہ نہ تھا مگر روسو " ایک اور موقعہ پر اُس نے کہا " روسو ھي انقلاب کا باپ تھا " بلاشبہ روسو انقلاب فرانس کا باپ تھا ' لیکن وہ اس سے بھي بڑھکر تھا - اُس نے صرف فرانس ھي میں نہیں بلکہ اپنے پورے عہد کي عقلي و اجتماعي زندگي میں انقلاب پیدا کر دیا - اس کے مبادیات و اصول کو لوگ صحیح سمجھیں یا غلط ' لیکن عملي دنیا کا فیصلہ یہي ھوا کہ وہ آنکھہ بند کرکے اُس کي رھنمائي پر چل پڑي' اور اُس کے سوا دوسروں کي رھنمائي قبول کرنے سے انکار کردیا - اتھارھویں صدي سے لیکر اس وقت تک دنیا کے قوموں کي حکومتوں میں ' ان کي سوسایٹي اور معاشرت میں ' اُن کے عقلي اعمال و عقائد میں ' ان کے علم و فن کے کار و بار میں ' ایک بہت بڑي زندہ حقیقت روسو اور روسو کے اصول و مبادي ھیں !

(مختصر حالات زندگي)

سنہ ۱۷۱۲ ع میں روسو جنیوا میں پیدا ھوا تھا - اُس کا باپ آیزک روسو ایک غریب آدمي تھا ' مگر سست ' ناکارہ ' اور بد اخلاق - گھڑیوں کي مرمت کرتا اور عورتوں کو ناچنا سکھا کر پیٹ پالتا - لیکن اُس کي ماں بہت ھي شریف عورت تھي - اُس کي شرم و حیا اور شریفانہ نسواني جذبات کا تمام سوانح نگاروں نے اعتراف کیا ھے - روسو میں اپنے ماں اور باپ' دونوں کے اخلاق جمع ھوگئے تھے - البتہ بعد میں اُس نے بہت کچھہ اصلاح کرلي تھي -

روسو کي ابتدائي تعلیم نہایت ناقص تھي - اُسے بچپن ھي سے افسانے اور خیالي قصے پڑھنے کا شوق ھوگیا تھا - لیکن اُس کے تمام سوانح نگار تسلیم کرتے ھیں کہ یہ مطالعہ اُس کے عجیب ذھن کے لیے مضر نہیں بلکہ مفید ثابت ھوا -

روسو ابھي پوري طرح جوان بھي نہیں ھوا تھا کہ اپني روزي کمانے پر مجبور ھوگیا - اُس کے والد نے اُسے دستکاري کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر اس میں کامیابي نہیں ھوئي - کئي مقامات میں اُس نے نوکري کي مگر اپني تنگ مزاجي اور خاص قسم کي طبیعت کي وجہ سے کہیں جم نہ سکا - نہ وہ اپنے کسي آقا کو خوش کرسکتا تھا - نہ اُس کا کوئي آقا اُسے مطمئن کردینے کي قابلیت رکھتا تھا !

اپني زندگي کا یہ زمانہ اُس نے سخت مصائب میں گزارا - تنگ دستي ھمیشہ اُس کي رفیق رھي - بے اطمینانی نے کبھي ساتھہ نہ چھوڑا - صحبت نہایت خراب تھي - سوسائٹي کا سب سے زیادہ بدترین طبقہ اُس کے حصے میں آیا تھا -

(ترقي و شہرت کا پہلا موقعہ)

۳۹ - سال اِس طرح گزر گئے - اب تک وہ بالکل گم نام تھا - لیکن قدرت کي نظر عنایت اُس پر شروع ھي سے تھي - وہ اُسے اپنے مدرسۂ مصائب میں طیار کر رھي تھي -

سنہ ۱۷۴۹ ع میں اچانک اُس کے اقبال کا ستارا طلوع ھوا - فرانس کے ایک علمي مجمع (اکاڈیمي) نے ایک موضوع مقرر کیا ' اور اھل علم کو اُس پر بحث کي دعوت دي - مقابلہ سخت تھا - منتخب علماء میدان میں اتر پڑے تھے - تاھم روسو نے ھمت کي اور مضمون لکھا - اُس کا مضمون سب سے بہتر ثابت ھوا - مجمع علمي نے اِس گمنام " عالم " کي قابلیت کا اعتراف کیا - اور اُسے مقابلہ کا انعام دیکر ھمت افزائي کي - اِس طرح دنیا نے پہلي مرتبہ سنا کہ روسو' فرانس میں ایک بڑا عالم ھے !

(حکومت اور کلیسا کا متحدہ حملہ)

اب روسو پر شہرت کا دروازہ کھل گیا - بڑي تیز گامي سے وہ آگے بڑھا ' اور تھوڑے ھي عرصہ کے اندر اپنے عہد کا سب سے بڑا عالم تسلیم کر لیا گیا -

مگر کیا اِس شہرت و عزت سے اُس کي زندگي کي مصائب دور ھوگئیں ؟ نہیں ' اور زیادہ ھوگئیں - پہلے وہ صرف تنگ دستي کا شکار تھا ' اب وہ حکومت اور کلیسا کي دشمني کا بھي شکار ھوگیا - جوں ھي اُس کي تصانیف سوشل کنٹریکٹ ' ھلواز ' اور امیل نامي شائع ھوئیں ' حکومت اور کلیسا کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا - دونوں نے بیک وقت اُس پر یورش کردي ' اور انتقام لینے کیلیے اپنے تمام ھتیار سنبھال لیے !

(مصائب و محن اور خاتمہ)

" امیل " کے شائع ھوتے ھي ' ۹ جون سنہ ۱۷۶۲ ع میں حکومت فرانس نے روسو کي گرفتاري کا فرمان جاري کردیا - مجبوراً اُسے فرار ھي میں سلامتي نظر آئي - فرانس سے بھاگ کر جنیوا پہنچا مگر یہاں کي حکومت بھي اُس کے لیئے فرانس سے بہتر ثابت نہ ھوئي - اُس نے بھي اس کي گرفتاري ضروري سمجھي - یہ حال دیکھکر اس نے ھالینڈ کا رخ کیا - مگر ھالینڈ بھي ایک ایسے شخص کے استقبال کے لیے طیار نہ تھا - اُس نے بھي دار و رسن سے استقبال کرنا چاھا - اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اٹلي میں پناہ لے - وہ اٹلي پہنچا - مگر اٹلي پوپ کا پایۂ تخت تھا - وہ اِس کے پہنچنے سے پہلے ھي اس کے کفر و انکار پر گرفتاري و قتل کا فتوی صادر کرچکا تھا - بے بس ھوکر وھاں سے بھي نکلا - اور انگلستان کي راہ لي - اُسے امید تھي کہ انگلستان کے ایک گوشہ میں پناہ حاصل کر سکیگا - لیکن افسوس ھے کہ وہ بھي بے رحم نکلا - اب اُس کي مصیبت کا جام چھلک گیا تھا -

اب یورپ میں اُسے کہیں پناہ نہیں مل سکتي تھي - جہاں چھپتا تھا - وھیں دشمن کا ھاتھہ دراز ھوجاتا تھا : ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم کے عالم میں مبتلا تھا - ابھي یہ مصیبت بڑھتي ھي جاتي تھي کہ ایک دوسري مصیبت بھي شروع ھوگئي - یعني طرح طرح کے جسماني امراض و آلام نے آگھیرا - آخر اِسي حالت میں ' کہ دنیا اپني ساري وسعت کے ساتھہ اُس پر تنگ ھوچکي تھي ' سنہ ۱۷۷۸ ع میں انتقال کیا ' اور گوشۂ قبر میں پناہ لي !

اِن مصائب نے روسو کے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا ؟ کیا وہ اِن سے مرعوب ھوگیا تھا ؟ کیا اپنے عقائد و افکار سے دست بردار ھوگیا تھا ؟ کیا اُسنے اپنے بے پناہ دشمن کے سامنے ھتیار ڈالدیے تھے ؟

اگر وہ ایسا کرتا تو یقیناً عیش کي زندگي بسر کرتا - مگر صرف زندگي ھي بسر کرتا - زندگي کي عظمت حاصل نہ کر سکتا - اپني موت کے ساتھہ ھي مرجاتا - اُسکي ساري عظمت ' اُسکي دماغي قابلیتوں سے زیادہ ' اُسکے دل کي مضبوطي میں ھے - بلا شبہ وہ اپنا جسم کونے کونے میں چھپاتا پھرا ' مگر اُسکا قلم بے پناہ شمشیر بنکر ھمیشہ دشمن کا قلع قمع کرتا رھا - اُسکي بلیغ ترین کتابیں ' اِسي

معرکوں کے بعد اُنکی هیبت فرانسیسی فوجوں پر اِس قدر بیٹھه گئی تھی که اُنکا نام سنتے هی میدان سے بھاگ جاتی تھیں - پچھلے دو سال برابر درزیوں کا پله بھاری رها ' واقعات ثابت کر رهے تھے که فرانس کو بہت جلد سر جھکانا پڑیگا - بلکه حقیقت یه هے که دو مرتبه فرانس نے اندر هی اندر سر جھکا دینے کا فیصله بھی کر لیا تھا -

مگر افسوس ' نتیجه بالکل برخلاف نکلا - فرانس نے وهی طریقه اختیار کیا جو ایسے موقعه پر همیشه طاقتور حریف اختیار کیا کرتا هے - اُس نے جنگ کو طول دینا شروع کر دیا - یه طوالت بے سر و سامان درزیوں کیلیے نا قابل تحمل تھی - وہ دنیا کی اول درجه کی سلطنت کے مقابله میں تنہا تھے - خود اپنے وطن کی دوسری جماعتیں بھی انکے ساتھه شریک نه تھیں - جنگ نے زراعت ' تجارت ' اور هر طرح کے وسائل معیشت سے انہیں محروم کر دیا تھا - بہت دنوں تک جمے رهے - لیکن آخر اب تک قدرتی موانع سے جنگ کرتے ؟ بے بس هوکر ترک جنگ پر آماده هوگئے - اب دروز ایک پھر فرانس کے رحم پر هے ' اسوقت تک ایلیے که مجاهدین وطن تازه دم هوکر کوئی دوسرا قدم اٹھا سکیں -

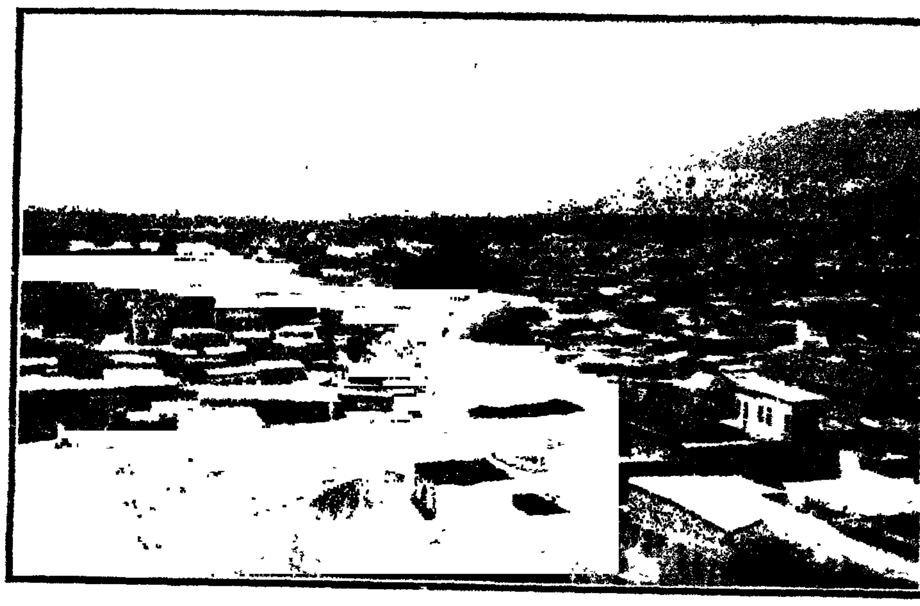
یه واقعه تمام مشرق کیلیے ایک نیا تازیانۂ عبرت هے - اِسنے ایک مرتبه پھر یه حقیقت ظاهر کردی که تمام دول یورپ کس طرح مشرق کے غلام بنائے اور غلام رکھنے پر متفق هوگئی هیں - آنمیں باهم کتنی هی منافست و رقابت کیوں نه هو ' مگر مشرقی قوموں کا سر کچلنے میں وه تمام رقابتیں بھول جاتی هیں - اتنا هی نہیں ' ایک دوسرے کی امداد و اعانت پر بھی آماده هو جاتی هیں - شامی جهاد آزادی ' اِس کی تازه مثال هے - جاننے والے اچھی طرح جانتے هیں که وه فرانس نہیں هے جسنے آج وطن پرستان شام کو نیچا دکھایا هے - بلکه وه برطانیا هے جسکی اخلاقی و مادی امداد و اعانت نے فرانس کو فتحمند کیا هے - فرانس تو اپنا پورا زور لگا کر تھک چکا تھا - وہ پایۂ تخت دمشق کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تھا - روز دروز آتے تھے اور پوری آزادی سے دمشق کی سڑکوں پر حملے کرتے تھے - حالانکه یہاں فرانس کا جنگی مرکز قائم تھا - لیکن یه اُس وقت کی بات هے ' جب فرانس اِس جهاد کے مقابله میں اکیلا تھا - برطانیا کی اعانت اُسے حاصل نه تھی - یه واقعه هے که اُس نے گھبرا کر دو مرتبه اِراده کرلیا تھا که شامیوں کے مطالبات منظور کرلے ' اور اپنے ظالمانه مطامع سے باز آجاے -

برطانیه اِس معامله میں کیونکر شریک هوا ؟ مختصر تفصیل اِس کی یه هے که جب درزیوں کو فرانس کے مقابله میں نمایاں کامیابیاں هونے لگیں تو فلسطین ' شرق اردن ' اور عراق میں بھی اس کی صداے بازگشت بلند هونے لگی - شرق اردن کے تیور سب سے زیاده خراب تھے - بلکه جابجا شورش بھی شروع هوگئی تھی - برطانیا نے دیکھا که اگر اس علاقه میں آگ لگ گئی تو فلسطین اور عراق تک اس کے شرارے پہنچ جائینگے ' اور پوری عربی قوم میں حریت طلبی کی نئی سرگرمی پیدا هوجائیگی - برطانیا نے خیال کیا ' یه تمام بے چینی صرف اِس وجه سے هے که درزیوں کی کامیابیوں نے عربوں کے دل بڑھا دیے هیں اور فرانس کی پیهم شکستوں سے خود برطانیا کا رعب و داب بھی بے اثر هوتا جاتا هے - وہ فرانس کی پیٹھ ٹھوکنے کیلیے طیار هوگئی - فلسطین کے برطانوی حکام نے علانیه فرانس کی طرف امداد کا هاتھه بڑھایا ' اور اپنی جنگی قوت سے درزیوں پر دباؤ ڈالنے لگے -

بد قسمتی سے جغرافیائی اور جنگی حالات نے درزیوں کو شرق اردن کا سخت محتاج بنا دیا تھا - اُن پر تمام دروازے بند تھے - صرف شرق اردن کا دروازه کھلا تھا - یہیں وہ پناه لیتے تھے - یہیں تازه دم هوتے تھے - اور اسی راسته سے انہیں باهر کی مدد بھی مل جاتی تھی - برطانیا کے مخالف هوتے هی یه دروازه بھی اُنپر بند هوگیا - اتنا هی نہیں بلکه انہیں سرحدوں پر پریشان بھی کیا جانے لگا - اب درزیوں کو دو سلطنتوں سے به یک وقت مقابله کرنا پڑا : فرانس اور برطانیا - یه بھی انهوں نے کیا - اور پورے باره مهینے تک میدان میں جمے رهے - مگر کبتک جمے رهتے ؟ سامان جنگ ختم هوگیا - رسد بند هو گئی - اب بجز بیٹھه جانے کے کوئی چاره کار باقی نہیں رها تھا - چنانچه اِس هفته بے بس هوکر بیٹھه جانے کا فیصله کرلینا پڑا ! انا لله و انا الیه راجعون !

یقیناً تاریخ عرب و اسلام شریف حسین اور اُسکے بیٹوں کو کبھی معاف نہیں کریگی ' جنکی بدولت یه تمام مصائب بلاد عربیه پر نازل هوے - شام ' فلسطین ' شرق اردن ' عراق ' یه تمام ممالک برطانیا اور فرانس کے قبضه میں صرف اِسی خاندان کی خیانت اور طماعی سے گئے - اِس شامی جهاد آزادی کی ناکامی میں بھی شریف حسین کے منجھلے لڑکے امیر عبدالله کا بہت بڑا حصه هے - یه بے حمیت برطانیا کے ٹکڑوں پر شرق اردن میں پڑا هے - اور برطانی ملک گیری کی بنیادیں اپنی عزت فروشی سے مضبوط کر رها هے - اس نے دروز سے نہایت هی بے دردی اور بے حمیتی کا سلوک کیا - وہ جب پناه کی امیدیں لیکر اسکی سر زمین میں پہنچے ' تو اس نے انهیں فوراً نکل جانے کا حکم دیا - اُنهوں نے پہاڑوں اور ریگستانوں میں جاکر پناه لی - مگر اسنے وهاں بھی اُنکا تعاقب کیا ' اور ایک ایک کرکے سب کو فرانس کے حواله کردیا !

اُنکی سب سے آخری جماعت ' علاقۂ ازرق میں پناه گزیں تھی - اِسکی تعداد دو هزار تھی - امیر عبدالله کو معلوم هوا تو اُسنے وهاں ایک طاقتور فوج بھیجدی - جنگی قانون کا اعلان کردیا ' اور انہیں مجبور کردیا که اپنے آپ کو فرانس کے حواله کردیں - چنانچه تمام لوگوں نے مجبور هوکر اپنے تئیں فرانس کے حواله کر دیا - حواله کرنے والوں میں خود خاندان اطرش کے لوگ بھی هیں - مثلاً متعب بک اطرش ' علی بک اطرش ' عبدالغفار اطرش وغیرهم -



شام کے پایۂ تخت دمشق کا ایک منظر عام

صورت میں یقین کرتا ہے - عقل انسانی اِس عمر میں ' خدا کا منــزہ اور مطلق تصور کرهي نہیں سکتی !"

اسقف کا اِس پر اعتراض یہ ہے " اگر بچہ بت‌پرست ہوتا تو کئی خداؤں کا قائل ہوتا - اگر اسکے تفکر میں مجسم ہوتا (یعنی خدا کو انسان کی صورت دیتا) تو پروردگار کا جسم بناتا - حالانکہ مسیحی بچوں کا کبھی ایسا اعتقاد نہیں ہوتا - وہ صحیح معنوں میں موحد ہوتے ہیں - مولف (روسو) نے یہ کہکر در اصل مسیحیت کو بت پرستی قرار دیا ہے !"

روسو نے لکھا تھا " میں جانتا ہوں کہ نظام عالم کو ایک قادر وحکیم ارادہ چلا رہا ہے - میں یہ دیکھتا یا محسوس کرتا ہوں ' اور اسکی معرفت میری زندگی کیلیے ضروری ہے - لیکن یہ عالم کب سے اور کس طرح ہے ؟ اشیاء کی اصل ایک ہے یا متعدد ہیں ؟ انکی طبیعت کیا ہے ؟ یہ میں نہیں جانتا ' اور نہ مجھے جاننے کی ضرورت ہے ... یہی باعث ہے کہ میں یہ متعدد مسائل نظر انداز کر جاتا ہوں - ممکن ہے یہ میری عقل کو مشغول کریں' مگر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے - پھر یہ مسائل میری عقل سے بالا تر بھی ہیں ..."

اِس پر اسقف اعتراض کرتا ہے " بے شک مصنف کا اِس قول سے کیا مقصود ہے ؟ وہ جانتا ہے کہ کائنات کا نظام ایک قادر و حکیم ارادہ کے ماتحت ہے - وہ اعتراف کرتا ہے کہ اِس حقیقت کا علم اسکے لیے ضروری ہے - لیکن باوجود اِسکے کہتا ہے ' نہیں معلوم اشیاء کی اصل ایک ہے یا ایک سے زیادہ ہے ؟ پھر دعوی کرتا ہے کہ مجھے اِس نقطہ کے معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں - مصنف ' درا صل خدا کی وحدانیت پر شک رکھتا ہے - اِس علم کے بعد کہ کائنات ایک قادر وحکیم ارادہ کے تصرف و اختیار میں ہے' کیا یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اشیاء کی اصل ایک ہے یا کئی ہیں ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ پہلی حقیقت کا علم ضروری ہو اور دوسری کی معرفت غیر ضروری قرار پائے ؟ کیا یہ صریح تناقض اور الحاد نہیں ہے ؟ وہ کہتا ہے میں خدا کی طبیعت و حقیقت سے بےخبر ہوں ' لیکن ساتھہ ہی یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ یہ موجود حقیقی ' علم ' قدرت ' ارادہ ' اور حکمت رکھتا ہے ! اِس سے تو معلوم ہوا کہ وحدانیت اسکے خیال میں ایک " حقیر سا مسئلہ " ہے' اور کسی طرح بھی اسکی عقل میں نہیں آسکتا - لیکن معلوم ہوتا ہے' متعدد خداؤں کا تصور اسکی عقل کے نزدیک معقول ہے - بھلا اِس حماقت سے بڑہ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے ؟"

روسو معجزات کو اس معنی میں تسلیم نہیں کرتا کہ وہ خارق عادت ہیں - معجزات پر گفتگو کرتے ہوئے اسنے لکھا ہے " بالعکس ! همیشہ آدمیوں ہی کی گواهی ! آدمی ' اپنے ہی جیسے آدمیوں سے سنتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ہیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے کتنے اَن گنت واسطے قائم ہوگئے ہیں !"

اِس پر اسقف لکھتا ہے " اگر آدمیوں کی گواهی معتبر نہیں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں مولف کے اسپارٹا ' ایتھنز' اور روم کو کیونکر جانا جنکی عظمت کا وہ همیشہ راگ گایا کرتا ہے ؟ ان قدیم جمہوریتوں اور مولف کے مابین آدمیوں کے کتنے بہت سے واسطے موجود ہیں ؟ وہ ان واسطوں پر شک نہیں کرتا - لیکن مسیحی معجزات کی روایت میں وہ کوئی واسطہ منظور کرنا نہیں چاهتا - در اصل اسکے اعتراض کی اصلی علت ' الحاد ہے - وہ خدا ہی کو نہیں مانتا !"

عالم شرق و اسلام

مکتوب شام

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

دروزی جہاد آزادی کا خاتمہ

میں یہ مکتوب اِس حال میں لکھہ رہا ہوں کہ ہاتھہ میں رعشہ ہے ' آنکھوں میں آنسو ہیں ' دل میں حسرت و الم ہے - میں ہی نہیں ' اِس وقت شام میں کون ہے جو خون کے آنسو نہیں رو رہا ہے ؟ دمشق کے آسمان پر اندھیرا چھا گیا ہے - اور شام کے مبتزز مایوسی کی خزاں سے مرجھا گئے ہیں - اسلیے کہ آزادی کی امیدیں ملتوی ہوگئیں - تین سال ہوئے شام کے ابطال وطن نے آزادی کا علم بلند کیا تھا - آج وہ علم سرنگوں ہے - اِس لیے پورا ملک اور اسکی قومی غیرت ' سرنگوں ہے !

ملک شام خصوصاً دمشق نے ابھی سرزمین پر تاریخ عظیم ترین واقعات مشاہدہ کیے ہیں - دروز کا جہاد آزادی بھی ایک ایسا ہی عظیم واقعہ ہے - مشرق کی تاریخ میں همیشہ کے زریں حروف میں ثبت رہے گا - جبل دروز' جو اِس جہاد کا مرکز تھا ' صرف پچاس ساٹھہ ہزار کی آبادی رکھتا ہے - یہی آبادی ' دروزیوں کی مرکزی آبادی ہے - اور یہی دروز ہیں جنھوں نے فرانس جیسی عظیم الشان سلطنت کے قدم ' شام سے اکھاڑ دیے تھے ! انتہی

اسقف کا بیان بہت طویل ہے - اِس مضمون میں اسکا پورا خلاصہ بھی ممکن نہیں - لیکن اسکا آخری اعتراض ضرور نقل کرنا چاہیے - روسو نے بادشاہوں کے وجود پر سختی سے حملہ کیا ہے - اسقف اسکے جواب میں لکھتا ہے :

" یہ بھی مؤلف کا الحاد ہی ہے جس سے متاثر ہوکر وہ بادشاہوں کے وجود پر نکتہ چینی کرتا ہے - بادشاہوں کو برباد کر کے وہ ایسے قواعد جاری کرنا چاهتا ہے ' جنکا نتیجہ بجز بد امنی اور طوائف الملوکی کے اور کچھہ نہیں ہوگا - مصنف نے مذهب اور دین حق میں کیا نقص پایا ہے ؟ مصنف بد اخلاقی اور بد امنی کی تعلیم دیتا ہے - لیکن دین حق خشیت الہی اور بادشاہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے - دین کا حکم یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے آقا کی فرمانبرداری کرے - دین کہتا ہے پادشاہی ' خدا کی قوت ہے - اسکا پاک سایہ ہے' اور اسی نے زمین پر نازل کی ہے - جو اِس کا مخالف ہے ' وہ خود خدا کا باغی ہے - اس پر خدا کی ابدی لعنت ہو !"

اس طرح اسقف نے اپنا رسالہ قرب قیامت کی هولناکی سے شروع کرکے " ابدی لعنت " کی پیشکش پر ختم کر دیا ہے !

یہ روسو کے سب سے بڑے کلیسائی مناظر کا حملہ تھا - اب دیکھنا چاهیے ' روسو نے اسکا دفاع کیونکر کیا ہے ؟ روسو کے سخت سے سخت نکتہ چیں بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسکا جواب اسکی مناظرانہ قوت بیانیہ کا بے نظیر ثبوت تھا -

هم آیندہ اشاعت میں اسکا خلاصہ درج کرینگے -

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاص (رض) کی شجاعت، تدبر، فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کے تدبر و قیادت کا نتیجہ تھی۔ خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی۔ اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی: عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر ملکر ایک ہو گئے۔ انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اُس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا؟ ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی:

ایک عجیب سوال

جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اُس نے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔

لیٹے لیٹے اُن سے سوال کیا "میں تمھارا کیسا ساتھی تھا؟"

"سبحان اللہ! آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے۔ دل کھول کر دیتے تھے۔ ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے۔ وہ کرتے تھے..."

وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا "میں یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کے لئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو، موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے۔ آگے بڑھو اور اُسے مجھ سے دور کر دو!"

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پریشان تھے، کیا جواب دیں؟

"اے ابو عبداللہ!" دیر کے بعد انھوں نے کہا "واللہ ہم آپکی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپکے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔"

انھوں نے آہ سرد بھری "واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں" اُنھوں نے حسرت سے کہا "واقعی تم مجھے موت سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اے کاش! یہ بات پہلے سے سوچ لیتا! اے کاش میں نے تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا۔ ابن ابی طالب (حضرت علی) کا بھلا ہو۔ کیا ہی خوب کہہ گیا ہے: آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اُس کی اپنی موت ہے!" (طبقات ابن سعد)

دیوار کی طرف منہ کرکے رونے لگے

راوی کہتا ہے ہم عمرو بن العاص کی عیادت کو حاضر ہوئے۔ وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا "آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپ کو یہ یہ بشارتیں نہیں دے چکے ہیں؟" اُنھوں نے بشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔ پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے:

زندگی کے تین دور

"میرے پاس سب سے افضل دولت" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت ہے۔

"مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں:

"ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پاکر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مرتا"

"پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپنے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا "عمرو! تجھے کیا ہوا؟" میں نے کہا "ایک شرط چاہتا ہوں" فرمایا "کونسی شرط؟" میں نے عرض کیا "یہ شرط کہ میری بخشش ہوجائے" اسپر ارشاد ہوا "اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟" (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

"اُسوقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا، اور نہ رسول اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی۔ میں سچ کہتا ہوں، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی پوری امید تھی!"

"پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہم بہت سے اونچ نیچ کام کئے۔ میں نہیں جانتا اب میرا کیا حال ہوگا؟"

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا

"جب میں مروں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں، نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ میری قبر سے فارغ ہوکر اُسوقت تک مجھ سے قریب رہنا، جب تک جانور ذبح کرکے اُن کا گوشت تقسیم نہ ہوجائے۔ کیونکہ تمھاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دوں؟" (طبقات ابن سعد)

بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں!

ہوش حواس آخر وقت تک قائم تھے۔ معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے۔ تو دیکھا: نزع کی حالت ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ آپنے جواب دیا "پگھل رہا ہوں۔ بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔ اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے؟" (عقد الفرید و ابن سعد)

حضرت ابن عباس سے سوال جواب

حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے۔ سلام کیا۔ طبیعت پوچھی۔ کہنے لگے "میں نے اپنی دنیا کم بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں نے اُسے بگاڑا ہوتا جسے سنوارا ہے، اور اُسے سنوارا ہوتا جسے بگاڑا، تو یقیناً بازی لیجاتا۔ اگر مجھے اختیار ملے تو ضرور اسکی آرزو کروں۔ اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو رہا ہوں۔ نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں، نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے میرے بھتیجے! مجھ کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اُٹھاؤں"

ابن عباس نے جواب دیا "آہ! اے ابو عبداللہ! اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں۔ جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے؟"

عمرو بن العاص یہ جواب سنکر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف! کیسی سخت گھڑی ہے! کچھ اوپر اسی برس کا سن! اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے؟ الٰہی! یہ ابن عباس ہے جو مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے! الٰہی! مجھے خوب تکلیف دے، یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہوجائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے"!

ابن عباس نے کہا "ہیہات! ابو عبداللہ! آپنے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟"

اسپر وہ آزردہ خاطر ہوگئے: "ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے؟ جو بات کہتا ہوں، اُسے کاٹ دیتا ہے!" (استیعاب)

موت کی کیفیت

عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے "مجھے اُن لوگوں پر تعجب ہے جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے" لوگوں کو یہ بات یاد تھی جب وہ خود اس منزل میں پہونچے، تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا (ایک روایت میں ہے کہ خود اُنکے بیٹے نے سوال کیا تھا) عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی: "جان من!" اُنھوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہوسکتی۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اسوقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں

(دیکھو ص ۱۶)

(سلطان پاشا اطرش)

لیکن جهاد آزادي کے علم بردار سلطان پاشا اطرش نے هتیار ڈالنے سے انکار کر دیا - دمشق میں اُنکے بعض دوستوں کے پاس میں نے اُنکا ایک تار پڑھا هے - اُسمیں وہ لکھتے هیں :

"میں نے هتیار رکھنے سے انکار کر دیا هے - کیونکه مرد هتیار نہیں رکھا کرتے - میں صحراء کي طرف اپنے خاندان کے ساتھه جا رہا هوں کیونکه برطاني حکام اور امیر عبداللہ نے مجھے علاقۂ ازرق میں رهنے نہیں دیا!"

مجھے معتبر ذرایع سے معلوم هوا سے که انگریزوں نے سلطان پاشا اطرش سے کہا تھا که "فلسطین چلے آئیں ، هم امن دینگے" اِس سے اُنکي غرض یه تھي که فرانس پر دباؤ رکھنے اور اپني مطلب براریوں کے لیے اُنھیں نظر بند کرکے رکھه چھوڑیں - مگر سلطان پاشا نے انکار کر دیا :

"میں نے قسم کھائي هے که کسي ایسے ملک میں هرگز نہیں رهونگا جس پر اجنبي علم لہراتا هو!"

یهه اُنکا قطعي جواب تھا!

پھر آخر سلطان پاشا کہاں پناہ لینگے؟ یه سوال تھا جو برطاني ، فرانسیسي ، اور عربي حلقوں میں گشت لگا رہا تھا - مگر اسکا جواب بہت جلد مل گیا اور ایسا ملا که سب کو حیرت هوگئي - لوگوں کو اچانک معلوم هوا که سلطان پاشا اطرش اور اُنکے ۴۵ رفیق، سلطان ابن سعود کے مہمان هوکر حجاز جا رهے هیں، اور پانچ سو سے زیادہ دروزي جو ابتک مسلح هیں اور هتیار نه رکھنے کا فیصله کر چکے هیں ، وہ بھي عنقریب اسي طرف روانه هونے والے هیں -

لوگوں کو حیرت اِس وجه سے هوئي که نجدي از حد متعصب مشہور هیں - اس صورت میں وہ دروزیوں کے سردار کا کیونکر استقبال کرسکتے هیں جو اسلام کے تمام فرقوں میں سب سے زیادہ عام اسلامي رسوم و عوائد سے دور هیں؟ لیکن واقعه یه هے که سلطان ابن سعود نے ایک مرتبه پھر اپني اور اپني قوم کي بے تعصبي اور عربي حمیت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کردیا - اُنھوں نے جونھي سنا که دروزي مجاهدین پر عرصۂ زمین تنگ هے ، فوراً دعوت دي اور اپنے جوار حمایت میں پناہ دینے کا اعلان کردیا - اُن کے طرز عمل نے صرف یهي ثابت نہیں کردیا که وہ اپنے عقائد میں حد درجه بے تعصب هیں ، حتیٰ که دروز جیسے عقائد رکھنے والوں کو بھي اپنا مہمان بنالیتے هیں، بلکه یه بھي ثابت کردیا که وہ فرانس اور برطانیا ، دونوں سے بے خوف هیں اور اداء فرض اسلامي و عربي کي راہ میں ان کي کوئي پروا نہیں کرتے - میں یه بات بھي آپ کے علم میں لاني چاهتا هوں که مجاهدین شام اور سلطان ابن سعود کے درمیان راہ و رسم پیدا کرنے کے لیے بعض هندوستاني زعماء نے جو سعي مشکور کي تھي ، اس کا یہاں هر شخص کو اعتراف هے - یقیناً آپ کے لیے اس کي ضرورت نه هوگي که مزید تشریح کي جائے -

سب سے زیادہ تعجب لوگوں کو اِس پر هوا که سلطان پاشا اطرش ، دومة الجندل میں قیام کریں گے - "دومة الجندل" کے لفظ میں عربي تاریخ و روایت کے جو جذبات پوشیدہ هیں ، ان سے آپ بے خبر نه هونگے - جغرافیائي حیثت سے اس مقام کي جو اهمیت هے ، وہ بھي آپسے پوشیدہ نه هوگي - یه وهي مقام هے جسے آج کل "جوف" کہتے هیں - یه نجد ، حجاز ، اور شرق اردن کي سرحدوں پر واقع هے ، اور جنگي نقطۂ نظر سے تینوں ملکوں کے لیے اهم ترین مقام هے - سلطان پاشا کا یہاں قیام یه معني رکھتا هے که وہ شام کي سیاست سے بالکل الگ نہیں هوگئے هیں، اور اُن کے دلوں کي امیدیں اب تک زندگي کي آرزوئیں رکھتي هیں!

(امن کے مظاهرے)

دروزیوں کے هتیار رکھدینے کے بعد هي هر طرف حکومت نے امن کے مظاهرے کرنا شروع کردیے هیں - دمشق کے اندر جتنے مورچے اور جنگي چوکیاں تھیں ، سب اٹھا لي گئي هیں - فوجي قانون کي عدالت بھي اٹھه گئي هے - جنگي قوانین بھي امروز فردا میں اٹھا دیے جائینگے - حکومت کي طرف سے کئي نئي سڑکیں جاري کرنے کا اعلان هوا هے - کئي نئي عمارتوں کي تعمیر بھي شروع هوگئي هے - اِن تمام باتوں سے حکومت کا مقصد یه دکھلانا هے که اب ملک حالت امن میں هے، اور اُس کي قوت تمام مخالفوں پر غالب آگئي هے -

هاں، ان کے جسموں پر تو غالب آگئي هے، لیکن دلوں پر جو زخم لگ چکے هیں، وہ ایسے نہیں هیں جو صدیوں سے پہلے مندمل هو سکیں!

(هائي کمشنر کي مہر سکوت)

اب تک هائي کمشنر موسیو بونسو ، بالکل خاموش تھے ، اور اپنا انداز کچھه اس طرح کا بنا رکھا تھا ، گویا وہ ملک کو کچھه دینے اور اُس کے مطالبات منظور کرنے والے هیں - مگر دروزیوں کے هتیار رکھتے هی اُن کي مہر سکوت بھي ٹوٹ گئي - اُنھوں نے ایک اخبار کے نامه نگار سے شام کے مستقبل کے متعلق یه عجیب تصریح کي هے :

"اخبارات مجھے ملامت کر رهے هیں که میں خاموش هوں - مجھسے بولنے کا اصرار کیوں هے؟ کیا یه چاها جاتا هے که میں کوئي ایسا وعدہ کرلوں جسے بعد میں پورا نه کروں؟ میں عمل پسند کرتا هوں - قول پسند نہیں کرتا"

اخبار کے نمائندے نے بہت اصرار سے پوچھا "آخر شام کے مطالبات کب منظور کیے جائنگے؟ کچھه تو کہیے؟" هائي کمشنر نے جواب دیا "آپ مجھسے یه خواهش کیوں کرتے هیں که دو دن کے اندر آسمان طیار کردوں؟"

همیں اس جواب کي معقولیت سے انکار نہیں - دو دن کے اندر موسیو بونسو کا آسمان کبھي بن سکتا هے ، جب بنانے والے نوک شمشیر سے بنا ڈالنے کا عزم کرلیں - اگر ایسا نہیں هے تو یقیناً دو صدیاں بھي اس کے لیے کافي نہیں - شام نے مجبور هوکر تلوار اٹھائي اور اپنا آسمان سیاست تعمیر کرنا شروع کردیا ، مگر افسوس هے که یه مرحله پہلے قدم میں طے هونے والا نه تھا - ان کي شمشیریں جن سے وہ آلۂ تعمیر کا کام لے رهے تھے ، ٹوٹ گئیں - اب دنیا کو انتظار کرنا چاهیے که یه ٹوٹي هوئي شمشیریں پھر ڈهالي جائیں ، اور از سر نو شام کي قسمت کا آسمان تعمیر کیا جائے!

نہیں کہا جاسکتا یه وقت کب آئیگا؟ مگر یقین رکھیے اِس وقت کي آمد میں همیں کوئي شک نہیں هے - اگر شام کي تمام آبادي سے قطع نظر بھي کرلي جائے ، جب بھي صرف دروزي قبائل هي کا گروہ ایک ایسا گروہ هے جو اس طرح کي هزار ناکامیابیوں اور بربادیوں کے بعد بھي جنگ آزادي سے باز نہیں آسکتا - آج وہ تھک کر بیٹھه گئے هیں ، تو کسي دوسرے دن اُٹھه بھي سکتے هیں - اس سفر میں وقفۂ و سکون کے بغیر چارہ نہیں - یه ضروري هے که جونھي اُنھیں دوسرا موقعه ملا ان میں سے هر متنفس کا سر اُس کي هتیلیوں پر آجائیگا - اور وہ پھر دنیا کو اپنے جهاد آزادي سے متعجب کردیں گے!

لیکن ۱۹۲۵ء میں تعداد اموات ...، ۵۹ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آتشک اور ملیریا بھی بہت عام ہو اور بُری طرح مخلوق کو برباد کر رہا ہو۔

شراب

"میں شراب نوشی کے بارے میں آپ سے کچھ کہوں گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اٹالین شراب نوشی میں افراط کرنے لگے ہیں۔ پروفیسر مورتارا نے اپنی کتاب "اصول اقتصاد" میں لکھا ہو کہ اٹلی میں ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین میں انگور کے باغ نصب ہیں۔ یعنی اٹلی کے انگوری باغوں کا رقبہ فرانس اور اسپین کے انگوری باغوں کے رقبہ سے ۱۰ لاکھ ایکڑ زیادہ ہو۔ اور یہ ... ہر کہ دنیا میں سب سے زیادہ شراب انہی دو ملکوں میں بنتی ہو"

"لیکن یہ امر قابل اطمینان ہو کہ شراب خواری سے موتیں برابر کم ہوتی جاتی ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۸۶۴ موتیں ہوئی تھیں لیکن ۱۹۲۵ء میں گھٹ کر ۱۳۱۵ ہوگئیں۔ پہلے ملک میں ...، ۱،۸۷ شراب خانے تھے۔ ہم نے ۲۵ ہزار بند کر دئیے۔ آئندہ ہم اور بھی بہت سے شراب خانے بند کرنے والے ہیں۔ ہم بڑی آسانی سے یہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم فیسشزم والے شرابیوں کے ووٹوں کے محتاج نہیں ہیں، جیسا کہ جمہوری عہد میں لوگ محتاج ہوا کرتے تھے۔ اب وہ عہد، ایک افسانہ بن چکا ہو"

آبادی

"ہمیں امید ہو کہ ناکتخدائی کے محصول سے حکومت کو سالانہ ۴ کروڑ سے ۵ کرور پونڈ تک آمدنی ہوگی۔ لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں یہ محصول میں نے خزانہ بھرنے کے لئے لگایا ہو؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسکی کیا وجہ ہو؟ میں ابھی جواب دیتا ہوں۔

"بعض "عقلمند" کہتے ہیں ہم بہت ہیں، ہماری آبادی بہت زیادہ ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہو کہ ہم بہت ہی کم ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، اور معنوی قوت کے حصول کے لئے قوم کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہونی چاہئے۔ میں صاف لفظوں میں سوال کرتا ہوں کہ ۴۰ ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہو) اٹالین، نوے ملین جرمن، اور دو سو ملین سلاویوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ مٹھی بھر اٹالین، ۴۰ ملین فرانسیسیوں اور ۹۰ ملین اُن کے مفتوحہ ممالک کی آبادی کے سامنے کتنی دیر ٹھہر سکتے ہیں؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ۴۶ ملین انگریزوں اور ساڑھے چار سو ملین اُن کی مفتوحہ آبادیوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہو سکتی ہو؟ اگر اٹلی چاہتا ہو کہ آفتاب کے نیچے اپنی ہستی برقرار رکھے، تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ آئندہ ۵۰ سال میں اُسے اپنی آبادی کم سے کم ۶ کروڑ تک پہونچا دینی چاہئے!"

"نسل کی کمی، قوموں کی تباہی کا سب سے پہلا سبب ہوتی ہو۔ روم کی تاریخ ہماری عبرت کے لئے کافی ہو۔ شہنشاہ اگسٹس کے عہد میں روم کی کیا حالت تھی؟ ظاہر میں تو بڑی شان و شوکت تھی، مگر باطن میں سلطنت، نمک کے پہاڑ کی طرح پگھل رہی تھی۔ رومن جمہوریت کی آخری صدی، یعنی جولیس سیزر کے وقت سے اگسٹس تک وہ زمانہ تھا جس میں رومن ارباب حل وعقد روم کی نسل کی کمی سے لرزہ براندام تھے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اگسٹس نے جبری نکاح کا قانون جاری کر دیا۔ مورخوں میں اختلاف ہو کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر؟ میرے خیال میں قانون کی مثال دوا کی سی ہو۔ دوا وقت ہی پر مفید ہو سکتی ہو۔ بے وقت استعمال سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قانون بھی جب ضرورت کے وقت نافذ ہوتا ہو تو نفع پہونچاتا ہو، ورنہ بیکار یا نقصان رساں ثابت ہوتا ہو۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ قانون مفید ہوا یا مضر، لیکن میرے خیال میں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہو کہ قوموں کی عظمت، نسل کی افزائش سے وابستہ ہو"

"تاریخ پر ایک نظر ڈالئے۔ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فرانس اس زمانہ میں دنیا کا حاکم تھا؟ صرف اُس زمانہ میں، جبکہ اُس کے پاس خاص اپنے فرزندوں کی ایک جرار فوج موجود تھی۔ اُس زمانہ میں جبکہ ۴۵ ملین فرانسیسیوں کے مقابلہ میں صرف چند ملین جرمن اور چند ملین اسپینی تھے۔ مگر بعد میں فرانس کمزور ہو گیا، کیونکہ اُس کی نسل گھٹنے لگی۔ ۱۸۰۱ء سے اب تک فرانس کی آبادی میں صرف ۴۰ لاکھ کا اضافہ ہوا ہو، حالانکہ اس کے مقابلہ میں جرمنی کی آبادی میں ... ملین، اور اٹلی کی آبادی میں ۱۶ ملین کا اضافہ ہو چکا ہو"

"اسوقت یورپ کے بعض ملکوں میں شرح پیدائش یہ ہو:

سویڈن میں فی ہزار ۱۷
فرانس میں فی ہزار ۱۸
ناروے میں ۱۹
جرمنی میں ۲۰
ڈنمارک میں ۲۱
اٹلی میں ۲۹
بلغاریہ میں فی ہزار ۴۰

بلغاریہ سے زیادہ آبادی یورپ کے کسی ملک میں بھی نہیں بڑھ رہی ہو"

یہ تمام اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد مقرر نے کہا:

"پس اگر ہماری آبادی ترقی نہیں کرے گی، تو ہم ہرگز اپنی عظیم الشان سلطنت قائم نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ ہم عنقریب مفتوح و محکوم ہو جائیں گے۔ اب وقت آگیا ہو کہ حقائق کا اعلان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم ہمیشہ یوں ہی اوہام اور دل خوش کن مگر بے نتیجہ خیالات میں زندگی بسر کرتے رہیں گے"

انتظامی حالت

اس کے بعد مسولینی نے ملک کی انتظامی حالت پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ اسوقت حکومت کے ہاتھ میں ایک لاکھ کی تعداد میں پولیس موجود ہو اور وہ جدید ترین اسلحہ سے مسلح اور بہترین ذرائع نقل و حرکت کی مالک ہو۔ چنانچہ فی الحال اٹالین پولیس کے پاس ۴۰۰، نئے قسم کی موٹریں ۲۹۰ لاریاں، ۱۹۸ موٹر سائیکلیں، ۹۸ اسٹیمر اور ۱۲ ہزار بائیسکلیں ہیں۔

پھر اتنی کثیر مقدار میں پولیس رکھنے کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے مسولینی نے اعداد و شمار پیش کئے اور بتلایا کہ ملک میں جرائم کی کس قدر کثرت ہو؟ چنانچہ صرف ایک علاقہ "لوئیتین" میں ایک سال کے اندر حسب ذیل بڑے بڑے جرم واقع ہوئے:

پولیس سے لڑائیاں ۱۷۱ مرتبہ۔
عمداً آگ لگانے کے واقعات ۳۷۸
قتل ۱۶۹
چوریاں ۲۰۸۲
لوٹ ۴۰۴

فیسسٹ حکومت کے مقاصد

اٹالین ڈکٹیٹر کی تقریر کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہو۔ اس لئے ہم اُس کا بڑا حصہ ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں:

"آپ سب اُن حالات سے باخبر ہیں جن میں میں نے وزارت داخلیہ کا قلمدان لیا تھا۔ نیز آپ کو ۳۱ نومبر کا وہ تاریخی دن بھی یاد ہو جسکی نظیر اس ملک میں مدتوں سے نہیں دیکھی گئی۔ ساتھ ہی وہ معمولی واقعہ بھی آپکے ذہن میں ہوگا جو میرے قتل کے اقدام سے تعلق رکھتا ہو۔ ٹھیک اُسی تاریخی دن، میں نے میز پر سے ایک کاغذ اُٹھایا تھا اور مسلسل ہو اُس پر وہ نظام عمل لکھ دیا تھا جس پر ملک کی حکومت کو چلنا چاہئے۔ اُس نظام عمل کا خلاصہ یہ تھا کہ فیسشزم کے مخالف مٹا دئیے جائیں۔ یہ نظام عمل پوری طرح کامیاب ہوا، اور آج اس سرزمین پر ہمارا کوئی مخالف باقی نہیں رہا ہو!

"بیرونی دنیا میں مشہور کر دیا گیا ہو کہ میں نے ۲ لاکھ سیاسیوں کو نظر بند کر رکھا ہو۔ یہ سفید جھوٹ ہو۔ حقیقت صرف اس قدر ہو کہ ہم نے ۵۱۴ سیاسیوں کو تنبیہ کی، ۱۹۰۹ کو ملامت کی، اور صرف ۶۹۸ کو جلاوطن کر دیا"!

قارئین الہلال شاید ان دو لفظوں "تنبیہ" اور "ملامت" کے موجودہ اٹالین معانی نہ سمجھے ہونگے۔ موسولینی کی لغت میں "تنبیہ" کے معنی یہ ہیں کہ مخالف کو زبردستی کسٹرائل (رینڈی کے تیل) کی ایک پوری بوتل پلا دینا۔ اور "ملامت" کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پیٹ میں پٹرول کا ایک پورا ٹین اُتار دینا! یہ کسٹرائل اور پٹرول موسولینی کے بہت ہی خوفناک ہتیار ہیں۔ ان کے نام سے مخالف تھراتے ہیں۔ ادنیٰ سی مخالفت پر یہ عجیب و غریب مگر خوفناک سزائیں بے تامل دیدیجاتی ہیں!

اس کے بعد مقرر نے کہا

"بعض لوگ سمجھتے ہیں، سیاسی مجرموں کو جلد معافی ملنے والی ہو۔ میں اس کی تغلیط کرتا ہوں۔ ۱۹۳۲ء سے پہلے معافی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہو یہ بہت سختی ہو۔ کیا یہ سختی ہو؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک قسم کا جلاب ہو اور اس سے مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو کہ وہ عناصر دور کر دئیے جائیں جو ہماری ہیئت اجتماعیہ میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ کیا طبیب کا مریض کو مسہل دینا سختی ہو؟ میں نہیں سمجھتا دنیا کا کوئی دانش مند انسان اس کا جواب اثبات میں دے سکتا ہو"

اٹالین انقلاب

"ہمارے انقلاب کو کون خونخوار قرار دے سکتا ہو؟ ہمارا انقلاب درحقیقت دنیا کا سب سے زیادہ قدرتی انقلاب ہو۔ جو بس سفاک کہتا ہو، وہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم سے رو در رو باتیں کرلے۔ کیا دنیا اس قدر جلد انقلاب فرانس کو بھول گئی؟ انقلاب فرانس، صحیح معنوں میں خونریز تھا۔ تقریباً ۲۰ آدمی روزانہ گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلہ قتل) کی نذر ہوتے تھے۔ یہ اُن ہزاروں مقتولوں کے علاوہ ہیں جنھیں قید خانوں میں مارا گیا، آگ میں جلایا گیا، پانی میں غرق کیا گیا۔ صرف مرد ہی قتل نہیں کئے جاتے تھے بچے اور عورتیں بھی قتل ہوتی تھیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے یقیناً وہ کتاب پڑھی ہوگی جس کا نام "عہد ہولناکی میں مقتول عورتیں" ہو۔ اس کتاب میں لکھا ہو کہ دو ہزار عورتیں بے دردی سے مار ڈالی گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں صرف اس جرم میں ماری گئیں کہ اُنھوں نے صلیب کو بوسہ دیا تھا۔ اور انقلاب فرانس کے حکمراں سمجھے تھے، یہ مذہبی عقیدت، رجعت پسندی کی علامت ہو۔ فرانس کے انقلابیوں کا عقیدہ تھا کہ "انقلاب کی کامیابی کے لئے خونریزی ضروری ہو" پھر ہم پر کیوں ملامت کی بوچھاڑ ہو؟ ہم تو صرف اپنی "مدافعت" کر رہے ہیں۔ نہ کہ انقلاب فرانس کی طرح حملہ!"

"بعض لوگ کہتے ہیں، ہر مجلس (پارلیمنٹ) میں مخالف جماعتوں کا وجود ضروری ہو۔ میں حقارت کے ساتھ یہ اصول ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ میں کوئی مخالف جماعت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اٹلی میں فیسشٹوں کے علاوہ کسی جماعت کے لئے گنجائش نہیں ہو۔ اِس میں نہ تو کوئی مخالف اخبار جاری ہونے دوں گا، نہ کسی مخالف جماعت کا قائم ہونا گوارا کروں گا۔ آج پورا اٹلی صرف ایک جماعت رکھتا ہو، اور وہ میری جماعت ہو!"

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں، مجھے حکومت کرنے کا شوق ہو۔ لیکن یہ غلط ہو۔ میرا سخت سے سخت دشمن بھی مجھے خود غرض [illegible] حکومت کا بھوکا پیاسا نہیں بتا سکتا۔ میں حکومت کے نیچے صرف [illegible]

برید فرنگ

اٹلی کے نئے اصول حکمرانی

مسولینی کی عجیب و غریب تقریر

موجودہ دنیا میں جمہوریت کے ردِ عمل نے شخصیت اور شخصی استبداد کے جو مظاہر پیدا کر دئے ہیں، شاید ان میں سب سے زیادہ عجیب منظر اٹلی کا مسولینی ہو۔ ضرورت ہے کہ دقتِ نظر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

پچھلے دنوں اٹلی کی مجلس (پارلیمنٹ) کا افتتاح کرتے ہوئے مسولینی نے جو تقریر کی تھی، وہ اپنی نوعیت کی پہلی تقریر ہے جو کسی موجودہ زمانے کی مجلس حکومت کے سامنے کی گئی ہو۔ اسمیں مسولینی نے وہ تمام پارلیمنٹری روایات پس پشت ڈالدیں جن پر آجتک عمل درآمد چلا آتا تھا۔ یورپ نے یہ تقریر دہشت اور استغراب کے ساتھ سنی، لیکن اپنے سیاسی حلقوں کے پیچ در پیچ معاملات کی وجہ سے نکتہ چینی کی جرأت نہ کر سکا۔ البتہ امریکہ کے اخبارات نے اسپر سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ انکا متفقہ فیصلہ ہے کہ: "مسولینی مجنون ہو گیا ہے"!

مسولینی مجنون ہو یا نہ ہو، لیکن اسمیں شک نہیں کہ یورپ کی موجودہ سیاست کا دماغ کوئی مجنونانہ قدم ضرور اٹھانے والا ہے!

اس تقریر کا بہت مختصر خلاصہ ریوٹر ایجنسی نے ہندوستان کے اخبارات میں بھیجا تھا۔ اب یورپ کی تازہ ڈاک میں پوری تقریر آگئی ہے۔ ہم اس کے بعض حصّوں کا ترجمہ شائع کر دیتے ہیں تاکہ قارئین الہلال یورپ کے موجودہ سیاسی مزاج کی ایک اہم حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مسولینی نے مجلس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا:

"مجھے نہایت افسوس سے اعلان کرنا پڑتا ہے کہ آج میری تقریر مختصر نہیں ہوگی جیسی میری پچھلی تقریریں ہوا کی ہیں۔ آج مجھے بہت سے معاملات پر بحث کرنی ہے۔ آج میں اٹالین قوم کے سامنے اسکی اصلی تصویر پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آج میری تقریر میں بہت سے اعداد و شمار بھی ہوں گے، اس لئے نہیں کہ اعداد و شمار، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اعداد و شمار قوموں پر صحیح حکومت کرنے کے لئے ضروری ہیں، خصوصاً موجودہ زمانہ میں، جبکہ حکومتوں کے فرائض از حد پیچیدہ ہو رہے ہیں۔

"بنا بریں میری یہ تقریر بہت ضروری بھی ہوگی، اور شاید بہت تکلیف دہ بھی ثابت ہو۔ ضروری اس لئے کہ میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کہوں گا۔ تکلیف دہ اس لئے کہ میں ایسی تصریحیں کروں گا جو شاید تلخ ہوں اور دنیا کے بعض مسلّم مبادیات کا خاتمہ کر دیں۔ البتہ وہ دلچسپ بھی ضرور ہوگی۔ کیونکہ میں اسمیں وہ خاص منطق استعمال کروں گا جو خود میں نے ایجاد کی ہے، جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے (قہقہہ)

"میں اپنی تقریر کے اس حصہ میں ہنسوں گا، ہنساؤں گا، اور فیسیزم کے داخلی اور خارجی دشمنوں پر طعنہ زنی کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حکومت کے وزیر اعظم کو ہمیشہ غیر دلچسپ تقریر کرنی چاہئے اور اس میں صرف پیچیدہ اور مغلق الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

"میری تقریر تین حصوں پر منقسم ہوگی:

(۱) نسل اور صحت کے لحاظ سے اٹالین قوم کی حالت

(۲) ملک کی انتظامی حالت

(۳) حکومت کی حکمت عملی کے نتائج حال و مستقبل میں۔

تندرستی

"ہر متمدن ملک میں تندرستی کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہماری تندرستی فی الحال کیسی ہے؟ قوم کی جسمانی قوت بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ یہ سوال صرف ڈاکٹروں ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اسپر حکومت کو، بلکہ پورے ملک کو، نہیں، ملک کے ایک ایک فرد کو غور کرنا چاہئے"

اس کے بعد مقرر نے بتایا کہ گذشتہ ۴۰ برس کے اندر جلد موٹی ہو جانے کی بیماری اٹلی میں سب سے زیادہ عام رہی، مگر اب حکومت کی کوششوں نے ملک کو اس سے نجات دیدی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں پورے ملک میں اس بیماری کے صرف ۱۸۰ مریض باقی رہ گئے تھے۔

تپ دق کے متعلق وزیر اعظم نے بتایا کہ اسوقت بھی یہ مرض بہت عام ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس سے ۲۹۳[illegible] مریض ہو چکے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۳)

دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (الکامل جلد ۱) گویا میری گردن پر رضویٰ پہاڑ رکھا ہے۔ گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں۔ گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے!" (ابن سعد)

دولت سے بیزاری

اسی حال میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا "اسے لے لے" آپکے بیٹے عبد اللہ کا زہد مشہور ہے۔ انھوں نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" عمرو نے کہا "اسمیں دولت ہے" عبد اللہ نے پھر انکار کیا۔ اسپر ہاتھ مل کر کہنے لگے "کاش اسمیں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں!" (الکامل ج ۱)

دعا

جب بالکل آخری وقت آگیا تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دئے مٹھیاں کس لیں۔ اور دعا کے یہ کلمات زبان پر تھے: "الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہم نے عدول حکمی کی۔ الٰہی! تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الٰہی! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں، طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شاملِ حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا!"

گے؟" میں نے سوال کیا۔

سب لاجواب ہو کر میرا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا "پھر تمھاری کیا رائے ہے؟" میں نے کہا:

"ایک سخت اور نتیجہ خیز حرکت کی ضرورت ہے!"

"مگر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ یہ برطانوی توپیں دیکھ رہے ہو!" وزیر داخلیہ نے آہستہ سے کہا۔

"تم وہاں چلے آنا جہاں میں جا رہا ہوں!" یہ میرا آخری جواب تھا۔

اب میں سلطان وحید الدین سے رخصت ہونے کے لئے قصر یلدزہ پہنچا۔ سلطان نے اپنے کمرے میں مجھ سے باتیں شروع کیں۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ باسفورس کی نیلگوں سطح سامنے تھی۔ برطانوی بیڑے لنگر انداز تھے۔ اُن کی توپوں کے دہانے خاص سلطان کے محل کی طرف تھے۔ ہم دونوں کی نظریں ایک ساتھ اُٹھیں اور انگریزی آہن پوشوں (ڈریڈ ناٹوں) پر پڑیں۔ سلطان اپنی خیانت سے واقف تھا۔ ہماری نظریں سمندر سے اُٹھ کر کمرے میں واپس آئیں، اور ایک دوسرے سے مل گئیں۔ مگر سلطان نے اپنی نظریں فوراً نیچی کر لیں۔ ریاکاری سے کہا "مصطفیٰ! یہ دیکھتے ہو! میرا دل خون ہوتا ہے! افسوس عظیم ترکی قوم اب اس حالت کو پہنچ گئی کہ اُس کا سلطان، دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہے! اُس کی زندگی انکی توپوں کے رحم پر ہے! تم اناطولیہ جا رہے ہو۔ میری دعا ہے خدا تمھارا رفیق و مساعد ہو۔ ترکی قوم سے کہنا کہ اُس کا سلطان اس حال میں ہے!"

ایک لمحہ خاموش رہ کر سلطان نے پھر کہا "تمھارے کارنامے اب اس کتاب میں چلے گئے ہیں!" یہ کہکر اُنھوں نے اپنے سامنے رکھی ہوئی ایک کتاب پر زور سے ہاتھ مارا۔ پھر کہنے لگے "ہاں، اب تمھارے کارنامے تاریخ کے حوالے ہو گئے ہیں۔ اب تم اُنھیں بھول جاؤ اور نئے کارنامے کر دکھاؤ کہ سلطنت تباہی سے نکلے!"

اس جملہ سے سلطان کا مطلب یہ تھا کہ میں اناطولیہ جا کر اتحادیوں کے مخالف خیالات کا خاتمہ کر ڈالوں۔ میں اُن کی غرض سمجھ گیا:

"اعلیٰ حضرت! یقین کریں میں کسی ایسے کام کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا جس سے ملک کو نجات حاصل ہو!"

میں نے یہ کہا اور سلطان کو تسکین ہو گئی۔ دونوں کی زبانوں پر بات ایک ہی تھی، لیکن دونوں کے مقصد میں کتنا عظیم بُعد تھا؟

قصر سے میں نہایت متاثر نکلا اور "شیشلی" میں اپنے مکان پہنچا۔ یہاں مجھے ایک دوست نے خبر پہنچائی کہ "اتحادی طاقتوں نے سازش کی ہے کہ تمھارے جہاز کی روانگی میں دیر ہو جائے تاکہ اُنکے جہاز بھی سفر کے لئے طیار ہو جائیں اور بیچ سمندر میں تمھارا جہاز غرق کر دیں!"

یہ سنتے ہی میں فوراً موٹر پر تیزی سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اب ایک منٹ کی دیر بھی خطرناک تھی۔ میں نے جہاز پر پہنچتے ہی کپتان کو روانگی کا حکم دیا۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔ بار بار میرے سوال کرنے پر کپتان نے کہا: "محکمۂ جہازرانی کے ماہر اسوقت جہاز کے کل پُرزے معائنہ کر رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے، جبتک وہ اجازت نہ دیں جہاز نہ چلے"۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی سازش کی گئی ہے۔ میں نے بڑی سختی سے کپتان کو حکم دیا "ان ماہروں سے کہدو۔ فوراً جہاز سے نکل جائیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو تم اُن کی پرواہ نہ کرو، جہاز کا لنگر اُٹھا دو"

کپتان کو مجبوراً یہی کرنا پڑا۔ کچھ دُور آگے چلکر میں نے کپتان کو حقیقت حال سے واقف کیا۔ وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "میرا جہاز بہت پُرانا اور سُست رفتار ہے۔ جنگی جہازوں سے بھاگ نہ سکے گا" میں نے کہا "کوئی پروا نہیں۔ ساحل کے قریب قریب چلو، اگر جہاز غرق ہوگا تو میں خشکی تک جان بچالے جا سکوں گا"

چنانچہ میری حسب ہدایت جہاز کنارے کنارے چلا۔ یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کے جنگی جہاز میرے پیچھے چلے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے میں بہت آگے نکل گیا تھا۔ اور سمندر میں طوفان شروع ہو گیا تھا جسنے انگریزی جہازوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس حکیم کارساز کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ میرے ناچیز ارادے کامیاب ہوں۔ اس لئے دشمنوں کی کوئی تدبیر میری راہ روک نہ سکی!"

غازی کا ورود

بہرحال تالیوں اور نعروں کے شور میں غازی ممدوح کا جہاز قدیم شاہی محل "طولما باغچہ" پہونچا۔ ایک طرف پُرجوش باشندوں کا شور تھا، دوسری طرف تمام قلعوں اور جنگی نقطوں سے توپوں کی سلامی داغی جا رہی تھی!

"طولما باغچہ" میں غازی نے آرام نہیں کیا۔ فوراً فوجی اور ملکی افسروں کو ملاقات کے لئے طلب کر لیا۔ اُس کے بعد ملاقات کے ایوان میں پہنچے۔ یہاں شہر کے ...ہ نمائندے سلام کے لئے جمع تھے۔

میں نے ایک مرتبہ یہ شاہی ایوان اب سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ یہ وقت سلطانوں کا تھا۔ اسمیں پُرشکوہ تخت شاہی رکھا تھا۔ اُسکے گرد مزرکش لباسوں، چمکیلے تمغوں، مطلا تلواروں سے آراستہ، وزراء و اُمراء کھڑے تھے۔ اور شاہی ہیبت و جلال کا ایک عجیب منظر پیدا ہو گیا تھا!

آج پھر مجھے اس کی زیارت کا موقعہ ملا۔ لیکن آج وہ ہر قسم کی چمک دمک سے خالی تھا۔ بالکل سادہ تھا۔ کسی قسم کا کوئی تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ صرف شہر کے نمائندے جمع تھے۔ آزادی سے چلتے پھرتے تھے۔ اور مساویانہ رُوح میں اپنے رئیس حکومت سے مصافحہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ پچھلی شوکت و جبروت اب مفقود ہو گئی ہے لیکن سادگی اور حقیقت نے اس سے کہیں زیادہ حقیقی تاثیر عظمت پیدا کر دی ہے!

یہیں آستانہ کی مجلس بلدیہ (میونسپلٹی) کا سپاس نامہ پیش ہوا۔ غازی نے جواب میں ایک برجستہ تقریر کی۔ اُن کی آواز حسب عادت بہت صاف، بلند، اور مضبوط تھی۔ پُورا ایوان گونج رہا تھا۔ تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

غازی کی تقریر

"میں خوش نصیب ہوں کہ آج آپکے واسطے سے آستانہ، اُسکے، باشندوں، اُس کی انجمنوں، اور اُس کی تمام جماعتوں کو سلام کر رہا ہوں سچ یہ ہے کہ میں اُن شاندار مظاہرات سے از حد متاثر ہوا ہوں جن کے ذریعہ میرے ہموطنوں نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ میری جانب سے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔

"آج پُورے ۸ سال کے بعد میں نے آستانہ کی صورت دیکھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ حسرت اور فراق کی گھڑیاں بہت سخت، دراز، اور تلخ ہوتی ہیں، تو آپ آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں نے آستانہ کی جُدائی میں یہ آٹھ برس کیونکر گذارے ہونگے؟"

"آستانہ، جو دو عظیم دنیاؤں کے مابین واقع ہے، ترکی وطن کی زینت، ترکی تاریخ کی دولت، ترکی قوم کی آنکھ کا تارا ہے۔ تمام ابنائے وطن کے دلوں میں اُس کی محبت جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ ایک مرتبہ جب منحوس حوادث نے یہ شہر گھیر لیا تھا، تو نہ صرف تمام ترکوں کے بلکہ تمام مشرق کے دل زخمی ہو گئے تھے۔ اُن میں ایک میں بھی تھا اور اپنے پہلو میں خونچکاں دل لئے پھرتا تھا"

"لیکن آج ہم دیکھتے ہیں، تاریک راتوں نے نورانی آفتاب کی شعاعیں پیدا کر دیں۔ رات کب کی ختم ہو چکی ہے، اور ہماری تاریخ کا نیا دن طلوع ہو چکا ہے!"

"مضطرب اور روتے ہوئے آستانہ کو میں نے ۸ سال پہلے اس حال میں چھوڑا تھا کہ میرا دل زخموں سے چور تھا، اور ایک شخص بھی مجھے خدا حافظ کہنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ لیکن آج میں آستانہ آیا ہوں، تو اُس کا خندۂ مسرت اور قہقہۂ انبساط میرے سامنے ہے۔ اُسکا حسن اب دوبالا ہو گیا ہے۔ میرا دل بھی مطمئن ہے، میں اسوقت اپنے آپ کو استانبولیوں کی محبت بھری گود میں پاتا ہوں۔

"گزشتہ ۸ سال، یعنی ہماری ہیئت اجتماعیہ کا عہد جدید، بغاوتوں، انقلابوں، اور اُن کے نتائج سے لبریز ہے۔ ہماری قوم نے سیاسی، اجتماعی، تمدنی ترقی کے لئے اس عہد میں جو قابلیت ظاہر کی ہے، وہ بلاشبہ عظیم قابلیت ہے۔ ہمپر فرض ہے کہ پُوری ہوشیاری اور پُورے عزم سے اس قابلیت کو برابر ترقی دیتے رہیں۔ وطن کی تعمیر اور قوم کی ترقی، بہت ہی عظیم غیرت اور بہت ہی عظیم جہاد کا مطالبہ کرتی ہے۔ اسوقت ہمارا ایک عظیم ترین کام یہ ہے کہ مفید اور ضروری علم و فن کے ذریعہ قوم کے جذبات اور ضمیر کی تربیت کریں تاکہ وہ جلد سے جلد حقیقی تمدن اور حقیقی سعادت تک پہنچ جائے"

"میں آپ سے اے عزیزان آستانہ! یہ کہتا ہوں، اس محل میں کہہ رہا ہوں۔ اب سے ۸ برس پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ اسمیں ایک ایسی شخصیت رہتی ہے جسے، دیوتوں کی قوت حاصل ہے! آج یہ محل اُس شخص سے خالی ہے جسے "ظل اللہ فی الارض" (زمین پر خدا کا سایہ) کہتے تھے۔ آج یہ محل، قوم کی ملکیت ہے، جو سایہ نہیں بلکہ محسوس حقیقت ہے۔ اسوقت میرا وجود اس محل میں صرف اس لئے ہے کہ میں بھی قوم کا ایک فرد اور اپنی قوم کا مہمان ہوں ..."

اس تقریر کے بعد غازی نے ایک ایک کر کے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر محل کے باغ میں فوجی قواعد دیکھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف اسی اثنا میں تھریس کا بھی دورہ کریں گے۔ یہ افواہ بھی گشت کر رہی ہے کہ صوفیا اور بلگراڈ بھی جائیں گے تاکہ بلغاریہ اور یوگوسلاویا سے عہدنامے سرانجام دیں۔

کہ حکومت کو میری ضرورت ہے۔ اٹلی کا فیصلہ یہی ہے کہ موسولینی حکومت کرے۔ لہذا موسولینی برابر حکومت کرتا رہیگا!"

دُنیا کا امن

"حضرات! دُنیا کا امن ہنوز خطرے میں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ برلن میں ۱۱ لاکھ ۲۰ ہزار آدمیوں کا مظاہرہ ہوا تھا۔ اُن کے جھنڈوں پر یہ عبارت کندہ تھی "ٹریسٹ سے ریگا تک!" لہذا ابھی امن و امان کی گفتگو قبل از وقت ہے۔ ہمیں پوری مستعدی سے اپنی بری، بحری اور ہوائی قوتوں کو ترقی دینی چاہیئے۔ ہمارے پاس کم سے کم ۵۰ لاکھ بری فوج ہر وقت طیار رہنی چاہیئے۔ میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہوائی قوت کی ہے۔ ہمارا ہوائی بیڑا زیادہ سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہوائی جہازوں کو اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ اُن کی آواز، دُنیا کی تمام آوازوں کو دبا دے، اور اُن کے پر سورج کی کرنیں زمین تک پہنچنے سے روک دیں۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک کا درمیانی زمانہ یورپ کی قسمت کا آخری فیصلہ کرے گا۔ اُس وقت ہمارے پاس اتنی قوت ہونی چاہیئے کہ ہم دُنیا کو اپنی آواز سننے اور اپنے حقوق منوانے پر مجبور کر سکیں"....!

اس تقریر کا ایک قابل لحاظ پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ امریکن اخبار اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عنقریب شاہ معزول ہو جائے گا اور اٹلی کے تخت شاہی پر بھی مسولینی ہی کے قدم چڑھتے نظر آئیں گے۔

تصحیح

الہلال نمبر ۳-۴ کے مذاکرۂ علمیہ میں ایک مضمون بعنوان "عمالیق" درج ہوا تھا۔ اسمیں درازی قد کے طبی اسباب پر بحث کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی سری گلٹی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسمیں ایک غلطی ہو گئی ہے۔ براہ عنایت قارئین الہلال اس کی تصحیح کر لیں۔ انگریزی میں اس گلٹی کا نام Paroliad gland چھپ گیا ہے۔ حالانکہ صحیح نام Pituitary gland ہے۔ میں عبدالرحیم صاحب میڈیکل اسکول امرتسر کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اسپر توجہ دلائی۔ انگریزی کی غلطی کی وجہ سے اس کے ترجمہ میں بھی غلطی ہو گئی۔ چونکہ مضمون کے مسودہ ہی میں یہ غلطی ہو گئی تھی، اس لئے جب اُس کے لئے عربی اصطلاح دیکھی گئی تو قدرتی طور پر وہ لفظ اختیار کیا گیا جو Paralied gland کے لئے ہے یعنی "الغدۃ النکفیۃ" ہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ وہ گلٹی ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ "غدۃ النکفیۃ" بھی نہیں ہے۔ Pituitary gland کے لئے عربی تشریح میں دماغی اور مخاطی غدہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

ان دونوں گلٹیوں کے محل اور خواص میں فرق یہ ہے کہ "غدہ نکفیہ" کان اور کنپٹی کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کا فعل یہ ہے کہ ایک خاص طرح کی رطوبت خارج کرتی رہے۔ لیکن غدۂ دماغی کا محل دوسرا ہے۔ وہ سر کے نیچے اور ناک کے عقب میں واقع ہے، اور اس کے خواص وہی ہیں جو مضمون مذکور میں بیان کئے گئے ہیں۔ صاحب "توضیح فی اصول التشریح" نے (جو جدید فن تشریح میں لکھی گئی ہے) اس کے لئے صرف دماغی گلٹی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ابو الکلام)

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد - تاریخ کی یاد - غازی کی تقریر

غازی کی آمد

بالآخر غازی مصطفیٰ کمال پاشا، قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ کئی ہفتے سے پورا شہر استقبال کی طیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح سورج نکلا تو شہر عروس نو کی طرح آراستہ تھا۔ پہلے سے معلوم تھا کہ بندرگاہ "ازمیت" سے غازی، یخت (جہاز) "ارطغرل" پر بیٹھیں گے اور اُسی پر آستانہ پہنچیں گے۔ چنانچہ مقامی حکام اور شہر کے نمائندے پہلے ہی سے ازمیت کی طرف استقبال کو روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں کے سمندر میں جتنے بھی جہاز، اسٹیمر، اور کشتیاں موجود تھیں، باشندوں سے لبریز ہو گئی تھیں، اور سب "جزائر امراء" کی طرف استقبال کے لئے روانہ تھیں۔ باقی جتنی مخلوق تھی، ساحلوں پر سمٹ آئی تھی۔ سویرے میں نے مکان کی بالائی منزل سے منہ نکال کر دیکھا، تو سمندر کے کنارے کنارے انسانی سروں کا ایک صحراء بے کنار نظر آتا تھا!

غازی کا یخت، جوں ہی "جزیرۃ الامراء" کے سامنے پہونچا، بیک وقت لاکھوں منہ کھل گئے، اور اتنا بڑا نعرہ بلند ہوا، کہ سواحل ایشیا اور سواحل یورپ کے پہاڑ تک گونج اٹھے!

یہ منظر دیکھ کر بے اختیار میرے آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب سے ۸ سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا۔ یہ زمانہ ترکی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریک زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، تمام شیرازہ بکھر گیا تھا۔ خود پایۂ تخت پر اتحادیوں کا قبضہ تھا۔ اور سلطان اُنکے ہاتھ میں قیدی تھا۔ مجھے یاد آیا، اُس وقت اس شہر پر کیسا سناٹا چھایا ہوا تھا؟ موت کا سا سناٹا! تمام زبانیں گنگ تھیں۔ اتحادی بیڑے اپنی بے پناہ توپوں کے دہانے محل سلطانی کی طرف کئے صف آرا تھے، اور سلطان کا دل خوف سے تھرا رہا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی مصطفیٰ کمال جن کے سامنے آج لاکھوں نظریں فرش راہ ہو رہی ہیں، اب سے ۸ برس پہلے اسی قسطنطنیہ میں سر نیچا کئے، غمگین صورت بنائے، بازاروں میں جا رہے تھے، اور خود میں نے اپنی انہیں آنکھوں سے اُن کا پژمردہ چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اُس وقت بھی گمنام نہ تھے۔ درۂ دانیال کے ہیرو تھے۔ مگر جنگ، شکست پر ختم ہوئی تھی، اس لئے جنگ کے تمام ہیرو سرنگوں ہو رہے تھے۔ کوئی اُن کی بات تک نہ پوچھتا تھا، بلکہ اُن سے نفرت کیجاتی تھی، کیونکہ عام اعتقاد یہی تھا کہ ملک پر تمام مصیبتیں انہی کے ہاتھوں نازل ہوئی ہیں!

مصطفیٰ کمال پاشا کی آمد نے تمام پچھلے ہولناک واقعات کی یاد دلوں میں تازہ کر دی۔ جنھیں علم ہے، اُنھیں علم ہے، جنھیں علم نہیں، وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، ۸ سال پہلے غازی مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ سے کیونکر گئے تھے؟ یقیناً یہ سوال اب تاریخ کا عنوان بن گیا ہے۔ ضروری ہے، ہم اُسپر چند کلمے کہیں۔ لیکن ہماری تشریح سے کہیں بہتر یہ ہوگا کہ خود غازی موصوف کی زبان سے یہ کہانی سنا دی جائے۔ حال ہی میں اُنھوں نے ایک اخبار کے نمائندے سے کہا تھا:

اب سے ۸ برس پہلے!

"جب آستانہ میں اتحادیوں کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے، اور علانیہ زیادتیاں ہونے لگیں، تو میرے لئے یہاں قیام ناممکن ہو گیا۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ اناطولیہ چلا جاؤں۔ وہاں ترکی قوم کو تمام حالات سے مطلع کروں، اور اگر ممکن ہو، تو اس راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دوں۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے بعض دوستوں کو آگاہ کیا۔ اُن کی سعی و اعانت سے مجھے کامیابی ہوئی۔ تقریب یہ ہوئی کہ علاقۂ صامسون اور اناطولیہ کے بعض حصوں میں اتحادیوں کے خلاف شورش پیدا ہونے لگی۔ داماد فرید پاشا وزیر اعظم ڈرے، کہیں یہ شورش خطرناک صورت اختیار نہ کر لے۔ اُنھوں نے ایک ایسا شخص اناطولیہ بھیجنا چاہا جو ہر طرح کی بےچینی کا قلع قمع کر سکتا ہو۔ اُن کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور مجھے مشرقی صوبوں کا جنگی انسپکٹر مقرر کر دیا گیا۔ مگر اُن کے دل میں کچھ کھٹک ضرور تھی۔ وہ بار بار اپنا فیصلہ منسوخ کر دیتے تھے۔ خود وہی نہیں، وزیر جنگ کو بھی میرے انتخاب پر اعتراض تھا۔ حتیٰ کہ وزیر جنگ نے حکم پر دستخط ثبت کرنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ اُسنے کہا تھا میں مہر کئے دیتا ہوں۔ اگر اس انتخاب سے کوئی خرابی پیدا ہوئی تو میں انگریزوں سے یہ کہکر پیچھا چھڑا لونگا کہ مجھے اس شخص کے انتخاب کا کوئی علم نہیں تھا۔ میری مہر چوری سے لگا دی گئی ہے!"

لیکن بالآخر میری باضابطہ تقرری ہو گئی۔ ۱۶ رمئی ۱۹۱۹ء کو مجھے جہاز "باندرمہ" سے روانہ ہونا تھا۔ روانگی کے وقت میں وزیروں سے رخصت ہونے کے لئے باب عالی گیا۔ وزراء نہایت بدحواس ہو رہے تھے۔ وزیر داخلیہ نے دوڑ کر مجھ سے کہا:

"تم نے کچھ سنا؟ شرارت کی حد ہو گئی! یونانیوں نے سمرنا پر فوجیں اتار دیں!"

وزیر بحریہ نے بھی یہی کہا۔ میں نے کہا:

"پھر اب کیا کروگے؟"

"ہم احتجاج کرینگے" اُنھوں نے دیر تک سوچنے کے بعد افسردگی سے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تمہارے احتجاج سے یونانی سمرنا خالی کر دیں

یہ وہ علاقہ ہے جس میں قدرت اپنی تمام رعنائیوں اور نعمتوں کے ساتھ جلوہ آرائی ہے۔ میں آپ کو ایک بہت بڑے راز سے واقف کرتا ہوں بحر دست موسیو ڈلکاسا برطانیہ سے گفت و شنید کر رہے ہیں کہ فرانس انگریز کو کے لئے مصر چھوڑ دے، اور انگریز مراکش میں ہماری کوئی مخالفت نہ کریں"

"میرے دوستو! ایک لمحہ کے لئے دولت و ثروت کے اُن خزانوں کا تصور کرو جو مراکش میں تمھیں حاصل ہونگے۔ پوری سرزمین زرخیز ہے بیش قیمت کانوں سے لبریز ہے۔ تم وہاں کی کانیں کھولوگے۔ بیحساب غلہ پیدا کروگے۔ روئی اتنی حاصل ہوگی، جس کا اسوقت تصور بھی نہیں کیا جاسکتا"

"کیا اس کے بعد بھی تم باہمی منافست میں مبتلا رہوگے؟ حالانکہ تم ہی دونوں گروہ اس نئی سرزمین کے مالک ہو۔ تم دونوں کو تمام فرانسیسیوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ سب سے پہلے تم ہی نے اس سرزمین میں اسلام کا جھنڈا نیچا کیا۔ اسلام کے ملک پر مسیحیت کا سکہ بٹھایا، اور اسلام اور مسلمانوں سے واقفیت بہم پہونچائی۔ لہذا تم ہی افریقہ کے تمام اسلامی ملکوں کے مالک بنوگے۔ راس قابس سے بحر اٹلانٹک تک، اور بحر متوسط سے صحرا اعظم تک، تمام علاقے تمھارے ہی ہیں۔ پس باہم متحد ہو جاؤ، اور پھوٹ ڈالکر فرانس کی مجتمعہ قوت پارہ پارہ نہ کرو"

اس تقریر پر ہر طرف سے مرحبا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دونوں طرف سے حریف اُٹھے اور باہم مصافحہ کرنے لگے۔ شراب کے جام بھرے گئے، اور مسرت کے نعروں میں خالی ہوگئے!

یہ واقعہ اور اس واقعہ کا پورا منظر اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ اُس دن میں سمجھا کہ فرانس کی مشرقی حکمت عملی کیا ہے اور اُس کی بنیاد کس پر ہے؟ اُس دن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارا ملکی اتحاد صرف اس بنیاد پر ہے کہ اہل ملک کے لئے ہمیشہ مشرق میں نئے شکار مہیا کرتے رہیں۔ ہماری سوسائٹی کے مختلف طبقوں کا باہمی اتحاد اس لئے نہیں ہے کہ اصلاحات میں وہ متفق ہیں۔ صرف اس لئے ہے کہ ظلم میں کوئی اختلاف نہیں!

اٹلی اور یمن

یمن پر اٹلی کا دانت مدت سے ہے، لیکن برطانیہ کی رقابت ہمیشہ اُس کا منہ روک دیتی تھی۔ اب باہم سمجھوتہ ہوگیا ہے۔ اور اٹلی یمن کی طرف بے تکلف بڑھ رہا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ پچھلے چند ماہ کے اندر اٹلی نے صنعا میں اثر پیدا کرلیا۔ ایک زمانہ میں امام یحیٰی اٹلی کا نام بھی سننا نہیں چاہتے تھے، مگر اب وہ اُس سے معاہدہ کر رہے ہیں، سلامان جنگ لے رہے ہیں، فوجی تربیت کے لئے اٹالین افسروں کے طلبگار ہیں!

گزشتہ ہفتہ ان "دوستانہ علائق" نے ایک نیا قدم اُٹھایا ہے۔ یمن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اُس کا سیاسی وفد یورپ گیا ہے۔ سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ "یمنی وفد، یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کریگا، یورپین تمدن کا مطالعہ کرے، پھر قسطنطنیہ اور انگورہ جائے گا" اعلان میں اٹلی کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس کی اصلی غرض اٹلی ہی ہے۔ یہ وفد روم پہنچ گیا ہے۔ امام یحیٰی کے منجھلے بیٹے "امیر محمد" اُس کے رئیس ہیں، اور سید عبد اللہ ابراہیم، سید عباس علی، قاضی علی عمری، راغب رکن ہیں۔ قاضی راغب، حکومت صنعا کے وزیر خارجہ اور یمن میں تنہا شخص ہیں جو ایک یورپین زبان (فرانسیسی) جانتے ہیں۔ اس وفد نے [illegible] اٹلی سے [illegible] ہم نہیں [illegible] لیکن اٹلی [illegible]

باب التفسیر

تفسیر سُورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ

صفاتِ الٰہی کے انسانی تصور کی تکمیل

اور

اُس کا سلسلۂ ارتقا

الحمد للہ رب العالمین

قرآن حکیم نے انسان کو خدا کے اعتقاد اور تصور کی دعوت دیتے ہوئے، سب سے پہلے جن صفات کا حسن و جمال بے نقاب کیا ہے، وہ تین صفتیں ہیں: ربوبیت، رحمت، عدالت!

الحمد للہ رب العالمین:	ساری تعریفیں، ہر قسم اور ہر طرح کی ثنائیں، حسن و جمال
الرحمٰن، الرحیم،	کی شیفتگی اور خوبیوں کمالوں
مالک یوم الدین!	کے اعتقاد کے ساتھ جو کچھ بھی
(فاتحہ)	

کہا جاسکتا ہے، وہ سب کچھ، اللہ کے لئے ہے! وہ اللہ، جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ جس کی ربوبیت کائنات ہستی کی ہر مخلوق کو اس کی زندگی اور بقا کا تمام سامان بخشتی، اور اُس کی پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہے! جو رحمت والا ہے، اور جس کی رحمت کی بخشائشیں تمام عالم خلقت کو اپنے نوال محبت سے مالامال کر رہی ہیں! جس کے قبضۂ و تصرف میں جزاء و سزا اور مکافات کا دن ہے، اور جس کی عدالت نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ کا قانون جاری و نافذ کر دیا ہے!

سورۂ فاتحہ قرآن کی ابتدا ہے، اور فاتحہ کی ابتدا تصور الٰہی کی اسی بنیادی جلوہ نمائی سے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کے تصور و اعتقاد کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا نقشہ ہے۔ انہی تین صفتوں کے تفکر سے ہم قرآن کے تصور الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

تصور الٰہی کا تدریجی ارتقا

دُنیا کی ہر چیز کی طرح انسان کا فکر و عمل، اور انسانی فکر و عمل کی ہر بات کی طرح اُس کے روحانی تصورات نے بھی بہ تدریج پستی سے بلندی کی طرف اور نقص سے کمال کی طرف ترقی کی ہے۔ روحانی تصورات کی پہلی بنیاد ایک خالق کائنات ہستی کا تصور ہے، جس وقت سے انسان کی تاریخ روشنی میں آئی ہے، اُس کے اس تصور کی تاریخ بھی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر پرانے سے پرانے عہد کے تصور سے لیکر، موجودہ ادیان عالم کے عہد تک کے تمام تصورات سامنے رکھے جائیں، اور یکے بعد دیگرے اُن کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آجائے گا کہ ایک تدریجی ارتقاء کا سلسلہ ہے جو اشیاء و اجسام کے ارتقاء کی طرح انسان کے تصور و اعتقاد میں بھی جاری ہے، اور جوں جوں انسان کی فکری اور معنوی استعداد ترقی کرتی جاتی ہے، اُس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ارتقا کے ہر سلسلے کی طرح اس سلسلہ کی بھی تکمیل کی آخری کڑی نمایاں ہو جاتی ہے!

فطرۃ کا ولولہ اور ذہن کا تصور!

لیکن یاد رہے کہ یہاں خدا کے تصور سے مقصود اُس کی صفات کا تصور ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد نہیں ہے۔ اُس کی ہستی کا اعتقاد ذہن و فکر کی پیداوار نہ تھی جو اُس کی استعدادی تبدیلیوں سے متاثر ہوتی۔ یہ اُس کی فطرۃ کی آواز تھی، جو خود اُس کے اندر سے اُٹھتی تھی، اور ایک بالاتر ہستی کے یقین کے جوش سے اُسے معمور کر دیتی تھی۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ تھا، اور فطری جذبات ایسی کی نوعیت ہر وقت اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہے، اس لئے ہستی کا اعتقاد الٰہی بھی ہمیشہ یکساں رہا۔ اُس میں ذہن و فکر کے تغیرات مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن خدا کی ہستی کا تصور، اُس کی صفات کے تصور سے الگ نہیں ہو سکتا تھا۔ انسانی عقل ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا تصور کرتی ہے تو گو اُس کی ذات کا تصور کرنا چاہے، لیکن تصور میں اُس کی صفتیں ہی آتی ہیں، اور صفتوں ہی کے جمع و تفرقہ سے ذات کے تصور کا نقشہ وجود میں آتا ہے۔ یہیں سے اس فطری جذبہ میں انسانی عقل کی مداخلت شروع ہوئی، اور یہی اُس کی درماندگیاں اور [illegible]

---

۴ "اٹلی کی یمن اور امام یمن سے دوستی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ حجاز یا ابن سعود پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ موسولینی نے یمن سے جو معاہدہ کیا ہے، اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان برقرار رہے۔ اٹلی بحر احمر میں [illegible] حاصل کرنے پر مجبور ہے، اس لئے [illegible]

خواطر و سوانح

"میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک لمحہ"

(مشہور فرانسیسی اخبار نویس، فرانسس ٹیری کے قلم سے)

قارئین الہلال ابھی بھولے نہ ہونگے کہ ہم نے الہلال کے پہلے اور دوسرے نمبر میں ایک فرانسیسی کتاب کا ذکر کیا تھا جسمیں فرانس کے تیس بڑے بڑے اخبار نویسوں نے اپنی صحافتی زندگی کے اہم واقعات لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں فرانسس ٹیری نے الجزائر اور ٹیونس کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز سانحہ قلمبند کیا ہے۔ یہ اسوقت کی بات ہے جب فرانس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ ٹیونس کا باقاعدہ الحاق دفتر مستعمرات سے کردیا جائے یا اسے قائم و جاری حالت میں رہنے دیا جائے؟ غاصبانہ تسلط تو دونوں حالتوں میں تھا لیکن پہلی حالت صاف اور کھلی تھی، دوسری میں منافقانہ پردہ پوشی تھی۔ اسی اثنا میں پیرس کی ایک مقتدر سیاسی جماعت نے ایک سیاسی ضیافت کا انتظام کیا اور اسمیں ملک کے بڑے بڑے اخبارات کے ایڈیٹر بھی مدعو کئے گئے۔ مقالہ نگار بھی انہی لوگوں میں سے ہے اور اُس کی سرگزشت حوالۂ قلم کرتا ہے۔ اس مختصر سی سرگزشت میں یورپ کے سیاسی اور سرمایہ دارانہ اخلاق کا جیسا مکمل نقشہ دکھلایا گیا ہے، شاید ایک بہت بڑی کتاب سے بھی اُتنی وضاحت نہ ہو سکے۔ طرز بیان کی تعریضی ظرافت نے سرگزشت کی دلچسپی اور زیادہ بڑھا دی ہے:

فرانس کی مشرقی حکمت عملی کے راز

میں نے ابھی اخبار نویسی کے پیشہ میں قدم رکھا ہی تھا کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں مجھے اُس ضیافت (ڈنر) میں شرکت کا اتفاق ہوا جو "انجمن قہوہ خانہ" ہر ماہ ملک کے مدبروں کو جمع کرنے کے لئے دیا کرتی تھی۔

گرانڈ ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریباً ۱۵۰ آدمی جمع تھے۔ ہال کی دیواروں کی آرائش نظر فریب تھی۔ وسط میں خوبصورت گول میز تھا۔ گرد قیمتی کرسیاں بچھی تھیں۔ حاضرین میں لیون اور بورڈو کے سرمایہ دار، لیل اور نانسی کے کارخانہ دار، مارسیلز کی جہاز راں کمپنیوں کے مالک، مجلس (سینٹ) کے سربرآوردہ ممبر، ماوراء البحر نوآبادیوں کے نمائندے، اور چند مشاہیر اخبار نویس شامل تھے۔

قسم قسم کے لذیذ کھانے اور نفیس شرابیں ہماری منتظر تھیں۔ دلفریب جاموں میں جب معطر شیمپین انڈیلی گئی، اور بلبلے سطح پر جوش مار کر اُبھرے، تو ہم اخبار نویسوں کا جوش، حد جنوں تک پہنچ گیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ فرانسیسی پرچم سمندر پار کے تمام ملکوں پر لہرا رہا ہے۔ کھانے کے بعد رئیس مجلس مسیو آٹین نے اعلان کیا "ہم ایک اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت کردیا جائے یا ابھی اسمیں توقف کیا جائے؟"

شروع میں ہم اخبار نویسوں نے خیال کیا۔ اس مسئلہ پر کوئی سخت بحث نہیں ہوگی۔ چنانچہ بد دلی کے ساتھ ہمنے اپنی جیبوں سے یادداشت کی کاپیاں نکال لیں۔

ایک سابق وزیر اُٹھا اور تقریر شروع :

"ٹیونس، اب تک فرانس کے زیر حمایہ (پروٹکٹوریٹ) ہے اس لئے قانون کی نظر میں وہ محکوم نہیں ہے۔ ایک اجنبی ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کا تعلق براہ راست وزارت خارجیہ سے ہے۔ اُس کا دستور حکومت الگ ہے۔ اُس کا جنگی خانہ مستقل ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ الجزائر میں رہنے والے فرانسیسیوں کے ساتھ ہم ایک خاص قسم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ٹیونس کے فرانسیسیوں کے ساتھ دوسری قسم کا۔ یہ صورت اُسوقت جائز ہو سکتی تھی جب فرانسیسی فوجوں نے ٹیونس کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ ہم نے پورا تسلط حاصل کرلیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کا وہ امتیاز باقی رکھا جائے جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ فرانس سے ٹیونس کا کامل الحاق ہوجائے۔"

وزیر کی تقریر پر حاضرین کی ایک جماعت نے بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ ہم سمجھے بحث ختم ہوگئی۔ مگر اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اور سابق وزیر کھڑا ہوگیا:

"مجھے اس گمراہ کن تجویز سے قطعی اختلاف ہے" اُسنے شانے ہلاکر کہا۔ "فرانس نے بورڈو کے معاہدہ میں وعدہ کیا ہے کہ ٹیونس کے بائی (بادشاہ) کی حکومت باقی رکھے گا۔ فرانس نے یہی عہد تمام دول سے بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی سخت سیاسی مشکلات کا موجب ہوگی۔ ملک کی دیسی آبادی میں شورش پیدا ہوجائیگی اور فرانس کی پیشانی پر بدعہدی کا سیاہ دھبا لگ جائے گا۔"

اس تقریر پر بھی تالیاں بجیں، دونوں تقریروں کا لب و لہجہ ویسا ہی شاندار تھا جیسا مجلس (پارلیمنٹ) کی تقریروں کا ہوتا ہے۔ دونوں تقریروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد "فرانس کی عظمت" "ٹیونس کی مصلحت" "تہذیب کی خدمت" "خدمت اقوام کا فرض" اور اس قسم کے تمام پامال جملے آتے تھے اور حاضرین تحسین و آفرین کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ ہم غریب اخبار نویس کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ لوگوں کو تالیاں بجاتے دیکھتے تو خود بھی بے تحاشا تالیاں بجانے لگتے!

اب گرم مباحثہ شروع ہوگیا۔ سرمایہ داروں، کارخانہ داروں، تاجروں، کمپنیوں کے مالکوں نے بھی تقریریں شروع کردیں۔

ایک مقرر نے کہا "یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم ٹیونس کی کانیں تباہ کرنی چاہتے ہو؟"

"اور تم الجزائر کی کانوں کے دشمن ہو" دوسرے مقرر نے بغیر کسی تامل کے جواب دیا!

"اور تم بدمعاش ہو!" ایک تاجر جوش میں بیخود ہوکر چلایا۔

"لیکن تم ڈاکو ہو، بے حیا بدزبان!" ایک طرف سے آواز بلند ہوئی۔

"شریرو!" ایک تاجر نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "فرانس کے کیو پوا تمھاری چوری، کھلا ہوا راز ہے۔ تم مارسیلیز میں روسی گیہوں منگاتے ہو مگر چنگی سے بچنے کے لئے اُسے پہلے ٹیونس بھیجتے ہو پھر وہاں سے فرانس میں داخل کرتے ہو تاکہ ٹیونس کی کم چنگی سے فائدہ اُٹھا سکو!"

"یہ کون گدھا بول رہا ہے؟" ایک شخص نے پوری بے پروائی سے پکار کر کہا۔

"تم گدھوں کے جد امجد ہو" برجستہ جواب تھا!

اب مجھ پر یہ راز کھلا کہ ٹیونس کا معاملہ، نہ تو فرانس کی عظمت سے تعلق رکھتا ہے نہ تہذیب و تمدن کی خدمت سے۔ محض سرمایہ داروں کا سوال ہے۔ الجزائر کے فرانسیسی اور اُنکے حامی ٹیونس کو نوآبادیوں کی وزارت کے ماتحت اس لئے کردینا چاہتے ہیں تاکہ وہاں کے فرانسیسی اُن سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

"تم ٹیونس کی دولت کھاکے پھول گئے ہو!" ایک مقرر نے کہا۔

"حاسدو! شیطان کے بھائیو! ہم تمھیں پیروں سے روند ڈالیں گے" ٹیونس کے ایک فرانسیسی کا جواب تھا جبکہ وہ جوش سے کھڑا ہوگیا تھا!

غرضکہ کوئی گالی نہ تھی جو استعمال نہ کی گئی ہو۔ کوئی الزام نہ تھا جو ایک نے دوسرے پر نہ لگایا ہو۔ اب شراب، سروں پر خوب چڑھ چکی تھی۔ آنکھیں لال تھیں۔ گھونسے تن رہے تھے۔ خطرناک ارادوں نے ہر چہرہ پر ہولناکی کا غازہ مل دیا تھا۔ آخر ایک آواز بلند ہوئی "مسیو اٹین! مسیو اٹین!"

مسیو اٹین اپنی کرسی سے اُٹھے۔ اب ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اسوقت بھی میری آنکھوں میں اس چوڑے سینہ والے پیاکا مدبر کی تصویر پھر رہی ہے۔ اُسکی آنکھیں نہایت متحرک اور تیز تھیں چہرہ سے از حد مکار معلوم ہوتا تھا۔

"میرے ٹیونسی دوستو!" مقرر نے داہنی طرف منہ کرکے کہا "تم یقیناً میرے اخلاص سے انکار نہیں کرسکتے۔ آج سے بیس برس پہلے میں ہی وہ پہلا شخص تھا جسنے فرانس کو ٹیونس کی فتح پر آمادہ کیا تھا۔ میں نے ہی تحریک کی تھی کہ اُس "نیم وحشی" ملک میں تمدن و تہذیب کی روشنی پھیلائی جائے ..."

جملہ حاضرین نے پرجوش تالیاں بجائیں۔

"اور اے میرے الجزائری دوستو!" مقرر نے بائیں طرف رُخ کرکے کہا "تم بھی میری خیر خواہی اور دوستی سے بخوبی واقف ہو الجزائر سے میری محبت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ الجزائر بھی میرا وطن ہے کیونکہ میں اسی خوبصورت ملک میں پیدا ہوا تھا۔ الجزائر کی محبت مرتے دم تک میرے دل میں باقی رہیگی۔"

بائیں رُخ سے پرجوش تالیوں کا شور بلند ہوا!

غرضکہ اس چالاک مقرر نے کچھ ایسی شیریں زبانی سے گفتگو شروع کی کہ [illegible] خوش ہوگئے اور اس فرانس کے سب سے بڑے مکار انسان کے اخلاص پر ایمان لے آئے!

"عزیزو!" مقرر نے اپنی آواز کو حد درجہ موثر بناکر کہا "جب میں تمھیں باہم اس طرح لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہوں، تو میرا دل بیٹھنے لگتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ الجزائر اور ٹیونس بغیر ایک دوسرے پر حسد کئے ترقی کریں؟ میں آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ یہ خیالات دُور کردیں۔ ذرا اپنی آنکھیں اُٹھا کر افریقہ کی طرف دیکھئے۔ "یہ دیکھئے، مراکش کی زرخیز سرزمین آپکے سامنے موجود ہے

اُس میں حسنِ جمال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تعمیر و ایجاب کا عمل بغیر تخریب و سلب کے انجام نہیں پا سکتا۔ ہر بناؤ کے لئے ایک بگاڑ اور ہر نظم کے لئے ایک برہمی ناگزیر ہے۔ اس لئے اُس کے جمال تعمیری دلاویزیوں پر تخریب کی ہولناکیوں کا پردہ پڑ گیا۔ بارش کا عمل زمین کے لئے پیامِ روح ہے۔ اُس کے ایک ایک قطرہ کے اندر، نہیں معلوم زندگی کی کتنی تعمیریں اور وجود کی کتنی بخششیں پنہاں ہوتی ہیں؟ لیکن تعمیرِ حیات کا یہ پُرسکون عمل جبھی ظہور میں آ سکتا ہے جب پہلے سلبِ تخریب کی ایک ہیبت انگیز ہولناکی پھیل جاتی ہے۔ بادل گرجنے لگتے ہیں بجلی کڑکنے لگتی ہے۔ اضطراب و تصادم سے فضا رکائنات لرز اٹھتی ہے۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے کوئی بڑی ہی سخت بربادی و خوفناکی ظہور میں آنے والی ہے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ حالت منقلب ہو جاتی ہے، اور اچانک دکھائی دیتا ہے کہ فطرۃ نے قہر و جلال کا جامہ اُتار کر رحمت و جمال کا لباس پہن لیا۔ کیونکہ رعد و برق کی خوفناکیوں کی جگہ بارانِ رحمت کی ربوبیتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے جابجا قدرت الٰہی کی اس بظاہر قہرنمائی اور بہ باطن رحمت فرمائی کی طرف اشارات کئے ہیں:

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفاً وطمعا، وینزل من السماء ماءً فیحیی بہ الارض بعد موتھا، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون! (۳۰ : ۲۳)	اور اُس کی حکمت و قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کڑکتی ہے اور تمھارے اندر خوف اور امید، دونوں طرح کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں پھر

وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو اُس کی موت کے بعد از سرِ نو زندگی بخش دیتا ہے۔ بلاشبہ اسمیں قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ مگر اُن کے لئے جو عقل رکھتے ہیں!

سورۂ بقرہ کی تمثیل میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: او کصیب من السماء فیہ رعدٌ و برقٌ۔ تخریب کے عمل میں شورش اور ظہور ہے۔ اس لئے رعد و برق کی ہولناکی بارش کی حیات پرور دلاویزی سے زیادہ نمایاں اور بے پردہ ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن طفولیت طبیعت حیوانی کے مقتضٰی کے مطابق، بارش کی دلاویزی تو جلد نہیں پا سکتا تھا۔ لیکن رعد و برق کی ہولناکی سے فوراً ڈر گیا تھا۔ بجلی کی کڑک میں اس کے لئے پہلے خوف تھا۔ طمع پیچھے تھی!

بہرحال زندگی اور فطرۃ کائنات کے مظاہر کی پہلی تاثیر خوف و دہشت ہی کی تاثیر تھی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا بھونچال، آسمان کی ژالہ باری۔ دریاؤں کا سیلاب، سمندروں کا تلاطم؛ اِن سب میں اُس کی عقل کے لئے رُعب اور ہیبت تھی، اور اسی ہیبت کے اندر وہ ایک غضبناک خدا کی ڈراؤنی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ بجلی کی کڑک اور ہلاکت سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بادلوں کی گرج پر شیفتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ پہاڑوں کی آتش افشانی اور آسمان کی سنگ باری سے پیار نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُس کا ذہن و ادراک خدا کے صرف انہی کاموں سے آشنا ہوا تھا!

ایک اور قریبی سبب بھی اِس تصوّر کا باعث ہوا خود اُس کی زندگی بھی امن و راحت سے زیادہ اضطراب و ہلاکت سے دوچار تھی۔ وہ اپنی حقیقی اور فطری حیات بہشتی سے محروم ہو چکا تھا، اور اب زندگی اور آبادی کی ایک نئی تعمیر درپیش تھی۔ وہ کمزور اور نہتا تھا، اور زمین کی ہر چیز اُس کی دشمن تھی۔ زلزلے کے مجروں کے جھنڈ اُسکے چاروں طرف منڈلاتے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگتے تھے۔ طرح طرح کے بے پناہ درندوں کا پے درپے حملہ تھا۔ اُس کی زندگی سرتاسر جنگ اور کشمکش تھی۔ جس طرف دیکھتا تھا، ہلاکت ہی کا سامان نظر آتا تھا۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خالق کائنات کا تصوّر کرتے ہوئے اُس کا ذہن اُس کی ہلاکت آفرینیوں کی طرف جاتا۔ وجود اور زندگی بخشنے والی صفتوں کی طرف نہ جاتا۔ وہ صرف صفاتِ سلبیہ کا تماشائی ہو سکتا تھا۔ ایجاب و تعمیر کی حقیقت شناسی ابھی اُس پر نہیں کھلی تھی!

تصورِ الٰہی کا یہ دَور سرتاسر قہر و غضب کے تصور کا دَور تھا۔ اس کی ابتدا ایک مبہم اور غیر معین خوف سے ہوئی اور پھر بہ تدریج ایک معین شکل و شباہت کی صورت اختیار کر لی۔ پھر اس صورت کی وضع و قطع میں ترقی شروع ہوئی اور ایک ناتراشیدہ حالت سے ایک مکمل خال و خد تک پہنچ گئی۔ امریکہ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں عہدِ قدیم کے جو آثار ایسے ملے ہیں جن سے نوعِ انسانی کی ابتدائی پرستشوں کا پتہ چلتا ہے، اُن سے اس ابتدائی تصوّر کی کڑی طیار کی جا سکتی ہے۔ پرستش کی ناتراشیدہ، بے ڈھنگی، اور ناقص، مگر خوفناک صورتیں انسان کے عہدِ طفولیت کی یادگار ہیں۔ انسان کے دَورِ حجری (یعنی وہ زمانہ جب آلات و ظروف کے لئے صرف پتھر استعمال کیا جاتا تھا) کے آثار میں بھی اس تصوّر کا سراغ لگتا ہے۔ اس طرح کے بکثرت پتھر ملے ہیں جن پر انسان کے ابتدائی ذہن کی مصوّری نے اپنے معبود کی صورت کا نقشہ کھینچنا چاہا تھا، اور کوشش کی تھی کہ زیادہ سے زیادہ ہولناک صورت بنا دے۔ اُس میں عجیب طرح کا دھڑ ہے۔ غیر متعلق و مربوط چہرہ ہے، مختلف قسم کے خوفناک جانوروں کی صورتوں کے غیر متناسب اجزا جمع کر دئے ہیں، اور مصوری کے نقص اور تصوّر کی ناتمامی نے ہیئت کی بدصورتی اور ہولناکی کا اثر اور زیادہ کر دیا ہے۔ خوفناک جانوروں کی پرستش بھی اسی عہد میں شروع ہوئی سانپ، اژدہا، مگرمچھ، اور اسی طرح کے جانور جن پر انسان بہ آسانی قبضہ نہیں کر سکتا تھا، اُس کے تصوّر میں ایک طرح کی الوہیت پیدا کر لیتے تھے۔

اس دَور کے ابتدائی عہد سے جب انسان آگے بڑھا۔ تو خدا کے تصوّر میں زیادہ نظم و اُسلوب پیدا ہوا۔ اب ایسی ایسی طاقتوں کا تصوّر کیا گیا جن کی الگ الگ صورتیں، الگ الگ دائرے، اور الگ الگ اعمال تھے۔ لیکن جہاں تک صفات کا تعلق ہے، سب قہر و غضب ہی کی صفات رکھتے تھے۔ ہندوستان، مصر، بابل، یونان، وغیرہ ممالک جہاں نوعِ انسان کو مختلف مرز بومی اسباب سے ترقی و تربیت کا زیادہ موقعہ ملا تھا، اس دَور میں نمایاں ہوتے ہیں، اور آثارِ قدیمہ ہمیں سراغ رسانی میں مدد دیتی ہیں۔ اِن تمام ممالک میں علم الاصنام کی سب سے ابتدائی کڑیاں وہی ہیں، جو خالص قہر و غضب کی تصوّرات تھیں۔ ہیروڈوٹس نے مصریوں کے جو حالات بیان کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا سب سے زیادہ قدیمی معبود ہورس تھا جو ہلاکت اور بربادی کی طاقت تھی۔ یونان کا علم الاصنام اپنی لطافتِ تخیل اور بلندی نوعیت کے لحاظ سے تمام دنیا کے اصنامی تخیلات پر فوقیت رکھتا ہے، لیکن اُن کے یہاں بھی غضب و قہر کے دیوتاؤں کے تصوّرات، باقی دیوتاؤں سے زیادہ قدیم تھے۔ آریس جو آگے چلکر جنگ کا خدا ہو گیا، دراصل غضب و انتقام کا خدا تھا۔ آزلیس جسے آگے چلکر جہنم کی داروغگی ملی، شروع شروع میں ہلاکت اور انتقام کا دیوتا تھا۔ بابل اور آشور کے آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بابل تصورِ الٰہی کے اُس عہد کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو مظاہر فطرۃ کی پرستش کے سلسلے میں کواکب پرستی کا عہد تھا۔ لیکن یہاں بھی پرستش کی تمام ابتدائی صورتیں غضب و قہر ہی کی مظاہر تھیں۔ بابل کے آثارِ اصنام میں سب سے زیادہ قدیم اثر ایک عجیب الخلقت

عالم مطبوعات و صحائف

پروفیسر ہیوار کی یادداشت کُتب

یورپ کے مستشرقین (اورینٹلسٹ) نے قدیم آثار و علوم کی تحقیقات کے جو مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، اُن میں ایک نہایت قیمتی طریقہ نوادرِ کتب کی مکمل یادداشتیں مرتب کرنے کا ہے۔

"یادداشتوں" سے مقصود یہ ہے کہ پرانی اور نادر کتابوں کے مختلف نسخے دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں کہیں اُن کا کوئی حصہ ہے، کہیں کوئی حصہ۔ کہیں ایک حصہ مسلّم ہے اور باقی ناقص ہے۔ کہیں دوسرا حصہ محفوظ اور پہلا حصہ ناقص ہو گیا ہے۔ کسی نسخہ کی کتابت غلط ہے لیکن ضخامت پوری ہے۔ کسی کی ضخامت ناقص مگر کتابت اچھی ہے۔ اب اس منتشر اور مختلف الاوصاف ذخیرہ سے ایک مکمل نسخہ کیونکر فراہم کیا جائے؟ اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان تمام نسخوں پر نظر ڈالی جائے، اور ایک جگہ کا نقص دوسری جگہ کی تکمیل سے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً اگر ایک کتاب کی ۵ جلدیں ہیں اور دس جگہ ۱۰ نسخے موجود ہیں، تو بہت ممکن ہے کہ ایک جگہ جو جلد کم ہو، وہ دوسری جگہ موجود ہو، یا ایک جگہ کے نسخے میں جو ورق ناقص ہو گیا ہو، وہی دوسری جگہ کے نسخے میں صحیح و سالم مل جائے۔ مستشرقین یورپ نے متعدد اہم اور نادر کتابوں کے متعلق اس طرح کی معلومات فراہم کی ہیں اور انھیں یادداشت کی صورت میں قلمبند کر لیا ہے۔

یہ یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں ان سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کتاب کا مکمل نسخہ دنیا کے فلاں فلاں کتب خانوں کے فلاں فلاں نسخوں، جلدوں، صفحوں، صفحوں کی سطروں، سطروں کے صحیح و سالم لفظوں کے باہم گر جمع ہو جانے سے وجود میں آ جا سکتا ہے!

یہ یادداشتیں مستشرقین یورپ کے ذوقِ علم اور محنت و جستجو کی سب سے بڑی نمائش گاہ ہیں۔ بعض حالتوں میں صرف ایک چھوٹی سی کتاب کے مکمل اور صحیح نسخہ کی معلومات جمع کرنے کے لئے تمام دنیا کا سفر کیا گیا ہے، اور ۵۰۔۔۵۰۔۔۶۰۔۔۶۰ جگہوں کے نسخوں سے اُس کا ایک ایک ورق، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ، جمع کیا گیا ہے! ہمدانی کا جغرافیہ عرب ۱۸۹۱ء میں پروفیسر ڈیوڈ مولیر Muller نے تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کر دیا۔ شائع کرنے سے پہلے جو یادداشت انھوں نے اور لیڈن یونیورسٹی کے دیگر مستشرقین نے مرتب کی تھی، وہ ہمارے پاس موجود ہے، اور اسے دیکھ کر ان پرستارانِ علم کی محنتوں کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ ہمدانی کے جغرافیہ کے سترہ نسخوں کا انھوں نے پتہ لگایا تھا جو کرۂ ارض کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے لیکن ان میں کوئی بھی نقص سے خالی نہ تھا۔ انھوں نے ان سب کے ایک ایک صفحہ، ایک ایک سطر، ایک ایک لفظ پر نظر ڈالی، اور نسخوں اور انکے اوراق و سطور کے حوالوں کے ساتھ ایسی یادداشت مرتب کر لی جس سے بہ یک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سترہ جگہوں سے ایک ایک ٹکڑہ چُن کر، کس طرح ایک صحیح و مکمل نسخہ مرتب کر لیا جا سکتا ہے۔

مثلاً یادداشت بتلاتی ہے کہ کتاب کے صفحہ ۲ کی سطر کا پہلا لفظ برلین کے نسخہ میں کرم خوردہ ہے لیکن روم کے نسخہ میں صحیح و سالم

کا ولولہ پیدا کیا، تو ذہن و فکر نے چاہا، اُس کا تصور کرے۔ لیکن جب تصور کیا، تو یہ اُس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ اُس کی صفات کا تصور تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے صفات الٰہی کے نقشے کھینچتا گیا، اور اپنی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و معبود کی شکل و شباہت بھی بدلتا گیا۔ وہ ہر تبدیلی کے بعد ایک نئی صورت کا خدا اپنے سامنے دیکھتا، مگر نہیں سمجھتا کہ یہ صورت اُسکے خدا کی صورت نہیں ہے۔ خود اُسی کے ذہن و ادراک کی صورت ہے۔ خدا کی صورت ایک ہی تھی، لیکن اس کی نظر ہمیشہ یکساں نہ تھی۔ نظر و مشاہدہ میں جیسی جیسی تبدیلیاں ہوتی گئیں، منظور و مشہود بھی بدلتا گیا۔ اس راہ میں عقل انسانی کی پہلی اور بنیادی درماندگی یہی ہے:

اے برون از وہم و قال و قیل من!
خاک بر فرق من و تمثیل من!

عقل انسانی کا ادراک محدود تھا۔ اُس کے تصور کے سامنے محسوسات کی دیوار کھینچ گئی تھی۔ وہ حواس کے دائرہ میں محصور اور حدود و امکان کی جبلی بندشوں میں اسیر تھا۔ وہ صرف محسوسات ہی کا تعقل کر سکتا تھا، اور اُنہی کی شکل و شباہت میں ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر اُس کے عقل و ادراک کی یہ جتنی بھی رسائی تھی، بہ یک دفعہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ نشو و نما اور ارتقاء کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی فطرۃ کے مجرد اور بے میل جذبہ سے ذہن و فکر کی صورت آرائیاں اور شباہت آفرینیاں ملیں، خدا کے تصور کی جگہ ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو گیا، جو خالق کا تصور نہ تھا۔ خود انسان کے ذہنی تصورات کی مخلوق تھا۔ وہ اپنے ادراک کے آئینہ میں خود اپنے چہرہ کا عکس دیکھتا، اور اُسی کو اپنا معبود سمجھ کر سر بسجود ہو جاتا۔ اُس کا دل ہمیشہ خدا کی صورت دیکھنی چاہتا۔ مگر اُس کا دماغ ہمیشہ اپنی ہی صورت کی پرستش کرتا۔ مولانا نے ایک چرواہے کی حکایت میں جس کے لئے حضرت موسیٰ کا زمانہ فرض کیا گیا ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اے کہ اندر چشمۂ شور ست جات — تو چہ دانی شط و جیحون و فرات؟
چوں قدم آمد، حدث گرد و عبث — پس کجا داند قدیمی را حدث؟
چوں توہم میکنی تو نور ذات — ذات نبود، وصف ہا و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدست — حق نزائیدست او لم یولدست!

بہر حال خدا کی ہستی کے اعتراف و یقین کے فطری جذبہ نے جب تصور کی شکل اختیار کی، تو یہ ذہن و فکر کا عمل تھا، اور ضروری تھا کہ اُس کی حالت اور استعداد کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسمیں بھی ترقی ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر آج انسان کے تمام الٰہی تصورات یکے بعد دیگرے سامنے لائے جائیں، تو وہ انسانی ذہن کے سلسلۂ ارتقاء کی سب سے زیادہ واضح تاریخ ہوگی۔ وہ اگرچہ بظاہر خدا کے تصور کا ارتقاء ہوگا، لیکن بہ باطن خود ذہن انسانی کے ارتقاء کے تمام خلقی ایک ایک کر کے سامنے آجائیں گے۔ کانٹ کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ "ذہن انسانی کی استعداد فکر کا سب سے بڑا معیار، اُس کا تصور الٰہی ہے۔ جب کبھی اُسنے ایک نچلا درجہ چھوڑ کر بلند تر درجے پر قدم رکھا ہے، تو سب سے پہلے خدا ہی کی طرف نظر اُٹھائی ہے" اسی مطلب کی طرف اخوان الصفا کے مصنفوں نے زیادہ صاف لفظوں میں اشارہ کیا تھا: "انسان کی کسی جماعت اور اُس کے کسی عہد کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈالی جائے۔ جس درجہ یہ تصور شائستہ اور بلند ہوگا، اُتنی ہی اُس جماعت اور اُس عہد کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی"! ہیگل نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے: "تاریخ میں کسی قوم کی عقلی اور تمدنی استعداد معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اُسنے اپنی پرستش کے لئے کیسا خدا منتخب کیا تھا؟"

انسانی ذہن و فکر کی اس درماندگی میں وحی و نبوت کی دستگیری ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ لیکن وہ اس راہ میں عقل انسانی کی اُسی حد تک رہنمائی کر سکتی تھی، جس حد تک اُس کی استعداد ساتھ دینے کے لئے طیار تھی۔ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات کا پیرایہ و اسلوب بھی دراصل اُن کے زمان و مکان کی عقلی استعداد کا نتیجہ ہوتا ہے وہ مجمع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ اس لئے اُسی درجہ کا سبق دے سکتے تھے، جس درجہ کہ فہم و تحمل کی استعداد مخاطبین میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس سلسلۂ ارتقاء سے باہر نہیں ہیں۔ اسی کے نشو و ترقی کی مختلف کڑیاں ہیں۔

تصور الٰہی کے دو بنیادی اصول

نوع انسانی کے تصور الٰہی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو اگرچہ اُس کی نوعیت کی بے شمار صورتیں اور قسمیں سامنے آئیں گی، لیکن بڑی اور اصولی تقسیم دو بنیادی نوعیتوں کی بنا پر کی جا سکتی ہے:

(۱) تجسم اور تنزہ

(۲) صفات جلالیہ اور جمالیہ

ذہن انسانی نے جب فطرۃ کی آواز سنی اور خدا کا تصور کرنا چاہا، تو وہ بغیر شکل و شباہت کے اُس کا تصور نہ کر سکا۔ یہی تجسیم اور تمثیل کی بنیاد ہے۔ یعنے خدا کے لئے ایسی صفات تجویز کرنا جیسی صفات مخلوقات و موجودات کے ہم محسوس کر رہے ہیں۔

پھر چونکہ اُس کا ذہن و فکر عہد طفولیت میں تھا اور نشو و ترقی کے لئے ایک طولانی عمر کا محتاج تھا، اس لئے اس شکل و شباہت کا نقشہ بھی زیادہ شائستہ اور بلند نہ کھینچ سکا۔ وہ دراصل اپنے ہی صفات کا عکس طیار کر رہا تھا، اُس کی صفات ابتدائی عہد کے ناقص اور ادنیٰ درجہ میں تھیں اس لئے ویسے ہی صفات سے اُسنے اپنے خدا کا خال و خد بھی آراستہ کیا!

یہ صفات ابتدا میں سرتاسر قہر و جلال کی صفات تھیں۔ پھر ان میں رحم و جلال کی بھی آمیزش ہوئی، لیکن غلبہ قہر و جلال ہی کو رہا۔ اُس کے تصور میں پہلے دہشت آئی۔ پھر اُمید نے ظہور کیا۔ وہ پہلے خدا سے صرف ڈرتا تھا۔ پھر اُمید کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ محبت بھی کرنے لگا!

چنانچہ اس سلسلہ کے ارتقائی تغیرات میں یہی دو باتیں سب سے زیادہ نمایاں اور بمنزلہ اصل و معیار ہیں۔ اس سلسلہ کی ابتدا تجسم اور قہر و جلال سے ہوتی ہے، اور تکمیل تنزہ اور رحمت و جمال پر۔ درمیان کی تمام کڑیاں، ارتقائی کڑیاں ہیں۔ جوں جوں انسان کی معنوی استعداد ترقی کرتی گئی، وہ تجسم سے تنزہ کی طرف اور صفات قہر و جلال سے رحمت و جمال کی طرف ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تکمیل کی آخری منزل نمودار ہو گئی۔

تجسم اور تنزہ پر دوسری جگہ مستقلاً بحث کی گئی ہے۔ یہاں اس کا ذکر تبعاً آ گیا ہے۔ یہاں کا اصلی موضوع صرف صفات قہر و جلال اور رحمت و جمال کے ارتقائی تغیرات ہیں۔

(یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں "ابتدا" اور "ابتدائی عہد" کے الفاظ سے نوع انسان کی حقیقی ابتدا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تصریحات کے مطابق نوع انسانی کی ابتدائی زندگی، اُس کی فطری اور بے آمیز زندگی تھی، اور چونکہ وہ فطرۃً حالت ہدایت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ ضلالت میں، اس لئے اُس کے تمام عقائد و تصورات بھی اپنی فطری ہدایت پر قائم تھے۔ منحرف اور کج اندیش نہ تھے۔ لیکن اُس کے بعد مختلف اسباب سے وہ حالت باقی نہ رہی فطرۃ کی سادہ ہدایت کی جگہ اکتساب کی گمراہیاں پیدا ہو گئیں، اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ تک پہنچ گئیں، کہ پہلی حالت بالکل منقلب ہو گئی۔ اسی عہد سے انسان کی معنوی زندگی کی ایک دوسری نشئۃ شروع ہوتی ہے، اور اُس کی "ابتدائی" زندگی اور "عہد طفولیت" سے اسی دوسرے عہد کی ابتدا مقصود ہے۔ شرح اس حقیقت کی اشارات میں ممکن نہیں اور یہ محل تفصیل نہیں)

دَور قہر و جلال

یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں انسان کا قدیم سے قدیم تصور الٰہی جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ سرتاسر خوف اور دہشت کا تصور ہے۔ رحم، محبت، اور جمال کا اسمیں کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ خدا کا تصور اُسکے لئے صرف ڈرنے کی چیز تھی۔ امید، اُنس، اور محبت کی چیز نہ تھی۔ وہ اُس کے قہر و غضب کی ہولناکیوں سے ڈرتا تھا، اس لئے اُس سے بچنے کے لئے اُس کی پرستش کرتا تھا۔

انسان کی پرستش خدا سے بچنے کے لئے تھی۔ خدا کی طرف بڑھنے اور اُس سے محبت کرنے کے لئے نہ تھی۔ وہ ایک ڈراؤنی اور ہولناک طاقت سے محبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت عجیب نہیں ہے۔ انسان خدا کی صفات کو کائنات عالم کے فطری مظاہر میں دیکھتا تھا۔ یہی مظاہر اُس کے تصور میں خدا کے اعمال کا تصور پیدا کرتے تھے۔ فطرۃ کائنات میں کون و فساد ہے۔ یعنے وہ کائنات کی زندگی اور بقا کے لئے بہ یک وقت بناؤ اور بگاڑ، دونوں کا عمل جاری رکھتی ہے۔ انسان نے جب اپنی ابتدائی عقل و ادراک سے مظاہر فطرۃ پر نظر ڈالی، تو اُس کی نظر فطرۃ کے بناؤ کا حسن نہ دیکھ سکی۔ اُسکے بگاڑ کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ فطرۃ کا جمال ایجاب و تعمیر سلب و تخریب کے نقاب میں پوشیدہ ہے۔ اُس تک پہنچنے کے لئے عقل و ادراک کی زیادہ تیز اور دُور رس نگاہ کی ضرورت تھی۔ یہ ابھی اُسے میسر نہیں آئی تھی۔ پس صورت کائنات کا پہلا اثر جو اُس کے ذہن و ادراک کی نارسائی نے قبول کیا، جمال و رحمت کی دلاویزی نہ تھی، جلال و قہر کی ہولناکی تھی۔ اسی ہولناکی سے اُسنے خدا کی شکل و صورت کا نقشہ بھی کھینچ لیا۔ قدرتی طور پر یہ نقشہ ڈراؤنا تھا۔ محبوب و دلاویز نہ تھا۔

اس عالم اثر و تأثر میں ہر چیز کی طرح ہر فعل بھی ایک قدرتی طبیعت اور مزاج رکھتا ہے۔ تخریب کے مزاج میں شورش اور ہولناکی ہے اور تعمیر سرتاسر سکون اور خاموشی ہے۔ تعمیر جمع، نظم، ترتیب، اور ایجاب ہے۔ تخریب تفرقہ، برہمی، اضطراب، اور سلب و نفی ہے۔ جمع کی حالت ہی سکون ہے۔ اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی شورش و اضطراب کی حالت ہے۔ دیوار جب بنتی ہے تو کوئی ہولناکی محسوس نہیں ہوتی، لیکن اُس کے گرنے میں دھماکا ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر تخریب کا عمل تعمیر سے زیادہ نمایاں اور پُر شور ہے۔ تخریب کی ہیبت فوراً دہلا دیتی ہے، لیکن تعمیر کی دلاویزی آہستہ آہستہ نمایاں ہوتی ہے۔ تخریب کا دھماکا دُور سے بھی سن لیا جا سکتا ہے، لیکن تعمیر کا خاموش عمل دیکھنے کے لئے نزدیک آنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبیعت تعمیری اور ایجابی افعال سے اُنس پکڑنے میں دیر لگاتی ہے لیکن تخریبی اور سلبی افعال سے فوراً ڈر جاتی ہے۔ جانور ڈرتے زیادہ ہیں۔ اُنس کم پکڑتے ہیں۔ انسان کا بچہ بھی ابتدا میں ہر چیز سے سہمتا اور ڈرتا ہے۔ پھر جوں جوں اُس کی ذہنی استعداد بڑھتی جاتی ہے، ڈر کم ہوتا جاتا ہے اور موالفت بڑھتی جاتی ہے۔

نوع انسانی کا اُسکے عہد طفولیت میں یہی حال تھا۔ کائنات فطرۃ فی الحقیقت سرتاسر وجود، تعمیر، اور ایجاب ہے، اور اس

السحر الحلال
في
مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رسالہ هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تهي- اُس نے ملک کے سیاسي ' علمي ' ادبي ' اور دیني افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے ' قریب هے کہ مستقبل هند کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے هندوستان کي سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کي اجتماعي ذهنیت ظہور پذیر هوئي .

الہلال اگرچہ ایک هفتہ وار مصور رسالہ تها ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ذوق کا مجموعہ تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے هوتے تھے- اور اُسکا هر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تهیں- اردو کا وہ پہلا هفتہ وار رسالہ تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي هے- جن لوگوں نے اس کے پرچے بلحاظ جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے هیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں . چونکہ جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب هے- قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

مینیجر "البلاغ پریس"

ہے۔ وہاں سے لے لیا جا سکتا ہے۔ روم کے نسخہ میں پانچویں سطر پڑھی نہیں جاتی لیکن سلوسٹرڈے ساسی کے نسخہ میں موجود ہے۔ وہاں سے لے لی جائے۔ اسی طرح پوری کتاب کا ایک ایک لفظ بذریعۂ یادداشت مرتب کر لیا ہے۔ ساتھ ہی تمام نسخوں کے چھوٹے چھوٹے لفظی اختلافات کے بھی حوالے دیدیئے ہیں۔ بعد کو یہ اختلافات کتاب کے ساتھ شائع کر دیئے گئے۔ ان کی ضخامت اصل کتاب سے بھی دوگنی ہے۔ ایک پوری جلد صرف فہرست اور اختلافات پر مشتمل ہے!

اسی طرح طبقات ابن سعد کی یادداشت دو جلدوں میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کے لئے بار بار دنیا کا سفر کیا گیا تھا۔ اس کی ایک ایک سطر، دس دس بیس بیس جگہوں کے نسخوں کو باہمدگر ملانے کے بعد حاصل ہو سکی بعد کو یہ کتاب چھپ گئی، لیکن اس کی یادداشت اب بھی علم و جستجو کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

یہ یادداشتیں زیادہ تر علمی جماعتوں نے مرتب کی ہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں جو کسی ایک شخص کی تنہا جستجوئے علم کا نتیجہ ہیں۔ انیسویں صدی کے مستشرقین میں پروفیسر ریوڈ Reinaud' اتین کاترمیر Etienne Quatremere، ڈیرنبرگ Fliegel' گستاؤ فلوگل Deren bourg' فلایشر Fleischer، اور دی گویہ De Goeje، کی یادداشتیں نہایت قیمتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مستشرقین میں مشہور جرمن مستشرق پروفیسر تھیوڈر نولڈیک Theodar Nöeldeke' اور پروفیسر گولڈزیہر Goldziher کی یادداشتیں شائع ہو چکی ہیں اور نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں۔

حال میں ایک نہایت قیمتی یادداشت پروفیسر ہیوار Huart نے شائع کی ہے جو ہمیں گزشتہ مہینے پیرس سے وصول ہوئی ہے۔ اس یادداشت میں پروفیسر موصوف نے نہ صرف اپنی جستجوؤں کے نتائج درج کئے ہیں بلکہ گزشتہ دور کے دو بہت بڑے فرانسیسی مستشرقوں پروفیسر دی سلان De Slane اور پروفیسر دیرن برگ Deren bourg کی بعض غیر مطبوعہ یادداشتوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے ہیں۔

پروفیسر دی۔سلان کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ وہ انیسویں صدی کے مشاہیر مستشرقین میں تھے۔ مقدمۂ ابن خلدون، تاریخ بربر ابن خلدون، اور ابن خلکان کا فرانسیسی ترجمہ انہی کے قلم کا رہین منت ہے۔ مقدمہ ابن خلدون کے ترجمہ و اشاعت کا کام در اصل ایٹن کواترمیر نے شروع کیا تھا۔ مگر تکمیل انہی کے قلم دستی سے ہوئی۔ قومی کتب خانۂ پیرس کے مشرقی مخطوطات کی فہرست بھی انہی نے مرتب کی تھی۔

پروفیسر دیرن برگ کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ یہ اسی نام کے مستشرق باپ کا مستشرق بیٹا ہے۔ سیبویہ کی الکتاب (جو کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی چھاپ چکی ہے) یورپ میں اسی کے اہتمام سے چھپی تھی۔ کتاب الفخری، دیوان نابغہ، کتاب الاعتبار ابن منقذ وغیرہ بھی اسی کی سعی و محنت سے مرتب و شائع ہوئی۔ بعد کو الفخری کی نقل مصر میں شرکت احیاء کتب عربیہ نے بھی چھاپ دی۔

پروفیسر ہیوار موجودہ عہد کے مستند فرانسیسی مستشرق ہیں۔ پہلے مصر کے فرانسیسی قنصل خانہ میں کاتب تھے۔ پھر ترقی کرتے کرتے قنصل جنرل ہو گئے۔ اب ایک عرصے سے پیرس کے مدرسہ لغات جدیدہ کے معلم ہیں۔ اسلامی و عربی علوم و ادب پر ان کی

مصنفات بکثرت شائع ہو چکی ہیں۔ تاریخ عرب، تاریخ ادبیات عرب، تاریخ بغداد جدید، وغیرہ کتابیں مشہور و مقبول ہیں۔ ابوزید بلخی کی کتاب الخلیقہ انہی کے سعی و اہتمام سے شائع ہوئی۔ کای فونگو (چین) کی ایک قدیم مسجد کے عربی و فارسی نقوش پر بھی ان کا ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس یادداشت میں عربی اور فارسی، دونوں زبانوں کے بعض نوادر پر معلومات موجود ہیں۔ ایک ترکی (عثمانی) کتاب کا بھی ذکر ہے۔ ہم آئندہ اس کے بعض اہم فوائد ہدیۂ قارئین کریں گے۔

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء

امام ابن قیم کی مصنفات کا بڑا ذخیرہ شائع ہو چکا ہے، لیکن روز بروز نئی کتابیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ حافظ ابن رجب نے طبقات میں ان کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلم والعلماء" لکھا ہے اُ تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ جس پر اُن کے شاگرد فیروزآبادی (صاحب قاموس) کا دستخط ثبت ہے، دمشق میں نکل آیا ہے اور اسکی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

العبر فی اخبار البشر

الہلال نمبر ۲ میں ہم نے امام شمس الدین ذہبی، کی تاریخ کبیر کی نسبت اطلاع دی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان کی ایک دوسری تاریخ "العبر فی اخبار البشر" بھی زیر تصحیح و طباعت ہے۔

امام موصوف نے اپنے تذکرہ میں خود تصریح کی ہے کہ انھوں نے پہلے مطول و مبسوط "تاریخ الاسلام (تاریخ کبیر) لکھی۔ پھر اس سے مختصرات منتخب کر کے چار چھوٹی چھوٹی کتابیں الگ کر لیں:

(۱) الدول الاسلامیہ: یہ تاریخ کبیر کا اختصار ہے، اور بعض کتابتوں میں چار جلدیں ہیں بعض میں دو۔ اس کا سب سے زیادہ بہتر اور مکمل نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ کوپرلی میں ہے۔

(۲) طبقات الحفاظ: اسمیں صرف اُن حفاظ حدیث کے حالات لے لئے ہیں جن کے تراجم بسلسلۂ تاریخ، تاریخ کبیر میں آئے تھے حافظ جلال الدین سیوطی کی طبقات اسی کا اختصار و تکملہ ہے ۱۸۳۳ء میں پروفیسر وستنفیلڈ نے اسے تین جلدوں میں چھاپکر شائع کیا۔

(۳) طبقات القراء: اسمیں قراء کے تراجم تاریخ کبیر سے اخذ کر کے بہ ترتیب طبقات جمع کئے ہیں۔ اسکے نسخے پیرس کے قومی کتبخانہ اور قسطنطنیہ کے کتبخانۂ کوپرلی اور ینی جامع میں موجود ہیں۔ متعدد علماء نے اس کے ذیل بھی لکھے تھے۔ حافظ سیوطی کا ذیل چھپ گیا ہے۔

(۴) العبر فی اخبار البشر یہ ایک مختصر تاریخ عام دو جلدوں میں ہے۔ اسمیں اور دول الاسلامیہ میں یہ فرق ہے کہ اسکی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب ہے۔ اس کی ترتیب سنین کی ترتیب ہے۔ سنہ ہجری کی ابتدا سے لے کر ۷۴۰ھ کے تمام حوادث و وفیات اسمیں مل جاتے ہیں۔ ابن شماع (متوفی ۹۳۶ھ) نے اس کا ذیل لکھا تھا۔ اسکے نسخے برٹش میوزیم اور ایا صوفیا قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی آخری کتاب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بعض اہل علم کی سعی سے قاہرہ میں چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب پہلی جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

فہرست

مذاکرۂ علمیہ ۲
نظریۂ ارتقا کا گم شدہ حلقہ
ریڈیم ۳
تاریخ مغرب جدید کی تاریخی شخصیتیں ۶
روسو
عالم شرق و اسلام ۱۰
شام کے جہاد حریت کا خاتمہ
بصائر و حکم
انسانیت موت کے دروازہ پر ۱۳
حضرت عمرو ابن العاص
برید فرنگ ۱۴
مسولینی کی ایک اہم تقریر
برید شرق
مکتوب قسطنطنیہ ۱۶
خواطر و سوانح
"اخباری زندگی کا ایک لمحہ" ۱۹
باب التفسیر
تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک صفحہ ۲۱
عالم مطبوعات و صحائف ۲۳
ایک نئی یادداشت کتب
کتاب العلم والعلماء
العبر

الہلال

[illegible]

البلاغ پریس کلکتہ

[illegible]

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۹ — کلکته : جمعه ۱۳ - صفر ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 12, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ۔ یاد رکھیي ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٥٦١ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٥٦	اردو حروف کی حق مین	۱۸۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۰٥	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	٤٠
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نوجوان چونک اٹھا - اِدھر اُدھر گھبراھت سے دیکھنے لگا - سمجھا ' اُسکے هم مدرسه پکار رهے هیں - مگر وهاں کوئي انساں بھي نظر نه آیا -

" دیوکلس !" ــــ " دیوکلس !" نوجوان تمنائي نے نگاه اٹھا کر بت کو دیکھا - کیا دیکھتا ھے که سچ مچ کو اُسکے هونٹ هل رهے هیں ! ... اچانک سنگ مرمر کے هاتھه میں جنبش هوئي ...... دیوي نے اپنا هاتھه دیوکلس کے کندھے پر رکھه دیا ...... بجلي کي ایک طاقتور لهر اُسکے بدن میں دوڑ گئي - بید کي طرح تھر تھرانے لگا - خوف کي شدت سے اُسکے حواس معطل هوگئے ......

لیکن آواز ابتک آ رهي تھي " دیوکلس ! " " دیوکلس !"

" دیوکلس ! تونے مجھے پکارا - لے ' میں آگئي - تیري مناجات میں نے سن لي - بول ' کیا مانگتا ھے ؟"

دهشت سے نوجوان کي سانس رک گئي - بے اختیار زمین پر گر پڑا - قریب تھا ' بیهوش هو جائے - جب کچھه عرصه کے بعد اُسکے هوش حواس واپس آنے لگے - تو اُس نے خوفزده نظروں سے دیوي کو دیکھا :

" هاں مقدس دیوي !" اُسنے کانپتي هوئي آواز سے کہا " میں هي تیرے حضور زار نالي کر رها تھا - مجھے " حقیقت " کي جستجو ھے - میں " حقیقت " کو دیکھنا چاهتا هوں - میں اُسے بے نقاب دیکھنا چاهتا هوں ... "

" تو حقیقت کي کھوج میں ھے !" دیوي نے اپني پر رعب آواز میں کہا " حقیقت خود بھي " وجود " ھے - حقیقت کہاں نہیں ھے ؟ لیکن هاں ' بے پرده ' بے نقاب حقیقت ' کبھي کوئي کائناتي نگاه نه دیکھه سکي - کسي نے اسکے دیکھنے کي جرأت بھي نہیں کي - بے نقاب حقیقت انسان کي حد نگاه سے باهر ھے - تاهم اگر تمهاري یہي ضد ھے تو سمجھه لے ' تجھے بڑي قیمت ادا کرني پڑیگي ' ایسي بڑي ' جسکي شاید تجھے قدرت نہیں - تجھے دولت ' عظمت ' حسن ــــ سب سے دست بردار هوجانا پڑیگا - تجھے زندگي کا بھي آرزومند نه هونا چاهیے - دیوتاؤں نے " حقیقت " سے بڑھکر کوئي دولت کائنات کي اولاد کو نہیں دي ھے "

" میں اِن سب سے همیشه کیلیے بخوشي دست بردار هوتا هوں " دیوکلس نے خوش هوکر کہا " میں سورج بھي چھوڑنے پر طیار هوں "

دیوي نے اپنا سر جھکا لیا - هر طرف خاموشي پھیل گئي - درخت " زفس " کي اِس باعظمت لڑکي کي تعظیم میں جھک گئے !

دیوي نے پھر سر اٹھایا :

" بہتر " اُسنے آدمیوں کي طرح لفظوں میں کہا " تجھے حقیقت دکھائي جائیگي - لیکن ایک هي مرتبه میں تو اُسے نہیں دیکھه سکتا - میں هر سال ایک دفعه تجھے وهاں لیجایا کرونگي - تو اُسکے چھپانے والے پردوں میں سے ' هر مرتبه ' ایک پرده چاک کرسکے گا ... تو زندگي کے لباس میں رهے گا ' یہاںتک که حقیقت عریاں اپني آنکھوں سے دیکھه لے "

***

نوجوان کا چہرہ مسرت امید سے دمکنے لگا - وه خاموش رها که دیکھے اب دیوي کیا کرتي ھے - اچانک وه حیرت سے دم بخود هوگیا - دیوي نے اپني سنگ مرمر کي چادر اتار دي - دیوکلس کي آنکھیں دختر فلک کے حسن وجلال سے چکا چوند هوگئیں - چشم زدن میں بت زنده پرنده بن گیا - ... اب اُس میں حرکت هوئي - ... اُسنے نوجوان کو گود میں اٹھا لیا - لامتناهي فضا میں پرواز شروع کردي - ایک نامعلوم خطه میں جا پہنچي - دیوکلس نے دیکھا ' ایک سر بفلک پہاڑ پر وه کھڑا ھے ...

یہاں ' پہاڑ پر ' نوجوان نے کالي بدلیوں کے اندر ایک پرچھائیں سي دیکھي - جوش شناخت میں اسکي روح اُسکے حلقه هاے چشم میں سمٹ آئي مگر وه اسکے خال وخط نه دیکھه سکا !

" یہي حقیقت ھے " دیوي نے اپني انگلي سے اشاره کرکے کہا " یہي اپني دھندلي شعاعیں زمین پر ڈالتي ھے اور فلسفي اور حکیم اُن میں نور حق کا سایه ڈھونڈھتے هیں - اگر یه شعاعیں نه هوتیں تو دنیا تاریک رات کي طرح اندھیري هوجاتي - انسان کي نگاه حقیقت کو اِنھي شعاعوں میں دیکھه سکتي ھے - تم دیکھه رهے هو ' وه کس قدر هلکي ' کیسي دھندلي شعاعیں هیں ؟ حقیقت بے حد روشن ھے - اتني روشن که سورج کي روشني سے بھي تم اسکا قیاس نہیں کرسکتے - مگر وه اِن پردوں کے اندر چھپي هوئي ھے - صرف اُسکا سایه هي نظر آسکتا ھے - آگے بڑھ ' اور اُسکا ایک پرده چاک کر ڈال "

دیوکلس نے دیوي کے حکم کي تعمیل کي -

هاتھه لگتے هي پرده سفید پرند بن گیا - تھوڑي دیر نوجوان کے سر پر منڈلایا - پھر سیدھا آسمان کے طرف اُڑ گیا !

دیوکلس نے اب دیکھا - حقیقت کي شعاعیں پہلے سے زیاده صاف اور روشن هیں !

دیوي اُسے پھر زمین پر اُڑا لائي - وه اپني اکاڈیمي میں گیا ' اور دیوي اپنا مرمري جامه پہنکر پھر بت بن گئي !

***

دیوکلس نے دیوي سے اپنا وعده پورا کیا - آرام و راحت سے منهه موڑ لیا ' خلوت میں بیٹھا ' اور غور و فکر میں یکقلم مستغرق هوگیا -

اب وه انسانوں کے کسي مجمع میں نظر نہیں آتا تھا - ایتھنس کے تمام میلے اُس سے خالي هوگئے تھے -

دوسرے سال اپنے مقرره وقت پر ' وه پھر سنگ مرمر کے بت کے سامنے سر بسجود تھا - دیوي نے حرکت کي ' اور پہلي مرتبه کي طرح اُسے غیر معلوم پہاڑ پر اُڑا لے گئي - اب اُسنے حقیقت کا دوسرا پرده چاک کردیا - اس مرتبه روشني اور بھي زیاده تیز هوگئي - پھر وه زمین پر واپس آگیا - اُسکي زهد و خلوت پسندي اب اور زیاده گہري هوگئي تھي -

***

اُسکے رفیق اِس تبدیلي پر متعجب تھے - اُنھوں نے اُسے بہت بہت پھسلایا ' مگر وه اپنے گوشۂ انزوا سے باهر نه نکلا -

ایتھنس کي بعض حسین دوشیزه لڑکیوں سے اُسکي ملاقات تھي - ایک فتنه گر حسن اُس سے محبت بھي کرتي تھي - اُسکي یه حالت دیکھکر ایک دن اُسکے پاس گئي :

" دیوکلس ! کیا بات ھے ؟" دوشیزه نے مسکرا کر کہا " تم مجھه سے بیزار کیوں هوگئے ؟ یه دیکھو ' میري آنکھیں ستاروں کي طرح چمکتي هیں - میرے بال شعاعوں سے بھي زیاده چمکیلے هیں - میرا جسم کیسا دلفریب ھے ؟ میں نے تمهارے سوال محبت کا جواب دیا تھا ' مگر اب میں خود تم سے جواب محبت کي سائل هوں - مجھے دیکھو ' میري محبت کي تحقیر نه کرو - خود دیوتا بھي محبت سے انکار نہیں کرتے "

افسانہ

حقیقت کہاں ہے ؟

یونانی علم الاصنام کا ایک افسانۂ حکمت



قدیم یونان کے مرکز ایتھنس ، فلسفہ کے گہوارے اور حکمت کے سر چشمے پر ، رات کی خاموشی چھا گئی تھی -

رات نے اپنی سیاہ قناتیں تان دیں - محو خواب شہر کی لمبی سانسوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی - اتنے میں چاند نکل آیا - روپہلی چاندنی کوہ و دشت پر پھیل گئی - مندروں کی سنہری برجیاں چمک اٹھیں - زیتون اور انگور کے درخت بے ساختہ کھلکھلا اٹھے !

شہروں کی ملکہ ایتھنس سو رہی ہے - دروازوں پر چوکیدار اونگھ رہے ہیں - لیکن ، صرف ایک نوجوان ہے جو اب تک جاگ رہا ہے !

دیوکلس حسن ، ذہانت ، دولت کے خزانوں کا مالک ہے - اکاڈیمی میں حکمت کا طالب علم ہے - اپنا پورا دن ، اور رات کے بھی بہت سے گھنٹے ، علم و حکمت کے پہلو میں گزارتا ہے - صحبت و معاشرت سے بیزار ہے - ایک پورے حکیم کی طرح بڑا خلوت پسند ہے - تفکرات کے سمندر میں شب و روز غواصی ؛ بس یہی اُس کا مشغلہ ہے -

ایتھنس ، یعنی حکمت کی دیوی کا مرمری خوبصورت بت اکاڈیمی کے صحن میں نصب تھا - دیوکلس سب طالب علموں سے زیادہ ، حکمت کے اس خاموش مجسمہ کے پاس جاتا اور ہمیشہ اُس کے تصور میں غرق رہتا - اُس کی دل کی مناجاتوں کا قبلہ یہی تھا - اُس کے دماغ کے استغراق کا مرکز اِسی میں تھا - وہ اس کی دلفریب صورت پر غور کرتا - وہ اُس کے جمال معنی و حقیقت کی جستجو میں محو ہوجاتا - وہ اُس سے حکمت کی وحی اور علم کا پیام ربانی طلب کرتا - وہ حکمت کی جستجو میں حکمت کے مجسمہ کا عاشق تھا !

***

آج رات دیوکلس پھر دیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہے -

رات ڈھل گئی ، مگر وہ بے حس و حرکت کھڑا ہے - اچانک اُس نے سر اٹھایا اور بت کے قدموں پر گر پڑا - بوسوں پر بوسے لیے - آنسوؤں سے اُس کے پاؤں دھونے لگا :

" اے علم و حکمت کے مظہر محبوب ! رحم ، رحم ، مجھے ایک نظر دیکھ لے ! ایک مرتبہ کے لیے میری التجائیں سن لے ! "

وہ دیر تک آنکھوں کے آنسوؤں اور زبان کی دعاؤں سے مناجات کرتا رہا - پھر اُس نے نظر اُٹھائی - چاند نے اپنی شعاعیں جمع کرکے دیوی کے چہرے کی رعنائی بے حساب کردی تھی !

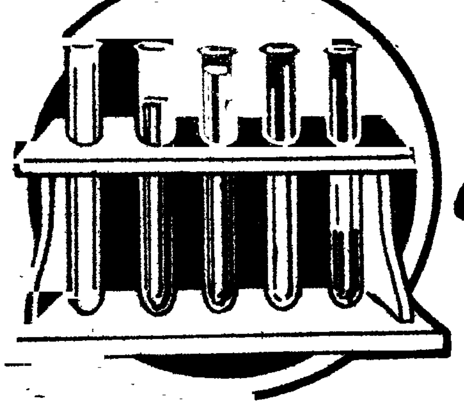
ہوا چلتے چلتے رک گئی - پتوں کا شور تھم گیا - پہلے سے زیادہ سکون طاری ہوگیا - نوجوان کا دل تنگ ہوا - اُس نے لمبی آہ بھری ، اور آہ کے ساتھ ہی آنسوؤں کی لڑیاں رخساروں پر پھیل گئیں :

" مقدس دیوی ! " دیوکلس نے جوش سے چلا کر کہا " تیرے ہی قدموں پر میرا سر دھرا ہے - تیری ہی عبادت پر میری روح جھکی ہے - تو نے میرے دل کو حکمت کے عشق سے معمور کر دیا - تو نے کمال کا لازوال شوق پیدا کر دیا - تو نے حقیقت کی جستجو کی آگ سلگا دی - یہ آگ اب جلائے ڈالتی ہے - یا تو ہمیشہ کے لیے اِسے ٹھنڈا کردے ، یا حقیقت کا جمال پنہاں ایک مرتبہ دکھا دے - ہاں ، حقیقت ، مقدس ، عظیم حقیقت ، اِس مہیب کائنات کی حقیقت ، اس ہولناک ازلیت و ابدیت کی حقیقت ، ہر وجود کی روح ، مجرد حقیقت ، عریاں حقیقت - وہ حقیقت ، جس کی جستجو میں تمام فلاسفہ سرگرداں رہے ، اور حکیموں کو بستر خواب پر کبھی نیند نہ آئی - حکمت کی پاک دیوی ! حقیقت کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے بے نقاب کردے - میں اسے جاننا اور دیکھنا چاہتا ہوں - میں اُسے سارے پردوں اور نقابوں کے اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں - میں اس کی پرشش پر دل بد چکا ہوں - میں اُس کی راہ میں اپنی زندگی اور زندگی کی تمام مسرتیں ، اپنی دولت ، عزت ، حسن ، شباب ، محبت ، سب کچھ قربان کردونگا "

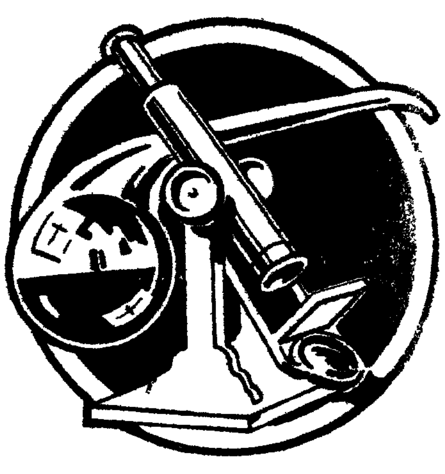
دیوکلس نے یہ کہا اور گردن اٹھا کر دیوی کا منھ دیکھا - وہ بدستور خاموش اور بے حس و حرکت تھی - نوجوان نے اپنی پیشانی پھر اُس کے مرمری قدموں پر رکھدی اور گڑگڑانے لگا - اُس کی روح ، اُس کی آنکھیں ، اُس کی زبان ، تینوں دیوی کے قدموں پر تھے - روح آتش شوق سے جل رہی تھی - آنکھیں جوشش عشق میں بہہ رہی تھیں - زبان ولولۂ مناجات سے وارفتہ تھی !

***

اچانک درختوں کے پتے ہلے ، ڈالیوں میں جنبش ہوئی ، نسیم کے جھونکے چلے - ہوا میں ایک آواز گونجی : " دیوکلس ! " " دیوکلس ! "



مذاکرۂ علمیّہ



زمین پر کائنات حیات کا آغاز

علم و نظر کي درماندگیاں

روئے زمین پر ذي روح مخلوقات بہت مدت سے موجود ھیں - ماھرین طبقات الارض کا تخمینہ دس کروڑ سال کا ھے - بلا شبہ یہ تخمینہ ظني ھے - لیکن یہ یقیني ھے کہ بہت ھي قدیم زمانوں سے زمین پر زندگي موجود ھے - زمین کي زیادہ سے زیادہ گہري اور پراني پرتوں اور تہوں میں بھي زندہ کائنات کے نشان ملے ھیں -

(نظام شمسي)

زمین پر زندگي کا آغاز کب ھوا اور کس طرح ھوا ؟ اِس سوال سے پہلے یہ بحث سامنے آتي ھے کہ موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے خود زمین کي حالت کیا تھي اور اُس پر کتنے دور انقلاب کے گزر چکے ھیں ؟

زمین ' نظام شمسي میں داخل ھے - اِس نظام میں آفتاب مرکزي حیثیت رکھتا ھے - اور سیارہ (گردش کرنے والے ستارے) اُسکے گرد گھوم رھے ھیں - یہ ستارے سورج سے بہت دور ھیں - مرکز سے جتني دوري بڑھتي ھے ' اُتنا ھي فاصلہ بھي زیادہ ھو جاتا ھے - ذیل میں تخمیني فاصلہ ملاحظہ ھو :—

عطارد	—	۱٬۴۰٬۰۰٬۰۰۰	میل
زھرہ	—	۲٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰	"
زمین	—	۳٬۷۰٬۰۰٬۰۰۰	"
مریخ	—	۵٬۶۰٬۰۰٬۰۰۰	"
مشتري	—	۱۹٬۲۰٬۰۰٬۰۰۰	"
زحل	—	۵۵٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰	"
اورانوس	—	۷۳٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	"
نپتون	—	۱٬۱۵٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	"

مریخ اور مشتري کے مابین ایک عظیم دائرہ موجود ھے - اِس میں سو سے زیادہ چھوٹے چھوٹے سیارات ' آفتاب کے گرد گردش کرتے ھیں - اور اُس سے تقریباً دس کروڑ میل دور ھیں -

ھر بڑے ستارے کے ساتھہ ایک یا کئي چاند ھیں - اور اسکے گرد چکر لگاتے رھتے ھیں - چنانچہ زمین کے ساتھہ ایک ' مشتري کے ساتھہ چار ' زحل کے ساتھہ دس ' اورانوس کے ساتھہ چار ' اور نپتون کے ساتھہ ایک ھے -

آفتاب اپنے مرکز میں رہ کر تمام کواکب کو اپني طرف جذب کرتا اور کھینچتا ھے - یہ تمام کواکب اور آفتاب مختلف قسم کي دھاتوں چٹانوں ' اور مشتعل گیسوں سے مرکب ھیں - یہ دھاتیں اُسي قسم کي ھیں ' جیسي زمین میں ھم دیکھتے ھیں - آفتاب اِن تمام کواکب سے بہت بڑا ھے - زمین کا قطر اسکے مقابلہ میں صرف ۱/۱۰۸ ھے - زمین کا حجم آفتاب کے حجم کے سامنے صرف ۱/۱۲۸۰۰۰۰ ھے - مشتري سب سے بڑے ستاروں میں ھے - مگر اسکا قطر بھي آفتاب سے ۱/۱۵ کي نسبت رکھتا ھے - فلکیوں نے تمام کواکب اور آفتاب کے وزن کا بھي تخمینہ لگایا ھے - انکے اندازہ میں آفتاب اپنے تمام کواکب کے مجموعي وزن سے بھي سات سو گنا زیادہ وزني ھے - زمین تو اسکے مقابلہ میں بالکل ھي بے حقیقت ھے - وہ زمین سے ۳۲۴۰۰۰ گنا زیادہ وزني ھے !

آسمان پر آفتاب کے علاوہ اور نظام شمسي سے باھر ' بعض اور کرے بھي موجود ھیں - ان میں سے بعض نظام شمسي سے بھي زیادہ بڑے ھیں - یہ اثیر (ایتھر) اور گیسي مواد سے مرکب ھیں - اور خود اپنے گرد گردش کرتے رھتے ھیں -

اِس مشاھدہ کے بعد اگر ھم نظام شمسي کو دیکھیں ' اس کے انداز پر غور کریں ' اور اپنے مرکزي آفتاب ' اور اسکے حلقہ کے کواکب کي گردش پر نظر ڈالیں ' پھر اسکے بعد اثیر کے کروں پر غور کریں ' تو باھمي مشابہت کي وجہ سے فوراً ذھن میں یہ خیال پیدا ھو جایگا کہ شاید آفتاب کي تاریخ اثیر ھي سے وابستہ ھے -

اِس خیال کي تائید اِس امر واقع سے بھي ھوتي ھے کہ اگر ھم کسي سیال مادہ میں گردشي حرکت پیدا کردیں ' تو فوراً دیکھینگے کہ وہ کئي حلقوں میں منقسم ھوگیا ھے - سب حلقے مرکز کے گرد گھوم رھے ھیں اور خود ھر حلقہ اپنے اندر ایک گردشي حرکت رکھتا ھے - یہ حرکت بہت بڑي علمي اھمیت رکھتي ھے - جیسا کہ ابھي معلوم ھوگا -

(زمین میں حرارت)

اگر ھم زمین کے اندر اُتریں (جیسا کہ کانوں میں یا کنویں کھودتے وقت دیکھا گیا ھے) تو ھر ۳۳ میٹر گہرائي میں حرارت ' سنٹي گریڈ کا ایک درجہ بڑھتي جائیگي - اِس حساب سے ایک لاکھہ کیلو میٹر نیچے ' حرارت کا درجہ تقریباً تین ھزار ھوگا - معلوم ھے کہ اتني حرارت جملہ معدنیات کے پگھلا ڈالنے اور اکثر معلومہ مرکبات کو گیس بنادینے کیلیے بالکل کافي ھے - پھر ھمیں یہ بھي معلوم ھے کہ زمین کا نصف قطر تقریباً چھہ ھزار کیلومیٹر (۶۰٬۰۰٬۰۰۰ متر) ھے - بنابریں زمین کے مرکزي حصہ کا حجم ' جو مشتعل معدني مواد سے مرکب ھے ' اُسکي اِس سطح یا چھلکے کے حجم سے بہت زیادہ ھے جسپر ھم آباد ھیں -

زمین کا مرکزي حصہ سیال ھے یا ٹھوس ؟ اِس بارے میں علماء میں اختلاف ھے - بڑا گروہ اُسے ٹھوس بتاتا ھے ' کیونکہ زمین کي

دیوکلس نے دو شیزه پر ایک سرد نظر ڈالي اور کہا :

" محبت میرے دل سے اُسي طرح اڑ گئي ھے جس طرح دوسرا پردہ اڑ گیا تھا " اُسنے یه کہا اور ایک طرف کو چلدیا !

دو شیزه حیرت سے اُسے دیکھتي رھي - بھلا یه رمزوہ کیونکر سمجھه سکتي تھي ؟ اُسنے خیال کیا ' دیوکلس دیوانه ھوگیا ھے -

***

ایک سال بعد دیوکلس نے تیسرا پردہ چاک کیا - اُسکي نظر اور بھي زیادہ تیز ھوگئي - اسکا نفس ناطقه زیادہ شائسته اور بلند مرتبت ھوگیا !

اب فلسفه کے حلقوں سے بھي وہ الگ ھوگیا - اگر کبھي اتفاق سے وہ عوام کے سامنے بولتا تو لوگوں کے کان اُسکے لیے وقف ھو جاتے - انساني دلوں کے لیے اُسکي آواز میں ایک ایسي تاثیر تھي که یونان کے صحنہاے حکمت میں کسي بڑے سے بڑے حکیم کي آواز کو بھي نه ملي ھوگي - پورے ایتھنس نے جمع ھوکر فیصله کردیا که دیوکلس ' استاد عظیم افلاطون اور دوسرے تمام حکیموں سے بازي لیگیا - اُس سے منتیں کي گئیں که فلسفه کي امامت قبول کرلے مگر اسنے بے پروائي سے انکار کر دیا -

اسي زمانه میں ایسا ھوا که ایتھنس پر دشمنوں نے حمله کر دیا - دیوکلس وطن کي مدافعت میں پیش پیش تھا - بے نظیر شجاعت سے لڑا - آخر زخموں سے چور چور لوٹا - ایتھنس کو فتح ھوئي - بہادروں کو فورم میں پھولوں کے تاج تقسیم کیے گیے - سب سے بڑا تاج دیوکلس کے واسطے طیار ھوا تھا - مگر عین وقت پر جب اُسے پکارا گیا ' تو وہ موجود نه تھا !

***

برسوں پر برس گذرتے چلے گیے - ھر برس دیوکلس حقیقت کا ایک پردہ چاک کر آتا تھا - ابھي وہ جوان تھا مگر اسکا سر سفید ھو گیا - کمر جھک گئي - آنکھیں دھنس گئیں - قوی کمزور پڑ گیے - اِسپر بھي وہ خوش تھا ' کیونکه وہ عنقریب "حقیقت" کا مشاھدہ کرنے والا تھا ' اُس حقیقت کا بے پردہ بے ' نقاب مشاھدہ ' جسے کبھي کسي بشر نے نہیں دیکھا !

***

آخر فیصله کي رات آگئي - آج " حقیقت " پر سے آخري پردہ بھي اُٹھه جایگا - آج بے نقاب حقیقت اسکے سامنے ھوگي !

دیوي ' دیوکلس کو حسب عادت اڑا لے گئي - اور حسب معمول حقیقت ' کے سایه کے سامنے کھڑا کر دیا :

" دیکھه ' حقیقت کس قدر تاباں ھے ! پچھلے برسوں میں جتنے پردے تونے چاک کیے ' وہ اسکے چہرے کے پردے نه تھے - تیري ھي غفلت کے پردے تھے جو تونے اپني آنکھوں پر ڈال لیے تھے - تونے ایک ایک کرکے تمام غفلتیں دور کردیں - آج آخري پردے کي باري ھے - اِسکے بعد تو روبرو حقیقت کا جلوہ دیکھه لیگا - اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ھے ' یا تیرے دل میں ذرا بھي خوف موجود ھے ' تو اب بھي وقت ھے - لوٹ جا ' اور باقي زندگي چین سے گزار "

دیوکلس ' جوش طلب سے دیوانه ھوکر چلایا :

" اِسي منزل کي طلب میں تو میں نے ساري عمر گزاردي - اب میں " حقیقت " سے اس طرح منهه موڑ سکتا ھوں ؟ میں آخري پردہ بھي چاک کرونگا - میں حقیقت کو ضرور بے نقاب دیکھونگا "

اُسنے یه کہا اور آگے بڑھا - اُسکا دل دھڑکنے لگا - ھاتھه کانپنے لگا - وہ اپني بزدلي پر شرمندہ ھو رھا تھا مگر عمل کي ھیبت و دھشت سے بے بس تھا - اس نے دانت بھینچے ' آنکھیں بند کیں ' دل کڑا کے آگے بڑھا ' ھاتھه بڑھایا ' اور آخري پردہ بھي کھینچ لیا ......

اُف ' ھولناکي !

پردہ ھٹتے ھي روشني غائب ھوگئي —— گھٹا ٹوپ اندھیری چھا گئي ... کچھه بھي دکھائي نہیں دیتا تھا !

دیوکلس نے اتنے زور سے چیخ ماري که قریب تھا ' اسکا سینه شق ھو جاے :

" حقیقت کہاں ھے ؟ حقیقت کہاں ھے ؟ اے دیوي ! حقیقت کہاں ھے ؟ مجھے تو کچھه سجھائي نہیں دیتا - وہ ' جو آخري پردے کے پیچھے تھي ' کہاں چلي گئي ؟ ساري دنیا تاریک ھو رھي ھے ... "

" تیري آنکھیں پھوٹ گئیں ! " حکمت کي دیوي نے وقار سے کہا " اے کائنات کے بچے ' تیري آخري غفلت بھي اڑ گئي ! بے نقاب حقیقت کوئي بھي نہیں دیکھه سکتا - اگر دیکھه سکتا ھے تو اُسے پردوں ھي میں لپٹا دیکھه سکتا ھے - کوئي دس پردوں کے اندر سے دیکھتا ھے - کوئي اِس سے کم میں دیکھتا ھے - کوئي اِس سے بھي زیادہ میں - مگر حقیقت عریاں کا مشاھدہ ناممکن ھے ... تونے دیکھنا چاھا ' تو تونے دیکھه لیا که تو کیا دیکھه سکتا ھے ! ... "

دیوکلس نے یه سنا اور منهه کے بھل زمین پر گر پڑا - اب اُسکے جسم میں روح موجود نه تھي ... شاید " حقیقت " کي جستجو میں اُسنے دوسري دنیا کي راہ لي تھي ... "

پیدا هوتے هیں' اور ایک جان سے دوسرے وجود کی جان متولد هوتي هے - چنانچه اس نے تجربه کرکے دکھا دیا که انجیکشن کا مرام' گوشت کا ست' اور آلو جیسي ترکاریاں جو انکي مزعومه پیدایش کا سب سے بهتر اور اصلح محل هیں' جب هوا سے بالکل محفوظ کردي جاتي هیں یا بهت اچهي طرح آبالدي جاتي هیں' تو ان میں جراثیم کي پیدایش بالکل نهیں هوتي - موجوده علماء مادیئین کا خیال هے که پاسٹیور نے اپنے تجارب سے مذهب تولد ذاتي کي دلیلیں کمزور کردي هیں -

عهد آخر کے حکما میں ارنست هیگل' مذهب تولد ذاتي کا سب سے بڑا عالم هے - وه کهتا هے " اگر فی الحال تولد ذاتي کا وقوع نامکن نظر آتا هے تو اِس سے بطلان لازم نهیں آجاتا - کیونکه جس زمانه میں یه واقع هوا تها ' اُس وقت سمندروں کا پاني ایک خاص طبعي حالت اور کیمیاوي خاصیت رکهتا تها - حرارت کا درجه ' نمک کي نوعیت' اور پگهلے هوئے گیسوں کي کیفیت کچهه آور هي طرحکي تهي - ایک محدود زمانه تک یهي حالت رهي - پهر اُس کے بعد کبهي ببش نهیں آئي - لهذا تولد ذاتي کے اِس وقت محال نظر آنے سے یه ثابت نهیں هو سکتا که اُس عهد میں بهي محال تها - اب زمین کي وه حالت باقي نهیں رهي هے جو اُس وقت تهي جب تولد ذاتي شروع هوا تها -

لیکن اس مذهب کے مخالف کهتے هیں ' مشاهده اس خیال کي تصدیق نهیں کرتا - علماء علم الحیات نے سخت کوششیں کیں - طرح طرح کے تجربے کیے ' قسم قسم کے ماحول طیار کیے ' مختلف مواد میں کمي بیشي کي ' حرارت اور تمام معلوم شعاعوں کي روشني مهیا کي ' لیکن پهر بهي زندگي بے جان مواد سے پیدا نه هوسکي - وه یه بهي کهتے هیں که زندگي کے آغاز کے وقت سمندروں کي حالت کیسي هي خاص اور زندگي پیدا کرنے کے لیے صالح کیوں نه هو' لیکن اس حالت سے بهتر نهیں هوسکتي جو مختلف سوائل جمع کرکے علماء حیات نے اب مهیا کردي هے - تاهم کوئي کامیابي نهیں هوئي -

(مختلف نظریے)

پهر آخر زمین پر زندگي کا آغاز کیوں کر هوا ؟ اوپر کي بحث سے یه گتهي ذرا بهي نه سلجهي -

ایک بهت بڑا ماهر علم الحیات کهتا هے " زمین پر زندگي ننهے ننهے کیڑوں اور سوکهے جراثیم کي شکل میں آئي ' مگر یه اُن چهوٹے چهوٹے معدني ٹکڑوں کے ذریعه پهنچي تهي جو دوسرے ستاروں سے ٹوٹ کر همارے زمین پر گرے تهے - اس وقت وه اُس زندگي کے لیے مناسب ماحول رکهتي تهي " اِس عالم کا خیال هے که کواکب میں زندگي ازل سے موجود هے - اِنهي کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر دوسرے کواکب میں زندگي کے جراثیم پهنچاتے رهے هیں -

مشهور عالم علم الحیات هل مهتز اور تامسن کي بهي یهي رائے هے - پروفیسر ارهنیس نے یه نظریه آور زیاده وضاحت و اضافه کے ساتهه بیان کیا هے - وه کهتا هے " زندگي بهي اُسي طرح ازلي هے جس طرح که ماده ازلي هے - زندگي کے تخم یا جراثیم کواکب سے همیشه جدا هوتے رهتے هیں - آفتاب کے نور میں یه خاصیت موجود هے که وه اِن بے شمار جراثیم کو پهیلاتا اور فضا میں بهاتا هے - آفتاب کے نور کي یه خاصیت مکسویل کے تجربوں سے یقیني طور پر ثابت هوچکي هے -

بنابریں فضا اِن جراثیم سے لبریز هے - یه جراثیم پاني اور هوا سے محروم هونے پر بهي زنده رهتے هیں - نیز بالائي فضا کي سخت سردي بهي برداشت کرلیتے هیں - علماء کا خیال هے که وهاں برودت صفر سے ۲۲۰ - درجه نیچے هے - یه جراثیم هر لمحه بهت بڑي مقدار میں آسماني اجزاء کے ساتهه ایک ستاره سے دوسرے ستارے میں گرتے رهتے هیں - آفتاب کي قوت دافعه اس نقل و حرکت میں اُنهیں مدد دیتي هے "

لیکن تولد ذاتي کا مذهب بهي اس وقت تک سپر انداز نهیں هوا هے - ارنست هیگل کے بعد بفلوگر نے اس کي از سر نو صدائیں بلند کیں - اُس کا نظریه بهي هیگل کے نظریه سے مشابه هے - وه کهتا هے " قابل حیات مادۂ زلالیه (Albumen) بلا کسي واسطے کے اُس وقت خود بخود موجود هوگیا تها جب زمین کے پاني میں زندگي قبول کرنے کي صلاحیت پیدا هوگئي تهي - اِس ماده کي تکوین سیانوجن (نٹروجن اور کاربون کا مرکب) آکسیجن' اور دوسرے پگهلے هوئے معدني مواد کے اتحاد کا نتیجه تهي - جوں هي اِن اشیاء کا باهم اجتماع هوا ' قابل حیات مادۂ زلالیه وجود میں آگیا - پهر تدریجي ترقي کے بعد ادنیٰ جانداروں کي شکل میں تبدیل هوگیا - یهي ابتدائي جاندار' جمله حیوانات و نباتات کي اصل هیں " اِس عالم کا خیال هے که شروع میں صرف ایک جاندار نے ظهور کیا تها - پهر اُس سے دو جاندار پیدا هوگئے - یهي دونوں جمله ذي روح کائنات کے مورث اعلیٰ هیں - ایک سے نبات کا سلسله شروع هوا - دوسرے سے حیوان کا -

سنه ۱۸۸۰ - میں ایک عالم پریپر نے تمام علماء سے مختلف مذهب اختیار کیا - وه کهتا هے " عالم کون میں زندگي ازلي و قدیم هے - زمین پر زندگي اسوقت بهي موجود تهي جب وه ایک آتشي کره تهي " وه یه بهي تسلیم نهیں کرتا که جمادات سے زندگي کا آغاز هوا - اُسکا دعویٰ هے که خود جمادات کسي ازلي زندگي سے پیدا هوے هیں - ظاهر هے که یه قول شاذ اور کمزور هے - مشاهدے کے بهي خلاف هے - هر کس و ناکس جانتا هے که زنده کائنات ایک خاص درجه تک هي حرارت برداشت کرسکتي هیں - زیاده سے زیاده حرارت برداشت کرنے والے جراثیم کے تخم بهي سنٹي گریڈ کے ۱۲۰ - درجه میں ۲۰ - مدت سے زیاده زنده نهیں ره سکتے - ایسي حالت میں زندگي کا اسوقت موجود هونا جب یه کره ایک آتشي کره تها ' کیونکر تسلیم کیا جا سکتا هے ؟

(وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

غرضکه زندگي کي گتهي باوجود علم کي اِس تمام جد و جهد کے' ابتک سلجهه نهیں سکي هے - یه ایک معما هے جس کا حل عقل انساني کي دسترس سے باهر تها اور اب تک باهر هے - جس قدر بهي نظریے قائم کیے گئے هیں' اول تو وه نظریه سے زیاده نهیں ' پهر ان میں بهي اس قدر فکر کا اضطراب اور رائے کا اختلاف هے که ظلمات بعضها فوق بعض کے مصداق هیں - اب سے تیره سو برس پہلے اس بارے میں ادعاء علم نے نهیں بلکه زبان وحي نے ایک اعلان کیا تها یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربي دنیا آج بهي اس سے زیاده کچهه نهیں جانتي - اور اس لیے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا حکم بدستور عقل انساني پر حکمراں هے !

منجمد سطح اور اُسکے اوپر کی فضا اپنا بوجھہ اُس پر ڈالے ہوئے ہے - زمین پر اِس وقت جس طرح کے آتش فشاں پہاڑ نظر آتے ہیں ایسے ہی پہاڑ اُن قدیم زمانوں میں بھی موجود تھے جو زمین کی عمر کا ابتدائی زمانہ تھا - اصطلاح طبقات الارض میں یہ دور " عہد ارضی " کہلاتا ہے -

گرم چشموں کا وجود اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ زمین کا باطن ایک عظیم مشتعل کرہ ہے - چونکہ جزء ہمیشہ کل کے مانند ہوتا ہے اس لیے عملاً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین کی یہ پتلی پپڑی یا چھلکا بھی ایک زمانہ میں اپنے کل کی طرح مشتعل ہوگا - زمین اپنی تاریخ کے کسی قدیم دور میں آتشی کرہ تھی -

چاند کو بھی اگر دوربین سے ہم دیکھیں تو اُس میں آتش فشانوں کے نمایاں نشان پائینگے - اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چاند پر بھی تقریباً ویسے ہی تاریخی انقلاب طاری ہوچکے ہیں جیسے زمین پر گزر چکے ہیں -

(کانت اور لاپلاس کا نظریہ)

اِس طرح کے مشاہدات پر غور کرنے کے بعد جرمن فلاسفر کانت اور اس کے بعد فرنچ ریاضی دان لاپلاس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ شروع میں پورا نظام شمسی نہایت ہی گرم گیس کا کندلہ تھا - یہ کندلہ کسی نا معلوم محرک کے ذریعہ خود اپنے گرد گھومنے لگا - اِس حرکت سے حلقے پیدا کیے - پھر ان کے مرکز میں کثافت و انجماد پیدا ہوگیا ' اور اِس کیفیت کے بعد یہی مرکز آفتاب بن گیا - پھر گردشی حرکت کی وجہ سے اُن حلقوں کے اندر بھی حلقے پیدا ہوتے گئے - اِن ثانوی حلقوں میں سے ہر حلقے کے مرکز میں کثافت و انجماد کی کیفیت پیدا ہوئی اور ایک نیا کوکب ناری بن گیا - پھر اس مرکز سے محیط حلقوں میں بھی کثافت و انجماد کا عمل شروع ہوا اور بتدریج ایک یا کئی چاند پیدا ہوگئے - مگر یہ بھی اُس وقت آتشیں تھے - بتدریج ٹھنڈے ہوکر موجودہ شکل میں آئے ہیں - بعض کواکب کے گرد اب تک اُس تاریخی عہد کے حلقے موجود ہیں - چنانچہ دوربین میں زحل کے گرد علاوہ اُس کے دس چاندوں کے ' تبن نہیں رہنے والا گیسی حلقہ بھی دکھائی دیتا ہے -

خاص زمین کے متعلق مذکورہ بالا علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وہ بتدریج ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی ' یہانتک کہ اس کی سطح جم گئی - جب زمین کی حرارت ۳۵۰ درجہ پر پہنچی تو اُس پر پڑنے کی موسلا دھار بارش ہوئی - جب حرارت اور کم ہوئی اور ۱۰۰ درجہ پر آئی ' تو کھولتے ہوئے پانی کی بارش شروع ہوگئی - مگر چونکہ زمین اور اُس کی فضا کی حرارت ہنوز بہت زیادہ تھی ' اِس لیے پانی جمع نہ ہوسکا اور بھاپ بنکر اڑ گیا - پھر جب حرارت ۱۰۰ درجہ سے بھی کم ہوگئی ' تو اُس وقت بارش کا پانی جمع ہوا اور سمندروں کی تکوین ہوئی - اُس زمانہ کے سمندروں کا رقبہ موجودہ سمندروں سے بہت زیادہ تھا - کیونکہ اُس وقت زمین کا داخلی حصہ بہ سبب شدت حرارت کے پانی سے خالی تھا - اور اُسکی موجودہ سلوٹیں وجود میں نہیں آئی تھیں جنھوں نے بعد میں پہاڑ اور سمندر کی گھرائیاں بنائیں - سمندر کے متعلق یہ خیال محض نظریہ نہیں ہے بلکہ علماء طبقات الارض کا مشاہدہ ہے

(کائنات حیات)

اب زندہ کائنات کی بحث سامنے آتی ہے - ظاہر ہے بہت شدید حرارت میں زندگی موجود نہیں ہوسکتی - اس لیے لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمین اپنے اولین زمانوں میں زندگی سے خالی تھی - یہ تسلیم کرنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر زندگی ہمیشہ سے موجود نہیں تھی - بعد میں اُسکا آغاز ہوا -

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندگی یا اولین ذی روح کائنات کا آغاز کن مواد سے ہوا ؟ کیا اُن جمے ہوے معدنی مواد سے جو شدید حرارت کی وجہ سے اولین سمندروں میں پانی کی طرح بہہ رہے تھے ' اور گرمی کے کم ہونے پر جم گئے ؟ اگر یہ مان لیا جائے تو بحث ختم ہوجاتی ہے -

(دو مذہب)

لیکن بعض موانع ایسے موجود ہیں کہ اِس بات کا فوراً تسلیم کرلینا ممکن نہیں - اس کا فیصلہ اِس مسئلہ کے فیصلہ پر موقوف ہے کہ غیر ذی روح اشیا سے ذی روح اشیا پیدا ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟ اس بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ نہیں ہوسکتیں یا کم از کم نہیں ہوتی ہیں ' لیکن تولد ذاتی کے قائل اسکے خلاف ہیں -

مذہب جمہور کی بنیاد واضح ہے - وہ کہتے ہیں اس طرح کی کوئی تخلیق علمی طریقہ پر ثابت نہیں ہوئی ہے - ایک زمانہ میں عوام کا یہ خیال خواص میں بھی پھیلا ہوا تھا کہ بہت سے جانور مٹی ' پانی ' اور مختلف غیر ذی روح مواد سے پیدا ہو جاتے ہیں - مثلاً وہ سمجھتے تھے ' حشرات الارض مٹی اور پانی سے پیدا ہو جاتے ہیں - مکھیاں اور مچھر گندگی اور کیچڑ سے پیدا ہوکر اڑنے لگتے ہیں - مینڈک کے بچے بارش کے ساتھہ ہی زمین سے اُٹھنے لگتے ہیں - یا پنیر اور اسی طرح کی چیزوں میں خود بخود کیڑے رینگنے لگتے ہیں - لیکن اب تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ یہ تمام جاندار غیر جاندار مادے سے پیدا نہیں ہوتے - بلکہ جاندار مخلوق ہی سے جان حاصل کرتے ہیں - ان سب کی پیدایش مختلف قسم کے کیڑوں اور مکھیوں کے انڈے سے ہوتی ہے جن میں سے بعض چشم غیر مسلح سے اور بعض خورد بینوں سے دیکھے جاسکتے ہیں - پنیر کے کیڑوں پر ایک زمانہ میں بہت زور دیا جاتا تھا - مگر ثابت ہوگیا کہ وہ خاص قسم کی مکھی کے انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ' اور اگر انکی حفاظت کی جائے تو وہ بڑے ہوکر مکھی کی شکل اختیار کرلینگے - یہ بات سترھویں صدی کے وسط ہی میں پایۂ تحقیق تک پہنچ گئی تھی کہ مٹی وغیرہ سے جانداروں کی پیدایش کا خیال غلط ہے -

لیکن دوسرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جو " تولد ذاتی " کے قائل ہیں - خوردبین کی ایجاد نے اِنھیں تقویت دی - اُنھوں نے اعلان کیا کہ ایک خاص طرح کے جاندار ' مردہ پتیوں کے رس جیسے سڑنے مادوں میں پیدا ہو جاتے ہیں - لیکن میلن اڈورز اور شوان وغیرہ علماء علم الحیات نے اس سے انکار کیا - وہ کہتے ہیں اگر ہم ان سیال مادوں کو آگ پر رکھکر کھولائیں اور اُن جراثیم سے آلودہ نہ ہونے دیں جو ہوا میں موجود ہیں ' تو ان میں کبھی یہ جاندار پیدا نہ ہونگے - یہ بھی در اصل ہوا کے جراثیم کی پیداوار ہیں -

مذہب " تولد ذاتی " کے ماننے والوں نے جراثیم (خوردبینی کیڑوں) کی نسبت بھی دعوا کیا تھا کہ یہ اُن قابل حیات اور معدنی مواد سے پیدا ہوتے ہیں جو سیال مادوں اور بیمار جسموں میں موجود ہیں - لیکن پاسٹیور نے اسکی تغلیط کی - اس نے ثابت کیا کہ اس میں بھی وہی غلطی ہے جو بڑے جانوروں کی پیدایش کے سطحی معائنہ میں ہوئی تھی - یہ جراثیم بھی ہوا کے جراثیم سے

دارا شاہ ایران کے نقوش خط میخي میں جن سے اڑان‌سن نے خط میخي کے پڑھنے کي کنجي معلوم کي -



ھو ھے - خیال کیا جاتا ھے ' دسویں صدي میں یهہ دفن ھوگیا تھا - اِسمیں تبتي ' چیني' اور ترکي زبانوں کي ۵۰۰ فٹ مکعب تحریریں موجود ھیں -

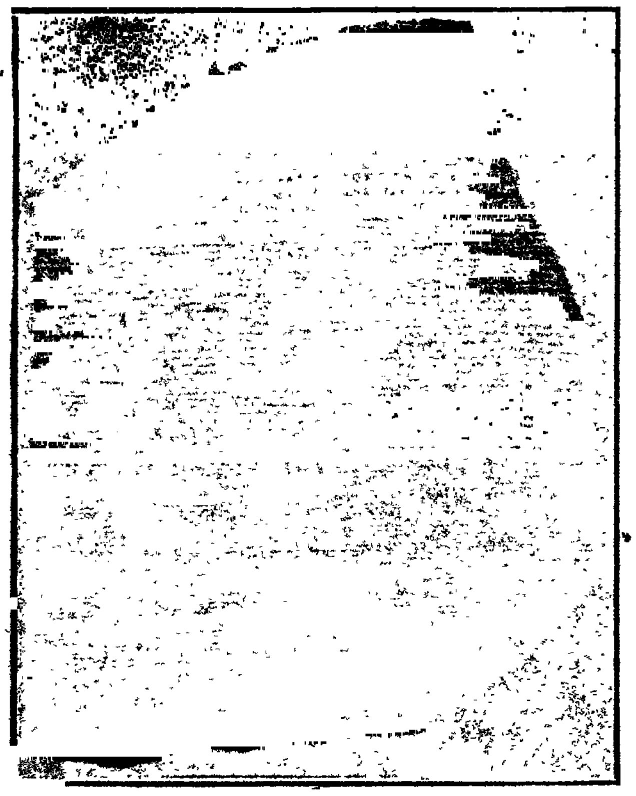
شمالي ایشیا اور جنوب روس میں ایک اسکیتھي بادشاہ کي قبر ملي ھے - یه قبر دریائے ڈینیپر کے کنارے علاقه ملیٹو پول کے قریب واقع ھے - اِس کي تاریخ چوتھي صدي قبل مسیح تک پہنچتي ھے - بادشاہ کے ساتھہ اُس کي تلواریں ' کمانیں ' ذرع ' خود ' قسم قسم کے زیور ' طلائي کنگھا ' اور دوسري بہت سي چیزیں دفن تھیں - اِتنا ھي نہیں بلکه اِس سامان کے پہلو میں بادشاہ کا سائدس ' خادم خاص ' شمشیر بردار ' اور پانچ گھوڑے بھي مدفون ملے ھیں -

آثار قدیمه کے انکشاف کا میدان ابھي بہت وسیع ھے - کیونکه ابھي مصر میں بکثرت ایسے قبرستان موجود ھیں جنھیں ھاتھہ بھي نہیں لگایا گیا ھے - عرب ' چین ' اور وسط ایشیا میں تو اب تک کچھہ کام ھوا ھي نہیں ھے - یمن میں بے شمار آثار ' بتوں کي شکل میں نمایاں ھیں ' اِس وقت تک اِن کي تحقیق نہیں ھوئي ھے - زمین کے اندر جو کچھہ دفن ھے ' وہ اِس سے ... ھے -

امید کي جاتي ھے که جس وقت آثار قدیمه کا علم ... کرجائیگا تو انسان کي ... ترقي کي پوري ... معلوم ھوجائیگي -

ذیل کي فہرست سے معلوم ھوگا که اِس وقت کن ملکوں میں آثار قدیمه کي تحقیقات ھو رھي ھیں اور کون کون جماعتیں یه ... کر رھي ھیں :

رشید (مصر) کا مشہور پتھر جس سے شمپولین نے ھیرو گلیفي خطوط کا راز حل کیا -



(۱) امریکه کا عجائب خانۂ تاریخ طبیعي - اِسکي جماعتیں مکسیکو اور منگولیا میں کام کر رھي ھیں - اِنکا موضوع بحث علم الحیوان ' طبقات الارض ' اور تنقیب ھے -

(۲) امریکن متروپولیٹ عجائب خانۂ فنون - اِسکي جانب سے قدیم مصري تمدن کي تحقیقات ھو رھي ھے -

(۳) پنسلفانیا کي یونیورسٹي ' بابل ' فلسطین ' اور مصر میں تحقیقات کر رھي ھے -

(۴) ھارورڈ یونیورسٹي اور عجائب خانۂ فنون جمیله کي جماعتیں مصر میں ایتھوپیا کي شہنشاھي کے عہد کي تحقیقات میں مصروف ھیں -

(۵) ھارورڈ یونیورسٹي ' ھونڈوراس میں تحقیقات کر رھي ھے -

(۶) کارنیگي انسٹیٹیوٹ ' یوکاتن (امریکا) میں تحقیقات کررھا ھے -

(۷) امریکن سوسائٹي ایشیاۓ کوچک میں -

(۸) امریکن انڈین میوزیم ' میکسیکو اور کوہ اوزارک میں - اِس کا موضوع بحث امریکا کے سرخ فام انسانوں کي اصلیت معلوم کرنا ھے -

(۹) برٹش فرنسچ امریکن کمیٹي - بیت المقدس میں -

(۱۰) کارنافون (کانٹ کمیٹي) مصر میں -

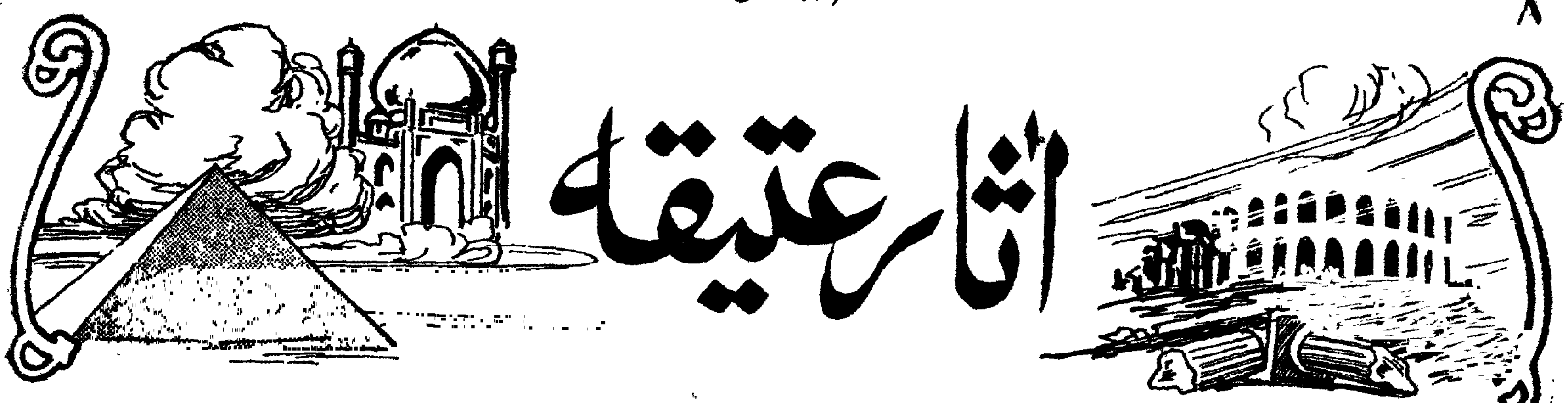
(۱۱) ولي ز (برطانیا) کي کمیٹي - بابل اور اُور میں -

(۱۲) محکمۂ آثار قدیمه اور کونٹ پروروک - ٹیونس میں قرطاجنه کي تحقیقات کر رھے ھیں -

(۱۳) سر جوزف ڈولین - قسطنطنیه میں عہد بیزنطیني کي تحقیقات کر رھے ھیں -



توت آنخ آمون کا تابوت اور اُس کي نعش کا نظارہ



آثار عتیقه

علـم الاثار

(Archaeology)

جدید علم الاثار کي بنا غالباً سب سے پہلے شمبولین نے ڈالي - اِسنے علاقه " رشید " (مصر) میں ایک سنگي لاٹ دیکھي - اِس لاٹ پر ایک هي تحریر تین قسم کے رسم الخط میں لکھي تھي : هیرو گلیفي (قدیم مصري کاهنوں کا خط)' دیموتیکي (قدیم مصري عوام کا خط)' خط قبطي (یه خط در اصل یوناني هے - مصر کے فرمانروا خاندان بطلیموس نے اِسے جاري کیا تھا) در حقیقت یهي تحریر بعد میں علم الاثار کي بنیاد بن گئي - اُس سے هیروگلیفي اور دیموتیکي' دونوں رسم الخط معلوم هو گئے - اِتنا هي نهیں بلکه قدیم مصري زبان بھي اسکے ذریعه مدوّن کرلي گئي -



مصر کي ایک سب سے زیاده محفوظ ممي

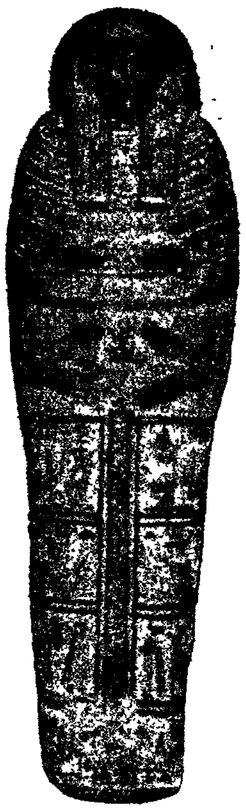
آثار قدیمه کے انکشاف میں اتفاقات زمانه کو بہت دخل هوتا هے ' اگرچه صحیح قیاس و اندازه سے بھي بڑي مدد ملتي هے -

چنانچه یورپ کا ایک قدیم ترین اثر اِس طرح دریافت هوا که اسپین میں بعض آدمیوں نے محض اتفاق سے ایک غار میں جھانکا تو اُسکي دیواروں پر اُنھیں تصویریں نظر آئیں - یه تصویریں اُن حیوانات کي هیں جو اب روئے زمین پر موجود نهیں هیں - لیکن قدیم ترین زمانوں میں موجود تھے - دور حجري کے انسانوں نے یه تصویریں بنائي تھیں - ان سے ایک طرف یه معلوم هوگیا که اِس قسم کے حیوان ایک وقت میں موجود تھے' دوسري طرف یه پته چل گیا که انسان کي فني ترقي کے ابتدائي نمونے کیسے تھے ؟

اِسي طرح یونان کے ایک علاقه میں ایک مرتبه ریل گاڑي ٹوٹ گئي - بعض مسافر ٹہلتے هوئے اتفاق سے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے - وهاں اُنھیں ایک قدیم آبادي کے نشان ملے - تحقیقات سے ثابت هوا که یه آبادي' سن عیسوي سے ایک هزار برس پہلے یہاں قائم تھي -

اِسي طرح یونان میں ایک شخص کو اتفاق سے ٹوٹے هوئے ظرف کا ایک ٹکڑہ ملا - اِس پر یه پہیلي کنده تھي " دیو جانس فلسفي سے پوچھا گیا : وه کون حبشي هے جو سفید روٹي کھاتا هے ؟ حکیم نے جواب دیا : وه رات هے جو دن کو نگل لیتي هے "

آثار قدیمه کے انکشاف میں افواهوں اور افسانوں سے بھي بڑي مدد ملتي هے - چنانچه شهر تدمر کا پته اِسي طرح چلا که اُن اطراف کے بدوؤں میں ایک ٹیله کے متعلق مشهور تھا که اسکے نیچے شهر تدمر مدفون هے -



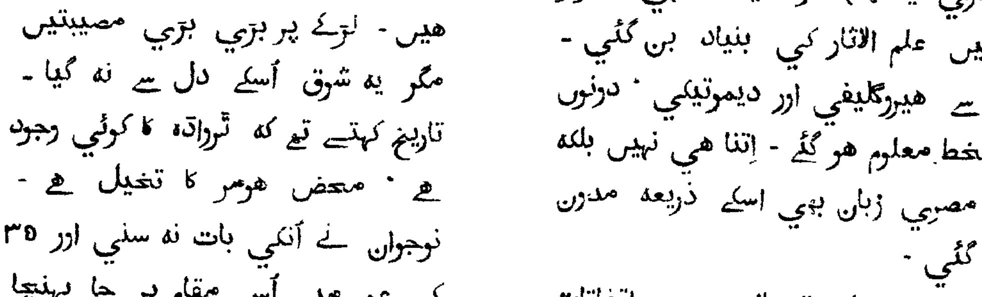
ایک دوسري نعش مکمل حالت میں

اسي طرح شهر ٹراوڈه کا پته اس طرح چلا که ایک جرمن لڑکا هومر کي الیڈ پڑھ رها تھا - پڑھتے پڑھتے اُسے شوق هوا که اس عجیب مقام کي سیر کرے جسکي توصیف میں هومر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے هیں - لڑکے پر بڑي بڑي مصیبتیں پڑیں مگر یه شوق اُسکے دل سے نه گیا - علماء تاریخ کہتے تھے که ٹرواڈه کا کوئي وجود نهیں هے ' محض هومر کا تخیل هے - لیکن نوجوان نے اُنکي بات نه سني اور ۳۵ سال کي عمر میں اُس مقام پر جا پہنچا جهاں ٹراوڈه کي موجودگي بتائي گئي تھي - چند سال زمین کھودتا رها - یهاننک که ٹراوڈه کے نشان مل گئے !

سب سے بڑا قدیم اثر جو اس وقت تک دریافت هوا هے ' وه مشهور اٹالین شهر " پامپي " هے - پهلي صدي عیسوي میں آتش فشاں پہاڑ نے اسے اپني راکھ سے ٹوپ دیا تھا - اب یه کھود کر نکال لیا گیا هے - اسکي سڑکوں پر ابتک گاڑي کے پہیوں کے نشان موجود هیں - دیواروں پر سرکاري اعلان چسپاں هیں - دکانیں بدستور موجود هیں - ایک شراب خانه میں مرمري میز اپني اصلي حالت پر رکھا هوا هے - اسکے کنارے کثرت استعمال سے گھسے هوئے هیں - گھروں میں پاني کے نل لگے هوئے هیں - کمروں میں تصویریں آویزاں هیں - محلوں میں بدستور باغیچے اور چمن هیں - اگرچه سب تقریباً پنهرا گئے هیں -

اسي طرح ٹیونس کے سمندر میں ایک کشتي ملي هے - یه دو هزار برس پہلے غرق هوئي تھي - اِس میں سنگ مرمر کے ٦٥ ستون رکھے گئے تھے -

مغربي چین میں ایک مدفون کتب خانه دستیاب



دنیا کي سب سے پراني کتاب طب : مسٹر اڈوین اسمتھ کے اس منقش پتھر پر طبي مسائل پڑھے جو مصر سے برامد هوا تھا - اس پر هیرٹیک حروف کنده هیں جو هیرو گلیفي خط کي ایک شاخ هے -

(پادریوں کا چنگل)

" مرمر کے اسنے جلادوں کے پنجه سے رهائي حاصل کي تهي - مگر وائے بدنصیبي ' فوراً قسیسوں کے چنگل نے آسے آ دبوچا ! میں یه اس لیے نہیں کہتا که مجهے اِس پر کوئي تعجب ہے - لیکن بلا شبهه یه عجیب ہے که ایسا شریف و نجیب انسان اور پیرس کا اسقف اعظم ' جو صرف شریف النسب هي نہیں بلکه شریف النفس بهي ہے ' کیونکر اپني جماعت کي بزدلي میں شریک هوگیا ؟ حالانکه آسے ایسي دنائت سے بلند هونا چاهیے تها - ایک مذهبي پیشوا هونے کي حیثیت سے آسکا فرض تها که مظلوم پر ترس کهائے ' نه یه که اُلٹا مظلوم کے کچلنے پر کمربسته هو جائے - وہ مظلوم ' جو پہلے هي سے زمانه کے هاتهوں کچلا جاچکا ہے "

" اِس اسقف اعظم کے تمام حاشیه بردار اِس ناکردہ گناہ کے متاؔلفے پر تل گئے هیں - وہ یقین کرتے هیں که هم آسے ضرور بالضرور متادینگے - حقیر سے حقیر واعظ اور ادنی سے ادنی مجاور بهي کوشش کر رها ہے که اس خودساخته دشمن کے گلا گهونٹنے کا فخر صرف آسي کو حاصل هو ' اور اِسکے سر پر فیصله کن ضرب آسي کے پاؤں کي ٹهوکر سے لگے !

(آسقف نے کیوں فتوی شائع کیا ؟)

" اے میرے سردار ! کون شک کرسکتا ہے که اگر پیرس کي مجلس حکومت نے میرے خلاف حکم صادر نه کیا هوتا ' تو آپکو میري کتاب سے بغض کم هوتا ؟ بلاشبه بعض لوگ یہي خیال ظاهر کرتے هیں - مگر آپ کا حق پسند دل اِسے هرگز تسلیم نہیں کرسکتا ' کیونکه یه خلاف واقعه ہے - اے میرے آقا! مجهے بتایئے آپنے ایسے پہلے مدافعت کرنے کي زحمت کیوں گوارا نہیں کي ؟ میں نے آپکے منصب کے خلاف رساله شائع کیا ' میں نے دي لامبرت کے نام خطوط چهاپے ' کئي کتابیں لکهیں ' مگر آپکے قلم کو کبهي جنبش نه هوئي ! حالانکه میري اِن کتابوں میں بالکل ویسے هي خیالات موجود هیں ' جیسے کتاب التربیت میں ظاهر کیے گئے هیں - کیا آپنے میري یه کتابیں نہیں پڑهي تهیں ؟ حالانکه اگر نه پڑهي هوتیں تو اپنے اِس رد میں اُن پر بحث نه کرسکتے - کیا آپ کي یه خاموشي آپکے دیني فرائض کے خلاف نه تهي ؟ حالانکه بقول آپکے اِن کتابوں میں بهي الحاد کي دعوت دي گئي ہے - کیا یه حقیر مؤلف اُس وقت کم خطا کار تها ' اور اب زیادہ هوگیا ہے ؟ حالانکه آپ آسے پیدائشي خطا کار قرار دیتے هیں - آخر کیا بات تهي جو اِتني مدت تک زبان مبارک نه هلي ؟ یه وجه تو نه تهي که اُس وقت آپکے دشمن کم تهے ' اور میں بهي خائنوں سے گهرا هوا نه تها ؟ اُس وقت عوام میں میري کتابیں مقبول هوچکي تهیں اور آپ عوام کے غصے سے ڈرتے تهے ؟ لیکن اب ' جبکه حالات میں تبدیلي پیدا هوئي - میرے دشمنوں نے ایکا کرکے مجهه پر یورش کردي ' مجهے ملحد اور باغي مشہور کیا ' حکومت نے بهي هتیار سنبهال لیے ' اور آپکے دشمنوں نے بهي کہنا شروع کر دیا که پیشوائے اعظم هوکر آپ اِس ملحد کے خلاف کچهه نہیں کہتے ' گویا اپني خاموشي سے آسکي حمایت کرتے هیں ' تو آپ اپنے منصب کي حفاظت کے خیال سے اُٹهے ' اور اپنے دشمنوں کا منهه بند کرنے کیلیے میرے خلاف فتوی شائع کردیا - اے میرے آقا ! کیا اسي سبب نے آپکو میرے خلاف آمادہ کیا ؟ اگر ایسا هي ہے تو بلاشبه میرے دماغ کو شدت تحیر سے شکسته هو جانا چاهیے ! "

اِس تمہید کے بعد روسو ' اُسقف کے بیان کا رد شروع کرتا ہے -

(صفات الهي)

اُسقف نے لکها تها : -

" روسو کہتا ہے - میں خدا کي حقیقت سے بے خبر هوں ' لیکن ساتهه هي یه دعوی بهي کرتا ہے که یه موجود حقیقي علم ' قدرت ' ارادہ ' اور حکمت رکهتا ہے !"

روسو جواب دیتا ہے : " خدا کي صفت ' علم ہے - لیکن اسکا علم کیا ہے ؟ انسان کا علم تو اُسکي قوت تفکر میں ہے ' لیکن علم اقدس کسي تفکر و تأمل کا محتاج نہیں - اُسکي تفکیر کے لیے نه تو مقدمات هیں ' نه نتائج هیں ' نه فرض و قیاسات هیں - اُسکا علم ازلي ہے - جو تها ' جو ہے ' جو هوگا ' سب اُس پر آشکارا ہے - تمام حقائق اُسکے سامنے ذرۂ ریگ سے بهي چهوٹے هیں - تمام دنیا اُسکي نظر میں قطرۂ آب سے بهي محدود ہے ' تمام اگلے پچهلے زمانے اُسکے نزدیک لمح بصر سے بهي مختصر هیں "

" باقي رهي قدرت الهي ' تو قدرت الهي کا یه حال ہے که انسان کو اپني قوت عمل کے لیے وسائل عمل کي ضرورت هوتي ہے - لیکن خدا کو کسي وسیلے کي ضرورت نہیں - قوت الهي خود اپني قوت سے عمل کرتي ہے - خدا قادر ہے ' کیونکه وہ ارادہ رکهتا ہے - اور اُسکا ارادہ هي اُسکي قدرت ہے !"

" خدا لاریب خیر ہے - انسان کا خیر یه ہے که که اپنے بني نوع سے محبت کرے - لیکن خدا کا خیر اُسکا وہ نظام ہے جس سے وہ کائنات کو سنبهالے اور تمام اجزاء کو باهم جوڑے هوئے ہے -

" خدا لاریب عادل ہے - عدل الهي بهي اُسکے خیر هي کا ایک نتیجه ہے - انسان کا ظلم ' خود انسان کا اپنا عمل ہے ' خدا کا عمل نہیں ہے - روح کا اضطراب ' جس کي وجه سے فلاسفه قدرت الهي کے منکر هوجاتے هیں ' میري نظر میں اِس لا متناهي قدرت کو اور زیادہ واضح کرنے والا ہے - انسان کا عدل یه ہے که هر حقدار کو اُسکا حق دیدے - خدا کا عدل یه ہے که هر ایک سے اپني نعمتوں اور بخششوں کا حساب لے ! "

(حقیقت الهي)

" یه صفات میں نے عقل کي منطق کي راہ سے معلوم کي هیں - لیکن میرے دماغ میں اُنکا مفہوم مرتب و مفصل نہیں ہے - میں اُنهیں تسلیم کرتا اور انپر اصرار کرتا هوں ' مگر اُنکي پوري حقیقت کا احاطه نہیں کرسکتا - عقل اِسکا احاطه کر هي نہیں سکتي - اِسکے معني دوسرے لفظوں میں یه هوے که میں حقیقت سے لا علم هوں - اور اِسلیے میري حیثیت یه نہیں ہے که میں جانتا هوں اور اصرار کرتا هوں - میں اپنے دل سے بے فائدہ کہتا هوں " یہي خدا ہے " میں بے فائدہ اُسکا شعور کرنا چاهتا هوں - میں بے فائدہ اپنے ذهن میں اُسکا تصور کرتا هوں - " بے فائدہ " اس لیے که اِس سے خدا کي حقیقت پر ذرا بهي روشني نہیں پڑتي - میں هرگز معلوم نہیں کرسکتا " خدا ایسا کیوں ہے ؟ اُس میں یه صفات کیونکر قائم و موجود هیں ؟

" میں اُسکي حقیقت جاننے کي جتني زیادہ کوشش کرتا هوں اُتني هي اُسکي حقیقت پوشیدہ هوتي جاتي ہے - مگر یہي یه عقل کي بے بسي مجهه میں اُسکا اعتقاد و ایمان اور بهي زیادہ مستحکم کر دیتي ہے - میں جس قدر اُس کا تصور کم کر سکتا هوں ' اُسي قدر اُس سے زیادہ وابسته هوتا اور اُتنا هي اُسکي عبادت پر جهکتا جاتا هوں - بالاخر اُس کے روبرو گر پڑتا هوں اور کہتا هوں " میرا وجود تجهي سے ہے اے خالق کائنات ! میں جس قدر زیادہ تجهه میں غور کرتا هوں ' تو اتنا هي زیادہ میرا نفس بلند کرتا جاتا ہے ' مگر تیري حقیقت برابر مجهه سے مستور هي رهتي ہے ! تجهه میں میرا فنا هوجانا ' میري عقل کا سب سے بڑا کارنامه ہے ! تیري عظمت نے میري عقل مبهوت کردي ہے ' مگر میري ناتواني کو بهي قوت سے بدل دیا ہے !"

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

اسقف کا جواب

(۲)

پچھلے نمبر میں قارئین الهلال پیرس کے اسقف اعظم کے اعتراضات روسو پر سن چکے هیں - آج روسو کا جواب پیش کیا جاتا ہے - یه جواب پورے دو سو صفحے کی باریک حروف کی کتاب میں پھیلا هوا ہے - اس لیے اختصار کے سوا چارہ نه تھا - تاهم اهم اور مفید پہلو ایک حد تک واضح کردیے گئے هیں -

(معذرت)

روسو نے اپنا جواب معذرت سے شروع کیا ہے :

" اگر آپ صرف میری کتاب هي پر اعتراض کرتے تو میں هرگز آپ سے کوئي تعرض نه کرتا - آپکو چھوڑ دیتا که جتنی چاهیں نکته چینی کرتے رهیں - لیکن آپنے صرف کتاب هي پر نهیں بلکه میری ذات پر بھي بحث کي ہے - آپ کو دنیا میں جتني عزت اور قوت حاصل ہے ' اُسی مناسبت سے آپ میں یه بات بھي هوني تھي که اُن تہمتوں سے بلند تر هوتے جن سے آپ نے مجھے آلوده کرنا چاها ہے "

(داستان مظلومي)

اِسکے بعد روسو نہایت بلاغت و مہارت سے اپنے قارئین کی همدردی حاصل کرنی چاهتا ہے - وہ اپنی مصیبتیں و مظلومي ظاهر کرتا ہے ' تمام یورپ کا اُسکے خلاف متحد هو جانا اور عرصهٔ زمین تنگ کر دینا یاد دلاتا ہے - پھر لکھتا ہے :

" جنیوا نے شاه ' روسو کے معاهده میں کوئي قوت نہیں که ان ظالم اور سوختنی چیزوں سے جواب طلب کرسکے ' جنکے سامنے اُس پر تہمت لگائي گئي ' اور جنھوں نے اُسے طلب کیے بغیر اُسکے خلاف فیصله صادر کردیا ہے - اتنا هي نہیں بلکه اُسے قید کرنے کے بھي درپے هو گئے هیں - یه " غلام " اگر عدالت میں طلب کیا جاتا ' تو اپني برأت ظاهر کرنے ضرور حاضر هوتا ' مگر چونکه اُسے بلایا نہیں گیا ' اس لیے اُسے از خود حاضر هونے کی ضرورت بھي نه تھي - چنانچه وه حاضر نہیں هوا - اس پر اُسکے خلاف جنگي قوت جمع کی گئي - اُسکے قوت کے مقابله سے گریز کیا ' اور اس سرزمین سے بھاگ نکلا جہاں کمزوروں پر ظلم کیا جاتا ہے ' بغیر جرم کے سزا دیدي جاتي ہے ' اور بغیر جواب سنے بیڑیاں پہنا دي جاتي هیں "

" اُسنے مجبوراً اپنے محبوب خلوت خانه چھوڑا - اُن دوستوں کی جدائي سہی ... کوئی عیش نه رہا - اپنا ناتواں جسم لیکر ... کے ساتھ سرزمین حریت میں پہنچا - آہ میرا وطن عزیز ! ... تیری آزادي کے کیسے کیسے گیت گائے ؟ تیرے حسن و جمال کی ... کیسي کیسي تصویریں بنائیں ؟ دنیا میں تیرا نام کس درجه روشن کیا ؟ آہ ' میں کیا کہوں ؟ میرا دل سینے میں بیٹھا جاتا ہے ' میرا هاتھ کانپ رہا ہے ' میرا قلم گرا پڑتا ہے ...

لیکن مجھے خاموش هي رهنا چاهئے - مجھے جرم کا ذکر بھي نہیں کرنا چاهئے ... کاش میں خفیه طور پر هي اپني ناقابل برداشت مصائب کہه سکتا ! کاش میں اپني دل کي گہرائي هي میں اپنے وطن کی شکایت کا خیال کر سکتا ! . . . . . "

" یه سب کچھه کیوں ہے ؟ میں اسکا حقیقي سبب نہیں پوچھتا - میں صرف اِسکا قریبي موجب معلوم کرنا چاهتا هوں - مجھه پر الحاد کي تہمت لگانے کي جرأت کي گئي ہے - مگر تہمت لگانے والے بالکل بھول گیے که جس کتاب پر انھیں اعتراض ہے ' وہ سب کے هاتھوں میں موجود اور سب کي آنکھوں کے سامنے کھلي هوئي ہے - مجھه پر تہمت لگانے والے افسوس سے هاتھه ملتے هیں : " کاش یه کتاب کسي طرح مفقود هو جائے تا که هم پیٹ بھرکے تہمتیں تراش کرسکیں ! " لیکن اُنکي یه امید کبھي پوري نہیں هوگي - کتاب اُنکي حسرت کے لیے همیشه باقي رهے گي ' اور آئنده آنے والي نسلیں فیصله کرینگي - وہ اعلان کرینگي که یه تمام گناه ' اُسکے مؤلف کي بد عملیاں نہیں هیں ' لیکن فضیلت کے ایک درست کي ٹھوکریں هیں ! "

(ایک ملحد کا ذکر)

" میں معاصرین پر اظہار رائے نہیں کرونگا - میں کسي کو بھي نقصان پہنچانا نہیں چاهتا - لیکن کیا تم نے سپنوزا کا نام نہیں سنا ؟ اُسکے الحاد میں کسے شک هو سکتا ہے ؟ وہ خود الحاد کا مدعي تھا - علانیه الحاد کي تعلیم دیتا تھا - مگر نه کوئي اُسکے اطمینان میں خلل ڈالتا تھا - نه اُسکي کتابیں چھپنے سے روکي جاتي تھیں - اور نه هي تاجروں کو اُنکي اشاعت کي ممانعت کي گئي - وہ فرانس آیا تو اسکے لیے ایک پر جلال استقبال طیار تھا - تمام ملکوں کے دروازے اُس پر کھلے تھے - وہ هر جگهه امن کی بلکه حکومتوں کي حمایت پاتا تھا - بادشاہ اُنکا خیر مقدم کرتے تھے ' اور وعظ و درس کے ممبر اُسکے لیے نصب کرائے تھے - یه ملحد زندگي بھر مسرت و آرام بلکه عزت و احترام پاتا رها "

(عہد حکمت و انسانیت !)

" لیکن آج ' جبکه ببانگ دهل دعوي کیا جاتا ہے که یه فلسفه و حکمت اور انسانیت کا زمانه ہے ' دنیا کا حال کیا ہے ؟ یه ہے که ایک شخص انساني محبت کے جذبه سے مجبور هوکر آتا ہے ' اور پوري احتیاط و احترام سے اپنے ... خیالات پیش کرتا ہے - کیسے خیالات ؟ وہ خیالات جو ... اعظم کي عظمت نے اُسکے دماغ پر نازل کیے هیں - لیکن ... ؛ حقیقت کے اِس حامي و ناصر کي زندگي تلخ کردي جاتي ہے - یورپ بھر میں اُسے کہیں پناہ نہیں ملتي - اُسے خدا کا پیدا کیا هوا پانی پینے سے اور اُسکے اُگائے هوئے درختوں کي لکڑي جلانے سے بھی روک دیا جاتا ہے - وہ ذلیل و خوار پھرتا ہے - جس گوشه میں جا کر پناہ ڈھونڈھتا ہے ' وهیں سے نکالدیا جاتا ہے - نه اُسکي غربت پر کسي کو ترس آتا ہے - نه اُسکي بیماریوں پر کوئي ... کرتا ہے - ... شریر مجرموں اور خونی سے خونی ... کا بھي اِس بے دردي سے کبھي تعاقب نہیں کیا گیا هوگا ' جیسا اِس بیکس و مظلوم کا کیا گیا ہے - اگر وہ ایک لمحه کیلیے بھي کسي حکومت کے رحم پر بھروسه کرلیتا ' تو آج یقیناً تاریک قید خانے میں پڑا سڑتا هوتا ' یا پھانسي کے تختے پر اُسکي لاش سوکھه رهي هوتي ! "



حکمت اور شعر کے مختارات

حکما و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر

(حسن)

حسن خدا کي مخلوق پر اُس کا مہر ہے ــــ بيئتشر

حسن بغير نزاکت کے ايسا ہے، جيسے بے نمک کہانا ــــ امرسن

ارسطو سے پوچھا گيا " حسن کيا ہے ؟ " اُس نے جواب ديا " يه سوال اندھوں سے کرنا چاهيے " ــــ بيکن

حسن، جہاں بهي هوتا هے، سراها جاتا هے ــــ گوئٹے

حسن، ايک جال هے، جس سے قدرت عقلوں کا شکار کرتي هے ــــ ليگس -

عورت کا اپنے حسن پر غرور اُس کي طرف سے اقرار هے که اُس کے پاس حسن کے سوا کوئي چيز قابل فخر نہيں ــــ ميڈ موزيل ڌي لسپيناس

خوبصورت عورت آنکهه کے ليے جنت هے، قلب کے ليے دوزخ هے، جيب کے ليے ويراني هے -

خوبصورت، بد صورت سے اُسي طرح بچے، جس طرح ذهين، غبي سے بچتا هے ــــ پوپ

تمهاري يهي کيا کم فتحمندي هے که تم خوبصورت هو؟ ــــ هوگز

جب هم ميں اِس قدر صلاحيت پيدا هو جائيگي که هم خدا کے هر عمل ميں حسن و جمال محسوس کرنے لگيں گے، تو اُس وقت هم دعوى کرسکيں گے که هم اُس کي حقيقت سے واقف هوگئے هيں ــــ رسکن

حسن، تمام نوع انساني کے ليے سعادت هے - هر مخلوق اُس کے زير اثر آکر بهول جاتي هے که وه محدود هے ــــ شيلر

حسن سے محروم عورت، زندگي کي نصف لذت سے محروم هوتي هے ــــ مدام ڌي مونتازين

حسن بهت هي کم عمر چيز هے ــــ ڌي لکلو

اِس يقين سے زياده عورت کے ليے کسي بات کا يقين مشکل نہيں که وه اپنے حسن سے محروم هوگئي هے ــــ روشبراون

کبهي عورت خوبصورت هوتي هے، مگر اُس کا حسن اُس وقت تک نہيں کهلتا، جب تک اُس کا دل محبت کے ليے نہيں کهل جاتا ــــ لا پروييير

حسن، قدرت کا عورت پر سب سے پہلا عطيه هے، اور يهي سب سے پہلے اُس سے چهن بهي جاتا هے ــــ ميره -

عورت اپنے محبوب کي جدائي گوارا کرسکتي هے مگر اپنے حسن کي جدائي گوارا نہيں کرسکتي ــــ روشبراون

مرد کو شادي کے معامله ميں اعلى حسن سے پرهيز کرنا چاهيے - کيونکه حسن قبضه ميں آتے هي گهٹ جاتا هے، مگر اُس کي مصيبتيں زندگي بهر باقي رهتي هيں ــــ روسو

جس عورت ميں بجز حسن کے اور کوئي جوهر نہيں هوتا، اُس کي مثال روغني روٹي کي سي هے - يه گرم اچهي معلوم هوتي هے اور سرد هوتے هي اپنا سارا ذائقه کهوديتي هے ــــ سيجور

(عورت)

تمدن اچهي عورتوں کے اقتدار کا نام هے ــــ امرسن

عورت کي شيريني گلاب کي طرح جلد ختم هو جاتي هے ــــ گوئٹے

زندگي کي سب سے لذيذ شيريني، بيوي کا اپنے شوهر کو مخلصانه سلام هے ــــ ولز

عورت کي انانيت اپنے اندر دو انانيتيں رکهتي هے ــــ مدام ڌي استائل

خدا کي انسان پر سب سے قيمتي بخشش، عورت هے - گوبار

کاش، عورت تنها ميرا هي حصه هوتي ! ــــ اريبڌس

عورت انسان اور فرشته کے بين بين ايک مخلوق هے ــــ بلزاک

عورت اُس شخص کو حقير سمجهتي هے جو اُس سے محبت نہيں کرتا هے، مگر وه خود اُس سے محبت نہيں کرتي ــــ ايلزبيتهه استوڌرت

***

انسان اپنے نفس کو اُسي وقت سمجهه سکتا هے جب وه مصيبت ميں پڑتا هے ــــ الفرڌ ڌي موسيه

شک، هميشه اميد کے پيچهے لگا رهتا هے ــــ بلزاک -

ترقي لنگڑي چال چلتي هے ــــ سانت بو

نا مکمل تعزيت سے رنج زياده هوجاتا هے ــــ روسو

عظمت، طمع، فوج، جنگي جهاز، تاج، تخت ؛ يه انسان کے کهلونے هيں جب وه بڑا هوجاتا هے ــــ وکٹر هيوگو

ميري تمام مصائب کي علت يه هے که ميں لوگوں سے حسن ظن رکهتا تها ــــ روسو

(ذهانت)

ذهانت کيا هے ؟ يه محض سمجهنے کي صلاحيت هي کا نام نہيں هے - کيونکه حيوان بهي سمجهه رکهتا هے مگر هم اُسے ذهين نہيں کهه سکتے - سپاهي اپني ڌيوٹي سمجهتا اور پوري کرتا هے مگر ذهين نہيں کہلاتا - بندر کي ذهانت، محض ايک بے نتيجه عقلي اضطراب هے - جو بچه اپني حرکتوں سے تمهيں هنساتا هے، ذهين نہيں هے - کيونکه اُس ميں بندر کي جبلت آگئي هے - جو عورت بهت سي اشياء کا علم رکهتي هے، ذهين نہيں هے - کيونکه معمولي باتيں اُس کے دماغ کو پراگنده کر ڌالتي هيں - کيا حساب داں ذهين هوتا هے ؟ شاعر کي نظر ميں حساب داں ماليخوليا کا مريض هے ! کيا شاعر، ذهين هوتا هے ؟ رياضي داں شاعر کو سراسر بيوقوف سمجهتا هے ! ماهر ماليات کي نظر ميں ناول نويس، دو پاؤں کا احمق حيوان هے ! جو آدمي، دور از کار نظريے بناتا هے، کيا ذهين هے ؟ کيا هميشه خاموش رهنے والا ذهين هے ؟ کيا اپني عينک کے شيشوں سے، سرد اور بے اثر نظروں سے تمهيں ديکهنے والا ذهين هے ؟ نہيں !

ذهانت کي تعريف ناممکن هے ــــ لا مارٹين

برید فرنگ

رُوس کا نفس پرست شاہی راہب

راسپوٹین

خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم!

انیسویں صدی کا سب سے زیادہ ہولناک مگر عبرت انگیز واقعہ روس
کے خاندان شاہی کی بربادی ہے۔ خود زار، زارینہ، ولی عہد، تمام
شاہزادے، تقریباً پورا خاندان گولی مار کر قتل کر ڈالا گیا! یہ واقعہ فرانس
کے لوئی شانز دہم اور اُس کے خاندان کے قتل سے بھی دہشتناک ہے!
اس کے خاندان شاہی کی بربادی اور انقلاب سلطنت پر بکثرت
کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور اُن تمام اسباب پر شرح و بسط سے بحث
کی جاچکی ہے جو اِن عظیم تغیرات و حوادث کا موجب ہوئے۔ اِن اسباب
میں سب سے بڑا اور سب سے عجیب سبب وہ ہے، جو بیسویں صدی کی
متمدن دنیا کے لئے سخت حیرت انگیز ہو رہا ہے۔ یعنی روس کے حکمران
اور اُس کی ملکہ کی مذہبی توہم پرستی، زود اعتقادی، اور علم و عقل سے
دوری ہے! یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اِن تمام تباہیوں کی اصلی علت
ایک راہب تھا، جسکے دام تزویر میں زارینا اور زار پھنس گئے تھے۔
مشہور روسی شاہزادہ پرنس یوسوپوف کا روزنامچہ پچھلے دنوں
شائع ہوا ہے۔ اِس سے اِس معاملہ پر اور بھی زیادہ گہری روشنی
پڑتی ہے۔ اِس بارے میں پرنس کے بیانات بہت اہم ہیں کیونکہ وہ تمام
واقعات کا شاہد عینی تھا۔ صرف شاہد عینی ہی نہیں بلکہ راہب راسپوٹین
کا قاتل بھی وہی ہے۔
اِس روزنامچہ پر ابھی دنیا نے پوری طرح رائے زنی نہیں کی تھی،
کہ اِس سلسلہ کے ایک دوسرے راز کا انکشاف ہوگیا۔ یعنے یکایک
لوگوں کے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب پہنچ گئی جو خود اسی راہب کی لڑکی
ماریا کے قلم سے نکلی ہے اور اُس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ اِس
بیان نے معاملہ کا ایک دوسرا رُخ واضح کردیا، اور دنیا اِس نئے
انکشاف سے انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی!
پچھلے دنوں اِن دونوں کتابوں کا مختصر خلاصہ ہندوستان کے
انگریزی اخبارات میں شائع ہوا تھا، لیکن ہمیں جستجو تھی کہ زیادہ
تفصیل کے ساتھ حالات روشنی میں آئیں۔ خصوصاً پرنس کی بیان
کردہ تفصیلات معلوم ہوں جسنے ملکہ کے اصلی خطوط بھی شائع کردیئے
ہیں۔ اب یہ تمام ذخیرہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پہلے پرنس کے روز
نامچہ کی ایک پوری فصل درج کرتے ہیں، جس سے اِس عجیب و غریب
راہب کے حالات و اعمال پر پوری روشنی پڑے گی:

راسپوٹین کون تھا؟

راسپوٹین، جس سے زارینا کی عقیدت، پرستش کی حد تک پہنچ گئی تھی، سائبریا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اِس کا باپ اپنے عہد کا مشہور قزاق تھا، راسپوٹین نے ہوش سنبھالتے ہی باپ کا پیشہ اختیار کرلیا اور قرب و جوار کے علاقے تاخت و تاراج کرنے لگا۔ یہ بڑا ماہر ڈاکو تھا۔ گھوڑے چرانے میں اُسے خاص کمال تھا۔ بار بار گرفتار ہوا مگر حیرت انگیز طور پر ہمیشہ بچ نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ اُسے پولیس نے بُری طرح زدوکوب بھی کیا تھا۔ چنانچہ اُس کے زخم کا نشان عمر بھر اُس کے سر میں نمایاں رہا۔

راہب کیسے بنا؟

ایک مرتبہ اتفاق سے اُس کا گزر ایک پُرانی خانقاہ میں ہوا۔ یہ خانقاہ دراصل خطاکار راہبوں کے قید کرنے کا محبس تھا۔ راسپوٹین کی ملاقات وہاں چند راہبوں سے ہوئی۔ وہ بلا کا ذہین تھا اُسنے دیکھا راہبوں کی زندگی، دُنیا کمانے کے لئے بہترین زندگی ہے۔ قزاقانہ طرز معیشت نے اُسے جسمانی تکالیف برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ اُسنے خیال کیا "میں بڑی آسانی سے راہب بن سکتا ہوں" چنانچہ وہ برابر اِن راہبوں سے ملتا جلتا رہا۔ اُن سے انجیل پڑھی۔ عبادت و ریاضت کے طریقے معلوم کئے۔ وہ بہت جلد مسیحی مذہب اور رہبانیت کا عالم بن گیا۔

اب اُسنے سخت مجاہدے اور ریاضتیں شروع کردیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی۔ لوگ اِس قزاق کو "ولی اللہ" سمجھنے لگے۔ اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرز برگ (لینن گراڈ) کے ایک بشپ نے اُسے دیکھا، اِس کے زہد و تقشف اور مجاہدہ و ریاضت سے نہایت متاثر ہوا۔ اپنے ساتھ پائے تخت لے گیا اور محل شاہی میں داخل کردیا۔

زارینا کی عقیدت

زارینا (ملکۂ روس) اُسے دیکھتے ہی معتقد ہوگئی۔ راسپوٹین نے بھی یہ بات محسوس کرلی۔ اپنا اثر اور زیادہ پختہ اور وسیع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ زار پر بھی اُس کا جادو چل گیا۔ شہنشاہ اور ملکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے آگے اپنے گھٹنوں پر جھکتے تھے،

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم باسمی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جسکو چشم بد سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے گورنمنٹ سے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کی مسلسل وبہم شائقانہ خریداری اسکی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بیشمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، سنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب دوران سر درد سر و متلی وغیرہ کی شکایات کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا امید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے خوش ہوں گے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات، اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپ کو مطلع کر دے۔ نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

...ب نے بھی یہ بات محسوس کرلی تھی، اور اُس کی فاسقانہ طبیعت ہرگز گوارا ...ں کرسکتی تھی کہ ایسی حسین لڑکی اُس کے دائرۂ عقیدت سے نکل جائے۔ ...بنچہ ہرممکن تدبیر سے اپنا اثر بڑھاتا اور دوشیزہ کو اپنے سے زیادہ سے زیادہ ...ب کرتا جاتا تھا"

"مس موصوفہ نے مجھے اپنے والد کے محل میں راسپوٹین سے ملاقات ...لئے دعوت دی۔ وہ اُس کے بارے میں اس طرح گفتگو کرتی تھی جس ...پیغمبروں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ لیکن مجھے اُس سے طبعاً نفرت ...۔ اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، تاہم میرا دل اُس کی کراہت سے ...تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ ایوان میں داخل ہوا، تو مجھے اپنا اچھا ...نے کے لئے جدوجہد کرنی پڑی۔ اُسنے سب سے مصافحہ کیا اور سب کا ...بوسہ لیا، حتیٰ کہ مس م... کا بھی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا مگر اپنا ...لینے نہیں دیا (روس میں قاعدہ ہے کہ بزرگ چھوٹوں کا بوسہ لیا ...تے ہیں) میں نے دیکھا کہ مس کا بوسہ لیتے وقت اُس کی آنکھیں غیر ...لی طور پر چمکنے لگی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اُس کے اندر بہیمیت پوری ...کام کر رہی ہے۔

میں نے اُس کے خط و خال پر نظر غائر ڈالی۔ درمیانہ قد تھا۔ ...مضبوط کاٹھی تھی۔ سر بڑا، بال لمبے اور داڑھی گھنی تھی۔ سر کا ایک حصہ ...وں سے بالکل خالی تھا۔ یہ اُسی زخم کا نشان تھا جو قزاقی کے ...نہ میں لگا تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی۔ لمبا اُور کوٹ ...بہت ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ پہنے تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل روسی ...نوں کا سا تھا۔ بیضوی شکل کا، مگر ہر طرح کے تناسب سے محروم ...یقیناً نہایت بدصورت آدمی تھا۔ جیسے کہ تمام بدنفس انسان ہوا ...تے ہیں"

"اُس کی حرکات و سکنات متکبرانہ تھیں۔ حاکمانہ شان رکھتی تھیں ...رت اس لئے کہ اُسے حاضرین پر اپنے اثر کا یقین تھا۔ سب لوگ ...ے انتہائی عقیدت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ وہ خود بھی اُنھیں ...ستانہ نظروں سے دیکھتا۔ وہ اُنکے خیالات معلوم کرنے کی کوشش ...تھا۔ لیکن مس م... پر اُس کی نظریں بالکل دوسرا انداز رکھتی تھیں ...ے پُرہوس نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ہر لمحہ میری نفرت بڑھتی جاتی اور صاف نظر آتا تھا کہ ولیوں کے اس لباس میں ایک خبیث ...ملعون ہے۔

...چائے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب آگیا اور ...نہ انداز سے کہنے لگا "تمھاری دوست مس م... کس قدر حسین ہے! ...ش کرو کہ تمھاری رفیق زندگی بنجائے، صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ ...سے بھی۔ تمھارے بارے میں اُسنے مجھ سے بارہا گفتگو کی ہے۔ وہ ...ی طرف بہت مائل ہے۔ مجھے یقین ہے، شادی کے بعد تم دونوں حقیقی ...، وسعادت پاؤ گے!"

اس ملاقات سے چند دن بعد مس م... نے مجھ سے کہا "راسپوٹین ...ے از حد حسن ظن رکھتا ہے اور دوبارہ ملاقات کرنی چاہتا ہے"

راہب اور زار کی والدہ

"اُسوقت کوئی بھی اُس خطرے سے واقف نہ تھا جو روسی شاہی خاندان کو اس پُراسرار راہب کی وجہ سے لاحق ہو گیا ...یہی سبب تھا کہ قصر شاہی میں اُس کی بڑی آؤبھگت ہوتی ...۔ زار کے تمام مقرب اُس کا اثر و اقتدار دیکھ کر اُس کی خوشامد ...لگے رہتے۔ لیکن مجھے اور میری ماں کو اُس سے سخت نفرت تھی۔ ...س کرنے لگے تھے کہ ایک نہ ایک دن زار کو اس راہب کے ہاتھوں ...دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ میری ماں نے زارینہ کو کئی مرتبہ متنبہ کیا ...ہُ چال سے [illegible] نہ ہو۔ خاندان شاہی کے چند ...ن کا بھی یہی خیال تھا۔ اُنھوں نے بھی میری ماں سے اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ خود زار کی والدہ نے بھی راہب کی بہت مخالفت کی۔ مگر زارینہ کچھ اس طرح اس "مقدس مرشد" کے دام میں پھنس گئی تھی کہ اُس کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سُن لینا گوارا نہیں کرتی تھی"!

جنگ عظیم

۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ ہم سب خوف سے کانپ اُٹھے کیونکہ جانتے تھے، اب اس راہب سے کیسے کیسے خطرے پیدا ہوسکتے ہیں۔ مصیبت یہ تھی کہ زار اور زارینہ نے اپنے دوستوں سے بے اعتنائی برتی اور سراسر راہب کے ہو رہے۔ جب کبھی ہم لوگوں نے اُس کے خلاف منت و التجائیں کرنی چاہیں، تو ملکہ نے صاف صاف کہدیا:

"میں اپنے روبرو راسپوٹین کی شان میں ایک حرف بھی کہنے کی اجازت نہ دوں گی!"

راہب کی تصویر

"جنرل ڈاہنکو نائب وزیر داخلیہ، راسپوٹین کی حقیقت سے واقف تھا۔ اُسنے بڑی کوشش سے "کلیسٹرم" والوں کے ایک جلسہ کا مرقع حاصل کیا۔ اس مرقع میں راسپوٹین ناگفتہ بہ فسق و فجور کی حالت میں نظر آتا تھا۔ جنرل نے تصویر، زارینہ کے سامنے رکھدی۔ مگر زارینہ کی عقیدت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اُلٹی جنرل پر خفا ہوئی۔ تصویر جعلی قرار دی گئی، اور جن جن لوگوں پر راسپوٹین نے جعل بنانے کا شبہ کیا، اُنھیں سخت سزائیں ملیں"!

راہب جرمن جاسوس تھا

جنگ میں روسی فوجیں جس طرح برباد ہوئیں، اُس کی داستان، بہت ہی دردناک ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ ان تمام مصائب کی اصلی علت، راسپوٹین ہی کی ذات اور اُس کی خیانت تھی۔ وہ در اصل، جرمن جاسوس بن گیا تھا۔ روسی فوجوں کی نقل و حرکت کی خبریں جرمنی اور آسٹریا کے جنگی دفاتر کو روز بھیجا کرتا تھا۔ یہ بات زیادہ مدت تک چھپ نہیں سکتی تھی۔ بہت جلد تمام ملک اس عظیم مکار کی حقیقت سے واقف ہو گیا، اور محل شاہی سے اُس کی علحدگی پر زور دینے لگا مگر جوں جوں اُس کی مخالفت بڑھتی گئی، زارینہ کی عقیدت بھی بڑھتی گئی۔ آخر اُس کا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ سپہ سالاروں کا عزل و نصب اور میدان جنگ کے نقشوں کی تجویز بھی اُسی کی رائے سے ہونے لگی۔ وہ خود اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتا تھا۔ جرمن افسر اُسے وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے کہ فلاں روسی افسر کو معزول کرا دینا چاہیے فلاں مقام ہمارے لئے مُضر ہے۔ وہاں سے فوج ہٹا دینی چاہیے۔ یہ اُنکے احکام کے مطابق یہاں رائے ظاہر کر دیتا، اور زار اُسکی فوراً تعمیل کرتا۔ نہ کرتا تو زور ڈالنے کے لئے ملکہ موجود تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روس کی تمام فوجیں گاجر مولی کی طرح کٹنے لگیں۔ وہ جس طرف رخ کرتیں، دیکھتیں جرمن فوج پہلے سے اُن کی ہلاکت کا سامان طیار کئے موجود ہے۔

بایں ہمہ زار اور ملکہ کا تمام اعتماد اسی "مرشد" پر تھا۔ وہ کہتے تھے اس جنگ میں ہم فوج سے نہیں بلکہ اپنے مرشد کی توجہ اور برکت سے فتح پائیں گے"!

راہب کی لڑکی کا بیان

یہ تو پرنس یوسوپوف کا بیان تھا۔ اب خود راسپوٹین کی لڑکی کا بیان سُنئے۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ۔ اس لڑکی کا نام صوفیہ راسپوٹین، ہے۔ اب تک دنیا اس کے وجود سے بے خبر تھی۔ لیکن حال ہی میں یہ ظاہر ہوئی، اور ایک مختصر کتاب میں اپنی یادداشتیں جمع کر کے چھاپ دیں۔ یہ اپنے باپ اور زارینہ کے تعلقات پر ایک بالکل مختلف قسم کی روشنی ڈالتی ہے۔ اُس کے بیان نے یورپ کے اخبارات میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:

عقیدت نہیں، عشق تھا!

"زارینہ کا تعلق میرے باپ سے دینی عقیدت کے رنگ میں شروع ہوا۔ مگر بہت جلد عقیدت نے محبت کی شکل اختیار کرلی، اور بتدریج محبت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی۔ اُسنے کئی بار میرے والد سے کہا "میں، زار سے بیزار ہو گئی ہوں، وہ ایک دوسری عورت سے وابستہ ہے۔ میں اُس سے طلاق لے لوں گی، بشرطیکہ تم مجھ سے شادی کرلو!" میرا باپ نادان نہ تھا۔ وہ جانتا تھا، یہ واقعہ کیسے ہولناک نتائج پیدا کرے گا؟ چنانچہ وہ زارینہ کو ایسا کرنے سے ہمیشہ روکتا تھا"

اس کے بعد صوفیہ لکھتی ہے

"یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ اس کا ثبوت خود زارینہ کے روزنامچے میں موجود ہے، جو اسوقت بالشویک حکومت کے قبضہ میں ہے۔ زارینہ، خود مجھ سے بھی بہت محبت کرتی تھی اور اکثر کہا کرتی تھی، "میں بہت جلد تمھارے گھر میں آجاؤں گی۔ اُس وقت میں تمھاری ماں اور تم میری لڑکی ہو جاؤ گی!"

صوفیہ نے اپنے روس سے بچ نکلنے کی داستان بھی لکھی ہے۔ وہ کہتی ہے

"جب میرا باپ قتل ہو گیا تو میرے پاس دو ہزار نقرئی روبل (روسی سکہ) موجود تھے۔ میں نے سپاہیوں کو یہ رقم رشوت میں دی اور جان لے کر بھاگ نکلی"

راسپوٹین کی اخلاقی سیرۃ، ملکہ کی اُس سے بے حد و غایت وابستگی اور وہ تمام حالات جو اس سلسلے میں سامنے آتے ہیں، اگر بغور دیکھے جائیں، تو صوفیہ کا بیان قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس صورت میں بدنصیب ملکہ کو "مرشد" کی مذہبی عقیدت سے خالی تصور کر لیا جائے۔ اس بنا میں مذہبی عقیدت جب جہل و توہم پرستی سے ملجاتی ہے تو اُس کے عجائب و خوارق کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بارہا یہ بات دیکھی گئی ہے کہ لوگ مذہبی عقیدت کے ساتھ ہر طرح کے اخلاقی اور مذہبی معاصی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ صرف اس سے مذہبی عقیدت متاثر نہیں ہوتی، بلکہ معاصی و فسوق پر بھی مذہب کے پُراسرار تقدس کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی تعجب نہ ہوگا اگر ثابت ہو جائے کہ یہ بدبخت ملکہ اپنے اس "مرشد" کی ناجائز خواہشوں کا شکار بھی اور اسپر بھی اُسے اپنا مرشد اور "مقدس ولی" یقین کرتی تھی۔ جب جواز و عدم جواز کا معیار حقیقت کی جگہ عقیدت ہو جاتی ہے، تو پھر کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہوسکتی۔ مذہب و تقدس کی ریاکاری کی تاریخ اس طرح کے واقعات کی ایک مسلسل داستان ہے اور اب تک دنیا اُس میں برابر اضافہ کئے جاتی ہے۔

اور اُسے "مسیح ثانی" تصوّر کرتے تھے۔ وہ جب چاہتا بلا اجازت محل میں داخل ہوجاتا۔ زار اور زارینا کو طلب کرلیا کرتا۔ محل میں اُسے بالکل ویسی ہی آزادی حاصل تھی جیسی خود زار کو۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ رسپوٹین کی شان میں ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکتا۔ ملکہ کو ازحد غلو تھا اُسنے اپنے آپ کو بالکل اس دجّال کے حوالے کردیا تھا"

ملکہ کی مجنونانہ عقیدت کا ثبوت اُس کے اُن خطوں سے بھی ملتا ہی جو دسمبر ۱۹۱۶ء یعنی انقلاب حکومت سے صرف تین مہینے پہلے اُسنے زار کو لکھے تھے۔ پرنس یوسوپوف نے یہ خطوط اپنے روزنامچہ میں نقل کردئیے ہیں۔ اِن سے روس کے خاندان شاہی کی ذہنیت پر عجیب روشنی پڑتی ہی۔ صاف معلوم ہوجاتا ہی کہ زار کس درجہ کمزور دل و دماغ کا آدمی تھا، اور زارینہ کس درجہ پست خیال مگر ساتھ ہی اپنے شوہر پر کس قدر حاوی تھی؟ ذیل میں صرف چند خط بطورِ نمونے کے ملاحظہ ہوں:

زارینہ کے خطوط

ایک خط میں زارینہ "بروٹوف" کو وزیر داخلیہ بنانے کی سفارش کرتی ہی۔ یہ شخص راسپوٹین کا پروردہ تھا۔ راسپوٹین چاہتا تھا اسے وزیر داخلیہ بناکر پس پردہ تمام ملک پر حکومت کرے۔ زارینہ اپنے شوہر کو لکھتی ہی:

"بروٹوف کو وزیر بنادو۔ مخالفوں کی مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو، ورنہ وہ جری ہوجائیں گے اور برابر یونہی دباتے رہیں گے وہ سمجھیں گے تم اُن سے ڈر گئے ہو۔ وزیر اعظم اور ڈوما (پارلیمنٹ) کے صدر کی کیا حقیقت ہی؟ یہ ذلیل آدمی ہیں۔ کیونکہ "مقدس باپ" (یعنی راسپوٹین) نے اُن کی بابت یہی خیال ظاہر کیا ہی۔ بروٹوف کو میری خاطر وزیر بنادو۔ کیونکہ وہ تم پر، تمھارے بچوں پر، اور روس پر جان دیتا ہی۔ ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا ہی" وہ سلطنت کبھی برباد نہیں ہوسکتی، جس کی حفاظت پر ولی ہوتے ہیں!" یہ قول بالکل صحیح ہی۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے ولی (راسپوٹین) پر بھروسہ کریں، اُن کی اطاعت کریں، اُس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ ہمارے ولی کی یہی نصیحت ہی کہ بروٹوف وزیر بنادیا جائے۔ لہذا اسکے قبول کرنے میں تأمل نہ کرو۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے ولی سے کوئی بات بھی مخفی رہتی ہی۔ مسیح نے اُسے سب کچھ دکھادیا ہی۔ وہ جب کوئی دعا کرتا ہی، پوری ہوجاتی ہی۔ جس بات کو اچھا کہدیتا ہی، اچھی ہوجاتی ہی۔ جسے بُرا کہدیتا ہی، وہ بُرا ہی ثابت ہوتا ہی۔ ہم سے تم سے بہت غلطیاں ہوجاتی ہیں، مگر ہمارے اِس مقدس مرشد سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ اُس سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی...!"

ایک دوسرے خط میں لکھتی ہی:

"ڈوما (پارلیمنٹ) فوراً توڑ دو۔ مخالفوں کی کوشش ہی کہ اِس وقت ڈوما کے جلسے برابر جاری رہیں، تاکہ فساد کی راہیں بند نہ ہوجائیں۔ وزیر اعظم نے یہ کہکر تمھیں دہوکا دیا ہی کہ اگر ڈوما توڑ دی جائے گی تو اُسکے ممبر ملک میں پھیل کر رعایا کو بھڑکائیں گے۔ یہ وزیر اعظم کا کھلا دہوکا ہی۔ کیونکہ ہمارے مرشد کا قول ہی: اگر یہ لوگ رعایا سے جاکر بدگوئی کریں گے تو کوئی بھی اِن کا یقین نہ کرے گا۔ اِن کی ساری قوت، اِن کے ایک جگہ جمع رہنے میں ہی۔ لہذا ڈوما توڑکر اِن شریروں کو منتشر کردو"

ایک دوسرے خط کا مضمون یہ ہی:

"معاملہ خوب سوچ لو۔ یقین کرو ہمارے مرشد کی نصیحت میں تمھارے لئے سراسر بھلائی ہی... پیارے! میری دلی آرزو ہی کہ تم ڈوما توڑ دو۔ یہ لوگ اندر اندر سازش کررہے ہیں اور تم سے آکر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ تم اپنی نیکی کی وجہ سے ان کی باتوں میں آجاتے ہو۔ یقین کرو، ہمارے مرشد نے جو کچھ کہدیا ہی، وہی ٹھیک ہی۔ اُسکی نصیحت پر چلکر ہم کامیاب ہوسکتے ہیں..."

ایک اور خط میں حسب ذیل پرجوش الفاظ ملتے ہیں:

"یہ لوگ تمھیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں تم اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہو؟ اٹھو، پیٹر اعظم بنجاؤ۔ اِن بدمعاشوں کو لات مارکر گرادو۔ مجھے تمھاری کمزوری دیکھکر سخت صدمہ ہوتا ہی ہمت باندہو اور ڈوما کو توڑ دو۔ اِن تمام بغاوت پسندوں کو ایک ایک کرکے سائبریا جلاوطن کردو۔ ہم اس وقت جنگ میں ہیں۔ اندرونی بغاوت، میدان جنگ کی شکست سے بھی زیادہ ہلاک ہوگی۔ تمھارا خیال وہ کیوں نہیں ہی جو میرا ہی؟ میں نہیں سمجھ سکتی ایسا کیوں ہی؟ بلاشبہ میں ایک عورت ہوں۔ لیکن عقل و ضمیر رکھتی ہوں میں جانتی ہوں، روس کی نجات اُسی میں ہی جو ہمارے مرشد کا حکم ہی۔ تمھیں یاد نہیں فرانسیسی مدبر مسیو فلپ نے کیا کہا تھا؟ اُسنے کہا تھا: روس کو حکومت خود اختیاری دینا، روس کو برباد کرڈالے گا اور خود زار کو بھی! یہی ہر سچے روسی کا بھی خیال ہی۔ میں جانتی ہوں، تمھیں میری اِس سخت کلامی سے تکلیف ہوگی۔ مگر میں اسپر مجبور ہوگئی ہوں۔ روس کی ملکہ، زار کی بیوی، اور ولی عہد کی ماں ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہی کہ اپنے خیالات تم تک پہونچا دیا کروں نیز اپنے مرشد کی نصیحتوں سے بھی تمھیں خبردار کرتی رہوں...!"

پانچویں خط میں بھی "مرشد" کے احکام کی تعمیل پر پورا زور دیا گیا ہی:

"میری زندگی کا سب سے بڑا ارمان یہ ہی کہ تمھیں دشمن کے سامنے اِس طرح سربلند دیکھوں، جس طرح شیر، لومڑیوں کے سامنے ہوتا ہی تم اِن جمہوریت پسند کمینوں کے ساتھ کیوں جھکتے ہو؟ طاقتور حاکم کیوں نہیں بنجاتے؟ اگر تم اکڑ جاؤگے تو یہ سب بزدل سر جھکادینگے۔ یاد رکھو، تمھاری اور روس کی نجات صرف اسمیں ہی کہ اِس مرشد کامل کے حکموں کی تعمیل کرتے رہو...!"

مقدس نفس پرستی!

یہ حال ملکہ کی عقیدت کا تھا، حالانکہ اِس راہب کی نجی زندگی ناقابل بیان حد تک فاسقانہ تھی۔ اُسوقت روس میں "کلیسٹیزم" کا بہت زور تھا۔ "کلیسٹیزم" باقاعدہ نفس پرستی کا دوسرا نام ہی۔ اِس "مذہب" کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ قوا شہوانی، خدا کا ایک عظیم عطیہ ہیں۔ اِس بخشش کا شکریہ اِسی طرح ادا کیا جاسکتا ہی کہ اُن سے انسان دل کھولکر متمتع ہو، اور ہرگز اُنکے استعمال میں بخل نہ کرے۔ چنانچہ یہ لوگ فسق و فجور میں اِس درجہ بے روک تھے کہ کسی طرح بھی قلم اُس کی طرف اشارہ نہیں کرسکتا۔ تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں۔ راسپوٹین بھی اِسی گروہ میں شامل تھا۔ قصر شاہی میں زہد و تقشف ظاہر کرتا، اور باہر آکر شراب خواری اور ہر طرح کے فسق و فجور میں منہمک ہوجاتا!

زمن حذر نہ کنی گر لباس دیں دارم
نہفتہ کافرم و بت در آستین دارم!

راہب سے پرنس کا تعارف

آگے چلکر پرنس یوسوپوف لکھتا ہی:

"راہب راسپوٹین سے میری پہلی ملاقات ۱۹۰۹ء میں یعنی جنگ عمومی سے ۵ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے دوست ج... کی لڑکی مس م... روس کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ پہلی ہی نظر میں انسان اُسکے معصوم حسن و جمال اور قلب کی طہارت کا قائل ہوجاتا تھا۔ میرے بھائی کو اُس سے عشق تھا۔ وہ بھی اُس کی محبت میں سرشار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بھی راسپوٹین کے جال میں پھنس گئی۔ اپنے دل کی نیکی اور حد سے زیادہ تقوی کی وجہ سے یقین کرتی تھی کہ وہ، ولی اور قدیس ہے

اختتام پر مجلس کے انتخاب کے ساتھ صدر جمہوریت کا بھی انتخاب ہوتا ہو۔ پُرانا صدر دوبارہ صدر ہوسکتا ہو بشرطیکہ مجلس وطنی کے انتخاب میں کامیاب ہوجائے۔

خاص روایات

مجلس وطنی کی بعض روایات بالکل انوکھی ہیں مثلاً یہ کہ وہ کسی حال میں بھی برخواست نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر وہ سال کے بارہ مہینوں میں کبھی چھٹی نہیں لیتی۔ ہمیشہ اُس کے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ حالانکہ دُنیا کی دوسری پارلیمنٹیں عام طور پر کسی ایک موسم میں بند رہتی ہیں۔ لیکن خود مجلس کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنے آپکو منتشر کر دے۔ اس صورت میں انتخابات از سر نو جاری ہونگے۔ اسی طرح اگر مجلس کبھی چھٹی لے لے تو اُس کے دوبارہ اجتماع کے لئے صدر جمہوریت یا مجلس وکلاء (وزراء) کی دعوت کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی بلا کسی کی دعوت یا حکم کے جمع بھی ہوجاتی ہو۔ جب کبھی مجلس چھٹی پر ہو یا ٹوٹ جائے تو اُس کے دوبارہ اجتماع یا انتخاب سے پہلے حکومت نہ کوئی قانون جاری کرسکتی ہو نہ کوئی اور نئی کارروائی کرسکتی ہو۔ حالانکہ دیگر ملکوں میں طریقہ یہ ہو کہ ایسی صورتوں میں حکومت ضروری قانون جاری کردیا کرتی ہو اور بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری حاصل کرلیتی ہو۔

دینی امور

لیکن ملک میں صرف ایک شعبہ ایسا موجود ہو جس پر مجلس وطنی کو کوئی اختیار نہیں ہو۔ وہ شعبہ دینیات کا ہو۔ یہ اس لئے کہ ٹرکی میں سیاست اور دین کو بالکل الگ کردیا گیا ہو۔ دینی امور کی انجام دہی کے لئے ایک مستقل شعبہ بنا دیا گیا ہو۔ اس شعبہ کے صدر کا رتبہ، وکیل یا وزیر کا رتبہ ہو۔ یہ صدر مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ رئیس الوکلاء یا وزیر اعظم اُس سے جواب طلب کرسکتا ہو۔ اور وہی مجلس وطنی کو اس شعبہ کے حالات سے مطلع کرتا ہو۔

مجلس وطنی تمام معاملات پر اپنے ارادہ و اختیار سے بحث کرتی ہو اُس میں دوسری پارلیمنٹوں کی طرح پارلیمنٹری کمیٹیاں موجود نہیں ہیں۔ مجلس وکلا و ضروری مسائل مجلس وطنی کے سامنے پیش کرتی ہو اور وہ براہ راست اُس پر بحث کرتی ہو۔

"محاکم استقلال"

ٹرکی کے "محاکم استقلال" کا نام تمام عالم میں مشہور ہوچکا ہو۔ یہ بھی مجلس وطنی کی ایک غیر معمولی عدالتی قوت کا نام ہو۔ محاکم استقلال سے مقصود وہ خاص عدالتیں ہیں جو جمہوریت پر خطرے کے وقت وسیع اختیارات کے ساتھ قائم کردی جاتی ہیں۔ یہ ایک طرح کی جنگی عدالت کہی جاسکتی ہو۔ یہ فوراً فیصلہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے فیصلہ کی تنفیذ بغیر مجلس وطنی کی منظوری کے نہیں ہوسکتی۔ جب یہ عدالتیں قائم ہوجاتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملک حالت امن و سلامتی میں نہیں ہو۔

مخالف پارٹیاں

مجلس وطنی میں مخالف پارٹیاں موجود نہیں ہیں۔ اسمیں صرف ایک ہی پارٹی ہو اور وہ جمہوریت یا مصطفےٰ کمال پاشا کی پارٹی ہو مجلس وطنی کے کل ممبروں کی تعداد ۲۸۸ ہو۔ اسمیں کمالی پارٹی کے آدمی ۲۷۰ ہیں۔ یعنی کل ۱۸ ممبر اس پارٹی سے باہر ہیں۔ ظاہر ہو اتنی قلیل جماعت کو مخالف پارٹی نہیں کہہ سکتے۔

مجلس کا الاؤنس

مجلس وطنی کے ممبروں کو ماہوار الاؤنس نہیں ملتا۔ بلکہ انتخاب میں کامیابی کے دن پورے پارلیمنٹری سال کے لئے یکمشت ملجاتا ہو۔ ہر ممبر کو ۵ سو ترکی پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے ۵ سو انگریزی پونڈ الاؤنس ملتا ہو۔

صدر جمہوریت کا سالانہ الاؤنس تیرہ ہزار ترکی پونڈ ہو۔ اُس کے قیام اور سرکاری جلسوں کے مصارف اس کے علاوہ ہیں۔ اُسے تین موٹریں بھی دی جاتی ہیں۔ ایک اُس کی ذات خاص کے لئے ہوتی ہو اور دو، اُس کے وزراء کے لئے۔ ہر وکیل یا وزیر کو سالانہ ۷ سو ترکی پونڈ ملتے ہیں۔ مجلس وطنی کے مصارف کا آخری بجٹ ۹۶۱۴۴ پونڈ ترکی تھا۔

"تورک اوجاغی"

"تورک اوجاغی" کا نام مدت سے اخبارات کے صفحوں پر گشت کررہا ہو۔ مگر کم آدمی اس کی حقیقت سے واقف ہیں۔ "تورک اوجاغی" کے معنی ہیں ترکی وطن۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان انجمن ہو۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں قائم ہوئی تھی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ترکی قوم میں قومیت و وطنیت کے جذبات برانگیختہ کئے جائیں۔ اُسے ذہنی و دماغی ترقی کے لئے طیار کیا جائے، اور ملک کو اجنبی مداخلت و تسلط سے بچایا جائے۔ جنگ سے پہلے اسے بہت اہمیت و قوت حاصل تھی۔ عام طور پر نوجوان ترک اُس کے حامی تھے۔ حکومت کے اکثر عہدے دار اُسی کے ارکان اور ممبر تھے۔ جنگ عمومی نے اسے عارضی طور پر کمزور کردیا تھا۔ مگر جنگ کے شکست پر ختم ہوتے ہی پھر اُسنے قوت حاصل کرلی اور پچھلے جہاد آزادی میں ..... بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ یہ جہاد کامیابی پر ختم ہوا اور انجمن کا ایک اساسی مقصد بھی پورا ہوگیا۔ اس لئے اُس کے پروگرام میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۳ء میں اُس کی عام کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی اور پروگرام میں تغیر و تبدل کیا گیا..... اُس کے موجودہ پروگرام میں یہ تین دفعات بہت اہم ہیں۔

(۱) جمہوری افکار کی اشاعت۔

(۲) جدید تمدن کو مقبول بنانا۔

(۳) مساوات کی تعلیم و تبلیغ۔

جنگ آزادی کے بعد سے اس انجمن کا صدر دفتر قسطنطنیہ کے بجائے انگورہ میں منتقل ہوگیا ہو۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں اُس کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح خود غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے کیا تھا۔ اسوقت سے اُسے بہت زیادہ اہمیت و مقبولیت حاصل ہوگئی ہو۔

اس انجمن کی ۲۷۳ شاخیں ہیں اور تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں مرکزی انجمن کی انتظامی مجلس ۱۲ ارکان سے مرکب ہوتی ہو۔ شاخوں کی انتظامی مجلسوں میں سے ۷ رُکن ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کو پوری آزادی ہو کہ مقامی حالات و مصالح کی رعایت سے اپنا الگ پروگرام بنالے چنانچہ بعض علاقوں میں یہ انجمن صرف وبائی امراض کے خلاف جدّ و جہد کرتی ہو۔ بعض میں بچوں کی تربیت اُسنے اپنے ذمہ لے لی ہو۔ بعض میں عورتوں کی ترقی اس کا مقصد ہو۔

اس انجمن میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر شریک ہیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کی انجمن کی صدر ایک عورت ہی ہو۔ یہ خاتون نہایت تعلیم یافتہ اور معزز ہو۔ اس کا نام نقیہ خانم ہو۔ انجمن کی صدارت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ثانوی مدرسہ (سکنڈری اسکول) کی مہتمم بھی ہو۔

ٹرکی میں "خلق فرقہ سی" کے بعد سب سے زیادہ طاقتور انجمن یہی ہو اور بہت مفید کام کررہی ہو۔

مکتوبِ قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے سفر آستانہ کی تفصیل گزشتہ ہفتہ لکھ چکا ہوں۔ لیکن جس جوش و خروش کا اظہار باشندگان شہر نے اُنکے استقبال کے موقعہ پر کیا اور جس کا سلسلہ آجتک جاری ہو، اُس کی تصویر قلم سے کھینچنا آسان نہیں ہو۔ میں نے گزشتہ ۱۵ سال میں یہاں بڑے بڑے تاریخی مظاہرے دیکھے۔ ان میں سے ہر مظاہرے کے متعلق یہی خیال ہوتا تھا کہ اس سے بڑے مظاہرے کا ہونا مشکل ہو۔ لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہو کہ جو کچھ میں نے اس موقعہ پر دیکھا، اسکے مقابلے میں پچھلے تمام مظاہرے بے حقیقت ہیں!

غازی بروسہ میں

پرسوں غازی ممدوح شہر بروسہ تشریف لے گئے جہاں عصمت پاشا تبدیل آب و ہوا کے لئے مقیم ہیں۔ اُن کی ملاقات کے بعد غازی اسی دن رات کو واپس چلے گئے۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور وزیر عدالت محمود اسعد بک وغیرہ بھی تھے۔

افغانستان اور ٹرکی

۴ دن پہلے یہاں ہز اکسلنسی محمود طرزی خاں وزیر خارجہ افغانستان ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک کے ساتھ وارد ہوئے۔ آمد کی غرض غازی مصطفےٰ کمال پاشا سے ملاقات کرنا تھی۔ چنانچہ ملاقات ہوگئی اور ممدوح یورپ روانہ ہوگئے۔

سیاسی حلقوں میں اس ملاقات کو اہمیت دیجاتی ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اپنے پچھلے مکتوب میں عرض کرچکا ہوں، اسوقت روسی انگریزی نزاع نے افغانستان کے لئے خطرہ پیدا کردیا ہو اور وہ برطانیہ کی تعدی سے بچنے کے لئے ابھی سے ہاتھ پاؤں ماررہا ہو۔

بیزنطینی آثار

تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ روم کی عظمت کے زوال کے بعد ایک زمانہ میں قسطنطنیہ نے کتنا عروج حاصل کرلیا تھا؟ یونان اور روم کا تمام علم و فن سمٹ کر اسی عروس البلاد میں جمع ہوگیا تھا۔ پھر یہ بھی معلوم ہو کہ یونان اور روم کے عہد عظمت میں گھوڑ دوڑ کے میدانوں کو کتنی اہمیت تھی۔ اُنکی آرائش کا کیسا اہتمام کیا جاتا تھا؟ ان میں کامیابی حاصل کرنے والوں کی کتنی تعظیم و تکریم ہوتی تھی؟ اُس عہد میں یہ چیز اس قدر اہمیت رکھتی تھی کہ ہومر کو بھی اس کا ذکر کرنا پڑا۔ عام طور پر یہ میدان کسی بلند ٹیکرے پر بنائے جاتے تھے۔ تقریباً ۴۰۰ میٹر لمبے اور ۲۰۰ میٹر چوڑے ہوتے تھے۔ ان کا نام "ہپڈروم" تھا۔ قسطنطنیہ میں بھی ایک "ہپڈروم" تھا اور از حد وسیع اور شاندار تھا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں نے اس کی آراستگی پر صدیوں محنت کی یہاں تک کہ وہ دُنیا بھر میں مشہور ہوگیا تھا اور دُور دُور سے سیّاح اُسے دیکھنے کے لئے آتے تھے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ "ہپڈروم" ٹھیک استنبول کے قلب میں اُس میدان کے اندر واقع تھا جس کے ایک طرف اب جامع سلطان احمد ہو، اور دوسری طرف جامع ایا صوفیہ ہو۔ حکومت عثمانیہ نے اس میدان میں تنقیب (کھدائی) کی اجازت دینے سے ہمیشہ انکار کردیا تھا لیکن جمہوری حکومت نے اجازت دے دی۔ چنانچہ پروفیسر اسٹیلی کاسن کی ماتحتی میں ماہرین آثار کی ایک جماعت کھدائی میں مشغول ہو۔ اسوقت تک جتنے آثار برآمد ہوچکے ہیں اور آئندہ [illegible]

بریدِ شرق

نوجوان ٹرکی پر ایک نظر

کچھ عرصہ سے بعض متاجرائد مصر نے ایک خاص نمائندہ ٹرکی بھیجا ہو تاکہ وہاں کی موجودہ اجتماعی زندگی کا مطالعہ کرے۔ اس کی بکثرت تحریریں مصر کے اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں، اور اہم فوائد پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں ہم بعض تحریروں کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

انگورہ

ترکی جمہوریت کی جنم بھومی "انگورہ"، ہنوز ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ اُسے شہر کہنا ایک حد تک غلط ہوگا۔ مکان عموماً پست، یک منزلہ اور قدیم طرز کے ہیں۔ سڑکیں بھی تنگ ہیں۔ ہوٹل نہایت معمولی درجے کے ہیں۔ شہری زندگی کے لوازم کم دستیاب ہوتے ہیں معیشت بہت گراں ہو۔ متوسط زندگی بسر کرنے کے لئے دو پونڈ سے بھی زیادہ صرف ہو جاتے ہیں۔ ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہو۔ دس بارہ روپیہ روز دینا پڑتے ہیں، مگر پھر بھی آرام نہیں ملتا۔ وجہ یہ ہو کہ انگورہ بڑے شہروں سے دُور ہو اور ضروریات زندگی بہ آسانی نہیں مہیا کیجا سکتیں۔

سوال ہو سکتا ہو کہ پھر ترکی مدبروں نے آستانہ اور دوسرے آباد شہر چھوڑ کر یہی گاؤں اپنا پایہ تخت کیوں قرار دیا؟ اس کا جواب خود ترک مدبر بار بار دے چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اناطولیہ، اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہو۔ سلاطین آل عثمان نے اناطولیہ کی طرف سے ہمیشہ غفلت و اعراض برتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قومیت برباد ہوگئی۔ ترکی قومیت کی بربادی، خود سلطنت کی بربادی تھی۔ اب ہم اپنے اصلی ملک کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اب ہماری تمام اُمیدیں صرف اسی میں مرکوز ہیں، لہٰذا ہم نے قلب کو مرکز بنایا ہو تاکہ یہیں سے نئی قومیت کی روح ملک کی رگ رگ میں دوڑا دیں" علاوہ بریں وہ اس پہلو پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ "اب ہم یورپ کے اثر سے دُور رہنا چاہتے ہیں یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اگر ہم اس دُور اُفتادہ مقام میں اپنی حکومت قائم نہ کرتے"

سوال ہو سکتا ہو کہ اگر یہی بات ہو تو پایۂ تخت کو شہر کی صورت کیوں نہیں دیتے؟ اس کا جواب ترک مدبروں نے یہ دیا ہو کہ "ہمارا ملک جنگوں نے برباد کر ڈالا ہو۔ ہماری قوم کا دل و دماغ صدیوں کے ظلم و جمود سے تباہ ہو چکا ہو۔ ہم پہلے اپنے ملک کی اقتصادی، تجارتی، زرعی، حالت درست کریں گے۔ قوم کو قوم بنائیں گے۔ اسکے بعد ہمیں شہروں کی آراستگی کا خیال کرنا چاہیے"!

انگورہ کو پایۂ تخت قرار دینے میں ترک مدبروں کی ایک مصلحت یہ بھی ہو کہ وہ شہروں کے عیش و نشاط اور لہو و لعب سے دُور رہنا اور شب و روز محنت اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں جبتک حکومت کا مرکز رہا، کبھی اس مستعدی سے کام نہیں ہوا جیسا اب انگورہ میں ہو رہا ہو۔

لیکن یہ بات نہیں ہو کہ ترکوں نے انگورہ کو بالکل اُسکی سابق حالت ہی میں چھوڑ دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ اُسے ترقی دے رہے ہیں۔ انگورہ کے اطراف میں ایک نئے شہر کی بنیادیں پڑ گئی ہیں۔ اپنے وقت پر وہ مکمل ہو جائے گا۔ فی الحال انگورہ کی آبادی نوے ہزار سے زیادہ ۵۰ ہزار ہو۔

انگورہ کے مناظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہو۔ لیکن جس منظر نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا، وہ ترک افسروں اور سپاہیوں کا وقار اور خاموشی سے سڑکوں پر سے گزرنا تھا۔ میں جب اُنھیں دیکھتا تھا تو بے اختیار قلب اُن کی عظمت کے سامنے جھک جاتا تھا میں سوچتا تھا "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خونریز جنگیں سر کیں اور تمام یورپ کو مغلوب کر کے اپنی قوم کا گرا ہوا جھنڈا از سر نو بلند کر دیا!" ترکی افسر اور سپاہی ہمیشہ سے اپنی سنجیدگی اور وقار میں مشہور ہیں۔ مگر اب اتنی طویل جنگوں کے بعد اُن کی کچھ عجیب حالت ہو گئی ہو۔ وہ رعب و جلال ہو کہ اُس کی نظیر دنیا کی کسی فوج میں نہیں ملتی۔

مجلس وطنی کی عمارت

انگورہ کی سب سے زیادہ شاندار عمارت، مجلس وطنی یا ترکی پارلیمنٹ کی عمارت ہو۔ یہ دو منزلہ عمارت ہو۔ اوپر کے طبقہ میں صدر مجلس کا دفتر ہے۔ نیچے کے کمروں میں مجلس کے مختلف شعبوں کے دفتر ہیں۔ بائیں پہلو میں ایک وسیع ایوان ہو۔ ۲۵ میٹر لمبا اور ۱۲ میٹر چوڑا۔ یہی پارلیمنٹ کے جمع ہونے کی جگہ ہو۔ اسمیں ترکی قالینوں کا فرش ہو۔ صدر میں ۲/۱ دو میٹر بلند چبوترہ ہو۔ چبوترے کے وسط میں صدر مجلس کی جگہ ہو۔ اسکے دونوں پہلوؤں پر نصف میٹر نیچے کاتبوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو اس سے ذرا اور نیچے ایک اور چبوترہ ہو۔ اور اسی پر کھڑے ہو کر مقرر تقریریں کرتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک کٹہرا ہو جسمیں سرکاری رپورٹر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ممبروں کے بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ہر نشست میں دو اور کبھی تین آدمی بیٹھتے ہیں۔ یہ تمام نشستیں باہم قریب قریب ہیں، کیونکہ ایوان باوجود اپنی وسعت کے ناکافی ہو۔ ایوان کی سطح سے تین میٹر بلندی پر پیچھے تماشائیوں کی جگہ ہو۔ اسی کے داہنے پہلو پر ایک مذہب و مطلا نشست ہو جس کے لئے ایک خاص دروازہ بنا دیا گیا ہو۔ یہ نشست غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی ہو۔ وہ جب چاہتے ہیں، اسمیں بیٹھ کر جلسے کی کارروائی دیکھا کرتے ہیں۔ ایوان کے صدر میں مجلس کے دائیں بائیں سفراء دول کی نشستیں ہیں۔ مجلس کے جلسے عموماً عصر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

مجلس وطنی

ترکی انقلاب کا سب سے عجیب کارنامہ یہی مجلس ہو۔ اس میں بیک وقت دو متضاد چیزیں جمع ہو گئی ہیں: شخصی تفویض اور جمہوری روح۔ یہ مجلس اپنے اندر ایسے عجیب اصول و قواعد اور غیر معمولی روایات رکھتی ہے جن کی نظیر دنیا کی کسی پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہو:

موجودہ مجلس وطنی کا نام ترکی زبان میں "بویوک ملت مجلسی" ہو۔ یہ اُس مجلس قومی کی پیداوار ہو جو جنوری ۱۹۲۱ء میں قائم ہوئی۔ اسی نے اپنے حوصلہ مندانہ اقدامات سے ٹرکی کی تاریخ بدل دی۔ اسی نے قدیم نظام سلطنت توڑا، اور جمہوریت قائم کی (۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں) اسی نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا (۱۹۲۴ء)۔ اسی نے دستور اساسی بنایا (۲۰ اپریل ۱۹۲۴ء) یہی وہ دستور اساسی ہو جس پر موجودہ مجلس وطنی قائم ہوئی ہو۔

ٹرکی میں جملہ قوتیں اور اختیارات صرف مجلس وطنی ہی کو حاصل ہیں۔ اس کے ہم پلہ کوئی دوسری قوت موجود نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی دستور حکومت صرف ایک ہی مجلس پر قائم ہو۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں عموماً دو مجلسیں ہوتی ہیں: مجلس عوام اور مجلس خواص۔

ترکی مجلس وطنی کو دنیا کی دوسری پارلیمنٹوں سے یہ امتیاز بھی حاصل ہو کہ وہ تقسیم اختیارات کا نظریہ تسلیم نہیں کرتی۔ یہی باعث ہو کہ تینوں قسم کے اختیارات اور قوتیں یعنی تشریعی (قانونی)، تنفیذی، اور عدالتی، تنہا اُسی میں جمع ہیں۔ اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہ ہو کہ ٹرکی میں وزارتی مسئولیت کا وجود نہیں ہو۔ سرے سے اُس معنی میں کوئی وزارت اور تنفیذی قوت موجود نہیں ہو، جس معنی میں دنیا کے دوسرے دستوری ملکوں میں اس کا وجود تسلیم کیا جاتا ہو۔ یہ اس لئے کہ تنفیذی قوت، خود مجلس وطنی ہی ہو۔ ہاں یہ ضرور ہو کہ وہ اپنے ارکان کی ایک جماعت کے ذریعہ یہ قوت استعمال میں لاتی ہے۔ ارکان کی اس جماعت کو صدر جمہوریت یا صدر مجلس منتخب کرتا ہو اور معلوم ہو، صدر جمہوریت اور صدر مجلس دونوں کا انتخاب خود مجلس کرتی ہو۔ پھر ان ارکان کے انتخاب کی لازمی شرط یہ بھی ہو کہ مجلس اُنھیں منظور کر لے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صدر جمہوریت یا صدر مجلس کے انتخاب کردہ ارکان بھی درحقیقت مجلس ہی کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔ یہی ارکان، وزراء ہیں جنھیں ترکی اصطلاح میں "وکیل" کہتے ہیں۔ یعنی وہ تنفیذی قوت کے اجراء میں مجلس کے وکیل یا نائب ہیں۔ انہی وکلاء کی مجلس، حکومت کی مجلس (کیبنٹ) ہو۔

اس صورت حال کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ قانون اساسی کی رو سے مجلس وطنی کسی حال میں بھی توڑی یا برخواست نہیں کی جا سکتی۔ اگر کبھی مجلس وکلاء اور مجلس وطنی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو آخر الذکر نہیں، ہمیشہ اول الذکر ہی کو مستعفی ہونا پڑے گا!

اسی طرح عدالتی قوت بھی مجلس وطنی ہی کے ہاتھ میں ہو۔ وہ اس کے استعمال کا حق عدالتوں کو بخشتی ہو۔ گویا عدالتیں بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ بھی مجلس وطنی کے محض "وکیل" ہیں۔

مجلس وطنی اور صدر جمہوریت

صدر جمہوریت ہی مجلس وطنی کا صدر ہوتا ہو۔ وہ جب چاہے مجلس کے جلسوں کی صدارت کرے۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کا نائب صدارت کرتا ہو۔ صدر جمہوریت کے اختیارات یہ ہیں کہ مجلس وکلاء کا انتخاب وہی کرتا ہو (جس کی تصدیق کے لئے مجلس وطنی کی منظوری ضروری ہو) سفراء کے کاغذات وہی قبول کرتا ہو۔ مجلس وطنی کے جملہ قوانین اُسی کے نام سے شائع ہوتے ہیں۔ مجلس کے سالانہ افتتاح کے موقعہ پر یکم جنوری کو وہی افتتاحی تقریر کرتا ہو۔ مجرموں کو معافی دینے کا بھی اُسے حق ہو، مگر بہت محدود۔ لیکن جنگ و صلح کا اعلان اور معاہدوں کا انعقاد اُس کے اختیارات سے بالکل باہر ہے۔ یہ کام صرف مجلس وطنی کے ہیں۔ صدر جمہوریت، مجلس کے سامنے جواب دہ نہیں ہو۔ مجلس اُس سے صرف اُسی وقت باز پرس کر سکتی ہو جب وہ ملکی خیانت کا مرتکب ہو۔ اُس کی صدارت کی مدت ۴ سال ہو۔ یہی مدت، مجلس وطنی کی طبیعی عمر ہو۔ اس کے

سلت ترکيب کرسي تهي ... راہ حق سے کتھ کیا تھا - صالحین کے طور طریقه سے دور هوگيا تها - تونے نیک انسان قتل کرکے اُن کي جماعت فنا کرڈالي - تابعين کي جڑیں کاٹ کر اُن کا پاک رخت اکهاڑ پهينکا - افسوس تو نے خالق کي نافرماني میں مخلوق کي اطاعت کي - تونے خون کي ندیاں بهادیں - جانیں لیں - ...رئيں برباد کیں - کبر و جبر کي روش اختیار کي - تونے نه اپنا دین هي بچايا ' نه دنيا هي پائي - تو نے خاندان مروان کو عزت دي ' مگر اپنا نفس ذليل کيا - اُن کا گهر آباد کيا ' مگر اپنا گهر ویران کرليا - آج تیرے لیے نه نجات هے نه داد فرياد - کیونکه تو آج کے دن اور اِس کے بعد سے غافل تها - تو اِس امت کے لیے مصیبت اور قهر تها - الله کا هزار هزار شکر که اُسنے تيري موت سے امت کو راحت بخشي ' اور تجهے مغلوب کرکے اُسکي آرزو پوري کردي ! "

(حجاج کي عجيب رحمت طلبي !)

راوي کهتا هے - حجاج یه سن کر مبهوت هوگيا - دير تک سناٹے میں رها - پهر اُس نے ٹهنڈي سانس لي ' آنکهوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ' اور آسمان کي طرف نظر اُٹهاکر کها :

" الهي ! مجهے بخش دے ' کیونکه لوگ کهتے هیں که تو مجهے نهیں بخشے گا ! " پهر یه شعر پڑها :

رب ان العباد قد أيأسوني ۔ و رجائي لک الغداة عظیم !

الهي ! بندوں نے مجهے نا امید کرڈالا ' حالانکه میں تجهه سے بڑي هي امید رکهتا هوں !

یه کهکر اُسنے آنکهیں بند کرلیں -

اسمیں شک نهیں ' رحمت الهي کي بے کنار وسعت دیکهتے هوئے اُسکا یه انداز طلب ایک عجیب تاثير رکهتا هے اور اِس باب میں بے نظیر مقوله هے - یهي وجه هے که جب حضرت حسن بصري سے حجاج کا یه قول بیان کیا گیا تو وه پہلے تو متعجب هوے " کیا واقعي اُسنے یه کها ؟ " کها گيا " هاں اُسنے ایسا هي کها هے " فرمایا " تو شاید ! " (یعني شاید اب بخشش هو جائے)

اطلاع

اس نمبر کے تمام فارم طيار هوچکے تهے - صرف آخري چو صفحه باقي تها که ایک حادثه کي وجه سے خوشنویس اپنے وطن چلے گئے ' اور اُن کي جگه جس خوشنویس سے کتابت کا انتظام کیا گیا ' وه بهي بروقت کام نه کرسکے - نتیجه یه نکلا که اُن تمام مضامین کي کتابت باقي جو آخري چو صفحه میں دیے جاتے هیں - ممکن تها که یه تمام حصه کمپوز کراکے شامل کردیا جاتا ' لیکن اسکي وجه سے ایک دن کي تاخير هوجاتي - چونکه اب هم سب سے زیاده ضروري بات رساله کي بروقت اشاعت سمجهتے هیں - اسليے یهي مناسب نظر آیا که یه نمبر ۲۲ صفحه هي کا شائع کردیا جاے ' مگر اشاعت میں تاخیر نهو - انشاء الله اسکي تلافي آینده اشاعت میں هوجائیگي - اب خوشنویس کا ایسا انتظام کر لیا گیا هے که آینده رکاوٹ پیش نه آسے - منیجر

مراسلة

لکهنو سے ایک انگریزي روزانه کا اجراء

لیمیٹڈ کمپني

هندوستان میں صوبه جات متحده آگره و اوده کا جو اهم مرتبه هے وه محتاج تشریح نهیں - مگر صوبۂ هذا کے مسلمانوں کي انتهائي بد نصیبي هے که اس زمانه میں جب که اُن کو قدم قدم پر ایک حقیقي رهنما و همدرد وکیل کي ضرورت هے ' اُن کے پاس ایک بهي روزانه انگریزي اخبار نهیں هے -

اله آباد اور علي گڑه سے دو انگریزي اخباروں کے نکالنے کي کوشش هوئي مگر اول الذکر محض تجارتي اغراض لیکر دنیا میں آیا تها اور مؤخر الذکر اگرچه اسلام کے تعلیمي مرکز سے جاري هوا ' مگر اس میں بد قسمتي سے شخصي عنصر اس درجه غالب تها که وه ترقي نه کر سکا - دونوں جس بے سروساماني کي حالت میں آئے تهے اُسي طرح رخصت هوگئے - اُن کي موت نے افسوس ناک نتائج پیدا کردیے - یعني مسلمانوں کو اپنے روزانه انگریزي اخبارات سے بد ظني پیدا هوگئي - جس کے باعث معقول انگریزي روزانه اخبار اب تک نهیں نکل سکا - چنانچه اس وجه سے اور کچهه اس سبب سے که جناب آنریبل سید رضا علي صاحب پبلک سروس کمیشن کے ممبر هوگئے تهے - انگریزي روزانه اخبار کي وه اسکیم جو وسط سنه ۱۹۲۶ع میں لکهنو میں طیار هوئي تهي عملي جامه نه پهن سکي - لیکن اس ایک برس کي مدت سیاسي نقطۂ نظر سے نهایت اهم ثابت هوئي - اور موجوده اور آنے والي پیچیدگیوں نے قوم کے رهنماؤں کو مجبور کیا که وه آنریبل سر مهاراجه صاحب بهادر محمودآباد کي سرکردگي میں معقول سرمایه اور بهترین اسٹاف کے ساتهه مسلمانوں کا انگریزي روزانه اخبار لکهنؤ سے جاري کریں - یه اسکیم نهایت شاندار هے جو نه صرف مسلمانوں کے ایک زبردست روزانه انگریزي اخبار اور بهترین پریس کي حامل هوگي ' بلکه مسلمانوں کي ذاتي منفعت کا بهي معقول ذریعه ثابت هوگي -

ایک کمپني قائم کي گئي هے جس کے ڈائرکٹر حسب ذیل هیں :

سر مها راجه صاحب بهادر والي محمود آباد - سر سید علي امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا - پٹنه - راجه صاحب نانپاره ضلع بهرائچ - آنریبل راجه نواب علي خاں صاحب تعلقه دار - ممبر کونسل آف اسٹیٹ - مولوي محمد نسیم صاحب - بی - اے - ایڈوکیٹ لکهنؤ -

کمپني مذکور کي اسکیم نهایت تجربه کار اور واقف کار اصحاب نے تیار کي هے ' اور ایک اعلی درجه کے پریس اور انگریزي اخبار کے اجراء کا مشوره دیا هے - پریس انگریزي اور اُردو هر قسم کا بهترین کام کریگا - پریس اور اخبار کے انتظامات صرف معتبر اور آزموده کار هاتهوں میں رهینگے - چنانچه ایڈیٹوریل اور انتظامي خدمات کے لیے بهترین اشخاص منتخب کیے گئے هیں - اور اسکیم میں کثیر منافع کا پهلو رکها گیا هے تا که جو لوگ کمپني کے حصص خریدیں اُن کو منافع کي شکل میں معقول مالي فائده پهونچتا رهے -

کمپني کے متعلق پراسپکٹس انگریزي اور اُردو میں چهپ رهے هیں - حصوں کے خریداري کے فارم بهي تیار هیں - مسٹر حسن عابد جعفري رکن بیرسٹر ایٹ لا سے محمود آباد هاؤس قیصر باغ لکهنو کے پته پر ملسکتے هیں - اور اُنهي سے تمام مزید حالات بهي معلوم هو سکتے هیں -

خاکسار

آل انڈیا - محمد یعقوب - تصدق احمد خاں

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

حجاج بن یوسف الثقفی

خلافت اموی کے حکام میں حجاج ابن یوسف سے زیادہ کسی شخص کو شہرت حاصل نہیں ہوئی، مگر یہ شہرت عدل وفیض رسانی کی نہیں تھی۔ سیاست وقہر کی تھی۔ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے! یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا جسنے اپنی بے پناہ تلوار اور بے روک سفاکی سے ازسرنو اس کی گرتی ہوئی عمارت مستحکم کردی۔

بنی امیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر سے تھا۔ ان کی حکومت کا مرکز مکہ میں تھا اور اُس کا دائرہ شام کی سرحدوں تک پہنچگیا تھا۔ حجاج ابن یوسف نے یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے دُور کردیا۔ مکہ کا محاصرہ کیا، کعبہ پر منجنیقیں لگادیں، اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کرڈالا۔

عراق شروع سے شورش پسند قبائل کا مرکز تھا۔ یہاں کی سیاسی بےچینی کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی۔ والیوں پر والی آتے تھے، اور بے بس ہوکر لوٹ جاتے تھے۔ لیکن حجاج ابن یوسف کی تلوار نے اپنی ایک ہی ضرب میں عراق کی ساری شورہ پشتی ختم کرڈالی۔ خود اُس عہد کے لوگوں کو اسپر تعجب تھا۔ قاسم بن سلام کہا کرتے تھے "کوفہ کی خودداری اور نخوت اب کیا ہوگئی؟ اُنھوں نے امیر المومنین علی کو قتل کیا، حسین بن رسول کا سر کاٹا۔ مختار جیسا صاحب جبروت ہلاک کردیا، مگر اس بدصورت ملعون (حجاج) کے سامنے بالکل ذلیل ہوکر رہ گئے! کوفہ میں لاکھ عرب موجود ہیں، مگر یہ خبیث ۱۲ سوار لے کر آیا اور سب کو غلام بنا ڈالا!"

حجاج کا عراق میں اولین خطبہ، ادب عربی کی اتنی مشہور چیز ہے کہ صرف اشارہ کردینا کافی ہوگا: أما واللہ، انی لاحمل الشر بحمله، وأحذوه بنعله، وأجزیه بمثله، وانی لأری ابصاراً طامحة، وأعناقاً متطاولة، ورؤساً قد اینعت وحان قطافها، وکأنی انظر الی الدماء بین العمائم واللحی تترقرق! حجاج کی تلوار جس درجہ سفاک تھی، اُتنی ہی اُس کی زبان بھی بلیغ تھی۔ اُس کا یہ خطبہ خطابت وبلاغت کا بے نظیر نمونہ ہے "میں دیکھتا ہوں کہ نظریں اُٹھی ہوئی ہیں، گردنیں اونچی ہورہی ہیں، سروں کی فصل پک چکی ہے، اور کٹائی کا وقت آگیا ہے! میری نظریں وہ خون دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہ رہا ہے!"

حجاج نے جیسا کہا تھا، ویسا ہی کردکھایا۔

بیان کیا گیا ہے کہ جنگوں کے علاوہ حالت امن میں اُسنے ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی قتل کئے تھے (عقد الفرید۔ البیان والتبیین وغیرہ) بڑے بڑے اخیار وابرار مثلاً سعید بن جبیر وغیرہ کی گردنیں اُڑادیں۔ مدینہ میں بے شمار صحابہ کے ہاتھوں پر سیسے کی مُہریں لگادیں، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور حضرت عبد اللہ بن عمر جیسے جلیل القدر صحابیوں کو قتل کیا، موجودہ زمانے کی استعماری سیاست کی طرح اس کا بھی اصول یہ تھا "حکومت کے قیام کے لئے ہر بات جائز ہے" اور "حکومتیں رحم وعدل سے نہیں بلکہ قہر وتعزیر سے قائم ہوتی ہیں"!

اس عہد کے عرفاء وصلحاء، حجاج کو خدا کا قہر وعذاب خیال کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری کہا کرتے تھے "حجاج، اللہ کا عذاب ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں کے زور سے دُور کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ خدا سے تضرع وزاری کرو۔ کیونکہ اُسنے فرمایا ہے "ولقد اخذناهم بالعذاب فما استکانوا لربهم وما یتضرعون"

یہی سبب ہے کہ جوں ہی اُس کی موت کی خبر سُنی گئی حضرت حسن اور عمر بن عبد العزیز سجدے میں گر پڑے۔ "اس امت کا فرعون مرگیا!" بے اختیار ان کی زبانوں سے نکل گیا!

اب دیکھنا چاہئے اس جابر وقہرمان انسان نے موت کا مقابلہ کیونکر کیا؟ جس گھاٹ ہزاروں مخلوق کو اپنے ہاتھوں اُتار چکا تھا، خود اسمیں کیسے اُترا؟

بیماری

عراق پر ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں حجاج بیمار ہوا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہوگئے تھے۔ اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ گئی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگاکر رکھدی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی!

موت پر خطبہ!

جب زندگی سے نااُمیدی ہوگئی تو حجاج نے گھر والوں سے کہا "مجھے بٹھادو اور لوگوں کو جمع کرو" لوگ آئے تو اُسنے حسب عادت ایک بلیغ تقریر کی۔ موت اور اُسکی سختیوں کا ذکر کیا، قبر اور اُس کی تنہائی کا بیان کیا، دنیا اور اُس کی بے ثباتی یاد کی، آخرت اور اُسکی ہولناکیوں کی تشریح کی، اپنے گناہوں اور ظلموں کا اعتراف کیا پھر یہ شعر اُس کی زبان پر جاری ہوگئے:

ان ذنبی وزن السموات والارض   وظنی بخالقی ان یحابی

میرے گناہ آسمان اور زمین کے برابر بھاری ہیں، مگر مجھے اپنے خالق سے امید ہے کہ رعایت کرے گا۔

فلئن من بالرضاء فهو ظنی   ولئن مر بالکتاب عذابی

اگر وہ اپنی رضامندی کا احسان مجھے دے تو یہی میری امید ہے لیکن اگر وہ عدل کرکے میرے عذاب کا حکم دے۔

لم یکن ذاک منه ظلماً   وهل ظالم رب یرجی بحسن مآب؟

تو یہ اُس کی طرف سے ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ربّ ظلم کرے جس سے صرف بھلائی ہی کی توقع کی جاتی ہے؟

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔ موقعہ اس قدر عبرت انگیز تھا کہ مجلس میں کوئی بھی اپنے آنسو روک نہ سکا!

خلیفہ کے نام خط

اس کے بعد اُسنے اپنا کاتب طلب کیا اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کو حسب ذیل خط لکھوایا:

"اما بعد، میں تمھاری بکریاں چراتا تھا۔ ایک خیرخواہ گلہ بان کی طرح اپنے آقا کے گلے کی حفاظت کرتا تھا۔ اچانک شیر آیا، گلہ بان کو طمانچہ مارا، اور چراگاہ خراب کرڈالی۔ آج تیرے غلام پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو ایوب صابر پر نازل ہوئی تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ جبار وقہار اس طرح اپنے بندے کی خطائیں بخشنا اور گناہ دھونا چاہتا ہے!"

پھر خط کے آخر میں یہ شعر لکھنے کا حکم دیا:

اذا ما لقیت اللہ عنی راضیاً   فان شفاء النفس فیما هنالک

اگر میں نے خدا کو اپنے سے راضی پایا تو بس میری مراد پوری ہوگئی

فحسبی بقاء اللہ من کل میت   وحسبی حیاة اللہ من کل هالک

سب مرجائیں مگر خدا کا باقی رہنا میرے لئے کافی ہے! سب ہلاک ہوجائیں مگر خدا کی زندگی میرے لئے کافی ہے!

لقد ذاق هذا الموت من کان قبلنا   ونحن نذوق الموت من بعد ذلک

ہم سے پہلے یہ موت چکھ چکے ہیں، ہم بھی اُنکے بعد موت چکھیں گے!

فان مت فاذکرنی بذکر محبب   فقد کان جمّاً فی رضاک مسالکی

اگر میں مرجاؤں تو مجھے محبت سے یاد رکھنا، کیونکہ تمھاری خوشنودی کے لئے میری راہیں بے شمار تھیں۔

والا، ففی دبر الصلوة بدعوة   یلقی بها المسجون فی نار مالک

یہ نہیں تو کم سے کم ہر نماز کے بعد دعا میں یاد رکھنا کہ جس سے جہنم کے قیدی کو کچھ نفع پہنچے۔

علیک سلام اللہ حیاً ومیتاً   ومن بعد ما تحیا عتیقاً لمالک

تجھ پر ہر حال میں اللہ کی سلامتی ہو، جیتے جی، مرے پیچھے، اور جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ!

سکرات موت کے شدائد

حضرت حسن بصری عیادت کو آئے تو حجاج نے اُن سے اپنی تکلیفوں کا شکوہ کیا۔ حسن نے کہا "میں تجھے منع نہیں کرتا تھا کہ نیکوکاروں کو نہ ستا، مگر افسوس تو نے نہیں سُنا" حجاج نے خفا ہوکر جواب دیا "میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ اس مصیبت کے دُور ہونے کی دعا کر۔ میں تجھ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خدا جلد میری روح قبض کرلے اور اب زیادہ عذاب نہ دے!"

اسی اثناء میں ابو منذر یعلی بن مخلد مزاج پرسی کو پہنچے۔ "حجاج! موت کے سکرات اور سختیوں میں تیرا کیا حال ہے؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اے یعلی!" حجاج نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیا پوچھتے ہو؟ شدید مصیبت! سخت تکلیف! ناقابل بیان الم! ناقابل برداشت درد! سفر دراز! توشہ قلیل! آہ! میری ہلاکت! آہ! میری ہلاکت اگر اُس جبار وقہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا!"

ابو منذر کی بے لاگ تقریر

ابو منذر نے کہا "اے حجاج! خدا اپنے اُنھیں بندوں پر رحم رکھتا ہے جو رحم دل اور نیک نفس ہوتے ہیں۔ اُس کی مخلوق سے بھلائی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو فرعون و ہامان کا ساتھی تھا۔ کیونکہ تیری سیرت بگڑی ہوئی تھی۔ تو

قيمت في نسخه بقم ا.ه

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے که

اور آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تجربات

کیا آپ تجارت کرنی جانتے هیں ؟

M. R. MARSDEN & CO

برونو مولر اینڈ کو - برلن

BRUNO MULLER & CO. M. B. H

Berlin-W.

Post No.

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 14, RAJA NUBKISSEN CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR MAULANA ABUL KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۰ کلکتہ : جمعه ۲۰ - صفر ۱۳٤٦ هجری جلد ۱
Calcutta : Friday, 19, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ۔ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارىين الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۵۸۳ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٦۰	اردو حروف کی حق مین	۱۹۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۱۱۱	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۷۹	نستعلیق هون	٤۳

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

الرسالة

کسي موقعه پر بھي اُنھوں نے میري زبان سے کوئي ایسا لفظ سنا جو اُس سے مختلف تھا، جسکا میں اپني کتابوں میں اعلان و اشتھار کرتا رھا ھوں ؟ وہ صاف صاف کھیں، اُنکي دلیلیں، اُنکي نکتہ چینیاں، اُنکا تمسخر، کبھي میرے عقیدے میں کوئي تزلزل پیدا کر سکا ھے ؟ وہ بتائیں ، کبھي ، ایک لمحہ کیلیے، اُنھوں نے محسوس کیا کہ میں کوئي ایسا عقیدہ یا خیال رکھتا ھوں جو علي الاعلان دنیا کے سامنے ظاھر نھیں کرتا ؟ ھاں، میں اپنے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کو ایک ساتھہ دعوت دیتا ھوں - دوستوں کو دوستي کا واسطہ دیتا ھوں - دشمنوں کو دشمني کي قسم دیتا ھوں - بے رو و رعایت، بے خوف و خطر، مردانہ وار میدان میں آئیں، اور جو کچھہ بھي میري نسبت کہہ سکتے ھیں، بے کھٹکے کہہ ڈالیں ! میں اپنے دوستوں اور دشمنوں ، دونوں کي شرافت و دیانت پر بغیر کسي پس و پیش کے بھروسہ کرتا ھوں - میں اپني پوري شرافت اُنکے سامنے رکھ دیتا ھوں - میں ھرگز کسي سے بحث اور حجت نھیں کرونگا - جو کچھہ بھي وہ کہہ دینگے، بے چون و چرا تسلیم کر لونگا !"

(انبیاء کرام کي عظمت)

" میں اُن تمام انسانوں کي عزت کرتا ھوں جنھوں نے مذاھب و ادیان قائم کیے ھیں - وہ سب عظیم کمال اور اعلی فضائل کے مالک تھے ۔ اُنکي عظمت و فضیلت ھمیشہ محترم و مسلم رھے گي - سب کا دعوی تھا کہ وہ خدا کے پیغامبر ھیں - ممکن ھے وہ حقیقت میں پیغمبر ھوں یا نہ ھوں سب لوگ کوئي ایک دعوی تسلیم نھیں کرا سکتے - دلائل یکساں طور پر سب کي دسترس میں نھیں ھیں - لیکن اگر وہ وحي الرابع پیغمبر نہ بھي ھوں، جب بھي اِس سے یہ لازم نھیں آتا کہ وہ ابطال اور دجال ھوں - کون کہہ سکتا ھے کہ [illegible] میں مسلسل فکر اور فضائل کا غیر منقید عشق انساني روح کو کس حد تک پہنچا دے سکتا ھے ؟ منطق کو کیا حق ھے کہ مداخلت [illegible] معاملہ عامیانہ سطح پر لے آئے ؟ غیر متناھي بلندي [illegible] کے بعد ھمارا سر چکرا جاتا ھے اور ھماري نظریں اشیاء کو [illegible] حقیقي شکل میں دیکھنے سے قاصر ھو جاتي ھیں "

(معجزات)

معجزات پر روسو نے لکھا تھا " یا للعجب ! ھمیشہ آدمیوں ھي کي گواھیاں ! آدمي ، اپنے ھي جیسے آدمیوں سے سنتے ھیں اور دوسرے آدمیوں کو سناتے ھیں ! میرے اور خدا کے درمیان آدمیوں کے [illegible] کتنے واسطے قائم ھوگئے ھیں ؟ "

اِس پر اُسقف نے اعتراض کیا تھا " اور آدمیوں کي گواھي معتبر نھیں تو ھم پوچھتے ھیں - مؤلف نے اسپارٹا ، ایتھنز، اور روم کو کیونکر جانا ... ؟ "

روسو جواب دیتا ھے :

" اگر معاملہ اِس درجہ اھم نہ ھوتا ، یا میں اے آقا ، آپکا اِس درجہ احترام نہ کرتا ھوتا ، تو آپ دیکھتے ، آپ کے اِس طرق استدلال نے میرے لیے اپنے ناظرین کو ھنسانے کي کیسي عمدہ فرصت مہیا کردي تھي - لیکن حاشا و کلا ! میں ھرگز اُس لہجہ سے دست بردار نھیں ھونگا جو اِس موضوع بحث کے لیے ضروري ھے، اور اُس شخص کے مرتبہ کے لایق ھے جس سے تخاطب کي عزت حاصل کرنے پر مجبور ھوگیا ھوں - میرے لیے اسی قدر کافي ھے کہ آپ کي غلطي ظاھر کردوں "

" میں نہایت عاجزي سے جناب والا کو یاد دلاتا ھوں - بے شک یہ بالکل معقول ھے کہ انساني معاملات انساني شہادتوں سے طے کیے جائیں ، کیونکہ اُن کے ثابت ھونے کا اِس کے سوا کوئي طریقہ موجود نھیں - بلا شبہ میں نے اسپارٹا اور ایتھنز کو آدمیوں ھي کي شہادتوں سے جانا - لیکن میں بہ ادب دریافت کرتا ھوں کہ میرے اور خدا کے درمیان اِن واسطوں کي کیا ضرورت ھے ؟ کیا ضرور ھے کہ یہ واسطے مجھہ سے اتنے دور ھوں کہ خود اُن کے جاننے کے لیے ، مجھے اور بہت سے انساني واسطے تلاش کرنے پڑیں ؟ کیا یہ معقول ھے کہ خدا ، جان جاک روسو سے گفتگو کرنے کے لیے ھمیشہ ایک موسی (علیہ السلام) کو ڈھونڈھتا پھرے ؟ "

" پھر یہ بھي نھیں بھولنا چاھیے کہ اسپارٹا پر ایمان لانا ضروري نھیں ھے - اگر کوئي اُس پر ایمان نہ لائے تو لعنت کا مستحق نھیں ھو جائیگا - اسپارٹا کے وجود پر شک کرنے کي وجہ سے ھرگز کوئي دوزخ کا کندا نھیں بن جا سکتا - لیکن اگر ایک شخص دیني تعلیمات کي تصدیق نھیں کریگا تو اسکے لیے ابدي عذاب ھے - جس بات کے نہ ماننے کي اتني بڑي سزا ھو، ضروري ھے کہ اسکے ماننے کے ذرائع و دلائل بھي اسي مناسبت سے قطعي اور واضح ھوں "

" کوئي بات بھي جو ھماري چشم دید نھیں [illegible] بغیر معقول دلیل کے ثابت نھیں ھو سکتي - اور ھر بڑي [illegible] بڑي روایت بھي صدق و کذب کي محتمل ھے ...... "

" اگر معجزات خود میں نے اپني آنکھوں سے دیکھے ھوتے ، جب بھي میں اِس غیر معقول طریق ایمان سے انکار کر دیتا - سحر کي تصدیق میرے لیے اِس سے نھیں آسان ھے کہ خدا کے کلمہ کي غیر معقول طریقہ پر تصدیق کروں "

(موجودہ مسیحیت)

اِسکے بعد روسو موجودہ مسیحي دین پر اظہار خیال کرتا ھے :

" اُسقفوں اور پادریوں نے مسیحیت کو اُسکي اصلي روح سے محروم کردیا ھے - اب یہ سوال نھیں کیا جاتا کہ ایک مومن فرائض و واجبات کہاں تک انجام دیتا ھے ؟ اور نیکي میں اُسکي دوڑ کہاں تک ھے ؟ سوال صرف یہ ھوتا ھے کہ وہ کس فرقہ کے خرافات (جنھیں غلط طور پر " عقائد " کا نام دیدیا گیا ھے) مانتا ھے ؟ وہ کیتھولک ھے یا پروٹسٹنٹ ؟ تم سے یہ کوئي نھیں پوچھیگا کہ خدا سے ڈرتے بھي ھو یا نھیں ؟ لیکن ھر کوئي اِس بات پر تمھاري جان لینے کیلیے طیار ھوجائیگا کہ تم فلاں ولي کي کرامت کے قائل بھي ھو یا نھیں ؟ دین اپني اصلي شکل میں صاف ، سادہ ، ستھرا تھا - آجے اِن جبہ پوشوں نے خرافات و خزعبلات اور غیر مفھوم قیل و قال کا غیر مرتب مجموعہ بنا دیا ھے - اگر تم اِس تمام کثافت سے جو آج کل دین کے نام سے موسوم ھے ، از سر تا پا آلودہ ھو، تو بس، تم مومن کامل ھو، اب تمھیں کسي نیکي کي ضرورت باقي نھیں رھي - سیدھے آسمان کي بادشاھت (جنت) میں داخل ھوجاؤگے ! "

" انساني جماعت کو دین سے کیا فائدہ حاصل ھو سکتا ھے ، جبکہ دین اتني پست سطح پر آجاے ؟ اِس صورت میں دین کا مقصد کیا رہ جاتا ھے ؟ صرف یہ کہ انسانوں میں بغض و عداوت کي تخم ریزي کرے ، اور خونریز میدانوں کا سامان بہم پہنچائے ! بلا شبہ جب دین اِس حالت میں آجاے تو اُسکے وجود سے اُسکا عدم کہیں زیادہ بہتر ھے - ھمیں کوشش کرني چاھیے

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتین

انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثه

جان جاک روسو

اسقف کا جواب

(۳)

(وحدانیت یا تعدد ؟)

اسقف نے لکھا تھا " ... وحدانیت اسکے (روسو) خیال میں ایک حقیر مسئله هے اور کسی طرح بھي اسکي عقل میں نهیں آسکتا - لیکن متعدد خداؤں کا تصور اسکي عقل کے نزدیک معقول هے ... "

روسو جواب دیتا هے :

" متعدد خداؤں کا اس نے ذکر کیا ؟ اے میرے آقا اسقف ! تجهه پر میرا صبر ٹوٹ رہا هے ، میں نے یه کب کہا ؟ بے شک تمہاري دلي آرزو یہي هوگي که میں اس درجه احمق هوتا ، اور اس طرح کي احمقانه گفتگو کرتا - لیکن اگر میں ایسا احمق هوتا تو تمہیں میرے " عالمانه رد " لکھنے کا یه موقع بھي حاصل نه هوتا ! "

" بلا شبه میں نہیں جانتا کائنات کیوں بنی هے ؟ اور کیونکر بنی هے ؟ میرے سوا جو لوگ معرفت کے مدعي هیں ، وه بھي اس باب میں مجھه سے زیاده علم نہیں رکھتے - لیکن میں صاف دیکھتا هوں که اس تمام حرکت کا سرچشمه ایک هي وجود هے - تمام کائنات ایک هي رخ رکھتي ، اور ایک هي قسم کے مقاصد پورے کر رهي هے - یه اس حقیقت کي روشن دلیل هے که کوئي ایک هي ذات ارادہ کر رہا هے ، اور کوئي ایک هي کارفرما قوت عمل پیدا کر رهي هے - اس ارادے اور اس قوت کو میں ایک هي ذات سے منسوب کرتا هوں ، کیونکه یه دونوں باهم متفق هیں ، اور ان دونوں کو ایک هي ذات کا خاصه سمجھنا ، دو ذاتوں کي طرف منسوب کرنے سے زیاده معقول هے - تعدد ، صرف اسي وقت ممکن هے ، جبکه ثابت هو جائے که کوئي دوسري قوت موجود هو - لیکن کائنات میں کوئي اس قسم کا ثبوت موجود نہیں - یه خیال سراسر وهم هے که خیر کا خالق اور شر کا خالق ایک نہیں هوسکتا - جس چیز کو هم شر سمجھتے هیں ، وه علي الاطلاق شر هي نہیں - شر محض مجھے انکار هے - یه امتیازي شر بھي خیر سے برسر پیکار نہیں هے ، بلکه نظام عالم کي تکمیل میں خیر کا ممد و معاون هے "

(روسو کا عقیده)

اسکے بعد روسو اپني کتاب اور اپنے شخصي عقیدے کي طرف متوجه هوتا هے :

" اب میں وه سبب بیان کرتا هوں جس نے مجھے یه کتاب شائع کرنے پر مجبور کیا - اس تمام شور و غوغا کے باوجود بھي میں اس کتاب کو اپنے عہد کي ... تسلیم کرتا هوں - آگے ... حکومتوں کے فیصلے ، مذهبي پیشواؤں کے فتوے ، مجھے هرگز مرعوب نہیں کرسکتے - وه میرے لب و لہجه میں هرگز کوئي تبدیلي پیدا نہیں کرسکتے - نه تو لاهوتي ، ایمان کي ریاکارانه تلقین کرکے مجھے جھوٹا بناسکتے هیں ، نه فلاسفه مجھے منافقت کا طعنه دیکر الحاد پر آماده کرسکتے هیں - میں برابر اپنے دین کا اعلان کرونگا ، کیونکه میں دین رکھتا هوں - میں ببانگ دهل اسے شہرت دونگا ، کیونکه مجھه میں اعلان و اشتہار کي شجاعت موجود هے - آه ! میں نے کتني تمنائیں کیں که سب لوگوں میں اتني هي شجاعت هوتي ! اگر سب میں اتني شجاعت هوتي ، تو انسانیت کو کتنا نفع پہنچتا ؟

(" حضرت مسیح کا شاگرد ")

" اے میرے آقا ! میں مسیحي هوں - میں اخلاص کے ساتھه انجیلی مذهب کا مسیحي هوں - هاں میں مسیحي هوں ، لیکن پادریوں کا شاگرد نہیں هوں ، بلکه خود مسیح (علیه السلام) کا شاگرد هوں - میرا استاد ، کتابوں کي عبارتوں پر بحث نہیں کرتا تھا ، لیکن عمل پر نظر رکھتا اور عمل هي پر زور دیتا تھا - اس نے همیں جس ایمان کي تلقین کي هے ، اس کے قواعد و اصول بہت زیاده اور پیچ در پیچ نہیں هیں - صرف گنتي کے چند موتي باتیں هیں - لیکن اس نے جس نیکي کي تعلیم دي هے ، اس کي شاخیں بے شمار اور اسکي راهیں بے حساب هیں - اسنے همارے ایمان میں موشگافیاں نہیں کي هیں ، لیکن عمل صالح کي پورے شرح و بسط سے تفسیر کي هے - اس نے ایمان کیلیے صرف دو تین موٹي موٹي باتیں ضروري ٹہرائي هیں ، لیکن عمل کي نیکي کیلیے کوئي گنتي نہیں بتائي هے ، کیونکه عملي نیکیاں ان گنت هیں - اس نے جہاں کہیں ایمان کے نمونوں پر زور دیا هے ، وهاں ایمان سے زیاده ان کے اعمال بتائے هیں - اس نے اپني اور تمام نبیوں کي تعلیم کا لب لباب اس ایک جمله میں بیان کر دیا " اپنے بھائي سے محبت کرنا ، پورا دین هے ! "

(دوستوں اور دشمنوں کو دعوت)

اسکے بعد لکھتا هے :

" مجھے همیشه خلوت کي پر مسرت زندگي حاصل نہیں رهي - لوگوں سے ملنے جلنے پر بھي مجبور هوتا رها هوں - میري هر طبقه کے لوگوں سے ملاقات هے - میں نے مختلف سیاسي اور دیني جماعتوں کے لوگ دیکھے هیں - میں مومنوں سے بھي ملا هوں اور ملحدوں سے بھي - میں نے علماء بھي دیکھے هیں ، جہلاء بھي - متعصب بھي دیکھے هیں ، غیر متعصب بھي - سنجیده بھي میري صحبت میں بیٹھے هیں ، اور مسخرے بھي - میرے دوست بھي بہت هیں اور دشمن بھي - میں دنیا میں تمام آدمیوں کو ، جنهوں نے مجھے کبھي دیکھا یا جانا هے ، گلا پھاڑ پھاڑ کر پکارتا اور دعوت دیتا هوں - وه سامنے آئیں ، اور میرے عقیدے کي بابت جو کچھه جانتے هوں ، برملا کہه ڈالیں ! وه جرأت سے بڑھیں ، اور بتائیں ، کبھي ، کسي حال میں بھي انهوں نے میرے عقیدے میں کوئي تبدیلي دیکھي یا محسوس کي ؟ قہوه خانے کي صحبتوں ، کھانے کي میز کي نشستوں ، بے تکلفي کي ملاقاتوں ، سنجیده یا مذاق کي گفتگوؤں ، غرضکه کبھي



سر کونن ڈائل

لومبروزو (Lombroso) جو اٹلي کا مشهور ماهر طبیعیات هے اور جس نے باسٹیور کے بعد جراثیم کے علم کي تدوین کي ' نه صرف اس کا معترف هوا بلکه اس موضوع پر ایک رساله بهي لکهکر شائع کیا - کیمیل فلا ماریاں (Camille Flammarian) آنیسویں صدي کے علماء فلکیات میں نهایت سر برآورده عالم تها - غالباً چار پانچ سال پہلے اُس کا انتقال هوا هے - یه نه صرف اِسکا معترف تها بلکه نهایت پر جوش معتقد تها - اُسکي آخري دو کتابیں اسي موضوع پر هیں اور یورپ کي تمام زبانوں میں شائع هو چکي هیں - پروفیسر هکسلي ' ڈاکٹر لوئس ' سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' پروفیسر ژولنر ' ڈاکٹر ربیر ' ولیم لیو پولڈ وغیرهم ' جو انیسویں صدي کے دائرهٔ علم و نظر کے مسلم ارکان تهے ' کم و بیش اس کا اعتراف کرچکے هیں -

امریکه کے مشاهیر علم و نظر میں چارلس نارٹن اور ولیم ڈاسن جو شکاگو یونیورسٹي (امریکه) میں علم النفس (سائکولوجي) کے استاد تهے ' اسکي تصدیق و حمایت میں برابر مقالات و رسائل شائع کرتے رهے - انگلستان کے عام مشاهیر سیاست و ادب میں مسٹر بالفور اور مسٹر اسٹیڈ (سابق محرر ریویو آف ریویز) کا نام بهي اسکے معتقدین کي فہرست میں مشهور هو چکا هے - مسٹر اسٹیڈ نے تو روحاني سوال و جواب کا ایک باقاعده دفتر کهول دیا تها - اُنکے عالم ارواح کے دوستوں میں سب سے زیاده مشهور دوست اسکاٹ لینڈ کي " مارگریٹ " تهي - اُسکا بیان تها که وه مارگریٹ کے ذریعه عالم ارواح کي تمام ضروري شخصیتوں سے نامه و پیام کر لیا کرتے هیں !

موجوده عهد کے مشاهیر اهل علم میں چارلس الیٹ ' ولیم جیمس ' جیمس هیزلوپ ' اور سر آلیور لاج Oliver Lodge خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هیں - چارلس الیٹ اور ولیم جیمس هارورڈ یونیورسٹي (امریکه) میں علم النفس کے استاد هیں ' جیمس هیزلوپ کولمبیا یونیورسٹي (امریکه) میں علوم عقلیه کے مستند ماهر تسلیم کیے جاتے هیں ' اور سر آلیور لاج کي علمي شهرت محتاج بیان نهیں - یه تمام علماء اس مذهب پر علمي تیقن کے ساتهه اعتقاد رکهتے هیں اور اُسکي اشاعت و تبلیغ انکي تحریر و تقریر کا موضوع بحث هے - سر آلیور لاج کا لڑکا پچهلي عالمگیر جنگ میں قتل هوگیا تها - اُن کا بیان هے که مرنے کے بعد هي اُس کي روح نے اِنهیں مخاطب کیا ' اور اب بهي وه جب چاهیں ' اُسے بلا سکتے هیں اور اس سے سوال و جواب کر سکتے هیں !

(سر کونن ڈائل)

لیکن موجوده زمانے کے مغربي روحانیین میں شاید هي کسي اهل علم نے اس تبلیغي جوش و سرگرمي کے ساتهه اس مذهب کا اعتقاد ظاهر کیا هوگا ' جیسا که کچهه عرصه سے انگلستان کے مشهور افسانه نویس سر کونن ڈائل Conan Doyle کي شخصیت میں ظاهر هوا هے - عالمگیر جنگ یورپ کے بعد سے لیکر اس وقت تک ' بمشکل کوئي مہینه ایسا گزرا هے ' جس میں سر ڈائل کي کوئي نه کوئي تحریر و تقریر اس موضوع پر شائع نه هوئي هو - حال میں انگلستان کي انجمن روحانیئین نے ایک نهایت دلچسپ مجموعه باره مقالات کا شائع کیا هے - اِن میں سے آٹهه مقالات سر ڈائل کے لکهے هوے هیں - یه کتاب پچهلي ڈاک سے همیں وصول هوئي هے اور اس موضوع پر افکار و تاثرات کا ایک دلچسپ مجموعه هے -

موجوده انگریزي علم ادب میں سر کونن ڈائل کا نام اُن کے مخصوص مذهب افسانه نویسي کي وجه سے اس قدر مشهور هوچکا هے نه شاید هي کوي افسانه نویس اس قدر مشهور هوا هو - انهوں نے فن سراغ رساني کي افسانه نویسي میں ایک نئے مذهب (اسکول) کي بنیاد ڈالي اور " شرلاک هومز " کے نام سے اُس کے حیرت انگیز کارنامے قلمبند کیے - اُن کے قلم سے اگرچه مختلف معاشرتي اور نفسیاتي مواضیع پر بہت سے افسانے نکل چکے هیں ' لیکن انکي شهرت کي اصلي تاریخ شرلاک هومز کے کارناموں هي سے شروع هوي - ان افسانوں کي مقبولیت کا اندازه صرف اس بات سے کیا جا سکتا هے که شرلاک هومز کا جو فرضي مکان نمبر ۱۰ - بیکر اسٹریٹ لندن میں دکهایا گیا تها ' وه هزاروں لاکهوں انسانوں کے دماغ میں ایک حقیقي شے کي طرح موثر هو چکا هے ' اور جب کبهي سیاحان عالم پهلي مرتبه لندن جاتے هیں تو یه جانتے پر بهي که " شرلاک هومز " محض ایک فرضي سراغ رساں سیرة (کیرایکٹر) هے ' اپني طبیعت کو اس جذبه سے نهیں روک سکتے که ایک مرتبه بیکر اسٹریٹ جاکر کسي ایسے مکان کي زیارت کرلیں جسکا نمبر دس هو !

احمد رباض بے " عبد الحمید ثاني و دور سلطنتي " (یعني سلطان عبد الحمید ثاني اور اسکے عهد حکومت کي تاریخ) میں لکهتا هے که سلطان موصوف شرلاک هومز کے کارناموں کے اسقدر شائق تهے که حکم تها ' جونهي کوئي نیا افسانه شائع هو ' فوراً ترکي میں ترجمه کرکے پیش کردیا جاے - ایک خاص شخص ادیب بے اس کام پر مامور تها - آخري زار روس کي نسبت بهي بیان کیا گیا هے که وه کہتا تها " مجهے کتابوں کي قسم میں سے کوئي چیز بهي دل پسند نہیں هے - الا شرلاک هومز "

یهي شرلاک هومز کا مصنف اب دنیا میں عالم ارواح کا سب سے زیاده پرجوش و سرگرم نقیب اور داعي هے !

(سر کونن ڈائل کے مقالات)

جس نئي کتاب کا هم نے ابهي ذکر کیا هے ' اسکے آٹهه مقالات دراصل سر کونن ڈائل کے روحاني اعتقاد کي پیدایش و تکمیل کي مسلسل داستاں هیں - پہلے مقاله میں اُس نے بتلایا هے که کس



روح کا سٹل اپ سفید دهوبي کي شکل میں جیسا که اس مذهب کے معتقدین کا خیال هے

مطبوعات جدیده

که دین کو اِس پستي سے نکالیں - انسانیت کے هم پر حقوق هیں - یهی حقوق همیں مجبور کرتے هیں که دین کو خرافات سے پاک کرکے اصلي صورت میں پیش کردیں - تمهاري یه سزائیں' دهمکیاں ' پهانسیاں ' اور آگ کے شعلے همیں هرگز مرعوب نهیں کرسکتے "

(عهد جدید کي پیشین گوئي)

" جب لوگوں کي آنکهوں پر سے پرده اُٹهیگا اور حقیقت نظر آئیگي تو بلاشک و شبه وه موجوده دین کو حقارت کے ساتهه ٹهکرا دینگے - کیونکه یه حقیقي دین نهیں هے - وه سب سے پهلا کام یه کرینگے که اِن خود غرض اور ریاکار پیشواؤں کے احترام سے انکار کردیں - وه ان سے کهینگے : تم هي نے همارا دین بگاڑا' اور تم هی هماري شقاوت کا سبب هو - جب وه مبارک زمانه آئیگا تو اُس کا سب سے زیاده مبارک عمل یهي هوگا "

(خاتمه)

اپنا جواب روسو اس عبارت پر ختم کرتا هے :

"اے اُسقف اعظم ! تم اور تمهارے گروه کے لیے باتیں بنانا بهت آسان هے - تم لوگ اپنے حقوق کے سوا دوسروں کے حقوق نهیں جانتے - تمهیں صرف وهي قانون معلوم هیں جن سے غیروں کو جکڑتے هو - خود اپنے نفس کے مقید کرنے والے قانون تمهاري کتاب میں نهیں لکهے گئے - تم صرف اتنے هي پر قانع نهیں هو که عدالت و انصاف سے بالاتر رهو' بلکه انساني عواطف و جذبات کا بهي اپنے تئیں پابند نهیں سمجهتے - تم کمزور پر تکبر سے ظلم کرتے هو' اور تم سے کوئي باز پرس نهیں کرتا - لوگوں کي توهین تمهارے لیے ویسي هي آسان هے ' جیسي انکے لئے تمهاري سنگ دلي سهل هے - تم همیں اِس طرح روندتے هو جس طرح خاک روندي جاتي هے - تم کبهي همیں آگ میں جلاتے هو' کبهي سولي پر چڑهاتے هو' کبهي صرف توهین و تذلیل پر اکتفا کرلیتے هو - تمهارے قهر و غضب کیلیے ضروري نهیں که هم سے کوئي خطا بهي سرزد هوئي هو - اگر تمهاري مصلحت کا اقتضا یهي هے تو پهر اثبات جرم کے لیے کسي بات کي ضرورت نهیں - اور همیں شکایت کرنے کي بهي اجازت نهیں - اگر هم اِسکي جرأت کریں که اپني براءت اور تمهاری غلطي ظاهر کریں ' تو هم گستاخي کے مجرم قرار دیے جاتے هیں !"

(اُسقف سے آخري خطاب)

"اے میرے آقا ! آپ نے مجهه پر علانیه طعن و تشنیع کي - بلکه مجهے گالیاں بهي دے ڈالیں - اگر میري طرح آپ بهي کوئي معمولي آدمي هوتے اور میں اپني کتاب کے ساتهه آپ کو عدالت کے سامنے لے جا سکتا ' تو آپ دیکهه لیتے که عدالت کا فیصله آپ کے حق میں اُتنا هي سخت هوتا ' جتنا سخت یه گناه هوا هے - لیکن آپ ایک ایسي جماعت میں سے هیں ' جو منصف و عادل هونے سے همیشه کے لیے مستثنی کردي گئي هے - رها میں ' تو میں ایک محض بے حقیقت آدمي هوں - مجهے اتنا اور کهنے کي اجازت دیجیے که آپ دیني پیشوا هیں - انجیل کے عالم هیں - آپ کا فرض هے که مخلوق کو اُس کے فرائض کي تعلیم دیں - لیکن یه تعلیم خود اپنے نفس سے شروع هوني چاهیے - آپ کو ایک لمحه کے لیے سوچنا تها که میرے معامله میں آپ کا فرض کیا تها ؟ اور کهانتک تها ؟ میں نے اپنا فرض ادا کردیا - اب کچهه کهنے کو باقي نهیں رها ' اِس لیے چپ هوجاتا هوں ! "

استحضار و مخاطبات ارواح

(عالم ارواح اور سر کونن ڈائل کے نئے مباحث)

قارئین الهلال اس سے بے خبر نه هونگے که اُنیسویں صدي کے وسط میں استحضار و مخاطبات ارواح (روحوں کے آنے اور مختلف محسوس ذرائع سے سوال و جواب کرنے) کا جو مذهب امریکه میں ظاهر هوا تها' وه برابر نشوؤ نما پاتا رها ' اور اِس وقت یورپ اور امریکه میں اُس کے معتقدوں کي ایک بهت بڑي جماعت موجود هے - اس جماعت میں هر درجه اور هر طبقه کے آدمي پائے جاتے هیں - فلسفهٔ و حکمت کے ماهر' علوم و فنون کے اساتذه ' علمي و صناعي انکشافات و اختراعات کے مشاهیر ' ادب و کتابت کے مسلم ارکان ' عام اهل قلم و نظر؛ کوئي حلقه ایسا نهیں هے جهانتک اس اعتقاد کے اثرات نه پهونچ چکے هوں - اسکے اصول و قواعد مدون هو چکے هیں ' بے شمار کتابیں لکهي جا چکي هیں ' تحقیقات و تجارب کے با قاعده مجامع کام کر رهے هیں ' پچاس سے زیاده اخبارات و رسائل صرف اسي موضوع پر شائع هورهے هیں ' ایک مکمل مذهب علمي کي شکل میں قواعد و مبادیات مرتب هوگئے هیں ' اور معامله نے اس حد تک اهمیت حاصل کرلي هے که وقت کے بعض اکابر اهل علم نے اپنے درس و نظر کے لیے صرف یهي موضوع منتخب کرلیا هے !

اُنیسویں صدي کے اواخر کے علماء میں سے پروفیسر رسل ویلز نے جو ناموس نشوؤ ارتقا کے اکتشاف میں ڈارون کا معاصر و شریک تها ' صاف صاف لفظوں میں اسکا اعتراف کیا تها ' اور اسے عصر حاضر کے خوارق سے تعبیر کیا تها - پروفیسر ولیم کروکس نے جو انگلستان کا سب سے بڑا عالم کیمیا تسلیم کیا گیا هے ' اور جس نے سب سے پهلے ماده کے اشعاع کي حقیقت معلوم کي اور برق کے لیے وه نیا آله ایجاد کیا جو اُسي کے نام سے مشهور هے ' کئي ماه کي تحقیقات و امتحان کے بعد یه راے قائم کي تهي که " مخاطبات ارواح کے مشاهدات نا قابل انکار هیں" ڈاکٹر میرس (Muers) اور رچرڈ هاڈسن کیمبرج یونیورسٹي میں علم النفس کے مسلم اساتذه تهے - ان دونوں نے بهي بغیر کسي جهجهک کے اپنے اعتراف کا اعلان کردیا تها - پروفیسر

اردو طباعت کا مسئلہ اور افکار و آراء

(تصویر کا دوسرا رخ)

یہ اس تصویر کا ایک خاص رخ تھا جو سر کونن ڈائل اور اُن کے ہم مشرب دیکھہ رہے ھیں ' لیکن اِس کا دوسرا رخ بھي ھے ' اور اگر اُس پر نظر ڈالي جاے تو یہ معاملہ اسقدر سہل و آسان نہیں رھتا کہ سر کونن ڈائل کي طرح کسي غیر آباد مکان میں بھوتوں اور روحوں کے " موتّي لاٹھي سے میز ٹھونکنے " کا شور سنکر فیصلہ کر دیا جاے !

جہانتک اس مذھب کے مخالفین و منکرین کا تعلق ھے ' دور حاضر کی تین جماعتیں ھمارے سامنے آتي ھیں :

(۱) عام علماء مادیئین جنھوں نے اس معاملہ کو اس درجہ اھمیت ھي نہیں دي کہ اس پر توجہ کي جاے -

(۲) ایک بڑي تعداد اُن علماء مادیئین کي جنھوں نے اسپر بحث کي ھے ' اور اس نتیجہ پر پہنچے ھیں کہ علمي اصول پر " اثبات " کے حد تک یہ معاملہ نہیں پہنچا ھے -

(۳) بعض اھل علم جنھوں نے خصوصیت کے ساتھہ اس مذھب کا مطالعہ کیا اور عرصہ تک تحقیقات میں مشغول رھے ' اور بالاخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ استحضار ارواح کا معاملہ اس سے زیادہ اھمیت نہیں رکھتا کہ یا تو کمزور طبائع کا انفعالي تاثر ھے ' یا خوش اعتقادي کا ذھني فریب ' یا چند ایسے شعبدہ گروں کي شعبدہ گري جو جدید علم کیمیا اور فنون عجیبہ کي مدد سے زیادہ بہتر اور محفوظ قسم کا شعبدہ دکھلا سکتے ھیں -

صحیح راے قائم کرنے کیلیے ضروري ھے کہ معتقدین ' متوقفین ' اور منکرین ' تینوں کے مباحث و دلائل پر نظر ڈالي جاے - ھم آئندہ کسي موقع پر شرح و بسط کے ساتھہ اس موضوع پر اپنے مطالعۂ و نظر کے نتائج شائع کرینگے -

ضروری اطلاع

جو حضرات الھلال وي - پي - پارسل کے ذریعہ طلب فرماتے ھیں ' اُنھیں معلوم ھونا چاھیے کہ وي - پي کا روپیہ منی ارڈر کي طرح وقت پر وصول نہیں ھوجاتا - اکثر دیر ھوجاتي ھے ' اور چونکہ روپیہ کي وصولي کے بعد ھي خریدار کا نام رجسٹر میں درج کیا جا سکتا ھے ' اسلیے اسوقت تک پرچہ جاري نہیں ھوتا جب تک روپیہ وصول نہ ھو جاے - اگر اس وجہ سے اجراء میں دیر ھوجاتي ھے تو اس میں دفتر کي مجبوري ظاھر ھے - اس کا علاج یہي ھے کہ قیمت بذریعہ مني ارڈر بھیج دي جاے -

منیجر

اردو ٹائپ

ایک مراسلۃ

آپ نے ۲۹ جولائي کے " الھلال " میں پہلے صفحہ پر اردو ٹائپ کے متعلق ایک اعلان شایع کیا ھے اور اس بارے میں رائیں طلب فرمائي ھیں - اپني راے آپ نے یہ دي ھے کہ جس ٹائپ میں الھلال چھپتا ھے یعني جو ٹائپ صفحہ ۳ سے استعمال کیا گیا ھے وہ اعلان مذکور کے ٹائپ سے بہتر ھے - مجھے بھي اس سے اتفاق ھے - لیکن اس ٹائپ میں بھي اصلاح اور ترمیم کي گنجایش اور ضرورت ھے - یہ مان کر کہ اردو کي لیے ٹائپ کي اشد ضرورت ھے اس بارے میں اپني راے عرض کرتا ھوں -

سب سے اول ایک اصول کي بات بتانا ضروري ھے - چونکہ اب یہ سوال اٹھایا گیا ھے اسلیے نہایت ضروري ھے کہ پنجاب اور یو - پي - کے تعلیمي محکموں سے سب سے پہلے استصواب کیا جائے - پنجاب کي نسبت مجھے زیادہ واقفیت ھے - یہاں تعلیمي اور سرکاري مطبوعات کي کتابت کے خاص قاعدے وضع کئے جاچکے ھیں جن پر برسوں سے عمل ھو رھا ھے -

بہتر تو یہ ھوتا کہ آپ اپنے اعلان کے ساتھہ تمام حروف تہجي اور علامات وغیرہ کي ساري شکلیں جو آپ کے مجوزہ ٹائپ میں ھیں دیدیتے تاکہ راے دینے والوں کو آساني ھوتي - خیر ' سردست جو کچھہ میري سمجھہ میں آیا عرض کیا جاتا ھے -

" مد " کي علامت آپ کے ٹائپ میں صرف خفیف سي فتحہ کي علامت کي شکل میں پائي جاتي ھے - جیسي صفحہ ۳ کالم اول کي اخیر سطر میں " آخر " پر موجود ھے - یہ علامت زیادہ واضح اور نستعلیق کے الف ممدودہ کي سي ھوني چاھیے - اعلان مذکور یعني صفحہ اول میں جو علامت " آج " پر لگائي گئي ھے کیوں نہ اسي کو اختیار کیا جائے ؟ وہ بہت صاف اور واضح ھے -

تشدید کي علامت اس ٹائپ میں نہیں پائي جاتي - یہ اضافہ ھوني چاھیے -

جزم کي علامت بھي اس ٹائپ میں نہیں پائي جاتي - یہ بھي اضافہ ھوني چاھیے -

شین معجمہ اس ٹائپ سے غایب معلوم ھوتا ھے - سین مہملہ پر نقطے لگا کر کام چلایا گیا ھے - اسے کیوں خارج کیا جائے ؟

آجکل کتابت اور املا کا مسلمہ قاعدہ یہ ھے کہ صرف ھائے مخلوط التلفظ دو چشمي لکھي جاتي ھے - مگر آپ کے ٹائپ میں اس کا لحاظ نہیں - اِس کے بنانے والے ذوق کے " کتابت والے " کے ھم مشرب معلوم ھوتے ھیں جن سے شیخ مرحوم کو یہ شکایت تھي :

ھائے رے حسرت دیدار میري ھائے کو بھي
لکھتے ھیں ھائے دو چشمي سے کتابت والے

ہے کو کیوں ھے لکھا جائے ؟ یہ ضرور ھے کہ اس کلمہ کو ھائے ھوز سے لکھیں تو نیچے ایک شوشہ بڑھانا پڑیگا کیونکہ یہ حرف جب

طرح پہلے پہل اُسے مذهب مخاطبات ارواح كي طرف توجه هوئي' اور كس طرح ايک جاحد منكر كي جگه وه مصدق معتقد بن گيا - دوسرے ميں اپنے متعدد تجربے اور مشاهدے بيان كيے هيں - تيسرے اور چوتهے ميں منكرين كے وجوه انكار پر بحث كي هے - پانچويں سے ليكر آٹهويں مقاله تک كا موضوع عالم مادي و روحي كے علائق هيں اور اس ضمن ميں اُن امكانات كي نهايت دلنشيں تصوير كهينچي هے جو بيان كرده علائق كي ترقي سے دنيا كي معنوي زندگي ميں ايک عظيم الشان انقلاب پيدا كر دينگے !

(سركونن ڈائل كا بيان)

پہلے مقاله كا خلاصه حسب ذيل هے :

" سنه ١٨٨٦ - سے پہلے ميں جنوبي افريقه ميں طبابت كرتا تها - اُس وقت ميرے عقائد كا يه حال تها كه اُن لوگوں پر هنستا تها جو روح كے مصطلحه وجود پر يقين ركهتے هيں - ميں خيال كرتا تها كه اِس سے زياده بے عقلي اور وهم پرستي كي آور كوئي بات نهيں هوسكتي -

ميں بهي آج كل كے تمام جديد تربيت يافتوں كي طرح سائنس پر ايمان ركهتا تها - ميرا مذهب ' مذهب مادي تها - ميرا اعتقاد تها كه روح ' بجز اسكے كچهه نهيں كه جسم كے وظائف و تركيب هي كا ايک نتيجه هے ' اور عقل كا مركز دماغ ميں هے - ميرا يقين تها كه دوائيں انساني طبيعت ميں تبديلي پيدا كر سكتي هيں - اور اُسے نيک اور بد بنا سكتي هيں - اُس وقت كبهي ميرے ذهن ميں يه موٹي سي بات نهيں آئي كه ايک ماهر موسيقي هميشه ماهر موسيقي هي رهيگا اگرچه اُسكي بانسري ٹوٹ جائے - زياده سے زياده يه هوگا كه وه اپنا هنر ظاهر نه كر سكے گا ' ليكن اُسكا كمال اُس ميں بدستور موجود رهيگا -

سب سے پہلے جس كتاب نے ميرے خيالات ميں تبديلي پيدا كي اور مجهے الحاد و ماديت سے نكالا ' وه " ميرز " كي كتاب " شخصيت انساني " هے - يه كتاب اس لائق هے كه اُن كتابوں ميں سے شمار كي جائے جنهوں نے انساني افكار كا بهاؤ ايک طرف سے دوسري طرف پهير ديا هے - مثلاً ڈارون كي كتاب اصليت انواع اور بيكن كي كتاب منطق جديد -

اِس كتاب كے مطالعه كے بعد ميں نے انتقال فكري كے تجربے شروع كيے - ميرے ايک دوست مسٹر پال كو بهي اِس موضوع سے بڑي دلچسپي تهي - ميں اُنكے پيچهے بيٹهه جاتا اور كاغذ پر بعض نقشے بناتا - مجهے هر مرتبه يه ديكهكر حيرت هو جاتي تهي كه وه ميرے بنائے هوئے نقشے بعينه اپنے كاغذ پر اتار ليتے تهے ' حالانكه وه ميرا كاغذ نهيں ديكهتے تهے - پهر ميں نے يه تجربه بهي كيا كه وه دوسرے مكان ميں بيٹها كريں - ليكن پهر بهي ميں نے ديكها وه نقشوں كي بالكل صحيح نقل اتار ليتے تهے !

اُس وقت مجهے يقين هوا كه عقل كو دماغ كا ويسا فعل سمجهنا صحيح نهيں هو سكتا جس طرح هم صفره كو جگر كا فعل سمجهتے هيں -

اِسكے بعد ميں نے تهياسوفي كا مطالعه شروع كيا - ميں نے ديكها كه اِس تحريک كي علم بردار اور رهنما مدام بليوٹسكي ذهين مگر مكار عورت هے - ليكن اِس دروغ گو عورت كي موجودگي سے اِس تحريک پر حرف نهيں آسكتا - يه ايک صحيح تحريک هے - يه ضرور ترقي كريگي - مگر اُسي وقت ' جب اسكے اركان وه چولا اتار دينگے جو اِس عورت نے اسے پهنا ركها هے ' اور اِس تحريک كے حقيقي سر چشموں تک پہنچينگے جو مشرق كي سرزمين پر موجود هيں -

پهر ميں نے وه تمام كتابيں پڑهيں جو علماء عقليات نے مذهب كے خلاف لكهي هيں - ليكن مجهے كوئي تشفي نهيں هوئي كيونكه وه كبهي ايجابي بات كہتے هي نهيں - اُنكے پاس جو كچهه هے سلبي اور انكاري هے -

مدت تک دنيا كي دوسري مشغوليتوں اور مسلسل سفر ميں رهنے كے بعد پهر مجهے اِس اهم موضوع كے ليے مهلت ملي - بتدريج مجهه ميں يه خيال پيدا هونے لگا كه هماري اس زندگي كے علاوه كوئي آور مخفي زندگي بهي ضرور موجود هے ' اور وه شايد هماري زندگي سے زياده لطيف اور خوشگوار هے -

سنه ١٨٩٢ يا سنه ٩٣ ميں انجمن علوم نفسيه نے مجهے اور ڈاكٹر اسكاٹ اور مسٹر بوڈمر كو ايک مكان كي تحقيقات كيلے بهيجا - اِس مكان كے متعلق مشهور تها كه اُس ميں روحيں رهتي هيں اور شور و هنگامه برپا كيا كرتي هيں -

هم دو رات اِس مكان ميں رهے - پہلي رات كوئي واقعه نهيں هوا - دوسري رات ڈاكٹر اسكاٹ مايوس هوكر چلے گئے - صرف ميں اور مسٹر بوڈمر ره گئے - هم نے هر طرح كے دهوكے سے بچنے كا پورا انتظام كرليا تها - زينه پر تار بچها دیے تهے تاكه ادنى سي حركت كا بهي هميں علم هو جائے -

ٹهيک آدهي رات كو هم نے اچانک سخت شور سنا - ايسا معلوم هوا ' گويا كوئي ميز كو موٹي لاٹهي سے پيٹ رها هے - هم نے فوراً دروازه كهولا اور باورچي خانه كے طرف دوڑ پڑے جہاں سے آواز آرهي تهي - مگر هميں سخت حيرت هوئي - باورچي خانے كا دروازه اور كهڑكياں بالكل بند تهيں - زينه پر بچهے هوے تار بهي اپني جگهه سے نهيں هٹے تهے !

اِسكے بعد رات بهر هم نے كوئي آواز نهيں سني -

اِس واقعه كے چند سال بعد يه مكان جل گيا - اُسكا باغ كهودا گيا تو زمين سے دس برس كے ايک لڑكے كي هڈياں نكليں - يه رات كا شور در حقيقت اِسي لڑكے كي روح كا شور تها - وه اِسي گهر ميں قتل هوا تها اور اُسكي روح اس ميں رهنے والوں كو پريشان كيا كرتي تهي -

اِس سلسله ميں يه نظريه بہت سے لوگوں كے سامنے هے كه اگر كسي جوان آدمي كي زندگي كسي غير طبيعي اچانک حادثه سے تلف هو جائے ' تو اُسكي روح كي حيويت موت كے بعد بهي باقي رهتي هے اور عجيب عجيب صورتوں ميں ظاهر هوتي هے "

كانن ڈائل نے آخر ميں لكها هے " اِس قسم كے بے شمار واقعات مشاهده كرنے كے بعد ميں نے اِس علم كا وسيع مطالعه كيا - يهانتک كه اب مجهے اِس پر پورا يقين هوگيا هے - ميرا اعتقاد هے كه روحوں سے گفتگو كي جاسكتي هے "

اس كے بعد كے مقالات ميں وه تجربے اور مشاهدے به تفصيل بيان كيے هيں جو سالها سال تک وه " اپنے اذعان و تشفي كيليے " جمع كرتا رها - پهر اُن اعتراضات اور شكوک كے جوابات دیے هيں جو اُن كے خيال ميں منكرين مذهب استحضار كے " بنيادي " اعتراضات هيں -



جهپائي اور سياهي وغيره مساله كا صرف لابدي طور پر كس ميں زياده هوتا هے ؟ تائپ ميں يا ليتهو ميں ؟ يه ياد رهے كه اگر تائپ ميں طباعت كا صرف ليتهو سے بہت زياده هوا تو كاتب جو تائپ كي وجه سے بيكار هوگئے هونگے ' كتابت كي اُجرت كا نرخ گهٹا دينگے ' اور اس طرح تائپ كي ترويج عام ميں مزاحم هونگے ' كيونكه سب كاتب تو كمپوزيٹر بن جانے سے رهے -

آخر ميں يه عرض كرنا هے كه ميں نہيں سمجها اعلان مذكور ميں آپ نے عربي كے ساتهه فارسي اور تركي زبانوں كو بهي " سامي " كيسے قرار ديا ؟ يه تو كوئي بات نہيں كه اگر ان دونوں زبانوں كا املا دهنے سے بائيں كو چلتا هے اور عربي كا بهي يهي حال هے جو حقيقت ميں سامي زبان هے ' تو يه دونوں زبانيں بهي سامي بنائي جائيں - غالباً آپ عجلت ميں فارسي اور تركي زبانوں كو سامي كهه گئے -

آپ كا مخلص

برج موهن دتا تريه - كيفي دهلوي

الهلال :

يه اور بعض ديگر مراسلات جو اس باب ميں آئي هيں ' شائع كردي جاتي هيں - جناب كيفي نے اس معامله ميں جو دلچسپي لي هے اور اپنے خيالات تفصيل سے ظاهر كيئے هيں ' اسكے ليے هم اُن كے شكر گذار هيں - ليكن اس تحرير سے معلوم هوتا هے كه اردو تائپ كے اقسام ' اُس كي تاريخ ' اور اُس كي فني اور صناعي مشكلات اُن كے سامنے نہيں هيں - ضرورت هے كه ايك مرتبه به تفصيل يه امور واضح كردیے جائيں - هم إن مراسلات كي اشاعت كے بعد اس موضوع پر به تفصيل اپنے خيالات ظاهر كرينگے -

البته دو باتيں ايسي هيں جنهيں اسي وقت واضح كرديدا ضروري هے - صاحب مراسلة لكهتے هيں " خود آپ نے اپني پسند اُس تائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں رساله كمپوز هوتا هے " حالانكه واقعه يه هے كه اُس تائپ كي نسبت ظاهر كي هے جس ميں پہلے صفحه كا اعلان كمپوز هوا هے -

فارسي اور تركي كے سامي نه هونے كي نسبت اِنهوں نے جو كچهه لكها هے صحيح هے ' اور اُن كے متنبه كرنے كے بعد عبارت پر نظر ڈالي گئي تو واقعي يه غلطي موجود هے - دراصل مقصود يه تها كه فارسي اور تركي بهي سامي رسم الخط ميں لكهي جاتي هيں - يه مطلب نه تها كه يه زبانيں بهي سامي هيں -

سات عجائب عالم

جديد علم آثار و تنقيب كى روشني مين

ايك زمانے ميں دنيا كي سب سے زياده عجيب اور مشهور چيزيں سات " عجائب عالم " سمجهي جاتي تهيں - قديم دنيا كي كتب تواريخ ميں ' سياحت ناموں ميں ' نظر و فكر كے عام مباحث ميں ' بول چال كي ضرب المثلوں ميں ؛ هرجگه ان سات عجيب چيزوں كا ذكر برابر آتا هے :

(۱) اهرام مصر
(۲) بابل كے معلق باغ
(۳) اسكندريه كا ساحلي منارہ
(۴) ڈائنا كا مندر
(۵) مسولوس كا مقبره
(۶) روڈس كا مجسمه
(۷) مشتري كا مجسمه

قديم يوناني اور عبراني مورخوں كي زباني ان عجائب كي تفصيل دنياے جديد كے تاريخي اوراق تك پهنچي هے - بعض قديم آثار كے كتبوں ميں بهي اِنكي طرف اشارات پائے گئے هيں - آخري عهد كے بعض حكماء يونان و اسكندريه نے مشتري كے مجسمه اور معبد كا ذكر ايسے موقعوں پر كيا هے ' جب اُنهيں عجائب و غرائب كيليے كسي قريبي اور معروف تمثيل كي ضرورت هوي هے - مثلاً ايك حكيم ' افلاطون كي تعريف كرتے هوئے لكهتا هے :

" وه انسان هونے پر بهي صرف ايك هي مرتبه پيدا هوسكا ' جس طرح مشتري كا مجسمه پتهرسے بنائے جانے پر بهي صرف ايك هي مرتبه بن سكا هے ! "

(عرب مورخين كي تصريحات)

عربي مورخين كے علم و نظر كي وسعت اُن كے پيش رووں كے اِس مشهور خيال سے بے خبر نہيں رهسكتي تهي - اُنهوں نے بهي " سات عجائب عالم " كا جابجا ذكر كيا هے ' اور يوناني علم ادب كي طرح عربي ادب و محاضرات كي بهي يه ايك ضرب المثل هوگئي هے - مشهور عرب جغرافيه نويس ابو عبد الله ادريسي منارۂ اسكندريه كا ذكر كرتے هوئے لكهتا هے " يه اُن سات عجيب عمارتوں ميں سے ايك تهي جن كي تمام دنيا ميں شهرت رهچكي هے "

عربي ادبيات ميں غالباً كسي ايك كتاب ميں اِن كے حالات نہيں لكهے گئے - ابن النديم كئي كتابوں كا ذكر كرتا هے جو " عجائب دنيا " پر لكهي گئي تهيں - ليكن نہيں كها جاسكتا اُن

لفظ کے شروع میں آئے تو شوشه لابد ہے- درمیان اور آخر میں نہیں - معلوم یه هوتا ہے که عربي کے املا میں چونکه هائے هوز کا دوچشمي شکل میں استعمال بہت تھا بلکه وہ همیشه دوچشمي هي لکھي جاتي ہے جبکه وہ آخر کلمه نہو' اسي کا اتباع اردو تائپ میں کیا گیا- اردو کے مروجه قاعدۂ املا کے مطابق تو آپ کے جریدہ کا نام هي غلط لکھا هوا ہے - لوح کو تو جانے دیجیے کیونکه وهاں "الهلال" خط نسخ میں ہے اور اس لیے هائے دوچشمي ہے - لیکن هر صفحه پر جو جریدہ کا نام درج ہے وہ تو نسخ نہیں بلکه اردو خط میں ہے - مگر یہاں بھي هائے دوچشمي هي استعمال کي گئي ہے- یه قاعدہ مذکور کے مطابق غلط ہے - آپ کے تائپ میں هائے هوز جہاں دوچشمي نہیں وهاں عجیب مروڑ والي شکل اختیار کرتي ہے- جیسے صفحه ۳ کالم ۲ میں "چہرے" اور "نہیں" کا چہرہ بگاڑا گیا ہے - حالانکه یہي هائے هوز اسي کالم میں مضمون "علم الاثار مصر" کي اول سطر میں "پہلے" کي شکل میں بہت خوب اور صحیح لکھي گئي ہے - متشابه موقعوں پر هائے هوز کو اس "پہلے" کي شکل میں هي کیوں نه لکھا جائے ؟

نون غنه جب لفظ کے آخر میں آیا ہے اوس میں نقطه نہیں دیا گیا - یه بالکل درست ہے- لیکن یہي نون غنه جب کلمه کے بیچ میں واقع هو تو کسطرح لکھا جائیگا ؟ اس وقت کے املا میں اس پر الٹا جزم لگاتے هیں - مگر جزم آپ کے یہاں ہے هي نہیں -

میں نہیں کہه سکتا که کسرۂ اضافت کا وجود آپ کے تائپ میں ہے که نہیں -

کشش اکثر قاعدۂ نستعلیق قدیم و املاے جدید کے خلاف پائي جاتي ہے - جیسے مضمون مذکور کي چوتھي اور پانچویں سطروں میں "رکھتے" اور "کردیتے" میں "ی" سے پہلے واقع هوئي ہے -

املاے قدیم اور جدید دونوں کا مسلمه اصول ہے که حروف کے امتزاج میں کوئي شوشه فالتو نہیں هوتا - مثلاً "بدتا" میں تین شوشے یا دندانے هونگے - اگر آپ ایک اور دندانه بڑھا دیں تو املا کي غلطي کے علاوہ قاري کو زحمت هوگي- اسي مضمون کي گیارهویں سطر میں "ایجاد" کا لفظ آیا ہے - اس میں "ی" اور جیم کے درمیان ایک دندانه یا شوشه تائپ میں پیدا کردیا ہے جو نہونا چاهیے - اگر یه کمپوزیٹر کا تصرف نہیں تو اسکي اصلاح هوني چاهیے -

. کوئي وجه نہیں که هاے هوز آخر کلمه ' نسخ میں لکھي جائے ' جیسي که "آثار عتیقه" میں لکھي ہے- "نہ" کي شکل آپ کے تائپ میں "نه" ہے جو نستعلیق نہیں - یه کیوں ؟

"یا" آخر کلمه کي تین صورتیں هوتي هیں : یاے معروف - یاے مجہول - یاے مفتوح - آپ کے تائپ میں صرف دو موجود هیں - یاے معروف گول لکھي گئي ہے - یه ٹھیک - لیکن یاے مجہول و مفتوح دونوں لمبي هیں - یه ٹھیک نہیں - جب یا کي ایک اور شکل همارے پاس موجود ہے - یعني نصف دایرہ یا کٹي هوئي ' تو کیوں نه اُسے بھي استعمال کیا جائے ' تا که یاے مفتوح و یاے مجہول باهم متمیز هو جائیں ؟

اردو تائپ چونکه کہیں نہیں موجود ہے ' اس لیے همکو یه موقع میسر ہے که اُس کي اصلاح و ترمیم کرکے ایسا ایک مکمل هندوستاني قومي تائپ بنائیں جو لیتھو کي جگه لے - اور کیا پبلک اور کیا سررشتۂ تعلیم' دونوں اُسے قبول کرلیں - آپ کے تائپ میں "یا" آخر کلمه کے نیچے بھي دو نقطے دیے جاتے هیں - مگر آپ کے اخبار کے اسي نمبر کے اُس حصه میں جو کاتب کا لکھا هوا ہے ' ایسي "ی" کے نیچے نقطے نہیں دیے گئے - یه دو عملي کیا معني ؟ ان دو نقطوں کي ضرورت کیا ہے ؟ کاتب کا وقت اور پریس کي سیاهي فضول کیوں خرچ هو؟ جرمني کا اردو تائپ بھي اسي اسراف کا مرتکب ہے - دیوان غالب جو وهاں سے تائپ میں چھپ کر آیا ہے' اوس میں چند ایسي بد عنوانیاں نظر آئیں جو شاید آپ کے تائپ میں نہیں هیں - اس کتاب کا صفحه ۱۲۱ ملاحظه فرمائیں - اِس کے آخر میں ایک نا مکمل غزل ہے :

رهیے اب ایسي جگه چل کر جہاں کوئي نہو :

زباں کوئي نہو

"کوئي" کا لفظ چار جگه تو ردیف کا جز بنکر آیا ہے اور دو جگه مصرعوں کے متن میں - پانچ جگهه تو اس حرف کي شکل اور شان یکساں ہے ' لیکن ایک جگه اُن سے نرالي شان میں لکھا گیا ہے :

"پڑیئے" گر بیمار تو کوئي نہو بیمار دار

سمجھه میں نہیں آتا که ایک هي لفظ اور ایک هي تحریر اور ایک هي معني میں دو شکلیں کیونکر اختیار کر سکتا ہے ؟ یه بد عنواني نه هوني چاهیے - اسي غزل کے مطلع کے دوسرے مصرع میں "هم سخن" کا لفظ آیا ہے - لفظ "سخن" میں "س" اس انداز سے "خ" کے ساتھه ملایا گیا ہے جس طرح حرف شناس بچے لکھا کرتے هیں - حروف کي ملاوٹ کا یه طریق پسندیدہ نہیں -

اردو تائپ کي وکالت کرتے هوئے مطمح نظر صرف یہي نه هونا چاهیے که ارباب صحافت کو کاتبوں کي ناز برداري سے نجات ملے' اور اخبار و جراید جلد اور ایک هي خط میں چھپ جائیں - بلکه آپ کا فرض ہے که اسے ایک قسم کا قومي ادارہ تصور فرمائیں - اور آج کل کے مروجه طرز املا پر کچھه ترقي کریں - نه یه که اس کي ضروریات بھي پوري نہوں - مبتدیوں کے لیے اردو کا قاعدہ بھي چھپیگا اور علما کي تصانیف عالیه بھي - اس لیے یه ایسا هونا چاهیے که انشا کي تمام ضروریات اس سے پوري هو جائیں ' اور یه فن املا کا کماحقه نمایندہ بنکر کتابت کا نعم البدل ثابت هو-

اور مولانا ! اس کا بھي خیال رکھیے که آج کل انساني مصروفیت کے هر شق میں جمالیت کا بڑا زور اور رسوخ ہے - جو تائپ تجویز هو' وہ خط نستعلیق کے برابر تو دیدہ زیب هونا چاهیے - یه کیا هوا که بچوں کے کتکھنے یا کیڑے مکوڑے کاغد پر چھاپ کر پیش کردیے- میں کوئي وجه نہیں دیکھتا که تائپ وضع کرتے وقت خوبصورتي کا خون کیا جائے - کیا وجه ہے که نستعلیق کي نقل نه کي جائے ؟ کیوں اسے اول جلول بنایا جائے ؟ آپ کے تائپ میں تمام دائرے بد نما اور چپٹے هیں - کیوں نه گول هوں ؟ اخر اِس میں کون سي دقت حایل ہے ؟

میں دیکھتا هوں که آپکے تائپ میں بڑي سرخیاں نسخ میں هیں- یعني اردو تائپ کے ساتھه ایک مطبع کو نسخ کا تائپ بھي رکھنا پڑیگا- یه دو عملي بد عملي کا حکم رکھتي ہے- خفي و جلي کے کئي درجے قائم کرکے تمام و کمال تائپ نستعلیق میں هونا چاهیے -

میں پھر عرض کرونگا که سب سے پہلے آپ یه کیجیے که تائپ رائٹر کے "کي بورڈ" کي طرح آپ کے تائپ میں جو جو چیزیں هیں' اُن سب کا نمونه ایک صفحه پر چھپوا کر شایع فرمائیے تاکه پته چلے اس میں کیا کچھه ہے اور کیا نہیں ہے -

تائپ سے متعلق ایک اقتصادي پہلو بھي ہے جسے نظر انداز نہیں کر سکتے - یعني یه بھي دیکھنا ہے که کاغذ اور اس کے ساتھه

کي تعمير کس زمانه ميں هوئي تهي ؟ چهٹي صدي قبل مسيح ميں يه مندر پهر گر پڑا اور يونانيوں نے عوام سے روپيه جمع کرکے تيسري مرتبه تعمير کيا -

پانچويں صدي قبل مسيح ميں يوناني مورخ هيرودوٹس نے يه عمارت ديکهي تهي - وه لکهتا هے :

" پورا مندر سنگ مرمر کا هے ' اور اُن قديم مندروں سے ' جن کي بنيادوں پر قائم هوا هے ' چارگنا زياده وسيع هے - چاروں طرف سنگ مرمر کے ستونوں کي قطاريں هيں ' اور هر زاويه ميں آٹهه آٹهه مزيد ستون هيں - هر ستون کي بيٹهک يوناني تصويروں سے آراسته کي گئي هے "

سنه ۳۵۶ ق م ميں مشهور ظالم بادشاه هيروسٹراٹس کو خيال هوا که کوئي ايسا کام کر جائے جس سے اُس کا نام تاريخ ميں يادگار رهے- اُس نے اس مندر کي عمارت يک قلم برباد کردي - کيونکه دنيا کي اِتني عجيب اور قيمتي عمارت کا برباد کرنے والا يقيناً تاريخ کے حافظه ميں فراموش نهيں هوسکتا - اُسي وقت سے يوناني زبان ميں يه ضرب المثل مشهور هوگئي هے " اگر شهرت کے ليے ڈائنا کا مندر بنا نهيں سکتے تو اسے برباد کرڈالو "

ليکن يونانيوں کو يه معبد اس درجه عزيز تها که وه اس کي عدم موجودگي برداشت نهيں کرسکتے تهے - انهوں نے پهر از سر نو تعمير شروع کي اور قومي سرمايه سے مصارف کا انتظام کيا - بيان کيا گيا هے که تمام ملک ميں اس کي تعمير کا جوش اس قدر پهيل گيا تها که عورتوں نے اپنے زيور تک چندے ميں ديديے تهے - اُسي زمانه ميں سکندر اعظم کا اس شهر ميں گزر هوا - اُس نے خواهش کي که اپنے جيب خاص سے پورا عبادت خانه بنوا کر ديوي کي نذر کردے - مگر شهر کے باشندوں نے يه ذلت گوارا نه کي ' اور سکندر کي ناراضي سے بچنے کے ليے يه حيله کرديا که " آپ خود بهي ديوتا هيں ' اور ايک ديوتا کے ليے دوسرے ديوتا کو نذر دينا جائز نهيں "

خيال کيا جاتا هے که سنه ۳۲۳ ق م ميں يه عمارت مکمل هوگئي تهي- يه ۴۲۵ فٹ لمبي تهي- سنگ مرمر کے ۱۲۷ - کهمبے تهے - اور هر کهمبا ۶۰ فٹ بلند تها - پورا عبادت خانه بڑي سليقه مندي سے آراسته کيا گيا تها - بڑے بڑے مصوروں نے تصويريں بنائي تهيں اور اس کے در و ديوار کي آرايش کے ليے بطور چڑهاوے کے پيش کي تهيں- ايک تصوير سکندر اعظم کي بهي تهي - وه اپنے گهوڑے پر سوار دکهايا گيا تها - کها جاتا هے که سکندر نے جب يه تصوير ديکهي تو ناپسند کي- ليکن جب قريب پهنچا تو اُس کا گهوڑا هنهنا اُٹها - اِس پر مصور نے طعنه زني کي راه سے کها : " حضور کا گهوڑا اپنے سوار سے کهيں بهتر فن کي شناخت رکهتا هے " يه قول يوناني زبان ميں ضرب المثل هوگيا تها - يوناني سے يورپ کي زبانوں ميں منتقل هوگيا -

اِسکے بعد سنه ۲۶۰ ع ميں يه مندر پهر برباد هوگيا - اس مرتبه اِسے عيسائيوں نے ڈهايا تها اور اُس پر گرجا بنا ديا تها - مگر يه گرجا بهي زياده عرصه تک قائم نه ره سکا - تهوڑے هي عرصه کے بعد بے نام و نشان هوگيا -

ڈائنا ' ايشيائي ديوي ارٹميس کي مورت هے - اشوريوں نے اسے مومتا يعني مامتا کے جذبات کا مظهر قرار ديا تها - يهي وجه هے که اسکے سينه پر بهت سے پستان دکهائے گئے تهے ' ليکن جب يونانيوں نے اسکي عبادت شروع کي تو اُسکي شکل بدل دي- اُنهوں نے اسے ايک دُلهن ' قوي ' اور جوان عورت کي صورت ميں طيار کيا تها -

(۲)

مقبرۂ موسولس

(The Tomb of Mausolus)

ايشيائے کوچک ميں بدرم نام ايک ساحلي شهر هے - يه عهد مسيحي سے پہلے ايران کے ماتحت تها - سمندر اور پهاڑ کے درميان واقع هونے کي وجه سے اسکا جغرافيائي موقعه اِس قدر محکم هے که باوجود ماتحت هونے کے بهي وه عرصه تک اپني اندروني خود مختاري برقرار رکهه سکا - چوتهي صدي قبل مسيح ميں يهاں ايک بادشاه حکمراں تها - اُسکا نام " موسولوس " تها - اُسنے اپنا پايۂ تخت يهي شهر بدرم قرار ديا تها - اِس شهر کا نام اُس وقت هيلي کارنيسس (Halicarnasous) تها -

سنه ۳۵۳ ق - م - ميں اِسنے وفات پائي - اسکي ملکه ارٹي ميزيا (Artemisia) بهت غمگين هوئي اور کسي طرح بهي تسلي حاصل نه کرسکي- آخر اُس نے اِس طرح اپنا دل بهلانا چاها که اپنے شوهر (بادشاه) کي قبر پر ايک ايسا مقبره طيار کرے جيسا دنيا ميں کهيں موجود نه هو- يه ايک بيوي کے طرف سے اپنے شوهر کيليے وه يادگار محبت تهي' جو آگے چل کر ايک شوهر (شاهجهان اعظم) کے طرف سے اپني بيوي (تاج محل) کيليے قائم هونے والي تهي - دراصل يه مقبره " بيوي " کا " شوهر " پر ايک قرض محبت تها ' جسے سر زمين هند کے ايک وفا پرست " شوهر " شاهجهاں نے ادا کرديا !

چنانچه اُسنے ماهر يوناني معمار جمع کيے - اُنهيں بهت کچهه انعام و اکرام ديا ' اور مقبره بنوانا شروع کيا - ليکن ابهي دو برس بهي پورے نهيں گزرے تهے که فرط غم سے ملکه کا بهي انتقال هوگيا -

مقبره ابهي طيار نهيں هوا تها - معماروں نے باهم مشوره کيا که اب هميں کيا کرنا چاهيے ؟ بالآخر سب کي راے يهي قرار پائي که اس ملکه نے هم پر بڑے بڑے احسان کيے هيں - هميں چاهيے اُن کے شکريه ميں اُس کا نا تمام کام پورا کرديں - چنانچه اُنهوں نے کام جاري رکها ' يهانتک که تعمير ختم هوگئي ' اور ايک ايسا مقبره طيار هوگيا جيسا چشم فلک نے پہلے کبهي نهيں ديکها تها -

اب " موسولوس " يورپ کي تمام زبانوں ميں مقبره کيليے بولا جاتا هے- انگريزي لفظ " Mausoleum " اِسي " موسولوس " سے بنا هے-

مقبره ايک منزل کا تها - اِسي منزل ميں بادشاه کي قبر تهي - چهت پر سفيد سنگ مرمر کے ۳۶ سڈول ستون نصب کيے گئے تهے - اِن ستونوں پر مخروطي شکل کا باره منزلوں کا مناره تها - اِس پر بادشاه کي رتهه بنائي گئي تهي جسے چار اصيل گهوڑے کهينچ رهے تهے - عمارت کي پوري بلندي ۱۴۰ - فٹ تهي -

خود عمارت زياده بلند اور شاندار نه تهي - ليکن سبک اور نازک اِس قدر تهي که حيرت هوتي تهي - مخروطي مناره کي بنياديں جن ستونوں پر قائم تهيں ' وه اِس قدر پتلے تهے که دور سے بالکل نظر نهيں آتے تهے - شبه هوتا تها که عمارت هوا ميں معلق کهڑي هے !

مورخين کا خيال هے که يه مقبره بارهويں صدي عيسوي تک صحيح و سالم موجود تها - اِسي زمانے ميں صليبي فوجوں نے شهر بدرم پر قبضه کيا اور مقبره کے پتهر اکهاڑ کر اپنا قلعه بنانے لگے - پهر سنه ۱۵۲۲ ع ميں جب سلطان سليم نے اِس شهر پر حمله کيا ' تو صليبيوں نے مقبره کے باقي مانده ستون بهي اکهاڑ ليے -

میں اِن عجائب کا بھي ذکر تھا یا نہیں ؟ البتہ تاریخوں ' سفر ناموں' اور تقویم بلدان کي کتابوں میں فرداً فرداً اِن کا ذکر موجود ھے - خصوصاً بابل کے معلق باغوں ' اسکندریہ کے منارہ ' اور مصر کے اھرام (مخروطي مناروں) کا تو نہایت مفصل تذکرہ موجود ھے - ابن جریر طبري ' ابن حوقل' ادریسي ' مسعودي ' ابوعبد للہ البکري (صاحب المسالک و الممالک) ابوعبداللہ غرناطي (صاحب نخبة الاعجاب) ابن جبیر' ابوالفداء ' ابن اثیر ' بیروني ' عبداللطیف بغدادي ' یاقوت حموي ' قزویني ' مقریزي : سب نے اِن کا ذکر کیا ھے - حموي ' بغدادي ' اور مقریزي کے مباحث اھرام مصر اور منارۂ اسکندریہ کے متعلق اس درجہ محققانہ ھیں' کہ جن جن پہلوؤں پر انھوں نے روشني ڈال دي ھے ' اُن پر موجودہ زمانے کي اثري تحقیقات بھي کوئي اضافہ نہیں کرسکتي - حالانکہ مصري آثار کي جدید تحقیقات نے نئے نئے انکشافات کے انبار لگا دیے ھیں -

دنیا کي تمام عجیب اور مشہور چیزوں کي طرح ان عمارتوں کي نسبت بھي عوام میں طرح طرح کے دور از عقل خرافات مشہور ھوگئے تھے ' اور عہد قبل از اسلام کے بعض مورخوں اور سیاحوں نے بھي انھیں قبول کر لیا تھا - لیکن محققین عرب نے پوري دقت نظر کے ساتھ اُن روایات پر نظر ڈالي ' اور بعض کي مشاھدات کي بنا پر اور بعض کي علمي قواعد کي بنا پر تغلیط کي - یاقوت حموي ' بیروني' عبد اللطیف بغدادي ' اور مقریزي : اگرچہ تمام روایات نقل کردیتے ھیں ' لیکن جابجا اُن کي تغلیظ بھي کرتے جاتے ھیں - حموي اور بغدادي نے منارۂ اسکندریہ کا مشاھدہ اور تخطیط کرکے جو کچھ لکھا ھے' اور جس طرح بے اصل روایتوں کي تکذیب کي ھے ' اس سے زیادہ تحقیق آج تک نہیں کي جا سکي -

یاقوت حموی اسکندریہ کے منارہ اور مصر کے عجائب کا ذکر کرتے ھوئے لکھتا ھے " وھذہ أخبار نقلنا ھا کما وجدنا ھا في کتب العلماء وھي بعیدة المسافة من العقل' لایؤ من بھا اِلا من غلب علیه الجھل" یعني یہ تمام روایتیں ھم نے جس طرح علماء کي کتابوں میں پائیں' بجنسہ نقل کردیں' لیکن یہ عقل سے نہایت ھي بعید ھیں' اور انھیں کوئي نہیں مان سکتا' الا وہ شخص کہ اُس کي عقل پر جہل غالب آگیا ھو" آگے چل کر ایک دوسرے موقعہ پر لکھتا ھے " اما خبر المنارة فقد رووا لھا اخباراً ھائلة و ادعوا لھا دعاوي عن الصدق عادلة " یعني منارہ کے متعلق عجیب عجیب باتیں روایت کي گئي ھیں اور طرح طرح کے دعوے کیے گئے ھیں جو سچائي سے ھٹے ھوئے ھیں - پھر جہاں اپنے معائنہ کا ذکر کیا ھے ' وھاں لکھتا ھے " شاھدته في جماعة من العلماء وکل عاد منا متعجباً من تخرص الرواة" یعني میں نے علماء کي ایک جماعت کے ساتھ منارہ کي سیر کي ' اور ھم میں سے ھر شخص جب مشاھدہ کے بعد لوٹا ' تو وہ راویوں کے اوھام و ظنون پر متعجب تھا (معجم البلدان - ا : ٢٤٢) عبد اللطیف بغدادي اور مقریزي کي تصریحات بھي ایسي ھي ھیں - حموي نے منارہ کي تعمیري حالت دیکھکر جو اُس کے عہد تک باقي تھي ' اُس کي شکل و مساحت پر بھي غور کیا تھا اور اس کا نقشہ بنایا تھا - حموي کے بعد کے مصنفین مثلاً قزویني وغیرہ نے اُسي سے منارہ کا نقشہ نقل کیا ھے -

(جدید علم الآثار کي تحقیقات)

اب سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے قدیم آثار کي تحقیقات و تنقیب کا نیا دور شروع ھوا ' اور اس سلسلہ میں ان سات عجائب عالم کي تحقیقات پر بھي انفرادي اور جمعیتي کوششیں مبذول ھوئیں - روڈس ' اسکندریہ ' اور اھرام کي تحقیقات اسقدر دشوار نہ تھي - کیونکہ مقامات معلوم تھے اور محل معین : لیکن بقیہ عمارتوں کي تحقیقات کا کام بہت دشوار تھا - تاھم جستجو جاري رھي ' اور بالاخر تمام ضروري معلومات روشني میں آگئیں -

جہانتک ھمیں معلوم ھے ' اُردو میں ان قدیم عجائب کي جدید اثري تحقیقات پر اِس وقت تک کچھ نہیں لکھا گیا ھے - ھم چاھتے ھیں ' مختصراً انکي تاریخ اور موجودہ اثري تحقیقات ایک دو مقالوں میں بیان کر دیں - یورپ کے اھل قلم ان عجائب کي تاریخ لکھتے وقت عموماً عربي عہد کي تاریخي و علمي تحقیقات نظر انداز کر جاتے ھیں - یا معلوم کرتے ھیں تو اکثر حالتوں میں ناقص اور غیر محققانہ ھوتي ھیں - اس سلسلۂ مقالات سے ایک مقصود یہ بھي ھے کہ جن جن عمارتوں کے متعلق عربي مورخین کي تصریحات موجود ھیں ' وہ اپنے اپنے موقعوں پر نمایاں ھو جائیں -

(١)

ڈائنا کا مندر

The Temple of Diana

ایک قدیم مورخ کا قول ھے :

" میں نے بابل کے معلق باغ دیکھے - مشتري اور روڈس کے مجسمے دیکھے ' اھرام مصر اور موسولس کا عالیشان مقبرہ دیکھا ' لیکن جب میں نے ڈائنا کا سر بفلک مندر دیکھا تو تمام عجائب عالم میري نظر سے گر گئے "

قدیم مورخوں نے دنیا کي سات عجیب چیزوں میں سے کسي کے متعلق بھي اس قدر نہیں لکھا ھے ' جس قدر اِس مندر کے متعلق لکھا ھے - لیکن باوجود اِس کے یہ کیسي عجیب بات ھے کہ دنیا نے سب سے زیادہ یہي چیز فراموش کردي ؟ حتی کہ یہ بھي کسي کو یاد نہ رھا کہ یہ عمارت واقع کس جگہ تھي ؟

سب سے پہلے سنہ ١٨٦٥ع میں ایک انگریز ڈاکٹرووڈ نامي نے شہر افسس میں اس کا پتہ لگایا - اِس کے بعد سنہ ١٩٠٤ع میں برٹش میوزیم نے ایک اور شخص مسٹر ھوگارث کو مزید تحقیقات کے لیے بھیجا - اس شخص نے عرصہ تک تحقیقات جاري رکھي' اور اس نے بعد اپني تحقیقات کے نتائج شایع کیے - اس کا بیان ھے کہ یہ مندر تین پرانے مندروں کے کھنڈروں پر تعمیر ھوا تھا - مندر کي دیواروں کے نیچے تقریباً تین ھزار آثار پائے گئے - یہ مشرقي طرز کے ھیں ' اور اِس بات کي زندہ شہادت ھیں کہ یونان کي صنعتي ترقي دراصل مشرق ھي کي تقلید سے شروع ھوئي تھي -

قدیم یوناني شہر افسس جہاں یہ مندر واقع تھا ' اب بالکل برباد ھوگیا ھے - اس کي جگہ اِس وقت ایک ترکي شہر ایاسو لوگ نامي آباد ھے اور ایشیائے کوچک میں واقع ھے -

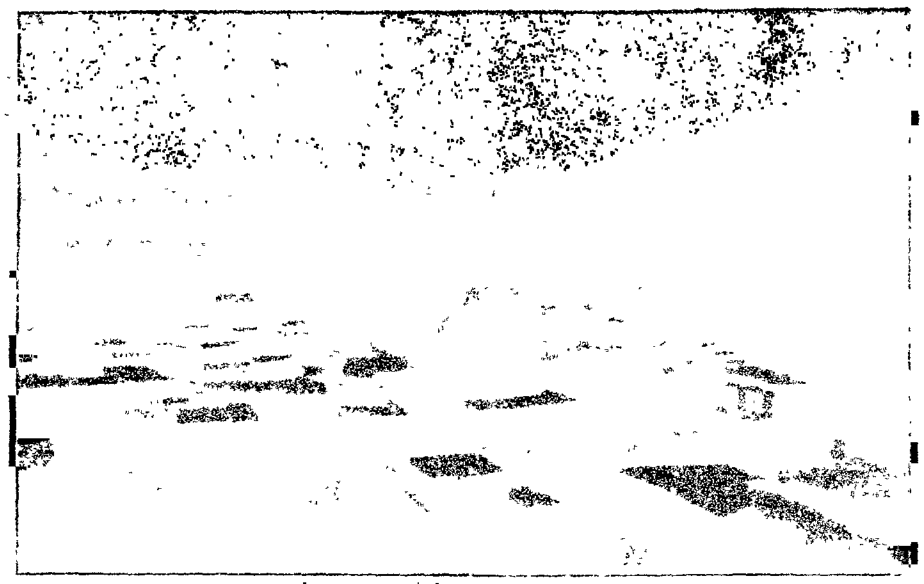
مندر کي تاریخ سنہ ٧٠٠ قبل مسیح سے شروع ھوتي ھے - کیوں کہ اُس کي دیواروں میں بعض ایسي علامتیں موجود ھیں کہ خیال کیا جاتا ھے ' اُن کا تعلق اُسي زمانہ سے ھے -

سنہ ٦٦٠ ق م میں یورپ کي ایک وحشي قوم نے اِس علاقہ پر حملہ کیا اور یہ عمارت برباد کر ڈالي - اِس کے بعد پھر از سر نو تعمیر کیا گیا - مگر زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا - کیونکہ مسالہ خراب لگایا گیا تھا - یہ اب تک تحقیق نہیں ھوسکا کہ دوسري مرتبہ

عالم شرق و اسلام

شامی جہاد وطنی کا التوا

موجودہ عہد کی ایک قومی جد و جہد پر نظر تودیع !



شہر دمشق کا ایک عمومی منظر

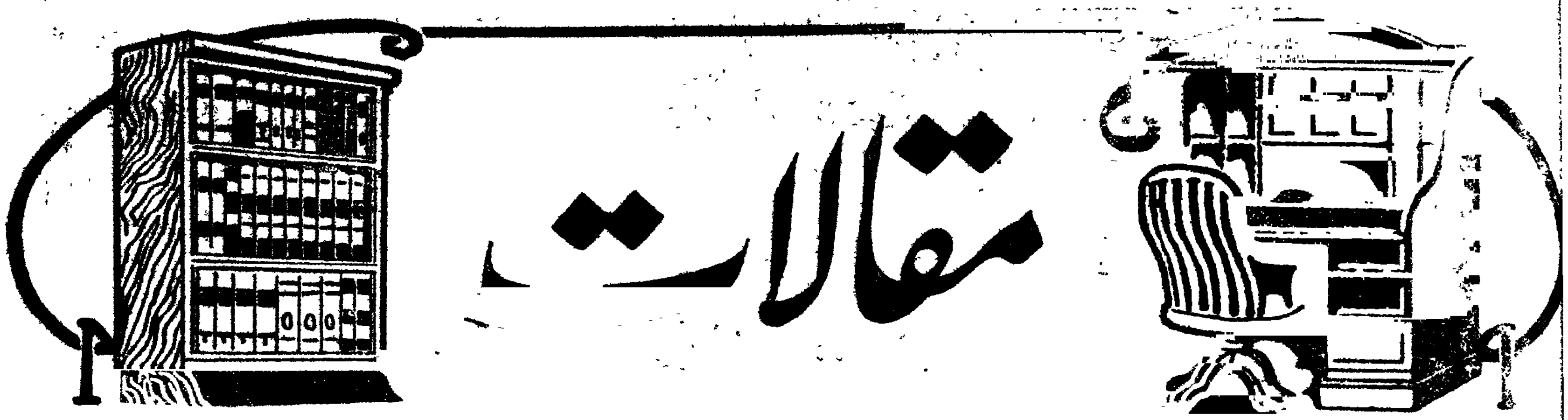
جس کی دو تہائی تاریخی رونق و عظمت فرانسیسی توپوں کی گولہ باری اور فوجی حکام کے قتل و غارت گری سے ہمیشہ کیلیے برباد ہوگئی



سلطان پاشا اطرش اور دروزی مجاہدین کا معسکر سویداء میں



فرانس اعلان کرتا ہے کہ "اب ملک میں امن قائم ہوگیا ہے" مگر یہ "امن" کیونکر قائم ہوا ؟ اس طرح قائم ہوا کہ دمشق کے چاروں طرف اور خود شہر کے اندر، بری تباہ کن مراکب کی صفوں سے ناکہ بندیاں کی گئیں، اور اس طرح "امن" کے لیے قتل عام کا اعلان کیا گیا !



ادب عربی اور جدید مصری مباحث

لیلی مجنون

ایک مصری اهل قلم کي نظری تحقیقات

بلاد اسلامیه کے ادبي و علمي مباحث و افکار کي صدائیں بهت
م هندوستان تک پهنچتي هیں - اول تو یهاں ایسے علمي مجامع کا وجود
ي نهیں جو مشرقي و اسلامي ممالک کے علمي مجامع و محافل
سے تعارف رکهتے هوں - ثانیاً ' عربي کے ادبي و علمي مباحث کے
ذوق سے نه صرف نئي تعلیم یافته جماعتیں بلکه قدیم جماعتیں بهي
قریباً محروم هیں - اس لیے نه تو اِن وادیوں کي اُنهیں خبر هے - نه
ان کي صداؤں کیلیے کوئي ذوق اور دلچسپي رکهتي هیں -

هم چاهتے ' هیں گاه گاه الهلال کے صفحات پر وهاں کے بعض اهم
مصري مباحث کے نمونے شایع کرتے رهیں -

کچهه عرصه سے مصر میں ادب و شعر عربي کي دو متقابل
جماعتیں پیدا هوگئي هیں ' اور اُن میں بحث و مناظره کا
معرکه گرم هے - ایک جماعت متجددین مفرطین کي هے جنهیں
اور اخبارات کي اصطلاح میں ادبي " انتها پسند " (اکسٹریمسٹ
ریڈیکل) کهنا چاهیے - دوسري جماعت ادبي محافظین کي
هے ' جنهیں سیاسي جماعتوں کي تقسیم میں قدامت پسند
(کنسرویٹو) وغیره الفاظ سے یاد کیا جاتا هے - ادب و شعر کي
ان دو اِنتهائي جانبوں نے افراط و تفریط کے عجیب عجیب زاویے
پیدا کردیے هیں - ان دونوں انتهائي جماعتوں کے درمیان بعض
مذهب اقتصاد و اعتدال بهي هیں ' لیکن بهت کم - کیونکه جماعت
ذهني مزاج فکر و عمل کے هر گوشے میں ' اعتدال سے مالوف
نهیں هوتا - افراط و تفریط هي کي طرف مائل رهتا هے -

سیاست کي طرح ادب و شعر میں بهي اِن دو مذهبوں کا ظهور '
هر ملک کے علمي اور فکري عهد کے ذهني خواص میں سے
هے - انیسویں صدي کے اوائل میں جب یورپ کي ادبیات کا
ذهني انقلاب ظهور میں آیا ' تو اُس وقت بهي طریق مدرسیه
(Classic) اور طریق رومانیه (Romantic) کے متبعین میں
کشمکش پیدا هوئي اور انتهائي اطراف نمایاں هوگئے - البته یورپ کي
زبانوں اور عربي زبان کي نوعیت میں یه اصولي فرق هے که اٹهارویں
صدي میں جب رومانیه طریقه کے متجددین پیدا هوئے تهے ' تو اُس
وقت یورپ کا مدرسي علم الادب کوئي ایسي ترقي یافته حالت نهیں رکهتا تها
که هر گوشه میں ترقي و توسع کا محتاج نه هو - وه زیاده سے زیاده
اُن صدیوں کي ابتدائي ادبي ترقي کا نتیجه تها جو حروب
صلیبیه کے بعد سے یورپ میں شروع هوئي تهي - اور پهر جو کچهه
بهي تها ' صرف ادب کي ایک خاص شکل میں محدود تها -

یعني شعر قصصي اور قصص تمثیلیه میں - لیکن عربي علم ادب
کي حالت اس سے بالکل مختلف هے - اُس پر نشو و ترقي کي
تیره صدیاں گزر چکي هیں - وه تمدن و علوم کي تمام حالتیں '
اور اسالیب بیان و تعبیر افکار کے تمام دور طے کر چکي هے - اس لیے
اُسکي عصري احتیاج بهت حد تک محدود هے ' اور نئے نئے اسالیب
و مذاهب کے اخذ و اختیار میں بهت زیاده احتیاط و توسط کي ضرورت هے -
مغربي اسالیب بیان کي کورانه تقلید اور ابداع و تجدد کے افراط و غلو
کي جگه چاهیے که مجتهدانه نظر و اعتبار سے کام لیا جاے ' اور عربي
ادب و شعر کي خصوصیات کمال و جمال کے تحفظ کے ساتهه قدیم
راهوں میں نئي نئي راهوں کي داغ بیل ڈالي جاے -

بهر حال سیاست و معاشرت کي طرح ادب و شعر میں بهي
دو متقابل جماعتیں پیدا هوگئي هیں - ادبي تجدد و انقلاب کي اِس
حرکت کا سب سے بڑا قائد ڈاکٹر طه حسین استاذ جامعهٔ مصریه
هے - ڈاکٹر موصوف کي شخصیت میں مصر کے موجوده عهد کي
ایک غیر معمولي ذهانت نمایاں هوئي هے - وه پیدایشي نابینا هے -
اُس کا دماغ حواس خمسه میں سے ایک سب سے بڑے حاسهٔ علم سے
محروم تها - لیکن باوجود اسکے اُس نے جامع ازهر میں علوم
عربیه کي تحصیل کي اور یورپ کي متعدد زبانوں میں بهي درجهٔ
رسوخ و نظر حاصل کرلیا - وه ابهي جامع ازهر میں مشغول تعلیم تها
که جامعهٔ مصریه اُسکي حیرت انگیز ابوالعلائي ذهانت کي شهرت سے
متاثر هوئي اور اپنے صرف سے پیرس اور روم بهجوادیا تاکه مغربي
لغات و علوم کي تحصیل سے بهي فارغ هوجاے - کئي سال
وهاں بسر کرنے کے بعد جب قاهره واپس آیا تو اِسي جامعه میں
استاذ (پروفیسر) مقرر هوگیا -

پچهلے دنوں ڈاکٹر موصوف نے عهد مولدین کے شعراء پر ایک
سلسلهٔ مقالات شروع کیا تها ' جس نے مصر کے ادبي حلقوں میں
موافق و مخالف آراء کے پرجوش مباحثے پیدا کردیے - ان مقالات
میں وه اوائل عهد بنو امیه کے بعض شعراء غزلیئین کے وجود سے
انکار کرتا هے ' اور اُنکے وجود کو محض قصصي اور شعري وجود قرار
دیتا هے جیسا که بعض مستشرقین یورپ کا بهي خیال هے - هم آج
اُن مقالات کا ایک حصه ' حذف و اختصار کے بعد شائع کرتے هیں -
اِس کا تعلق " لیلیٰ مجنوں " کے مشهور قصه سے هے - یه سوال
که کیا في الحقیقت قیس عامري اور لیلیٰ کے معاشقه کا قصه حقیقي
هے ؟ پہلے بهي اُٹهه چکا هے - چنانچه ابوالفرج اصفهاني نے کتاب
الاغاني میں اُن لوگوں کي رائیں نقل کي هیں جنهیں ان
شخصیتوں کي حقیقت میں شبه تها ' لیکن هم خیال کرتے هیں
اس ادعا اور وثوق کے ساتهه غالباً کبهي انکار نهیں کیا گیا جیسا
انکار ڈاکٹر موصوف کو هے -

هم بالفعل اس باب میں اپني راے ظاهر نهیں کرینگے کیونکه
اسکے لیے شرح و تفصیل کي ضرورت هے - صرف ڈاکٹر موصوف اور
اُن کے ناقدین کے مباحث کا خلاصه هدیهٔ قارئین کر دینگے -
ڈاکٹر موصوف کي تحریر کا ترجمه حسب ذیل هے :

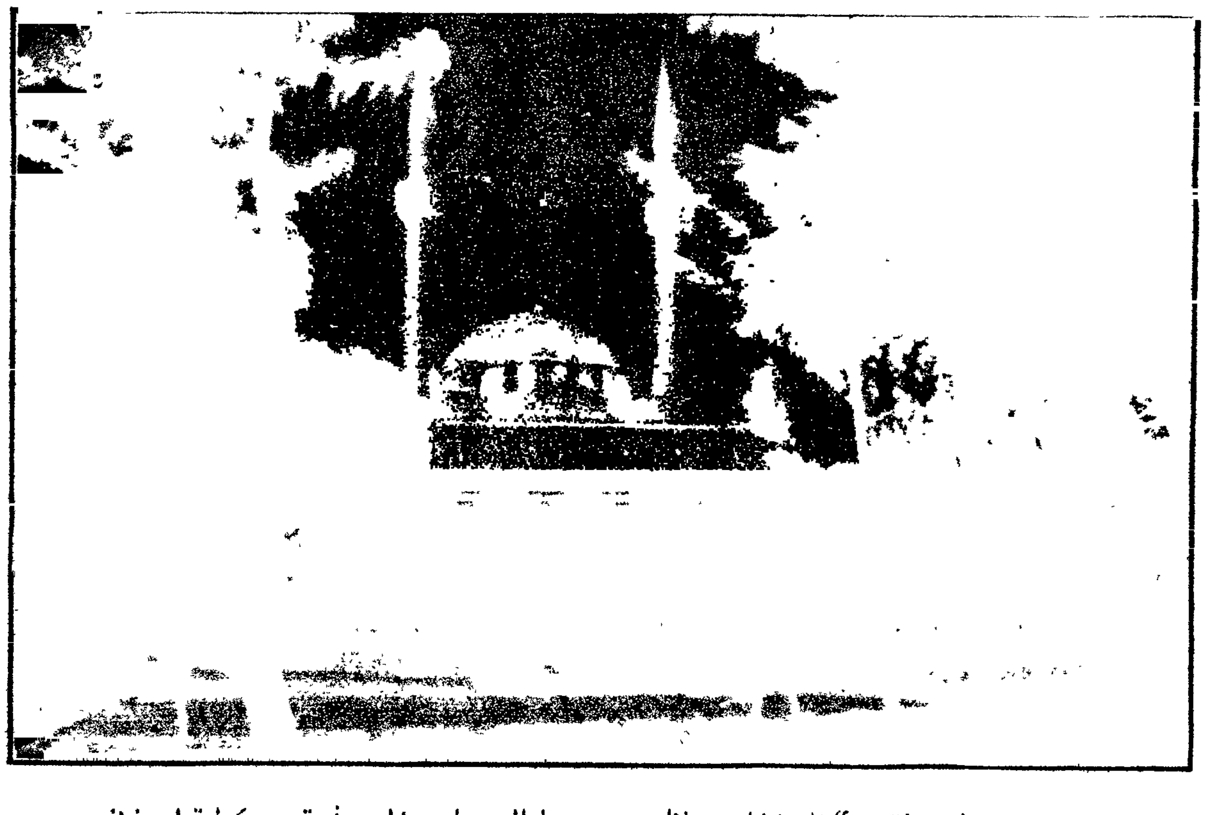


اطراف دمشق کا ایک تاریخي قصبہ جو گولہ باري سے بالکل تباہ کردیا گیا - تباهي کے بعد فرانسیسي پہنچے هیں اور دیکھہ رهے هیں کہ مکانوں کے کھنڈروں اور مقتول لاشوں کے سوا کوي زندہ چیز باقي نہیں ہے !

حتى المحاريب تبكى وهى جامدة
حتى المنابر ترثى وهى عيدان !



دمشق کي ایک قدیم مسجد جسے فرانسیسي حکام نے منہدم کردیا اور انہدام کے بعد اب اس سے کمین گاہ کا کام لے رہے هیں !



دمشق کي مشہور اور تاریخي مسجد " جامع التکیہ " کا داخلي منظر - جسے سلطان سلیم خاں نے تعمیر کیا تھا - فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کرکے اُسے فوجي اصطبل بنا دیا - عین محراب و ممبر کے پاس گھوڑے باندھے گئے !

ليلى مجنون

از ڈاکٹر طه حسين

اب سے پہلے میں بہت سے ادیبوں کو ناراض کرچکا ہوں - بشاربن مبرد پر آنکي خلاف توقع میں نے نکته چیني کي تهی - افسوس ' آج پهر میں آنهیں ناخوش کرنے پر مجبور ہوں میں سچ کہتا ہوں ' مجهے آنکي ناخوشي میں کوئي لطف حاصل نہیں ہوتا - لیکن کیا کروں - بحث ونقد کي دیانت مجهے اِس پر مجبور کرتي هے - جب سے میں نے عربي شاعري پر بحث شروع کی هے ' اهل ادب کي ملامت کا نشانه بن گیا ہوں - وہ ناخوش هیں - کیونکه میں نے ابونواس اور حسین بن الضحاک کو بشار بن مبرد پر ترجیح دي تهي - آج آنکي ناراضی اور زیادہ هوجائیگي ' کیونکه میں متعدد شعراء کے وجود سے انکار کرونگا ' یا آنکي شخصیت کي اهمیت گهٹاونگا - میں آج کہونگا که یه شاعر یا تو سرے سے موجود هي نه تهے - یا تهے ' مگر اپنے زمانه میں کوئي نمایاں شخصیت نہیں رکهتے تهے - بعد میں لوگوں نے آنهیں بڑھا دیا - آنکي طرف بہت سے ایسے اشعار منسوب کردیے جو آنہوں نے کبهی نہیں کہے تهے -

میں جانتا ہوں ' بہت سے اهل ادب میرا طریق بحث پسند نہیں کرتے - وہ صرف اثبات اور ایجاب هي کا ذوق رکهتے هیں ' اور هر وہ طریق بحث ناپسند کرتے هیں جو انکار یا شک پر ختم هو - آنکے خیال میں وہ شخص محقق نہیں هے جو "مجنوں" کے وجود سے انکار کرے ' یا اسمیں شک وشبه کا اظہار کرے - جو کوئی ایسي جرأت کرے ' وہ آنکے نزدیک مجرم هے - کیونکه آنکے خیال مین وہ عربي علم ادب کي عظمت گهٹانے والا هے - آنکے نزدیک بڑا محقق وہ هے جو ادبي قصص و محاضرات کے هر وجود پر علمي ایمان رکهتا هو ' اور هر افسانۂ شعري ' حقیقت کے لباس میں دیکهتا هو - کیونکه آنکے خیال میں ایسا کرنے سے عربي عظمت بڑهتي اور عربي ادب کي خدمت هوتي هے ' اور اسلیے ایسا کرنے میں حقیقت کي پروا کرنا ضروري نہیں - آنکهیں بند کر لیني چاهئیں ' اور جہل و اعتراف کي وادیوں میں بڑھے چلنا چاهیے !

وہ علم و ادب میں بهي وهي راہ اختیار کرني چاهتے هیں جو سیاست میں اختیار کي جاتي هے - صرف جذبات برانگیخته کرو اور مرحبا کے نعرے سنو ! بلا شبه اِس طرح تم اِن لوگوں کو خوش کردے سکتے هو - لیکن افسوس هے که اس طریقه میں آن لوگوں کیلیے کوئي دعوت نہیں هوسکتي جو قوم ' ملک ' اور جماعت کي رضامندي دیکهنے سے پہلے علم ' حقیقت ' اور دیانت کے چشم و ابرو پر نظر رکهتے هیں !

(شعراء غزلیئین)

بد قسمتي یا خوش قسمتي سے میں نے علم اور ضمیر کي رضامندي کو لوگوں کي تعریف و تحسین پر ترجیح دے رکهي هے - یہي سبب هے که آج میں بغیر کسي احتیاط اور پیش بندي کے اعلان کرتا هوں که شعراء کي وہ جماعت ' جسے میں " اهل غزل " کے نام سے پکارتا هوں ' عربي ادب کي تاریخ میں وہ درجه نہیں رکهتي جو آج لوگوں نے آسے دے رکها هے -

یه شعراء در اصل دو نمایاں قسموں میں بٹے هوئے هیں - دونوں کے متعلق میرے خاص خیالات هیں - ایک قسم " خیالي شعراء " ("شعري سیرتوں") کي هے - اسمیں مجنوں ' قیس بن ذریح ' عروہ بن حزام ' جمیل بن معمر ' وغیرہ داخل هیں - دوسري قسم " حقیقي شعراء " کي هے - یه وہ لوگ هیں جو نه تو خیالي محبت کے قائل تهے - نه فکري مراتب عفت وتنزہ کے دلدادہ تهے - وہ هر ارضي انسان کي طرح زندگي اور آسکي آلودگیوں سے آلودہ هوئے اور اپنے اشعار میں آنکے راگ گاتے رهے - اِس جماعت کا سرگروہ "عمروبن ابي ربیعه" هے -

هاں ' مجهے عمروبن ابي ربیعه کے تاریخي وجود سے انکار نہیں - میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که جتنے اشعار آسکي طرف منسوب هیں ' اکثر آسي کے هیں ' اور یه که آسکي شخصیت آس زمانه میں بهي تقریباً ویسي هي تهي ' جیسي اس زمانه میں هم تصور کرتے هیں - یہي حال کثیر اور عبیداله بن قیس الرقیات کا هے -

(قیس مجنوں)

لیکن مجهے قیس بن ملوح (مجنوں) کے بارے میں پورا شک هے - میں آسے تاریخي شخص یقین نہیں کرتا - میں تسلیم نہیں کرتا که اس نام کا کوئي شاعر موجود تها اور لوگ آسے جانتے اور آسکے منهه سے اشعار سنتے تهے - مجهے یه بهی یقین نہیں که جو اشعار آسکي طرف منسوب هیں ' آسي کے هیں - میں خیال کرتا هوں که قیس بن ملوح (مجنوں) من جمله آن خیالي آدمیوں کے تها جنهیں جماعتیں اپنا کوئي خاص تخیل یا زندگي کا کوئي خاص اسلوب ظاهر کرنے کے لیے فرض کر لیا کرتي هیں (یعني افسانۂ و شعر کي ایک خیالي سیرۃ) میرے خیال میں قیس بن ملوح ایک خیالي شخص هے - شعر کے راویوں اور داستاں سراؤں نے آسے شعري و عشقي ضرورتوں سے ایجاد کیا تها - تا که مجالس و محافل کي دلچسپیوں کا سامان کریں - یا وقت کي ایک ادبي و شعري ضرورت پوري کردیں -

یہاں پر میں آن اصحاب کو مخاطب کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنهوں نے مجنوں کے سچے عشق اور رقیق جذبات کي ثنا خواني میں بے فائدہ کوشش کي هے - اگر وہ اس کي جگه یه بات دکهاتے که مجنون ' عہد اموي کے بعض خیالات وجذبات اور شعر و نثر کے خاص خاص اسلوبوں کا رمز و مظهر هے ' تو آنکي کوشش زیادہ مفید هوتي ' اور آموي دور کي ایک ایسي خصوصیت ظاهر هو جاتي جسے عہد عباسي نے شروع هوکر اپنے لہو و لعب اور جسماني عیش وعشرت کے سیلاب میں همیشه کے لیے غرق کردیا -

مجنوں پر ایمان رکهنے والوں کو سمجهه لینا چاهیے که یه قصه محض افسانه هے - صحیح تنقید هرگز اِس کا وجود تسلیم نہیں کر سکتي - آس شخص کے بارے میں تم کیا فیصله کروگے - جسکے نام نسب ' قبیله ' اور واقعات میں اتفاق کي جگه سخت اختلاف هو ؟ اِس سے بهي بڑهه کر یه که راوي خود آس کے وجود پر متفق نه هوں اور آسکے حالات سخت مشتبه لہجه میں روایت کرتے هوں ؟

ایسے شخص کے بارے میں تمهاري رائے کیا هو سکتي هے جس کے واقعات ابو الفرج اصفهاني صرف اس وجه سے روایت کرنا چاهتا هے که اس کا موضوع آسے مجبور کرتا هے ؟ پهر لطف یه که روایات کي صحت کي ذمه داری لینے سے اسے پوري طرح انکار هے - وہ پورا بوجهه اصلي راویوں کي گردن پر ڈال دیتا هے اور خود الگ هو جاتا هے - راویوں کے متعلق همیں معلوم هے که وہ ' بجز رواۃ حدیث کے ' زیادہ محتاط نه تهے - اکثر مشتبه واقعات بهي بیان کرجاتے تهے - لیکن باوجود اپني اس بے احتیاطي کے وہ مجنوں کے بارے میں اختلاف رکهتے هیں اور آسکے وجود سے انکار کرتے یا شک ظاهر کرتے هیں - نیز آسکا نام ' نسب ' حلیه ' اور سوانح حیات بالاتفاق بیان نہیں کرسکتے - پس جب خود اصل راویوں کا یه حال هے ' تو کیا همارے لیے یه سمجهنا نا مناسب هوگا که مجنوں محض ایک افسانه هے ؟

ہے ' تو اِس کي بنياد غالباً اسي طرح اور اسي عهد ميں پڑي تهي -

اگر ايک طرف شاهي و تاجداري کي پيدايش اور اُس کي درجه به درجه ترقي سامنے رکهي جاے' اور دوسري طرف تصور الهي کي اس کڑي پر اور اُسکي تمام ارتقائي کڑيوں پر نظر ڈالي جاے ؛ تو يه تک نظر واضح هوجايگا که دوسرا تصور ' ٹهيک ٹهيک پہلے کا عکس ہے ' اور دونوں نقشے ايک هي ذهني مبدء سے نکلے هيں - انسان نے ايک هي زمانه ميں اور ايک هي طرح کے ذهن و خيال سے عظمت و کبريائي کے دو تخت بنائے - ايک زمين پر آراسته کيا - دوسرا آسمانوں کي ملکوتي فضا ميں بچها ديا - ايک پر وه اپنے ابناء جنس کو بٹها کر اُن کے سامنے اطاعت و غلامي کا سر جهکاتا - دوسرے پر اپنے خدا کا جاه و جلال ديکهکر سر بسجود هو جاتا -

يه جو مختلف قوموں کے قديم الهي تصورات ميں هم ديکهتے هيں که چهوٹے اور بڑے خداؤں کي تقسيم کي گئي ' هر جگه کيليے محلي (مقامي) خداؤں اور آسماني سر پرستوں کا تخيل پيدا هوا - نذر' بهينٹ ' اور قرباني ' کي پيش کش ضروري سمجهي گئي ' تقرب الهي کے ليے وسائط و وسائل کے عقيده نے رواج پايا ' بڑے خدا تک پہنچنے کيليے چهوٹے خداؤں کي شفاعت ضروري تصور کي گئي ' معبودوں کے غضب و انتقام سے بچنے کيليے طرح طرح کے مادي اعمال استعمال ميں لائے جانے لگے ' خدا کي تمثيلي صورت کي نشست کيليے تخت يا تخت کے قسم کي کوئي چيز ضروري سمجهي گئي ' اُس کے سر کي آرايش کيليے " تاج " بهي وضع کيا گيا ' اور اُس کي حکمراني کے انصرام اور مشورے کيليے دربار اور دربار کے ارکان بهي پيدا هوگئے ؛ تو يه تمام باتيں في الحقيقت دنيا کي شاهي و حکمراني هي کا پرتو هيں -

دنيا ميں جس وقت سے شاهي و حکمراني کي بنياد پڑي هے ' يه تمام باتيں اُس کے لوازم و خصائص ميں سے سمجهي جاتي هيں اور مفهوم حکومت کے بنيادي اجزاء هيں - طاقت اور اختيار کي سب سے بڑي بڑائي پادشاه کيليے هوتي هے - ليکن پادشاه بذات خود تمام کار و بار حکومت انجام نهيں دے سکتا اور نه دينا پسند کرتا هے - اُس کے ماتحت وزير و امير هوتے هيں ' اور وه احکام شاهي کے مطابق تمام کام انجام ديتے هيں - اسي چيز نے تصور الهي ميں بڑے معبود اور چهوٹے معبودوں کا تخيل پيدا کيا - خيال کيا گيا که چهوٹے معبود بڑے معبود کے نيچے رهکر کائنات قدرت کے تمام کار و بار انجام ديتے هيں -

يهيں سے تصور الهي ميں " تقسيم عمل " کا تخيل بهي ترقي پذير هوا - حکومت اور انتظام کے هر صيغه کے ليے کوي ايک امير اور وزير مقرر هوتا اور هر بستي اور شهر کے اوپر کوي ايک حاکم با اختيار هوتا - پادشاه سب کے اوپر تها ' ليکن رعايا کا علاقه اپنے اپنے حاکموں سے تها - براه راست پادشاه سے نه تها - حاکموں اور وزيروں کو اختيار پادشاه هي سے ملتا هے ' ليکن جب مل جاتا هے ' تو وه اپنے اپنے دائرۂ حکومت ميں خود مختار هوتے هيں - رعايا کا فرض هوتا هے که اُنهي کے کهے پر چلے اور اپني ساري داد فرياد اُنهي کي چوکهٹوں پر لے جاے - اسي تقسيم عمل اور حکومت بالوسائط کا نقشه تصور الهي ميں بهي قائم هوا - اور پہلے کارخانۂ کائنات کے هر صيغه کے ليے الگ الگ خداؤں کي ' پهر زمين کے هر حصے اور آبادي کے ليے محلي خداؤں اور کارسازوں کي تقسيم عمل ميں آئي - يه بات که خدا تک براه راست کوئي نهيں پهونچ سکتا - هر انسان کي پهونچ صرف درميان کے وسيله هي تک هو سکتي هے ' اور اُسي کے وسيله سے وه معبود حقيقي تک پهونچ سکتا هے ' ٹهيک ٹهيک يهي بات تهي که کوي آدمي براه راست پادشاه تک نهيں پهونچ سکتا - هر شخص کي پهونچ صرف اپنے اپنے حاکموں اور وزيروں اميروں هي تک هوسکتي هے - وه چاهيں تو دربار شاهي تک بهي پهنچاديں -

پادشاهوں تک عوام کا براه راست نه پهنچ سکنا ' شاهي عظمت و کبريائي کے تخيل کا نتيجه تها - بنياد اس خيال کي يه تهي که جو شخصيت جس قدر بهي عوام کي رسائي سے بلند هوگي ' اُتني هي عظيم اور مقدس هوگي - جوں جوں يه تخيل پادشاهوں کي شخصيت کے ساتهه ترقي کرتا گيا ' اور اُن تک پهنچنے کے ليے نئے نئے واسطے اور وسيلے بنتے گئے ' خدا کے تصور ميں بهي ايک منظم سلسلۂ وسائل کا تخيل پيدا هوتا گيا - اس تخيل کي انتها يه تهي که کوي انسان معبود حقيقي سے واسطه پيدا هي نهيں کرسکتا - اُسکا علاقه جو کچهه بهي اور جيسا کچهه بهي هے ' صرف وسائط سے هے - يعني اُن کار فرما طاقتوں سے هے جن کے سپرد تدبير عالم کا تمام کارخانه کر ديا گيا هے - اسي طرح نذرانه' پيش کش ' قرباني ' بهي ٹهيک ٹهيک وهي بات هے ' جو ايک طرف انساني پادشاهي و سروري کے ليے وجود ميں آئي ' دوسري طرف تصور الهي ميں بهي سرايت کرگئي -

علم مصريات Egyptiology سے مصر کے قديم الهي تصورات پر نهايت قيمتي روشني پڑتي هے - اس سے معلوم هوتا هے که مصريوں کے سب سے زياده قديم معبود وهي تهے جنهيں محلي يا جماعتي معبود کهنا چاهيے - حضرت مسيح (عليه السلام) سے تقريباً نو هزار برس پہلے تمام سر زمين مصر محلي معبودوں ميں منقسم تهي - اِس عهد کے ايک هزار برس بعد (يعني ۸۰۰۰ - قبل مسيح) ميں ايسے معبودوں کا تصور پيدا هوا جو محلي نه تهے - مثلاً " اوزي ريس " اور اُس کے ثالوث کي پرستش شروع هوي جو انسانيت کا ديوتا تسليم کيا جاتا تها - بعض کتبوں سے معلوم هوتا هے که اس عهد کے بعد مشرق سے کواکب پرستي کا تخيل مصر پهنچا اور " رارب " (سورج کے ديوتا) کا عالمگير اقتدار تسليم کر ليا گيا - هيرودوتس اگرچه اس عهد کے هزاروں برس بعد مصر پهنچا هے ' ليکن اُس نے بهي يه پراني روايتيں معلوم کي هيں - وه لکهتا هے که مصر کے قديم زمانے مين هر هر بستي کيليے الگ الگ خدا تها - جب ايک آدمي اپنے گانوں سے نکل کر کسي دوسرے گانوں ميں جاتا تها ' تو جب تک وهاں رهتا ' اپنے گانوں کے خدا کي پرستش ترک کرديتا اور اُسي دوسرے گانوں کے خدا کي پوجا کرتا " کيونکه وه لوگ يقين کرتے تهے که ايک مقام کا خدا صرف اپني هي حکومت ميں کارسازي کي قدرت رکهتا هے - دوسرے مقام کے انتظامات ميں دست اندازي نهيں کر سکتا " !

مصر کي طرح هندوستان بهي تاريخ تمدن کي سب سے بڑي قدامت رکهتا هے - يهاں بهي محلي اور قبائلي معبودوں کا تصور' اقتدار الوهيت کي درجه بدرجه تقسيم ' کارخانۂ کائنات کے نظم کيليے تقسيم عمل ' اور اسي طرح کے تمام تخيلات ' اسي عهد کے نشؤ و نما کا پته ديتے هيں -

يونانيوں کے تصور نے تو کوه المپس کے معبودوں کا ايک پورا دربار حکومت ترتيب ديديا تها جسکا مرقع آج تک در و ديوار کي آرايش کا کام دے رها هے اور جسکے مناظر هومر کي زندۂ جاويد اليڈ ميں بار بار

باب التفسیر

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

انسانی تصور الہی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۲)

(دور قہر وجلال)

گذشته نمبر میں اس دور کی شرح و تفصیل کا صرف ابتدائی حصه درج هوسکا - جس مقام پر پچهلا مقاله ختم هوا هے ' اسکے بعد مسوده میں مزید شرح وتفصیل هے - خلاصه اس کا یه هے که علم الاثار اور قدیم اصنامی و مذهبی روایات وقصص سے معلوم هوتا هے که اس ابتدائی دور میں تصور انسانی درجه بدرجه حسب ذیل منزلوں سے گزرا - یه گویا اس سلسلۂ ارتقا کی پہلی اصولی کڑی کی فرعی کڑیاں تهیں :

(۱) ایک مجهول خوف ودهشت کا تصور -
(۲) ابتدائی تشخص وتعین -
(۳) مظاهر فطرت کی مہلک اور سلبی قوتوں کا تصور -
(۴) خوفناک اور مہلک جانوروں میں ما فوق الطبیعة طاقتوں کا تخیل -
(۵) غیر مرئی دیوتاؤں کا تصور -
(۶) دیوتاؤں کے تصور میں ترتیب ونظم کا ظہور -
(۷) کائنات فطرت کے اعمال ومظاهر میں تقسیم عمل کا تصور - یعنی اس تصور کی ابتدا که هر چیز کی تخلیق و نگرانی کیلیے الگ الگ خدائی طاقتیں هیں - آگے چلکر یه تقسیم عام هوگئی - لیکن اس دور میں صرف فطرة کے سلبی اور تخریبی افعال میں هوئی تهی -

(صفات رحمت و جمال کی آمیزش)

ایک مدت تک ذهن انسانی صرف صفات قہر و جلال هی کا تماشائی رها - خود اسکا ذهنی مزاج بهی ابهی رقیق و لطیف صفات کے نشوؤ بلوغ سے محروم تها ' اسلیے وہ خدا کے تصور میں بهی ان کا جلوه نہیں دیکهه سکتا تها - لیکن جب کچهه عرصه کے بعد انسان کی مدنی زندگی نے چند قدم آگے بڑهاے اور اجتماعی معیشت میں ترقی هوی ' تو معیشت کے نظم ' روابط کے قیام ' علائق کی وسعت ' زندگی کے امن ' اور عقل و ادراک کے منجهه جانے سے فکر و احساس کا دائره اتنا تنگ نہیں رها ' جس قدر پہلے تها - اس لیے قدرتی طور پر اسکے جذبات و امیال کی کیفیت میں بهی ترقی هوی ' اور ابتدائی زندگی کی سختی اور نا تراشیدگی کی جگه رقت و لطافت کے احساسات ابهرنے لگے - اس حالت کا لازمی نتیجه یه تها که تصور الهی کے دائره میں بهی ایک نئی وسعت پیدا هوگئی ' اور نئے نئے جذبات سے وہ آشنا هونے لگا -

یه تصور الهی کی دوسری اصولی کڑی هے - اس منزل میں پہنچ کر انسان نے دیکها که خدا کا چهره اگرچه غضب و هیبت کے خال و خد سے هولناک هے ' لیکن کبهی کبهی اس پر رحمت و جمال کا تبسم بهی طاری هوجاتا هے - یه تبسم ابتدا میں بہت هلکا تها - جوں جوں انسان کے لطیف جذبات منجهتے گئے ' یه تبسم جمال بهی زیاده نمایاں اور دلاویز هوتا گیا - یہانتک که انسان کے تصور الهی مین قہر و جلال کے ساتهه ' رحمت و جمال کے تصور کا عنصر بهی شامل هوگیا -

یه رحمت و جمال کے دور کی ابتدا تهی - اس دور میں خدا کی ایجابی صفات کا تصور بالکل ابتدائی اور ناقص حالت میں شروع هوتا هے ' اور ایک خاص حد تک نشو و نما پاتا هے - ابتدائی درجه میں اسکا عنصر بہت خفیف هوتا هے - آگے چل کر زیاده نمایاں هوجاتا هے - تاهم مجموعی حیثیت سے غلبه قہر و جلال کی صفات هی کا رهتا هے -

(تجسم وتمثل کا دوسرا قدم)

اس دوسرے دور میں تجسم و تمثل (یعنی خدا کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرح تصور کرنے) نے بهی ایک بہت هی سست قدم آگے کی طرف بڑهایا - تنزیه کی منزل ذهن انسانی کیلیے بڑی مشکل اور بڑی هی دور کی منزل تهی - اسلیے اس راه میں اسکے قدم تیز نہیں اٹهه سکتے تهے - تاهم اٹهتے تهے ' اور اهسته اهسته تمثل کی سطح بلند هوتی جاتی تهی -

پہلے تمثل سرتا سر ادنی قسم کے حیوانی صفات کا تها - کیونکه خود انسانی صفات بهی اسی درجه میں تهیں - پهر انسان کی معنوی ترقی کے ساتهه ساتهه تمثل کی نوعیت میں بهی ترقی هوتی گئی ' اور اونچے درجه کی حیوانی صفات سے تصور آشنا هوگیا - پهر اس میں بهی ترقی هوئی - انسانی اور کائناتی صفات و اعمال میں سے جو صفات و اعمال اونچے درجے کے انسان کی نظروں میں آ سکتے تهے ' ان سے خدا کا تصور آراسته کیا جانے لگا -

(الوهیت اور شاهیت)

مثلاً جب اجتماعی معیشت کی ترقی و وسعت سے حکومتوں اور حکمرانوں کا ظہور هوا ' اور طاقتور انسانوں نے کمزور افراد کو مسخر کرکے اپنی شاهی ومالکی کی عظمت و سطوت پیدا کرلی ' تو ذهن انسانی کے سامنے طاقت اور اقتدار کا ایک نیا پر شکوہ نمونه آگیا - اسلیے قدرتی طور پر وہ خدا کے تصور میں بهی ایک طرح کی شاهی و حکمرانی کا جاه و جلال دیکهنے لگا ' اور ساز و سامان حکومت کے وہ تمام اجزاء اس میں بهی پیدا هوگئے ' جو دنیا کے بادشاهوں اور انکے درباروں میں پیدا هوگئے تهے - یه جو آگے چلکر خدا کے عالمگیر تصور میں ایک شہنشاه اور اسکے دربار حکومت کے تمام لوازم کا تخیل سرایت کرگیا - حتی که آج خدا کا نام سنتے هی همارے تصور میں ایک بڑے بادشاه کے تخت عظمت و جلال کا نقشه پیدا هوجاتا

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے جن کا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :-

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں مشہور آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ڈھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ - مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد - ذریعہ معاش - طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ [illegible] کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

ائمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام (زیر طبع)

اختلاف الامۃ — فی العبادات (زیر طبع)

صبح سعادت — یہ ایک علمی - اسلامی - سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو - عربی - فارسی - انگریزی - اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہونچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ ائمہ اسلام و بزرگان دین کے حالات - لطائف - افسانہ - نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوئے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

الہلال یعنی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں پہلا ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری و باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا - لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہادی فکر و نظر کی نئی روح پیدا کرنے کی جانب ... اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف انواع کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب - مذہب - سیاست - ادبیات - علوم و فنون اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی - مذہبی - سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسباب نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا - ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں - چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ   " " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

[illegible]

[illegible] اور [illegible] کی ستھری [illegible] حسینہ کے عیش و نشاط کے جلسوں کو [illegible]

[illegible] نے اپنے معبودوں کیلیے سر بفلک [illegible] منتخب کی تھیں۔ ہندوستان میں ہمالہ کی [illegible] کا مسکن اور دربار بنیں - یونانیوں کے [illegible] تھا' لیکن المپس کی ابر آلود چوٹیاں [illegible] کے [illegible] کیا' ابر کے پر اسرار اور ہیبت انگیز [illegible] کے معبودوں کا دربار جاہ و جلال آراستہ ہے!

[illegible] طرح کی سواریوں کا تخیل' ہندوستان' [illegible] کے مقدس رتھ' آشور اور بابل کے تخت رواں' [illegible] مرکب؛ سب اسی تخیل کے برگ و بار ہیں۔ [illegible] تھی؟ تبھی نے معبودوں کی سواری کے جلوس [illegible] کے سامان ویسے ہی آراستہ کیے تھے' جیسے [illegible] ان وقتوں میں نکلا کرتی تھیں۔ علم و تاریخ [illegible] ہے ان عہدوں کی شاہیت اور الوہیت؛ [illegible] سامنے آگیے ہیں!

[illegible] الوہیت کے اسی تماثل کا نتیجہ تھا کہ دونوں [illegible] طرح کا مخفی لزوم و علاقہ پیدا ہوگیا - یعنی [illegible] دوسرے کے تخیل سے اسطرح متاثر و منفعل [illegible] اثر دوسرے پر پڑتا' اور دوسرے کے اثر سے [illegible] ہوتا' کیونکہ دو قریب قریب اور متماثل تخیل بہ یک [illegible] پانے لگے تھے۔ اگر ایک طرف شاہی و سروری کے [illegible] کے تخیل میں اپنا ساز و سامان حکومت پیدا کر دیا' [illegible] کے تصور کی شان الوہیت و تقدیس' شاہی [illegible] پیدا ہوگئی' اور اس طرح ذہن انسانی کے لیے [illegible] میں حد امتیاز قائم کرنا دشوار ہوگیا -

[illegible] پادشاہت میں شان الوہیت و کبریائی کے اعتقاد [illegible] مصر' دو آبۂ دجلہ و فرات' اور ایران' قدیم [illegible] مقامات تھیں' لیکن ان چاروں جگہوں کی تاریخ [illegible] کے گرد "الوہیت و سماویت" کا مقدس ہالہ [illegible] ہندوستان اور مصر میں پادشاہ کا منصب ایک [illegible] تسلیم کیا گیا - ان کے خاندان' نسب' پیدائش' [illegible] اور ہر طرح کے معاملات میں غیر انسانی قسم [illegible] پیدا ہوگئی - وہ خود بھی ایک دیوتا [illegible] اور پھر زیادہ تر انہی لفظوں میں خدا کا سایہ [illegible] اور [illegible] کا امتیاز اس طرح [illegible] ہوگیا ہے کہ ان دونوں میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہوا ہے [illegible]

انسانی پرستش کے تخیل نے بھی اسی دور میں نشو و نما پائی - تمام ایسے انسان جو علم سے [illegible] حاصل کر لیتے تھے' وہ آسانی دیوتاؤں کا درجہ حاصل کر لیتے۔ [illegible] اس کی ابتدا اسی الوہیت اور پادشاہت کے [illegible] ہوئی ہے۔

مظاہر فطرت کی پرستش کے سلسلہ میں [illegible] کی پرستش بھی اسی دور میں شروع ہوئی' اور انسانی [illegible] نے بہ تدریج اپنے ماحول سے متاثر ہوکر ان کی جسمانی [illegible] وضع کرلی - غالباً کواکب کی مختلف جسمانی صورتیں سب سے پہلے دو آبۂ دجلہ و فرات میں پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے بعد مصر اور یونان میں کواکبی اصنام کی پرستش کا ظہور ہوا' اور ان کی الہی روایات نشو و نما پانے لگیں - پھر ایک مدت کے بعد جب علم ہئیۃ کی ابتدائی معلومات سے انسان آشنا ہوا' تو کواکب پرستی کے تخیل میں زیادہ نظم و اسلوب پیدا ہوگیا' اور فہم و فکر کی رقت و لطافت ترقی کرنے لگی -

---

مختارات

شرم اور خاموشی' عورت کا بہترین زیور ہے — [illegible]

تھوڑی فرقت محبت کو بڑھاتی' اور زیادہ فرقت محبت کو قتل کر ڈالتی ہے — میرابو

عورت کے محبت بھرے دل سے زیادہ [illegible] کوئی نہیں — لوتھر

عورت اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ [illegible] — والٹیر

مرد کو خدا سے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے کہ عورت [illegible] کی حقیقت نہ جاننے پائے — ٹھیکرے

آدم سب سے زیادہ خوش نصیب انسان تھا [illegible] نہ تھی — پارخیہ

([illegible])

[illegible]

[illegible]

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta.

Editor : Maulana Abu al-Kalam Azad.

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين
القرآن الحكيم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱   کلکته : جمعه ۲۷ - صفر ۱۳۴٦ هجری   جلد ۱

Calcutta : Friday, 26. August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦۵۷ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۸٤	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۵٦
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۱۸٦		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ **الهلال**

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	- - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

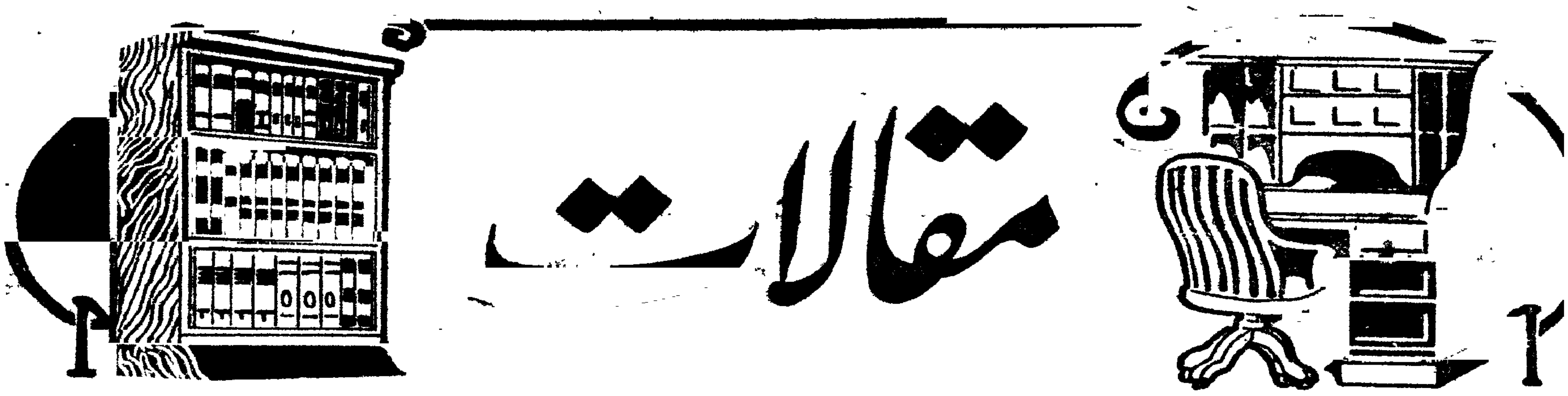
(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ بیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -



لیلی مجنون

از ڈاکٹر طاہہ حسین

(۲)

قیس کے بارے میں عام راوی تو صرف اختلاف بیان ہی تے ہیں لیکن ثقہ راویوں کو انکار یا شک میں تامل نہیں ہے - تمام اقوال پیش کرکے تحریر کو طول دینا نہیں چاہتا - اغانی پہلی اور دوسری جلد میں کافی ذخیرہ موجود ہے ' اور بآسانی جا سکتا ہے -

بعض راویوں کا انکار تو اس درجہ تک بڑھ گیا تھا کہ وہ کہتے تھے :

" بنی عامر (مجنوں کے قبیلہ) کے دل اس قدر ٹھوس ہیں ن میں اتنی زیادہ محبت ہو ھی نہیں سکتی - ہاں بے عقل ندگان یمن سے یہ بعید نہیں - لیکن بنی نزار اس سے کوسوں ہیں "

ایک اور راوی تصریح کرتا ہے :

" میں قبیلۂ عامر کے ایک ایک خاندان میں پھرا اور سب سے وں کے متعلق سوال کیا - مگر کسی نے بھی اس کی واقفیت ظہار نہیں کیا - بلکہ سخت انکار کیا "

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے :

" میں نے بنی عامر کے ایک بدوی سے مجنوں کا حال پوچھا - نے بہت سے عامری مجنوؤں کے نام بتائے اور ان کے اشعار سنائے قیس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رہا "

پھر ان راویوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوی - وہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں ' حتی کہ کے نام تک پر متفق نہیں - کوئی قیس بتاتا ہے - کوئی مہدی ہے - کوئی اقرع قرار دیتا ہے - کوئی بحتری پر زور دیتا ہے - پھر کے حسب و نسب کے بارے میں اختلاف شروع ہوجاتا ہے - پھر اس کا جنون بھی سب تسلیم نہیں کرتے - کوئی کہتا ہے ' لکل دیوانہ تھا - کوئی اسے عاقل گردانتا ہے - اصمعی کا قول ہے مجنوں نہیں تھا - صرف ابو حیہ نمیری کی طرح تھوڑی سی ت تھی " اس کے بعد یہ بحث شروع ہوتی ہے ' آخر وہ مجنوں مشہور ہوا ؟ بعض کہتے ہیں " وہ پہلے ہی سے دیوانہ تھا " بعض کے خلاف ہیں اور یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ " اس نے ایک میں اپنے آپ کو مجنوں کہا تھا - اس لیے اس کا یہ لقب پڑگیا سا کہ بہت سے شعراء کا حال ہے - مثلاً نابغہ " اختلاف ابھی ختم ہوتا ' بلکہ جنون کے سبب تک پہنچتا ہے - کچھ لوگ کہتے " محبت نے اسے دیوانہ بنا دیا تھا " بعض کہتے ہیں " در اس نے اپنے ایک شعر میں خدا کی مشیئت پر اعتراض کیا تھا ' اس لیے خدا نے اس پر اپنا قہر نازل کیا ' اور دیوانہ ہوگیا وہ شعر یہ ہے : (اور کیا بے نظیر شعر ہے !)

قضاها لغيري و ابتلاني بحبها
فهلا بشيئ غير ليلى ابتلانيا ؟

(خدا نے میری محبوبہ کو تو دوسرے کے لیے کردیا - لیکن مجھے اس کی محبت میں مبتلا کردیا - کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ لیلی کے سوا مجھے کسی دوسری مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ؟)

بعض راوی اس کا رد کرتے ہیں - ان کا بیان ہے کہ خدا کا قہر جنون کی شکل میں نہیں بلکہ برص کی شکل میں اترا تھا - غرضکہ جتنے منہہ اتنی ہی باتیں ہیں- ایسی صورت میں کون یقین کرسکتا ہے کہ مجنوں جیسا کوئی مشہور شخص دنیا میں کبھی موجود تھا ؟

بلا شبہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجنوں موجود نہ تھا تو یہ پورا قصہ کہاں سے آگیا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راویوں نے دیدیا ہے - ابن کلبی لکھتا ہے :

" بنی امیہ کا ایک نوجوان اپنی چچیری بہن پر عاشق ہوگیا تھا - جوش عشق میں اس نے اشعار کہے - پھر ڈرا ' مبادا راز کھل جائے اور طرفین کی رسوائی ہو- لہذا اس نے اس راز داری کے لیے مجنوں کا نام اختراع کرلیا اور اپنے اشعار اس کی طرف منسوب کردیے "

پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں نہ اس زمانہ میں شعر و ادب کے ایسے راوی موجود تھے جنکا کام محض لوگوں کا دل بہلانا اور گرمی صحبت کے لیے داستانسرائی کرنی تھی - وہ اشعار و حکایات بنائے تھے اور بصرہ ' کوفہ ' بغداد وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں پھیلا دیتے تھے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نویس لندن اور پیرس میں طرح طرح کے افسانے مشہور کردیا کرتے ہیں- یہ معمولی لوگ نہ تھے - ان میں ایسے لوگ بھی داخل تھے جنھیں آج کل ثقہ راوی یقین کیا جاتا ہے - انھوں نے اشعار و حوادث گڑھنے میں غیر معمولی مہارت حاصل کی تھی - وہ صاحب علم و فکر تھے - اس لیے اس زمانہ میں بھی عوام انھیں صادق و معتبر سمجھتے تھے اور ان کی روایت بغیر شک و شبہ کے قبول کرلیتے تھے - اس طرح کے راویوں میں سے دو راویوں کے نام میں یہاں پیش کرونگا - " حماد راویہ " اور " خلف احمر " ان دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعی واقعات و اشعار بنائے ہیں - یہ دونوں عربی زبان کے ماہر اور بدوی قبائل سے بھی بہتر عربیت کے اسرار و دقائق جاننے والے تھے - دونوں اپنے دین میں متہم اور لہو و لعب کے دلدادہ تھے - بعض ہم عصر شعراء انکے شریک حال ہوئے تھے - اسلیے ان کے راز جانتے تھے اور انکی صداقت میں شبہ کرتے تھے -

یہ حال صرف رواۃ ادب و شعر ہی کا نہیں ہے - اہل علم جانتے ہیں کہ انساب ' سیر ' اور فتوح و غزوات کے بہت سے راوی بھی ایسے ہی تھے - سیرت ابن ہشام اٹھاکر دیکھو - اس میں ایک بڑا ذخیرہ اشعار کا پاؤگے - لیکن خود ابن ہشام روایت کے بعد تصریح کرتا جاتا ہے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصیدہ سے انکار کرتے ہیں "

کے باپ نے قیس کو اپني لڑکي دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کي لڑکي پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بعینہ یہي واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھي پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھي کہ وہ عاشق سے لڑکي کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاهلیۃ کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کي محرومیوں کي ایک معقول وجہ ہاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھي کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر قیس' پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھي لیلی سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھي اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئي کام باقي نہیں رہا تھا کہ بدوي عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانہ مداخلت کرتے رهیں ؟ کبھي اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھي اُنہیں معاف کردیں ؟ آخر وہ کون سي شرعي بنیاد تھي جس کي بنا پر وہ اِس قسم کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانہ عشق اتنا بڑا جرم ہے کہ اُس کي تعزیر قتل ہے ؟

اِسي طرح یہ واقعہ بھي ایک پر لطف ایجاد ہے کہ قیس جنون عشق میں وحشي ہوگیا تھا - اِیسا وحشي کہ اُس کا جنگل کے سوا کہیں جي نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست ہوگئي تھي - اور شب و روز کا ساتھہ تھا - داستان گو کي مبالغہ پسندي کے لیے اِتنا کافي نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے' اور ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک دن وہ (راوي) قیس کي جستجو میں اُس درخت تک پہنچ گیا جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسیرا لیتا تھا - اور اِس طرح پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکي خبر ہوئي' نہ اُسکے رفیق و مونس ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوي چپکے سے درخت پر چڑہ جاتا ہے' پھر اُترتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا ہے - ہرن آواز سنتے ہي بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھي چل دے - مگر راوي نے فوراً لیلی کا نام لے لیا - علي بابا کے "سم سم" کي طرح "لیلي" کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر دکھایا اور قیس کي وحشت دور ہوگئي - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرني نظر آگئي اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کي ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو بے سر و پا باتیں شروع کر دیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہي چیز نظر آتي ہے - دنیا کي سب سے پراني قصصي نظم الیڈ کا بھي یہي حال ہے - یوناني شعر و ادب کے مغربي نقادوں نے اِسي اسلوب پر الیڈ کي بھي تنقید کي ہے - اُسکے غیر معقول رکیک' اور مبالغہ آمیز اشعار' کم زور شعراء کا الحاقي کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماہر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربي نقادوں نے جنہوں نے ہومر کے حقیقي وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال* میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کي جائے اور اُسے محض خیالي شخص نہ قرار دیا جائے' جب بھي اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہوسکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کي خاطر کبھي کبھي اس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربي قصے موجود ہیں - یہ قصے کئي باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئي باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوي ہیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتہاي قسم کي ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑي بڑي تکلیفیں دیں - سب کي محبت پاک تھي - سب نے تقریباً ایک ہي طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہي درجہ کے ہیں - سب کے واقعات' مصائب' طرز عمل' اور خلفاء و حکام کي مداخلت کي نوعیت بھي یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے' اُن کے قبائل میں ہے' یا اُس ماحول میں جس میں انہوں نے پرورش پائي تھي -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنی) میں شک کرنے کے بعد ہمیں اُن کي جگہ دوسرے اشخاص یا دوسري چیزیں قائم کرني چاهئیں' ورنہ بحث بے نتیجہ ہوگي - نفي و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میري رائے میں قیس بن ملوح' قیس بن ذریح' جمیل بن معمر' اور عروہ بن حزام کی جگہ صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود ہے - یعني عہد مولدین کے قصص عشقیہ کا فن اور مذهب (اسکول) میرا یقین ہے کہ یہ فن' عہد اموي میں ظاہر ہوچکا تھا' یا کم سے کم اُس کي نمایاں بنیادیں پڑچکي تھیں - آهستہ آهستہ اِس میں ترتیب و ترقي ہوئي' یہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ زمانہ کي عشقیہ قصہ نویسي کے قریب قریب پہنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجھے اس کي کوئي پروا نہیں کہ قیس بن ملوح کي شخصیت تاریخي ہے یا غیر تاریخي ؟ میرے سامنے چند عشقیہ قصے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح' قصۂ قیس بن ذریح' قصۂ جمیل بن معمر ... وغیرہ - اب میري بحث کا موضوع یہ قصے ہیں جنہیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے' نہ کہ خود عشاق - مجھے وہ اشخاص تلاش کرنے چاهیئیں جنہوں نے یہ قصے بنائے - نہ کہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کي اختراعي قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کي مہارت فني سے بحث کرني ہے - مجھے اُس ادبي فن پر غور کرنا چاهیے جو ادب و علوم کي دوسري شاخوں کي طرح' اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا' اور اسلامي تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں' اِس بحث کي راہ میں سخت موانع در پیش ہیں - یہي ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاہم ہمیں چاهیے کہ ادب عربي کي خصوصیات و کمالات کي تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادي میں قدم اٹھائیں' اور اِن قصوں کا ادبي تجزیۂ و تحلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاهیے کہ عہد اموی کے اُن ادبي' اخلاقي' سیاسي' اجتماعي' اسباب کا سراغ لگائیں جنھوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کي' اور پھر ان اسباب کي بھي جستجو کریں جنسے عہد عباسي میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

اصل یہ ہے کہ عرب ' روم ' ایران ' اور یونان ؛ باهم بہت حد تک مشابہ هیں - رومیوں نے یونان پر جنگي فتح حاصل کي تهي مگر یونان نے رومیوں پر ادبي فتح پا لي - یہي حال عربوں کا هوا - اُنهوں نے ایران کو اپنے قومي جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایراني ادب و ذهنیت سے مغلوب هوگیے - اس ادبي فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے هیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یہ کیا کہ روم اور عرب کے تمدن پر دست درازي کي اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یہي صورت حال اَنساب اور تاریخ و سیر میں بهي پیش آئي ہے -

ان وجوہ کي بنا پر همیں پورا حق ہے کہ اپنے ثقہ راویوں کي روایت پر بهي شبہ کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصہ میں اس قدر باهم مختلف هوں تو اور بهي زیادہ شک و احتیاط کریں -

همارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقہ اور بهي ہے - لیکن وہ محض ایک فني طریقہ ہے - تاریخ سے تعلق نہیں رکهتا - مجنوں کے اشعار میں هم اِس طریقہ سے کام لے سکتے هیں - شعر همیں خود بتادے گا کہ یا تو وہ بتکلف بنایا گیا ہے ' اس لیے محبت کا سچا جذبہ پیش نہیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام ہے اور راویوں نے سہواً یا عمداً اُسے مجنوں کي طرف منسوب کر دیا ہے -

جاحظ نے بالکل ٹهیک کہا ہے :

" کوئي شعر نہیں جس میں لیلی کا ذکر هو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کي طرف منسوب نہ کر دیا هو - اور کوئي شعر نہیں جس میں لبنی کا ذکر هو اور قیس بن ذریح کے سر تهوپ نہ دیا گیا هو - یہ واقعہ ہے کہ مجنوں کي طرف بہت سے شعر منسوب کر دیے گئے هیں ' حالانکہ خود مجنوں کو اُنسے کوئي تعلق نہیں - یہ شعر اُن شاعروں کے هیں جو نہ تو مجنوں تهے ' اور نہ محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تها جو مجنوں کا تها "

شاعر کي تحقیق کس طریقہ پر کرني چاهیے ؟ خود شاعر کي شخصیت سب سے پہلي چیز ہے - یہ اس لیے کہ شاعر اپنے شعر میں اپني شخصیت ضرور رکهتا ہے - اگر شاعر ' کامل ہے تو اُسکا دیوان اُسکي نفسیت اور جذبات کا آئینہ اور اُسکي پوري شخصیت کا مظہر هوتا ہے - اُس کي مختلف نظموں میں ایک هي روح ' ایک هي نفسیت ' ایک هي قوت کار فرما نظر آئیگي - بلا شبہ تمام اشعار یکساں نہ هونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمي بیشي هوگي - لیکن شاعر کي شخصیت سب میں نمایاں هوگي ' اور وحدت شعري اِس درجہ واضح هوگي کہ ذوق سلیم فوراً فیصلہ کر دیگا کہ یہ شعر فلاں کا ہے یا یہ شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر ہے - همارے خیال میں یہ طریق تحقیق . نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل ہے - خصوصاً شعر غنائي (گانے کے اشعار) میں اُسکي اهمیت غیر معمولي ہے - کیونکہ شعر کي یہ صنف ' نفس کا شفاف آئینہ اور جذبات کا سچا مظہر هوتا ہے -

اِس اصول کي بنا پر کیا هم مجنوں کے اشعار میں اُس کي کوئي نمایاں شخصیت دیکهہ سکتے هیں ؟ میرا دعوی ہے کہ نہیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرني نہیں چاهتا - میري تحقیقات کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ مجنوں کي طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے هیں ' وہ :

(۱) یا تو مشہور شعراء کے هیں اور راویوں نے غلطي سے مجنوں کي طرف منسوب کر دیے هیں -

(۲) یا مجہول شعراء کے هیں اور لیلی کا ذکر دیکهکر لوگوں نے مجنوں کے سمجهہ لیے هیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجهہ کر بنائے هیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپني گرم بازاري کے لیے گڑھے هیں اور مجنوں کے سر تهوپ دیے هیں -

میں نے بڑي کوشش کي ' مگر ان اشعار میں کسي مشترک شخصیت کي روح نہ دیکهہ سکا -

مجنوں کے بارے میں اپني رائے ایک اور طریقہ سے بهي هم ثابت کر سکتے هیں - وہ یہ کہ راوي اُس تعلق کي نوعیت بیان کرنے میں بهي بہت مختلف هیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تها -

بعض کہتے هیں لیلی مجنوں میں بچپنے هي سے تعارف هوگیا تها - دونوں بکریاں چرایا کرتے تهے - آهستہ آهستہ دل کو تعلق هوا - یہاں تک کہ بچپنے کے اُنس نے جواني میں عشق کي صورت اختیار کرلي - جوان هونے پر لیلی قیس سے چهپا دي گئي تهي - اِس صدمہ نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یہ قصہ تسلیم نہیں کرتے - اُن کا دعوی ہے کہ دونوں میں بچپن سے تعارف نہیں هوا - بلکہ اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات هوگئي - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکهیں - سلام کیا - اُنهوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹها لیا - قیس سواري سے اُترا - امرء القیس کي طرح اپني اونٹني ذبح کرڈالي اور گوشت بهون بهون کر اُنهیں کهلانے لگا - یہاں تک کہ شام هوگئي - شام کو ایک اور نوجوان وارد هوا - سب لڑکیاں قیس کو چهوڑ کر اُس کي هو رهیں - اِس پر قیس خفا هوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کہے - دوسرے دن صبح پهر اُدهر گیا تو لڑکیاں موجود نہ تهیں - صرف لیلی موجود تهي - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کي طرح پهر اپني اونٹني ذبح کي اور محبت کا اظہار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخي دکهائي - قیس بہت غمگین هوا - لیکن پهر لیلی کو ترس آگیا - اپني محبت کا بهي اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بهي تسلیم نہیں کرتے - وہ کہتے هیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلدادہ تها - لیلی ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزہ تهي - قبیلہ کے نوجوان اُس کے هاں بیٹهتے اُٹهتے تهے - قیس نے سنا تو وہ بهي آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار هوگیا !

اِسي قسم کي اور روایتیں بهي هیں - اِنسے صاف معلوم هوتا ہے کہ لیلی کي شخصیت بهي قیس سے کچهہ کم ما بہ النزاع نہیں ہے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والي لڑکي بتایا ہے - دوسري میں بدوي دوشیزہ ' جو نوجوانوں کو روکتي اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتي ہے - تیسري میں اُس وضع کي ایک مہذب اور نستعلیق خاتون ' جیسي بڑے بڑے اسلامي شہروں میں هوا کرتي تهیں - کیا صرف یہي ایک اختلاف ' لیلی کي شخصیت مشتبہ کر دینے کے لیے کافي نہیں ہے ' جیسا کہ پہلا اختلاف مجنوں کي شخصیت پوري طرح مشکوک کر دیتا ہے ؟

مجنوں کے قصہ میں اور بهي اندروني شہادتیں ایسي موجود هیں جو میري رائے کي تائید کرتي هیں - مثلاً یہ روایت کہ لیلي

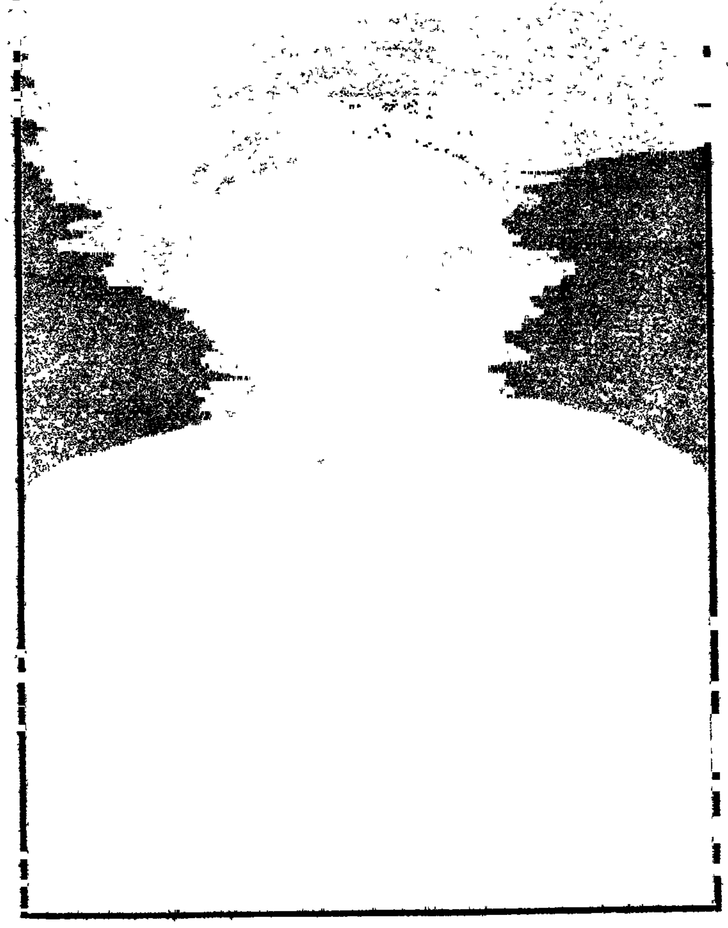
صحبت اور معاشرت بهي انتهائي تعليم وتربيت كا سب سے بڑا ذريعه هے بلكه بسا اوقات درس وتدريس كي باقاعده تعليم سے بهي كہيں زياده موثر هوتي هے - ليكن جہاں تک اسكي زندگي كے حالات روشني ميں آئے هيں ' كوئي قرينه اس كا موجود نہيں كه اسے مشرق و ايشيا كي عام مقلدانه و رسمي سطح سے كوئي بلند درجه كي صحبت ملي هو -

سير و سياحت بهي ذهن كي نشو و ترقي كا بهت بڑا ذريعه هے ' ليكن اس نے اپني ابتدائي زندگي ميں هندوستان اور حجاز كے سوا اور كسي مقام كا سفر نہيں كيا تها - ظاهر هے كه ان دونوں مقامات ميں كوئي سرچشمه ايسا موجود نه تها جس سے ايک مجتهدانه فكر و نظر كي پيدايش هو سكے - انيسويں صدي كے اوائل ميں ان مقامات كا تعليمي تنزل منتهاء كمال تک پہنچ چكا تها -

سب سے زياده يه كه اس نے جتني بهي اور جيسي كچهه بهي تعليم حاصل كي تهي ' وه وهي تعليم تهي جو بجائے خود مسلمانوں كے ذهني تنزل كي پيداوار هے اور كئي صديوں سے اسلامي دنيا كے دماغي تنزل كا سب سے بڑا سبب بن گئي هے - اس تعليم سے ذهن و فكر كي تمام قوتيں پژمرده هو جا سكتي هيں ' ليكن آزادانه نشو و نما نہيں پا سكتيں -

بايں همه وه سنه ۱۸۷۰ - ميں جب كه اس كي عمر به مشكل تيس برس كي هوگي ' يكايک قاهره ميں نماياں هوتا هے ' اور صرف چاليس دن كے قيام سے اس عظيم مشرقي دار الحكومت كے تمام علمي حلقوں كو اپني طرف متوجه كر ليتا هے - حتى كه اس كي " عجيب اور نئي قسم كي علمي قابليتوں " كي شهرت دار الخلافة قسطنطنيه تک پہنچتي هے ' اور اس كي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتيں نماياں هوجاتي هيں !

وه ادب عربي كا ايک عجمي متعلم تها جس نے بعيد ترين عجمي ممالک ميں عجمي اساتذه سے ناقص اور گمراه قسم كي ادبي تعليم حاصل كي تهي - ليكن وه عربي زبان كے سب سے بڑے مركز قاهره ميں سب سے پہلے صحيح و سالم فن عربية كا درس ديتا هے اور عربي كتابت و تحرير كا ايک نيا دور پيدا كرديتا هے - آج مصر و شام كے تمام مشاهير اهل قلم اعتراف كرتے هيں كه " كتابت عربيه ميں هم سب اسي عجمي كے عيال هيں " موجوده عهد ميں عربي كا سب سے بهتر كاتب ' شيخ محمد عبده تها ' اور وه اسي كا شاگرد تها !



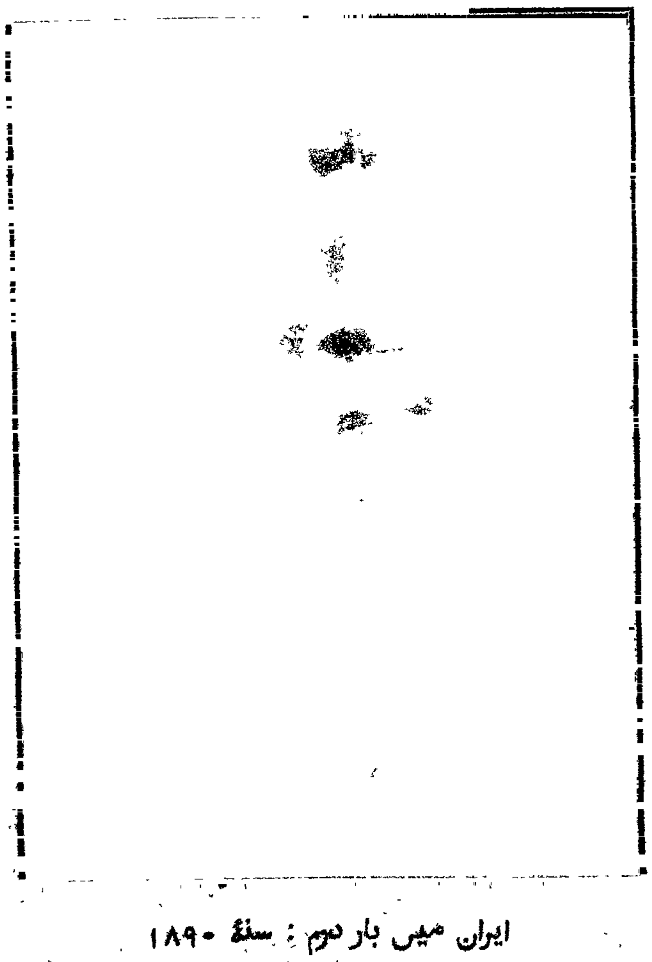
قسطنطنيه ميں بار دوم : سنه ۱۸۹۲

اس نے علوم حكميه كي جسقدر بهي تعليم حاصل كي تهي ' وه وهي موجوده مدارس عربيه كے متون و شروح كي عقيم و كج انديش تعليم تهي ' ليكن وه ذهين و مستعد طلبا كي ايک جماعت منتخب كركے علوم حكميه كا درس و املاء شروع كرديتا هے ' اور قديم معقولات كي وه تمام گمرهياں ايک ايک كركے واضح كرتا هے جنكے اعتقاد و جمود نے صديوں سے مشرقي دنيا كا ذهني ارتقا معطل كرديا هے !

مذهب اور علم ' دونوں ميں اسكي مصلحانه ذهنيت نماياں هوتي هے ' اور كسي گوشه ميں بهي اسكے قدم وقت كي مقلدانه سطح سے مس نہيں هوتے - سياست ميں وه سر تاپا انقلاب كي دعوت هوتا هے ' اور جہاں نہيں جاتا هے ' چند دنوں كے اندر مستعد اور صالح طبيعتيں چن كر انقلاب و تجدد كي روح پهونک ديتا هے - اس نے به يک وقت مصر ' ايران ' اور عراق ؛ تينوں مقامات ميں اصلاح و انقلاب كي تخم ريزي كر دي !

وه اپنے اولين قيام مصر سے تقريباً باره برس بعد پہلي مرتبه يورپ كا سفر كرتا هے ' اور پيرس ميں وقت كے سب سے بڑے فلسفي اور علم و دين كي نام نهاد نزاع ميں سب سے بڑے حريف دين و مذهب ' پروفيسر ريناں سے ملتا هے - وه پہلي هي ملاقات ميں اس " عجيب الاطوار مشرقي فيلسوف " سے اس درجه متاثر هوتا هے كه اخبار طان ميں سيد موصوف كے ايک مقاله كا رد كرتے هوے لكهتا هے :

" ميں نے اسكے شخصيت ميں ابن سينا اور ابن رشد كي روح ديكهي " جيسا كه اوپر گزر چكا هے - ياد رهے كه انسان كي قابليت كيسي هي كيوں نه هو ' ليكن مخاطب كے تاثر كے ليے وه بهت كچهه قوت بيانيه اور فصاحت تكلم كا محتاج هوتا هے - جس وقت سيد جمال الدين ريناں سے پيرس ميں اور لارڈ سالسبري سے لندن ميں ملا هے ' اس وقت اسكي فرانسيسي زبان كي تعليم كي تاريخ صرف اتني تهي كه اثناء قيام مصر ميں ايک شخص سے لاطيني الف بے قلمي لكهوا لي تهي ' اور پهر كچهه عرصه كے بعد ايک كتاب خريد لي تهي جو عربي ميں فرانسيسي كي ابتدائي تعليم كيليے لكهي گئي تهي - كوئي ثبوت موجود نہيں كه اس نے كسي انسان سے با قاعده فرانسيسي زبان كي



ايران ميں بار دوم : سنة ۱۸۹۰


قسطنطنیه میں : سنه ۱۸۷۰


پیرس میں : سنه ۱۸۸۳

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر :

سید جمال الدین اسد آبادی

" تقریباً دو ماہ گزرے هیں که ایک شخص سید جمال الدین نامي سے میري ملاقات هوئي - اس شخص کي شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ' وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھہ پر ڈال سکي هیں - یه اثر بہت قوي اور گہرا تھا ' اور اسي کا نتیجه ہے که مجھے خیال هوا ' سوربون یونیورسٹي کے خطبات کا موضوع یه قرار دوں که " اسلام اور اس کا علم سے علاقه " سید جمال الدین کي ذهنیت ایک ایسي ذهنیت ہے جو رسمي اسلام کے موثرات کي پوري طرح مقاومت کرسکتي ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رها تھا ' تو اُس کے افکار کي آزادي ' طبیعت کي فضیلت ' اور اظهار حقیقت کي جرأت دیکھکر مجھے خیال هوا ' میں اِس وقت اُن مشاهیر عالم میں سے کسي ' ایک کو مخاطب کر رها هوں جو دنیا کے گزشته علمي زمانوں میں گزر چکے هیں اور جن سے تاریخ کے ذریعه هم نے واقفیت حاصل کي ہے - میں گویا ابن سینا ' ابن رشد ' یا اُن حکماء عظام میں سے کسي حکیم کو اپنے سامنے دیکھه رها تھا جنھوں نے فکر انساني کو جهل و اوهام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کي پانچ صدیوں تک اپني شجاعانه جد وجهد جاري رکھي تھی "! (فیلسوف رینان)


۳۰ - برس کي عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنه ۱۸۶۹

(سید جمال الدین)


کلکته میں : سنه ۱۸۷۹

انیسویں صدي کي تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کي جس قدر شخصیتیں پیدا کي هیں ' اُن میں کوئي شخصیت بھي وقت کي عام پیداوار سے اس قدر مختلف اور اپني طبعي ذهانت اور غیر اکتسابي قوتوں میں غیر معمولي نہیں ہے ' جس قدر سید جمال الدین کي شخصیت ہے - بغیر کسي تامل کے کہا جا سکتا ہے که مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کي صف میں اُس کي شخصیت کئي اعتبار سے اپنا سهیم و شریک نہیں رکھتي !

وہ ایک گمنام اور مجهول ماحول میں پیدا هوا - ایسے مجهول ماحول میں که آج تک یه بات بھي قطعي طور پر معلوم نه هوسکي که وہ فی الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو هرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ' یا اسدآباد کا جو همدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

اُس کے وطن کي طرح اُس کي ابتدائي زندگي کے حالات پر بھي ظن و تخمین کے پردے پڑے هوئے هیں - تاهم یه قطعي ہے که تعلیم و تربیت کا اسے کوئي موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسي اعتبار سے بھي ممتاز اور قابل ذکر هو - انیسویں صدي کے کامل تنزل یافته افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیه کي جیسي کچھ تعلیم دیا کرتے تھے ' زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کي تھي ' وہ وهي تھي - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کي ' وہ بھي یقیناً معمولي درجه کے تھے - اُن میں کوئي شخص ایسا نه تھا جس کي علمي شخصیت قابل ذکر هو -

دنیا کے نئے تمدني انقلاب اور نئے علوم سے آشنا هونے کا بھي اُسے کوئي خاص موقع حاصل نہیں هوا تھا - اُس کا ابتدائی زمانه زیادہ تر افغانستان میں بسر هوا ' یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ' اور یه دونوں مقامات اُس وقت مغربي تمدن و علوم کي تعلیم و تعلم کا کوئي سامان نہیں رکھتے تھے -


بصرہ میں به لباس عربي سنه ۱۸۸۹

اِس منارہ کي تعمیر سے غرض یہ تھي کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور
چ نوں سے هوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے -
اِس وقت مختلف مقامات میں کئي اور منارہ بھي موجود هیں -
» منارہ اوسٹیا « لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھي پیدا
ہ ہے هیں - کیونکہ اُنکي روشني دور سے ستارہ کي طرح معلوم هوتي
ے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتي ہے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا ہے - اِسکے معني یہ هوئے
۔ ریباً ۱۵ - لاکھ روپئے صرف هوئے تھے - منارہ کي عظمت کے
۔ بلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم هوتي ہے -

منارہ کا بنانے والا سوسٹراتس سکندر اعظم کے مشہور معمار
۔مسراتیس کا بیٹا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں میں کندہ کیا تھا:

» کنیڈوس کے باشندے سوسٹراتس ولد ڈیمکراتیس کي طرف سے
جات دینے والے دیوتاؤں کو هدیہ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے
اوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرهویں صدي عیسوي میں
، منارہ دیکھا تھا' اُنکا بیان ہے کہ یہ ۶۰۰ فٹ یعني سو قد آدم بلند
۔ - عمارت کي وضع بابلي تھي - کئي منزلیں اوپر نیچے تھیں - هر
نزل اپنے نیچے کي منزل سے چھوٹي اور اوپر کي منزل سے بڑي تھي -
ریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کي دو مستدیر تھیں - هر منزل
یں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کي جگہ
بسہ کي جڑائي کي گئي تھي تا کہ سمندر کي موجیں
ماں نہ پہنچا سکیں - پوري عمارت سنگ مرمر کي تھي - چوٹي
ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب و روز آگ جلا کرتي تھي -
ت کو اُس سے روشني حاصل هوتي اور دن کو دھواں نکلتا رهتا -

کہا جاتا ہے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں
جي پہرا رهتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا ہے کہ مینار کي زمین پر شیشہ
اِ نھا اور چوٹي پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت
ے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کي شعاعیں جمع کرکے سو میل
مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد
ں هیں - البتہ یہ ممکن ہے کہ معمار نے کوئي معدني آئینہ اِس
ے سے لگا دیا هو کہ روشني میں اضافہ هو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کي
ظت کي اور اُس سے کام لیتے رہے - لیکن ولید بن عبد الملک
زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے
ے ایک مکار آدمي دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو
ہ دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون ہے - خلیفہ
اچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھي صرف آدھي
ت منہدم هوي تھي کہ ولید متنبہ هوگیا اور اُس نے خیال کیا
ے قیمتي اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطي ہے - اس نے
ا۔ کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کي کوشش کي - لیکن
ایسي تعمیر دشوار تھي - کئي باکمال معماروں نے کوشش کي
کامیاب نہ هوئے - یہانتک کہ اُسکي چوٹي کا آئینہ زمین پر گرگیا
ش پاش هوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقي رهگئي تھي -
ں نے اسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا
منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا ہے کہ قلعہ قائت بک کے قریب
سمندر کي تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائي دیتے هیں -

(٤)

مشتری کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

"جوپیٹر" رومانیوں کا مشہور دیوتا ہے - بعینہ یہي دیوتا " یونان میں " زفس " (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا ہے جسے ایتھنز میں " فیڈیاس " نے بنایا تھا - سب اسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے هیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالي ہے - صرف چند سکے دستیاب هوئے هیں جن پر اُسکي شکل کا ٹھپا ہے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکي بنیادیں اور بیٹھک کا نچلا حصہ بر آمد هوا ہے -

جرمن ماهرین آثار عتیقہ کي تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ " زفس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فٹ لانبا اور ۴۳ فٹ چوڑا تھا ' اور ستونوں کي دو قطاریں کھڑي کرکے تین حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا - " زفس " کا بت درمیاني حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبي تھا مگر اُس پر هاتھي دانت اور سونا جڑا هوا تھا - هاتھي دانت جسم کو ظاهر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کي تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیٹھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کي پتے والي شاخ کا تاج تھا - دهنے هاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو هاتھي دانت اور سونے سے بني هوي عورت کي شکل میں تھا - بائیں هاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتي معدنیات کي پچے کاري تھي - عصا پر جھکا هوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' هاتھي دانت ' اور جواهرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک رومانی شہنشاہ هارڈین کے ایک سکے میں اِس بت کي تصویر پائي گئي ہے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کي پوري تصدیق هوتي ہے - فرق صرف اس قدر ہے کہ عصا پر بیان کردہ گدہ موجود نہیں ہے -

بت کي تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ہے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیڈیاس سے پوچھا " سر کي وضع کیسي رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں هومر کے اِس قول کي پیروي کرونگا : ابن قرونس گویا هوا - اپني سیاہ ابروؤں والا سر عجب سے هلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر هل رہے تھے ! "

بت کي تصویر ایک اور سکہ پر بھي ملي ہے - اِسمیں سر کے بال لانبے هیں ' اور گردن پر پڑے هیں - داڑھي بھي گھني اور لمبي ہے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلي هوئي هیں -

خیال کیا جاتا ہے کہ ایتھنز میں اِس بت کي تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں هوئي تھي -

(عرب مورخین)

هم آئیندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کي تصریحات کیا هیں ؟



تعلیم حاصل کي هو ' لیکن یه واقعه هے که وہ فرانسیسي زبان میں بہتر سے بہتر تحریر و تقریر کر سکتا تها - ترکي ' روسي ' اور انگریزي بهي اسي طرح اُس نے سیکهه لي تهي -

مشہور هے که جب پیرس میں روسي سفیر نے اُس سے ملنا چاها ' تو اُس نے ملاقات کي تاریخ ایسي مقرر کرائي جو دو هفته بعد آنے والي تهي - اُس کے بعد وہ ایک کتب فروش کے یہاں گیا اور اُس سے کہا " مجهے فرانسیسي میں روسي زبان سکهانے والي کتاب چاهیے - میں خرید لونگا - بشرطیکه تم اس کا بهي انتظام کردو که آج سے ایک هفته بعد کوئي روسي زبان بولنے والا آدمي مجهه سے ملاقات کرسکے " کتب فروش نے کتاب بهي دي ' اور ایک ایسے شخص کا انتظام بهي کردیا جو اُسي کے یہاں ملازم تها - جمال الدین نے ایک هفته تک بطور خود کتاب دیکهي ' پهر آٹهویں دن سے چودهویں دن تک روز ایک گهنٹه روسي سے باتیں کرتا رها - اور پندرهویں دن وہ طیار هوگیا تها که روسي سفیر سے بغیر کسي مترجم کي وساطت کے ملاقات کرے !

(سید کے سوانح حیات)

اگر سید جمال الدین کي زندگي میں لوگ اُس کے حالات سے واقف نه هوسکے تو یه چنداں عجیب بات نہیں هے - دنیانے همیشه اپنے اکابر و اعاظم سے اُن کي زندگي میں غفلت برتي هے ' اور جب تک وہ دنیا سے رخصت نہیں هوگئے هیں ' اُن کے حقوق کا اعتراف نہیں کیا هے - خصوصاً مصلحین و مجددین اُمم کے لیے تو زندگي میں تغافل اور موت کے بعد تعظیم و احترام ' اس دنیا کا ایک عام اور غیر متغیر قانون هے - لیکن یه صورت حال کس درجه عجیب اور تاسف انگیز هے که اُس کي وفات پر پورے تیس برس گزر چکے هیں ' اور وہ تمام مشرقي ممالک بیدار هوچکے هیں جہاں اُس نے اصلاح و انقلاب کي ابتدائي تخم ریزي کي تهي ' تاهم اُس کي زندگي بدستور تاریخ کي روشني سے محروم هے ' اور اُس سے زیادہ مشرق کچهه نہیں جانتا ' جتنا یورپ کے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا دیا هے !

افسوس اس جہل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء کي شناخت هي کے لیے یورپ کے محتاج نہیں هیں - بلکه اپنے عہد کے اهل فضل و کمال کیلیے بهي اس کے محتاج هیں - جب تک وہ انگلي سے اشارہ کر کے نه بتلادے ' هم خود اپني قوم اور عہد کے بڑے بڑے انسانوں کو بهي نہیں پہچان سکتے !

هندوستان میں تو الہلال کي اشاعت سے پہلے ' غالباً لوگ سید جمال الدین کے نام سے بهي آشنا نه تهے - سنه ۱۸۷۹ع میں جب وہ حیدرآباد اور کلکته میں مقیم تها ' تو هندوستاني مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص یعني مرحوم عبدالغفور شہباز تها ' جسے اسکے فضل و کمال کي تهوڑي سي شناخت نصیب هوي تهي ' اور اُس کے چند فارسي مقالات کا اُردو ترجمه شائع کیا تها !

حال میں برلن سے ایک رساله سید جمال الدین کے اعمال حیات پر شائع هوا هے - اُسکے مطالعه سے خیالات میں بے اختیار جنبش پیدا هوگئي - خیال هوا که پورے شرح و تفصیل کے ساتهه مشرق جدید کے اس قائد فکر کے سوانح حیات پر نظر ڈالني چاهیے - متفرق لفظوں اور متعدد تصویروں کا یه مرقع جو آج شائع هو رها هے ' اسي سلسلۂ مضامین کي تمهیدي قسط هے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسکندریه کا مناره

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سکندر اعظم نے مصر فتح کرنے کے بعد هي شهر اسکندریه آباد کیا تها - پچاس سال کے اندر اِس شہر نے پوري ترقي حاصل کرلي ' اور بحر متوسط کي سب سے بڑي بندرگاہ بن گیا - سکندر کے بعد اُسکے جانشین مصر میں علم دوست تهے - اُنهوں نے اسکندریه کو اور رونق دي اور علم و حکمت کا مرکز بنا دیا - سنه ۲۸۵ ق م میں بطلیموس اول حاکم هوا - اُسنے شہر کي روز افزوں تجارتي ترقي دیکهکر خیال کیا که رات کے وقت جہاز راني کي سہولت کیلیے ایک مناره تعمیر کردینا چاهیے - چنانچه اسکندریه کے قریب جزیرۂ فیروس میں یه مناره طیار کیا گیا اور فیروس کے نام سے مشہور هوگیا -

مورخین میں اختلاف هے که اصل میں یه نام جزیره کا تها یا مناره کا ؟ بهر حال یه واقعه هے که اِسکے بعد جہاز راني کیلیے روشني کے جتنے بهي مناره تعمیر هوئے ' اُنمیں سے اکثر " فیروس " هي کے نام سے پکارے گئے - بلکه لاتیني ' اِطالي ' اسپیني ' اور قدیم انگریزي زبان میں تو اِس لفظ کے معني هي مناره روشني کے هوگئے - فرانسیسي میں ابتک اس معني میں " فار " کا لفظ مستعمل هے -

خیال کیا جاتا هے که مصري ' روشني کے مناروں سے واقف تهے ' اور بہت سے مناره بنا چکے تهے - مگر بطلیموس کا یه مناره اپني بلندي اور ساخت کي وجه سے بہت ممتاز اور مشہور هوگیا -

مشہور رومانی مورخ پلیني نے (جو سنه ۷۹ ع میں آتش فشاں پہاڑ ویزوف کے پهٹنے سے هلاک هوا) اسکندریه کا شہر اور یه مناره دیکها تها - وہ لکهتا هے :

" اسکندریه کي ایک شہرۂ آفاق عمارت ' وہ برج هے جسے شاہ مصر نے جزیرۂ فیر میں تعمیر کیا هے - یه جزیره ' اسکندریه کے راسته میں واقع هے - برج کي تعمیر میں ۸۰۰ وزن خرچ هوئے تهے - بطلیموس کي عظمت اور فراخ دلي کي یه شہادت کافي هے که اُسنے برج کے معمار سوسٹراٹس کو اجازت دیدي تهي که اِس حیرت انگیز عمارت میں اپنا نام کنده کرکے بقاء دوام حاصل کر لے !

خوار بچه چھوڑ گیا - جب بچه جوان هوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک هوا اور تمهارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اُس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه ٹھنڈا هوا تو اس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا جو آج کل تمهاري وضع هے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود یه تها که هماري وضع ذلت کي وضع هے ' اور اُنهي کے ایک بادشاہ نے همیں اُس کے اختیار کرنے پر مجبور کیا هے ! میں نے یه افسانه سن کر اُن کے بادشاہ کا شکریه ادا کیا که معامله اِتنے هي پر ختم هوگیا اور اُس " فاتح " نے همیں هندو بننے اور هندو رسم و رواج اختیار کرنے پر مجبور نهیں کیا !

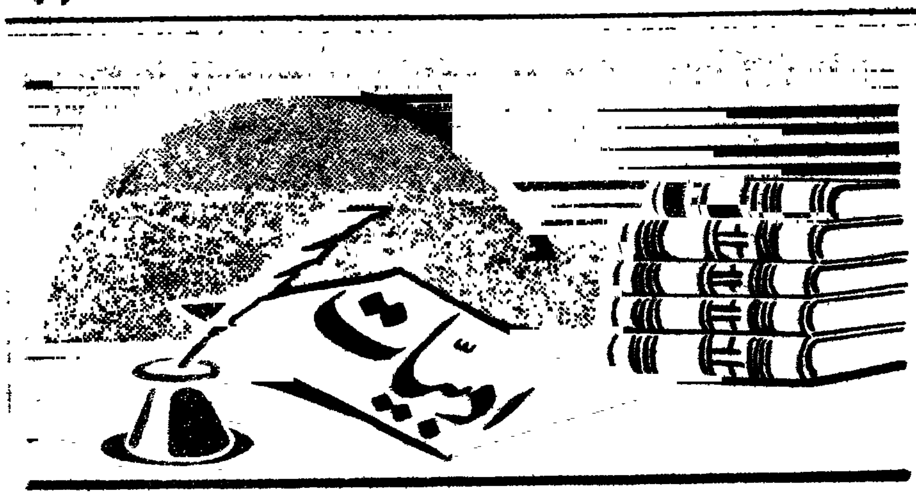
(۴) مسلمانوں کا حمله — منافرت کي بڑي وجه ' هندوستان پر مسلمانوں کا حمله هے - یمین الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنهیں بهت هي سخت نقصان پهنچایا - اُن کي آبادیاں برباد هوگیئں - اُنهیں منتشر و پراگنده کردیا گیا - اُن کي صرف سلطنت هي نهیں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بهي مٹ گئے ' اور ایسے دور دراز خطوں میں جلا وطن هوگئے ' جهاں تک رسائي مشکل هے - مثلاً کشمیر اور بانارسي (بنارس) وغیره - (بنارس کو دور اس لیے کها هے که یه پنجاب اور وسط هند سے دور ' مشرق کي طرف هٹا هوا هے)

یهي دیني اور سیاسي اسباب هیں جن کي بنا پر هندؤں میں مسلمانوں اور تمام اجنبیوں سے سخت نفرت و عداوت پیدا هوگئي هے -

(۵) پهر اُنکے اخلاق میں ایک اور بات بهي راسخ هوگئي هے اور کسي طرح نکل نهیں سکتي - یه اُن کے انتهائي علمي و ذهني تنزل کا نتیجه هے - وه یقین کرتے هیں که دنیا صرف اُنهي کي دنیا هے - انسان صرف اُنهي کي سرزمین پر موجود هیں - بادشاہ صرف اُنهي کے بادشاہ هیں - دین صرف اُنهي کا دین هے - اور علم صرف اُنهي کا علم هے - یهي وجه هے که نهایت مغرور اور بر خود غلط هوگئے هیں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کیا جاتا هے تو مخاطب کو جاهل خیال کرتے اور اُسکي تصدیق پر هرگز آماده نهیں هوتے هیں - حالانکه اگر وه سیر و سیاحت کے عادي هوتے اور اپنے پهاڑي حدود طے کر کے غیر قوموں سے ملتے ' تو یه جاهلانه و طفلانه خیال اُنمیں پیدا نه هوتا -

لیکن یاد رهے که اُن کے پیش رؤں کا یه حال نه تها - اُنکا مشهور فاضل " براهمهر " برهمنوں کي تعظیم کے بیان میں کهتا هے " جب یونانیوں نے با وجود ناپاک هونے کے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکی بهي تعظیم واجب هوگئي - اُن کا درجه بهي برهمن کا درجه هوگیا " !

خود میري حالت یه هوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رها - کیونکه میں اُنکي زبان اور اُنکے طریقوں سے بے خبر تها - لیکن جب کچهه اُن کي زبان میں دخل پیدا هوگیا تو میں اُنهیں اپنے یهاں کے علوم کي بنا پر اشیاء کي علتوں اور حساب و ریاضي کے براهین سمجهانے لگا - اسپر وه سخت متعجب هوئے اور استفاده میں باهم پیش قدمي کرنے لگے - بڑي حیرت سے پوچهتے تهے : " هندوستان کے کن کن علماء کو تم نے دیکها هے ؟ اور کن کن سے فائده اٹهایا هے ؟ " کیونکه اُنکے خیال میں علم ' هندوستان کے سوا کهیں هے هي نهیں - جب میں نے اُن سے کها که میں پهلي مرتبه اُن سے ملا هوں اور جو کچهه کهه رها هوں ' یه دنیا کے دوسرے حصوں کے علوم هیں ' تو وه اور زیاده متعجب هوے ' اور بعضوں نے تو مجهے جادوگر سمجهنا شروع کر دیا *



قدیم یونانی ادب کا ایک نمونه

(بلیٹس کا گیت)

(فرانسیسي ترجمے سے اردو میں منتقل کیا گیا)

(میري سهیلي کي شادي)

راستے میں ابتک گلاب کے پهول بکهرے پڑے هیں - شمعیں بهي ٹمٹما رهي هیں ... ...

یه میري سهیلي " ملیسا " کي شادي کي رات کا واقعه هے - میں اپني ماں کے ساتهه گهر لوٹي - اس وقت میرے سر میں خیالات کا هجوم تها :

" آج میري سهیلي کو جو بات نصیب هوئي هے ' کل مجهے بهي نصیب هوگي " میں خیال کرنے لگي " میں بهي ایسے هي شاندار جلوس میں نکلوں گي - میري رتهه بهي پهولوں سے لدي هوگي ' زیتون کي شاخیں اُسپر سایه کیے هونگي ' بانسریاں بجتي هونگي ' اور میري سهیلیوں کي میٹهي آوازیں سریلي بانسریوں میں مل جائنگي - میں بهي ایک دن اپنے بر کے پهلو میں " ملیسا " کي طرح نگاهیں نیچي کیے بیٹهونگي - مجهپر وه عجیب راز کهل جائینگے جو یه موقعه اپنے دامن میں چهپائے هوئے هے ... اسکے بعد ؟ ...... یه که میں اپنے بچوں کو اپني دوده بهري چهاتیوں سے لگالوں گي -

(راز)

... دوسرے دن میں اپني سهیلي سے ملنے گئي - آنکهیں ملتے هي دونوں کے رخسار سرخ هوگئے - وه مجهے اپنے کمرے میں لے گئي اب هم بالکل اکیلے تهے - مجهے اس سے بهت سي باتیں کهني تهیں - مگر اُسکي صورت دیکهتے هي کچهه یاد نه رها !

میري سهیلي جیسي همیشه سے تهي ' ویسي هي اب بهي هے - کوئي فرق اس میں نظر نهیں آیا - لیکن یه عجیب بات هے که میں اُس سے کچهه مرعوب سي تهي - میں اُس سے آنکهه نهیں ملا سکتي تهي -

اچانک میرا ڈر دور هوگیا - میں اُسکے زانو پر بیٹهه گئي - اُسکے کان میں سب باتیں کهدیں - اُس نے بهي اپنا سر میرے سر پر رکهدیا اور پورا راز کهه ڈالا !

(بانسري)

" لیکاسي " نے خوبصورت بانسري مجهے هدیه دي - وه مجهے بانسري بجانا سکهانے لگا ......

تاریخ و عبر

ہندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے ہندوستان کي ذہني اور معاشرتي حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاہدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شہرۂ آفاق کتاب "کتاب الہند" یا "تحقیق ما للہند من مقولۃ مقبولۃ في العقل او مرذولۃ" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع ہوچکي ہے - بیروني پانچویں صدي ہجري کا مشہور حکیم اور محقق ہے - گیارھویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے ہندوستان کي سیاحت کي تھي - یہ زمانہ سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تھا - محمد بن القاسم کي فتح سندھ کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمان بہ حیثیت جماعت اندرون ہند میں بڑھے - مسلمان ' یہاں کے باشندون سے نا واقف تھے ' اور ہندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' ہندوستان میں بطور سیاح کے داخل ہوا - سنسکرت زبان حاصل کي - ہندو علماء کي صحبت میں بیٹھا - ہندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف ہوا - اور پھر غزني میں بیٹھکر اپني یہ جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصلہ ہے کہ اُس عہد کے ہندوستان پر اس سے بہتر اور محققانہ بیان کسي مصنف کا موجود نہیں - یہ کتاب ہمارے سامنے نو صدي پہلے کا ہندوستان پیش کرتي ہے - اِس میں زیادہ تر بحث ہندو فلسفہ ' الہیات ' نجوم ' ریاضي وغیرہ علوم سے کي ہے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بھي بہت کچھہ روشني پڑتي ہے - ذیل میں ہم اُسکے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے ہیں - اِن سے قارئین الہلال اندازہ کر سکینگے کہ قدیم ہندوستان کي معاشرتي ذہنیت کا کیا حال تھا ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع ہوا ہے ؟ غالباً کسي ملک کے ذہني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بہتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(ہندوستان کے سمجھنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمہ میں وہ دشواریاں بیان کي ہیں جو غیر قوموں کو ہندوستان کے سمجھنے میں پیش آتي تھیں - وہ لکھتا ہے :

" ہندوستاني ہم سے اُن تمام باتوں میں مختلف ہیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعہ ہوا کرتي ہیں - مثلاً :

(۱) زبان — اگرچہ سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف ہیں لیکن ہندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بہت ہي وسیع و دقیق ہے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجہا زیادہ دشوار ہے - اِس زبان میں ایک ہي چیز کے بہت سے نام اور ایک ہي لفظ کے بہت سے معني پیدا ہوتے ہیں - اُنکا احاطۂ و ادراک اِس قدر مشکل ہے کہ اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذہانت و قابلیت رکھنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن ہے - ہندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح نا[ز] کرتے ہیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي ہیں ' حالانکہ یہ در حقیقت زبان کا عیب ہے - نہ کہ خوبي -

ہندوستان کي زبان کي دو قسمیں ہیں : عامي اور فصیح — عامي ' عوام اور بازاریون کے استعمال کے لیے ہے - فصیح ' علم و ادب او[ر] مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یہ اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجہ سے اِس قدر مغلق ہے ' کہ ماہر علماء کے سوا اس سے کوئي فائدہ نہیں اُٹھا سکتا -

پھر یہ زبان ایسے حروف سے مرکب ہے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابہت نہیں رکھتے - بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت ہي نہیں رکھتے یہي باعث ہے کہ عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن ہے ' اگرچہ نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انہیں کتنا ہي مقید کردیا جائے -

پھر بعض حروف مستعمل ہیں ' بعض متروک - ساتھہ ہي نقل و صحت کا بھي اُن کے ہاں زیادہ اہتمام نہیں ہے - نتیجہ یہ ہے کہ کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد ہو جاتي ہے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي ہے - عوام کیا خواص بھي اُسے سمجھہ نہیں سکتے - خود میرا تجربہ ہے کہ میں نے اُنھی کے منہہ سے کوئي لفظ سنا ' پھر مزید تاکید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دھرایا تو میں نے دیکھا ' خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجھنا دشوار ہو گیا تھا !

ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بھي دو تین ساکن حرف ایک ساتھہ جمع ہو جاتے ہیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا بہ سکون ہے - ہماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نہیں - یہي سبب ہے کہ ان کے اکثر الفاظ ہم آساني سے بول نہیں سکتے -

(۲) دیني اختلاف — باشندگان ہند ہم سے دین میں بھي کلي اختلاف رکھتے ہیں - نہ اُن کا کوئي عقیدہ ہمارے لیے قابل تسلیم ہے ' نہ ہمارا کوئي عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بھي مذہبي اختلافات رکھتے ہیں - مگر یہ اختلافات فرعي ہیں دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي ہے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملیچھہ) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے ہیں ا[ور] اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجھتے ہیں - حتیٰ کہ اُس پاني اور آگ کو بھي نا پاک سمجھتے ہیں جو کسي غیر باشندۂ ہند کے استعمال میں آگئي ہو !

پھر اُن کے خیال میں یہ نجاست اِس درجہ شدید ہے کہ پاکي کي کوئي صورت بھي ممکن نہیں - یہ کسي حال میں بھي جائز نہیں کہ غیر ہندو ' اگرچہ ہندو مذہب کا کتنا ہي قائل ہوجائے ' اُن میں داخل ہوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبہ نکل گیا ہے وہ پھر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجہ یہ ہے کہ وہ تمام دنیا سے بالکل الگ ہوگئے ہیں - کوئي بندھن بھي ہمیں ا[ور] اُنھیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات — یہ مغایرت اِس درجہ شدید ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ہم سے ' ہمارے لباس سے ' ہماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے ہیں - حتیٰ کہ ہمیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے ہیں ' ہم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ ہے کہ خود میں نے اپنے کانوں سے اُنھیں کہتے سنا " تمہاري سر زمین کے ایک بادشاہ نے آکر ہمارا ایک بادشاہ مار ڈالا تھا - مقتول اپنے پیچھے ایک شیر

میرے دل میں اس وقت کوئي عجیب اور نامعلوم اثر پیدا هو رها تها - ایکاسي نے بانسري نہایت هلکے سے نرمي کے ساتهه لے لي اور بہت هي دهیمي آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دهڑکنے لگا - ......

همارے پاس کہنے کو کوئي بات نه تهي - هم باري باري بانسري بجا کر دل بہلاتے رهے -

هم بالکل بے خودي کے عالم میں تهے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب هم چونکے - رات قریب آ پهنچي -

مجهے بہت دیر هو گئي هے - لیکن میں اپني ماں کو یقین دلانے کي کوشش کرونگي که میں اِس وقت تک اپني کهوئي هوي بیٹي ڈهونڈه رهي تهي !

(جهونپڑا)

میرا چهوٹا سا جهونپڑا ' جهاں همارا نرم بستر رکها هے ؛ مجهے سب سے زیاده پسند هے - وه مجهے اس لیے پسند هے که هم نے اسي میں اپني سب سے اچهي راتیں بسر کي هیں !

همارا بستر' درختوں کے پتوں اور پهولوں سے بنا هے - وه بهي مجهے بہت محبوب هے ' کیونکه وه هم دونوں کو جمع کرتا هے !

میں کبهي کبهي بہت غمگین هو جاتي هوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں هوتي هوں ؛ تو اپنے آپ کو بهي بهول جاتي هوں - مجهپر ایک طرح کي غشي سي طاري هو جاتي هے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پاني اُبل کر برف آلود پهاڑوں کي چوٹیاں چهپادے "

" جب انسان' سمندر کي موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کي روشني ' تاریکي هوجائے "

" جب چاند گر کر چور چور هو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بهي روا هوگا که تجهسے منهه موڑ لوں' اور تجهے بهي حق هوگا که مجهے بالکل بهلا دے ! اے بلیٹس ! اے میري محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتي هے اور اندهیرا پهیل جاتا هے' تو میں خاموشي کے ساتهه گهر سے نکل جاتي هوں - هرے بهرے میدانوں میں پهنچتي هوں - میرا شوهر وهاں بے خبر پڑا سوتا هے -

کبهي میں گهنٹوں کهڑي اُسے دیکهتي رهتي هوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنها دیکهکر خوش هوتي هوں - پهر میں اپنا منه اُسکے منه سے قریب کرتي هوں - کیوں ؟ اسلیے که اُسکي سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کي چمکیلي آنکهوں کے سوا همیں کوئي نہیں دیکهتا !

صبح هو جاتي هے -

" اِتني جلدي روشني لوٹ آئي ! " میں اپنے دل سے کہتي هوں کس جگه روشني نہیں پهنچ سکتي ؟ کس غار میں سورج کي شعاع کبهي دکهائي نہیں دیتي ؟ مجهے اُسکي تلاش هے - تاکه همارا استغراق محبت کبهي ختم نه هو - همیشه کیلیے ! سورج کي کرنیں همیں پریشان کرنے نه پائیں -

اقتباسات

ترازکي اور بد مستي

کون هے جس نے مشهور روسي رهنما اور لینن کے بعد سب سے زیاده حیرت انگیز روسي انسان " ترازکي " کا نام نہیں سنا ؟ یه شخص جس نے اپني انتظامي اور جنگي قابلیتوں کا لوها دشمن تک سے منوا لیا هے ' انقلاب روس سے پہلے امریکه میں ایک معمولي درجه بے وقعت اخبار نویس تها اور شهر بوسٹن میں غریبانه زندگي بسر کرتا تها - اُسي زمانه کا یه واقعه اب اخباروں میں شایع هوا هے که ایک دن ترازکي کو شهر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا که وه سڑکوں پر بدمست پهر رها تها - چنانچه ۲۴ گهنٹه قید میں رکها گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تها که اُسکا یهي قیدي عنقریب دنیا کے مشهور انسانوں میں شمار کیا جائیگا ؟ (السیاسه)

(هنسي)

مشهور فرانسیسي مصنف زیبلے کہتا هے :

" هنسي ' انسان کا ایک امتیازي وصف هے " .

یه قول بالکل صحیح هے - بہت سے قدیم فلاسفه بهي یهي کهه چکے هیں - هنسي اور مسکراهٹ ' دو الگ الگ چیزیں هیں . هنسي کي بهي کئي قسمیں هیں : گونجنے والي هنسي ' خشک هنسي ' کهوکهلي هنسي ...

هنسي کا خاصه انسان میں بے فائده نہیں هے - هنسي میں بہت سے جسماني فوائد هیں - دل کهولکر هنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس هوتا هے - کیونکه جس طرح دوڑنے کے بعد پهیپهڑونکي هوا صاف هوجاتي هے ' اُسي طرح هنسنے کے بعد اسکي حالت هوتي هے - پهر هنسي کا اعضاء هضم یعني معده و جگر وغیره پر بهي بہت اچها اثر پڑتا هے - پیٹ بهر کے کهانے کے بعد هنسي غیر معمولي سرعت سے کهانا هضم هونے میں مدد دیتی هے - اسي لئے دستر خوان پر هنسنے هنسانے والي باتیں کرنا مستحسن هے' اور اسي لیے تنها بیٹهه کر کهانا ناپسند کیا جاتا هے ' کیونکه اس کا نتیجه بسا اوقات یه هوتا هے که انسان ضعف معده یا دائمي قبض میں مبتلا هو جاتا هے - لقمه منهه میں لیکر هنسنا نہیں چاهیے ' ورنه آلات تنفس میں لقمه کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشه هے - اگر کبهي ایسي صورت پیش آ جائے تو پیٹهه پر زور سے گهونسا نہیں مارنا چاهیے ' کیونکه یه سخت خطرناک هے -

هنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید هے - جب انسان هر خوشی کے موقعه پر هنسنے کا عادي هو جاتا هے تو اُسے هر مرتبه هنسنے میں خوشي حاصل هونے لگتي هے - البته بلا وجه هنسنا حماقت هے -

لیکن آخر هم هنستے کیوں هیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو هنساتي هیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں هنساتیں - اس کا جواب مشکل هے !

(سنڈے ریویو)

…ستان	پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین=۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ
…رنس	"	۳۰۴۴	"	"
…لی	"	۱۹۳۲	"	"
	"	۴۳۷	"	"
	"	۲۳۲	"	"
…ڈ	"	۱۵۳	"	"
…سلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

…سوقت آمریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحا… …ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے …ہیں اور دنیا کے نئے علمی دور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ …ل کردیا ہے، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت …نہ کرسکا، اور عامۃ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر …ریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کر رہا ہے اور …ڈ اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کر رہی ہیں۔ …ے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب …نا ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے …در اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر …یکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا

…ہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے …یک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دورہ کرکے اپنا …بیان شائع کردیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر …۔

…ا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک …اقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور …سٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کرچکی ہے۔ نیز آمریکی …کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کرلیا …ہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد …یا۔

…سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، …یارک کی روچیسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن …ت قبول کرلی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم …اس شاخ کا نام عجیب ہے "ملعون ارواح والوں کی انجمن" …ری مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس نے …نے یہی نام اختیار کرلیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی …ں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی "…لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے" فیلاڈلفیا کی ایک …اہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان …کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی …ری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" …س کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱- عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔
۲- آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بنیاد افسانے ہیں۔
۳- جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔
۴- دین، طبیعت سے ماوراء امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹادینا چاہیئے۔
۵- کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱- تمام گرجوں پر بلاکسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہیئے۔
۲- سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئیے جائیں۔
۳- مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔
۴- تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔
۵- ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کردئیے جائیں۔
۶- تورات و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔
۷- اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔
۸- وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کردئیے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔
۹- امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کردی جائے "خدا پر میرا توکل ہے"

اخبار "ورلڈ" کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوپوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کرچکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کر رہی ہے"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ متمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھودیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہوجائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کرسکتا (موجودہ تورات کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کرکے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۷۰ فیصدی علماء عصر، ملحد ہیں، یا کم از کم لاادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "واگا بونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان افکار ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں "زیوس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہوجاتے تھے۔ لیکن آج دنیا ان ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہیئے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھوکر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام… رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں چنانچہ …ینا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے۔ … سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ …غربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی … ہے۔ اس کا نام کوئن سلور ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ … ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقل … خلل ہو!"

آمریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت … ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ٹرکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ جب جلا وطن کردئیے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ٹرکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقۂ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۸،۲۹۰ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰،۵۲۰ ترک، اور ۳،۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً سگنی تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۱،۳۰۵ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰،۹۴۰ ترک کاریگر کام کر رہے ہیں۔ جنگ سے پہلے ۹،۹۰،۶۸۰ ہاتھ مربع قالین ہرسال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱،۰۴،۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ٹرکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔ ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کرلی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مجاز نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ٹرکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کردی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ … کی مخلوط عدالت …

برید فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲ دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی ایسے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ آمریکہ کے پانچویں صدر جیمس مونرو نے آمریکہ کی مجلس حکومت (سینیٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی - یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور نہایت عظیم الشان سیاسی نتائج پیدا کئے - اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا - اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "آمریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی یورپی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے" مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دُنیا پیدا کرلے -

چونکہ ولایات متحدہ آمریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہے، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہو جانے کی وجہ سے اُسے آمریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہے اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہے - چنانچہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور میکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کیوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصول کی بنا پر عملاً مداخلت کی - مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہم وطنوں کو نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو -

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر آمریکہ میں سخت اختلاف آرا پیدا ہوگیا - ڈاکٹر ولسن اور اُنکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب آمریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے - لیکن مذکورہ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے - وہ کہتے تھے آمریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہئے - بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ آمریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی اور ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا -

بلاشبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا لیکن یہ سوال بہرحال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر امریکہ کب تک دُنیا کے سیاست سے علحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کب تک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے، آمریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہے، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ آمریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے - دنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے آمریکی صدر جمہوریت کو ہیں - شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں - لیکن آمریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت از روئے قانون حاصل ہوجاتی ہے -

دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح آمریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہے - صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سینیٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی - صدر آمریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آخر الذکر کا انتخاب: عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں - لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہے - یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں - تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجے جاتے ہیں - پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں -

صدر جمہوریت آمریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس آمریکہ میں گذارے ہوں اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو - صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف آمریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہے - اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہے اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا - صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہے -

ولایات متحدہ

جمہوریہ آمریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہے ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں اُنکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہے لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہے جو ہر دو برس میں ایک بار منتخب ہوتے ہیں - مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو نمائندے ہوتے ہیں - ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہے مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہے اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہے - مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہے بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا -

آمریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ آمریکہ، دول یورپ کو آمریکہ کے معاملات میں دخل کرنے کی اجازت نہیں دیتی - دوسری طرف خود بھی ملک گیری کا اصول عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہے!

(۱) جزیرۂ کیوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہے لیکن وہ آمریکہ ہی کی زیر حکومت ہے - اس جزیرہ کی آبادی ۰۰۰،۰۰۰،۲۹ ہے۔

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہے مگر آبادی ۰۰۰،۵۵ سے زیادہ نہیں ہے - اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں -

(۳) پورٹریکو - اس کی آبادی ۰۰۰،۳۰۰،۱ ہے، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہے -

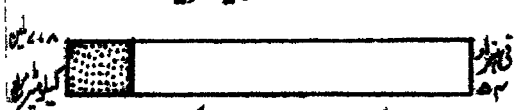
(۴) جزائر ہوائی - آبادی ۰۰۰،۲۵۵ - اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہے -

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہے - آبادی ایک کرور ہے -

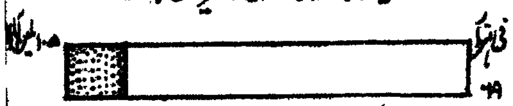
امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے آمریکہ کا درجہ کیا ہے:

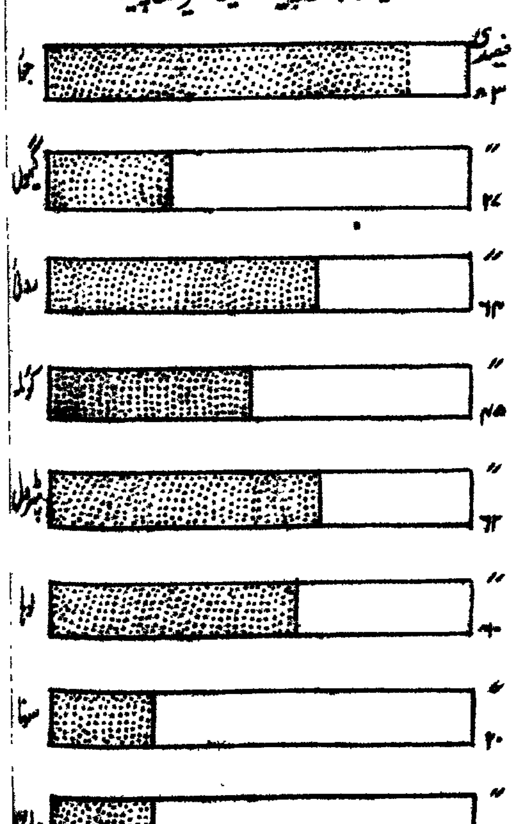
دنیا کے مجموعی رقبہ میں امریکہ کا رقبہ



دنیا کی مجموعی آبادی میں آمریکہ کی آبادی



دنیا کی مجموعی پیداوار میں آمریکہ کی پیداوار



آمریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ اس کے جنہیں

اگر ہم مرجائیں تو کیا لوگ ہی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہو؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الالیتنی لم اُغن فی الملک ساعۃ ولم اکُ فی اللذّات اعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طِمرین عاش ببلغۃ لیالی حتیٰ زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہو!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم قالوا الخلیفۃ امسیٰ مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہے؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہے۔

فمادت الارض اوکادت تمید بنا کان اغبر من ارکانہا انقلعا

قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک پڑے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہو

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ کانا جمیعا فظلا یسریان معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

وہ گرا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھا رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ لوقارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک وخوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب۔ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ [illegible]

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مشیت [illegible] کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے [illegible] کو عزت دیتا ہے، کسی کو ذلت دیتا ہے۔ لوگو! معاویہ [illegible] یوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا [illegible] اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے [illegible] اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک [illegible] کوشش نہیں کرونگا۔ اب وہ اپنے رب کے [illegible] اگر اسے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہے [illegible] اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس [illegible] نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد [illegible] خدا کوئی ناپسند کرتا ہے بدل ڈالتا ہے۔ اگر [illegible] آسان کردیتا ہو"

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی [illegible] کمال کا سفر آدرنہ۔ درۂ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ [illegible] بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہے۔ ایک [illegible] بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل [illegible] چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور [illegible] باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جا[illegible] کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہے، جو [illegible] سے متصل کرتا ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ [illegible] سرنگ کھودی جائے اور اُس میں تین ریلوے [illegible] رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہے۔ [illegible] اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہے۔ مگر وہ ناکافی [illegible] جاتا ہے کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ [illegible] یا زمیں دوز ریل جاری ہوجائے گی تو ایشیائے کوچک [illegible] یورپین ٹرکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل وحرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ اسے کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہے کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہے اور وہ اسلام کے اصول وتعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہے۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہے کہ نومسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش وخروش سے عید منائی۔ یہ عید دراصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہے جس میں قوم نے قدیم [illegible] دست کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشن) [illegible] تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ [illegible] اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہے، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہے، اس لئے ترکی قوم اب تک اسے ایک قومی ووطنی عید کی طرح مناتی ہے۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہے یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہے۔ اتنی ناقص کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہے مگر وہ ناقص نہیں ہے۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہے کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار خلق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر، رؤف بکتابک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہے لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں نئی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، مسٹر سانس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہے: جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہے!"

اس کے بعد ۱۲ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکر آغا، سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس [illegible]

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقاتِ وفات میں!

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب ہی وہ اُس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا۔ اُنھوں نے فوراً اپنے تیمارداروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگاؤ۔ سَر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے پر تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کردو۔ مجھے بٹھا دو۔ میرے پیچھے تکئے لگادو"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے: "کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریہم انی لریب الدہر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں اُنھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی -

دورانِ علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اُن کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا؟ دنیا اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کرچکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دَوڑے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنادیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہے۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ بٹھا دیئے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے ربّ کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُس وقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلاکر روئے اور دعا کی:

"اے ربّ! سخت دل، گنہگار، بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ اُنھیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلیے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمہارے لیے بہت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دَر بدر ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر جو اُسنے اُنکی تعریف میں کہے تھے:

اذا مت مات الجود وانقطع الندی من الناس الا من قلیل مصرد

تیری موت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹا دیئے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کی انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں ہرگز نہیں، امیرالمؤمنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارہا الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو دیکھ کر کہا:

"اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہو۔"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی ابتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات موت کی حالت شروع ہوگئی تھی۔ اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھا:

ولو عاش حی علی الدنیا لعاش امام الناس لا عاجز ولا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن موت کے وقت کوئی تدبیر کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کُرتا دیکھا وہ مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کُرتا پہنا دوں؟" عرض کیا: میں آپ پر قربان! ضرور۔ چنانچہ آپنے کُرتا عنایت کیا۔ مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لیے تھے وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھ، جب میں مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا بچھا کر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو ..."

(استیعاب۔ عقد الفرید)

سکرات موت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فہل من خالد اما ہلکنا وہل بالموت یا للناس عار

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے مشاغل کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر محلّے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہو کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہو کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہو۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے کیونکہ اگر یہ مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہو۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔"

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہو جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہو "وامرہم شوریٰ بینہم"۔ میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہو۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و حمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہو کہ ہم نے شہر کے رؤساء و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھاکر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہو۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہو۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہو جس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہو۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہو، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہو۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہو۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین موٹر کا اجراء، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع۔ ڈاک اور تار کے محکمے کی اصلاح اس محکمے نے وہ تمام ہدایات مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاکخانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بہت اہم ہو۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہو۔ حکومت چاہتی ہو کہ تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفوں کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہو:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کرے گی۔ اِن میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پُرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہو۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (میونسپلٹی) اور منزوبیہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی و مالی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں دونوں کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹس) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہو۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہو کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے اور مجلس اُسے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کرے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان اعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہو کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سلطان سے رجوع کرے جسپر ایک ماہ گزرچکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔
(۲) شیخ احمد سبحی۔
(۳) شیخ صالح شطا۔
(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔
(۵) شیخ محمد بن یحییٰ بن عقیل۔
(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔
(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔
(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمہ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا تاکہ سلطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال اِن دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ امیر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے اِن دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان اعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ مذکور کا غذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسے سرکاری خدمت سے یا تو معطل کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطینیہ کی حفاظت بھی ہو جائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پروا کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آیندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالات حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے، اور جہاں تک ہماری معلومات ہے، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہو گئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جا سکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئیے، یا ظلمت کے احاطۂ و فتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت و طاقت کا ظہور ہے جسنے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہو گئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاء حکومت میں کاردانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریباً ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص معرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہوتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور وقیع قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں، وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہو چکے ہیں، یہ یقیناً ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیادہ" میں ایک شاندار جلسہ تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے۔ پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتلانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں۔ اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت و اخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں ایگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خود غرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پا جاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خود غرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کرسکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہو سکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خود غرض لوگ حکام کو دہوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہو جائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہو جائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے دین، مخلوق سے دوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کر رہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لمحہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمہارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے بنا بریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئیے تھے"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمامتر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض، بحسن و خوبی انجام دیگی"

"ہم نے مجلس شوریٰ کے [illegible] پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس از حد اہم اور باشندوں کے [illegible] درجہ ضروری و مفید ہے [illegible]

وجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات مزید
چاہئیے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور
المعلومات ہے۔ شریعت حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے
یں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ
ہوں:
ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص
"میں حائل سے آ رہا ہوں۔ جوف سے ۲ دن کے فاصلہ پر
بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے سوال کیا
بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم
واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم
ں سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اس میں قہوہ ہے" حاکم نے
تو نے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی انگلی سے ٹٹول کر" امیر
نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگا دو۔ مجھے اس سزا
تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اُسنے جواب دیا "بوری
جرم نہیں ہے، لیکن اُسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اس میں کیا ہے؟ اُسے
کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر
بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانتدار اور پرہیزگار ہیں اگر
میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!
جوف کا دار الحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا
مرادہ" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا
ں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰۰
پہلے یہ بنا تھا۔
جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز
مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست
ں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت
معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے وجہ
یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے
و سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔
امیر عبداللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن
ں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ
لے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے
سی قسم کے حیلوں سے اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم
۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آتشر بہت سی موٹریں اور روپیہ
اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی
ن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی
نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پایۂ تخت ریاض
ول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا
مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں
پانی کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص
علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں کہ
لیکن تاجروں اور "علمی محققوں" کی معرفت سے ڈرتے ہیں۔



خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وہائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک ناگہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھکر اپنی میز پر رکھدی تھی:

"میں اسوقت ابدیت و خلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرتے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہے!

***

میرے فناپذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

***

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جسپر میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا راس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۲۵ کروڑ روپیہ) تک پہنچگیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۰۰۰،۵۰۰،۱ پونڈ نفع کیا تھا۔ ان حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

***

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل و دماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ مجھ پر وہ وقت گزر چکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

***

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۰۰۰،۰۰۰،۱ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے الاگم اور غربت کا "ایک شلنگ" دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ ۱۸۹۸ء میں لندن سے ڈیل تک کی ۸۰ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے منچسٹر پہنچا دیا کرے!

***

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

***

"زندگی کے متعلق میرا زم سے زم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور طاقت کے مہیب آتشیں اڈوں پر پک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہوچکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی مشکل قوت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

***

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع و ہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

***

"اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُسپر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہو و لعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دَم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!
"لیکن ادھر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدھر دنیا کی نظریں بھی پھر گئیں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت، صرف یہ دو مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اُسکے پہلو میں

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہو۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسب ذیل ہی:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرا اِس سفر کا آغاز، شرقِ اردن کے پایۂ تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھاس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہی۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہی۔ یہاں پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پایۂ تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہی۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کر دیئے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کر دئیے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک قافلہ بھی ریاض جا رہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۰ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اِس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہی اور نجد کو شرقِ اردن سے جُدا کرتا ہی۔ یہ جبل الدروز سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہی۔ اِس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور وہ احکامِ شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہی۔ اس کی آبادی ۶۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہی۔ یہاں نمک بھی بنتا ہی، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہی۔ محصول، زکوٰۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہی۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہی کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر ۲ مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۳ پیسہ کا ہوتا ہی) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربارِ عام کی جگہ ہی) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی۔ دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اِس گاؤں سے ۱۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر پشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہی۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اِس قدر مشہور ہی کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہی۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہی کہ چہرے پر داڑھی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑھی کی پرورش شروع کر دی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑھی کافی حد تک دراز ہو چکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اِس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑھی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اِس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہی، بہت قیمت پر بکتا ہی۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دھوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہی "عربوں کا صابون، اُن کی داڑھی ہی!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑھی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑھی، صحرا میں بہت مفید چیز ہی۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہی۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اِسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اِس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ چندرہ بیندرہ دن بغیر پانی پیے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہی کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اِس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اِس طرزِ عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے بھائی بھائی بنا دیا ہی!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہی اور پھر عبدالعزیز بن سعود کی۔" اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اِس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہی کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اِس کا نام "حفلا" ہے۔ یہ دراصل وسط صحرا میں ایک لمبی چوڑی مٹی کا ٹیلہ ہی۔ اِس کی مٹی اتنی چکنی ہی کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑھنا بہت مشکل ہی۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہی کہ اِس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہی۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہی کہ قومِ لوط اِسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اِس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جا کر دیکھیں جہاں عذابِ الٰہی نازل ہو چکا ہی۔ چنانچہ یہ واقعہ ہی کہ صدیوں سے اِس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "مزجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اِسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل غیر متوقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اِس کے حسن میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کر دیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبداللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجے اور خود بنفسِ نفیس بھی قصبہ کے پھاٹک پر آکر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہی۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہی۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہی۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہی۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کمال کی بافت یہاں اچھی ہوتی ہی۔ اعلیٰ کپڑے کی وجہ سے بھی اِسے بہت شہرت حاصل ہی۔ یہاں کی مشہور عبا "عبی الجوف" کہلاتی ہی۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہی۔ اِس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماماین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدللہ یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

نہ جانتے ہیں!

⁂

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیار نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سو جانے پر فرحاں نہیں ہو سکتا!

⁂

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"آہا! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے: "بابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!......

لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہو جائیں؟

⁂

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔

..........اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں..........میں نے قمار میں اپنی پوری دنیا کھو دی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!

....

⁂

"میری بیوی، میرے عزیز بچو، میرے وہ تمام دوستو جو اس وقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اُس سے زیادہ نہ سمجھو جس قدر وہ فی الحقیقت ہے!...........

.........................."

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بونا پارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں آلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہو گئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں، اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہم سمجھ سکتے ہیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کر سکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اِن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی متمدن دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کر دینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُس وقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخر الذکر کا نام "لوئی دولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہو گئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زد و کوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُسنے کہا "اگر مادر وطن کے اس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ مہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادہ سے فوراً روانہ ہو گیا۔ اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدان جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پ[...] وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو [...] ہے۔ لوئی دولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین ہمیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدان جنگ کا نقشہ مرتب کرنے [...] ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بے چین ہو"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کر[...]" دولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی اور شارع عام [...] مکان میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بے چینی سے کھڑکی میں [...] کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں [...] سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد [...] ممتاز ٹوپی پہنے آ رہا تھا۔ دولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے [...] درست کر کے چھتیانی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قری[ب تھا کہ] بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین [...] فاصلہ پر آ گیا تو فیر کرنا چاہا! لیکن عین اُس وقت اچانک، [...] ہاتھ پڑا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام[گاہ] پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسر اعلیٰ کو بلا کر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا[؟]"

"ہاں حضور والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال [...] معلوم ہو چکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت [...] ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا [...] پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلا[می سے چھڑانے] کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا [یہ صلہ] دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد [...] تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا۔ اُ[س کی] طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتھیہ۔ نپولین [نے] آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جما دیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلو[م ...] قوت تھی کہ مجرم تاب نہ لاسکا۔ منہ کے بل گر کر چلایا "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتا دئیے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ اگر دول یورپ مجھے مٹانا چاہتی ہیں اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہو جائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتھیہ! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و خرمی کا متمنی ہوں!"

دولف خلاف توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ ولی عہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابل تعریف ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شاہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک محض معمولی فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہو جاتا ہے!"

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

Printed and Published by

Masud Hasan Zuberi at the Al-Balagh Press, [illegible]

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۲ — کلکته : جمعه ٥ . ربیع الاول ۱۳٤٦ هجری — جلد

Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۸٦۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۱۳	اردو حروف کی حق مین	۲۷۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۹٦	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق هون	٦۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت فی پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(٦)

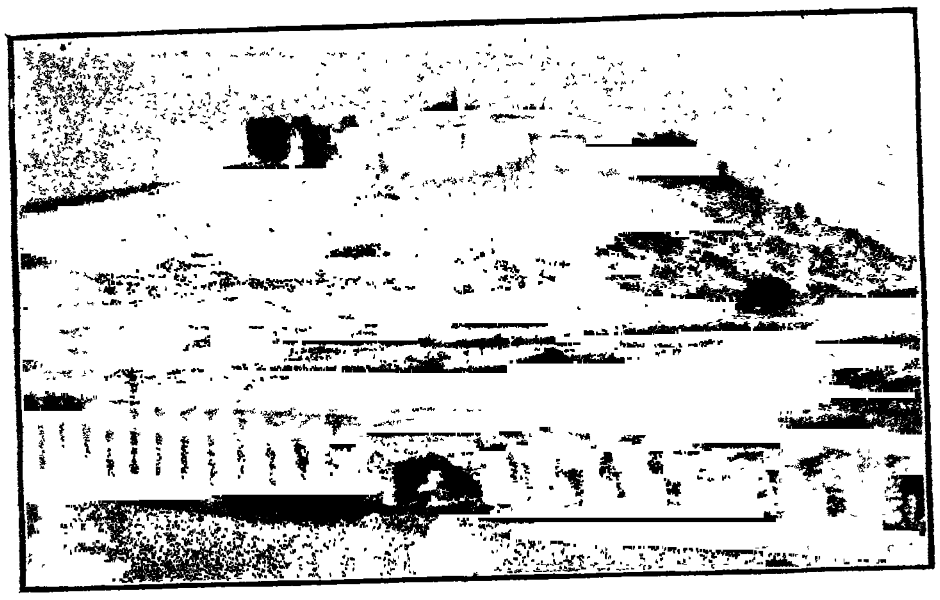
بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قدیم دنیا کا مشہور ترین شہر ھے - بہت سی قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باری باری فتح کیا اور اپنی عظمت و شوکت کا مرکز قرار دیا - مشہور ھے کہ اِس کا اولین بادشاہ نمرود اور اُس کا خاندان تھا - اِس کی اولاد میں سب سے زیادہ شہرت " آور " خامس کو حاصل ہوئی - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اینٹوں پر مسماری خط میں کندہ ملے ھیں' جو حال میں زمین سے نکالی گئی ھیں -

خاندان نمرود کے بعد ایک دوسری سلطنت کا قبضہ ھوا - تاریخ میں اِس کا نام ایرانی سلطنت ھے - دو سو پچیس سال اُس نے حکومت کی - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م میں ایک آور سلطنت قائم ھوئی - اِس کا نام " ایلامی " ھے - اِسی کے ایک بادشاہ " کودرلا اومر " سے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مقابلہ کیا تھا اور فتحیاب ھوئے تھے -

تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م میں اِس پر کلدانیوں نے قبضہ کیا اور ساڑھے چار صدی تک حکومت کرتے رھے - پھر اِس کے بعد مصریوں کا غلبہ ھوا اور سنہ ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رھے - اشوریوں نے مصریوں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی - یہاں تک کہ سنہ ۵۳۸ ق م میں سائرس شاہ ایران نے اُن کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اُس وقت سے ایرانیوں کا دور شروع ھوتا ھے -



سات عجائب عالم میں سے ڈائنا کے مندر کا بقایا

پہاڑ کے نیچے جو کھنڈر نظر آ رھا ھے' یہی اس مندر کا بقایا ھے - اوپر ترکوں کا قلعہ ھے

بابل اور نینوی میں ھمیشہ رقابت چلی جاتی تھی - ایک دوسرے کی بربادی پر تلے رھتے تھے - سنہ ۷۴۵ ق م میں اھل نینوی نے بابل فتح کرلیا تھا - لیکن سنہ ۶۰۶ ق م میں بابلیوں نے ایرانیوں کی مدد سے اُنھیں نکال باھر کیا - پھر خود نینوی پر حملہ کیا اور اِسے اِس طرح مٹادیا کہ اُس کا نشان تک باقی نہ رھا - ابھی حال میں بڑی تحقیقات کے بعد پتہ چلا ھے کہ یہ قدیم شہر کس جگہ واقع تھا' کیسا عظیم الشان تھا ؟ اور کس بے دردی سے برباد کیا گیا ؟

نینوی کی بربادی کے بعد ھی بخت نصر ظاھر ھوا - بابل کے معلق باغ اِسی نے بنائے تھے - اُن سے مقصود صرف یہ تھا کہ اپنی ملکہ کی خوش نودی اور تفریح کا سامان کرے -

یونانی مورخ ھیرودوٹس نے لکھا ھے کہ بخت نصر نے چاھا' بابل کو از سر نو اِس طرح بنائے کہ دنیا' نینوی کی شان و شوکت بھول جائے - چنانچہ نینوی کے قیدیوں اور معماروں سے یہ نیا شہر طیار کرایا گیا - خود ھیرودوٹس نے اپنی سیاحت کے دوران میں بابل کی بھی سیر کی تھی' چنانچہ اُس کے حالات اپنی تاریخ میں لکھے ھیں - اُس کے بیان سے معلوم ھوتا ھے کہ بابل' زمین کے مربع ٹکڑے پر قائم تھا - بیچ میں دریائے فرات نے بہہ کر اُس کے دو حصے کردیے تھے - ھر حصہ ۱۵ - میل لانبا تھا - یعنی پورا شہر تیس میل کے وسیع رقبہ میں پھیلا ھوا تھا - چاروں طرف شہر پناہ تھی - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹی تھی - اِس میں پیتل کے سو پھاٹک تھے - پھاٹکوں کے ستون اور چھتیں بھی پیتل کی تھیں -

شہر میں سب سے زیادہ شاندار' عجیب' اور دلچسپ چیز یہ " معلق باغ " تھے جو اُس وقت سے اب تک پوری دنیا کے لیے اعجوبہ بنے ھوئے ھیں - یہ باغ پتھر کی عمارتوں پر ایک ایسے علاقہ میں نصب کیے گئے تھے' جہاں پتھر کمیاب ھونے کی وجہ سے نادر اور قیمتی چیز سمجھا جاتا تھا - بادشاہ عبادت خانوں میں بطور نذرانہ کے پتھر پیش کرتے تھے' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں میں بڑے اھتمام سے منتقل کیے جاتے تھے - دجلہ اور فرات کی وادی میں آج تک پتھر کی بڑی قلت ھے -

لیکن کیا یہ باغ واقعی معلق تھے ؟ اس بارے میں ایک سخت غلط فہمی پھیلی ھوئی ھے - حال کے بعض مورخین بھی اِس غلطی سے نہ بچ سکے - در اصل انکا معلق ھونا محض ایک نظری اور مجازی وصف تھا - ورنہ وہ معلق نہ تھے - قدیم یونانی اور رومانی مورخوں نے اِنکے لیے جو لفظ استعمال کیا ھے اُسکے معنی " معلق " نہیں بلکہ منزل در منزل باغ کے ھیں - یہ باغ پتھر کے کئی منزلہ چبوتروں پر لگائے گئے تھے - ھر اوپر کا چبوترہ نیچے کے چبوترہ سے عرض میں چھوٹا تھا - اِس طرح تمام چبوترے بلند ھوتے ھوتے ۳۵۰ فٹ تک پہنچ گئے تھے - ھر چبوترہ پر اِتنی مٹی جمع کی گئی تھی جتنی درختوں کی پرورش کیلیے ضروری تھی - پانی اوپر چڑھا کر بالائی منزل پر تالاب بنایا گیا تھا' نیچے سے اُس میں جمع کر دیا جاتا تھا - اور اُسی سے پورے باغ کی آب پاشی ھوتی تھی - ھر چبوترہ کی زمین یا چھت بانس سے پاٹ دی گئی تھی - اُسکے اوپر سیسہ پگھلا کر پھیلا دیا تھا - یہ احتیاط اِس لیے کی گئی تھی کہ دیواروں اور بنیادوں تک نمی نہ پہنچ سکے اور باغ ھمیشہ برقرار رھیں - ھر طبقے یا چبوترے کے نیچے بڑے بڑے ایوان تھے اور بابل و نینوی کے بہترین سامان آرایش سے آراستہ تھے - ھر دو طبقوں کے ما بین وسیع زینے بنے ھوئے تھے - جنسے بادشاہ' ملکہ' اور درباری ایک ساتھ اوپر نیچے آجا سکتے تھے -

باغوں میں قسم قسم کے پھولوں' پھلوں' اور میوؤں کے خوشنما درخت لگے تھے - موسم بہار میں عجیب کیفیت ھوتی تھی - ھرے بھرے درختوں کے پتے پوری عمارت چھپا لیتے تھے - ایسا معلوم ھوتا تھا کہ واقعی باغ ھوا میں معلق کھڑے ھیں - خوشبو اس قدر ھوتی تھی کہ تمام شہر معطر ھو جاتا تھا - خیال ھوتا تھا کہ جنت آنکھوں کے سامنے پھیلی ھوئی ھے - بابل کی گرمی دیکھتے ھوئے یہ باغ



سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یہ عظیم الشان اور شہرۂ آفاق بت قائم تھا - لیکن اب اُسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے - عہد مسیحی سے سو برس پہلے ہی وہ برباد ہوچکا تھا - مرکب دھات کا یہ بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوہا بکتا ہے !

مشہور رومانی مورخ پلینی نے پہلی صدی عیسوی میں جزیرۂ روڈس کی سیر کی تھی - وہ لکھتا ہے :

" ہر چیز سے زیادہ حیرت انگیز آفتاب کا وہ عظیم الشان بت تھا جو اِس جزیرہ میں نصب تھا - اِسے کیرس لنڈسی نے بنایا تھا - یہ ستر گز (رومانی) بلند تھا - ۵۶ سال قائم رہنے کے بعد زلزلہ سے گر پڑا - وہ ابتک بدستور زمین پر پڑا ہے اور دیکھنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت ہے ! کم آدمی ایسے نکلینگے جو بت کے ہاتھ کا انگوٹھا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بھی قبضہ میں لاسکیں - بت کی انگلیاں اتنی بڑی ہیں کہ شاید ہی اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود ہوں - پنڈلیاں اِتنی موٹی ہیں کہ اُنکے اندر لمبی گہری سرنگیں معلوم ہوتی ہیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم الشان سنگی ستون تھے تاکہ پاؤں بت کے جسم کا بوجھ سنبھال سکیں "

یہ بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تھا - یہ دیوتا اِس جزیرہ کا معبود اور محافظ سمجھا جاتا تھا - کیرس بت تراش نے بارہ برس کی محنت سے اِسے طیار کیا تھا - لیکن سنہ ۲۲۴ ق م میں زلزلہ نے اِسے گرا دیا -

اِس بت کی عظمت و شہرت اِس قدر عام ہوگئی تھی کہ باہر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادۃ قصے مشہور ہوگئے تھے - عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ وہ جزیرہ کی خلیج پر اِس طرح کھڑا ہے کہ اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر ہے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یہ خلاف واقعہ ہے - در اصل یہ بت ایک برہنہ آدمی کی شکل پیش کرتا تھا اور وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑے کھڑا تھا - رومن مورخ پلینی نے اُسکی بلندی کی نسبت جو کچھہ کہا ہے ' اُسکی کسی دوسرے مورخ نے تغلیط نہیں کی ہے - اُسکے حساب سے بت کی بلندی ۱۵۰ فٹ تھی !

پورا بت مرکب دھات کا تھا - ٹانگیں پتھر کی تھیں ' اور مرکب دھات کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں - پیروں سے سر تک ایک اندرونی زینہ بنا تھا - بعض مورخین کا بیان ہے کہ اِس زینہ چڑھ کر روز رات کو بت کی آنکھوں میں آگ جلادی جاتی تھی اُس کی روشنی سے جہازوں کی رہنمائی ہو -

کہا جاتا ہے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا اُس سے ایک سخت فنی غلطی ہوگئی ہے - اِس غلطی کی ا نا ممکن تھی - لہذا اُس نے خودکشی کرلی - لیکن اُسکی غلط بعد میں کسی کو بھی نظر نہیں آئی - یونان اور یورپی دنیا بد زبان اُس کی صناعی کا اعتراف کر رہی ہے -

روڈس باوجود اپنی قدیم بدحالی کے اُس زمانہ میں بہ دولت مند ہوگیا تھا - معدنی مصنوعات میں اس نے بڑی شہ حاصل کی تھی - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسلہ قائم تھا - یونانی نے اُس کی دولت مندی دیکھکر اُس پر قبضہ کرلیا اور وہاں ا عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کی - شہر کی رونق بھی اس درجہ بڑھ کہ ایتھنز کا مقابلہ کرتا تھا - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کی اُن کے بعد شاہ موسولوس نے غلبہ حاصل کیا - یہ وہی بادشاہ ہے ج کی قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار ہوتی تھی اور ا ابھی ہم اُس کے تذکرہ سے فارغ ہوئے ہیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حملہ کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم چھینا - سکندر کی وفات کے بعد اُس نے پھر اپنی آزادی حاص کرلی اور خود مختار ہوگیا - یہی زمانہ اُس کا سنہری زمانہ سمج جاتا ہے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کی اصلی منڈ دو ہی تھیں : اسکندریہ اور روڈس -

اِس بت کی تاریخ یہ ہے کہ مصر کے ایک بطلیموس پادشاہ (یعنی اُس خاندان شاہی کے پادشاہ نے جو بطلیموس کے لقب ملقب تھے) اپنے بھائی سے جنگ کی تھی - روڈس کے باشندوں بطلیموس کی مدد کی اور فتح دلائی - اِس پر اُس کے بھائی جزیرہ سے انتقام لینا چاہا اور ایک فوج گران جہازوں میں لاکر محاص کرلیا - فوج کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ جزیرہ کی پوری آباد اُس سے کم تھی - اہل روڈس زبردست دشمن دیکھکر گھبرا گئے - بہادر تھے - مقابلہ کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تھا - اُس اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپنی فوج بھیج دی اس طرح روڈس اپنی حفاظت میں کامیاب ہوگیا -

اسی نجات کی یادگار میں اہل روڈس نے یہ بت بنایا تھا ' اپنے دیوتا اپالو کو نذر دی تھی - بت کے بنانے میں جتنا کانسہ لگا ' سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا -

عربوں کی فتح کے زمانہ تک اِس بت کے کھنڈر موجود تھے یورپین مورخوں کا بیان ہے کہ اُنھوں نے یہ کھنڈر ایک یہودی ہاتھہ فروخت کرڈالے - یہودی نے اس سے تین سو اُونٹ کانسہ حاص کیا -



تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

تصور الهی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(۳)

(شاهیت ازر الوهیت کے تشابه کے نتائج)

شاهیت اور الوهیت کے اس لزوم و تشابه نے انسان کے تصور الهي پر جو گهرا اور دور رس اثر ڈالا ہے ' اُس کا اندازہ سرسری مطالعه ے نہیں هو سکتا - ضروري هے که تصور الهي کے ایک ایک جزء اور ایک ایک عنصر پر نظر ڈالي جاے ' اور اُسکي امتزاجي اور خمیري حالت کي تعلیل کي جاے - اس سلسله میں حسب ذیل نقاط خصوصیت کے ساتھه قابل غور هیں :

(۱) انسان کی معیشت کي تاریخ میں نظم و حکومت کي ابتدا جمهوریت کے عنصر سے هوئي هے ' نه که شاهیت و مالکیت کے عنصر سے -

یہاں لفظ " جمهوریت " سے مقصود جمهوري نظام حکومت نہیں هے بلکه جمهوریت کي وہ ساده اور عنصري حالت مراد هے جب کسي ایک شخص کو مالکانه و حاکمانه اقتدار حاصل نه تها - ایک سے زیاده آدمي مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر لیا کرتے تهے - یه بات که کسي خاص فرد کو مالکیت و فرماں روائي کا اختیار حاصل نہو که جو چاهے حکم دے اور جس طرح چاهے اپنے ماتحتوں کے معاملات معیشت کا فیصله کرے ' بلکه مساویانه طریقه پر لوگ مل جل کر اپني ضروریات نظم و اجتماع کا انتظام کریں ' جمهوریت کا صلي عنصر هے ' اور یہي عنصري حالت یہاں مقصود هے -

شخصي مالکیت اور شاهیت انساني اجتماع کي ایک غیر طبیعي حالت هے جو اُس وقت پیدا هوي ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوري سے فائده اٹها کر انهیں اپنا مطیع و منقاد بنانا شروع کردیا رفته رفته یه بات تسلیم کر لي گئي که زیاده طاقتور فرد کو طاقتور افراد سے غلامي و چاکري کرانے کا حق حاصل هے - پهر جوں جوں تمدن و شهریت میں ترقي هوتي گئي ' مالکانه قبضۂ و تصرف بهي زیاده خوش اسلوب اور منظم هوتا گیا ' یهانتک که شاهیت حکمراني کا نظام پیدا هوگیا -

یه بات که انساني اجتماع کي تاریخ میں غیر شخصیت و شاهیت ' شخصیت و شاهیت پر مقدم هے ' تاریخ کي روشني میں صاف نظر آ جاتي هے - هم دنیا کے تمدني عهد سے جس قدر پیچهے هٹتے جائینگے ' شاهیت اور شخصیت کا نظم مفقود هوتا جایگا ' اور مشترک جماعتي نظم اپني ابتدائي اور ساده حالت میں کار فرما نظر آیگا - دنیا کي جس قدر بهي غیر متمدن اور وحشي قومیں تاریخ کے علم میں آئی هیں ' ان میں ایک قوم بهي ایسي نہیں هے جس میں شخصي شاهیت کا نظام پایا گیا هو - امریکه ' افریقه ' استریلیا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرین لینڈ کي غیر متمدن آبادیاں شخصي مالکیت و سروري سے اُسي طرح نا آشنا پائي گئیں ' جس طرح سکه کے استعمال سے نا واقف تهیں - عرب جس وقت تک بدویانه زندگي میں رها ' شخصي حاکمیت سے آشنا نه هوسکا - تاریخ کي روشنی میں جو ترتیب نظام حکومت کي واضح هوتي هے ' وہ یه هے که انسان اپني صحرائي اور انفرادي معشیت میں کسي نظم کا محتاج نه تها - جب قبائل کي زندگي شروع هوئي تو خود بخود ایک ایسا ساده اور بسیط نظم پیدا هو گیا ' جیسا آج کل بهي دیهاتي پنچایتوں میں دیکها جاسکتا هے - بستي کے بڑے بوڑهے کسي درخت کے سایه میں بیٹهه گئے اور تمام جهگڑے اور قصے چکا دیے - اس طریق کار سے رفته رفته قبائل کي سرداري کا منصب پیدا هوگیا - انهي سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زبر کرنا اور غلام بنا کر رکهنا شروع کر دیا ' اور اسي سے شخصي مالکیت کي بنیاد پڑگئي -

شخصي مالکیت اور شاهیت کي بنیاد قاهرانه قوی کے استعمال اور جبر و تعدي کي هولناکیوں سے پڑي تهي - یه سرتاسر انسان کے سلبي اور تخریبي صفات تهے - ایجابي و تعمیري نه تهے - البته آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کي بهي گنجایش نکل آئي - لیکن چونکه شاهیت کا مایۂ خمیر هیبت و قهر تها ' اس لیے غلبه همیشه اسي قسم کے صفات کا رها - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجه بڑہ نه سکے که شاهي قهر و جلال کي هیبت و سطوت میں خلل انداز هوسکتے - نتیجه یه نکلا که ازل دن سے شاهیت کا تصور سرتاسر هیبت و قهر کا تصور هو گیا - یه بات انسان کے تخیل میں جم گئي که جس قدر ایک پادشاه زیاده پر هیبت اور قهرمان هوگا ' اُتني هي اُس کي شاهیت زیاده مقتدر اور مسلم هوگي !

ضروري تها که شاهیت کے اس تصور سے انسان کا تصور الهي بهي متاثر هوتا ' کیوں که دونوں میں مماثلت کي نسبت پیدا هوچکي تهي - چنانچه هم دیکهتے هیں که اس دوسرے دور میں یه مماثلت بهي صفات قهر و جلال کے استغراق کا ایک قوي باعث هوگئي اور انسان کا تصور رحمت و جمال کي طرف تیز قدم نه اُٹها سکا - ٹهیک ٹهیک شاهیت و مالکیت کے تصور کي طرح ' خدا کے تصور میں بهي تمام قاهرانه اور جابرانه اوصاف نمایاں هیں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاهیت کے تصور میں مغلوب اور کمزور هے ' اُسي طرح اُلوهیت کے تصور میں بهي زیاده نہیں اُبهر سکتا - پهر جوں جوں شاهیت کے مزاج و اوصاف میں رقیق و لطیف جذبات کا عنصر بڑهنے لگتا هے ' تصور الهي میں بهی اس جانب ترقي هونے لگتي هے - شاهیت کا ابتدائي اور عالمگیر تصور یه تها که وہ ایک ایسا وجود هے جس سے همیشه ڈرتے اور لرزتے رهنا چاهیے - اُس کا غضب بے پناه ' اور اس کي هولناکي لا علاج هے - وہ ایک ادنیٰ سي لغزش پر قتل کرڈالتا اور ایک ذرا سي خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا هے - البته

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یهي باعث هے که اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار هوا اور سارے جهان میں شهرت هوا کي طرح پهیل گئي -

لیکن زمانه کے بے رحم هاتهوں نے یه دلفریب باغ بهي نه چهوڑے - بابل کي جنت برباد هوگئي اور شهر بهي تهه و بالا هوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یه بهي معلوم نه تها که یه باغ واقع کهاں پر تهے ؟ سنه ۱۹۰۳ ع میں زمین کهودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے هیں جس پر باغ نصب تهے - اِن باغوں کا باني بخت نصر (بنوکدنزر) وهي بخت نصر هے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یهودیوں کو قید کر لیا تها -

(۷)

اهرام مصر

(The Pyramids of Egypt)

دنیا کے سات عجائب میں صرف اهرام مصري هیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانه کا مقابله کر رهے هیں - مصر میں متعدد اهرام هیں - مگر اُن میں سب سے زیاده مشهور اور عجائب عالم میں شمار هونے والا هرم "هرم کبیر" کے نام سے مشهور هے - یه قاهره کي موجوده آبادي سے ۶۸ کیلو میٹر فاصله پر جنوب میں واقع هے - اس مین ابتک کوئي اهم تغیر نهیں هوا هے - صرف اوپر کا پلاستر اُتر گیا هے اور چوٹي پر سے کچهه حصه ٹوٹ گیا هے -

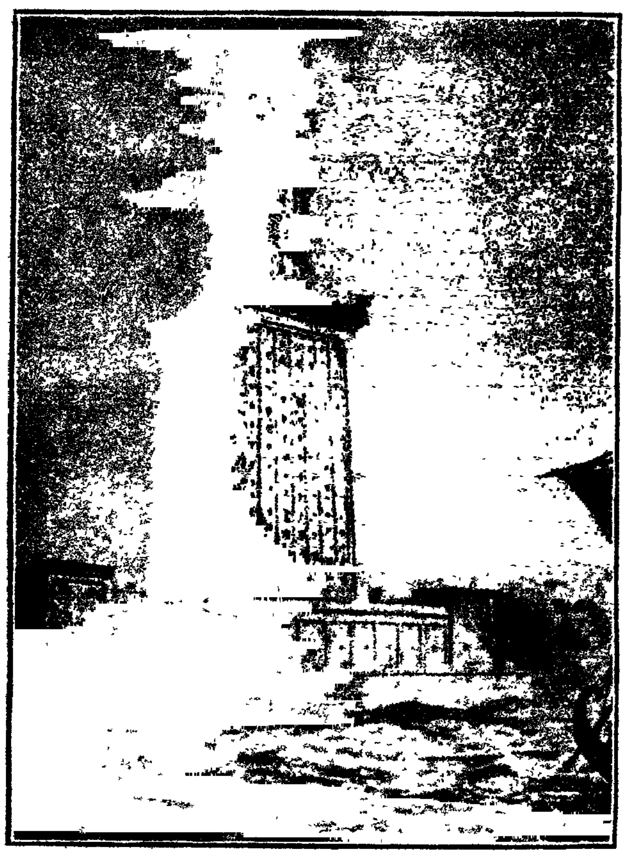
یه هرم اب سے چهه هزار سال پہلے تعمیر هوا تها - مصر کي چوتهي سلطنت میں ایک پادشاه نے اِسے بنایا - ساٹهه برس اِس نے حکومت کی تهي - مصري زبان میں اِسکا نام " خوفو " تها - یوناني اُسے " خیوپس " کهتے تهے - قدیم مصري هرم کو " یاخیت خوفو" کے نام سے پکارتے تهے - اِسکے معني هیں " خوفو کا مقبره " دراصل یه عمارت بادشاه نے اِسي غرض سے بنائي تهي که مرنے کے بعد اس میں دفن هو- هرم کے مصري نام هي سے اسکا مقصد واضح هو جاتا هے - اِس سے بهی بڑه کر یه که خود هرم کے اندر تابوت بهي ملا هے اور اِس بات کي قطعي شهادت هے که اصل میں یه مقبره هي تها -

هرم کا دروازه شمال کي طرف هے - اِس دروازه سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل هوتے هیں - راسته ایک تهه خانے تک لیجاتا هے - خیال کیا جاتا هے که یهي تهه خانه ' قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تها - کیونکه اسي میں تابوت رکها هے - مگر خود بادشاه کي لاش اُس میں نهیں ملي - نهیں کها جا سکتا ' بادشاه اُس میں کیوں دفن نهیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یه بهي معلوم نهیں هوا که اُسکي اصلي قبر هے کهاں ؟ بعض مورخین کا خیال هے که بادشاه نے اِس مقبره کے بنانے میں رعایا پر بهت ظلم کیا تها - اِس لیے ناراض هوکر مصریوں نے اُسکي لاش اس میں دفن نه هونے دي - لیکن اِس کے ایک کمره مین بادشاه کا نام سرخ روشنائي سے لکها هوا پایا گیا هے - خیال کیا جاتا هے که مزدوروں نے پتهر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے هي لکهدیا تها - اگر یه نام موجود نه هوتا تو دنیا هرگز نه جان سکتي یه عمارت کس شخص نے بنائي تهي -

بادشاه کا تابوت سنگ سرخ کا هے - ساڑهے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا هے -

بادشاه کے کمرے کے اوپر پانچ چهوٹے کمرے اور هیں - خیال کیا جاتا هے که یه اِس غرض سے بنائے گئے تهے که شاهي کمره سے عمارت کا بوجهه هلکا هو جائے - ملکه کا کمره بادشاه کے کمرے کے نیچے هے اور اصلي راسته سے ایک گلي اُسکي طرف جاتي هے -

قدیم زمانوں سے یه بات مشهور چلي آتي تهي که هرم کے اندر ایک بهت بڑا خزانه موجود هے - مگر کبهي کسي کو اُسکے کهودنے کي جرأت نهیں هوئي - خلیفه مامون الرشید نے البته کهدوانا شروع کیا تها ' مگر بعد میں معلوم هوگیا که خزانه کي افواهیں بے بنیاد هیں -



(اسکندریه کا شهرۂ آفاق مناره)

یه تصویر اُن تصریحات کي بنا پر بنائي گئي هے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کي زباني معلوم هوئي هیں -

یوناني سیاح هیرودوٹس نے هرم کی سیر کي تهي اور اپني کتاب میں اُس کا حال لکها هے -

شروع میں هرم پر چکنا پلاستر لگا هوا تها - کوئي اُس پر چڑه نهیں سکتا تها مگر اب یه پلاستر اُتر گیا هے اور اُسکی چوٹي پر پهنچنا ممکن هے -

اِس هرم کي بلندي ۴۸۱ فٹ هے شمالي جانب سے ۶۱۲ اور باقی تین طرف سے ٹهیک ۷۵۵ فٹ ۷- انچ لانبا هے یه اس بات کي شهادت هے که قدیم مصریوں نے علم هندسه میں بڑي ترقي حاصل کی تهي -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجه اِسي هرم کو حاصل هے -

(مورخین عرب کي تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یه مختصر بیان تها جو ختم هوگیا - هم نے بابل ' منارۂ اسکندریه ' اور اهرام کے حالات میں صرف وهي امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبني هیں ' اور وه تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمه کي جاچکي هیں اب اس کے بعد همیں تفصیل کے ساتهه وه تحقیقات بیان کرني - جو قدیم عرب مورخین نے کي تهي ' خصوصاً بابل ' اسکندریه ' اهرام مصر کي نسبت اُن کي تصریحات تاریخ کا نهایت قیمتي اور قابل غور موضوع بحث هے -

مصریں نے "تهوت" اور "هرمس" میں (اور هرمس Hermes یونانیوں کا بهي معبود تها) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سرچشمے دیکھے (۱) بابل نے جو علم هیئة کے کشف و ترقي کا سب سے پهلا سرچشمه هے ' آسمان کے ارواح الوهیت میں سورج کا قهر اور مریخ کي خون آشام تلوار دیکھي تهي - اب زهره کي مسکراهت اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجیده صورت کا بهي تماشائي هوگیا - یونان کي فکري لطافت اور وسعت تخیل نے اس میں اور زیاده نظم و اسلوب پیدا کیا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پیداوار ' مال و دولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوه فرما هوگئے ' اور انکي چوکهتیں صفات جمالیه کے حاجت مندوں کا قبلۂ عبادت بن گئیں - مصر ' هندوستان ' اور یونان میں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پهنچ چکي تهي ' اسلیے ان دیوتاؤں کا تخیل زیاده تر اجرام سماویه هي کے تعبدانه مشاهده میں پیدا هوا -

ایران جو دنیائے قدیم کے ادیان و ملل میں اپني بعض خصوصیات کے لحاظ سے غیر معمولي امتیاز رکھتا هے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انهماک کے ' اصنامي پرستش کے تخیل سے همیشه گریز کیا ؛ اس بارے میں ایک بالکل مختلف نوعیت کا تخیل قائم کرتا هے ' اور ثنویت کے ذریعه صفات قهر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا هے - یعني اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا هے که خالق حقیقي کے ماتحت دو کارساز قوتیں کارفرما هیں : قوت خیر اور قوت شر - یعني "یزداں" اور "اهرمن" تمام ایجابي اور جمالي صفات یزداں کے حصے میں آئي هیں ' اور تمام سلبي اور قهري صفات اهرمن کے حصے میں - یزداں کي تعمیري صفت بنانا چاهتي هے - اهرمن کي تخریبي صفت بگاڑنا چاهتي هے - گویا کون و فساد کي کشاکش اپني منتهاء ازلیت میں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي هے -

غرضکه اس دور کے آخري عهد میں به حیثیت مجموعي ذهن انساني نے ایک ایسي مزاجي استعداد پیدا کر لي تهي که وه صفات سلبیه کے ساتهه صفات ایجابیه کا بهي بالاستقلال تصور کر سکتا تها - البته غلبه اب بهي صفات سلبیه هي کے تصور کا تها - تصور الهي کے اس بنیادي نقطه میں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قهر سے بچنا هے ' نه که اسے چاهنا اور اس سے نزدیک هونا ' کوي تبدیلي نهیں هوي تهي - پس گو اس عهد میں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظاره کرنے لگا ' لیکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قهر و غضب کے خوف هي کا تها - جمال و رحمت کي شیفتگي کا نه تها - اس منزل تک پهنچنے کیلیے اسے ابهي کئي ارتقائي منزلیں طے کرني تهیں -

مذهبي اعمال میں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تها - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا دیوتا کیوں نهو ' لیکن بغیر قتل و هلاکت کي بهینت کے خوش نهیں هو سکتا تها - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتیں (یعني مندروں کے پجاریوں ' معلموں ' رهنماؤں کی جماعتیں) صدیوں سے ایک طاقتور نظام کي شکل میں قائم هو چکي تهیں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زیاده ضروري عنصر بن گیا تها - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قیام نے بهي انسان کے دیني عقائد کي تاریخ میں بهت بڑا حصه لیا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم ره سکتا تها ' ان میں سب سے زیاده موثر چیز یهي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگیزي تهي - اس لیے یه جماعتیں قدرتي طور پر آسماني قهر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تهیں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اٹهانے کي مهلت هي نهیں ملتي تهی - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور یونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کیا هے ' وه اندازه کر سکینگے که اس عهد کے دهشت انگیز دیني موثرات میں یه چیز کس درجه قوي و فعال رهي هے ؟

اس دور کے اِس آخري عهد میں پهنچکر همارے لیے ممکن هو جاتا هے که سنین و ایام کے موجوده حسابات سے اِس کا زمانه متعین کر سکیں - یه تقریباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح (ع) کا زمانه هے - اِس عهد کے کچهه عرصے بعد سامي دعوت کے قیام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا هے -

(سامي دعوت کا ظهور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت هے - تورات کے ظهور کا زمانه تقریباً (تقریباً اس لیے که ایام و سنین کے صحیح تعین میں متعدد تاریخي اور هئیتي اختلافات حائل هیں) ۱۶۴۵ - قبل مسیح هے - تورات کے عبراني سنین کي جو تقویم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي هے ' بعینه وهي هے جو ابو ریحان بیروني وغیره عرب محققین زیچ و تقاویم نے مرتب کي تهي - اس سے ثابت هوتا هے که بنو اسرائیل کا مصر سے خروج مندرجۂ صدر سنه میں هوا تها - اسلیے تقریباً یهي زمانه حضرة موسی (علی نبینا و علیه الصلواة والسلام) کے ظهور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه هے -

---

(۱) هرمس کے بارے میں بعض مورخین کو سخت غلط فهمي هوئي هے ' اور انکي تقلید سے زمانۂ حال کے بعض مستشرقین یورپ بهي غلط فهمي میں مبتلا هوئے - چونکه یونان اور مصریوں کے عقیدے میں هرمس علم و حکمت کا دیوتا تها ' اسلیے متاخرین حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اسکي طرف منسوب کردي تهي ' بعض کتابوں میں علوم کا تذکره اس طرح شروع کیا گیا تها ' گویا هرمس کا الهام رباني بیان کر رها هے - جب ان کتابوں کا عهد عباسیه میں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو یه غلط فهمي هوگئي که هرمس یونان و مصر کے حکما میں سے کوئي حکیم هے - پهر کوشش کي گئي که اس کا زمانه متعین کیا جاے - بعضوں نے اسکا زمانه ایسا متعین کیا جو حضرت ادریس علیه السلام کا زمانه تها - اس سے یه خیال پیدا هوا که هرمس اور ادریس ایک هي شخصیت کے دو نام هیں - بعضوں نے کها که تورات میں جس " اخنوخ " کا ذکر هے ' وهي یونانیوں کے یهاں هرمس کے نام سے مشهور هے - بعضوں نے دیکها که هرمس کا تذکره مختلف زمانوں میں پایا جاتا هے اسلیے انهوں نے تطبیق کي یه صورت نکالي که تین هرمس فرض کرلیے : کبیر ' درمیاني ' صغیر - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نهیں - وه محض ایک خیالي شخصیت هے - جیسي شخصیت هندوستان میں نظم و حکمت کے لیے بیاس جي کي فرض کر لي گئي هے - ابن الندیم نے فهرست میں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدین قفطي نے تاریخ الحکماء میں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابی اصیبعه نے عیون الانباء میں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچهه لکها هے ' وه اسي غلط فهمي کا نتیجه هے - هرمس حکیم کے نام سے جو کتابیں عربي میں ترجمه هوئیں ' زیاده تر قدیم فن کیمیا اور احکام نجوم کي کتابیں تهیں - رمل کے ابتدائي خطوط بهي اسي کے طرف منسوب هیں - بیروني اور حموي کي بعض تصریحات سے معلوم هوتا هے که هیئة و زیچ میں بهي اس کے بعض رسائل ترجمه کیے گئے تهے - عجیب بات یه هے که دنیا کي سات اقلیموں والي تقسیم جو ایران کے " هفت کشور " سے لي گئي تهي ' محمد بن ابراهیم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي هے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

گاه گاه ایسا بهي هوتا هے که اس کي طبعیت رحم و کریم پر آجاتي هے ' اور وه بخش بهي دیتا هے اور مالا مال بهي کردیتا هے - بعینه یهي تصور خدا کا بهي تها - اور اسلیے خدا کي صفات رحمت و جمال کي نسبت جو کچهه بهي سمجها جاتا تها ' وه اس سے زیاده نه تها ' جیسا ایک پر هیبت بادشاه کي نسبت سمجها جاسکتا هے -

(۲) صفات الهي کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پهلو یه هے که خدا کے افعال کیلیے کوئي مقصد و غایت هوني چاهیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الهي کي دو هي نوعیتیں هوسکتي هیں - ایک یه که اسکے تمام افعال بغیر کسي غایت اور حکمت کے هیں - ایک یه که اسکا هر فعل کسي مقصد اور حکمت پر مبني هے - شاهیت اور الوهیت کے تشابه کا اثر تصور الهي کے اس گوشه پر بهي پڑا - انسان هزاروں برس تک خدا کے افعال بهي اسي رنگ روپ میں دیکهتا رها ' جسمیں اپنے چاندي سونے کے تخت پر بیٹهنے والوں کو دیکهتا تها - وه " قدرت " کے ساتهه " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یه تها که حکمت اور مقصد کي رعایت دلیل عجز هے - یه عام انسانوں کیلیے ضروري هے جو اپنے حاکموں اور پادشاهوں کے سامنے جوابده هیں ' لیکن ایک پادشاه جو کسي کے سامنے جوابده نہیں ' حکمت و غایت کي رعایت سے ما وراء هے - ایک پادشاه جسقدر زیاده طاقتور اور زیاده اونچے قسم کا هوگا ' اتنے هي اسکے اعمال زیاده مطلق العنان ' زیاده بے ترتیب ' زیاده بے مصلحت ' زیاده بے معني هونگے - وه بغیر کسي سبب و موجب کے هزاروں آدمي قتل کر ڈالیگا - بغیر کسي مصلحت کے عمارتیں ڈها دیگا ' بغیر کسي ضرورت کے نئي عمارتیں کهڑي کر دیگا - هوسکتا هے که محض اتني سي بات دیکهنے کیلیے که رات کي تاریکي میں آتشزدگي کا تماشه کیسا هوتا هے ؟ وه ایک پورا آباد شهر جلا ڈالے !

یه جو هندوستان ' مصر ' یونان ' وغیره قدیم متمدن ممالک کي دیومالائي کہانیوں میں هم دیکهتے هیں که دیوتاؤں نے جسقدر بهي اعمال دکهلائے هیں ' وه سب اسي نوعیت کے هیں - ایسا معلوم هوتا هے ' جیسے چند انسان هر طرح کي طاقت اور اختیار پاکر بے قابو هوگئے هیں اور طاقت اور اختیار سے کهیلنے لگتے هیں - محض اسلیے که وه طاقت رکهتے هیں ' اپني اپني طاقتیں لہو و لعب کي طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے هیں ' اور انکي اس کهیل کود سے کائنات هستي کے هزاروں کارخانے بنتے بگڑنے لگتے هیں ' تو اس چیز کے اندر وهي شاهي و مالکي مزاج کام کر رها هے - پادشاهوں کي زندگي ایسي هي تهي ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بهي اسي کا عکس نمایاں هوگیا -

تصور الهي کے اس دور کے بعد اگرچه تصور کے تمام اجزاء میں ترقي هوگئي تهي ' لیکن چونکه شاهیت اور الوهیت کا تشابه راسخ هوچکا تها ' اسلیے ترقي کي هر منزل میں شاهیت هي کي قسم کا تصور قائم هوتا رها - اس سے الگ نه هوسکا -

(۳) یه جو هم دیکهتے هیں که تمام قدیم اقوام کے الهي تصورات میں ' باوجودیکه وه تمدن و شایستگي کے بڑے بڑے درجے طے کر چکي تهیں ؛ ادنی درجه کے حیواني اور بهیمي افعال کے تخیلات سے کسي طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ' تو اس میں بهي بهت حد تک اسي تشابه کو دخل هے - بلا شبه ان تخیلات کي بنیاد جمیعت بشریه کے عهد طفولیت میں پڑي تهي جبکه ذهن انساني بالکل ناتراشیده حالت میں تها ' لیکن عهد تمدن میں کیوں یه تخیلات بالکل متروک نہیں هوگئے ؟ اس کي علت یهي هے که شاهیت اور الوهیت کے تشابه نے یه اعتقاد پیدا کردیا تها که شاهیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کي زندگي نقائص کا موجب نہیں هے ' برائي اور غیر مسئولیت کا نتیجه هے - چونکه خدا کے تصور میں بهي شاهیت کي مماثلت کارگر هوچکي تهي ' اسلیے اس میں یهي یهي شان پیدا کردي گئي -

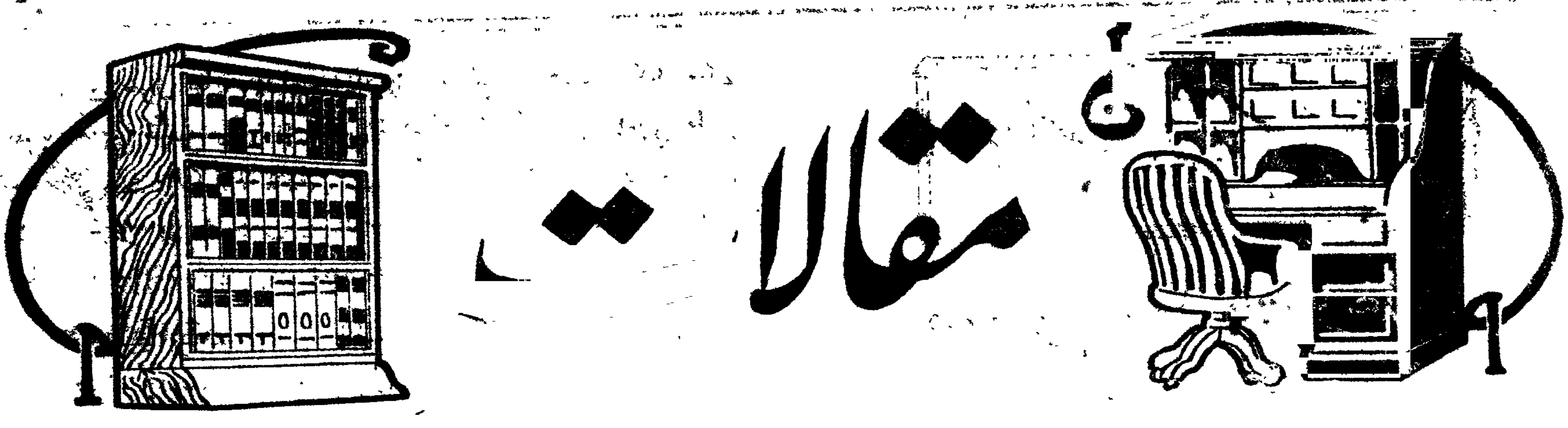
(۴) حکومت بالوسائط ' یعنے خالق حقیقي سے کائنات هستي کا تعلق براه راست نہیں هے - درمیان میں وسائل و وسائط هیں - خدا انهي کے ذریعه تمام کارخانۂ وجود چلا رها هے ' اسي تشابه کا ایک نہایت گهرا اور دور رس نتیجه هے -

(۵) تصور الهي کا یه قدیم اور راسخ اعتقاد که بخشش معاصي کیلیے جسم انساني کي تعذیب ضروري هے ' بغیر اسکے خدا کي خوشنودي حاصل نہیں هو سکتي ' اسي تشابه کے برگ و بار میں سے هے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاه چهوٹے چهوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تهے ' اور جب تک سزا واقع نہیں هوجاتي تهي ' ان کا غصه ٹهنڈا نہیں هوتا تها - یهي بات خدا کے تصور میں بهي پیدا هوگئي - انسان نے دیکها که اسکي جسماني عقوبت ' اسکے شاهي مالکوں کا غضب ٹهنڈا کر دیتي هے ' اسلیے اس نے خیال کیا که اس کے آسماني خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بهي ضروري هے که طرح طرح کي جسماني عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قرباني کي شکل میں یهي چیز قتل نفس تک پہنچ گئي - انسان اپنے هم جنس کو ' اپني اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الهي کیلیے قتل کرنے لگا -

(۶) خدا کے تصور کا ایک نہایت اهم پهلو اس کي معبودیت کا اعتقاد هے - یعني یه که اس کي عبادت کرني چاهیے - لیکن عبادت کیوں کرني چاهیے ؟ اس کا صحیح جواب ذهن انساني کي نارسا استعداد معلوم نه کرسکي - خدا کا تصور کرتے هوئے اس نے صرف اس کي صفات قهر و جلال هي کا نظاره کیا تها ' اس لیے عبادت کي بنیاد خوف و دهشت کے جذبات سے پڑي تهي ' نه که محبت و عبودیت سے - اس نے خدا کو ایک خوفناک هستي کي شکل میں دیکها تها ' اس لیے اس کے غضب سے بچنے کے لیے اس کي خوشامد کرني چاهتا تها - شاهیت و الوهیت کے تشابه سے یه تخیل اور زیاده راسخ و محکم هوگیا - مطلق العنان اور قهرمان شاهیت بهي هر انسان سے غلامي و چاکري کراتي تهي ' اور لوگ اپنے دل کي خوشنودي سے نہیں بلکه سزا کے خوف سے ان کي خدمت و اطاعت کرتے تهے - نیز ان کے هیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تهے - خدا کي معبودیت کي بهي ٹهیک ٹهیک یهي نوعیت تهي - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کي چاکري کرتا تها ' تاکه ان کے ظلم و قهر سے بچے ' اسي طرح وه اپنے آسمان نشین کارسازوں کي بهي بندگي کرتا ' تاکه ان کے غضب و جلال کا نشانه نه بنے - جس طرح وه اپنے پادشاهوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تها تاکه وه خوش هوکر مهربان هوجائیں ' اسي طرح وه اپنے خداؤں کے لیے بهي طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکه وه مهربان هوکر اس کي التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتهاء بلوغ)

اس دور کي منتهاء ترقي یه تهي که به تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بهت هي دهیما تها ' اس درجه ابهر آیا که صفات سلبیه کي طرح صفات ایجابیه کا بهي بالاستقلال تصور قائم هوگیا - هندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بهي دیوتا اسي طرح پیدا هوگئے ' جس طرح هلاکت اور بربادي کے بے شمار دیوتا موجود تهے - هندوستان کي سرسوتي ' لکشمي ' اور درگا وغیره کي مورتیاں آج تک همارے سامنے سے گذرتي هیں '



مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

ہمارے ہاں " سیاست " سب سے آسان تر کام ہے ' کیونکہ کسی اصول اور قاعدہ کا علم اس کیلیے ضروری نہیں - لوہاری ' نجاری ' جلد بندی ' نعل بندی ' حتی کہ حجامت بھی سیاست سے مشکل ہے ' کیونکہ یہ تمام پیشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے ہیں ' جنکے جانے بغیر کوئی آدمی انہیں اختیار نہیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - جس لمحہ چاہو " سیاسی " ہونے کا اعلان کردے سکتے ہو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بھی چاہو بلا تامل کر سکتے ہو - کوئی تم پر اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا ' کیونکہ ہمارے ہاں سیاست کسی اصول اور قاعدہ پر مبنی نہیں ہے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتی ہیں ' انکے نزدیک یہ چیز بہت مشکل ہے - انکے یہاں اسکے لیے کچھہ اصول و قواعد ہیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئی آدمی سیاسی نہیں ہو سکتا - انکے نزدیک سیاست کی شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق ہے اور آخری شرط ' کلام یا تقریر ہے - انکے یہاں سیاسی ایک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن ہستی ہے - اسکی آواز بازاروں میں سنی نہیں جاتی - مجلسیں اسکی لفاظی سے نا آشنا ہوتی ہیں - وہ خاموش دریا کی طرح ' بغیر کسی شور و غل کے کام کرتا ہے - انکے یہاں سیاسی زیادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپنی شہرت کا ڈنکا بجانے والے کو نہیں کہتے - بلا شبہ اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتھہ سیاسی ' قوت خطابت کا بھی مالک ہے ' تو سونے پر سہاگا سمجھا جاتا ہے - لیکن برک ' برایٹ ' اور گلیڈسٹون کی شہرت صرف انکی خطابت کی وجہ سے نہ تھی - وہ پہلے سیاسی تھے - پھر خطیب اور مقرر -

بہت سے بڑے بڑے سیاسی ایسے گذرے ہیں جنکی تقریریں مجلسوں میں نہیں گونجتی تھیں - لیکن انکے خاموش کام دنیا کو ہلا ڈالتے تھے - ان سیاسیوں کی فصاحت کا یہ حال تھا کہ جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کھڑے ہوتے تھے ' تو بہت سے ارکان اٹھکر قہوہ نوشی کیلیے چلے جاتے تھے - اور جو بیٹھے رہتے تھے ' انمیں سے بھی اکثر اونگھہ کر خراٹے لینے لگتے تھے - لیکن با وجود اسکے انکے عمل اب تک زندہ ہیں - دنیا کی تاریخ میں انکے نام جلی حرفوں میں لکھے ہیں - برخلاف اسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کی طرح گرجتے تھے ' مرتے ہی گمنام ہوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نہ تھا ' بلکہ اپنی کم سخنی کی وجہ سے " خاموش " کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا - تا ہم " آہنی " کہلاتا تھا ' کیونکہ اسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباہ کیا اور حالت امن میں محض اپنی اخلاقی قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کر لیے - کوئی نہیں کہہ سکتا کہ خاموش ولنگٹن کا مرتبہ مقرر گلیڈسٹون سے کم تھا -

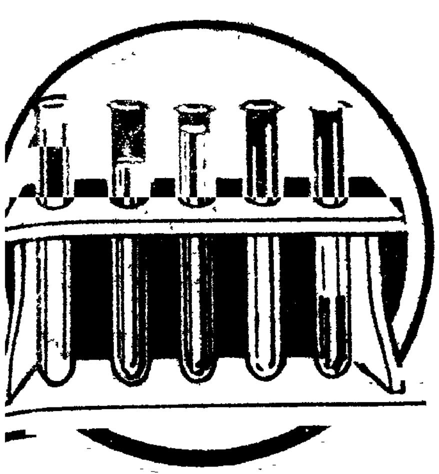
ہم قوت خطابت کی اہمیت گھٹانی نہیں چاہتے - ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قوت خدا کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت اور قوموں کی اجتماعی زندگی میں ایک ضروری عامل ہے - لیکن ہم اپنی قوم کا یہ اعتقاد غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ " تقریر ہی سب کچھہ ہے " جس کی تقریر موثر ہوتی ہے ' اسے سب کچھہ سمجھا جاتا ہے ' اور جس کی تقریر کمزور ہوتی ہے ' اسے کچھہ نہیں سمجھا جاتا - حالانکہ ایک کم علم ' بہترین مقرر ہوسکتا ہے اور علامۂ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا -

تھوڑے دن ہوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کی تھی - یہ تقریر ہمارے موضوع سے متعلق ہے ' اور اس لائق ہے کہ عوام اسے پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں - انھوں نے نہایت عمدہ طور پر ثابت کیا ہے کہ افراد اور قوموں کی سیاسی زندگی میں تربیت کتنی ضروری چیز ہے ؟

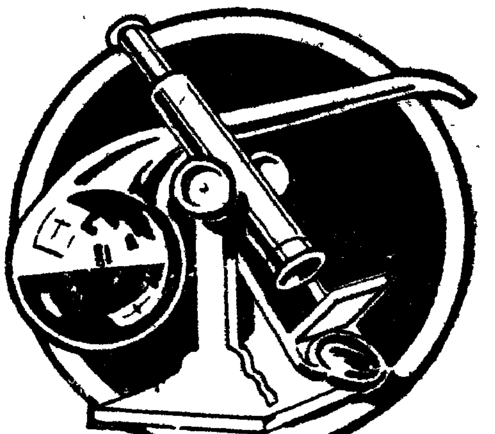
وزیر اعظم نے کہا " تربیت کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرتی اور حقائق اشیا دیکھنے کا موقعہ بہم پہنچاتی ہے - علم ہمیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا ہے - آزاد ملکوں میں اگر کسی شخص کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے ' تو وہ لچھے دار تقریریں کرنے والا شخص ہے - یعنی وہ شخص جو نیم تعلیم یافتہ بھیڑ کو اپنی لسانی سے مسحور کردیتا اور گمراہی کو خوشنما بنا کر عام کرتا ہے - آزادی کے ہر زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ ' یہی گمراہ مقرر رہے ہیں - اس وقت بھی ہیں ' اور آئندہ بھی رہینگے - ہماری موجودہ آزادی مقدس ہے - ہمیں یقین ہے کہ آزادی ہمارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمی ہے - ہم کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتے کہ ساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپنی زبانوں کے زہر سے اسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تھا - لیکن اٹھارہ برس کی عمر میں پہنچکر میں نے " فرود " کا یہ قول پڑھا " فن خطابت (تقریر) علمی بدکاری ہے " اس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بھروسہ اٹھہ گیا "

" وزیر اعظم ہونے کے بعد میں نے سنا کہ جماعت کی ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجھے تعارف کی عزت حاصل نہیں ' اپنے



مذاکرہ علمیہ



لاسلکی کا راز

لاسلکي (بے تار کي تار برقي) کي دنيا ميں بہت سے ايسے راز هيں جنهيں علم ابتک حل نہيں کر سکا ھے -

***

مثلاً يه که لاسلکي لہريں ' روشني سے زيادہ اندهيرے ميں تيز چلتي هيں - لاسلکي سے خفيف سي بهي واقفيت رکهنے والے جانتے هيں که دن سے زيادہ رات ميں اُس کي آواز بلند هوتي ھے - غروب کے بعد لاسلکي لہروں کي رفتار تقريباً دوني هو جاتي ھے -

علماء اِس مسئله کے قطعي حل سے ابتک عاجز هيں - بہترين توجيهه جو کي گئي ھے يه ھے که نور اور حرارت کا لاسلکي لہروں سے گہرا علاقه ھے - کيونکه يه دونوں چيزيں اُن موجوں سے پيدا هوتي هيں جو اثير (ايتهر) ميں نہايت هي غير معمولي سرعت سے بہتي هيں - اِن موجوں اور خود اثير کي موجوں ميں بڑا فرق يه ھے که اول الذکر ' آخر الذکر سے بہت چهوٹي هوتي هيں -

ظاهر ھے که سطح زمين سے جو اثير محيط ھے ' وہ دن ميں نور و حرارت کي اُن موجوں سے لبريز هوتا ھے جو سورج سے منفصل هوتي هيں - يه موجيں ' اثير کي موجوں ميں سخت اضطراب پيدا کر ديتي هيں - اِسکا نتيجه يه هوتا ھے که آواز ميں بهي اضطراب پيدا هو جاتا ھے - کيونکه وہ اثير هي کے ذريعه منتقل هوتي هيں -

يه صرف دن هي ميں هوتا ھے ' جبکه نور و حرارت کي موجيں اثير ميں موجود هوتي هيں - رات کو چونکه اثير اُنسے خالي هوتا ھے ' اِس لئے اُسکي موجوں ميں اضطراب پيدا نہيں هوتا ' اور چونکه اُسکي موجوں ميں اضطراب پيدا نہيں هوتا ' اس ليے آواز بهي صاف اور بلند سنائي ديتي ھے -

***

لاسلکي کا يه راز بهي عجيب ھے که اُسکي موجيں هميشه قوسي خط پر چلتي هيں - گويا زمين کي قوسي سطح کے مطابق اپنا راسته بناتي هيں - ليکن نور و حرارت کي موجوں کا يه حال نہيں ھے - وہ خط مستقيم پر بہتي هيں - ثبوت يه ھے که مثلاً ايک منارہ تمہيں تيس ميل کي مسافت پر سے دکهائي نہيں ديتا - اسکي دو وجهيں هيں : ايک يه که زمين گول ھے اور اُسکي سطح قوسي شکل کي ھے ' لہذا دور کي بلنديان افق ميں چهپ جاتي هيں - دوسري وجه يه ھے که نور کي شعاعيں خط مستقيم پر پهيلتي هيں اور افق ميں چهپي هوئي بلنديان ظاهر نہيں کرسکتيں - بر خلاف اسکے لاسلکي موجيں پورے نصف کرۂ ارضي تک پهيلائي جاسکتي هيں ' کيونکه وہ زمين کي سطح کے مطابق چلتي هيں -

اِس کي تعليل علماء کے ايک گروہ نے يه کي ھے که لاسلـ لہروں کي رفتار ' اُس غبار کے ذرات يا اثير کي وجه سے سـو هو جاتي ھے جو کرۂ ارضي کي فضا ميں منتشر اور اُس سے مـ ھے - اُنکا خيال ھے که يه لہريں جب لاسلکي آله سے نکلتي هيں ايک عظيم قوت کے ساتهه بلند هونا شروع هوتي هيں ' يہانتک که ز سے محيط غباري طبقه تک پہنچ جاتي هيں - پهر وهاں سے لوٹ هيں اور اُسي طرح زمين پر منعکس هوتي هيں ' جس طرح آئينه نور منعکس هوتا ھے - يه عمل برابر جاري رهتا ھے - گويا يه لہ فضا ميں پراگندہ هونے کے ليے بهاگتي هيں ' مگر غباري ذرے اُنہ واپس کرديتے هيں !

ليکن علماء کا ايک دوسرا گروہ اثير کے وجود هي سے منکر ھے - اُسکا دعوی يه ھے که جن لہروں کو هم لا سلکي کہتے هيں ' وہ ف ميں نہيں بلند هوتيں - زمين هي پر بہتي هيں -

***

يه لا سلکي راز بهي کچهه کم حيرت انگيز نہيں که بعض علا ميں قوي سے قوي لا سلکي آواز بهي ظاهر نہيں هوتي - يا بہت هـ دهيمي سني جاتي ھے - يه علاقے اِس فن کي اصطلاح ميں " خاموش علاقے " يا " موت کے علاقے " کہلاتے هيں - ايک امريکي عـ لاسلکي کا بيان ھے که وہ ايک مرتبه لاسلکي آله ليکر شمال کي سمت روانه هوا تا که اِس علم پر تقريريں کرے - ليکن وہ جوں جو شمال کي طرف بڑهتا گيا ' اُسکا آله بهي کمزور پڑتا گيا - اُسے خيا هوا که شايد آله ميں کوئي خرابي پيدا هوگئي ھے - چنانچه نيا آ خريد ليا - مگر اُسکي آواز بهي دهيمي هوتي چلي گئي - يہانتک ايک ايسے شہر ميں پہنچا ' جہاں آله سے مطلقاً کوئي آواز سنائي نه ديتي تهي - وہ سخت متعجب هوا اور کوئي سبب سمجهه نه سکا مگر برابر سفر کرتا رها ' يہانتک که آله سے آواز پيدا هونا اور بڑهنا شر هوگئي - بعد ميں اُسے معلوم هوا که آله ميں کوئي خرابي واقع نہيں هوئي تهي ' بلکه " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر ديا تها -

***

يه ' اور اِسي طرح کے بعض اور لاسلکي معمے هيں جنهيں عا ابتک پوري طرح حل نہيں کرسکا ھے - ممکن ھے که يه معمے حل هو جائيں ' ليکن علم انساني کے معمے اور کائنات هستي کے ر کبهي حل نه هوسکيں گے - انسان دس معمے سلجهاتا ھے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے ليے پيدا هو جاتے هيں انسان کے ليے اب سے هزاروں برس پيشتر بهي علم کے معمے تهے ' ا بهي معمے هيں ' اور شايد آئندہ بهي هميشه معمے باقي رهينگے :

وما اوتيتم من العلم الا قليلا -

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کی وطن فروشی اور سلطان عبدالحمید کی مذبذب اور متزلزل حکمت عملی کی کمزوری سے "تل الکبیر" کے معرکہ کے بعد انگریزی فوج مصر میں داخل ہوگئی ' تو عربی پاشا اور محمود بارودی پر مقدمہ چلایا گیا ' اور شیخ محمد عبدہ بھی ان کے ساتھہ گرفتار کرلیے گئے - اِن کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ انھوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کی حمایت کی گئی تھی - غالباً سعد زغلول بھی اُن کے تعلق کی وجہ سے مبتلاے محن ہوے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - کیونکہ فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا اِن کا تحریک میں کوئی حصہ نہ تھا -

اسی زمانہ میں اِنھیں نئی تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسی زبان کی تحصیل کی - پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردی - اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبعی استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے مصر کی اعلیٰ عدالتوں میں وکالت کرنی چاہی ' تو سرکاری محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا - کیونکہ نہ تو انھوں نے با قاعدہ سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی ' نہ یورپ کے مدارس قانون کی کوی سند رکھتے تھے - لیکن انھوں نے اپنے استحقاق و اہلیت پر اصرار کیا ' اور کہا "اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اہلیت پر ہے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر ' تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جائے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ وکیلوں سے (مصر میں قانون کے وکیل کو محامی کہتے ہیں) بہتر ثابت ہوں تو میری درخواست منظور کی جائے" یہ واقعہ ہے کہ امتحان لیا گیا ' اور اُن کی قانونی استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھی پوری اتری !

فقدناہ ، والامال ترجو حیاتہ
وفی اللیلة الظلماء یفتقد البدر !



فقید الشرق ' احمد سعد زغلول

انکی غیر معمولی استعداد نے بہت جلد ترقی مناصب کی راہ اُن پر کھول دی - پہلے بعض عدالتی مناصب پر مامور ہوے ، پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلی کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسی زمانہ میں مصری مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے نظام میں وسعت ہوئی ' اور نئے نئے طریقہ رائج ہوے - یہ ہر جماعت بہ سرکاری مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انھیں اپنا صدر منتخب کیا ' جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسی مسلک)

سعد زغلول کی تعلیمی اور سیاسی ' دونوں زندگیوں کی ابتدا شیخ محمد عبدہ کی تعلیم و تاثیر سے ہوی تھی ' اسلیے وہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک (یعنے سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء جنگ کے بعد انھوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ہے) اُسی مسلک پر گامزن رہے جو واقعۂ عربی کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کر لیا تھا - ہمیشہ اُنکا شمار شیخ کی جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کی فیض صحبت نے پیدا کیا تھا ' نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرة کی بہترین دماغی بخششیں لیکر پیدا ہوئے ' لیکن جامع ازہر کی تعلیمی فضا سے کوئی بلند تر تعلیمی فضا حاصل نہ کرسکے - اسی اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاہرہ پہنچے ' اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطری جوہر اُبھر آئے -

سید موصوف کی دعوت اگرچہ تعلیمی اور دینی اصلاح پر مشتمل تھی ' لیکن اُس کا محوری مرکز سیاسی انقلاب تھا ' کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کی دینی روح ' سیاسی روح سے الگ نہیں ہے - انھوں نے مصر میں بھی انقلابی دعوت کی تخم ریزی کی - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کی مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کی مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے ' طالبین اصلاح کی تمام امیدیں ولی عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ' کہ پہلے خود قاہرہ کے فری میسن لاج میں داخل ہوئے ' پھر کوشش کرکے توفیق کو بھی اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرا لیا ' اور اس طرح فری میسن کا مخفی اور محفوظ جماعتی دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوا ' اور عہد و اثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہی اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوری طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھہ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا ' اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے ' تو پہلے تو لیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا ' اور کوشش کی کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کی نجات کی راہ میں حائل ہوں ' اُنھیں راہ سے ہٹا دینا جرم نہیں ہے بلکہ انسانیت کی خدمت ہے - چنانچہ اُنھوں نے توفیق پاشا کے قتل کی کوششیں شروع کر دیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا ' اقرار کیا ہے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاہرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا ' یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے ہو؟ مجھے شک ہے ' یہ خاتون " مہذب " کے معنی پوری طرح سمجھتی ہے - لیکن یہ یقینی ہے کہ اُس کے نزدیک تہذیب کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف ہونا چاہیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال ہے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تھا ' لیکن میں تمہارے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے طالب علمی کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجھے ہوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپنی کمی پوری کرنے میں کوشاں ہوں - میں تم سے سچ کہتا ہوں - دنیا میں کوئی مسرت بھی اُس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو علم حاصل کرنے میں حاصل ہوتی ہے - میں آج بھی طالب علم ہوں ' اور سو برس کی عمر حاصل کرنے کے بعد بھی طالب علم رہونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ ہوگا کہ پوری مستعدی سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" ہم سب جانتے ہیں کہ کوئی قوم بھی قدرت کی طرف سے متمدن بنا کر نہیں بھیجی گئی ہے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کی ہے - تمدن کی راہ مشکلات سے لبریز ہے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہے - سینکڑوں قومیں جو کبھی متمدن تھیں ' اپنی غفلت کی وجہہ سے وحشی ہوگئیں - ہمیں اپنی موجودہ تہذیب پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے - یہ تہذیب جو ہم نے خون پانی ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کی ہے ' ذرا سی غفلت اور غرور سے تنزل اور پستی سے بدل جا سکتی ہے - محض مادی ترقی اور مادی علم ' تمدن نہیں ہے - تمدن اِس سے بڑھکر کوئی اور چیز ہے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ ہے جبکہ علم تیزی سے آگے بڑہ رہا ہو ' اور اپنے ساتھہ مادی ترقی ' مادی علم ' اور مادی سامان آسائش عام کر رہا ہو - لوگ بلا محنت کے کہا رہے ہوں ' بے خطر مادی لذتوں سے متمتع ہو رہے ہوں ' اور معنوی ترقی اور روحی اصلاح و تہذیب سے غافل ہوں - میں ڈرتا ہوں ' ہمارا موجودہ زمانہ وہی خطرناک زمانہ نہ ہو ' اور ہماری موجودہ تہذیب کی کشتی مادی خواہشوں کی چٹانوں سے ٹکرا کر غرق نہ ہوجائے "

" تعلیم و تربیت کی اس سے زیادہ کوئی غرض نہیں کہ لوگوں کو اشیاء کی اصلی حقیقت معلوم ہو - ہر چیز کو ویسا ہی دیکھیں ' جیسی وہ ہے ' اور اُسی درجہ میں رکھیں جس درجہ میں اُسے ہونا چاہیے - یہ غرض صرف اُنہیں معلموں کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے جو خود بے غرض ہیں - حق کی تعلیم صرف اس لیے دیتے ہیں کہ وہ حق ہے - حق کو پوری سچائی ' صفائی ' اور دیانت سے ظاہر کرتے ہیں - خود غرض معلم ' سیاسی اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوی مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' ہرگز حق کے معلم نہیں ہو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں ' اور اِن دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کی حفاظت و حمایت ہر محب وطن کا اولین فرض ہے - ہمیں انکی حرکات ڈالنی چاہیے اور قوم کو اُن کے شر سے ہمیشہ کے لیے نجات دیدینی چاہیے "

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کی آخری حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد على كفه جواهر يختار منها الجياد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کی ایک ایسی شخصیت رو پوش ہوگئی جس مین قوم کی سیاسی قیادت و رہنمائی کی نہایت طاقتور روح نمایاں ہوی تھی - اُس کی رہنمایانہ زندگی کی تاریخ کوی طول طویل تاریخ نہیں ہے - اُس نے اپنی طویل زندگی کے صرف آخری چند سال قوم کی سیاسی رہنمائی میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تھا ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کھول دیے ' اور مصر کے قومی رہنما کے لیے اکابر و مشاہیر عالم کی صف میں جگہ طیار کردی - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھا ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق ہمیشہ منتظر رہتے ہیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ۱۸۶۰ع ہے - ان کی طفولیت کے زمانے میں نئی تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تھا کہ لوگوں کو ان کی طرف توجہ ہوتی - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکھتے ہوں ' صرف ایک ہی جگہ تھی ' اور وہ جامع ازہر کی درس گاہ تھی - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کی متوسط درجہ تک تعلیم انہوں نے اور ان کے چھوٹے بھائی فتحی بے نے جامع ازہر ہی میں حاصل کی -

ان کی عمر ابھی بیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ قاہرہ میں سید جمال الدین کی علمی مجالس کی شہرت پھیلی - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تھا ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد ہوچکے تھے - سعد زغلول بھی انکی مجالس درس میں پہنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم ہوگیا - اسی رشتہ نے ان کی اُس تعلیمی ذہنیت میں جو جامع ازہر کے تعلیمی جمود سے پیدا ہوئی تھی ' ایک انقلابی حالت پیدا کردی ' اور نظر و فکر کی نئی نئی راہیں کھلنے لگیں - اُن کی وہ غیر معمولی قوت خطابت و فصاحت جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رہے ' دراصل شیخ محمد عبدہ ہی کی صحبت و تلمذ کا نتیجہ تھی -

عربی پاشا کی فوجی تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کی سیاسی تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تھی ' جب سنہ ۱۸۸۲ میں نمودار ہوئی ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاری گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تھے ' اور غالباً سعد زغلول بھی انکے ساتھہ اسی دفتر میں کام کرتے

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبداللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شائع کی ہو اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور مزاجی [حالت] پر مشرح بحث کی ہو۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں۔ اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہو۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہو:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال [ہارون] الرشید کی تخت نشینی کا ہو۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے [عمر] میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہو۔ لہذا وہ ماں اور [باپ] دونوں طرف سے ہاشمی ہو۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی [خلیفہ] کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل [تھا]۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں [کی نظریں] اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین [ہارون] کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں [تھا]) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ امین کے لئے ولیعہدی [کی] بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل [تھا]، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج [دے کر] خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس [تجویز] کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال [کیا]، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا [رسوخ] سب سے زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے [لئے] وقف کردیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو ملالیا، اور محمد الامین [کی] ولی عہدی کا اعلان کردیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے [بیعت] کرلی۔ اُس عہد کا شاعر مسلم کہتا ہو:

قد بايع الثقلان في مهد الهدى ۔۔۔ لمحمد بن زبيدة ابنة جعفر

نمیری کہتا ہو:

ببيعة لولي العهد احكمها
بالنصح منه وبالاشفاق والحدب
قد وكد الفضل عقدا لا انتقاض له
لمصطفى من بني العباس منتخب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ [ہاتھ] سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کر چکے تھے۔ اب اس کے سوا [کوئی چا]رہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کرلے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین [با]لاعلان ولی عہد مقرر ہوگیا۔ ابان الاحقی کہتا ہو:

عزمت امير المؤمنين على الرشد ۔۔۔ برأيي هدى فالحمد لله ذي الحمد

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پاگیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں فطری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہو اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں۔ تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہئے جسنے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہو۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہو۔ ان نامکمل روایتوں سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

***

تمھیں معلوم ہو کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دے دیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے اتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہو جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے" اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا" اب ہمیں سننا چاہئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہو؟

احمر کی روایت ہو:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا حتی کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کردی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئے۔ اس پر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہو چکا ہو۔ اُس کی شہرت عام ہوگئی ہو۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضی یہ ہو کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل ہو جائے کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اس پر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہو مگر وہ ماں ہو اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس میں ایک ذرپردہ راز بھی ہو۔ اگر کہو تو بیان کردوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہو کہ جس رات امین کا حمل محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں، ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا" تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضائع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا" زبیدہ کہتی ہو میں خوف زدہ ہوکر بیدار ہوگئی۔ پھر حمل میں کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہو جائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، برباد، تباہی کی طرف دوڑے گا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اسکی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہو" زبیدہ کہتی ہو۔ میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہو۔ یہ واقعہ بیان کرکے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دور کرسکتا ہو؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہو جائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہو گیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہو اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کرلیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہو کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاك الله مغفرة
لا يجمع الدهر بين السخل والذيب
السخل غرة هم الذيب غفلته
والذيب يعلم ما بالسخل من طيب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں بدچلن نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو" چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسی آدمی ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی۔ اور اُس کے مستقبل پر اُسنے کیسا خراب اثر ڈالا تھا؟ امین کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا یہ نقص بھی عظیم ہو کہ اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

انھوں نے محسوس کیا کہ یہ کام اسی قدر آسان نہیں ہے جس قدر انھوں نے ذمہ داری لیتے ہوئے خیال کیا تھا - ان کا دل مضطرب ہوکر رہگیا اور حملہ نہ کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور ہندوستان چلے آئے -

عربی پاشا کے حادثہ میں شیخ محمد عبدہ کو بھی جلا وطنی کی سزا دی گئی تھی ' لیکن چھہ سات سال کے بعد جب انھوں نے مصر آنا چاہا تو حکومت نے اجازت دیدی' اور واپسی کے تھوڑے ھی عرصہ بعد افتاء کے عہدہ پر مامور ھوگئے - اسی عہد سے مصر میں ان کی دینی و تعلیمی اصلاحات کا اصلی دور شروع ہوتا ہے -

لیکن ابتدائی سیاسی زندگی کی نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا ھوگیا تھا ' ضروری تھا کہ اس کے اثرات ان کے فکری مزاج میں بھی سرایت کرجاتے - چنانچہ وہ مدۃ العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحدہ ھوگئے - اس سے بھی زیادہ یہ کہ مصر میں انگریزی قبضہ کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوری زندگی نام نہاد اعتدال سے بھی زیادہ محتاط سیاسی عقائد میں بسر کردی - انھوں نے اپنے مشہور مقالہ " الاسلام و النصرانیہ " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنی تعلق بھی رکھتی ھوں ' حتی کہ سیاست کے لغوی مادہ سے بھی ' جو " تعوذ " کیا ہے ' وہ اُن کی فکری حالت کا مظہر ہے -

انھوں نے متعدد مرتبہ اپنے اس مسلک کی تشریح بھی کی تھی - اُنکا خیال یہ تھا کہ انگریزی قبضہ کی وجہ سے اگرچہ مصر کے سیاسی استقلال کو نقصان پہنچا ہے ' لیکن ساتھہ ھی تحریر و تقریر کی آزادی اور تعلیمی و اقتصادی ترقی کے فوائد بھی حاصل ہوے ھیں - ملک کا فرض ہے کہ پہلے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی تعلیمی اور دینی حالت درست کرلے - پھر سیاسی استقلال کے لیے ساعی ھو - اُنکا جو سیاسی لائحہ مسٹر بلنت نے " مصر کی مخفی تاریخ " میں شائع کیا ہے ' وہ تعجب انگیز حد تک انکی سیاسی قناعت پسندی ظاهر کرتا ہے - سنہ ۱۹۰۱ میں انکا خیال تھا کہ مصر کے لیے بڑی سے بڑی چیز جو ھو سکتی ہے ' وہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھی قسم کی مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) اُسے دیدی جاے جسکی ایک بڑی تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل ھو - وہ اس لائحہ میں انگریزی قبضہ کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے -

بہر حال شیخ محمد عبدہ کا سیاسی مسلک اس نوعیت کا تھا ' اور چونکہ سعد زغلول بھی انھی کے تلمیذ اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے سیاسی عقائد میں اس سطح سے بلند نہ ھوسکے - سنہ ۱۹۱۷ تک اُنکی تمام زندگی سرکاری مناصب میں گزری ' اور آزاد قومی تحریکات کے خلاف وہ ویسے ھی ایک سرگرم سرکاری عہدہ دار رہے ' جیسے مصر کے دفتری اقتدار کے تمام دیگر افراد تھے - سنہ ۱۸۹۹ - میں جب مرحوم مصطفی کامل باشا نے حزب الوطنی کی بنیاد ڈالی ' تو یہ بھی اسکے ویسے ھی مخالف تھے ' جیسے مصر کے سرکاری حلقہ کے تمام افراد (بہ استثناء خدیو عباس ' کیونکہ وہ مخفی طور پر مصطفی کامل کا سرپرست تھا) مخالف تھے - سنہ ۱۹۰۵ میں جب سید علی یوسف مالک المؤید نے " حزب الامۃ " قائم کی ' تو اس کے اندر بھی سعد زغلول اور ان کے ساتھیوں ھی کا ھاتھہ کام کر رھا تھا - مقصود یہ تھا کہ حزب الوطنی کو شکست ہو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کی جگہ مرحوم فرید بے حزب الوطنی کے رئیس منتخب ھوے ' تو جن لوگوں نے ان کی مساعی کی تخریب میں سرکاری وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد باشا کی بھی تھی - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کی جگہ حزب الوطنی کے لیے " العلم " جاری کیا تو جس شخص نے سب سے زیادہ اپنے وسائل کار ان کی مخالفت میں خرچ کیے ' حتی کہ ان کی گرفتاری کے احکام بھی صادر ھوگئے ' وہ سعد باشا زغلول ھی تھے !

اس سلسلہ میں سنہ ۱۸۹۰ سے لیکر سنہ ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وہ بے شمار ھیں ' اور ایک مقالہ میں اُن کا استقصاء ممکن نہیں - مصر کی سیاسی حالت نے ایک ایسی نوعیت پیدا کرلی تھی کہ اُس میں دو مذہبوں کے سوا عملاً تیسرے مذہب کی گنجایش ھی نہ تھی - یا تو انگریزی قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملنی چاھیے ' یا اسے جاری رهنا چاھیے - یہی دو اصولی اعتقاد " حزب الوطنی " اور " حزب الاحتلال " کی شکل میں ظاہر ھوے - حزب الاحتلال کے داعی یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تھے ' اور حزب الوطنی کی صدائیں مصطفی کامل مرحوم کی زبان سے بلند ھوی تھیں - چونکہ قبضۂ مصر کی صریح موافقت مصری طبائع پر بالطبع گراں گزرتی تھی ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاہر کرنے سے جھجکتے تھے ' اور اس قسم کی پردہ پوش توجیہیں کرنے لگتے تھے جیسی ھمیشہ ان حالات میں ضعفاء همت اور بیچارگان عزم نے کی ھیں - مثلاً " تدریجی اصلاحات " کا مغالطہ ' " مصالح وقت " کا حیلہ " تعلیمی استعداد کی تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسی طرح حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی ذهنیت حزب الاحتلال ھی کی ذهنیت تھی ' کیونکہ بیرونی قبضہ کی موجودگی میں صرف دوھی سیاسی عقیدے کسی ملک کے لیے ھوسکتے ھیں : یا تو قبضہ رهنا چاھیے ' یا اُسے فوراً ختم ھو جانا چاھیے - ان دونوں کے درمیان تیسری راہ ممکن نہیں ! و یریدون أن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنہ ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بہر حال سعد پاشا کی پوری زندگی جس عالم میں بسر ھوئی تھی ' اُس سے قومی و وطنی جہاد استقلال کا عالم متصل نہ تھا ' فاصلہ پر تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رهنمائے ملک کی ضرورت ھوی ' تو قدرت الهی نے اِس کا غیر متوقع سامان کر دیا اور اچانک سعد پاشا کی طاقتور شخصیت نمایاں ھوگئی - انھوں نے ایک ھی جست میں وہ پورا فاصلہ طے کرلیا جو اُن کے پنجاہ سالہ حیات اور مصر کی تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تھا

حقیقت یہ ہے کہ اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کی زندگی حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دارانہ مناصب میں گزر چکی تھی اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک ھوچکے تھے ' موقعہ پر مصر کا علم استقلال نہ اُٹھاتا ' تو یہ تحریک اس قدر طاقت و اهمیت حاصل نہ کرسکتی ' جو اُس نے چند ماہ کے اندر حاصل کرلی تھی !

افسانہ

مترجمہ اختر شیرانی لاہور

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "مکسم گورگی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، درۂ "کا نہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابرپارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور ناؤ نوش میں مشغول تھا ــــ سمرقندی شاعروں نے اس درہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ــــ اس عجیب مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ــــ درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور ان پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ــــ ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، ان قناتوں اور جھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ــــ اس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اڑ جائے، پانسو سرخ ریشمیں طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ــــ خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ــــ وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اس پر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ــــ اس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون ابل رہا تھا!

اس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ــــ ان سے زہر کی سی سردی اور خشکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف...... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ــــ تیمور کے قریب، اس کے عزیز و اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ــــ سب سے زیادہ نزدیک، اس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ــــ اپنے کیف معنوی میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خرید و گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زریں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپ کی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ــــ کس قدر دہشت انگیز!! ــــ کس درجہ ہولناک!!! ــــ اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو! کیا اس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ــــ اس بزم نوشانوش کے مترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ــــ جس طرح بادلوں سے بجلی گزر جاتی ہے ــــ "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ــــ!

یہ آواز ــــ ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سنائی دی!!

تیمور کے انتقام جو اور زخمی دل کو، جو اس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ــــ یہ آواز ایک آشنا سی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی" یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ــــ شہنشاہ کو جواب ملا" یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور "فرمانروائے بحر و بر" کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ــــ عورت خیمہ میں داخل ہوئی ــــ برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیرے ہوئے! چہرہ کا رنگ اڑا ہوا ــــ بغیر کسی کپکپاہٹ کے جو ایسے باجاہ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ خراج تھا ــــ اس نے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلا دیئے اور بیباکانہ ــــ خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جس نے سلطان بایزید کو مغلوب کیا ہے"؟

"ہاں میں ہی ہوں ــــ میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سن اے امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ــــ آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ــــ تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئے گا، جب تک تو میری فریاد کو ــــ میری داد کو نہیں پہنچے گا"۔

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا "اس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی "میں سن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ"!

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سالرمو کی رہنے والی ہوں ــــ تو نے ہرگز اس جگہ کا نام نہ سنا ہوگا کیونکہ وہ دور ہے ــــ یہاں سے بہت ہی دور!..... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ــــ اس نے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ــــ اس کی ہچکی بندھ گئی تھی ــــ "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ــــ"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!..... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ــــ آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ــــ امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے ان بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اس کا سب کچھ چھین لیا ــــ ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اس لئے میں چاہتی ہوں تو اسے میرے سپرد کر دے!

حاضرین دربار عورت کی باتوں پر ہنس پڑے" یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا "ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا "بڑھیا تو کس طرح اس قدر دور دراز راستوں سے اس جگہ آ پہنچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی"؟

آہ، ماں کی محبت!! ــــ!! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل و تمام حسنات ــــ سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ــــ!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

بادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اس کا پورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح مامون کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسر حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشین ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبداللہ المامون کی بیعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کر دیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہے:

الا یا مزمن المثوی بطوس — غریبا نائیا فادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا — تحمل منہم شؤم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیہ — وفی "بدر" فیالک من جلیس!
وما "العصمی" بشار لدیہ — اذا ذکروا بذی سہم خسیس
وما "حسن الصغیر" اخس حالا — لدیہ عند مخترق الکوس
لہم من عمرہ شطر و شطر — یعاقر فیہ شرب الخندریس
وما اللغانیات لدیہ حظ — سوی التقطیب بالوجہ العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما — فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس — لعز علی المقیم بدار طوس

عبداللہ المامون

عبداللہ المامون ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہو۔ ہارون اس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہو۔

مامون نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُس پر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

مامون میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔ اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ گر باایں ہمہ ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ کا اثر خلیفہ پر مامون کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحیٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کر دیا تھا۔ اُسنے طوعاً یا کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کر لیا۔

مورخین نے مامون کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہو:

"میں مامون کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سست ہو گیا ہو۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سستی کا الزام خادموں کو دیتا ہو۔ جب وہ آئے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ میرے روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحیٰ وزیر آرہا ہو۔ مامون نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ مامون نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو مامون نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کر دو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کر دینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہو۔ بھلا وزیر کیا چیز ہو! جو تم ہم تمھیں پریشان کر رہا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کرو!"

بچپن ہی میں مامون غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہو۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ مامون کی کیوں تعریف کرتا ہو؟ خلیفہ نے کہا اس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہو۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہو کر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہو کر جواب دیا "تجھے مالا مال کر دونگا" مامون کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہو کہ میں اُس دن کیا کرونگا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہو کہ ہم سب اُن پر قربان ہو جائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے مامون کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہو اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہو۔ چنانچہ شاہی آداب رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہو کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلئی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے؟" مامون نے غضبناک ہو کر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہو!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں خلیفہ نے سُنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے مامون کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ مامون جماعت کا آدمی اور امت کا قائد ہو۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوت خطابت بھی ہو۔ قدرت نے مامون کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔

چنانچہ روایت ہو کہ جب مامون، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن مامون نے مسجد میں سُنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اس دلیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کر سکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہو۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لتمن امیر المومنین کرامتہ — علیہ بہا شکر الالہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بدا فصلہ اذ قام وہو خطیب
ولما رماہ الناس من کل جانب
بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا لجلالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

مامون کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے مامون سے خائف تھا، اور مامون کی امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آرہا تھا کہ مامون، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہو، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کر ڈال سکتا ہو۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ مامون کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کمربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ سنہ ۱۸۶ ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانۂ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہو کہ ہارون الرشید، مامون کو زیادہ چاہتا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہو کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار اور مال و دولت، مامون کے نام وصیت کر دی۔

پھر مامون کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ مامون کے کارکن بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہو کہ مامون کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ اُن کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی تھے۔ اور معلوم ہو کہ مامون کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

مامون کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہو۔ مامون، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہو کہ ایک شخص نے مامون سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" مامون نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کر دیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک درہم بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر اُنھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کا بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو اُسوقت سے اپنے خدا پر خفا ہو جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا"

مامون کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہو۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہو جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہو۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت پر بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے اُسے شیعہ کیوں قرار دیا ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول، شیعیت کے لئے

عالم مطبوعات وصحائف

دُنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح ودل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہوچکی ہو کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کین بیرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کر رہی ہو۔ اب ملبورن کے "السٹریٹیڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کردی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب ومنظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہو، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کردی گئی ہو۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے مربع قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہئے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصے سے زائد رقبہ باغ وچمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ اِن کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہو کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہو، سرو قدانِ چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آراء ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہو جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کر کے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہو، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہو کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہوجائے، اس لئے کوشش کی گئی ہو کہ اس کے پیچ وخم اور نشیب وفراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کردیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہو!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقہ تزئین وآرائش زمین کا نمونہ رکھا گیا ہو۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہو۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دوڑا دی گئی ہو۔ دور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہو، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہو!

اس شہر کے حسن وجمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہو جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہو۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہو، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی مقامات کی بلندی ہو۔ اور اس لئے آب وہوا قدرتی خنک اور خوشگوار ہو۔ قطعۂ زمین کا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اس کے چاروں طرف سرسبز [illegible] پہاڑیوں کا سلسلہ [illegible] اور [illegible]

یہ بھی عجیب اتفاق ہو کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہر فن ہندسہ نے طیار کیا ہو، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہو جو انگورہ میں زیر تعمیر ہو۔ اس ماہر فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہو، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہو۔

اس دارالحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہو، وہ عارضی ہو۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی۔ سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن اُنھیں خیال کرنا چاہئے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہوسکتا ہو! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہو، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہو۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہو کہ "کین برا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہو جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہوچکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ فوقیت حاصل ہوگئی کہ وہ امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہو، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کین برا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہوچکا ہو، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہو۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جس وقت ہم انسان کی مادی سعی وجستجو کی یہ داستان شوکت وسطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہوگیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہو، اُتنی ہی اُسکی روح ومعنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہو۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ ودرخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال وخط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمال روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہو؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن وسکون۔ اُسکی معنوی سعادت ومسرت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دنیا اور دنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی واہتمام ہو؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہر فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہو؟ دنیا کی قومیں باہدگر رشک وحسد سے مضطرب ہو رہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہو۔ لیکن روح ودل کی رفعت وسعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہو، نہ کسی کے دماغ میں طلب! امریکہ نے تو کین برا کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنالیا۔ لیکن ہے کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح ودل کے سکون وقرار کے لئے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے زندگی کے استعمال وتصرف پر نہیں مگر اُس کے اسی استغراق وپرستش پر بار بار ملامت کی ہو کہ یعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون! (۳۰: ۷)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

کام لینے اور انھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہو کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر ومغلوب ہوجائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہو۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہو کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہو؟ وجہ یہی ہو کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہو اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کردی ہو جس کے دھارے پر پڑ کر جوق در جوق جنگ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہو۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہو کہ اس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے تاکہ افراد اس ذہنیت سے متاثر ہوکر اس کے حامی اور طرفدار بنجائیں۔ جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل [illegible] غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو پروپگنڈا کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہو۔ [illegible] کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ [illegible] ہو۔

نہیں ——— اور شاعر اور سپاہی ——— کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا ——— !

مظلوم بڑھیا نے کہہ کر کہا "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ——— ارسطو، فردوسی، اور ——— اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ——— عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ——— سکندر، ہومر، اور بہرام گور ——— یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اٹھا کر ——— اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہو جائیں، جو شخص ڈھونڈھ کر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ——— " پھر اُسنے آہ بھر کر کہا ——— میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ——— چونکہ وہ ماں ہے! ——— ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھو جانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ——— ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا روح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسماں کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدانِ تیرہ سنور رہا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز جو آفتاب نصف النہار، اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟؟

فضائے شبگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مسکراتے ہوئے ستارے!
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب آسا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دلِ شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہرزا ہے!
لبِ تکلم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساسِ حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمہ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ——— آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ ——— وہ کائنات کا ——— کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیار سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی۔ لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر جدیدہ کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیۃً متاثر ہوجاتی ہے۔ طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دور ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہے۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کر ڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مؤثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہئے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعات کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ ان تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کرلئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی۔ جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دور کردیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بے چین ہے۔ یہ نئی فکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے۔

اس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پر اسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں "بڑھتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ ۱۶۲۲ء میں پوپ گریگوری پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دورانِ جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی نہیں بلکہ مضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول کی زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں، جماعت کے ماحول میں آنے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے۔ علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہے کہ جماعت کا دماغ، فرد کے دماغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس از

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہے۔ فرنیک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہے" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہے" انگریزی تواریخ نے اپنی حرکات پر تو پردہ ڈال دیا ہے، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تواریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریباً ۹۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمداً چھپا دیا گیا ہے۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ر جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے۔ نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۵۰ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہے کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہئے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں جو کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی ماں کو ایک خط میں اسی واقعے کے متعلق لکھا ہے" ہم جہلم سے پشاور تک چلے گئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر ہے۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہو لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اس کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ہر ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو توپ کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہے" ہمیں ایک قانون بنانا چاہئے جس کی رو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہے کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے نوازش کی قدر نہیں کی جاتی"

امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، لکھتا ہے کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجۂ ذیل واقعہ سنایا تھا۔ شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فوراً حوالات چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ درد انگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہے۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھے، ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہے" ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے" میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے" یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے منہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۸ر اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بنا کر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بیشمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کر دے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلا کر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر اُنھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہے" اُسنے بہت سی قیدیوں کو معاف کرنے پر اصرار کیا لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فوراً دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی!"

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہے" میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہے" دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مندرجۂ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں" ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہے، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں اُنھیں مسمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دیئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہے، اس لئے اسپر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکایا جائے"

بیگم اودھ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا" کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی کر اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا" مجھے یقین ہے کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لیں گی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا" لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں" اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہئے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح چالیس پچاس ہزار آدمی قتل کر دیئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا" لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہے"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے" میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہے لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی کہ جسے چاہے قتل کرے، جس سے

مطبوعاتِ جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ہے جس کا نام The other side of medal ہے۔ یعنی "تصویر کا دوسرا رُخ" اس کا مصنف ایک مشہور اہلِ قلم ایڈورڈ طامسن ہے۔ آپنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ "غدر ۱۸۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں، یا حکومت کے رعب ہیبت کے مظاہرہ کے لئے جو خوں ریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کرکے یکجا کر دئے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دنیا کے سامنے آجائے"

غدر ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لوٹ مار کی صورت میں دنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرزِ عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ قلعۂ دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بدقسمت بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے انھیں قتل کر ڈالا۔ غالباً ۲ سے لے کر ۱۱ تک (کیونکہ روایا مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۵ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جان بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقیناً صد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔ مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے فوجی نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاق و انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کریگی۔

یہ ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہلِ قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں! لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مُرقع ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی سیرۃ (کیرکٹر) کے مظاہرہ کا موقعہ ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہوکر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتلِ عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہِ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اب تک مؤرخانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑ سکی۔ اس نئی کتاب میں مسٹر طامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دئے جائیں۔ مصنف کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرتا۔ اُسکے پاس حکومتِ ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعۂ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں قرار دیے جا سکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہو گیا ہے، اُس سے بہ حیثیتِ مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہو جاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کر دے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایٹہ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کر دیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کر دیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حسنِ انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اب بھی قربانی کر سکیں تو ہندوستان کو بزورِ شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتلِ عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جاتے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں یا ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر شتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے دو سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملا لئے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہو گئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (Anson) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سؤر کی چربی لگائی جائیگی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی"

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سؤر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اس کے کہ انھیں بندوقوں میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے ایسے سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کے چلائے نہیں جا سکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب انھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی جس طریقے سے یہ حکم سُنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالتِ زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے بآوازِ بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جائے۔ لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشا دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا ممکن تھا کہ وہ کچھ کر گذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کر سکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک کا دل انگریزوں کے خلاف ہو گیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے بیکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور دو پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلا دئے۔ جہاں کہیں کوئی انگریز ملا قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہو گئے باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونوں طرف سے

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۱۱ جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہو کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اس میں حصہ لیا تھا، لیکن اُن دیہات کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہو گئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے ان کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو پھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اس وجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آئندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغت تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہو گئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

ناامیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے ناامید نہیں ہو سکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہو سکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

ابنائے وطن کو نصیحت

ابنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے [illegible]

سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہو جاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول کیونکر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مر کر بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دل میں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دل میں قومی [illegible] کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت [illegible]

میرا اخلاق

میں چیلنج دینے والا ہوں، [illegible]

[illegible]

آزادی [illegible]

ہم بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پا سکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہیے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

[illegible]

ظلم

[illegible]

یاد رکھئے — موسم گرما کا نایاب تحفہ — صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمٰی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گرمی کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دَوَرانِ سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ر فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھکر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہے۔" فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی — تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین بہا گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے، نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے، جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑھائي روپيه، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد، ذريعه معاش، طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي، اسلامي، سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو، عربي، فارسي، انگريزي، اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات، لطائف افسانه، نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها، ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها، اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق كا مجموعه تها - اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب، مذهب، سياست، ادبيات، علوم و فنون، اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها، جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا، اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي، مذهبي، سياسي، اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا، هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں، چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه　　الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه　　" " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

١٩٢٧

الهلال

جلد ١

نمبر ١٢

ابلاغ پریس کلکته

قیمت ٥ ـ آنه

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۳ کلکتہ : جمعہ ۱۲ ۔ ربیع الاول ۱۳۴۶ ھجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 9. September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ۱۰۱۲ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۳۹	اردو حروف کی حق مین	۲۸۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۲۹۳	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱۴	نستعلیق هون	۸۶

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی۔ آیندہ اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت فی پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الهلال " کے نام سے هي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو بحصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جارهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کرلیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک بالکل سفید مرغي اور ایک بالکل سیاه مرغ لو ' اور اُن کي نسل کا تجربه کرو - اب ایسا هوگا که اِن دونوں کے اتحاد تناسلي سے جو بچے پیدا هونگے ' وه نه تو بالکل سیاه رنگ کے هونگے ' نه بالکل سفید رنگ کے - مخلوط قسم کے هونگے - یه اِس نسل کا پہلا طبقه هوا - اِس مخلوط رنگ کي مرغیوں کي نسل آگے بڑھنے دو - اِن سے جو دوسرا طبقه نسل کا پیدا هوگا ' اُس کي حالت یه هوگي که اُن میں ٢٥ - في صدي مرغیاں بالکل سیاه هونگي ' ٢٥ - في صدي بالکل سفید ' اور ٥٠ في صدي مخلوط رنگت کي - گویا دوسرے طبقه میں اُن کے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت ٢٥ - في صدي میں نمایاں هوي ' مگر ٥٠ - في صدي میں مورث ثاني و اقرب کا سا مخلوط رنگ قائم رها - اب اِس دوسرے طبقه سے تیسرا طبقه پیدا کرو - اِس تیسرے طبقه کا حال یه هوگا که سفید سے سفید بچے پیدا هونگے - سیاه سے سیاه پیدا هونگے - مگر مخلوط رنگت کے بچوں میں پھر وهي تناسب نمایاں هوجائیگا ' جو دوسرے طبقه میں تها - یعني اُسکي نسل میں ٢٥ - في صدي سیاه اور ٢٥ - في صدي سفید هونگے - باقي ٥٠ - في صدي اپنے ماں باپ جیسے مخلوط رنگ کے هونگے !

پھر اِن ٥٠ - في صدي مخلوط رنگ والوں کي نسل جب اور آگے بڑھیگي ' تو اُس میں بھي یه تناسب برابر قائم رهیگا - یعني همیشه نصف تعداد مخلوط رنگت کي هوگي اور ٢٥ - في صدي سفید ' اور ٢٥ - في صدي سیاه هوگي -

لیکن تیسرے طبقه میں جن افراد کے اندر اُنکے مورث اعلیٰ کي کامل رنگت متوارث هوئي تهي ' اُن کي نسل میں مستقلاً ایک رنگت قائم هوجائیگي - سفید سے همیشه سفید بچے پیدا هونگے ' اور سیاه سے همیشه سیاه -

اِس سے معلوم هوا که :

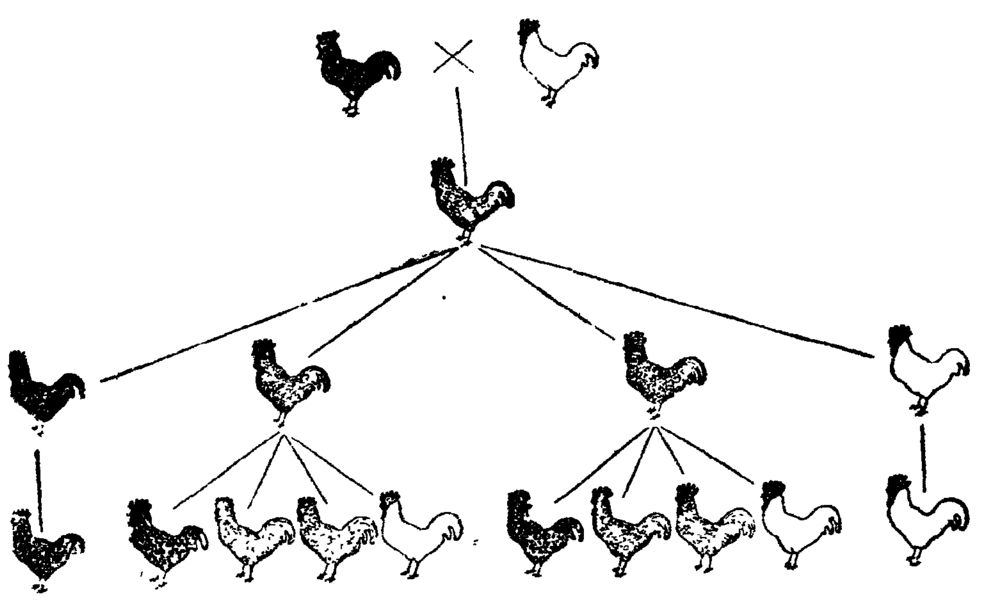
(١) قانون توارث میں مورث اعلیٰ کے دو مختلف جسماني خواص ' پہلے طبقه میں ایک ایسا مزاج پیدا کرلیتے هیں جو ملا جلا مزاج هوتا هے - یعني اُن میں دونوں طرح کے خاصے اکھٹے هوکر مخلوط هوجاتے هیں -

(٢) اِس پہلے نسلي طبقه نے جو مخلوط مزاج کرلیا هے ' وه اس کي آئینده افزائش میں ایک مستقل اور متوارث حیثیت اختیار کرلیتا هے ' اور اپني نسل میں برابر قائم رهتا هے ' لیکن ساتهه هي عجیب بات بھي هے که دوسرے طبقه میں نصف تعداد همیشه ایسے افراد کي پیدا هوتي هے ' جن میں اِس مخلوط و ممزوج حالت کي جگه مورث اعلیٰ کے انفرادي خواص الگ الگ نمایاں هوجاتے هیں - اِس نصف تعداد میں آدهي تعداد ایک قسم کے خاصه کي اور آدهي ایک قسم کے خاصه کي هوتي هے - اِس طرح دو مختلف جسماني خواص کے ماں باپ دوسرے طبقه کي نسل میں بالانفراد الگ الگ ' اپنے اپنے خواص نمایاں کردے سکتے هیں !

(٣) نسل کے تیسرے طبقه میں جن افراد کے اندر مورث اعلیٰ کے خواص انفرادي اور غیر مخلوط حالت میں نمایاں هوجاتے هیں ' ان کي نسل میں آینده اِن اجدادي خواص کا اختلاط و امتزاج نهیں هوتا ' بلکه اجدادي خواص کي جو ایک قسم اُن میں نمایاں هوئي هے ' وه مستقلاً قائم هو جاتي هے ' اور اپني نسل میں متوارث هونے لگتي هے -

(٤) لیکن دوسرے طبقه میں جو نصف تعداد ایسي پیدا هوتي هے ' جس میں اجدادي خواص مخلوط و ممزوج حالت میں نمایاں هوتے هیں ' اُن میں قانون توارث کا یه عددي تناسب برابر قائم رهتا اور آگے کي طرف بڑھتا هے - یعني اُن کي نسل میں وهي ٢٥ - ٢٥ - في صدي الگ الگ آبائي خواص ظاهر هوتے هیں ' اور ٥٠ - في صدي مخلوط و ممزوج رهتے هیں -

(٥) ماں باپ کے الگ الگ جسماني خواص سے مولود میں جو مخلوط و ممزوج حالت پیدا هو جاتي هے ' وه همیشه اپني نسل میں اِس طرح متوارث هوتي هے که نصف تعداد مخلوط قسم کي هوگي ' اور نصف مورث اعلیٰ کے الگ الگ خواص کي -



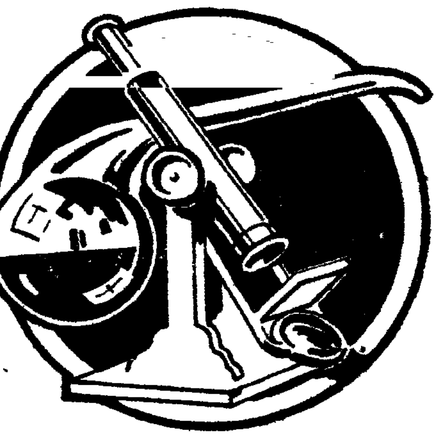
قانون توارث کا ایک عملي مشاهده

مرغیوں کي نسل کے تین طبقات ' جن میں مورث اعلیٰ کا سفید اور سیاه رنگ ایک خاص عددي تناسب کے ساتهه متوارث هوتا هے - مورث اعلیٰ سفید اور سیاه رنگ کے هیں - نسل کے پہلے طبقه میں مخلوط رنگ کا مرغ پیدا هوا هے - لیکن اُس سے جو دوسرا طبقه پیدا هوا هے ' اس میں ٢٥ - فیصدي سفید ' ٢٥ - في صدي سیاه ' اور ٥٠ - في صدي مخلوط رنگت کے هیں - پھر تیسرے طبقه میں سفید سے سفید اور سیاه سے سیاه پیدا هوتا هے ' مگر مخلوط کي نسل میں وهي عددي تناسب قائم هے -

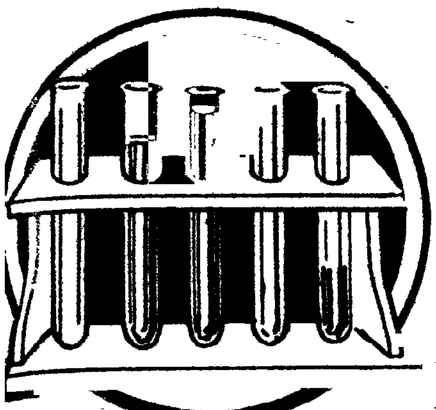
(انسان میں قانون توارث)

ٹهیک یهي حالت انساني وراثت میں بھي پیش آتي هے - اگر کوئي خالص سفید رنگ کا انسان حبشي عورت سے شادي کرلے تو اُسکي نسل ضرور سانولے رنگ کي هوگي - پھر اگر کسي طرح خود اُسکي اولاد میں باهم دگر تناسل وتوالد شروع هو جائے ' تو مرغیوں کي طرح اِس نسل میں بھي ٢٥ - فیصدي اولاد خالص سفید رنگ کي هوگي ' ٢٥ فیصدي خالص سیاه رنگ کي ' اور ٥٠ فیصدي سانولي -

جسماني خواص کے توارث کي یه نوعیت ' معنوي خواص کے توارث کي طرف رهنمائي کرتي هے ' اور یه سوال پیدا هو جاتا هے که کیا اِسي طرح انسان کے ذهني و معنوي خواص و اوصاف میں بھي توارث کا سلسله قائم هے ؟ اور اگر قائم هے تو کیا اُس کا قانون بھي ایسا هي هے ' اور ایسا هي عددي تناسب رکھتا هے ' جیسا جسماني خواص کے توارث میں هے ؟ ان سوالات کا جواب بهت زیاده تفصیل وبحث کا محتاج هے - اِس لیے سردست هم اِنهیں نهیں چھیڑتے -



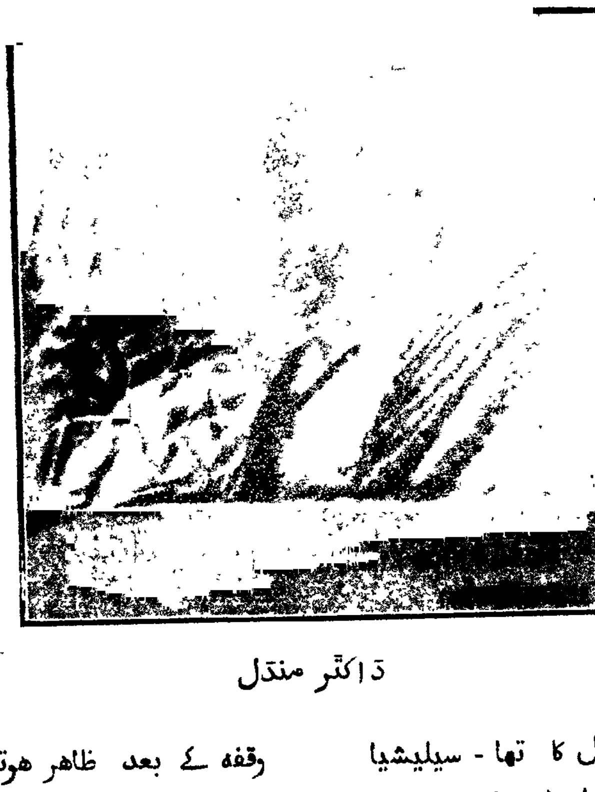
مذاکرہ علمیہ



قانون توارث جسمانی و معنوی

(منڈل کا ناموس وراثت)

مخلوقات کي جسماني و معنوي زندگي میں قانون توارث کا مسئله ' اُن اهم ترین مسائل میں سے هے جنهوں نے قدیم زمانے سے علماء کو اپني طرف متوجه رکها هے - طبیعي علوم کي ترقي کے بعد گزشته صدي میں اِس مسئله نے آور بهي زیاده اهمیت حاصل کرلي اور بے شمار علماء نے اُس پر بحث کي - بہت سے نظریے قائم هوے - بهت سے مذاهب ترتیب دیے گئے - لیکن اِس سلسله میں سب سے زیاده شهرت و اهمیت اُس نظریه کو حاصل هے ' جو اپنے موجد ' ڈاکٹر منڈل کي طرف منسوب هے اور " ناموس منڈل " کهلاتا هے - ذیل میں هم اِس نظریه کي مختصر تشریح کرتے هیں -



ڈاکٹر منڈل

(منڈل)

سنه ۱۸۲۲ میں دو شخص ایسے پیدا هوئے ' جنهوں نے اپني پوري زندگي وراثت کے اثرات و نتائج کي بحث و تحقیق میں صرف کردي : اِن میں سے ایک انگلستان میں پیدا هوا - اسکا نام گلٹن هے - اور اسکي کتاب " عظمت کي وراثت " بهت مشهور هو چکي هے - دوسرا منڈل هے - یه هنگرین نسل کا تها - سیلیشیا میں پیدا هوا - اسکي ابتدائي تربیت دیني تعلیمات کي تهي - رهبانوں کي جماعت میں داخل کر دیا گیا تها - لیکن ۲۹ سال کي عمر میں رهبانیت ترک کردي اور وائنا کے دار العلوم میں داخل هوکر طبیعي علوم کی تحصیل شروع کردي - تعلیم ختم کرکے وه برون میں اُستاد مقرر هوگیا اور اپنے فرصت کے اوقات مسئلۂ وراثت کي تحقیق میں صرف کرنے لگا - شروع شروع اُسکے تجربے صرف نباتات میں محصور تهے -

اپني تحقیق کے دوران میں بالاخر وه ایک عجیب معامله پر پهنچا - اُسنے دیکها ' یه عجیب معامله ' وراثت میں همیشه پیش آتا هے ' اور کبهي اُس میں خلل نهیں پڑتا - یه وه وقت تها جب اُس کے تجارب ' عالم حیوان تک وسیع هو چکے تهے - اُس نے شهد کي مکهیوں کے بهي پچاس چهتے بنائے تهے - اور مختلف قسم کي مکهیاں باهمدیگر جمع کرکے اُنکي نسل کے جسماني اور معنوئي خواص کا تجربه کرتا تها لیکن مکهیوں کے متعلق اُسکي تحقیقات کے جمله اوراق ضائع هوگیے - سنه ۱۸۶۶ میں اُس کا ایک چهوٹا رساله شایع هوا تها جس میں یه نظریه پیش کیا گیا هے - یه رساله بهي گم نام هوگیا - یهانتک که سنه ۱۹۰۰ میں علماء مغرب کي نظرین اُس پر دو باره پڑیں ' اور وسیع پیمانه پر اُسکي اشاعت کي گئي - آج حیوانات کي پرورش کرنے والوں میں کوئي شخص بهي ایسا موجود نهیں جو منڈل اور اُس کے نظریه سے ناواقف هو یا اُس سے مستفید نه هو رها هو -

(ناموس منڈل)

منڈل کا نظریه ' تین وراثتي اصلوں پر قائم هے :

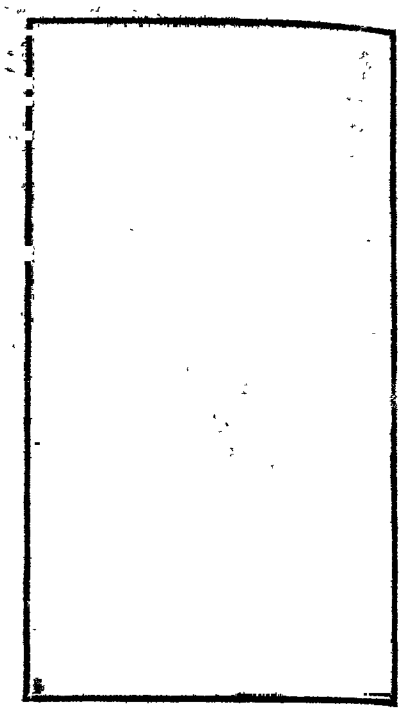
(۱) پهلي اصل کا خلاصه یه هے که فرد کي بعض صفات ' (عام اِس سے که وه فرد ' حیوان هو یا نبات) اُسکي آینده نسلوں میں مفقود نهیں هو جاتین بلکه برابر باقي رهتي هیں ' اور عرصه تک بغیر کسي کمي کے ظاهر هوتي رهتي هیں - اِسکي مثال یه هے که بعض انساني خاندانوں کے خال و خط خاص قسم کے هوتے هیں ' اور طویل زمانوں تک اُن کي نسلوں میں بدستور قائم رهتے هیں - چنانچه بعض خاندانوں میں زائد انگلیاں ' یا کٹا هوا هونٹهه ' یا چندهي آنکهیں ' یا سفید بالوں کا گچها ' غرضکه مختلف قسم کي جسماني خصوصیتیں همیشه موجود رهتي هیں اور اُن کے افراد میں وقتاً فوقتاً پوري طرح ظاهر هوتي رهتي هیں -

(۲) دوسري اصل کا خلاصه یه هے که بعض صفتیں ایسي هوتي هیں جنکا ظهور مسلسل نهیں هوتا - تهوڑے تهوڑے وقفه کے بعد ظاهر هوتي هیں ' مگر برابر ظاهر هوتي رهتي هیں - یعني پهلے ایک مدت تک نمایاں رهتي هیں - پهر غائب هوجاتي هیں - پهر لوٹ آتي هیں - پهر غائب هوجاتي هیں - صرف تجربه هی سے معلوم هوسکتا هے که کون صفت پهلي قسم کي هے ؟ کون صفت دوسري قسم کي هے ؟ اِسکي مثال یه هے که جب بے سینگ کے حیوانات کا سینگ والے حیوان میں اتحاد تناسلي هوتا هے ' تو اُنکي نسل بے سینگ کی پیدا هوتي هے - لیکن جب یهي نسل آگے بڑهتي هے تو اُسکي اولاد میں ایک خاص تناسب سے بعض افراد سینگ والے پیدا هوتے هیں - بعض بے سینگ کے -

برخلاف اِسکے جب کیس والے مرغ کا اتحاد بے کیس مرغي سے هوتا هے تو نسل ' کیس والي پیدا هوتي هے - لیکن پهر آگے چل کر بعض کے کیس هو جاتا هے - بعض کے نهیں هوتا - مگر یه معامله همیشه ایک هي تناسب سے پیش آتا هے -

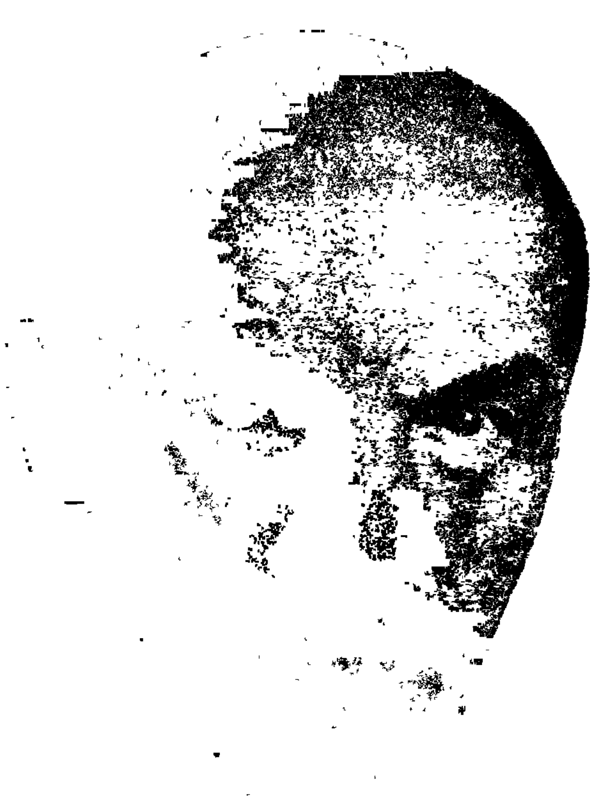
(۳) تیسري اصل ' اُس تناسب کا تعین اور انضباط هے جو اِس توارث و تناسل میں کار فرما هے - تشریح اُسکي حسب ذیل هے :

کردی -- قوم نے اِس نئی شہنشاہی کا اُسی جوش و خروش سے استقبال کیا' جس جوش و خروش سے قدیم شہنشاہی کا خاتمہ کیا تھا اور حریت و آزادی کے علم بلند کیے تھے - ایک شخصیت کے خلاف عظیم الشان جہاد اِس پر جاکے ختم ہوگیا کہ دوسری شخصیت قائم ہوگئی - کیا اِس سے بھی زیادہ غیر معقول نتیجہ کسی تحریک کا نکل سکتا ہے ؟ لیکن نہیں ' یہ نتیجہ بالکل معقول تھا - اجتماعی اصول و قوانین کے بالکل مطابق تھا -



موسولینی ' اٹلی کا ڈیکٹیٹر

یہ کیسے ؟ یہ اس طرح کہ انسانی جماعتیں کتنی ہی شورش اور بیچینی کا اظہار کریں' نظام حکومت کی کتنی ہی مخالف نظر آئیں ' مگر وہ اپنی اجتماعی افتاد طبع سے مجبور ہوکر در پردہ یہی خواہش رکھتی ہیں کہ کوئی نہ کوئی زبردست نظام قائم ہو' جو ہر قسم کی بیچینی کا قلع قمع کردے اور امن و آمان ہر طرف پھیلا دے - یہی سبب ہے کہ جوں ہی کوئی نئی شخصیت نمودار ہوتی ہے اور قوم محسوس کرتی ہے کہ وہ شخصیت ' امن بحال کرسکتی ہے ' تو بے اختیار اُس کے سامنے سر جھکا دیتی ہے اور حریت و آزادی کی اپنی تمام خواہشیں نا دانستہ فراموش کر بیٹھتی ہے - دنیا کی تمام تاریخی شورشیں ہمیں یہی بتاتی ہیں - فرانس کے عظیم الشان انقلاب نے بھی ہمیں یہی دکھایا ہے - ایک محقق نے کیا ہی خوب بتایا ہے "فرانس کی "تیسری انقلابی کمیٹی" کے ممبروں میں سے عہد بونا پارٹی (نپولین) میں ایک نے بادشاہی قبول کرلی - پندرہ نے "کونت" کا لقب اختیار کیا - سات نے مجلس اُمراء کی شرکت منظور کی - اور چھہ وزیر بن گئے" یہی وہ لوگ تھے جو انقلاب کے سب سے بڑے رکن اور علم بردار تھے -



لینن ' روس کا ڈیکٹیٹر' جو اب مرچکا ہے

(جنگ کے بعد انقلاب)

اب ہم تاریخ کی اِس عالمگیر جنگ کے بعد والے موجودہ انقلاب کو بخوبی سمجھہ سکتے ہیں - ایک مدت سے یورپ میں مختلف قسم کے خیالات اور نظریے پھیل رہے تھے - اِن خیالات اور نظریوں نے بتدریج دماغوں میں ہیجان پیدا کیا - اِس ہیجان نے اجتماعی ' سیاسی ' اور اقتصادی پیچیدگیاں پیدا کیں - اِن پیچیدگیوں نے جنگ عمومی کی آگ بھڑکائی - اور جنگ نے مذکورۂ بالا اجتماعی کلیہ کی بنا پر لینن اور موسولینی اور مصطفی کمال جیسی آہنی شخصیتیں پیدا کردیں - پس جنگ کے بعد جو صورت نمودار ہوئی ہے ' وہ ہرگز تعجب انگیز نہیں بلکہ مستحکم و مضبوط اجتماعی قوانین کا قدرتی نتیجہ ہے - یہی ہونا چاہیے تھا جو ہوا ' یہی ہمیشہ ہوا کیا ہے اور شاید ہمیشہ یہی ہوا کرے گا -

(انقلابات کے بانی)

یہاں یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ انقلابات کے بانی کون ہوتے ہیں : افراد یا جماعتیں ؟ کارلائل اور بہت سے محققین کی رائے ہے کہ زبردست شخصیتوں کے افراد ہی انقلابات پیدا کراتے اور اجتماعی نظام کی کایا پلٹ کر دیتے ہیں - لیکن علم اجتماع کے دوسرے بہت سے علماء ' افراد کے بجائے جماعتوں کو اصل قرار دیتے ہیں - وہ کہتے ہیں قوموں کے دماغ میں انقلاب کی مخفی لہریں پہلے پیدا ہوتی ہیں ' پھر وہی چند افراد میں مجسم ہوکر رونما ہوتی ہیں اور سوسائٹی پر انقلاب طاری ہو جاتا ہے - پس افراد بذات خود انقلاب کا سبب نہیں ہوتے ' بلکہ انقلابی لہروں کا مظہر ہوتے ہیں - زیادہ صاف لفظوں میں یوں کہو کہ جماعتی اثرات' افراد کو طیار کرکے انقلاب کراتے ہیں -

لیکن صحیح یہ ہے کہ انقلاب کا موجب نہ تنہا جماعتیں ہوتی ہیں' نہ صرف افراد - بلکہ دونوں ایک دوسرے پر اثر ڈالتے اور ایک نئی فضا طیار کرنے میں مدد دیتے ہیں - یہ یقینی ہے کہ اگر خاص قسم کے اجتماعی حالات و موثرات موجود نہ ہوتے تو لینن' موسولینی' مصطفی کمال جیسے افراد اُبھر نہیں سکتے تھے - کیونکہ یہ افراد مدت سے موجود تھے مگر اُسی وقت رونما ہوے جب حالات نے اُن کی مساعدت کی - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یقینی ہے کہ اگر یہ افراد اپنی غیر معمولی قوتیں کام میں نہ لاتے تو اُن کے مساعد حالات بھی پیدا نہیں ہوسکتے تھے اور انقلابات بھی طاری نہیں ہو سکتے تھے - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ انقلاب میں افراد اور جماعتیں دونوں برابر کی حصہ دار ہوتی ہیں ' تنہا کوئی ایک سوسائٹی' میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا -

(انقلابی روح اور قومیں)

یہ بھی ایک ثابت حقیقت ہے کہ تمام قومیں انقلاب کی یکساں صلاحیت نہیں رکھتیں - تاریخ بتاتی ہے کہ فرانس اور بحر متوسط کے کناروں پر رہنے والی اکثر قومیں انقلاب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں - آب و ہوا اور دوسرے اسباب نے اُنہیں دوسری قوموں سے زیادہ حساس ' جلد متأثر ہونیوالا ' اور خیالی بنا دیا ہے - وہ نئے نظرے جلد



پرائمو ڈی ریوا ' اسپین کا ڈیکٹیٹر



عہد انقلاب اور شخصی استبداد

شخصي مطلق العناني

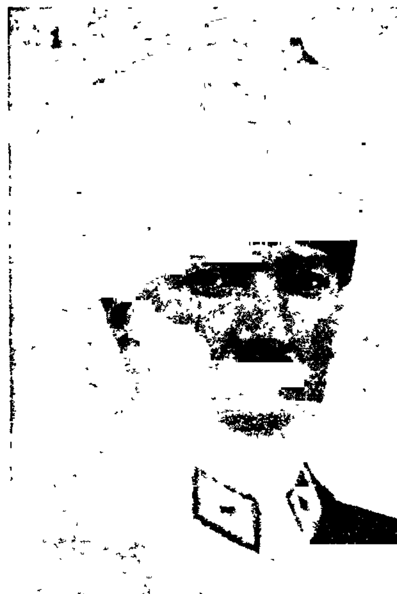
دنيا کي موجودہ سياست پر ايک سرسري نظر

جنگ عظيم کے بعد پوري دنيا ' خاص کر يورپ اور بالخصوص اُن ممالک نے عجيب پلٹا کھايا هے جو ميدان جنگ ميں يہ کہکر آترے تھے کہ استبداد و ظلم مٹانا چاهتے هيں - پہلے اِن ممالک ميں جو بهي نظام حکومة قائم تها وہ جنگ کے بعد قائم نہ رها اور علانيہ يا در پردہ اُس ميں بڑي تبديلي هوگئي هے - لوگ سمجهتے تهے اِس جنگ کے بعد دنيا ميں جمہوريت اور کامل حريت کا دور دورہ هو جائيگا اور آزادي کا ايک ايسا نظام جاري و ساري هو جائيگا جس کے عشق ميں اِنسانيت هميشہ سے سرگرداں هے ليکن نتيجہ بالکل بر عکس نکلا - جمہوريت و دستوريت کي جگهہ شخصيت و استبداد نے لے لي - اِس وقت کرۂ ارضي کے اکثر ممالک ميں شخصي حکومتيں قائم هوگئي هيں - فرق صرف اِس قدر هے کہ پہلے بادشاهوں کي شخصيتيں زريں تختوں پر جلوہ گر نظر آتي تهيں اور اب عام افراد يا فوجي افسر حکومت کي کرسيوں پر نظر آتے هيں -

روس ميں خاندان رومانوف اور زار کي جگهہ بالشويک ڈيکٹيٹروں (مطلق العنان حکام) نے لے لي هے - لينن نے جس طور پر حکومة کي ' وہ بهي زار هي جيسي حکومت تهي - يعني شخصيت ' مطلق العناني اور استبداد - يہ بات دوسري هے کہ زار کي شخصيت نے ملک کو تباہ کيا اور لينن کي شخصيت نے اُسے زندہ اور خوش حال کرديا - دنيا کی تاريخ ميں لينن جيسے مطلق العنان حاکم کي کوئي مثال نہيں ملتي جس نے اپنے غير متناهي اختيارات اِس طرح عوام اور مظلوموں کي بهلائي ميں صرف کيے هوں -

يہي حال اٹلي کا هے - اگرچہ پارليمنٹ اور دستوري پادشاہ (يعني محدود اختيارات رکهنے والا) بدستور موجود هے ليکن حکومة ايک فرد واحد ' موسوليني کے آهني هاتهوں ميں هے - يہ شخص پہلے انقلاب پسند اور اشتراکيت کا حامي تها ' پهر جنگ کے بعد ظلم پسند بن کر اٹلي پر حاوي هوگيا اور مستبد سے مستبد بادشاهوں کي طرح استبداد و قہر کي حکومت قائم کردي - اِس نے صاف اعلان کرديا هے " اِس وقت اٹلي کو ايک ايسے زبردست حاکم کي ضرورت هے جو هر بے چيني کو کچل کر فنا کرسکے " يہي صورت اسپين ' ترکي ' يونان ' اور اب چين ميں پيش آرهی هے - اِن تمام ملکوں ميں شخصيتيں بر سر حکومت آ گئي هيں اور مفيد يا مضر نتائج پيدا کررهي هيں - يہي نہيں بلکہ خود فرانس اور انگلستان ميں بهي شخصيت کي طرف ميلان بڑہ رها هے - فرانس ميں تو ايک سال پہلے اخبارات تک ميں يہ چرچا شروع هوگيا تها کہ موجودہ اقتصادي اور سياسي گتهيوں کے سلجهانے ميں جمہوري نظام حکومة ناکامياب ثابت هوا هے - لہذا روس وغيرہ ممالک کي طرح يہاں بهی " ڈيکٹيٹر شپ " يعني شخصي استبداد قائم هو جانا چاهيے - انگلستان ميں گو اب تک اِس قسم کا خيال با ضابطہ ظاهر نہيں کيا گيا ' ليکن عملاً ملک اِسي طرف جارها هے - موجودہ کنسر ويٹيو وزارت بهي در حقيقت ايک قسم کي ڈيکٹيٹر شپ هي هے اور اُس کے رجعی (قدامت پسند) هونے ميں تو کوئي کلام نہيں -

(تاريخ کا سبق)


غازي مصطفی کمال پاشا

آخر يہ صورت کيوں پيش آئي ؟ اِس انقلاب کي علت کيا هے ؟ تاريخ همیں کيا سبق ديتي هے ؟ جواب ظاهر هے اور تاريخ عالم پر ايک سرسري نظر ڈالنے سے صاف معلوم هو جاتا هے - تاريخ شاهد هے کہ جب کبهي سوسائٹي کے نظام ميں برهمي پيدا هوتي هے اور دماغي بے ترتيبي اور اختلال ' عام هوکر شورشوں اور بغاوتوں کا دروازہ کهول ديتا هے ' تو هميشہ يہي نتيجہ هوتا هے جو جنگ کے بعد آج هم دنيا ميں اپني آنکهوں سے ديکهہ رهے هيں - يعني مضبوط ارادے کے افراد برسر اقتدار آکر اپني شخصيتيں نماياں کرتے هيں اور نظام حکومت اپني مرضي کے مطابق استوار کرديتے هيں -

انقلاب فرانس ' اِس دعوی کي سب سے بڑي اور صاف دليل هے - کيسے جوش و خروش سے قوم بغاوت کے ليے اُٹهي ؟ حريت ' مساوات ' اخوت کا راگ کيسي بلند آهنگي سے الاپا ؟ کيسے کيسے اصول و مبادي کا اعلان کيا گيا ؟ ليکن نتيجہ کيا نکلا ؟ يہي نہ کہ آندهي کي طرح حريت و مساوات کي هوائيں آئيں اور نکل گئيں پهر جو فضا ميں سکون پيدا هوا تو گرد وغبار کے اندر سے مستبد شخصيتيں حکومت کي بے نيام آبدار تلواريں لئے نمودار تهيں ! اِن شخصيتوں ميں سب سے آخري مگر سب سے زبردست شخصيت نپولين بونا پارٹ کي تهي - اس عجيب انسان نے يہي نہيں کيا کہ بغاوت اور انقلاب کا قلع قمع کرديا بلکہ ساتهہ ساتهہ اپني شہنشاهي بهي قائم

اور علم میں ہوا ہے جو الٰہوتي پیشواؤں کا مبتدع دین ہے اور ناقص و خام مدعیان علم کا کج اندیش علم ہے ' تو ہم بڑي آساني سے نہ صرف پچھلي تاریخ کے تمام حوادث کي تعلیل کر سکینگے ' بلکہ مستقبل کے واقعات پر بھي روشني ڈال سکینگے -

(۲)

انساني جماعتیں شعور رکھتي ھیں مگر فکر نہیں رکھتیں - بلکہ ... گیا ہے کہ جماعت کي شعوري ترقي کا پیمانہ ' اسکا وہ فرد ہے جو سب سے زیادہ کمزور فکر ' سب سے زیادہ مضطرب شعور ' رکھتا ہے - جماعت جس طرح محض شعور رکھتي ہے ' اسي طرح سراسر جمود سے بھي لبریز ھوتي ہے - اور یہ کہ اسکا یہ جمود ترقي کے گوناگوں میدانوں میں اسکے قدموں کے توازن کیلیے ضروري ہے -

سالہا سال سے علماء اجتماع وھي کہہ رہے ھیں جو گستاؤ لیباں کا نظریہ ہے - لیکن کبھي ان کے ذھن میں یہ حقیقت نہیں آئي کہ جماعت ' ایک جامد مخلوق ہے - تغییر و تجدید بہت دیر میں قبول کرتي ہے - اِس بارے میں مجھے صرف ایک انگریز عالم کارل پیرسن کا قول ملا ہے - وہ کہتا ہے :

" ڈارون اور اسپنسر کي تصانیف میں بڑا فرق یہ ہے کہ اسپنسر کي کتابیں باوجود اپني تمام قوت و تاثیر کے جلد مٹ جائینگي - برخلاف اس کے ڈارون کي کتابیں باقي رھینگي - کیونکہ ان میں بے نظیر بصیرت اور قوت ادراک موجود ہے - اِن کتابوں نے انفرادي اور اجتماعي زندگي کے لیے ایسے اصول و مبادي پیش کر دیے ' جنھوں نے دنیا کو قدیم افکار کے بدلنے پر مجبور کردیا - نیز ھمارے اخلاقي مطمح نظر کو بھي اونچا کرنا اور ھمارے سامنے میدان زیادہ وسیع کرنا شروع کردیا ہے - بلا شبہ اِن اصول و مبادي کا اثر بہت سست رفتار ہے ' لیکن یہ سست رفتاري ھمیں نا امید نہ کرے - سب سے قوي موثر ' جو ھمارے اجتماعي بقاء کي عمارت محفوظ رکھتا ہے ' وہ وھي صفت ہے جسے ہم سب سے زیادہ مکروہ رکھتے ھیں - یعني قدامت اور جمود کي صفت - اِسي قدر نہیں بلکہ وہ دھشت ناک مخالفانہ صدائیں جو ھر جدید فکر کے خلاف جماعت کي طرف سے بلند ھوجاتي ہے ' ھماري اجتماعي زندگي کي حفاظت کے لیے قوي ترین موثر ھیں - جماعت کا یہ جمود اُس کے جسم کي محافظت کرتا ہے اور نئے نئے تجربوں کا تختۂ مشق بننے نہیں دیتا - نیز صالح کو غیر صالح اور اصلح کو غیر اصلح سے متمیز کر دیتا ہے "

عالم مادي اور جماعات انساني کي تکوین میں بہت بڑي مشابہت موجود ہے - دونوں میں ایسے عناصر موجود ھیں جو ان کے نظام و توازن کي حفاظت کرتے ھیں - چنانچہ جس طرح جوھر فرد (ایٹم) میں دو متضاد کہربائي لہریں : ایجابي اور سلبي جاري ہوتي ھیں ' یا جس طرح تمام مادي دقائق میں جذب و دفع کي دو مخالف قوتیں جمع ھوتي ھیں ' ٹھیک اُسي طرح اجتماع انساني میں تقدم و جمود کے دو مخالف عناصر ھوتے ھیں - زندگي کے لیے موت لازمي ہے اور موت کے لیے بعث (دوبارہ زندگي) ضروري ھوتا ہے - اِس حقیقہ پر غور کرنے سے ہم سمجھہ سکتے ھیں کہ جماعت کي سلبي صفات جنھیں ہم نا پسند کرتے ھیں ' درحقیقت اُس کے بقاء کے لیے ناگزیر ھیں .

اِس حقیقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ سمجھنے کے لیے کوئي نرم مادہ لے لو اور اُس پر دباؤ ڈالو ' تم دیکھوگے کہ دباؤ کے ساتھہ ھي اُس کي شکل بدل جائیگي - پھر دوبارہ اُسے دابو ' فوراً دوسري شکل اختیار کرلیگا - اس طرح ھر دباؤ پر وہ ایک نئي صورت میں تبدیل ھوتا جائیگا - پس اگر انساني جماعت کي طبیعت بھي اِسي مادے کي طرح نرم ھوتي ' اور اُس میں جمود و قدامت پرستي کي ٹھوس صفتیں نہ ھوتیں ' تو ظاھر ہے ' کیسي طوائف الملوکي اور انتشار پیدا ھوجاتا ؟ روز روز اُس میں تبدیلیاں ھوتي رھتیں ' اور نظام انساني تہہ و بالا ھوکر رہ جاتا -

تمام عملي فلسفے شمار کرو . سقراط کا مذھب دیکھو ' کلبي ' اِبي کوري ' رواقي ' مشائي ' وغیرھم کے مذاھب پر نظر ڈالو - اِس کے بعد غور کرو کہ اگر اجتماع انساني کا مزاج نرم مادے کي طرح ھر وقت تبدیلي قبول کرنے کي صلاحیت رکھتا ' تو اِن بے شمار اور متضاد مذاھب کي موجودگي میں اُس کا کیا حال ھوجاتا ؟ یقیناً اُس کا سارا نظام علم و فکر زیر و زبر ھوجاتا اور کوئي وسطی و اصلح راہ پیدا نہ ھوتي -

یہي حال سیاست ' دین ' زبان اور اُن تمام امور کا ہے جن پر تمدن کے ستون قائم ھین -

پس اب یہ واضح ھوگیا کہ تقدم و ارتقاء ایک ایجابي قوت ہے ' جسے باوجود مقاومت کرنے کے سلبي قوت یعني جمود کي صفت مدد دیتي اور آگے بڑھاتي ہے - اگر اجتماع انساني ایک مادي دقیقہ ھوتا تو اُسکے جواھر باھم جذب و دفع کے متضاد عملوں میں مصروف نظر آتے - کیونکہ یہ متضاد عمل ' اُس کي ھستي قائم رکھنے کیلیے ضروري ہے - ٹھیک اِسي طرح تقدم و جمود کي متضاد صفتیں بھي اجتماع انساني کے بقاء و دوام اور نشوء و ارتقاء کیلیے لازمي ھیں -

بنابریں ھمیں قدامت پرست جامدوں کو یک قلم برا نہیں سمجھنا چاھیے - انکا جمود بھي بقاء و حیات کیلیے اسي طرح ضروري ہے ' جس طرح تجدد اور تقدم پر عمل کرنے والوں کا وجود ضروري ہے - جامدین ' اجتماع انساني کیلیے ایک سلبي قوت ھیں ' جو جماعت کي رفتار میں اعتدال و توازن پیدا کرتے رھتے ھیں -

(۳)

ھربرٹ اسپنسر نے اپني کتاب " مبادي معاشرت و اجتماع " ما بعد الالیات کے تطور کي بحث سے شروع کي ہے - وہ کہتا ہے تطور کي تین قسمیں ھیں : (۱) تطور غیر عضوي اور اسکا تعلق آسمان و زمین اور سیاروں کي بنا سے ہے - (۲) تطور عضوي اور اسکا تعلق طبیعي ظواھر سے ہے جنھیں ہم طبیعت حیہ اور مختلف درجوں کے نبات و حیوان کي ترکیب میں مشاھدہ کرتے ھیں - پھر وہ مظاھر ذھني (سائیکا لوجي) جو اُن صور حیہ کا خاصہ ھیں جو ترقي کي اُس حد کو پہنچ گئي ھیں جہاں طبیعت تطور نے انھیں اِن مظاھر کا اھل بنا دیا ہے - (۳) تطور ما بعد الالیات یا ما بعد العضویات - یہ في الحقیقت حالت اجتماعي کا سن بلوغ اور جماعت کے افراد میں تقسیم عمل ہے -

اگر ہم اِس اصول کي تحلیل کریں اور اپنے موضوع پر اُسے تطبیق دیں ' تو ھمیں ماننا پڑیگا کہ تطور مابعد الالیات ' نشوء کا وہ آخري درجہ ہے جس تک حیواني جماعتوں کي ترقي پہنچي ہے - انسان بھي اِس سب میں حیوان کا شریک ہے بلکہ مابعد الالیات میں اُس زیادہ سے زیادہ ترقي تک پہنچ گیا ہے جہاں تک حیوان سے پہنچنا ممکن ہے - اگر یہي ہے تو پھر انسان کو باقي مخلوق پر کیا امتیاز حاصل ہے ؟ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے مابعد العقلیت سے ایک ایسي قوت حاصل کرتا ہے جسکے ذریعہ اپني عقل کو اپنے مجموع کي بھلائي میں لگاتا ہے !

قبول کر لیتیں اور اُن پر عمل کرنے میں تیزی سے پیش قدمی کرتی هیں - لہذا وہ زیادہ انقلاب پسند هیں -

برخلاف اِنکے اِنگلو سکسن (انگریزی) قومیں ' زیادہ عملی هیں - محض نظریوں سے متأثر نہیں هوتیں - اُن کے جذبات اور دماغی رجحان زیادہ پائدار هیں - وہ انقلاب کی طرف کم مائل هوتی هیں - جرمن قوموں کا بھی یہی حال ہے ' مگر ان میں احساس کسی قدر زیادہ ہے -

روس ' روحانی و نظری خیالات کی طرف سب سے زیادہ مائل هیں - کمزور عقل اور کمزور ارادہ رکھتے هیں - اِسی لیے هر انقلابی دعوت کو لبیک کہنے کے لیے طیار رہتے هیں - اِس خصوصیت میں اگر اُن پر کوئی سبقت لے گیا ہے تو وہ یہودی هیں - یہ قوم باغیانہ دماغ رکھتی ہے اور هر جگہ بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے - ایک محقق نے بتلایا ہے " اجتماعی نظامات پر سب سے زیادہ نکتہ چیں اور بغاوت کی سرگرم دعوت دینے والی کتابیں زیادہ تر یہودیوں هی کے قلم سے نکلی هیں - حتی کہ موجودہ سوشیلزم یا بالشویزم بھی ایک یہودی هی کی ایجاد ہے - اِس کا نام کارل مارکس تھا - اور اِس مذهب کے بڑے بڑے ارکان مثلاً لینن ' ٹراسکی وغیرہ سب یہودی النسل هیں - یہودیوں کے اِس خاصے کے دو سبب هیں : اول یہ کہ وہ سامی نسل هیں - اور معلوم ہے کہ سامی نسل فطرتاً خیالیات و نظریات کی دلدادہ هوتی ہے - دوسرے یہ کہ مخصوص اجتماعی حالات نے یہودیوں کا دماغ باغیانہ کر دیا ہے - دنیا میں شاید سب سے زیادہ مصیبتیں اِسی قوم نے برداشت کی هیں اور یہ اِسی کا نتیجہ ہے کہ اُسمیں بغاوت و انقلاب کی روح قائم هوگئی ہے -

پھر یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ جو قومیں جمود و تقلید کی زیادہ دلدادہ هوتی هیں اور حالات کی تدریجی تبدیلی کے ساتھہ اپنے تئیں بدلتی نہیں رهتیں بلکہ اپنے جمود پر اڑی رهتی هیں ' وہ اگرچہ دیر میں انقلابی روح سے متأثر هوتی هیں مگر جب ایک دفعہ هو جاتی هیں تو پھر اُنهی میں سب سے بڑا انفجار بھی هوتا ہے اور اچانک اُن کی سوسائٹی درهم برهم هوجاتی ہے - اِس اصل کی بنا پر پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ هندوستان میں جب کبھی انقلاب هوگا تو نہایت هی هولناک هوگا اور پوری موجودہ سوسائٹی کو درهم برهم کر ڈالے گا - کیونکہ یہ ملک سخت جمود کی حالت میں رہا ہے اور تدریجی ترقی سے برابر انکار کرتا رہا ہے - هندوستان میں جب انقلاب آئے گا تو دنیا بھر کے انقلابات سے زیادہ موثر ثابت هوگا اور شاید سوسائٹی کی موجودہ کوئی چیز بھی باقی نہ چھوڑے گا - عادات و اطوار ' رسم و رواج ' خیالات و افکار غرضکہ کوئی شے بھی اُس کی ضرب سے نہ بچے گی - اگر ایسے هولناک انقلاب سے بچنا هو تو اُسکی صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ ابھی سے ملک کو تدریجی ترقی پر لگایا جائے - جوں جوں حالات بدلیں ' ملک میں بھی تبدیلی پیدا کی جائے - ورنہ موجودہ جمود اور ٹھہراؤ ' آیندہ قیامت کا پیش خیمہ بننے والا معلوم هوتا ہے -

علم اور دین

کیا فی الحقیقت علم اور دین دو متحارب فریق هیں ؟

رہ رہ کر شور اٹھتا ہے کہ دین اور علم میں نزاع قائم ہے ' اور یہ کہ علم اور دین ' دونوں کی فطرت میں اِس عداوت و تنافر کی بنیادیں مخفی هیں - بلا شبہ یہ دعوی ایک مدت سے زباں زد خاص و عام ہے - مزید برآں تاریخ سے بھی اِسکی شہادت ملتی ہے - صرف تاریخ هی نہیں ' خود همارا مشاهدہ بھی اِسکی تائید کرتا ہے - لیکن بایں همہ ابتک کوئی قطعی ثبوت اِس دعوے کی صحت کا نہیں ملا - تاریخی واقعات اور همارے مشاهدے کتنے هی کثیر هوں ' تاهم یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتے کہ دین اور علم کے طبائع فی الحقیقت باهم متضاد هیں -

موجودہ تمدنی حالات پر ایک سر سری نظر ' اس دعوے کے مشکوک کر دینے کے لیے کافی ہے - موجودہ عہد میں مادی علم کا دھارا اتنی شدت و قوت سے بہہ رہا ہے ' جس کی نظیر کسی پچھلے زمانے میں نہیں مل سکتی - لیکن با وجود اس کے ٹھیک علم کے پہلو بہ پہلو ' هم دینی روح کو بھی پوری مضبوطی سے قائم پاتے هیں - کسی عہد میں بھی دینی روح انسانی قلوب میں بہ حثیت عمومی اس سے زیادہ راسخ نہیں هوگی ' جتنی اِس وقت ہے - بے شک هم تسلیم کرتے هیں کہ دنیا پر ایسے تمدنی دور گزرے هیں جن میں وقتی طور دین کا دبدبہ گھٹ گیا اور مادیت کے غوغا پر اُسکا نعرہ غالب نہ آ سکا ' لیکن ساتھہ هی همیں یہ بھی تسلیم کرنا چاهیے کہ خارج میں دین کی آواز کتنی هی پست کیوں نہ هو گئی هو ' روح کے اندر اُسکی بنیادیں همیشہ یکساں طور پر استوار رهی هیں - انسانیت کی پوری تاریخ مین ایک لمحہ بھی ایسا بتایا نہیں جا سکتا ' جس میں دینی یقین و ایمان کے ستون متزلزل هو گئے هوں -

اگر واقعی دین اور علم میں معرکہ برپا هوتا تو ابتک مدت کا فیصلہ بھی هو چکا هوتا - ۲۵ - صدیوں سے یہ دونوں نام نہاد حریف پہلو بہ پہلو چل رہے هیں - مگر ابتک دنیا نے اُنکا کوئی فیصلہ کن معرکہ نہین دیکھا - کیا یہ طویل و عریض مدت بھی فیصلہ کے لیے کافی نہ تھی ؟

لیکن فیصلہ هوتا کیونکر؟ دونوں میں اگر فی الحقیقت کوئی نزاع هوتی تو اُس کا فیصلہ بھی وقوع میں آتا - یہاں سرے سے جنگ هی نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے لیے فکر انسانی میں بالکل الگ الگ میدان رکھتے هیں - یہی سبب ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہہ پر باقی و قائم هیں - دونوں کا کہیں بھی حقیقی تصادم نہیں هوتا - دونوں فکر انسانی کے دو علحدہ علحدہ مظہر هیں -

لیکن اگر حقیقت یہ ہے تو پھر اُس طویل اور خونیں تاریخ کی هم کیا توجیہہ کریں جبکہ دینی پیشواؤں نے علم کا گلا گھونٹنے کی کوششیں کیں ؟ نیز اُس مبازرت طلبی کی کیا تاویل کریں جو اصحاب علم کی طرف سے اِس وقت تک دین کو دی جا رهی ہے ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر هم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ دین جو طبیعت انسانی کا ثمرہ ہے ' اور وہ علم جو عقل انسانی کا نتیجہ ہے ' دونوں میں کبھی تصادم نہیں هوا ' جو تصادم هوا ہے وہ سراسر اُس دین

" میرے خیال میں سرکاری وکیل کی منطق یہ خواهش تو نہ رکھتی هوگی ! قہقہ)

" اِس مسئلہ کے صاف کردینے کے بعد اب میں اصلی موضوع پر متوجہ هوتا هوں -

" جج اور جیوری ! اُس ضابطۂ قانون میں ' جسے هم " قدیم یورپین ضابطۂ قانون " کہہ سکتے هیں ' ایک ایسا قانون موجود ہے جس کی منسوخی پر گزشتہ سو برس سے تمام فلاسفہ ' مفکرین ' اور حقیقی سیاست داں زور دے رهے هیں - سب کا بیک زبان مطالبہ رها ہے کہ " مقدس تعزیرات " سے یہ قانون همیشہ کے لیے نکال دیا جائے -

" اِس قانون کے متعلق بکاریا نے کہا تھا " یہ بے دین قانون ہے " فرانکلین کہا کرتا تھا " یہ خوفناک قانون ہے " لیکن همیں معلوم ہے اِن دنوں پر کبھی توهین قانون کا مقدمہ نہیں چلایا گیا -

" اِسی قانون کے بارے میں لوئی فلپ نے (جس کا نام میں اُس احترام کے بغیر نہیں لے سکتا جو پیری اور بد نصیبی کے لیے اور هر اُس شخص کے لیے ضروری ہے جو اِس قانون کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا هو) کہا تھا " زندگی بھر میں اس سے نفرت کرتا رہا هوں " اِسی قانون پر مسیو جیزو اور مسیو دی بروگلی نے سختی سے نکتہ چینی کی تھی -

" یہی وہ قانون ہے جسے هماری پارلیمنٹ نے اب سے بیس برس پہلے تسلیم کیا ہے - یعنی اکتوبر سنہ ۱۸۳۰ ع میں - حالانکہ ٹھیک اِسی زمانہ میں ایک نیم وحشی امریکن پارلیمنٹ نے اِسے ملک کے ضابطۂ قوانین سے خارج کردیا تھا -

" یہی وہ قانون ہے جسے تین سال هوئے فرنکفورٹ کانگریس نے منسوخ کیا - اور اِسی کو چند سال هوئے انجمن جمہوریت رومان نے باطل کردیے جانے کا فیصلہ کیا ہے -

" یہی قانون ہے جسے هماری مقنن مجلس نے سنہ ۱۸۴۸ ع میں بڑے پس و پیش کے بعد منظور کیا تھا - یہی وہ قانون ہے جو اِس وقت جب کہ میں تقریر کر رہا هوں اُن دو تجویزوں کے رحم پر زندہ ہے جو اُس کے خلاف هماری مقنن مجلس میں پیش هیں -

" یہی وہ قانون ہے جسے تسکانیا اور روس ' دونوں ٹھکرا چکے هیں ' اب وقت آگیا ہے کہ فرانس بھی اُسے نفرت سے ٹھکرا دیے -

" یہی وہ قانون ہے جس کے سامنے سے انسانی ضمیر نفرت و دهشت کے ساتھہ بھاگتا ہے -

" وہ قانون کیا ہے ؟

" قتل !

" اور اے حضرات ! یہی وہ قانون ہے جس نے آج یہ مقدمہ پیدا کیا ہے - یہی همارا حقیقی دشمن ہے - ممکن ہے سرکاری وکیل کو غصہ آجائے - لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اُس کے پیچھے اب یہی قانون چھپا کھڑا ہے (قہقہ)

" مجھے اعتراف ہے کہ مسیو لیوں فوشو کی طرح گزشتہ بیس سال میں بھی یقین کرتا تھا کہ " اب گلوٹین ' عام میدانوں میں نہیں هوگی - لیکن مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اب گلوٹین ' قانونی ... اُٹھتی جاتی ہے - اب اُس کی حیثیت پہلے سے بہتر هوگئی ہے - اُس نے میدان چھوڑ دیا ہے ' جہاں سورج چمکتا اور مخلوق جمع ... - اب وہ سڑکوں کا هجوم پسند نہیں کرتی - اب اُس کا تماشہ ... پسند نہیں رہا - اب وہ تماشہ تاریکی میں دکھاتی ہے - ... سان جاک " کے قید خانے میں - خالی جگہ میں - لوگوں کی نظروں سے دور - میں اِس پر مطمئن هوا - میں نے اُسے اپنا منہہ چھپاتے دیکھا ' اور اِس شرم و حیا پر مبارک باد دی - لیکن اے حضرات ! یہ میری غلطی تھی - کیوں کہ اُس نے بہت جلد اِس عارضی حیا کا پردہ چاک کرڈالا اور انتہائی بے شرمی کے ساتھہ باهر نکل آئی !

" سان جاک کا قید خانہ یقیناً اِس ملکۂ قتل (یعنی گلوٹین) کے لیے توهین آمیز ہے - لہذا اب همیں طیار هو جانا چاهیے کہ جلد آپ پھر عام میدانوں میں سورج کے نیچے دیکھینگے - جلادوں کی قطاریں اُس کے سامنے کھڑی هونگی - مسلح پولیس اور فوج اُس کے اعزاز میں دست بستہ هوگی - بہت ممکن ہے اُس کا تخت خونیں ' اُسی بلدیہ (کارپوریشن) کے روشن دانوں کے نیچے بچھایا جائے ' جس کی کھڑکیوں میں کھڑے هوکر بعض نالائقوں نے ۲۴ فروری کو اُسے چلا چلا کر گالیاں دی تھیں -

" اب گلوٹین پھر طیاری کر رهی ہے - اُس نے سوچنا شروع کردیا ہے کہ مضطرب هیئت اجتماعیہ کو اپنے استقرار کے لیے ' پھر تمام پچھلی روایات کی طرف لوٹ جانا چاهیے - چونکہ وہ خود بھی ایک قدیم رسم ہے ' اس لیے اُسے بھی از سر نو آگے بڑھنا چاهیے - وہ تمام مصلحین کے خلاف احتجاج بلند کررهی ہے ' کیونکہ اُنہوں نے انتہائی گستاخی کے ساتھہ اعلان کیا تھا کہ سر کٹنے کا آلہ اُس مجمع کا نشان نہیں هوسکتا ' جس کی کتاب ' انجیل ہے !

" وہ اِن مصلحین پر سخت خفا ہے - کیونکہ محسوس کرتی ہے کہ اِن خیالی آدمیوں کے سامنے ' جو نظام اطاعت نہیں جانتے ' وہ بے وقعت هوتی ہے (قہقہ) وہ چاهتی ہے دنیا بھر اُسکی عظمت کا راگ گائے اور اُسکے سامنے تعظیم سے جھک جائے اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خفا هو جائیگی ' اپنی توهین پر شور مچائیگی ' عدالت میں دعوی کریگی ' اور معارضہ طلب کریگی " (قہقہ)

جج — مقرر کے بیان پر استحسان یا مذمت کا اظہار قطعی طور پر ممنوع ہے - اِس موقعہ پر قہقہ نہایت نا مناسب ہے -

وکٹر هیگو (تقریر جاری رکھتے هوے) " یہ ملکۂ معظمہ (گلوٹین) خون کی مالک ہے - لیکن وہ اِسے کافی نہیں سمجھتی - وہ جرمانے اور قیدخانے کی بھی حاکم بننا چاهتی ہے -

" محترم عدالت ! جس دن میرے سامنے وہ پروانہ پیش کیا گیا جو میرے لڑکے کے نام آیا تھا - یعنی اِس مقدمہ کا سمن ' (آج کل هم کتنے عجائبات دیکھہ رهے هیں اور همیں عجائبات دیکھنے کا کس قدر عادی هونا چاهئے ؟) مجھے اعتراف کرنا چاهئے کہ وہ پروانہ دیکھکر میری حیرت کی کوئی حد نہ رهی - میں نے تعجب سے کہا - کیا ؟ ... تو کیا اب هم اِس حد تک پہنچ گئے هیں ؟ کیا اب هم اِس وجہ سے مجرم قرار پائینگے کہ عقل ' ضمیر ' آزادی خیال ' اور قانون طبیعت کے حامی هیں ؟ کیا اب هم سے صرف مادی احترام کافی سمجھا نہیں جاتا (جس سے همیں کبھی انکار نہیں هوا ' جو هم پر واجب ہے ' اور جسے هم فعلاً پیش بھی کر رهے هیں) بلکہ اب هم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ معنوی احترام بھی اِن سزاؤں کیلیے پیش کریں جو انسانی ضمیر کو پاش پاش کر رهی هیں - جنہیں دیکھکر هر عقلمند کا رنگ فق هو جاتا ہے - جنسے دین نفرت کر رہا ہے ؟ وہ سزائیں جو سنگ دلی سے بھی بڑھ کر ایک برائی هیں - جنکے نفاذ کے بعد اُنکی تلافی محال ہے - جو بالکل اندھی هیں - وہ سزائیں جو انسانی خون سے تر بتر هیں - جو دین سے بالکل دور هیں - وہ جب مجرم کے سر پر نازل هوتی هیں تو شبہ هوتا ہے کہ انسانیت اِس عالم میں موجود نہیں ہے - جب بے گناہ پر پڑتی هیں تو خود خدا کے وجود میں شک پیدا هو جاتا ہے -

کیا قانون کي نکته چیني، قانون کي توهین هے ؟

تاریخ قوانین مدینه کا ایک صفحه

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۱)

سنه ۱۸۵۱ کا واقعه هے که فرانس میں ایک مجرم کو قتل کي سزا دي جا رهي تهي - مجرم نے گلوٹین (انقلاب فرانس کے آلۂ قتل) پر چڑهنے سے انکار کیا ' شور مچایا ' واویلا کیا ' نوحه و بکا کیا ' سخت جسماني مزاحمت کي ' مگر اُسکي کوئي سعي کارگر نهیں هوي - عدالت فیصله کر چکي تهي - جلادوں نے بے دست و پا کرکے اُسے گلوٹین پر چڑهایا اور قتل کردیا گیا -

فرانس کے مشهور شاعر و کاتب وکٹر هیگو کے لڑکے چارلس هیگو نے یه منظر اپني آنکهوں سے دیکها ' تو بے اختیار هوگیا اور قتل کي سزا کے خلاف اخبار L, Evenement میں ایک مضمون شائع کیا - حکومت کي نظر سے یه مضمون گزرا تو کاتب پر قانون کي توهین کا مقدمه دائر کیا ' کیونکه اِس مضمون میں براہ راست قانون کي اِس نوعیت پر حمله کیا گیا تها -

اِس واقعه نے فرانس میں سخت هلچل ڈال دي - بیک وقت دو بحثیں پیدا هوگئیں : سزائے قتل کي اخلاقي حیثیت اور قانون کي " نکته چیني " اور قانون کي " توهین " میں فرق - اِنهي دونوں اهم بحثوں پر وکٹر هیگو نے ۱۱ جون سنه ۱۸۵۱ کو عدالت میں ایک بهت هي بلیغ اور پر زور تقریر کي - اِس موضوع پر یه تقریر بے نظیر سمجهي جاتي هے - اِس مین فرانس کے شاعر نے قوت واستدلال اور قوت خطابت دونوں کا بهترین مظاهره کیا هے -

اِس تقریر کي قانوني اور ادبي ' دونوں حیثیتیں ایسي هیں ضروري هے ' اردو علم ادب اس سے خالي نه رهے - هم نے حتی الو لفظي ترجمه کیا هے -

(وکٹر هیگو کي تقریر)

" سرکاري وکیل کے ابتدائي الفاظ سننے کے بعد میں نے یقین کرا تها که وه الزام سے دست بردار هو جائیگا - لیکن میرا یه یقین ' محض بے بنیاد وهم ثابت هوا اور بهت جلد دور هوگیا - سرکاري وکیل نے متعدد کوششیں کیں (جو سب کي سب نا کام رهیں) که موضو کو محدود و محصور کردے - لیکن موضوع کي طبیعت نے اُسے تفصیل پر مجبور کر دیا - نتیجه یه هوا کے تمام پهلو روشني میں آ گئے ' ا وکیل کي خلاف مرضي معامله نے اپني پوري اهمیت حاصل کرلي لیکن مجهے اِس نتیجه پر کوئي شکایت نهیں هے -

" میں اب بلا کسي تمهید کے فوراً الزام کا مقابله کرتا هوں -

" لیکن سب سے پہلے همیں ایک بنیاد پر متفق هو جانا چاهیے کیونکه مشهور مقوله هے " موضوع کي عمده تعریف ' عمده بحث پید کرتي هے " پس همیں سب سے پہلے یه طے کر لینا چاهیے که " قانو کي حرمت " کے معنی کیا هیں ؟ یه اس لیے که آج کي بحث کي بنیاد یهي مسئله هے -

" نا ممکن هے اِس جمله کے معنے یه هوں که قانون کي حرمت کے بهانے سے قانون پر نکته چیني روک دي جائے - اِس جمله کے معني اس سے زیاده کچهه نهیں هو سکتے که قانون کي تنفیذ کا احترا کیا جائے اور بس - یه جمله ' نکته چیني کي پوري آزادي دیتا هے سخت سے سخت نکته چیني کي بهي ' بلکه مذمت کي بهي صرف ایک قانون هي کي نهیں بلکه خود ملک کے دستور (کانسٹی ٹیوشن) کي بهي جو سب سے اعلی قانون هوتا هے -

" یه جمله همیں پوري آزادي دیتا هے که تشریعي قوت (قانو ساز قوت) کو کسي " خطرناک " قانون کي منسوخي پر آماد کریں - اِسي قدر نهیں بلکه یه همیں اجازت دیتا هے که قانون کي راه میں هر قسم کي اخلاقي اور معنوي دشواریاں حائل کریں بلا شبه وه همیں مادي دشواریاں پیش کرنے کي اجازت نهیں دیتا -

" قانون نفذ هونے دو ' اگرچه کتنا هي خراب ' کتنا هي ظالمانه کتنا هي وحشیانه هو - اپنے دل و دماغ کے سامنے اُسکي شکایت کرو مقنن سے شکوه کرو - مگر خود قانون کو روکو نهیں - اُسے جاري هو دو - ببانگ دهل کهو که وه خراب هے - ظالمانه هے - وحشیانه هے لیکن اُسکي راه روک کر کهڑے نه هو -

" هم نکته چیني کرینگے - مذمت کرینگے - مگر بغاوت نهیں کرینگے یهي وه حقیقي معنی هیں ' یهي وه وحید معنی هیں " قانون - احترام " کے ' اگر یه نهیں تو اے حضرات ذرا غور تو کیجیے -

" قانون سازي کا مشکل عمل دو قسموں پر منقسم هوتا هے مقنن اور اخبارات - اگر میري تشریح قبول نه کي جائے تو اِسکا نتیجه اسکے سوا کچهه نهیں هو سکتا که دوسري قسم معدوم هو جائیگي - کیونکه اخبارات کا فرض هے که قوانین پر نکته چیني کرکے مقنن کو قانو سازي میں مدد دیں ' وه مدد جس کے بغیر کوئي قانون مکمل نهیں هو سکتا - جب یه قسم معدوم هوجائیگي تو قدرتي طور پهلي قسم ' یعني مقنن کا وجود بهي بیکار هو جائیگا - یعني همار پارلیمنٹ معطل هوکر ره جائیگي اور اُس کے لیے اِس کے سوا کوئي کام باقي نه رهے گا که همیشه کے لیے بند هو جائے -

---

فرد اور جماعت کبهي متفق نهیں هوتے - وه همیشه دو متضاد وجود هیں - دونوں کي طبیعت ایک دوسرے سے بالکل مختلف هے - دلیل یه هے که ایک هي زمانه میں رهنے والے افراد کي عظیم تعداد کبهي بهي جماعت کے تطور اور اُسکے مظاهر پر متنبه نهیں هوتي اور نه اس تطور کو بهلائي اور امن کي طرف لانے کي کوشش کرتي هے - فرد جماعت کے تطور سے خود بهي تطور حاصل کرتا هے - لیکن اُسکے وقوع کي اُسے هرگز کوئي خبر نهیں هوتي - پهر خود جماعت بهي اپنے تطور کا کوئي احساس نهیں کرتي ' یهانتک که امتداد زمانه ' جماعت کے تدریجي تطور کو نمایاں کر دیتا هے اور آئنده نسلیں اُسے محسوس کرتي اور دیکهتي هیں -

فرد کا جماعت کے شعور کے ماتحت آجانا اُسے اپني مستقل عقلیت سے دور کر دیتا هے - جماعتي شعور کا دهارا اُسے جدهر چاهتا هے ' بہا لیجاتا هے : شر کي طرف یا خیر کي طرف - جماعتي شعور اور انفرادی عقلیت کي جنگ نے پوري انساني تاریخ بنائي هے - تمام جنگي حوادث ' اجتماعي انقلابات اور مختلف مدنیتوں کے قیام میں همیں هر جگهه یهي حقیقت نمایاں نظر آتي هے - یهي روح ' انسانیت کي گردن پکڑے همیشه کهینچتي هوئي دکهائي دیتي هے -

مگر اِن کوششوں کے باوجود بھي شہر عکاء صلیبیوں کے قبضہ میں باقي رھا ' اور اُن تمام نقصانوں کي تلافي کرتا رھا جو اُنھیں اپنے مشرقي مقبوضات سے محرومي کي وجہ سے پہنچے تھے - یہ دیکھکر ملک اشرف بن قلاؤن نے چاھا ' یہ مقام بھي اُن سے واپس لے لیا جاے - چنانچہ اُس نے حملہ کیا اور سنہ ۱۲۹۱ ع میں کامیاب ھو گیا -

عکا کے واقعہ کے بعد مشرق کي فتح کے دروازے ایک مرتبہ پھر مغرب پر بند ھوگئے - لیکن وہ نا امید نہ ھوا ' اور روم کے پاپا اور یورپ کے پادشاہ برابر حملہ کي طیاریاں کرتے رھے - چنانچہ چارلس ھشتم شاہ فرانس نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ اپنے جنگي بیڑوں کي قوت سے فلسطین اور مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلے - لیکن تجارتي مفاد نے اُس وقت جنگي کارروائیاں کرنے کي اجازت نہیں دي - اور مشرق و مغرب کا تصادم ھوتے ھوتے رک گیا -

عکا کي فتح کے بعد مشرقي تجارت کي باگیں مصر کے ھاتھہ آگئي - اب بحر متوسط کي تجارت پیشہ قوموں کیلیے اِسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسکندریہ ' دمیاط ' اور بیروت کے بازاروں کا طواف کریں - چنانچہ وینس اور جنیوا وغیرہ کے تاجر اِن بازاروں پر ٹوٹ پڑے - کیونکہ مشرق کي مصنوعات او ھندوستان کي پیداوار حاصل کرنے کا اور کوئي دوسرا راستہ اُنکے سامنے موجود نہ تھا - اُس زمانے میں ھندوستان کے گرم مسالے یورپ میں از حد مقبول تھے اور غذا کا لازمي جزء بن گئے تھے - یہ مسالے بھي مصر ھي کے راستے یورپ کو حاصل ھوتے تھے -

اِس تجارتي مرکزیت نے مصر کو دولت و ثروت کا بھي مرکز بنا دیا - بادشاہ اور باشندے مالا مال ھوگئے تھے - تمام یورپ میں قاھرہ " قاھرۂ عظمی " کے نام سے پکارا جاتا تھا !

(راس امید کي دریافت)

تقریباً دو سو برس تک یہي حالت رھي - یہانتک کہ سنہ ۹۲۲ھ (۱۵۱۶ع) میں مصر اپني آزادي سے محروم ھو گیا - اُسکي تجارتی مرکزیت کو شاید اب بھي کوئي نقصان نہ پہنچتا لیکن مصیبت یہ ھوئي کہ اُسي زمانے میں پرتگالیوں نے " راس امید " دریافت کرلي اور اس طرح مصر کي سیاسي اور تجارتي ' دونوں اھمیتیں ختم ھوگئیں -

راس امید ' اتفاقیہ طور پر دریافت نہیں ھوا بلکہ ضرورت نے اُسکي طرف رھنمائي کي تھي - یوں کہنا چاھئے کہ ھندوستان کي تجارت اُس کا باعث ھوئي - حقیقت یہ ھے کہ قدیم زمانے سے ھندوستان ' دنیا کي سیاست میں زبردست موثر رھا ھے - اسکي فتح کے لیے دنیا میں بے شمار انقلاب پیدا ھوئے اور بے شمار ملکوں کي آزادیاں پامال ھوئیں - یہي نہیں بلکہ نئي دنیا یعني امریکا کا انکشاف بھي اِسي ھندوستان کي طمع و شوق میں ھوا -

عکا سے محروم ھوجانے کے بعد یورپ نے دیکھا کہ مشرق اور ھندوستان کي تجارت کیلیے اب وہ یک قلم مصر کے رحم پر ھے ' اور وہ مصر کو بے شمار محصول ادا کرتا ھے - چنانچہ عقلاء یورپ نے غور کرنا شروع کیا کہ ھندوستان تک پہنچنے کي کوئي ایسي راہ نکلے جسمیں مصر کا توسط نہ ھو - اِس مشکل کے دو حل اُنکے سامنے آئے : ایک یہ کہ بحر اتلانتک میں مغرب کي طرف سیدھے چلے جائیں ' یہانتک کہ ھندوستان کے ساحل پر پہنچ جائیں - دوسرے یہ کہ افریقا کا چکر لگا کر ھندوستان پہنچیں -

یہ دونوں نظریے ' پہلے جنیوا میں پھر لشبونہ (پرتگال) میں مشہور ھوئے - لشبونہ سے یہ خیال اسپین پہنچا اور یہ دونوں ملک اُس پر سنجیدگي سے غور کرنے لگے -

(کولمبس کي مہم)

پہلا نظریہ یعني بحر اتلانتک میں غرباً سفر ' سب سے پہلے جنیوا کے ایک باشندے کولمبس نے پیش کیا - میں کہتا ھوں " سب سے پہلے " حالانکہ اِس سے میري مراد " اھل یورپ میں سب سے پہلے " ھے - کیونکہ یہ ایک تاریخي حقیقت ھے کہ کولمبس سے بہت پہلے اندلس اور مصر کے مسلمان اِس پر غور کرچکے تھے - صرف غور ھي نہیں بلکہ اُسے عمل میں بھي لا چکے تھے ' اگرچہ کامیاب نہ ھوسکے -

میرا فرض ھے کہ یہ تاریخي حقیقت ' جس پر انسان اور زمانے کي ناانصافیوں نے پردے ڈال رکھے ھیں ' روشني میں لے آوں -

علماء یورپ ھمیں بتاتے ھیں کہ سب سے پہلے کولمبس کو خیال پیدا ھوا کہ بحر اتلانتک میں غرباً چلنے سے ھندوستان تک پہنچ سکتے ھیں - چنانچہ یہ خیال لے کر وہ لشبونہ گیا اور جان ثاني شاہ پرتگال کے سامنے پیش کیا - لیکن یہ بادشاہ بد نصیب تھا اُس نے کولمبس کي بات نہ ماني بلکہ اُسے مجنوں قرار دیا - کولمبس خفا ھوکر اسپین چلا گیا اور فردیننڈ اور ملکۂ ایزابلا کے سامنے اپنا نظریہ پیش کیا - نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نئي دنیا تک پہنچ گیا جس کا نام اُس وقت لوگوں نے " مغربي ھند " (Indes Occiden Tales) (۱) رکھا تھا کیونکہ کولمبس کا ارادہ ' ھندوستان پہنچنے کا تھا - اِسي کي تلاش میں امریکہ نکل آیا - اِسي لیے اُسے ھندوستان ھي سے تعبیر کیا گیا -

لیکن جب کہ کولمبس ' لشبونہ میں یہ خیال لیے ھوئے بحر اتلانتک کي متلاطم موجوں پر امید کي نظریں ڈال رھا تھا ' تو کیا اُس کے دل میں یہ خیال بھي گزرا تھا کہ اِسي لشبونہ میں کھڑے ھوکر عرب ٹھیک اِسي مقصد بلکہ اِس سے بھي بڑے مقصد سے سمندر پر نظریں ڈال چکے ھیں ؟

کیا کولمبس کو یہ خبر پہنچي تھي کہ اِسي لشبونہ کے مسلمانوں نے اُس سے بہت پہلے ارادہ کیا تھا کہ بحر ظلمات میں تحقیقات کے لیے در آئیں ؟

کولمبس کو شاید معلوم نہ ھوا ھو ' لیکن یہ واقعہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ھے - لشبونہ کے اُن مسلمانوں میں سے جو " مغررین " کے لقب سے مشہور ھیں ' آٹھہ عم زاد بھائیوں نے کمر ھمت چست کي - جہاز طیار کیے - کئي مہینے کا کھانا پاني جمع کیا ' اور اُس ھوا کے آغاز پر جو اُنھیں مغرب کے کناروں تک لیجا سکتي تھي ' بحر ظلمات میں روانہ ھوگئے - اُن کے سفر کا حال شریف ادریسي نے اپني کتاب " نزھۃ المشتاق في اختراق الافاق " میں لکھا ھے - اھل لشبونہ اپنے اِن " مجنونوں " کو بھولے نہیں بلکہ اُن کي یادگار باقي رکھنے کے لیے اپنے شہر کے ایک محلہ کا نام " درب المغررین " رکھدیا -

(۱) گیارھویں صدي ھجري کے عرب مصنفین کي کتابوں میں بھي امریکا کا نام (الھنود المغربیۃ) لکھا ھے - دیکھو مقدمہ " کتاب العز و المنافع للمجاھدین بالبارود و المدافع " جو مصر کے سلطاني کتب خانے میں محفوظ ھے -

" لیکن نہیں ! نہیں ! ھرگز نہیں ! ھم ابھی اِس حد تک نہیں پہنچے ھیں ... میں نے کہا مجھے پروانہ دیکھکر سخت حیرت ھوئی (آپ عنقریب جان لینگے میری حیرت کس درجہ عظیم تھی) کیونکہ میں نے خیال کیا ' اگر اِس " جرم " کا کوئی حقیقی مجرم ھے ' تو وہ میرا بیٹا نہیں ' خود میں ھوں -

" میں اِس وقت عدالت کے سامنے پوری صفائی سے اعلان کرتا ھوں کہ اِس جرم کا حقیقی مجرم میں ھوں ' میں ! کیونکہ گزشتہ ٢٥ سال سے میں ھی اِن سزاؤں کے خلاف ھر ممکن ذریعہ سے جنگ کر رھا ھوں -

" میں تصریح کرتا ھوں کہ گزشتہ ٢٥ سال سے میں نے ھر طریقہ سے " انسانی زندگی کی حرمت " بچانے کی کوشش کی ھے - یعنی وھی جرم کرتا رھا ھوں جو اِس وقت میرے لڑکے پر عائد کیا جا رھا ھے - میں نے یہ جرم اپنے لڑکے سے بہت پہلے شروع کیا تھا ' اور اِس سے کہیں زیادہ سخت طریقہ پر اُسکا ارتکاب کرتا رھا ھوں - مہربان سرکاری وکیل ! دیکھو ' میں خود اپنے خلاف گواھی دے رھا ھوں - میں اقبالی مجرم ھوں - حلفیہ اقبال کرتا ھوں - میں نے ھر موقعہ پر یہ جرم کیا ھے - بار بار کیا ھے - اصرار کے ساتھہ کیا ھے - ھمیشہ کرنے کا عزم رکھا ھے - یہ عزم اِس وقت بھی میرے قلب میں موجود - بلکہ اِس وقت بھی میں اِس جرم سے آلودہ ھو رھا ھوں - خود عدالت کے سامنے آلودہ ھو رھا ھوں !

" ھاں ... میں خود اپنی زبان سے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنے جرم کا اعلان کرتا ھوں - میں اعلان کرتا ھوں کہ میں زندگی بھر اُن تمام قوانین کی بیخ کنی کرتا رھا ھوں جو وحشیانہ ھیں - میں ھمیشہ اِس بوڑھے قانون کا دشمن رھا ھوں جو کہتا ھے " آنکھہ کے بدلے آنکھہ اور دانت کے بدلے دانت " محترم جج اور جیوری ! میں آپکے سامنے قسم کھا کر کہتا ھوں کہ ائندہ بھی زندگی بھر ایسے تمام قوانین سے جنگ کرتا رھونگا - میں ایک مصنف کی حیثیت سے عمر بھر اپنے قلم سے اُنکی مخالفت کرونگا ' اور ایک مقنن کی حیثیت سے اپنی آواز ھمیشہ اُنکے برخلاف بلند رکھونگا -

" اے حضرات ! میں اعلان کرتا ھوں (یہ کہکر مقرر نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر کے طرف اپنے دونوں ھاتھہ پھیلا دیے جو عدالت کے کمرے میں آویزاں تھی) اِس ذات کے سامنے جو اِسی قانون قتل کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائی گئی ' جسکے سامنے اِس وقت ھم کھڑے ھیں - یہ مقدس تصویر ھمیں اِس وقت دیکھہ رھی ھے - میں اِس مقدس " قربانی " کے سامنے قسم کے ساتھہ یہ اعلان کرتا ھوں - یہ وہ ھستی تھی جسنے انسانیت کی ابدی تعلیم کی خاطر ' اپنے تئیں جلادوں کے حوالہ کر دیا - انسانی قانون نے اُسے سولی پر لٹکایا ' حالانکہ اُسکا وجود خود " قانون الہی " تھا -

" ھاں میں اِسی تصویر کے روبرو بار بار کہتا ھوں کہ میرے لڑکے نے جو کچھہ لکھا ' وہ صرف اِس وجہ سے لکھا کہ میں نے بچپن ھی سے اُسے اِسکی تلقین کی تھی ... کیونکہ وہ جب سے میرا جسمانی لڑکا ھے ' اُسی وقت سے میرا روحانی فرزند بھی ھے - کیونکہ وہ کوشش کرتا ھے کہ اپنے باپ کی راہ پر چلے - لیکن بیٹے کا باپ کے طریقے پر چلنا بھی ایک عظیم جرم ھے - واقعی یہ جرم میرے لیے سخت حیرت انگیز ھے !

" حضرات ! میں اعتراف کرتا ھوں کہ یہ الزام واقعی میرے لیے شدید تعجب کا موجب ھے ...... "

تاریخ و عبر

ھندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تصادم

امریکا اور رأس امید کے اکتشافات

واسکو ڈی گاما نے ایک عرب کے ذریعہ کامیابی حاصل کی

مشہور مصری کاتب و محقق احمد زکی پاشا نے اپنے ایک سلسلۂ مضامین میں مندرجۂ بالا عنوانوں پر جو روشنی ڈالی ھے ' وہ نہایت اھم اور دلچسپ ھے - انکی بحث خلاصہ حسب ذیل ھے :

" صلیبی جنگوں نے بہت سی مغربی قوموں کے مقبوضات شام میں پیدا کر دیے تھے - ایشیا کے دروازوں پر اِن مقبوضات سے یورپ کو بہت فوائد حاصل ھوئے - تمام مشرق کی مصنوعات حاصل کرنے اور ھندوستان سے تجارت بڑھانے کے بہترین موقع میسر آگئے صلیبیوں نے کبھی کبھی اِتنی قوت بھی پیدا کرلی تھی کہ خود دمشق اور قاھرہ سے خراج وصول کیا کرتے تھے - (١) انھوں نے کرک پر قبضہ کر کے حجاز کے راستہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا - عقبہ اور طور پر بھی قبضہ جمانے کی کوشش میں تھے ' اور قریب تھا کہ پورے بحر احمر پر چھا جائیں - (٢)

لیکن مشرق قریب کے سلاطین ' عین وقت پر بیدار ھوگئے - اُن میں باھم سخت حسد و منافست تھی - تاھم مشترک خطرے کے سامنے متفق ھوگئے ' اور اسدالدین ' نورالدین ' صلاح الدین نجم الدین ' ملکۂ شجرۃ الدر ' ملک الظاھر بیبرس ' منصور قلاؤن کی یادگار کوششوں نے مصر اور شام کی سر زمینین یوروپین حملہ آوروں سے پاک کردیں -

(١) دیکھو ابن فضل اللہ کی مسالک الابصار

(٢) ابن فضل اللہ نے اپنی کتاب " التعریف بالمصطلح الشریف " میں لکھا ھے کہ اھل فرنگ نے کرک میں بحری بیڑے طیار کیے اور اُنھیں لیکر بحر قلزم میں پہنچے ، تاکہ حجاز پر حملہ آور ھوں اور اپنے دل کا بخار نکالیں - لیکن ایوبی اور عادلی ھمتوں نے اُنھیں پست کرڈالا - صلاح الدین ایوبی نے اُنکے بہت سے آدمی گرفتار کرلیے اور منی بھیجدیے تاکہ جمرۃ العقبہ پر اُسی طرح ذبح کر دیے جائیں جس طرح قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ھیں - چنانچہ ایسا ھی کیا گیا - (منہ)

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ الہلال)

"جوف" سے "حائل" تک اونٹ کی پیٹھ پر دس دن کی مسافت ہے
ستہ نہایت ہی اُجاڑ اور بیابانی ہے۔ ہم کبھی ریگ کی بلند پہاڑیوں
پڑھتے تھے۔ کبھی نشیبی وادیوں میں ہوتے تھے۔ کبھی ایسی بلند پگڈنڈیو
چلتے جن کے نیچے ہولناک گہرائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ راستہ ایسا
ناگوار اور خطرناک ہے کہ اونٹ کا ذرا قدم ڈگمگا جائے تو ہلاکت
یقینی ہے۔ عظیم بلندی پر سے انسان فوراً تحت الثریٰ میں جا پہنچے۔
اس سفر میں پہلے ۷ دن تک کہیں پانی نہیں ملا۔ اگر پانی ہمارے
ساتھ مشکوں میں اور اونٹوں کے ساتھ اُنکے پیٹ میں نہ ہوتا تو موت
یقینی تھی۔ اس تمام مدت میں غسل کرنا کیا معنی غسل کا تصور بھی نہیں
کیا جاسکتا تھا۔ پانی کا ایک ایک قطرہ خود زندگی کی طرح قیمتی تھا۔

ساتویں دن علی الصباح ہمیں "جبہ" نام ایک آبادی ملی۔
اس کے تمام مکان ایسی سفید مٹی سے بنے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔
یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ چند شیوخ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اور
مہمان بننے کی درخواست کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُنھیں پہلے
سے خبر پہنچ گئی تھی کہ ایک مصری، شاہ نجد کی ملاقات کے لئے آرہا ہے۔
"لہذا" اُنھوں نے کہا "ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ تمھیں اپنا مہمان
بناتے"

نویں دن ہم "قنا" میں پہونچ گئے۔ یہ بہت ہی چھوٹا گاؤں ہے۔
یہاں تک کہ یہاں ہمیں کھانے کے لئے ایک بکری بھی مول نہ مل سکی۔ لیکن
ہم کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ کیونکہ تھوڑے فاصلہ پر تین گاؤں اور
ہیں۔ ان میں سب سے بڑا گاؤں "ام جلبان" ہے اور اس کی آبادی صرف
سو افراد ہیں۔ مکانوں کے گرد خرمے کے چند درخت ہیں۔ یہاں کے
باشندے حرف قاف کا تلفظ "گاف" کی طرح کرتے ہیں۔

حائل

دسویں دن "حائل" ہمارے سامنے تھا۔ سلطان ابن سعود کے
چچا زاد بھائی امیر عبد العزیز بن مساعد بن جلوی، حاکم حائل کا نائب
ہمارے استقبال کے لئے شہر کے باہر موجود تھا۔
ہم نے اپنے تمام پچھلے صحرائی سفر میں حائل سے زیادہ آباد
کوئی مقام نہیں دیکھا۔ یہ ایک حد تک شہر کا حکم رکھتا ہے۔ آبادی وسیع
ہے۔ سڑکیں کشادہ اور منتظم ہیں۔ بازار بھی بہت بڑا ہے جس میں اونٹوں
اور مویشیوں کی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے۔ حائل، مدینہ منورہ سے
۸ دن، شام سے ۱۵ دن، اور عراق سے بھی تقریباً ۱۵ دن کی مسافت
پر واقع ہے۔ یہ تجارت کا ایک مرکزی مقام ہے۔ ہندوستان کے چاول
کی یہاں بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے کی اصلی غذا یہی چاول ہے۔ قسم
قسم کی ترکاریاں، سبزیاں، اور میوے بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے
ہیں۔ نخلستان بے شمار ہیں۔ لیکن کھجور بدمزہ اور گھٹیا قسم کی ہوتی ہے
میں نے عورتوں کو بازار میں روٹی، میوے، ترکاری، مرغی، انڈے،
بیچتے دیکھا۔ وہ سیاہ کرتے پہنے تھیں۔ اوپر سے سفید چادریں اوڑھے
تھیں۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ تھیں۔ خریداروں سے ضرورت بھر
بولتی تھیں، مگر اس قدر آہستہ کہ کوئی دوسرا آدمی اُن کی آواز نہیں
سُن سکتا!

یہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ صرف فرانسیسی سکہ، جسے یہ لوگ "شوشی"
کہتے ہیں، مستعمل ہے۔ انگریزی یا ترکی سکے نہیں چلتے۔

ایک دن میں حاکم حائل کے نائب کا مہمان رہا۔ دوسرے دن خود
حاکم، امیر عبد العزیز بن مساعد نے مجھے اپنے دار الحکومت میں مدعو کیا
اور غیر معمولی خاطر تواضع کی۔ پہلی نظر میں دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ امیر شاید
متکبر و مغرور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نہایت ہی منکسر مزاج، خوش
اخلاق، اور خوش صحبت ہے۔ وہ اپنے اس صوبے میں اور اس کے
اطراف کے تمام شمالی علاقوں میں سلطان ابن سعود کے ماتحت
مطلق العنان حاکم ہے، اُس کے احکام کے سامنے کوئی روک کھڑی
نہیں ہوسکتی۔ لیکن اُس کے احکام کتاب و سنت کے احکام کے ماتحت
ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ سے بال بھر تجاوز کرنا اس علاقے میں
ایسا جرم ہے کہ اُس کے لئے کوئی معافی نہیں!

حاکم کے پاس دو موٹریں ہیں جن پر وہ اکثر سفر کیا کرتا ہے۔ موٹر
چلانے والا ایک شامی عرب ہے۔ دوسرا نجدی ہے۔

حاکم کے ایک مصاحب کے ساتھ میں قیدخانہ دیکھنے گیا۔ مجھے
یقین تھا، مجرموں کی بڑی بھیڑ دیکھوں گا۔ مگر قیدخانے میں پہنچکر میری
حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ وہاں ایک قیدی بھی موجود نہ تھا۔ صرف
محافظ سپاہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا
"قیدی کہاں ہیں؟" سپاہیوں نے جواب دیا "جب مجرم ہی نہیں
ہیں تو قیدی کہاں سے آئیں!" اسوقت مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی حکام
شریعت، جرائم کی بیخ کنی کے لئے بہترین قانون ہیں۔ اور یہ کہ نجدیوں
سے زیادہ احکام شریعت کی پابندی کسی مسلمان قوم میں نہیں ہے۔ حائل
جیسی وسیع آبادی کے قید خانے میں ایک قیدی کا بھی موجود نہ ہونا،
یقیناً اس بیسویں صدی میں اعجوبہ کا حکم رکھتا ہے۔

حائل کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا
ایک چشمہ موجود ہے اور اپنے طبی خواص میں "فیشی" کے معدنی چشمے
کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا پانی ہر قسم کا نمک پگھلا دیتا ہے۔ گردے کے
جملہ امراض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے اور
حیرت انگیز سرعت سے غذا ہضم کردیتا ہے۔ اس چشمے کا نام "ام السلح"
ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چشمے ہیں اور سب شیریں اور
عمدہ ہیں۔ آب و ہوا کی اسی خوبی کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے باشندے
خوب توانا تندرست ہیں۔

اب سے پہلے حائل، ابن الرشید کی ریاست کا پایۂ تخت تھا۔
یہ ریاست ایک زمانہ میں ریاض کے خاندان سعود کے تابع تھی پھر
کچھ مدت خود مختار رہی۔ اب ایک مرتبہ پھر خاندان سعود کے زیرنگیں
آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

حائل کے باشندے، دراصل قبیلۂ "شمر" کے افراد ہیں۔ یہ قبیلہ
صحرا میں بودباش رکھتا تھا۔ پھر اُس کا ایک بڑا حصہ کٹ کر شہری
بن گیا، اور حائل میں آباد ہوگیا۔

حائل میں "اخوان" بکثرت نظر آتے ہیں۔ انھیں یہاں "حبان"
کہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ سرخ ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔
چھوٹے عمامے باندھنے والے معمولی لوگ سمجھے جاتے ہیں۔ بڑے عمامے
والے شیخ ہوتے ہیں۔ نجد میں اس گروہ کو سب سے زیادہ اہمیت
و قوت حاصل ہے۔ حائل، احساء، اور حجاز کی فتوحات انہی کے
ہاتھوں واقع ہوئی ہیں۔ تمام عرب میں ان کی شجاعت اور پامردی
کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجوں پر ان کا نام رعب و ہیبت
طاری کردیتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے یہ سخت وحشی اور جاہل تھے۔
دین کا کوئی حکم بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن آج ان میں سے ہر شخص
شریعت کے تمام عملی احکام کا عالم ہے۔ نجد و حجاز میں اتباع شریعت
اور ترک بدع و نواہی کی مبلغ یہی جماعت ہے۔

قصیم

حائل میں ایک ہفتہ سلطان کی مہمانی میں رہ کر ہم نے پھر سفر
شروع کردیا۔ اب منزل مقصود "بریدہ" تھی۔ بریدہ، حائل سے ۸ دن
کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ صاف اور میدانی ہے۔

راستہ میں سب سے پہلی آبادی "عدوہ" کی ملی۔ اس گاؤں کا منظر
نہایت دلفریب ہے۔ اس کے گرد کھیت ہیں، اور دُور تک سر بفلک
پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ بہت ہی دلچسپ منظر پیش کرتے
ہیں۔ انکے نیچے میدانوں پر سنہری ریگ بچھی ہوئی ہے اور از حد نظر
فریب ہے!

راستہ میں ایک قابل ذکر واقعہ پیش آیا۔ ہمارے قافلہ کے ایک
مسافر کی اونٹنی رات کو کہیں بھاگ گئی۔ ہر چند تلاش ہوئی مگر کہیں
پتہ نہ چلا۔ عین ناامیدی کے وقت ایک بدو نظر آیا۔ اُس سے پوچھا
گیا تو اُسنے کہا "میں نے اس شکل کی اونٹنی فلاں مقام پر دیکھی تھی
میں اُسے لاسکتا تھا، مگر اس ڈر سے ہاتھ نہیں لگایا کہ چور نہ سمجھا
جاؤں" اس واقعہ سے مجھے اہل نجد کی امانت و دیانت کا اور بھی
زیادہ یقین ہوگیا۔ میں جتنی زیادہ جستجو کرتا گیا، مجھے معلوم ہوتا گیا کہ
چوری اور قزاقی نجد میں بالکل نامعلوم ہے۔

راستہ میں چار گاؤں اور بھی ملے: کہفہ، جوآرہ، وتال، اور شقہ۔

کولمبس کو بیشک یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ امریکا تک پہنچ گیا - لیکن کس طرح پہنچا ؟ کیا اُس کے وہم میں بھی یہ بات موجود تھی کہ بحر ظلمات کے دامن میں ایک اور دنیا بھی چھپی ہوئی ہے ؟ اِس کا کوئی ثبوت موجود نہیں - وہ تو ہندوستان کے ارادے سے نکلا تھا اور محض اتفاق سے امریکا پہنچ گیا - لیکن لشبونہ کے مسلمان تو اِسی دنیا کی تحقیق کے لیے نکلے تھے - اُنھیں ہندوستان کی فکر نہ تھی - نہ تجارت و دولت کی طمع تھی - اُن کے سامنے صرف جغرافیائی تحقیقات تھی - ظاہر ہے کہ کولمبس اور اُن کے نقطۂ نظر میں کتنا اختلاف تھا اور دونوں میں کون زیادہ تحسین علم کا مستحق ہے ؟

یہی نہیں بلکہ کولمبس سے ڈیڑھ سو برس پہلے ہی مسلمانوں نے امریکا کا تصور کرلیا تھا - ملک الناصر محمد بن قلاؤن کے عہد میں ایک عالم ' قاہرہ میں موجود تھے - اِن کا نام ابو الثناء محمود بن ابی القاسم الاصفہانی تھا - ابن فضل اللہ العمری اپنی کتاب "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" (جلد ۱ صفحہ ۳۱) میں اِن کا یہ قول لکھتے ہیں :

"میں اِسے بعید نہیں سمجھتا کہ زمین کے اِس رخ پر پانی کے ہٹ جانے کی وجہ سے جو خشکی نمودار ہوگئی ہے ' ویسی ہی خشکی زمین کے دوسرے رخ پر بھی موجود ہو - چونکہ یہ مستبعد نہیں ہے ' اِس لیے یہ بھی مستبعد نہیں کہ اُس طرف کی خشکی پر بھی ویسے ہی حیوان و نباتات موجود ہوں ' جیسے ہماری اِس زمین میں موجود ہیں ' یا وہ کسی اور جنس و نوع کے ہوں "

(واسکو ڈی گاما اور راس امید)

ہندوستان تک پہنچنے کے پہلے نظریہ نے امریکا کو ظاہر کیا - اب دوسرا نظریہ ہمارے سامنے آتا ہے - اِس سے مقصود یہ تھا کہ بحر اٹلانٹک میں افریقہ کے گرد گھوم کر ہندوستان کی راہ نکالی جائے -

یہ خیال سب سے پہلے جنوا میں رہنے والے دو بھائیوں : اوگولینو Ogolino اور ویڈینو Vadino کو ہوا - وہ اس مہم پر روانہ بھی ہوگئے مگر کامیاب نہ ہوے اور غرق ہوگئے -

لیکن یہ خیال برابر زندہ رہا اور ہمتیں بڑھاتا رہا - اُس وقت پرتگال کے ملک میں بڑی تجارتی بیداری موجود تھی - پرتگالی ' ہمت و شجاعت میں تمام یورپین قوموں کے آگے تھے - پرتگال کی نازک اندام عورتوں کا بھی اِس حرکت میں بڑا حصہ تھا - اُنھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ اُنھی لوگوں سے شادی کرینگی جو افریقا کے ساحلوں پر اپنی شجاعت و بسالت ثابت کر دینگے - نتیجہ یہ ہوا کہ پرتگالی نوجوان سواحل افریقا پر ٹوٹ پڑے ' اور بتدریج بہت سی بندرگاہوں کے مالک بن گئے - اِن مہموں میں عربوں اور یہودیوں نے اُنکی بڑی مدد کی - یہ لوگ افریقا سے اُس وقت سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے - اِنھوں نے پرتگالی بادشاہوں خصوصاً شاہ ہنری کو (جو ملاح کے لقب سے مشہور تھا) اپنی قیمتی معلومات سے آگاہ کیا ' اور اِس طرح افریقا کی تحقیق و فتح میں پرتگالیوں کے رہنما بنے - یہی عرب اور یہودی تھے جنھوں نے پرتگال کو گینیا کی سونے کی کانوں سے آگاہ کیا تھا - غرضکہ سنہ ۱۴۱۳ سے سنہ ۱۴۸۶ تک پرتگالی اپنے مقبوضات ' سواحل افریقا پر پھیلاتے رہے ' یہانتک کہ سنہ ۱۴۸۶ میں پرتگالی امیر البحر جنوبی افریقا کے آخری نقطہ تک پہنچ گیا - یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر قطب الدین نہروالی نے اپنی کتاب " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " میں اِس طرح کیا ہے " یہ جگہ ساحل کے قریب ایک آبنائے میں واقع ہے - اس کے ایک جانب پہاڑ ہے اور دوسری جانب بحر ظلمات ہے - یہاں سمندر سخت طوفانی حالت میں رہتا ہے - کشتیاں ٹک نہیں سکتیں ٹوٹ جاتی ہیں "

پرتگالیوں نے اِس مقام کا نام "راس طوفان" رکھا تھا - لیکن جان ثانی شاہ پرتگال نے اس کا نام "راس امید" رکھدیا - کیونکہ اِس کی دریافت نے براہ راست ہندوستان تک پہنچنے کی امید پیدا کردی تھی -

لیکن یہ امید جان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی - اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عمانویل ثانی تخت نشین ہوا - اِسنے واسکو ڈی گاما کو سنہ ۱۴۹۷ میں اِس مہم پر روانہ کیا تاکہ ہندوستان کی راہ دریافت کرے - اِس شخص نے سفر شروع کیا - راس امید عبور کرکے سواحل کفرہ میں پہنچا - پھر ممباسہ آیا ' پھر ملندہ میں وارد ہوا - یہیں اِسکی ملاقات حسب تصریح قطب الدین کے (جیسا کہ " برق یمانی " میں مذکور ہے) " ایک بحری آدمی سے ہوئی - اسکا نام احمد بن ماجد تھا - اِسی نے نشہ کی حالت میں واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کا سیدھا راستہ بتا دیا - اور اس کے بعد بحر ہند میں پرتگالیوں کی کثرت ہوگئی " لیکن خود پرتگالی مورخ ' احمد بن ماجد کا کوئی ذکر نہیں کرتے - البتہ ایک ایسے آدمی کا وجود ضرور تسلیم کرتے ہیں جو واسکو ڈی گاما کا شریک سفر ہوگیا تھا - اور اُسکا نام وہ " معلم کنہ " Malem Cana بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان پہنچ کر گجرات میں فوت ہوگیا - بعضوں نے اُسکا نام Malem Canaque لکھا ہے -

بعض پرتگالی مورخ کسی ایسے شخص کا وجود تسلیم نہیں کرتے - اُنکا بیان ہے کہ سلطان ملندہ نے واسکو کے ساتھ اپنے ملک سے دو آدمی کر دیے تھے جو بحر ہند سے بخوبی واقف تھے -

بہر حال یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ راس امید کی دریافت میں عربوں کا بھی حصہ ہے اور راس امید سے ہندوستان تک پہنچنے میں تو سراسر عربوں ہی نے رہنمائی کی تھی -

---

مختارات

(اخبار نویسی)

سلطان عبدالحمید نے معزول ہونے کے بعد کہا " اگر میں یلدز (محل) میں لوٹ سکوں تو اخبار نویسوں کو ایک ہی قید خانہ میں بند کردونگا "

" اِس ملک میں ہر دس آدمیوں میں صرف ایک شخص کو انشا پرداز ہونا چاہیے " (روزولٹ - امریکا)

" اخبار نویس کی صورت دیکھر شیاطین کا باوا ' ابلیس ' بھی کانپ جاتا ہے " (ولیم سٹیڈ)

" کیڑے مکوڑوں میں سے اخبار نویس بھی ہے " (ملکۂ اسپین)

" اے قلم تو نہایت خوبصورت ہے لیکن میری سلطنت میں تو شیطان سے بھی بدتر ثابت ہوا ہے " (آخری زار روس)

پرتگال کے معزول بادشاہ " مانویل " نے اخبار نویسوں سے کہا " تمھیں نے مجھے برباد کیا ہے "

جمہوریہ وینزولا (امریکا) کے صدر " کسترو " کا قول ہے : " اگر جہنم کا پھاٹک بھی میں کھلا دیکھوں تو اُتنا نہ ڈرونگا جتنا اخبار نویس کے قلم سے ڈرتا ہوں "

ان شرف ہوگا۔ بقایا تین پلٹنوں میں بھی کچھ گڑبڑ ہو۔ لیکن مجھ یقین ہو وہ ت نہیں کریں گے۔ میری خواہش ہو، کہ وہ بھی منحرف ہوجائیں۔ تاکہ یں سے ایک بھی زندہ نہ بچے۔ منٹگمری"

منٹگمری عیسائیت کی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس مذ ہب بالکل نرم مزاجی اور حلم وبخشش کا سخت مدّاح تھا، لیکن آسنے بھی ظالمانہ فعل کی تائید کی۔ اس کے بعد اسنے ہاڈسن کو ایک چٹھی لکھی شخص تھا۔ جسنے بہادر شاہ کے لڑکوں کو سخت بیرحمی سے قتل کیا انگریز مورخین میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جسنے ہاڈسن کے فعل کی مذمت نہ کی ہو۔ لیکن منٹگمری اسے لکھتا ہو:

"میرے پیارے ہاڈسن۔

میں تھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے بادشاہ کو گرفتار کرلیا اور ں کے بیٹوں کو قتل کردیا۔ میں امید کرتا ہوں تم اسی طرح اور شاہزادے قتل کروگے۔ منٹگمری"

ایک آدمی اتنا مجروح تھا کہ وہ مقتل پر جانے کے قابل نہ تھا۔ ری کی ہدایت کے مطابق اسے سرکاری گواہ بنایا گیا۔ چنانچہ کوپر کو مندرجہ ذیل خط لکھا ہو "مجروح مذکور کو لاہور بھیجدیا جائے، تاکہ وہ خود زبان سے امرتسر کے واقعات بیان کرے۔ بغیر اس کے کوئی شخص بار نہیں کرے گا، ۲۶ ملٹن کے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے جو آوارہ ہونگے۔ ان سب کو گرفتار کرکے ہماری طرف بھیجدو۔ تم کافی تعداد قتل کرچکے ہو، اب ہمیں اپنی فوجوں کے لئے کچھ آدمی چاہئیں"۔

ایک کے بدلے ۵۰

اس مجروح قیدی اور ۴۱ آدمیوں کو لاہور بھیجدیا گیا۔ جہاں وہ بے قتل کردئے گئے۔ کوپر خود اقبال کرتا ہو کہ کمان افسر کے قتل کے بعد ان کے اندر، اس کے بدلے ۵۰ آدمیوں کا خون بہایا گیا۔

کانپور میں ایک کنواں ہو۔ جہاں چند انگریزوں کو قتل کرکے پھینک یا تھا۔ لیکن اجنالہ میں بھی ایک کنواں ہو۔ جہاں سیکڑوں ہندوستانی رکے پھینک دئے گئے۔

رسل اپنی ڈائری میں لکھتا ہو "ایک افسر نے جو رینالڈ کی فوج کے مقرر تھا۔ مجھ سے ذکر کیا کہ ہندوستانیوں کو اندھا دھند قتل کیا جاتا دو دن کے عرصے میں ۴۲ آدمیوں کو سڑک کے کنارے پھانسی دی مقتولین میں وہ لوگ تھے جو پلٹن کو اس کی راہ میں مل جاتے تھے آدمیوں کو محض اسوجہ سے پھانسی دی گئی کہ جب پلٹن کوچ کررہی ان کے منہ سڑک کی طرف نہ تھے۔ دوسری طرف دیکھ رہے تھے! اس راہ میں آتا تھا، جلادیا جاتا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہ ناک واقعات کانپور کے حادثہ سے بہت پہلے ہوئے تھے۔ اگر تانیوں کا یہ قتل عام کانپور کے واقعہ کے بعد ظہور پذیر ہوتا تو پھر بھی ں شاید حق بجانب ہوتے۔ افسر مذکور نے ان مظالم کے روکنے ش کی اور رینالڈ سے کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو لوگ دیہات رکے بھاگ جائیں گے اور فوج کے لئے خورد نوش کا سامان ملنے ت دقت واقع ہوگی۔ بالآخر یہی ہوا۔ جہاں کہیں فوج جاتی تھی ت بالکل ویران ہوجاتے تھے۔ لوگ غلہ دینے سے گھبراتے کیونکہ علم تھا کہ اگر انھوں نے یہ نیک کام کیا تو پھر بھی انھیں پھانسی دی جائے گی"

ایک پادری لکھتا ہو "انگریز ہندوستانیوں سے اس قدر نفرت ہیں۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انکے ملازم بھی جو علم غدر کے زمانہ میں وفادار رہے تھے، ان کی بدسلوکی اور بے نہ بچ سکے۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہو کہ پھر بھی انکی وفاداری صلاحی میں فرق نہ آیا۔ بہت سے ڈولی بردار اور سائیں ی نوکری میں زخمی ہوئے تھے، زمین پر پڑے سسک رہے تھے

مگر کسی نے علاج معالجہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ وہ دن کے وقت دھوپ میں پڑے رہتے۔ رات کے وقت سردی میں۔ جب دہلی کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تو ان میں بہت سے ایسے آدمی تھے جو ہماری کامیابی پر خوش تھے۔ اور ہماری فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے، لیکن اُن کی بھی دعائیں انکے واسطے مہلک ثابت ہوئیں۔ بعض نوجوان انگریز تو ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ وہ علانیہ طور پر بکتے تھے "تمام خدمت گاروں اور پوربیوں کو جو کیمپ میں ہیں تہ تیغ کردیا جائے" یہ وہ ملازم تھے جنھوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہماری خدمت کی تھی"

ولسنٹ سمتھ نے بھی اپنی تاریخ ہند میں تسلیم کیا ہو کہ بہت سے ہندوستانیوں نے ہماری جان بچانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

کے (Kaye) اپنی کتاب میں قتل عام سے پیشتر کے واقعات یوں لکھتا ہو:

"مارشل لا کو جاری ہوئے عرصہ ہوگیا ہو۔ وہ ظالمانہ قانون جو مئی اور جون میں مجلس مقننہ نے پاس کئے تھے، بڑی شدت سے اپنا کام کررہے تھے۔ فوجی اور سول افسر ہندوستانیوں کو بلاتمیز قتل کررہے تھے۔ گورنر جنرل نے جو خط وکتابت پارلیمنٹ سے اُن دنوں کی تھی، اس میں درج ہو کہ بے گناہ بوڑھوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ دیہات جلائے جاتے تھے۔ ان کے باشندوں کو بھی آگ میں جلادیا جاتا تھا۔ انگریز فخریہ طور پر کہا کرتے تھے "ہم نے کوئی آدمی بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا"!

واقعات قبل از حادثہ کانپور

ایک دفعہ چند چھوٹے لڑکے محض شرارتاً، باغیوں کا سا لباس پہنکر ڈھول بجانے لگے۔ انھیں گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا اور فوجی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ ایک انگریز افسر جو کورٹ مارشل کا رکن تھا، روتا ہوا کمان افسر کے پاس گیا۔ اور ان کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی، اور ان معصوم بچوں کو پھانسی دے دی گئی۔

دیہات میں انگریزوں کی جماعتیں چکر لگاتی تھیں، جو کوئی ملتا تھا اُسے کسی درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جاتی تھی۔

پٹنہ میں مسٹر ٹیلر کمشنر کا گواہ بنانے کا عجیب طریقہ تھا۔ اسنے ایک قیدی سے کہا اگر تم مجھے تین ایسے آدمیوں کے نام بتادو جو واجب القتل ہوں تو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔ لیکن اسنے ایسے آدمیوں کے نام لئے جن کے نام سے وہ خود بھی واقف تھا، اس لئے قیدی قتل کیا گیا!

آگرہ اور سہارنپور میں بھی پھانسی کا رواج بڑے زوروں پر تھا دیہاتی لوگ گروہ درگروہ گرفتار کرکے لائے جاتے تھے۔ ان میں بہت تھوڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی، جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہوگا لیکن تمام قیدی فی الفور بغیر کسی تحقیقات کے قتل کردئے جاتے تھے!

دہلی ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو فتح کی گئی۔ مسز کوپلینڈ بیان کرتی ہو کہ ایک ہفتے کے اندر کمان افسر نے [illegible] پانچسو آدمی بے دریغ کرڈالے۔ گورے سپاہی ان خوفناک مناظر میں نہایت دلچسپی لیتے تھے۔ نواب جھجر کو بھی انہی دنوں میں پھانسی دی گئی، لوگ کہتے ہیں کہ اسنے بڑی دیر کے بعد جان دی۔

ایک دفعہ ایک جوہری مسز گارسٹن کے پاس سامان بیچنے کے لئے آیا۔ مسز گارسٹن نے کہا تم بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، میں ابھی تمھیں مسٹر مٹکاف صاحب کے حوالے کردوں گی۔ وہ اس نام سے ایسا مرعوب ہوا کہ سامان وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا، اور پھر واپس نہ آیا یہ ظرف کا

سے ہندوستانی سخت ڈرتے تھے۔ کیونکہ "جو کوئی اس کی گرفت میں آتا ہو، وہ اسے قتل کردیتا ہو"

کورٹ مارشل کسی پر رحم نہیں کرتی تھی۔ جو کوئی گرفتار ہوتا تھا ضرور ہی قتل کردیا جاتا تھا۔ شہر کے چوک میں ایک بڑی پھانسی کھڑی کی گئی تھی۔ ۵، ۶ آدمی ہر روز پھانسی دئے جاتے تھے۔ انگریز افسر بڑی متانت سے پاس بیٹھ کر یہ مناظر دیکھا کرتے!

گورنر جنرل نے ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو جولائی کے واقعات کے متعلق ایک مفصل رپورٹ لکھی تھی۔ ذیل میں اُس کا اقتباس دیا جاتا ہو۔

اس زمانہ میں لوگ بلا امتیاز پھانسی دئے گئے۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جن کے برخلاف محض شک تھا۔ سیکڑوں دیہات لوٹے گئے، اور بعد ازاں جلادئے گئے۔ ان خوفناک حرکات سے وہ قومیں بھی سخت ناراض ہوگئیں۔ جو حکومت کی وفادار تھیں۔ شمالی ہند میں قحط پڑ گیا۔ کیونکہ ایسی اندھیر نگری میں باقاعدہ کاشتکاری کرنا ناممکن تھا، جو سپاہی رخصت پر گھر آئے تھے یا جو پلٹنوں کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنے گھروں کو واپس جارہے تھے اور جنھوں نے بغاوت میں مطلقاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ انگریزوں کی جان بچانے میں مدد کی تھی، ان سب کے ساتھ انگریزی فوجیں وہی سلوک کرتی تھیں جو باغیوں سے کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ کے ماتحت افسروں کی ان افسوسناک حرکات سے ملک میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ گورنمنٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر اب تل گئی ہو"

تجدٹی لکھتا ہو "گورنمنٹ محض پھانسی اور قتل عام کی وجہ سے چل رہی تھی۔ جب لکھنؤ فتح کیا گیا تو بے شمار آدمی پھانسی پر چڑھا دئے گئے۔ اُسوقت یہ تمیز نہیں کی جاتی تھی کہ آیا قیدی سپاہی ہو یا اودھ کا کسان ہو؟ صرف اتنی بات کافی تھی کہ جرم اسیاہ ہو۔

آرٹن نے بمبئی ٹیلیگراف میں ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہو۔ "جب ہماری فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ تو جو آدمی فصیل کے اندر ملا، اسی جگہ سنگینوں سے مار دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ کئی گھروں میں سے ۴۰۔ ۴۰۔ ۵۰۔ ۵۰ آدمی پکڑے گئے، یہ لوگ باغی نہیں تھے۔ شہر کے باشندے تھے۔ انہیں کامل اُمید تھی کہ اُنھیں معاف کردیا جائے گا، لیکن وہ سخت مایوس ہوئے"۔

ہومز اپنی تاریخ میں لکھتا ہو "بے گناہ آدمی مارے جاتے تھے وہ جان بخشی کے لئے ہاتھ جوڑتے تھے۔ بوڑھے آدمی جو خوف اور عمر کی وجہ سے کانپتے تھے، گاجر مولی کی طرح کاٹے جاتے تھے لیکن انگریزوں کو بھی کافی اشتعال دلایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے چند آدمی شہر کی گلی کوچوں میں مارے گئے تھے"

یہی مصنف بیان کرتا ہو کہ جونہی ہم دہلی میں داخل ہوئے۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ جو ہندوستانی ملتا تھا گولی سے مار دیا جاتا تھا۔ شراب خانے اور دیگر دکانیں لوٹ لی گئیں اور انگریزوں نے شراب پی کر جہاں کہیں ہندوستانیوں کا مجمع دیکھا، ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی حالت میں بیچارے باشندے کیا کرتے؟ کیا وہ انگریز سپاہیوں کو پکڑ کے کمان افسر کے پاس لے جاتے؟ لیکن وہاں تو یہ حال تھا کہ کمان افسر سے لیکر معمولی سپاہی تک، سب ہندوستانیوں کے خون کے پیاسے تھے"

مسٹر آرٹن جو ٹائمز کا نامہ نگار تھا، ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو لکھتا ہو "کل میں اور ایک افسر مع ۲۰ سپاہیوں کے شہر میں چکر لگا رہے تھے۔ ہم نے ۱۴ مقتول عورتیں دیکھیں۔ جن کے گلے انکے شوہروں نے [illegible] ڈالے تھے، اور انکے اوپر چادریں ڈھانپ دی گئی تھیں۔ [illegible]

آخرالذکر گاؤں میں نمک کا پہاڑ ہے اور خود باشندوں کی ملکیت ہے وہ حکومت کو محصول ادا کئے بغیر نمک بناتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔

بریدہ کے حاکم، مبارک بن مبیرک، کو ہماری آمد کی خبر مل گئی تھی۔ اُنھوں نے آبادی سے باہر آکر سلطان کی طرف سے ہمارا خیر مقدم کیا اور مہمان بنایا۔ یہ حاکم بھی نہایت خوش اخلاق اور متدین ہے۔

بریدہ، ریگ کے میدان میں واقع ہے۔ حائل کی طرح یہاں بھی عمارتیں بکثرت ہیں۔ یہاں بھی زراعت اچھی ہوتی ہے۔ نخلستان بہت ہیں۔ اس کی کھجور اگرچہ چھوٹی ہے مگر پر مغز اور شیریں ہوتی ہے۔ لیکن اُس میں یہ سخت عیب ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ بریدہ، اس تمام علاقے کا، جسے قصیم کہتے ہیں، پایۂ تخت ہے۔ وسط نجد میں بریدہ سب سے زیادہ متمدن جگہ ہے۔ یہاں شہروں کی طرح سہ منزلہ عمارتیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں کے باشندے نجد میں سب سے زیادہ متمدن، دولت مند، چست و چالاک، اور تجارت کے ماہر ہیں۔ یہ لوگ حجاز، شام، مصر بلکہ ہندوستان تک کے بازاروں سے بڑی بڑی تجارتیں کرتے ہیں۔ تجارت نے اُنکے تعلقات، متمدن دنیا سے پیدا کر دئے ہیں۔ وہ بہت ملنسار اور سلیقہ مند ہو گئے ہیں۔ اُن کی زبان بھی غیر نجدیوں کے لئے سہل ہے۔ مجھے اُن کے دسترخوان پر شبہ ہوتا تھا کہ یہ مصر یا شام کا دسترخوان ہے۔ کیونکہ الوان و اقسام کے شہری کھانے موجود ہوتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ ان میں مذہبی تعصب بھی بہت کم ہو گیا ہے حتیٰ کہ میں نے اُنھیں خفیہ تمباکو بھی پیتے دیکھا ہے۔ تمباکو کا نام نجد میں "تتن" ہے اور اُس کا رکھنا تک جرم ہے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت میں بریدہ کے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔

بریدہ میں تین دن قیام کر کے ہم نے "ریاض" کا رُخ کیا۔ نجد کے پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے یہاں سے دو راستے ہیں: طریق وادی اور طریق مستوی۔ آخرالذکر زیادہ مختصر ہے۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ فتح حجاز کے بعد سلطان عبدالعزیز پہلی مرتبہ نجد واپس آرہے ہیں اور جلد ہی ریاض پہنچنے والے ہیں۔ لہذا ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا تاکہ سلطان سے پہلے پہنچ جائیں اور اُن کا شاہی استقبال دیکھ سکیں۔

چار دن کے سفر کے بعد ہم ایک گاؤں "ابوشجر" میں پہنچے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ سلطان ۲۶ موٹروں کے جلوس کے ساتھ آج ہی یہاں سے گزرے ہیں۔ راستے میں کوئی قابل ذکر مقام یا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اِلّا یہ کہ یہاں کے باشندے ٹڈی کھانے کے بہت دلدادہ ہیں۔ اتنے دلدادہ کہ مجھے حیرت ہو گئی۔ دُنیا ٹڈی سے پناہ مانگتی ہے۔ مگر یہ اُس کی آمد کی دعائیں مانگتے ہیں، اُسے بہت مبارک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ٹڈی کو خشک کر کے رکھ لیتے ہیں اور دُور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں کو بطور قیمتی تحفے کے بھیجتے ہیں۔ چنانچہ مصر میں نجدی تاجروں کے پاس ٹڈیوں کی تھیلیاں آتی رہتی ہیں اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں!

ریاض سے پہلے ہمیں کئی آبادیاں ملیں۔ مثلاً: شقرہ، برہ، درعیہ وغیرہ۔ درعیہ، نجد کا تاریخی شہر ہے۔ یہیں سے خاندان سعود نے ظہور کیا۔ یہی نجد کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ یہی وہابیت کا اولین مرکز ہے۔ یہیں نجدیوں اور ابراہیم پاشا مصری کی فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ شہر کے کھنڈروں میں اب تک مصری توپوں کے نشان موجود ہیں۔ درعیہ سے متصل ایک گاؤں "عیینہ" ہے۔ یہ بھی بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہیں سے مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تھا۔

آٹھویں دن ہم ریاض پہنچ گئے۔ شہر خوب آراستہ تھا۔ ہر طرف مسرت کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ تمام نجد سے مبارکباد دینے کے لئے وفد آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ سلطان نجد، حجاز فتح کر کے واپس ہوئے تھے۔

سلطان کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے اپنا خاص نمائندہ میرے استقبال کے لئے شہر کے پھاٹک پر بھیجا وہ مجھے اپنے ہمراہ قصر شاہی میں لے گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں سلطان کے حضور پہنچا۔ مگر اُنھوں نے اس طرح میرا خیر مقدم کیا، گویا عمر بھر سے میرے دوست ہیں۔ جب اُنھیں میرے سفر کی غرض معلوم ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور جزیرۃ العرب کے حالات کی تحقیق میں میری ہر طرح امداد کا وعدہ فرمایا۔

سلطان نے نہایت فراخدلی سے میری تواضع کی۔ پورا ایک مکان میرے قیام کے لئے خالی کرا دیا۔ مجھے اجازت دی کہ جب چاہوں اُن کی *

مطبوعات جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

(۲)

بلیک ہول اور عید کی قربانی

کوپر جو اُن دنوں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا، اپنی کتاب "فسادات پنجاب" میں لکھتا ہے۔ "۲۶ نمبر پلٹن نے ۳۰ جولائی کو لاہور میں بغاوت کر کے اپنے کمان افسر کو قتل کیا تھا۔ اس کی پاداش میں تمام سپاہی تہ تیغ کر دئے گئے"!

۱۳ مئی کو ۳۸۰۰ ہندستانی سپاہیوں سے احتیاطاً اسلحے لے لئے گئے تھے، تقریباً تین ماہ تک اِن پر سکھ اور انگریز پہرا دیتے رہے۔ ۳۰ جولائی کو سخت طوفان باد آیا۔ اور قیدیوں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ اس اثنا میں ایک سپاہی تلوار لے کر باہر آیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا۔ آؤ انگریزوں کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی کمان افسر کو قتل کر دیا۔ اور تمام فوج طوفان کی اوٹ میں بھاگ نکلی۔ اِن میں سے سیکڑوں سپاہی سکھوں اور انگریزوں کی گولہ باری سے مارے گئے تھے۔ باقی ماندہ سپاہیوں نے دریائے راوی عبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس نے مزاحمت کی۔ کوپر امرتسر سے اُن کے تعاقب میں آیا۔ اُسنے اپنی کتاب میں اِن سپاہیوں کی حالت بیان کی ہے، "دیہات کے لوگ دریا کے کنارے باغیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اِن میں سے ایک سو ۵۰ آدمیوں کو انھوں نے قتل کر دیا اور سیکڑوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ چونکہ وہ ۴۰ میل سفر کر کے آئے تھے۔ اس لئے سخت تھکے ہوئے تھے۔ اور دریا کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ناچار ڈوب گئے۔ باغیوں کی ایک خاصی تعداد دریا عبور کر کے ایک جنگل میں چھپ گئی تھی۔ کوپر نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔ باغیوں کو خیال ہوا، اُن کا کورٹ مارشل کیا جائے گا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے گرفتار کر لئے گئے۔ پھر انھیں پولیس اسٹیشن کے ایک کمرہ میں بند کیا گیا۔ دوسرے روز سکھ رسّے لے آئے۔ کوپر کے ہمراہیوں میں مسلمانوں کی بھی کچھ تعداد تھی۔ چونکہ اسے شک تھا کہ شاید وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں۔ اس لئے اُنھیں رخصت دے دی گئی تاکہ امرتسر میں جا کر عید الضحیٰ منائیں۔ عید الضحیٰ قربانی کا تیوہار ہوتا ہے۔ کوپر بھی ایک خاص قسم کی قربانی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ خوش قسمتی سے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی ایک خشک کنواں مل گیا۔ دس دس قیدیوں کو اکٹھا باندھا گیا اور باری باری باہر لا کر گولیوں کی بوچھاڑ سے مار دیا گیا۔ جب ۱۵۰ آدمی اس طرح مارے گئے۔ تو فائر کرنے والوں میں سے ایک بوڑھا آدمی بے ہوش ہو گیا۔ اس لئے مارنے والی جماعت کو کچھ عرصہ کے لئے آرام دیا گیا۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے قیدی مارے گئے۔ حتیٰ کہ مقتولین کی تعداد ۲۳۷ تک پہنچ گئی۔ اتنے میں افسر کو معلوم ہوا کہ بقیہ باغی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلنا چاہتے۔ جب دروازہ کھولا گیا۔ تو اتفاقاً بلیک ہول والے حادثے کا نقشہ سامنے موجود تھا، ۴۵ آدمی خوف، گرما اور سانس بند ہونے کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے۔ ان تمام باغیوں کی لاشیں اُسی کنوئیں میں پھینک دی گئیں اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ اس حادثہ کی تمامتر ذمہ داری کوپر پر عائد ہوتی ہے۔ جسنے تن تنہا سکھ فوج کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو ظالمانہ طریقے سے تباہ کیا، اسمیں شک نہیں۔ کہ بعد میں اس کی حرکت پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ لیکن محض زبانی لعن طعن سے کیا ہوتا ہے؟ لارنس نے جو پنجاب کا گورنر (چیف کمشنر) تھا ایک خط میں اُس کی بڑی تعریف کی ہے، وہ لکھتا ہے:

"میں تم کو تمھاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے اور تمھاری پولیس نے بڑی جانبازی دکھلائی۔ گورنمنٹ تمھاری بہت مشکور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اِن باغیوں کا انجام دوسرے آدمیوں کے لئے کافی تنبیہ ہوگی۔ جو باغی اِدھر اُدھر منڈلا رہے ہیں اُنھیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے"۔ لارنس ۲ اگست ۱۸۵۷ء لاہور

لارنس کے بعد منٹگمری[۱] پنجاب کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اُسنے بھی اسی واقعہ کے متعلق کوپر کو خط لکھا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے "جو کچھ تم نے کیا۔ بہت اچھا کیا۔ اس نازک وقت میں کسی حیلہ حجت کی ضرورت نہ تھی۔ جب تک تم زندہ رہوگے، یہ تمھارے واسطے

[۱] یہ واقعہ اگر زیادہ تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو سرجان لارنس کی سوانح عمری جلد دوم میں دیکھا جائے (الہلال)

ماحبان نے جلسوں اور اخباروں میں ظاہر فرمایئں، میری بے ادبی معاف ہوجائے اگر میں عرض کروں کہ اسے دیکھ کر میرا جیسا غیر جانبدار آدمی بھی اسلام کے متعلق اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکا۔ اور جن لوگوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے شک اور شبہات سے بھرے ہوئے ہونگے اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ایسے ہی ہیں، اُن کے خیالات جیسے کچھ ہوگئے ہونگے اس کا آپ اندازہ فرمالیجئے۔ اگر فی الحقیقت اسلام کی تعلیم اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی ہو اور اس کے احکام کا یہی حال ہو تو پھر وہ تعلیمات شُبہ سے خالی نہیں ہیں جو آپ نے میرے دل پر نقش کی ہیں، اور اگر حقیقت حال ایسی نہیں ہے، تو یہ باور کرنا بہت مشکل ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ایک ہی طرح کی بے بُنیاد بات پر اکھٹے ہوجایئں اور اس زور شور سے اس کا اعلان کریں اور اس کا رَدنہ کیا جائے۔

اس بیہودہ پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر مدت سے کیس چل رہا تھا۔ جب یہ چھاپا گیا تھا تو میں نے بھی دیکھا تھا، اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اسے پڑھ کر میرے دل پر اس کے سوا کوئی اثر نہیں پڑا کہ اس کا لکھنے والا سخت حقیر و ذلیل ہوگیا۔ دُنیا میں کوئی شریف اور شائستہ انسان خواہ کسی مذہب اور اعتقاد کا ہو لیکن کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دُنیا کے اُن بانیان مذاہب کا جن کی تعلیمات نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خدا پرستی کی راہ پر لگایا ہے، گندہ لفظوں میں ذکر کیا جائے، یا اُن کی زندگی کی نامعقول طریق پر ہنسی اُڑائی جائے۔ البتہ ایسے نادان اور جاہل آدمی اس دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جب مسلمان اخبارات نے اس کے خلاف پروٹسٹ کیا، تو میں نے انہیں بالکل حق بجانب سمجھا۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ اگرچہ یہ پمفلٹ ہر حال میں قابل اعتراض ہے لیکن یہ خود مسلمانوں کے ایک ایسے ہی گندہ پمفلٹ کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن میں نے کہا کہ اگر کسی مسلمان نے لکھا تھا تو ایک بُرائی کی تھی، اور کسی انسان کے بُرائی کرنے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے بُری بات اچھی نہیں ہو سکتی۔

یہاں تک تو یہ بات بالکل ٹھیک تھی، لیکن پھر اس کے بعد جو طریقہ ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اختیار کیا اور ایک کے بعد ایک جو باتیں کہی گئیں وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف ہیں بلکہ کچھ عجیب طرح کی مذہبی مینٹلٹی ظاہر کرتی ہیں جنھیں کسی طرح بھی کسی ٹھیک راستے پر لیجایا نہیں جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور مولٰنا صاحبان نے اور جمعیت العلما نے جس میں پانچ سو مولوی صاحبان کا ہونا بتلایا گیا ہے، فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ شریعت اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، اسے فوراً مار ڈالنا چاہیئے۔ مجھے معاف کیا جائے اگر میں عرض کروں کہ اس بات کے کہنے میں تو کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے کہ جب کبھی ہماری بن آئی تھی تو ہم اپنے خلاف ہر زبان دراز آدمی کو مار ڈالتے تھے۔ اگر اسلام کو اس پر فخر ہے تو یہ ایسا فخر نہیں ہے جو صرف اُسی کے حصے میں آیا ہو۔ جس کسی کو دُنیا میں طاقت ملی ہے اُس نے لوگوں کو قتل کیا ہے اور تلوار کے زور سے اپنی ہیبت قائم کی ہے۔ اسلام کا فخر تو اس بات میں ہونا چاہیئے تھا کہ اُس نے انسانوں کو سزا دینے کی جگہ بخشا ہے، اور قتل کرنے کی جگہ زندگی بخشی ہے۔ جناب نے مجھے پچھلے سال لکھا تھا کہ اسلام کی اصلی اسپرٹ انسانیت کی اسپرٹ ہے اور یہی فرق اُس میں اور تمام مذاہب میں ہے۔ اُس نے ہر شے کو انسانیت کی نظر سے دیکھا ہے۔ ملک، جماعت، اور وطن کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کیونکر اسلام کا یہ قانون انسانیت کی اسپرٹ کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ جہاں کوئی نادان اور جاہل آدمی بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے فوراً اُس کے دو ٹکڑے کر دئیے جایئں۔

آپ یقین فرمائیے کہ یہ بات میری اس عقیدت کی جو میں اسلام سے رکھتا ہوں اتنی خلاف تھی کہ پہلے تو مجھے اس پر یقین نہیں ہوا لیکن اس کے بعد میں نے جب خود جمعیت العلما اور انجمن خدام دین اور مولٰنا محمد علی صاحب کے فتوے اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اسے تسلیم کرلیتا۔

اچھا اگر یہ اسلام کا قانون بھی ہو جب بھی ہندستان میں اسے رائج کرنے کا مطالبہ کرنا میں نہیں سمجھتا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر بانی اسلام کے لئے مسلمان ایسا قانون چاہیں گے تو دوسرے مذاہب بھی مطالبہ کرینگے۔ پھر کیا مسلمان اس سے متفق ہونگے کہ جو مسلمان ہندوؤں، پارسیوں، بدھسٹوں، کے بزرگوں کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیئے؟

جسقدر واقفیت مجھے اسلام کی کتابوں سے ہے، اسکے مطابق میں نے اس قانون کی تحقیق کرنی چاہی۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ لیکن رسالہ ورتمان کیس میں جن مولوی صاحبان نے شہادت دی ہے، انھوں نے بتلایا ہے کہ کتاب سارم مسلول (الصارم المسلول) میں ایسا ہی لکھا ہے۔ میں نے یہاں اپنے مسلمان دوستوں سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو وہ کچھ نہیں بتلا سکے۔ بہرحال جمعیت العلما کے فتوے اور مولٰنا محمد علی صاحب کے اعلان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا حکم ایسا ہی ہے۔

علاوہ بریں اس معاملہ میں یہ طریق عمل بھی اسلام کے اخلاق کا کوئی اچھا اثر ہم لوگوں پر نہیں ڈال سکتا کہ جس شخص نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا ہو اُسے بازاری گالیاں دی جایئں۔ اور ملعون، کتا، اور ایسے ہی لفظ کہے جایئں جیسے مولٰنا محمد علی صاحب جیسے ذمہ دار لیڈر برابر اپنی تقریروں میں کہتے رہے ہے۔ کیا اُس شخص کو گالی دینے سے اُس کی اس بدزبانی اور بے ادبی کا بدلہ لیا جا سکتا ہے جو اُس نے بانیٔ اسلام جیسے عظیم الشان انسان کی شان میں کی ہے؟ اگر نہیں تو اس طرح کی گالیاں دینے سے خود اپنا اخلاق خراب ہوتا ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض ایک دو نادان اور بدزبان آدمیوں کے کچھ لکھ دینے پر اس قدر جوش و خروش دکھلایا جائے، گویا مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت کی بات پیش آگئی ہے حالانکہ خود مسلمان صاحبان تمام غیر مذاہب کے خلاف برابر ہر قسم کی اچھی بُری باتیں کہتے آئے ہیں اور ان کی وجہ سے کبھی نہ تو ہندوؤں نے اس طرح شور مچایا ہے نہ عیسائیوں نے۔ یقیناً اس طرح کی باتوں سے جو مینٹلٹی ثابت ہوتی ہے وہ قابل تحسین نہیں ہے۔

یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ہندوؤں میں آریہ سماج کے قائم ہونے سے پہلے نہ تو کسی طرح کا تبلیغ کا خیال تھا، اور نہ وہ مذہبی بحث مباحثے کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جانب سے ہمیشہ کتابیں انکے خلاف لکھی جاتی تھیں۔ میں نے لاہور میں پانچ کتابیں ایسی دیکھی جو اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے چند صاحبوں نے جمع کی ہیں، اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں ہندوؤں کے رشیوں اور اوتاروں کے خلاف جو بے ہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اس بیہودگی سے بہت زیادہ ہے جو رنگیلا رسول لکھنے والے نے دکھلائی ہے۔ یہ کتابیں بیس تیس برس سے ہزاروں کی تعداد میں چھپکر فروخت ہوتی ہیں، لیکن کبھی ہندوؤں نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے لکھنے والوں کے سر قلم کردئیے جایئں۔ معلوم نہیں جناب والا کی نظر سے یہ کتابیں گزری ہیں یا نہیں اگر ارشاد ہوگا تو میں بھجوا دوں گا۔ ایک کتاب تحفۃ الہند ہے۔ جو مولوی عبداللہ صاحب نے لکھی ہے جو دہلی کے بڑے مولوی ہیں۔ اس میں ایک نظم ہے جس کا ٹیپ یہ ہے:

کہو یہ کون دھرم ہے؟

اس میں ہندوؤں کے رشیوں اوتاروں کے خلاف اس قدر فحش اور گندہ طریقہ سے اظہار خیال کیا ہے کہ کوئی مہذب آدمی اُسے پڑھ بھی نہیں سکتا۔ میری ناقص عقل اس بات سے عاجز ہے کہ جب خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ ہو تو وہ خود اس قدر حد سے زیادہ شور و غل کیسے مچا سکتے ہیں؟

علاوہ بریں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ اسلام کے قانون میں اپنے مخالفوں کے لئے معافی کی کوئی جگہ نہیں۔ رنگیلا رسول کے پبلشر نے صاف لفظوں میں اظہار افسوس کر دیا تھا، لیکن مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ نہیں اسے قتل کرنا چاہیئے!

مجھے میرے دوستوں نے کہا ہے کہ اسوقت ملک کی جو علم حالت ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے اندھا دھند جوش و خروش کا جو حال ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ جناب کوئی بات بھی اپنے ہم مذہبوں کی عام رائے کے خلاف کہیں اسی لئے یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔ اگر میرے دوستوں کا یہ خیال صحیح ہو تو اگرچہ یہ بات میرے لئے بڑے ہی رنج کی ہوگی لیکن میں ایسی گستاخی نہیں کر سکتا کہ اس بارے میں زبان کھولوں۔ کم از کم یہی کیجئے کہ اس بارے میں میرے دل کے شکوک دُور کر دیجئے کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے بہت ہی پریشانی ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صاف صاف معلوم ہوجائے کہ اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں۔

اگر جناب ترتیب کے ساتھ جواب عنایت کرینگے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نمبروار عرض کر دیتا ہوں:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سُنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہیئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہیئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہیئے جیسا کہ مولٰنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اس پر افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہیئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اس میں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح سزا کی مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں انکے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھلایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

(دیکھو صفحہ کالم اول)

سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اُسنے کہا انکے خاوند نے انکو قتل کردیا ہے کہ مبادا یہ عورتیں انگریزوں کے قابو میں آجائیں۔ کیونکہ وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اُسی آدمی نے انکے شوہروں کی لاشیں دکھائیں۔ جنھوں نے اس فعل کے بعد اپنے آپ کو قتل کردیا تھا۔ اس شہر نے نادر شاہ کے قتل عام کے بعد ایسے خوفناک مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جبدن دلی فتح ہوئی، وہ لوگ جو ہمارے خلاف لڑ رہے تھے، شہر سے نکلکر بھاگ گئے تھے۔ صرف وہ لوگ رہ گئے تھے جنھوں نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ بلا امتیاز قتل کئے گئے۔

اکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا نے جو ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے، یہ واقعات قطعًا نظر انداز کردئیے ہیں۔ اسنے صرف معمولی طور پر ایک مہذب فوج کے داخلۂ شہر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تاریخ نادر شاہ کے قتل عام کی بڑی مہیب تصویر دکھلاتی ہے۔ حالانکہ نادر شاہ کا قتل عام اس غدر کے قتل عام کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نادر شاہ کا قتل عام صرف چند گھنٹے رہا تھا، اور یہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔

حادثۂ کانپور

بعض انگریز مورخ کہتے ہیں کہ چونکہ باغیوں نے کانپور میں انگریزوں پر ظلم ڈھائے تھے، اس لئے وہ انتقام لینے میں حق بجانب تھے۔ میں ذیل میں کانپور کے حادثہ کے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔ ان سے ناظرین خود اندازہ لگالیں گے کہ صورت حال کیا تھی۔

سر جارج فارسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی بغاوت" میں لکھا ہے۔ "یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ ان سپاہیوں نے جو انگریز قیدیوں کی حراست پر مامور تھے، انھیں قتل کرنے سے انکار کردیا تھا، یہ ظالمانہ فعل نانا کے ۵ بدمعاش ہمراہیوں میں سے ایک کنجرے کی ایما سے سرزد ہوا تھا۔ اس فعل کی ذمہ داری کسی صورت میں بھی تمام ہندوستانی قوم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ جب کوئی انگریز کسی تاریخ میں پڑھتا ہے کہ مسز جیمز یا مسز جیننگز کو کسی ہندوستانی نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ لیکن دوسری طرف یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ سیکڑوں عورتیں اور بچے انگریزی فوجوں کی بدولت اس جہانِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اگر ہمیں ایک انگریز لیڈی کے خوفناک انجام سے ہمدردی ہے، تو ہمیں یہ بھول نہجانا چاہیے کہ ہندوستان کے باشندے بھی آخر انسان تھے۔ کانپور کے کنوئیں کا حادثہ کوئی آدمی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسوقت ہیولاک باغیوں کو شکست دے کر کانپور کی طرف بڑھ رہا تھا، اور باغیوں نے جب ہمارے قتل وسلب کی شہرت سُنی تو انھوں نے بھی اشتعال میں آکر قیدیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ اُنکے بھائیوں اور بہنوں سے ہورہا تھا"

ان دنوں یہ عام افواہ ہمارے لوگوں نے مشہور کر رکھی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریز عورتوں کی عصمت دری کی اور پھر انھیں قتل کردیا، سر جارج کیمبل ان تمام روایات کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں اور تمام مشہور مورخ اُن کی تائید کرتے ہیں،

(مترجمۂ محمد علی وکیل ایبٹ آباد)

مراسلات

ایک جواب طلب مراسلہ

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزاءِ قتل

مندرجۂ ذیل مراسلت پنجاب کے ایک ہندو دوست کی ہے جو وہاں کی ایک مذہبی انجمن کے عہدہ دار بھی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں اُنھوں نے مجھ سے خط وکتابت کی اور اپنی طبیعت کی مذہبی بے اطمینانی اور جستجوئے حق وحقیقت کا شوق ظاہر کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آدمی اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے، تو میں ہمیشہ اُسے تقلیدی بندشوں سے آزاد ہونے اور مذاہب کے آزادانہ مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہی مشورہ میں نے انھیں بھی دیا۔ اس پر اُنھوں نے بہت سے سوالات لکھ کر بھیجے جن میں سے بعض سوالات کا تعلق اُن شکوک سے تھا جو نفس مذہب اور اُس کی ضرورت سے تعلق رکھتے تھے، اور بعض کا تعلق مسیحیت اور اسلام سے۔ چونکہ خط وکتابت کے ذریعہ اس طرح کے معاملات انجام نہیں پاسکتے، اس لئے میں نے اُنھیں لکھا کہ چند دنوں کے لئے کلکتہ آجائیں اور میرے پاس ٹھہریں۔ وہ آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں مقیم رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ بہت حد تک اُن کی طبیعت تقلیدی بندشوں سے آزاد ہوچکی ہے، اور آزادی فکر کے ساتھ مطالعہ کی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ جب واپس جانے لگے تو اُنھوں نے اعتراف کیا کہ اُن کی طبیعت کا دو تہائی اضطراب دُور ہوچکا ہے۔

اس کے بعد وقتًا فوقتًا وہ مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے۔ گذشتہ دسمبر میں گوہاٹی کانگرس کے موقعہ پر پھر کلکتہ آئے اور مجھ سے ملے، اور میں نے اُن کی قلبی حالت سابق سے زیادہ ترقی یافتہ پائی۔

اس ہفتہ اُن کی یہ تحریر میرے نام آئی ہے۔ ضرورت نہ تھی کہ اسے الہلال میں درج کیا جاتا۔ میں حسب معمول اس کا جواب اُنھیں بھیج دیتا، لیکن تحریر کے آخر میں اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور اس سے اُن کی طبیعت کے جن تاثرات کا پتہ چلتا ہے، اُن کے ازالہ کے لئے ضروری ہوگیا کہ یہ خط الہلال میں درج کردیا جائے، اور الہلال ہی کے ذریعہ جواب دیا جائے۔ اس ہفتہ یہ شائع کردیا جاتا ہے، لیکن جواب آئندہ ہفتہ لکھ سکوں گا، کیونکہ آج یکایک شملہ جانے کا ارادہ کرلینا پڑا۔ اس لئے تحریر کی مہلت نہیں ہے۔ (ابوالکلام)

میں نے ادہر مدت سے کوئی عریضہ آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں بھیجا کہ میں ارادہ کرچکا تھا راولپنڈی کے معاملات نپٹا کر کلکتہ میں حاضری دوں گا۔ لیکن گھر کے جھگڑے ایسے نکل آئے کہ اب تک چھٹکارا نہ ہوسکا اور شاید کچھ دن اور اسی طرح نکل جائیں۔ میں اب بھی یہ خط لکھ کر جناب کے اوقات میں خلل نہیں ڈالتا اور ساری باتیں اپنی حاضری پر اُٹھا رکھتا، لیکن اس طرف ایک معاملہ نے میرے خیالات میں نہایت پریشانی پیدا کردی ہے اور میں اسکو زیادہ دیر تک روک نہیں سکتا۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ معاملہ میرے ہی لئے نہیں بلکہ مجھ سے زیادہ ہزاروں انسانوں کے لئے بے دلی اور پریشانی کا سبب بن رہا ہوگا اس لئے مجبورًا یہ عریضہ لکھ کر جناب کا تھوڑا سا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ آپ اس عریضہ کا جواب [illegible] چھوڑکر بطور خود اس معاملہ میں اپنی رائے اخبارات کے صفحوں پر شائع کردیتے یا الہلال ہی میں ارقام فرماتے لیکن اگر پبلک میں اس کی اشاعت خلاف مصلحت ہو تو کم سے کم میرے دل کا اضطراب تو دُور کردیں۔

جناب پر ایک مدت سے میرے دل کا حال پوری طرح روشن ہے۔ میں ہر طرح کے مذہبی اور کمیونل تعصبات سے الگ ہوکر مذاہب عالم میں سچائی اور حقیقت کا متلاشی ہوں، اور مجھے آپکی ذات مبارک سے اس بارے میں وقتًا فوقتًا جو مدد ملی ہے، اس کے لئے مدۃ العمر میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے میری آنکھوں پر سے کج فہمی کے بہت سے پردے ہٹا دیئے، اور میرے دل کو جو بیزار مذاہب کی حالت دیکھ کر مذہب کی طرف ہی سے برگشتہ ہوگیا تھا، پھر مذہب کی صداقتوں کی راہ پر لگا دیا۔ خصوصًا مذہب اسلام اور اُس کے بانی کی تعلیم کی جو حقیقت آپنے مجھ پر روشن کردی ہے، وہ ایسی ہے کہ میرے خیال میں کوئی انسان بھی جو انصاف اور حق سے بالکل محروم نہ ہوگیا ہو اُس کی طرف بے اختیار کھنچے ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کم سے کم وہ اُس کی عزت اور احترام کرنے سے تو کبھی انکار نہیں کرے گا۔

. . . .

آپ کو معلوم ہے کہ میں دو برس سے بالکل ایک دوسری ہی نگاہ سے مذہبی صداقت کا مطالعہ کررہا ہوں، لیکن مجھے معاف کیجئے ایک بہت بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے، تو صرف یہی نہیں کہ ملتی نہیں بلکہ برخلاف اُس کے ایسی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ابھی حال میں پمفلٹ "رنگیلا رسول" پر جو ایجیٹیشن شروع کیا گیا اور جو جو باتیں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور

کو ترکی کے خلاف اُکسا رہی ہیں - یہ اخبار، اجنبیوں کے پروردہ ہیں اور اُنہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں"

یہ اخبارات کی باہمی تکرار ہے۔ لیکن اب تک دونوں حکومتیں بالکل خاموش ہیں۔ بلکہ دوستانہ تعلقات کی موجودگی کا یقین دلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایرانی سفارت کے معتمد عام زندی خاں نے اخبارات کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"اخبار آزاد ہیں، جو چاہیں لکھیں - ایرانی اخبارات کی طرح ترکی اخبار بھی سخت لہجہ اختیار کر لیتے ہیں، اور اُن کا لب لہجہ ایران کی مخالفت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کی باتیں ہرگز دو مشرقی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات پر اثر نہیں ڈال سکتیں جن کی دوستی مشترک فوائد پر استوار ہے"

تقریباً یہی خیال خود ایرانی سفیر نے بھی ظاہر کیا ہے۔ اُسنے کہا "دونوں ملکوں کی دوستی پائدار اور دوامی ہے۔ دونوں حکومتیں پورے حزم و اخلاص سے تمام مسائل حل کرنے پر کمربستہ ہیں۔ کوئی حادثہ بھی ہمارے تعلقات خراب نہیں کر سکتا"

اُمید کی جاتی ہے، جلد یہ معمولی نزاع ختم ہو جائے گی۔

ترکی پایۂ تخت

غازی مصطفےٰ پاشا کے سفر آستانہ سے بعض حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی پایۂ تخت، جلد انگورہ سے قسطنطنیہ میں منتقل ہو جائے گا۔ مگر انگورہ کا نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" اس کی تردید کرتا ہے۔ اُسنے لکھا ہے:

"جب ہم نے ارادہ کیا کہ ترکی کی از سر نو تعمیر کریں تو اس میں یہ خیال ہرگز ہمارے سامنے نہ تھا کہ ساتھ ہی غیروں کی خوشی کا بھی ہمیں سامان کرنا چاہئے۔ ہم نے ضرورتاً انگورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا۔ وہ ضرورت اب تک موجود ہے۔ جب تک ہم امن و امان کے سایہ میں چلکر اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں، اُسوقت تک انگورہ ہی کو پائے تخت رہنا چاہئے لہٰذا اس کی تبدیلی کا سوال، اسوقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا"

مکتوب شام

(الہلال کے نامہ نگار مقیم دمشق کے قلم سے)

ہائی کمشنر کا بیان

ادہر دو تین ہفتے سے میں نے کوئی مکتوب آپکو نہیں لکھا۔ کیونکہ حالات میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ہائی کمشنر کے لبوں پر جو مہر سکوت شروع سے لگ گئی تھی، وہ اب تک باقی تھی۔ ہر طرف افواہوں کی گرم بازاری تھی، مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حکومت جتنا زیادہ ابہام و اخفا برتتی تھی، افواہیں اُتنی ہی زیادہ پھیلتی تھیں۔ اکثر لوگوں کا رجحان یہ تھا کہ حکومت کچھ نہ کچھ کرنے والی ہے۔ اگر سب نہیں تو ملک کے مطالبات کا ایک بڑا حصہ ضرور قبول کر لے گی۔ خصوصاً اب جبکہ دروزی مجاہدین نے ہتیار ڈال دئے ہیں، حکومت بھی نرم ہو جائے گی اور باشندوں کی ضرور اشک شوئی کرے گی۔

لیکن اِن فریب خوردوں کو اگرچہ بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا، تاہم وہ دن آ ہی گیا جب اُنھیں حقیقت عُریاں کے مشاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدت تک نقاب پوش رہنے کے بعد ہائی کمشنر نے اپنا منہ کھولا تو اُس میں مکر و ریا کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ دروزی جہاد ختم ہو جانے سے حکومت کی ہمت بلند ہو گئی۔ اب اُسے کوئی خوف بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ ہائی کمشنر نے اپنی پالیسی اور حکمبردار سلطنت فرانس کی سیاست، جو وہ شام کے بارے میں طے کر چکی ہے، ظاہر کر دی۔ ہائی کمشنر کا بیان یقیناً تمام مشرق کے لئے عبرت و موعظت کا ایک سبق ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے:

"ہائی کمشنر کو اپنے قیام پیرس کے دوران میں بارہا موقعہ ملا کہ فرانسیسی حکومت اور فرانسیسی پارلیمنٹ کی معاملات خارجیہ کی کمیٹی کے روبرو شامی صورت حال کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کریں خصوصاً باشندوں کی وہ اُمیدیں صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں جو شام کے مختلف حصوں میں دورہ کرنے کے بعد اُنھیں معلوم ہوئی تھیں۔

ہائی کمشنر نے شام میں اپنی واپسی کے بعد مختلف حکومتوں کے ذمہ داروں سے بھی بارہا تبادلۂ خیال کیا۔ حکمبردار حکومت کے خیالات و مقاصد اُن پر ظاہر کئے اور وہ بنیادیں پوری وضاحت سے پیش کر دیں جن پر وہ اپنی سیاست کی بنا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بنیادیں حسب ذیل ہیں:

(۱) معاہدۂ حکمبرداری کی دفعہ ایک کی رُو سے چونکہ فرانس نے اپنے سر یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ "شام اور لبنان کے لئے وہ راستہ ہموار کرے گا جسپر چل کر وہ بتدریج خود مختار بن سکیں گے" اور یہ کہ وہ اندرونی خود مختاری کی ظروف و حالات کے مطابق ہمت افزائی کرے گا۔ اس لئے فرانس مجلس اقوام سے حاصل کی ہوئی اپنی یہ ذمہ داری برابر پوری کرتا رہے گا۔ یہاں پر اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانے کا ہرگز کوئی سوال پیش نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس ذمہ داری کی حیثیت:

معاہدۂ ورسیلز کی دفعہ ۲۲ کی تطبیق، مشرق میں بہت ہی زیادہ مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں کی بعض جماعتیں مدت دراز سے ترقی کے اُس درجہ تک پہنچ گئی ہیں جسنے اُنھیں مشرق قریب کی ترقی پذیر قوموں کی صف اول میں پہونچا دیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے امن و امان برقرار رکھتے ہوئے، جو ترقی کی اصلی بنیاد ہے، اِن جماعتوں کی اُمیدیں پوری کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ اِن اُمیدوں کی تطبیق میں اب تک بکثرت رکاوٹیں حائل ہوتی رہی ہیں اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُن میں باہم بہت زیادہ تناقض موجود ہے۔

اِن جماعتوں کی اُمیدیں بر لانا، شام میں فرانسیسی سیاست کی ایک بڑی بنیاد ہے۔ حکمبردار سلطنت اب تک اپنی اس سیاست پر قائم ہے اور عزم بالجزم کئے ہوئے ہے کہ ہمیشہ یہ اُمیدیں پوری کرتی رہے گی جب تک وہ دائرۂ نظام اور امن و امان میں رہیں اور جب تک اقلیات کے حقوق، جن کی معاہدوں نے ضمانت کر دی ہے، اور ملک کے عام مصالح کے خلاف نہ ہوں۔

(۳) فرانسیسی سیاست کا دوام اور قانون اساسی۔

یہ سیاست، جسے مسیو دی جوونل پوری وضاحت سے معین کر چکے ہیں اور جسے حکومت فرانس اور مجلس اقوام نے منظور کر لیا ہے، ضرور ہے کہ ملک کے قانون اساسی میں قائم رکھی جائے۔ ہائی کمشنر پوری مضبوطی سے اس سیاست کو برقرار رکھیں گے۔

لیکن یاد رہے کہ قانون اساسی، صرف وہی لوگ بنائیں گے جو اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہی حکومتیں اسکے بنانے میں شریک ہوں گی جو موجودہ نظام کے ماتحت ملک میں قائم ہیں۔ اِنہی حکومتوں کو حق ہے کہ ملک کے مصالح پر غور کریں، اپنے باہمی اختلافات مٹانے کی سعی کریں، اور مشترک مصالح کے لئے باہم معاہدے طے کریں۔ حکمبردار سلطنت، اِنہیں ہر ممکن مدد دے گی اور انکے مابین حَکَم کی حیثیت سے کام کرے گی۔

اگر جدید نظام پر پورے ملک کی رضامندی ضروری سمجھی گئی تو اس مقصد کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن اگر رضامندی کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا تو حکمبردار سلطنت، امن و امان کی حفاظت اور مستقبل کی درستگی کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے گی۔

(۴) امن و امان

اب ملک میں ایک مرتبہ پھر امن و امان پوری طرح عام ہو گیا ہے۔ حکمبردار سلطنت نے اس راہ میں عظیم کوششیں اور بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ فرانس اُس دوستی کے برقرار رکھنے کا غیر متزلزل ارادہ رکھتا ہے جو اُسے ملک شام و لبنان سے ہے۔

ملک کی ترقی کے لئے امن امان کی موجودگی ضروری ہے۔ بدامنی سے ہرگز کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ اُلٹے نقصان یقینی ہے۔۔"

یہ ہائی کمشنر کے بیان کا ضروری حصہ ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بیان کس درجہ مضطرب اور بے معنی ہے؟ اُس کے اگر کچھ معنی ہیں تو صرف یہ ہیں کہ فرانس، شام کے مطالبات منظور نہیں کرے گا بلکہ اپنی جنگی قوت سے اُسے بدستور محکوم و مقہور رکھے گا۔

فرانس کی بدنیتی

شام میں فرانس کی بدنیتی کا ایک ثبوت، مذکورۂ بالا بیان کے علاوہ، یہ ہے کہ اُسنے شکست خوردہ دروزی مجاہدین کی بےچارگی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جبل دروز کے باشندوں نے ملک شام سے اپنی کامل علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔ نیز وہ چاہتے ہیں کہ اُنکے علاقے پر حاکم، فرانسیسی ہوا کرے۔

ملک کی عام رائے اس منحوس خبر سے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شام کی سیاسی وحدت اب تک جس قدر پراگندہ ہو چکی ہے، فرانس کی نظر میں وہ کافی نہیں ہے۔ فرانس ابھی اُس بدنصیب ملک کے اور بھی بہت سے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ جبل دروز کی علیحدگی کے بعد شام، صرف دمشق اور مضافات کے علاقے کا نام رہ جائے گا۔

سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ جن دروز سرداروں کی طرف یہ مطالبہ منسوب کیا جا رہا ہے، وہ ملک میں نہایت ہر دل عزیز تھے۔ مثلاً عبدالغفار پاشا اطرش، امیر حسن، نجم پاشا حلبی، شیخ محمد الہجری، حمزہ درویش وغیرہم۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے ملک کی سیاسی تقسیم و تجزی کے سخت مخالف تھے۔ بلکہ انکے خونیں جہاد کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ موجودہ تقسیم منسوخ کر دی جائے، اور ملک میں ایک ہی وحدت سیاسی قائم ہو۔

لیکن بہت جلد حقیقت آشکارا ہو گئی۔ عام رائے نے معلوم کر لیا کہ یہ چیز بھی فرانس کی بدنیتی نے پیدا کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے ہفتے ہائی کمشنر، دمشق آئے۔ اُن کے ساتھ اُن کا نفس ناطقہ کرنل کیٹرو بھی تھا۔ یہ شخص اپنی ظلم پسندی اور ملک شام سے دشمنی میں کافی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ دمشق سے یہ جبل دروز گیا اور وہاں دروزی سرداروں سے مذکورۂ بالا محضر پر دستخط کرنے کو کہا۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر اسنے اُنھیں اپنی قوت کی زور سے مجبور کر دیا۔

اس واقعہ نے باشندوں کو فرانس سے اور بھی زیادہ بدظن کر دیا ہے۔

ایک اور مصیبت

یہ مصائب کیا کم تھیں کہ ملک پر ایک تازہ مصیبت، خود ایک ملکی کے ہاتھوں نازل ہو رہی ہے۔ داماد احمد نامی بک، دمشق کی عارضی حکومت کا صدر ہے۔ اسکے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ شام کے تخت شاہی پر عنقریب متمکن ہو گا۔ اس طمع میں یہ بالکل فرانس کا غلام بن گیا ہے اور بُری طرح خاندانی قوم کو ستا رہا ہے۔ حال میں یہ ہے کہ اسنے اخبار المجائب کے ایڈیٹر شیاتی آفندی کو دمشق سے نکال

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

شاہ مصر کا سفر انگلستان - ترکی قرضے کا تصفیہ - ٹرکی اور ایران - ترکی پایۂ تخت

شاہ مصر کا سفر انگلستان

ترکی اخبارات، شاہ مصر کے سفر انگلستان کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور اسے نہ صرف مصر بلکہ تمام مشرقی ممالک کے لئے اخلاقی حیثیت سے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ موقر اخبار "وقت" یوں اظہار خیال کرتا ہے:

"شاہ مصر کی یہ سیاحت ایک نہایت پیچیدہ سیاسی مسئلہ کے حل کے لئے آخری قدم ہے۔ اب سے پہلے مصر کے سب سے بڑے ماہرین سیاست مثلاً سعد پاشا زغلول اور عدلی پاشا یکن نے سر توڑ کوششیں کیں، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اب خود شاہ مصر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ انگلستان روانہ ہوئے ہیں تاکہ مسئلۂ مصر، جو ۴۵ برس سے لاینحل ہو رہا ہے، قطعی طور پر حل ہو جائے۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ اس آخری کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اگر اب بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو سمجھ لینا چاہیئے، وہ آیندہ کبھی مفاہمت سے حل نہ ہوگا، اُس کا فیصلہ صرف قوت و تشدد ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے"

"۱۸۸۲ء میں انگریزوں نے صریح جبر و ظلم سے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان بچانے کے لئے برطانیہ کو مصر کی ضرورت تھی، جیسا کہ اسی مقصد کے لئے اُسے دنیا کے ہر ملک پر قبضہ کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کا عزم مصمم تھا کہ مصر کو بالکل ہضم کر جائے۔ چنانچہ جنگ عمومی کے موقعہ پر اُس کے الحاق کا اعلان بھی کر دیا۔ مگر اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ زہر بھرا لقمہ کسی طرح بھی ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر اکّال الامم ہے۔ بہت سی قوموں نے اُسے ہضم کرنا چاہا، مگر جسنے بھی اُسے نگلنے کی جرأت کی، خود فنا ہو گیا۔ چنانچہ چند ہی سال بعد انگلستان کو بھی یہ لقمہ اگلنے پر مجبور ہوا اور مصر کے الحاق سے دست بردار ہو جانا پڑا"

"شاہ مصر کی سیاحت نے یورپ کے سامنے صرف یہی ثبوت پیش نہیں کیا کہ مصر، اپنی آزادی پر مُصر ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ پورے مشرق میں استقلال و حریت کی ایک ناقابل مقاومت تحریک عام ہو گئی ہے۔ شاہ مصر نے صاف طور پر بتا دیا کہ اب مشرق، وہ مشرق نہیں ہے جو کبھی غفلت و قناعت اور تن پروری کا مرکز تھا۔ اب وہ بیدار ہو گیا ہے، اور غاصب یورپ سے اپنے حقوق واپس لینے پر تلا ہوا ہے"

ترکی قرضے کا تصفیہ

مرحوم سلطنت عثمانیہ نے یورپ سے بہت سے قرضے لے رکھے تھے۔ انہی قرضوں نے بالآخر اُس کے دروازے یورپین مداخلت کے لئے کھول دئیے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سلطنت عثمانیہ اپنے اکثر مقبوضات سے محروم ہو گئی۔ اب یہ مشکل پیش آئی کہ یہ قرضے اُس سے کیونکر وصول کئے جائیں؟ اکثر قرضوں میں انہی مقبوضات کی آمدنی رہن تھی۔ یورپ چاہتا تھا کہ باوجود اپنے ممالک سے محروم ہو جانے کے، یہ تمام قرضے اسی دیوالیہ سلطنت سے وصول کرے۔ مگر یہ عملاً ناممکن تھا۔ کیونکہ اُس کی آمدنی یہ بار گراں اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اسی زمانے میں قومی حکومت نے اناطولیہ میں ظہور کیا اور یورپ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ اسی کا نتیجہ معاہدۂ سیورے کے بعد معاہدۂ لوزان ہوا۔ مگر قرضے کی گتھی اس معاہدے سے بھی سلجھ نہ سکی۔ اب گزشتہ ہفتے سالہا سال کی رد و قدح کے بعد ایک فیصلہ ہوا ہے اور سب نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کی دو دفعیں بہت اہم ہیں: ایک یہ کہ ٹرکی اپنے قرضہ کی نصف مقدار سونے کے سکے کی شکل میں ادا کرے، اور باقی نصف کاغذ کے سکے کی صورت میں۔ دوسری یہ کہ ٹرکی کا تمام قدیم قرضہ اُن تمام ممالک پر تقسیم کر دیا جائے جو قرضہ لیتے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ صرف ایک حصہ ٹرکی کے ذمے باقی رہے۔

یہ فیصلہ یقیناً منصفانہ ہے۔ جنگ کے اختتام پر ٹرکی کے ذمہ یورپ کا قرضہ ۱۷،۶۱،۸۴،۶۹۲ لیرہ (ترکی پونڈ) تھا۔ اب جدید فیصلہ کی رُو سے اس کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہے:

ٹرکی	۸،۴۵،۹۷،۴۹۵	لیرہ
یونان	۱،۱۰،۵۴،۷۵۳	"
شام	۱،۰۸،۸۸،۴۵۹	"
سربیہ	۵۴،۳۵،۵۷۹	"
عراق	۵،۲۰،۷۱،۷۸۹	"
فلسطین	۳۲،۸۴،۴۲۹	"
بلغاریہ	۱۷،۷۶،۳۵۴	"
البانیہ	۱۶،۳۳،۲۳۳	"
حجاز	۲۳،۹۹،۵۱۸	"
یمن	۱۱،۸۲،۷۰۴	"
شرق اردن	۷،۳۴،۷۱۰	"
اٹلی	۲،۴۳،۲۰۰	"
نجد	۱،۲۹،۱۵۰	لیرہ
عسیر	۲۶،۱۳۸	"
موصل	۱۵،۰۰،۳۵۳	"
معان	۱،۲۸،۷۲۰	"

اوپر ہم نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ سب نے تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس میں صرف دو حکومتیں مستثنیٰ ہیں: سرویا اور یمن۔ سرویا کی حکومت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ امام یحییٰ بھی اس سے انکار کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے انکار سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

ٹرکی اور ایران

حال کا ایک اہم واقعہ، ٹرکی اور ایران کی کشیدگی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض حوادث ایسے پیش آگئے، جنھوں نے طرفین میں سوء ظن کی حالت پیدا کر دی۔

تفصیل یہ ہے کہ ترکی ایرانی سرحدوں پر بعض جرائم پیشہ خانہ بدوش قبائل موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ قتل و غارت کے موقعے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ان قبائل میں ایک بہت ہی خطرناک شخص "اسماعیل سمیقو" نامی ظاہر ہوا ہے اور سرحد کی آبادیوں کی زندگی تلخ کئے ہوئے ہے۔ اسنے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ موقعہ پاکر لوٹ مار مچا دیتا ہے اور پہاڑوں میں بھاگ جاتا ہے۔ ترکی حکومت بہت دن سے اس کی تاک میں تھی۔ مگر حال میں مجرموں کی عام معافی کا اعلان کیا گیا، تو اُس سے فائدہ اُٹھا کر اسنے حکومت کو اطلاع دی کہ اب اُسنے اپنے قدیم جرائم سے توبہ کر لی ہے اور آئندہ پُر امن زندگی بسر کرنی چاہتا ہے۔ حکومت نے اُس کی بات پر یقین کیا اور معافی دیدی۔ چنانچہ وہ آزادی سے ترکی حدود میں زندگی بسر کرنے لگا۔

لیکن گزشتہ مہینوں میں اُسنے پھر پلٹا کھایا، اور اپنی قدیم مجرمانہ زندگی اختیار کر لی۔ وہ ایرانی سرزمین میں داخل ہو گیا اور قریہ آبادیوں میں غارت گری شروع کر دی۔

اصلی واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ لیکن ایرانی اخبارات نے اسے دوسری نظر سے دیکھا اور اس قزاق کی حرکتوں کا ذمہ دار، ٹرکی کو قرار دیا۔ چنانچہ طہران کا نیم سرکاری اخبار "ایران" اس واقعہ پر اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

"سرحدی قبائل کی کون ہمت افزائی کر رہا ہے؟ اُنھیں کون ہتیار تقسیم کرتا ہے؟ اُنکے ذریعہ ایران میں کون بدامنی پھیلا رہا ہے؟ ایرانی ان سوالوں کا صاف جواب چاہتے ہیں۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ٹرکی اس بارے میں کیا تدابیر اختیار کرنے والی ہے؟ ایران اپنی قومی سرحدوں کی حفاظت اپنے خون سے بھی کرنے پر کمربستہ ہے"

اخبار "شفق سرخ" لکھتا ہے:

"سرحد کے ترک افسر، ایرانی علاقوں میں خلاف توقع سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، سرخ ٹوپی کی ہیٹ سے تبدیلی، یہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی روشن خیالی کی باتیں نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ قوموں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ نوجوان ٹرکی، بڈھیا ٹرکی ہی کی لڑکی ہے۔ بڈھیا ٹرکی ہمیشہ ایران سے بے فائدہ دست بگریباں رہی۔ اب نوجوان ٹرکی بھی اپنی اسی موروثی سیاست پر واپس آ رہی ہے اور ایران سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے"

اسی لب و لہجہ میں تقریباً تمام ایرانی اخبارات نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکی اخبارات کا لہجہ بھی کچھ کم سخت نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار "جمہوریت" لکھتا ہے:

"ہم جانتے ہیں ایران میں فی الواقع اخبار موجود نہیں ہیں۔ اُن کی آواز کوئی قوت و وزن نہیں رکھتی۔ ضرور اجنبی انگلیاں ان اخبار

بقیہ مضمون صکا

کیا میں امید کروں کہ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اُسی انداز میں جیسا تفصیل و بحث کے ساتھ ہمیشہ آپنے لکھا ہے ان امور پر روشنی ڈالیں گے اور مجھ پر احسان فرمائیں گے ....

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں،
پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح
کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے
کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل
دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران،
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

بر اعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل
کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر بھی خاص ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم ہی سے خط و کتابت کیجئے بہت
ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

برید فرنگ

مکتوب امریکہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم واشنگٹن کے قلم سے)

ایک نئی تحریک۔ امریکہ کی دولت۔

ایک نئی تحریک

اپنے دو پچھلے مکتوبوں میں امریکہ کی نسوانی زندگی اور تحریک الحاد کی مقبولیت پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ انہی دونوں موضوعوں سے متعلق آج ایک تیسری بحث پیش کرتا ہوں۔ اس بحث نے پورے شمالی امریکہ کو اپنی طرف سراسر متوجہ کر لیا ہے۔ فی الحال اس بحث سے زیادہ اہم اور مقبول عام و خاص کوئی دوسری بحث یہاں نہیں ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا ہے اور ہر جگہ اُسی پر گرم تقریریں ہو رہی ہیں۔

بحث یہ ہے کہ امریکہ میں شادی کا موجودہ طریقہ مضر ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی خانگی زندگی مکدر کرنے والا ہے۔ لہذا اُسے بدل ڈالنا چاہئے۔

امریکہ میں بھی شادی کا طریقہ وہی ہے جو دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں رائج ہے۔ یعنی مرد و عورت، عقد کر کے زندگی بھر ساتھ رہنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ نئی تحریک اسی پابندی کے خلاف شروع ہوئی ہے۔ اُس کی منشا یہ ہے کہ شادی کے دو دور یا درجے کر دئیے جائیں: ایک تجربی۔ دوسرا دائمی۔ تجربی سے مقصود یہ ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ باضابطہ عقد کریں گے، مگر یہ عقد، معلق و مشروط ہوگا۔ اگر ساتھ رہ کر اُنھیں تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ عقد، اُن کی زندگی کو پُر مسرت نہیں بنا سکتا تو اُنھیں حق ہوگا کہ فوراً جُدا ہو جائیں۔ لیکن اگر تجربے سے ثابت ہو کہ وہ ساتھ خوش رہ سکتے ہیں تو اپنے دائمی عقد کا اعلان کر دیں۔

اس تحریک کا سرگروہ، مسٹر لنڈسی ہے۔ یہ ایک عدالت کا جج ہے اور نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل کیا کرتا ہے۔ اسنے اپنی تحریک کا نام "عقد رفاقت" رکھا ہے۔ خود اُس کے اپنے لفظوں میں تحریک کی غرض یہ ہے کہ "مرد اور عورت باہم ساتھ رہنے کا سمجھوتہ کریں، مگر اس عہد کے ساتھ کہ ایک سال تک نسل نہ پیدا ہونے دیں گے۔ بارہ مہینے یک جا رہنے کے بعد اگر وہ دیکھیں کہ اُن کی طبیعتیں باہم متفق ہو سکتی ہیں تو اپنے اس تجربی عقد کو دائمی عقد کی صورت میں تبدیل کر دیں ورنہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں"

مسٹر لنڈسی نے ایک اخبار کے نمائندے سے بیان کیا:

"بیس برس سے میں عدالت کی کرسی پر بیٹھتا ہوں۔ اس طویل تجربے نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ نکاح کا موجودہ نظام، ناقص اور سخت مضرتوں کا موجب ہے۔ لہذا میں نے تجربی نکاح کی تجویز سوچی میرے خیال میں اگر دنیا اس تجویز پر عمل کرے تو اُن تمام مصائب سے نجات پا جائے گی جو عقد کے موجودہ طریقے سے ہمیشہ پیدا ہوتی ہیں۔ تجربی نکاح یقیناً دنیا کو مسرت و سعادت بخشے گا اور انسان کی خانگی زندگی، قابل رشک بنا دے گا"

تجربی عقد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت سال کے خاتمہ پر اگر دائمی عقد کے طالب ہوں تو اُنھیں حکومت کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ باہم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کا طبی معائنہ ہوگا اگر اس معائنہ میں بھی وہ کامیاب ہو گئے تو اُن کی درخواست منظور کر لی جائے گی، ورنہ اُنھیں جبراً جُدا کر دیا جائے گا۔

یہ ہے تحریک کا خلاصہ۔ لیکن اسنے تمام ملک میں ایک ہلچل ڈال دی ہے۔ روشن خیال طبقہ عام طور پر تحریک کی حمایت کر رہا ہے۔ مگر مذہبی پیشوا اور اُنکے متبعین اس کے سخت خلاف ہیں۔ اسے کفر و الحاد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر یہ تحریک مقبول ہو جائے گی تو مسیحیت اور کنیسا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسیحی ہیئت اجتماعیہ درہم برہم ہو جائے گی۔ فسق و فجور کے بند (؟) دروازے کھل جائیں گے۔ غرضکہ وہ اسے شیطانی تحریک قرار دے رہے ہیں۔ دیکھنا چاہئے اس نظری جنگ میں کون فریق فتح یاب ہوتا ہے؟

امریکہ کی دولت

ولایات متحدہ امریکہ کی دولت و ثروت کے افسانے دُنیا بھر میں مشہور ہیں۔ واقعی جس قدر خزانے اس ملک میں موجود ہیں، اُتنے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہیں۔ اسوقت میرے سامنے ایک امریکن رسالہ کھلا رکھا ہے۔ اسنے اسی معاملہ پر بحث کی ہے۔

وہ لکھتا ہے:

"جس کے پاس تین چار کروڑ ڈالر جمع ہیں، وہ اسوقت امریکہ میں "دولتمند" خیال نہیں کیا جاتا۔ کروڑپتی، اب امریکہ میں کسی شمار قطار میں نہیں ہیں۔ اب شمار صرف "قارونوں" کا ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ حکومت نے امریکی قوم کی انفرادی دولت کے اعداد شمار شایع کئے۔ اس رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ میں ایک سے بہت زیادہ آدمی ایسے موجود ہیں جن کی دولت ایک ہزار ملین ڈالر، یعنی ۲۰ کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ ہے۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں جن آدمیوں کی دولت ایک ملین ڈالر سے زیادہ تھی، اُن کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ یہ شمار ناقص ہے۔ لوگ، آمدنی کے محصول سے بچنے کے لئے اپنی اصلی آمدنی چھپاتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ء ہی میں ایسے دولتمندوں کی تعداد ۲۰۶ تھی۔ کسی طرح خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ۹ سال کی طویل مدت میں، جبکہ دولت کے دروازے ہر طرف سے امریکہ پر کھل گئے تھے، ایسے دولتمندوں کی تعداد میں صرف ایک کا اضافہ ہوا ہو۔

ذیل کے نقشہ سے امریکہ کی دولت مندی کا کچھ اندازہ ہو سکے گا:

ڈیڑھ ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۱۰۴
دو ملین تک سالانہ آمدنی کے مالک	۴۳
تین ملین تک " "	۲۹
۴ ملین تک " " "	۱۵
۵ ملین تک " " "	۹
۵ ملین سے زیادہ " " " "	۷
	۲۰۷

لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہ نقشہ، ناقص ہے۔ تاہم ۵ ملین ڈالر سے زیادہ آمدنی کے مالکوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی آمدنی ایک کروڑ پونڈ سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ سرکاری روداد میں ان کے نام شائع ہوئے ہیں۔ انہی میں مسٹر فورڈ اور اُن کا بیٹا، مسٹر ملن امریکی وزیر مال، اُن کا بھائی، مسٹر ہوٹینی، مسٹر وینڈربلٹ، مسٹر بیکر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ امریکہ میں، دوسرے ملکوں کے برخلاف یہ صورت حال نہیں ہے کہ امیروں کی دولت برابر بڑھتی جائے اور غریبوں کی غربت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امیروں کی دولت بہت آہستہ آہستہ بڑھتی ہے، لیکن غریب جلد از جلد امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی آمدنی رکھنے والے (یعنی جو لوگ آمدنی کا محصول ادا کرتے ہیں) سالانہ ۵ ہزار ڈالر سے زیادہ کما لیتے ہیں۔

روداد کے ایک دوسرے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں حکومت نے حسب ذیل محصول وصول کئے:

اُجرت اور تنخواہ پانے والوں سے:	۴،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ ڈالر
تجارتی کمپنیوں سے:	۹۷،۰۰،۰۰،۰۰۰ "
حقوق طباعت خریدنے والی کمپنیوں سے:	۱۸،۷۵،۰۰،۰۰،۰۰۰ "
سود خوار مہاجنوں سے:	۴۸،۷۵،۰۰،۰۰،۰۰۰ "

امریکہ کی دولتمندی کے راگ گانے والوں کے بالمقابل علماء اقتصادیات کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو اس دولت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اُس کی رائے میں امریکہ کی دولت کسی پائیدار بُنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ اپنی دلیل میں پچھلے دس گیارہ سال کے اعداد و شمار سے پیش کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں دولتمندوں کی تعداد نہایت غیر متناسب تعداد میں گھٹتی بڑھتی رہی ہے۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ملک کی دولت کوئی مستحکم بنیاد نہیں رکھتی۔ وہ اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:

سنہ	ایک ملین ڈالر سے زیادہ سالانہ آمدنی رکھنے والے
۱۹۱۴	۶۰
۱۹۱۶	۲۰۶
۱۹۲۰	۲۱
۱۹۲۴	۷۵
۱۹۲۵	۲۰۷

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت رُوح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۱۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع براعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کیجاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، تشنگی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت بھی کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں دو آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آپ شربت خریدکرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے مل سکتا ہے۔ " فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ——— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

کلمات مرحوم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دیدی!

اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پر نقش کرلیا!

اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جڑ گئے!

اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!

اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!

اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اوّلین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہمپر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہے، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

"ڈپلوما"

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ اپنے ہاتھ کے "ڈپلوما" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جد و جہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

عروة الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

تجدید حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمۂ اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

اختلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

تذکرۂ سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' طائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اس لئے اس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه — " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

کلمات مرحوم سعد پاشا زغلول

جلاوطنی میں قوم سے خطاب

اُنھوں نے ہمیں ملک سے نکالا، مگر تم نے ہمیں اپنے دلوں میں جگہ دی!
اُنھوں نے ہمیں گمنام کردینا چاہا، مگر تم نے ہمارا نام اپنے صفحۂ قلب پہ نقش کرلیا!
اُنھوں نے اپنی قوت سے تمھیں پراگندہ کردینا چاہا، مگر تم اور بھی زیادہ باہم جڑ گئے!
اُنھوں نے تشدد سے تمھیں ذلیل کرنا چاہا، مگر تم اور زیادہ معزز بن گئے!
اُنھوں نے طرح طرح کے حیلوں سے تمھیں گمراہ کرنا چاہا، مگر تم گمراہ نہ ہوئے۔ اُن کے فریب نے تمھیں اور زیادہ راہ ہدایت دکھادی!
اس طرح خدا نے اُنھیں رسوا کیا، اور تمھیں سرخروئی بخشی!

امن عالم

امن عالم اگر چاہتے ہو، تو دوسروں کا حق نہ چھینو۔

آزادی

آزادی، میرا پیدائشی حق ہے، عطیہ کے طور پر میں اُسے قبول نہیں کرسکتا۔ آزادی، میری اپنی پشتینی ملکیت ہے کسی کو حق نہیں کہ میری ہی ملکیت مجھے عطیہ کے طور پر دے۔

عورتوں کی تربیت

قومی ترقی کے لئے عورتوں کی تربیت، اولین شرط ہے۔

حق

حق کی طرف لوٹنا کبھی معیوب نہیں۔

حق، قوت، قوم، حکومت

حق، قوت سے بالا ہے۔ قوم، حکومت سے برتر ہے۔

فساد

ہم پر حملہ کرتے ہیں، مگر جب ہم مدافعت کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو کہتے ہیں "تم فساد کرتے ہو"!

علم، اخلاق

ہمیں زیادہ علم کی ضرورت نہیں، زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

بداخلاقی کا قانون

جس قانون کی بنا، بداخلاقی پر ہو، وہ باطل قانون ہے۔

آزادی کا استعمال

ہم آزادی سے محبت رکھتے ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ ہم اُس کے صحیح استعمال سے محبت کرتے ہیں۔

مدڈیلوماہ

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال پر فخر کرنا چاہیے، نہ کہ اپنے ہاتھ کے "مڈیلوں" پر!

مقصد کی کامیابی

مقصد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم جد و جہد کریں، اور اگر ضرورت ہو تو مر بھی سکیں!

خوف یا محبت؟

میں چاہتا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کریں، نہ کہ مجھ سے ڈریں۔

١٩٢٧

اُمّ الکتاب

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

۱۴ کلکته : جمعه ۱۹ ـ ربیع الاول ۱۳۴۶ هجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 16, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۱۲۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۲۹۹
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۰۴	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۰۵
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۱۵		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔ الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں هیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

یہ بات نہیں ہے کہ انگلستان کی نیش زنی کے مقابلہ میں فرانس خالی بیٹھا شکوے شکایت ہی کر رہا ہو - اِس سیاسی جنگ میں وہ بھی اپنی تمام قوت و قابلیت صرف کر رہا ہے - لاشبہ اِس وقت یورپ میں اُسے بڑی حد تک شکست اٹھانی پڑی ہے - لیکن اُسنے اِس شکست کا بدلہ انگلستان سے مشرق قریب بعید میں لے لیا ہے - ترکی کی طرفداری کرکے اُس نے برطانیا کو سخت نقصان پہنچایا ہے - اور اب چین میں بھی برطانیا سے مختلف روش اختیار کرکے اُسے ایسی زک دی ہے کہ مدتوں نہ بھولے گا -

مسیو بریاں وزیر خارجیہ نے حال ہی میں مسئلۂ چین پر ایک طویل تقریر کی ہے - اُن کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :

" چین کا مسئلہ اِس وقت دنیا کا سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور اُس نے " بعض " سلطنتوں کو بری طرح بد حواس کر ڈالا ہے - مگر اِس بارے میں فرانس نے ایک بالکل صاف اور ٹھوس مسلک قرار دے لیا ہے - وہ مسلک یہ ہے کہ ہم چینی انقلاب کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرینگے - چینی قوم پرست اچھی طرح دیکھہ چکے ہیں کہ فرانس اُن کا کیسا قدردان اور مداح ہے - یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جملہ حقوق چین میں بالکل محفوظ ہیں - حالانکہ " بعض " دوسری سلطنتوں کو اپنے حقوق بچانے کے لیے فوجیں بھیجنا پڑی ہیں - ہم چین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری طرف سے اُس کے لیے نہ تو جنگ کا خطرہ ہے ' نہ ہم اُس کی راہ میں کوئی روڑا اٹکانا چاہتے ہیں "

(فرانس میں شاہی)

اِس وقت فرانس میں سخت اندرونی خلفشار موجود ہے - قوم تین بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے - ایک جماعت موجودہ جمہوری نظام کی حامی ہے اور یہی سب سے بڑی جماعت ہے - دوسری جماعت اشتراکیوں کی ہے - وہ چاہتی ہے اشتراکی نظام قائم ہو جائے - تیسری شاہ پسند ہے اور شاہی کا اُلٹا ہوا تخت پھر از سر نو بچھانا چاہتی ہے -

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انقلاب کے بعد سے اِس وقت تک کوئی زمانہ بھی فرانس پر ایسا نہیں گذرا کہ شاہ پسند جماعت موجود نہ رہی ہو - ڈیوک دی اورلیاں کا خاندان برابر تخت شاہی کا دعوے دار رہا - آجکل شاہ پسندوں میں پھر حرکت پیدا ہوئی ہے اور اُنھوں نے بڑی سرگرمی سے اپنی دعایة شروع کردی ہے - گزشتہ ہفتہ کونت دی بلوا نے اخبارات میں ایک پر زور مضمون شایع کیا ہے اور اُس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بالشویک خطرے کے استیصال اور یورپ کی تمام مشکلات کے حل کی حقیقی صورت یہی ہے کہ فرانس کی موجودہ جمہوریت توڑ دی جائے اور شاہی حکومت قائم ہو - کونت نے تخت شاہی کیلیے ڈیوک دی گیز کا نام بھی پیش کیا ہے جو قدیم خاندان شاہی کا ایک بڑا رکن اور فی الحال بادشاہی کا دعویدار ہے -

(عورتوں کی فوجی بھرتی)

فرانسیسی حکومت بہت بڑے پیمانہ پر جنگی طیاریاں کر رہی ہے - حال میں اُسنے ایک مسودۂ قانون پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے - اِس سے مقصود فرانسیسی عورتوں کو فوجی خدمت پر مجبور کرنا ہے - اِس تجویز نے تمام ملک میں بیچینی پیدا کردی ہے - عورتوں میں ناراضی عام ہے اور مردوں کی بھی بہت سی جماعتیں برہمی کا اظہار کر رہی ہیں -

عورتوں کی انجمن نے اِس تجویز پر دو اہم اعتراض کیے ہیں : ایک یہ کہ اِس معاملہ پر غور کرتے وقت عورتوں سے رائے نہیں لی گئی - دوسرے یہ کہ فرانسیسی عورت ابتک اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہے - چنانچہ اُسے مجلس حکومت ' بلدیہ ' اور مجلس ضلع وغیرہ نمائندہ مجلسوں میں انتخاب کا حق نہیں دیا گیا ہے -

عورتوں کی مشہور زعیم میڈم میزم نے اخبارات میں احتجاجی مضمون شایع کیا ہے - وہ لکھتی ہے :

فرانسیسی عورت ' وطن مقدس کی خدمت سے جی نہیں چراتی - لیکن جبکہ اُسے مردوں کے برابر حقوق دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو اُس پر مردوں سے زیادہ بوجھہ ڈالنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ؟ فرانسیسی عورت اگر اور کوئی خدمت انجام نہ بھی دے ' جب بھی اُسکی یہ خدمت کیا کم ہے کہ وہ وطن کے لیے مجاہد پیدا کرتی ہے ؟ اُسکی یہی ایک خدمت اور اِس خدمت کی شدید تکلیفیں اُسے مردوں کے ہم پلہ کر دیتی ہیں - پھر فوجی خدمت کا ایک نیا بوجھہ اُسکے سر پر ڈال کر اُسکے مصائب میں کیوں اضافہ کیا جاتا ہے ؟"

نیز یہی خاتون لکھتی ہے :

" عورتوں سے فوجی خدمت لیکر حکومت فرانس ' ملک کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتی ہے - اِس وقت جبکہ تمام سلطنتیں جنگی طیاریاں کم کرنے پر غور کر رہی ہیں ' ہماری حکومت ایک نئی طیاری کا اضافہ کرنے پر تلی ہوئی ہے - حکومت کی یہ تجویز لندن اور ہیگ کے معاہدوں کے بالکل خلاف ہے - ہم ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ ہمارا ملک فوجی چھاؤنی بن جائے "

(عورتوں کے سیاسی حقوق)

حکومت فرانس کی اِس تجویز نے عورتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کردیا ہے - اُنھوں نے باضابطہ کوشش شروع کردی ہے - تمام سیاسی پارٹیوں سے اُنھوں نے درخواست کی ہے کہ حق انتخاب ہمیں بھی دیا جائے ' ورنہ ہم تمام ملک میں شورش برپا کر دینگے -

فرانس کی عورتوں کا سب سے بڑا استدلال دوسرے ملکوں کی حالت سے ہے - وہ کہتی ہیں ' دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عورتوں کو حق انتخاب حاصل ہو گیا ہے - پھر ایک اکیلے فرانس کی عورتیں اُس سے کیوں محروم ہیں ؟ حالانکہ سب سے پہلے فرانس ہی نے جمہوریت کا علم بلند کیا تھا -

عورتوں کی یہ حجت قوی ہے - کیونکہ واقعی اکثر متمدن ملکوں میں عورتوں کو انتخاب میں شرکت کا حق حاصل ہو گیا ہے - چنانچہ ڈنمارک میں یہ حق سنہ ۱۹۱۵ع میں حاصل ہوا - روس میں سنہ ۱۹۱۷- میں - پولینڈ ؛ یوکرین ' اِستھونیا ' لتھونیا ' ایرلینڈ اور برطانیا میں سنہ ۱۹۱۸- میں - برطانوی قانون کے الفاظ یہ ہیں: " تمام سیاسی حقوق ہر اُس عورت کو حاصل ہیں جو تیس سال کی عمر رکھتی ہے ' شادی شدہ ہے ' یا اپنے نام سے کرایۂ مکان ادا کرتی ہے ' یا یونیورسٹی کی سند رکھتی ہے " سویڈن ' ناروے ' آسٹریا ' زیکوسلاویا ' ہنگری ' اور جرمنی کی عورتوں کو یہ حق سنہ ۱۹۱۹- میں حاصل ہوا - اہل بلجیم ' ٹرنسوال ' آسٹریلیا ' نیوزی لینڈ ' اور ولایات متحدہ امریکا کو سنہ ۱۹۲۰ع میں -

ظاہر ہے اِس صورت میں فرانس کی عورتیں اپنی محرومی پر کیونکر صبر کر سکتی ہیں ؟



مکتوب فرانس

انگلستان اور فرانس کي کشمکش - فرانس میں شاهي دعاية - عورتوں کیلیے جبري فوجي خدمت - عورتوں کے سیاسي حقوق

(الهلال کے مقاله نگار مقیم پیرس کے قلم سے)

اِدهر چند سال سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات برابر خراب هوتے چلے جا رهے هیں - انگلستان دیکهتا هے که جرمني کي تباهي کے بعد اُسکے اصلي اور زبردست دشمن دو هیں : روس اور فرانس - روس اُسکي ملک گیري کا دشمن هے ' اور فرانس دنیا کے هر خطه میں اُسکي ملک گیري کا شریک بننا چاهتا هے - یهي وجه هے که انگلستان نے بیک وقت دو سیاسي میدان جنگ قائم کردیے هیں - ایک میں روس سے نبرد آزمائي کر رها هے - دوسرے میں فرانس سے -

فرانس کو زک دینے کے لیے انگلستان نے یه تدبیر کي هے که اُسے یورپ میں اُسکے تمام دوستوں اور حامیوں سے محروم کر دیا هے - اِس وقت فرانس بالکل بے یار و مددگار هے - انگلستان کي یه قدیم حکمت عملي هے که وه حریف کے مقابله میں بذات خود بهت کم آتا هے - دور سے دوسروں کو شه دیتا اور نئے نئے دشمن اپنے حریف کے سامنے کهڑے کرتا رهتا هے - اِس وقت بهي اُسکا یهي طرز عمل هے - مدت تک فرانس کا سامنا جرمني سے رکها - اب اُس کي تباهي کے بعد اٹلي کو کهڑا کر دیا هے - فیشیسزم نے اٹلي کو دیوانه بنا دیا هے اور وه ناعاقبت اندیشانه انگلستان کا چیلا بن گیا هے -

اٹلي پر افسوں پهونک چکنے کے بعد انگلستان نے هنگري ' رومانیا ' بلغاریا ' یونان ' اسپین ' لیتهونیا ' استهونیا ' اور فنلینڈ کو بهي ملا لیا - صرف پولینڈ ابتک فرانس کے زیر اثر تها مگر آج کل سر آسٹن چمبرلین اُسے بهي مسحور کر رهے هیں ' اور با خبر لوگوں کو یقین هے که امروز فردا میں پولینڈ بهي انگریزي جال میں پهنس جائیگا -

اِس صورت حال نے فرانس کو سخت بد حواس کر ڈالا هے - فرانسیسي مدبر اور اخبار بري طرح انگلستان کو گالیاں دے رهے هیں - اُنهیں صاف نظر آ رها هے که بحر متوسط میں انگلستان اُن کي قوت کس طرح مفلوج کر رها هے اور اٹلي کو آگے بڑهاکر اُنکي قومي هستي کے لیے سخت خطرے پیدا کر دیے هیں -

اخبار " طان " نے اِس هفته ایک افتتاحیه شایع کیا هے اور اُس میں انگلستان پر بهت لے دے کي هے - وه لکهتا هے :

" برطانیا یقین کرتا هے که اِس وقت دنیا کے امن اور جنگ ' دونوں کي کنجیاں اُسي اکیلے کے هاتهه میں هیں - اُس نے خفیه معاهدوں کي قدیم سنت پهر زنده کي هے اور پورے یورپ میں سازشوں کا جال پهیلا دیا هے - اِس وقت فرانس کو پس پشت ڈال کر اُسکا اعتقاد اٹلي پر هے - اٹلي کي رضامندي وه هر قیمت پر خرید رها هے - لیکن یه قیمت وه اپني جیب سے ادا نهیں کرتا ' بلکه دوسروں کي جیب پر سودا کرتا هے - سان ریمو کانفرنس سے پہلے هي انگلستان نے اٹلي کو ایشیائے کوچک کا ایک وسیع علاقه رشوت میں پیش کیا تها - لیکن ترکي کي قوت نے اٹلي کے حوصلے پست کردیے - پهر جنیوا کانفرنس سے پہلے اُس نے اٹلي کو فرانس کے برابر بحري قوت رکهنے کا حق دے دیا - پهر لنڈن کانفرنس سے پہلے اٹلي کو ٹیرول کا معاوضه اور تجارتي مراعات دیکر اپنا کرلیا تها - سنه ۱۹۲۴ - کے ختم هونے سے پہلے هي گوبلینڈ کا علاقه اٹلی کو دیدیا گیا - اکتوبر سنه ۱۹۲۵ - میں لوکارنو کا معاهده هوا - اِس میں اٹلي کو فرانس سے بالا ترجگهه دي گئي ۵ دسمبر سنه ۲۵ - کو اٹالین طرابلس میں کفره اور جغبوب ' سنوسیوں کے متبرک شهر بهي شامل کردیے گئے - ابهي پورا مهینه بهي گزرنے نه پایا تها که ۲۹ دسمبر کو افریقا اور ایشیا میں اٹالین مطالبات پر " دوستانه غور " کیا گیا - اِس کے ایک مهینه بعد ۲۷ - جنوري سنه ۲۶ کو اٹلي کے جنگي قرضه میں سے ایک بهت بڑي رقم معاف کردي گئي - ۱۶ اپریل سنه ۲۶ کو اٹالین علاقه اریٹرا اور بهي زیاده وسیع کر دیا گیا اور حبش کي بانٹ میں اٹلي کا ساجها بهي تسلیم کرلیا گیا - پهر ۷ - اگست میں اٹلي اور اسپین کے ما بین معاهده کرایا گیا اور انگریزي مدبروں نے اعلان کیا که یه معاهده بحر متوسط میں سیاسي توازن کي بهترین ضمانت اور فرانس کي گردن دبانے کا عمده ذریعه هے - پهر ۲۰ دسمبر سنه ۲۶ کو جب که اٹلي اور فرانس کے تعلقات نهایت کشیده تهے ' جرمني اور اٹلي میں معاهده پر دستخط ثبت کرا دیے گئے - یه معاهده در حقیقت هجومي دفاعي معاهده هے اور اِس نے فرانس کي سلامتي کے لیے شدید خطره پیدا کر دیا هے - اِسکے ایک مهینه بعد ۲۰ - جنوري سنه ۲۷ - کو بحر احمر کے عربي سواحل کي تقسیم هوئي اور اٹلي نے جو کچهه مانگا ' انگلستان نے بخوشي دیدیا "

" اٹلي کي یه خوشامد ' محض موسولیني کي سیاه آنکهوں کے لیے نهیں هے - در اصل انگلستان اُسے فرانس کے سر پر اُسي طرح سوار کرنے کي فکر میں هے ' جس طرح اب سے پہلے جرمني کو مدتوں سوار رکهه چکا هے - انگلستان نے یورپ کي تقریباً تمام چهوٹي بڑي سلطنتوں کو پهسلا کر اپنے هاتهه میں لے لیا فرانس کو چهوت بنا کر الگ کردیا هے ... "

اِس ایک اقتباس هي سے فرانس اور انگلستان کے تعلقات کي موجوده نوعیت معلوم کرلي جاسکتي هے اور اندازه هو سکتا هے که اِس وقت یورپ کي سیاست کس طرف جارهي هے ؟

" یہ تمام محققین ، یہ تمام فلاسفہ ؟ یہ تمام شرفاء ، جنھوں نے اِس طرح باتیں کہیں ، کیا قانون کي توهین کرنے والے تھے ؟ وہ قانون جو همیشہ وقتي اور مقامي هوتا ہے ؟ میں نہیں جانتا ، سرکاري وکیل کا جواب کیا هوگا ؟ ممکن ہے وہ کہے " هاں توهین کرنے والے تھے " لیکن میں ؟ تو میں یہي کہونگا کہ یہ لوگ ، بازگشت تھے اُس قانون کي ، جس سے بڑا کوئي قانون کبھي موجود نہیں هوا ، یعني " انساني ضمیر " کي بازگشت - کیا اِن لوگوں نے اپنے وقت کي عدالت کو بے حرمت کیا ، وہ عدالت جو تغیر پذیر اور غیر معصوم ہے ؟ هرگز نہیں - وہ تو ابدي عدالت کے طلب گار تھے !

" حضرات ! قانون کي نکتہ چیني کا حق ، سخت سے سخت نکتہ چیني کا حق ، خصوصاً تعزیري قوانین کي نکتہ چیني کا حق ، قوانین جو همارے اخلاق میں وحشت کي تخم ریزي کرتے هیں ، همارا مقدس فرض ہے - اصلاح کے فرض کے پہلو میں یہ فرض ایک روشني ہے جو همیں صراط مستقیم دکھاتا ہے - یہ حق جس طرح مقنن کو حاصل ہے ، اُسي طرح انشاء پرداز کو بھي حاصل ہے - یہ حق ازلي اور ابدي ہے - آپ اِس کا ضرور اعتراف کرینگے اور ملزموں کو یقیناً بري کر دینگے -

" لیکن سرکاري وکیل کہتا ہے (اور یہ اُسکي دوسري دلیل ہے) کہ اخبار کي نکتہ چیني ، ضرورت سے زیادہ تھي - سخت تھي - لیکن اے حضرات ! ذرا قریب سے معاملے پر نظر ڈالیے - ذرا اِس نام نہاد جرم کو غور سے دیکھیے ! اخبار کا یہ هولناک گناہ روز روشن میں دیکھیے !

" کیا ؟ ... ایک شخص ... اُسے موت کا فتویٰ سنا دیا گیا ... بدنصیب آدمي ! ... ایک دن نور کے تڑکے اُسے میدان عام میں کھینچ لے گئے ... گلوتین ... مہیب گلوتین ، اُسنے اپني آنکھوں سے قائم دیکھي ... پھر ؟ ... اُس کے خون نے جوش مارا ... اُس نے مقاومت کرني چاهي ... اُس نے مرنے سے اِنکار کیا ... آہ ! یا الهي ! میں خوب جانتا هوں - مجھسے فوراً کہا جائیگا وہ قاتل تھا " لیکن ٹھہرو ... سنو ، سنو ... اُسے دو جلادوں نے اُٹھالیا - اُس کے دونوں هاتھ بندھے تھے - اُس کے دونوں پاؤں بھي بندھے تھے - لیکن اُس نے جد و جہد کي - اُس نے اپنے دونوں بندھے هوئے پاؤں ، گلوتین میں ڈال دیے - پھنسا دیے - اُسنے گلوتین کے خلاف ، خود گلوتین کو استعمال کیا - جد و جہد جاري رهي - قوم نے یہ منظر مشاهدہ کیا تو اُس پر خوف چھا گیا - جلادوں نے سخت محنت کي - ایڑي سے چوٹي تک کا زور لگا دیا - یہ جد و جہد وحشیانہ تھي ، سنگ دلانہ تھي - اُن کي پیشاني عرق آلود اور شرم سے تاریک هو رهي تھي - اُن کا رنگ فق هو رها تھا - تھکن سے هانپ رهے تھے - مایوس تھے - میں نہیں کہہ سکتا ، کس خوفناک خیال نے اُنھیں مایوس کر دیا تھا ؟

بے شک قوت قانون کے هاتھہ رهني چاهیے - یہ مسلم ہے - یہ مسلم الاصول ہے - لیکن ؟ لیکن یہ کہ بد نصیب قیدي ، گلوتین سے الجھ گیا تھا - زو رو کر معافي کي التجائیں کر رها تھا - مگر ؟ مگر اُس کے کپڑے اتار ڈالے گئے - اُس کا جسم ننگا کردیا گیا - اُس کے شانوں پر سے خون کے فوارے اڑنے لگے ... مگر اُس کي جد و جہد جاري رهي - آخر پون گھنٹے کے بعد - هاں پون گھنٹے کے بعد (یہاں سرکاري وکیل نے هاتھہ کے اشارے سے وقت کي تحدید کو غلط کہا اور هیگو نے تقریر جاري رکھتے هوئے کہا :) سرکاري وکیل هم سے لمحوں کا حساب مانگتا ہے - پون گھنٹہ نہ سهي ۳۵ - منٹ - جناب ۳۵ منٹ - اب تو آپ کو کوئي شکایت باقي نہیں ؟ هاں ، ۳۵ منٹ کي خوفناک کشمکش کے بعد ... اُس منظر سے ، جس کا کوئي نام نہیں ... اُس عذاب سے ـــ تمام آدمیوں کا عذاب ـــ آپ اچھي طرح سنتے هیں ؟ ... پوري قوم کے عذاب سے - گلوتیں کے عذاب سے - اِس وحشیانہ عذاب سے ، جس کي مدت ، پوري ایک صدي سے بھي زیادہ طویل هوگئي تھي ، بد قسمت قیدي کو رهائي دي گئي اور وہ قید خانے پہنچا دیا گیا - اُس وقت قوم نے اطمینان کي سانس لي - اُس وقت قوم نے ـــ اُس قوم نے جس کے پاس اب تک انسانیت کا کچھہ بقایا ہے ـــ اُس قوم نے جو رحم دل ہے ، کیونکہ وہ محسوس کرتي ہے کہ وہ خودمختار اور حاکم ہے ـــ هاں اُس قوم نے خیال کیا کہ قیدي کي گلو خلاصي هوگئي -

" لیکن نہیں ، گلو خلاصي ؟ هرگز نہیں ! بلا شبہ گلوتین کو اُس وقت شکست هوئي - لیکن وہ بدستور سر بلند کھڑي رهي !

اُسي وقت نہیں ، وہ هر روز سر بلند کھڑي ہے - تمام انسانوں کي آنکھوں کے سامنے ، اُن کي مرضي کے خلاف ، کھڑي ہے !

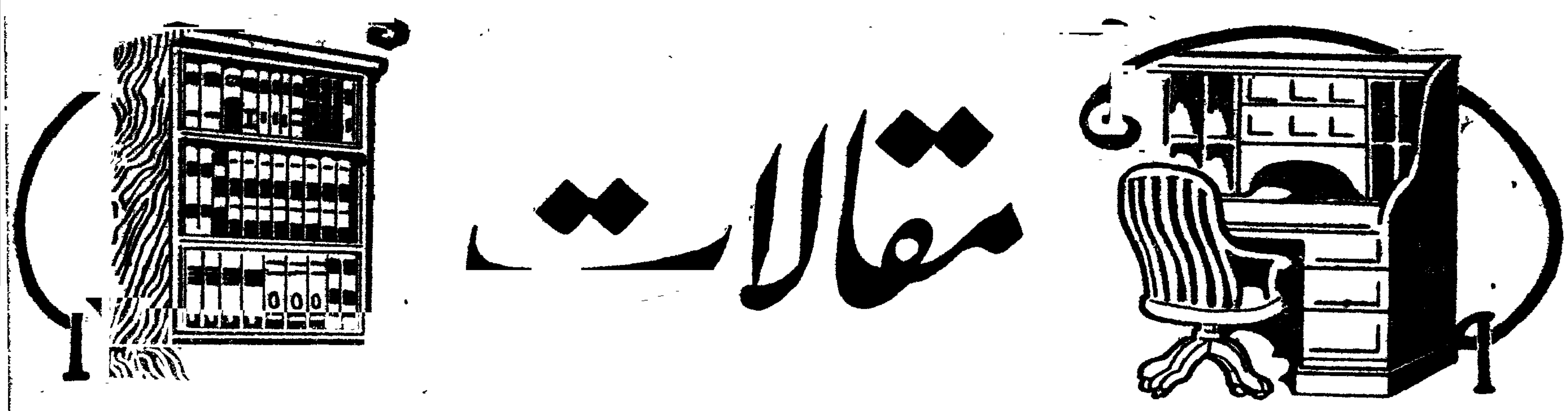
پھر کیا هوا ؟ شام کو جلاد ، قیدي پر ٹوٹ پڑے - اُسے رسیوں اور ... سے اس طرح باندھا کہ ایک بے حس و حرکت لاش بن گیا - اندھیرے میں اُسے میدان میں لوٹا لائے - وہ اب بھي چلاتا تھا - روتا تھا - خدا کو پکارتا تھا - اپنے ماں باپ کو پکارتا تھا - زندگي کي دعائیں مانگتا تھا - مگر ؟ مگر اُس کا منہہ بند کر دیا گیا - اُسے گلوتین پر چڑھا دیا گیا - آہ ... اِس کے بعد ؟ ایک خونچکاں سر ، زمین پر پڑا تھا ! اُس وقت انسانیت ، فرط تأثر سے تھرا اُٹھي - قوم کے بدن میں رعشہ پڑ گیا - کیونکہ قانون کے نام پر کبھي کوئي قتل ، اِس قتل سے زیادہ مکروہ اور کمینہ نہیں هوا تھا - اُس وقت هر انسان نے عمیق تأثر کے ساتھہ محسوس کیا کہ وحشت و بربریت نے انسانیت کي پوري توهین اور نیکي کي پوري تذلیل کي ہے !

" عین اُس وقت ایک مرد خدا ، ایک نوجوان ، اپنے دل کي گہرائیوں سے چلا اٹھا - یہ چیخ اُس کي روح کي چیخ تھي - شفقت کي چیخ ، رنج و الم کي چیخ ، رعب و هیبت کي چیخ - وہ چیخ جو انسانیت نے بے چین هوکر بلند کي تھي - لیکن یہ چیخ تمهاري نظر میں جرم ہے ، اور تم اُس پر سزا دینے کي طیاریاں کررہے هو !

" یہ تمام واقعات سنکر ، یہ تمام جاں گسل تفصیلات سن کر اے حضرات ! آپ بادب گلوتین سے کہینگے " تو حق پر ہے " اور تیوري چڑھا کر رحم سے ، مقدس رحم سے کہینگے " تو مجرم ہے " !

" لیکن نہیں اے حضرات ! یہ نا ممکن ہے - میں کہتا هوں نا ممکن ہے -

" محترم سرکاري وکیل ! میں بغیر کسي تلخي کے کہتا هوں کہ تم کسي حق کي مدافعت نہیں کر رہے هو - تم غلطي پر هو - تم مدنیت کي روح سے برسر پیکار هو - تم ترقي کے اخلاق سے دست بگریباں هو - قلب انساني تمهارا دشمن ہے - ضمیر انساني تمهارا حریف ہے - وہ تمام اصول و مبادي تمهارے مقابلے میں صف بستہ هیں جن کے سایہ میں ساٹھہ برس سے فرانس ترقي کر رها ہے - جنھوں نے دنیا کو وحشت سے نکال کر متمدن دنیا بنا دیا ہے - ان تمام اصول و مبادي کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ انساني زندگي کي حرمت ، غیر تعلیم یافتہ طبقہ پر برادرانہ شفقت - مذهب



قانون کی تنقید اور قانون کی توهین

تاریخ قوانین مدنیة کا ایک صفحه

وکٹر هیگو کي تقریر اپنے لڑکے کي حمایت میں

(۲)

" یه ایک منحوس قانون هے - یه قانون ' دنیا کے سامنے ایسے مناظر پیش کرتا هے جو ادب رحیا سے بالکل خالي هیں - انسانیت ' شرم و ندامت سے اپنا منهه چهپا لیتي هے - خطرناک مناظر ! وحشیانه مناظر ! یه قانون ' انسانیت کو وحشت کي طرف واپس لے جانا چاهتا هے - اُس کي قربانیاں کتنی هي کم هوں ' مگر حد سے زیاده خوفناک هوتي هیں ! اُس کے نتائج کتنے هي هولناک هوں ' مگر وه انسانوں کو نکته چیني کي اجازت دینا نہیں چاهتا - اگر کوئي حساس ضمیر رکھنے والا نکته چیني کي جرأت کرتا هے ' تو اُس کي جرأت " قانون کي توهین " خیال کي جاتي هے - اور وه عدالت کے اندر مجرموں کے کٹهرے میں کهڑا کیا جاتا هے !

" پهر اِس کے بعد ؟ جرمانه ! اِس کے بعد ؟ قید خانه !

" اگر یهي هے تو آئیے ' هم پارلیمنٹ بند کردیں - مدرسے بند کردیں - اب ترقي و تمدن کے لیے کوئي گنجائش باقي نہیں رهي - آئیے ' اب هم اپنے آپ کو " تاتار " اور " تبتي " کہیں - اب هم متمدن قوم باقي نہیں رهے .

" هاں اب همارے لیے یهي اولیٰ هے که اپنے آپ کو نیم وحشي یا خالص وحشي قوم کہیں - اگر دنیا میں کبهي فرانس نامي کوئي ملک موجود تها ' تو اب وه موجود نہیں رها - تم نے فرانس کو بدل ڈالا هے - بلا شبه فرانس ' شاه پسند نہیں هے - لیکن میں دعوے سے کہتا هوں که وه جمهوري بهي نہیں هے - اب وه اِن دونوں کے سوا کچهه اور هوگیا هے ! (قهقهه)

جج ـــ میں دوباره تنبیه پر مجبور هوں - میں خاموشي کي درخواست کرتا هوں ' ورنه ایوان کے خالي کردینے کا حکم دوں گا -

وکٹر هیگو ـــ (تقریر جاري رکھتے هوئے) آئیے هم واقعات پر غور کریں - الزام کو حقائق پر منطبق کریں -

" محترم جج اور جیوري ! ایک وقت اسپین میں محاکم تفتیش تهے ' اور وهي " قانون " تهے ... بہت خوب - لیکن مجهے یه کہنے دیجیے که جو هولناک سزائیں یه محاکم تفتیش دیا کرتے تهے ' اُن سزاؤں کا احترام قانون کا احترام نہیں تها - ایک زمانه میں هاتهه کاٹنا قانون تها ' لیکن هاتهه کاٹنے کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي - ایک زمانه میں آگ سے داغنا ' قانون تها ' مگر اِس فعل کي تقدیس کبهي قانون نه تهي - اب آج همارے زمانے میں گلوٹین ' قانون هے ... بہت خوب ... میں دعوے سے اِس حقیقت کا اعلان کرتا هوں که اگرچه آج گلوٹین قانون هے ' مگر خود گلوٹین کي کبهي تعظیم نہیں کي گئي اور نه اس وقت کي جا رهي هے - میرے آقا ' سرکاري وکیل ! یه کیونکر ؟ میں ابهي آپ کو اِس سوال کا جواب دیے دیتا هوں -

" میں کہتا هوں اس ملک کے باشندے گلوٹین کو بهي نفرت و کراهیت کے اُسي گڑهے میں پهینک دینا چاهتے هیں ' جس میں اب سے پہلے ' ساري جہان کي تحسین و آفریں کے غلغله کے ساتهه ' آگ سے داغنے ' هاتهه کاٹنے ' اور محاکم تفتیش کي سزاؤں کو ابد الاباد تک کے لیے پهینک چکے هیں -

" باشندے چاهتے هیں ' عدالت کے بلند اور مقدس چبوترے پر سے اِس سڑے هوئے منحوس قانون کي لاش اٹها پهینکیں - کیونکه یه عدل و انصاف کے نوراني چہرے کو اپني تعفن اور ظلمت سے بگاڑ رها هے .... آه ... جلاد کا منحوس چہره .... !

" چونکه هم یه انساني فرض ادا کرنا چاهتے هیں اِس لیے هم پر شورش پهیلانے کا الزام لگایا جاتا هے -

" هاں بے شک هم نہایت خطرناک لوگ هیں - حد سے زیاده خوفناک لوگ ! کیوں ؟ اس لیے که هم گلوٹین کي منسوخي چاهتے هیں ... ! اس سے بهي بڑه کر کوئي جرم دنیا میں موجود هے ؟

اخبار .... اِل کے محرر پر الزام هے که اُسنے قانون کا احترام نہیں کیا - حضرات ! تهوڑي دیر کے لیے هم اِس قانون کي عبارت میں ' بحث سے الگ هو جائیں ' اور پورے خشوع و خضوع کے ساتهه اُس قانون کے سامنے کهڑے هوں جو هر قانون کي بنیاد هے - انساني ضمیر کے سامنے ' جو هر سینے میں محفوظ هے !

جب " سروِن " نے ' جو اپنے عهد میں سرکاري وکیل تها ' یه کہا تها که " همارے تعزیري قوانین ' الزام کے دروازے کهولتے مگر ملزم کیلیے بند کرتے هیں " تو کیا اُس نے یه کہه کر قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب والٹیر نے اپنے زمانے کے ججوں کي نسبت کہا تها " ... اِن ججوں کا ذکر نه کرو - اِن میں سے آدهے بندر هیں اور آدهے چیتے (قهقهه) تو کیا اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

" جب " روایر کولر " نے ایک قانون کے متعلق خود پارلیمنٹ میں گلا پهاڑ کر کہا تها " اگر تم یه قانون بناتے هو تو میں قسم کها کر کہتا هوں که میں اِسے توڑ دونگا " تو کیا یه کہه کر اُس نے قانون کي توهین کي تهي ؟

پوري کرنے میں کامل آزادي حاصل هوني چاهیے - کسي کو بهي اُسکي راه میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں هے - یه آزادي در حقیقت مذهب استقلال فردي یا مذهب عقد اجتماعي (سوشل کنٹریکٹ) کے ماننے والوں کي آزادي هے - اِن لوگوں کا دعوی هے که حکومت کے وجود سے پہلے افراد کو کامل آزادي میسر تهي - پهر اُنهوں نے حاکم اعلی کو اپني آزادي کا کچهه حصه اِس شرط پر دیدیا که وه اِس کے معاوضه میں اُنکے حقوق کي حفاظت و حمایت کرے - یه خیال در اصل سترهویں اور اٹهارویں صدي کے بادشاهوں کے قهر و استبداد کي وجه سے پیدا هوا - سیاست اُس زمانه کے علماء نے کہا " حاکم کي قوت و اختیار ' ذاتي و طبیعي نہیں هے بلکه رعایا کي بخشي هوئي هے "

غور و بحث کے بعد ظاهر هوجاتا هے که یه آزادي صرف اُسي شخص کو حاصل هوسکتي هے جس کے متعلق فرض کرلیا جائے که اُسے ایسي غیر محدود قوت و قدرت حاصل هوگئي هے جس کے ذریعه وه اپني هر خواهش بے روک ٹوک پوري کرسکتا هے - اِس آزادي کے دلداده کہتے هیں که هر فرد کو حق هے که اپني تمام خواهشیں جس وقت اور جس طرح چاهے پوري کرلے - اِس آزادي کا تصور ایسي حالت میں هرگز نہیں هوسکتا جب که ایک هي غرض کے حصول کے لیے متعدد افراد کهڑے هوں - هر شخص اُسے صرف اپنے هي لئے لینا چاهے - ظاهر هے ' ایسي صورت میں یه خیالي آزادي قائم نہیں ره سکتي - ضرور تصادم هوگا - زیاده طاقتور غالب آئیگا - کمزور مغلوب و محروم رهینگے ' اور اُن کي آزادي سلب هوجائیگي -

(مشروط آزادي)

فرد کو زیاده سے زیاده اِتني آزادي مل سکتي هے که وه اپنے تمام افعال میں آزاد هو جب تک که دوسروں کي آزادي اُس کي آزادي کي وجه سے خطرے میں نه پڑے - فرانس کے انقلابیوں نے بهي اپنے سنه ۱۸۷۹ ع کے اعلان میں آزادي کي یهي تعریف کي تهي : " آزادي ایک قوت هے جس سے انسان اپني هر خواهش پوري کرسکتا هے بشرطیکه اُس کي خواهش دوسروں کے لیے نقصان ده نه هو " هربرٹ اسپنسر نے بهي آزادي کي تعریف یه کی هے " هر شخص آزاد هے ' جو چاهے کرے ' بشرطیکه اپنے فعل سے دوسروں کي آزادي پر دست درازي نه کرے "

یه جائز آزادي هے اور حکومت کے ساتهه جمع هوسکتي هے - بلکه بغیر حکومت کے اُسکا وجود مشکل هے - یه آزادي اُسي وقت ممکن هے جب که اُس کي پشت پناهي پر ایک حاکمانه نظام موجود هو - اِس آزادي کي اولین شرط یه هے که دوسروں کي آزادي اور حقوق پر دست درازي نه هونے پائے - لهذا ایک بالا تر قوت کا وجود لازمي هے جو هر فرد کے حقوق معین کردے ' اُن کي حفاظت و حمایت کي ذمه دار بن جائے ' اور هر قسم کي زیادتي روک سکے - پس جائز شخصي آزادي ' نظام حکومت هي کے ذریعه پائي جا سکتي هے - اِس آزادي کو سیاسي اصطلاح میں " شهري آزادي " کے نام سے پکارتے هیں -

اس تفصیل سے ظاهر هو جاتا هے که حکومت کا اهم ترین فرض ' شخصي آزادي کي ضمانت هے - لیکن اِس بارے میں بهي علماء سیاست کا اختلاف هے - ایک گروه کا خیال هے که حکومت کا فرض صرف اِسي قدر هے که افراد کي شخصي آزادي کي دور سے حفاظت کرے مگر خود اُس میں دخل نه دے - چنانچه وه حکومت کے لیے جائز نہیں سمجهتے که افراد کے ذاتي معاملات میں کسي قسم کي بهي مداخلت کرے - اُنکے خیال میں افراد کو اپنے بچوں کي تعلیم پر مجبور کرنا ' زراعت کے خاص طریقے جاري کرنے ' کارخانوں کے لیے قواعد قرار دینا ' مزدوري کي شرح مقرر کرنا ' یه ' اور اِس قسم کے دوسرے کام ' حکومت کے لیے ناروا هیں - وه کہتے هیں حکومت کو صرف وه کام کرنے چاهئیں جن سے افراد کي شخصي آزادي محفوظ رهے - مثلاً اُسے فوج مرتب کرنا ' قلعے بنانا ' اور جنگي بیڑے طیار کرنے چاهئیں ' تاکه دوسري قومیں ملک کي آزادي پر حمله نه کرسکیں - اِسي طرح پولیس اور دیواني اور فوجداري عدالتیں وغیره رکهنا بهي جائز هے تاکه افراد کے حقوق محفوظ رهیں - اِس کے مقابله میں ایک دوسرا گروه حکومت پر کوئي پابندي عاید نہیں کرتا - اُس کے خیال میں حکومت کو وه تمام کام کرنے چاهئیں جنسے افراد یا جماعت کي بهلائي متصور هو -

(وطني اور آئیني آزادي)

علم سیاست میں " استقلال فردي " اور " مشروط آزادي " کے علاوه ایک قسم " وطني آزادي " کي بهي هے - اِس سے مقصود قوم کي خود مختاري هے - جب کوئي قوم اپني خود مختاري حاصل کرلیتي هے تو کہا جاتا هے ' اُسنے " وطني آزادي " پالي -

آزادي کي ایک چوتهي قسم بهي هے اور اُسے سیاست کي اصطلاح میں " دستوري آزادي " کہتے هیں - اِس سے مقصود یه هے که قوم پر ایک ایسي حکومت قائم هو جسے خود قوم هي نے منتخب کیا هو ' اور وه قوم کے سامنے ذمه دار اور جوابده هو ' جیسي که ولایات متحده امریکا ' فرانس ' اور انگلستان وغیره کي حکومتیں هیں -

(سلطنت اور حکومت)

یہاں یه جاننا بهي مناسب هے که سلطنت (اسٹیٹ) اور حکومت (گورنمنٹ) میں کیا فرق هے ؟ سلطنت سے مقصود یه هے که کسي محدود خطه میں انساني افراد کي کوئي جماعت آباد هو اور اُس پر کوئي حکمراں قوت موجود هو ' عام اِس سے که حکمراں قوت اکثریت کے هاتهه میں هو ' یا اقلیت کے هاتهه میں ' یا فرد واحد کے هاتهه میں - یه قوت باقي تمام لوگوں پر غالب و حاوي هو - لهذا سلطنت کے موجود هونے کے لیے دو چیزیں ضروري هیں : حکم اور اطاعت - جهاں کہیں حکم کرنے والي قوت اور اطاعت کرنے والي جماعت موجود هو ' کہا جائیگا که سلطنت موجود هے - یا یوں سمجهو که سلطنت ' حاکم اور محکوم کے مجموعه کا نام هے - رهي حکومت تو وه اُس شخص یا جماعت کا نام هے جسکے هاتهه مین حکمراں قوت هوتي هے -

اِس تفصیل سے واضح هوگیا که " مشروط آزادي " (اور یهي شهري آزادي هے) کي حفاظت کا ذمه حکومت کے سر هے - لیکن اگر حکومت کسي مستبد اور ظالم شخص کے هاتهه میں هوگي تو وه اپني مرضي کے مطابق افراد کي آزادي اور حقوق پر دست درازي کر سکتا هے - دستوري حکومتوں میں استبداد کا اِتنا خطره نہیں هے - لیکن اُن میں بهي شخصي آزادي کي ضمانت یکساں نہیں هوتي - اِس ضمانت کا تعلق براه راست ' دستور حکومت سے هوتا هے - جن ملکوں کا دستور حکومت زیاده مستحکم هوتا اور مشکل سے بدلا جا سکتا هے ' وهاں شخصي آزادي سب سے زیاده محفوظ رهتي هے - یه اِس لیے که اگر دستور حکومت آساني سے بدلا جاسکتا هے تو شخصي آزادي پر بهي آساني کے ساتهه دست درازي کي جا سکتي هے -

مطبوعات جدیدہ

شخصي آزادی

مختلف سیاسي مذاهب کي نظر میں

حال میں مندرجه صدر موضوع " الحریة الشخصیه " پر ایک نہایت مفید اور دلچسپ مجموعۂ مقالات مصر میں شائع هوا هے جس کے مقاله نگاروں نے کوشش کي هے که اس باب میں جس قدر مختلف نقطه هاے نظر اور سیاسي مذاهب موجود هیں ' اُنهیں صحت بیان کے ساتهه واضح کر دیا جاے - " شخصي آزادي " کے باب میں اگرچه بے شمار افکار و آراء موجود هیں ' لیکن اهم اور مذاهب تین هیں :

(۱) " مذهب تقئید علی الاطلاق " یعني وہ مذهب جو کامل شاهیت اور شاهي استبداد کے اعتراف کا نتیجه هے ' اور جو کهتا هے که کسي فرد واحد کو آپنے مالکوں اور آقاؤں کے خلاف مطالبۂ ازادي کا حق هي نہیں هے -

(۲) " مذهب استقلال مقید و مشروط " جو اسوقت عملاً تمام اُن ممالک کي هئیت اجتماعیه کا مذهب هے ' جو دستوري یا جمهوري حکومت کے طریقوں پر عامل هوچکے هیں - اس مذهب کے معتقدین شخصي آزادي کا مطالبه هر فرد کا فطري حق قرار دیتے هیں ' مگر ساتهه هي جماعت ' قوم ' اور نظم کے مشترک مقاصد کي بالا تري بهي تسلیم کرتے هیں - ان کے اعتقاد میں هر فرد کو آزاد هونا چاهیے ' لیکن اُسي حد تک ' جس حد تک جماعت ' قوم ' اور حاکمانه نظام کا مزاج موافقت کرے -

(۳) " مذهب استقلال فردي علي الا طلاق " جو فرد کے حقوق آزادي کو اصل قرار دیکر هیئت اجتماعیه کا تمام نظام اُس کے مطابق رکهنا چاهتا هے - اس کے معتقدین اُن تمام قیود اور شرائط کے اعتراف سے انکار کرتے هیں جو کسي حال میں بهي فرد کي انفرادي آزادي کے خلاف هوں -

پهلا مذهب یکقلم متروک و مهجور سمجها جاتا تها ' لیکن اٹلي کے فیشي سیزم نے پهر اُسے زنده کر دیا هے -

هم اس مجموعه سے پہلے ایک مقاله دوسرے مذهب کي تائید مین (جو وقت کا عام اور معمول به مذهب هے) حذف و اضافه کے بعد نقل کرتے هیں - اُس کے بعد تیسرے مذهب کے موید اند و مباحث نقل کرینگے تاکه قارئین الهـلال اس اهم موضوع کے تما اطراف پر نظر ڈال سکیں -

---

شخصی آزادي کے معنے کیا هیں ؟ لوگوں کو اِس کے شرح و بیا میں سخت ٹهوکریں لگي هیں - شخصي آزادي کا مفهوم عام طور پر یه سمجهه لیا گیا هے که هر فرد اپني هر طلب بے روک ٹوک پوري کرسکے اِس غلط فهمي کا بڑا سبب ' حکام کا طرز عمل هے - مطلق العناني اور ذاتي مفاد کے مقابلے میں رعایا کے فوائد سے بے پروائي ؛ اُنهوں نے اپنا شعار بنا لیا - اِس غلو کا نتیجه یه نکلا که محکوموں میں بهي غلو پیدا هوگیا - انتهائي استبداد کے مقابلے میں انتهائي آزادي کا مطالبه شروع هوا - اور اِس طرح شخصي آزادي کا صحیح مفهوم بدل گیا -

اِس غلو نے بالاخر یه اصول پیدا کیا که " حکومت اور آزادي یکجا جمع نہیں هو سکتي " اِس اصول کے ماننے والوں کا استدلال یه هے که حکومت سے مقصود ملک میں ایسے حاکم اعلیٰ کا وجود هے ' جسکي اطاعت تمام افراد کے لیے ضروري هو - وہ قانون بنائے ' قانون کي پابندي پر مجبور کرے ' مخالفوں کو سزائیں دے ' محصول لگائے رعایا کي مرضي کے خلاف اعلان جنگ کردے ' اور قتل و خونریزي کا بازارگرم هوجائے - وہ کهتے هیں ' اِس صورت میں کسي فرد کي شخصي آزادي محفوظ نہیں رہ سکتي -

(مذهب استقلال فردي)

اِس اصول کے قائل هر قسم کي حکومت کے خلاف هیں اُنکے خیال میں حکومت کي موجودگي افراد کو اُنکي کامل آزادي سے محروم کر دیتي هے - وہ کهتے هیں ' هر فرد کو اپني خواهشیں

اصلاح جو مذهب انتقام کي جگه قائم هوگیا هے - تمهاري دشمن هر وہ چیز هے جو عقل کو روشني بخشتي هے - هر وہ چیز جو روح کو ابهارتي هے : یعني دین اور فلسفه - ایک طرف سے (حضرت) مسیح (علیه السلام) اور دوسري طرف سے والٹیر !

" حضرات ! اب میں اپنا بیان ختم کرنا چاهتا هوں - اے میرے فرزند ! میري آنکهه کے نور ! میرے جگر کے ٹکڑے ! هاں اے میري جان ! میں تجهي کو مخاطب کرتا هوں - تجهي کو جو مجرموں کے کٹهرے میں کهڑا هے ! آج تو شرافت و عزت کي ایک عظیم منزل طے کر رها هے - خدا نے تجهے محبت کي نظر سے دیکها اور اِس لائق بنایا که تو حق کیلیے جنگ کرے - مقدس حق کے لیے غم کهائے - تو آج اُس منزل میں قدم رکهه رها هے ' جو همارے زمانے میں حقیقي مردانگي کي منزل هے - یعني عدل و انصاف کیلیے جنگ حقیقت کیلیے جنگ - عظیم بن جا ! بلند هوجا ! تو کیا هے ؟ عقل انساني اور حقیقي جمهوریت کا ایک معمولي سپاهي ! تو اُس جگه بیٹها هے جس پر تجهسے پہلے " برانجیه " بیٹهه چکا هے تو " لامونیه " کي کرسي پر بیٹها هے - اپنے عقائد میں کمزور نه هو یه تجهسے میرے آخري لفظ هیں - یه میري وصیت هے ' بشرطیکه تجهے وصیت کي ضرورت هو - غور کر ' تو اِس وقت " لزوارک " کي جگه بیٹها هے - آہ میري مسرت ! میرے لڑکے کو کیسي عزت ملي هے ! ...

" میں کهه چکا ... "

آثار علمیہ خطیہ

حیح بخاری کا ایک تاریخی نسخہ

(مجد الدین فیروز آبادي اور دولة رسولیه)

انسان کي طرح کتابوں کي بھي زندگي ہے - جس طرح انسان
دایش و موت ' اقامت و سفر ' غربت و ھجرة ' اور عروج و زوال
وادث و ایام گزرتے ھیں ' ٹھیک اسي طرح کے حوادث و ایام سے
انساني کي اِن کاغذي مخلوقات کي تاریخ بھي مرتب ھوتي
ایک شخص دنیا کے کسي خاص حصے میں پیدا ھوتا ہے ' لیکن
ب حوادث اچانک اُسے دنیا کے ایک دور دراز حصے میں پہنچا
، ھیں جسکا اُسے کبھي وھم و گمان بھي نه ھوا ھوگا - یہي حال
ي مشہور و معروف کتابوں اور اُن کے تاریخي نسخوں کا بھي
سینکڑوں ھزاروں کتابیں اور اُن کے نسخے آج دنیا کے مختلف
ں میں موجود ھیں - اگر اُن کي تاریخي حیات پر نظر ڈالي جائے '
لاب و حوادث عالم کي ایک عجیب و غریب داستان نمایاں
یگي - نہیں معلوم انتقال اور تغیر کي کیسي کیسي منزلوں سے
کے بعد ' وہ اپنے مولد و منشاء کي جگہ ' ان مقامات میں
اہ گزیں ھو سکے ھیں - بہت ممکن ہے کہ ایک کتاب اب سے
ھزار برس پہلے دنیا کے کسي ایک گوشہ میں پیدا ھوئي ھو '
ج دس صدیوں کے اُن انقلابات و تغیرات کے بعد جن سے بے
ملکوں اور قوموں کي موت و حیات اور عروج و زوال کي
نیں وابستہ ھیں ' دنیا کے ایک دوسرے انتہائي گوشہ میں
ئي ھو !

(ایک نسخہ کي سوانح حیات)

یخ ابو اسماعیل ازدي نے دوسري صدي ھجري کے وسط میں
الشام کي روایات جمع کیں - صاحب ابن عباد نے چوتھي
ھجري میں اپنے خزانۂ کتب کے لیے اُس کا نسخہ ابن فارس
فۃ و عربیۃ کي زیر نگراني و تصحیح لکھوایا - پانچویں صدي
ہ نسخہ نہیں معلوم حوادث و تغیرات کي کتني منزلیں
رکے غزني پہنچا ' اور سلاطین غزنویہ کي مواھیر اُس پر
ھوئیں - پھر غزني سے نکل کر دشت غربت و مہاجرت کي
ئي منزلیں طے کیں ' اور تمام بلاد ایران و عراق طے کرکے مصر
چا ' چنانچہ ساتویں صدي کے اواخر میں شیخ ابو یعلی مصري
خط اُس پر ثبت ھوا ' اور نصف صدي تک اسي سر زمین
مقیم رھا - پھر اُس کے بعد یہي نسخہ یمن پہنچتا ہے '
ب خانۂ شاھي کي مہر اس پر ثبت ھوتي ہے - نیز
سلاطین یمن اسي نسخے پر اِسکي قرأت و درس کي اجازت
یوخ سے لیتے ھیں - پھر یمن سے یہ نسخہ نکلتا ہے ' اور کالي
کٹ (مالا بار) پہنچتا ہے ' مگر وھاں کي آب و ھوا راس نہیں
آتي ' اور تھوڑے ھي عرصہ کے بعد دکن پہنچکر سلاطین عادل شاھي
کا مہمان ھوتا ہے - یہاں عرصہ تک مقیم رھتا ہے ' لیکن اُس کے بعد
پھر طرح طرح کے تغیرات و حوادث پیش آتے ھیں - یہانتک کہ بالآخر
یہ نسخہ سنہ ۱۷۹۹ - میں ایک فرانسیسي کے ھاتھہ لگتا ہے
اور اب پیرس کے قومي کتب خانے میں محفوظ ہے !

کتاب عراق میں پیدا ھوئي ' رے میں لکھي گئي ' غزني میں مقیم ھوئي ' غزني سے مصر پہنچي ' مصر سے یمن ' یمن سے مالا بار ' مالا بار سے بیجا پور ' بیجا پور سے پانڈي چري ' پانڈي چري سے ایشیا اور یورپ کے تمام بري اور بحري فاصلے طے کرکے پیرس دار الحکومت فرانس میں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

(ھندوستان کا گذشتہ دور علم)

اِس سلسلہ میں ھندوستان کا پچھلا دور علم خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - یہ ملک عربي و اسلامي تمدن کے تمام بڑے بڑے مرکزوں سے بعید و مہجور تھا - دمشق ' بغداد ' قاھرہ ' اندلس ' خوارزم ' شیراز ' رے ' اصفہان ' یمن ' وغیرہ ممالک ' عربي و اسلامي تمدن کے وقتاً فوقتاً مرکز رھے ' لیکن ھندوستان ان میں سے کسي ملک سے بھي متصل اور قریب نہ تھا - تاھم ھندوستان میں وقتاً فوقتاً علوم عربیۃ و اسلامیہ کے جیسے جیسے عظیم الشان ذخیرے جمع ھوے ' اور عربي علوم کے اصولي نسخوں اور امہات نقل و کتابت کا جیسا قیمتي سرمایہ فراھم ھوا ' وہ کسي طرح بھي اسلامي تمدن کے مرکزي مقامات سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا ' اور ھندوستان کے امراء و علماء کي علمي قدر دانیوں اور علمي مساعي کي حیرت انگیز شہادت بہم پہنچاتا ہے - گذشتہ نو صدیوں کے اندر بے شمار ملکي انقلابات پیش آے - ھر انقلاب میں علم و تمدن کا پچھلا ذخیرہ برباد ھوا ' اور نئے ذخیروں کي از سر نو بنیادیں پڑیں - خصوصاً سترھویں صدي کے اوائل سے لیکر غدر سنہ ۵۷ ع کي انقلابي بربادیوں تک کا زمانہ تو علمي ذخائر کي تباھیوں کا ایک مسلسل دور تھا - بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ جونپور ' مالوہ ' دکن ' دھلي ' آگرہ ' لکھنؤ ' اور مرشداباد میں نو سو برس کے اسلامي تمدن نے جس قدر ذخائر علم جمع کیے تھے ' اُن کا دو تہائي حصہ یکقلم برباد ھوگیا ' اور ایک تہائي حصہ جو باقي رھا ' اُس کا بھي بڑا حصہ منتشر ھوکر یا تو یورپ پہنچ گیا ' یا گمنام اور مجہول گوشوں میں نا پید ھو گیا - با ایں ھمہ آج بھي ھندوستان کي فراھم شدہ کتابوں کا جس قدر سراغ خود ملک کے اندر یا ملک سے باھر لگ سکتا ہے ' اُس سے ھم اسکي عظمت و کثرت کا وثوق کے ساتھہ اندازہ لگا سکتے ھیں - عربي و اسلامي علوم و فنون کي کوي شاخ بھي ایسي نہیں ہے جس کي امہات کتب کے اصولي نسخے (یعنی وہ نسخے جو یا تو مصنف کے ھاتھہ کے لکھے ھوے تھے ' یا آئمۂ فن کے درس و مطالعہ میں رہ چکے تھے اور اسلیے نقل لینے کے لیے زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے ' یا اسي طرح کي کوئي اور اھمیت رکھتے تھے) ھندوستان نہ پہنچے ھوں ' اور نہ صرف سلاطین و امراء کے کتب خانوں میں ' بلکہ ایک ایک قصبہ اور قریہ کے اندر اُن کي بڑي تعداد موجود نہ ھو - قران مجید ' صحاح ستہ ' معاجم و مسانید ' تفاسیر و شروح ' امہات اصول و فقہ ' تاریخ و علوم کے وہ نسخے جو سلاسل علم کے آئمۂ و اکابر نے حجاز ' عراق ' مصر '

سب سے زیادہ مشکل تبدیلی امریکا کے دستور حکومت کی ہے - اِس تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کی دو ثلث آبادی کی منظوری لی جائے - یعنی مجلس حکومت کے دو ثلث ممبروں کی رضامندی ضروری ہے - لیکن دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں دستور کی تبدیلی اِتنی مشکل نہیں ہے - وہاں پارلیمینٹ کو اختیار ہے٬ جب چاہے تھوڑی سی اکثریت پیدا کرکے بدل ڈالے -

بنا بریں امریکا کا نظام حکومت دنیا کے تمام ملکوں کے موجودہ نظام حکومت سے زیادہ بہتر اور شخصی آزادی کے لیے زیادہ ضمانت رکھنے والا سمجھا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اُس ملک میں جتنی شہری آزادی موجود ہے ٬ اُتنی روئے زمین پر کسی دوسرے ملک میں موجود نہیں - البتہ روس کا نیا انقلاب اس سے مستثنے ہے -

(حکومت اور افراد)

حکومت کو افراد پر کس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہیے ؟ اِس کے سمجھنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے ؟

" مذہب استقلال فردی " کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ سلطنت یا قوم میں فرد ٬ مستقل مرکزی حیثیت رکھتا ہے٬ اور یہ کہ تمام افراد نے باہم معاہدہ کرکے اپنے تئیں اِس شرط پر حاکم کے حوالہ کردیا ہے کہ وہ اُن کی شخصی آزادی کی حفاظت کرے اور دوسرے افراد کی دست درازیاں روکے - لہذا حکومت کا اقتدار و اختیار صرف اِسی دائرے میں محدود ہے - یعنی زیادتی کا روکنا - اٹھارویں صدی کے علماء سیاست میں اِس مذہب نے بہت مقبولیت حاصل کی تھی ٬ مگر بعد میں عملاً متروک ہوگیا -

علماء سیاست کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبیعی تعلق ہے - یہ تعلق ویسا ہی ہے ٬ جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے - جس طرح ہاتھ جسم سے کٹ کر باقی نہیں رہ سکتا ٬ اُسی طرح فرد ٬ سلطنت یا قوم سے علحدہ ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا - اِس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت اُس وقت سے موجود ہے ٬ جب سے انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا ہے - شروع میں جب انسان ابتدائی وحشت کی حالت میں تھا ٬ تو اُس وقت سلطنت بھی بالکل ابتدائی حالت میں تھی - اُس زمانہ میں قبیلہ ہی سلطنت تھی - کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ " حاکم اور محکوم موجود ہوں " قبیلے پر بھی صادق آتی تھی غرضکہ اِس گروہ کا مذہب یہ ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی - اِس مذہب کا نام " مذہب عضوی " ہے - اِس مذہب کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کی طرح لگا تار نموء ہوتا رہتا ہے - یہی دائمی نموء ٬ نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث حقیقی ہے -

اِس تمثیل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلطنت ہر اعتبار سے زندہ جسم کے مشابہ ہے - کیونکہ سلطنت کا نموء ٬ اضطراری اور غیر اختیاری نہیں ہے - یعنی اُس کی ترقی میں افراد کے ارادے کو دخل ہے - افراد ہی اپنے ارادے سے اُسے ترقی دیتے اور آگے بڑھاتے ہیں - برخلاف اِس کے حیوانی و نباتی اجسام کے نموء میں اختیار و ارادہ دخل نہیں رکھتا - وہ اضطراری و طبعی طور پر موجود ہوتا اور برابر جاری رہتا ہے -

اِس مذہب نے مذہب " استقلال فردی " کو کافی نقصان پہنچایا ہے - کیونکہ آخر الذکر ٬ فرد کو سلطنت سے الگ حیثیت دیتا اور حکومت کا اقتدار و اختیار محدود کرکے سلطنت کی ترقی و تقدم روکتا ہے - برخلاف اِس کے دوسرا مذہب ٬ افراد اور سلطنت کو ایک ہی جسم قرار دیتا ہے اور اِس طرح اُسے نفع پہنچاتا ہے - اِس مذہب کی رو سے فرد کو جماعت یا قوم کے فائدے کے لیے شخصی نقصان گوارا کر لینا چاہئے - جیسا کہ ہاتھ ٬ سر یا دل کی حفاظت کے لئے اپنا وجود خطرہ میں ڈال دیتا ہے -

اگر افراد اِس مذہب پر ایمان لے آئیں ٬ تو حاکم کے اُن تمام قوانین کی بخوشی اطاعت کرینگے ٬ جن سے اگرچہ شخصی طور پر اُنھیں نقصان پہنچ سکتا ہے مگر وہ جماعت کے لئے مفید ہیں - کیونکہ وہ سمجھینگے کہ قانون ٬ عام فائدہ کے لئے ہے ٬ نہ کہ شخصی فائدہ کے لئے ٬ اور یہ کہ عام مصلحت کے مقابلے میں شخصی مصلحت فنا ہو جانی چاہئے -

لیکن اگر مذہب " استقلال فردی " تسلیم کرلیا جائے تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حاکمانہ قوت کا احترام جاتا رہے گا اور سلطنت کی ترقی رک جائیگی - پھر جب سلطنت کمزور ہو جائیگی تو لازمی طور پر فرد بھی کمزور ہو جائیگا - کمزور سلطنتوں کی یہی حالت دنیا مشاہدہ کر رہی ہے - وہ نہ تو خود خوش نصیب ہیں ٬ نہ اُن میں افراد ہی کو خوش نصیبی میسر ہے - موجودہ علماء سیاست کا خیال ہے کہ تاریخ کے تجربے اور روز مرہ کے مشاہدے ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ " مذہب عضوی " قبول کریں اور دنیا میں اُس کی اشاعت کریں -

یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی جماعت ایسی موجود ہوسکے جسکی بنیاد مذہب استقلال فردی پر ہو - جماعتوں کی کامیابی و ترقی کے لیے لازمی ہے کہ اُسکے تمام افراد ٬ مذہب عضوی کے ماننے والے ہوں ٬ مجموع میں جذب ہوجائیں ٬ اور عموم کی مصلحت کے سامنے اپنی شخصیت بھول جائیں - یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسانی جماعتیں (سیاسی ہوں یا اجتماعی) ترقی کر سکتی ہیں - کوئی انسانی جماعت ٬ انانیت کو اپنا اصول قرار دے کر زندہ نہیں رہ سکتی - کیونکہ یہ نا ممکن ہے کہ تمام افراد کے اغراض اور خواہشیں بالکل متفق و متحد ہو جائیں - یہی باعث ہے کہ جن ملکوں میں حکومت سے بے اعتمادی ٬ مذہب انانیت یا استقلال فردی کے طرف عام میلان پیدا کر رہی ہے ٬ وہاں کوئی بھی مشترک عمل کامیاب نہیں ہوتا - کتنی ہی انجمنیں قائم ہوتی ہیں ٬ شروع شروع میں بڑا جوش و خروش دکھایا جاتا ہے ٬ لیکن پھر بہت جلد کارکنوں میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور پوری تحریک ختم ہو جاتی ہے -

مشرق اِس بیماری کا بری طرح شکار ہوا ہے - اُسکی وطنیت و قومیت فنا ہوگئی ہے ٬ عام مصالح ضائع ہوگیے ہیں ٬ اور جماعتی تحریکوں کی کامیابی کی بہت کم مثالیں نظر آتی ہیں - مشرق کو یہ مہلک مرض در حقیقت مستبد بادشاہوں کی وجہ سے لاحق ہوا - یہ بادشاہ صدیوں تک مشرقی قوموں پر مسلط رہے ہیں ٬ اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے جماعتی مصالح برباد کرتے آئے ہیں - نتیجہ یہ ہوا کہ نسلوں کے تجربہ و مشاہدہ کے بعد مشرقی اقوام کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ قومی وحدت بیکار ہے ٬ اور مصلحت عام کے لیے سعی لا حاصل ہے - ہوتے ہوتے اب اُنکی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وطنیت ٬ قومیت ٬ عام مصلحت ٬ جماعت ٬ وغیرہ الفاظ کے لیے اُن کے دلوں میں کوئی کشش پیدا ہی نہیں ہوتی -

(یمن کے سلاطین رسولي)

یمن کے خاندان رسولي کا تذکرہ علم تاریخوں میں بہت کم ملتا ہے ' اس لیے لوگ اُن کے ناموں سے آشنا نہیں - اس نسخه کي تاریخ حیات کي توضیح کے لیئے ضروري ہے که مختصراً اس کا ذکر کر دیا جاے -

یمن میں ساتویں صدي هجري کے اوائل سے لیکر تقریباً نویں صدي کے درمیاني عہد تک ایک خاص خاندان کے افراد کي حکومت رهي ہے جو " رسولي " کے لقب سے مشہور تها - یه لوگ اصلاً ترکمان تهے ' اور ترکمانوں کے قبیله " میبجک " سے تعلق رکهتے تهے ' لیکن جب اتفاقات وقت نے یمن جیسے خالص عربي ملک کا حکمران بنا دیا' تو ضرورت هوئي که کسي نه کسي طرح اپنا سلسلۂ نسب عرب سلاطین و امراء سے ملادیں - چنانچه ظاهر کیا گیا که اُن کے مورث اعلی جبله بن ایهم غساني کي نسل سے هیں جو حضرة عمر (رضي الله عنه) کے زمانے میں مسلمان هوکر پهر مسیحي هو گیا تها ' اور قسطنطنیه چلا گیا تها - الحاق نسب کي صورت یه اختیار کي گئي که جبله عرصه تک روم میں مقیم رها - اُس نے اگرچه مسیحي مذهب اختیار کرلیا تها ' لیکن اس کا قلب مطمئن نه تها - مرتے وقت اُس نے اپني اولاد کو وصیت کي که بلاد روم سے نکل کر اسلامي ممالک میں جائیں اور مسلمان هوکر زندگي بسر کریں - وہ ترکمانوں کے قبائل میں آکر مقیم هوگئے - اور اس طرح ان کي عربیت' ترکمانیت سے مبدل هوگئي !

اس خاندان کا پہلا فرد جو تاریخ میں نمایاں هوتا ہے' محمد بن هارون بن یوحی رستم ہے - خلفاء عباسیه کے زمانے میں یه عراق آیا اور تهوڑے عرصه کے اندر عزت و قبولیت حاصل کرلي - اُس زمانے میں حکومت بغداد کو ایک سفیر و رسول کي ضرورت تهي جو مصر و شام میں احکام خلافت کا مبلغ هو - خلیفه نے محمد بن هارون کا اس غرض سے انتخاب کیا ' اور اس طرح یه خاندان پہلے عراق سے شام میں' اور پهر شام سے مصر میں منتقل هوگیا - بغداد کي سفارت و وکالت کي بنا پر محمد بن هارون " رسول " کے لقب سے پکارا جاتا تها - یه تلقب اس قدر مشہور هوا که آگے چل کر پورا خاندان " رسول " کي نسبت سے پکارا جانے لگا -

مصر میں جب ایوبیوں کي حکومت قائم هوي' تو یمن اُس وقت مصر کے زیر اثر تها - انهوں نے وهاں کي ولایت کیلیے توران شاہ بن ایوب کو بهیجا ' اور اسکے ساتهه خاندان رسولي کو بهي روانه کر دیا' کیونکه مصر میں انکي موجودگي سیاسي مصالح کے خلاف تهي - عرصه تک یه خاندان یمن میں امراء و اشراف کي زندگي بسر کرتا رها - لیکن ساتویں صدي کے اوائل میں جب ملک ظاهر بیبرس مصر میں حکمران هوا ' تو یمن میں ایسے تغیرات و حوادث پیش آئے که اِس خاندان کو اِمارت سے نکل کر ریاست و فرمانروائي کي تخت نشیني کا موقعه ملگیا ' اور کچهه عرصه کي کشمکش و تنازع کے بعد حکومت مصر نے بهي اس کا استقلال تسلیم کرلیا - اس خاندان کا پہلا حکمراں ملک المنصور نور الدین عمر بن علي بن رسول تها - یه سنه ۶۲۸ - میں مسند نشین هوا ' اور سنه ۶۴۷ ھ میں اپنے غلاموں کے هاتهوں قتل هوا - یمن کے علاوہ حجاز و حرمین کي حراست و خدمت بهي مصر سے نکل کر اسي حکمران خاندان کے قبضه میں آگئي تهي -

(ملک الاشرف)

اِسي سلسلۂ حکومت کا ساتواں فرمانروا ملک الاشرف اسماعیل بن عباس بن علي بن داؤد رسولي تها' جسکا اس نسخه کي تحریر میں ذکر ہے ' اور جس کے کتب خانه سے یه نسخه نکل کر کسي طرح هندوستان پہنچ گیا ہے -

ملک الاشرف ۲۱ - شعبان سنه ۷۷۸ - ھ میں مسند نشین هوا' اور سنه ۸۰۳ - ھ میں انتقال کیا - شیخ شرف الدین بن ابي بکر المقري نے مرثیه لکها تها ' جسکے اشعار حافظ ابن حجر نے نقل کیے هیں :

هو الدهر کرت بالخطوب کتائبه
و غضت بانیاب حداد نوائبه

تمام مورخین بالاتفاق شہادت دیتے هیں که اس خاندان کے تمام سلاطین اهل علم و فضل تهے ' اور علم و فضل کي قدر شناسي میں اپنا عدیل نہیں رکهتے تهے - اس خاندان کا پہلا فرمانروا جس نے حکومت مصر کي نیابت سے ترقي کرکے استقلال و فرمانروائي کي حیثیت حاصل کرلي ' سلطان نور الدین تها - الخزرجي صاحب عقود اللؤلؤیه (جس کا ذکر آگے آتا ہے) لکهتا ہے که اُس کي زندگي کي سب سے بڑي مشغولیت یه تهي که اطراف عالم سے اهل علم و فضل کو یمن و حجاز میں جمع کرے ' اور مدارس و مساجد سے اپني مملکت معمور کردے - مکه معظمه ' تعز ' عدن ' زبید ' وادي سهام ' اور تہامه کے ایک ایک قصبه میں اُس نے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کیں - مکه معظمه کا مدرسه اُس عہد کے تمام مدارس حجاز پر فوقیت رکهتا تها - زبید میں تین مدرسے الگ الگ تعمیر کیے - مدرسۂ شافعیه ' مدرسۂ حنفیه ' اور دار الحدیث - اِن سب کے لیے اوقاف و محاصل تهے جن سے مدرسین و طلباء کو وظائف دیے جاتے تهے - (جلد اول : ۸۴) ملک المظفر جو اس سلسله کا دوسرا فرمانروا ہے ' وہ نه صرف علوم کا قدر شناس اور مدارس و جوامع کا باني تها ' بلکه خود بهي صاحب علم و فضل تها - تفسیر ' حدیث ' اور طب میں اُس کي مصنفات کا حافظ ابن حجر عسقلاني اور قاضي شوکاني نے ذکر کیا ہے - الخزرجي لکهتا ہے که حدیث کي تمام امهات کتب اس نے اپنے قلم سے لکهي تهیں - ان کي تعداد و ضخامت دیکهکر تعجب هوتا ہے که حکومت کي آلودگیوں کے ساتهه علم و کتابت کے لیے اِتنا وقت کیونکر نکل سکا ؟ اُس کے علمي شوق کا یه حال تها که امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر جب اُس کی نظر سے گزري تو بعض حصے ناقص اور تشنه محسوس هوے - اُس وقت قاهرہ میں تاج الدین بن بنت الاعز قاضي القضاة تهے - اُنهیں لکها که تفسیر کے مصححه نسخے بهیج دیں - اُنهوں نے چار نسخے بهیجے - لیکن ان سب کا بهي وهي حال تها - اس پر خیال هوا که خود مصنف کے قلم کا لکها هوا مسودہ دیکهنا چاهیے - چنانچه ایک سفارت یمن سے هرات بهیجي گئي - اُس نے امام موصوف کے قلم سے لکها هوا اصلي نسخه بصرف کثیر حاصل کیا - خود سلطان موصوف کي یه عبارت خزرجي نے نقل کي ہے " میں نے جب یه اصلي نسخه دیکها تو میري کاوش دور هوگئي ' کیونکه اس میں وہ تمام مقامات سادہ چهوڑ دیے گئے تهے ' اِس سے معلوم هوتا ہے که مصنف کا ارادہ نظر ثاني کا تها جو پورا نه هوسکا " (جلد ۱ : ۲۲۸) جن اهل نظر نے تفسیر کا بالاستیعاب مطالعه کیا ہے ' وہ سلطان موصوف کي صحت نظر و رائے کي تصدیق کرینگے

خوارزم ، بلاد فارس ، اور مغرب و اندلس میں لکھے تھے یا انکی تصحیح کی تھی ، نہ صرف دہلی و آگرہ کے شاہی کتب خانوں میں بلکہ جونپور اور اودہ کے قریوں تک میں موجود تھے - یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوے مصاحف ، رے اور شیراز کے مجمع قراء و حفاظ کے مصححہ قرآن ، حفاظ حدیث کے لکھے ہوے یا املاء شدہ مجامیع حدیث ، حافظ ابن صلاح اور نو وی جیسے اکابر حدیث کے دستخطی صحیحین ، حافظ ابو الحجاج مزی اور امام ذہبی کی مصححہ صحاح ستہ ، حافظ ابن حجر اور انکے معاصرین کی خود نوشتہ مصنفات ، آگرہ اور دہلی میں اسی طرح ملتی تھیں ، جس طرح بغداد اور قاہرہ میں مل سکتی تھیں !

(پانچ نسخے)

ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اب بھی اس پچھلے دور علم کے نشان قدم باقی ہیں - حیرت ہوتی ہے کہ علم و فن کے ان ذخائر کی کثرت و عظمت کا کیا حال ہوگا ، جو اتنی بربادیوں کے بعد بھی بے نام و نشان نہ ہو سکے ؟

ہم چاہتے ہیں ، اس سلسلہ میں بعض تاریخی نسخوں کا ذکر کریں - بالفعل پانچ نسخوں کی تاریخ پیش نظر ہے - یہ وہ نسخے ہیں جن میں سے کسی کی زندگی پانچ صدیوں سے کم نہیں ہے اور جن پر انقلاب و حوادث ایام کے بڑے بڑے دور گزر چکے ہیں :

(۱) جامع صحیح بخاری کا نسخۂ رسولی مصححۂ و درسیۂ شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و سفر السعادۃ -

(۲) صحیح مسلم کا نصف اخیر مصححۂ حافظ ابن الصلاح صاحب مقدمہ - و درسیۂ حفاظ مدرسۂ اشرفیۂ قاہرہ -

(۳) کتاب زاد الرفاق صلاح الدین الایوبی (المتوفی سنہ ۵۹۷ ھ) مصححۂ مصنف جس پر قاضی الفاضل یعنے قاضی عبدالرحیم بن علی وزیر سلطان صلاح الدین ایوبی کا دستخط ثبت ہے -

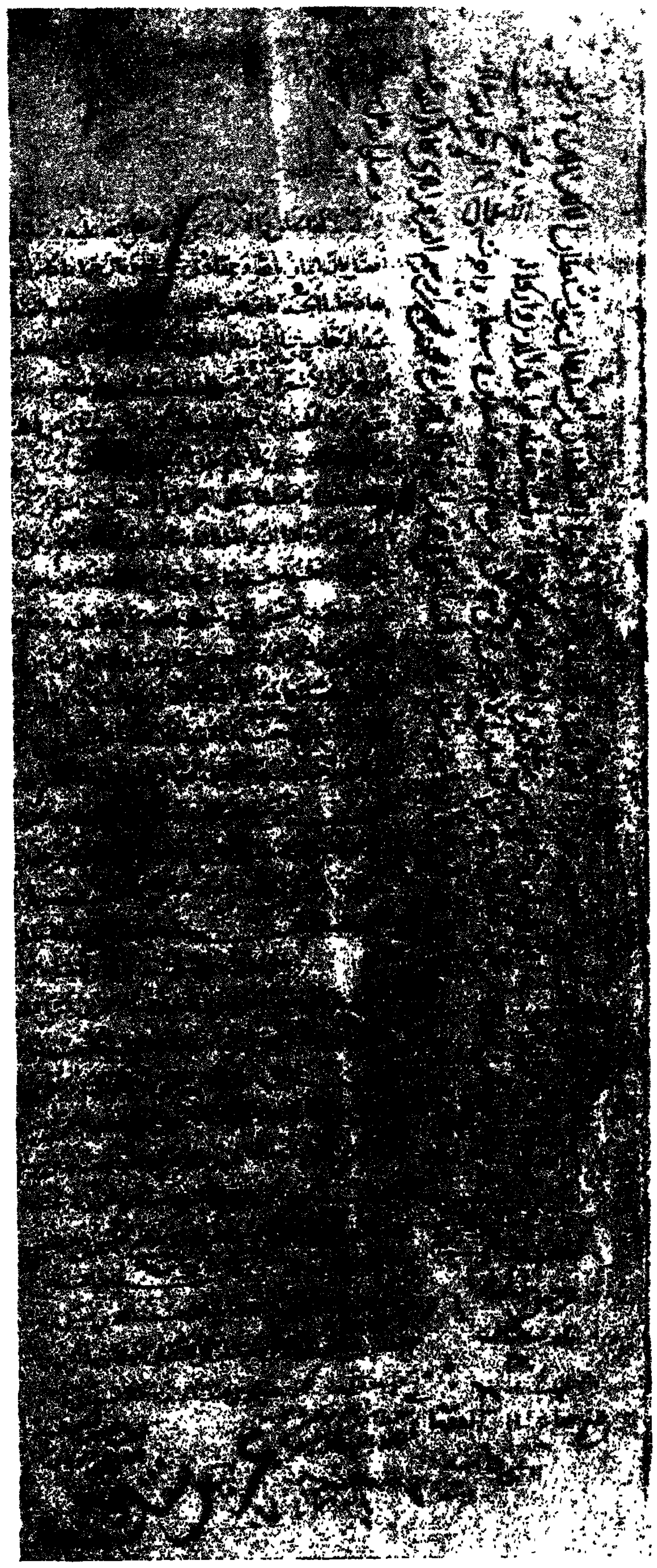
(۴) تاریخ مکہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی - مصححۂ شمس الدین یوسف سبط ابن الجوزی -

(۵) مقامات حریری کا نسخہ غرناطہ جو امیر ناصر الدین عسقلانی (المتوفی سنہ ۷۳۳ ھ) کے کتب خانہ میں داخل ہوا - پھر

سنہ ۹۷۰ میں دکن پہنچا ، اور دکن سے ایک شائق علم شیخ محمد یوسف نامی نے حاصل کیا -

(جامع صحیح بخاری نسخۂ رسولی)

آج ہم صحیح بخاری کے نسخۂ رسولی کے آخری صفحہ کا عکس مع مختصر تشریحات کے شائع کرتے ہیں - یہ نسخہ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب رئیس دہلی کے کتب خانہ میں موجود ہے - اس نسخہ کی تاریخی نوعیت حسب ذیل ہے :



(۱) اصل نسخہ بغداد میں لکھا گیا ہے اور وہاں درس و املاء میں رہ چکا ہے -

(۲) بغداد سے شام پہنچا ، اور متعدد علماء و حفاظ حدیث نے املاء و درس کے وقت اسکی تصحیح کی اور جابجا بین السطور اور حواشی میں اختلاف رواۃ و نسخ کی نسبت فوائد و منہیات کا اضافہ کیا -

(۳) شام سے یہ نسخہ غالباً مصر پہنچا ، اور خاندان رسولی کے امراء مقیمین قاہرہ کے ہاتھ لگا - جب وہ یمن پر قابض ہوے تو ان کے ساتھ یمن پہنچکر شاہی کتب خانہ میں داخل ہوا -

(۴) جب شیخ مجدد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس ، یمن پہنچے ، اور سلطان ملک الاشرف رسولی نے ان سے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کرنی چاہی ، تو اسی نسخہ پر درس و املاء کا سلسلہ جاری ہوا ، اور اتمام درس کے بعد شیخ موصوف نے اپنے قلم سے ملک الاشرف کے لیے سند و اجازت کی سطور تحریر کردیں -

چنانچہ کتاب کے آخر میں شیخ مجدد الدین کے قلم سے حسب ذیل عبارت مرقوم ہے :

" .... سماعاً علی لجمیع الصحیح مولانا و مولینا و خلیفۃ اللہ فی عصرنا ، السلطان بن السلطان بن السلطان ، المالک الملک الاشرف ممهد الدنیا و الدین ، اسماعیل بن العباس بن علی بن داؤد ، خلد اللہ سلطانہ ، و شید بعدلہ قواعد الدین و ارکانہ ؛ فی بضع و ثلثین مجلساً من شهر رمضان ، سوی المجلسین الاخرین فی شوال ، من عام تسعۃ و تسعین و سبعمائۃ ، و اجزت روایتہ و روایۃ سائر ما یجوز لی و عنی روایتہ بشرطہ - قالہ و کتبہ الملتجی الی حرم اللہ تعالی محمد بن ابی محمد بن محمد بن ابراهیم الفیروزآبادی تجاوز اللہ عنہ ، و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

کچھ عرصہ ہوا مرحوم شیخ محمد خضری نے جامعۂ مصریہ میں تاریخ اسلام پر دو سال تک درس دیا تھا جس کا مجموعہ "تاریخ امم اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اب اس کا ایک نیا ایڈیشن جامعہ نے شائع کیا ہے، جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نظر ثانی کر کے کتاب کے متعدد اہم مقامات زیادہ مبسوط اور جامع کر دیئے ہیں، اور ترتیب بحث بھی پہلے سے زیادہ موزوں اور مسلسل ہے۔ بلاشبہ تاریخ اسلام کے مباحث کی سطح اس سے بہت زیادہ بلند ہونی چاہیے جس قدر اس کتاب میں نظر آ رہی ہے۔ تاہم کتاب کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئے ایڈیشن کے اضافات میں سب سے زیادہ اہم مقام عہد امویہ کے اختتام اور عباسیہ کی تاسیس کے ذہنی دواعی و محرکات ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ چند نمبروں میں شائع کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مزید کاوش اور نظر کی راہ باز ہوتی ہے۔

عباس بن عبد المطلب

عباس بن عبد المطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ بنی ہاشم کے ایک معزز سردار اور مشہور مدبر تھے۔ جاہلیت میں ابو سفیان صخر بن حرب سے ان کی دوستی بہت گہری تھی۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے ان کا اخلاص آخری حد تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ باقاعدہ مسلمان ایک مدت کے بعد ہوئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ان سے بڑی عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ یہ خلافت عثمانی میں (۳۲ھ) ۸۸ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

عبد اللہ بن عباس

عبد اللہ بن عباس، اپنے والد کے منجھلے لڑکے تھے۔ ہجرت سے دو برس پہلے پیدا ہوئے، رسول اللہ کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کے لئے تفقہ فی القرآن کی دعا کی تھی۔ حضرت عمر، اُن کی علمیت، عقل، فصاحت کی وجہ سے اُنھیں اپنی مشورت کی خاص مجلسوں میں شریک کرتے، اور باوجود کم سنی کے اُن سے فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عثمان نے اُنھیں ۳۵ھ کے حج کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی کی خلافت میں وہ اُنکے دست راست اور قوت بازو تھے۔ بصرہ کے صوبے کی ولایت (گورنری) بھی اُنھیں ملی تھی۔ امیر معاویہ کی خلافت میں وہ سیاسیات سے الگ ہو کر طائف میں مقیم ہو گئے اور وہیں ۶۸ھ میں انتقال کیا۔

علی بن عبد اللہ بن عباس

حضرت عبد اللہ بن عباس کی اولاد میں سب سے زیادہ اہمیت، انکے سب سے چھوٹے بیٹے، علی، کو حاصل ہے۔ یہ عین اُس دن پیدا ہوئے جس دن امیر المومنین علی علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام، علی رکھا گیا۔ یہ نہایت باوقار، وجیہ، فصیح و بلیغ، اور عالی مرتبہ تھے۔ کہا جاتا ہے، اُس وقت ان سے زیادہ خوبصورت کوئی قریشی موجود نہ تھا۔ اُن کا زہد و عبادت بھی بہت مشہور ہے۔ بنی امیہ نے انھیں بلاد دمشق کے راستے پر ایک گاؤں "حمیمہ" جاگیر میں دے دیا تھا۔

یہ وہیں رہے اور اُن کی تمام اولاد بھی وہیں پیدا ہوئی۔ ۱۱۷ھ میں انھوں نے انتقال کیا۔

محمد بن علی

علی بن عبد اللہ کے بیٹوں میں "محمد" نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ وہ ابراہیم، ابو العباس السفاح، اور ابو جعفر منصور کے والد تھے جن سے خلافت عباسی کا آغاز ہوا۔ اسی قدر نہیں بلکہ انھی نے یہ نئی دعوت شروع کی اور اپنے باپ علی بن عبد اللہ کی زندگی میں شروع کی لیکن خود علی کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

عباسی خلافت کا تخیل

اس جلیل القدر خاندان کے تعارف کے بعد اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا اور اموی خلافت برباد کر کے اُنھوں نے اپنی شہنشاہی کس طرح قائم کرلی؟

آنحضرۃ (صلعم) کے وفات کے بعد معاملۂ خلافت میں جو اختلاف رائے ہوا، اُس کی تفصیلات معلوم و مشہور ہیں۔ بالآخر جمہور صحابہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس طرح اس خطرناک اختلاف کا بظاہر خاتمہ ہو گیا۔

لیکن معلوم ہے کہ ایک جماعت ابتدا سے موجود تھی جو خلافت کا حق بنو ہاشم یعنی خاندان نبوت میں محصور دیکھتی تھی۔ اسی جماعت میں حضرت عباس بھی تھے۔ یہ اگرچہ بنو ہاشم میں سب سے زیادہ مسن تھے مگر کوئی شخص بھی انھیں حضرت علی پر ترجیح نہیں دیتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے تئیں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ خود حضرت فاطمہ علیہا السلام کا بھی یہی خیال تھا۔

لیکن بالآخر حضرت علی، حضرت عباس، اور اُن کی تمام جماعت نے جمہور کے فیصلہ پر عمل کیا۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی دونوں گزر گئے۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں خلافت کی بحث نے از سر نو سر اٹھایا، حضرت علی خیال کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کر کے اُنکے ساتھ نا انصافی کی ہے۔

حضرت عثمان کے آخری عہد میں حضرت عباس کا انتقال ہوا۔ اُنھوں نے کثیر اولاد چھوڑی، مگر یہ ثابت نہیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھی خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہوا ہو۔

حضرت عثمان کی خلافت کے چھٹے سال ایک جماعت میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خلافت، حضرت عثمان سے حضرت علی کو منتقل کر دی جائے اس تحریک کے چند داعی، بڑے بڑے اسلامی مرکزوں: کوفہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں ظاہر ہوئے۔ تحریک کا آغاز اس طرح ہوا کہ حضرت عثمان کے عمال و حکام کی مذمت شروع کی گئی۔ اُن کی برائیاں مشہور کی جانے لگیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کو یہ باتیں لکھتے اور پھر سب اپنی جماعت کے لوگوں کو مدینہ میں ان حالات سے مطلع کرتے۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں حضرت عثمان کے ولاۃ و حکام بدنام ہو گئے اور عام شکایات پیدا ہو گئیں۔ اس کامیابی کے بعد ان لوگوں نے خود خلیفہ کی مذمت شروع کی اور حضرت عثمان پر بہت سے الزام لگائے جن میں سے بعض صحیح تھے اور بعض بالکل بے بنیاد تھے۔ حضرت عثمان کی نرمی طبیعت اور فتنہ و فساد سے حد درجہ احتیاط نے اس صورت حال کے لئے بہت افزا فضا پیدا کر دی تھی۔ اُنھوں نے تینوں اسلامی مرکزوں یعنی کوفہ، بصرہ، اور فسطاط کے شورش پسند جمع کئے، اور فریادی بن کر دار الخلافہ، مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ حضرت عثمان نے غایت درجہ نرمی دکھائی۔ اُن کی تمام شکایتیں تسلیم کرلیں، اور مطالبات منظور کر لئے۔ اس پر بظاہر انھوں نے رضامندی اور اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

مگر چند دن بعد صورت حال نے ایک نیا پہلو بدلا۔ مصری وفد جوش و غضب کی حالت میں راستہ سے واپس لوٹا۔ اُس کے پاس ایک خط تھا جس پر حضرت عثمان کی مہر تھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ "مصری وفد قتل کر ڈالا جائے"۔ بیان کیا گیا کہ یہ خط حضرت عثمان نے والی مصر کے نام بھیجا تھا۔ لیکن جب یہ خط پیش ہوا تو حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو اُنھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ بلوائیوں نے یقین کر لیا۔ مگر ساتھ ہی اسے مروان بن الحکم کی شرارت قرار دیا اور اُس کے حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمان نے مروان کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر اُنھوں نے اُن کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر اُس فعل کے مرتکب ہوئے جس سے تاریخ اسلام کی طبیعت اُس وقت تک قطعاً نا آشنا تھی یعنی حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے۔ یہ پہلی اجتماعی معصیت تھی جو مسلمانوں سے دنیا میں سرزد ہوئی!

اب خلافت، حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی آپ نے پس و پیش کے بعد قبول کر لیا۔ لیکن آپ کو ایک دن بھی چین نہ ملا۔ رشتہ نظم و ملت بکھر چکا تھا۔ سرکشی و طغیان کا مادہ سر اٹھا چکا تھا۔ نزاع و شقاق نے مسلمانوں کا گھر دیکھ لیا تھا۔ مدعیوں سے برابر جنگیں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہو گئے۔

آپ کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ نے خلیفہ بنایا مگر اُنھوں نے انتہائی دانشمندی اور بے نظیر ایثار سے کام لیکر جس کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے، مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہیں ہیں اور اُن کے عظیم المرتبہ والد کے لئے ہمیشہ پریشانیوں کا موجب رہے ہیں۔ اُنھوں نے امیر معاویہ سے صلح کرلی، اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ۵۰ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے خلافت اپنے لڑکے یزید کے

اسی خاندان کا تیسرا حکمران الملک المؤید تھا جس کی نسبت خزرجی نے تصریح کی ہے کہ اسکی تصنیف مختصر کتاب الجمہرہ علماء عصر میں مقبول و مشہور ہے -

ملک الاشرف کے باپ ملک الافضل کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں درج کیا ہے - وہ لکھتے ہیں علم و فضل کا قدر شناس تھا اور خود بھی تمام علوم عربیہ و دینیہ میں درجۂ رسوخ و نظر رکھتا تھا - اسکی مصنفات میں سے یمن کی دو تاریخیں ' تاریخ ابن خلکان کا مختصر ' اور فن انساب میں بغیۃ ذوی الہمم اس درجہ کی کتابیں تھیں ' جنکی اہمیت کا تمام اکابر مصر و شام نے اعتراف کیا تھا -

خود ملک الاشرف کا (جسکے کتب خانہ کا یہ نسخہ ہے اور جس نے اِس پر فیروز آبادی سے سند حدیث لی) یہ حال تھا کہ مصر ' حجاز ' شام ' عراق ' اور بلاد فارس تک کے علماء کو اُسکی قدر شناسیوں نے کھینچ بلایا تھا - اس نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح بلاد یمن و حجاز میں متعدد عظیم الشان عمارتیں درس و ترویج علم کیلیے تعمیر کیں اور بڑے بڑے محاصل انکے مخارج کیلیے وقف کر دیے - وہ خود بھی صاحب علم و فضل تھا اور علوم لغۃ و ادب اور فقہ و حدیث کا ہمیشہ اشتغال رکھتا تھا - اُس کی علمی قدر دانیوں کا اندازہ کرنے کے لیے صرف وہی معاملات کفایت کرتے ہیں جو اس میں اور فیروز آبادی میں پیش آتے رہے - عربی لغۃ کی سب سے زیادہ مقبول و متداول کتاب القاموس اُسی کی قدر دانیوں نے فیروز آبادی سے لکھوائی تھی - چنانچہ قاموس کے دیباچہ میں مصنف اِس خاندان کے مدح کرتے ہوئے لکھتا ہے :

مولی ملوک الارض ' من فی وجہہ
مقباس نور أیما مقباس

(مجدد الدین فیروز آبادی)

مجدد الدین فیروز آبادی اُن اکابر علم میں سے تھے جنھیں سلاطین وقت کی فیاضیوں نے صف علم کی طرح صف اِمارت میں بھی ممتاز کردیا تھا - اُن کا سنہ ولادت ۷۲۹ ھ - ہے اور تاریخ وفات ۲۰ شوال سنہ ۸۱۷ - ھ گازرون میں پیدا ہوے ' شیراز میں ابتدائی تعلیم حاصل کی - اور عراق اور مصر و شام کے آئمۂ علوم سے تکمیل کی - اُن کے اساتذہ میں وقت کے تمام آئمۂ علوم مثلاً شیخ تقی الدین سبکی ' ابن مظفر النابلسی ' حافظ علائی ' ابن نباتہ ' عز الدین ابن جماعۃ وغیرہم کے نام نظر آتے ہیں - امام ابن قیم بھی اُن کے اساتذہ میں ہیں - یہ اُنہی کے فیض تلمذ کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ اُن کی ابتدائی نشو و نما فقہاء شافعیہ کے زیر اثر ہوئی ' لیکن تقلید کی بندشوں سے آزاد ہوگئے ' اور اصحاب تحقیق و اجتہاد کا ذوق و مشرب پیدا ہوگیا - چنانچہ ان کی کتاب سفر السعادۃ اور الاسعاد فی رتبۃ الاجتہاد میں اِس ذوق کی جھلک صاف نمایاں ہے - اُس عہد کے سلاطین میں کوئی پادشاہ ایسا نہیں ہے جس نے اُن کی قدر دانی نہ کی ہو - شاہ منصور بن شجاع صاحب تبریز ' ملک الاشرف صاحب یمن ' بایزید یلدرم ' تیمور صاحب قران ' احمد بن اویس صاحب بغداد ' ناصر الدین محمد شاہ دہلی ؛ اِن سب کے درباروں میں وہ پہنچے اور انعام و اکرام سے مالا مال ہوے - سنہ ۷۹۶ ھ میں ہندوستان سے واپس جاتے ہوے سواحل یمن میں اُترے اور ملک الاشرف سلطان یمن سے ملاقات ہوئی - وہ ان کے فضل و کمال کا غلغلہ پہلے ہی سن چکا تھا - یہ موقعہ غنیمت تصور کیا ' اور یمن کی اقامت پر اصرار کیا - اُس زمانے میں یمن کے قاضی القضاۃ جمال الدین الریمی شارح التنبیہ کا انتقال ہوگیا تھا اور منصب خالی تھا یہ اس منصب پر مامور ہوے اور بیس سال تک یمن کے قاضی القضاۃ رہے -

(نسخہ کی تاریخی توثیق)

خوش قسمتی سے یمن کے خاندان رسولی کی ایک مستقل تاریخ شائع ہوگئی ہے - یہ شیخ علی بن الحسن الخزرجی کی العقود اللؤلؤیہ فی تاریخ الدولۃ الرسولیہ ہے جسے دو در جلدوں میں گب میموریل فنڈ کے امینوں نے قاہرہ میں چھپوا کر شائع کیا ہے - اس کا اصلی نسخہ یمن سے عہد عالمگیری میں ' ہندوستان آیا تھا ' اور معتمد خاں عالمگیری کے کتب خانے میں داخل ہوا تھا - وہاں سے نکلا اور محمد شاہ کے عہد میں اسکے وزیر قمر الدین خاں مرحوم کے قبضہ میں آیا - قمر الدین خاں کے کتب خانے سے نکل کر وارن ہستنگز کے پاس پہنچا - اُس نے انڈیا آفس کے کتب خانے کی نذر کردیا -

اس تاریخ میں سلاطین رسولیہ کے عہد کے واقعات روزنامچہ کی طرح تاریخ وار درج ہیں - میں نے اس خیال سے ملک اشرف کے زمانے کے واقعات پر نظر ڈالی کہ شاید اس نسخہ کے درس و املاء کی طرف کوئی اشارہ مل جائے - میرا قیاس صحیح نکلا - فیروز آبادی نے صحیح بخاری کے درس و املاء کی جن مجالس کا اپنی عبارت میں ذکر کیا ہے ' ٹھیک اُنہی تاریخوں میں اُسکا ذکر خزرجی نے بھی کیا ہے -

سنہ ۷۹۶ کے واقعات میں لکھتا ہے :

" ۲۴ رمضان کو یمن میں امام فقیہ علامۃ القاضی الاجل مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازی پہنچے - سلطان نے انکا بڑا اعزاز و اکرام کیا - چار ہزار درہم بطور رقم ضیافت کے پہلے ہی دن مرحمت فرمائے - اس سے پہلے چار ہزار درہم عدن بھیجے گئے تھے تاکہ عدن سے زبید تک کے مصارف سفر میں مدد دیں - شیخ موصوف علوم حدیث ' نحو ' لغۃ ' تاریخ ' اور فقہ میں درجۂ مشیخت رکھتے ہیں - انکی مصنفات میں سے بخاری کی شرح ہے جو نہایت مشرح اور مفید ہے " (جلد ۲ : ۲۶۵)

پھر سنہ ۷۹۷ ھ - کے وقائع میں لکھتا ہے کہ ۶ - ذی الحجہ کو شیخ مجد الدین قاضی القضاۃ مقرر کیے گئے اور سلطان کا فرمان اس بارے میں شائع ہوا - (صفحہ ۲۷۸)

سنہ ۷۹۹ - ھ کے وقائع میں لکھتا ہے :

" و فی شہر رمضان من ہذہ السنۃ سمع السلطان صحیح البخاری من حدیث رسول اللہ صلعم علی القاضی مجد الدین یومئذ و کان ذا سند عال من طرق شتی " (صفحہ ۲۸۶)

اس تصریح سے عبارت مندرجۂ نسخہ کی پوری توثیق ہوگئی - معلوم ہوگیا کہ سلطان ملک الاشرف نے فیروز آبادی سے صحیح بخاری کی سند و اجازت حاصل کی تھی ' اور رمضان میں املاء و سماع کا سلسلہ جاری رہا تھا - جو نسخہ زیر درس و املاء رہا ' اور جس پر سند دی گئی ' وہ یہی نسخہ ہے - نہیں معلوم اس نسخہ پر ایام و حوادث کے کیسے کیسے تغیرات گزر چکے ہیں ؟

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم
(۳۰: ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی یہ تیسری قسط ہے۔ الہلال)

ریاض

ریاض، پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے نجد کا سب سے بڑا اور سب سے اہم شہر ہے۔ اس میں بکثرت بلند عمارتیں موجود ہیں، مگر سب قدیم طرز کی ہیں۔ شاہی خاندان کے محل اپنی وسعت اور خوشنمائی میں ریاض کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہیں۔ شہر کے گرد عظیم الشان شہر پناہ ہے۔ پرانے طرز کے پھاٹک لگے ہیں اور ضرورت کے وقت مقفل کر دیئے جاتے ہیں۔ ریاض کے چاروں طرف نخلستان پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک باغ خاص خاندان شاہی کا ہے۔ اس میں دو چیزیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا: ایک گلاب اور دوسری کپاس۔ معلوم ہوتا ہے سلطان ابن سعود نے روئی کے یہ چند درخت اتفاقیہ طور پر نصب نہیں کر رکھے بلکہ نجد میں روئی کی کاشت جاری کرنی چاہتے ہیں جیسا کہ مجھ سے بعض ارکان حکومت نے اشارۃً بیان کیا تھا۔ اگر سلطان نے ایسا کیا تو یقیناً ملک کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ باشندے مالا مال ہو جائیں گے۔

مدرسے

ریاض میں چند دینی مدرسے موجود ہیں۔ مگر ان کی حیثیت، قدیم مکتبوں سے زیادہ نہیں۔ ان میں بچوں کو ضرورت بھر لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ نیز پورا قرآن بھی حفظ کرا دیتے ہیں۔ علوم کی تکمیل میں لوگ اپنا زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ بہت کم لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ باقی ضرورت بھر تعلیم حاصل کر کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قرآنی احکام سے ضروری نہیں کہ تمام لوگ علم دینیہ حاصل کریں۔ یہ کافی ہے کہ ایک منتخب جماعت اس میں مشغول رہے۔

مسجدیں

ریاض میں کل ۹ مسجدیں ہیں۔ ان میں کوئی زینت و آرائش نہیں۔ فرش بھی نہیں ہوتا۔ گنبد بھی نہیں ہیں۔ اکثر میں چھت بھی نہیں۔ جمعہ کی نماز صرف ایک مسجد میں ہوتی ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام اس قدر شدید ہے کہ بعض لوگ صبح ہی سے آکر منبر کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسجد ... [illegible]

شموں سے کام لیا جاتا ہے۔ نماز فجر کے بعد روز صبح کو موذن، نمازیوں کی حاضری لیتا ہے۔ پہلے دن کی غیر حاضری پر ٹوپی چھین لی جاتی ہے۔ دوسرے دن کی غیر حاضری پر جبہ ضبط کر لیا جاتا ہے۔ تیسرے دن کی غیر حاضری پر جسمانی سزا دی جاتی ہے!

نماز جمعہ کے بعد بادشاہ یا اُس کا نائب، محل شاہی کے ایوان میں نمازیوں سے ملاقات کے لئے بیٹھتا ہے۔ اُس وقت تمام حاضرین کو پہلے چاء اور نجدی قہوہ پلایا جاتا ہے۔ آخر میں بخوردانیاں پھرائی جاتی ہیں جن میں مشک و عنبر سلگتا ہے۔

قصر شاہی

قصر شاہی بالکل عربی طرز کا ہے۔ اُس میں اینٹ چونے کے بڑے بڑے خوبصورت ستون کھڑے ہیں، جن کے نقش و نگار نہایت نظر فریب ہیں۔ دو منزلہ عمارت ہے۔ نچلی منزل میں دعوت کا وسیع ایوان ہے۔ اسمیں بیک وقت سیکڑوں مہمان بیٹھ سکتے ہیں۔ اطراف میں عام لوگوں کے لئے کھانے کے کمرے ہیں۔ نیچے کی منزل، گویا دعوت خانہ ہے۔ بالائی منزل میں وسیع ایوان ہیں۔ ایک ایوان میں خود سلطان کا کتب خانہ اور دفتر خاص ہے۔ ایک اور ایوان، ولی عہد امیر سعود کے لئے مخصوص ہے۔ باقی حصوں میں بڑے بڑے افسر اور شاہی طبیب کا قیام ہے۔ اسی محل کے متصل ایک اور محل ہے، اور اس میں سلطانہ اور شاہی بیگمیں رہتی ہیں۔ زنانہ خدم و حشم کی تعداد ۴۰۰ ہے۔

سلطان ابن سعود

سلطان عبدالعزیز بن سعود، دراز قامت ہیں۔ جسم بھرا ہوا اور ٹھوس ہے۔ رنگ، گندمی ہے۔ آنکھیں چمکیلی ہیں۔ پیشانی، کشادہ ہے۔ عینک استعمال کرتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، قوت ارادی، عزم و حزم، خوش مزاجی، تدبر، یہ وہ اوصاف ہیں جو سلطان کی صورت دیکھتے ہی آدمی محسوس کر لیتا ہے۔ عمر، ۵۰ کے قریب ہے۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گولی لگی تھی۔ اُس کا نشان اب تک نمایاں ہے۔ وہ ہمیشہ سر جھکا کر چلتے ہیں۔ نجدی وضع کا فرغل جب پہنتے ہیں اور ... [illegible]

پوری قوم اُن سے محبت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں اپنی زندگی کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بغیر کسی محافظ کو ساتھ لئے بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

پہلی ملاقات

پہلی ملاقات ہی میں سلطان مجھ سے بالکل بے تکلف تھے۔ اُنھوں نے گفتگو میری مزاج پرسی سے شروع کی: "راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟" "میرے عہدے داروں نے کیسا سلوک کیا؟" "کسی بدو نے کوئی شرارت تو نہیں کی؟" اسی قسم کے بہت سے سوال شروع کر دئیے۔ میں نے اپنے سفر کی تمام روداد سنا دی۔ جس قدر میری خاطر تواضع ہوئی تھی، شکریہ کے ساتھ اُس کا بھی ذکر کیا۔ جو کچھ امن و امان میں نے مشاہدہ کیا تھا، اُس کی طرف بھی اشارہ کیا۔ چوری، قزاقی، اور جرائم کی عدم موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔

سلطان کی گفتگو

میری خاموشی کے بعد سلطان نے کہا:

"الحمد للہ ہمارے ملک میں ایک ہی دین اور ایک ہی مذہب ہے۔ تمام نجدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ فقہ اسلامی میں ۴ مذہب مشہور ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل کا مذہب، سنت رسول اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ ہمارے عقیدے میں تمام مسلمان، باہم بھائی بھائی ہیں۔ نجد میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے "السلام علیکم" کہدینے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں خدا کے امان و سلام میں ہو گئے۔ تمام مسلمان، کلمۂ توحید پر جمع ہیں۔ تمام حبل اللہ المتین کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی بنیاد پر ہماری سلطنت قائم ہے۔ ہم سلطنت کے بھوکے نہیں ہیں اور نہ فخر و غرور اور تن پروری کے لئے حکومت کرتے ہیں۔ زمین، اللہ کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ لہذا ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ایمانداری کے ساتھ یہ امانت ادا کر دیں۔ ہمیں شرک سے نفرت ہے۔ اگر ہمیں تمام مشرک ملکوں کی فرمانروائی بھی پیش کی جائے تو ہم اسے ہرگز منظور نہ کریں۔ ہم کسی سے بھی لڑائی پسند نہیں کرتے۔ حتی کہ کفار سے بھی نہیں۔ البتہ اُن کے لئے ہماری یہ دعا ضرور ہے کہ خدا اُنھیں صراط مستقیم دکھائے۔ جب تک وہ ہم سے تعرض نہیں کرتے، ہم بھی اُنھیں نہیں چھیڑیں گے۔ ہم اُن سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن سے تشبہ بھی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حتی کہ اُن کا لباس بھی پسند نہیں کرتے۔ حقیقی مسلم وہ ہے جو اپنے دین کے اصول کی پیروی کرتا ہے۔ جو کوئی کفار کی تقلید کرتا ہے، وہ نہ اپنے دین میں کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ دنیا میں"

یہ گفتگو، اس جلیل القدر صحرائی بادشاہ کی ذہنیت پوری صفائی سے ظاہر کرتی ہے۔ صحراء عرب کے باشندے صدیوں سے قتل و غارت گری اور جرم و گناہ کے عادی تھے۔ صرف صحراء ہی کے نہیں بلکہ حجاز کے باشندے بھی۔ وہ کسی نظام و حکومت کی اطاعت کے عادی نہ تھے۔ لیکن یہ اسی سلطان کا تدبر و دبدبہ تھا جس نے اُنھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے مطیع کیا اور امن و نظام قائم کر دیا۔

طرز حکومت

نجد کی حکومت، قدیم وضع کی ہے۔ وہاں حکومت، علحدہ علحدہ شعبوں پر منقسم نہیں ہے۔ نہ مجلس حکومت ہے، نہ وزارت ہے۔ پوری حکومت، خود سلطان کی ذات ہے، اور اُس کا قانون، کتاب و سنت ہے۔ لیکن کیا مجال کہ کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہو جائے۔ آمد و خرچ کے تمام حسابات مرتب رہتے ہیں، خود سلطان اُن کی نگرانی کرتے ہیں۔

سپرد کی۔ یہ دلی عہدی کی پہلی بدعت ہی جو بزور شمشیر منوائی گئی۔ یزید کے زمانے میں پھر ابتری پیدا ہوئی۔ اہل مدینہ نے یزید کی معزولی کا مطالبہ کیا، لیکن بُری طرح کچل ڈالے گئے۔ کوفہ نے حضرت حسین علیہ السلام کو دعوت دی۔ مگر عین وقت پر بے وفائی بھی کی اور کربلا کا وہ فاجعۂ کبریٰ پیش آیا جس پر آجتک مؤرخ کا قلم ماتم کر رہا ہی۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن الزبیر نے اپنی خلافت کا علم بلند کیا، اور مکہ معظمہ میں تکمز ہو گئے۔

یزید کی وفات نے عبداللہ ابن الزبیر کی قوت بہت بڑھا دی، حجاز، مصر، اور عراق زیر نگیں ہوگئے۔ لیکن بنو ہاشم نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور عبداللہ بن عباس وغیرہ اُن سے برابر برگشتہ رہی۔

اُسی زمانہ میں ایک خود غرض اور چالاک آدمی، مختار بن ابی عبید الثقفی، عراق میں ظاہر ہوا۔ اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور امام مہدی، یعنی محمد بن الحنفیہ کے لئے دعوت شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب خاندان علی ابن ابی طالب (علیہم السلام) میں سب سے زیادہ معمر، محمد بن الحنفیہ ہی تھے۔ لیکن مختار کو زیادہ عروج حاصل نہ ہوسکا۔ عبداللہ بن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کی قیادت میں ایک فوج جرار اُس کے مقابلہ پر بھیجی اور اُسے قتل کرڈالا۔ مختار مغلوب ہوگیا مگر عراق میں شیعیت (یعنی طرفداران خاندان علی کی جماعت) برابر قائم رہی۔

محمد بن الحنفیہ نے بالآخر عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کرلی لیکن شیعیان محمد بن حنفیہ اس کے بعد بھی اُنہی کو خلافت کا مستحق یقین کرتے رہے اور اُن کی بیعت کو مجبوری کی بیعت قرار دیا حتیٰ کہ اُن کے انتقال پر ایک گروہ نے اس حد تک غلو کیا کہ اُنکی موت تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ کہا گیا کہ وہ غائب ہوگئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ چنانچہ اُن کا شاعر السید الحمیری کہتا ہی:

وسبط لا یذوق الموت حتیٰ یقود الخیل یقدمہا اللواءا

محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد اُن کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ اُنھیں زندہ بتاکر اُنہی کی حمایت پر قائم رہا۔ ایک گروہ نے اُن کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت کا اعلان کیا۔ یہ دونوں جماعتیں "کیسانی" کہلاتی ہیں۔ کیسان، مختار بن ابی عبید کا لقب تھا، اور یہ دونوں اُسی کی طرف منسوب ہیں۔

لیکن ایک تیسری جماعت نے حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے زین العابدین علی بن الحسین کی حمایت شروع کی لیکن خود امام زین العابدین کی نسبت ثابت نہیں کہ اُنھوں نے کبھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔

اس جماعت کا اعتقاد یہ تھا کہ خلافت حضرت علی کے بعد اُن کی فاطمی اولاد میں محصور ہی۔ اس لئے حضرت حسین کے بعد امام زین العابدین کو حق خلافت پہنچتا ہی، کیونکہ واقعۂ کربلا کے بعد اپنے بھائیوں میں صرف یہی ایک زندہ بچے تھے۔ یہی جماعت ہی جو آگے چلکر "امامیہ" کے لقب سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اُنکے بعد امامت حضرت حسن کی طرف منتقل ہوئی۔ پھر حضرت حسین کی طرف، پھر علی بن الحسین کی طرف اسی طرح ہر زمانہ میں اُمت کے لئے ایک منصوص امام کی موجودگی ضرور ہی اور وہ بنی فاطمہ کی ایک معین شخصیت ہی۔

اُس وقت خاندان عباس میں سب سے بڑے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ انہی سے عباسیوں نے ظہور کیا۔ یہ حجاز چھوڑ کر حمیمہ نامی مقام میں مقیم ہوگئے تھے۔ انہی کے وقت سے عباسیوں میں خلافت حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہی کہ ابو ہاشم بن محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنی عمر کے آخری دنوں میں علی بن عبداللہ کے یہاں حمیمہ میں مقیم تھے۔ وفات کے وقت اُنھوں نے خلافت کا حق علی بن عبداللہ اور اُن کی اولاد کو بخش دیا اور اپنے حامیوں کو اُن کی نصرت و حمایت کی وصیت کی۔ چنانچہ اُسوقت سے شیعوں کا کیسانی گروہ علی بن عبداللہ بن عباس کا حامی بن گیا۔

لیکن بنی فاطمہ کے طرفدار شیعوں نے اسے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ وہ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل نہ تھے۔ حضرت امام زین العابدین کی وفات کے بعد ان میں بھی اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ اُنکے ایک گروہ نے محمد الباقر بن زین العابدین (علیہما السلام) کی امامت پر زور دیا۔ باقی لوگوں نے خلافت کو ہر فاطمی کا حق قرار دیا۔ چنانچہ انہی کی ایک جماعت زید بن علی بن الحسین کی طرفدار ہوگئی اور "زیدی" کہلائی جو آجتک موجود ہی۔

خلافت کے لئے عملی جدوجہد شیعوں کی صرف دو جماعتوں نے کی تھی: کیسانی اور زیدی۔ اول الذکر علی بن عبداللہ بن عباس کے طرفدار ہوگئے تھے، اور آخر الذکر زید بن علی بن حسین اور اُنکے بیٹے یحییٰ کے۔

علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد الباقر بن علی بن حسین، دونوں کی وفات تقریباً ایک ہی وقت میں ہوئی۔ اول الذکر کے حامی کیسانی شیعہ، اُنکے بیٹے محمد بن علی کے مددگار بن گئے، اور آخر الذکر کے حامی امامیہ شیعوں نے اُن کے بیٹے جعفر الصادق (علیہ السلام) کو امام تسلیم کرلیا۔ مگر آخری جماعت نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا تھا۔

داعی اوّل

اب خاندان عباس بن عبدالمطلب کے سرگروہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔ یہ بڑے عاقل اور دُور اندیش تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ سلطنت، ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں ایکا ایک منتقل نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لئے عام رائے میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہی۔ چنانچہ انھوں نے جلد بازی سے پرہیز کیا، اور سکون و صبر سے دعوت پھیلانے کا سامان مہیا کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے حامیوں کو حکم دیا کہ اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت عام کریں مگر اہل بیت میں سے کسی خاص آدمی کا نام نہ لیں، کیونکہ اوّل تو جس شخص کا نام لیا جاتا، اُس کی جان خطرہ میں پڑجاتی۔ ثانیاً اہل بیت کا نام شیعیان اہل بیت کی تمام جماعتوں کو متحد کردیتا تھا، مگر خاندان و شخص کے تعین سے اختلاف و نزاع شروع ہوجاتا۔

انھوں نے انتہائی سیاسی دانشمندی سے اپنی دعوت کے لئے خراسان منتخب کیا۔ کوفہ چونکہ قدیم سے شیعان اہل بیت کا صدر مقام تھا لہذا اُسے مرکز قرار دیا۔

خراسان میں اس دعوت کی کامیابی کے دو سبب ہوسکتے تھے:

ایک یہ کہ عجمی مسلمان، شیعی تخیل کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، کیونکہ شیعی تخیل یہ ہی کہ خلافت، رسول اللہ صلعم کے اہل بیت میں منتقل ہوجائے۔ عجمی مسلمان چونکہ عربی عصبیت اور قریشی قبائل کی منافست سے متأثر نہ تھا، اس لئے اُس کی عقل میں مسئلہ خلافت کا بہترین حل یہی ہوسکتا تھا کہ پیغمبر کی خلافت، پیغمبر کے خاندان ہی میں ہو جیسا کہ تمام عجمی شاہی خاندانوں کا دستور تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا وارث اُس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔

دوسرے یہ کہ ایران ایک قدیم تمدن اور شاندار تاریخ کا مالک تھا۔ بنی اُمیہ نے اس ملک سے غلاموں کا سا برتاؤ کیا تھا۔ ایرانی عنصر، عربی عنصر کے سامنے بالکل حقیر کردیا گیا تھا۔ لہذا ایرانیوں کو قدرتی طور پر یہ خواہش تھی کہ موجودہ خلافت ختم ہو، اور اُن کی امداد و اعانت سے نئی سلطنت قائم ہو تاکہ اُنھیں بھی عروج حاصل کرنے کا نیا موقعہ مل سکے۔

ابن الفقیہ نے "کتاب البلدان" میں لکھا ہی کہ جب محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے دعاۃ بھیجنے لگے تو اُن سے کہا:

"کوفہ، علی (علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کی محبت میں سرشار ہی۔ بصرہ، عثمانی ہی اور راسخ ایمان کا قائل ہی۔ وہ کہتا ہی قاتل نہ بنو، مقتول بن جاؤ۔ جزیرہ، گمراہ حروری (خارجی) ہی، وحشی بدوؤں اور نصاریٰ کے سے اخلاق والے مسلمانوں سے لبریز ہی۔ شام، آل ابی سفیان کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ بنی مروان کی اطاعت، شدید جہالت، سخت کینہ اُس کے خمیر میں ہی۔ رہا مکہ اور مدینہ تو اُن پر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کا غلبہ ہی۔ لیکن ہاں خراسان کے دروازے تمھارے سامنے کھلے ہیں۔ وہاں عظیم آبادیاں ہیں، بڑی شجاعت ہی۔ سلیم سینے ہیں۔ خالی دل ہیں، خواہشوں نے اُنھیں ٹکڑے نہیں کیا ہی، فساد نے اُنھیں بگاڑا نہیں ہی۔ وہ ایسی فوج ہیں جو توانا اور تنومند ہی، بھاری جسم، چوڑے شانے، اونچے قد، بڑے سر، داڑھیاں اور مونچھیں، ہولناک نعرے، شاندار زبانیں۔ میں مشرق سے نیک فال رکھتا ہوں، جہاں سے دنیا کی شمع طلوع ہوتی اور مخلوق کا نور ظاہر ہوتا ہی"

خفیہ انجمن کا قیام

یہ خفیہ انجمن، علی بن عبداللہ بن عباس ہی کی زندگی میں قائم ہوئی۔ یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس کے دو مرکز قرار دئے گئے: کوفہ اور خراسان۔ کوفہ میں علی بن عبداللہ کا غلام میسرہ مقرر کیا گیا اور خراسان میں محمد بن خنیس اور ابو عکرمہ سراج بھیجے گئے۔ نیز بارہ داعی یا نقیب منتخب ہوئے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن کثیر الخزاعی
(۲) مالک بن الہیثم الخزاعی
(۳) طلحہ بن زریق الخزاعی
(۴) عمرو بن اعین الخزاعی
(۵) عیسیٰ بن اعین الخزاعی
(۶) قحطبہ بن شبیب الطائی
(۷) لاہز بن قریظ التمیمی
(۸) موسیٰ بن کعب التمیمی
(۹) القاسم بن مجاشع التمیمی
(۱۰) ابو داؤد خالد بن ابراہیم الشیبانی
(۱۱) ابو علی الہروی شبل بن طہمان الحنفی
(۱۲) عمران بن اسمٰعیل المعیطی

ان کے علاوہ ۷۰ آدمی اور مقرر کئے گئے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان بارہ نقیبوں کے حکم پر عمل کریں۔ محمد بن علی نے ان سب کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو بمنزلۂ وصیت اور دستور العمل کے تھی۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز سے دعوت شروع ہوئی اور ۱۳۲ھ تک جاری رہی۔ یہی وہ سال ہی جس میں عباسیوں نے کامیابی حاصل کی اور ابو العباس السفاح کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔



بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا مرحوم

ذیل کی مراسلت معمول سے زیادہ طویل ہو۔ ہم نے بڑا حصہ حذف کردیا ہو۔ اسپر بھی ہمیں خوف ہو کہ یہ آجکی اشاعت کا بڑا حصہ روک لے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہو کہ اس کی غیر معمولی اہمیت اور شخص موضوع کی عظمت دیکھتے ہوئے ضروری ہو کہ اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ جگہ نکالی جائے۔

مصر میں اس ہفتہ اہم ترین واقعہ، احمد سعد پاشا زغلول کی بالکل غیر متوقع وفات ہو۔ عین اُسوقت جبکہ میں اُن کی بحالی صحت، اور مصر کی سیاحت انگلستان، کے نتائج پر بحث کرنا چاہتا تھا، ایکا ایکی یہ حادثۂ جانکاہ پیش آگیا۔ حیران ہوں اپنا یہ مکتوب کس طرح شروع کروں؟ مرحوم کی سوانح عمری بیان کروں؟ اُن نقصانات کا ذکر کروں جو اس واقعہ سے مصر کو پہنچ سکتے ہیں؟ اُن کے جنازہ کے شاندار منظر کا ذکر کروں؟ اُنکی جلیل القدر حرم کا ماتم لکھوں؟ وہ نوحہ و بکا بیان کروں جو اسوقت تمام ملک میں برپا ہو، جس کا شور میں ان سطور کی تحریر کے وقت بھی سُن رہا ہوں، اور جس کا بیان یقیناً میری قدرت سے باہر ہے۔ میں شارع درب الجمامیز میں مقیم ہوں۔ میرے پڑوس میں جتنے مکان ہیں، ماتمی آثار و علائم سے غمناک ہیں۔ عورتوں اور بچوں تک کے چہرے انکے دلی حزن و ملال کی شہادت دے رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہو، گویا قاہرہ کے ہر گھر میں اس کے کسی قریبی عزیز کا حادثہ پیش آگیا ہو۔

آغازِ مرض

۱۵ر اگست کو مرحوم کے کان میں خفیف سا التہاب ظاہر ہوا اور بالآخر یہی شکایت مہلک ثابت ہوئی۔ وہ اپنے دیہاتی مقام "مسجد وصیف" میں مقیم تھے۔ مرض کی نوعیت دیکھ کر ڈاکٹروں نے رائے دی کہ فوراً قاہرہ لے آئے جائیں۔ چنانچہ قاہرہ لائے گئے اور یہاں کے اطبا رسے معائنہ کرایا گیا۔

قاہرہ پہنچ کر طبیعت بحال ہوگئی تھی۔ لیکن گزشتہ دوشنبہ کو مرض نے پھر حملہ کیا۔ بارہ بجے رات کو دائیں پہلو میں درد محسوس ہوا۔ اگلے دن حرارت برابر بڑھتی رہی۔ صبح ۱۰ بجے مرحوم نے اپنی حرم سے یکایک کہا "میں ختم ہوگیا!" یہ کہتے ہی زبان بند ہوگئی، اور دوسرے دن یعنی ۲۳ر اگست کی رات کو ۱۰ بجے طائر روح پرواز کرگیا! انا للہ وانا الیہ راجعون!

خبر کیونکر مشہور ہوئی؟

وفات کے دن صبح ہی سے مرحوم کے مکان میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وفات کے وقت ڈاکٹروں کے علاوہ مرحوم کے وفادار مرید و دوست بجز فتح اللہ پاشا برکات بھی بستر مرگ کے پاس موجود تھے۔ وفات کے بعد ہی وہ نیچے کی منزل میں اُتر کر آئے۔ حاضرین نے دوڑ کر حالت دریافت کی۔ مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ سب حیرت میں تھے اور طرح طرح کے قیاسات لگا رہے تھے۔ اسی اثنار میں اوپر سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اسپر حاضرین دوبارہ فتح اللہ پاشا کی طرف دَوڑے۔ وہ اب بھی چپ تھے۔ لیکن اُنھوں نے زور سے اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ مارے۔ یہ اشارہ کافی تھا۔ ایک لمحہ کے لئے سب پر سناٹا چھا گیا۔ پھر بیک وقت سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ یہ حادثہ ایسا دل ہلا ڈالنے والا تھا کہ رونے پر کسی کو ملامت نہیں کی جاسکتی تھی۔ کہرام مچ گیا تھا۔ عین اُسوقت ڈاکٹر شفیق اوپر سے اُتر کر آئے اور مضبوط آواز میں چلائے "سوگوار بیوہ پر رحم کرو! تمھارا رونا اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ سعد مرگئے، لیکن اگر تم چاہو تو انھیں اپنے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھ سکتے ہو"

مگر یہ وقت نصیحت سننے کا نہ تھا۔ نالہ و بکا برابر بلند رہا۔ قرب جوار کے لوگوں نے سُنا تو اُن پر بھی یہی حالت طاری ہوگئی۔ چشم زدن میں یہ مشئوم خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اب کوئی نہ تھا جو اس حادثۂ قوم و ملت پر ماتمی نہ ہوا

اُسی وقت تار کے ذریعہ تمام دنیا میں خبر پھیل گئی۔

سعد پاشا کی بیوہ

سعد پاشا کی وفات پر اُن کی بیوی کا جو حال ہوگا، ظاہر ہی ہے۔ مصر میں ان دونوں کی محبت ضرب المثل اور تمام مردوں اور عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔ سعد پاشا کو اُن سے اس درجہ محبت تھی کہ اگرچہ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی مگر اُنھوں نے کبھی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ مرحوم نے اپنی تمام دَولت اور جائداد بھی اپنی بیوی کو باضابطہ ہبہ کردی تھی۔ ظاہر ہے، ایسے وفادار شوہر کی موت اور پھر اُس شوہر کی موت جس کی عظمت ساری دنیا تسلیم کرتی تھی، اُس کی بیوی کے لئے کیسی عظیم مصیبت ہوگی؟ ادہر کئی سال سے یہ معزز خاتون بیمار ہو۔ ڈاکٹروں نے سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ مریض کی خدمت میں حصہ نہ لے۔ مگر اُسنے صاف انکار کردیا۔ وہ اس قدر ناتواں تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ اسپر بھی تیمارداری میں ہمہ تن مشغول رہتی تھی!

اخبارات نے وہ مؤثر مناجات شائع کردی ہو جو بیوہ نے اپنے متوفی شوہر کی نعش کو مخاطب کرکے کی تھی۔

مجلس وزرار

اطلاع پاتے ہی مجلس وزرار کا ایک فوری جلسہ منعقد ہوا اور اُسنے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"وزارت، انتہائی رنج و الم کے ساتھ مصری قوم کو اُس کے عظیم رہنما، سعد پاشا زغلول کی وفات کی جانکاہ خبر پہنچاتی ہو۔ مختصر بیماری کے بعد موت کے بے پناہ ہاتھ نے قوم کے رہنما، اُس کی اُمیدوں کے مرکز، اُس کی بیداری کے قائد، اُس کی حمایت کے علم بردار کو ذرا بھی مہلت دئے بغیر چھین لیا۔ خدا مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے"

جنازہ

رات بھر مرحوم کے مکان میں زائرین کا ہجوم رہا۔ دوسرے دن صبح ۹ بجے تمام وزرار اور سفرار دول بھی پہنچ گئے۔ بارہ بجے دن کو نعش بالائی منزل سے نیچے لائی گئی۔ اُسپر صرف کفنی تھی۔ کوئی قیمتی چادر نہ تھی۔ نیچے آتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہوگئی۔ بے شمار ٹوکرے پھولوں سے بھرے ہوئے، لوگ اپنے ساتھ لائے تھے نعش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر گریہ و بکا برپا ہوگیا!

اب مصری فوج بھی پہنچ چکی تھی۔ جنازہ سرکاری طور پر اُٹھنا طے پایا تھا۔ تمام سرکاری عہدے دار، امرار، وزرار، سفرار، پارلیمنٹ کے ممبر، مسلمان، قبطی، رومی، ارمن، یہودی فرقوں کے علمار، کاہن، ربّی، اور احبار اپنے اپنے خاص لباس میں موجود تھے۔

جب تمام طیاریاں مکمل ہوگئیں تو سعد پاشا کی بیگم سیاہ نقاب منہ پر ڈالے برآمد ہوئیں۔ وہ ضعف سے چل نہیں سکتی تھیں کئی عورتوں کے سہارے وہ اپنی موٹر تک پہنچیں، مگر بیٹھنے سے پہلے ہی بیہوش ہوگئیں۔ فوراً منعش دوائیں دے کر اُنھیں ہوش میں لایا گیا۔ اب وزرار اور فوجی افسروں نے نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھائی اور توپ کی گاڑی پر رکھی۔ اسوقت کا منظر ناقابل بیان ہو معلوم ہوتا تھا، مصر کا آسمان و زمین ماتم کر رہا ہو۔ رونے والی عورتوں اور مَردوں کی چیخیں باہم مل گئی تھیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ نہیں معلوم رونے والوں میں کتنی قوت پیدا ہوگئی تھی، اور اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کے کتنے دریا سما گئے تھے کہ نوحہ و بکا کا سلسلہ کسی طرح بھی رُکنے پر نہیں آتا تھا!

مصری علم

اسوقت محبت و عقیدت کا ایک جھگڑا پیش آگیا۔ فوج کے افسروں نے نعش اُٹھانے سے پہلے کہا "جنگی روایات کی رُو سے ضروری ہو کہ مرحوم کی نعش پر مصر کا فوجی پرچم ڈالا جائے"، ساتھ ہی اُنھوں نے اپنا پرچم پیش بھی کردیا۔ مگر مرحوم کی بیوہ نے اس سے انکار کیا۔ اُنھوں نے ایک ریشمی علم پہلے سے طیار کرلیا تھا۔ اُنھوں نے اصرار کیا کہ نعش اسی میں لپیٹی جائے۔ مجبوراً افسروں کو اپنی ضد سے باز رہنا پڑا۔

اس کے بعد ملکی افسروں نے کہا "مرحوم کے تمام تمغے اُن کی نعش پر رکھے جائیں، کیونکہ وہ ہماری جماعت کے آدمی تھے" مگر بیگم زغلول نے اس سے بھی انکار کیا۔ اُنھوں نے کہا "سب سے بڑا تمغہ مصری علم ہو۔ اس تمغہ پر کوئی دوسرا تمغہ نہیں رکھا جا سکتا"

جوں ہی نعش توپ پر رکھی گئی، منادی نہایت ہی بلند آواز سے چلایا "لا الہ الا اللہ — البقار للہ" ہر طرف سے نعرے بلند ہوئے "رحمک یا سعد!" عورتیں چلا ئیں "فلتحیا ذکری سعد" ...

بادشاہ نے حجاز میں آکر حکومت کی وضع دوسری کردی ہو۔ حجاز کی حکومت دفتری نظم کی حکومت ہو۔ وہاں کے لئے نجد کی سی حکومت موزوں نہ تھی۔

سلطان کی فیاضی

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مسلسل تین سال کی غیر حاضری کے بعد سلطان اپنے دار السلطنت میں واپس گئے تھے۔ وہ ہم سے ۴ دن پہلے ریاض پہنچ چکے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی آمد پر دیکھا کہ شہر مسرت و انبساط کے مؤثر نظاروں سے لبریز ہو۔ بے شمار وفد، نجد کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے تھے اور عقیدت و خلوص کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری طرف سلطان کی فیاضیوں کا دروازہ کھلا تھا۔ کوئی نہ تھا جسے وہ اُس کی توقع سے زیادہ نہ دے رہے ہوں۔ اُن کی سخاوت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یقیناً یہ ایک ایسا آدمی ہو جو نہ دولت سے محبت کرتا ہو نہ فقر و فاقہ سے ڈرتا ہو"

ملوکیت نجد کا اعلان

خوش قسمتی سے میں اُس تاریخی جلسہ میں بھی شریک ہو سکا جو سلطان ابن سعود کو "ملک نجد" بنانے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ نجدیوں نے یہ دیکھ کر کہ سلطان ابن سعود اب ملک الحجاز ہو گئے ہیں۔ پسند کیا کہ اپنے ملک کے لئے بھی اُن کا یہی لقب قرار پا جائے۔

سلطان کی لڑکی کا عقد

اسی طرح ایک اور جلسہ میں بھی مجھے شرکت کا موقعہ ملا۔ یہ سلطان کی بیٹی شاہزادی "سارہ" کی شادی کا جلسہ تھا۔ امیر فیصل ابن سعد سلطان کے بھتیجے سے اُن کا عقد ہوا ہو۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہوا کہ نجد میں شادیاں کس قدر سادہ ہوتی ہیں۔ یہ خود سلطان کی لڑکی کی شادی تھی۔ مگر اس میں نہ کوئی اسراف تھا نہ دھوم دھام تھی از حد سادہ تقریب تھی۔ قصر شاہی کے ایوان میں فرش بچھا دیا گیا تھا۔ کھانے چنے گئے۔ دعوت ولیمہ کے بعد سلطان کے حکم سے ۵۰۰ بکریاں ذبح کی گئیں اور عام دعوت شروع ہو گئی۔ اس میں امیر غریب کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ہر کس و ناکس مدعو تھا۔

تجارت و زراعت

ریاض کے باشندے عام طور پر تجارت پیشہ ہیں۔ احساء، کویت، اور بحرین سے مال لاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ نجد کی ایک بڑی تجارت، موتی کی تجارت ہو۔ غواصی میں نجدیوں نے خاص شہرت حاصل کر لی ہو اور کافی دولت حاصل کرتے ہیں۔ ریاض کے اطراف میں زراعت کم ہو۔ اس لئے کہا جا سکتا ہو کہ یہ تجارتی شہر ہو نہ کہ زرعی۔

سلطان کے معمولات

سلطان کے معمولات یہ ہیں کہ کچھ رات رہے سے بیدار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اپنے کسی خدمتگار کو بھی اتنے سویرے اپنی خدمت کے لئے نہیں بلاتے خود ہی پانی لیتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ فجر کی اذان سُن کر مسجد جاتے ہیں۔ نماز کے بعد محل واپس آتے ہیں۔ اپنے خاندان کے ساتھ ناشتہ تناول کرتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دفتر میں آ بیٹھتے ہیں خطوط پڑھتے ہیں۔ سرکاری کاغذات ملاحظہ کرتے ہیں۔ احکام لکھتے ہیں طلوع آفتاب کے ایک گھڑی بعد تک یہی مشغولیت رہتی ہو۔ پھر ایوان عام میں تشریف لاتے ہیں۔ یہاں خاص لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر "اخوان" کے وفد حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سے بڑی ہی بے تکلفی سے باتیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی آزاد مزاج ہیں۔ اپنے بادشاہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں، گویا اپنے کسی بھائی کے سامنے ہیں۔ یہ [illegible] خیال میں ان کا یہ طرز خطاب اس لئے ہو کہ وہ اسے اتباع سلف صالح سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی بے تکلفی سے "یا عبد العزیز!" کہہ رہے تھے۔ ایک شخص نے میرا تعجب محسوس کر کے میرے کان میں کہا "یہ طریقہ خود سلطان ہی نے مقرر کیا ہو۔ وہ خطاب کے دوسرے طریقے قبول نہیں کرتا"

چاشت کے وقت ایک دوسرے ایوان میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ "مجلس کبیر" کہلاتی ہو۔ یہاں نجد کے بڑے بڑے شیوخ اور خاندان رشید اور خاندان عاید کے امراء سے ملاقات ہوتی ہو۔ اول الذکر خاندان حائل کا فرمانروا تھا۔ آخر الذکر ابہا کا۔ اب یہ دونوں ریاستیں نجد کے ماتحت ہیں اور اُن کے شاہی خاندان، ریاض میں قید ہیں لیکن یہ قید ایسی ہو کہ اُن پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو۔ وہ شہر کے اندر اپنی نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں اور نہایت عزت و احترام کا اُن سے برتاؤ کیا جاتا ہو۔

اس مجلس میں سلطان کی گفتگو عام معاملات پر ہوتی ہو۔ دین تاریخ، ادب، سیاست، ہر موضوع پر باتیں کرتے ہیں اور نہایت آزادی اور صفائی سے۔ اُن کی صاف گوئی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ ایک دن سلطان نے ایک شامی اخبار مجھے دیا۔ اس میں یہ خبر درج تھی کہ "سید عبد اللہ بن عاید مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن سعود پر یورش کر رہے ہیں"

سلطان نے کہا "اخبار نے یہ خبر لکھی ہو، حالانکہ سید عبد اللہ یہاں، اس مجلس میں، موجود ہیں۔ ہم اور سید عبد اللہ اور خاندان رشید، سب بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی نزاع نہیں ہو"

سلطان کے قول کی تمام مجلس نے تصدیق کی۔ خصوصاً سید عبد اللہ بن عاید نے۔

اس مجلس سے اٹھ کر سلطان اپنے والد "عبد الرحمن بن سعود" سے ملاقات کو جاتے ہیں۔ اِن کی عمر اب نوے سال کے قریب ہو مگر اب تک ہوش حواس بالکل درست اور قویٰ مضبوط ہیں۔ نہایت خوش اخلاق، خوش صحبت، خوش گفتار ہیں۔ والد سے رخصت ہو کر اپنی بڑی بہن شاہزادی "نورہ" سے ملنے جاتے ہیں۔ نجد میں بڑی بہن کی عزت بہت زیادہ کی جاتی ہو۔ سلطان حد سے زیادہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ نجدی شاہزادی بھی اپنے عربی اخلاق میں غیر معمولی ہو۔ اس کی شرافت و سخاوت دُور دُور مشہور ہو۔ خود مجھ سے اس کا برتاؤ نہایت ہی شفقت کا تھا۔ روز میری خیریت دریافت کرتی تھی۔ میرے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجا کرتی تھی۔

عشاء کے بعد سلطان کئی گھنٹے اپنے عہدے داروں سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں۔ ہر عہدے دار کے دفتر میں خود جاتے ہیں۔ دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضروری مشورے اور ہدایتیں دیتے ہیں۔

یہ اُن کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ لیکن کبھی کبھی صحرا میں شکار کے لئے بھی جاتے ہیں۔ یہ سفر آجکل موٹروں پر ہوتا ہو۔

شیوخ نجد کا سلطان سے اختلاف

پچھلے دنوں مصری اخبارات نے یہ خبر مشہور کردی تھی کہ نجد کے سب سے بڑے شیوخ مثلاً فیصل الدرویش شیخ قبیلۂ ارطاویہ اور سلطان بن مجاد شیخ قبیلۂ غطغط، سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے ہیں ریاض میں اپنی موجودگی کے وقت میں نے بھی اس قسم کی خبریں سُنی تھیں فیصل الدرویش کی مخالفت کی وجہ یہ بتائی گئی کہ پچھلے سال ایّام حج میں محمل مصری کی فوج سے نجدیوں کا تصادم ہو گیا تھا، اُس میں فیصل الدرویش کی رائے ہو کہ سلطان نے مصریوں کی طرفداری کی اور نجدیوں کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ خود میں نے اپنی آنکھوں سے فیصل کو سلطان کی خدمت میں دیکھا ہو۔ وہ زیادہ سے [illegible] عقیدت و اطاعت کا اظہار کر رہا تھا۔

بلاشبہ سلطان بن مجاد کو کچھ شکایت ہو گئی تھی۔ یہ شکایت بعض شرعی احکام کی تطبیق کے بارے میں تھی۔ لیکن بہت جلد غلط فہمی دور ہو گئی اور وہ بھی سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔

نجدیوں کا ایمان

تمام نجدیوں۔ بدوؤں اور شہریوں۔ کا پختہ ایمان ہو کہ آدمی صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہو کہ اللہ کی عبادت کرے اور اُس کی اطاعت کی پابندی میں سرگرم رہے۔ ہر آدمی کی قسمت پہلے سے لکھی گئی موت کا ایک وقت مقرر ہو۔ ہرگز اُس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی لہٰذا اُسے موت سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں منہمک رہنا چاہئے۔ ہر آدمی کو اُس کے عمل کی جزاء و سزا ملے گی۔ نیکی کا ثواب ملے گا ہو گا۔ بدی پر عذاب پائے گا۔ یہی باعث ہو کہ وہ ہر قسم کے گناہوں اور جرموں سے، خفیہ اور علانیہ، پرہیز کرتے ہیں۔

شوق جہاد

جنگ کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔ دین الٰہی کے دشمن کا قتل عظیم ترین ثواب خیال کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں خود قتل ہو جانا شہادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ اس بات پر انھیں اس درجہ یقین ہو کہ بڑے ہی شوق سے جنگ پر جاتے ہیں۔ ہر بدو اپنا کفن اپنے ساتھ لے جاتا ہو۔ نہایت بے پروائی سے اپنے تئیں موت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جب اُن کا کوئی ساتھی لڑائی میں گرتا ہو، تو بلند نعرہ مارتے ہیں "واخلیلاہ! لقد سبقتنی الی الجنۃ!" (اے دوست تو مجھ سے پہلے ہی جنت میں داخل ہو گیا!) جب دشمن کو بھگا دیتے ہیں تو چلاتے ہیں "یا اہل التوحید! یا اہل التوحید! ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہاں اے اہل توحید! خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں!)

وہ گولیوں کی باڑھ کو "ریح الجنۃ" (جنت کی ہوا) کہتے ہیں اور انتہائی شوق و رغبت سے سینے تانے دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وہ اس موت کو موت نہیں، زندگی خیال کرتے ہیں۔ اگر اُن میں کسی آدمی کی پیٹھ پر گولی لگتی ہو تو اُسے بزدل کہتے اور سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہو "ہمیشہ سینے پر زخم کھاؤ، پیٹھ نہ دکھاؤ۔ موت اٹل ہو، اُس سے کہاں بھاگ سکتے ہو؟ شہادت کی موت مر کر سرمدی زندگی حاصل کر لو" میدان سے بھاگنا اُن کے خیال میں ایسا عیب ہو کہ ایسے شخص کو دفن تک نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہو کہ وہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ اُن کی یہ ثابت قدمی اُن کے دشمن کے حوصلے پست کر دیتی ہو اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہو۔

نجدیوں کی یہ شجاعت و بسالت، عرب میں اس قدر مشہور ہو گئی ہو کہ لوگ اُن کے نام ہی سے ڈر جاتے ہیں۔ چند نجدی سیکڑوں آدمی بھگا دیتے ہیں۔ حجاز کی جنگ، اس حقیقت کا ثبوت ہو۔ حجازی فوج اس قدر مرعوب ہو گئی تھی کہ بے لڑے ہتھیار ڈال دیتی تھی۔ حائل، احساء اور قطیف وغیرہ ممالک کی فتح تر اسی رعب کی وجہ سے ہوئی تھی۔

موت کے بعد

نجدی، سنت نبوی کی اتباع میں بہت ہی سخت ہیں۔ وہ اور مُردوں کا ماتم نہیں کرتے۔ قبروں پر گنبد اور عمارتیں نہیں بناتے اُن کا عقیدہ ہو کہ موت کے بعد جس طرح آدمی کی دنیاوی زندگی ختم ہو جاتی ہو، اُسی طرح اُس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہو۔ کسی میت کو ہماری ظاہری تکریم و تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں وہ ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔ آخرت میں انھیں جو درجے ملے گا وہی اعلیٰ درجہ کے لئے اسی کی دعا کرنی چاہئے۔

جائے۔ اُس کا نام بدستور یہی رہے گا۔ مرحوم کی بیوہ کو زندگی بھر اُسمیں رہنے کا حق ہوگا۔

یہ مکان مرحوم نے ۱۹۰۱ء میں تعمیر کیا تھا، اور اپنی حرم محترم پر وقف کر دیا تھا۔ وزارت نے طے کیا ہو کہ مکان کا وہ تمام سامان اُسی ترتیب سے باقی رکھا جائے گا، جس طرح مرحوم کی وفات کے وقت تھا حتیٰ کہ مرحوم کے کپڑے بھی محفوظ رکھے جائیں گے۔ ان کپڑوں میں ایک سرخ جبہ بھی ہو جو وہ اپنے وطنی لباس کے اوپر پہنا کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا بھی تمام سامان علیٰ حالہ رکھا رہے گا۔ گھر کی ہر چیز پر لکھا جائے گا کہ کب خریدی گئی؟ کیوں خریدی گئی؟ اور مرحوم اُس سے کیا کام لیتے تھے؟

(۳) بیت الامہ ہی میں مرحوم کی نعش دفن کی جائے گی۔ اُن کی موجودہ قبر عارضی ہو۔ اس نئے انتظام کی تکمیل اور جدید شاندار مقبرے کی تعمیر کے بعد نعش یہاں منتقل کر دی جائے گی۔

(۴) سعد پاشا "ابیانہ" گاؤں کے جس مکان میں پیدا ہوئے تھے، وہ بھی خرید لیا جائے اور اُس میں شفاخانہ یا مدرسہ جاری کر دیا جائے۔

(۵) پایۂ تخت میں ایک عظیم الشان شفاخانہ یا یتیم خانہ قائم کیا جائے اور مرحوم کے نام پر اُس کا نام رکھا جائے۔

تعزیت کے پیغام

بیگم زغلول کے نام دنیا بھر سے تعزیت کے پیغام آ رہے ہیں۔ بڑے بڑے آدمیوں اور بادشاہوں نے تار بھیجے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا پیغام سلطان ابن سعود اور اُن کے بیٹے امیر فیصل کا تھا۔ ان دونوں نے نہایت رنج و ملال کا اظہار کیا ہو اور اس حادثہ کو تمام مشرق کے لئے عظیم خسارہ بتایا ہو۔ اگر میں ان تمام پیغاموں کا ذکر کروں تو چٹھی بہت طویل ہو جائے گی۔

یورپین اخبارات کے افکار

یہ معلوم کرنا نہایت اہم ہو کہ زغلول پاشا کی وفات کو یورپ کے اخبارات نے کس نظر سے دیکھا ہو؟ خصوصاً برطانی اخباروں نے کس طرح اظہار خیال کیا ہو؟

ٹائمس آف لنڈن لکھتا ہو:

"زغلول پاشا نے معاملات مصر میں جو حصہ لیا، اُس کے متعلق تاریخ کا فیصلہ کچھ ہی ہو، لیکن یہ یقینی ہو کہ تاریخ انھیں مصر جدید کا سب سے بڑا آدمی شمار کرے گی۔ وہ اپنے اندر ایک حیرت انگیز زندہ روح رکھتے تھے، اگرچہ زیادہ مضبوط جسم کے مالک نہ تھے۔ وہ اپنی جسمانی بناوٹ اور شکل و صورت میں مصری "فلاح" (کسان) کا مکمل نمونہ تھے۔ زبردست شخصیت اور اخلاق رکھتے تھے۔ خلاف عادت شجاعت اور شدید جراءت، اُن کی نمایاں صفت تھی۔ بڑی قوت استدلال، مسکت بات، حاضر جوابی، خوش گفتاری، اور حیرت انگیز خطابت نے انھیں نہایت ممتاز کر دیا تھا۔ محمد علی پاشا اول خدیو مصر کے عہد سے آجتک کسی نے بھی فرعون کی سرزمین میں اتنی مقبولیت، اخلاقی اقتدار، اور عام محبوبیت حاصل نہیں کی جتنی زغلول پاشا نے حاصل کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ مصر جدید کی تاریخ میں وہ پہلے سیاسی رہنما تھے جنھوں نے قوم کے دل و دماغ، دونوں پر یکساں اثر ڈالا اور اس کی سیاسی تربیت کی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہو کہ مشرقی رہنما، مغربی رہنماؤں کے مقابلے میں جلد بوڑھے ہو کر معطل ہو جاتے ہیں، لیکن سعد زغلول، اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک چست و چالاک رہے اور سخت سے سخت دماغی محنت انجام دیتے رہے۔ تاریخ میں بہت کم انتہا پسند انقلابیوں کے نام ملتے ہیں۔ جو ستر سال کی عمر کے بعد بھی اپنا سیاسی اقتدار اور مقبولیت برقرار رکھ سکے ہوں۔ لیکن زغلول پاشا اپنے آخری وقت تک محبوب و مقبول رہے۔ اُن کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی، اُسی قدر زیادہ اُن میں سیاسی جوش اور انقلابی روح بیدار ہوتی گئی۔ . . . برطانیہ نے زغلول کو جلا وطن کیا تھا۔ لیکن اس عظیم انسان کے دل میں اس وجہ سے کوئی بغض پیدا نہیں ہوا۔ برطانیہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اُس کا ایک ایسا دشمن ہو جو خندہ پیشانی سے ہر طرح کی ضربیں برداشت کر سکتا اور پورے جوش سے اُن کا جواب دے سکتا ہو۔ کوئی شخص بھی اس "فلاح" کی شجاعت پر حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس نے بے شمار مخالف قوتوں سے مقابلہ کیا اور سب کو بالآخر اپنے ارادے کے سامنے جھکا لیا . . . !"

ڈیلی نیوز لکھتا ہو:

"زغلول، سالہا سال سے مصر کا معبود تھا۔ سیاسی جنگ میں اُس کی شجاعت و لیاقت بے نظیر تھی۔ وہ اپنی قوم کو کامل خود مختاری کی طرف لے جا رہا تھا۔ لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ کہا تھا "زغلول، شورش کا غیر مسئول علم بردار ہو!" لیکن کچھ ہو، وہ اپنے ملک کی آزادی چاہتا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ مصریوں کے دلوں میں اُس کی عزت بے حساب تھی۔ وہ ہمارا شریف اور بہادر دشمن تھا"

مانچسٹر گارڈین لکھتا ہو:

"زغلول پاشا، تمام مصریوں میں ایک آدمی تھا۔ اُس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہی وجہ ہو کہ اُسے ۳ مرتبہ جلا وطن ہونا پڑا۔ انگریزوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے جاہ و منصب کا لالچ دے کر ملا لیں، مگر اُس نے ہمیشہ انکار کیا، اور کامل خود مختاری کے سوا کبھی کچھ قبول کرنے پر رضا مند نہ ہوا۔ سعد پاشا کی ذہانت، اخلاق، خوش مزاجی، ایسی تھی جس کی نظیر مغلوب قوموں کے رہنماؤں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔"

یہ انگلستان کے متعصب سے متعصب اخبارات کے خیالات ہیں۔ لیبر پارٹی کے اخبارات نے تو اس سے بہت زیادہ لکھا ہو۔ اختصار کے خیال سے ہم ان کا ذکر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام رائیں تار کے ذریعہ قاہرہ کے اخبارات میں پہنچی ہیں اور ابھی ان کا سلسلہ برابر جاری ہو۔

اسی طرح فرانسیسی اخبارات نے بھی طویل و عریض مضمون شائع کئے ہیں اور مرحوم کی بہت تعریف کی ہے۔

نیم سرکاری اخبار "طان" لکھتا ہو: سعد پاشا، مصر کے اسوقت سب سے بڑے آدمی تھے۔ اُن کی زندگی کا اکثر حصہ، اپنے ملک کے لئے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں گزرا۔ وہ دنیا بھر کی نظروں میں معزز و محترم تھے . . . "

"ایکو ڈی پاری" لکھتا ہو "زغلول، مصر کا عظیم آدمی تھا۔ آزادی کا علم بردار تھا۔ مصر میں اُس سے بڑا کوئی آدمی موجود نہ تھا . . . "

اخبار "دیبا" لکھتا ہو "سعد کی موت نے مصر کو اپنے سب سے بڑے رہنما سے محروم کر دیا۔ اُس کی شخصیت، بہت ہی عظیم تھی . . . "

مکتوب بہت دراز ہو گیا ہو۔ آئندہ ہفتے انشاء اللہ میں بتلاؤں گا کہ سعد پاشا کی موت کا اثر مصر کی سیاست پر کیا پڑ سکتا ہو؟ اور انگریز اُس سے فائدہ اُٹھانے کی ابھی سے کیسی طیاریاں کرنے لگے ہیں؟ لیکن قلم روکنے سے پہلے میں بہت ہی اختصار کے ساتھ مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آپکے قارئین اندازہ کر سکیں کہ یہ عظیم زندگی کیونکر شروع ہوئی اور کس طرح موجودہ بلندی تک پہنچی؟

سعد پاشا کی زندگی پر ایک نظر

وہ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔

"۵ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو شیخ سعد زغلول ازہری طالب علم کی سرکاری اخبار الوقائع المصریہ کے ادارۂ تحریر میں تقرری ہوئی۔ ۸۰۰ قرش (ایک قرش ۲ کا ہوتا ہو) ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ یہ طالب علم خوش اطوار ہو۔ شیخ محمد عبدہ نے اُس کے چال چلن کی تصدیق کی ہو" یہ عبارت ایک سرکاری فرمان سے اخذ کی گئی ہو۔ اسوقت مرحوم، ازہر کے طالب علم تھے اور "شیخ سعد زغلول" کہلاتے تھے۔

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو اُن کی تنخواہ ۹۳۳ قرش ہو گئی۔

۳ مئی ۱۸۸۲ء کو "سعد آفندی زغلول" کا تبادلہ وزارت داخلیہ کے محکمہ میں ہو گیا اور تنخواہ ۱۵ پونڈ مقرر ہوئی۔

۶ ستمبر ۱۸۸۲ء کو "جیزہ" کی کمشنری میں محافظ دفتر کا غذات سرکاری مقرر ہوئے۔

۲۷ جون ۱۸۹۲ء میں ۴۵ پونڈ تنخواہ پر درجہ دوم کے مجسٹریٹ مقرر ہو گئے۔

یکم فروری ۱۸۹۴ء میں تنخواہ ۵۵ پونڈ ہو گئی۔

یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں تنخواہ ۶۰ پونڈ قرار پائی۔

۸ اپریل ۱۸۹۹ء میں اُنھیں پہلا سرکاری تمغہ دیا گیا۔

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء میں اُنھیں تیسرا نشان مجیدی عنایت ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۰۶ء میں اُن کی سالانہ تنخواہ ایک ہزار پونڈ ہو گئی۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں "سعد زغلول بک" وزیر تعلیم مقرر ہو گئے۔

۱۲ نومبر ۱۹۰۶ء میں "پاشا" کا خطاب ملا۔

۱۸ جنوری ۱۹۰۸ء میں "مجیدی اول" کا تمغہ ملا۔

۲۳ فروری ۱۹۱۰ء میں محکمۂ عدالت کے وزیر مقرر ہوئے۔

۲۷ جنوری ۱۹۲۴ء میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۲۳ مارچ ۱۹۲۵ء میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۰ جون ۱۹۲۶ء میں دوسری مرتبہ پارلیمنٹ کے صدر منتخب ہوئے۔

۲۳ اگست ۱۹۲۷ء میں فوت ہو گئے۔

اطلاع ضروری

(۱)

بارش کی وجہ سے مطبع الہلال کے مشین روم کے بعض حصے کئی ہفتہ سے کمزور ہو گئے تھے، خصوصاً وہ ستون جن کے ذریعہ مشین موٹر سے ملحق کی گئی ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کام کے روکے بغیر درستگی کی جا سکے لیکن کوئی صورت نہ نکل سکی۔ مجبوراً اس ہفتہ کا کام ختم کرکے ان کی از سر نو تعمیر شروع کر دی جاتی ہو۔ ہم پوری کوشش کرینگے کہ آئندہ نمبر کسی نہ کسی طرح نکل جائے، لیکن اگر کامیابی نہ ہوئی تو اس صورت میں آئندہ جمعہ کا پرچہ جاری نہ ہو سکے گا، اور اُس کے بعد کے جمعہ کو نکلے گا۔ خریداران الہلال کو اگر ستائیس تک پرچہ نہ ملے، تو وہ سمجھ لیں کہ پرچہ شائع نہیں ہو سکا ہو۔ یہ ہفتہ خریداروں کی سالانہ قیمت میں محسوب نہ ہوگا۔ "منیجر"

(۲)

بعض حضرات نے لکھا ہو کہ اسوقت تک مولانا ابوالکلام کے اُن مضامین کی اشاعت شروع نہیں ہوئی ہو جس کا اُن کے احباب کو انتظار تھا۔ بجز باب التفسیر کے اور وہ بھی ہر نمبر میں مسلسل نہیں ہو۔ اُن حضرات کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہو کہ الہلال جاری کرتے ہوئے اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب وقت تک مقدمہ اور تفسیر کی ابتدائی جلدوں کی از سر نو تحریر سے وہ فارغ نہیں ہونگے، الہلال کے لئے پورا وقت نہیں نکال سکیں گے۔ اب وہ ایک حد تک فارغ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہو کہ سفر شملہ سے واپسی کے بعد اس کے لئے کافی وقت نکالیں گے۔

منیجر

ایک عجیب قیامت بر پا ہوگئی۔ اگر فوج اور پولیس کا انتظام غیر معمولی نہ ہوتا تو یقیناً بے شمار جانیں ضایع جاتیں۔ کیونکہ نعش کے بلند ہوتے ہی ہزاروں آدمیوں نے یک وقت آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ سعد کی نعش کا بوسہ لے لے، یا کم سے کم اُسے چھو ہی لے۔ مگر فوج اور پولیس نے پُرجوش مجمع کو روک دیا اور ٹھیک ۸ بجے جنازہ روانہ ہوگیا۔

جلوس میں سب سے آگے فوج کا ایک بڑا دستہ اپنا جنگی باجا بجا رہا تھا۔ اُس کے بعد مزدوری پیشہ طبقہ کی مختلف جماعتیں تھیں۔ ریلوے کے مزدور، کارخانوں کے مزدور، گاڑی بان، لوہار، حجام، غرضکہ مختلف پیشہ وروں کی علحدہ علحدہ صفیں تھیں۔ انکے پیچھے پھر فوج اپنے باجے کے ساتھ تھی۔ اس کے پیچھے مختلف تجارتی کمپنیوں کے مزدور اور کارکن تھے۔ چھاپے خانوں کے مزدوروں کی صفیں، انکے بعد تھیں۔ پھر.....

مگر میرے لئے یہ تمام تفصیل بیان کرنا ناممکن ہے۔ صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ قاہرہ میں جتنی جماعتیں اور فرقے موجود ہیں، جتنے مدارس قائم ہیں، جتنی انجمنیں،...... بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی بھی مخلوق موجود ہے، اُس کا بڑا حصہ جنازے کے ساتھ ماتم کناں موجود تھا!

اس جلوس میں ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اُس میں ہر طرف ہلال اور صلیب، دونوں کے علم بلند تھے۔ دونوں ہوا میں ہلتے تھے اور ہم آغوش ہو جاتے تھے۔ یہ نظارہ نہایت ہی پُراثر تھا۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا تھا کہ مصر میں اب ایک ہی عنصر باقی ہے، اور وہ آزادی خواہ مصری قوم ہے۔ اور یہ کہ سعد زغلول کسی ایک فرقہ کا رہنما نہ تھا، بلکہ مصر کے تمام فرقوں کا یکساں طور پر رہنما تھا۔ وہ جس طرح مسلمان مصریوں کا محبوب تھا، اُسی طرح مسیحی مصریوں کا بھی محبوب تھا!

نماز جنازہ

ٹھیک ۶ بجے جنازہ، مسجد قیسون میں پہونچا۔ یہاں لاکھوں مخلوق نے نماز جنازہ ادا کی۔ صفوں میں سیکڑوں قبطی عیسائی، اور مصری یہودی بھی مسلمان نمازیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے، اور اپنے سردار کی مغفرت کے لئے رب العالمین سے الحاح وزاری کر رہی تھی!

قبر پر!

نماز کے بعد جنازہ پھر آگے بڑھا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ قبر کے قریب پہنچکر جلوس رکا۔ ۷ آدمیوں نے گاڑی پر سے نعش اُتاری۔ اِن میں دو قبطی عیسائی بھی شامل تھے۔ قبر میں نعش اُتارنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ اس وقت کا ماتم ناقابل بیان ہے۔ دُنیا کا کوئی قلم بھی اُسے نہیں لکھ سکتا۔ ایسا ماتم تھا کہ دل ہلے جاتے تھے۔ ۶ معزز آدمی بیہوش ہو کر گر پڑے!

اس تمام دوران میں قلعہ سے توپیں دغتی رہی تھیں۔ مسیحی گرجوں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تکبیروں کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ قاہرہ، پورے معنی میں نشانِ غم بن گیا تھا۔

مٹی دینے سے پہلے فتح اللہ باشا برکات قبر میں اُترے اور مرحوم کو آخری سلام کر کے نکل آئے۔

وزیر داخلیہ کی تقریر

اس مؤثر موقعہ پر جعفر والی باشا وزیر داخلیہ کھڑے ہوئے اور کہا:

"سعد، مر گیا۔ اُف، کیسی سخت مصیبت درپیش ہے! یہ ایسی مصیبت ہے جس کا غم کبھی دُور نہیں ہوگا۔ سعد پاشا نے جن اعلیٰ اصول پر اپنی زندگی قربان کی، الحمد للہ اب وہ اصول تمام مصری قوم کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں۔ اگر یہ جلیل القدر وجود اپنے جسم سے دُور ہوگیا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اُس کی روح ہمارے اندر برابر زندہ رہے گی۔ ہم سب ایک ایک کر کے اسی طرح مر جائیں گے، مگر قوم اس شخص کی پیدا کی ہوئی روح سے ہمیشہ زندہ رہیگی!"

پارلیمنٹ کی تعزیت

وفات کے دوسرے دن پارلیمنٹ کے تمام ممبر بیت الامہ، (یعنی قوم کا گھر۔ یہ اُس مکان کا نام ہوگیا ہے جس میں سعد پاشا رہتے تھے) میں جمع ہوئے، اور بیگم زغلول کے سامنے حسب ذیل تقریر کی:

"مرحوم و مغفور رہنما کی حرم محترم!

"یہ موقعہ ہمارے لئے نہایت ہی دردناک ہے کہ بیت الامہ میں جبکہ وہ سعد سے خالی ہو چکا ہے، اُس کی رفیق حیات کی تعزیت کو حاضر ہوں۔

"معزز خاتون! مصری قومیت کی تعمیر میں سعد نے پہلی اینٹ رکھی۔ اُسنے پوری سرزمین مصر کو ایک قوم بنا دیا اور اُس کا ایک ہی نعرہ قرار دیدیا۔ وہ نعرہ، کامل آزادی کا نعرہ ہے۔ اُسنے پوری قوم کی ایک صف بنا دی۔ خود آگے کھڑا ہوا، اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُسنے آزادی کی صفیں آگے بڑھائیں۔ عزت و عظمت کی راہوں میں داخل ہوا۔ تمام مشکلیں حل کر ڈالیں۔ رکاوٹیں دُور کر دیں اپنی بے نظیر قربانیوں سے منزل مقصود قریب کر دی۔ اپنی بے مثل شجاعت سے ناممکن کو ممکن بنا دیا!

"سعد، دستوری حکومت کا باپ تھا، محافظ تھا، سپہ سالار تھا سپاہی تھا۔ پارلیمنٹ کا سب سے پہلے کھولنے والا تھا۔ منبر خطابت کو سب سے پہلے ہلا ڈالنے والا تھا۔ حکومت کے ایوان میں سب سے پہلے اُسی کی حق گو آواز گونجی تھی!

"سعد ہی نے پارلیمنٹ کے اصول مقرر کئے۔ ضوابط بنائے۔ دستور العمل مرتب کیا۔ اُس کی عزت بڑہائی۔ اُس میں عظمت پیدا کی اُسے قوت بخشی۔ اپنے جاہ و جلال کا ایک عظیم پرتو اُس پر ڈالا، اور وہ پُرجاہ اور پُرجلال بن گئی.........

"سعد اپنی صدارت کی کرسی پر حق و باطل کی سچی میزان تھا۔ دُور اور نزدیک کے لئے روشنی کا ستون تھا۔ فصاحت میں صادق البیان تھا۔ پیری میں شباب عزم تھا۔ فیصلہ کی عظمت تھا۔ لفظ میں بلاغت تھا۔ حجت بالغہ تھا۔ آیۃ اللہ تھا۔ ہدایت کا نور تھا۔ عقل کا ستون تھا۔ خطابت کا امام تھا....

"محترم خاتون! اسوقت جبکہ حزن و ملال نے آپ کو اپنی موجوں میں لے لیا ہے، اور جبکہ سعد پر رب کریم کی نظر عنایت پڑ رہی ہے، ہم اپنے زخمی دلوں کے ساتھ تعزیت پیش کرتے اور قسم کھاتے ہیں کہ جب تک زندگی باقی ہے کامل آزادی کے حصول کی جد و جہد جاری رکھیں گے اور پورے اتحاد و اتفاق کے ساتھ دستور حکومت کی حفاظت کریں گے۔

"محترم خاتون! سعد نہ آپ کا تھا نہ ہمارا تھا۔ وہ خدا کا تھا اور وطن کا تھا۔ اُسنے اپنی تمام جرأت و ہمت، عظیم قربانیاں، عزم راسخ، غرضکہ جتنی بھی ما فوق العادت قوتیں اُسے ملی تھیں، سب کی سب اپنے وطن کی خدمت پر وقف کر دی تھیں، یہاں تک کہ موت آگئی، اور اُسے شہادت نصیب ہوئی۔ سعد، شہید وطن ہے!

"سعد اپنی قبر میں آرام سے سوئے، کیونکہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ گیا ہے جو اُسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ پس سعد پر اُس کی زندگی میں سلام ہو اور موت کے بعد قبر میں بھی....."

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ فتح اللہ باشا نے بالائی کمرے سے چلا کر کہا: "حضرات! سعد باشا کی حرم محترم آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ خاموش ہو جائیے۔ وہ کہتی ہیں آپ کی تقریر سے میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ آپ کی ہمدردی کی از حد شکر گذار ہوں۔ میری زبان اس کے اظہار سے قطعاً عاجز ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ آپ سب کے سلامت رکھے۔ زندہ باد مصر!"

سعد پاشا کی حرم کا بیان

صفیہ خانم زوجہ محترمہ سعد پاشا مرحوم نے قوم کے نام حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:

"میرے فرزندو!

"اگر سعد، جوارِ خداوندی میں پہنچ چکا ہے، مجھ اکیلی کا سعد ہوتا، تو اُس کی موت پر تمھاری تعزیتوں کا شکریہ ادا کرتی۔ لیکن وہ پورے مصر کا سعد تھا۔ وہ مصر کا سپہ سالار تھا۔ امین تھا۔ اُسکی موت کی مصیبت، خود تمھاری مصیبت ہے۔ اُس کا ماتم خود تمھارا ماتم ہے۔ اگر مجھے شکریہ ادا کرنے کا کوئی حق پہنچ سکتا ہے تو وہ صرف اس لحاظ سے کہ اُس کی محبت مجھے حاصل تھی۔ اُس کی نیکی مجھ پر دائمی تھی۔ اُس کے نام کی عزت مجھے نصیب ہوئی تھی۔ اُس کی وجہ سے تمھاری محبت اور قومی حکومت کی شفقت مجھے میسر آئی۔ اگر اتنا حق میرے لئے منظور کرو تو میرا شکریہ قبول کر لو۔ ایسا شکریہ، جس کے اخفا کی قدرت میرے دل میں نہیں ہے اور جس کے اظہار سے میری زبان قاصر ہے۔

"میرے بچو! سعد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک اعلیٰ مطمح نظر تھا۔ سعد مر گیا، مگر الحمد للہ یہ مطمح نظر ہنوز باقی ہے۔ اُس کی محبوب شکل ہم سے اوجھل ہوگئی، مگر اُس کی قیمتی یاد ہمارے دلوں میں زندہ رہے گی، والذکریٰ تنفع المؤمنین!

"اگرچہ اُس کی جدائی کے غم نے ہمارے دل توڑ ڈالے ہیں، لیکن آؤ، اس غم کو مزید حمیت و شجاعت کا ذریعہ بنائیں۔ یہ غم ہماری ہمتیں بلند کرنے والا اور ہم میں ایک بالکل نیا جوش پیدا کرنے والا ہو، کیونکہ شریف غم ایک ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے جو بے روک ہوتی ہے، ایسی ہمت لاتا ہے جو لا متناہی ہوتی ہے۔ اگر سعد کا ہم پر کوئی حق ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم امید کو نہ چھوڑیں، کیونکہ یہ پودا اُسی کا لگایا ہوا ہے۔ اُس کے حسن ظن کے مطابق ثابت ہوں۔ اُس کا کام پورا کریں۔ اُس کی رکھی ہوئی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کر دیں۔ مصر کو یاد رکھیں۔ مصر کے سوا سب کچھ بھول جائیں۔ مصر ہی ہمارا ابتدا و منتہا ہے۔ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی خاک میں مل جانے والے ہیں۔ ہم ایسا کرینگے تو یقین کرو، سعد کو اپنی صفوں میں پائیں گے۔ ہر خادم وطن، ہر مجاہد وطن، سعد کو اپنے دل کے اندر دیکھیگا۔ اس لئے کہ سعد، جس سے ہم محبت کرتے اور جسے ہمیشہ یاد رکھنا ہیں، دراصل ہمارا وہ مطالبۂ حق ہے جس کے لئے ہم کوشاں ہیں یعنی آزادی، یعنی خود مختاری۔ اسی پر ہم جیئنگے اور اسی پر مرینگے۔

"میرے عزیزو! آج مصر تمھاری طرف دیکھ رہا ہے، تم بھی اُسے دیکھو۔ وہ تمھیں پکار رہا ہے، تم بھی اُس کی آواز سنو۔ تم کبھی اُس کی پکار سے کان بند نہیں کئے۔ آج پھر اُس کی طرف دوڑو، بے شک سعد مر گیا، مگر مصر زندہ رہے! بے شک قوم کا سعد مر گیا، مگر قوم زندہ رہے! قومی آرزوؤں کا نشان مٹ گیا مگر قومی آرزوئیں زندہ ہیں۔ آؤ ہم بڑھ کر سعد کا جھنڈا اپنے کاندھوں پر لیں۔ وہی اللہ جس نے مصر کے لئے ظلمت غفلت کے بعد نور کی راہ باز کر دی تھی! ہمیں آیندہ بھی راہ راست دکھلائے گا، اور مصر کے لئے سعد کا نعم البدل پیدا کرے گا......."

سعد پاشا کی یادگار

مجلس وزارت نے سعد پاشا کی یادگار قائم کرنے کے لئے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:

(۱) مرحوم کا ایک مجسمہ قاہرہ میں اور ایک اسکندریہ میں نصب کیا جائے۔ یہ دونوں مجسمے مرحوم کو حالت خطابت میں ظاہر کریں۔

(۲) "بیت الامہ" (سعد پاشا کا مکان) خرید کر قومی جائداد

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔
بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ کو مل سکے

ادبیات

اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا!

مرحوم سعد باشا زغلول کی بلیغ تقریریں

مرحوم احمد سعد باشا زغلول کی فصاحت و بلاغت اور قوت خطابت، مشہور عالم ہے۔ اُن کی مقبولیت اور سیاسی زعامت کی کامیابی میں ایک بڑا راز اُن کی یہی ساحرانہ خطابت ہے۔ ہم چاہتے ہیں اُن کی بعض مشہور تقریروں کے اقتباسات وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ ان سے مرحوم کا سیاسی مذہب اور فکری رجحان بھی معلوم ہوگا۔

شہیدانِ وطن کی یاد

"ہمہ تن خشوع ہوکر اُن پاک روحوں کی طرف، بہادروں کی روحوں کی طرف، متوجہ ہوتا ہوں، جنھوں نے حق کا اعلان کیا، حالانکہ حق کا اعلان، مصر میں سب سے بڑا جرم تھا!

"وہ حق کا ڈنکا بجاتے آگے بڑھے۔ اُن کی بے لاگ شجاعت نے ہمیں مسخ روکر دیا۔ سب کو وطن کے احترام پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنا فرض انجام دے چکے۔ اب وہ آرام سے اپنی قبروں میں سوئیں۔ آزادی کی سہانی صبح اُن کے خون سے نہائی ہوئی، غلامی کی ظلمت چاک کرکے نکل آئی۔ اللہ اُن کی قبریں روشن کرے۔ فردوس بریں میں انھیں آرام دے۔ اور ہمارے عمل سے اُن روحوں کو خوش کرے"

نوجوان

"میری قوم کی جوانی پر خدا کا سایہ! نوجوانوں نے جوانی کے اُن تمام خزانوں کے منہ کھول دیئے جو اُن کے سینوں میں بند تھے۔ پورے ملک کو جوش اور خودداری سے لبریز کر دیا۔ دلوں میں عظمت پیدا کی، سروں میں حکمت اُتاری، جسموں میں نظام قائم کر دیا۔ نوجوان ہی ہماری تحریک کا اصلی ستون ہیں۔ مصر کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ مستقبل انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور نوجوان ہاتھوں کی قوت معلوم ہے"

علماء دین

"میں علماء اسلام اور مسیحی قسیسوں کا شکر گزار ہوں۔ انھوں نے متحد ہوکر دشمن کی سب بڑی حجت باطل کر دی۔ تمام اختلافات دور کر دیئے، اور ثابت کر دیا کہ سب دین اپنی غرض میں ایک ہیں۔ سب وطن کی مدافعت فرض قرار دیتے ہیں، سب کا تعلق، خالق ارض و سماء کی عبادت سے ہے۔ سب وطنی مصلحت میں مخلوق کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں"

اصول نہ کہ اشخاص

"سعد اور اُس کے رفیق، تم میں انبیاء نہیں ہیں جنھوں نے معجزے دکھائے۔ اولیاء نہیں ہیں جنھوں نے کرامتیں دکھائی ہیں۔ وہ تمھارے ہی افراد ہیں۔ تمھارے اصول کے خدمتگذار ہیں۔ تمھارے ہی آدمی ہیں، تمھارے شعور کا اُنھوں نے احساس کیا اور تمھارے اصول سے لبریز ہوگئے۔ چنانچہ وہ اُن کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس ہمارے لئے کوئی فخر نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ تم سب کا فخر ہے۔

"بلاشبہ میں نے کچھ خدمت کی ہے۔ لیکن میں نے کوئی قربانی نہیں کی، کیونکہ میں بے روزگار تھا۔ البتہ میرے ساتھیوں نے قربانیاں کی ہیں۔ اُنھوں نے اپنے منصب اور عہدے چھوڑے، حتی کہ اپنی اولاد تک کی جدائی گوارا کی، اور آپ جانتے ہیں کہ میرے کوئی اولاد بھی نہیں (اسپر حاضرین پکارے "ہم سب آپ کی اولاد ہیں") بلاشبہ تم سب میری اولاد ہو۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمام اعزاز اشخاص کے لئے نہیں، اصول کے لئے ہے۔ وہ اصول، سعد اور سعد کے رفقاء سے کہیں بلند ہے"

اتحاد

"میری نظر میں سب سے بڑی اور محبوب چیز مسلمانوں اور قبطیوں کا اتحاد ہے۔ یہ علم، جو اس مبارک اتحاد کا نشان ہے، مجھے دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ علم میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی پوری قوت سے اُس کی حفاظت کروں گا اور زندگی کے آخری لمحے تک اُسے بلند رکھوں گا۔ "مسلمان" اور "عیسائی"! لیکن میں مسلمان اور عیسائی نہیں چاہتا۔ مصر میں صرف ایک قوم ہونا چاہیے اور وہ مصری قوم ہے"

وکالت

وکلاء کے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مرحوم نے کہا:

"میری خدمتوں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے لئے ان خدمتوں پر فخر کرنا روا نہیں ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے صرف اس بات پر فخر کرنا چاہتا ہوں کہ میں وکالت کے پیشے میں داخل ہوا اور اُس کی خدمت کی۔

"ہاں، میں اس خدمت پر بہت زیادہ فخر کرتا ہوں۔ مجھے کوئی انانیت کا الزام نہ دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں اُس زمانے میں اس پیشہ کا کیا حال تھا؟

"میں نے وکالت کا پیشہ اُسوقت اختیار کیا جب یہ پیشہ معزز نہ تھا، جیسا اسوقت ہے۔ بلکہ وہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور اُس کے آدمی بھی حقیر سمجھے جاتے تھے۔ یہ پیشہ اصل میں جس قدر شریف تھا، ہمارے ملک میں اُسی قدر ذلیل ہوگیا تھا۔ وکیل اور دغاباز، یہ دونوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے۔ اونچے خاندان کا کوئی رکن بھی اُس میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اُسوقت خود وکلاء کو بھی اپنی عزت نفس کا کوئی خیال نہ تھا۔

"لیکن یہ سب جانتے ہوئے بھی میں اس پیشے میں در آیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی اخلاقی شجاعت کا کام تھا۔ میں سنا کرتا تھا کہ لوگ وکیل اس لئے بنتے ہیں کہ مکر و فریب کی راہوں سے دولت کمائیں۔ میں نے کہا لیکن میں اس لئے وکیل بنوں گا کہ حق و عدالت کی خدمت کرسکوں۔

"یہ اُسوقت کی بات ہے جب وکیل، حاکم عدالت کے رحم پر ہوتا تھا۔ اُس کی ذراسی ناراضی بھی، وکیل کو اپنی کمائی سے محروم کر دیتی تھی۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایک مقدمہ پر بحث کر رہا تھا۔ مخالف وکیل نے کہا آج پیشی بڑھا دی جائے۔ میں نے اعتراض کیا، مقدمہ کا التوا ناروا ہے، کیونکہ ملزموں کو قید خانے میں بلاسبب رکھنا ناروا ہے۔ حاکم خفا ہوگیا "فوراً اپنے الفاظ واپس لو" حاکم نے کہا "عدالت کے لئے کوئی بات بھی ناروا اور ناجائز نہیں" لیکن میں نے الفاظ واپس لینے سے انکار کیا اور سخت صورت حال کا مقابلہ کیا۔

"اسی طرح کے بہت سے واقعات پیش آتے رہے، یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا جب یہ پیشہ معزز ہوگیا اور حکام، وکلاء کی دوستی پر فخر کرنے لگے"

قومی نگرانی کے حدود

"ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ قوم کو ہماری نگرانی کا حق ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنا مطالبہ ہمیں بتلائے۔ اُسنے یہ مطالبہ ہمیں بتایا ہے کہ "کامل آزادی" اب ہم کوشش کرتے ہیں۔ قوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوشش کی راہیں بھی ہمارے لئے مقرر کرے۔ قدم قدم پر ہم سے بازپرس کرے اگر ہم کسی سے گفتگو کریں تو ہم سے رد و کد طلب کرے اگر ہم کہیں جائیں تو ہم سے وجہ دریافت کرے۔ قوم کو چاہیے کہ خاموشی سے ہماری کوشش دیکھے۔ جب ہم اُس کے سامنے اپنی کوشش کے نتائج پیش کریں تو بلاشبہ اُسے حق ہے کہ ہماری تجویزیں خوب جانچے اگر اُس کی پسند کے مطابق نہ ہوں تو ٹھکرا دے۔ ہمیں ہرگز کوئی شکایت نہیں ہوگی"

آزادی کی نعمت

"ہم دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہوجانے پر طیار ہیں۔ سب آرام ہم سے چھین لو، ہمارا مال و دولت بھی ضبط کرلو۔ ہم اس سب پر صبر کرلیں گے، مگر اے ہمیں غلام بنانے والو! یاد رکھو، ہم آزادی سے ہرگز دستبردار نہ ہونگے۔ آزادی، خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اُس سے محرومی خود زندگی سے محرومی ہے"

قومی وحدت

"قوم اسکے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کا ایک مجموعہ ہے، وہ مجموعہ جس کی مصلحت ایک ہے، جس کا شعور ایک ہے، جس کی آرزو ایک ہے۔ ہماری قوم کی اسوقت آرزو کیا ہے؟ کامل خود مختاری!

"ہماری قومی وحدت مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اُس میں نہ فرقے ہیں نہ درجے ہیں۔

وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ "باشاؤں" (امیروں) کا گروہ بڑا قوم پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک میں نہ "باشاؤں" کا کوئی خاص گروہ ہے نہ "فلاحین" (کسانوں) کا۔ ہم سب "باشا" بھی ہوسکتے ہیں اور "فلاح" بھی ہوسکتے ہیں۔ میرے اپنے خاندان کے لوگ فلاح ہیں لیکن میں سعد زغلول باشا ہوں۔

"وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر دینی فرقے موجود ہیں۔ ممکن ہے پہلے کبھی ہوں، لیکن اب کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو وہ ایک ہی فرقہ ہے۔ یعنے مصری قوم، جب سے جدید بیداری طلوع ہوئی ہے ہلال اور صلیب نے ہمیشہ کے لئے معانقہ کرلیا ہے۔ یہ صرف مسلمان اور قبطی کا معانقہ نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا [illegible] قوموں اور مذہبوں سے اتحاد کا نشان ہے۔ ہم متعصب نہیں [illegible]

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (مینجر الہلال کلکتہ)

۱۹۲۷

الہلال

نمبر ۱۵

جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترين کتابوں کيلئے بهترين رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقيع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت کے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنکي اهميت کا عام طور پر اعتراف کيا گيا هے -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے تقاضه کيجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضميمه آپکے لئے مهيا کرے - ليکن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square

London. E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هيں

دنيا کے هر معلم اور ماهر فن تعليم کيلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعليمي ضميمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هيں که فن تعليم کے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپکو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں رکهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع کرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يهاں کے ايجنٹ سے طلب کيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هيں -

کيا آپ تجارت کرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں که يورپ اور امريکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملک کو آشنا کريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليکر ايک وقيع کار و بار شروع کرديں ' تو آپ کو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم کرني چاهئيں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهيد سيکهنے چاهئيں - هندوستان کے تمام حلقوں اور يورپ و امريکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهيوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئيں - بغير اس کے آپ کامياب نهيں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هيں که بهت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرليں ' تو آپکو چاهيے که هم سے خط و کتابت کريں - هم يه کام به حيثيت ايک ماهر فن کے کر رهے هيں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائيگا که آپکے مقصد کيلئے هم کس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا کے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشينيں جو گرم ملکوں کے ميوؤں کو خشک کرنے ا پهلوں کو محفوظ رکهنے کيلئے ضروري هيں ' اس کارخانے ميں طيار کي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم کي مشينوں کا بهترين کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کيجيے -

ياد رکهيے

ميوؤں ' ترکاريوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشينيں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هيں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ١٥ — کلکته : جمعه ٣ . ربیع الثانی ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قاریین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٢١٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	١٩٧	اردو حروف کی حق مین	٣٤٩
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٣٢٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	٢٢٣	نستعلیق هون	١١٧

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں ئکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

ونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہوگیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہوگئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ہوگئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہوچکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا بیس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے ازحد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کرونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' درحقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق صرف غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ پر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غائب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قویٰ برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح و سالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

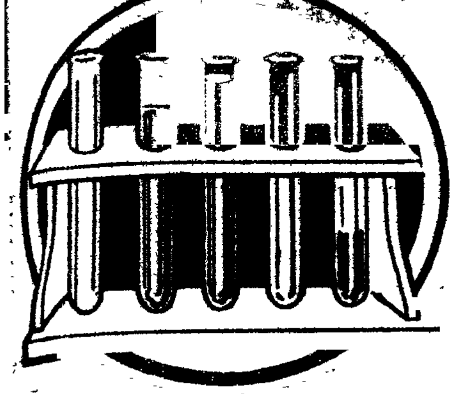
تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہوگئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

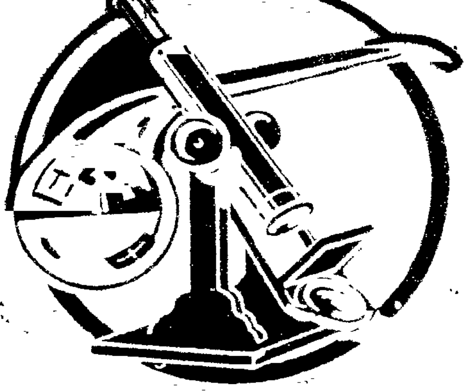
ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعویٰ ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلة الملغ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ھی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمیٰ بن جاسکتا ہے -



مذاکرہ علمیّہ



برتر انسان

(Super man.)

(ایک جدید علمي تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر ورونوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کي واپسي کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسي پچھلي اشاعت میں درج ہو چکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطي سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہي جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئي انساني نسل بھي پیدا کي جا سکتي ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمي و دماغي قویٰ میں کہیں زیادہ برتر ہوگي - ڈاکٹر ورونوف اِس آیندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کي اصطلاح ہے - اُس کا دعویٰ ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کي حد سے نکل کر علمي حقائق کي صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کي راہ میں بہت سي مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک وشبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اُٹھ چکے ہیں - عنقریب انساني تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کي تخلیق ابھي تک ایک نظریہ ہي ہے ' اگرچہ ڈاکٹر ورونوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کي تکمیل میں بھي وہ بندر کي گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر ورونوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمي وعقلي قویٰ کے آدمیوں میں ایک تیسري گلٹي کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کي نسل ضرور برتر ہوگي - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کي اولاد حیرت انگیز عقلي و جسمي قویٰ کي مالک ہوگي -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دامنوں میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائي دیتا ہے - یہي انسان اور اُس کي نسل ابد الا آباد تک دنیا پر حکومت کرے گي - یہ نسل ایک ایسي قہرمان عقل و جسم کي مالک ہوگي کہ تمام مخلوقات اُس کي قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائیگي ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انساني عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہي پر نہیں ہونگے - اب میري توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکي عمر آٹھ اور دس برس کي ہے - بندر کي گلٹي ہي یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گي ' اور انھیں ایک نیا آدمي بنا دے گي - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولي ذہانت اور جسماني قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور ان کي نسل مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگي - اِس مقصد میں سب سے بڑي مشکل یہ در پیش ہے کہ ترقي یافتہ بندروں (شمپانزي اور اورنگ اوٹنگ) کي کافي تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمي کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انساني کي کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کي افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

ہندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسي وسیع معلومات رکھنے والے آدمي دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائي ' موجد ' موسیقي داں ' شاعر ' ریاضي ' فلکي ' سب ہي کچھ ہے - غیر معمولي دماغي قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسماني قوت بھي رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' ورو نوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جواني واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضي ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعویٰ ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسي گلٹي کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کي عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کي پابندي ضروري ہے جو اُس کے خیال میں درازي عمر کي ضروري شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئي علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

وفات کا پته چل گیا - وہ شاهي محل میں گهس پڑي اور بایزید کے بیٹے کو بایزید کي آمد تک تخت پر بٹها دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکهه چهوڑے تهے تاکه وہ وفادار اور اطاعت شعار رهیں - معامله یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه فوج سازش سے بهي واقف هوگئي اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کي زندگي کے هولناک تاریک دن شروع هوتے هیں - قاصد هوا کي طرح اڑ کر بایزید کے پاس پهنچا - ولي عهد گویا پہلے هي سے تیار بیٹها تها - فوراً روانه هوگیا اور نهایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل هوا - لیکن قصر شاهي میں فوج نے داخل هونے نهیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپني وفاداري کي قیمت لیني چاهي - بایزید ڈرپوک تها - فوراً خزانے کا منهه کهول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یهي بخشش فوج کا مطالبه اور قرضه بن گئي اور سلطنت کے لیے بهت مضر ثابت هوئي -

بایزید تخت نشین هوگیا اور اپنے بهائي جم پر قابو حاصل کرنے کي تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تها - باپ کي وفات اُس وقت معلوم هوئي جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین هوچکا تها !

سخت متحیر هوا که کیا کرے ؟ یه ظاهر تها که صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کي کوئي جماعت باقي نهیں رهي هے - علماء اُس کے سخت خلاف هیں اور عام راے اُنهي کے زیر اثر هے - اب اُسے اپنے سامنے دو هي راهیں نظر آتي تهیں : بهائي کي اطاعت، یا جنگ - پهلي صورت کي طرف اُس کا رجحان تها، مگر دو باتوں سے ڈرتا تها : ایک یه که گلیشیا کي حکومت اُس کے هاتهه سے چهین لي جائیگي - دوسرے یه که بایزید اُسے قتل کرنے کي کوشش کریگا - کیونکه ترک سلاطین کا عام دستور تها که اپنے بهائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تهے - اگرچه وہ کتنے هي مطیع و وفادار هوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپني کامیابي کي قوي امید تهي - گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تهے - اُس نے خیال کیا، بایزید بزدل اور پست همت هے - هرگز مقابله نه کرے گا -

(٥)

چنانچه وہ فوراً کمر بسته هوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسه کي طرف بڑها - بروسه، قسطنطنیه کي کنجي هے - اُسے یقین تها، بایزید کي تیاري سے پہلے هي وہ بروسه پر قابض هوجائے گا - مگر بایزید بهي غافل نه تها - مقابله کي طیاري کرچکا تها - جم کے متحرک هوتے هي اُس نے بهي ایاز پاشا کي قیادت میں ایک فوج روانه کردي، اور خود ایشیائي ساحل پر جنگي کارروائي کرنے کیلیے آ موجود هوا -

دونوں فوجیں ٹهیک وقت بروسه کے سامنے پهنچیں - شهر والوں نے اپني بربادي کے خوف سے دونوں پر شهر کے دروازے بند کردیئے - باهر هي باهر فیصله کر لینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم هوا اور پہلے هي معرکه میں بایزید کي فوج بهاگ نکلي - جم، مظفر و منصور شهر میں داخل هوا اور اپني سابق عیاشي پهر شروع کردي - اب اُسے کامل یقین تها که پایۂ تخت کا مالک هوجائے گا -

لیکن یه اُس کي سخت غلط تهي - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کي سپه سالاري میں بهیجي - مگنیا سے ایک دوسري فوج اُس کي کمک پر چل دي، اور دونوں نے مل کر جم پر حمله کردیا - عیش پسند شاهزادے کے سپه سالار، نصوح نے دشمن کي قوت دیکهي تو درۂ ازواد کي طرف پسپا هوگیا - خود جم کو بهي بروسه خالي کرنا پڑا - صرف ستره دن کي حکومت اُس کي قسمت میں لکهي تهي !

بایزید نے صرف اپني جنگي قوت هي پر بهروسه نهیں کیا ؛ بلکه سازش کا جال بهي پهیلا دیا - بڑي بڑي رشوتیں دے کر جم کے بهت سے آدمي ملا لیے - حتی که اُس کا وزیر یعقوب بهي خیانت پر آماده هوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شهر چلنے کا مشوره دیا - یهاں بایزید کي ایک بڑي فوج موجود تهي - فوراً جم پر ٹوٹ پڑي - اب بهي پله شاهزادے هي کا بهاري تها - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپه سالار نصوح نے دغا کي اور فوج کا ایک بڑا حصه لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئي چاره باقي نهیں رها تها -



سلطان محمد فاتح
جبکه وہ قسطنطنیه کے سقوط کے بعد شهر میں
داخل هوا

لیکن ابهي ایک امید باقي تهي - سلجوق خاتون، سلطان محمد فاتح کي پهوپهي، دونوں بهائیوں میں صلح کي کوشش کر رهي تهي - خود جم نے اُسے بروسه سے بهیجا تها - تجویز یه تهي که سلطنت تقسیم هوجائے - یوروپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بهت کچهه سمجهایا - بهائي کے حقوق یاد دلائے، مگر کامیابي نه هوئي - بایزید نے صاف کهدیا " بادشاهوں میں رشته نهیں هوتا "

جم، شکست کها کر بهاگا - راسته میں خود اُسي کے سپاهیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمي کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شهر میں اِس طرح پهنچا که تن پر ایک کپڑا بهي نه تها اور سردي سے اُس کا تمام بدن کانپ رها تها - اگر ایک شخص رحم کها کے اُسے اپنا گرم کوٹ نه دے دیتا تو یقیناً ٹهٹهر کر مر جاتا !

شکست کے ایک هفته بعد وہ قونیه پهنچا - یهاں اپني ماں اور بیوي سے ملاقات هوئي - اِنهیں لے کر شام روانه هوا، اور شام سے ٢٨ جون سنه ١٤٨٢ع کو مصر پهنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائي نے شهر کے باهر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مهمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مهینے آرام

افسانہ

ترکی تاریخ کا ایک مجهول صفحه

(شاهزاده چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزاده " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخوں نے بهي اِس کا ذکر نهیں کیا هے - نتیجه یه هے که یه نام بالکل اجنبي معلوم هوتا هے - حالانکه اِس کا واقعه ترکي تاریخ میں ایک نهایت هي غم ناک فاجعه (تریجدي) هے - اور اِس وقت بهي مشرقي دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس هے - آج هم قارئین الهلال سے اِس تاریخي شخصیت کا تعارف کراتے هیں -

(۱)

چم — یا یوروپین تلفظ کے مطابق " زیزم " — ایک بد نصیب مشرقي شاهزاده هے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پیچها کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیه کا یه منجهلا لڑکا تها - اُس میں جسماني قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجي ' رقیق احساس ' شجاعت ' جمله اوصاف جمع هوگئے تهے - پیدائشي شاعر تها - ترکي شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود هیں ' اور اُس کي ذهني بلندي اور شاعرانه تخیل کا بهترین ثبوت هیں -

اُس کا آغاز نهایت امید افزا تها - گمان هوتا تها که قدرت اُس پر پوري طرح مهربان هے - ابهي اُس کي عمر دس برس هي کي تهي که اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کي قابلیت کا معترف هوگیا اور صوبۂ قسطموني کا حاکم مقرر کردیا - یهاں شعراء و ادباء کي ایک بڑي جماعت موجود تهي - کم سن شاهزادے نے اُنهیں باریاب کیا ' تعلقات بڑهائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتهه شعر و ادب کا با قاعده مطالعه کیا - تهوڑي هي مدت میں اپنے استادوں سے بهي بازي لے گیا - اُسي زمانے میں ایک فارسي قصے " خورشید و جمشید " کا ترکي شعر میں ترجمه کیا اور اپنے والد کے نام هدیه کیا - محمد فاتح بهت خوش هوا - پہلے سے زیاده مهربان هوگیا اور صوبۂ گلیشیا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹهاره سال کي تهي ' مگر وه پخته کار حکمراں بن چکا تها -

گلیشیا میں اُس نے اپني انتظامي قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یه صوبه پہلے سلجوقیوں کي ایک ریاست تها - آل عثمان نے اُسے فتح تو کرلیا تها ؛ مگر پوري طرح قابو نهیں پاسکے تهے - همیشه بدامني اور شورش برپا رهتي تهي - سابق سلجوقي حکمران بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رهتے تهے - مصر کے چرکس بادشاه اور ایران کے شهنشاه اُن کي امداد کرتے تهے - اُس وقت ترکي سلطنت میں اِس صوبے سے زیاده مشکل حکومت کسي صوبے کي نه تهي - والیوں پر والي آتے تهے اور ناکام لوٹ جاتے تهے -

لیکن چم نے آتے هي اپني بے نظیر همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمه کردیا - هولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گهس جاتا تها - دست بدست لڑائیاں لڑتا تها - بڑے بڑے شه زوروں سے نبرد آزما هوتا اور همیشه غالب رهتا - تهوڑے هي دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چها گیا - چم کا نام دل دهلا دیتا تها - باشندے ڈر سے اُس کا نام نهیں لیتے تهے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تهے !

(۲)

پانچ برس تک نهایت بیدار مغزي سے حکومت کرتا رها - هر طرف امن و امان قائم هوچکا تها - کوئي پیچیدگي بهي باقي نهیں رهي تهي - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلي پیدا کي ' اور اِسي تبدیلي سے اُس کي بد نصیبي کا آغاز هوا -

حکومت کي ذمه داریوں سے غافل هوگیا - عیش و عشرت کي بساط بچها دي - نفس پرستي کا دروازه کهول دیا - اُس کا محل بوالهوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبه بن گیا -

اب تک وه پوري قوم کا محبوب تها - کوئي نه تها جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نه خیال کرتا هو - ملک بهر کي یهي راے تهي که آئنده سلطان وهي هوگا - لیکن اِس نئي تبدیلي نے اُس کي شهرت و مقبولیت کو سخت نقصان پهنچایا - دو جماعتیں قائم هوگئیں : ایک اب بهي اُس کي مؤید تهي - پورے یورپ کے مقابلے کي قوت اُسي میں دیکهتي تهي - یه جماعت وزیر اعظم محمد نشانجي پاشا کي تهي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجه سے اُس کي سخت مخالف تهي - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجهتي تهي - اِس جماعت کا سرگروه ' شیخ الاسلام تها -

چم کا حریف ' بایزید تها - یه اُس کا بڑا بهائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تها - سلطان محمد کي زندگي میں دونوں حریف دور دور رهے - لیکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تها -

چم ' عقلمند ' بهادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشي کي وجه سے غفلت کا شکار هوگیا تها - بایزید ' بے وقوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تها - بایزید اپنے بهائي کي قابلیتوں سے واقف تها ' اِس لیے بهت بیدار رهتا تها -

(۳)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بهائي پایۂ تخت ' قسطنطنیه سے دور تهے - چم گلیشیا میں تها اور بایزید آماسیا کا حاکم تها - وزیر اعظم محمد نشانجي پاشا چونکه چم کا طرفدار تها ' اس لیے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکهي - کیونکه فوج تمام تر ترکي علماء کے زیر اثر تهي - اُس نے پہلے ایک خفیه قاصد چم کے پاس بهیجا که فوراً پایۂ تخت پهنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نیز وه تدبیریں بهي لکهدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تها - کئي دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بهیجا اور تخت نشیني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانه هوگئے - مگر چم بد قسمت تها - اُس کا قاصد پهنچ نه سکا - کوتاهیه کا حاکم سنان پاشا ' بایزید کا طرفدار تها - وه حقیقت سے واقف هوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصیبت یه پڑي که پایۂ تخت کي فوج کو سلطان کي

کا غم کھا رھي ھيں - مگر پوپ نے منظور نہيں کيا - اُس نے کہا "يورپ کے بادشاہ ' ترکي پر چڑھائي کرنے کي طياري کر رھے ھيں تاکہ تمہيں تخت نشين کرديں" ساتھہ ھي اُس نے بہت اصرار کيا کہ مسيحي دين اختيار کرلے تاکہ " دنيا کے ساتھہ آخرت کي عزت بھي حاصل ھوجائے "

چم ' پکا مسلمان تھا - پوپ کي يہ دعوت حقارت سے رد کردي - اُس نے سختي سے کہا " اگر تمام دنيا کي بادشاھي مل جاے ' تو بھي ميں اپنا دين فروخت نہيں کرونگا " اِتنا ھي نہيں بلکہ غيور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جھکانے يا اُس کے ھاتھہ کو بوسہ دينے سے بھي انکار کر ديا ' جيسا کہ شاھان يورپ کا دستور تھا - اُس نے کہا " ميں مسلمان ھوں - پوپ کے سامنے نہ تو جھک سکتا ھوں ' نہ اُس کا ھاتھہ چوم سکتا ھوں ! "

پوپ نے اُسے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حملہ کي ترغيب دينے لگا - مگر اُس وقت بھي يورپ ميں باھم دگر سخت منافست تھي - آپس ميں کوئي سمجھوتا نہ ھوسکا - اِسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشہور ظالم کارڈنيل ' اسکندر اُس کا جانشين ھوا - اِس نے اُس عظيم رقم پر قناعت نہيں کي جو چم کو قيد ميں رکھنے کے صلہ ميں بايزيد سے سالانہ وصول کيا کرتا تھا - بلکہ ايک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آمادہ ھوگيا -

(۱۱)

اُسي زمانہ ميں (ستمبر سنہ ۱۴۹۴ع) چارلس ھشتم شاہ فرانس نے روم کا محاصرہ کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يہ بھي قرار دي کہ چم اُس کے حوالہ کر دياجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائدہ اٹھانا چاھا - اُس زمانے ميں يورپ کے روحاني رھنما آلات و وسائل قتل کے بھي سب سے بڑے ماھر تھے - پوپ کے پاس ايک ايسا زھر موجود تھا جو اگر ايک تندرست آدمي کو کھلا ديا جاے ' تو ايک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہيں پڑتا تھا - ليکن اُس مدت کے بعد آھستہ آھستہ اُسکي تاثير کام کرنے لگتي تھي ' اور بہ تدريج مريض کا خاتمہ کر ديتي تھي - پوپ نے يہي زھر چم کو کھلا ديا ' اور اِسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اُس سے مطلوبہ رقم حاصل کرلي - پھر زندۂ و سالم چم ' چارلس کے حوالہ کرديا ' اور اُس سے بھي صلح کرلي !

چم ' شاہ فرانس کے قبضہ ميں آگيا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آمادہ کرنا شروع کيا - مگر اب وہ سمجھہ چکا تھا کہ يورپ اُس کي طرفداري نہيں کر رھا ھے - اُس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباہ کرني چاھتا ھے - چنانچہ اُس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاہ نے ناراض ھوکر قيد کرديا - مگر اب اُس کي دائمي رھائي کا وقت بھي آ پہنچا تھا - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زھر اُس کے جسم ميں سرايت کرچکا تھا - وہ ابھي ناپولي ھي ميں تھا کہ ۲۴ - فروري سنہ ۱۴۹۵ع ميں انتہائي حسرت و ياس کے ساتھہ اِس دنيا سے ھميشہ کے ليے رخصت ھوگيا !

اُسکے آخري الفاظ يہ تھے :

" خدايا ! اگر دشمنان دين مجھسے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاھتے ھيں ' تو مجھے جلد موت ديدے ' اور اُن کا مقصد پورا نہ ھونے دے ! "

مختارات

حب ذات کس ميں زيادہ ھے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجھے يہ ظاھر کردينا چاھيے کہ دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري ھيں ' اُسي طرح حب ذات رکھنے والے بھي ضروري ھيں - اگر ايک آدمي بھي حب ذات رکھنے والا باقي نہ رھے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وہ ضرور دل ميں گھٹ گھٹ کر مر جائينگے - کيونکہ اُن کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعہ موجود نہ ھوگا - ليکن چونکہ يہ دونوں خصلتيں رکھنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود ھيں ' اور ھميشہ موجود رھينگے ' اِس ليے اِس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطرہ نہيں ھے -

اب سوال يہ پيدا ھوتا ھے کہ حب ذات کس ميں زيادہ ھے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک ھي ھو سکتا ھے ' اور وہ يہ ھے کہ مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يہ خصلت زيادہ پائي جاتي ھے - عورتيں على العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا ھيں - ھر عورت اپني طبيعت پر تھوڑاسا غور کرکے يہ حقيقت معلوم کرلے سکتي ھے - برخلاف اِسکے مردوں ميں ايثار کا مادہ بہت ھوتا ھے - عورتيں خود غور کريں کہ اُنکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹھاتے ھيں ؟ ھمارے ليے دروازے کھولتے ھيں - ھماري گري ھوئي چيزيں اٹھا ديتے ھيں - ريل اور ٹريم وغيرہ سواريوں ميں ھمارے ليے اپني جگہ خالي کر ديتے ھيں - ھمارے سر پر چھتري لگا کے چلتے ھيں - غرضکہ اٹھنے بيٹھنے ' کھانے ' پينے ' ھر چيز ميں ھمارے ليے ايثار کرتے ھيں - خود تکليف اٹھاتے ھيں اور ھميں آرام ديتے ھيں !

حقيقت يہ ھے کہ عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش ھوتي ھے - اِسے اُسکي مردانگي کي علامت سمجھتي ھے - اسي طرح مرد بھي عورت کي حب ذات پسند کرتا ھے - بلکہ اگر ھم عورتوں ميں حب ذات نہ ھوتي ' تو مرد ھم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يہي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ! وہ ادائيں ھيں جو ھميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے ھوئے ھيں -

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا - وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئي - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنہوں نے شاہزادے کو از سر نو قسمت آزمائي کا مشورہ دیا اور اپني عقیدت و خدمت پیش کي - اِنهي میں قاسم بک حاکم گلیشیا بھي تھا -

(٦)

چم نے پھر کمر ہمت چست کي - حلب پہنچا - وہاں بایزید کے کئي باغي سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنہیں ساتھہ لے کر گلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد گلیشیا کو خود مختاري بخش دے گا -

چم نے ایک بڑي فوج جمع کرلي اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھہ روانہ ہوا - اُس کي فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگي آدمي تھا - کدیک احمد باشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے ہي چم کي فوج تہہ بالا کر ڈالي -

چم ' پھر بھاگا اور گلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواہش کي کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگي اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کي حکومت بخش دي جاے - بایزید نے انکار کیا "ایک سلطنت میں دو ساجھي جمع نہیں ہوسکتے" اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار ہي نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھي شروع کردیا - چم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئي - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے پادشاہوں کي مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(۷)

شاہزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلي - قسطنطنیہ کي فتح کا واقعہ ابھي تازہ ہي تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے - قوي امید تھي کہ وہ سلطنت عثمانیہ کي تباہي کے خیال سے اِس باہمي خانہ جنگي میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا موقعہ بہم پہنچائینگے -

چم نے جزیرۂ رودس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبي مجاہدین "سینٹ جان کے سواروں" کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلی نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاہزادے کي حمایت قبول کرلي - آنے کي دعوت دي اور اپنا جنگي بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

٢٣ - جولائي سنہ ١٤٨٢ - کو چم کا رودس میں شاہانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکي ضیافتیں شروع ہوئیں - بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کي حکومت کو دائمي صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا - ساتھہ ہي بہت سے امتیازات بھي پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں چم کي حوالگي کي درخواست کي - جزیرہ کي حکومت بہت خوش ہوئي - اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں - مگر چم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان ہے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کي حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا دوسري طرف چم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کي زندگي خطرے میں ہے - بایزید نے اُسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں - لہذا مصلحت یہي ہے کہ فرانس چلا جائے -

(۸)

بد نصیب شاہزادہ راضي ہوگیا - اور اگست سنہ ١٤٨٢ ع میں جزیرے سے روانہ ہوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے - وہاں آزاد شاہانہ زندگي بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے ہي اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کي حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئي چارہ نہ تھا -

شاہزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کي تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت کرني چاہتا تھا مگر تخت شاہي کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کي درخواست کي لیکن حکومت رودس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا شاہزادے کو فروري سنہ ١٤٨٣ ع میں نیس سے دوسري جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے اور سختي سے نگراني کرتے تھے -

چم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا ہنگري کو - مگر اُس کے میزبان رودس کے حاکموں کو خبر مل گئي اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تنہا قید کردیا -

(۹)

اب چم کي زندگي میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے - قلعہ ساسناگ کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کي لڑکي ولینیا ہیلانا حسن و جمال میں یکتا تھي - شاہزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا - دوشیزہ بھي اُس سے محبت ہوگئي - محبت نے مرد میدان چم کي طبیعت بالکل بدل ڈالي - جنگ و جدل سے نفرت ہوگئي - حکومت کا شوق زائل ہوگیا - خاموش زندگي کي طلب پیدا ہوي - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کي درخواست کي مگر سنگ دل بھائي کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھہ کر اُس کي ہمت اور بھي بڑھگئي - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ چم کو فوراً اپني حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ رودس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھہ سے جاتا ہے - ایک نئے سودے پر آمادہ ہوگئے - پوپ اینو سین ہشتم سے ایک بڑي قیمت لے کر ' ١٣ - مارچ سنہ ١٤٨٩ - کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(١٠)

چم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات ہوئي - چم نے اپني مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کي کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکي ماں اور بیوي مدتوں سے جلا

رديا ہے - اسي تصوير ميں علامۂ موصوف جس لباس ميں دکھائے گئے هيں ' ساتويں اور آٹھويں صدي هجري ميں مسلمانان مغرب (مراکش و تيونس) کا علم لباس تھا - اور مصر و شام ميں بھي اسي وضع کا عمامه استعمال کيا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخري عهد مصر ميں بسر هوا ہے - بهت ممکن ہے ' يه تصوير اصلي اور مستند هو -

---

(علم الاجتماع)

پہلے يه علم ' علماء و مفکرين کے ايک نهايت تنگ دائرے ميں محصور تھا ' مگر اب وه ايک ضروري موضوع بن گيا ہے اور سب کے ليے اُس کي تحصيل لازمي هوگئي ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت ميں ايسا مضبوط رشته ہے که عملاً لازم و ملزوم بن گئے هيں - ناممکن ہے که ان ميں سے ايک مفقود هو اور دوسرا موجود رہ سکے - روز بروز ثابت هوتا جاتا ہے که علم اجتماع اور علم افراد ' دونوں باهم دگر وابسته هيں - ان ميں تفريق ناممکن ہے ' اور يه ' که تمام فلسفي اور اخلاقي مسائل ؛ اجتماعي مسائل ميں داخل هيں -

فرد اپني صفتيں اور خصلتيں ' اپني قوم وجنس سے ورثه ميں پاتا ہے - يهي معني هيں " جماعت " کے - علم جماعت (يا اجتماع) مادي اور معنوي حيات کے علم سنن و نواميس سے بحث کرتا ہے - نيز اُس کا تعلق علم الحياة سے بھي گهرا ہے - کيونکه کها جاسکتا ہے که جمله کائنات اپنے آغاز کے وقت ايک هي عظيم جماعت تھيں - يه اس ليے که وه شروع ميں غير مرئي جوهر فرد (ايٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعه تھيں - بنا بريں علم اجتماع ' جمله علوم کا مجموعه اور خلاصه ہے -

(قوم کا نظام اُسکي استعداد و ضرورت کے مطابق هوتا ہے)

اِس علم کے اساتذه کي رائے ہے که هر قوم کا سياسي و اجتماعي نظام دوسري قوموں سے نماياں طور پر مختلف هوتا ہے - هر قوم کا نظام ' اُس کي ذهني و تمدني حالت کا ترجمان هوتا ہے - اِس نظام کي خوبيت اور خوبي هميشه اعتباري هوتي ہے - جماعتوں کے دور ارتقاء ميں سياسي نظامات ' سبب و عامل هونے سے کهيں زياده مقصد و عمل هوتے هيں -

قوم کي مخصوص سياسي تنظيم ' صرف اُس کي موجوده ... هي کي ميزان نهيں هوتي ' بلکه اُن تمام انتظامي دوروں کا پته ديتي ہے جو اُس پر گزشته زمانوں ميں گزر چکے هيں - انسان کو بھي يه قدرت حاصل نهيں که ملک ميں کوئي ايسا نظام قائم کردے جو نظري طور پر سب سے بهتر اور ترقي يافته معلوم هو - تاريخ بتاتي ہے که غير فاني قوانين قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس ليے کاميابي حاصل کي تھي که اُنھوں نے پہلے قوم کي ضروريات معلوم کرلي تھيں ' پھر اِن ضروريات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کيا هي خوب کها ہے " ميں نے ايتھنز کے باشندوں کے ليے ايسا قانون طيار نهيں کيا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکه ايسا قانون بنايا ہے جو اُن کي استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کي تاريخ يه حقيقت پوري طرح ثابت کر رهي ہے که هر نظام ' اُس کي ضرورت کا مظهر هوتا ہے - هم ديکھتے هيں که قوموں کے نظام تقريباً يکساں هوتے هيں جو ترقي کي ايک سطح پر پهنچ گئي هيں - پوري تاريخ ميں کوئي ايک مثال بھي موجود نهيں که کسي قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذريعه بدلا جاسکا هو - بلا شبه يه صورت کبھي فتوحات اور انقلابات کے بعد پيدا هو جاتي ہے - مگر تبديلي محض ظاهري اور لفظي هوتي ہے - حقيقت و واقعه پر اُس کا کوئي اثر نهيں پڑتا - اِس کي بهت سي مثاليں موجود هيں - جزيرۂ کارسيکا مدت سے فرانس جيسي متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزيره کي وحشت دور نه کي جا سکي - يهي حال آئرلينڈ کا ہے - صديوں تک ساتھ رهنے پر بھي وه انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقيقت يهي ہے که قوموں کي طبيعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل هوتا ہے - نظام کي تبديلي اُسي وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ ميں بھي تبديلي پيدا هوجائے -

(اچانک ترقي ناممکن ہے)

مقننوں کي قدرت سے باهر ہے که اپنے دل سے کوئي ضابطۂ قانون ايجاد کرکے قوم کو اُس پر چلاديں - بڑي بڑي بغاوتوں اور عظيم فاتحوں نے اگر اِس طرح کي جرأت کبھي کي ' تو يه زبردستي زياده مدت تک قائم نه ره سکي اور قديم حالت پھر لوٹ آئي - اِس کي مثال يه ہے که اگر حيوان کو کسي ايسي بات پر مجبور کيا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وه اُسي وقت تک اُسے کرتا رهيگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - ليکن دباؤ هٹتے هي فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت هوتا ہے که قوموں کے نظام ' اُنکي ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظهر هوتے هيں - اور يه که اُن کي تبديلي ' قوم کي ذهنيت کي تبديلي کے بعد هي ممکن ہے - قوموں کي ذهنيت ' فوراً تبديل نهيں هو سکتي - به تدريج اور آهستگي سے بدلتي ہے -

سياسي و اجتماعي نظام کے نشوء وتکوين کا باعث وهي هوتا ہے جو خود کائنات کي تکوين کا باعث ہے - يهي وجه ہے که اچانک تبديلي محال ہے - يه ايک اٹل اجتماعي قانون ہے که نماياں تبديلي ' اُن بهت سي مخفي تبديليوں کا نتيجه هوتي ہے جو صديوں تک جاري رهتي هيں - هم تبديلي کا احساس اُس وقت کرتے هيں جب وضعي قوانين آکر هميں بتانے لگتے هيں - هم خيال کرتے هيں تبديلي اِنهي قوانين کا نتيجه ہے - حالانکه يه تبديلي ايک طويل و مسلسل حرکت و عمل کا نتيجه هوتي ہے -

حقيقي مقننوں کا فرض صرف يه ہے که قوم کي راسخ عادتوں اور خصلتوں کي تائيد کريں ' مگر صرف اُنهي کي جو مفيد هوں - مضر کي مضرت کم کرنے اور بتدريج دفع کرنے کي کوشش کرتے رهيں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے ليے اُسکي تاريخ سے کهيں زياده اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعه ضروري هوتا ہے - کيونکه ضابطۂ قانون هميں بالکل صحيح طور پر بتا ديتا ہے که قوم کي اجتماعي حالت اور ضروريات مختلف زمانوں ميں کيا کيا تھيں ' اور اُن ميں بتدريج کيا کيا تبديلياں هوئي هيں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء هميشه تدريجي هي هوتا ہے - جب تاريخ هميں کسي قوم کي بابت بتلائے که وه ترقي يافته تمدن کي مالک تھي ' تو هميں فوراً سمجھه لينا چاهيے که اُس کا يه تمدن ' ايک طويل ماضي کا نتيجه ہے - اگرچه يه ماضي همارے ليے کتنا هي مجهول کيوں نه هو - کيونکه يه بالکل ظاهر ہے که زبان اور ادب (لٹريچر) کا وجود اچانک نهيں هوجاسکتا - خود اُن کا وجود هي اِس بات کي قطعي دليل ہے که وه ايک قديم ماضي رکھتے هيں - موجوده مغربي تهذيب کي مثال اِس حقيقت کے فهم کے ليے بالکل کافي ہے - يورپ اپني موجوده تمدني سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر هي

مقالات

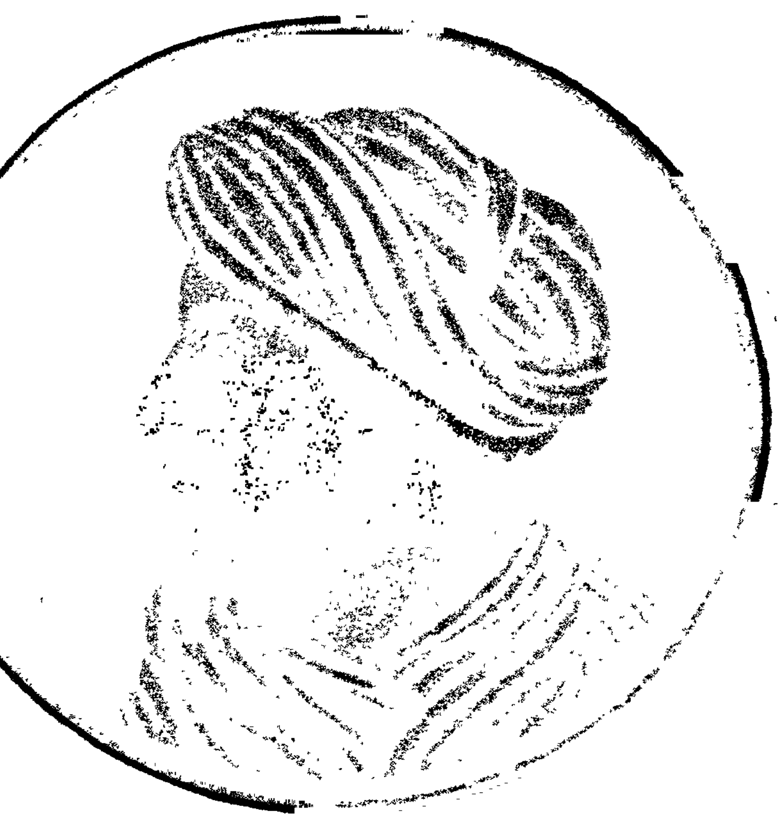
علم الاجتماع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ھے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي ھے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پیدایش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کیفییات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطریق استقراء اِس طرح اِستقصا کرنا ؛ که اس بارے میں اصول و کلیات مرتب هو جائیں ؛ علم الا جتماع کا دائرۂ نظر و بحث ھے - تاریخ علوم میں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ایک مدون علم کے ترتیب دیے ' وہ علامۂ ابن خلدون ھیں - اُن کا مقدمۂ تاریخ اس علم کي عدیم النظیر کتاب ھے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صدیوں تک اِس علم میں کوئی اضافه نہیں ھوا - گذشته صدي میں جب موسیو کاترمیر نے مقدمه کا فرانسیسي ترجمه شائع کیا تو علماء مغرب کو اِس طرف توجه ھوئي - رفته رفته یه مبحث وقت کا سب سے زیادہ اهم اور دقیق موضوع نظر بن گیا - بلاشبه فرانسیسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاریخ کي طرف متوجه هو چکے تھے ' اور تاریخ کي نئي فلسفیانه ترتیب کي بنیادیں پڑچکي تھیں - نیز اصول قوانین و نظامات حکومت پر بھي مونٹوسکیو اور بنتیهم جیسے مفکرین کي کتابیں شائع ھوچکي تھیں - لیکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مواد نہیں کہا جا سکتا - یه واقعه ھے که ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے یه عام به حیثیت ایک مستقل علم کے ' یورپ میں زیر بحث نه تھا - جس قدر کتابیں بھي اس علم پر لکھي گئي ھیں ' سب کي سب گذشته صدي کے اواخر میں مرتب ھوئي ھیں ' اور یقیناً اُن کا اولین سر چشمه مقدمۂ ابن خلدون ھي ھے - موجودہ زمانه میں ڈاکٹر لیباں کي مصنفات سب سے زیادہ وقیع سمجھي گئي ھیں - اُس نے نه صرف اس موضوع پر ھي کتابیں لکھیں ' بلکه وہ کام بھی انجام دیا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کیا تھا مگر پورا نه کرسکا - یعني متعدد اقوام کي تاریخیں بھي اسي علم کے اصول و کلیات ماتحت ترتیب دیدیں -

ذیل میں هم ایک مختصر مگر وقیع رساله کا ترجمه درج کر ھیں جو ترکي میں ڈاکٹر احمد شعیب بک نے سنه ۱۹۱۰ ع مي انقلاب عثماني کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اِسلامیة کے اھل علم مي نہایت مقبول ھوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنیه کے مدرسه حق (قانون) میں استاذ تھے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر مي سے تھے ' جنھیں ترکي کے نئے عہد تعلیم و ترقي کا ماحصل سمج چاھئے - سنه ۱۹۰۸ ع میں جب دستوري انقلاب ھوا ' تو انھوں مرحوم جاوید بے اور احمد رضا بے کے ساتھه شریک ھوکر ایک نہای وقیع ماھوار رساله " مجلۂ عل اقتصادیه و اجتماعیه " جاري تھا - ترکي کے تمام مشاهیر اھ قلم کي رائے ھے که اس سے بہ علمي رساله ترکي زبان میں شا نہیں ھوا - یه رساله اسي مج میں به دفعات شائع ھوا تھا - مطبع ثروت فنون نے کتاب کي شک میں مرتب کرکے چھاپ دیا -



عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ۸۰۸ ھ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون کیا

اِس موضوع میں یه مقا مختصر ھے ' مگر رسوخ نظر و کے ساتھه لکھا گیا ھے - هم اِس ترجمه شائع کر دیتے ھیں تاکه اُر میں ایک ترک مفکر کي بہتری کتاب منتقل ھوجاے - البته ظاهر کر دینا ضروري ھے که مصنف نے مقاله کي تمہید میں فط انساني کے خیر و شر پر جو اظ راے کیا ھے ' اور اِسے روسو کا مذھب قرار دیکر اسکي یک قلم تغلیط کر دي ھے ' هم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجھ ھیں اور اس سے متفق نہیں ھیں - مقاله کا ترجمه مکمل ھوجاے تو بطور استدراک و تعلیق اس مسئله پر مختص اپني راے ظاهر کر دینگے - اس مقام کے علاوہ بعض دیگر مقامات بھي مزید نظر وکاوش کے مستحق ھیں ' اور انکي طرف بھي خاتم میں اشارہ کر دیا جایگا -

اِس مقاله کے ساتھه هم علامۂ ابن خلدونؒ کي تصویر بھي شائ کر دیتے ھیں - یه ایک قدیم قلمي مرقع کا عکس ھے جو دمشق - ایک قدیم کتب خانه میں محفوظ تھا اور اب وھاں کے مجمع علمي (عربي اکاڈیمي) نے اپنے عجائب خانه کے آثار عتیقه میں داخ

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.
By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ مین تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساٹھه لاکهه سے زیاده هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے انهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بهت مشهور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نهایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بهت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تهے ' اور کس طرح اسکے کهنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آماده هو جاتے تهے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نہیں رکهتي تهي -

اِس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کردي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاه لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکهنے کي رسم اب تک قائم هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقه کے نهایت دلچسپ حالات لکهے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کهلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوه گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکره هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اِسکے علاوہ یهاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رونما هوتي رهتي هیں نهایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں " کهیں زیاده هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وه یهودیوں سے بهي زیاده هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وه اپنے عیسائي اور یهودي رعایا کے ساتهه کرتے تهے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یهودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجوده طریقهٔ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وه اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بهت کچهه مختلف هیں -

بیگم فهمي کا عجیب مطالبه

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پهلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فهمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فهمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اوس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وه چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یهي سبب هے که همارے اجداد کو پهلي فکر یهي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وه اِس کا سامان مهیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهی :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب .

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت .

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ رہ سکے - لیکن اس کے معني یه نهیں هیں ' جیسا که روسو کهتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عهد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیاده عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نهب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیاده پر امن اور آرام‌ده زندگي اختیار کرے -

یهي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

پهنچا هے - يه سراسر جنون هے که کوئي قوم ترقي کے بلند درجه تک اچانک پهنچ جانے کا خيال کرے -

(سلطنت کي تکوين اور روسو کا نظريه)

• جوزيف دوستر اور بونلڈ نے سلطنت (اسٹيٹ) کي تکوين کا جو نظريه قائم کيا تها ' وه اب اِس حد تک شکست هوچکا هے که اس کے بطلان کے ليے کسي بحث کي ضرورت باقي نهيں رهي - اِسي طرح " اصحاب جمهورية " (جن کا سر گروه روسو هے) کے نظريے بهي غلط ثابت هوچکے هيں -

مذهب جمهورية ' سولهويں صدي کے اواخر ميں اپنے پورے عروج کو پهنچ گيا تها - هنري سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقه نے اِس مذهب سے هٹنا شروع کيا - سترهويں صدي ميں هوبس اور گوربيو نے ظاهر هوکر اِس مذهب کي از سر نو حمايت شروع کي - ليکن وه اِس نتيجه کي کوئي توجيه نه کرسکے که اِس مذهب کے تسليم کرلينے کے بعد يا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا هے ' يا جماعت کا -

آخر ميں روسو نے آکر يه تمام نظريے اپني کتاب " عقد اجتماعي " ميں جمع کرديے - روسو کي رائے هے که انساني افراد اپني طبيعي خود مختاري سے اس بنا پر دست بردار هوے هيں که اُنهيں اِس کے معاوضه ميں امن و اطمينان ملے - چنانچه اُنهوں نے باهم معاهده کرليا که انفرادي زندگي کے بجاے جماعتي زندگي بسر کرينگے - اِس معاهدے نے اُن ميں اجتماعي اخلاق کي ايک خاص طبيعت پيدا کردي -

روسو کا خيال هے که فرد فطرتاً نيک هوتا هے - رذالت و شر ' جماعت سے پيدا هوتا هے - افراد فطري طور پر عدل و انصاف کے دلداده ' خير اور نيکي کے پرستار ' اور نظام کي اطاعت کي طرف راغب هوتے هيں - وه هميشه نيک اور خوش نصيب هوتے ' اگر جماعت کي برائياں اُنهيں لگ نه جاتيں -

حريت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ؛ يه " عقد اجتماعي " کي بنيادي دفعات هيں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بيان " حقوق انساني " ميں بهي کيا هے -

روسو کے زمانه ميں يه نظريه بهت مقبول تها که انسان فطرتاً نيک اور عاقل هے - اُس کا هر عمل حتى که هر حرکت کسي نه کسي معقول سبب پر مبني هوتي هے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفه يهي خيال رکهتے تهے - حتى که ارکان سلطنت کا بهي اِسي پر ايمان تها - چنانچه تورگو نے تربيت پر ايک رساله لکهکر بادشاه کو ديا اور دعوي کيا که " اِس پر عمل کرکے فرانس کي حالت ايسي هو جائيگي که ابهي يقين نهيں کي جا سکتي " نيز کها کرتا تها " انساني اخلاق کي فضيلت پر ايمان رکهنا فرض هے "

جرمني ميں بهي کانٹ اور ويختي نے اِس مذهب کا علم بلند کيا تها - ليکن اُن کے رد کے ليے بڑے بڑے فلاسفه اُٹهه کهڑے هوئے - هيگل ' اسٹراس ' اسٹوارٹ مل ' اسپنسر ' آگسٹ کونٹ ' ٹين ' رينان وغيرهم نے اپني اپني جگه اُس کي دهجياں اڑاديں -

خود اشتراکيوں نے بهي يه مذهب قبول نهيں کيا اور اِسے منطقي مغالطه قرار ديا - زومر مائن کهتا هے " عقد اجتماعي کا نظريه ' محض ايک وهم هے "

اقتدار قومي کا نظريه بهي اب تک محض ايک دعوي هي دعوي هے - عمل ميں آج تک اُس کا کبهي ظهور نهيں هوا - تاريخ نے بهي اُس کي کوئي مثال پيش نهيں کي - بنابريں اُسے بهي ايک خيالي و وهمي نظريه هي کهه سکتے هيں -

(فطرة انساني)

پهر يه بهي واقعه هے که عقل و حکمت انسان کي فطري صف[ت] نهيں هے ' بلکه سخت جد و جهد کے بعد کسب کي جاتي هے - [يه] صفت ' اگر اِسے صفت کهنا صحيح هو ' اب تک غير دائمي حالت توا[زن] مين هے - علم وظائف الاعضاء (فيزيولوجي) اور علم النفس (سائ[يکو] لوجي) بتاتے هے که " انسان فطري طور پر اُتنا هي مريض هے ' [جتنا] مجنون هے - همارے اعضاء کي سلامتي اور عقل کي درستگي ' سرا[سر] اتفاقات کا نتيجه هے - دماغ کا عمل بهي هميشه مضطرب هوتا هے [؛] منطقي قياسات اور اعلى خيالات ' صرف ايک محدود روشن خيال جماعت سے مخصوص هوتے هيں - انسان کے ارادے پر اصلي حکمراني ' اُس کے عقل و دماغ کو نهيں بلکه جسماني ترکيب ' مادي ضرورت ' حيواني طبيعت ' قوت خيال ' حرص و طمع ' [اور] شخصي اغراض وغيره خصلتوں کو حاصل هے "

همارا يه خيال که انسان فطرتاً نيکي ' خير ' حلم ' اجتماعي مصلحت کو ؛ بدي ' شر ' غصه ' اور شخصي مصلحت [پر] ترجيح دينے کي طبيعت رکهتا هے ' درحقيقت اپنے آپ کو سخت دهو[کا] دينا هے - کيونکه وحشت وظلم کي جو صفات هم نے اپنے اجداد [سے] ورثه ميں پائي هيں ' اب تک همارے ذهن و دماغ ميں پوري ط[رح] راسخ هيں - انساني دماغ کي ساخت هي کچهه اِس وضع کي هے [که] انسان هميشه اپنے خيالات واوهام کابنده رهے - شديد هيجان ' شک و شبه ' جذبات ' ساده لوحي ' خود غرضي ' يه انسان کي امتيازي خصوصيات و صفات هوگئي هيں -

يه حقائق پيش نظر رکهنے کے بعد ' هم بآساني فيصله کر[سکتے] سکتے هيں که انساني فطرة کے متعلق روسو کا نظريه سرا[سر] وهم و خيال هے - اور اُس کے هم مشربوں کو حقيقت سے کو[ئي] تعلق نهيں -

(سلطنت کي تکوين ميں اقليم کا اثر)

سلطنت کي تکوين ميں اقليم کے اثرات کو بهت دخل هوتا هے [-] سياسي و اجتماعي نظامات ' اقليم کي تبديلي سے بدل جايا کر[تے] هيں - اِس کي مثال يه هے که جو قوميں ميدانوں اور سبزه زا[روں] ميں بود و باش رکهتي هيں ' اُن کي اقليم کا اقتضاء هي يه هوتا [هے] که بدوي زندگي بسر کريں - ان کي مرکزي حکومت ميں ابوي ا[قتدار] کا رنگ غالب هوتا هے اور استبداد کمزور هوتا هے - يه قوميں هم[يشه] فتوحات و حکمراني کي دلداده هوتي هيں - برخلاف اِن کے وه قو[ميں] جو جنگلوں ميں شکار پر زندگي بسر کرتي هيں ' اپني مر[کزي] حکومت ميں استبداد غالب رکهتي هيں اور ابوي شفقت کمزور هوجا[تي] هے - اِن ميں جهالت نماياں هوتي هے - وسعت نظر مفقود هوتي [هے] اولوالعزمي اور بلند همتي ناپيد نظر آتي هے ' فتح و استيلاء کا [جذبه] مرده هوجاتا هے ' هميشه تنگ دائرے هي ميں زندگي بسر ک[رتي] رهتي هيں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قديم ترين حکومتوں کے ظهور کي تاريخ هميں بتاتي هے [که] انسانوں کا اجتماع اور باهمي اشتراک عمل ' صرف ضرورت هي کي [وجه] سے پيدا هوا تها - وه ابتدائي ضرورت ؛ دشمنوں کے حملوں سے مدا[فعت] تهي - اُن مجهول زمانوں ميں هر چيز انسان کے ليے خطرناک تهي

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تأثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرار کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزار" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈالکر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کچی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے اور عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر نہیں جاتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا دینے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی جہالت پر ہنسا اور کہنے لگا۔ "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری بیوی اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اس پر بدو ہنسنے لگا۔ "واللہ" اُس نے کہا "بیچ حقیقت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو یہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرا کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرا کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیئے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دور کی آواز سنتے اور بہت دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرا کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسا یا سنہ حجاز سے مقصود، ان دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تائے مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم" اگر کسی کو پکارا دو تو وہ جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ترکی داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو مسلم قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اور دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے انھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔ لیکن اس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں، رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے ان کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ ان کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلا کر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت(؟) ابنتی" (قسم اس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کروں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرا کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی۔ لیکن اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرا کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفرائے دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جاں نثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کر لیتی ہے۔ شریفیوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

اس سلسلہ میں اخبار پیپل لندن کے نامہ نگار نے اس سے ملاقات کی تھی - اس ملاقات کے حالات یہ ھیں - نامہ نگار لکھتا ہے :

" یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ وہ مجھے نہ پہچان سکی - اور واقعۃ تو یہ ہے کہ میں خود بھی مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تھا کہ حسین لباس میں یہ ملبوس حسینہ وھی پریشان سفید روح ہے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکھا تھا - آج اس کے رنگین ' روشن ' ترو تازہ چہرہ ' اور باوقار حرکات میں کہیں بھی ان خطروں اور اندیشوں کا پتہ نہ تھا جنھوں نے اسے اپنے شہزادہ شوہر کے قتل پر مجبور کردیا تھا "

" تمام دنیا کی طرح میں نے بھی سنا تھا کہ مرحوم فہمی بے کی جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان ہے ' اوسکی دو بہنوں اور چچا کو مل گئی ہے - اسکا یہ فیصلہ کہ اب وہ خود قاھرہ جاکر یہ دعوی ازسر نو پیش کریگی ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تھی "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آمادہ کیا ہے ؟"

" اس نے جواب دیا " وہ کہتے ھیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نہ کروں ' سماعت نہیں ھو سکتی - اسلیے میرے پاس قاھرہ جانے کے سوا اور چارہ کار کیا ہے ؟ "

" لیکن مجھے یاد تھا کہ اس سے پہلے تین مرتبہ بیگم فہمی نے قاھرہ جانے سے انکار کردیا تھا ' اور اسکے وجوہ میں ایک وجہ یہ بھی بتلائی گئی تھی کہ وہ خائف ہے - میں نے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ ھنسی اور پھر مسکراتے ھوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسی سے نہیں ڈرتی - مصری میرے دوست ھیں - شریف ھیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا ھٹا کر بتایا کہ اس کا ھاتھ زخمی تھا ' اس لیے وہ قاھرہ جانے کے قابل نہ تھی - اس نے یقین دلایا کہ اب وہ پہلے اسپین جائیگی ' وھاں سے سیدھا مصر پہنچیگی - یہ کہتے ھوے اس نے ایک خاص انداز سے اپنا ھاتھ اٹھایا ' اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب روشنی پیدا ھوگئی - قاھرہ کا مصری انصاف اس کے لیے کوئی خوفناک چیز نہیں ہے - جو قاضی ان آنکھوں سے متاثر ھوے بغیر رھیگا ؛ اس کے متعلق سمجھہ لینا چاھئے کہ اس کے سینہ میں دل کی جگہ یقیناً پتھر کا ٹکڑا ھوگا - اس رعنائی کے باوجود بیگم فہمی تین شادیاں کر چکی ہے ' اور اس کی ایک ھفدہ سالہ لڑکی بھی موجود ہے ! "

" بیگم فہمی کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ قاھرہ میں اپنا مقدمہ جیت لے گی - اس نے مجھے بتایا کہ حال ھی میں اس نے ایک مقدمہ جیتا ہے - وہ مقدمہ ایک ڈریس کیس (صندوق آرائش) کے متعلق تھا جس کی قیمت ۴ ھزار پونڈ ہے - یہ بکس ان دو بکسوں میں سے تھا جو شادی سے کچھہ دن قبل شہزادہ فہمی بے کے لیے بنائے گئے تھے - ایک سیاہ کچھوے کی کھال کا اس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اس کی منسوبہ کے لیے - حادثہ قتل کے بعد فہمی بے کی بہن نے اس بکس کے لیے مقدمہ دائر کیا - بیگم فہمی اس کے لیے لڑی اور بالآخر کامیاب ھوگئی - اس نے کہا " یہ مقدمہ اس لیے نہ تھا کہ وہ بکس بہت قیمتی تھا ' بلکہ یہ اصول کا سوال تھا - اس نے یہ بکس مجھے دیا تھا - اور میرے لیے ضروری تھا کہ میں اسے حاصل کروں " آپ کو یہ سن کر متعجب نہ ھونا چاھیے کہ بیگم فہمی نے اپنی چوتھی شادی کا خیال ترک نہیں کیا ہے " اگرچہ اس میں عجلت نہیں ہے "

ڈاک کی تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کی بین الاقوامی مجلس کا ایک اجلاس حا[ل] میں بہ مقام ھالینڈ منعقد ھوا تھا - اس سلسلہ میں ڈاک کے موجو[دہ] طریقہ کی تاریخ بھی بیان کی گئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

" قدیم زمانہ میں خطوط کی ارسال و ترسیل کے مختلف طریقے تھے - ڈاک کا محکمہ زیادہ تر بادشاھوں کی خدمت کیلیے تھا - بادش[اہ] اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عہدہ داروں اور دوستوں کو بھیجا کر[تے] تھے - محکمۂ ڈاک یہ تھا کہ کچھہ لوگ خطوط لیکر گھوڑوں اور اونٹو[ں] وغیرہ سواریوں پر سفر کیا کرتے تھے -

مصریوں نے اپنی ترقی کے زمانہ میں ڈاک کا باقاعدہ انتظا[م] کیا - مصریوں سے یہ چیز رومانیوں نے لی - شہنشاہ اگسٹس کے زما[نہ] میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز ھوا -

ساتویں صدی عیسوی میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا لیکن چونکہ یہ زمانہ فرانس میں سخت بد امنی کا زمانہ تھا ' اس لیے یہ انتظام کامیاب نہ ھوا اور جلد موقوف ھو گیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمہ از سر نو قائم کیا تاکہ اسکی وسیع سلطنت میں مواصلات کی آسانی ھو - مگر زیادہ عرصہ وہ بھی قایم نہ رہ سکا -

آخر سنہ ۱۴۶۴ع میں لوی چاردھم نے اسکا پھر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوری ھوشیاری اور مضبوطی سے قائم کر دیا - سولھویں صدی میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پھیل گیا تھا ' اور ھر شخص کو حق حاصل ھوگیا تھا کہ جب چاھے اپنے خطوط ڈاک کے ذریعہ بھیج دے - سنہ ۱۶۲۷ع میں خط نویسی کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنہ ۱۶۲۹ - سے منی آرڈر بھی ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنہ ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد ھوئے - لیکن تھوڑی مدت بعد انکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ انھیں بھول گئے - سنہ ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاری اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجہ نہیں کی گئی - سنہ ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکی ضرورت محسوس کی - اسکے بعد باقی سلطنتوں نے بھی انکی تقلید کی - ذیل کے نقشہ سے معلوم ھوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاری ھوئے ھیں :

انگلستان	—		سنہ ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنہ ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوری	سنہ ۱۸۴۸
اسپین	۴	مارچ	سنہ ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنہ ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوری	سنہ ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۱
ھالینڈ	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنہ ۱۸۶۱
ترکی	۳	مئی	سنہ ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنہ ۱۸۶۶

...محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت ... ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبداللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں ...قدر تشدد اُن پر کرسکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم وجور کیا۔ چنانچہ ۱۱۸ھ ہجری میں اُس نے خراسان کے تقریبًا تمام داعی گرفتار کرلئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے ...ڈالئے۔

شیعی دعوت کے نقبا و دائمہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ ...ب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہوکر چلایا:

"اے فساق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہو کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف ... البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہو جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہو:

لو بغیر الماء حلقی شرق ... کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار ...رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے ...ن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت ...ف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ..."

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کردیا۔ اِس سے ...زہ کیا جاسکتا ہو کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی ...

۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے ...ن کی سانس لی۔

اِس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں ...یوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کردی اور اُن کے دشمن کی تباہی ...باعث بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہو:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دور نہ کی جا ... باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبدالملک بن مروان ...ولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبدالملک کے خلاف ...ملیا، اُسے فسق وفجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے ...ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہوگیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے ...مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُسپر تمکن ...کی جدوجہد شروع کردی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم ...ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا ...دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہوگیا۔ مگر ...اس کامیابی نے فتنہ وفساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں ...دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے ...نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلا رخوب سمجھتے تھے کہ ...ہلاکت کا پیش خیمہ ہو۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہو:

...عیذکم باللہ من فتن ... مثل الجبال تسامی ثم تندفع

...ان البریۃ قد ملت سیاستکم ... فاستمسکوا بعمود الدین وارتدعوا

...ایک مرتبہ فتنہ وفساد پھیل جاتا ہو تو آسانی سے دور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافرت میں ترقی۔ معلوم ہو عرب دو بڑی قسموں پر بٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست وسیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کردیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ وفساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امرا وحکام نے یہ عصبیت از سرِ نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پوری قوت سے زندہ ہوگئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مُضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار وآرا کا اختلاف نہ تھا۔ اِس نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مُضر کے گھر گرا دئیے۔ اِسی پر ایک مضری عورت کہتی ہو:

لابارک اللہ فی انثی وعدبہا ... تزوجت مضریا آخر الدہر

اِسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابومسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے برسر دعوت آتے ہی ایک اولوالعزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اِس کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص، عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشوونما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہوگیا۔

اِس کے بشرے ہی سے عزم وحزم اور غیر معمولی ذہانت وشجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہوچکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دوربین نظریں ابومسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کرلیا کہ اِس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کردیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابومسلم کی پوری پوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہو۔

ابراہیم بن محمد نے ابومسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبدالرحمٰن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہو لہٰذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مُضر؛ آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہوجائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابومسلم ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہورہی تھی۔ اُسنے پوری عقل ودانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر امام (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کردو" نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اِس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دورِ عمل

ابومسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہرطرف پھیلادئیے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہرطرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہوگئے۔ یہ رمضان ۱۲۹ھ کا واقعہ ہو۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابومسلم یہ آیت تلاوت کررہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہوگیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابومسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کیجیے۔ بنو امیہ کا عمل اِس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ واذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابومسلم نے اپنی فوج کو پُرتکلف دعوت کھلائی۔

اِس کے بعد ابومسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابومسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہو۔ حالانکہ اُس میں ابومسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اِس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کرسکتی تھی:

ابومسلم کا خط یہ تھا:

"امابعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہو: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفورا، استکبارا فی الارض ومکر السیئ، ولایحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اِس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابومسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہوکر قید ہو گیا۔ ابومسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہوجانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہوجاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ، مگر اِس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑوگے اور ہماری نسبت دروغ بیانی کروگے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کروگے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

کا جس بہت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا؛ وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہے"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کر دیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ مگر شریف حجاز کی سرکشی اور جرأت برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا تاریخ بد سے ڈرایا؛ مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کر دیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدّو قوم سمجھیے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کر دی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہے۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جا رہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہے۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی، جیسی ہم نے نجدیوں میں کر دی ہے ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کر دے سکتا ہے۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پرواہ نہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیرپا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہو گیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہے کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل والعقد نے جمع ہو کر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بیعت قبول کر لیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کر دیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کر لی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام علیٰ حالہ قائم ہے" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی حتیٰ کہ ہم نے وہ سابق عہدے دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھا دیے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت م قائم کر دیے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہے، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مُضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پورا پورا امن قائم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کر دیا گیا ہے"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپ کی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اس طرح کی جرأت نہیں کی ہے۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہو"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہے؟ کیا اس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا" سلطان نے مسکرا کر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضاء یہ ہے کہ میں آپکے سامنے ...

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیّہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و داعی محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دَوروں پر منقسم ہے:

پہلا دَور پُرامن دعوت کا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابو مسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا، اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۷ سال تک یہ دَور قائم رہا۔ دوسرا دَور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دَور ہے۔ اسے دَور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

دَور اوّل

(سنہ ھ سے سنہ ۱۲۷ ہجری تک)

اس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دَورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز سنہ ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمھاری نسبت کیسی شکایت ہے؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائینگے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے ضمانت کر لی۔

"ہم انھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم ان کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہو کر اُنھیں چھوڑ دیا۔

سنہ ھ میں اس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہو گیا اور اپنی تمام دولت اس پر وقف کر دی۔ اُسی اثناء میں کوفہ کا داعی اوّل میسرہ فوت ہو گیا۔ محمد بن علی نے نہایت دُور اندیشی سے اس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بنی ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا۔ سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انہی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہیگی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم شرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور درسگاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس تک ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کر کے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہو گئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہوئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہو گئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد اِن کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمہ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آیندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے سر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدہ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علمار قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب قبول، مساوی شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آسکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی۔"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و قہر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کاروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلائٹن نے فیلڈ مارشل جنرل ایلن بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضمون نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ اُس علاقہ کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل ایلن بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود ہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!"

گرفتاری اور جلاوطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے ۵ ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلاوطنی سے واپس آکر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶

محاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ بیسن بن بعدوا یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ اہل نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دار الخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی لی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابو العباس کا حکم پہونچا بن علی کو اس مہم پر روانہ کر دے اور خود آگے نہ بڑھے چنانچہ بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ ہجری میں پیش آیا تھا۔

یزید نے کہا: "اُنھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہی کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اِس حال میں دیکھا کہ پابندیٔ اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذان دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں معروف رہتے ہیں اہل رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہی کہ وہ ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کرکے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنہی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اِس واقعہ کے بعد ابو مسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اَب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیدنج میں گنجایش باقی نہ رہی مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبیتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابو مسلم نے اِس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے اِن سب کو لڑانا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتی کہ سنہ ۱۳۰ھ میں خود مرو پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلان، هذا من شیعته وهذا من عدوه!

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابو مسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کردیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثنا میں قحطبہ، شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنی کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابو سلمہ الخلال نے اپنا لشکر، حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی اُمیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے دعاة و نقبا کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

راز اِس طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابو مسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقار کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کرکے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرکے دار الخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابو العباس کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حران کے قیدخانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ مورخین میں اختلاف ہی کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرادی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہی کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر سنہ ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابو سلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اُسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہی کہ ابو سلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کرلیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؑ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضایع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابو سلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہی"

"آپ خط تو پڑھیئے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگا کر جلادیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہوکر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابو سلمہ کا خط ہی" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہی۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہی"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابو مسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہی؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہی؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہوسکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہی کہ میں ہر مسلمان کی خیرخواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑدو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہی"

اِس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کردیا۔

آخر میں قاصد، عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اِس اثنا میں ابو سلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابو العباس کو ابو سلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابو سلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابو العباس اُس سے کبیدہ ہوگیا تھا

ابو العباس کا خطبہ

۱۳ ربیع الاول روز جمعہ کو ابو العباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر، خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں خیر پہنچ چکی ہی، اُس سے تم پر کبھی بُرائی نہ آسکے گی (یعنی اہل بیت) اور جس راہ سے بُرائی آچکی ہی، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی۔ تم اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارا دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا، اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا ہی۔ تم طیار ہوجاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں..."

ابو العباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے مُنہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابو العباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کرسکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اِس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اِس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت ستم نے زبوں کردی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کرکے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی اُمیہ نے تمھیں ہلاک کر ڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کرلئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے .... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیر المومنین علی بن ابی طالب دوسرا امیر المومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابو العباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہیگا یہاں تک کہ اُسے عیسی بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کردیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کُن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدھر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر موصل پہنچ گیا۔ ابو العباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت بڑی جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا لشکر تباہ کرڈالا۔ یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کا ہی۔

مروان بھاگ کر حران میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں، اور داعی لا الٰہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن مظاہر عظمت کا تخیل صد درجہ متباین ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُس پر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساتھ اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے ساتھ ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظماء کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ انھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈھی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعلم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُسنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں، سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُسنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظماء کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دُنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہِ ادب اور دلِ عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہو جانا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما، اور موجدین کی عظمتوں کے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا کا مشاہدہ [illegible] نے سکھایا تھا اور نہ کسی نے انھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

٭٭٭

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمتیں رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہئے، اگرچہ دنیا انھی مظاہر پر مَری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہو، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد، اَمِٹ اور اٹل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الٰہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۸)

ختم ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آ کر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ کبھی نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا۔ کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کر کے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸-۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر تک نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۴ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے

سئیں۔ اُنھوں نے کہا:

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرستوں کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور درجوں میں بندوقیں اُٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر دیئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اُتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی مگر اُسے روک دیا گیا۔ ملیب احمر کی ایک بند گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی منظر ہو میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کر دیا"

ہندوستان کو شرم آنی چاہئے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام غیور قارئین اُسے شرمناک خیال کرینگے۔ مصر کا یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے مقام سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُس نے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسروں نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمے کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمدللہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں مصر میں ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے بہت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ر دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ر جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ر فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۲ر ستمبر سے ۳۰ر اپریل سنہ ۱۹۲۳ تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری۔ دنیا بھر سے الگ کر دیئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی . . . لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار تھیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔ ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط اُنھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۰ر دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۱۷ر دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے بدرجۂ تمھارے سفر کے التوا کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جس نے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبداللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دیئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہر حال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمدللہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچتے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دیئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ پنج کی صحبتوں میں بھی یہ شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کی آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں اُن کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے۔ بڑی سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی نا امید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ خدا حق پرستوں کا عمل ضائع نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہو اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہٰذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے طباع تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب ملکہ رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ دلبستگی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح بیدار ہوتے تھے غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، اِن میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لاالہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دُنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لاالہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام زرخرفات و تنعمات ہیچ تھے!

❋

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گامزن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آج تک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزومند جنگ نہیں زندگی کی کارفرما جنگ!

❋

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لاالہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء، سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہے گا صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کار دنیا فطرۃ کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں، یہ تمام چیزیں۔ کُہر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نور کے دمکتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا، اور جہل و ظلمت کے تمام بُت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لاالہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اب تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لاالہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بانگ دہل تنہا دے گا "لاالہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لاالہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک ربّ ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اِس لئے کلمۂ لاالہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دِل سے گواہی دے گی "اشہد اَنَّ محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایۃ"

"انگریز کہتے ہیں" تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایۃ (زیر نگرانی) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اِس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار ہیں۔ ہمیں صرف کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اِسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُس نے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سُن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی۔

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تعمیر کر دیا۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں۔ اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، متحرک ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس، پُرامید ہے۔ جس کی اُمیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کروں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پورا کرنا۔ یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات قبول کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلاوطنی

"زغلول جلاوطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلاوطن کر دینا چاہیئے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اِس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا۔ یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں۔ لیکن میں مجنون نہیں ہوں، کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۱۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔ ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گرمی کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، درد سر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے لئے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مد نظر ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا

آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔ فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو

مطلع کرے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جنکی ایک

سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Bretain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے جو ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال پر مل سکتی ہے

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

س سلسله میں هم نے اماميين کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

سوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارهائي روپیه -

باب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' دریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۂ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

عروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

وحي و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

الامه — فی العبادات - پانچ آنے

سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدارکو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

مهتمم الهـــلال بك ايـــجنسى

حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني ته ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ ار صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي رو پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هو تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت ترتیب کا پہلا نمونه تهیں- اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه	الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه	" " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

١٩٢٧

١٦

الهلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

٥ ـ آنہ

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وہ تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا بہترین کارخانه هے - مندرجۀ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سستم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سستم " کے مطابق کام کرنے زرعي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

۱٦ . جلد ۱ کلکته : جمعه ۱۰ . ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری

Calcutta : Friday, 7, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۳۰۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۷۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۳۷٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۲۷
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۲۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شايع ہوتا ہے

قيمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپيہ

ہندوستان سے باہر کيليے - - سولہ روپيہ

قيمت شش ماہي - - - سات روپيہ

قيمت في پرچہ - - پانچ آنہ

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منيجر الہلال " کے نام سے ہي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافوں پر " ايڈيٹر " کا نام ہونا چاہيے

(٢) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(٣) براہ عنايت خط و کتابت ميں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط کيجيے

(٤) خط و کتابت ميں نمبر خريداري لکھيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي ہے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک ہفتہ کے اندر اطلاع ديں ورنہ بصورت تاخير بغير قيمت کے روانہ نہيں کيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماہ کيلئے ايک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہيں تو اپنا پتہ تبديل نہ کرايے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع ديکر انتظام کر ليجيے - اگر اس سے زيادہ عرصہ تک کے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک ہفتہ پيشتر اطلاع ديکر پتہ تبديل کراليں -

(٧) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيرہ) سے نہيں ہے ٹکٹ ضرور بھيجيے ورنہ دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

جنگي اقتدار رکھنے والے بادشاهوں پر رعايا کي کوئي نگراني نهيں هوتي - ليکن تجارتي حکومتوں ميں تجار و اعيان ' حاکم کي نگراني کرتے هيں ' اور حاکم ' تجار و اعيان کي نگراني کرتا هے ' کيونکه پوري قوم اِس ممتاز طبقه کے مظالم کا نشانه بن سکتي هے -

(حکومتوں کي تشکيل ميں مذهبي پيشواؤں کا دخل)

ايک تيسري قوت بهي هے جو حکومتوں کي تشکيل ميں بڑا دخل رکهتي هے - وہ قوت کاهنوں اور مذهبي پيشواؤں کي هے - قديم زمانے ميں ديني پيشواؤں کو غير معمولي اهميت و طاقت حاصل تهي - مصريوں اور يهوديوں ميں اِن کا اقتدار بے روک تها - يه اِنهي کاهنوں کي قوت تهي جس نے مخلوق سے فرعون کي پرستش کرائي اور رومس اور ريموس (۱) کو جنگ کے ديوتا کي اولاد تسليم کرا ديا - چين کے شهنشاهوں کے متعلق بهي ايسا هي اعتقاد تها - سيام کے بادشاه تو آج تک اِسي قسم کے القاب سے ياد کيے جاتے هيں -

غرضکه سياسي قوت ' اجتماعي ارتقاء کا نتيجه هوتي هے - کمزور هميشه طاقتوروں کا لقمه هوتے هيں - قوت صرف مادي هي نهيں هوتي - ديني ' اخلاقي ' اور فکري بهي هوتي هے - بلکه کبهي کبهي اقتصادي بهي هوتي هے - مارکس کا قول هے که اقتصادي قوت هي سياسي قوت ميں اصل و بنياد کا حکم رکهتي هے - اس کي يه رائے هر حال ميں صحيح نهيں هے ' اگرچه اقتصادي قوت ' سياسي نظامات کي تاريخ ميں بهت مؤثر رهي هے -

(سياسي حکومت' اور باهمي تعاون کي تاثير اُمت کی تکوين ميں)

سياسي حکومت کا ظهور ' ايک اجتماعي حادثه هے - يه حادثه هميشه ايک هي قسم کا هوتا هے - جماعتيں اپني قلت و کثرت ميں کتني هي متباين هوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع ميں کوئي تباين پيدا نهيں هوتا -

انسان' باهم اجتماعي تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے هيں - صرف اسي تعاون کے ذريعه هم اپني ضرورتيں پوري کرسکتے هيں - انسانوں کي ضرورتيں اور قابليتيں مختلف اور متفاوت هيں - اِسي صورت حال نے انهيں مجبور کر ديا هے که تقسيم عمل کے اصول پر باهمي تعاون سے کام ليں -

همارے اجداد کي اجتماعي روش' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئي جب اُنهوں نے دور توحش سے دور بداوت ميں قدم رکها - جغرافيائي اور جنگي ضرورتوں سے مجبور هوکر بهت سے قبيلے متحد هوگئے - اُن کے اتحاد نے ايک نيا مجموعه پيدا کرديا - اِسي مجموعه کا نام بعد کو " اُمت " يا " قوم " هوا - پهر جب زرعي غلامي اور سرداري کا طريقه رائج هوا ' تو غلاموں کے قتل کرڈالنے کا دستور منسوخ هوگيا اور غلام کاشتکاري کي خدمت پر مامور کر ديے گئے - پهر صنعت و حرفت کے وسيع پيمانے پر ظهور نے سرے سے يه غلامي بهي موقوف کردي -

اِسي تدريجي ارتقاء نے قوميتيں پيدا کيں ' اور قبائلي سرداروں کو شاهي تختوں پر بٹها ديا - پهلے زمانے ميں پادشاه کا اولين کام يه تها که فوج کي سپه سالاري کرے - مصريوں ' اشوريوں ' اور يوروپين قوموں کي تاريخ ايسي مثالوں سے لبريز هے -

(جماعت کي زندگي اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کي رائے ميں جماعت ' ايک حقيقي زندگي رکهتي هے - اُن کا خيال هے که جماعتي ذهن و وجدان فردي ذهن و وجدان سے علحده وجود رکهتا هے - قديم زمانے ميں افلاطون اور ارسطو کا بهي نظريه يهي تها که جماعت ' ايک عظيم زنده وجود هے - گويا وہ سينکڑوں سروں کا حيوان هے - همارے زمانے ميں بهي متعدد علماء نے يهي کها هے - چنانچه ورمس وغيره کهتے هيں که جماعتيں ' اپني مستقل زندگی رکهتي هيں - وہ جسم حي کي مثال پيش کرتے هيں - وہ کهتے هيں علماء فيزيو لوجي (علم وظائف اعضاء) کا متفقه فيصله هے که اجسام حيه کي اساسي طبيعت يه هے که هر عضو اپني جگه پر ايک خاص عمل انجام ديتا هے جس سے مجموعي جسم کي زندگي بر قرار رهتي هے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پهولوں وغيره سے مرکب هوتا هے - اِن ميں سے هر چيز اپني جگه پر پورے درخت کي سلامتي و بقاء کے ليے کام کرتي هے -

اعضاء کا يه تعاون ' دو اصلوں پر مبني قرار ديا جا سکتا هے :

(۱) مختلف اعضاء ميں وظائف کي تقسيم و تحديد -

(۲) وہ غرض و غايت ' جس کے ليے بطريق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے هين -

يه دونوں اصليں ' تمام انساني و حيواني جماعتوں ميں پائي جاتي هيں - يه اِس ليے که اگر اعضاء جسم ميں وظائف کي تقسيم نه هو' تو اُس جسم ميں سرے سے وصف عضويت هي موجود نهيں هو سکتا - مثلاً اگر هم ايک ريگ کا تيله ديکهيں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابه هوں ' اور سب ايک هي عمل انجام دے رهے هوں' تو هميں فيصله کر دينا پڑيگا که اِس تيلے کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم نهيں هے - يعني اُس ميں خود عضويت کا وجود هي نهيں هے - يهی حال انساني جماعت کا هے - جس انساني گروہ کا هر فرد اپني علحده زندگي بسر کرتا اور جماعت کے ليے کوئي کام نهيں کرتا هے ' هميں کهنا چاهيے که وہ گروہ سرے سے جماعت هي نهيں هے ' بلکه دور وحشت ميں پڑا هوا هے -

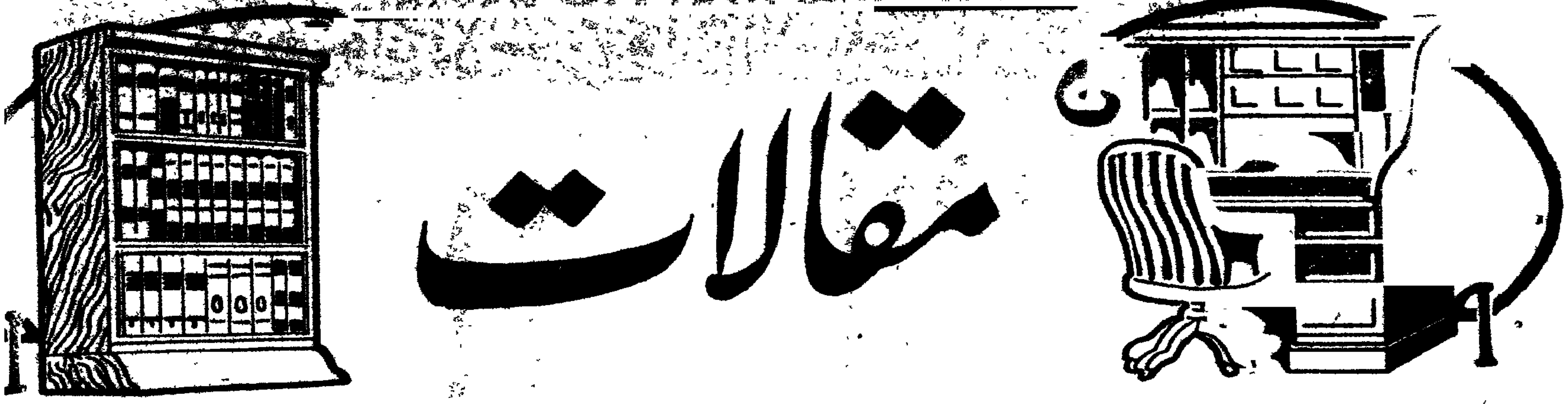
(وظائف کي تقسيم)

جسم ميں عضويت کا آغاز اُسي وقت سے هوتا هے جب اُس کے اجزاء ميں وظائف کي تقسيم هو جاتي هے - يهي حال انسانوں کا هے جب اُن ميں تقسيم عمل نافذ هو جاتي هے - بعض کهيتي پر لگ جاتے هيں - بعض کپڑا بننے لگتے هيں - بعض مکان بنانے لگتے هيں ..... اِس حالت ميں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " هو جاتا هے -

ميلن کي راے هے که عالم اقتصاد ميں تقسيم عمل ' عالم فيزيو لوجي (وظائف الاعضاء) ميں تقسيم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابه هے - يه تقسيم هي جسم حي کي خصوصيت پيدا کرتي هے - اور يهي تقسيم " جماعت " کو موجود کرتي هے -

اِس کي مثال يه هے که زنده جسم ميں معده ' نه تو دل کا فرض انجام ديتا هے ' نه دل معدے کا - گزشته تفصيل سے واضح هوچکا هے که زندگي پيدا کرنے ميں تقسيم وظائف ' تعاون هي کي بنياد پر قائم هوتي هے - مثلاً دماغ اپني غذا حاصل کرنے کے ليے خود عمل نهيں کرتا ' بلکه اُس کي غذا معده مهيا کرتا هے' اور قلب يه غذا اُس تک پهنچاتا هے - يهي حال جماعت کا هے -

(۱) رومس اور ريموس ' مندر وستا کي راهبه " ري سيلويا " کے توأم لڑکے تهے ' اور زنا سے پيدا هوئے تهے - مگر راهبه نے دعوی کيا که جنگ کے ديوتا مريخ کي اولاد هيں - رومس ' روم کا باني هے -



علم الاجتماع

(۲)

(فرد کا اقتدار جماعت پر)

جماعت نے طویل تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ شکار اور جنگ میں رہی شخص اُس کا سردار ہونا چاہیے ' جو اسلحہ کے استعمال میں مشاق اور جسمانی قوت میں اصلح ہو - یہ حال صرف انسانی جماعتوں ہی کا نہیں ہے - چڑیاں بھی جب ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کو جاتی ہیں ' تو اپنی سرداری اور پیش قدمی کے لیے اپنا سب سے زیادہ قوی اور تیز نظر فرد منتخب کرتی ہیں - ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ چڑیوں کے غول اپنے سردار کے پیچھے اڑتے ہوئے جاتے ہیں !

اپنی تکوین کے آغاز میں سلطنت کی بھی یہی صورت ہوئی - افریقہ ' استریلیا ' اور نیوزی لینڈ میں ابتک ایسے قبائل موجود ہیں جو یہ اجتماعی نظام پیش کر رہے ہیں - بعض قبائل ایسے بھی ہیں جن کا سردار دائمی نہیں ہوتا ' عارضی طور پر منتخب کر لیا جاتا ہے - چنانچہ قبائل تسمان کا یہی حال ہے - اُن کا جب کوئی خاندان سفر یا جنگ کو جانے لگتا ہے تو اپنا سردار منتخب کر لیتا ہے - لیکن اِس ضرورت کے ختم ہوتے ہی سردار کی سرداری بھی ختم ہو جاتی ہے ' اور وہ باقی افراد کی طرح ایک فرد عام ہو جاتا ہے -

جو جماعتیں جنگ و جدل سے دور ہیں ' اُن میں فرد کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا - چنانچہ قبائل درجی میں کوئی بھی سردار نہیں ہے - تمام افراد بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے ہیں -

یہی حال قبائل اسکیمو کا ہے - اِن کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے ' مگر آج تک اُن میں کوئی سردار نہیں ہے - شروع شروع جب اُن کے سواحل پر یورپین جہاز پہنچے ' تو اُنھیں یہ دیکھہ کر سخت حیرت ہوئی کہ بحری سپاہی اپنے افسروں کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں !

(حکومتوں کی تشکیل میں جنگ کا دخل)

ابتدائی حکومتوں کے وجود کا باعث صرف جنگ ہی نہ تھی - لیکن جو حکومتیں جنگی ضرورت سے قائم ہوتی ہیں ' وہ فرد ہی کے ماتحت ہوتی ہیں - ابتدائی جنگوں کے تجارب نے انسانی جماعتوں کو یقین دلا دیا کہ نظام و ترتیب کی قوت ' کثرت تعداد کی قوت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتی ہے - بہت سی جماعتیں محض اِس لیے برباد ہو گئیں کہ اُن میں کوئی نظام موجود نہ تھا - انتشار و فوضویت عام تھی - چنانچہ بتدریج انسانوں نے نظام کے فوائد معلوم کیے اور منتظم زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے -

جملہ مستبد حکومتوں کی پیدائش ' جنگ ہی سے ہوئی ہے - شخصی حکمرانی کا باعث ' جنگ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی -

چنانچہ قرون اولیٰ میں جب روم کے لیے ایک بڑا جنگی پیش آیا ' تو تھوڑی حکومت (ڈیکٹیٹرشپ) قائم ہوئی ' اُس کے دفع ہوتے ہی میڈسناٹس ' جو اِس حکومت کا حاکم اپنے کھیت میں ہل چلانے واپس چلا گیا تاریخ میں ایسی سی مثالیں موجود ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حریت پسند قوموں بھی جنگوں نے ایسے آدمی پیدا کر دیے ' جو شروع میں حامی معلوم ہوتے تھے مگر جنگی ضرورتوں نے اُنھیں مستبد حاکم بنا د

جنگی قومیں — اپنے جغرافیائی موقعہ کے لحاظ سے استبدادی طرز حکومت ہی پر برقرار رہیں - اسی طرح تمام ممالک ' جن پر دشمنوں کے حملے ہوتے رہے یا جن میں اند شورشیں زیادہ برپا ہوتی رہیں ' اُن کی حکومتیں لازمی ط استبدادی رہی ہیں - برخلاف اِن کے چھوٹے اور چہار طرف پہ سے محفوظ ملکوں کی حکومتیں جمہوری ہوا کرتی ہیں - چن قدیم زمانے میں یونان اور موجودہ زمانے میں سوئٹزر لینڈ اُن مم کی مثال ہیں جو استبداد سے یک قلم نا آشنا ہیں - لیکن قوم ترکمان بدویت کی حالت میں — شخصی استبداد کی طرف مائل ر ہے -

(حکومتوں کی تشکیل میں صناعت کا دخل)

صناعت ' اگرچہ براہ راست حکومتوں کی تکون کا باعث نہ ہے ' لیکن جنگ کے بعد وہ بھی اُن کی تشکیل میں بڑا د رکھتی ہے - کیونکہ صناعت ' دولتمندی کا اولین سبب ہے اور ا لیے باشندوں میں فرق مراتب کا موجب ہے -

ابتدائی انسان نے جوں ہی آلات کو ترقی دی ' مختلف قسم کی صنعتیں ظاہر ہونے لگیں - صناعوں اور کاشتکاروں نے معمولی محنت کے ذریعہ اِتنی پیداوار مہیا کر لی جو اُن کی ضرور سے زیادہ تھی - چنانچہ اُس کی فروخت اور مبادلہ سے اُنھیں کاف دولت حاصل ہو گئی - اِس دولت سے اُنھوں نے دوسروں سے زیا رسوخ حاصل کر لیا اور اپنے لیے خاص خاص صنعتیں اور پیشے خاص کر لیے -

اِن مالداروں کو بہت جلد ضرورت محسوس ہوئی کہ حریص طماع غریبوں سے اپنی دولت محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں چنانچہ اُنھوں نے اِس مقصد کے لیے قانون و نظام بنائے - یا دوسر لفظوں میں ملک کے لیے حکومت کی بنیاد رکھی اور اُسکی خاص شکل تجویز کی -

اِس قسم کی حکومتیں ' جو صناعوں اور تاجروں کے ہاتھوں ظاہ ہوئیں ' قدرتی طور پر اُن حکومتوں سے مختلف مزاج رکھتی تھیں جنھیں جنگوں نے پیدا کیا تھا - کیونکہ اول الذکر میں کامل شخصی اقتدار قائم نہیں ہو سکتا تھا - صناعوں اور تاجروں کی جماعت کو بھی رسوخ حاصل تھا - اِس قسم کی حکومتوں کی مثال قدیم زمانے میں وینس اور ولمنک کی حکومتیں تھیں - یہ حکومتیں جنگی حکومتوں سے بہت سی باتوں میں مختلف ہوتی ہیں



ایک قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

عرصه هوا ' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زيدان وسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع ـتے هوے لکها تها " سوربن یونیورستي میں ایک قدیم مرقع یري نظر سے گزرا - اس میں اُس فرانسیسي سفارت کا خلیفه ارون الرشید کے دربار میں ورود ہلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے داد بهیجي تهي ' اور جس کے واب میں هارون الرشید نے وه عجب و عریب گهتري ارسال کي تهي س کا تمام یورپ میں عرصه تک ره رها "

جرجي زیدان نے اس مرقع کا س شائع کر دیا تهـا - اس رقع میں هارون الرشید ایک بلند سند پر جو تو بر تو گدیلوں سے ائي گئي هے ' بیتها هے - سر پر د کي وضع کي قلنسوه هے اور اس عمامه بندها هے - حبشي غلام ـ میں کهڑے هیں ' اور فرانسیسي ارت کے ارکان زمین بوس هو رهے

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي ، لیکن اِسکي تاریخ قدامت کي ، تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا ' بهت ن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے راقعۂ سفارت کے ل کر مرقع کي صورت دیدي هو ' یا کسي تاریخي کتاب کي ن کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تها ' اس بارے مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک حریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مواد کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے موقعه ملا که موسیو بلوشر سے کتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هیں جو عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنے سوربن یونیورستي کا) وه اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اس کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے ' لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئي تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت — اِس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وه بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور اُن رنگوں کا استعمال سولهویں صدي کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولهویں اور سترهویں صدي میں یه مرقع منجمله اُن تصاویر کے تها ' جن سے فرانس کے شاهي قصر آراسته کیے جاتے تهے - قصر تویلري کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کي اُن تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها ' جو اسکي دهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جتني ترتیب دي



گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم ازکم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو ' لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے راقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وه اپنے عهد کي عجیب و غریب گهتري بهي تهي جس کا ذکر اُس عهد کے مورخ اے جي نارث Eginhart نے

ضروري هے که اُس میں بهي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمه داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یه هوتي هے که مجموع یعني جماعت ' قائم و محفوظ رهے - هر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطه اور غایت هوتا هے - چنانچه مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار هوتا هے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم هوتا هے - اِسي طرح جماعت کا هر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار هوجاتا هے -

یه اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدده حلقوں کا حکم رکهتے هیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعه میں ایسے هي دائرے بناتے چلے جاتے هیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیه کي بحث میں بتایا هے که جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے هیں :
نظام هضمي ' مجموعه عصبي ' نظام تنفس -

یهي حال سلطنت کا هے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مهیا کرتا هے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبهالتا هے - تیسرا فریق — اور وه درمیاني فریق هے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمه دار هوتا هے تاکه باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یه عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بہت مشابه هے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء هیں اور اُن اعضاء ثلاثه کے قائم مقام هیں جو حیاة حیواني قائم رکهتے هیں -

یهاں پر ایک سوال قابل لحاظ هے - همیں اُسے نظر انداز نهیں کرنا چاهئے - "کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد هي موجود هوجاتي هے ؟ — گهڑي کا آله یا جهاز کا آله ' کائنات حیه کے مشابه هے - چنانچه وه بهي دوسرے اجسام حیه کی طرح مختلف اعضاء سے مرکب هے - اِس کے اعضاء میں بهي تقسیم عمل هے اور اپنے اعمال کي انجام دهي میں تعاون رکهتے هیں - یه آلات ' زنده اجسام سے اِس قدر مشابه هیں که وحشي انسان اُنهیں سچ مچ زنده وجود هي سمجهه لیتے هیں - اگر یهي بات هے تو پهر جاندار آلے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي ره جاتا هے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یه دیا هے که " لکڑي یا لوهے کا متحرک آله ' في نفسه کوئي عضویت نهیں رکهتا - برخلاف اِس کے هر زنده وجود عضویت اور مستقل زندگي رکهتا هے - هر عالم حی ' هزاروں زنده عوالم کا مجموعه هے "

ویرخوف اور کلوڈ برناڈ نے ثابت کیا هے که هر حیوان اپنے سے بہت زیاده چهوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب هوتا هے - همارے جسموں کے اندر بہت سي ذي روح کائنات موجود هیں - اِن میں سے هر ایک مستقل زندگي رکهتي هے - اِن کائنات کي زندگي همارے هي خون سے هے - یه کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواهشیں ' امراض ' اور حرکات رکهتي هیں - اگر هم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بهي اُس کا هر ٹکڑا زنده رهے گا - بلاشبه ترقي یافته حیوانوں کي یه حالت نهیں هے - لیکن ان حیوانات کے بهي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زنده رهتے هیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑهنا اِس بات کي دلیل هے که اِن میں زندگي موجود رهتي هے - اِسي طرح یه بهي واقعه هے که کئي چوهوں کي دمیں اگر ایک چوهے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بهي زندگي پیدا هو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' هیئت اجتماعیه کي بنانے والي هے - پوري هیئت اجتماعیه ' عورت کے قبضۂ اختیار میں هے - سب کچهه اُسي کي مدد سے اور اُسي کیلیے هوتا هے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم هے - وه عورت هي هے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیده آداب ' اور رقیق احساس سکهاتي هے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکهتي هے - عورت هي کے ذریعه مرد کو معلوم هوتا هے که اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب هے - عورت کے قریب هونے هي سے هم محسوس کرتے هیں که جذبات کا طوفان اور ایمان کا دهارا اِتنا زبردست هے که اُسے روکا نهیں جا سکتا ' اور یه ' که انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نهیں چل رها هے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشهور هے که علماء و فضلاء خشک مزاج هوتے هیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجه سے خشک دماغ هو جاتے هیں - یه چیز اِس قدر مشهور هوئي که علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بہت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکه علم اور بشاشت میں هرگز کوئي تضاد نهیں هے - زیاده سے زیاده هنس مکهه آدمي بهي بڑے سے بڑا عالم هوسکتا هے - اِس کي سب سے زیاده نمایاں مثال جاپان میں موجود هے - یهاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج هوتے هیں - حال میں مشهور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تها - وهاں کے لوگ اُس کي هنسي اور خوش طبعي دیکهکر متعجب هوگئے -

بادشاهون کو هدیه

بادشاهوں کے لیے ایک مصیبت هدیے بهي هیں جو اُنهیں بہت بڑي مقدار میں همیشه پهنچتے رهتے هیں - ایڈورڈ هفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چهڑیوں سے لبریز بطور هدیه کے آیا کرتے تهے - وه هدیے بہت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاهم بعض نادر چیزیں لے بهي لیتے تهے - چنانچه ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بهر وزن کا ایک آلو بهیجا تها - اُسے بادشاه نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاهزادي کا ممي کیا هوا هاتهه بهي منظور کرلیا تها ' اور اُس سے میز پر کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تهے !

یهي حال سابق قیصر جرمني کا تها - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پهاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتهر کاٹ کر هدیه بهیجا تها - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑهیا کا سو مارک کا نوٹ بهي منظور کرلیا تها - اِس عورت نے دربان کے هاتهه شہنشاه کو ایک لفافه بهیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوه ایک خط تها :
" کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظه کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکها - یه سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

هوتا ' تو بہت ممکن تھا ' اصلاح و تجدد کي راهیں باز هو جاتیں - لیکن عبدالعزیز کے مجنونانه استبداد نے جسکے ساتھه شخصي حکمراني کے تمام عیش پرستانه عناصر فساد بھي جمع هوگئے تھے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانه بالکل خالي تھا - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے - مالیات کے بہترین وسائل مکفول هوگئے تھے - روس نے پیٹر سبرگ سے سرائے دولمه باغیچه تک اپني مخفي سازشوں کا جال بچھا دیا تھا - روسي سفیر جنرل اگناتف کا اقتدار روز بروز بڑھرها تھا ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسي کے مشوروں پر کار بند تھا - سلطان کا تمام وقت محل کي عیش پرستیوں میں صرف هوتا - بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابي کا موقعه نہیں ملتا - شخصي حکومتوں کا قدرتي مزاج هي شخصي انانیت اور مستبدانه نہر و جبر کا هوتا هے - پھر اگر خصوصیت کے ساتھه اسکا کوئي حکمران " مستبد " هو جاے ' تو ظاهر هے ' اسکا استبداد کس درجه لا علاج اور بے پناہ هوگا ؟ تمام ترک اهل قلم متفق هیں ہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھي زیادہ ستبد تھا - کوئي بات بھي اسے اسدرجه طیش و غضب یں نہیں لاتي تھي جسقدر اس بات کا تصور ' که دنیا کي کوئی خلوق اُسے " مشورہ " دنیا چاهتي هے ' یا نصیحت کرنے کي جرأت رکھتي هے - ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئي ایسي جرأت کر بیٹھے ' اُنھیں فوراً اسکي سزا بھگتني پڑي - اس صورت حال کا لازمي نتیجه یه تھا که کارخانۂ سلطنت روز بروز درهم برهم ہو رها تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر هونے لگے تھے ہ حالت جاري تھي ' مگر هر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا - کوئي صدا نه تھي جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا هوتي !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالاخر جنبش هوئي ' ر دولة عثمانیه کي تاریخ میں پہلي مرتبه دعوت الي الحق کي بے خوف صدا بلند هوئي - یه مصطفی فاضل کي صدا تھي - صداے حق ' جسے نه تو سلطان عبدالعزیز کي سطوت و جبروت ک سکي ' نه امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یه صداء اصلاح " لائحۂ اصلاحیه " کے نام سے مشہور هے - دراصل ایک مکتوب هے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکھا گیا تھا - مصطفی فاضل نے یه مکتوب سنه ۱۸۶۷ میں لکھا ' اور بذات خاص سلطان کے حواله کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رهگئے - دولة عثمانیه کي تاریخ یں یه بالکل ایک نئي قسم کي جسارت تھي - ایسي جسارت سکي مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالي پاشا جیسے مصلحین ي جرأت نہیں کرسکتے تھے !

سلطان عبدالعزیز نے یه لائحه پڑھا ' اور وهي نتیجه نکلا جو متوقع ا - مصطفی فاضل کو قسطنطنیه سے هجرت کرني پڑي - وہ پیرس ' اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم هوگیا - مصطفی فاضل ' اسي قیام پیرس سے نوجوان ترک جماعت کي سب سے پہلي یاد پڑي - قسطنطنیه کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' مصطفی فاضل کي امداد و سرپرستي میں متحدہ زندگي ر کرنے لگے - اُس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنھوں نے صرف دولة عثمانیه کیلیے سیاسي انقلاب کي تخم ریزي کي ' بلکه ي علم ادب و کتابت میں بھي دور جدید کي بنیاد ڈالي ' اسي ' کي پیداوار هیں - نامق کمال بے ' ضیا پاشا ادیب ' سعد الله ' ابوالضیا توفیق ' وغیرهم کي نشوؤ نما اسي دور میں هوئي -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صله صرف مهاجرت هي کي صورت میں نہیں ملا ' بلکه اُسکي تمام ترکي جائداد بھي ضبط کرلي گئي - اگر فرانسیسي حکومت درمیان نه پڑتي تو شاید مصري جائداد سے بھي محروم هو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحه ' تاریخ شرق جدید کا ایک اهم واقعه هے - جس جرأت و صراحت کے ساتھه وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا هے ' اور استبداد و شخصیت کي جگه آزادي و شوری کي دعوت دي گئي هے ' اُس کي کوئي دوسري نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتي - هم چاهتے هیں یه پورا لائحه اردو میں منتقل هو جاے ' کیونکه یه تاریخ شرق جدید کي ایک قیمتي دستاویز هے -

(مسئله اصلاح اور ایک اصل مہم)

یه موقعه تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گزیز هے - دولة عثمانیه میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کي جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں ' وہ اگرچه اس اعتبار سے قابل احترام هیں که استبداد و فساد کے مقابله میں حریت و اصلاح کي طلبگار تھیں ' لیکن ساتھه هي یه واقعه بھي یاد رکھنا چاهیے که اُنکي بنیاد میں یورپ کي عامیانه تقلید و محاکات کے سوا کوئي مجتہدانه بصیرت موجود نه تھي -

صدیوں سے اسلام کي حقیقي دیني روح مفقود هو چکي تھي - اسلام کے حقیقي سرچشمۂ شرع و تعلیم کي جگه طرح طرح کے انساني ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے ' اور اجتہاد و نظر کي جگه تقلید و جمود کي بنیادیں استوار هوگئي تھیں - ضرورت تھي که ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا هوتے ' جو سب سے پہلے اُمت کے دیني مزاج کي درستگي کي کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانه مزاج بھي درست نہیں هو سکتا تھا - اس اصلاح کے بعد یورپ کے علمي و صناعي فوائد کے اخذ و اختیار کي راہ خود بخود کھل جاتي - البته بصیرت و اعتبار کے ساتھه کھلتي - تقلید و کور چشمي کے ساتھه نه کھلتي - لیکن افسوس هے که ایسا نہیں هوا - دولة عثمانیه میں ایسے علماء نا پید تھے اور همیشه نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت هوں - امراء و حکام جہل و اوهام کي تاریکي میں گم تھے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنھیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا هونے کا موقعه مل گیا - یه اپني کسي بصیرت و روشني کي بنا پر نہیں بلکه محض تقلید کي راہ سے استبداد و جہل کي مضرتوں پر مطلع هوے ' اور اصلاح و انقلاب کي سعي شروع کردي - سعي صحیح تھي ' بروقت تھي ' لیکن ساعي بصیرت و نظر سے محروم تھے - مرض کا احساس غلط نه تھا ' لیکن نه تو تشخیص کامل تھي ' نه علاج هي صحیح تھا - نتیجه یه نکلا که اس راہ میں جس قدر قدم بھي اُٹھے ' وہ اگرچه اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نه تھے ' لیکن مجتہدانه بصیرت و نظر کے فقدان سے کوي صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نه کر سکے ' اور شرح اس اجمال کي بہت طولاني هے -

بہر حال بحث و نظر کا یه مقام دوسرا هے - اِس کے فہم و ذوق کے لیے دوسري قسم کي صحبتیں مطلوب هیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرني هے یه هے ' که گذشته صدي کے مشرقي مصلحین کي تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیه کے باني و داعي هونے کا شرف حاصل هے ' اور اِسکا یادگار کار نامه " لائحۂ اصلاحیه " هے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفی فاضل پاشا

اور لائحۂ اصلاحیه

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامه)

اُنیسویں صدي کے وسط میں دولۃ عثمانیه کي سیاسي و اجتماعي اصلاحات کي جو حرکت شروع هوئي تهي ' عام طور پر اسکي ابتدائي تخم ریزي مرحوم مدحت پاشا کي طرف منسوب کي گئي هے - لیکن واقعه یه هے که مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعي اول نه تها - اسے منظم و وسیع کرنے والا تها - ترکي اصلاح و تجدید کي اصلي تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع هوتي هے - في الحقیقت نوجوان ترکوں کي اجتماعي حرکت کا حقیقیي موسس وهي تها -

(اصلاح کي ابتدائي فضا)

عثماني دارالخلافۃ میں جس شخص نے یورپ کے تمدني انقلاب کا پہلے پہل مطالعه کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تها - امراء دولۃ میں یہي پہلا شخص هے جسنے یورپ کي زبانوں سے واقفیت حاصل کي - اسکي نشوونما سلطان محمود مصلح کے عهد میں هوي تهي - سنه ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال هوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشیں هوا ' تو یه لندن میں عثماني سفیر تها - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقي دي اور وزارت خارجیه پر مامور کردیا - یه اسي شخص کي سعي کا نتیجه تها که اسي سال کے ماہ جون میں دولۃ عثمانیه کي تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخي فرمان صادر هوا جو " خط گل خانه " کے نام سے مشهور هے - اسکا نام " گل خانه " اسلیے هوا که سراے " توب قپو " کے چمنستان (گل خانه) میں اُس کا اعلان هوا تها - اس اعلان میں دولۃ کے قانوني اور منظم هونے کا یقین دلایا گیا تها - نیز مسلم اور ذمي کے حقوق کے مساوي هونے ' اور هر طرح کے غیر قانوني امتیازات کے منسوخ کر دینے کا اعلان تها -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عهد وزارت میں تعلیمي و معاشرتي اصلاحات کي جو روح پیدا کی تهي ' اُس کا نتیجه یه تها که ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافته افراد کي پیدا هوگئي - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو هوے : عالي پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقي کي ' اور اپنے عهد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عهد کے تمام اجراآت اصلاحیه کي باعث و کارفرما شخصیتیں یہي تهیں - معاهدۂ پیریس (۳۰- مارچ سنه ۱۸۴۶) میں دولۃ عثمانیه کو جو کامیابي هوي ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلي نے روس کے بر خلاف ساتهه دیا ' وہ بهت کچهه انهي دونوں کي مساعي کا نتیجه تها - معاهدۂ پیرس کے بعد هي تاریخ اصلاح عثماني کا دوسرا فرمان شائع هوا تها جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا هے - اس میں " خط گل خانه " کي مزید تائید کي گئي تهي ' اور تمام رعایا کي آزادي حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تها - یه بهي تمام تر فواد اور عالي هي کي مساعي کا نتیجه تها -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالي پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردي ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو هونے والا تها - یه مصطفی فاضل پاشا کي شخصیت تهي ' جس نے اس نئي فضا کو نشوونما دي ' اور " نوجوان " ترکوں کي جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکهدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا که اپنے عظیم اعمال اور عظیم قرباني سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئي عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علي باني خاندان خدیوۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تها - سنه ۱۸۳۰ع میں پیدا هوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کي - مصر میں محمد علي کے زمانے سے مغربي علوم و السنه کي اهمیت کا احساس عام هو چلا تها ' اور خاندان خدیوي کے تمام افراد فرانسیسي زبان کي تعلیم حاصل کرنے لگے تهے - مصطفی فاضل کو بهي اسکا موقعه ملا - اس طرح مغربي علوم و تمدن کے فهم و مطالعه کا دروازہ اُس پر کهل گیا - ابهي سلطان عبدالمجید هي کا زمانه تها که وہ قسطنطنیه آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین هوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر هوگیا - پهر کچهه دنوں کے بعد جب مالییات کي وزارت کي جگه خالي هوي ' تو حکومت کي نظر انتخاب اسي پر پڑي -

(لائحه اصلاحیه)

یه وہ وقت تها ' جبکه دولۃ عثمانیه کي زوال پذیر هستي کي حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کي آخري مهلت درپیش تهي ' اور قریب تها که همیشه کیلیے اُسکي شش صد ساله عظمت و جلال کي دیواریں سرنگوں هوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئي اصلاحات کي بنیاد رکهي - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاها - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بهي اس سلسلۂ اصلاح کي تیسري کڑي

کیا هے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا هي مرقع فرانس میں موجود هے جیسا یه زیر بحث مرقع هے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکهایا گیا هے اور عرب سفیر اِس حالت میں نمایاں هیں که اپنے تحائف پیش کررهے هیں - اس سے صاف طور پر یه بات واضح هو جاتي هے که واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کي تصویریں به یک وقت طیار کي گئي تهیں - اور عجب نهیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کي گئي هوں - یه دوسرا مرقع پیرس کي مشهور عمارت پنتهیوں Pantheon کي دیواروں پر اِس وقت تک موجود هے - یهاں شارلیمین کے عهد کے مختلف مرقع دکهائے گئے هیں ' من جمله ان کے عربي سفارت کا استقبال بهي هے "

اس مرقع کي نقل هدیۂ قارئین هے -

بلاشبہ ' مضبوط اخلاق هي اِس وجود میں تنها ایک قوت نهیں ہے - کیونکه یہاں جرائم کي بهي جرار فوجیں کهڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بهي بچهے هیں - لیکن یه یقیني ہے که مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور ہے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نهیں هوسکتي - جب وہ کسي قوم کا ساتهه چهوڑ دیتا ہے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بهي گر پڑتي ہے - اُس کا یه خاصه عجیب ہے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي ہے ' اُس کا دائرہ بهي وسیع و عظیم هوتا جاتا ہے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواہ ' نہائي رنج و ملال سے دیکهه رهے هیں که قوم کي شهامت ' زائل هو رهي ہے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي ہے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي رہ سکتي هیں ' اگرچه کتنني هي راسخ هوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتهه مسلمان بهي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گهونٹ اُنهیں زبردستي پلائے جارهے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي ہے - یه حکام وہ هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که وہ شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے گهڑ لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالي ہے - نتیجه یه ہے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب دہ نهیں هیں - اِس کے معنے یه هیں که خود حضور کے عرش معلی کے رو برو بهي ذمه دار اور جواب دہ نهیں هیں ' کیونکه کوئي شخص بهي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پهنچانے کي قدرت نهیں رکهتا ' اور چونکه اُن کے جرائم حضرات شاهانه کے علم میں نهیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بهي نهیں هو سکتي - لهذا وہ بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کهلے بندوں کر رهے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں : حاکم ' کوئي نهیں جو اُن کا هاتهه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نهیں جو اُس پر ترس کهائے - حاکم ' جس کا دعوی ہے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت ہے ' لهذا بے روک اور بے قید ہے - اِس قوت کي گهمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلودہ هوتا ہے - محکوم ' جس کا کام یه رہ گیا ہے که ذلت کے تاریک غار میں گرتا چلا جائے - حکام ' جنهوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑها دیے هیں - اگر کبهي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند هو جاتي ہے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لهذا تمام رعایا ' نا امیدي میں پڑ گئي ہے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي هوئي ' مگر خوف سے چپ ہے - ظلم کے هاتهه اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نهیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا ہے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن ہے - یقیناً وہ وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوطني ' هماري همت بلند کرتي ہے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بهي هم پر آسان کردیتي ہے - هم بہادر سپاهي هیں ' موت سے نهیں ڈرتے - هم میں وقار ہے جو همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا ہے - همارا امتیازي وصف ' صحیح اخلاص ہے - یهي اخلاص همیں آمادہ کرتا ہے که

مسنوات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیدہ هم میں زیادہ مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے اِس تصادم کا همیشه یونهي مقابله کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق هم سے رخصت هو جائینگے ' اُسي دن هماري موت بهي نازل هو جائیگي - هم کسي کو بهي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور اِس جهل عمیم اور فساد عظیم تک نه پهنچتي جو همارے تمام عقلي قوی تباہ کر رها ہے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بهي نه تهي - لیکن وہ ذوق سلیم رکهتے تهے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تها ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه ہے - وہ علم نهیں رکهتے تهے ' مگر عقل کے مالک تهے - وہ عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي ' اور رذالت سے کراهت رکهتي ہے - وہ اُن لوگوں سے بالکل مختلف تهے جو همارے هراول دیکهتے هي بهاگ کهڑے هوئے تهے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نهیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیادہ استبداد سے متأثر هوتے هیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نهیں کهاتا - هم ترکوں میں وہ شرمناک قابلیت ذرا بهي موجود نهیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تهي - اُن کي حالت یه تهي که عقل و فطنت رکهتے تهے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تهے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکهتے تهے - هم بالکل سادہ دل پیدا هوئے تهے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تهي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چهین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یهي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رهے گي - کوئي ایک آدمي بهي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبهال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي ہے ' جس کی عقل بڑي اور علم زیادہ هو - یهي باعث ہے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند ہے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بهي اِس کے فکر و اهتمام سے خالي نهیں ہے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بهي اَن پڑہ دکهائي نهیں دیتا - انگلستان میں (جس پر مٹهي بهر امراء حکومت کرتے تهے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوتے جاتے هیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجهے یقین ہے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي ہے که وہ مغلوب سے علم میں زیادہ تهي - کیا همارے لیے روا ہے که اپنے عقلي انحطاط پر قانع رهیں ' حالانکه همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تهک کوششیں کر رها ہے ؟

میں اِس خیال سے پناہ مانگتا هوں که اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وہ محل کس کام کے جنهیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائدہ جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفی فاضل کا لائحہ)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاهوں اور حکمرانوں تک پہنچنا ' بہت مشکل ہے - درباري اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے هیں - بادشاہ فرمانروائي کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کي لذتوں میں غرق ' راہ صواب سے غافل هو جاتے هیں -

وہ خیال کرتے هیں کہ قومیں اپنے هي کرتوت سے پریشانی میں پڑتي هیں - اور اپني هي غفلت سے پستي میں گرتي هیں - سلطنتیں ' جب برباد هوتي هیں ' تو قضاء و قدر کے بے روک هاتھوں هي سے برباد هوتي هیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوهام کو اوهام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے هي اخلاص اور بڑي هي جرأت کي ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھي زیادہ اخلاص و جرأت کي ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھي میرے دل سے جدا نہیں هوا - خود اعلی حضرت سلطان اِس کے شاهد هیں - وہ لوگ بھي اِس سے ناواقف نہیں جو میري جلا وطني کا سبب هوے هیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلی حضرت کي ذات شاهانہ سے اپني عقیدت ثابت کرتا اور اپني قوم کي فلاح و بہبود ـــ اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا ـــ کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمي هوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاهي حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کي جرأت کي ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیہ کي خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگي ہے ' اور وطن محبوب سے جو محبت و وارفتگي ہے ' اُسي نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردي ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو همیں رات کي تاریکي اور دن کي روشني میں پیش آ رہے هیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے همت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کي تشریح کروں - کوئي ایک بھي مخفي نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاهر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو همیں شفا بخش سکتا ہے ' بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کي مسیحي رعایا کي جانب سے جس سرکشي کا برابر اظہار هوتا رهتا ہے ' وہ یقیناً ' همارے اجنبي دشمنوں کي شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کي بھي دلیل ہے کہ اعلی حضرت کي حکومت کا برتاؤ اپني تمام رعایا کے ساتھہ کوئي عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھي تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئي عذر نہیں هوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھہ نہیں ہے - جہل ' اُس سے پھیلتا ہے ' فقر و فاقہ اور شر و فساد کي اُس سے پیدائش هوتي ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحي رعایا هي ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلي گئي ہے - حالانکہ یہ سخت غلطي ہے - مسلمان ' جن کي حمایت پر کوئي یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رہے هیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ هیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے بیٹھے هیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادي هیں - نفس بلند رکھتے هیں - اُن کي یہ صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند هیں - اِس لیے یورپ والے اُنھیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان ' اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کي نسل هیں جو فرمانروائي کے تخت پر جلوہ گر هوچکے هیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ هوگیا ہے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں هوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کي اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھي پیمانۂ صبر لبریز هوگیا ہے - مصیبت آخري حد تک پہنچ چکي ہے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کي اب اُن میں قدرت باقي نہیں رهي - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا ' یاس و نا اُمیدي کا شکار هوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت هوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر هیں ' اور میں یقین کرتا هوں کہ آپ کي اُمت کے عظماء و اکابر بھي اُس سے بیزار هیں - لیکن وہ مجموعي حکومت کا ایک لازمي نتیجہ ہے - حتی کہ خود اعلی حضرت بھي ' جنکي قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے ' شاید اُسے روکنے کي قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کي خبر سمع مبارک تک پہنچتي هي نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگي تباہ کر رها ہے - اُس کي شخصیت گرا رها ہے ' اُس کے فضائل برباد کر رها ہے -

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود هیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے هیں کہ یہ امت ـــ جو هماري عزت و فخر ہے ـــ کس طرح نسل کي کمي اور هجرت کي زیادتي کي وجہ سے کمزور و کم تعداد هوتي چلي جا رهي ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں هوں - ممکن ہے اِس میں همارے فوجي نظام کو بھي کچھہ دخل هو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا هوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا هوں ' وہ یہ ہے کہ هم مغلوب قوموں کے مشابہہ هوتے جاتے هیں - روز بروز هماري معنویت کمزور هو رهي ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام هوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! همارے اسلاف نے چار صدي پہلے مشرق کي رومن شہنشاهت تہہ و بالا کر ڈالي ' عروس البلاد اور ملکۂ جہاں ' قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کي جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کي جاتي ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابي کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت هي نہ تھي - اُن کي وہ اولو العزمي اور بہادري ' درحقیقت ' اُن کي معنویت هي کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کي اطاعت ' خوش دلي سے کرتے تھے ' نہ کہ خوف اور مجبوري سے - یہي وجہ تھي کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکي - عقل پر اندھي تابعداري غالب نہ آسکي - اُنکي خود داري برابر باقي رهي - استقلال ذاتي نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کي روح ' عزت نفس کي روح سے مل گئي تھي - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کي بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اِس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالي جسے استبداد کي رذیلتیں گھن کي طرح لگ گئي تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کي تمام چولیں هلا ڈالي تھیں -

ملین ڈالر بھي جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسي طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمي بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابي کیا تھي؟ اُس کا معیار کیا تھا؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئي مفصل خیال ذهن میں موجود نہ تھا - کامیابي کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہي تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردي - مجھے خود تعجب ہوا کہ تھوڑي هي مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ہونے لگي تھي اور ابتک جمع ہوتي چلي جاتي ہے !

مجھے آج تک اپني غربت اور تنگ دستي یاد ہے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گدگداتي تھیں ' مگر میں اپني کوئي خواهش بھي پوري نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹي بھي نہیں ملتي تھي - میں دربدر کام تلاش کرتا پھرتا ' اور کہیں بھي کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحري حوض میں نوکري مل گئي - هفته وار سوله شلنگ تنخواه مقرر ہوگئي - میں بہت خوش ہوا - مگر فوراً هي میري خوشي رنج سے بدل گئي - کیونکه اِس کمپني کے منیجر مسٹر گوبس نے مجھے بلا کر نہایت خشکي سے کہا " یه تنخواه تمھیں ملے گي ' اگرچه تم اِس کے کسي طرح بھي اهل نہیں ہوا "

میں نے کوئي جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصه تھا - میں نے عزم کرلیا که کچھه هي ہو جائے ' میں اپني حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچه میں نے کوشش شروع کردي ' اور چند هي سال بعد یہي مسٹر گوبس مجبور ہوئے که مجھے اپني عظیم کمپني کا شریک بنا لیں !

مجھه سے لوگ پوچھا کرتے هیں " آدمي کروڑ پتي کیسے بن جاسکتا ہے؟ " میرا جواب همیشه یه ہوتا ہے که دولت جمع کرنے کا کوئي خاص قاعده نہیں ہے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ہے : ذهانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافي حصه ملا ہے ' تو بلا شبه وه بہت زیاده دولت جمع کرلے سکتا ہے -

بہت سے معمولي ذهانت کے لوگ همیشه " زمانه " کو ملامت کیا کرتے هیں که اُن کا ساتھه نہیں دیتا - وه کہتے هیں " اگر همیں ایک موقعه بھي میسر آجائے تو هم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یه اُن کي غلطي ہے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ہے - اُن کي ذهانت و قابلیت کا ہے - اعلیٰ ذهانت کے لوگ هاتھه پر هاتھه رکھه کر موقعه کا انتظار نہیں کیا کرتے - وه خود موقعه پیدا کرتے هیں اور اُس سے فائده اُٹھاتے هیں -

میں نوجوانوں کو همیشه نصیحت کرتا رهتا ہوں که اپني تمام قوتیں اور کوششیں ایک هي طرف متوجه رکھیں - کیونکه بغیر اس کے دولت حاصل نہیں ہو سکتي - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگنده کر دینے سے اکثر ناکامي کي مصیبت پیش آجایا کرتي ہے - همیشه ایک مرکز بنانا چاهیے ' اور اُسي پر تمام قوتیں صرف کردیني چاهییں - بلا شبه میں بھي اُن لوگوں میں ہوں جو بیک وقت بہت سي تجارتیں پھیلائے ہوئے هیں - لیکن یه میں نے اب کیا ہے جبکه ایک بڑے سرمایه کا مالک بن چکا ہوں - شروع شروع میں نے کبھي یه جرأت نہیں کي که بہت سے کام لے کر بیٹھه جاؤں -

محنت اور چستي کو بھي کامیابي میں بہت بڑا دخل ہے - شروع میں میرا دستور یه تھا که صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیاره بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ہوں که آج کل کے نوجوان اِتني محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وه اُتني محنت بھي کریں ' جتني وه آساني سے کرسکتے هیں ' تو کوئي وجه نہیں که کامیاب نه ہو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیاده لذیذ کوئي چیز بھي نہیں ہے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ہوں - بہترین بادباني کشتي بھي میرے پاس ہے - میں نے شکار بھي بہت کھیلا ہے - عیش و آرام کے جمله سامانوں سے بھي متمتع ہوا ہوں - مگر میں سچ کہتا ہوں - مجھے کسي بات میں بھي اُتني لذت حاصل نہیں ہوئي ' جتني اپني روز کي محنت میں حاصل ہوتي ہے - میں سمجھتا ہوں ' میري کامیابي کا سب سے بڑا راز میري اِسي محنت میں ہے -

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیه

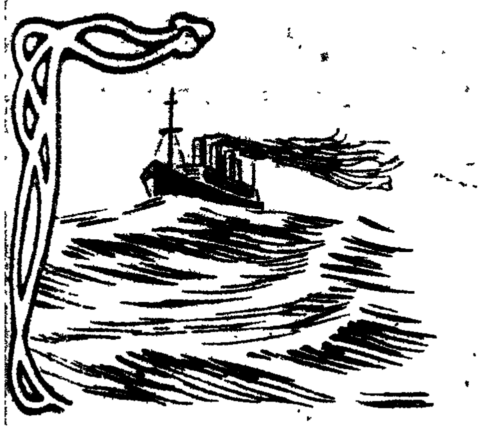
(الہلال کے مقاله نگار مقیم قسطنطنیه کے قلم سے)

غازي مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطني کا انتخاب - وزراء آستانه میں - غازي کے خلاف سازش -

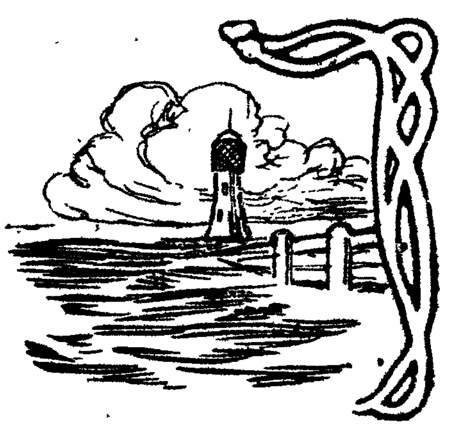
(غازي مصطفیٰ کمال کا پیغام)

مجلس وطني کے انتخاب کے سلسله میں غازي مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکي قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ہے - یه تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھي ہے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ہے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادي کے بعد پہلي مجلس وطني اور اپني جماعت " خلق فرقه سي " کي کارگزاریاں یاد دلائي هیں اور پھر قوم سے اپني جماعت کے انتخاب کي درخواست کي ہے - وه لکھتے هیں :

" آج موقعه ہے که هم گزشته چارسال کے اندر اپنے عظیم اصلاحي و تعمیري جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھه وه کامیابیاں دیکھیں جو هم نے حاصل کي هیں - همارا ملک ایک ایسي مہیب جنگ سے جس کي نظیر تاریخ میں نہیں ملتي ' فتحمند نکلا تھا - اُسے اُن مساعي و اعمال کي سخت ضرورت تھي جنسے قومیں زنده رهتي هیں - یه پہلا موقعه نه تھا که ترکي قوم نے فتح و نصرت دیکھي تھي - ترکي قوم کي پوري تاریخ فتوحات سے لبریز ہے - لیکن چونکه پہلے ترکي قوم میدان جنگ سے باهر کوئي کوشش نہیں کرتي تھي ' اس لیے اپني فتح سے کوئي فائده بھي نہیں اُٹھا سکتي تھي - بلکه بتدریج اُسکي فتح ' شکست بن جاتي تھي - جو فتحمندي بر قرار نہیں رکھي جاتي ' اُس کے نتائج بسا اوقات '



برید فرنگ



آزادي ' قوموں کے لیے اولین مربي هے - آزادي هي تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتي هے - کوئي مربي بھي آزادي کا قائم مقام نہیں هوسکتا - کوئي مربي بھي آزادي کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کي تحقیر کرتي هیں ' کیونکه علم اُنھیں کچھه بھي فائده نہیں پہنچاتا - قومیں اُسي وقت علم کي طرف راغب هوتي هیں ' جب اُنھیں اپنے حقوق کي جانب سے اطمینان هوجاتا هے - وہ علم اس لیے حاصل کرتي هیں که اپنے حقوق سے فائده اٹھائیں - اور بهتر سے بهتر اور زیاده سے زیاده فائده اٹھائیں - هر جاهل اور غلام قوم ' بزدل هوتي هے یا خائن -

اعلی حضرت ! اِس وقت همارې مصیبت صرف یهي نہیں هے که هم معنوي کمزوري اور عقلي فساد میں مبتلا هیں - همارې مصیبت اِس سے بھي بڑي هے - هم هر جگه ایک جبار و قهار دشمن کو اپنے سامنے پاتے هیں - وہ بے رحم دشمن ' همارا افلاس هے - حضور نے کتني مرتبه اپنے خزانے خالي دیکھے ؟ کتني مرتبه تنخواهیں تقسیم کرنے کے لیے روپیه موجود نه پا کر رنجیده هوئے ؟ آپ کا رحیم قلب یه سونچ کر همیشه کس قدر اداس هوتا رها هے که عمال سلطنت کي تنخواهیں بہت حقیر هیں ؟ یه اس لیے که حضور جانتے هیں ' مشرقي عهده دار جب تنخواه کافي نہیں پاتے ' تو رشوت خوار هو جاتے هیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کردیتے هیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالي هونے پر همیں اُتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کي غربت کا افسوس هے - کیونکه سرکاري خزانه محض اِس لیے خالي رهتا هے که رعایا غریب هے - رعایا کا افلاس ' ایک عظیم ترین خطره هے -

دنیا کي حکومتوں میں صرف اعلی حضرت هي کي حکومت ایسي هے جو اِتنے قلیل خراج پر زنده هے - حضور کي سلطنت نہایت عظیم ' وسیع ' اور آباد هے - تعجب هے که رعایا اِتنا قلیل خراج بھي ادا نہیں کرسکتي ! لیکن همارا یه تعجب باقي نہیں رهتا جب هم دیکھتے هیں که خراج جمع کرنے کا طریقه ' ایک بد ترین طریقه هے - همارې قوم ' بہت هي کم کام کرتي هے - وہ هر هنر سے جاهل هے - یهي وجه هے که فقر و فاقه میں مبتلا هے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کي قدرت نہیں رکھتي - حالانکه دوسرے ملکوں کي رعایا هم سے بہت زیاده خراج بخوشي ادا کردیتي هے -

اعلی حضرت کي سلطنت میں هر چیز کو زوال آگیا هے : زراعت تجارت ' صنعت ' کوئي چیز بھي تباهي سے نه بچي - هم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے هیں اور اپنے فقر و فاقه کے مشاهده پر قانع هیں - فقر کي هیبتناک صورت همارے سامنے هے - هم اُس کي دهشت سے همت و جرأت کا کوئي کام کر هي نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتي

(کیا دولت ' حسرت کا سبب هے ؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے هے یا خرچ کیلیے ؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا هے که دولت مند ' خوش نصیب هیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یه کوئي قاعد کلیه نہیں هے - کیونکه بہت سے کروڑ پتي ' انتہاء درجه بد نصیبي کي زندگي بسر کر رهے هیں - اور بہت سے نان شبینه کے محتاج هیں جنھیں مسرت و سعادت کي زندگي حاصل هے !

حال میں مسٹر چارلس ولنت نے جو ایک مشہور امریک کروڑ پتي هیں ' اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا هے - وہ اِس لائق هے که مفلس اور امیر ' دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے هیں :

دولت ' مسرت و سعادت کے لیے کوئي لازمي شرط نہیں هے کیونکه مسرت ' درحقیقت خود اُس شخص پر موقوف هوتي هے جو اُس کا متمني هوتا هے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف هوں یه دنیا کے سب سے زیاده بد نصیب انسان هیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھي جانتا هوں جو نہایت پر مسرت زندگي بسر کر رهے هیں !

مجرد دولت سے اُسي شخص کو مسرت حاصل هو سکتي جو حد سے زیاده طماع اور صرف مال کا حریص هو - ورنه مع دولت کے جمع هوجانے سے هرگز لازم نہیں آتا که مسرت بھي هو جائے -

دولت سے وهي شخص مسرت حاصل کر سکتا هے جو صرف اُ کا جمع کرنا هي نہیں جانتا ' بلکه خرچ کرنا بھي جانتا هے - میر خیال میں وهي دولت مند ' مسرت و سعادت محسوس کرتے هیں جو اپني دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے هیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا هوں جو کہا کرتے « اگر همیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو هم مطمئن هو جائیں خوش و خرم زندگي بسر کریں » لیکن یه خیال صحیح نہیں اِتني دولت جمع هوجانے کے بعد بھي وہ خوشي محسوس نه کرینگے ' الا یه که وہ یه بھي سیکھه لیں که اپني دولت کس طرح خ کرني چاهیے ؟

جب میں نے دولت جمع کرني شروع کي ' تو ایک لمحه کے بھي مجھے یه خیال نہیں گزرا تھا که میں عنقریب کروڑ پتي بن جا میرے خواب میں بھي یه بات کبھي نہیں آئي تھي که ا

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

پال ہیس کے قلم سے:

پال ہیس Paul Heyse، جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور فسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۲ء میں اُسنے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیرفانی ہوگیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام فسانہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہے۔

پھٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزو ویس کی چوٹی، سیاہ بادل میں تھی۔ اُس کے دامن شہر نابلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار ابھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرہ کے کام پر جا چکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک کام کر رہے تھے۔

"ریشل!" ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا "لے، پادری انطونیو، آ گئے۔ انطونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح ابھی نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہے ہیں"

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ بشاش تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا جواب دیا۔ قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ہمارا پادری، جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟" چھوٹی لڑکی نے دادی سے سوال کیا "کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" دادی نے اپنا پوپلا منہ ہلا کر کہا "جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُسنے پادری کو، اُسکے گرجا کو اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اس وقت کوئی بھی نہیں ہے!"

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

"موسم کیسا ہے؟" پادری نے نابلی کی طرف نظر اُٹھا کر انطونیو سے کہا۔

"باپ! ابھی سورج نہیں نکلا" ملاح نے جواب دیا "یہ تمام کہرہ سورج نکلتے ہی چھٹ جائے گا"

"جلدی کرو۔ دھوپ سے پہلے ہم نکل جائیں" پادری نے کہا۔ نوجوان انطونیو نے ڈانڈ اُٹھایا۔ مگر وہ اچانک رک گیا اور سامنے کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھری دبی تھی معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، فقر و غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں۔ انطونیو نے اُسے پہچان لیا۔

"انتظار کیا ہے؟" پادری نے سوال کیا۔

"ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں" ملاح نے بنت کہا "ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے"

اب لڑکی سامنے تھی۔

"موریلا!" پادری نے کہا "اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟"

انطونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دیئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

"اخاہ! غصہ ور پری! سلام!" بعض ماہی گیر اور ملاح چلائے۔ دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ اُنھیں دیکھا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے منہ تمتما رہا تھا۔ اگر یہاں پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے ضرور چھیڑتے۔

"صبح بخیر! موریلا!" پادری نے کہا "کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟"

"اگر مقدس باپ کی اجازت ہو" موریلا نے ادب سے جواب دیا۔

"انطونیو سے اجازت لو" پادری نے کہا "کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے، اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے"

"یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر کرایہ کو کافی ہوں" موریلا نے انطونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تمھاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے" انطونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جا کر بیچا کرتا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

"لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی" موریلا نے خفگی سے کہا۔ آپ اُس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غصہ کی حرارت نمایاں تھی۔

"بیٹی! چلی آ" پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا "انطونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا" (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) "دیکھ! اُسنے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں مقدس باپ بھی کہتے ہیں! انطونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوں۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے!"

اب موریلا کشتی میں اُتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انطونیو کی چادر دُور ہٹا کے۔ انطونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

"اس گٹھری میں کیا ہے؟" پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں اِن مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، ندلفت، اور روٹی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور ندلفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھاؤں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کروں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کروں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اُس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا۔ "آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے ناامیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر! بیٹی، دعا کر!" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا اُس لے۔ نیک بن! نیک! تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

"موریلا! میں نے ابھی سنا کہ ملاح تجھے "غضبناک" کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو مسیحی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہیے"

دوشیزہ کے کُندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

"وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا "وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، اور ان سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا "لیکن تمھیں بہرحال ہنس مکھ ہونا چاہیے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں، گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دُور افق میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ صرف ویزو ویس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

شکست سے بھي زيادہ بد تر ثابت ہوئے ہيں - ليکن اِس مرتبہ ہم نے اِس قديم سنت پر عمل نہيں کيا - ہم فوراً اصلاحي اور تعميري کوششوں ميں لگ گئے - حالت امن ميں ہماري مساعي ' حالت جنگ کي مساعي سے بھي کہيں زيادہ عظيم تھيں - ہم نے عزم بالجزم کر ليا تھا کہ اِس فتح مبين سے فائدہ اٹھائينگے اور اِسے ترکي قوميت کي تجديد کا سنگ بنياد بنا دينگے - چنانچہ ہم نے ايسا ہي کيا !"

اِس کے بعد غازي نے اپني جماعت کي کارگزارياں بيان کي ہيں :

" جنگ آزادي سے ملک ايک عظيم اصول لے کر باہر نکلا - وہ اصول يہ تھا " سيادت بلا کسي قيد و شرط کے صرف قوم ہي کي ہے " اِسي اصول کي بنا پر جمہوريت کا اعلان کيا گيا - اِسي اصول کي بنا پر منصب خلافت موقوف کيا گيا جو صديوں سے ترکي قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا -: ہماري جمہوري جماعت کي رائے ہے کہ ہر اجنبي مداخلت سے جمہوريت کي حفاظت کرنا ترکي قوميت کے مستقبل کے ليے نا گزير ہے - يہي سب سے بڑا وطني فرض ہے - يہي قوم کي زندگي کي اصلي ضمانت ہے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حيرت انگيز ترقيوں کا ذکر کيا ہے جو اِس قليل مدت ميں اُن کي جماعت کے ہاتھوں ظاہر ہوئي ہيں - بالآخر پيغام اِس عبارت پر ختم ہوتا ہے :

" اِس زندگي ميں ميرا سب سے بڑا بھروسہ اور ميري سب سے بڑي قوت يہ ہے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتي ہے - يہي سبب ہے کہ ميري زندگي کا سب سے بڑا مقصد بھي يہي رہا ہے کہ اِس امانت کو زيادہ سے زيادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طريقہ پر ادا کرنے کي کوشش کروں - اگر تم ہمارے نام زد کردہ اشخاص کو اپني مجلس وطني ميں بھيجوگے ' تو ہم دو بارہ تمہاري خدمت کا موقعہ حاصل کرسکينگے - مجھے پورا يقين ہے کہ مستقبل ميں ترکي جمہوريت اور ترکي قوم کي اور بھي زيادہ شاندار خدمتيں ميں انجام دے سکتا ہوں - عنقريب ترکي کا مستقبل بہت ہي عظيم ہوگا ' کيونکہ اُس کے افراد پوري ہمت سے مستقبل کي تعمير ميں مصروف ہيں "

(مجلس وطني کا انتخاب)

مجلس وطني کے انتخابات ختم ہوگئے ہيں - ہر طرف سے خبريں آ رہي ہے کہ جمہوري يا کمالي جماعت کامياب ہو رہي ہے - ليکن يہ کاميابي کوئي ايسي کاميابي نہيں ہے جسے انتخاب اور مقابلہ کي کاميابي سے تعبير کيا جائے - کيونکہ اِس جماعت کے سوا کوئي دوسري جماعت ملک ميں موجود ہي نہيں ہے - اور اگر ہے تو انتخاب ميں شريک نہيں ہوئي ہے -

غازي مصطفی کمال کي جمہوري جماعت کي طرف سے ۳۱۶ - اميدوار کھڑے کيے گئے ہيں - اُن کي تفصيل حسب ذيل ہے :

۴۹ - انتظامي آدمي ہيں - ۴۶ - کاشتکار ہيں - ۴۰ فوجي افسر ہيں - ۳۴ وکالت پيشہ ہيں - ۲۵ علمي آدمي ہيں - ۲۵ تاجر ہيں - ۲۳ اخبار نويس ہيں - ۲۳ ڈاکٹر ہيں - ۲۳ ماہر اقتصاديات ہيں - ۹ سياسي ہيں - ۷ انجينير ہيں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمی ہيں - ۳ آلات سازي کے ماہر ہيں - ايک دوا ساز ہے -

اِس مرتبہ مخالفين سے ميں کسي ايک شخص کو بھي اِس جماعت نے نامزد نہيں کيا - چنانچہ علی فؤاد پاشا ' طيار پاشا ' کاظم قرا بکير پاشا وغيرہ ميں سے کوئي بھي انتخاب ميں شريک نہيں ہے -

(تمام وزراء آستانہ ميں)

اِس وقت تمام وزير آستانہ ہي ميں موجود ہيں - پرسوں غازي کي صدارت ميں مجلس وزارت باضابطہ منعقد ہوئي - جمہوري حکومت کي يہ پہلي مجلس سلاطين آل عثمان کے تاريخي محل ' طولمہ باغچہ ميں جمع ہوئي اور مختلف مسائل پر غور کيا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں ميں يہ افواہ پھيل رہي ہے کہ اگر پايۂ تخت انگورہ سے پوري طرح منتقل نہ ہوا ' تو بھي قسطنطنيہ گرمائي پايۂ تخت ضرور بنا ديا جايگا -

(غازي کے خلاف سازش)

اِس ہفتہ کا اہم واقعہ غازي مصطفی کمال پاشا کے قتل کي سازش ہے - اِس سازش ميں چار آدمي گرفتار ہوئے ہيں - تين ارمني ہيں - ايک ترک بتايا جاتا ہے - سازشيوں نے پوليس سے مقابلہ بھي کيا - ايک قتل ہوگيا - تين پکڑ ليے گئے - پوليس کا بھي ايک سپاہي قتل ہوا ہے -

مجرموں نے اقرار کيا ہے کہ حکومت يونان کے اشارے سے اُنھوں نے يہ اِرادہ کيا تھا - تجويز يہ تھي کہ غازي موصوف جب انگورہ واپس جانے لگيں تو راستے ميں اُنکي ريل ڈائناميٹ سے اُڑا دي جائے -

اِس خبر نے يہاں کي عام رائے ميں سخت ہيجان پيدا کر ديا ہے - کيونکہ ترکي قوم ارمنيوں اور يونانيوں کي سازشوں سے بہت نقصان اُٹھاچکي ہے - سعيد حليم پاشا وزير اعظم ' غازي انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغيرہ ' ترکی کے ايسے فرزند تھے ' جنميں سے ہر شخص اپني جگہ دنيا کا بڑا آدمي شمار ہوتا تھا ' مگر شقي ارمنيوں نے سب کو ايک ايک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ' اور ترکي کے دل پر ايسے زخم لگائے کہ جو مدتوں مندمل نہ ہونگے -

اب اِن بد بختوں کي نظر غازي مصطفی کمال پاشا پر ہے جو اِس وقت ترکي قوم کي روح رواں ہيں -

الہلال کی تصاویر

افسوس ہے کہ دسہرہ کي تعطيل کے وجہ سے (جو کلکتہ ميں پوجا کي تعطيل کہي جاتي ہے) وہ تصاوير طيار نہ ہوسکيں جنھيں الہلال کے صفحات ميں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہيں کہ اِس کي تلافي آيندہ اشاعت ميں کي جائے -

ے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے

ال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے

ی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا
یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے؟"
ٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے ہے جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مرتے وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں رہکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دیگا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کرے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے" وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا۔۔۔ موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہے" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کررہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اٹھالیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکالیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم وابرو کو چھپالیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ وغضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دُور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روٹی کھاتے دیکھ کر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھادیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری میں گرگئی تھیں۔ لوٹتے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہے"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھاگئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا، حتیٰ کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پُرجلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے آنکھیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن وجمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں۔ تنہا ہیں۔۔۔ اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بُری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرط تاثر سے سُرخ ہورہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رُومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہے۔

کشتی، کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دُور ہے۔ قرب وجوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہے۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھاگئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھالئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا تعجب ہے میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دُکھ کہنا چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلاسبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی۔۔۔ نہ تمھیں، نہ کسی، نہ انسان کو"

"نہ کسی انسان کو!" انٹونیو نے دانت پیسکر کہا "تم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتیں، صرف اسی وقت کہہ رہی ہو، کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ لیکن تم ناسمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی، کسی اور کو شوہر بناؤگی"

"کون جانتا ہے؟" موریلا نے سنجیدگی سے کہا "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہے؟"

"مجھے فکر کیوں ہے؟" انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی "تجھے فکر کیوں ہے؟ یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھاکر کہتا ہوں، جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دوگی، اُس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی! میں برداشت نہیں کرسکتا! برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" موریلا نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "کیا میں تم سے کوئی وعدہ کرچکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہوجاؤ تو میرا کیا قصور ہے؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟"

"آہ! حق!" ملاح نے جوش سے چلانا چاہا مگر اُسے رونا آگیا۔ آواز رُک گئی "بے شک میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں، ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے اگر میں مسیحیت پر مرجاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہو کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا "میں وہ نہیں ہوں کہ تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پُورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت وتکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے" یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "نوبل سعود کی بھی کچھ خبر ہے؟"

موریلا نے اپنے نازک ہونٹھ ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی"

"ہشش!" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی اماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا رُواں میلا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبر گیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تأثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوتوں ہی میں رہ جاتا ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر یقین کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنیوالی ہے۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہے؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دُہرایا "مجھ سے بیان نہیں کرو گی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دُنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقعہ کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہے، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دُور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دے کر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے! میں اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور پڑ رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا غریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دباتا تھا کہ اُس کے منہ سے چیخ نکل جاتی تھی لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہو گئی ہے۔ اُسے غم کھائے جاتا ہے۔ اگر مر گئی۔ خدا نخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو!" بالآخر پادری نے کہا "اُسی طرح معاف کر دو، جس طرح تمھاری ماں نے معاف کر دیا ہے۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کر دو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا منہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دُنیا میں ایسی خوش نصیب بیبیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مرجانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہے۔ اگر محبت، زبان گونگی کر ڈالتی ہے، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہے، تو میں ہرگز ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معصوم بھی سنگدل تھا؟" پ... پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ ... جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں ... خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا ... اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھ موا ... دے سکتا ہے۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے"

موریلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا ... نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں ... مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر ... لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پہنچ گئی۔ ... نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل ... خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ ... ایک ہاتھ میں اپنی گٹھڑی لی۔ دوسرے میں ننھی دبائی اور ... تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا" پادری انٹونیو سے کہ... "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ... موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں ... کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے ... جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر ... دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے" اُسنے مضطرب آواز سے کہا ... میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے — میرے لئے ...

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات ... کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری ... چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا ... تے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری ... دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انٹونیو ... دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی، جو دھو... بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ ... پہنچ کے موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی ... کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا ... سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ ... صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز ... لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو۔ موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی ... کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ ... میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہے اور ... چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ... وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام ... پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر ... پہلے ہی موسم بدل گیا تو وہ "جلد واپسی پر مجبور ہو گی۔"

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بثینہ سے مشہور عالم ہے۔ ابوسہل ساعدی عیادت کو گیا۔ ی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابوسہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بثینہ کی میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یت کی:

جب میں مر جاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمھارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بثینہ کے قبیلہ جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کُرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وماکنی بجمیل   وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آ پہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم گیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری   نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل   وابکی خلیلک دون کل خلیل

بثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پُوری کر دی۔ جمیل نے سنہ ۸۲ھ (سنہ ۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا لو تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا الگ الگ ہو جاؤگے تو بآسانی ہلاک کر دئیے جاؤگے"

سنہ ۸۳ھ (سنہ ۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

مُوت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری مُوت پر بیٹھ کر عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسو نہ بہانا۔ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈال کر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ پر غور کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ اُن سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم اس سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمھارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بستر کے کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے، سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا "خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں۔ لہذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روز کی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدالی   فی رؤس الجبال ارعی الوعولا!

ابو حازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمد للہ۔ یہ لوگ مُرت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم مُوت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کُند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاق کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر، زمین پر تھا۔

سنہ ۸۴ھ (سنہ ۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے مُوت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟" کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند الممات   بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اُس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

سنہ ۹۰ھ (سنہ ۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحظہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچا اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

سنہ ۹۶ھ (سنہ ۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی اُمیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر   والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ   ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصروف الدہر عیرنا   ہل عاند الدہر الا من لہ خطر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہدو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہو جاتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اما تری البحر تعلو فوقہ جیف   وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا   ونالنا من تمادی بؤسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا   ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

سنہ ۱۳۲ھ (سنہ ۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابوجعفر منصور

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُسوقت ابوجعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دئیے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ اِن کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ اُنھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے۔ وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے۔ اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پُورا نہ کر سکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دَم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

سنہ ۱۵۸ھ (سنہ ۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رح

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابو عبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جا رہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمھارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے رُو برو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

سنہ ۱۶۱ھ (سنہ ۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

مَوت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پہلے

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپنے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمان اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سُنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے تمہاری بھلائی چاہی ہے غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا" افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں! پھر پوچھا، انھوں نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

کو اُٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ ہٹا لے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا! ہا!" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے پیر رہی تھی۔ اُسنے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر انہی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پُرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہلۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعا رِ یوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۴ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علی کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اُڑنے سے پہلے مجھے آکر بچا لو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابو عبدالرحمن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا۔ تمھارے پاس مسافر کے زاد راہ بھر سامان ہونا چاہئے میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ آپکے صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اُس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زاد راہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہوگا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہوگا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کر سکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی انھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۱ھ (۶۸۰ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اُٹھایا، نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی امیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی

مغلوبن تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی اور عجیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا گمر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا۔ "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المومنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقا و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متأثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبۂ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیم ترکیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہے!

مسجد میں عربی تحریریں

او پر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہے "فاسجدوا للہ واعبدوا"

دیواروں پر ... (اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمار گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور ان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ اُس میں کوئی آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش لوگ مدت سے کر رہے ہیں سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُس وقت کی گئی تھی، جب جنگ عظیم کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں یہ برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُس وقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بر وقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔ اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا۔ انھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیّت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہے اور ان شاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے درپے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں، وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو ہتائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم نہا اوقات ان دونوں کا عددی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سر رشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ دوسرے "مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہے، یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہے اور ایک چیز اُسکے پیروں کا فہم و عمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہے (اور کم از کم میرا تاثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس صورت میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو گیا تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپکو یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہے۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھتا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں۔ اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیروں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑ دیئے۔ دُنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم و ادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے احوال و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متأثر ہوتے رہے ہیں کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہے؟

سیروا فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہل قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحانِ عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے صوری و معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہو، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے ویسٹمنسٹر، پیرس کے بانتھیوں، رومس کے کنیسے، ایتھنز کے ترپول، اقصر کے معبد کرنک اور الحمرا کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا، جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر توتاخن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے انکشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عرفان و عبادت کے اعتبار سے، ایک مستقل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل پیش نظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض ابتک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ ان میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی ابتک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے انھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی، مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسکو سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب — حالانکہ وہ کنیسا تھی — بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدھر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا افقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط ابتک ویسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشر عشیر بھی تصور نہ کر سکیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ پُرجلال اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی۔

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا دوامی ذخیرہ کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ لوگ پیاس سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ترکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہزارہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں۔ تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ انھوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی۔

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے لیسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ یعنی کنارا پیچھے کر دیا اور لبیت سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۴ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے: "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقا کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۷)

دنیا میرے قدموں کے پیچھے آجاتی تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اسی رات سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

۔۔۔ھ (۔۔۔ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقیٰ لہ فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا الی الامد الاقصیٰ فمن یامن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

۱۸۰ھ (۔۔۔ء) میں وفات پائی۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ر (منیجر الہلال کلکتہ)

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں، اپنی ہوائے نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے پجاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اس ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُر جوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زبان دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ ماننے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی پچ ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب ملجائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کا پیرو کسی حال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت ان دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہجاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کر لیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دنیا کے پرستاران مذاہب میں ننانوے فی صدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی اس بھیڑ میں شامل ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائے گا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک و شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم باعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یکقلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیرؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیرؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتہً اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یکقلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سر چشمے اس حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ ان دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آ جائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ لے سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیت بشری کی دماغی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے فہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیرؤں کی عملی ذہنیت نے بحیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اس قدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتداد زمانہ کے مؤثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تأمل نہیں کرے گا اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک و شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصیتوں سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ تو ہمیں یکقلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اس قدر آسان اور سہل ہو، جس قدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیاً اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ ثالثاً تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہو، تو کیا کسی انصاف پسند" غیر مجادل انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُس پر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپکے بعض تأثرات اور پیش کردہ سوالات کا جواب دینا چاہئے۔

یاد رکھئے — موسم گرما کا نایاب تحفہ — صرف ہمدرد دواخانہ دہلی کا

شربت روح افزا ۲۹۲ (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم باسمی ہو کر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کر کے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (جعلسازی) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے بڑے ملک میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گرمی کو فوراً دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر و دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کر کے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس خیال کے کہ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں اور فی پیدا کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خرید کرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہے۔ فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کارڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی — تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہو تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

١٩٢٧

الہلال

جلد ١

نمبر ١٧

ابلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ — کلکته : جمعه ۱۷ - ربیع الثانی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔

پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۴۲٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۴۰	نستعلیق هون	۱۴۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

الہلال

هر جمعه كو نمبر ۱۱ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے	-	-	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	-	-	سات روپيه
قيمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " كے نام سے كي جاے ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركهتے هوں آنكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے -

(۴) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نهيں كيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(۷) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاهے نکالے " لیکن سورج کا ایک سمت کي جگه کسي دوسري سمت سے نکلنا کوئي دنیا کا محسوس واقعه نه تها جو لوگوں کے علم میں هوتا اور حضرت ابراهیم اُسے اپنے پروردگار کا نعل قرار دے سکتے - نمرود کهه سکتا تها که اچها اگر یهي دلیل هے تو تمهارا پروردگار پورب کي جگه پچهم سے ایک مرتبه نکال دکهائے - اِس پر حضرت ابراهیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاهتے که نظام شمسي کا پورا کارخانه درهم برهم کرکے سورج دوسري سمت سے نکلتا ہوا دکہا دے ؟

(۵) علاوہ بریں* جب حضرت ابراهیم علیه السلام نے پهلي لیل سے رجوع کرکے دوسري دلیل پیش کي ' تو ضروري تها که یه لے سے زیاده واضح و اقطع هوتي - اُن کي پهلي دلیل یه تهي که رت و حیات کي باگ الله هي کے هاتهه هے - دوسري یه که اجرام ماري اُسي کے حکم و مشیت سے کام کرتے هیں - ظاهر هے که سري دلیل پهلي سے زیاده وزني نهیں کهي جا سکتي - اگر موت حیات جیسا واضح اور بدیهي معامله خصم کو ساکت نه کر سکا ' تو رام سماري کا معامله کیا مفید اثبات هو سکتا هے ؟

میں نے بڑے هي شوق سے حضرت امام فخر الدین رازي کي سیر کبیر دیکهي تهي - کیونکه وہ قران مجید کے مقامات کو عقلي حث سے صاف کرنا چاهتے هیں - مگر میں عرض نهیں کر سکتا مجهے کس قدر مایوسي هوئي ؟ لطف یه هے که انهوں نے پوري یل کے ساتهه یه تمام شبهات خود هي لکهے هیں ' لیکن جواب کا کچهه حال هے ' اس کا اندازہ اِس سے کر لیجیے که اُس کے پڑهنے بعد اپنے دل کو اَور زیاده شکوک و شبهات میں مبتلا پاتا هوں -

پہلے شبه پر انهوں نے بالکل توجه نهیں کي هے - دوسرے شبه دو جواب دیے هیں - ایک یه که ایک دلیل چهوڑ کر دوسري ں کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز هے - اس میں کوئي ; نهیں ' کیونکه دوسري دلیل پهلي دلیل سے اوضح هے - ـام مفسرین کي طرف منسوب کرتے هیں - دوسرا جواب حققین " کا جواب قرار دیا هے - وہ یه هے که " یه ایک دلیل کو کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا نه تها - بلکه ایک هي دلیل کي وضاحت کرني تهي : و هو انا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق احداثها ' له امثالة ' منها الاحیاء و الاماتة ' و منها السحاب و الرعد ' و منها حرکات الافلاک و الکواکب ' و المستدل لا یجوز له أن ، من دلیل علی دلیل آخر ' لکن اذا ذکر لایضاح کلام مثالا ' ، ینتقل من ذلک المثال الی مثال آخر ' فکان ما فعله ابراهیم ب ما یکون الدلیل واحداً ' إلا انه یقع الانتقال عند ایضاحه من الی مثال آخر - و هذ الوجه احسن و الیق بکلام اهل التحقیق " کے بعد آگے چل کر لکهتے هیں : " لما احتج ابراهیم بالاحیاء ة ' اورد الخصم علیه سوالا لا یلیق بالعقلاء ' و هو انک اذا ، الاحیاء و الاماتة لا بواسطة ' فذلک لا تجد الی اثباته سبیلا ' عیت حصولها بواسطة حرکات الافلاک ' فنظیره او ما یقرب منه لبشر - فاجاب ابراهیم بان الاحیاء و الاماتة و ان حصلا بواسطة الافلاک ' لکن تلک الحرکات حصلت من الله تعالی و ذلک ; ي کون الاحیاء و الاماتة من الله ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة ـ تحریکات الافلاک " خلاصه اِس تقریر کا یه هے که پهلي دلیل مرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یه تها که اُس نے کہا ' ، صفت جلانے اور مارنے کي کیسي هے ؟ وہ بلا واسطه جلاتا هے ' یا افلاک کي حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعه ؟ ب بات هے تو اُس کا اثبات ممکن نهیں - اور اگر دوسري ، تو یه انسان کو بهي حاصل هے - یعنی وسائط کے ذریعه موت و حیات وجود میں آسکتي هے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطه سے زنده انسان پیدا هو سکتا هے ' اور قتل کے ذریعه هلاک کیا جا سکتا هے - اس کے جواب میں حضرت ابراهیم نے اپني دلیل کي مزید وضاحت کي اور فرمایا که احیاء اور اماتت اگرچه افلاک کي حرکات کے واسطه سے ظهور میں آتي هے ' لیکن افلاک کي حرکت بهي تو خدا هي کے حکم و مشیت سے هے - اُس کے سوا کون هے جو انهیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئي دوسرا افلاک کو متحرک نهیں کر سکتا ' تو ثابت هو گیا که احیاء اور اماتت بهي نهیں کر سکتا -

میں حیران هوں که اس امام جلیل القدر کي اس تقریر کي* نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبه دور هوا هے یا اَور زیاده مضبوط هوگیا هے ؟ اول تو یه فرض کرنا که نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطه اور بغیر واسطه کا جهگڑا تها ' کهاں سے ثابت هوتا هے ؟ قران مجید میں تو صرف اتنا هي هے که " انا احیي و امیت " پهر یه کهنا که یه دوسري دلیل کي مزید توضیح هے ' نئي دلیل نهیں هے ' کسي طرح بهي سمجهه میں نهیں آتا - افلاک کي حرکت کو بهلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یه استدلال پهلي دلیل کے ساتهه مربوط هوسکتا هے ؟ پهلي دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کي صفت سے تها - دوسري میں سورج کے طلوع و غروب کي جهت سے - اس میں اور موت و حیات کي طاقت و تصرف میں کوئي علاقه نهیں - تعجب هے که کیونکر امام موصوف ایسي کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذهب قرار دیتے هیں اور وثوق کے ساتهه قرار دیتے هیں -

پهر مفسرین کا یه عام مذهب بهي که دوسري دلیل پهلي سے اوضح هے ' تشفي پیدا کرنے سے قاصر هے - صاف بات تو یهي معلوم هوتي هے که پهلي دلیل هي زیاده واضح اور قطعي تهي -

تیسرے شبه کا جواب امام موصوف نے یه دیا هے که نمرود دوسري دلیل کا معارضه نهیں کرسکا - اسلیے که هوسکتا هے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کردیے هوں - وہ اس قابل هي نه رها هو که اعتراض کرے - سوال یه هے که اگر معترض اور مشکک کو اسي طرح حواس باخته کرکے چپ کرادینا تها ' تو پهر اس مناظره کي ضرورت هي کیا تهي ؟ پہلے هي سے مخبوط الحواس بنا دیا هوتا تا که وہ اعتراض هي نه کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کي سنت یهي هے که جو معترضین انبیاء کرام سے معارضه کرتے هیں ' ان کے حواس سلب کر لیا کرتا هے ' تو اس کا مطلب یهي هو سکتا هے که انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نهیں هوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے هیں - کیا ایسے جوابوں سے قران مجید کے معارف روشني میں آسکتے هیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے هیں که " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابلة میں پیش کي جائے ' اور اُس پر وہ نا فهمي سے اعتراض کردے ' تو مستدل کا فرض هے که اُس کے اعتراض کي خامي ظاهر کردے اور بغیر اس کے آگے نه بڑهے ' اور جب ایک معمولي مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروري هے ' تو ظاهر هے که ایک نبي اولوالعزم کے لیے کیوں ضروري نهو جس کا مناظره تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادي صداقت کے پیش کیا جا رها هے ؟ " تاهم وہ اس قوت کے ساتهه اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئي کمزور سے کمزور جواب بهي نهیں دیتے ' اور صرف یه کهکر چپ هو جاتے هیں که " محققین کي تفسیر پر شبهات وارد

باب التفسیر

ـرت ابراهیم اور ایك بادشاه كا مكالمه

ۂ كریمه ”الم تر الی الذی حاج ابراهیم“ كی تفسیر

ایک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جیسا که جناب کو معلوم ہے' میں گذشته سال سے ایک سلسلهٔ رسائل کي ترتیب میں مشغول هوں جن کا مقصد یه ہے که قران مجید کے مطالب حکیمانه ایک ایسے نئے اسلوب سے بیان کیے جائیں که آج کل کي مذهب سے برگشته طبیعتیں اُن سے تشفي حاصل کرسکیں - ایک همدرد ملت رئیس دکن نے اُنکے انگریزي زبان میں ساتهه ساتهه ترجمه کرانے کا بهي انتظام کر دیا ہے ' اور اُمید ہے که چند ماه کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسله شروع هو جایگا * * * * اِس سلسله میں قرآن مجید کے متعدد مقامات هیں جو ایک عرصه سے میرے سامنے هیں - لیکن حقیقت حال یه ہے که جیسا تشفي بخش حل اُنکا هونا چاهیے ' اِس وقت تک نهیں هوسکا ہے ' اور جب تک خود اپني طبیعت مطمئن نه هو جائے ' دوسروں کے سامنے قدم اُٹھانا دیانت تحریر کے خلاف سمجهتا هوں - یه عرض کرنا ضروري نهیں که قران مجید کے فهم و مطالعه کا جسقدر بهي خاکسار ذوق پیدا کرسکا ہے' وہ سب جناب هي کے طفیل ہے ' اور جناب هي کي تحریرات کے شغف کا نتیجه ہے - اِسلیے اِن مشکلات میں بهي جناب هي سے دستگیري کي اُمید ہے - اگرچه وہ مقامات ایک سے زیاده هیں ' مگر سر دست میں جرأت نهیں کرسکتا که جناب کا زیاده وقت لوں - صرف ایک مقام کي نسبت اپنا اِطمینان چاهتا هوں جسکے خاطر خواه حل نه هونے کي وجه سے خاکسار کي زیر ترتیب کتاب کا کام رُک گیا ہے -

سورۂ بقره میں حضرت ابراهیم علیه السلام اور ایک پادشاه کے مناظره کا ذکر ہے جسکي نسبت همارے مفسرین کا بیان ہے که وہ نمرود تها : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه ان اتاه الله الملک ' اذ قال ابراهیم ربي الذي یحي و یمیت ' قال انا أحي و أمیت ' قال ابراهیم فان الله یاتي بالشمس من المشرق فات بها من المغرب ' فبهت الذي کفر ' و الله لا یهدي القوم الظالمین - مضمون اِس آیت کا یه ہے که حضرت ابراهیم سے نمرود نے خدا کے باب میں حجت کي - اسپر اُنهوں نے فرمایا که میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے - یعني زندگي اور موت اُسي کے قبضهٔ و تصرف میں ہے - اگر کوئي دوسري هستي خدائي کي مدعي ہے ' تو اُسے چاهیے که یه قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب میں کہا - اگر یهي وصف خدائي کا ہے تو یه مجهه میں بهي ہے - میں بهي جلاتا هوں اور مارتا هوں - حضرت ابراهیم نے یه سنکر فرمایا که خدا پورب سے سورج نکالتا ہے - تو پچهم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبهوت هوکر رهگیا -

یه دراصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره ہے جسمیں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ہے اور حضرت ابراهیم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں - اب اس آیة کي تفسیر میں چند درچند مشکلات حائل هیں :

(۱) اول یه که جب نمرود خدا هونے کا مدعي تها ' تو ظاهر ہے که دلیل پیش کرنا اسکے ذمه تها - نه که حضرت ابراهیم کے ذمے جنکي حیثیت منکر کي تهي - لیکن یهاں حضرت ابراهیم اس سے کوئي دلیل نهیں مانگتے - بلکه خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دلیل پیش کردیتے هیں که ” الذي یحي و یمیت “ اور وہ اس سے معارضه کرنے لگتا ہے -

(۲) پهر جب اُنهوں نے ایک ایسي دلیل بیان فرمادي تهي جس سے بڑهکر واضح اور قاطع دلیل نهیں هوسکتي ' تو چاهیے تها که نمرود کے جاهلانه اور طفلانه معارضه کي قلعي کهول دیتے - کیونکه وہ اپنے جهل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دینے کا وہ مطلب سمجهه هي نه سکا تها جو موٹي سے موٹي انساني عقل کو بهي سمجهه لینا چاهیے - وہ بول اُٹها که یه بات تو مجهے بهي حاصل ہے - ضروري تها که حضرت ابراهیم فرماتے ' موت اور حیات بخشنے سے مطلب یه ہے که جس طرح وہ اَن دیکهي ذات تمام جاندارون کو نیستي سے هستي بخشتي ہے ' اور پهر ایک خاص وقت پر فنا کر دیتي ہے ' اسي طرح تو بهي ایک چهوٹا سے چهوٹا کیڑا بنا دیکهه - لیکن آپ یه نهیں کهتے ' بلکه فوراً اس دلیل کو چهوڑ کر ایک دوسري دلیل پیش کر دیتے هیں - یعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگه دوسري سمت سے نکالدینے کي فرمایش کرتے هیں - اس سے لازم آتا ہے که گویا آپنے اپني پهلي دلیل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ بالله) نمرود کے معارضه سے لاچار هوگئے - اسلیے اسے چهوڑ کر نئي دلیل کا سهارا لیا - ایک معمولي مناظر کیلیے بهي یه بات دلیل عجز ہے ' چه جائیکه ایک جلیل القدر پیغمبر کیلیے -

(۳) پهر دوسري دلیل جو پیش کي گئي ' اُس پر بهي شبهات وارد هوتے هیں - قران مجید ناطق ہے که پهلي دلیل سے نهیں مگر دوسري دلیل سے نمرود لا جواب هو کر رهگیا - مگر اعتراض هوسکتا ہے که جس شخص کي شوخ چشمي کا یه حال تها که موت و حیات کے وصف الهي تک کا بیان اُسے چپ نه کرا سکا ' وہ اِس دوسري دلیل سے کس طرح لا جواب هوگیا ؟ اگر کها جاے ' اس لیے که وہ پچهم کی طرف سے سورج نکالنے پر قادر نه تها ' تو جواب یه ہے که وہ موت و حیات بخشنے پر بهي تو قادر نه تها ؟ جس طرح اس بات کا ایک غلط مطلب ٹهرا کر اُس نے معارضه کر دیا تها اور حضرت ابراهیم ترک دلیل پر مجبور هوگئے تهے ' اسي طرح اِس کا بهي کر دے سکتا تها - کهدیتا میں بهي ایسا کر سکتا هوں -

(۴) علاوه بریں دلیل کے معنے یه هیں که وہ ایسي بات هوتي ہے که اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق هو جاتا ہے - لیکن حضرت ابراهیم کي دوسري دلیل ایسي معلوم نهیں هوتي - اُس کا اثبات اس مقدمه کے اثبات پر موقوف ہے که ” خدا وهي هوسکتا ہے

یه اجتماعي قانون نهایت عجیب هے - کیونکه بظاهر ایک قسم کا تناقض رکهتا هے - ایک طرف کهتا هے ' تغیر و تبدل ضروري هے - نئي چیزلو اور پراني چیزیں چهوڑ دو - دوسري طرف یه بهي کهے جاتا هے که پراني چیزیں یک لخت فنا نه هونے دو - اپنے پچهلي مقومات و خصوصیات باقي رکهو - اپني قومي خصوصیات مٹا کر کوئي قوم ' قوم نهیں ره سکتي - لیکن فی نفسه اِس میں تناقض نهیں هے - دونوں باتیں اپني جگه تهیک هیں - نئي چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یه هے که وه تمام نئي چیزیں اختیار کر لي جائیں جو قومي مزاج و مصالح کے موافق هوں - خصوصیات کے باقي رکهنے سے مقصود یه هے که وه تمام بنیادي چیزیں قائم رکهي جائیں جو قومي مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکهنے کیلیے ضروري هیں - یعني رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشته هاتهه سے نه دیا جاے -

بلا شبه اِس قانون کي تطبیق میں اعتدال قائم رکهنا بهت مشکل هے - چند هي قومیں اصلاح میں اپنا دماغي توازن قائم رکهه سکي هیں - یا تو یه هوا هے که اپني تمام قدیم عادات و روایات پر [illegible] گئیں' اور ایک قدم بهي آگے بڑهنے سے انکار کردیا - یا یه هوا که فوراً [illegible] دیل و انقلاب پر آتر آئیں ' اور اپني کوئي بهي قدیم خصوصیت [illegible] ني نه رکهي - پهلي صورت تفریط کي هے - دوسري صورت [illegible] راط کي هے - اور نجات و ترقي توسط و اقتصاد میں هے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کي قابلیت کے معني اس کے سوا کچهه نهیں هیں که عالم [illegible] رجي کي اطاعت کي جائے - قدیم زمانے میں هر جگه لوگوں کا طرز [illegible] بشت تقریباً یکساں تها - اسي لیے تبدل کی ضرورت بهي کمزور [illegible] - اُس کي قابلیت آهسته آهسته پیدا هوتي تهي - حتی [illegible] بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک هي حالت پر قائم رهیں [illegible] تبدیلي کي ضرورت محسوس نه کي - اُن کا تعلق همیشه ایسي [illegible] وں سے رها ' جو اُنهي کي طرح وحشي یا نیم وحشي تهیں - [illegible] کے سامنے کوئي بهتر نمونه تهذیب و تمدن کا موجود نه تها - اس [illegible] ترقي کي رغبت بهي پیدا نه هوئي ' اور جمود و تقلید کي [illegible] ت برابر باقي رهي -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یه هے که وه اپني فطرت کي [illegible] سے مجبور کي جاتي هیں که اپني زندگي اور زندگي کي [illegible] یں محفوظ رکهیں - یهي باعث هے که اُن قوموں میں فرد کا [illegible] له چنداں اهمیت نهیں رکهتا تها - بلکه اُس زمانے میں فرد [illegible] جائز هي نه تها که مستقل زندگي بسر کرے - وه قومیں [illegible] بالکل قدرتي بات خیال کرتي تهیں که عام مصلحت کے [illegible] فراد اپني هستي قربان کر دیں - اُس وقت شخصي آزادي ' [illegible] کے واهمه میں بهي نه تهي -

[illegible] وض نظري آدمیوں نے آزادي کي اعلیٰ مثال یوناني جمهوریتوں [illegible] بتائي هے - حالانکه اُن جمهوریتوں میں افراد کو مطلق آزادي [illegible] نه تهي - وه ایسے نظامات کي پابندیوں میں جکڑے هوے تهے [illegible] آج متمدن دنیا میں کوئي آدمي بهي برداشت نهیں کر [illegible] ا - اُن جمهوریتوں میں افراد کو اِتني آزادي بهي حاصل نه تهي [illegible] اپني مرضي سے کوئي دیني عقیده رکهیں' یا اپني اولاد کي بطور [illegible] تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یه حالت تهي که افراد [illegible] پنے گهروں میں کهانا پکانے اور کهانے کي بهي اجازت نه تهي - وه مجبور تهے که عام دستر خوانوں هي پر بیٹهه کر کهانا کهائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعي مجرم سمجهے جاتے تهے - چنانچه پوري قوم سقراط کے خلاف کهڑي هوگئي ' اور اُس وقت تک چین نه لیا ' جب تک اُس مصلح کي جان نه لے لي !

بلا شبه اِس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروري هیں ' جو همیشه دشمن کے حملوں کا نشانه بنے رهتے هیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تها که اصلاح و انقلاب میں نقطۂ توازن کیا هے - ایک طرف وه تجدد و اصلاح کے حامي تهے ' دوسري طرف اپني خصوصیات کي حفاظت بهی کرتے تهے - یه وصف اُن میں اِس وجه سے پیدا هوا تها که فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسري قوموں سے قائم کر دیے تهے - یه تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تهے ' اور وه نظامات کي تبدیلي پر مجبور هوجاتے تهے - رومانیوں کا سنهرا زمانه وهي تها جب وه اِس مرکز توازن پر قائم تهے - لیکن جب سے اُنهوں نے افراط و تفریط شروع کي ' روز بروز گرنے اور تباه هونے لگے -

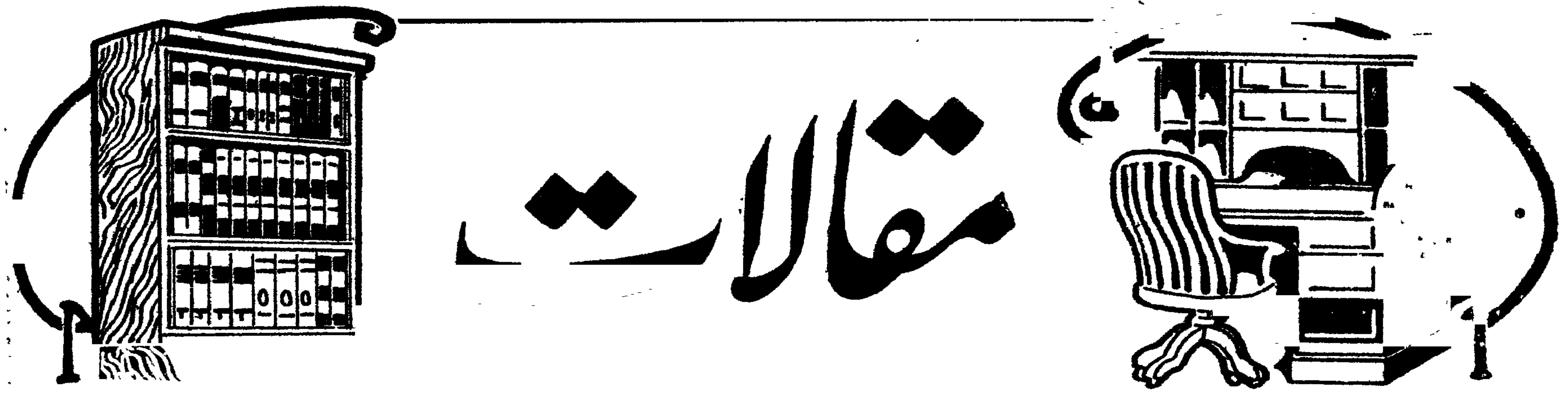
(انگریزوں کي کامیابي کا راز)

موجوده زمانے میں علمي اکتشافات ' جدید صنائع کے ظهور ' اور مواصلات کي سهولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا هے ' که هر لمحه عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا هوتے رهتے هیں - اس صورت حال کا قدرتي نتیجه یه هے که مرکز توازن تقریباً مجهول هو گیا هے ' اور اُس کي تلاش از حد مشکل هوگئي هے - یهي سبب هے که موجوده دنیا میں هر طرف شورشیں اور انقلابات برپا هو رهے هیں - کوئي نظام بهي پائداري حاصل کرنے نهیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں هي کي قوم یورپ کي ایک ایسي قوم هے جس نے رومانیوں کي طرح مرکز توازن معلوم کر لیا هے - وه ایک طرف اصلاح و تجدد کي حامي هے - دوسري طرف اپنے قومي مقومات بهي برقرار رکهے هوئے هے - اُن میں جمود و تقلید نهیں هے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول هیں ' مگر پوري تدریج اور دانشمندي کے ساتهه قدم بڑهاتے هیں - انگلستان کي آزادي نه تو کرامویل کے هاتهوں قائم هوئي هے ' نه جمهوریت پسندوں کي لائي هوئي هے - وه انگریزي تاریخ کي پیداوار هے (۱) - یه تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رها هے ' درحقیقت اِسي توازن فکر و عمل کا نتیجه هے -

---

(۱) جب خاندان استوارت کے پادشاه چارلس اول کا استبداد بهت بڑه گیا ' تو انگریز امریکا کي طرف هجرت کرنے لگے - حتیٰ که انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالي هوگئے - ظالم بادشاه یه دیکهه کر گهبرایا اور هجرت کي ممانعت کردي - جس دن ممانعت کا اعلان هوا ' دریائے تیمس میں مهاجرین کے کئي جهاز روانگي کے لیے طیار تهے - اُنهي میں کرامویل بهي تها - اب باشندوں نے دیکها که ظلم سے نجات حاصل کرنے کي راه بغاوت کے سوا کوئي نهیں هوسکتي - چنانچه بغاوت شروع هوگئي - کرامویل اِس باغي فوج کا سپه سالار مقرر هوا - بغاوت کامیاب هوئي - جمهوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمهوریت کا صدر منتخب هوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تها - مگر بعد میں خود یه بهي مستبد هوگیا - آخر سنه ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کي حکومت کا بهي خاتمه کر دیا -



نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئي دلیل بیان کي جائے ' خواہ نئي مثال ' ضروري ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کي خامي واضح کردي جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کي تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسي طرح اُس تفسیر پر بھي وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کي تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسي ہوگئي تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئي روشني ڈالي ہوگي - چنانچہ میں نے بمبئي سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصري کي تفسیر منگوا کر دیکھي ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھي وھي امام رازي والي تفسیر بجنسہ پائي - اِن شبہات کا کوئي جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوري ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعاني شیخ آلوسي بھي خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھي یا تو وھي تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدي ہیں جنہیں امام رازي نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسي طرح کي کاوش ھي نہیں کي گئي ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازي جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصري جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ھي کي چوکھٹ باقي رھگئي - لاریب صرف جناب ھي کي ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قران کي وہ تمام مشکلات حل کردے سکتي ہے جن تک دوسروں کي نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکي ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیري کا طالب ہے - اور امید قوي رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھ سے میرے حیدراباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ھند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کي تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائي ہے - میں نے بڑے ھي شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعي اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تمام تر وھي تفسیر کبیر کي پوري بحث اردو میں نقل کردي گئي ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کي ہے کہ اسي نے آج کي اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کي تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھي ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کي صفت عضویۃ ' افراد کي عضویت سے الگ وجود رکھتي ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھي نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ھي یہ یقیني ہے کہ تمام طبیعي کائنات کي طرح عالم اجتماع کے بھي خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتي ہے ' وہ تمام اجزاء باھم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ھي باقي تمام اجزاء بھي متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعي قانون کي بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروري ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کي طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کي بیماري کے علاج میں باقي اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلي بیماري سے بھي بدتر بیماریوں کي پیدایش کا سبب بن جائیں -

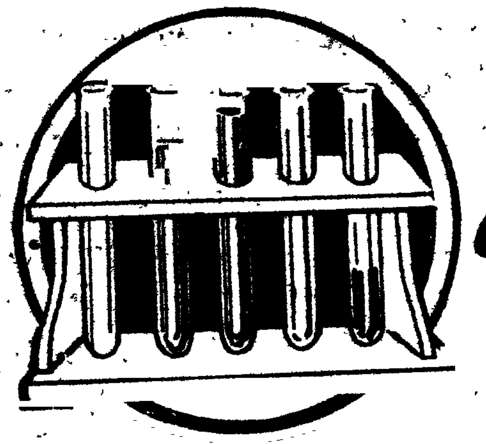
علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات او جدید اصول و مبادي کا حامي ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضي و حال سے بہتر ہو جاے - دوسري طرف وہ ماضي و قدیم کي بھي حفاظت چاھتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضي ' اپنے مقومات ' ا اپني خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں اور باقي رکھیں - ورنہ اُن کي قومیت درھم برھم ہو جائیگی ' ا اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھي ھمیں یہي سبق دیتي ہے - مشاھدہ کي بھي یہي ھدایت ہے - ھم دیکھتے ہیں کہ قوموں کي ترقي کي بنیادي شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعني وہ نئے اوصاف اختیا کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

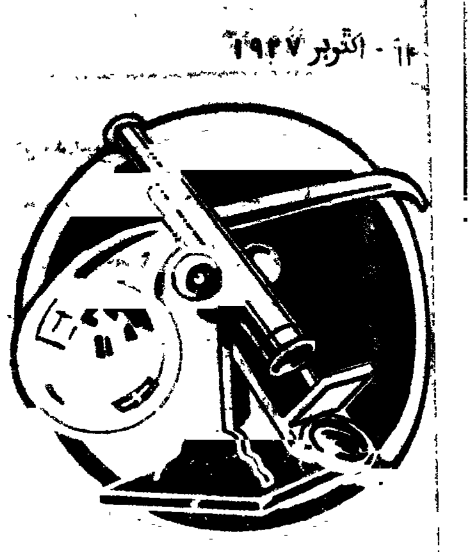
قوموں کي حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ھمیں معلوم ہوا ہے کہ ترقي کے اصلي ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کي قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -



مذاکرہ علمیہ



جب حکومت کی شکل حالات، ماحول، اور قومی آرزوں کے خلاف ہوتی ہے، اور اُس کی تبدیلی کے لیے قوم کے سامنے کوئی قانونی راہ باز نہیں ہوتی، تو یہ وقت انقلاب و بغاوت کے ظہور کا وقت ہوتا ہے - لہذا ضروری ہے کہ ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کردی جائے، ورنہ قوم کو یہ حق حاصل ہو جائیگا کہ فوری تبدیلی کے لیے اپنا قدرتی حق استعمال کرے اور بغاوت پیدا ہوجاے -

اسپین میں باشندگان ہالینڈ کی بغاوت (سنہ ۹۶۲ ھ) خاندان اسٹورٹ پر انگریزوں کا خروج، نپولین بونا پارٹ پر جرمنی کی بغاوت، آسٹریا پر اٹالین قوموں کی بغاوت — یہ تمام بغاوتیں تاریخ کی نظر میں، صحیح، جائز، اور قانونی بغاوتیں تھیں -

(انقلاب کی طبیعت اور حکومت کے فرائض)

بغاوت عموماً آتش فشاں پہاڑ کے انفجار یا آندھی کے طوفان کے مشابہ ہوتی ہے - شروع شروع میں اُس کا خیال چند افراد کے اندر پیدا ہوتا ہے - پھر آہستہ آہستہ تمام قوم میں پھیل جاتا ہے - بغاوت کا خیال تبدیلی کے احساس سے پیدا ہوتا ہے - جب تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی تو حکومت کی طرف سے عام بد دلی پیدا ہوجاتی ہے - یہ بد دلی مخفی غصہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے - جب حالت اِس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو قوم ہر لمحہ مشتعل ہو جانے کے لیے طیار ہو جاتی ہے - اُس وقت معمولی سے معمولی بات بھی عام بغاوت کا سبب بن جاسکتی ہے -

لہذا حکام کا فرض ہے کہ ایسی حالت پیدا ہونے سے پہلے ہی اصلاح نافذ کردیں - لیکن اگر بر وقت نہ کرسکیں، تو پھر اُن کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اِس بغاوت و انقلاب میں شامل ہوجائیں، یعنی اسے اپنے ہاتھہ میں لے لیں، تاکہ اُس کی مضرتیں کم سے کم ہوجائیں -

اعتذار

افسوس ہے کہ شہر کی عام تعطیل کی وجہ سے اس ہفتہ بھی مطلوبہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں اور ہمیں تصویر کے بغیر پرچہ شائع کرنا پڑا - تصاویر کے نہ مل سکنے کی اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامین بھی ترک کردینے پڑے جن کا تعلق تصاویر سے تھا - اس صورت حال کا صحیح علاج یہی ہے کہ جلد از جلد تصاویر کی طیاری کا مستقل انتظام کرلیا جاے - آیندہ پرچوں میں ہم اس کمی کی پوری تلافی کردینگے -

منیجر

عالم سماوی

کیا ستارے زندگی سے محروم ہیں ؟

ہم تاروں بھری رات میں نظر اُٹھاتے ہیں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے ہیں - یہ ستارے درحقیقت ویسے ہی کرے ہیں، جیسا ایک کرہ خود ہماری زمین ہے - اِن ستاروں میں بہت سے ستارے ہماری زمین سے بھی بہت زیادہ بڑے اور بہت زیادہ عمر کے ہیں - بعض ہماری زمین سے چھوٹے اور اُس سے کم عمر رکھتے ہیں - یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک نظام سے وابستہ ہیں، جیسا ہمارا نظام شمسی ہے - اِن میں بھی آفتاب ہیں اور اپنے گرد بہت سے کواکب اور سیارے رکھتے ہیں -

مدت سے علماء فلک میں سخت اختلاف ہے کہ یہ ستارے بھی ہماری زمین کی طرح زندہ موجودات سے آباد ہیں یا نہیں ؟ ایک گروہ پہلی رائے کا قائل ہے - دوسرا دوسری راے کا -

پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ زندگی کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہے، وہ زمین کے علاوہ اِن ستاروں میں موجود نہیں ہیں - لیکن اُس کا یہ دعوی کئی وجوہ سے نا قابل تسلیم ہے - پہلی بات تو یہ ہے کہ اِن شرطوں کی عدم موجودگی کا ثبوت کیا ہے ؟ کون دعوی کر سکتا ہے کہ ہوا، پانی، نور، حرارت، وغیرہ لوازم زندگی سے یہ ستارے بالکل خالی ہیں ؟ بلا شبہ اب تک اِن کے وجود کی بھی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں آئی - لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ چیزیں وہاں موجود ہوں اور ہماری تحقیقات میں ابھی نہ آئی ہوں - حال ہی میں انسانی علم نے معلوم کر لیا ہے کہ بعض ستاروں میں اکسیجن موجود ہے، جو زندگی قائم رکھنے والی ہوا کا اصلی جزء ہے -

پھر یہ دعوی بھی بالکل بے دلیل ہے کہ زندگی کی جو شرطیں ہمیں معلوم ہیں، اُن کے بغیر زندگی کا وجود ممکن نہیں - بلا شبہ ہماری زمین پر زندگی اِن شرطوں کے بغیر نا ممکن ہے - لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے ستاروں کی طبیعت بھی بالکل ویسے ہی ہو جیسی ہماری زمین کی ہے ؟ یہ بھی ضروری نہیں کہ زندگی کا ظہور اُن ستاروں میں بھی ویسا ہی ہو، جیسا اِس زمین میں ہے - بہت ممکن ہے اُن ستاروں میں زندگی کی شکلیں بالکل مختلف ہوں - اجسام کی ساخت جدا ہو، اعضاء و عضلات دوسری وضع کے ہوں - زندگی کے لوازم مختلف ہوں - ستاروں کی کائنات پر ایک ہی اعتبار سے قیاس کرنا اور اُن پر یکساں حکم لگانا، صحیح نہیں ہوسکتا -

اِس تفصیل سے واضح هو جاتا هے که هر قوم کے اخلاق و عادات ایسے هونے چاهئیں که آساني سے بدل نه سکیں - لیکن ساتهه هی اُن میں اِتني لچک بهي لازمي هے که بتدریج تبدیلي قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسي قوموں کي نعشوں سے لبریز هے جو یهٔ راز معلوم نه کر سکنے کي وجه سے هلاک هوگئیں -

(ترقي انقلاب سے بهتر هے)

اجتماع کا یه ناموس بهي همیشه پیش نظر رهنا چاهیے که تدریجي ترقي کي راه ٬ اچانک انقلاب سے بهتر اور محفوظ هوتي هے - لیکن کبهي کبهي ایسے حالات بهي پیدا هوجاتے هیں که انقلاب ضروري هو جاتا هے - اس کي مثال یه هے که بعض جسماني امراض کا بهترین علاج یهي هوتا هے که فوراً سخت بخار چڑه آئے - بخار کي شدت ٬ وه امراض دور کر دیتي هے - قومیں بهي کبهي کبهي ایسے هي امراض میں مبتلا هو جاتي هیں ٬ اور اُن کا علاج یهي هوتا هے که فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکه ایسي حالت میں اگر تدریجي اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ٬ تو مرض امتداد زمانه سے تمام قومي جسم پر حاوي هو جائیگا ٬ اور پهر اُس کا علاج مشکل هو جائیگا - چنانچه جهاں تک کسي ایسی قوم کي ترقي کا تعلق هے ٬ جو کسي دوسري غاصب قوم کے ماتحت آ گئي هو ٬ انقلاب کے بغیر چاره نهیں - کیونکه اس صورت میں کسي قدرتي حالت کي اصلاح و ترقي کا سوال در پیش نهیں هوتا ٬ بلکه ایک غیر قدرتي اور ناجائز قبضهٔ و غصب کا خاتمه مطلوب هوتا هے -

بهر حال ماهرین سیاست کا فرض هے که زمانے کي روح ٬ اُس کے پهیلنے سے پہلے هي معلوم کرلیں ٬ اور حکومت کي شکل میں ایسي تبدیلیاں کرتے رهیں جن پر عام رائے مطمئن هوسکے - ورنه نتیجه نهایت هي مهلک هوگا -

(نوجوان اور بوڑهے)

اِس سلسله میں یه حقیقت بهي قابل ذکر هے که سن رسیده افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامي هوتے هیں - اِس میں اُن کا کوئي قصور نهیں هے که قابل ملامت هوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت هوچکا هے که بوڑهے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے هیں ٬ اسلیے عادات کي مقاومت کي قوت باقي نهیں رهتي - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط هوتے هیں اور اسلیے عادات کي مخالفت آساني سے کرسکتے هیں -

(خیالات کا عروج و هبوط)

زمانے کي روح همیشه موجود رهتي هے - هر زمانے میں بدلتي رهتي هے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچهه نهیں هیں که زمانے کي مختلف روحوں کے مظهر هیں - جدید خیالات و افکار کي مثال بالکل ستاروں کي سي هے - وه کبهي افق پر بلند هوتے هیں ٬ کبهي بالکل چهپ جاتے هیں - اسي طرح کبهي ایک قسم کے خیالات کو عروج هوتا هے ٬ کبهي دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص هیں ٬ بهت ممکن هے که کل مکروه و متروک هو جائیں - صلیبي جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں هلچل ڈال دي تهي ٬ آج دنیا اُن سے نفرت کرتي اور اُن پر حقارت سے مسکراتي هے -

زمانه بهت سي قوتوں کو پراگنده کرکے فنا کر ڈالتا هے ٬ اور بهت سي نئي قوتیں پیدا کردیتا هے جو کسي کے وهم و گمان میں بهي نهیں هوتیں - دنیا کي بهت سي پرانی آرزوئیں آج مر چکي هیں اور اُن کي جگه بالکل نئي امنگوں نے لے لي هے -

(زمانه کي روح)

زمانے کي روح کبهي ایک نقطه و مرکز پر قائم نهیں رهتي - بحر زخار کي موجوں کي طرح هر طرف پهیلتي اور ظاهر هوتي رهتي هے - وه هوا کي طرح هر مقام پر پهنچتي اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتي رهتي هے -

زمانے کي روح هی در حقیقت قوموں میں زندگي اور حرکت پیدا کرتي هے - زمانے کي روح ایک پر اسرار اَن دیکهي مخلوق هے کوئي اُسے دیکهه نهیں سکتا ٬ مگر وه سب میں داخل هوتي اور اپنا عمل انجام دیتي رهتي هے !

زمانے کي روح خاص طور پر بڑي بڑي انساني جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتي هے - بڑے بڑے شهروں میں قوت سے ظاهر هوتي هے - قصبوں اور دیهاتوں میں اُس کا اثر کمزور هوا کرتا هے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض هے که سب سے پہلے زمانے کي روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلي کریں - ایسے نظام جاري کریں جو اِس روح کے مطابق هوں ورنه نتیجه ٬ ناکامي و هلاکت کے سوا کچهه نه هوگا -

حکام وقت کا فرض هے که اپنے زمانے کي روح سے غفلت نه برتیں - یه روح کوئي خیالي بات نهیں هے ٬ بلکه حقیقي وجود رکهتي هے - قوموں کے حکام اور رهنماؤں کي ذمه داري بهت هي عظیم هوتي هے - اُن کا کام بالکل جهاز کے ناخدا کا سا هے ٬ جو ایک لمحه کے لیے بهي هوا اور موسم کي طرف سے غافل نهیں هوسکتا - اُس کي نظریں جهاز کے چپه چپه پر هوتي هیں - کیونکه ایک ننها سا سوراخ بهي پورے جهاز کي غرقابي کا باعث هو جا سکتا هے -

اِس تمام بحث کا خلاصه یه هے که زمانے اور حالات کي تبدیلي کے ساتهه ساتهه اجتماعي و سیاسي نظامات میں بهي تبدیلي لازمي هے - ایسا کرنے سے ترقي و سعادت کي راهیں کهلتي هیں - اور اِس کي مخالفت سے تباهي و بربادي نازل هوتي هے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسي وقت جایز هوتا هے ٬ جب عام رائے اور قوم کي امیدوں کے موافق هو - ایسے انقلاب میں پوري قوم کے جذبات مشتعل هو جاتے هیں - انقلاب کسي قسم کا بهي هو بنیادي تبدیلي کا ثبوت هوتا هے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائره طبیعي طور پر وسیع هوتا هے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلي اچانک واقع هوتي هے - انقلاب درحقیقت ٬ اجتماعي انتقام هے - ایک غیر طبیعي حرکت هے - خونریزي اور مصائب و آلام اُس سے پیدا هوتے هیں -

انقلاب ٬ ایک مصیبت هے - ملک پر یه مصیبت اُسي وقت نازل هوتي هے جب ضرورت کے مطابق ٬ اصلاح موجود نهیں هوتي - فساد اجتماعي جسم میں پهیل جاتا هے ٬ اور قومي مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا هے - اصلاح کي تاخیر کا ایک سبب یه بهي هوتا هے که اُس کي راه میں کوئي رکاوٹ پڑ جاتي هے - وه اپني طبیعي حد کو پهنچنے نهیں پاتي - نتیجه یه هوتا هے که دبي هوئي اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتي هے ٬ اور تمام موانع کو قوت کے ساتهه اُٹها پهینکتي هے - پس انقلاب ٬ کوئي اجتماعي قانون نهیں هے - هاں اُسے اجتماعي حادثه کهه سکتے هیں -

تاریخ و عبر

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدي میں مسیحیت کو خیالات کي ایک بڑي خانه جنگي کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانه جنگي کي وجه ' بت پرستي تھي - بیزنطیني شہنشاھیت میں یه نزاع آخري حد تک پہنچ گئي تھي -

ابتدائي عہد کے عیسائي بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کي تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکه یه بت پرستي تھي - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتي ہے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابله کرنا پڑا تھا ' یوناني بت پرستي کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتي طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاھتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحي دعاۃ اِن بت پرستوں پر ھنستے تھے اور تعجب کرتے تھے که یه لوگ خود اپني بنائي ھوئي چیزوں کو سجدہ کرتے ھیں - لیکن بت پرستي سے یه بیزاري تثلیث اور تجسم کو روک نه سکي- بلکه اس کے بحث و جدال ھي نے در حقیقت بت پرستي اور تصویر پرستي مسیحي کنیسا میں پیدا کردي !

(بت پرستي کي ابتدا)

یه چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذھب عیسائیوں کے ذریعه آئي تھي ' وہ بھي حضرت مسیح کے بت یا تصویر کي پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکه بت پرستي سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کي تصویروں کي تعظیم و تکریم شروع کردي - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیثاغورس وغیرہ کي تصویروں کي یوناني عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے ایمان کے خیال سے مسیحي علماء نے تساھل برتا ' اور خیال کرکے که یه لوگ اِن چیزوں کي عبادت نہیں کرتے بلکه صرف تعظیم کرتے ھیں ' ان پر کوئي تشدد نہیں کیا - اس طرح یه تعظیم بغیر کسي روک کے جاري ھوگئي -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کي صورت اختیار کرلي - یہانتک که تیسري صدي میں قسطنطین' نے مسیحي کلیسے میں با ضابطه طور پر یه نئي مسیحي عبادت داخل کردي - مسیحي علماء نے اس وقت بھي کوئي مخالفت نہیں کي - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستي کي اب جڑیں تک اُکھڑ چکي ھیں ' اُس کے از سر نو احیا کا اندیشه نہیں ھے -

چنانچه نئي پرستش کا آغاز ھوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کي تعظیم سے شروع ھوئي - پھر شہیدوں اور ولیوں کي قبور کي تعظیم و تکریم شروع ھوگئي - پھر اُن سے منتیں مانگي جانے لگیں - بالاخر ان کي مورتیں ظاھر ھوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگي ہے تو کوئي وجه نہیں که مورتوں میں اور بھي زیادہ بزرگي اور برکت نه ھو؟ بادشاھوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ھیں ' تو کیوں نه خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھي بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کي جاے ' حالانکه وہ بادشاھوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ھیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستي مسیحي کنیسے میں داخل ھوگئي - شروع شروع میں کنیسا کي دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کي گئي تھیں که " ان کے معائنه سے عبرت و موعظت حاصل ھوگي " لیکن آگے چلکر ان کي حیثیت ایک نا گزیر دیني شعار اور رباني عبادت کي ھوگئي - مخلص عیسائي بتوں اور تصویروں کے لیے اُسي طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھہ اور بھي کئي مشرکانه رسمیں مسیحي کنیسا میں داخل ھوگئیں - چنانچه چراغان ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں ھي سے لي گئي ھیں -

سچے عیسائیوں نے جب یه حالت دیکھي تو اعتراض کیا - مگر اُن کي کوئي شنوائي نہیں ھوئي - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے ھزاروں معجزے مشہور ھو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار ھونے کے لیے طیار نه تھے -

شروع شروع میں روح القدس کي تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائي جاتي تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کي تصویریں بالکل صاف اور خالص انساني قالب میں ھوا کرتي تھیں -

(چھٹي صدي مسیحي)

ابھي چھٹي صدي ختم نہیں ھوئي تھي ' که یه مشرکانه عبادت کنیسا کي ایک شرعي عبادت بن چکي تھي - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراسته تھے ' حتی که خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھي اُن سے لبریز ھو چکا تھا - اب یه حالت تھي که مسیحي مؤمنین ' تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروري سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگي کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدي کے اوائل میں تصویر پرستي اور بت پرستي ' مسیحي عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکي تھي - اِسي زمانے میں بعض یوناني علماء ظاھر ھوئے ' اور اِسے کنیسا کي بت پرستي قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھي اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتي تھیں ' بلکه بعینه وھي معاني اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمھارے پیش نظر ھیں - لیکن اِس پر بھي خدا کي شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئي فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ھے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کي غفلت کے بعد مسیحي علماء میں یه بیداري صرف اِس وجه سے پیدا ھوئي تھي که دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطیني کنیسے کے مرکز پر اُسکي تیز نظریں پڑ رھي تھیں - اسلام کي تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور ھیں - ابتدائي تصادم کے زمانے ھي میں مسیحیوں کو معلوم ھو گیا تھا که مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے ھیں - اُنھوں نے اسلامي مسجدیں بھي دیکھي تھیں جو ھر قسم کي تصویروں اور مورتوں سے خالي تھیں -

مسیحیوں کي ایک جماعت اسلامي اثرات سے متأثر ھوگئي اور توراۃ کي تعلیم کي طرف از سر نو دعوت دینے لگي جو تصویر پرستي اور بت پرستی کي تمام شکلوں کو حرام قرار دیتي ھے -

دوسرے گروہ کا بیان بڑي حد تک مقبول ہے - وہ کہتا ہے هماري زمین کیا ہے ؟ اِس لا متناهي فضا میں بهنے والے لکهو کها کروں میں سے ایک چهوتا سا کرہ ہے - زمین کو ظاهري اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئي امتیاز حاصل نہیں - نہ تو اُس کا حجم هي سب سے بڑا ہے ' نہ عمر هي سب سے زیادہ ہے - پهر کیا وجہ ہے کہ اُس میں زندگي موجود هو' اور باقي تمام کرے ' جو اُس سے کہیں زیادہ بڑے اور قدیم هیں ' زندگي سے بالکل خالي سمجهے جائیں ؟

هم مشاهدہ کرتے هیں کہ یہ تمام ستارے بهي ویسے هي ایک دقیق نظام سے وابستہ هیں ' جیسا نظام هماري زمین کو اپنے دامن میں لیے هوئے ہے - وہ بهي نہایت انتظام کے ساتهہ اپنے افلاک میں گردش کرتے هیں - اُن کي رفتار میں بهي ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمي کبهي پیدا نہیں هوتي - پهر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپني اِس قدر توجہ صرف کر رهي ہے ' بغیر کسي زندگي کے موجود هوں ' اور اِس کے سوا کوئي غرض و غایت نہ رکهتے هوں کہ هماري دلچسپي اور نظر فریبي کا سامان مہیا کریں ؟ اِس میں قدرت کي کیا حکمت هو سکتي ہے کہ یہ ننها سا ذرہ ' یعني زمین ' تو آباد هو ' اور باقي تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بهي بدتر هوں ؟ حالانکہ وہ بهي زمین هي کي طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم هیں -

بے شمار علمي قرائن اِس نظریے کي تائید کر رہے هیں کہ همارے تمام نظام شمسي کے کواکب کي اصلیت ایک هي ہے - اور وہ سدیم ہے - اِن سب کي تکوین ' سدیم هي کے مادہ سے هوئي ہے - وہ بتدریج سدیمي کرہ سے جدا هو کر مستقل وجود بنے هیں - اِسي طرح تمام کیمیاوي و فلکي دلائل کا رجحان بهي اِسي نظریے کي طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسي بلکہ جملہ عوالم فلکي ' اِسي سدیم سے بنے هیں - زمین اور جملہ ستاروں کا خمیر ایک هي ہے - سب ایک هي مادے کي مختلف شکلیں هیں - سب کا مادہ کیمیاوي ذروں سے مرکب ہے - ان میں هر ذرہ اپنے اندر دو کهربائي لهریں ایجابي اور سلبي رکهتا ہے -

پس جب جملہ کائنات اور هماري زمین ' ایک هي اصل رکهتي هیں ' تو کوئي وجہ نہیں کہ صرف ایک همارے کرے هي میں زندگي هو اور باقي تمام کرے ' مردہ اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یہ تسلیم بهي کرلیا جائے کہ زمین کے سوا کسي دوسرے ستارے میں زندگي نہیں ہے ' تو یہ سوال قابل غور ہے کہ بقول علماء فلک کے سورج اپني حرارت برابر کهو رہا ہے ' اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت هوکر رہ جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگي سے محروم هو جائیگي - ایسي حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا هونگے ؟ کیا یہ بهي همارے نظام شمسي کے ساتهہ تباہ هو جائینگے ؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتي کے چند کواکب کے سوا باقي تمام ستارے همارے نظام شمسي سے باهر هیں اور همارے آفتاب کي موت و حیات کا اُن پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - اگر یہ تباہ نہیں هونگے ' تو اِن کے وجود سے فائدہ کیا ہے جب کہ وہ بالکل اُجاڑ ' سنسان ' اور بے جان هیں ؟

تمام عقلي و نقلي علوم اور دیني روایٔت بهي ثابت کر رهي هیں کہ جملہ کائنات ' ایک هي اصل سے ظاهر هوئي هیں اور ایک هي قسم کے طبیعي ناموس کے ماتحت برقرار هیں - اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئي خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اُسي پر زندگي هو اور باقي تمام عوالم بے نور اور زندگي سے محروم هوں - زمین پر زندگي کے جو لوازم هیں ' ضروري نہیں کہ دوسرے ستاروں میں بهي لوازم هوں - ناموس انتخاب طبیعي بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتي هیں - اُن کي شکل بهي بدل جاتي ہے - مزاج بهي مختلف هو جاتا ہے - پہلے یقین کیا جاتا تها کہ سنتي گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئي ذي روح زندہ نہیں رہ سکتا - لیکن اب معلوم هوا ہے کہ بعض جراثیم کهولتے هوئے پاني میں بهي زندہ رهجاتے هیں - اِسي طرح بعض جا[ندار] برف میں بهي مدتوں نہیں مرتے - اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کي کوئي وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بهي اُس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے' جو ماحول هماري زندگي کے منافي ہے -

ممکن ہے ستاروں میں زندگي کا قوام هماري زمین کي زندگي کے قوام سے مختلف هو - مثلاً آکسیجن همارے لیے ضروري ہے ' مگر دوسرے ستاروں کي مخلوقات کے لیے ضروري نہ هو - ظاهر ہے کہ ستاروں کے جاندار هم سے مختلف هونگے ' کیونکہ اُن کا ماحول هم سے بالکل مختلف ہے - همارے اُن کے درمیان مابہ الا شتراک صرف روح هي هو سکتي ہے - اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئي شکل رکهتي ہے ' نہ مادے کے تابع ہے - خود اپني اِسي زمین پر هم دیکهتے هیں کہ لاکهوں مخلوقات اپني جسماني ترکیب اور ضروریات زندگي میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکهتي هیں - تاهم سب زندہ هیں ' اور سب میں ایک هي روح کار فرما ہے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجہ زیادہ ہے ' تو ظاهر ہے ' دوسرے ستاروں کي مخلوق هم سے کیوں مختلف نہو ؟

چونکہ هماري زمین ' سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے ' اس لیے ممکن ہے ' دوسرے ستاروں میں زندگي زیادہ قدیم اور بہت ترقي یافتہ هو - بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کي مخلوق اِس درجہ ترقي کر گئي هو کہ هم سے بہت زیادہ علم و حکمت رکهتي هو - هم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف هو - هم سے کہیں زیادہ اُس کي ایجادیں محیر العقول هوں - ممکن ہے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود هوں کہ قریب کے دوسرے ستاروں تک بهي پہنچ سکتے هوں اور روح و مادہ کے راز معلوم کرچکي هوں - ممکن ہے اُن کے جسم همارے هي جیسے هوں - ممکن ہے هم سے بالکل مختلف هوں - بہت ممکن ہے وہ هم سے زیادہ حواس رکهتے هوں -

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا - اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول معلوم هوتا ہے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائي نمبروں کا شوق ظاهر کرتے هیں ' اور خریدار هوتے هوے لکهتے هیں کہ تمام پچهلے پرچے بهیج دیے جائیں - لیکن افسوس ہے کہ ابتدائي نمبر اب دفتر میں موجود نہیں هیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور ہے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنه ۶۹۹ ھ (۱۳۰۰ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) تک

آل عثمان کي سلطنت اُس زمانه میں ظاهر هوئي ' جب صلیبي نگوں کي خونریزي سے مشرق قریب کي سر زمین سرخ هو رهي ي اور مسیحي تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس ت کي آب و هوا کا یه قدرتي اثر تها که سلطان عثمان اور اُن ر اولو العزم اولاد میں دیني جهاد کا جذبه پیدا هوا ' اور وہ مسیحي ُک کي فتوحات پر کمر بسته هوگئے - یه یورپ کے صلیبي حمله ندرتي رد فعل تها -

اُس وقت ایشیاے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه ' ازمید ' ق ' طرابزوں میں بیزنطیني سلطنت (قسطنطنیه) کے باج گزار ٕ حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گیري کا آغاز اُنهي کیا ' اور یکے بعد دیگرے مطیع یا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ ِ در دانیال کے آگے بڑهے ' اور بلغاریا ' سرویا ' اور بیزنطیني سلطنت بر وزیر کرنے کے بعد مسیحیت کي راج دهاني " روم " کو گهورنے یه صلیبي لڑائیوں کے جوابي حمله هي کا جذبه تها ' جس سلاطین آل عثمان کو یک قلم یورپ کي طرف متوجه کر دیا تها ' ایشیا سے بڑي حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سلیم یاوز بریز) نے ایشیا کي طرف توجه کي ' مگر اِس کي ایشیائی ات میں ایک اور هي جذبه کار فرما تها - وہ عرش خلافت پر کر هونے کا متمني تها ' جس میں اُسے پوري طرح کامیابي ب -

ورپ صلیبي جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل ں نے اُس کي شجاعت و همت پر کاري ضربیں لگادي تهیں - ارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قوی معطل کر دیے ن حالات کا لازمي نتیجه تها که دول یورپ نے ترکي سیلاب ابله کا کوئي خیال نهیں کیا ' اور قسطنطنیه اور مشرقي یورپ کي ي ریاستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے دیا - لیکن جب ترکوں نے ے بهي قدم آگے بڑهایا ' اور هنگري پر ترکتازیاں شروع کردیں ' ب کي آنکهیں کهلیں - مذهب کے نام پر متحدہ محاذ قائم ئے ' اور ترکوں کے روکنے کي کوشش شروع هوئي - مگر کامیابي نه کرسکے -

انتک که سلطان سلیمان قانوني کي وفات کے بعد خود ترکوں زوري پیدا هوگئي - سلطان مراد ثالث کے عهد میں یه کمزوري ظاهر هوئي ' سلطان احمد اول کے زمانه میں اس نے ترقي پائي ' اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پهنچ گئی - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے ' یورپ کا مسیحي اتحاد بهي اُسي قدر ٹوٹتا گیا - یهانتک که صرف روس اور آسٹریا ترکوں کے مقابله میں رہ گئے ' اور اُنهیں یورپ سے نکالنے کي کوشش کرتے رهے -

اِس طرح ترکي شهنشاهیت نے اپني عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں میں گزار دیا - ابتدائي جنگیں حمله آورانه تهیں ' بعد میں مدافعانه هوگئیں - لیکن اس تمام مدت میں ترکي سلطنت ایک مذهبی سلطنت رهي - اس کا تمام داخلي نظام شریعت کے احکام پر مبني تها - علماء و فقهاء کو غیر معمولي اقتدار حاصل تها - مفتیوں کے فتوے عزل و نسب اور نظم و نسق کے لیے جاري هوتے رهتے - چونکه عثماني حکومت کي نشو و نما هي اُس وقت هوئي تهي ' جب که اسلام کے دیني علم و عمل کي روح پژمردہ هونا شروع هوگئي تهي ' اور دیني نظر و بصیرت اور اجتهاد فکر کي جگه تقلید و جمود کي بنیادیں قائم هوچکي تهیں ' اس لیے مذهبي احکام و نظام کي کوئي بهتر روح پیدا نه هوسکي - جن علماء کے هاتهه میں نظم و نسق کے احکام تهے ' ان کا علم تمام تر فقه حنفي کي چند متداول متون و شروح تک جو متاخرین کي ترتیب دي هوئي تهیں ' محدود تها ' ان سے باهر نه تو کوئي نظر رکهتے تهے ' اور نه ایسي فضاء تهي که بلند نظري پیدا هو سکتي -

اس صورت حال کا لازمي نتیجه یه نکلا که اسلام کي پچهلي حکومتوں کي طرح ' عثماني حکومت میں نظم و اداره کي کوئي موافق روح پیدا نه هو سکي - دائرۂ حکومت تمام بر اعظم یورپ اور مشرق میں پهیل گیا تها - مختلف مذاهب ' مختلف نسلیں ' مختلف تمدن ' اور مختلف جماعتي مزاج رقبۂ حکومت میں جمع هوگئے تهے ' حکومت کے لیے اتنے مختلف عناصر پر کامیاب حکومت قائم رکهني آسان نه تها - ترک همیشه سے ایک جنگي قوم تهے - اب ان کے زیر نگیں یورپ اور مشرق کي تمام متمدن آبادیاں آگئي تهیں - ضرورت تهي که انتظام حکومت کي ایک طاقتور روح پیدا کي جاتي - یه روح ضرور پیدا هوتي ' اگر علوم دینیه کي حقیقي روح باقي رهتي ' اور تقلید و تنگ نظري نے فقهاء کے دماغ عقیم نه کردیے هوتے - لیکن افسوس که حالت دوسري تهي - نتیجه یه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامي مزاج مختل هونے لگا - حتی که یورپ کے مورخین کو یه کهنے کا موقع مل گیا که " اسلام کے احکام کي روح هي حاکمانه انتظام (اڈمنسٹریشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کي روح مخالف نهیں هے - مسلمانوں کا دماغي تنزل مخالف هے -

---

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ع) تک

اِدهر ترکي مدافعانه جنگوں میں مصروف تهي - روس اور آسٹریا کے حملوں کا مقابله کر رهي تهي - اُدهر یورپ میں ایک نئي تهذیب پهیل رهي تهي ' جدید تمدن زندگي اور ترقي کے نئے نئے دروازے کهول رها تها ' اور اقوام یورپ تیزي سے آگے بڑه رهي تهیں - ایک طرف کامل وقفه تها ' دوسري طرف پوري حرکت و سرعت تهي - نتیجه یه نکلا که یورپ بهت آگے بڑه گیا ' اور ترکي جهاں تهي ' وهیں کي وهیں رہ گئي ' بلکه مسلسل دفاعي جنگوں نے اُسکي چولیں هلا ڈالیں -

---

ـ کے بعد پهر بت پرستي کے خلاف کوئي با ضابطه ـ دعوت پیدا نهیں هوئي - یهانتک که صلیبی لڑائیوں کے بعد توحید کي تعلیم یورپ کے قلب تک پهنچي ' اور مشهور ـ مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

(لیون کي اصلاح)

اُسي زمانے میں لیون سوم قسطنطنیه کے تخت پر بیٹھا - اِس شهنشاه نے اشور کے پهاڑوں میں نشو و نما پائي تهي - هر قسم کي تعلیم و تربیت سے محروم تها - تاهم عقل سلیم رکهتا تها - یهودیوں اور عربوں کي صحبت میں بیٹهه چکا تها ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کي تعظیم و عبادت سے متنفر تها -

یه تخت نشین هوا ؛ اور غایت تدبر سے اپنے ارادے مخفي رکهے - یهانتک که جب پوري طرح اقتدار حاصل هو گیا تو دیني اصلاح کي طرف قدم اٹهایا - اِس نے پهلا کام یه کیا که علماء کي ایک مجلس منعقد کي اور یه فتوی صادر کرایا که کنیسوں اور مقدس هیکلوں سے تصویریں اور مورتیں هٹا کر کسي ایسي بلند جگه منتقل کردي جائیں جهاں مشرکانه رسمیں انجام نه دي جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹهایا اور مورتیوں کي پرستش' اُنکي تعظیم ' اور کنیسوں میں موجودگي ' سب ناجائز قرار دیدي - اُس نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نهیں کیا ' بلکه قسطنطنیه کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالي بهي کر دیا - چنانچه حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیهما السلام) کے تمام بت توڑ کر پهینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردي گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بهي زیاده سختي برتي - سنه ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع هوئے - اِس لحاظ سے یه مجلس بهت هي بڑي مجلس تهي - مگر اس میں صرف بیز نطیني کنیسے هي کے علماء شریک هوئے تهے - روم ' اسکندریه ' بیت المقدس ' اور انطاکیه کے نمائندے شامل نهیں تهے - پادشاه نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستي کا مسئله پیش کیا - متفقه فیصله هوا که یه عبادت ' مسیحي تعلیمات کي رو سے قطعاً حرام هے - اور پرستش کي تصویریں' مجسمے ' اور آثار مسیحي عبادت گاهوں سے خارج کردینے چاهئیں - اس مجلس نے صلیب کو بهي اپنے فتوے میں مستثنی نهیں کیا ' اُسے بهي تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹهرایا - مزید برآن خود فن مصوري کو بهي نا جائز بتایا - اس نے یه حکم بهي نافذ کیا که جو شخص صلیب بنائے' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچه وه خود علماء کي جماعت هي میں سے کیوں نه هو -

سنه ۷۶۶ ع میں اِس فیصله کو اور بهي زیاده تشدد کے ساتهه جاري کیا گیا - صلیب رکهنا ' ولیوں کے لیے نماز پڑهنا ' تصویروں کي تعظیم کرنا ' یه سب باتیں جرم قرار پائیں' اور مخالفوں کے لیے تازیانه کي سزا سے لیکر آنکهیں پهوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولي پر چڑهانے تک کي سزائیں تجویز کي گئیں -

(بت پرستي کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایریني کے عهد میں پهر انقلاب هوا - یه ملکه بت پرستي کي حامي تهي ' کیونکه وه نسلاً یوناني تهي اور عورت تهي - یه اِس حیثیت سے تخت نشین هوئي تهي که اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کي ولي اور سر پرست رهیگي - اِس نے برسر اقتدار آتے هي ایقوني کنیسا (یعني بت پرستي کو حرام سمجهنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنه ۷۸۷ع میں به مقام نیس ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۸۶۷ پادري جمع هوئے تهے - پوپ کے نمائندے بهي شریک تهے - بالاتفاق یه فتوی صادر کیا گیا که مقدس تصویروں اور بتوں کي عبادت مسیحیت میں جائز هے - اتنا هي نهیں بلکه شرعاً مستحسن هے - ... میں اسلاف کي بهت سي جهوٹي روایتیں پیش کي گئي تهیں - ... براں قسطنطنیه کي سابق دیني مجلس کي تکفیر بهي کي گئي ... اُس کے فیصله پر عمل کرنے والوں کو بهي کافر و مرتد قرار دیا گیا

(دوسري اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصله پر عمل هوتا رها - یهاں تک ... تیوریلس بیزنطینه کا بادشاه هوا - یه بت پرستي کا دشمن ... سنه ۸۳۳ ع میں اِس نے پهر علماء مسیحیت سے ایک نیا فـ... حاصل کیا اور بت پرستي حرام قرار پائي - اِس نے صرف تصو... اور بت هي نهیں مٹائے ' بلکه کنیسوں میں مسیحي بزرگوں کے نا... کے ساتهه " مقدس " کا لفظ بهي مٹا ڈالا - مصوروں اور بت ساز... شدید سزائیں دي گئیں - بهت سے خلاف ورزي کرنے والے پادر... کي پیشانیاں آگ سے داغ دي گئیں - غرضکه اِس رسم کے خلا... سخت جهاد جاري هوگیا -

اُسي زمانے میں ایک مسیحي عالم جان (جسے عربوں ... یوحنا نحوي کے نام سے پکارا هے) مشرقي رومن سلطنت کے کنیسے ... بطریق اعظم مقرر هوا - یه شهنشاه کا استاد تها اور بت پرستي ... سخت مخالف ' مگر اسکي طبیعت بهت کمزور تهي - اِس ... شاهي احکام کي تنفیذ میں تساهل کیا - نتیجه یه هوا که مخالـ... کے حوصلے بڑهگئے اور وه علانیه احکام شاهي کي خلاف ورزي پر آ... هوگئے - شهنشاه نے یه حالت دیکهي تو سخت برهم هوا - پهلے ... بهي زیاده تشدد پر اُتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقد... کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستي کا تیسرا دور)

شهنشاه کے انتقال پر اُس کي ملکه تخت نشین هوئي - اپنے شوهر کے خلاف عقیده رکهتي تهي - اس نے بت پرستي ... رائج کرني چاهي مگر اُس کي راه میں سب سے بڑي روک یه ... یوحنا نحوي تها - یه شخص دونوں جماعتوں کي نظر میں مـ... تها - بت پرستي کے مخالف ' اسے بزدل اور منافق سمجهتے تهے ... حامي دشمن خیال کرتے تهے - اِس سے بهي بڑه کر یه که یه طبیعـ... علوم اور فلسفه کا عالم تها - یه چیز اُس زمانے میں تمام دیند... مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تهي - اِس صورت حال ... یوحنا کو بالکل بے یار و مدد گار کر دیا - چنانچه اُسے معزول کرنے کي ... کوششیں شروع هوئیں - اُس پر یه تهمت لگائي گئي که جادو گر هے ... یه تهمت اُس کي معزولي کے لیے کافي تهي - چنانچه اُسے ذل... کے ساتهه نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاه میں جلا وطن کر دیا گیا ... مگر مخالفوں کو اِس سے سیري نهیں هوئي - تهوڑے هي دنوں ... بعد اُس پر یه الزام لگایا گیا که اُس نے ایک ولي کي تصویر کي ... آنکهیں پهوڑ ڈالي هیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملی ... توراة کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکهه کے بدلے آنکهه " کے بموجب اُس کي آنکهیں پهوڑ ڈالي گئیں !

اب ملکه کے لیے میدان صاف تها - اُس نے سنه ۸۴۲ع میں ایک اور دیني مجلس قسطنطنیه میں منعقد کي اور از سر نو بت ... پرستي کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' ا... بت پرستي مسیحیت کي بنیادي عبادت تسلیم کرلي گئي ... ۱۹ فروري سنه ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پهر تصویریں ا... مورتیں واپس آگئیں - یوناني کنیسا اب تک یه دن ایک عظیـ... دیني تهوار کے طور پر مناتا هے -

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیت

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری ذہنیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنےٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمال مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں، اُسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رُک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اُٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیئت الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اُنکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! ان کو بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے اُن کی طرح عملی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرز حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے فائدہ اٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پا سکتی ہے، نہ خوشحالی عام ہو سکتی ہے۔ ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہو جاتی ہے کیونکہ اُسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس کے مزارع ہماری ہی طرح ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و فلاکت میں پڑا تھا۔ لائق وزیر بر سر حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اُس وقت بھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ کسان، جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ فقر و فاقہ نے اُنھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنا دیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہوگیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالا مال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظام حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کر ڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اُس میں روح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اُسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنا دیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کر دیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہو جاتا ہے، تو ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہو جاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہو جائے، جو اوپر عرض کر چکا ہوں۔ زمانہ، اُس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اُس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اُس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہو جائیں، تو ایسی حالت میں ہر محب وطن اور مخلص قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اُٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اُس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا اب ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرش معظم کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کر دیں۔

میرے آقا! آپ اس سلطنت کا ہاتھ پکڑیئے اور اُس کا شباب تازہ کر دیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظام حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اُسے اختلال و بدنظمی سے سنبھال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اُسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا نظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت کے ساتھ اُس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہو جائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ "غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے"۔

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہل حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ اُس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اُس کی عظمت سلب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کر دے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے اُن کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! اِن لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھریئے۔ اے میری اُمت! اِن کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور، صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیار سے شر پیدا ہوتا ہے۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اُس کی عزت کے خلاف یا اُس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اُتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنا دیں۔ یہاں، اس ملک میں، اور یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اِس مطالبہ سے اُن کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اِس سے اُن کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے۔ یہ اور بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کر دے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظل حمایت میں ہوگی۔ سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہو جائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو آپ بچا لیں۔ اِس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آنسوؤں کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اِس کا ماضی، شاندار تھا، اُس کا حاضر، حسرتناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں دھمکا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال کیجئے، قوم کی اسمیں گنجائش نہیں ہے کہ آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر فساد کی آگ، بجھا دے سکتی ہے۔ لیکن اِس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحوں کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اُتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طماعوں کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دور کر سکتے ہیں، لیکن آپ کی اِس بخشش میں ہمارا حصہ کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بے کس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں رہا جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اِس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے بر خلاف ہو گئی ہے۔ ۱۸۵۴ء میں وہ ہماری طرفدار تھی، مگر روز بروز ہم سے منحرف ...

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے دیکھتے تھے - صرف توپ خانه اور طباعت کي چند اصلاحات منظور کي گئي تھیں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا - مشهور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاریخ میں ترکوں کا ذهني جمود دکھایا هے - وه لکھتا هے که " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفی ثالث کے زمانه میں یورپ کي سیاحت کي تھي - واپس آکر سلطان کے ایک مقرب خاص یوسف آفندي سے بیان کیا که دول یورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بهت متوجه هیں - جا بجا قرنطینے قائم کیے گئے هیں - سلطنت عثمانیه کو بھي یهي کرنا چاهیے - لائق مصاحب نے یه سنکر پیشاني پر بل ڈال لیے اور کہا " میں تمهیں ابتک عقلمند سمجھتا تھا ' مگر تم سخت احمق نکلے ' تم اِتنا بھي نهیں سمجھه سکتے که یورپ کے لوگ همارے ملک میں صرف بیماریوں کے ڈر سے نهیں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دینگے تو ظاهر هے ' یه روک اُٹھه جائیگي ' اور یورپین هماري سر زمین پر چیونٹي کي طرح پھیل جائینگے - پھر هم اُنهیں کیسے قابو میں رکھه سکینگے ؟ "

یه بات نهیں هے که ترکي میں کسي کو بھي اصلاح کا خیال نه تھا - خود سلطان مصطفی ثالث اور سلیم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے - مگر بالکل مجبور تھے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي - ینگ چري فوجوں کو حد سے زیاده اقتدار حاصل هوگیا تھا ' سلطان اُنکے هاتھه میں کھلونا تھا - یه فوجیں سخت جاهل اور گنوار تھیں - کسي طرح کي اصلاح دیکھنا نهیں چاهتي تھیں - عام رعایا سرکاري علماء کے هاتھوں میں تھي ' اور معلوم هے که علماء دولت هر زمانه میں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هیں - اصلاح کي هر صدا اِن علماء سوء کے مذهب میں کفر و الحاد کي صدا تھي - وه ایک لمحه کیلیے بھي گوارا نهیں کرسکتے تھے که علم کي ایک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفیق ملي - یه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا - اُس نے ینگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کردیا - اس کا اثر یه هوا که اُس کي هیبت دلوں پر چھاگئي ' اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشیوں کے لرزنے لگے - اس سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول دیے اور فوج کا نظام بالکل جدید کر دیا - عام ترکي لباس بھي ترک کر دیا گیا - اور خود سلطان نے نیا فوجي لباس پهنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس هے که اب بهت دیر هوچکي تھي - یورپ اور تازه هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گیا تھا ' اور هرگز نهیں چاهتا تھا که یه پرانا حریف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عیسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ' اُن کي حمایت و حفاظت کے لیے مداخلت کا مطالبه کیا گیا ' اور بین الاقوامي سیاست میں " مسئلۂ مشرق " کے نام سے ایک جدید لفظ کا اضافه هوگیا ' جس سے مقصود صرف یه تھا که ترکي کا خاتمه کر دیا جاے -

یه تاریخي واقعه هے که سلطان محمود اور اُن کے بعد سلطان عبد المجید نے اِصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششیں کیں ' شیخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو میں دوره کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کیا که اصلاحات شریعت کے خلاف نهیں هیں ' اور انهیں نفرت و وحشت کي نظر سے نهیں دیکھنا چاهئے - اس طرح تمدني اصلاحات کي راه میں کوئي بھي اندروني رکاوٹ باقي نهیں رهي تھي - لیکن خود یورپ ' جو همیشه اصلاحات کے لیے غل مچایا کرتا تھا ' سد راه هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کرادیا گیا ' اور ترکي کے مدبرین اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مهلت نهیں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گیا -

زنجي تحریک حریت

کچھه عرصه سے افریقا کے زنجیوں میں آزادي کي تحریک پھیل رهي هے - اِس کا مرکز جمهوریه " لیبیریا " میں هے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کیا هے که نصف صدي کے اندر اندر افریقا کے سیاه آدمي اِس قابل هو جائیں گے که اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگیں اور پورے افریقا کي متحده جمهوریت قائم کرلیں - صدر نے کام کي موجوده مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کہا هے : هم في الحال تقریر و تحریر کے ذریعه پروپگنڈا نهیں کرسکتے - کیونکه باشندوں میں تعلیم مفقود هے - لیکن همارے پاس ایک معقول ذریعه موجود هے ' اور وه " ڈھول " هے - هم ڈھول پر اپني دعوت ایک قبیله سے دوسرے قبیله تک پهنچادیتے هیں اور باشندے اُسے قبول کرتے جاتے هیں -

(پارلیمنٹري گالیاں)

پارلیمنٹوں میں همیشه تعلیم یافته آدمي بیٹھتے هیں - با ایں همه اُن کي گالیوں کا ایک نمونه ملاحظه هو :

سرویا کي پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک مقرر کو مخاطب کرکے کہا : " چرس پینے والے ! مرده کھوپڑیوں کے سوداگر ! حریت کے قاتل ! "

جرمن پارلیمنٹ میں ایک ممبر نے دوسرے سے کہا : " تو سڑا هوا سور هے ! تو کیڑے پڑا هوا جسم هے ! تو دیوانوں کا بادشاه هے ! "

" تو بوئر یهودي هے ! تو قانون کا تاجر هے ! تو آئرلینڈي شکاري کي رسي هے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا چیتھڑا هے ! " یه انگریزي پارلیمنٹ میں ایک ممبر کا بیان تھا !

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

پ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے ناآشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل
ہ جہیں بیٹھ کر سلطان عبدالحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے
اد قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری
ہیں رکھتی!

یلدیز: باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا ٹھیک
لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع
تے ہیں۔ انہیں طے کرکے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی
لم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی
رہا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں
س زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا
یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر
یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کردینے کے لئے
ں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں
ت نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ نے سکتا

۲ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس مرحوم کے
، اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس
اب بھی ناممکن تھا۔

بدالدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر
پنا رعب واپس لینا شروع کردیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی
سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی
۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت
ے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا پڑا۔

ی خلیفہ سلطان عبدالمجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام
ا ہوگئی جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام
لئے کھول دئیے۔

ی حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دے دیا
یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں
یں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت
۔ اسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار مالوسیرا نامی نے
ش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں
ب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم
ا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور

کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کردیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظرانداز کردئیے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں، اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہوگیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۱۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدے کی شرطیں پوری نہیں کر رہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس ملعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہو رہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زرپرستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کردیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

الحمدللہ کہ ۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُسنے فیصلہ کرلیا کہ اس عظیم خطرے کا سدباب کردے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر تنظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہوگیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۳،۷۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کردئیے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو، لیکن ماروسیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمار خانہ بنا دیا جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کرسکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کرلیا کہ معاہدہ منسوخ کردے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہوگئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہوگئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کردیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اُس کی گزشتہ خدمات بنظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُسنے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے، جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اس جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا ہر حال میں یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہوجائیں اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہو۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف ذہنی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہوجاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدد میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر پیرس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کرکے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں" یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اُس کا زوال یقینی ہے ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہئے لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی ضرور بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرفتار رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کرکے دکھا دیں کہ نہیں مرے نہیں ہیں: زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جسے زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قومی قُویٰ کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کیساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰحضرت کے حضور عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس درجہ اُس کی ثروت کمزور ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتیٰ کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی پانزدہم سے کہدیا تھا "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصے سے بھی بچ نکلے!" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب دبدبہ باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے وہ ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دول کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُس نے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آ گئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اُس نے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پر ور نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ ان مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُس وقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا۔ وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اُٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اٹلی کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ تیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستوری حکومت بخش دی۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ وہ تیغ کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اُسنے تبسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانوئیل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبے سے تین گنا زیادہ ہوگا" دُنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدانِ جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھنا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہئے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہئے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہئے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جس کا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس و پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سردیہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ اُنھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کر دے گا، اور پھر وہ راہِ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے رُوبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا"، اے میرے آقا آپ بھی! اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کرکے اپنی رعایا کو محنتی، اولو العزم، اور زندہ بنا دے سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گزار ہوگی، ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دیگی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کرلے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو جانیں ہتھیلیوں پر سر لئے کر دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجالانے کو وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کروں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقا نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطیے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلا وطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا وصف عطا فرما دیا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو آپکے اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہے کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس دعوت میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمائے تاریخ کے بلند نام کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفیٰ فاضل ۱۲۸۴ھ

خط و کتابت
میں
اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر
آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔
مینجر

دلازار مذہبی تحریریں اور مُسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خطوط کے جواب میں

(۲)

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی۔ میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طرزِ نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اس وجہ سے اپنے آپ کو "شک و شبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسرے مسلمانوں" کا فہم و عمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔ "دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم و عمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جدل و نزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب تحقیق ہو، کیوں راہِ تحقیق اور اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم و عمل سے متأثر ہو، اور اس کی وجہ سے "شکوک و شبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالبِ حق و صداقت کے یہ بات پیشتر سے آپکے علم میں ہونی چاہئے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم و عمل دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران و سراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید ثبوت اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک و شبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے یقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہئے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل و بحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو جس کی اب سے تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوعِ انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیرؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گُم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیرؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔

سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے بہ ظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذاہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت و تربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے اِن دونو طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم و عمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دور ہو جائے جو حق نہیں ہو، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف و نزاع کا امکان۔ یہی مذاہب عالم کا "مشترک حق"، دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراط مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابراہیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربهم، لا نفرق بین احد منهم، ونحن له مسلمون۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا، وان تولوا فانما هم فی شقاق، فسیکفیکهم اللہ، وهو السمیع العلیم! (۱۳۷:۲)

سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لائے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام مذہبی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئیں، اور جن کی اسماعیل و یعقوب اور اُن کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغامِ حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلّموں کو خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق و تکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جسپر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دور نہیں ہو جب عالمِ انسانیت مذاہبِ عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیت انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم و عمل کی تکذیب اور اصل مذاہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امة واحدة، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیه، وما اختلف فیه الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتهم البینات بغیا بینهم، فهدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیه من الحق باذنه، واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم! (۲۰۹:۲)

دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت و یگانگت سے ہوئی ہو۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑ گئی اور گمراہی و فساد کی بے شمار راہوں میں بکھر گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بدکرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیمِ حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی و گمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں۔ افسوس ہو کہ نسلِ انسانی اسپر بھی اختلاف و فساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلے کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ اِن تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے، اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے اس کا دروازہ اہلِ ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو، ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تأثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

لیکن حاشا و کلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ تمھنے زوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے دلوں میں تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی و سرمدی ہو گئیں۔ فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب تک باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل و مکمل آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے۔"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

"یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۳۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسرِ اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیانِ اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیانِ اصلاح اپنے مقاصد کا بیانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرأت نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اُن میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کرسکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علیحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مرگئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کردیا ہے کہ وہ پسِ پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بُناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کردیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزیں خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر اُن کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطلق زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہوگئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہوگیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کردیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلا وطن کردیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا سلح چرکسی جتھا لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا مقابلے میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہوگئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، کی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کرلیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "نفلو خان" میں جاکر قیام کرینگے۔ یہاں تک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزراء اس مقام کے وسط میں انگورہ، روانہ ہوں گے تو کمینہ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دینگے!

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس ہوسا ئے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاکف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر، ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہوگئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کرچکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینۂ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بےچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسرِ اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہوتی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرادو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نا اتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ باشا برکات سے بہتر کوئی شخص انھیں نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکی طرح وطنی میں بےشمار مصائب برداشت کرچکے ہیں۔ ان اخبارات نے کہ تعریفیں کرکے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کردینا چاہئے۔ جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی طرح آپس میں پھوٹ پڑجائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت برہم ہوجائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہوکر خاموش ہوگئے۔ اعتدال نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے اتحاد کرلیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانشمندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کردیا۔ فتح اللہ باشا نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، ... میں اعلان کردیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سرخم کرنے کو طیار ہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنادیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مرگئے لیکن سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مرگئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہوئے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف اور در آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچالیا نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان مایوس کردیا، وہ تمھارے متحدہ علم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا ... میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی ... کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کردی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفیٰ نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفیٰ نحاس بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت کے رئیس منتخب ہوگئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابنارِ وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت ... اور سعد زغلول کا انتقال ہوگیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے ... لیکن ... الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف ... دے جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد ... تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے ... کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مرگیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے ... رنج و الم دیکھ کر کہنا شروع کردیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی ... پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مرگئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی، ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہوگئے:

مل واللہ طبیبی عن مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اکتا گیا ہے

سوف انعی عن قریب لعدو وحبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ واسلمہ المداوی و الحمیم

بیمار جس سے اس کے رشتہ دار اکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست چھوڑ چکے ہیں۔

۱۸۸ھ (۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ عباس بن الاحنف اس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اس وقت اُن کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ مفرداً یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دور! تنہا جو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جدّ النحیب بہ زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہوگئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفواد شجیً ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہوگئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر انھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

۱۹۲ھ (مطابق ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہوگئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہوگیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ ودوائہ لایستطیع دفاع کروہ اتی

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آجانے کے بعد دور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی قد کان یبری مثلہ فی ما مضیٰ؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی والمداویٰ والذی جلب الدواء وباعہ ومن اشتریٰ

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا سب مرجائیں گے!

جب موت کا یقین ہوگیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مرجانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اس کا عہد توڑ دینا"

۱۹۳ھ (۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے راوی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلاً وعلوا وارانی اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی وتذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا نقصتنی بمرہا بی جزوا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال وایام تملیتہن لعباً ولہوا

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسانا کل الاساءۃ فاللہم صفحاً عنا وغفراً وعفوا

ہم نے سراسر برائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلا اٹھا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں کوئی حمایتی نہیں"

گرفتار ہو جانے پر اُسنے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمھارا برا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون کرنے میں خدا سے ڈرو!"

۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے" کہنے لگے:

"جب میں مرجاؤں تو میرا یہ کرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

۲۰۰ھ (۸۱۵ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا "آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟"

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی امید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(۲۲۷ھ - ۸۴۱ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۱

...ن کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ...م اٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵ برس سے ہندو مسلمانوں ... کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر ان ۵ برسوں کے وہ تمام بیانات جمع کرلئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و ...بت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری ...ظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے ...مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت نہ اختیار ...اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں میں:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اختیار کیا، اور جو جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جا سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولٰنا صاحبان" نے اور جمعیت العلماء نے فتویٰ جاری کر دیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہئے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مارڈالنا چاہئے"

میں آپ کی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کر دیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہئے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کر رہی ہے جس پر پچھلی سطور میں بحث کر چکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندوؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دور کر دے سکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی تعداد خود بخود دور ہو جا سکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے، تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" کا لفظ نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں، "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں۔ لیکن آپ اُنھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہو جائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجئے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کر دینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں۔ مسلمان جماعتوں کے عام سربرآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتویٰ کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتویٰ" دے سکتی ہے، لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ غور کیجئے، اس ایک معاملہ میں یکے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں:

اولاً مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کر دینا ہو تاکہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُسپر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتویٰ" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلآزار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کر سکتی ہے حکومت کر سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنوں یا احمق ہو جائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کر دے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہئے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے، اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جسپر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اسے منظور کرکے شائع کر دیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی، اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیتہ عاملہ (ورکنگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کر دیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجائش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً، جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہو گئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کر دینا چاہئے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہئے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجائش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلآزار حملوں کا سدباب کرے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کرے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے، جو اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا، اس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہو جائے اور یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ - بلاشبہ اسپر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حیثیت پر بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کر لیں گے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے۔ بحیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کر رہے ہیں، یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم اس معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کرکے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجئے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کر دینا چاہئے"؟ اسوقت دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا با محل اُن کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ اُنھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً اپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہئے" لیکن آپ یقین کیجئے تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میرے علم میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُن قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہو جائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جا سکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آنارکی جائز نہیں ہو سکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دیدے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہو سکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہو جائے کہ واقعات کے دبیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے! ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے، محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقے سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کا

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اللہ یہ زخم......"

موریلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے چپ ہوگئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہیے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکرگزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا لیکن موریلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اِس وقت اُس کی تلافی نہیں کرسکتی — ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے — لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصور جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آج تک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے — نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد راتوں کو سوت کات کات کر ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب ہٹا دی۔ "لیلو" موریلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کرسکے گا۔ یہ صلیب لے ہی لو"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موریلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کررہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی" موریلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کرلو۔ تم پورے طور پر ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں کھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اِس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُس نے اپنا رومال اُٹھا کر ٹوکری میں ڈالا۔ صلیب بھی اسی میں گرادی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلایا "موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہوگئیں؟ یہ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لوٹنا چاہیے"

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہوگئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اِس کے کہ وہ اُٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کرسکتی" اُس نے آنسوؤں کے ساتھ ملاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کرسکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دور نہ کرو......"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اُٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اِس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اِس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موریلا نے مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اِسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موریلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہوگئی۔ انٹونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کرکے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کرسکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کرسکتا تھا کہ خدا اِس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اِس دُنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!



رہنمایانِ مُلک و مِلّت کا متفقہ اعلان

اخبار الجمعیۃ کی خدمات کا اعتراف

آج ہر شخص پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ قوموں کی مذہبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اقتصادی ترقی میں قومی اخبارات کی رہنمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو لوگ دُنیا کے روزانہ انقلاب اور قوموں کے عروج و انحطاط کے حالات سے بے خبر ہیں وہ کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کرسکتے۔ اسی طرح قومی اخباروں میں سے جو اخبار کہ قوم کی فلاح و بہبودی کی جگہ اپنے مالی فائدے کو مدنظر رکھتے ہیں وہ بجائے قوم کی اصلاح کرنے کے اس کی تباہی و بربادی کے باعث بن جاتے ہیں۔

اخبار الجمعیۃ دہلی جو تین سال سے جمعیۃ علماء ہند دہلی کی سرپرستی میں نکل رہا ہے آن صحیح اور حقیقت شناس راست باز اخباروں میں سے ہے جنھوں نے حقیقی طور پر مذہب و وطن کی سچی خدمت کی ہے اور ہر موقع پر نہایت دیانت اور جرأت سے حق رہنمائی ادا کیا ہے۔ اپنے مالی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کرکے قوم کے خاص فائدے کا خیال رکھا اور طرفۃ العین کے لئے بھی جادۂ حق سے انحراف نہیں کیا۔ الجمعیۃ بجا طور پر اِس کا مستحق تھا کہ قوم کا کوئی فرد اِس کی سے بے بہرہ نہ رہتا اور مسلمانوں کے گھر گھر میں یہ اخبار پڑھا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اِس کی کما حقہ قدر نہ کی اور اس ۳ سال کے عرصہ میں اس کی اتنی اشاعت بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مصارف سے ہی بے فکر ہو جاتا۔ ہم تمام مسلمانانِ مذہب و وطن کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مفید و موقر اخبار کے زریں مضامین سے فائدہ اُٹھائیں اور کوشش کریں کہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا کوئی گھر اِس اخبار سے خالی نہ رہے۔ بالخصوص معاونین جمعیۃ سے پوری اُمید رکھتے ہیں کہ ہر خریدار جدید خریدار مہیا کر دینے کی کوشش کرکے اپنے مذہبی اور وطنی فریضہ کو ادا کرے گا۔ اخبار الجمعیۃ کی امداد در حقیقت مذہب و وطن اور قوم کی امداد ہے اور ہر معاون تمام مسلمانوں اور مذہب و وطن کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ (صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند) (سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون (ایم ایل اے صدر جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب صدر خلافت کمیٹی لدھیانہ) (مولانا ظفر علی خاں (صاحب۔ ایڈیٹر زمیندار لاہور) (مولانا احمد سعید (صاحب ناظم ... ہند) (جناب [illegible] قریشی (صاحب ایڈیٹر تنظیم۔ آنریری اسسٹنٹ سکریٹری آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر) (مولانا سید سلیمان (صاحب ندوی۔ ایڈیٹر معارف اعظم گڈھ) (مولانا ابوالمعالی) محمد عرفان (صاحب ناظم ... جمعیۃ علماء ہند و ناظم جمعیۃ مرکزیہ خلافت) (مولوی [illegible] بخش (صاحب ... ریاست بہاولپور کے سی ایس آئی ایم ایل سی) (مولانا سید) عطاء اللہ شاہ (صاحب بخاری) (مولانا ثناء اللہ (صاحب ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر) (مولانا) عبدالماجد (صاحب دریابادی ایڈیٹر سچ و صدر خلافت کمیٹی لکھنؤ) (ڈاکٹر) سیف الدین (صاحب کچلو امرتسر) (مولانا [illegible] (صاحب [illegible] معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ) (مولانا) غلام رسول (صاحب مہر ایڈیٹر انقلاب لاہور) (سید) جالب (صاحب دہلوی ایڈیٹر ہمدم لکھنؤ) (ڈاکٹر سر) محمد اقبال (صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور) بدرالحسن (صاحب جلالی ایڈیٹر مدینہ بجنور) (حضرت مولانا [illegible] صاحب جانشین حضرت شیخ الہندؒ) (مولانا) شبیر احمد (صاحب عثمانی دیوبند) (مولانا حبیب الرحمٰن (صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) (مولانا) عبدالحلیم (صاحب صدیقی لکھنؤ) (مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار) (مولانا) مرتضیٰ حسن (صاحب دیوبند) (مولانا) عبدالقیوم (ایم ایل سی) (دیوان سید) آل رسول (صاحب سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) (مولانا پیر) محمد ضیاء الدین (صاحب سجادہ نشین سیال شریف پنجاب) (مولانا سید) مناظر احسن (صاحب گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) [illegible]

(اخبار الجمعیۃ کے لئے تمام درخواستیں منیجر الجمعیۃ۔ دہلی کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ قیمت سالانہ ۸ روپے، ششماہی ۵ روپے، ممالک غیر سے ... نمونہ مفت)

افسانہ

غضب ناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بُت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جمائے اِس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہو!

آخرکار اُس کے حواس درست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پُوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہے۔

مورِیلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑگئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گرگئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ مورِیلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہے کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

مورِیلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہے" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پُورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہوجائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

مورِیلا نے سامنے نگاہ کرکے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دیے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھُرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کردی۔ مورِیلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک مورِیلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے فوراً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پُوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" مورِیلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا۔ انٹونیو نے مورِیلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کردیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مورِیلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چُپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بامعنی اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

سورج ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ مورِیلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہے!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہوجائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ، میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہے۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہے۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" مورِیلا نے کہا، جو ابتک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

"خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

مورِیلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہے۔ بہت پریشان ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اِس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پر ستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزؤں سے محروم ہوچکا ہے!

اُس نے خیال کیا "آج دن ختم نہ ہوگا۔" بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی بہت کمزور ہو رہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ مورِیلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہے؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کردوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے صبح کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

مورِیلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کا رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھدی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا"

"رومال نہیں" مورِیلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں صبح سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہوکر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو آرام ہے۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اِس کا مستحق ہوں۔ تم اِتنے سویرے کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہیے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" مورِیلا نے ہمدردی کے ملے جُلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے [illegible] کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی" یہ کہہ کر مورِیلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُس کے بس سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، سچ!"

"نہیں معمولی سا ورم ہے۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونیو نے لاپروائی سے کہا۔

مورِیلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں نہیں جا سکتے"

"اونھ، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے [illegible]

مورِیلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ بچوں کی طرح کراہتا تھا۔ مورِیلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی درد میں کمی ہوگئی۔

"مورِیلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پاکر کہا "اگر مجھ پر احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہے کہ میرا دن والا قصور معاف کر دو سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز تمھاری کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہ سنوگی....."

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہیے" مورِیلا نے جلدی [illegible]

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایــجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں- اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں- پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

مینیجر "البـلاغ پریس"

١٩٢٧

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۸ — کلکته : جمعه ۲٤ . ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین 'الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٤۹۲ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	٤۱۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق هون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتهر اور میلان هي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکہ پروتستنت کنیسا کے اور بہت سے اقطاب بھي سخت مخالف رهے - چنانچہ کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین" میں کوپر نیکوس اور اس کے هم خیالوں پر بڑي سختي سے حملہ کیا ہے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا هے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا هے " وہ کون هے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا هے ؟ "

کالون کے جانشین ' تریتن کي بھي یہي رائے تھي - کپلر اور نیوتن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کردیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بھي تریتن اپني لاهوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رها ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاها کہ آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گھومتے هیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت هے !

تاریخ انگلستان میں بھي اِس لاهوتي جد و جهد کي بہت امثالیں ملتي هیں - هچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سموئیل بیک نے " مقدس فلسفہ " میں ' هورن ' اسقف هورسلے ' اور وربس وغیرهم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوتن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھ مقاومت کي هے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح هوکر اُس پر ٹوٹ پڑے هیں - یہي حال ڈاکٹر جان اوین کا هے ' جو پیورٹیین مذهب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا هے - اُس نے انتہائي دیدہ دلیري سے اعلان کردیا کہ " کوپر نیکوس کا نظریہ ' سراسر وهم و خیال هے - کیونکہ نصوص وحي کے برخلاف هے " مشہور جان ویسلے بھي اِس گروہ سے باهر نہیں هے - اُس کا صاف اعلان تھا " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے هیں "

سولہویں صدي کے وسط میں شہر ویٹنبرگ میں (جو پروتستنت مذهب کا مرکز تھا) دو عالم رتي‌کوس اور رینالڈ رهتے تھے - اُنھوں نے کوپرنیکوس کے مذهب کي تحقیقات کي تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - لیکن انهیں اجازت نہیں دي گئي کہ اپنے طالب علموں پر اپنا یہ اعتقاد ظاهر کریں - رتي‌کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹي سے استعفا دیدیا ' تاکہ آزادي کے ساتھ اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یہ نہ کرسکا - اُسے مجبور هونا پڑا کہ قدیم مذهب کي حمایت کرتا رهے - اُسے حکم دیا گیا تھا کہ اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذهب کا کوئي ذکر نہ کرے - اگر کبھي اِشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بھي تکفیر سے محفوظ نہ رہ سکا ' اور بالاخر ذلت کے ساتھ یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگہ ایک نیا استاد مقرر هوا تھا - اِس معلم نے اپني پہلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنیکوس کا نظریہ ' بدیہي طور پر غلط هے - خلاف عقل هے - هرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاهیے ! "

پروتستنت لاهوتیوں نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ تعلیم گاهوں میں بھي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعہ تھیں - چنانچہ کاهن هنسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کیا تھا کہ کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف هیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دور بین کے مشاهدات کا کتنا هي دعوی کیوں نہ کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبھي تسلیم نہیں کرنا چاهیے " !

یہ علم دشمني صرف قرون مظلمہ هي کا خاصہ نہ تھي - جدید پروتستنٹیت کو بھي وراثت میں ملي تھي - چنانچہ اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاد اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تھے ' کہ وہ جدید علم هیئت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلیے ملحد تھے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاهوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتھولک کلیسا کي هدایت سے کئي کتابیں لکھي گئي تھیں ' تاکہ کوپر نیکوس کي " گمراهي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچہ سیبیومونتی اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے هوے لکھتا هے :

" جو حیوانات حرکت کرتے هیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات هوتے هیں - لیکن چونکہ زمین نہ تو اعضاء رکھتي هے ' نہ عضلات ' اس لیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے هیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رهتے هیں - اگر بفرض محال تسلیم بھي کرلیا جائے کہ زمین متحرک هے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري هوگا کہ اُس کے مرکز میں ایک فرشتہ هو - حالانکہ معلوم هے کہ فرشتے زمین کے اندر نہیں رهتے - وهاں تو صرف شیطان کا بسیرا هے - اگر کہا جاے کہ شیطان زمین کو متحرک رکھتا هے ' تو یہ نا قابل تسلیم هے - کیونکہ شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامہ کو معلوم هوتا کہ اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش هے ' تو وہ فرشتہ موجود هے - اس کا نام " قوت جذب و دفع " هے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گہر افشاني کرتا هے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود هے کہ زمین ساکن هے ' اور سورج چاند گردش میں هیں - اگر کبھي هم دیکھیں کہ سورج چاند متحرک نہیں هیں ' تو کتاب مقدس کي رو سے همیں ماننا پڑیگا کہ یہ تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا هوئي هے - اس کے خلاف جتنے خیالات هیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاهیے ' کیونکہ اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي هے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف هے "

پھر عقلي دلائل اور مشاهدے سے بھي استدلال کرتا هے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے کہ زمین حرکت کرتي هے تو پھر مشاهدات کي توجیہ کیا کي جاسکتي هے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پھینکا جاے ' تو وہ اپني جگہ واپس آجایگا - حالانکہ تیر بہت دور جاکر گرنا چاهیے - کیونکہ نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رهي هے - اگر في الواقع زمین متحرک هوتي تو زمین کا پورا کارخانہ درهم برهم هو جاتا "

اسکے بعد لکھتا هے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک هونا ' خود زمین کي طبیعت کے بھي خلاف هے - کیونکہ زمین صرف ٹھوس

مقالات

علم اور کلیسا کا معرکه

كليسائي جهل و جمود كے بعض تاريخي حقائق

گزشته تین صدیوں سے دین اور علم كي معركه آرائي كا غلغله بلند هے - لیكن في الحقیقت یه معركه دین اور علم میں نهیں هے - دیني جماعتوں اور علم كے مدعیوں میں هے- اگر یه دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے هٹ جائیں ' تو پهر صرف علم اور دین باقي رهجائینگے ' اور دنیا دیكهه لیگي كه ان میں كوئي نزاع نهیں هے !

یورپ میں جب نئي علمي ترقیات نے نشو و نما پائي ' تو دین ' مسیحي كلیسا كي شكل میں موجود تها - علمي حلقوں كا تصادم كلیسا كے جمود و تعصب سے هوا ' اور اس نے معركۀ علم و دین كي صورت اختیار كرلي -

امریكا میں ڈریپر نے اور یورپ میں كیلي نے اس معركه آرائي كي داستانیں لكهیں ' اور " علم " كي فتح مندیوں اور " دین " كي هزیمتوں كا غلغله هر طرف بلند هوگیا - حالانكه اس فرضي معركه آرائي میں اُنهوں نے جس فریق كو " دین " كے نام سے پكارا هے ' وه دین نه تها ' دیني جماعتوں كا ایك خاص نظام تها جو كلیسا كے نام سے قائم هوگیا هے - اگر وه " دین " كي جگه " كلیسا " كا لفظ اختیار كر لیتے ' تو یه پورا رزم نامه اپني جگه صحیح هوجاتا ' اور همیں علم كي فتح مندیوں اور كلیسا كي هزیمتوں كے اعتراف میں ذرا بهي تامل نه هوتا - جان ڈكنسن اور پروفیسر وهائٹ نے ڈریپر اور كیلي كي یه غلط اندیشي دور كرني چاهي ' لیكن اُن كي صدائیں زیاده بلند اور مقبول نه هوسكیں -

(پروٹسٹنٹ كلیسا اور علم)

انیسویں صدي كے آخر میں اكثر مصنفوں نے اِس نزاع كي ذمه داري رومن كیتهولك كنیسے پر ڈالدي هے اور اُسي كو علم كي دشمني اور علماء كي تعذیب كا مجرم قرار دیا هے - گویا اِس كنیسے كے سوا كسي دوسرے مسیحي كنیسے نے علم كي كوئي مقاومت نهیں كي - لیكن یه صحیح نهیں هے - یه تاریخي حقیقت هے كه روشن خیالي اور تسامح علمي میں سب سے زیاده مشهور كلیسا ' پروٹسٹنٹ بهي عقلي تنگ نظري اور علم دشمني میں رومن كنیسے سے پیچهے نهیں رها - لوتهر كے جانشینوں نے بهي علم دشمني میں ویسي هي مجاهدانه روح پیدا كرلي تهي ' جیسي صدیوں سے قدیم كلیسا میں موجود تهي -

گیلیلیو نے جب كوپر نیكوس كے نظریے كي حقانیت ثابت كردي ' اور دور بین كے ذریعه چاند میں پهاڑ ' سورج میں دهبے ' اور عطارد كے اقمار دكها دیے ' تو رومن كنیسا غیظ و غضب سے مجنوں هوگیا - دیني عدالت كو حكم دیا گیا كه اِس " ملحد " كو گمراهي سے روكا جائے ' اور كنیسا كي اطاعت پر مجبور كیا جائے - دلیل و برهان سے نهیں - جس سے كنیسا تهي دست تها - لوهے اور آگ سے ' جس كي كنیسے كے پاس كوئي كمي نه تهي !

لیكن كیا لوتهر اور اُس كے پیرو اِس " الحاد " كے كم دشمن تهے ؟ كیا اُنهوں نے عقل كے قید كرنے اور گمراهي كے پهیلانے میں كوئي كمي كي ؟ اِس كا جواب هم خود لوتهر كي زبان سے سن سكتے هیں - كوپر نیكوس كا رد كرتے هوئے وه كهتا هے :

" لوگ ایك مجنون نجومي كي بكواس پر كان دهرتے هیں - حالانكه وه ثابت كرنا چاهتا هے كه زمین گردش كرتي هے ' نه كه آسمان - واقعه یه هے كه لیاقت اور دانائي میں شهرت حاصل كرنے كا هر خواهش مند انسان كوئي نه كوئي نیا نظریه پهیلانے كي كوشش كرتا هے - وه مدعي هوتا هے كه اُس كا نظریه سب سے زیاده صحیح اور سب سے زیاده یقیني هے - یه آسیب زده انسان آج اتنها هے كه علم هئیت كے تمام قواعد و اصول ته و بالا كر ڈالے - حالانكه كتاب مقدس میں صاف لكها هے كه یوشع نبي نے سورج سے كها ' ٹهر جا - لیكن زمین كو ایسا حكم نهیں دیا گیا ' كیونكه وه خود هي ٹهري هوئي هے "

ایك دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان كا لهجه اِس " الحاد " كے مقابلے میں لوتهر سے نرم هے - لیكن وه بهي اپني كتاب میں (جو كوپر نیكوس كي وفات كے چهه برس بعد شایع هوئي هے) لكهتا هے :

" هماري آنكهیں مشاهده كرتي هیں كه آسمان هر چوبیس گهنٹے میں گهوم جاتے هیں - لیكن بعض جدت پسندوں نے مشهور كرنا شروع كردیا هے كه زمین حركت كرتي هے نه كه فلك ثاني اور آفتاب - اِس قسم كے خیالات كي علانیه اشاعت اور اُن كے ذریعه مخلوق كي تضلیل ' بلند همتي اور دیانت داري كے قطعي خلاف هے - كیونكه یه لوگوں كے لیے مكروه نتائج پیدا كرنے والا نمونه بن جائیگا - جو كوئي بهي نیكي كا طالب هے ' اُسے حق سے روگرداني نهیں كرني چاهئے - وه حق ' جو خداوند خدا نے اپني كتاب میں نازل فرمایا هے ' اور جسكے سوا سب كچهه باطل هے "

اس كے بعد یهي مسیحي مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں كا حواله دے كر دعوی كرتا هے " ان سے پوري وضاحت كے ساتهه ثابت هو جاتا هے كه زمین ٹهري هوئي هے اور سورج اُس كے گرد گهومتا هے " اِتنا هي نهیں بلكه اپنے بیان كے اثبات میں وه عقلي دلائل بهي پیش كرتا هے ' اور پهر یه نتیجه نكالتا هے كه " زمین اُسي حالت میں ایك جگه قائم رهسكتي هے جبكه وه اِس كائنات كے وسط میں هو " پهر اُسے غصه آجاتا هے - وه غضب ناك هوكر كهتا هے " اُن لوگوں كو سخت عبرت انگیز سزائیں دیني چاهئیں جو كوپر نیكوس كي تعلیم كي اشاعت كرتے هیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا' اپنے گاؤں کے لیے کوئي ایسي زبان ایجاد کرني چاھئے' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم ھو- اسپرنتو' اِسي خیال کا نتیجه ھے "

یه کام آسان نه تھا - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کي تقریباً تمام زبانیں سیکھني پڑیں - سب کي صرف و نحو میں مہارت حاصل کي' اور ایک بالکل نئي زبان اور نیا قاعده بنانا پڑا - سنه ۱۸۸٥ ع میں اُس نے اپني تعلیم ختم کي تھي اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تھا - تاھم اُس کي تمام تر توجه اِس نئي زبان کي تکمیل و اشاعت ھي پر صرف ھوتي رھي - سنه ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کي پہلي کتاب شائع کي - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تھا -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابي ھوئي - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تھے - کوئي اُس کي مدد پر کھڑا نہیں ھوتا تھا - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا' اور اِس زبان کي ترقي کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم ھوگئي -

سب سے پہلے سنه ۱۸۷۸ میں دنیا نے یه نئي زبان سني - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسه میں اس زبان کي ایک نظم سنائي - اس کے ابتدائي بند مع ترجمه حسب ذیل ھیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La:mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پھیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

ھلکي ھوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسري جگه اڑنے دو !

اسپرانتو' اِس قدر آسان زبان ھے که اُس کے تمام قواعد ایک گھنٹه کے اندر معلوم کر لیے جاسکتے ھیں - اُس کے الفاظ کي تعداد صرف دو ھزار ھے - چند ھفتے کي مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبي کي جا سکتي ھے - اُس کے تمام الفاظ یوناني ' لاطیني ' جرمن ' روسي ' فرانسیسي ' اور انگریزي زبانوں سے ماخوذ ھیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف ھیں - c, g, h, j, s. u, دو حرفوں کے قائم مقام ھوتے ھیں - کوئي ساکن حرف نہیں ھے - جو حرف لکھا جاتا ھے' تلفظ بھي کیا جاتا ھے - شاذ افعال بھي نہیں ھیں - معرفه کا صرف ایک حرف ھے اور وہ La ھے -

الفاظ کي قسمیں اُن کے اواخر سے پہچاني جاتي ھیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کي علامت ھے - Patra (ابوي) میں a نعت یا نسبت کي علامت ھے - Patre میں e ظرف کي علامت ھے - Palri میں i فعل کي علامت ھے -

حروف علت' a, e. u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے ھیں' تو وہ لفظ یا تو صفت ھوجاتا ھے یا ظرف' فعل' اور اسم -

فعل کي تصریف یوں ھوتي ھے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا ھوں	mi Amas
میں نے محبت کي	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تھا	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانتو زبان میں مسیحي نماز کي دعا کا ترجمه یه ھے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے ھمارے باپ تو جو آسمان میں ھے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے' تیري بادشاھي آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau, sur la tero.

تیري مرضي جیسي آسمان پر پوري ھوتي ھے' زمین پر بھي ھو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

ھماري روز کي روٹي آج ھمیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

ھمارے قرض ھمیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح ھم نے اپنے قرضدارون کو بخش دیا ھے !

Ni Konduku nin en tenton.

ھمیں آزمائش میں نه پڑنے دے !

Sed lilerigu nin de la mallona.

بلکه برائي سے بچا !

Amen!

آمین !



اور سرد ھي نہیں ھے ' بلکه اپنے عناصر میں برودت کے خواص بھي رکھتي ھے - معلوم ھے کہ برودت حرکت کو روکتي ھے - بلکه اُسے فنا کر ڈالتي ھے - ھم حیوانات میں دیکھتے ھیں که ٹھنڈے پڑ جانے کے ساتھه ھي اُن کي حرکت بھي موقوف ھو جاتي ھے - لہذا زمین کا متحرک ھونا قطعاً محال ھے "

" کتاب مقدس کي صریح نصوص سے ثابت ھے که آسمان زمین کے اوپر حرکت کر رھے ھیں' اور چونکه مدور حرکت کے لیے ضروري ھے که اُسکا کوئي مرکز قائم ھو' لہذا تسلیم کر لینا پڑیگا که زمین نظامِ کائنات کے وسط میں ثابت و قائم ھے "

یه کیتھولک کلیسا کے خیالات تھے - مگر پروٹسٹنٹ کلیسا بھي اس سے کچھه کم عقل مند نه تھا - لوتھر کے پیرو بھي کتاب مقدس کي تفسیروں اور لوتھر کے اقوال کے اندھے مقلد تھے - کالو لیس باوجود اپنے وسیع علم و نظر کے' لوتھر کا اس درجه مقلد تھا که اُس نے بھي اِس علمي حقیقت کے تسلیم کرنے صاف انکار کر دیا - زمین کي حرکت کے خلاف اُس کي سب سے بڑي دلیل یه تھي :

" کتاب مقدس میں لکھا ھے - خدا نے خرقیا نبي سے کہا " دیکھه میں آفتاب کے ڈھلے ھوئے سایه کے درجوں میں سے جو دھوپ گھڑي میں معلوم کیے جاتے ھیں' دس درجے پھرا کے چڑھا لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں میں ڈھل گیا تھا ' اُن سے دس درجے پھر چڑھ گیا (اشعیاء - باب ۳۸) "

اِنگلستان کے مشہور لاھوتي عالم ڈاکٹر اسمتھه نے اعلان کر دیا تھا :

" شاھي علمي انجمن ' ملحدوں کي انجمن ھے اور دین کے خلاف کوشش کر رھي ھے "

جان اوین کا اعلان ھے :

" نیوٹن کا نظریه کبھي صحیح علمي بنیاد پر قائم نہیں ھوا - وہ سراسر اوھام و خرافات ھے - اور کتاب مقدس کي صریح نصوص کے مخالفت ھونے کي وجه سے ناقابل اعتنا ھے "

جان ویزلي کا مقوله مشہور ھے :

" اگر سحر و ساحري بے اصل چیز ھے ' تو انجیل کي کوئي بات بھي صحیح نہیں ھے "

یه تھي مسیحي کلیسا کي ذھنیت جس نے علم کے مقابله کا اعلان کیا تھا ' اور یقیناً اُس کے لیے اس میدان مبارزت میں دائمي اور ھلاکت انگیز شکست کے سوا کچھه نه تھا - کسي انسان کو بھي جو حقیقت اور صداقت کا احساس رکھتا ھے ' اس شکست پر متاسف نہیں ھونا چاھئے -

دنیا کی مشترك اور عام زبان

کیا تمام دنیا میں ایک مشترک زبان رائج ھو سکتي ھے ؟

اسپرنٹو

گذشته مہینے میلان (اٹلي) میں یورپ کي نئي مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حامیوں کا سالانه اجتماع منعقد ھوا تھا جو کئي سال سے ھر سال منعقد ھوا کرتا ھے - تازہ ڈاک میں اس اجتماع کي بعض دلچسپ تفصیلات آئي ھیں - چونکه ھندوستان میں اس وقت تک اس نئي زبان کي نسبت بہت کم لکھا گیا ھے ' اس لیے ھم بعض مضامین کا خلاصه درج کر دیتے ھیں :

موجودہ علمي ترقیوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات کي سہولت نے دنیا کے تمام براعظموں کو باھم دگر ملا دیا ھے - اِس زمانے میں کوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق کرکے زندہ نہیں رہ سکتي -

لیکن اِتنے قرب و مواصلت پر بھي دنیا کی قومیں اِس وقت تک ایک دوسرے سے دور ھي ھیں - اُن میں باھمي تعارف کے ذرائع بہت کم پیدا ھوے ھیں - اِس صورت حال کي بڑي ذمه داري قوموں کي علحدہ علحدہ زبانوں پر ھے - ھر قوم اپني مخصوص زبان رکھتي ھے - دوسري قوم کي زبان سے نا واقف ھے - اگر واقف ھونا بھي چاھے تو بہت مشکل ھے که بہت سي زبانیں ھر شخص سیکھه سکے - اِس لیے عالمگیر تعارف و اجتماع کي کوئي صورت نکل نہیں سکتي -

یه حالت دیکھکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خیال ھے که دنیا بھر کے لیے کوئي سہل اور مختصر زبان پیدا کي جاے - " اسپرنٹو " ایک ایسي ھي نو ساختہ زبان کا نام ھے جو پچھلي صدي کے اواخر میں ایجاد کي گئي ھے -

اسپرنٹو کا موجد ایک روسي ڈاکٹر زمینھوف نامي ھے - یه صوبه کروڈنو کے ایک چھوٹے سے گاؤں بیسلٹوک کا رھنے والا ھے -

اِس زبان کي ایجاد کا خیال اُسے اُس وقت پیدا ھوا ' جبکه اُس کي عمر صرف دس بارہ برس کي تھي - اُس نے یه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بیان کي ھے :

" میرے گاؤں میں روسیوں ' یہودیوں ' پولشوں ' جرمنوں کي مخلوط آبادي تھي - میں روز سڑکوں پر لڑائي جھگڑے کے واقعات دیکھا کرتا تھا - تحقیقات سے معلوم ھوا که یه جھگڑے زیادہ تر اِس لیے پیدا ھوجاتے ھیں که باشندے ایک دوسرے کي زبان نہیں

یں داعي بھیجے گئے - حجاز ریلوے
نائي گئي - غرض که ایک ایسي فضا
یدا کردي گئي ' جس نے مسلمانان عالم
یں " خلیفۂ اسلام " کي شہرت عام
ردي - اِس صورت حال نے سلطان کے
اتھه میں بظاهر ایک ایسي قوت
یسي تهي ' جس سے وہ دول یورپ کو
پے عالمگیر اسلامي اثر کا یقین دلانا
اهتا تها -

اِس میں شک نہیں که سلطان
بد الحمید کي اِس حکمت عملي نے
ک سطحي شان و شوکت اور نام و نمود
رور پیدا کردي تهي - دنیا کي سطح
یں نگاهیں دیکھتي تهیں که سلطنت
ثماني کي بین الاسلامي مقبولیت کا
ائرہ وسیع هو رها هے - لیکن فی الحقیقت
جو کچھه بهي تها ' محض ایک بالائي
مائش تهي - تهه میں کوئي صحیح اور حقیقي عملي روح نه تهي -
ہاں تک خلافت آل عثمان کي بین الاسلامي مقبولیت کا تعلق هے '
س برس کے پورے حمیدي دور میں کوئي کوشش ایسي نہیں
ي گئي جس کا منشا یه هو که دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے
صحیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں ' اور اُن میں اور مرکز خلافت
یں معنوي اور اخلاقي معاونت کا رشته پیدا هو - ایسے دماغ قصر
لطاني میں موجود هي نه تهے جو ان مهمات کے فہم و عمل کي
ستعداد رکھتے هوں - اس باب میں جو کچھه بهي هوا ' وہ اس سے
یادہ نه تها که دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفیت اور تقدس
ے بهیس میں قصر سلطاني تک پہنچ گئے ' اور سلطان کي توهم
رستي سے فائدہ اتها کر اُس پر
اري هو گئے - شیخ ابو الهدی
امي ' شیخ ظافر مدني ' فضل الله
لا باري وغیرهم ' اسي قسم کي
خصیتیں تهیں - وہ نه تو اسلامي
مالک میں کوئي اثر و رسوخ رکھتي
ھیں ' نه اس طرح کے کاموں کے
م و عمل کي اُن میں صلاحیت
ي - اگر انهوں نے اس قسم کا
ئي کام انجام دیا بهي ' تو وہ صرف
تها که عراق اور شام میں ایسے لوگوں
ي ایک جماعت پیدا کردي ' جو
ش قرار وظائف لیکر سلطان کي
ح و ثنا میں سرگرم رها کرتے تهے '
تهوڑے تهوڑے عرصه کے بعد سلطان
ي اطاعت و انقیاد کے وجوب پر
ي کتاب شائع هو جایا کرتي تهي -
ب سے بڑا کام اس جماعت کا
ور اس کے هم مشربوں کا یه تها '
جاسوسي اور مخفي خبر رساني کا
ک بالا تر محکمه بن گئے تهے -



سلطان عبد العزیز

شب و روز فرضي خطروں کے گڑھنے اور پهر
ان کے انسداد کے لیے بڑي بڑي رقموں
کے وصول کرنے میں سر گرم رهتے -
اسلامي خلافت ' بین الاسلامي مرکزیت '
دیني شوکت و جبروت ' اور روحاني
پیشوائي و سلطاني کا یه تمام طلسم '
صرف ان بنیادوں پر قائم تها ' که قصر
یلدز کي داخلي حکومت ترک افسروں
کي جگه حبشي اور حجازي خواجه
سراؤں کے هاتهه میں چلي گئي تهي '
سلطان کا خاص بادي گارڈ عرب سواروں
کا تها ' افریقه اور هندوستان کے بعض
سیاحوں کو جو گاہ گاہ قسطنطنیه آجاتے
تهے " نشان مجیدي " کے تمغے مل
جاتے تهے ' تعلیم و ترقي کي تمام راهیں
یه کہکر بند کردي گئي تهیں که
" اسلامي مقاصد " کے خلاف هیں '
اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقه سے تعبیر کیا جاتا تها '
تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار " مرتدین " میں تها ' اور سب
سے بڑهکر یه که هر هفته شیخ ابو الهدی وغیرہ مشائخ یلدز کے
خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید
کے لیے الهي برکتوں اور غیبي نصرتوں کي بشارتیں پہنچا دیا
کرتے تهے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وہ قوت هي منظم کردي هوتي
جو خلافت اسلامي کي بین الاسلامي مقبولیت سے پیدا هو رهي
تهي ' تو فی الحقیقت یه اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفارہ
هوتا ' اور دولۃ عثمانیه کے لیے مغربي طاقتوں کے غلبۂ و تسلط کا
خطرہ همشه کے لیے دور هو جاتا '
لیکن وہ تو اسلام اور اسلامي خلافت
کو محض اپنے شخصي استبداد کے
حفظ و بقا کا آله بنانا چاهتا تها -
اوهام و خرافات کے سوا کوئي حقیقي
عمل اُس کے سامنے نہیں تها -
چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے بار
بار منتیں کیں اور وفود پر وفود
بهیجے که انکي دیني هدایت و تعلیم
کا انتظام کیا جاے ' لیکن کچھه
نہیں کیا گیا - افریقه کے مسلمانوں
کے وفود چار سال تک قسطنطنیه
میں پڑے رهے تا که انهیں مرکز
خلافت اپني اخلاقي سر پرستي
میں لیلے ' لیکن کوئي شنوائي
نہیں هوئي - مصر اور مراکش کي
سر پرستي خود اپنے هاتهوں ضائع
کر ڈالي - یمن اور نجد کے قبائل
محض اس لیے سرکش و مخالف
رهے ' که ترک والیوں کے مظالم سے
اُنهیں کبهي نجات نہیں ملتي تهي -



مصطفی فاضل پاشا

جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحۂ اصلاحیه بهیجا تها -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الا سلامي ترکي)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۶ ع) سے سنه ۱۳۴۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یه تهي که سلطان عبدالحمید ثاني ترک مصلحین کي سعي رتدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهي اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کي جگه



سلطان محمود مصلح

متوفي سنه ۱۸۳۹

عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه محسوس کرتے تهے ' سلطنت اور قوم کي سب سے بڑي ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اُس کے لیے اِس نو جوان شهزاده کا سلطان هونا مفید هوگا -

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثماني سلطنت " شخصي " کي جگه " دستوري " قرار پا گئي ' اور عثماني پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هوگیا -

اگر یه صورت حال جاري رهتي ' تو با وجود دول یورپ کي پے هم مقا ومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولة عثمانیه کي نئي نشو و نما شروع هو جاتي - لیکن افسوس هے که بهت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کهایا ' اصلاح پسند عنصر کي جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هوگیا ' اور اصلاح و تغیر کي تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشؤ و نما پانے لگي تهیں ' سنه ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثماني دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسي سال جاپان کے نظام حکومت میں بهي

سلطان عبد المجید

جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقي دي



اصلاح هوي تهي اور دستوري حکومت کا اعلان کیا گیا تها - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کي سب سے بڑي طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثماني حکومت نے اُسي تیس سال کے اندر اپني رهي سهي طاقت بهي فنا کردي - جاپان نے دستوري حکومت قائم رکهي تهي ' سلطان عبد الحمید نے چهه ماه کے بعد اس کا خاتمه کر دیا تها !

اصلاحات کا خاتمه کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئي حکمت عملي ایجاد کي - یه حکمت عملي ترکي اور ترکي سے باهر " بین الاسلامي حکمت عملي " یا " اتحاد اسلامي " کے نام سے پکاري جاتي تهي - اس کا منشا یه بیان کیا گیا تها که " یه تمام مسلمانان عالم کي معنوي اور اخلاقي اعانت مرکز خلافت کے ساتهه وابسته کر دیگي "

چنانچه مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروه دارالخلافة میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعي اور شیخ ظافر وغیره مشائخ نمایاں هوے ' عربي عنصر سے از سرنو رشتهٔ ارتباط قائم کیا گیا - عزت پاشا عابد وغیره سر بر آورده عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهي بڑي بڑي تنخواهوں پر بادي گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربي ممالک



قدیم ترکي فوج کا ایک منظر

ینگ چري سپاهي جو اصلاح کي راه میں سب سے بڑي روک تهے

اُنھوں نے تاریخ کا سبق بھلا دیا ' اور سادہ لوحي سے یقین کر لیا کہ اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحي عناصر مطمئن ھو جائینگے ' اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقي یافتہ ھوجائیگا - یہي حسن ظن ' اُنکي سب سے بڑي غلطي تھي - چنانچہ فوراً داخلي اور خارجي مشکلات نمودار ھوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا ھرزي گونیا پر قبضہ کر لیا - یونان کریت پر قابض ھوگیا - اٹلي نے طرابلس الغرب پر ہاتھہ صاف کیا - البانیا ـت کر الگ ھو گیا ' بلقاني ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکي مقبوضات ھضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکي عناصر نے سر کشي شروع کردي - صرف غیر مسلم جماعتوں ھي میں نہیں ' بلکہ مسلمانوں میں بھي ـي نئي انجمنیں قائم ھوگئیں - خود دارالخلافۃ میں مسلمانوں کي تعدد مخالفانہ انجمنیں بن گئي تھیں - مثلاً انجمن " إخاء عربي " عربي کلب " ' " چرکس انجمن " " کردي انجمن " " البانی ـجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظہور کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ ، اسلامي عناصر اور ترکي عنصر میں نفرت و عداوت پیدا ھوگئي - صورت حال دیکھکر خود ترکوں میں سلطنت کي حکمت عملي کے ـعلق اختلاف رونما ھوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدي سیاست ـہ کرني چاھي - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخري ، کا تعصب یہانتک بڑہ گیا تھا کہ اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " تجویز پیش کردي کہ ترکي زبان سے تمام عربي الفاظ خارج دینے چاھییں !



عرض عبودیت !

سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رھے ھیں !

لیکن پیہم مصائب نے ، حکومت معتدل گروہ کے ـہ میں دیدي - " انجمن ـف " نے حکومت سنبھال - سلطان عبد الحمید کا ـرد کامل پاشا وزیر اعظم ' کامل پاشا ایک ـ یورپ کو مطمئن کرنے دوسري طرف ترکي مختلف عناصر کے سر ـپ ھاتھہ پھیرنے لگا - اب ، " بلقاني مسئلہ " کے " عربي مسئلہ " کے ـت ایک نئي الجھن ھوگئي تھي ' اور فرانس ـے فائدہ اٹھانا چاھتا ـس لیے کامل پاشا نے پیش بندي کرکے ۱۳۲۹ ع میں والي بیروت ادھم بک کو حکم دیدیا کہ صوبۂ شام کي کونسل سے مطلوبہ اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے - اِس پیش بندي نے ترکي کو بہت فائدہ پہنچایا - کیونکہ جب فرانس نے سرکاري طور پر شام میں اصلاحات جاري کرنے کا مطالبہ کیا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منہ بند کر دیا " ھم پہلے ھي سے اِس فکر میں ھیں "

اِدھر یہ سیاسي بازي گرمي ھو رھي تھي ' اُدھر انجمن اتحاد و ترقي گھات لگائے بیٹھي تھي - چنانچہ موقعہ پاتے ھي اُسنے وزارت الٹ دي ' اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پائے - انھوں نے آتے ھي شامي کونسل کو غیر قانوني قرار دیدیا ' اور والي کو خفیہ اشارہ کردیا کہ تحریک کو اُبھرنے نہ دے - والي نے پوري سختي ظاھر کي ' حتی کہ جنگي قانون بھي جاري کردیا ' مگر اِس پر بھي شامي انجمن نے اپنا سالانہ جلسہ کرھي دیا - اِس جلسہ میں ۸۲ نمائندے شریک ھوئے تھے - اُنھوں نے اصلاحات کا لائحہ منظور کر لیا - جب حکومت نے اور بھي زیادہ تشدد کیا ' تو شامیوں نے اپني موتمر پیرس میں منعقد کي - اب انجمن اتحاد و ترقي پریشان ھوئي - کیونکہ ایک طرف اُسکي حریف " انجمن ائتلاف و ترقي " بر سر مخالفت تھي ' دوسري طرف عربي مسئلہ بین الاقوامي شکل اختیار کرتا جاتا تھا - ایک عجیب اتفاق یہ ھوا کہ عربي موتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد ھوئي ' جس سے حکومت اور بھي زیادہ متاثر ھوي ' اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتي کي حکمت عملي اختیار کرنے پر مجبور ھوگئے - چنانچہ اُنھوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بھیجا ' اور عرب رھنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطلوبہ اصلاحي لائحہ کا بڑا حصہ منظور کر لیا -



سلطان عبد الحمید کے دور حکومت کا خاتمہ

یہ اُس موقعہ کا مرقع ھے جب قوم کا وفد پیام عزل پہنچا رھا ھے !

شامیوں کي کامیابي دیکھکر عراقیوں کے خون میں بھي گرمي پیدا ھوئي ' اور طالب بک نقیب کي سر براھي میں عراق نے اصلاحات کا مطالبہ شروع کر دیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبھل گئے تھے - اُنھوں نے جاوید پاشا کو

اصل یه هے که سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامی اور خلافت دینی کا مظاهره اس لیے نهیں کیا تها که فی الحقیقت اس باب میں کوئی روشنی اس کے سامنے موجود تهی ' اور وه کسی تعمیری جذبه سے اس طرف قدم بڑهانا چاهتا تها ' بلکه یه تمام باتیں محض ایک طرح کے منفی اور تخریبی جذبه سے پیدا هوئی تهیں - مقصود یه تها که اس کے ذریعه اصلاح طلب تحریک کی نشو و نما کا خاتمه کردیا جائے ' اور اس کی طرف سے عثمانی رعایا کے قلوب غافل هوجائیں - یهی وجه هے که یه باتیں صرف اسی حد تک کام میں لائی جاتی تهیں ' جس حد تک ترکی مصلحین کی مخالفت میں سود مند هوسکتی تهیں - حقیقت اور عملیت کی کوئی روح موجود نه تهی - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامی اور مرکزیت خلافت کی تقویت کا واقعی طلب گار هوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادی اور شیخ محمد عبده سے بڑهکر اس کے لیے کون داعی اور عامل هو سکتے تهے ؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپنی تمام طاقتیں عبد الحمید کے هاتهوں میں دیدینی چاهیں ' لیکن ان کے ساتهه جو سلوک هوا ' دنیا کو معلوم هے - پہلے کو موت کا زهر آلوده جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطانی کی چوکهٹ تک باریابی نصیب هی نه هوئی !



مدحت پاشا

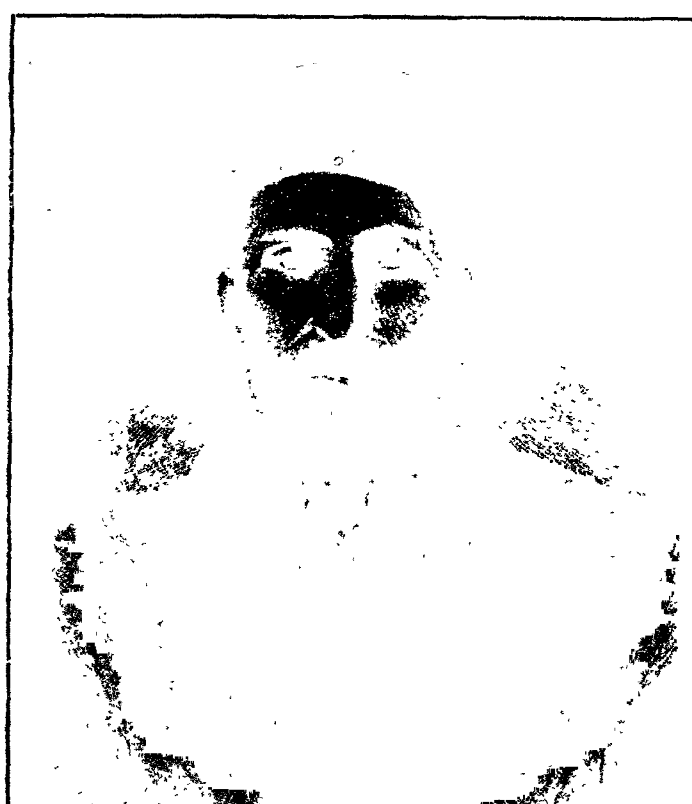
شهید راه حریت و دستور !

بهر حال سلطان عبدالحمید کا دور دولۃ عثمانیه کے زوال طاقت کا آخری عهد تها - سلطان کو مدحت پاشا کی جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه سلطان مصلح کی اصلاح کی تکمیل کریگا ' اور دولۃ عثمانیه کو استبدادی حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگی - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتهه دیا - ترکی پارلیمنٹ قائم کردی گئی - لیکن پهر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آ گئے - پارلیمنٹ معطل کردی گئی - مدحت پاشا اور اس کے ساتهیوں کو فرضی الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گهونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تهه و بالا هوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کی جگه " مابین همایونی " یعنی قصر سلطانی نے براه راست حکومت شروع هوگئی - اس حکومت کا نه تو کوئی اصول تها ' نه قاعده - نه بجٹ بنتا تها ' نه مالیات کا کوئی تخمینه تها - خواجه سراؤں کے افسر " بهرام آغا " کے هاتهه میں سب کچهه تها - وه سلطان کے احکام باب عالی کے وزراء تک پهنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اس بنا پر هلاک کر دیے گئے ' که ان پر اصلاح پسندی و انقلاب کا شبهه تها ' کوئی ذریعه نهیں که انکی صحیح تعداد معلوم کی جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم هوا تها که صرف چهه ماه کے اندر یعنی مارچ سنه ۱۸۹۸ سے ستمبر سنه ۱۸۹۸ تک تین سو اسی آدمی گرفتار کئے گیے تهے !

لیکن نه تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچهلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیاده طاقتور تها ' نه اس کی خاطر خدا کے قوانین حق و عدالت معطل هو جا سکتے تهے - بالاخر نوجوان ترکوں کی پنجاه ساله مساعی بار آور هوئیں ' اور عین اس وقت جب که سلطان کے وهم و گمان میں بهی کسی طرح کا خدشه نه تها ' مناستر اور سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بهت کوشش کی که کسی طرح اس ناگهانی طاقت کا مقابله کرسکے مگر نه کرسکا - اور عثمانی دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یه دستور سلطان کی ذات خاص کا مخالف نه تها - لیکن سلطـــان کی مستبد روح اس سے موافـــق نـــه هو سکی - بالاخر نو ماه کے بعد تصادم هوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپنی مشهور عالم تیس هزار فوج کے ساتهه قسطنطینیه پهنچکر قصر یلدز کا محاصره کر لیا - تین دن کے محاصره کے بعد عثمانی پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل هوے ' اور قوم کا پیغام پهنچا دیا که " آپ معزول کیے گئے ' اور شهزاده محمد رشاد تخت نشین هو رهے هیں " قصر یلدز کے اس مشهور قهرمان نے اسوقت لرزتے هوے یه التجا کی تهی " میں اپنی زندگی کیلیے تمهیں خدا کا واسطه دیتا هوں " ! یه اب اپنی زندگی کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطه دیتا تها - ان انسانوں کو ' جنهوں نے اپنی مظلوم اور بیبس زندگی کیلیے سینکڑوں مرتبه اسے خدا کے واسطے دیے تهے ' لیکن ایک لمحه کیلیے بهی اسکے دل میں خدا کے خوف نے جگه نهیں پائی تهی !

تاریخ مشرق کا یه عبرت انگیز انقلاب جولائی سنه ۱۹۰۸ ع میں واقع هوا تها -



سلطان عبد الحمید

چالیس سال کی عمر میں

(اتحادی ترکی)

جمعیۃ اتحاد و ترقی کا دور سنه ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنه ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقی نے برسر اقتدار آتے هی " وطنیت " " حریت " " اخوت " اور " مساوات " کی بنیادوں پر عثمانی سلطنت کو استوار کرنا چاها - نوجوان ترک ' بڑے هی ذهین ' چست ' اور مخلص تهے لیکن مدبر اور تجربه کار نه تهے



شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الـکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۱)

صدیوںکے خواب گراں کے بعد اب شهر رقیم یاپیٹرا پهر بیدار هو رها ے - قدس اور لندن کي آمده اطلاعات مظهر هیں که حال میں اس دیم شهر کے کهنڈروں میں قیمتي پتهروں اور پرانے طلائي زیورات ایک بهت بڑا ذخیره بدوي عربوں کے هاتهه لگا هے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شده شهر هے - سالها سال سے غیر آباد ا تها - کبهي کبهي صحرا گرد بدوي جنکو شاداب نخلستانوں اور ر سبز چرا گاهوں کي تلاش اِدهر اُدهر آواره رکهتي هے ٬ تمدن قدیم ب اس یادگار کو آدمي کي صورت دکها دیتے تهے !

(الف لیله کا طلسم)

ایک مرتبه ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کهنڈروں میں گهوم تها - ناگاه اوسکا پانوں ایک پتهر پر پڑ گیا - قبل اسکے که وه اس ن کا اندازه کر سکے که کیا هونے والا هے ٬ پتهر نیچے کو کهسکا ٬ زمین نسي ٬ اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تها - پتهر سنور اپني جگه پر آگیا ٬ اور راه بند هوگئي !

اب بدوي نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ٬ لیکن ر آنے کا کوي راسته نظر نهیں آتا تها -

عریب عرب ایک عرصه تک ادهر اُدهر ٹٹولتا رها - تاریکي کي تهي - محض اس خوف سے که کهیں کسي دوسري علوم مصیبت سے دو چار نه هونا پڑے ٬ اوسنے هاتهوں اور پیروں بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جهد میں ایک وسیع ایوان مل - اس ایوان کي تاریکي کو ایک پهاڑي سوراخ سے نکلنے والے الي روشني ایک حد تک کم کر رهي تهي - روشني کا سهارا پا کر محصور بلا نے ادهر اُدهر آنکهیں پهاڑ پهاڑ کر دیکهنا شروع کیا - دیکهتا هے که ایک گوشے میں قیمتي جواهرات اور طلائي اشیا کا پڑا هے - یه خزانه غالباً طائر اور صیدان کے بحري قزاقوں منه مظلمه میں جمع کیا هوگا - عرب حیرت کے دریا میں هوا ٬ اس تمام ماحول کو عالم رویا سمجهه رها تها - بالاخر اوسنے جواهر ریزے اپنے عمامه میں رکهه لیے ٬ اور باهر نکلنے کي راه کرنے لگا - اس نے غور کیا که روشني جس سوراخ سے آ رهي اس سے باهر نکل سکتا هے یا نهیں ؟ اس کا خیال ٹهیک تها - ں کے نیچے ایک سنگي زینه موجود تها - به مشکل سوراخ تک سکا - وهاں پتهر کے کئي ٹکڑے ایک دوسرے پر پڑے تهے - زور سے ایک پتهر هٹ گیا اور یه باهر نکل آیا -

یه جواهرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماهرین آثار اِنهیں تورات سے بهي زیاده پرانا بتاتے هیں -

بیان کیا جاتا هے که پیٹرا کا یه کنز مخفي لارڈ کارنارواں کے دریافت کرده وادي الملوک (مصر) کے خزائن سے بهي کهیں زیاده بیش قیمت هے - عجائب خانه لندن کا ایک وفد اس گم شده شهر کي تحقیقات کیلیے جا رها هے -

(جغرافیائي محل)

یه مقام ساحل بحر قلزم سے زیاده فاصله پر نهیں هے - نقشه کے دیکهنے سے بحر قلزم کا بالائي حصه دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم هوگا - اس کے شمال میں جزیره نماء سینا هے جسکي شکل مثلث نما هے - سینا کا جنوبي نوکدار کناره بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا هے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کي وه شاخ هے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم هے - آج کل یه تجارت عالم کي شاهراه عظیم هے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وه حصه هے جو خلیج عقبه کے نام سے پکارا جاتا هے - یه جگه اب متروک هوگئي هے - جهاز بهت کم آتے جاتے هیں - ایک طرف سینا کي ننگي پهاڑیاں هیں - دوسري طرف خلیج عقبه کے پهاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسله هے - اس خلیج کے ساحل پر کوئي بندر گاه نهیں هے - قصبه عقبه کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقي تمام حصه غیر آباد اور پتهریلا هے - بحر شمالي و بحر جنوبي کے دور دراز سواحل کو چهوڑ کر جهاں بمشکل ذي روح وجود کا پته چلتا هے ٬ دنیا کا کوئي ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نهیں هے !

لیکن پرانے زمانه میں خلیج عقبه کي اهمیت همارے زمانه کے خلیج سوئز سے کهیں زیاده تهي - تین هزار سال قبل یهاں حضرت سلیمان کے بحري مراکب هندوستان کي اشیاء تجارت بار کیے هوئے هر وقت لنگر انداز رهتے تهے - جب تک هندي و ایراني تجارتي قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رهے ٬ یه ملک تمدن عالم کا مرکز رها - جب شاهراه تجارت یهاں سے دوسري جانب منتقل هوگئي ٬ اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راسته دریافت کر لیا گیا ٬ تو یه ساحل رفته رفته غیر آباد هوگیا - صلیبي لڑائیوں کے زمانه میں مسیحي مجاهدین نے اس نواح میں کچهه بیداري پیدا کردي تهي ٬ مگر سلطان صلاح الدین کي تیغ جهاد نے یه حصهٔ عالم بهي صلیبیوں پر تنگ کر دیا ٬ اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انساني آبادي سے همیشه خالي رهے -

جنگ عظیم کے زمانه میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپني افواج کا عقبي مستقر بنایا تها - هر هفته انگریزي جنگي جهاز اور دخاني کشتیاں سامان حرب سے لدي هوئي ساحل پر آتي تهیں - سنه ۱۹۱۷ ع اور سنه ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نهایت پابندي سے قائم رها ٬ اور ایک



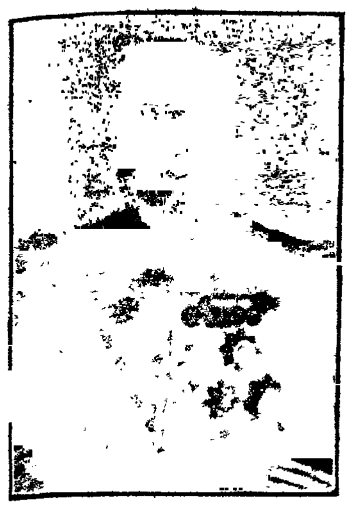
بہرام آغا خواجہ سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تھا

عراق کا گورنر بنا کر بھیج دیا - اس نے آتے ہي عراقي تحریک کا خاتمہ کردیا - ساتھہ ہي بکر سامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بہت شہرت رکھتا تھا ' اِس نے کچھہ ایسے پیترے بدلے ' کہ شامي تحریک بھي سرد پڑگئي ' اور پیرس کي موءتمر میں جو کچھہ طے پایا تھا ' اُسکا اکثر حصہ کالعدم ہوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گھٹائیں فضا میں پھیل رہي تھیں - وہ مصیبت سر پر آگئي تھي جسکا تصور بھي کبھي انساني دماغ نے نہیں کیا تھا -

تھا کہ بہت سے سر بر آوردہ شامي ' ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے ہیں - مگر اُنھوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البتہ عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

جمال پاشا نے صرف شام ہي میں نہیں بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں دیني جہاد کا غلغلہ بلند کر دیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکہ ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام امراء عرب کو جہاد کي دعوت دي گئي -



حسین رامي پاشا
محکمۂ جاسوسي کا سرغنہ

لیکن نوجوان ترکوں نے بہت جلد دیکھہ لیا کہ مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نہ کرسکي - بلکہ جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بھي اُن پر غالب رہا - وہ سلطنت عثمانیہ اور خلافۃ اسلامیہ کي حمایت و نصرت پر آمادہ نہ ہوسکے - ہندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جھنڈے کے تلے جمع ہوکر آئے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

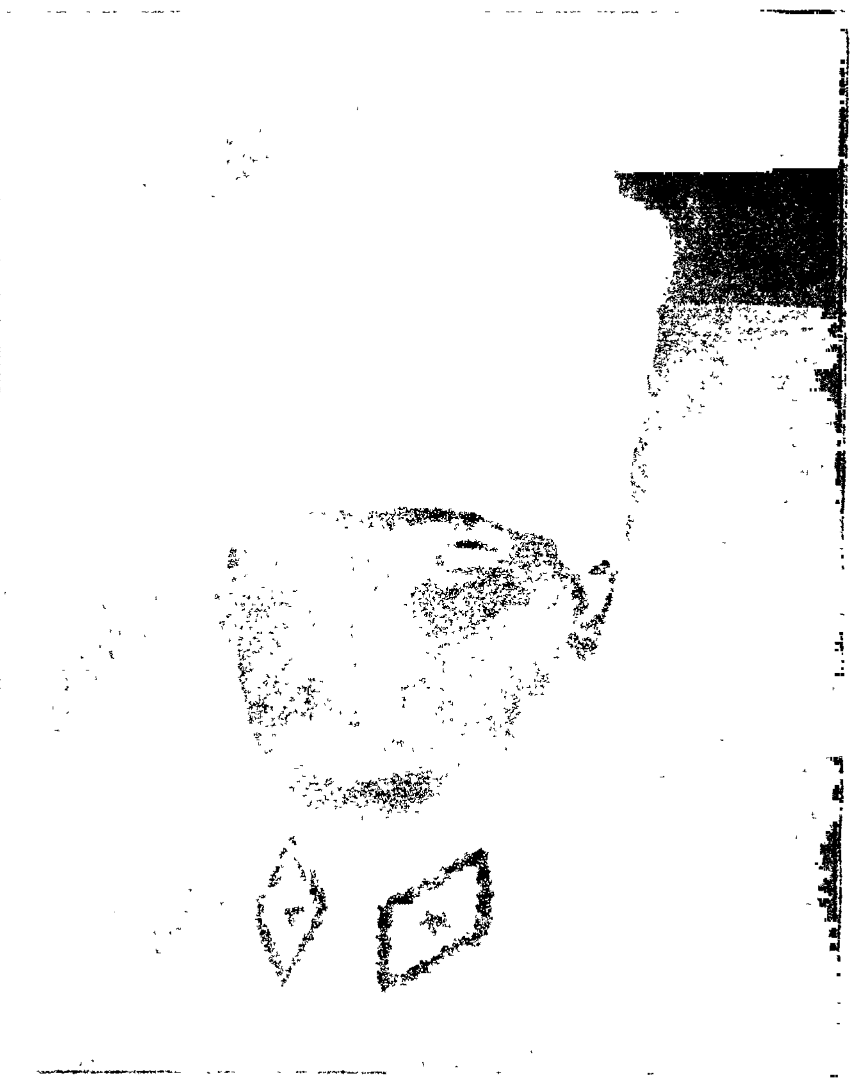
اِس نامرادي کا نتیجہ یہ ہوا کہ تورانی تحریک کے حمایتیوں کو پھر زور حاصل ہوگیا - نا چار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

جنگ عمومي کے بعد

سنہ ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴ء) سے سنہ ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي ہوئي - اِس تلخ تجربہ کے بعد اِس انجمن کے ارکان میں آئندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا ہوا - اکثریت " تورانی تحریک " پھیلانے کے حق میں تھي ' اور اقلیت " اتحاد اسلامي " کے فکر کو عملي جامہ پہنانا چاھتي تھي - یہ اختلاف ابھي ختم نہیں ہوا تھا کہ عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جھک جانا پڑا - اب بجز اِس کے کوئي چارہ کار نہ تھا کہ تمام اسلامي عناصر ' خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچہ انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بھیجا کہ عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پھر جمال پاشا نے جو شام کے جنگي حاکم تھے ' عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گہري دل چسپي اور ہمدردي کا اظہار کیا - فرانسیسي قنصل خانہ سے جو کاغذات دستیاب ہوئے تھے ' اُن سے اُنھیں صاف معلوم ہوگیا



غازي مصطفی کمال پاشا

عربوں کي ناعاقبت اندیشي نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تھا - شام کے چند خود غرض اور بدخواہ غلط افراد طیار ہوگئے کہ اس نازک وقت سے فائدہ اٹھائیں اور دول متحدہ کا ساتھہ دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تھا کہ اِن لوگوں کے انقلابي افکار عامۃ الناس میں مقبول نہ ہوتے ' لیکن اُسي موقعہ پر حجاز میں برطاني سازشیں کامیاب ہوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حملہ کي طیاریاں کررہا تھا ' اور تمام ساز و سامان مکمل ہو چکا تھا ' اچانک اُس نے دیکھا کہ شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا ہے !

افسانہ

رُوحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

یان تبطروویچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے
اتھ ذیل کا واقعہ سُنایا:

۱۸۲۴ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک
ت کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی
پنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں
سے زیادہ دحشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سڑ
ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات
ق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ
شریک ہو۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

تیری زندگی ختم ہو گئی۔ آج ہی توبہ کرلے!" یہ میرے سوال کا
جواب تھا۔

علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت
ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی
جاتی تھی۔

بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر
پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔
بھی میرا خوت سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گرا پڑتا ہوں۔

(۲)

تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے
تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت
ہو رہے ہیں!

اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہو" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز
آہستہ کہا "اگر اس سنگ دل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہو
ج ہی رات میرا خاتمہ ہو! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ
یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری
..."

میں نے دیا سلائی جلائی۔

ہیں!" میں گلا پھاڑ کر بے خودی سے چلایا اور دروازے
بھاگا۔ سر سے پاؤں تک تمام بدن کانپ رہا تھا۔ شاید ظلم

گردش میں پہنچکر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو، اسوقت بھی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب کھچی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرائش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی،" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور رکھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کامدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟ ...."

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا،" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ موت کا تحفہ میرے لئے مہیا کیا ہو۔ شاید کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیوں جاتا؟ اور میرے یہاں مزدور تابوت کیوں لائے؟ ......"

پھر میرے پراگندہ دماغ میں ایک اور خیال آیا:

"ممکن ہے یہ کارروائی اُسی روح کی ہو، جسنے آج رات میری موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہو گئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اُوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کے شرابور ہو گیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئی" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست روسٹوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پر ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے مُنہ سے چیخ نکل گئی میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطانی روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبا لیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہو گیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے پیروں میں سکت باقی نہیں رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں........ آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہو گئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

"اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" بار بار یہی سوال دُہراتا تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست، گورڈسارون یاد آگیا۔ اس نے

عارضي چهل پهل پيدا هوگئي - ليکن جنگ کے خاتمه کے بعد يه سرگرمي بهي ختم هوگئي ' اور يه حصه پهر شهر خموشاں بن گيا -

خليج عقبه کے دهانه سے ايک پهاڑي اور ريگستاني سلسله شروع هوتا هے جو اندرون ملک ميں دور تک چلا جاتا هے - پيٹرا کے کهنڈر عقبه سے ۹۰ - ميل کي مسافت پر واقع هيں - پهاڑوں کے درميان اس شهر کا محل وقوع هے - بدو رهنما کے بغير ان آثار تک سياح کي پهونچ مشکل هے - پيٹرا سے شمال کو ۲۰ ميل کے فاصله پر وادي بحر ميت هے - سيدهے هاتهه يعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عريض ريگستان هے - سامنے ارض ادوم يا ادوميا کے پهاڑونکا وه سلسله هے ' جو باب الرقيم يا پيٹرا کا پهاٹک کهلاتا هے - اس سلسله کو قطع کيے بغير پيٹرا تک پهونچنا محال هے - دوسري جانب پهاڑي مگر ڈهالو راسته هے - اس پر سے هو کر نيچے اترتے هيں - چند گهنٹے کے پهاڑي اور پيچ در پيچ راسته کے بعد وادي ادوم کا خاتمه هو جاتا هے - سفيد ريت کے ٹيلونکے ختم هونيکے بعد ايک تنگ دره ملتا هے - يه بلند پهاڑي ديوار کا دروازه هے - يهاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - ميل سے کم هو کر صرف ' ۱۲ - فيٹ رهجاتي هے - دره کي ديواريں هزارها فيٹ اونچي هيں - عرب اس راسته کو " شق " کے نام سے پکارتے هيں - اس شق کي راه سے سياحوں کے گهوڑے اور بار برداري کے اونٹ افتاں و خيزاں راه طے کيا کرتے هيں - پتهرونپر چاروں طرف چهپکلياں لپٹي هوئي هيں - هر هر قدم پر تنگنائے زياده وحشتناک هوتي جاتي هے - راسته ميں ايک پهاڑي شگاف ملتا هے جس سے شفاف پاني کا چشمه موجزن هے - عرب کهتے هيں ' يهي وه جگه هے جهاں حضرت موسى عليه السلام نے عصا مار کر اپنے پياسے همرائيونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر دیے تهے - يه وادي وادي موسى کے نام سے موسوم هے - وادي اسقدر تنگ هے که اونٹ پر سے دونوں طرف کي ديواريں بخوبي چهوي جاسکتي هيں - اکثر جگه اِرد گرد کي پهاڑياں بلند هوکر چهت کا کام ديتي هيں - اس جگه آسمان بالکل دکهائي نهيں ديتا - سورج کي شعاع بهي يهانتک نهيں پهونچتي -

(يوناني مندر)

ايک گهنٹه کي مسافت کے بعد سياح ايک تيز گهماؤ سے گذرتا هے - اب نظر کے سامنے ايسا دلفريب اور حيرت خيز منظر آجاتا هے جو ايک عرصه تک کيليے از خود رفتگي کي کيفيت طاري کر ديتا هے - يوناني طرز کا ايک نفيس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا هے - اوسکا دلفريب حسن اور دلکشا طرز ' حد درجه متاثر کرنيوالا هے - عهد کهن کے صناعوں نے پهاڑوں سے کاٹ کاٹ کر يه خوبصورت عمارت تعمير کي تهي -

ادومي پهاڑونسے يه عمارت تراشتے هوے ' دندانه دار آلات سے کام ليا گيا هوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزين هے ' اور ريشمي کپڑے کي طرح جهلک رکهتي هے -

دنيا کا کوئي اور پهاٹک ' دنياء قديم کے اس خاموش شهر کے دروازے سے زياده اثر ڈالنے والا نهيں هے - هندوستان کا سرخ شهر ' فتح پور سيکري بهي اسکا مقابله نهيں کرسکتا - روماني و يوناني مخلوط فن تعمير کے طرز پر يه مندر کم از کم دو هزار سال قبل اس پهاڑي سے طيار کيا گيا تها - اسکا عهد تعمير روماني شهنشاه هڈرين کي فوج کشي کے زمانه سے تعلق رکهتا هے - اهل عرب ميں اس مندر کا نام الخزينه مشهور هے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ايک ديو پيکر صراحي نما ظرف هے - عرب کهتے هيں که يه ظرف فراعنه کے جواهرات اور طلائي سرمايه کا مخزن هے - شروع سے اِسے توڑنے کي کوششيں کي گئيں مگر کاميابي نهيں هوي - کرنيل لارنس کے ساتهيوں نے بهي هزاروں گولياں چلائيں - بعض بعض دفعه پتهر کے چهوٹے چهوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچهه زياده اثر نه هوا نهيں معلوم کس ديوي يا ديوتا کي يهاں پوجا هوتي تهي ؟ کرنيل لارنس کي راے ميں مصري ديوي " ايسيس " کي پرستش هوتي هوگي - کيونکه هيڈرين کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اِسي ديوي کے سامنے سر بسجود تهے -

يهانسے چند گز کے فاصله پر اصل شهر بيضاوي نشيب ميں واقع هے - سطح سمندر سے ۹- هزار فيٹ اونچے محدب حصه سے شروع هوتا هے - وادي کي بلندي صرف ايک هزار فيٹ رهجاتي هے - اِس نشيب ميں اسوقت تک شهر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي هيں - يه تمام عمارتيں پهاڑ کاٹ کر بنائي گئي تهيں !

پيٹرا کے رنگ برنگ آثار هر اُس سياح کو جو مشرقي ديوار عبور کرنيکي جرأت کرتا هے ' اپني جانب مائل کرليتي هيں - سورج کي کرنيں ارد گرد کي پهاڑيوں کو قوس قزح بنا ديتي هيں - اُنکي چمک بلوچستان کي ارغواني پهاڑيوں سے بهي کهيں زياده دلکش هے - پهاڑيونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لهريں نکلتي رهتي هيں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاريکي چها جانے سے پهلے ' ايسا معلوم هوتا هے ' گويا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجيں اُمنڈ رهي هيں !

محمد يحيى - ايم - اے - ايل - ايل - بي
وکيل بدايوں

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ کلنگہم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختار نامے کی صحت سے مطمئن ہوکر، ہز ہائی نس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ کلنگہم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اقرار کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم عمدہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دیں جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل رہے گی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کر لیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں۔ اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین رائج ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے وسائل سے غلامی کے سد باب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ جلد سے جلد یہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا تبادلہ عمل میں آجائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد چھ مہینے پہلے سے اعلان نہ کر دے گا کہ وہ معاہدہ باطل کر دینا چاہتا ہے، تو اُس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا کہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کر دے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہو گیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلم بند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا۔"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کر لی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رُو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہو گئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے، اور جو اب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جا بجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آگیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شایع ہو گئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رُو سے بہت سے مشرقی ممالک، جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہو جائے۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہو گئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہو جائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہو جائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کر دئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ کسی پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُسنے اصل اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا، لیکن اس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کر لے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہو گیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کر لے جو اُس کی پرانی آرزوؤں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے اُنھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کر سکتا۔ عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھو لے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر ٹوٹ پڑیں اور تیسری طرف خلیج فارسی کے نیم برطانی علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارسی کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں، اور قریب قریب نجدی دعوت قبول کر چکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ اِن ممالک میں قیامت برپا کر دے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ تمام بلائیں اپنے سر پر نازل کر لے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمبرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کر کے لاچار کر دیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کر رہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اُسنے اس موقعہ پر ذراسی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے، فرانس یہاں بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اِن کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کر دیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہو سکے۔ برطانیہ اسوقت روس سے از حد خائف ہے۔ اُس کا ارادہ معلوم کر کے بالکل بدحواس ہو گیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کر دی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہو جائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدۂ جدہ پوری روشنی میں آجائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجراء در پیش ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا، کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہا ہو۔ اور زور زور پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ کو ٹکرایا۔

"ساروف! ساروف! دوست! تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلّا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست ساروف ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ ساروف نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی وحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"ساروف!" میں پھر چلّایا۔

"ریکیوف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیوف! تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑگئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہورہی ہو؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہورہی ہو؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا "ذرا دم لینے دو۔ آہ میں اس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنتیں! اس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کردی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا.. اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہو!"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگذشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بُزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہوجاتا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کردئے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہو......"

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ بہ یک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اس لئے ایک دوسرے کو مُکّے مارنے لگے۔ تاکہ معلوم کرلیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں!

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" ساروف نے کہا "ہم مُکّے کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم و خیال نہیں ہو۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہئے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگاکر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمین چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جابجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کرلے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پورے جسم سے کانپ رہا تھا "دیکھنا چاہئے معاملہ کیا ہو؟ تابوت خالی ہو، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہو؟"

بڑے پیش و پس کے بعد ساروف نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھالیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست سارونوف!

"تمھیں معلوم ہو ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہو۔ مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہو کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہو۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہوجائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہو (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہو) اب ہمارے لئے فقر و فاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں!۔ ہمارے خاندان نے کے بعد طے کیا ہو کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جاسکتے ہیں نکال دئے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیجا ہو۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتے سے زیادہ تمھیں اس کی حفاظت کرنی نہ پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار ہوں گے۔ تمھارا مخلص "ایوان گودین"

(۹)

اس واقعے کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہو کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے رک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجایا کرتا ہو۔

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت و شنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی و اقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھ کر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہو۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہوکر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کرلیا تھا۔ جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہوگئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کرلئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کردی، اور برطانیہ کے پروردہ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کردیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۲۹ء میں گفت و شنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کا اعلان ہوگیا ہو۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہو:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آیرلینڈ، برطانی مقبوضات اور اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و ملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہو کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

...چھپائے، اور وقتِ مناسب کی منتظر رہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشت سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور ...نہیں چلا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ...ہو گئے تھے۔ اعلان دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات ...کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس ...طائف کے ایک باغ بیرونِ شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، ...مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت ...قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا۔" ...وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا۔ تحقیقات ...معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً ...دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق ...اسلام) سے کرائی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس ...موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیج دیا گیا، ...اوراق ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ...رات آ گئی جو مرحوم اور اُس کے ساتھی محمود پاشا داماد سلطان کے قتل ...کی تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ...قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیئے ...گئے تھے۔ لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ ...آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام ...پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ اپنے معتمد دست کمال آفندی شیخ تکیہ ...تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، ...اور طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی ...پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر ...نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی ...پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند ...اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند ...شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آ گیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ ...پہلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے ...۱۹۰۸ء میں شایع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشت حیات کا مکمل ...ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانہ طائف ...کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، ...آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات ...کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیام دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۹ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات ...اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و ...ملت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں ...کے قعر ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے ...امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اُسوقت ان اوراق ...مصنف ملک ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی ...کامل ۴۵ سال اس راہ میں بسر کر دیئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ ...میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت ...لکھے تھے، جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا، ...اور شقی و جانی پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُس پر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی و راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد بادشاہ اور اُس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکّام ہر آن اُس کے انفاس حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دیئے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرش مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے انھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انھی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری کو رات کے ۶ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیام دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کرینگے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف صفر ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ ویدین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر لیا گیا۔ یہاں اسنے اُس رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیم گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلبا کو ایک علٰحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اُس دن سے "شفیق" کی جگہ "مدحت" کے نام سے پکارا جانے لگا۔

۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ لوفجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ لوفجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسہ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

۱۲۵۷ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی، اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُس پر اعلیٰ اور مرکزی مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے خزانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۲۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرز عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۲۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابل رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکان سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلہ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدوں کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی اناطول میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر ہوا

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفےٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کرسکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشوونما نہیں پاسکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفےٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن اُسے سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہوسکی۔ مصطفےٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "لائحۂ اصلاحیہ" پیش کرکے اپنے لئے خطرات پیدا کردیئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہوگیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہوجانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشوونما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہوگئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بارآور نہیں ہوسکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُرفریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دیئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہوسکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کرلیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ترکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کرسکتی۔ سرہنری الیٹ (انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ) نے ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سرہنری اپنی اخلاقی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے، جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کردیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہوچکے تھے، کوئی جماعت ایسی نہ تھی جسے حقیقت حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایتہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہوچکے تھے۔ مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمال حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ترکی اور ترکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدلی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدح سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنھوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کردی تھیں۔ ۱۸۸۹ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ "انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کی گئی تھی تاکہ سرہنری الیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہوچکا ہے۔

انکشاف حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کردی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کیونکر مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کرلیا تھا، اور اپنی دولت کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اُسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے تو آمادہ ہوگئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کرسکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہوگیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہونچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیجدیئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری نا تمام تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہوگیا۔ علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کی حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی۔ پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع ہوگیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دنیا کو حقیقت حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہوگئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دیئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کردیں لیکن ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہوچکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہوجائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مستور نہیں کرسکتی!

طائف کا مدفون صندوق

۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک اور انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوش صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت لے

بریدِ فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی - قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کر چکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر فوراً واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دو ماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کر دیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کر رہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا۔ جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کر دی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہو جائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہو جائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہو جائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اُسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کر دیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہو گئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی غیرتِ نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اُس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہو گئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کے لئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیۃً دُور ہو چکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہو گئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کر رہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کر دیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی سدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کر لی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دُور کر دیا ہے اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کر لیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہو جاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کر کے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کر دیا تھا"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کر دیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دُور کر دیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اٹھالی ہے اس سے بھی بڑھکر یہ کیا اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کر لیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرا دی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کر دیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کر دی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ دیاست سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہو گئے ہیں اور وہاں عنقریب بالشویک حکومت قائم ہو جانے والی ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہو رہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دُور کر دے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دنیا کی عام رائے اب قیصر کی اُتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دُول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ مسٹر لائیڈ جارج پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی امید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے۔ نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز مضامین اور کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و برّی فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہو گئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہو چکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر مارکس بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہیں۔ کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کر دیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

یقیناً یہ معلوم کرنا نہایت دلچسپی کا موجب ہے کہ اسوقت جبکہ قیصر کی

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

جلاوطن کر دیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا۔ سلطان نے اُسے صوبہ بروسہ کا حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہو جائے حسین عونی بیمار تھا۔ مگر سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے مخلص اشخاص کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد حسین عونی پاشا بروسہ سے لوٹ آیا اور دیکھا کہ عام رائے سلطان کے معزول کر دینے پر متفق ہے۔ اُسنے اس بارے میں بعض سربر آوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی ؛

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ داری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرادینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات رومیلی کا حاکم بناکر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کردیئے۔

اب مدحت آفندی کے لیے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو عدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کرلیا، اور ۱۲۷۱ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لےکر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۶ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۸۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کرلیا۔ ۲۰ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دیئے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس پیچیدگی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے آب محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلالیا۔ مدحت آفندی نے رومیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ مگر ابھی چند ماہ بھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دارالحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کردیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کرلیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں، محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کرلیا کہ "اُسے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے۔"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کرڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کردی اور ثابت کیا کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے آدمیوں نے سخت فساد مچا رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی، اور گورنر اور اُسکے عہدہ داروں کو معزول کردیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کردیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کردی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبد المجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرادیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بے دل ہوا۔ اور سرکاری مناصب ترک کردینے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ ۱۲۷۴ھ میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ٹرکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کرلی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

۱۲۷۵ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھ کر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبد المجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبہ نیش کی حکومت سپرد کردی جائے۔ چنانچہ ۱۲۷۶ھ میں مدحت آفندی اسی صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبد المجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبد العزیز

سلطان عبد العزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت از حد زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کررہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کررہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا، نہ کسی کی نصیحت سنتا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں خبر مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ لاکھ پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کردیا تھا اور قرضوں کا بار داشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزی گوینیا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکام کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقانی مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ "باغیوں نے تمہارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کرڈالے" طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبر سنی تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کردیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت بلقانی معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کررہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہلانے سے اُسے مداخلت کا موقعہ ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کرکے عوام کا جوش ٹھنڈا کردیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام دونوں معزول کردیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور [illegible] آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کردیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانے سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کرلیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کردیا کہ قسطنطنیہ میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کے قتل کی عام طیاریاں کررہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلوائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کردیئے۔ اس کارروائی نے شہر میں تشویش پیدا کردی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کردیا اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ ندیم پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کردینے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بلند اور میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہکر پیش کیا کہ اسے جاری کردینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو [illegible]

بصائر و حکم

عالمِ انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیرِ عالم اپنے اوقاتِ وفات میں

اکابرِ تاریخِ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رح نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟ میں نے سوال کیا۔

اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارکباد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی و ضاقت مذاہبی جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی پادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی پادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا: "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" اس پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنّی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری و تنسی مودتی و یحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مفاقرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلّایا:

"اے وہ جس کی پادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی پادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"مجھ شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا، لیکن اُس کے بعد پادشاہی سے کوئی تمتع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۹ھ ۔ ۸۶۳ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادبِ عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرّد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہو، حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حسّاس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

اترجو ان تکون، وانت شیخ کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبت، نفسک لیس ثوب دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولہواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تأمن الدہر الذی قد امنتہ فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دُنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا۔ دیکھ اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع عدوا، ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع فشردتہم غربا، ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزا و رفعۃ وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما، فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا القی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی، دیکھو اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد لذی ملک مہما، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت کے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہوچکا ہی، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہی؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شایع کی ہی۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہی:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہوجائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہوجائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہوجائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہوجائیں گی۔ دنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہی۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہی۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفار کے ساتھ ان جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے مہلک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کرلئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پُوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہی مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہی جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہی؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں نے پُوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہی۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہوگئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہوگیا ہی!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی قوموں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسر سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہی سیاسی مدبر ایک دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آیندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرا ردول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہی کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوابازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کر دی ہی ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کر دیا ہی کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، یا محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا ناممکن نہیں ہی۔ آیندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے کہ، سمندر پار رہکر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہوجائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہوسکتی ہی۔ اگر اعلیٰحضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کردے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کر دے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتلا دے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صور پھونکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قوتیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سوگنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کردے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہی، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہوجائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہی۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہی۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُودادیں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہوجایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہی۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منظم ہی۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں حتی کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہی۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہی۔ حالانکہ اگر ان سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہی کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوششیں بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوشش مفید ہوسکتی ہی اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کر دیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کرچکے ہیں جس میں معاہدۂ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہی کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہوسکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہی، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ ستمبر ۲۷ء موصول ہوا ہی۔ اسمیں معاہدہ کی وہ عربی نقل بجنسہ موجود ہی جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کر دی ہی جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہی جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہی۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۲۷ء) ہی جسمیں وہ لکھتا ہی: "آپکی تجویز ہی کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہوسکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہی کہ میں آپ کو اطمینان دلادوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہی، اور اگر آپکی حکومت چاہی تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہی۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ رمئی کو لکھا گیا،
"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحۂ جنگ کی خرید اور انکا ورود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہی" شکریہ ادا کیا جاتا ہی"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہی۔ حکومت حجاز معر رکھتی کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۲۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ اسپر ۱۸۔ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا۔

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت برطانیہ اپنی رائے پر مصر ہی۔ چونکہ بحالت موجودہ اس نزاع کا آخری فیصلہ مشکل ہی، اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کر دیا جائے، اور آیندہ کسی مناسب موقعہ پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلۂ اسلحہ کا تعلق ہی

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

مذهب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر ــــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اُردو ترجمه - چار آنے -

عروة الوثقىٰ ــــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

اختلاف الامه ــــ فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـــلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلیٰ طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں- اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں- اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں- اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البـــلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه — " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البـــلاغ پريس"

۱۹۲۷

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کی تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی هوتے هیں جنکی اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبی ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے :

ضروری ھے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاهئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساری باتیں با قاعده علمی اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هی آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری هیں ' اس کارخانے میں طیار کی جاتی هیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یه بہترین کارخانه ھے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانه سے مل سکتی هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۱۹ — کلکته : جمعه ۱ - جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 28. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی - طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای - پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی -

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی - یاد رکهیی - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٥۸۰ مراسلات وصول هوی هین - تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۲٥	اردو حروف کی حق مین	٤٢٠
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٥١٤	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱٥۱۰
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲٦۱		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی -

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی - اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی - آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین -

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نهیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نهیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جدید ترکي)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفی کمال پاشا نے نئي قومي حرکت کا علم بلند کیا ' اور عثماني شهنشاهي کے کهنڈروں پر جدید ترکي سلطنت کي بنیادیں تعمیر کردیں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائي وطن پر یونان کي غاصبانه حکومت سے سخت اذیت هوئي تهي - وه کسي طرح بهي یه ذلت برداشت نہیں کرسکتے تهے - وه منتظر تهے که کوئي مرد میدان اٹهے ' اور یه اسکے زیر علم قومي جهاد شروع کر دیں - ضرورت نے مصطفی کمال پاشا کو پیدا کر دیا ' اور ترکي قوم نے پوري خود فروشي کے ساتهه اُس کا ساتهه دیا -

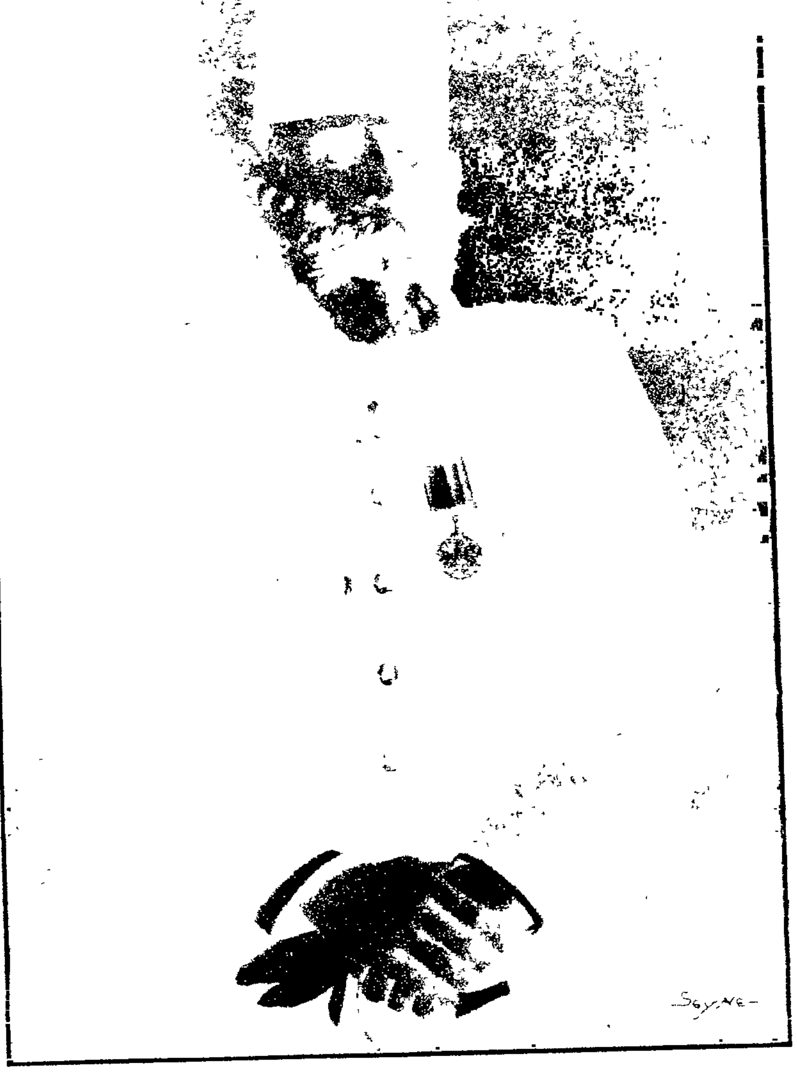
اُس وقت قسطنطنیه پر دول اتحاد کا قبضه تها - سلطان اُنکے هاتهه میں کٹهه پتلي سے زیاده وقعت نہیں رکهتا تها - جوں هي دول متحده نے اناطولیه میں بیچیني دیکهي ' سلطان سے ایک فرمان شائع کرا دیا جس میں مصطفی کمال اور اُسکے تمام ساتهي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - یه پہلا موقعه تها که ترکوں کو آل عثمان کے خلاف بغاوت کا خیال پیدا هوا ' اور اُنهوں نے اِس خاندان سے همیشه کیلیے پیچها چهڑا لینے کا عزم کرلیا -

سنه ۱۹۲۰ - میں اناطولیه کي مجلس قومي نے منظم فوج طیار کرنے کا فیصله کیا - اُس وقت سے لوگ کمالیوں کي مجاهدانه باتوں پر هنستے تهے - یہانتک که سنه ۱۹۲۱ - میں " آریں نو " کے معرکه میں عصمت پاشا نے عظیم الشان فتح حاصل کي - اب دنیا کي آنکهیں مجلس قومي کي طرف اٹهنے لگیں - اُسے عزت کي نگاهوں سے دیکها جانے لگا - وه ترکي قوم کي نمائنده تسلیم کرلي گئي !

شروع میں مصطفی کمال شخصي ترفع و ظهور سے تنفر ظاهر کرتے رهے - وه کہا کرتے تهے ' میں یه مهم ختم کر کے کسي دیہات میں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر کرونگا - لیکن جوں جوں کامیابي یقیني هوتي گئي ' اُن کے خیالات میں بهي نمایاں تغیرات هوتے گئے - یہانتک که صاف کہنا شروع کردیا " مجلس قومي کي حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کهنڈروں پر قائم کي گئي هے " اِس تصریح سے اُنهوں نے اپني نیت کا صاف اظهار کر دیا تها که اب وه آل عثمان کي حکومت نہیں چاهتے - پهر فروري سنه ۱۹۲۳ع میں سمرنا کي اقتصادي مؤتمر میں اِس سے بهي زیاده صاف الفاظ اختیار کیے گئے " اِن سلاطین نے ملک کي تمام دولت اپني عیاشیوں میں برباد کر ڈالي - قوم کو فقیر اور قلاش کرکے چهوڑ دیا ! "

اُنهوں نے یهي نہیں کیا که انگوره کو حکومت کا مرکز قرار دیا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس میں اپني هي جماعت کو اکثریت بهي دلائي - اب اُنکے اختیارات بے روک تهے - اُنهوں نے فوراً آل عثمان کي حکومت ختم کرکے جمهوریت کا آخري اعلان کر دیا ' اور خود جمهوریت کے پہلے صدر منتخب هو گئے !

کمالي اصلاح کي راه میں " خلافت " ایک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اُسے بهي انهوں نے هٹا دیا - پهر قوانین سلطنت کي بهي ترمیم و تنسیخ کي - ملک کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ میں بهي انقلاب عظیم پیدا کردیا - اب وه ایک ایسے راسته پر چل رهے هیں جو اُنکے نزدیک بہترین راسته هے - مستقبل فیصله کریگا که یه راسته صحیح هے یا غلط ؟ لیکن اس میں شک نہیں که جہانتک ملک کے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور یورپ کي مقلدانه روح کا تعلق هے ' اِن کي راه اعتدال و صواب کي راه نہیں هے -





سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک !

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي کي دستوري حرکت کے فوجي مظهر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ میں بغیر کسي کشت و خون کے سلطان عبد الحمید مرحوم کو معزول کردیا -

(۲) غازي مصطفی کمال پاشا جو ترکوں کي جمهوري تحریک کے باني و زعیم هیں - انهوں نے سنه ۲۴ - میں نه صرف عثماني خلیفه بلکه عثماني خلافت کا منصب هي ختم کردیا -

تاریخ و عبر

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

تورانی دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نه هوئي - کیونکه اِس بوق کے پھونکنے والے اگرچه



طلعت بے

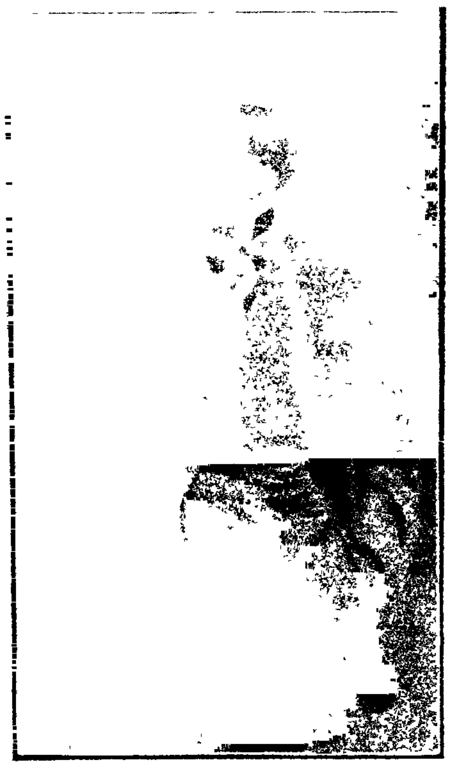
اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن

نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور ان پر ترکوں کو پورا بھروسه نه تھا - وہ بارھا دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عہد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھه رهے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغاییف بک تھے -

لیکن چونکه یه نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذهنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد توحش دور هوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع هونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخة اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منھه اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یهي نهیں بلکه تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " ' " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف هوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اُجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے

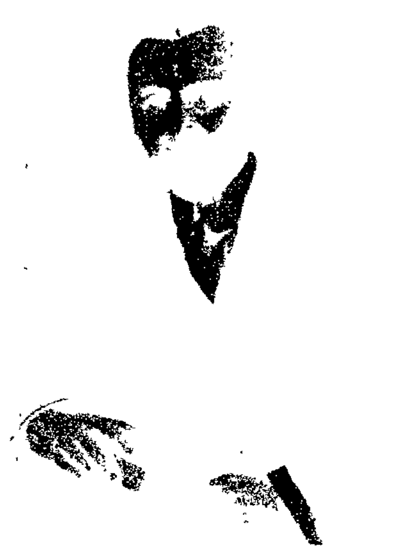
اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشته سال انگورہ میں پھانسي دي گئی -



اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاة بھیجے گئے - غرضکه ایک نئي حرکت پیدا هوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي هوگئي -

تھوڑي هي مدت بعد بظاهر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانه میں روس کا انقلاب ظهور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم هوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچه سنه ۱۹۱۷ کي توراني موتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا هوئے ' اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' که قریب تھا ' ترکي حکومت کا همیشه کیلیے خاتمه هو جائے - سنه ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافه پر قابض هوگئیں ' اور وہ وقت آگیا که یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا هوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بہم پہنچا دے ؛ یا چھه سو برس کي یه تاریخ عظمت و جلال همیشه کیلیے ختم هو جاے !



جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچھہ عرصہ کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع ہوگیا - اہل اسیریا نے رفتہ رفتہ ان کے ممالک - چھین لیے - اسیریا بھی باجگزار بن گیا - اہل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے ہاتھوں شکست ملي ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۱۲ - لڑکے تھے - " نابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کي اولاد عرب کے مختلف حصوں مین پھیل گئیں - بنو نابت کو نبطي یا بنو نیابوط بھي کہتے ہیں - نبطیوں نے نہایت ترقي کي - ابتداء ان کا پیشہ بحري قزاقي تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشي ' شیشہ سازي ' ظروف سازي ' پارچہ بافي ' میں ان کا کوئي ثاني نہ تھا -

انباط کي سلطنت بہت وسیع تھي - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے ہوئے تھے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تھا - ادومي و نبطي عہد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت راسي موسی دنیا کي مشہور ترین شاہراہ تھي - کاروانوں کے گھنٹوں کي غیر منطقع جھنکار اور پے در پے قافلوں کے شور و ہنگاموں نے اہل روما کو بھي متحیر کردیا تھا - انباط کا آخري بادشاہ حارث رابع تھا - یہ بادشاہ حضرت یحیی اور حضرت عیسی (علیہما السلام) کا ہم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاہ ہیرودتس قاتل حضرت یحیی پر فوج کشي کي ' اور میدان جنگ میں ہزیمت دي - پولوس حواري بھي حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانہ سے کسي نہ کسي طرح فرار ہوگیا تھا - حارث کے بعد کوئي طاقتور حکمران پیدا نہیں ہوا - سلطنت انباط اہل روما کي نا قابل تسخیر طاقت کي تاب مقاومت نہ لا سکي ' اور ہمیشہ کے لیے اپني آزادي کھو بیٹھي -

عہد نامہ عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شہر کا تذکرہ ہے - عبراني زبان میں سلاع کے معني پہاڑي کے ہیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردي تھي ' تو یہ شہر بہت زمانہ سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا ہے کہ بنو اسرائیل نے صحرا نوردي سے تنگ آکر اہل پیٹرا سے پناہ کي درخواست کي تھي ' لیکن اُنھوں نے اپنے دروازہ بد نصیبوں پر بند کردیے - اسي لیے انبیاء بني اسرائیل نے اہل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کي تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصري تمدن کے زیر نگیں رہا - مصریوں سے اہل پیٹرا کے تجارتي تعلقات جاري رہتے تھے - ادوم کے بادشاہان کي شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں ہوتي تھیں - فن سنگ تراشي میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھہ سیکھا تھا - پیٹرا کے امراء اور متمول طلباء علم و فن کي تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھي اس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجي تھي ' لیکن پہاڑي دیوار عبور نہ کرسکي - اگرچہ یوناني تلوار پیٹرا کو فتح نہ کرسکي ' لیکن یوناني تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یوناني علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشہ گاہوں ' عریض محلوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کي ہوئي عیش و عشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبہ سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتي لحاظ سے یہ نبطي شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنہ تھا - یا وسطي یورپ کا برلن -

حریص اہل روما پر پیٹرا کي شہرت نہایت شاق گزرتي تھي - بالاخر انھوں نے ایک طاقتور بحري بیڑے کي مدد سے سنہ ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالي فتح کرلیے - اب یہ حصۂ ملک " اربیبا پیٹرا " کے نام سے روماني سلاطین کا ایک صوبہ بن گیا تھا - روماني عہد حکومت میں بھي پیٹرا عرصہ دراز تک عرب ' فارس ' ہند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کي کارواني تجارت کا مرکز رہا - لیکن بعد کو شاہراہ تجارت کي تبدیلي اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقالہ مولوي محمد یحیی صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزي رسائل سے اخذ کر کے لکھا ہے ' جو بعض جزئي ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسلہ میں چند امور کي وضاحت ضروري ہے :

(۱) پیٹرا کے یہ آثار مقامي عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور ہیں - گذشتہ صدي کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسي نام سے اسکي تحقیقات کي ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابہ " کي نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع ہوئي تھي ' اور ایک مشترک ترکي مصري کمشین تحقیقات کے لیے متعین ہوا تھا ' تو اُسوقت بھي " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا ہوے تھے -



" الدیر "

(۲) تورات میں بھي " رقیم " کا ذکر موجود ہے -

(۳) قران حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا ہے ' وہاں " الرقیم " کا لفظ بھي آیا ہے : ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۱۸ : ۸) کہف کے لفظ کے معني واضح تھے کہ غار کے ہیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوا - عربي میں رقیم کے معني ایسي چیز کے ہین جو لکھي ہوئي ہو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا کہ رقیم سے مقصود یہ ہے کہ اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کہف کي نعشیں تھیں ' کوئي کتبہ لکھکر لگا دیا ہوگا - چنانچہ امام بخاري نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ایک قول* بہ روایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال ایک پتھرے پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسي لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور ہوگئے -

(۴) عجب نہیں اس خیال کا باعث وہ عام شہرت ہو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے ہي واقعہ کي نسبت موجود تھي - قدیم لاطیني تحریرات میں ایک ایسي تحریر



شہر رقیم کا انکشاف (مترجم)

ام حسبتم ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۲)

(قربان گاہ)

پہاڑیوں سے تراشی ہوئی سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کی چوٹیوں تک پہونچا دیتی ہیں۔ انمیں سے اکثر سیڑھیاں عہد عتیق کی ان مرتفع قربانگاہوں سے گزرتی ہیں جہاں ہزارہا سال پہلے اہل پیٹرا اپنے مراسم مذہبی بجا لاتے تہے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر واقع ہیں۔ ایک زینہ اوس مندر تک پہنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکی ڈیڑہ سو فیٹ اونچی گلابی رنگ ایک پہاڑ سے تراش کر بنائی گئی ہے - اسکی چوٹی پر بہی ایک صراحی نما ظرف ہے - عرب اسے بہی جواہرات کا مخزن کہتے ہیں - دوسرا زینہ جبل قربانی کا راستہ ہے - یہ پہاڑی بالکل علحدہ ہے - اس پر سے پوری وادی کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائی حصہ میں دو قربان گاہیں ہیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تھی - دوسری میں اون جانوروںکا خون جمع ہوتا تھا جو قربان کیے جاتے تہے - قربان گاہ کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار ہیں - پہاڑ کے عقب میں ایک دوسری مرتفع چوٹی ہے جسپر ایک صلیبی نائٹ کے قلعہ کے بعض آثار نظر آتے ہیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نہیں -



قربان گاہ

(مدفن حضرت ہارون)

یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک سیاہ پہاڑ کا عکس سا معلوم ہوتا ہے - اسکی چوٹی پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے - ریگستانی سورج کی کرنیں اسے اور زیادہ چمکدار بنادیتی ہیں - اہل عرب کا قول ہے کہ یہی جگہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا مولد و مدفن ہے - اس سفید گنبد میں ایک چھوٹی سی مسجد اور چھوٹا سا مقبرہ بہی ہے - یہ پہاڑی ' جبل حور کے نام سے پکاری جاتی ہے - اس وادی خاموش میں ہر جگہ مندروں اور محلوں کی کثرت ہے -

(اثری تحقیقات)

ایک صدی کا عرصہ ہوا ' اسکاٹ لینڈ کے مشہور سیاح عرب ' جان برکات نے اس شہر کا معائنہ کیا تھا - سنہ ۱۸۴۶ میں ہلینا مارتینا نامی ایک سیاح عورت نے بہی یہ کھنڈر دیکھے تہے - دو یا تین سال ہوئے ' دو جرمن ماہرین آثار نے بہی چند مساحت دانوں کی معیت میں اس وادی کی تحقیقات کی تہی ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تہے -

(تاریخی حالات)

اگر توراۃ کے موجودہ نسخے پر اعتماد کیا جاے ' تو " رقیم " کی ابتدائی تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی تہیں - اون کے بطن سے مدین پیدا ہوا - مدین کی اولاد پھلی پھولی ' اور اتنی بڑھی ' کہ بالآخر ایک قوم بن گئی - بنو مدین ' سنہ ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلی شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تہے - ایک بادشاہ کا نام رقیم تھا - پہلی صدی قبل مسیح کا اسرائیلی مورخ یوسیفس لکھتا ہے کہ اسی مدیانی بادشاہ نے رقیم آباد کیا تھا - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکھا تھا - یونانی زبان میں پیٹرا پتھر کو کہتے ہیں - غالباً اس شہر کا سنگستانی ماحول اس نام کیلیے محرک ہوا ہوگا -

مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط ہوگئے - حضرت ابراہیم کی زوجہ اولی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تہے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے ہوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انہیں ادوم کی نسل سے تہے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصہ تک رقیم پر حکمرانی کی - آخری ادومی پادشاہ ہدار کے زمانہ میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکہ آرائیاں ہوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے ہزیمتیں دیں - بالآخر نویں صدی قبل مسیح میں امصیا پادشاہ یہود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اٹھی " نہیں ' نہیں ' میں مرد ہونا نہیں چاہتی ! "

" اب یہ زنانہ کپڑے اتار دو " ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا " اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو - آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتا نہ پہننا ! اب تم ہماری طرح مرد ہوگئی ہو " !

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی - مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھی باقی تھا !

" خدایا ! میں کیا کروں ؟ " راستے میں میں خیال کرنے لگی " اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اُف ! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں ؟ "

" میرے دوست " میں نے انتہائی حسرت و یاس سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا " اب میں عورت نہیں رہی — ہماری شادی ناممکن ہے ! — "

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا - لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنا دیا -

" کیا ؟ " وہ غصہ سے چلایا " کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے ؟ " میں نے جیب سے طبی سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں - وہ حیرت زدہ رہ گیا - ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے - بار بار اُس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی - ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر ...ر کرتے تھے ' اپنے وعدے یاد کرتے تھے ' مستقبل کا خیال کرتے تھے ' ...ر یہ سب کچھ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا - ایسی غمناکی ...بعدی) دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوئی ہوگی !

میں اگرچہ اب مرد ہو چکی تھی ' لیکن اپنے منگیتر کی محبت ...یرے دل میں بالکل اُتنی ہی اور ویسی ہی تھی ' جتنی اور ...یسی عورت ہونے کی حالت میں ہوسکتی ہے - میری حسرت ... حساب تھی - میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق اگر چاہے ...کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا لے سکتا ہے ' لیکن میں ...ا ہی چاہوں ' اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی !

" کچھ پروا نہیں ! " میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہو گیا - اگر تم مرد ہوگئی ہو تو کوئی پروا نہیں - میں تم سے اب بھی ...بت کرونگا - اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی ' تو دوست بن سکتی ہو ؟ میں تم سے ایسی محبت کرونگا ' جیسی ...بت اِس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں ... ہوگی ! میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارا رہونگا ! "

...پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا - لیکن کیسا ...افحہ ؟ مردانہ مصافحہ !

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے ...ے پہنے ' تو بے اختیار دل بھر آیا ' اور پھوٹ پھوٹ کر ...ے لگی - آئینہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی ' تو رنج و غم ...شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے - آج میں بازاروں میں ...ں سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے ...جاتی ہوں - ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں ...یسے غم ناک ہے - میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے !

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھ سے اظہار محبت ...تے تھے اور مجھے اپنے ساتھ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے ' اب مجھ سے کہتے ہیں ' آؤ ہمارے ساتھ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو - کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہوگئی ہو ! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکی ہوں ' مگر اب تک میرے جذبات نسوانی ہی ہیں - میں ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتی ہوں - وہ مجھے اپنی رقیب معلوم ہوتی ہے !

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں - اب زندگی میرے لیے ویسی رحیم و شفیق نہیں رہی جیسی پہلے تھی - اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں - حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کی فکر میں رہتے تھے - مجھے اپنی تزئین و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی - اب مجھے اپنے ساتھ تھیٹر جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں ' حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے - لیکن ساتھ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے - اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں - آزادی سے جہاں چاہوں جاسکتی ہوں ' اور جتنی دیر چاہوں ' گھر سے باہر رہ سکتی ہوں -

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں ' دونوں مجھ سے نفرت کرینگے - میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی - مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا - دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں - مرد اس لیے کہ مرد ہوگئی ہوں اور اُن کی صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کی طرح حصہ لینے لگی ہوں - عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنہی کی طرح عورت تھی میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھ سے محبت کی طالب ہیں - لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی - کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے - مگر میرا احساس ہنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں !

جونہی اخبارات نے میری اِس " بد نصیبی " کی خبر شائع کی ' یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں - جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے طیار ہیں - مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھ سے شادی کیوں چاہتی ہیں ؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا " ہم تم سے اس لیے شادی پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں ' اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو - تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتی ہو "

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی - میں نے قسم کھا لی ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسی کی طرح میں بھی عمر بھر بغیر شادی کے رہوں گی !

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میری یہ تبدیلی نہایت ہی حیرت انگیز ہے ...سنی کی ایک یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا معائنہ کرسکے - ہر طرف سے لوگ مجھے لکھ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کرلونگی - ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے - وہ میری تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتی ہے - لیکن میں اِس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کرونگی - میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتی ! "



إس وقت تک موجود ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدي مسیحي میں انطاکیه کے ایک بطریق نے یه تحریر لکھي تھي - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کراتیمري نامي کا (جسے عربي میں قطمیر کرلیا گیا ہے) قصه بیان کیا گیا ہے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وهي شہر ہے ' جس کا ذکر عہد عتیق اور یوسیفس کي تاریخ میں ہے ' تو " رقیم " عبراني لفظ ہے نه که عربي ' اور اس لیے عربي مادہ کي اس کے لیے جستجو سود مند نہیں - عبراني میں یه لفظ " راقیم " تھا - عربي میں " رقیم " هوگیا -

(۵) عرب شعراء جاهلیة کے کلام میں جس طرح کہف کا ذکر پایا جاتا ہے ' رقیم کا بھي ذکر موجود ہے - امیه بن ابي الصلت کہتا ہے :

و لیس بها الا الرقیم مجاوراً

وصیدهم ' و القوم في الکهف همد

اس سے معلوم هوتا ہے که اسلام سے پہلے عرب جاهلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کہف کے قصه کي بھي شہرت تھي - البته تمام پرانے واقعات کي طرح یه واقعه بھي بہت کچھه محرف هوگیا تھا ' اور طرح طرح کي کہانیاں مشہور هوگئي تھیں - قرآن حکیم نے اصلي واقعه آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبه اغلب یهي ہے که " الرقیم " سے مقصود یهي شہر هو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کي وجه سے وهاں کے حالات قدرتي طور پر اهل عرب کے علم میں آتے رهتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یه خیال تسلیم کرلیا جائے' که اس واقعه کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومي شہر ایفي سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتي طور پر یه اعتراض وارد هوتا ہے که عرب جاهلیت میں ایک رومي شہر کا واقعه جو یوناني زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشہور هوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھي ایک جماعت اسي طرف گئي ہے - چنانچه امام ابن جریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے هیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑي چشمه کا ذکر ہے جسکي نسبت عربوں میں مشہور ہے که حضرت موسیٰ علیه السلام والا چشمه ہے - یه شہرت بے اصل نہیں معلوم هوتي -

حضرت موسیٰ علیه السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھه لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑي چشموں کے بہنے کے پیش آئے - پہلا واقعه وادي سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کي فصل ۱۷ - میں ہے - دوسرا واقعه وہ ہے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعه پر پیش آیا تھا جہاں سے " جبل هور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰- میں ہے - یقیناً یه دوسرا واقعه شہر رقیم هي سے تعلق رکھتا ہے ' اور اسي لیے اسکا نام وادي موسي مشہور هو گیا ہے -

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل هور " کے نام سے کیا گیا ہے (جو عبراني لفظ ہے) وهي آج کل " جبل حرر " کے نام سے عربوں میں مشہور هوگیا ہے - یه خیال که یہاں حضرت هارون علیه السلام دفن هوے تھے ' غلط نہیں ہے - تورات سے پوري طرح اِس کي تصدیق هوتي ہے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت هارون کي وفات کا ذکر موجود ہے - اُس سے معلوم هوتا ہے که ٹھیک اسي جغرافیائي محل میں' جبل هور کي بلندیوں پر ' حضرت هارون نے وفات پائي تھي - اسلامي عہد میں بھي یه مقام اس حیثیت سے مشہور تھا - چنانچه غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانه میں وهاں ایک مسجد تعمیر کي گئي تھي - مسجد اسوقت تک موجود ہے -

اب مین مرد هون !

ایک عورت کے خیالات مرد هو جانے کے بعد !

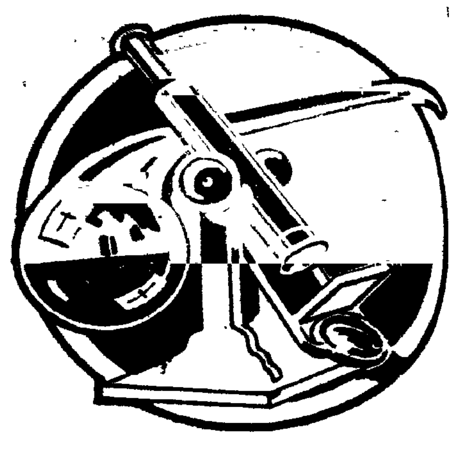
اِٹلي میں رینا ٹیگرا زیانا نامي ایک اٹھارہ سال کي دوشیزہ لڑکي تھي - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلي شروع هوئي - اب وہ پورے معني میں مرد هوگئي ہے - چنانچه ڈاکٹروں نے اُسے مرد هونے کي سند دیدي ہے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسي نے یه خبر تمام دنیا میں مشہور کر دي تھي - اب اسکي مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئي هیں :

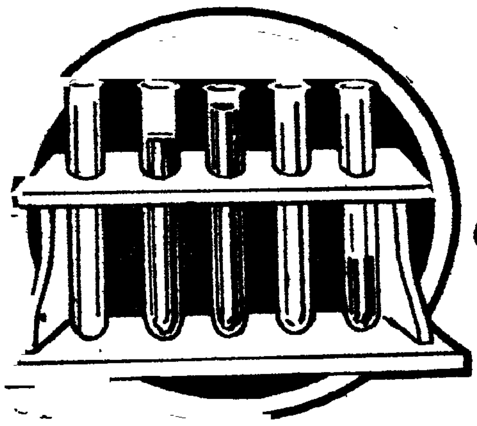
یه حیرت انگیز واقعه گزشته ماہ اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزہ اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا ہے - اِس مضمون میں وہ مرد هو جانے کے بعد اپنے تأثرات بیان کرتا ہے - چونکه وہ ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاهر کرتا ہے ' اسلیے بہتر ہے که هم بھي اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھه کریں - وہ لکھتي ہے :

" بچپن هي سے میرے دل میں یه تمنا موجود تھي که کاش میں مرد هوتي ' تاکه مردوں کي سي آزاد زندگي بسر کر سکتي - لیکن اب جبکه قدرت نے میرے لڑکپن کي یه طفلانه آرزو پوري کرکے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعه دکھا دیا ہے ' میري خواهش بالکل برعکس هو گئي ہے - کاش میں دوبارہ عورت هو جاتي !

مسلسل تین هفتے اطباء کي ایک بڑي مجلس ' میرا طبي معائنه کرتي رهي - بالاخر متفقه طور پر اُس نے فیصله صادر کر دیا که میں عورت نہیں رهي - مرد هوگئي هوں - قارئین اندازہ کر سکتے هیں که یه عجیب فتویٰ سن کر میري حیرت کا کیا حال هوا هوگا ؟ میں مبہوت هوکر رہ گئي - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگي - میں نے اپنا منهه دونوں هاتھوں سے چھپا لیا - میري هچکي بندھ گئي -



مذاکرہ علمیّہ



ے بالائي حصه پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل هوتا جس میں بادشاہ ' ولي عهد ' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوئے تھے - شاهي استقبال کے بعد سفیر اپني تحریر اسناد سناتا تھا سکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور صاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسه بہت دیر ک رهتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع وجاتي تھي - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلي اور بھاري وردیاں پہنے وئے تھے که اُنکے بوجھه سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور هوتے تھے ، دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جا کر اپنا لباس دل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپني سرکاري وردي پہن لیتا ولي عهد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقاتیں بھي اتني بي هوتي تھیں که سفیر تھک جاتا تھا ' اور کھانے کے کمرے بں دو بارہ جاکر کچھه کھا پي لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے موقوف هوگئے هیں - آج کل یورپ میں دستور ھے که نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت نه جاتا ھے - سفیر اور اُس کا عمله سرکاري وردیاں پہنے اُس کا تقبال کرتے هیں - چند منت بعد سرکاري گاڑیاں اور باڈي گارڈ یچ جاتا ھے ' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاہ کي ملاقات کے لیے حل کو روانه هو جاتا ھے - سفیر کے پہنچنے پر جنگي موسیقي کے عه اُسے سلامي دي جاتي ھے - جس ملک کا سفیر هوتا ھے ' اُسي ملک کا گانا گایا جاتا ھے - پھر قومي گیت بجایا جاتا - موسیقي سے فارغ هوکر سفیر اور اُس کے ساتھي گاڑیوں پر اترتے هیں - زیریں سیڑھي پر دو فوجي افسر استقبال کرتے ں اور سفیر کو مع اُس کے همراهیوں کے استقبال کے کمرے میں اتے هیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا پادشاہ راں حکومت هوتے هیں' دوسري طرف سفیر اور اُس کے ساتھي - ن کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے هو جاتے هیں - حاجب ر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا ھے - پھر ر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھي هوئي تقریر پڑہ کر سنادیتا - صدر جمہوریت یا پادشاہ جوابي تقریر کرتا ھے - پھر رسمي و هوتي ھے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا ے اور مصافحه پر تقریب ختم هوجاتي ھے -

علوم مادیه کی ترقی

اور

علماء کے حوصلے

عقل انساني کس حد تک ترقي کرتي چلي جائیگي ؟ مادي علم کي تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گي ؟ علماء کے حوصلے کیا هیں ؟

علم کي موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال هر شخص کے ذهن میں پیدا هوجاتا ھے - لیکن جواب بہت مشکل ھے - اجمالي طور پر یہ کہا جاسکتا ھے که علم ' کائنات فطرت کے جمله مادي و روحاني راز معلوم کرلینا چاهتا ھے - اگرچه وہ اِس وقت تک صرف چند گوشوں هي پر سے پردہ اُٹھا سکا ھے - في الحال علماء کے سامنے اهم ترین مسائل حسب ذیل هیں :

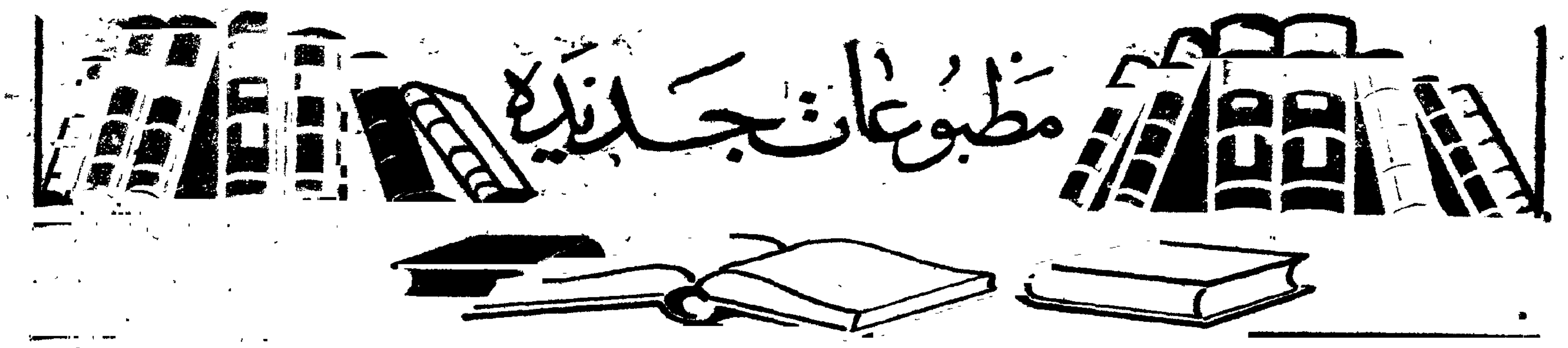
(۱) شباب کي تجدید
(۲) زندگي کي زیادہ سے زیادہ تطویل
(۳) حسب مرضي نسل کي تولید
(۴) زندگي کي تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگي کا اعادہ

علم اور علماء کے یہ حوصلے ' کچھه نئے نہیں هیں - قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث هیں - البته پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتي تھي اور اُن پر هنستي تھي - لیکن اب نه کوئي هنستا ھے ' نه جنون سمجھتا ھے - بلکه سب حیرت کے ساتھه زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمي انکشاف دیکھنے کے منتظر رهتے هیں - کیونکه گزشته ۱۵ برس میں علم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائي هیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملي تجارب سے ثابت کردیا ھے که شباب کي کامل تجدید ' وهم و خیال نہیں ھے جیسا که پہلے سمجھا جاتا تھا ' بلکه واقعه و مشاهدہ ھے - اِس ڈاکٹر نے از کار رفته بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا ھے - وہ اب تک زندہ هیں اور صحیح معنوں میں جوان هوگئے هیں -

حال هي میں یہ علمي انکشاف بھي هوا ھے که ایک مرے هوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس ' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند هي لمحے بعد ' دل میں زندگي کے آثار ظاهر هوگئے - وہ زندہ دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئی گھنٹے تک زندہ رها - حالانکه کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا !

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربه نہیں ھے - اس قسم کے بے شمار تجربے هوچکے هیں - یہ عمل مدت سے جاري ھے که موت



سفیروں کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع ہوئی ہے: " ازمنۂ وسطی کے شاہی مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصری معاصر المقتطف نے شائع کیا ہے - ذیل کا تذکرہ اُسی سے ماخوذ ہے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑی شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اہتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پرانی شان و شوکت باقی نہیں رہی ' تاہم سفراء کی ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود ہیں ' جن کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامی زبان میں " پروتوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(عربی سفرا)

عربی عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی - موجودہ زمانہ کی طرح اُس وقت بھی سفیر دو قسم کے ہوتے تھے : عارضی اور دائمی - عارضی سفیروں کا کام کسی خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئی خاص مہم انجام دینا ہوتا تھا - دائمی سفیروں کو دوسری سلطنتوں میں ہمیشہ حاضر رہنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کی تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دی تھیں : " خوبصورت ہو - اُس کا نام خوشگوار ہو - متدین اور پارسا ہو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت ہو - حاضر جواب ہو - معاملہ فہم ہو - خوشامد کا عادی نہ ہو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ ہو ... "

عرب خلفاء بیرونی سفیروں کی بڑی خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمی عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت ہی شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کی زیادہ سے زیادہ عزت کی جائے -

استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کی قسم سے ہوتا ' تو اُس کے پہنچتے ہی خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجی آدمی نہ ہوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئی شخص بھی اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگی افسر رعب و داب سے صفیں باندہ کر کھڑے ہو جاتے - بادشاہ اپنی پوری شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل ہو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل ہوتا - جوں ہی خلیفہ کا چہرہ دکھائی دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھہ آہستہ آہستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وہاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے ہم کلامی کر سکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رہتا - اس کے ؟ شاہی حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے ہوتے - خلیفہ جب گفتگو کی اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپنی جیب سے بادشاہ کا خط نکال کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کی عزت افزائی منظور ہوتی ' تو کھڑے ہو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑی دیر معمولی سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کی اجازت ملتی - وہ آداب بجا لاکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نجی کی ملاقاتیں بعد میں ہوتی تھیں -

(فرانس کے شاہی رسوم)

فرانس میں جب شاہی قائم تھی ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاہی گاڑیاں سفیر کی قیام گاہ پر پہنچتی تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کی مہمانی کے خاص محل میں لیجاتی تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان ہوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ ہوتا تھا اور مہمان کی تواضع میں غیر معمولی فیاضی سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں ہوتی تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا ہوتا تھا ' اُتنی ہی زیادہ اُس کی خاطر مدارات کی جاتی تھی - مورخین کا بیان ہے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفی خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریست کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریست سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف ہوے تھے - یعنی کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکی موجودگی میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھہ دیر ٹھہرنے کے بعد شاہی سواریاں اُسے لینے آتی تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کی سڑکوں پر تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا -

ورسلز کے شاہی محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیرونی میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتی تھیں - اِنسے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل

اُس وقت سردي ناقابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زيادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائيں چليںگي تو سردي بڑھ جائيگي - جب خط استوا کي هوائيں چليںگي تو گرمي هوجائيگي -

ظاهر هے کہ فضا کي حرارت هي آبي بخار پيدا کرتي هے - يه بخار پاني برساتا هے اور انسان پينے کے ليے پاني پاتا هے - ليکن جب سورج کي حرارت کم هوجائيگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائيگا - يعني بارش بهي نهيں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وه بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پيدا هو جائيںگے -

غرضکه اُس وقت زمين پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - يہانتک که جب سورج کي آخري شعاعيں بهي ختم هوجائيںگي تو زندگي بالکل ختم هوجائيگي -

(قلب کے متعلق ايک نيا نظريه)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشہور محقق هے اور برلن کي يونيورسٹي ميں قلبي امراض کا اُستاذ هے - اِس نے حال ميں قلب کے متعلق ايک نيا نظريه پيش کيا هے -

وه کہتا هے کہ قلب ' زندگي بر قرار رکھنے کا اصلي آله نہيں هے بلکه دوسرے درجه کي چيز هے - زندگي کي اصلي بنياد ' قلب پر نہيں ' بلکه جسم کي اُن خلايا پر هے جو خون جذب کرتي هيں - اس کا ثبوت يه هے کہ بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هيں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء ميں پوري طرح خون پہنچا نہيں سکتا - نيز ايک ثبوت يه بهي هے کہ بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجهه کر دفن کر ديے جاتے هيں ' حالانکه وه در اصل زندہ هوتے هيں - ايسے واقعات بکثرت پيش آتے رهتے هيں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ايسا نہيں هوتا -

(ايک عجيب مخلوق)

آسٹرين اخبارون نے يه عجب خبر شايع کي هے کہ ابراني نام ايک گاؤں ميں اب سے ۱۹ - برس پہلے ايک عورت کے لڑکا پيدا هوا - جو بندر سے بہت مشابه تها - والدين نے اُس کا نام الکزنڈر رکها - جوں جوں اُس کي عمر بڑهتي گئي ' بندر سے مشابهت بڑهتي گئي - حتى کہ اب جوان هونے پر وه بالکل بندر هے - صرف صورت و شکل هي ميں نہيں ' حرکات و سکنات و عادات ميں بهي بندر هے - وه آدميوں کي طرح رهنا پسند نہيں کرتا - بول بهي نہيں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا هے - کچھ دنوں اُس کے والدين نے اُسے ايک آهني قفس ميں بند کرديا تها - کيونکه آدميوں کو تکليف پہنچانے لگا تها - ايک دن اتفاق سے چهوٹ گيا اور سڑک پر پہنچ گيا - لوگ گوريلا سمجهه کر ڈر گئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قيد کيا - اب ايک هنگرين عورت اُسے اپنے ساتهه بوداپسٹ لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هيں کہ کيا رائے قائم کريں ؟ وه آدمي هے - مگر آدمي کے پيٹ سے بندر کيسے پيدا هوسکتا هے ؟ قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نہيں کي جاسکتي - ڈارون کے متبعين بهي يه نہيں کہتے که انسان بندر سے بنا هے - بلکه يه کہتے هيں که بندر اور انسان ايک هي اصل کي اولاد هيں -

(کيا کهانے کي ضرورت باقي نہيں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے کہ ويٹامين Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقيقي جوهر هے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - ويٹامين کي بہت سي قسميں قرار دي گئي هيں ' اور هر قسم کو حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهديا گيا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بيان هے کہ ايک جرمن کيميائي کو ويٹامين (الف) کي ايجاد ميں کاميابي حاصل هوگئي هے -

سر الفريد مونڈ نے حال ميں اِس جرمن عالم کي تحقيقات کا معاينه کيا ' اور اپنے خيالات اِس بارے ميں شائع کيے هيں - وه لکهتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوى صحيح هے کہ اُس نے ويٹامين کيمياوي طريق پر طيار کر لي هے' تو اس کے معني يه هيں کہ هم عنقريب جمله ميوؤں ' سبزيوں ' ترکاريوں ' اور مچهلي کے تيل وغيره غذاؤں سے مستغني هو جائيںگے - هماري اقتصادي زندگي ميں عظيم انقلاب هو جائيگا - کوئي ملک اپني غذا ميں دوسرے ملک کا محتاج نہيں رهے گا - انسان کي غذا ' ويٹامين کي ٹکياں هونگي ' اور بهتر سے بهتر خوراک کا کام ديںگي -

" اِتنا هي نہيں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکيب ميں بهي تبديلي هو جائيگي - اِس جديد غذا کے ليے معدے کي ضرورت باقي نہيں رهيگي - ايک زمانه ايسا آجائيگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائيگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبيعت برابر عليل هے - پہلے پيچيدہ بيري بيري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکليف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈينگو فيور) لاحق هوگيا - جس کي آج کل کلکته ميں عام شکايت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بيحد طبيعت کمزور هوگئي هے - يهي وجه هے کہ آل انڈيا کانگرس کميٹي کے جلسوں ميں بهي وه حصه نه لے سکے ' بعض ورکنگ کميٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خيال سے اُنهي کے مکان ميں منعقد هورهے هيں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هيں ' وه جواب نه ملنے کي وجه سے پريشان خاطر هونگے - براہ عنايت چند دن اور انتظار کريں تاکه مولانا کي طبيعت بحال هوجائے ' اور وه به اطمينان خطوط کا جواب لکهوا سکيں -

منيجر

طاري هونے کے بعد سینه چیر ڈالتے هیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے هیں - تھوڑي دیر میں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتھه هي تمام جسم میں زندگي واپس آجاني هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانهٔ سینٹ تھامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحي میں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندره منٹ بعد عورت بالکل زنده هوگئي تھي - البته وه بیهوش رهي ' اور تیس گھنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پھر مر گئي -

اِس سے بھي زیاده عجیب تجربه علماء نے یه کر دکھایا هے که جانداروں کے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے هیں اور وه زنده رهے هیں ! چنانچه پچھلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بهت سے جھینگروں کے سر کاٹ دیے - پھر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یه دیکھه کر حیرت زده ره گئے که چند لمحے بعد تمام جھینگر اپنے نئے سروں کے ساتھه کودنے لگے تھے ! تجربه یهیں پر ختم نهیں هوگیا بلکه کچھه مدت بعد جھینگروں میں جنسي تبدیلي بھي ظاهر هوئي - یعنے جن میں ماده کے سر لگائے گئے تھے ' وه ماده هو گئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یه شعبده نه تھا - ایک علمي تجربه تھا - علماء کي نظر میں اِس تجربے کی بهت اهمیت هے - کیونکه اُن کے خیال میں یه تجربه حسب مرضي نسل پیدا کرنے کا دروازه کھول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر یا ماده اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسي سلسله میں یه علمي تحقیق بھي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا هے که اگر مچھر کي پرورش سرد مقام میں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پیدا هوتي هے - برخلاف اس کے گرم جگه میں رکھنے اور زیاده خوراک دینے سے اولاد زیاده تر ماده پیدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقیقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیاده پیدا هوتے هیں ' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیاده هو جاتي هیں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نهایت کوشش کر رهے هیں که مادي و دماغي ' هر اعتبار سے انسان کي آئنده نسلیں زیاده ترقي یافته پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وررو نوف وغیره علماء کي کوششوں سے یه امید پیدا هوگئي هے که اِس مقصد میں ضرور کامیاب هو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هو جائیگا - اور پھر بهت جلد یه صورت پیدا هو جائیگي که انسان ڈیڑه سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف هے که وه ابھي تک اپنے عهد طفولیت هي میں هے ' اور قدرت الهي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابھي اُس کا سوواں حصه بھي انسان نے حاصل نهیں کیا هے !

(جب سورج بجھه جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کیونکه اُس کي حرارت میں لگاتار کمي واقع هورهي هے - ایک دن ایسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائیگي - وه بجھه جائیگا - بالکل ٹھنڈا پڑجائیگا - اُس وقت همارا یه کرهٔ زمین اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاریک هوجائینگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپید هوجائینگے - مهلک وبائیں پھیل جائینگي - انسان حیوان ' نباتات ' کوئي ذي روح ' بھي باقي نهیں رهیگا - کیونکه زمین زندگي پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی صلاحیت سے قطعي طور پر محروم هو جائیگي !

علماء کے خیال میں یه نتیجه لازمي هے - دنیا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - لیکن یه بربادي کب هوگي ؟ کیا هم یا هماري قریبي نسلیں یه هولناک نتیجه دیکھه سکیں گی ؟

نهیں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتایا هے که ابھي آفتاب میں اِتني قوت موجود هے ' که وه کم سے کم ۱۰٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زنده رکھه سکتي هے !

لیکن آفتاب اچانک نهیں بجھه جائیگا - بتدریج بجھے گا - کیونکه وه بتدریج اپني قوت و حرارت کھو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دھرنهیٹ کے مقیاس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خیال هے که جب یه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرهٔ ارضی کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگي - ظاهر هے که اِس صورت میں کوئي انسان بھي خط عرضي کے درجه ۶۰ سے اوپر زنده نهیں ره سکے گا ' (بجز سکنڈ ناویا کے جهاں سمندر کا وه دھارا موجود هے جسے "خلیج کا دھارا" کهتے هیں اور جو اِتني حرارت باقي رکھے گا که زندگي بر قرار رهے) الا یه که جنوب سے غذا مهیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خیال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائیگی ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائینگے -

اُنھیں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگیں برپا هونگي - کیونکه آدمي زیاده هونگے ' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بھي اطمینان نصیب نه هوگا - کیونکه سورج برابر ٹھنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائیگي ' اور زندگي کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتھه آفتاب کي روشني بھي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر نیز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بھي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل هو جائینگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعیں
(۲) بنفشي شعاعیں
(۳) نیلي شعاعیں
(۴) اودي شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(۶) زرد شعاعیں
(۷) نارنجي شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بهت کم هوجائے گا ' تو اُس کی شعاعیں سراسر سرخ هوجائینگي - پهاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکھائی دے گی !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطباءِ عصر کے مباحث

حال میں امریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کیے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

۶۰ مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دیئے ہیں جنھوں نے بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک دالک نے دعویٰ کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُس نے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقاء کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادّی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقاء علم کا فیصلہ ہے:

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقاء پر موجود نہیں روح کے بقاء کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈرتا ہے۔ اس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو سے گفتگو کرنی چاہیئے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقاء کا منکر ہوں۔ بلکہ میں ان سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے۔"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے جس کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں۔ درحقیقت روح، اس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے، لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اُسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پرے ہے۔ اس لئے ہم اس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ رومی مقرر سیسرو کا یہ قول مجھے ازحد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا: "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقاء روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علماء کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشو و ارتقاء، علم ہیئت، اور دوسرے غامض علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقاء پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انھیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار، جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقاء کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کابٹ نے لکھا ہے:

"میں بقاء روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ میرا وجدان مجھے اس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقاء روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہرحال میں بقاء روح کا قائل ہوں۔ میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے امریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقاء روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہر اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈاروِن کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہے۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشو و ارتقاء، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس مرئی و مادّی عالم سے پرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقاء روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلا سبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادّی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹانز نٹ نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقاء روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالورج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادّی ثبوت، موت کے بعد بقاء روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے۔ تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اس مادّی عالم کے پرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کائل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادّی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہیگی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربہ نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں۔ کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر دے سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے۔ روح، مادّی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادّیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے۔"

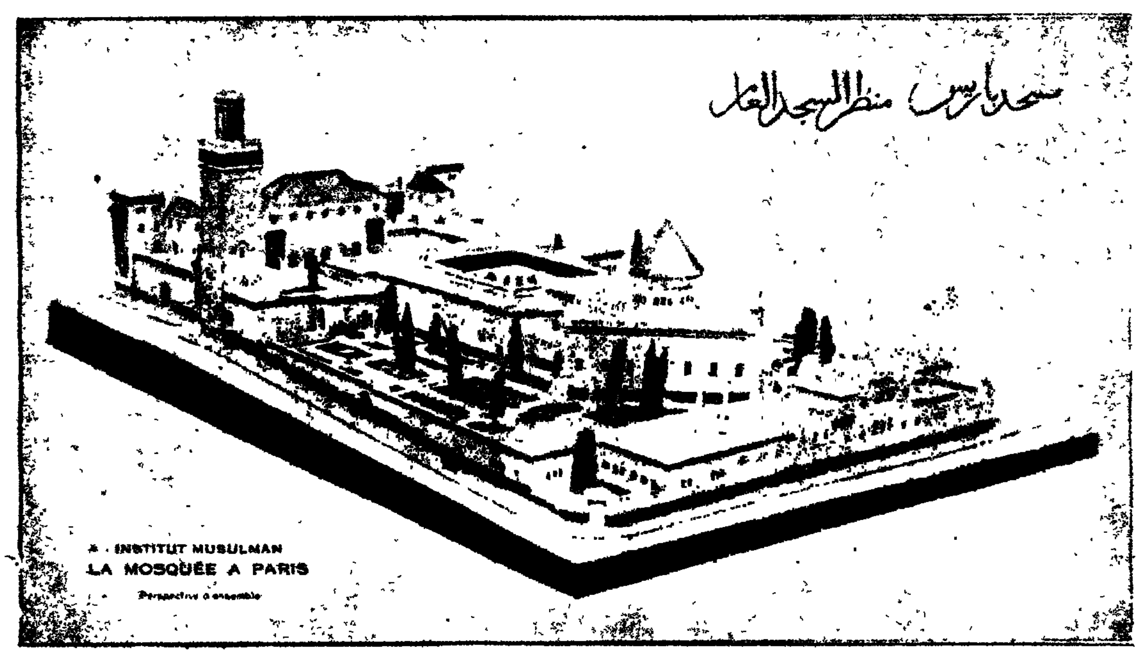
ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرۂ و یاد آوری کی مستحق ہے



امیر محمد بن عبد الکریم

جنکی نسبت یورپ کی تازہ ڈاک میں بعض نئی تفصیلات آئی ہیں - معلوم ہوا ہے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے آنسے فرمایش کی تھی کہ وہ خود اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلی اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسی اور عربی ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ہیں -



پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکی تکمیل کیلیے اس ہفتہ سلطان مصر نے ایک لاکھہ فرانک دیا ہے

گر رہتی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے اور
لئے وہی تخت نشین ہو سکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے
تیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کر لیا تھا اور اُس سے بالکل متفق
تھا۔ اُنہوں نے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ "سلطنت کی نجات صرف
ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے" اُنہوں نے پُورے یقین کے ساتھ اپنے
اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُس کا اعلان
کر دے گا۔ ہم خدامِ سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے
احیارِ دولت کا جو خوابِ خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر
ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور
ملت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان سنہ ۱۲۹۳ھ کو
عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

سفراءِ دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا لیکن جب
ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے اُڑا دیئے، تو روس نے
نئے نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دولِ یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے
کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دولِ عظمیٰ کے ۶ سفیروں کا اجتماع ہوا
انہوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خود مختاری دیدی
جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تجویزوں
کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دولِ یورپ نے دباؤ ڈالنا
شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیرِ اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورتِ حال
نے مجھے مجبور کر دیا کہ وزیرِ اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری
سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔
ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی
بڑی مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز
کی مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی
کوشش کر کے نئے بنک نوٹ جاری کر دیئے۔

دستورِ اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستورِ اساسی کا مسودہ
مجلس کے سپرد کر دیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر
بحث کی، اور منظور کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجدیا۔ سلطان
نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۳ھ میں
بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہو گیا۔ تمام مملکت نے
اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پوری سلطنت میں جشن منایا جانے
لگا۔

اس اثناء میں ہم نے دولِ یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں
میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری
حالت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پورے یورپ کو دعوتِ جنگ
دیدی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کر لیا تھا کہ
عزت سے تباہ ہو جائیں گے۔ اگر تباہ ہونا ہی ہے تو عزت کے ساتھ مٹیں۔
دُوَل یورپ ہمارا انکار سن کر بہت برہم ہوئیں، اور سفراء نے اپنے
ملکوں کو واپس بلا لئے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے
سیاسی تعلقات منقطع ہو گئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں
کی۔

دوسری طرف میں نے یہ کیا کہ بلقانی ریاستوں سے صلح کی بات چیت
شروع کر دی۔ انھیں نرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کر لیا۔
دستورِ اساسی کے اعلان کے بعد ہم نے پہلی عثمانی مجلس
مبعوثان کے انتخابات شروع کر دیئے۔

ہم یہ سب کچھ کر رہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلانِ جنگ
کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔
فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہو گئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں
اصلاحِ حال کی شب و روز کوشش کر رہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر
طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے
قلمدانِ وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً
سوار ہو جاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا ہوں
مجھے یورپ چلا جانا چاہیئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی
تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا۔ میں نے لگاتار
جدوجہد سے اب ایسی صورتِ حال پیدا کر دی تھی کہ سلطنت تمام خطروں
سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آ گیا۔ پہلے
مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کر سکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و
جگر مجروح ہو گیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور
اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی
یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح
کی تمام اُمیدیں ضائع ہو جائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس
گئے، اور واپس آ کر کہا کہ دستورِ اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان
کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کر دیں، جسے پولیس کا افسرِ اعلیٰ
سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو
سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی
افسر کو بازار میں کہتے سُنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر
منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کر سکا
سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب
تمھیں واپس بلا لیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ! اگر سلطان کو میرا یہ پیغام
پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں ان محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں
گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُس وقت میں تباہی
روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہو گیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بےچینی
پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستورِ اساسی بھی باطل ہو جائے گا۔
کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اس پر
زور دے رہا تھا۔ یہ بےچینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں
تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے
کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے
اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر بھولے تھے کہ سرکاری افتراپردازیاں
سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہو گئے۔ مگر
یورپ کے اخبارات حقیقتِ حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے
صحیح خبر شائع کر دی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور
نہیں کی، اس لئے اُن پر عتابِ شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ
سُنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصرِ شاہی مجبور ہوا کہ میرے
خلاف ایک بڑی سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے اخبارات
اور ساتھ مقرروں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر
حملہ شروع کر دیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو پڑھ کر حیران تھا کہ
یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھ شیطان قرار دینے لگے۔
اُس وقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "واذا اراد اللہ
بقوم سوءًا فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال"

روس کا اعلانِ جنگ

میری جلاوطنی کی خبر سینٹ پیٹرزبرگ (دارالحکومت روس) پہنچی تو حکومتِ روس کی
مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُس نے باب عالی پر زور دینا شروع کیا
کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کرلے۔ لیکن ترکی حکومت
نے انکار کیا۔ اس پر روس نے اعلانِ جنگ کر دیا، اور دریائے طونہ
کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہو گئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا
تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بےپروائی
سے خرچ کر ڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا سردست ناممکن تھا۔
اعلانِ جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کر دی تھی۔ حکومت کے
لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول
کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔
جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور ردیف پاشا کو
معزول کر دیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے
اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کر چکے تھے۔ ان کی
معزولی نے میدانِ جنگ میں سخت ابتری پیدا کر دی۔ اُس وقت ہماری
جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود
تھی۔ رضاکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی بےجا
مداخلت نے معاملہ خراب کر دیا۔ رضاکار فوجیں منتشر کر دی گئیں نظامی
فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اس پر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا
نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار
سلطنت کو خطرہ سے بچا لیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔
مختلف مقامات سے احکام صادر ہوتے تھے۔ ہر مقام میں سلطان
کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں
اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہو گئے۔ پلونہ میں روس کی پوری قوت
موجود تھی۔ خود زارِ روس فوج کی قیادت کر رہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں
سین اسٹفانو (مضافاتِ قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف
سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آ گیا اور قصرِ شاہی
کے سامنے توپیں سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔

میں اُس وقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے
سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دُوَل یورپ سے گفت و شنید
کا کوئی حق نہ تھا۔ تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بےچین ہو گیا اور
میں نے جدوجہد شروع کر دی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام
مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ
منسوخ ہو گیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزرائے سلطنت
اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ عین اُس وقت جبکہ
روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، میں نے آسٹریا کو راضی کر لیا تھا کہ روس
پر حملہ آور ہو جائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا
کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہو جاتا اور سب کی سب
یا تو قید ہو جاتیں، یا برباد ہو جاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو
مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس
اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہو گئی تھی!

میری خدمات کا اثر سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھے بلا کر کو
انتہائی "رحم و کرم" سے معاف کر دیا۔ وہ دمشق پہونچا ہوا خلیفہ

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ ۹ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً نئی تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکار کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، از حد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بے چینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی۔ حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اُسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دئے لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ تار روس نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرات نے سلطان کو اُس کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دئے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول بادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

"معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارک باد کا خط لکھا، اور محل طوب قپو سے "فرعیہ" میں منتقل کر دئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بے خود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مُراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع از حد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کر رہا تھا۔ سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت بُرا اثر کیا، اور وہ بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سُنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کی دیوار میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک دن میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت تھے کہ ایک شخص حسن چرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا، حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، ہم بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُس نے تعاقب کیا۔ میرا خادم احمد آغا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُسنے ۵ آدمی اور قتل کر دئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُس نے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بے نظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات کی فہم میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورشیں

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ ناگہاں ہرزیگووینا، سرویا، بلغاریہ اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے عزم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے مجنون سلطان کی

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھولیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے گئے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا اُن کے لئے نجد سے خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۴۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شایع کیا گیا ہے اور وہ اختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹ کر خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جاسکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت ہو۔ ابتدائی تعلیم بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو اور مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے جو تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی رودادیں مجلس معارف کے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ جیاد میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہوسکتی۔ الا یہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق ارا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً بازپرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کرسکیں، تو انھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابوحسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبدالغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبداللہ بن حسن	(صدر)
(۲) شیخ محمد العلی الترکی	(کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی	(رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر	(〃)
(۵) شیخ سعید ابوالخیر	(〃)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف، ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد ہوگی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے۔ نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کیجاتی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبدالرحمن قشناق	(صدر)
(۲) 〃 عمر فقیہ	(رکن)
(۳) 〃 محمد لوز کیتی	(〃)
(۴) 〃 محمد شیروانی	(〃)
(۵) 〃 اسعد مشفع	(〃)
(۶) 〃 عبداللہ بن عمار	(〃)
(۷) 〃 عبیداللہ بن طلق	(〃)
(۸) 〃 سلیمان الصنیع	(〃)
(۹) 〃 محمد الحضری	(〃)
(۱۰) 〃 محمد عبدالرحمن العقل	(〃)

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس قدر دشواریاں پیدا ہوگئی ہیں خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود ہر مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ممالک میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ " انعام " دیا۔ ... ۵ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۱۲۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ دراصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا [illegible]، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دئیے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دار الخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں عنقریب اپنی بادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفیٰ دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیج دیا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُس وقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی مگر دار الخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبد الحمید بالکل کھل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دور ہو چکا تھا۔ سلطان عبد الحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا انھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

*

* مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبد الحمید نے مرحوم عبد العزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبد العزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، ردیف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انہی لوگوں نے سلطان عبد العزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آج تک شائع نہیں کی گئی۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے" مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبد العزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے انھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا!

میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۷ مارچ کو جبکہ میں سمرنا کے دار الحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت مکان کو ۲ پلٹنوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہو گئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدباب پر کمربستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش و الاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دئیے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔

درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ دادخواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ اِن کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام کمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

[illegible] وانک لعلیٰ خلق عظیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہ ہو کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہو۔ دین میں سے نہیں ہو۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کر دئیے۔ اپنا دین غالب کر دیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہو کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہو۔ ہمارا دین، اسلام ہو۔ ہماری کتاب قرآن ہو۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہو: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدا نے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے؛ مگر خدا نے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں کئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمد للہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہو۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کر دی ہو۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب سے زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے۔

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں۔ الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہو؛ بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو تمھاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کے افسر کو قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو ہمیشہ سخت سے سخت اور بے رو رعایت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو میری سنو، کیونکہ میں تمھیں خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں!

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہو کہ احکام حکومت پر عمل کریں۔ حکومت امر الٰہی کا حکم دیتی اور نہی سے منع کرتی ہو۔ اگر ہم اللہ اور اُس کے حکموں پر عامل ہوں، تو ہماری سنو اور اطاعت کرو۔ اگر خدا نخواستہ ایسے نہ ہوں تو نہ تو ہماری سنو نہ اطاعت کرو!"

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل بریتہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کر دوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہو۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کر کے لیجائے۔

یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہو جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا، کیا دیکھتا ہو کہ وہ چارپائی پر پڑا ہو۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہو؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی شکلیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: بہت کم"

"نام؟"

"فریڈریک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہو؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہو؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہو!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ برائی کی ہو؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہو؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کر کے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقعہ نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں کورفیزار کو بلوا تا ہوں"

"یہ کون شخص ہو؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہو" نوجوان نے خوش ہو کر نپولین سے کہا:

"میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا" نپولین کو لڑکے کی جرأت پر از حد تعجب ہوا۔ تاہم اُسنے پھر گفتگو شروع کی: "تم سخت ناسمجھ اور ناعاقبت اندیش ہو۔ اپنے اور اپنے خاندان کے دشمن ہو۔ تاہم میں جان بخشی کرنے کو طیار ہوں بشرطیکہ ندامت ظاہر کرو اور معافی چاہو" "ندامت! معافی! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! البتہ مجھے اپنی ناکامی پر افسوس ضرور ہو" "عجب!"

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو انھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر ملک و مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب سے مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت و جماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیادی حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور انہی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علماء و قضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علماء کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کر دیئے ہیں۔ متعدد مصری و شامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کر لی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جابجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کر دی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اس پر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۳ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ابتک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرمائی پایۂ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہو گئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہے کہ بیت اللہ کی رونق و عظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کر کے منہدم کر دیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور ان پر ½ ۸ مٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۵ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آ گئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کر دی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علماء سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) مکبرین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کل ۲۸ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کر سکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۸ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون بھی اس میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر انھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام نقائص کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے [illegible] دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کا کل عمق [illegible] ہے۔ ۱۳ مٹر میں پانی ہے، باقی دس مٹر اُس کی دیوار ہے۔ [illegible] تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام [illegible] تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنوئیں سے نکل سکتا ہے، حتیٰ کہ [illegible] اُس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی [illegible] مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلائے جائیں [illegible] اُن میں پانی جاری کر دیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ [illegible] کسی زحمت کے جسوقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھو[دے] جا رہے ہیں۔ وادی نعمان، شہداء، اور منیٰ میں کام شروع کیا [گیا] ہے۔ لیکن صرف ان کنوؤں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جا[تا] بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات [اور] پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کر دینے کے لئے حوض بھی بنائے جا[ئیں]

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس [کی] حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جا[بجا] سے کھلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ مٹر تک [کھلی] ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مر[جائیں] گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اُ[س میں] میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ [لہذا] طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا [تمام] پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور [صاف] ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ [مکہ کے] باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائے[گی] جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ، اور جدہ کے حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے [سایہ میں] دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے [کہ] سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو [جمع] کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ [حسب] ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں کہ سب سے افضل عمل، کلمۂ حق کا اعلان ہے [اور] بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ، کلمۂ حق کے [لئے]، حکام، و علما کی نصیحت و ہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں لیکن [اپنے] قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے [ماتحت] ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا [وہ] کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ یہ حقائق بیان کر[یں] لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعا[لیٰ] فرماتا ہے "أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم" [illegible]

احرارِ اسلام

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمّارہ

سودہ بنت عمّارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُرجوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کردیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تختِ سلطنت پر متمکن ہوگئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اِس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کرلی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا دورِ حریت ختم ہوچکا تھا، اور امیر معاویہؓ رومی ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو رُوشناس کرچکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روحِ حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربارِ شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کردیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا یہی وہ سودہ ہے جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سُنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ — یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین ورھطہ — واقصد لہند وابنھا بھوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کردے۔

ان الامام اخو النبی محمد — علم الھدیٰ ومنارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا ستارہ ہیں!

فقہ الحتوف وسر امام لوائہ — قدما بابیض صارم وسنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں قسم خدا کی،" سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ سچ سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بولکر معذرت کرسکتا ہے۔ وہ میں تھی۔"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباعِ حق کی وجہ سے،" سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جاسکے۔ واللہ وہ ویسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخر التأتم الھداۃ بہ — کأنہ علم فی رأسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا،" امیر نے تصدیق کی "اچھا کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو،" سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت سے جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اِس طرح کاٹ رہے ہیں جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں، ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب نہ ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہرحال اُسے معزول کردو اور ہمارے شکریہ کے مستحق ہو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجدوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے"

سودہ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ — قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا!

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل بھی اُس کے ساتھ مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا — فصار بالحق والایمان مقرونا!

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جُڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اِس شخص کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آپ سُنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اِس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُسپر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہے اُسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کردیا۔)

"میں نے امیر المؤمنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُسپر اُنھوں نے نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کردیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پوری قوم کے لئے؟" سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلى درجه کي بلند پايه عربي تصانيف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے؛ جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد که يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

سرۂ حسنه — امام ابن قيم کي فن سيرت ميں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

کتاب الوسيله — لفظ "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه "مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انکے مفصل حالات بيان کيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الکوثر — امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے
خلاف الامه — في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے هوے حالات درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسي

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کي وقت اپنا نام اور پته صاف لکهين اور نمبر خريداري ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهاے سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تے- اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں- اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں- اِس کي جلديں جديد اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں- اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جاسکتي هيں مرتب کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں ' چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه — " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم وادب هے- قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlap guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولنا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۲ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت ۱۲؎ - (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگواکر

استعمال کیجئے

١٩٢٧

أمالي

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ — کلکتہ : جمعہ ۸ - جمادی الاولی ۱۳۴٦ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین	۴۲۸
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۵۵٤	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق ہون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اُسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	- - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں ان کے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دوسرے دفتری مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

آس نے مذهبي انبساط ' بهادرانه جوش ' اور متوسط طبقے كي بلند خيالي ' خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد میں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لين دين كي ايک جنس بنا دیا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کی صرف ایک نامعقول آزادي قائم کر دي !

الغرض آسنے کمزوروں کے آس قديم خود غرضانه استعمال كي جگه جسپر مذهب و سياست كي دلفريبيوں کا نقاب پڑا هوا تها ' ایک نیا برهنه ' وحشیانه ' بے شرم ' اور کهرا خود غرضانه استعمال ایجاد کر دیا -

سرمايه دار طبقے نے اُن تمام پیشوں كي خوبیاں ملیامیٹ کردیں جو پہلے عزت كي نظر سے دیکھے جاتے تھے - اُسنے ڈاکٹر ' وکیل ' پروهت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکه سب کو محض ایک اجرتي مزدور بنا کے چهوڑ دیا !

سرمايه دار طبقه نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بهي نکال پهینکے ' اور اُنکي جگه ایک خالص مالي لين دين کا رشته قائم کر دیا !

سرمايه دار طبقه نے بتا دیا که وحشيانه اظهار طاقت ' جسے قرون وسطیٰ کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تھے ' کامل سهولت کے ساتهه انکے عهد میں کس درجه کامیابي حاصل کر سکتا هے -

یه طبقه ' سب سے پہلا طبقه تها جسنے ثابت کر دکھایا که انسان كي سرگرمي کیا کچهه کر سکتي هے - اسنے مصري اهرام ' رومن نهروں ' اور گوتهک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پیدا کئے ' اور قديم هجرتوں اور مذهبی جهادوں سے بالکل مختلف قسم كي مهمیں جاري کیں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود كي اولین شرط یه تهي که پیداوار کے اگلے طریقے برقرار رهیں - لیکن سرمايه دار طبقه كي زندگي ناممکن هے جب تک که آلات پیداوار ' طریق پیداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں میں برابر انقلاب نه هوتا رهے - چنانچه طریق پیداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام كي پیهم برهمي ' دائمی بے چیني ' اور کبهي نه ختم هونے والي بے اطمیناني ' یهي وہ چیزیں هیں جو سرمايه دار عهد کو تمام دیگر زمانوں سے امتیاز دیتي هیں -

تمام جچے تلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خیالات کے فنا کردیے گئے هیں اور ان كي جگه جو رشتے اور خیالات رائج کئے گیے هیں قبل اس کے که چمکیں ' پرانے هوچکے هیں - جو کچهه بهي ٹهوس اور مقبول تها ' مٹ چکا هے - جو کچهه بهي مقدس تها ' ناپاک کردیا گیا هے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگیا هے که اپنے حالات زندگي اور حقیقي معاشرتي تعلقات ' کهلي آنکهوں سے دیکھے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمايه داروں کو اپني پیداوار کے لیے ایک برابر بڑهتے رهنے والے بازار كي ضرورت ' دیوانه کیے هوئے هے - انهیں هر جگه اپنا آشیانه بنانا ' هر مقام پر ڈیره ڈالنا ' چپه چپه سے ناتا جوڑنا ضروري هے -

سرمايه دار طبقه نے عالمگیر بازار غصب کرکے تمام ممالک كي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قیود سے آزاد کردي هے - رجعت پسندوں كي امیدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نیچے سے اُس كي بنیادیں نکال کر پهینک دي هیں - قديم اور مروج صنعتیں برباد کي جا چکي هیں ' اور جو باقي هیں برابر برباد كي جارهي هیں - ان كي جگه نئي صنعتیں رائج كي جارهي هیں که جن کا رواج تمام مهذب اقوام کے لیے ایک نهایت هي اهم اور قابل غور مسئله هے ' کیونکه اِن صنعتوں كي حالت یه هے که صرف یه اپنے هي ملک كي خام پیداوار استعمال میں نهیں لاتیں ' بلکه دور دراز علاقوں كي بهي خام پیداوار چاهتي هیں ' نیز انکي کثرت كي وجه سے اُن كي کهپت صرف انکے هي علاقے میں نهیں بلکه دنیا کے گوشه گوشه میں هوني چاهیے -

پراني ضروریات كي جگه جو ملکي پیداوار سے رفع هوجاتي تهیں ' نئي ضروریات پیدا هوگئي هیں جو اپنے رفع هونے کے لیے دور دراز ممالک كي پیداوار کا بهي مطالبه کرتي هیں -

یه حال صرف مادي پیداوار هي کا نهیں ' بلکه ذهني پیداوار کا بهي هے - ایک قوم كي دماغی پیداوار ' تمام قوموں كي عام ملکیت بن گئي هے - محدود تخیل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي هے ' اور قومي و مقامي ادبیات سے ایک عالمگیر ارضي علم ادب پیدا هو رها هے -

سرمايه دار طبقه ' آلات پیداوار كي تیز ترقي اور مواصلات كي مسلسل آسانیوں کے ذریعه وحشي سے وحشي اقوام کو بهي تهذیب كي طرف کهینچ رها هے - سامان تجارت كي ارزاني هي وہ بهاري توپ هے جس کے زور سے نهایت سرکش قوموں کو بهي اطاعت پر مجبور کردیا گیا هے - تمام اقوام کو موت كي دهمکي دي جارهي هے که سرمايه دارانه طریق پیداوار اختیار کرلیں ' اور نام نهاد تهذیب قبول کرکے مهذب بن جائیں -

سرمايه دار طبقه نے دیهات کو شهر کا تابع بنا دیا هے - بکثرت نئے شهر پیدا کردیے هیں - دیهات کے مقابله میں قصبات كي آبادي میں حیرت انگیز اضافه هوگیا هے - اور اس طرح دنیا كي بهت بڑي آبادي کو دیهاتي زندگي كي سادگیوں سے محروم کردیا هے -

آس نے جس طرح دیهات کو شهر کا محتاج بدایا هے ' ٹهیک آسي طرح وحشي اور نیم وحشي ممالک کو مهذب ممالک کا دست نگر بهي بنا دیا هے - کاشتکار قوموں کو سرمايه داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا دیا هے -

سرمايه دار طبقه ذرائع پیدار ' ملکیت ' اور آبادي كي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا هے - اُس نے آبادي گنجان کردي هے - ذرائع پیداوار میں مرکزیت پیدا کردي هے - اور ملکیت کو سمیٹ کر صرف چند هاتهوں کے اندر محدود کردیا هے -

اِس صورت حال کا لازمي نتیجه ' سیاسي مرکزیت تهي جو سرمايه دار طبقه کے هاتهوں وجود میں آچکي هے ' آزاد اور نیم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانین ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تھے ' کهینچ تان کے ایک قوم بنا دي گئي هیں ' ایسي قوم جس كي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ایک هیں -

سرمايه دار طبقه نے اپنے صد ساله جماعتي عهد حکومت میں ایسي عظیم الشان بار آور قوتیں پیدا کردي هیں جنهیں تمام پچهلي نسلیں بهي پیدا نه کرسکي تهیں - آسنے قدرت كي طاقتوں پر قبضه کیا ' علم آلات اور کیمیا کا صنعت و زراعت میں استعمال کیا ' دخاني جهاز ' ریلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کیے ' زراعت کے لیے تمام براعظموں كي صفائي كي ' دریاؤں كي نهر بندي كي ' اور زمین کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بهلا کسي

مطبوعات جدیدہ

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلۂ مطبوعات "کمیونیزم" کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ھے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ہوچکي ھیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رہنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ھیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کر دي ھے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ہو گئي ھے ' اور ہر ملک کیلیے ضروري ہو گیا ھے کہ نہ صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکہ علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعہ کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھہ صحیح راے قائم کرے - جہانتک ھمیں معلوم ھے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ہوئي ھے جس میں صحت کے ساتھہ اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذہب کي حقیقت واضح کي گئي ہو - یہ نیا مجموعہ دیکھکر ھمیں خیال ہوا کہ کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ھیں - ہم ان مقالات میں سے ایک مقالہ الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ھیں - اس کے مطالعہ سے نہ صرف اس مذہب کے اصول و عقائد بلکہ اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ہوجائیگي -

یہ واضح رھے کہ اس مقالہ اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یہ ھے کہ وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقہ کے لیے مہیا ہوجائے - یہ مقصود نہیں ھے کہ یہ خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں کہ وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات ھیں - ہمارے خیال میں "کمیونیزم" موجودہ تمدن کي سرمایہ دارانہ بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ھے ' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایہ داري افراط کے ایک انتہائي نقطہ تک پہنچ چکي ھے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطہ کا ظہور ھے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ہوسکتي ' وہ ہمیشہ درمیان کي راہ ہوتي ھے !

---

(۱)

(سرمایہ دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ھے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بنجارے ' مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم ' ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رھے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رھے جو کبھي علانیہ تھي اور کبھي خفیہ ' مگر جسکا خاتمہ ہمیشہ یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ہوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ہر جگہ سوسائٹي مختلف درجوں اور گروہوں میں بٹي ہوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ہوئي نظر آتي ھے - قدیم روم میں ہم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ھیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشہ ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ھیں - صرف یہي نہیں بلکہ اِنمیں سے ہر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ھے -

موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ہوئي ھے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ' بلکہ پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ھیں -

البتہ ہمارے موجودہ سرمایہ دار عہد نے یہ امتیاز ضرور حاصل کیا ھے کہ اُس نے جماعتي اختلاف محدود کر دیے ھیں ' اور تمام سوسائٹي سمیت کے دو بڑي حریف جماعتوں : "سرمایہ دار" اور "مزدور" میں تقسیم کردي ھے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا ہوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایہ دار طبقہ کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکہ کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ہوئے سرمایہ دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکہ کے استعمار ' مستعمرانہ تجارت ' نیز ذرائع تبادلہ اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیر دار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانہ نظام وہ بڑھتي ہوئي ضرورتیں پوري نہیں کر سکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھہ پیدا ہوگئي تھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ دست کاري کے نظام نے اُسکي جگہ لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ہوگئے ' متوسط صنعتي طبقہ اُنکا قائم مقام بن گیا ' مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ہوگئي -

سرمایہ دار طبقہ نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیر دارانہ ' بزرگانہ ' مذہبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے "فطري سرداروں" سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشتہ کے سوا کوئي رشتہ باھمي روابط کا باقي نہ چھوڑا جسے برہنہ خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشتہ کہتے ھیں -

ادنی اور متوسط طبقہ ' چھوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشہ ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوری پیشہ طبقہ میں جذب ہو رہے ہیں - کچھہ تو اس وجہ سے کہ اُنکا معمولی سرمایہ موجودہ صنائع کیلیے ناکافی ہے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے مقابلہ میں بیکار ہوجاتا ہے ' اور کچھہ اس وجہ سے کہ اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاہر ہوکر بے قدر کر دیا ہے - اس طرح مزدوروں کا یہ طبقہ صرف مزدوروں ہی سے نہیں بلکہ آبادی کے ہر حصہ سے مرکب ہے -

(۲)

مزدوری پیشہ طبقہ مختلف تدریجی مرحلوں سے گزر کر اِس درجہ تک پہنچا ہے - سرمایہ دار کے برخلاف اُسکی جد و جہد اُسکی پیدائش کے وقت ہی سے شروع ہوگئی ہے -

سب سے پہلے یہ جد و جہد ایک فرد واحد مزدور کی جد و جہد کی حیثیت سے شروع ہوئی ' پھر کسی ایک کارخانہ کے مزدوروں کی جد وجہد بنی ' پھر کسی خاص نواح کے تمام ہم پیشہ مزدوروں کی جد و جہد کی صورت میں تبدیل ہوگئی ' جسکا مقصد سرمایہ داروں سے جنگ کرنا تھا جو ان سب کو براہ راست تباہ کر رہا تھا -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایہ دارانہ طریق پیداوار پر نہیں بلکہ خود آلات پیداوار پر حملہ کرتے تھے - بیرونی مال برباد کر ڈالتے تھے ' مشینیں توڑ پھوڑ ڈالتے تھے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تھے ' اور کوشش کرتے تھے کہ طاقت کے زور سے اپنی وہ حیثیت پھر قائم کردیں جو قرون وسطیٰ میں ضائع ہوچکی تھی - لیکن باوجود متحدہ مقصد رکھنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بھیڑ کی شکل رکھتے تھے جو تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھی ' اور جسکے اندر باہمی مقابلہ کے جذبہ نے پھوٹ ڈال دی تھی -

اِس دور میں مزدور جب منظم ہونے کیلیے متحد ہوئے ' تو یہ اُنکے اپنے اتحاد کا نہیں ' بلکہ سرمایہ دار طبقہ کے اتحاد کا نتیجہ تھا - وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلیے مجبور ہو جاتا تھا کہ مزدوروں میں ایک نئی حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براہ راست اپنے دشمنوں سے نہیں لڑتے تھے ' بلکہ ان کی جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے ہوتی تھی ' یعنی مطلق العنان شاہی سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتی اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں سے -

اس طرح مزدوروں کی یہ پوری تاریخی تحریک ' سرمایہ دار طبقہ ہی کے ہاتھوں میں رہی ہے ' اور تمام کامیابیاں جو اُسے حاصل ہوئی ہیں ' سرمایہ داروں ہی کی کامیابیاں ہیں -

صنعت کی ترقی کے ساتھہ ساتھہ مزدوری پیشہ طبقہ کی کمیت میں صرف افراد ہی کا اضافہ نہیں ہوا ' بلکہ بڑی بڑی جماعتیں بھی اس میں شامل ہوتی گئیں اور ابتک ہو رہی ہیں -

اس کی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے اور وہ اپنی طاقت کی افزونی برابر محسوس کر رہا ہے -

جوں جوں مشینری ' محنت کے امتیازات مٹاتی جاتی ہے اور اُجرت ہر جگہ کم سے کم کرتی جاتی ہے ' اسی قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگی میں بھی یکسانیت پیدا ہو رہی ہے -

سرمایہ دار طبقہ میں مقابلہ کی روح جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے اور تجارتی مشکلات جسقدر بڑھتی جاتی ہیں ' اسی قدر مزدوروں کی اجرت میں اتار چڑھاؤ زیادہ ہوتا جاتا ہے - مشینری کی مسلسل اور تیز ترقی مزدوروں کی روزی کو برابر غیر محفوظ بنا رہی ہے ' اور انفرادی مزدور اور انفرادی سرمایہ دار کا شخصی تصادم ' جماعتی تصادم کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے - ایک طرف مزدور ' سرمایہ داروں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں - دوسری طرف سرمایہ دار شرح اجرت برقرار رکھنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتھا بندی کر رہے ہیں - انھوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کی صورت میں منظم کرلیا ہے ' تاکہ اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رہیں - کہیں کہیں یہ باہمی لڑائی بغاوت کی صورت میں بھی پھوٹ چکی ہے -

کبھی کبھی مزدوروں کو فتح حاصل ہوجاتی ہے ' مگر محض تھوڑی مدت کے لیے - اس سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے - کیونکہ ان کی جد و جہد کا اصلی ثمرہ فوری کامیابی نہیں بلکہ اُن کے بڑھتے ہوئے اتحاد میں ہے - اِس اتحاد کو موجودہ ذرائع آمد و رفت سے جو موجودہ صنعت کی ایجاد ہیں ' بہت مدد مل رہی ہے - مختلف ممالک کے مزدور باہم دگر مل رہے ہیں ' اور اِس طرح وہ کام انجام پا رہا ہے جس کی ازحد ضرورت تھی - وہ اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطیٰ کے شہریوں کو اپنی خراب سڑکوں کی وجہ سے صدیاں لگ جاتیں ' موجودہ مزدوروں کو ریلوے کے ذریعہ چند سالوں کے اندر حاصل ہوگیا ہے -

مزدوروں کی جماعتی اور سیاسی تنظیم خود اُن کے باہمی مقابلہ کی وجہ سے ہمیشہ رک رک جایا کی ہے ' لیکن ہر مرتبہ زیادہ قوت ' زیادہ استقلال ' اور زیادہ استحکام کے ساتھہ اُبھری ہے - سرمایہ داروں کی باہمی پھوٹ سے اُسے کافی فائدہ پہنچا ہے ' اور وہ ہر موقعہ پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانونی اعتراف پر مجبور ہوگئے ہیں -

قدیم سوسائٹی میں جماعتوں کا باہمی تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوری پیشہ طبقہ کو بڑھا رہا ہے - خود سرمایہ دار بھی مجبوراً اسکی ترقی کا باعث ہوئے ہیں - وہ اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے ہیں - ایک طرف خاندانی اِمارت ہے ' دوسری طرف خود سرمایہ داروں کی وہ جماعتیں ہیں جنکے مفاد صنعتی ترقی کے منافی ہیں - تیسری طرف بیرونی ممالک کے سرمایہ دار ہیں جو ہر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار ہیں - غرضکہ سرمایہ داروں کو ہر طرف لڑنا اور ہر ایک سے نبرد آزمائی کرنی پڑتی ہے - ظاہر ہے ' وہ تن تنہا اتنے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ' اور مجبور ہوتے ہیں کہ مزدوروں سے اعانت کی اپیل کریں - اِس طرح وہ خود ہی مزدوروںکو سیاسی اکھاڑہ میں کھینچ لاتے ہیں ' اور اُن کیلیے اجتماعی تعلیم کے عناصر مہیا کردیتے ہیں - وہ خود ہی مزدوروں کے ہاتھہ میں وہ ہتیار دیدیتے ہیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یہی نہیں بلکہ صنعت کی ترقی نے حکمراں طبقہ کے تمام حصوں کو بھی عجلت اور گھبراہٹ کے ساتھہ مزدوری پیشہ طبقہ کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا ہے ' یا کم از کم انکی زندگی خطرہ میں ڈالدی ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ حکمراں جماعت مزدوری پیشہ طبقہ کیلیے ترقی کے بے شمار پرزے مہیا کر رہی ہے -

پچھلي نسل کو یه وهم بهي گزرا تها که اجتماعي معدنت کي گود میں ایسي بار آور قوتیں پڑي سو رهي هیں ؟

گزشته بیان میں هم واضح کر چکے هیں که ذرائع پیداوار اور تبادله جن کي بنیادوں پر سرمایه دار طبقه نے اپني عمارت کهڑي کي هے ' اگرچه جاگیرداري کے عهد میں پیدا هوئے تهے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئي فائده نه اُٹها سکي بلکه اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباه هوگئي ' کیونکه یه ذرائع پیداوار اور تبادله جب اپني ترقي کي ایک خاص منزل پر پهنچ گئے ' تو وه حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹي پیدا کرتے اور تبادله کرتے تهے ' یعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگیر دارانه نظام ' ترقي یافته قوتوں کے سامنے ٹهہر نه سکے - وه پیداوار کو سهارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجهل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توڑ ڈالنا ضروري تها - چنانچه اُنکي جگه آزاد مقابلے اور سرمایه دار طبقه کي اقتصادي و سیاسي حکومت نے لے لي -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعاده پهر شروع کیا هے ' جو کچهه جاگیر داروں پر گزرا هے ' وهي اب سرمایه داروں کو درپیش هے -

سرمایه دارانه حالات ' پیداوار ' تبادله ' سرمایه دارانه املاکي رشتے ' غرضکه پوري موجوده سرمایه دار سوسائٹي جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے هیں ' سخت مصائب میں مبتلا هے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي هے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا هے مگر انپر قابو نهیں رکهه سکتا -

بهت زمانه تک صنعت و تجارت کي تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کي موجوده حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کي عام تاریخ رهي هے - اس سلسله میں اُن تجارتي مشکلات کي طرف اشاره کر دینا کافي هوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمایه دار سوسائٹي کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کر دیا کرتي هیں -

لیکن باوجود اِن هولناک خطروں کے ایک عام اجتماعي وبا پهیلي هوئي هے جسکا نام " زائد پیداوار " هے اور جو پچهلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم هوتي -

اِس صورت حال کا نتیجه یه هے که سوسائٹي اپنے تئیں اچانک ایک عارضي وحشیانه حالت میں مبتلا پاتي هے - قحط اور بربادي کي ایک عالمگیر جنگ برپا هو جاتي هے - معلوم هوتا هے که صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباه هو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے که تهذیب بهت زیاده هوگئي هے ' ذرائع زندگي بهت زیاده هوگئے هیں ' صنعت بهت زیاده هوگئي هے ' تجارت بهت زیاده هوگئي هے !

اِن خطرات کا مقابله سرمایه دار کیونکر کرتے هیں ؟ اِس طرح که ایک طرف تو بهت سي بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے هیں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرتے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے هیں - اِسکے معني یه هیں که وه اور بهي زیاده وسیع اور زیاده برباد کن مشکلات کیلیے راسته هموار کر رهے هیں اور ساتهه ساتهه وه ذرائع بهي مٹاتے جاتے هیں جنسے یه مشکلات رفع کي جاسکتي تهیں -

غرضکه وه هتیار جنسے سرمایه داروں نے جاگیرداري پر فتح حاصل کي تهي ' اب خود انهیں پر اُلٹ پڑے هیں -

لیکن سرمایه داروں نے صرف یه مهلک هتیار هي نهیں گڑھے هیں ' بلکه وه لوگ بهي پیدا کردیے هیں جو یه هتیار استعمال کرینگے - وه کون هیں ؟ موجوده مزدور !

جس تناسب سے سرمایه اور سرمایه داروں نے ترقي کي هے ' اِسي تناسب سے مزدوروں نے بهي ترقي کي هے - اِس طبقه کي زندگي اُسي وقت تک هے جبتک اُسے کام ملتا رهے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا هے جبتک وه سرمایه کو بڑهاتا رهے - یه مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کر دیے گئے هیں ' تجارت کي دوسري چیزوں کي طرح ایک جنس هوگئے هیں اور مقابله کے هیر پهیر اور نرخ کے چڑهاؤ اُتار سے همیشه مصیبت جهیلتے رهتے هیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسیم کے باعث اپني انفرادي شخصیت سے محروم هوگیا هے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئي خاص کشش نهیں رکهتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمه بنا دیا گیا هے ' جس سے نهایت آسان کام کي خواهش کي جاتي هے - جسکا نتیجه یه هے که اب اُسکي قیمت گهٹ کر بس اِتني هي ره گئي هے که مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لایموت کا سامان کرسکتا هے -

اب ایک مصنوعي بٹن ' اور مزدور ' دونوں هم درجه چیزیں هوگئي هیں جنکي قیمت اُنکي لاگت کے حساب سے هوتي هے - یهي سبب هے که جوں جوں محنت سستي هوتي جاتي هے ' مزدوري بهي گهٹ رهي هے - پهر تماشه یه هے که جسقدر کام کي تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑهتا جاتا هے ' اِسي قدر کام کا بوجهه بهي بڑه رها هے ' یا تو کام کے گهنٹے بڑها دیے جاتے هیں ' یا زیاده کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا هے ' یا مشین کي رفتار میں اضافه کر دیا جاتا هے ' (وغیره وغیره)

موجوده صنعت نے نیک آقا کي چهوٹي سي دکان کو صنعتي سرمایه دار کے بڑے کارخانه کي صورت میں بدل دیا هے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بهرے هوئے هیں جن کي تنظیم سپاهیوں کي طرح کي جاتي هے ' اور جو سپاهیوں هي کي طرح چهوٹے بڑے افسروں کي ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجه میں جکڑ دیے گئے هیں - وه نه صرف سرمایه دار طبقے اور سرمایه دار حکومت کے غلام هوتے هیں ' بلکه انهیں شب و روز هر سرمایه دار صناع کي بهي غلامي کرني پڑتي هے -

جسقدر کهلے الفاظ میں یه خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي هے که خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد هے ' اُسي قدر وه حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف ده هوتي جاتي هے !

دستي مشقت میں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم هوتي جاتي هے ' یعني موجوده صنعت جس قدر زیاده ترقي کرتي جاتي هے ' اُسي قدر مردانه محنت کي جگه زنانه محنت کو دي جارهي هے - مزدوري پیشه طبقه کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اهمیت نهیں رکهتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے هوگئے هیں جن کي قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گهٹتي بڑهتي رهتي هے -

جوں هي مزدور کو اپنے سرمایه دار آقا سے مزدوري ملتي هے فوراً دوسري سرمایه دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتي هیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساهوکار ' غرضکه سب کے سب اُس کے لوٹنے کهسوٹنے آ موجود هوتے هیں -

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا ہے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانہ روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي ہے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بهي سیکهني پڑتي هیں - فارسي زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندرستان میں - ٹهیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تهي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا - راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پهر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفهان وغیره کي سیر کي - لیکن وہ آگے نہیں بڑھا بلکه لوٹ کر پهر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کي حالت نهایت زبون تهي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تها - ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا ہے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظهار کرتا ہے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي - یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتی ہے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پهر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا ہے - وہ هم سے صرف اِس قدر کہتا ہے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تها - چنانچه کامل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا ہے - اِس طویل اقامت کے بعد پهر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا ہے اور پہلے سے بهي زیاده طویل سفر پر روانه هوجاتا ہے -

چنانچه وہ یمن پہنچتا ہے - پهر سومال جاتا ہے - پهر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کي سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا ہے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا ہے - مگر ٹهرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سه باره مکه معظمه میں وارد هوتا ہے - یہاں ملک الناصر شاه مصر سے اُس کي ملاقات هوتي ہے -

حج کے بعد پهر سفر شروع کرتا ہے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبه ' صعید مصر کي سیاحت کرتا هوا قاهره پہنچتا ہے - لیکن قیام نہیں کرتا بلکه شام چلا جاتا ہے اور ساحل لاذقیه سے جهاز پر بیٹهه کے سنه ۷۳۳ ھ (سنه ۱۳۳۳ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکهتا ہے -

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقي امراء و سلاطین کا دور دورہ تها - لیکن آل عثمان کا قبیله عروج حاصل کررها تها - آهسته آهسته سلجوقي امراء اُس کے سامنے هتیار رکهتے جاتے تهے - سلطنت عثمانیه کے باني اول عثمان نے بیزنطینی شهنشاهي میں بهي دور تک هاتهه پاؤں پهیلا دیے تهے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسه تها اور ابن بطوطه کے زمانے میں سلطان آرخان بن عثمان کي حکومت تهي -

آرخان کے علاوہ سلجوقي امراء میں سب سے زیاده طاقتور محمد اُزبک خاں شاہ شمال تها - یه شهنشاه قسطنطنیه کا داماد بهي تها - ابن بطوطه یه ملک دیکهه کر بہت متعجب هوا - کیونکه اگرچه یہاں اِسلام کو غلبه حاصل هوچکا تها مگر نو مسلموں کے عادات و اطوار عجیب طرح کے تهے - اِبن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي ہے اور بڑی تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات ہے که هر ملک میں وہ قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تها - یہاں کے بهي تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں -

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وہ قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بهي اپنے باپ شهنشاه قسطنطنیه کي ملاقات کو جا رهي تهي - اِبن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ھ - سنه ۱۳۳۳ع میں نهایت تزک و احتشام سے بیزنطیني پایۂ تخت میں داخل هوا -

سیاح خود اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا ہے :

" هم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمیٰ میں داخل هوئے - پورے شهر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تهے که در و دیوار تک گونج اٹهے تهے - هم قصر شاهي کے پہلے پهاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري اپنے سپه سالار کے ساتهه کهڑے تهے اور آپس میں کهه رهے تهے " سراکنون ' سراکنون " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام ہے - شاید اِبن بطوطه نے یہي لفظ سنا هوگا)

پهر وہ شهنشاه سے اپني ملاقات کا حال لکهتا ہے :

" چوتهے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بهیجا - وہ مجهے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پهاٹکوں سے گزرے - هر پهاٹک میں مسلح سپاهي موجود تهے - پانچویں پهاٹک پر غلام مجهے چهوڑ کر چلا گیا - پهر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنهوں نے میري تلاشي لي که کوئي چهري تو چهپي هوئي نہیں ہے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي ہے - جو شخص بهي بادشاه سے ملنا چاهتا ہے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي ہے - پهر پهاٹک کهولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار آدمیوں نے مجهے گهیر لیا - دو مجهے آگے سے پکڑے تهے ' دو پیچهے تهے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تهیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تهیں - بیچ میں فواره تها - دونوں جانب سپاهي صف بسته کهڑے تهے اور بالکل خاموش تهے - وسط میں تین اور آدمي کهڑے تهے - اِنهوں نے مجهے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کرلے چلے - انمیں ایک یهودي تها - یهودي نے مجهه سے عربي مین کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پهر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شهنشاه مع اپني ملکه کے تخت شاهي پر جلوه افروز تها - داهني طرف چهه آدمي کهڑے تهے - بائیں طرف چار آدمي تهے - سب هتیار بند تهے - بادشاه کے قریب پہنچنے سے پہلے مجهه سے کہا گیا که تهوڑي دیر بیٹهه کر حواس درست کرلو - پهر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - پادشاه نے بیٹهنے کا اِشاره کیا - مگر میں بیٹها نہیں - پادشاه نے مجهه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچها - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت لحم ' شهر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پهر دمشق ' مصر ' عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچهے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یهودي ترجمه کرتا جاتا تها - شاید شهنشاه کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کي عزت کرو اور امن و امان میں رکهو - پهر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراسته گهوڑا اور چهتر بهي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت ہے "

اِس شهنشاه کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکها ہے - ممکن ہے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا، اسی طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ہے، خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اِس تاریخی تحریک کا نظری علم حاصل ہوگیا ہے -

• تمام جماعتیں جو فی الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں، انمیں صرف مزدوری پیشہ جماعت ہی ایک حقیقی انقلابی جماعت ہے - باقی تمام دوسری جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سڑتی اور گلتی چلی جاتی ہیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں، کیونکہ مزدوری پیشہ طبقہ ہی صنعت و حرفت کی خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ، چھوٹے چھوٹے دستکار، معمولی دکاندار، زراعت پیشہ زمیندار، تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہی نہیں بلکہ رجعت پسند بھی ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کی کوشش کر رہی ہیں - اگر وہ کبھی انقلابی ہو بھی گئیں، تو صرف اس خوف سے ہونگی کہ مبادا مزدوری پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دی جائیں -

گزشتہ سوسائٹی کے معاشرتی حالات اب مزدوروں کے معاشرتی حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوری پیشہ طبقہ بغیر کسی ملکیت کے ہے، اسکے اپنے بیوی بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خاندانی رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجود صنعتی محنت اور سرمایہ داری نے انگلینڈ، فرانس، امریکہ، اور جرمنی میں مزدوروں کے تمام قومی اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون، اخلاق، مذہب، ٹٹیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انھیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اپنی حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہی طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹی کی بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ اسکے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کر دیں - خود مزدوروں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکی انھیں حفاظت کرنی ضروری ہو - انھیں شخصی ملکیت کی تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کر دینی چاہئیں -

تمام پچھلی تاریخی تحریکیں یا تو آبادی کی اقلیت کی تحریکیں تھیں، یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کی تحریک بالکل دوسری ہی نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کی ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوری پیشہ طبقہ، موجودہ سوسائٹی کی سب سے نچلی پرت ہے - وہ اُس وقت تک نہیں اُٹھہ سکتا ہے، جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جنسے حاکمانہ سوسائٹی مرکب ہے، پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومی بنیادوں پر نہیں ہے، لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو قدرتی طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نپٹ لینا چاہئے -

ابن بطوط کی سیاحت

(ایشیائی تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصری اہل قلم کے قلم سے)

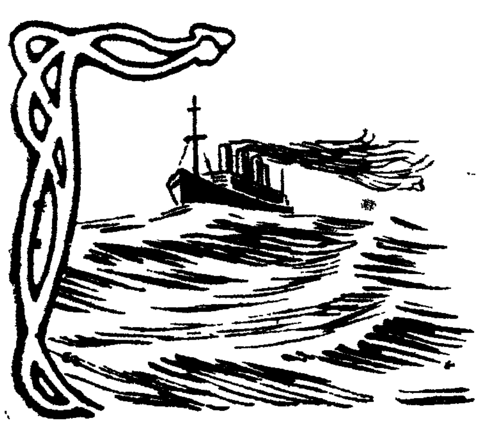
عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپنی ایشیائی سیاحت ختم کی، طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدی ہجری کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کی بھی ہے -

ابن بطوطہ کی طفولیت اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دینی علوم میں پوری طرح مہارت حاصل کرلی تھی - ہم اُن اسباب سے بھی ناواقف ہیں جنھوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کی عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسی ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کی مادی طیاری کافی نہ تھی - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصیٰ کے بڑے بڑے شہر: تلمسان، الجزائر، بجایہ، قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا - اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطنی کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ "جب تیونس میں اُسے کسی نے اجنبیت کی وجہ سے سلام نہ کیا تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاری ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا!"

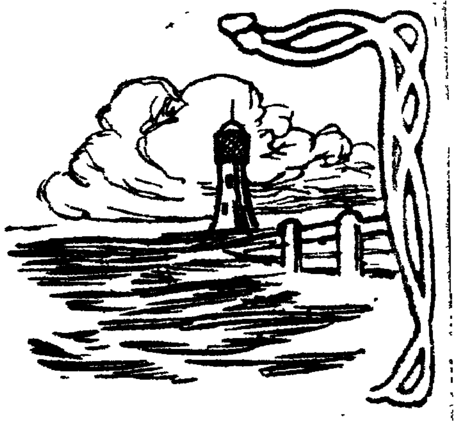
حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ اُسے بہت پسند آیا - اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسری طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کی طرح شہر اور اُس کے آثار کی تحقیقات شروع کردی - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کی عمارتیں، مسجدیں، اہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کی - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء، امراء، حتیٰ کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاوؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کی راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامی اور مسیحی مقامات مقدسہ کی سیر کی - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

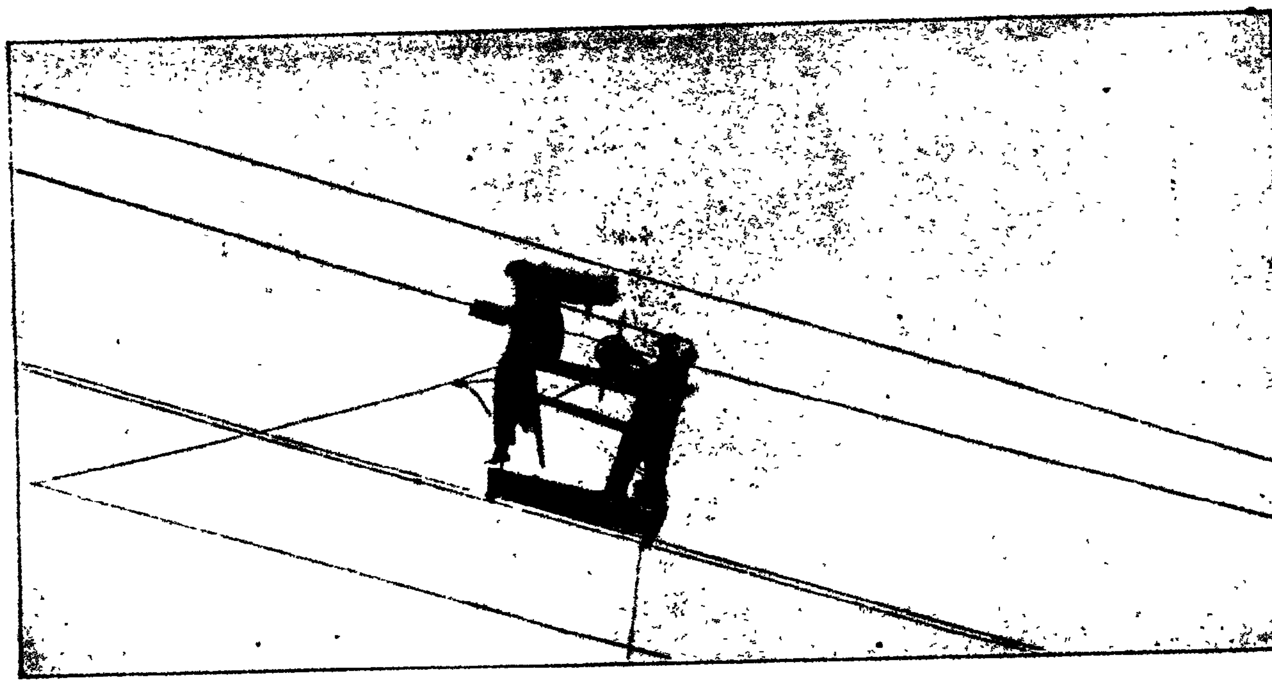
ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کی نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسی زمانے میں اُسے مشرقی دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا - اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہی سخت تھا - اب تک اسے کوئی ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطہ کی سیاحت اِن

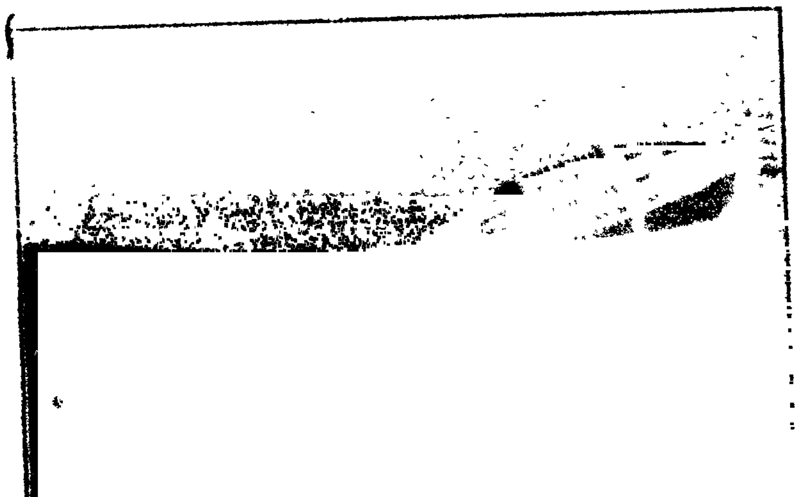


برید فرنگ



هوائی سفر کا ایک نیا تجربه !





سائنتفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکه کے ایک نئے فضائي تجربه کي روئداد شایع کي هے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے هیں ؟ یه واقعه اس حقیقت کي ایک تازه مثال هے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسله قائم هے - یه تار معمولي کھمبوں پر نصب هیں - جس طرح کے کھمبے هر جگه تار کا سلسله قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے هیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانه کے بعض افسروں نے اراده کیا که اگر تار کا تمام سلسله رنگ دیا جاے تو حفاظت اور پائداري کے لیے بهتر هوگا - لیکن مشکل یه پیش آئي که موجوده نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر هو ؟ تار کا بڑا حصه تنگ نائے کے اوپر سے گزرا هے ' اور نهایت بلندي پر واقع هے - کوئي کشتي ' کوئي جهاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے لیے کام نهیں دے سکتي تھي - بالاخر انھوں نے غور کرنا شروع کیا که خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعه پیدا کیا جا سکتا هے یا نهیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وه ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعه پیدا کرنے میں کامیاب هوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یه نهایت سهل اور ساده قسم کي چیز هے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربه کا دروازه کھول رهي هے - اس تجربه سے ثابت هوگیا که اگر ضرورت پیش آجاے ' تو ایسي فضاي سواري استعمال کي جا سکتي هے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطه سے دوسرے نقطه تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پهنچا دے !

تصویر میں یه سواري تار پر چلتي هوئي نظر آرهي هے - دوسري تصویر میں وه ابتدائي نقطه دکھلایا گیا هے جهاں سے روانگي شروع هوئي هے ' اور پهلي میں درمیاني حالت دکھلائي هے - یه ایک پتلا سا تخته هے جس میں هاتھه سے چلانے کي چرخي لگي هے ' اور چھوٹے چھوٹے پهیوں سے تار پر دوڑ رها هے - سائنتفک امریکن کا نامه نگار کهتا هے " دو آدمي اس آله پر سوار هوے اور بغیر کسي حادثه کے تار پر سفر کرتے هوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت هوگیا که تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب هو سکتي هے - نیز اگر ضرورت پیش آجاے ' تو دنیا کي بڑي بڑي بحري آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعه به آساني زمین سے ملا دي جا سکتي هیں -

معلوم ھے کہ اُس عہد کے قیصر کا نام انڈرو نیکوس ثالث تھا اور اُسکا باپ انڈرونیکو ثاني تھا -

اُس زمانے میں قسطنطنیہ اپني سابق عظمت سے بہت کچھہ محروم ھوچکا تھا - ستر برس پہلے صلیبي مجاھدوں نے اُسے فتح کیا اور بہت کچھہ برباد کرکے چلے گئے - تاھم اب بھي وہ عروس البلاد تھا - ابن بطوطہ نے پوري تدقیق سے اُس کا حال لکھا ھے - ایک جگہ کہتا ھے :

" یہ شہر بہت ھي عظیم الشان ھے - دو حصوں میں منقسم ھے - وسط میں ایک بہت زیادہ مد و جزر رکھنے والا دریا موجزن ھے - (یعني قرن الذھب) اِس دریا کا نام " ابسمي " ھے - شہر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " ھے اور دریا کے مشرقي کنارے پر آباد ھے - اِسي میں قصر شاھي اور امراء کے محل ھیں - یہ حصہ بہت آباد ھے - بازار پر رونق ھیں - سڑکیں کشادہ اور پختہ ھیں - شہر ایک پہاڑ پر آباد ھے جو نو میل تک سمندر میں پھیلتا چلا گیا ھے - اُس کي چوٹي پر ایک چھوٹا سا قلعہ اور شاھي محل ھے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گھیرے ھوئے ھے اور سمندر کي طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن ھے - اِسي حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا ھے - شہر کے دوسرے حصے کا نام " غلطہ " ھے - وہ دریا کے مغربي کنارے پر ھے - اِس حصے میں فرنگي نصاریٰ رھتے ھیں - چنانچہ جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود ھیں "

عرب سیاح نے بڑي تفصیل سے قسطنطنیہ کے گرجوں اور خانقاھوں کا حال لکھا ھے - خاص شاھي اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتھہ اِن تمام مقامات کي سیر کي تھي -

قسطنطنیہ میں چند ھفتے مقیم رھا - یوناني تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پھر وہ دو بارہ اناطولیا طے کر کے ترکستان کي طرف بڑھا اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یہ صوبہ مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تھا - یہاں سے بخارا پہنچا - شہر تاتاري حملہ سے برباد ھو چکا تھا - عرب سیاح نے حضرت امام بخاري جامع حدیث کي قبر کي زیارت کي - پھر بلوچستان ھوتا ھوا ھندوستان میں داخل ھوا ' اور سنہ ۷۳۴ ھ میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطہ کا سفر ھندوستان بہت طویل تھا - اُس نے اِس بر اعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتیٰ کہ سیلون تک پہنچا - ھندوستان کے مسلمان بادشاھوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاہ سے بہت تقرب حاصل ھوگیا تھا - یہاں وہ کئي سال رھا اور منصب قضاۃ پر مامور ھوگیا - نیز کئي سیاسي سفارتوں پر بھي گیا ' اور پادشاہ کی بہت سي خدمات بجا لایا -

ھندوستان کے حالات ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیے ھیں - ھندوؤں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کي ھے - ھندوستان میں ایک مرتبہ اُسے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تھا - اُس کے کاغذات بھي لے گئے تھے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف ھے - کیونکہ اُن میں اُس کے سفر کي یاد داشتیں بھي تھیں -

ھندوستان سے وہ جاوا اور سماٹرا گیا - پھر شمال کي طرف روانہ ھوا - وہ ھم سے کہتا ھے کہ یہ سفر چین کا تھا - مگر تفصیل سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ چیني ھندوستان اور جنوبي چین سے آگے نہیں بڑھا - شمال میں اُس کا سفر بہت ھي مشکوک تھا - چین سے پھر جاوہ کے طرف لوٹا - جاوہ سے ھندوستان آیا - پھر فارس ' عراق ' شام ' مصر ھوتا ھوا تیونس پہنچا - تیونس سے جہاز پر بیٹھا ' اور سنہ ۷۵۳ ھ میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ سال سفر کے بعد وطن واپس ھوا !

لیکن اپنے وطن طنجہ میں اُس کا قدم زیادہ دن تک نہیں جما - اندلس کي سیاحت پر روانہ ھوگیا - اُس وقت یہ اسلامي سلطنت سمٹ کر غرناطہ کے علاقہ میں محصور ھوگئي تھي - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصري کا زمانہ تھا - ابن بطوطہ نے وھاں کے علماء و فقہاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکھے ' پھر مراکش واپس آ گیا -

مگر یہ واپسي بھي عارضي تھي - تھوڑے ھي عرصہ بعد صحراء اعظم کي راہ سے سوڈان کے سفر پر روانہ ھوگیا - لیکن یہ اُس کا آخري سفر تھا - سلطان ابو عنان شاہ مراکش مزید سفر سے مانع ھوا اور اپني مصاحبت پر اصرار کیا - یہ واقعہ سنہ ۷۵۵ ھ کا ھے - ابن بطوطہ نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کي - ۲۲ برس کي عمر میں سیاحت شروع کي اور ۵۵ - برس کي عمر میں ختم کي -

ابن بطوطہ سلطان مراکش کا درباري بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور ھوتا تھا - بعض لوگ ابن بطوطہ کي صداقت میں اُسي طرح شبہ کرتے تھے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے ھم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تھا - ابن بطوطہ کو ابناء زمانہ کي اِس بے قدري پر بہت افسوس تھا - ایک جگہ وہ نہایت رنجیدہ ھوکر لکھتا ھے " خدا جانتا ھے میرے بیانات صحیح ھیں - خدا کي گواھي میرے لیے کافي ھے "

علامۂ ابن خلدون نے جب اپنی تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کي تو ابن بطوطہ اور اُس کي سیاحت کا قصہ تازہ تھا - وہ اپنے مقدمہ میں لکھتے ھیں :

" سلطان ابوعنان کے عہد میں طنجہ کا ایک شخص ابن بطوطہ نام مراکش میں آیا - یہ مشرق میں سیاحت کرچکا تھا - عراق ' یمن ' ھندوستان وغیرہ ممالک میں پھرا تھا - شاہ ھند کے پایۂ تخت دھلي میں بھي گیا تھا ' اور سلطان محمد شاہ کا مقرب ھوگیا تھا ' حتیٰ کہ عہدۂ قضا پر بھي مامور ھوگیا - سفر سے واپسي کے بعد اُسنے سلطان ابوعنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وہ اپنے عجیب عجیب مشاھدے بیان کیا کرتا تھا - حتیٰ کہ بہت سے لوگ اُسے جھوٹا سمجھنے لگے تھے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کي اور بتایا کہ لوگ کس طرح اُس کي تکذیب کرتے ھیں - وزیر نے مجھے جواب دیا " تمھیں اُن سلطنتوں کے حالات انکار نہیں کرنا چاھیے جن سے ناواقف ھو "

اِبن بطوطہ کو مارکو پولو پر کئي حیثیتوں سے امتیاز حاصل ھے - آخر الذکر نے بر اعظم ایشیا کا صرف وسطي حصہ دیکھا تھا - لیکن اِبن بطوطہ کي سیاحت بہت طویل تھي - ایشیا کے علاوہ افریقہ کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیہ اور اُندلس کي بھي اُس نے سیر کي تھي - پھر اُس کے مشاھدات بہت زیادہ محققانہ تھے - اُس کا سفرنامہ اُس عہد کے ایشیا اور افریقہ کي تاریخ اور جغرافیہ میں بہت زیادہ اھمیت رکھتا ھے - اُس کا اِسلوب بیان بھي زیادہ شگفتہ ' مکمل ' اور علمي ھے -

صلیب اور خون

(بویریا میں ایک پر اسرار عورت !)

یورپ کی عقل پرستی اور مشرق کی توهم پرستی کا غلغله صدیوں سے بلند ہے - مشرقی ممالک میں عام طور پر یه خیال پیدا کردیا گیا ہے که هرطرح کی توهم پرستی اور غیر معقول خوش اعتقادی صرف مشرقی اقوام هی میں پائی جاتی ہے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ اِن تمام امراض سے محفوظ هیں ! لیکن واقعه یه ہے که سنه ۱۹۲۷ کے یورپ میں بھی هزاروں لاکھوں انسان ایسے موجود هیں ' جنکی مذهبی توهم پرستیاں کسی طرح بھی مشرقی اقوام کی خوش اعتقادیوں سے کم نہیں هیں !

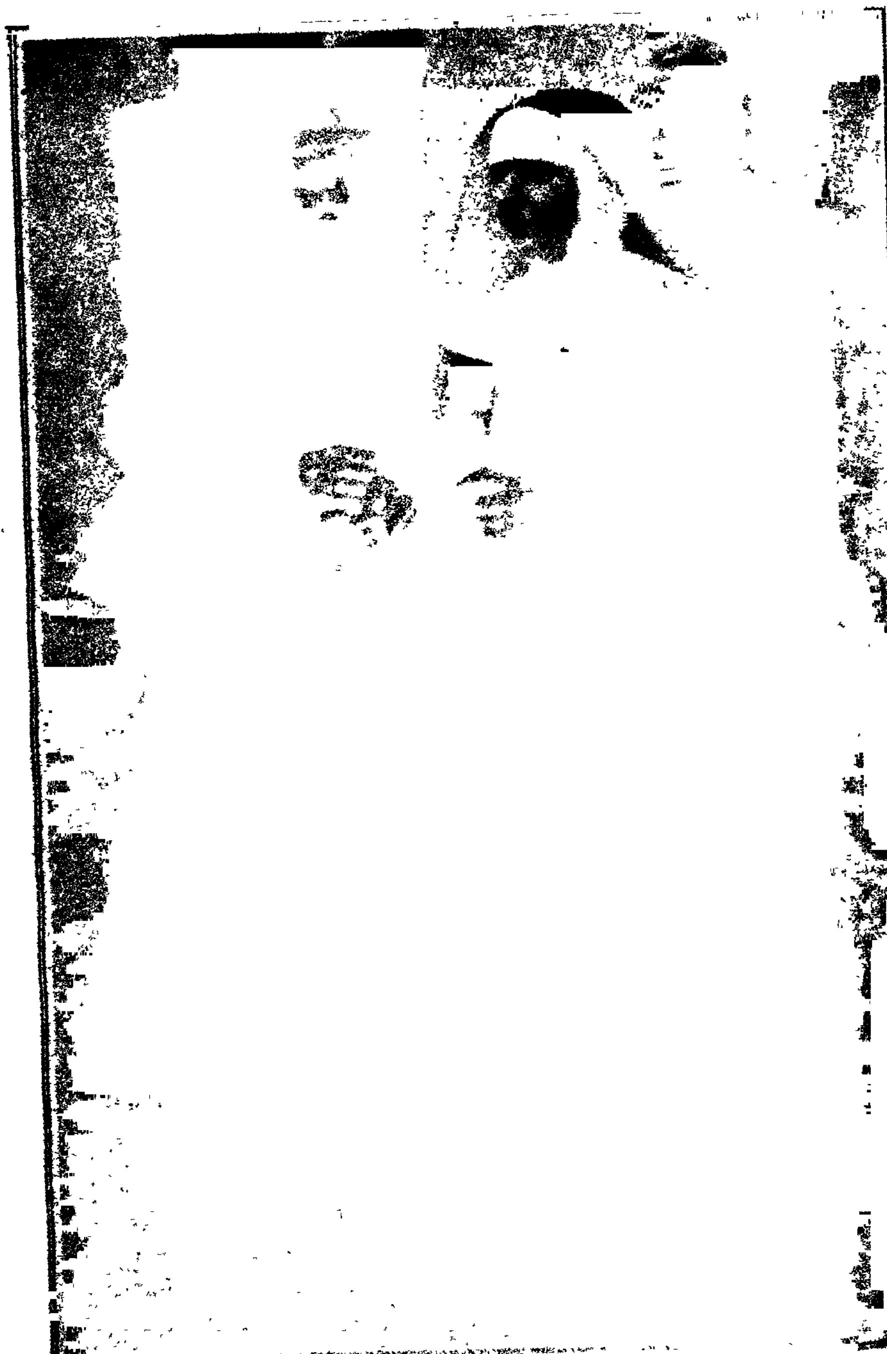
یورپ کی پچھلی ڈاک کے اخبارات سے معلوم هوتا ہے که بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کی لڑکی تھریسا نیومین نامی کی نسبت هزاروں لاکھوں انسانوں کا اعتقاد ہے که وہ ایک مسیحی معجزه کے اعلان کے لیے بھیجی گئی ہے - دور دور سے لوگ اُس کی زیارت کے لیے آتے هیں ' اور یقین کرتے هیں که اُس کی زیارت سے اور اس کا دامن چھو لینے سے هر طرح کی بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے !

یه " مسیحی معجزه " کیا ہے ؟



تھریسا بے هوشی کی حالت میں

بیان کیا جاتا ہے که تھوڑے تھوڑے وقفه کے بعد یه لڑکی بے هوش هو جایا کرتی ہے - اور بے هوشی کی حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑجاتے هیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بھی جاری هو جاتا ہے - جب هوش میں واپس آتی ہے ' تو صلیبی نشان معدوم هو جاتے هیں ' اور خون کا بہنا بھی بند هو جاتا ہے - اخبارات کا بیان ہے که نه صرف علاقه کے پادریوں نے بلکه سرکاری افسروں نے بھی بے هوشی کی حالت میں اِس لڑکی کا معائنه کیا ہے ' اور سب متفقه طور پر تصدیق کرتے هیں که صلیب کے نشان جسم پر نمایاں هو جاتے هیں - عجب نہیں یه لڑکی هسٹریا یعنی اختناق الرحم کی کسی غیر معروف قسم میں مبتلا هو -



بائیں جانب تھریسا ہے - دهنی جانب ایک راهبه ہے ' جو اُسے گرجا لے جا رهی ہے !

بالشویک روس کی عدالت

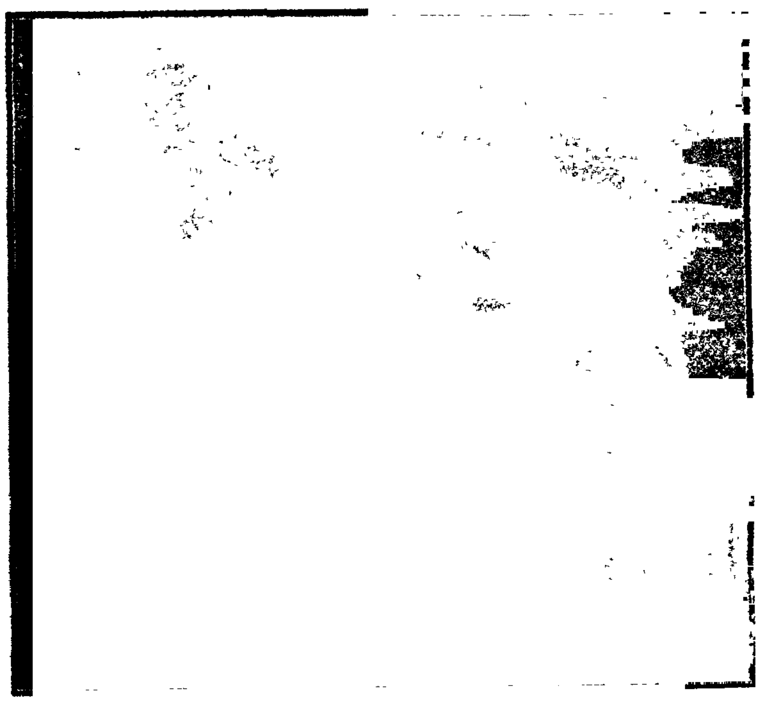
جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھ رہی ہے !



ابھي تھوڑا عرصه ھوا ' خبر آئي تھي که حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا ھے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یه مرقع اسي مقدمه سے تعلق رکھتا ھے - اور گریفک لندن کے نامه نگار نے موسکو سے بھیجا ھے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میله کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمه " سرمایه داري " کا طیار کیا تھا جو ایک موٹر کار پر نصب تھا اور تمام قصبوں اور قریوں میں اسکي نمایش کي گئي تھي - یه مجسمه کره کا ایک ڈھانچا ھے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹھا ھوا ھے - کره سے مقصود تمام دنیا ھے ' اور انسان سے مقصود " سرمایه داري " کي طاقت ھے - گویا سرمایه داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضه میں کر رکھا ھے !



" سرمایه داري " کي همه گیري و عالم انگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی



(۱)

یه دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربه پیش کرتي ھیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وہ نیا انکشاف ھے جس کے ذریعه دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي ھے - امریکه میں اس کا تجربه نہایت تیزي سے ترقي کر رہا ھے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتھه لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر ھے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصله پر تھي - تصویر نمبر ۲ بھي ایک ایسي ھي تصویر ھے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي ھوي ھے - یه تجربه جب پوري طرح کامیاب ھو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعه دنیا کے ھر حصه کي صدائیں سن لي جا سکتي ھیں اسی طرح ھر منظر اور وجود کی تصویر بھی به آسانی کھینچ لی جائیگی !



(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قید خانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

"آج بچّوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمہارے خطوں کے جواب بھیجے تھے۔ معلوم ہوتا ہے نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استانبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ کو اور محمود پاشا اور نوری پاشا کو علیحدہ علیحدہ حجروں میں قید کر دیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے سلطان عبدالعزیز نے خودکشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہے۔ اور یہ کہ خود میں خیرالدین آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں۔ بیان کیا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد مصطفےٰ جزائری، سلطان عبدالعزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ تینوں شخص، عبدالعزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبدالعزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان مارے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کر لینا پڑا کہ قتل کی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ مگر چونکہ سلطان عبدالحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھا، اس لئے عدالت نے ۱۱ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر ظالمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی جلا وطن بھیجدئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر دوسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور طفل تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہونچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہے۔ میری جلا وطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہو گئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہے کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئے، مگر افسوس ہے کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ رُوڈس یا عکّا کو جلا وطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کُرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دُنیا سے مجھے نفرت ہو گئی ہے اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عزالدین" پر سوار کر دیئے گئے۔ کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتارے گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہونچا۔ ہمارے کمرے پائخانوں کے قریب تھے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہو گئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہے مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کر دیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علیحدہ علیحدہ کوٹھریوں کے اندر قید کر دیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اٹھ گئی ہے کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہونچا کہ یہ لوگ دلیری ہم جلا وطن ہیں۔ اندیشہ ہے بھاگ جائیں گے۔ نہایت سختی سے نگرانی ہونی چاہئیے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشندانوں کو بھی بند کرا دیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دیگئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کر سکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہو گئی ہے یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہے، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہے۔ اگر یہی جرم ہے، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم و الم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہے۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کر چکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہے؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کر لوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے یہ اُسی کا سامان کر دیا ہے!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کر دوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمد للہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کر لیا ہے۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ، یہد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنے رب پر متوکل ہو گیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دیا ہے۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہے، تو وہ تمھاری اور بچّوں کی جدائی کا ہے۔ خداوند جل وعلا سے دعا ہے ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے تم کو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ ... کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے منیجر کے پاس چھوڑ آیا تھا اُن میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کر دی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں اُن کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خاتون کے پاس رہی، تو مجھے لکھنا [illegible]

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۱)

(هندوستان کا رقبه)

ملک	رقبه ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
استریلیا	۱،۹۰،۳۶،۶۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمني	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هندوستان ' جرمن شهنشاهي سے ۷ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیاده بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیهات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبه ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقه ' تهانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبه ۴،۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان کي دس میں نو حصه آبادي دیهاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکهه دیهات هیں - اس کے معنے یه هے که اگر کوئي آدمي هر قریه میں صرف ایک دن تهرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکهه سے زیاده آبادي رکهنے والے ۳۱ شهر هیں -

(هندوستان کي آبادي)

کل دنیا	۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۶۱،۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۱۰،۸۱،۹۵۴
جرمني	۵،۱۸،۷۰،۷۲۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اتلي	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویت روس	۱۳،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۳،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدۂ امریکه	۱۱،۲۷،۸۶،۰۰۰

هندوستان کي آبادي ' دنیا کي مجموعي آبادي کا پانچوا حصه هے -

هندوستان کي آبادي ولایات متحده کي آبادي سے ۳ گنا زیاده هے -

هندوستان کي آبادي فرانس کي آبادي سے ۸ گنا زیاده هے -

صرف مدراس اور میسور کي آبادي ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي کي آبادي ' اسپین اور پرتگال کي مجموعي آبادي سے زیاده هے -

هندوستان میں هر مربع میل کي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان کي آبادي دیکهنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانه درکار هوگا !

(دنیا کي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا کي آبادي : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاه فام	۲۴،۳۰،۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستانی	۳۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
تیوٹانک	۲۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوي	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطیني	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یوناني	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایراني	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یهودي	۱،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطي	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپاني	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسي ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولي	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیره	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماگائر	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامي	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمي	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتي	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شائع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ فرانس کے اخبار "طان" ٹمس کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُس نے بذریعہ تار، لندن کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

طائف۔ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"۔ ۔ ۔ ۔ قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل و عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہے:

لا یغرن امرأ عیشہ   کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہے۔ بلکہ ایک پل ہے جس پر سے انسان گزر جاتا ہے۔ زندگی کی حرص و طمع، لاحاصل ہے۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ان میں اکثر قید خانوں ہی میں مرے۔ امام ابو حنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہے۔

میری حالت اس وقت یہ ہے کہ ہر لمحہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہے۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیس میں ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اب مجھے ہر لمحۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہئے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہئے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہے۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہے لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کر سکتا، لہذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ میں یہاں دور سے ہی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بے صبری سے آپ کے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قید خانۂ طائف۔ ۱۹ شوال ۱۳۳۵ھ

(۸)

نعیمہ خانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں۔ اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا گردن میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی نو مشق ہے۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والیٔ مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آ رہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کر دیا اور ہمارے نوکر بھی علیحدہ کر دیئے گئے۔ میں بستر مرگ پر تھا کہ ایک افسر نے آکر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ لہذا بازار سے کوئی چیز نہ خرید سکو گے" ہمارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قید خانہ کے برتنوں میں کھاؤ پیو اور انھیں بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑیگا! پھر اُس نے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمد للہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دیئے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور ڈیڑھ برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ انھیں بھی نکال دیا گیا۔ اس وقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد مر جائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جا رہی ہے کیونکہ حکومت کو شبہ ہے کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہے، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہو گئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہو گیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیج دیا تھا تاکہ آستانہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہے۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہے۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہے۔ روپیہ اس لئے بیکار ہے کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دُھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہنتا ہوں۔ اس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہے وہ صرف شوربا ہے۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہے اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہو گئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہے۔ دیکھنا چاہئے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہے۔"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ رجادی الاخر ۱۳۳۵ھ

(۹)

نعیمہ خانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہو چکا ہے اور سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہے) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے ابتک اُنھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ۴ دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر اُسکے ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اقرار کر لیا ہے کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آ رہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔

چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے محمد بک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موت یقینی ہے۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے امید ہے یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ لے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ خانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ رجب ۱۳۳۶ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کر کے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیج دینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لمحہ خداوند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو فقراء پر دس پونڈ خیرات کر دینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا ہو تو سمرنا سے روپیہ طلب کر لینا۔ فوراً آ جائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہے۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ والسلام

---

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچّوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہو۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم، قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمّہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میں اور محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ اُنھیں کپڑے بھی بنا دئے ہیں۔ ہمیں قیدخانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ اِن حالات کی بناپر، ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقاء میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں۔ اُنھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت ابھی ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اُن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند غریبوں کی دست گیری کرتے ہیں لیکن یہاں اِن مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ۵۰ پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اِس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کرینگے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار"

مدحت

قلعہ طائف کا قیدخانہ

۲۵ راگست ۱۹۸ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں غافل سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ۴ توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قیدخانے میں قیدی بنے چلے آ رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ اِس شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اِس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُسپر ڈال دی جسمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اِس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بوڑھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اِس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمت گار ہم کو علٰحدہ کر دئے گئے ہیں۔ حال میں آستانہ سے عمر بک نام ایک شخص خاص اِس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کر دے۔ اِس شخص کی عمر، زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا مزید مقبولیت اِس ذریعے سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیرالدافندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہوگے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ اِن کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو"۔ چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلاکر کہا "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مر جائیں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اِس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہو جائیں"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپر اُنھیں بھی سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اِس طرح دین اور دُنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

ہم ڈیڑھ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اِس دُنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اِس طرح قفص میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے، تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کر دے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قیدخانۂ طائف ۵ محرم ۱۳۰۱ھ

(۵)

والیٔ حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالہ دار محمد بک کے نام جو خط لکھا ہے، اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اِس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اِس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ بظاہر آپ کو یقین ہے کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہذا میں مجبور ہو گیا ہوں کہ حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ ... سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کتنے ہی بدنصیب نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

اجانب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اِس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ اِدھر اُدھر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی ازواج، اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دئے گئے ہیں، اور ایک قفص میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون، کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ نئی تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں سے خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اِس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبۂ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کر کے لے گئے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سنتا تھا مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اِس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر پر چھوڑتا ہوں۔ اگر تم مجھے اِس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر رہ چکا ہوں۔ لیکن اِس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز سلوک کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور تم ہماری زبانیں بند کر دوگے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمپر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اِس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اِس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے لیکن تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دارالحکومت میں مجھ سے کی تھی تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ برتاؤ اِن صفات کے مطابق ہے؟

قیدخانہ طائف ۱۰ صفر ۱۳۰۱ھ

(۶)

نعیمہ آنم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندوستان یا ...

سارے بنگال اور کرناٹک کے عظیم خزانوں کی لوٹ سے شروع ہوئی جنگ پاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی (ڈیگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کر لی گئی تھی ... قدیم زمانوں میں معمولی ظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت بننے والی نہ تھی یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔

(لارڈ کلائیو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالامال خزانے، کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدئے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ ضرور کروڑوں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (بروکس آدم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کر دی (برک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوئی ہے ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت ۱۸۱۳ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعوی کیا جاسکتا ہے کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جاچکا تھا۔ (میجر ونگیٹ)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۸۰ کروڑ روپیہ دے چکا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۱۳ ارب روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہے۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار فقیروں کو روٹی مل رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور بااثر بنا رہا ہے۔ تمام اعلیٰ خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کر کے، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے اگرچہ ہمیں اس کے لئے بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار رہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اُڑنے نہیں دیں گے!

(میجر ونگیٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہے کرۂ زمین پر ہمیں ایسا عظیم الشان جزیرہ بنا دیا ہے جیسا جاپان کو اُس کے جزائر نے ہم کو ایسی سلطنت ہوگئے ہیں جیسی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکرگزار رہنا چاہیے۔

(سر جارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہئے۔
(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق فنا ہوگئی اور ملک برباد کر ڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کر ڈالا ہے۔
(فرانسس براؤن: سیلکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۱۳ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کر دیتا ہے۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پُرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریویس ۱۹۲۰ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہے؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں شکستہ روح، پست دماغ، خستہ حال غریب رعیت کی ایک ہی آرزو رہ گئی ہے کہ آئندہ فصل پکنے تک وہ بھوکوں نہ مرجائے۔ (دی تھری پریسیڈینسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہو رہی ہے کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہے۔ عیش و عشرت تو در کنار، ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کرسکتا ہے"
(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگا کر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ (مسٹر شور)

---

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی روئی سے ۴ میل سے بھی زیادہ لمبا سوت طیار کرسکتی ہیں۔ (جیمس ٹیلر)

وہ انگریزی جلاہی تھا جسنے چرخہ ہلاک کر دیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کر دیا۔ اُسنے اس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہوگیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سوت کا دست نگر ہوگیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہوکر ۵۲۰۰ گنا ہوگئی! (کارل مارکس: برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہے ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں۔ باوجود موجودہ زمانہ کی تمام لفاظیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہے جسے ان لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہم تجارتی منفعت

کیلئے تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑ دیں تو ہماری تجارت ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہنچے گا کہ لنکاشائر کے ایک کروڑ لاکھ آدمی بھوکوں مرجائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہے"! بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر رائٹ ۱۹۳۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۵،۰۰،۰۰،۰۰۰ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ ۱۸۸۰ء)

۱۷۶۰ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرخیز ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات ۱۸۳۲ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگادیا ہے کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلو۔ ہنٹر ۱۸۶۸ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دوہری مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کر ڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں جنگل، بارش پیدا کرتے ہیں اور موسم کا آتار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہے جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ (ایضاً)

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۴)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۳۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔

(ایضاً)

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈفو)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان ابتک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پُرانے حکمران رفاہ عامہ کی صنعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے آج زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہوسکتی تھی۔ (دی تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کرسکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان آسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ ہوگا۔ ۱۸۰۳ء" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو چھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کرکے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔" (پاکٹر ولڈویل ۱۶۲۳ء)

"پادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں، نگار خانۂ چین ہو رہے تھے، محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُسمیں صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور وہ عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینی)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی بہت پرمنفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے وہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لامتناہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے" (کلایو کے خطوط ۱۷۶۶ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴–۱۶۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جے ٹیلر)

"شہر ڈھاکہ میں ۵۲ بازار اور ۵۳ سڑکیں تھیں (〃)

شہر مرشدآباد اس قدر دلچسپ اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کرسکتے ہیں"

(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلایو کی شہادت ۱۷۷۲ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لانبی، تین سو میل چوڑی اور دنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کرور جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے یہی نہیں بلکہ اس سے دوگنی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاؤ ۱۷۸۱ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امرار دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (۱۸۰۳ء)

"پبلک کو ہر طرح پریشان کرکے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں وہ دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلا وطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔"

(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال ۱۸۰۱ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہوجاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی... اس صورت حال سے موجودہ زمانے کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑلیسہ کی نظامت تمھارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہوگئے ہیں؟" (دیو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سرجان میلکم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جس میں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

....

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

....

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا.... (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہوجائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہوجائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُسپر فاتحانہ حکمرانی نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہوجائیں گے" (〃)

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی ۱۷۶۰ء میں پڑی تھی۔" (مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی مالک مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احرارِ اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا "تو نے خدا کی نعمت کا کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیر المومنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہو گیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آباء و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا پھر خدا نے تمہاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمہیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حقدار تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفر مندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا جنت ہے۔ تمہاری انتہا دوزخ ہے!"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے، بے اختیار پکار اٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر۔"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپائے رہ۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص نسب رکھتا ہے نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے۔"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں۔"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ تم حکم سے زیادہ سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو۔"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے، حالانکہ تیری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی:

نحن جزیناکم بیوم بدر — والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کے شعلے رکھتی ہے۔

ماکان من عتبۃ لی من صبر — ولا اخی وعمی وبکری

عتبہ (میرا باپ) تھا مجھ سے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ میرا بیٹا، چچا، بھائی، خسر، انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری — شفیت نفسی وقضیت نذری

اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کردی۔

فشکر وحشی علیّ عمری — حتی تغیب اعظمی فی قبری

وحشی کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر — خزیت فی بدر وغیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر — بالہاشمین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری — حمزۃ لیثی وعلیّ صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹتے۔ حمزہ میرا شیر ہے اور علی میرا باز ہے۔

ہتک وحشی حجاب الستر — ما للبغایا بعدہا من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمہارا برا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمہیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں۔"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس نہ کرو۔"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کردوں گی۔"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے۔"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمہاری خاطر ہمیشہ منظور ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا،

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے۔"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا۔ "علی، امانت ادا کرتا تھا۔ خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دیا۔ [illegible] کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کر کے بیان کر دئیے ہیں۔ مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے برابر بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دئیے ہیں۔ مگر افسوس تمہاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے دانت ٹوٹیں اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہے!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھے:

الا یا عین ویحک اسعدینا — الا وابکی امیر المومنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیر المومنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا — وفارسہا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

ومن لبس النعال او احتذاہا — ومن قرأ المثانی والمئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین — رائیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا — وحسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں، واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا — بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدیئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمہاری مدد کرے گا۔"



ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی دریا پروری کا خوب نقل اُتاری ہے۔ یہ بھی کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس نقالی میں وہ اپنے پیش رُو ستاری حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (")

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل وحرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل وحرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ اُنھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہاز رانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مدمقابل ہوجاتے اور وہ نفع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طرق مواصلات اور نقل وحرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سدراہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں تیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلوبک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستان کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر بیٹلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے حد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچے گا۔ (سر چارلس ایلٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقاء کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے! میں بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈر برن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گلہ کے باہر جاتی ہے۔
(بلو بک ۱۸۸۵ء)

۱۸۸۳ء میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۵۷۰۶،۴۹،۰۸ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱،۱۸،۹۶،۳۷۱ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی ۱۸۸۳ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	" "	۶۵ "
دال چنا:	" "	۵۵ "
دال اَرہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	" "	۵۵ "

(سرکاری اعداد وشمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں جل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔
(ایچ، ڈبلو، بیلو سینیٹری کمشنر پنجاب کا خط ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (" ")

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	گیہوں	سرسوں کا تیل
۱۸۳۸ء	۲ من ۳۰ سیر	۲ من ۲۰ سیر	۱۲ سیر
۱۸۵۰ء	۲ من ۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۱۰ سیر
۱۸۵۵ء	۱ من ۳۰ سیر	۱ من ۲۵ سیر	½۸ سیر
۱۸۶۲ء	۱ من ۵ سیر	۱ من ۵ سیر	۷ سیر
۱۸۷۵ء	۳۰ سیر	۳۲ سیر	۶ سیر
۱۸۸۵ء	۱۵ سیر	۱۸ سیر	۵ سیر
۱۸۹۰ء	۱۲ سیر	۱۱ سیر	½۴ سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے اسی غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے (لفٹنٹ میکارتین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا پکاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (")

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں ۲ کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (")

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جدوجہد کررہے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوششیں اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی بلا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات حسب ذیل ہے

ہر منٹ میں	۲۳	جوان
" "	۴	بچے
" "	۲	دق میں
" "	[illegible]	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	" "
۲۰۰	مائیں	" "

(سرکاری اعداد وشمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔ (ڈاکٹر مین لی پیچ)

شرح آمدنی

امریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ
فرانس	"	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	"	۶ " ۶ "
جاپان	"	۴ " ۱۱ "
ہندوستان	"	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت ۱۹۲۹ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سر ڈی، ہملٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو"، کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہئے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔
(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ" ایشیاٹک جرنل ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائے گا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم اب تک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔
(سر ایل، اسمتھ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ سومنات کے پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔
(لارڈ ایلنبرو ۱۸۴۳ء)

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشو و ارتقا پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے ازسرنو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تیس چالیس علمار فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہار خیال کرچکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کردیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہوجائیگا کہ بحالات موجودہ ڈاروِن کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کردیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:۔

سر آرتھر کا خطبہ

"۵۵ برس ہوئے کہ نشوء انسانی کی تاریخ، عالم وجود میں آئی۔ آج میرا موضوع بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈاروِن نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈاروِن کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوالئے۔ تقریباً ۶۶ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہور ترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پرانا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فیلسوف نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کرکے اپنے موجودہ درجے تک پہنچا ہے۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ چھڑ جانے کی امید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشو و ارتقاء کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اسپر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کردیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توراۃ کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیان توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کررہا تھا، سر رچرڈ کی پشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دنیا نے تسلیم کرلیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انٹروپوئیڈ" ہے۔

اصل انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقل ا[illegible] یہ نظریہ (نظریۂ نشو) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج یہ حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروِن کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کردینگے۔

نظریۂ نشوء انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروِن کا دنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروِن اپنی کتاب "اصل انواع" تصنیف کررہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کردیا۔ ڈاروِن نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کردی تھی۔ کامل ۲۰ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلان جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اُڑا ہوا تھا۔ ڈاروِن نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسل انسان" شایع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہوکر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈاروِن کے قدم ایسے گڑگئے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے۔ آج ۶۵ برس گزرچکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہوچکے ہیں مگر ڈاروِن اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و راسخ ہے۔ اور ہمیشہ یونہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یونہی سربلند رہیگا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروِن کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسان کے آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد پلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطح زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علمار کی تحقیقات عہد پلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروِن کی وفات سے دش برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام پتھکانتھروپس یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوء انسانی پر ڈاروِن کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسل انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشو و ارتقار اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروِن سمجھتا تھا۔ پہلے علمار خیال کرتے تھے کہ ارتقار، کامل طور پر ہوا ہے۔ یعنی جسم انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقار، نہایت غیر منتظم طور پر مختلف موثرات کے ماتحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقار کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہوچکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضار میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کرکے انسان کی عضویت بنتا گیا بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضار ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہوجاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوجائیگی:

ڈاروِن کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈاؤن (یہی ڈاروِن کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک بکھری ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علمار کے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دونوں چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنھیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرجاتے ہیں اور بعض پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارتقار کی یہی نا[illegible] موجودہ انسان میں بھی واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی۔

مطبوعات الهــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

س سلسله میں هم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجه کی
لند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا
مط عه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے
نہایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب
هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۂ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

عروۃ الوثقیٰ ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الائمه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صحیفۂ سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' طائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهــلال بك ایــجنسى

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین
اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال
فی
مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تھي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید لیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاف نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البــلاغ پریس"

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انه

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱ — کلکتہ : جمعہ ۱۵ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ ہجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی . طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای . پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین . آپ ان دونون مین سی جسی چاہین! پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی . ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول ہوی ہین . تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکہ نستعلیق ہون	۱۵۰
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی. اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی. آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الہلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	-	-	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۳۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۹۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئي	۱۹۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو ، پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بهار اوڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطاني هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے مرد	دیوانے عورتیں	بهرے گونگے مرد	بهرے گونگے عورتیں	اندھے مرد	اندھے عورتیں	کوڑھي مرد	کوڑھي عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۹۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو ، پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۶۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بهار اوڑیسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي ، پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۳۷۴۷	۳۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان میں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۶۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي	۱۵۱۳۹
۵ برس سے ۱۰ برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰ » ۱۵ »	۲۷۹۱۲۴
۱۵ » ۲۰ »	۵۱۷۸۹۸
۲۰ » ۲۵ »	۹۶۶۶۱۷
۲۵ » ۳۰ »	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰ » ۳۵ »	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵ » ۴۰ »	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

	آبادي سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۹٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۱٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۹٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۹٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)

(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی ' عمرانی ' اور اقتصادی لحاظ سے هندوستان کی موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۲)

(برطانی شهنشاهی کی قومیں)

(مجموعی آبادی ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستانی	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسی	۱۰۰۰۰۰
یهودی	۱۰۸۴۰۰۰
دوسری قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یوروپین)

برطانی' فرانسیسی' کنیڈی ' بوئر' وغیره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستانی	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسی	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمی	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چینی	۲۳۰۸۰۰۰
تبتی	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
دیسی امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کی آبادی هر مربع میل کے حساب کے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمنی	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحدۂ امریکا	۳۱

(هندوستان کی آبادی مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسی	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائی	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودی	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کی آبادی جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستانی صوبوں کی آبادی	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئی	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپی	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۳۸۳۲۳
صوبۂ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدی	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کی آبادی زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستانی	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالی	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹی	۱۸۷۹۷۸۳۱
ٹامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابی	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستانی	۱۲۶۸۰۵۹۲
کناری	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتی	۹۵۵۱۹۹۲
برمی	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولی جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کی مجموعی تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کی مجموعی تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

هو سکتي جبتک کہ مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مہارت حاصل نہ کریں - چنانچہ سنہ ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنتس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد هوئي ' اور اُس نے فیصلہ کیا کہ فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي باضابطہ تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسۂ طب)

اِس سے پہلے مونپلیہ (فرانس) میں ایک طبي مدرسہ سنہ ۱۲۲۰ع میں قائم هوچکا تھا - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تھا - عربي زبان کي باقاعدہ تعلیم هوتي تھي تاکہ طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر هو سکے - سنہ ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کي پہلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم هوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں آئي -

(اسلامي فلسفہ اور مسیحي کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاهوں کي کثرت هوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بہت عام هوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کھانے لگي تھي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زهر ' وغیرہ حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تھیں - اِس لیے وہ طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانیف کے درس و مطالعہ سے روکتے تھے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یہ مخالفت زیادہ کار آمد نہیں هوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي هي کرتا گیا - چنانچہ اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلدادہ هوگئے تھے کہ اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاهتے تھے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نہیں جاتي تھي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا هجوم رهتا تھا -

(شاہ سسلي اور شریف ادریسي)

اِن امراء میں رچرڈ دوم شاہ سسلي بہت زیادہ مشہور هے - یہي وہ بادشاہ هے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کرہ نذر کیا تھا - اِس میں زمین کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکھائي گئي تھیں - نیز اِسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشہور کتاب " نزهۃ المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تھي - ادریسي نے اِس بادشاہ کي بہت تعریف لکھي هے ' اور اُسے روم کے بادشاہ سے زیادہ عادل اور نیک بتایا هے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکھا هے کہ " بادشاہ نے ادریسي کو طلب کرکے کہا تھا - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاهتا هوں نہ کہ صرف کتابوں میں لکھے هوئے حالات - چنانچہ ادریسي کے مشورہ سے بادشاہ نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاهدے کے لیے بھیجے - هر ایک کے ساتھ ایک مصور بھي کردیا تھا ' تا کہ هر جگہ کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یہ تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع هوتے رهے ' یہاں تک کہ بادشاہ کي آرزو پوري هوگئي " نیز صفدي نے لکھا هے کہ بادشاہ ' ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تھا - حتي کہ اُسے اجازت دے رکھي تھي کہ وہ اپني سواري هي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود بادشاہ کے ساتھ تخت پر بیٹھے !



سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکھي

(سب سے پہلا مطبوعہ قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بھي عربي زبان سے بہت محبت تھي - فرڈریک دوم (جو چھٹي صلیبي کا سپہ سالار تھا) عربي میں پوري طرح ماهر تھا - اِسي قدر نہیں بلکہ مطبع کي ایجاد کے بعد هي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بھي شروع کردي - بحر ادریاٹک پر پہلا مطبع شہر رانو میں قائم هوا (سنہ ۱۶۲۴) یہ مطبع خاندان منڈیسیس نے قائم کیا تھا - اِس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چھاپي گئي تھیں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاهوں میں اُس وقت عرب اساتذہ درس دیتے تھے - واقعہ یہ هے کہ یورپ میں سب سے پہلے اٹلي هي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائدہ اُٹھایا - لاطیني زبان میں بہت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیرہ کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمہ هوئیں - گروڈو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیادہ علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تھیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود هیں - مگر یہ ترجمے موجود هیں -

(پادریوں کا مدرسہ)

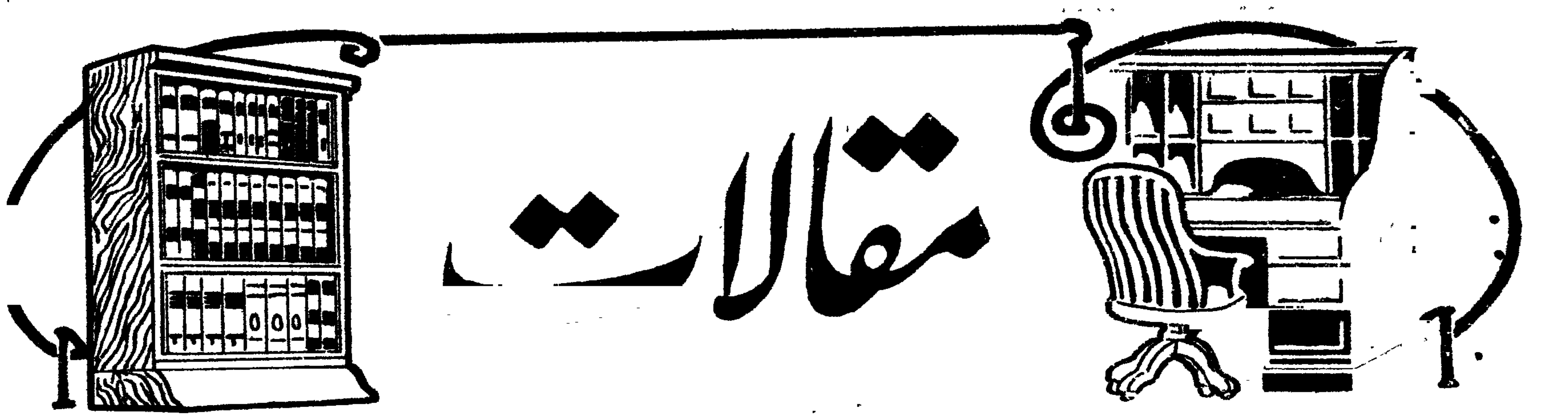
سنہ ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوري سیزدهم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا - اِس مدرسہ نے عربي زبان کي بہت خدمت کي - اِس کے تعلیم یافتہ لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیهوني ' ابراهیم حلاقاني ' سمعان سمعاني بھي تھے - اُنھوں نے بہت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمہ کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یہ عجیب بات هے کہ اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بہت کم دلچسپي لي - حالانکہ اسپین میں کامل آٹھ سو برس تک عربي تمدن قائم رهچکا تھا - عربي عہد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تھي - خود اسپیني امراء بھي عربي سیکھنے اور بولنے کو باعث فخر سمجھتے تھے - مگر پھر بھي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نہیں هوا - مسیحي اسپین میں پہلا عربي مدرسہ طلیطلہ میں قائم هوا - یہ گیارهویں صدي مسیحي کے



ایٹین کاٹرمییر
جسنے مقدمہ ابن خلدون شائع کیا



مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اهل یورپ کے علائق)

عربوں کا اهل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع هوتا هے ' جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومي مقبوضات پر فاتحانه اقدام کیا تها - اسپین اور پرتگال کي فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پهنچا دیا - پهر جب دوسري ' تیسري ' اور چوتهي صدي هجري میں بنو امیه نے اپني خلافت اندلس میں قائم کرلي ' تو یورپ سے تعلقات اور بهي زیاده هوگیے - تیسري صدي میں جزیرۂ سسلي کي فتح اور جنوبي اٹلي میں عربي اثر نے یه تعلقات اور زیاده وسیع کردیے -

اِس کے بعد صلیبي جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نهایت سخت هوگیا - اهل یورپ مشرق کا تمدن ' اخلاق ' اور علوم دیکهه کر دنگ هوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتهه ' تمدني ' علمي ' اخلاقي فوائد بهي بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبي مجاهدین نے عربي زبان کي باقاعده تحصیل کي - اُن کے متعدد امراء اور سپه سالار عربي زبان اور عربي تمدن کے دل سے حامي هوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمي اثر)

یورپ میں عربي زبان اور تمدن کي مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے هوچکا تها - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامي اسپین میں آتے تهے اور مسلمان اساتذه سے تعلیم حاصل کرتے تهے - خود پوپ سلوسٹر دوم ' جو سنه ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پهنچا ' عربوں کا شاگرد تها - اِس نے قرطبه اور اشبیلیه میں مسلمان علماء سے ریاضي ' هیئت ' اور جغرافیه کي تعلیم حاصل کي تهي - اِسي طرح شاه لیون اور اسٹوریا نے بهي قرطبه میں علم طب حاصل کیا تها -

والٹیر کا بیان هے که قدیم زمانے میں تمام یورپین پادشاه ' عرب اور اُن کے شاگرد یهودي اطباء اپنے درباروں میں رکهتے تهے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسي ممالک کے بکثرت مسیحي باشندے بهي عربي زبان کي تحصیل کرتے تهے ' تا که عربي سلطنت میں ملازمت حاصل کر سکیں یا عربي ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحي تبلیغ اور عربي زبان)

چودهویں صدي کے اوائل میں عربي زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمي پیدا هوگئي - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رهبانیت کا ایک نیا نظام جاري کیا تاکه ایشیا ' افریقا ' اسپین اور سسلي کے غیر مسیحي باشندوں میں مسیحیت کي تبلیغ کي جائے - لیکن تجربے سے معلوم هوگیا که اِس مقصد میں کامیابي نهیں

(برطاني هندوستان میں شرح پیدائش و موت سنه ۱۹۲۴ ع)

صوبه	آبادي	تناسب پیدائش	مجموعي تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعي تعداد اموات	بخار سے	هیضه سے	چیچک سے	تنفس کي بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴٫۹	۱۴،۳۰،۸۵۸	۲۴٫۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰،۰۶،۰۴۳	۳،۲۴،۲۵۶	۵۱،۹۷۱	۱۸،۸۱۰	۶۴،۷۸۲
بمبئي	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶	۶،۷۹،۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵،۲۹،۵۷۶	۲،۱۴،۵۶۳	۸،۲۳۶	۱۱،۱۵۲	۲۸،۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳،۷۰،۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۹	۱۲،۰۳،۲۴۱	۹،۱۲،۴۰۳	۴۸،۵۱۴	۵،۵۶۷	۲۶،۶۴۹
یو ' پي	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵،۷۳،۸۱۰	۲۸٫۳۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲،۸۳،۸۷۲	۹،۴۷،۸۰۷	۶۷،۰۰۰	۲،۷۲۴	۲۷،۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸،۲۱،۶۸۵	۴۳٫۴۳	۲۱۲٫۴۹	۸،۹۱،۰۲۶	۴،۵۲،۱۸۷	۳،۳۵۱	۴،۰۴۰	۵۴،۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲،۹۳،۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲،۳۳،۱۶۴	۷۵،۲۸۸	۸،۰۸۳	۲،۵۰۱	۱۱،۰۹۸
بهار اڑیسه	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲،۱۴،۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹،۸۹،۷۶۳	۱،۱۰،۶۳۵	۷۷،۴۸۰	۶،۹۳۲	۶،۹۰۶
سي ' پي	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳،۱۴،۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴،۵۳،۳۶۲	۲،۴۰،۹۴۴	۹،۷۰۴	۹۷۸	۳۷،۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱٫۰۴	۲،۱۲،۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱،۸۷،۱۲۷	۱،۱۳،۱۹۸	۱۹،۱۸۲	۱،۶۴۷	۶،۷۰۸
کل برطاني هند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳،۱۷،۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸،۷۹،۲۸۶	۴۰،۰۷،۶۶۲	۲،۹۳،۷۰۷	۵۵،۳۸۰	۳،۳۳،۶۳۶

"کميونيزم" اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کميونسٹ)

تمام پچهلي سوسائٹيوں کي تعمير ' جيسا که بيان هوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باهمي دشمني کي بنيادوں پر هوئي تهي - ليکن کسي جماعت پر ظلم جاري رکهنے کيليے کم سے کم يه ضروري هے که اُسے اُن حالات کي ضمانت ديدي جائے ' جو اُسکا غلامانه وجود برقرار رکهه سکيں - قديم سوسائٹي ميں يه بات حاصل تهي ' چنانچه لگاني اساميوں نے جاگيرداري کے عهد هي ميں نيابتي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر ليا تها - ليکن موجوده سرمايه دار عهد ميں مزدوروں کا معامله اس سے بالکل مختلف هے - وه صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه بڑهنے اور اونچا هونے کي جگه اپنے معاشرتي حالات کے بهنور ميں اور بهي زياده غرق هوتے چلے جاتے هيں - حتى نان شبينه تک کو محتاج هوگئے هيں - انکي محتاجي کهيں ختم نهيں هوتي ' بلکه آبادي اور دولت کي ترقي سے بهي زياده تيزي کے ساتهه بڑه رهي هے !

بس يه بات صاف هے که اب سرمايه دار نه تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حيثيت برقرار رکهنے کي اهليت رکهتے هيں ' اور نه اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ايک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے هيں - اب وه حکومت کرنے کے قابل هي نه رهے - وه اپنے غلاموں کو انکے غلامانه وجود کي بهي ضمانت نهيں دے سکتے - اب سوسائٹي اس سرمايه دار طبقه کے ماتحت نهيں ره سکتي - کيونکه اسکا وجود سوسائٹي کيليے مفيد نهيں رها -

سرمايه دار طبقه اور سرمايه دار حکومت کي بنياد اُجرتي محنت پر هے ' اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باهمي مقابله پر هے - صنعت کي ترقي ' جسکا خود ساخته اور نا قابل مقابله ايجنٹ سرمايه دار هے ' مزدوروں کي باهمي پهوٹ کو ايک انقلابي اتحاد سے بدل رهي هے ' اور وه انجمنوں کي صورت ميں ظهور پذير هو رها هے -

لهذا موجوده صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه سرمايه دار طبقه کي وه بنياد بهي کٹ کٹ کر اسکے پيروں کے نيچے سے نکل رهي هے جسپر اسکي پيداوار اور تصرف کا نظام قائم هے - وه اسکي پيداوار هي هے جو اب سب سے زياده اسکي دشمني پر تل گئي هے اور اسکي لاش کيليے قبر کهود رهي هے - سرمايه داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح برابر درجه کي اٹل چيزيں هوگئي هيں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات ميں کوئي تاريخي تبديلي هوئي هے ' تو تمام املاکي رشتوں ميں بهي مسلسل تاريخي تبديلياں نما هوئي هيں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمايه دارانه ملکيت کي حمايت ميں جاگيردارانه ملکيت منسوخ کردي تهي -

کميونزم کي امتيازي خصوصيت عام ملکيت کي منسوخي نهيں هے ' بلکه صرف سرمايه دارانه ملکيت کي منسوخي هے - موجوده سرمايه دارانه ملکيت ايک انتهائي اور کامل ظهور هے پيداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتي اور باهمي تحزب پر مبني هے -

کميونسٹ اپنے نظريه کو صرف ايک جمله ميں بيان کر سکتے هيں - " سرمايه دارانه نهج کي ملکيت کي منسوخي "

هم کميونسٹوں کو ملامت کي جاتي هے که هم شخصي ملکيت منسوخ کر ديني چاهتے هيں جو محنت سے حاصل کي گئي هے ' اور جسکے متعلق دعوى کيا جاتا هے که شخصي آزادي ' جماعتي جد جهد ' اور قومي خود مختاري کي بنياد هے -

" بڑي دشواري سے حاصل کي هوئي ' خود کمائي هوئي ' خود جمع کي هوئي ملکيت ! " کيا اِس قول سے تمهارا مقصود چهوٹے چهوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکيت هے جو سرمايه دارانه ملکيت کا هيولى پيش کرتي هے ؟ همیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نهيں - صنعت کي ترقي نے خود هي اُسے منسوخ کرديا هے اور برابر کر رهي هے -

يا تمهارا مقصود موجوده سرمايه دارانه ملکيت هے ؟

کيا اجرتي محنت ' يعني مزدور کي محنت خود مزدور کيليے کوئي ملکيت پيدا کرتي هے ؟ هرگز نهيں - وه تو صرف " سرمايه " پيدا کرتي هے - يعني " ملکيت " پيدا کرتي هے جو اجرتي محنت سے فائده اٹهاتي هے ' اور صرف اسي حالت ميں بڑه سکتي هے جبکه اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر هوتي رهے - ملکيت اپني موجوده شکل ميں سرمايه اور اجرتي محنت کي باهمي نزاع پر قائم هے - آؤ هم اِس نزاع کے دونوں پهلوؤں کي جانچ کرليں !

سرمايه داري في نفسه کوئي شخصي پيداوار نهيں هے ' بلکه سرتاسر اجتماعي حيثيت رکهتي هے - کيونکه سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحده عمل سے وجود ميں آتي هے -

اسي طرح سرمايه بهي شخصي نهيں هے ' بلکه ايک اجتماعي طاقت کا نام هے -

لهذا جب سرمايه ' عام ملکيت کي صورت ميں بدل ديا جاتا هے ' يعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا ديا جاتا هے ' تو يه کهنا صحيح نهيں که شخصي ملکيت عام ملکيت بنا دي گئي - کيونکه يهاں شخصي ملکيت کا وجود هي نهيں تها - البته جو چيز بدلي جاتي هے ' وه ملکيت کي صرف معاشرتي حيثيت هے - يعني ملکيت سوسائٹي ميں اپني انفرادي طاقت کهو ديتي هے -

اب هم اجرتي محنت کا مسئله ليتے هيں :

اجرتي محنت کي اوسط شرح کم سے کم هے - يعني مزدور کو اتني رقم ملتي هے ' جس سے وه بمشکل اپني زندگي قائم رکهه سکتا هے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا هے ' وه اتني کم هوتي هے ' جس سے اسکي نهايت ساده زندگي کي ضمانت هو سکتي هے - هم کسي طرح بهي محنت کي پيداوار کا يه شخصي استعمال منسوخ کرنا نهيں چاهتے - ايسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کيليے نا گزير هے - البته هم اِس استعمال کي وه افسوسناک حيثيت ضرور مٹا ديني چاهتے هيں جسکي وجه سے مزدور صرف سرمايه بڑهانے کيليے زنده رهتے هيں ' اور صرف اتنے عرصه تک زنده رهتے هيں ' جبتک حکمران طبقه کے مفاد کو انکي ضرورت رهتي هے -

سرمايه دارانه سوسائٹي ميں همتشه ماضي ' حال پر حکومت کرتا هے - ليکن کميونسٹ سوسائٹي ميں حال ' ماضي پر حکمراں هوتا هے - سرمايه دارانه سوسائٹي ميں سرمايه ' آزاد اور مستقل



دوزي
جسنے قاموس کا نقشہ مرتب کیا

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ١٢٥٤ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربي لاطیني تعلیم گاہ بھي جاري ہوگئي ' مگر کوئي خاص ترقي نہ ہو سکي -

(عربي کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدي یا چودھویں صدي سے یورپین قوموں نے عربي کتابیں مشرقي ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لویس نہم شاہ فرانس نے سب سے پہلے عربي کتب خانے قائم کرنے کي رسم جاري کي - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبي جنگوں کے زمانے میں بعض یورپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ہیں ' جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں - لویس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھي اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدي کا ہے - اِس کے بعد لویس چہاردھم نے ایک آسٹرین عالم دو مشرقي ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدي کے وسط ھي میں یورپ میں عربي کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمي کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئي تھیں -

(یورپ میں عربي کتب خانے)

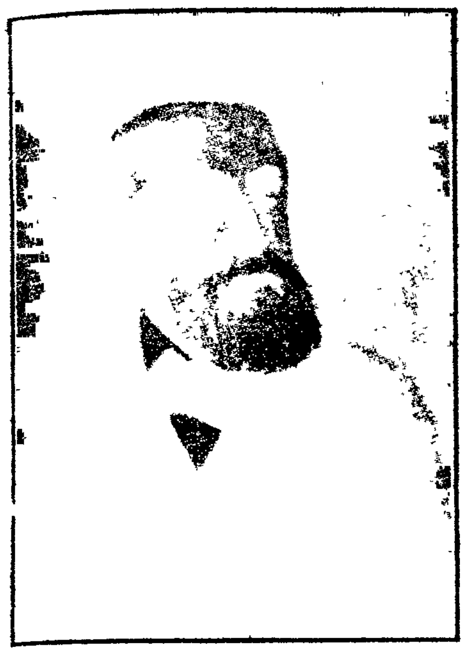
یورپ اور امریکا میں عربي کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ہیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں :

لینن گراڈ ' برلن ' پیرس ' لندن ' لیپزیک ' مونیخ ' وائنا ' لیڈن ' آکسفورڈ ' ایڈنبرا ' ڈبلن ' کیمبرج ' نیویارک ' شیکاگو ' کلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ہیں - ہرکتاب پر مفصل تقریظ لکھي گئي ہے - بعض فہرستیں عام ہیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقي کر رہے ہیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولي جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کي جاتي ہیں -

(عربي کي باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دیني تعصبات سے جب نجات ملي اور اُس کي جگہ ملک گیري کي ہوس نے لیلي ' تو عربوں اور دوسري مشرقي قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کي عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگي - چنانچہ اٹھارھویں صدي کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کي صورت اختیار کرلي ' اور اُسکي باضابطہ تعلیم وتدریس ہونے لگي -



ھرٹویک ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربي ادب و تاریخ کي شائع کیں

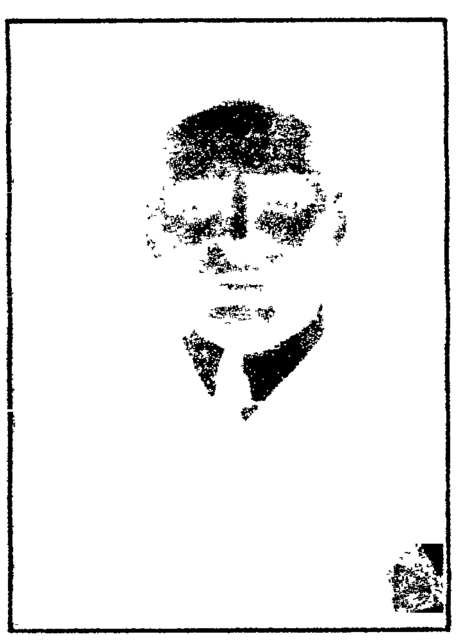
سب سے پہلے سنہ ١٧٥٣ ع میں آسٹریا نے مشرقي زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دي جاتي تھي - سنہ ١٧٩٥ع میں فرانس نے اِسي مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاري کي - سنہ ١٨٨٧ع میں جرمني نے اِس کي تقلید کي - اس کے بعد روس ' انگلستان ' اور اٹلي نے بھي ادھر توجہ کي - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدي سے یورپ کي ہر یونیورسٹي میں ' خصوصاً انگلستان ' جرمني ' اور ھالینڈ کي درس گاہوں میں عربي زبان داخل نصاب ہوچکي تھي -

(ائمۂ مستشرقین)

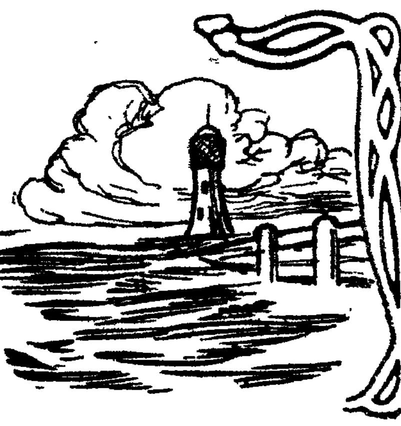
یورپ کو مشرقي زبانوں سے جو شغف رہا ہے ' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے ' جنھوں نے اپني پوري زندگي اِن علوم کے لیے وقف کردي ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقي زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن اوڈلف مشرق و مغرب کي ٢٥ زبانوں کا عالم تھا - سلوستر دي سلسي فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہي حال سوئٹزر لینڈ کے واں برسمي اور جرمن محقق ہومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزلي سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازي کرتا تھا ' گویا اُس کي مادري زبانیں ہیں - یہي حال ھنگرین پروفیسر ویمبري کا تھا - وہ ھنگرین ' ترکي ' عبراني ' اور لاطیني زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربي کے مدارس قائم کرنے ھي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ مشرقي زبانوں کي بحث و تحقیق کے لیے علمي انجمنیں بھي قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ١٧٧٨ع میں ھالینڈ نے بٹاویا (جاوہ) میں اِس قسم کي انجمن قائم کي تھي - پھر سنہ ١٧٨٤ع میں ایشیاٹک سوسائٹي کلکتہ میں قائم ہوئي - سنہ ١٨٠٥ میں ایک ایسي ھي انجمن بمبئی میں بنائي گئی -

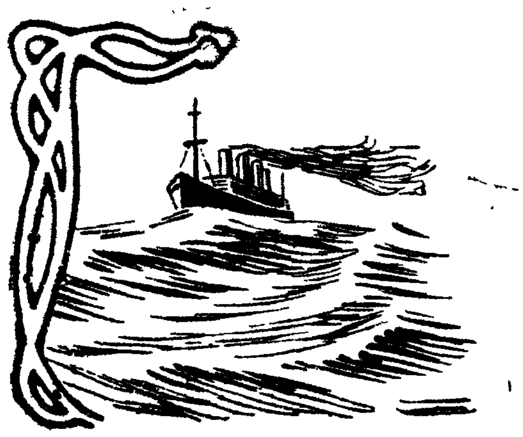
پیرس کي انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ١٨٢٢ ع میں قائم ہوئي - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربي زباں کا فاضل ' سلوستر دي ساسي تھا اسی سے جرمن ' ڈچ ' سونڈش ' اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - در حقیقت انیسویں صدي میں عربي زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہي شخص تھا [illegible] عربي کی تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آساں کردي



جي - براؤن
مشہور انگریز مستشرق



برید فرنگ



یورپ میں ایک مشرقی درویش

علماء و اطباء کی حیرانی

طاہر بے جو زمین میں زندہ مدفون ہوجاتا ہے !

قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسی نے پیرس سے یہ خبر شائع کی تھی کہ " طاہر بے نامی ایک مشرقی درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپی پیدا کردی ہے - بڑے بڑے ڈاکٹروں کی ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا ہے ، اور ان کے بے لاگ ہونے کی شہادت دی ہے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں ہے - گرافک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھ کر اس کی شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا ہے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کی تصویریں بھی شائع کی ہیں - مقالہ نگار لکھتا ہے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئی ہے - یہ میانہ قد آدمی جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھی سیاہ ہے ، پوری مغربی نفاست کے ساتھ ملبوس رہتا ہے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کی صفائی کا راز جان لیا ہے - یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاہر بے ہے ، جس نے گذشتہ ڈھائی سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا ہے -

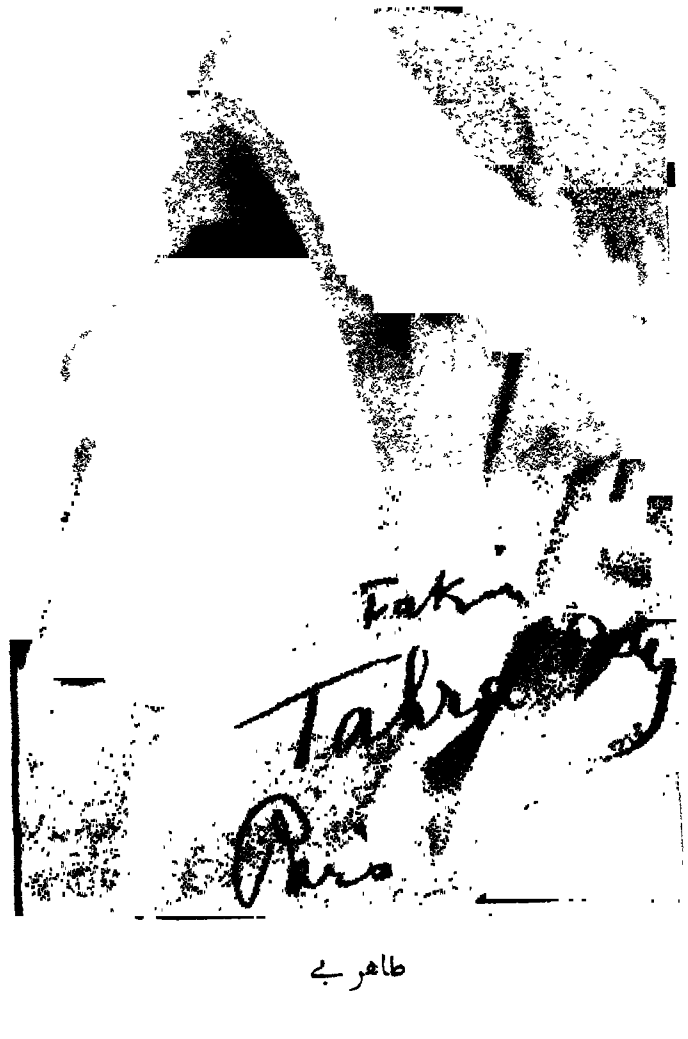
یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا ہوا - اسکی پیدائش کے وقت ہی اسکی ماں کا انتقال ہوگیا تھا - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ، اور اس طرح ابتدا ہی سے فقیری کی آب و ہوا میں نشو و نما پائی - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکی لڑکوں کی طرح معمولی تعلیم حاصل کی - اسکے بعد اس نے علم طب پڑھکر طبیب کی سند حاصل کرلی -

اسکی زندگی خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزری ہے ، اور جبتک اس نے اپنے آبا ؤ اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ، لوگوں کو اس کے کمالات کی کوئی خبر نہیں ہوئی - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ، جنوبی امریکہ ، اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاہر بے نے صرف ڈاکٹروں ہی کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھی عجیب عجیب اعمال دکھلائے ہیں جنکی کوئی علمی توجیہ ابتک نہیں کی جا سکی -

پہلے پہل جولائی سنہ ۱۹۲۵ میں یہ پیرس میں وارد ہوا - وہ چند ماہ اٹلی میں بھی گزار چکا تھا - روم ، نیپلس ، پیلرمو ، فلورنس ، اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماہرین کو دکھلائے تھے - کئی ہفتوں تک اطالوی اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رہے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتی عملہ کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاہرے کیے - خود مسولینی نے بھی چند بار چیگی محل میں اس کا استقبال کیا تھا - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھی اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھی جو ان دنوں پیلرمو میں مقیم تھے ، اس کے اعمال دیکھنے کی خواہش ظاہر کی -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاہدہ کیا تھا جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھی بلائے گئے تھے - یہ واقعہ ہے کہ فرانسیسی علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ ہوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کی کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازی سے پاک ہیں " لندن کے ایک بڑے تھیٹر میں بھی جہاں کی ایک کرسی بھی خالی نہیں رہی تھی ، اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمی بیہوش ہوگئے تھے ، اسلیے اسکا عام مظاہرہ بند کردیا گیا !



طاہر بے

خود طاہر بے کا بیان یہ ہے کہ " میرے کام میں کوئی شعبدہ نہیں ہے - میں اپنے اسرار ظاہر کر دینے کے لیے راضی ہوں ، مگر میرا دعوی ہے کہ سواے خاص خاص فقراء کے اور کوئی شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا ہے " فقیروں کی روحانی قوت بہت مضبوط ہوا کرتی ہے - انکی تعلیم تین مہینے کی عمر ہی سے شروع ہوجاتی ہے "

شخصیت رکھتا ھے - لیکن زندہ انسان محکوم ھوتے ھیں اور اپني شخصیت سے محروم رھتے ھیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کي منسوخي کو انفرادي شخصیت اوٗر آزادي کي منسوخي بتاتے ھیں ' بلاشبہ اِس سے انکي مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاري ' اور سرمایہ دارانہ آزادي کي منسوخي ھے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادي کے معني " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ھیں -

لیکن اگر خود تجارت ھي مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقي رھتي ھے ؟ ھمارے سرمایہ دار جس طرح دوسري آزادیوں کے متعلق بے معني ڈینگ مارا کرتے ھیں ' اسي طرح آزاد تجارت کے متعلق بھي انکي ڈینگ بالکل بے معني ھے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھہ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھہ اُسکا موازانہ کیا جاتا ھے ' تو اسکے کچھہ معني ھوتے ھیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جاتا ھے ' تو وہ ایک بالکل بے معني چیز رہ جاتي ھے -

تم خوف زدہ ھو رھے ھو کہ ھم شخصي ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو ' تمھاري موجودہ سوسائٹي میں ۱۰/۹ حصہ آبادي کي ملکیت پہلے ھي سے منسوخ ھو چکي ھے ' اور اب سوسائٹي کي بقاء کے لیے نا گریز ھے کہ یہ باقي ایک حصہ کي ملکیت بھي جلد سے جلد ختم ھوجائے - تم ھمیں ملکیت کے اُس طرز کي منسوخي پر ملامت کرتے ھو ' جس کے وجود کي اولین شرط ھي یہ ھے کہ سوسائٹي کي بہت بڑي اکثریت بلا کسي ملکیت کے باقي رھے ؟

سچ یہ ھے کہ تم ھمیں اس لیے ملامت کر رھے ھو کہ ھم تمھاري سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کر دیني چاھتے ھیں - بے شک ھمارا یہي ارادہ ھے !

جس لمحہ سے محنت کي تبدیلي ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کي صورت میں نہ ھو سکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسي اجتماعي طاقت کي صورت میں بدلي نہ جا سکے جو اجارہ داري کے لائق ھو ' جس لمحہ سے شخصي ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ھو جائے ؛ اُسي لمحہ سے تمھیں واویلا کرنے کا حق ھے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاھتے ھیں - لیکن اگر ایسا نہیں ھے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ھو کہ " فرد " سے تمھاري مراد صرف " سرمایہ دار " ھے - یعني صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاھئے !

کمیونزم کسي کو بھي اس کي اجتماعي پیداوار میں تصرف کي طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاھتا ھے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کي محنت پر قابو حاصل کرتے ھیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ھے کہ شخصي ملکیت کي منسوخي کے ساتھہ ھي ھر قسم کي جد و جہد بھي موقوف ھوجائیگي ' اور سوسائٹي پر ایک عام اُداسي اور کاھلي چھا جائیگي -

لیکن اگر حقیقت حال ایسي ھوتي تو سرمایہ دار سوسائٹي سستي کي وجہ سے ابتک کب کي برباد ھو چکي ھوتي - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ھیں ' وہ کچھہ بھي نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رھے ھیں ' وہ کچھہ بھي محنت نہیں کرتے -

در اصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ھے کہ جب سرمای باقي نہ رھے گا تو اجرتي محنت بھي موقوف ھو جائیگي ' اور اس طرح سرمایہ داري کا ھمیشہ کے لیے خاتمہ ھو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ھیں ' وھي اس کي دماغي پیداوار اور اس کے استعمال پر بھي کیے گئے ھیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کي ملکیت کا معدوم ھو جانا ' خود پیداوار کي معدومي ھے اُسي طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کي بربادي پوري تہذیب کي بربادي ھے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رھے ھیں کیا ھے ؟ وہ انسانوں کي بہت بڑي اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ھے ' جو بے جان مشین کي طرح محنت کرنے کي طرف لے جاتا ھے !

تمھیں اُس وقت تک ھم سے بحث کرنے کا حق نہیں ھے جبتک تم اپني سرمایہ دارانہ ملکیت کي منسوخي کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کي بنا پر اعتراض کرتے ھو - کیونکہ تمھارے یہ اصول بھي محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ھي کے انڈے بچے ھیں - عدل کیا ھے ؟ صرف تمھاري جماعت کي خواھش کا نام ھے جسے قانون بنا دیا گیا ھے ' اور جسے تمھاري جماعتي زندگي کے مادي حالات نے گڑھلیا ھے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کي طرح تم بھي اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ھوے ھو کہ اپنے معاشرتي اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کي صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئي نکتہ چیني سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ھو ' اس کے تسلیم کرنے کي جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کي منسوخي ! " زیادہ سے زیادہ جمھوریت پسند بھي کمیونسٹوں کي اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ھو جاتے ھیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعني سرمایہ دارانہ خاندان کي بنیاد کس چیز پر ھے ؟ سرمایہ پر اور شخصي ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپني پوري ترقي یافتہ شکل میں بھي خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ھي کے لیے ھے ؟ اور کیا یہ بھي صحیح نہیں کہ اپني ترقي و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کي خانداني زندگي کي عام بربادي کي ضرورت ھے ؟

تم ھمیں ملامت کرتے ھو کہ ھم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاھتے ھیں - ھم اس جرم کا اقبال کرتے ھیں !

تم کہتے ھو کہ ھم خانگي تعلیم کي جگہ معاشرتي تعلیم عا کرکے نہایت ھي پاک خانداني رشتے بھي برباد کر ڈالنا چاھتے ھیں لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بري ھو ؟ کیا تمھاري تعلیم کو بھي تمھاري سوسائٹي نے مقید نہیں کر رکھا ھے ؟ کیا موجودہ تعلیمي نظام میں سوسائٹي بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رھي ھے کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں مین تعلیم مقید نہیں ھو چکي ھے ؟ تعلیم میں سوسائٹي کي مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ھي کي ایجاد نہیں ھے - وہ تو پہلے سے ھي موجود ھے - کمیونسٹ صرف چاھتے ھیں کہ اِس مداخلت کي نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمراں طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آيۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکيم کا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الکلام)

الهلال نمبر (۱۵) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب کا جو استفسار آيۂ مندرجۂ عنوان کي نسبت شائع هوا تها ' اُس کا جواب حسب ذيل هے :

(۱) قرآن حکيم کے مطالعۂ و تدبر ميں آپ کو جو مشکلات پيش آرهي هيں ' وہ اُس وقت تک پيش آتي رهينگي ' جب تک که اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نهيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب کا نهيں هے - مختصراً يوں سمجهيے که صدر اول کے بعد سے قرآن حکيم کے فهم و تدبر کي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن کے فهم و تدبر کے ليے غير قرآني طريقه کيونکر هو سکتا هے ؟ ممکن هے اس پر آپ کو تعجب هو - اس ميں شک نهيں يه معامله فکر انساني کے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس کثرت سے هوچکے هيں که انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي همیں متعجب نهيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن کے مطالعۂ و فهم کا وہ طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر کے اثرات کو اُس ميں دخل نه تها - عربي لغة کے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال کے بے تکلف اور ساده محاورات ' صدر اول کا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء کرام کا فطري اور غير صناعي أسلوب بيان ' اس طريقه کي خصوصيات تهيں - سلف امت کا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وہ تمام طريقے هيں جو قرآن سے نهيں بلکه مفسرين قرآن کے ذوق و فکر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه کي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن کے اقتباس اور عجمي اقوام کے اختلاط کا قدرتي نتيجه تها - مفسرين کے هر گروہ نے قرآن کے مطالب اُسي شکل و نوعيت ميں ديکهے ' جيسي شکل و نوعيت کي فکري حالت اُن کے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي که قرآن کے الفاظ ' تراکيب ' اسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حکم ؛ سب نے ايک دوسري هي طرح کي نوعيت پيدا کرلي - قرآن کي تعليم و بيان کي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية کي سادگي پر تهي - علوم و فنون کي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية کے تعمق اور کاوش پر هے - نتيجه يه نکلا که جوں جوں وضعية کا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية کے فهم و ذوق کي استعداد کم هوتي گئي - يهانتک که وہ زمانه آ گيا ' جب لوگوں کے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث کے عادي هوگئے ' که کسي اهم اور عظيم بات کو اُس کي ساده اور سهل صورت ميں ديکهه هي نهيں سکتے تهے - ذهن کي کاوش پسندي جو علوم وضعيه کے اشتغال کا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب کي طرف متوجه هي نهيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي کو پيش نهيں آئي ' بلکه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي کو پيش آچکي هے ' اور منجمله اُن اسباب کے هے جو هميشه کتب و اديان کي تحريف کا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے که داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير کيا ' اور فرمايا که هلاکت کي راهوں ميں سے ايک راہ يه بهي هے جيسا که متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح کا نهيں - اگر آپ دقت نظر سے کام لينگے تو ان چند جملوں کے اندر اصول تفسير کي ايک اصل عظيم آپ کے سامنے آ جائگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلکه علم و نظر کے بے شمار گوشوں ميں آپکي رهنمائي کر سکتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر کاوش پسند هوتا گيا هے ' اتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قرآني " طريقه اُن تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول کے بعد پيدا هوے - متکلمين مفسرين کا طريق تفسير کم و بيش يهي هے - کوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا هے ' کوئي بهت زياده دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راہ کے شهسوار هيں - ان کے بعد اکثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته اُنهي کا نقش قدم اختيار کرليا - قاضي ابن رشد کي کشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس کي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متکلمين سے پهلے لکهي گئي هيں - اُن کے مطالعه سے هم معلوم کر لے سکتے هيں که متکلمين اشاعره ' فلاسفۂ اسلام اور معتزله سے کتنا هي انکار کرتے هوں ' ليکن وہ خود بهي اسي طريقه کي پيداوار تهے - بهتر قسم کي نهيں - ناقص اور کمزور قسم کي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه کي مقبوليت کا باعث هوئي ' متاخرين کا يه خيال تها که وقت کي علمي ضرورتوں کيليے سلف کا طريقه سود مند نهيں هے - يه بات ضرب المثل کي طرح اُن کي زبانوں پر جاري هوگئي تهي که " سلف کا طريقه ايمان کيليے بهتر هے مگر استدلال کيليے مفيد نهيں " حالانکه اگر ايمان کو جهل سے نهيں بلکه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين کے ليے سود مند هوگا ' وہ استدلال و برهان کيليے کيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات کا تعلق هے ' واقعه يه هے که متاخرين کے طريقه سے بڑهکر کمزور اور نا مراد طريقه کوئي نهيں هو سکتا - وہ " استدلال " کو فنون وضعيه کے " منطقي استدلال " سے باهر نهيں ديکهه سکے ' اور وجدان و طبيعت کي حقيقي شهادتوں سے آنکهيں بند کر ليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لکها هے که " امام رازي رحمة الله عليه کا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نهيں " ليکن ميں کهتا هوں اس تقيد کي کيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو کسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - کيا يه طريقه اُس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لکهي هے ؟ اس کا حال خود اُنهي

اسکا دعوی ہے کہ انہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کی سی حالت طاری کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپنی زندگی اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زندگی کا ابدی معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کی عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کی تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کی جسمانی موت ' غفلت اور نسیان کی نیند کو ایک ایسی حد تک پہونچا دیتی ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کی تفریق شروع ہوجاتی ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتی ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائی اعمال کی نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کی خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے - اس کے کان ' ناک ' اور منہ روئی سے بند کر دیے جاتے ہیں - اس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کر دیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کی یہ تبدیلی اس لیے واقع ہوتی ہے کہ جتنی دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کی حالت طاری نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھی مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کی سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کی تھی - کیونکہ زندگی کی قدر و منزلت جو دینی طور پر ضروری سمجھی گئی تھی ' کسی انسان کیلیے سزائے موت جائز نہیں رکھتی تھی - مجرم صرف عارضی طور پر دفن کرکے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسی سزا متواتر دی جائے اور مجموعی سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کی عمر طبیعی دو سال گھٹ جاتی تھی ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کی حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کی قوت کم ہوجاتی تھی -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر یہ ذرا چھوٹی چھوٹی خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتی ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقی ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹی کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کی نشو و نما



طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

تیزی سے بڑھنا شروع ہوجاتی ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعی وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہوجایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقی کر جائے گا !

طاہر کی عمر تیس سال کی ہے مگر علمی تجربوں کیلیے وہ اپنی زندگی کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقی نہیں رہیگا - جوانی گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسمانی سکون و جمود کی حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسی راہ کا سالک ہے جسکا مغربی دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کی سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزی سے خون کی دھار بہنے لگتی ہے - اور جب تماشائی یقین کر چکتے ہیں کہ واقعی خون ہی ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپنی نبض کی رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کی نوکدار کیلیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاری ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپنی اصلی حالت میں واپس آ جاتا ہے !

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا کوئی نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمی عمل سے مسحور کر دیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہی نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تاکہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آ گیا - وہ بہ مشکل اس لایق ہوئے کہ واپس آکر اسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتی علوم سے واقف ہوتے ' اور انہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیالوجی) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتی ہے ' تو وہ طاہر بے کے ان اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوہاب شعرانی نے قاہرہ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکی صحیح تعلیل نہ کر سکے -

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قید خانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

" مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا " اب یورپ میں سیاسی مجرموں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلورا فارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ بیہوش ہو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے بات سنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا " طائف کی فوج مرتب کرنے اور طائف کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا "

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے جب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔ نماز کے بعد بکر آفندی کمانڈر نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

" دار الخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علٰحدہ کر دئیے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی "

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئیے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء معیت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے " جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے! " وہ حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

... کے علاوہ مرادیچ کو کرسٹل ... تک خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا گئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا " میری تقریر غور سے سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

" کہنا عبد الحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سروری آفندی نے ہمیں سزا دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے " قاضی عسکر " کا عہدہ دیا مگر اب سروری آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو قرآن پڑھے ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ و اعدلہ عذاباً عظیما " (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

" دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا "

اسپر بکر آفندی نے کہا:

" جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا! "

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا " سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئیے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں "

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچہ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہو گئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

سے پوچھہ لینا چاهیے - اُن سے بہتر اُن کي نا رسائیوں کیلیے کوئي شاهد نہیں هو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائي اور درمیاني عہد کي کوہ کندنیوں میں سے هیں - آخري عہد کي مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں هے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے هیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیه و المناهج الفلسفیه ، فما رأیتها تشفی علیلاً ، و لا تروی غلیلاً ، و رأیت اقرب الطرق ، طریقة القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ، و أقرأ فی النفی : لیس کمثله شیء - و من جرب مثل تجربتی ، عرف مثل معرفتی " یعنے میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ، لیکن معلوم هوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں هیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن هي کا طریقہ هے !

فن المعبت ما ادق بیانه
متحیر فیه امام الرازی !

إمام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ رهي اعتراف هے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کي زبانوں پر بھي طاري هوچکا هے - یہ مذهبي مباحث کي راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے ، اسلیے الاهییات کي اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رهے هیں - لیکن لامارک ، هیگل ، اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کي جستجو میں نکلے تھے ، اسلیے وہ اِن مصطلحات کي جگہ دوسري طرح کے الفاظ استعمال کرتے هیں ، لیکن اعتراف عجز کي ایک هي طرح کي روح دونوں کے اندر بول رهي هے - لامارک کے اس قول میں کہ " همارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں هے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں هم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ هم کچھہ نہیں جانتے " اور اِمام رازي کے اس اعتراف میں کیا فرق هے کہ :

نہایة اقدام العقول عقال
و اکثر سعی العالمین ضلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیه قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کي تفسیر خالص قرآني طریقہ پر نہیں کي جائیگي ، مشکلات راہ حل نہیں هوسکتیں -

(۲) ایک اهم اور بنیادي کام اِس باب میں یہ هے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ، تراکیب ، اور اُسلوب بیان کو تمام وضعي اور خارجي عوارض سے پاک کر کے اُنکي اصلي صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہي یہ اصلیت نمایاں هوئي ، تمام اشکال خود بخود دور هو جائینگے -

قرآن حکیم عربي زبان میں نازل هوا - اُسکے الفاظ عربي زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنھي معاني کیلیے استعمال کیے گیے تھے ، جن معاني کیلیے عربي لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربي زبان میں هونے ، نہایت کھلے اور دلنشین هونے ، اور مطالب کے سہل اور زود فہم هونے کا ذکر کیا هے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین " هم نے قرآن تمھاري زبان میں سہل کردیا تا کہ متقي طبیعتوں کیلیے اس میں هدایت کي بشارت هو - ظاهر هے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائي وصف باقي نہیں رهتا ، اگر ایک لمحہ کیلیے بھي یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معاني کے علاوہ کوئي دوسرا مفہوم بھي رکھتے تھے جو عرب جاهلیت کي لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجي اثرات سے متاثر نہیں هوا تھا ، اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوي معاني میں قائم رهے - بلاشبہ اُس عہد میں بھي هر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ، الفاظ قرآني کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یہ زبان اور بول چال کے رچے بسے هي صاف اور سادہ مجازات تھے ، جو دنیا کي هر زبان میں هوتے هیں ، اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبھي کسي اهل زبان کو کسي فلسفیانہ فن بلاغت و بیان کي ضرورت نہیں هوتي - حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیه یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ، تو بغیر اسکے کہ فلسفہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا هوں اور ید و علو کے نفي و اثبات کي بحثوں میں اُلجھیں ، اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو هر غیر متکلف عربي داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کي (یعنے اُن علوم و فنون کي جو باهر سے عربي زبان میں منتقل هوے) اشاعت هوي ، اور وضعي علوم کي اصطلاحات اور نظري مباحث کي منطقي تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا هوگیا ، تو ایک بڑي جماعت اُن لوگوں کي پیدا هوگئي جنھوں نے قرآن کو اهستہ اهستہ منطقي و فلسفي جامہ پہنانا شروع کر دیا ، اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربي لغت سے هٹ کر منطقي تعریفات و حدود کي نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک کہ کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے رهي معاني سمجھے جانے لگے ، جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلي الفاظ اور مطالب ، دونوں میں هوئي - مطالب میں بنیادي چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال هے - ایک عظیم اور اصولي غلطي متاخرین سے یہ هوئي کہ وہ قرآن کے فطري اور وجداني اُسلوب بیان کي اهمیت معلوم نہ کرسکے - یوناني فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقي استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انھوں نے کوشش کي کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئي بیان هے ، اُسے کھینچ تان کر منطقي استدلال کي شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کي راہ وضعي و منطقي طریق استدلال کي راہ سے بالکل مختلف هے - انبیاءٔ کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے هوتا هے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامة الناس کے لیے هدایت و سعادت کي راهیں کھول دینے کے لیے آتے هیں - اُن کا مقصود یہ نہیں هوتا کہ اشیاء کي حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے هیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کي حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپني تعلیم و هدایت میں کوئي ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ، جسے کسي طرح کي بھي مشابہت منطقي طریق بحث و استدلال سے هو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطري طریقہ هوتا هے ، جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے هوئے علوم و فنون کي تحصیل ضروري هوتي هے ، نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے هیں ، اور نہ کسي طرح کي ذهني کاوش اور نظري سلوک کي قید هوتي هے - هر انسان اپنے وجدان کي قدرتي استعداد اور طبیعت بشري کے فطري طلب و داعیہ سے اُسے سنتے هي قبول کر لے سکتا هے ، اور ایک فلسفي و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشین دهقان تک ، هر درجہ ، هر طبقہ اور هر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا هے !

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئیے ہیں جو معاہدۂ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اسکا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے جنگِ عمومی کے خاتمہ پر دولِ اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئیے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کرلیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحرِ مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہوکر فاتحانہ انداز سے ٹھیر گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کردیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اتریں اور شہر کی وہ حالت کردی جو خونخوار فاتح مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس رات پھیلے ہوئے اور [illegible]، [illegible] مبتلا کر دیتے تھے بہت مارے گئے [illegible] گئے۔ بہت سے جلا وطن کئے گئے مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ کیا انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کرلیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہوگئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی: ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہوجاتی ہے۔ جب ترک کو چپ سناٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہوگیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہورہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہوگئے مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامانِ جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے جسوقت ترکی جھنڈا، وزارتِ جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھ کر اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اُسکا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی روداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اردفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسیٰ کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مرچکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۲۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہوگئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فرج اللہ خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جارہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم اُنھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کردیں گے۔"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہوگئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴،۱۶۰،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۸۰،۰۰۰ ایسے یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے سنہ ۱۹۲۱ میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہوگیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع [illegible] کو بلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کناذا کو دیا کرتا ہے۔ لیکن جسنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُس کا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کسائو سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جاکر کمانذار کو خبر کردو۔ ایسا نہ ہو انہیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کمانذار ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کمانذار اپنے ساتھیوں سے پوچھا تھا۔ "ان لوگوں نے دودھ تو کھالیا ہوگا؟ کیا مرگئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کمانذار کے پاس بھیجدیا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کردیا۔ اور کہا۔ "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کردیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگادی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہوگیا کہ زہر ملادیا گیا ہے۔ بعد میں مش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست وقے میں مُبتلا ہوگئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہوگئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملادیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مُدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ ۲۱ مارچ سنہ۱۸۸۳ء کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۴۰ سپاہی داخل کردیئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کرکے کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلادو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہوگیا ہے۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کرڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سُنادیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑگئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہوچکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لاکر بھردی اور محاصرہ کرلیا۔ مگر کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کردیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بُلاکر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں۔ اب سے پہلے تم زہر دینے کا وعدہ کیا، مگر اب تک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کرکے سو گئے تو تم سے بُرا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہورہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جُدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کرلیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سُن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کمانذار نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی بھی دھو نہیں سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں اب تک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں بالکل جھوٹ ہیں اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۱۲ رجب سنہ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کرڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کمانذار، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کردی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کردیئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگاکر پکڑ لئے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کردیئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کردیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ ناحق پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سورہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اُٹھالے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم!"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہوگئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھاکر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ محمد آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے "امان امان!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیرالدہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈریئے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہوگئے تھے کہ بیہوش ہوکر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھالے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور مسجد کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنہوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کردیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگادیئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا۔ "مدحت پاشا ۲۶ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۲۷ مارچ کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کررہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہوجاتی ہے۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھوٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہوکر پھر دُور ہوگیا۔ ہماری وجہ سے کئی محب یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیرالدہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دیئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیرالدہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کردی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مرگئے لیکن دُنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہوگئی۔

سلطان عبدالحمید، ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کرکے روانہ کردیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کیلئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اُٹھا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کردیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعۂ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز مرض فالج میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس کا انتقام تھا

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہو۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیاوی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہو کہ کیمیادی تعامل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور دونوں خون اپنی کیمیادی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشوونما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اِس بندر کا بچہ بھی نشوونما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضاء بھی موجود ہیں اور نظریہ نشوو ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہو، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اِس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اِس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اِس مشابہت کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشوو

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزاء اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزاء میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈارون نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈارون کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اِس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اِس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد موسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اِس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سردست اِن سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلن کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہو، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اِس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجیڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہو، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اِس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہو، اور مندرجۂ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہو جو اِس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلن اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہو، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

---

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اِس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کے مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہو میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیئٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اِس لئے کہ ایکٹر تمہارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہو جن کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رولانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمہارے سامنے موجود ہو۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلن موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر بیک وقت اِس رشک ماہ کا اُستاد، مربّی، اور عاشق بنجاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیئٹر کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تاثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۳ء سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
سنہ ۱۹۱۳ء	۱۴۲
سنہ ۱۹۲۲	۵۱۴
سنہ ۱۹۲۳	۵۰۸
سنہ ۱۹۲۴	۳۰۳
سنہ ۱۹۲۵	۶۲۶
سنہ ۱۹۲۶	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
سنہ ۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
سنہ ۱۹۲۱	۱۲۱۶	۷۵۳
سنہ ۱۹۲۵	۱۷۵۴	۹۵۳
سنہ ۱۹۲۶	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ ملین فرنک تھی۔ سنہ ۱۹۲۶ میں ۷۱۲ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۲۵،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۲۶ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۶۴ ملین قرضہ تھا لیکن سنہ ۱۹۲۰ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومتِ مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۳۴،۴۳،۷۶،۲۶ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۷۲،۱۵،۶۹،۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱،۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضا سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ "
قنطرہ سے وزان تک	۱۸۸ "

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ — فاس لائن - یہ ایک فرانسیسی اجنبی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی درازی ۳۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ - رباط لائن - یہ دار بیضا اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ - فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
سنہ ۱۹۰۷ سے سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲۶
سنہ ۱۹۱۲ " سنہ ۱۹۱۴	۵۹۸
سنہ ۱۹۱۵ " سنہ ۱۹۱۹	۱۴۱۰
سنہ ۲۰	۴۹۰۸
سنہ ۲۱	۴۷۸۲
سنہ ۲۲	۴۳۶۱
سنہ ۲۳	۳۹۳۵
سنہ ۲۴	۳۳۳۸
سنہ ۲۵	۹۰۴۲
سنہ ۲۶	۱۲۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے نیا و اہم تجویز صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کرکے شمالی افریقہ و وسطی افریقہ کو ملا دیا جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہو گیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوو ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مُشکلات

نظریۂ ارتقار کے محقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جبکہ زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں لیکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈھائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اُسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہیں اُن کے جسم کے صرف وہی اجزا مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس کا انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت، انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تلاش کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم، شمپنزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی شاخ انتھروپوئیڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنابریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے

بد حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہو۔ عاشق، عاشق اس کو بڑی نفرت و حقارت سے دیکھتا ہو جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہو۔ وہ اس بات پر راضی ہو جاتا ہو کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہو!

عاشق رخصت ہوتا ہو۔ الین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہو۔ لگاوٹ جاری ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہہ دیتا ہو "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہو۔ خوف سے کانپنے لگتی ہو مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہو۔ کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہو!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہو۔ واقعی اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہو۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہو کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کوڑہ کرکٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سست کہنے لگتی ہو۔ اس پر شوہر کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا ہو۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہو۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی۔ غیرت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہو "میری دیوی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہو۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہو۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہو۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہو۔ غیرت سے انتقام پر تُلا ہوا ہو۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہو۔ معافی کا ارادہ کرتی ہو۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہو۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اس پر ٹوٹ پڑنے کو ہو۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہو، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہو "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہو۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہو!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُس پر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ الین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی بیوی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہو، حالانکہ اس نفرت و حقارت میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ الین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے عشق و ہوس کی پیش کش تھی!

الین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیین کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آگئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ - ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسینی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آگیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہو۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پیرینیز کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ انھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازیمن کا معرکہ، جو ۲۱۷ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔ مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدربال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنا میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اُسنے ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ - ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہو، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے جو آجتک تمام محبان آزادی کے لئے نمونے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہو۔ اُس کی تجارت و ثروت روزافزوں ترقی کر رہی ہو۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل و کرم ہو کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہو۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہو کہ

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو گفتگو کچھ ... ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو - بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو - پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگے۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا ایلین دولتمند مداحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاء راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دوڑی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا میجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے جلسے خلنہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اِسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ ایلین بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے میجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آ گئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کم سن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ تھاری ... کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنہیں بہ مشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت دہشت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئیے ہیں۔ اب غربت کی سسکی کہیں نظر نہیں آتی۔ ایلین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مُسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ سب درود پر بہت برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا اور ہیر عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو۔ نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو۔ آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہے۔ اب پھرتیلی اور چُست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ ایلین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں ایلین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ ایلین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں کھیلتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ ایلین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہو گیا ہو جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ ایلین کے دوست آ گئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ ایلین اپنے دولتمند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایلین اور اُس کے دوست میں گفتگو چھڑتی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ ایلین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آ گیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سد راہ ہو جاتا ہو!

یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر ایلین اِسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی، "حضرت آ گئے! حضرت آ گئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں۔ شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "ایلین کا شوہر کہتے ہیں" - اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُس میں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو، وہ سوچتا ہو کل ایلین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی۔ شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن ایلین چالاک ہو۔ شوہر احمق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک رفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم ایلین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اِس طرح حاصل ہوا کہ ایلین اور اُس کے احباب تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا۔ اُسنے احباب کے ساتھ ایلین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال نا قابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آ گئے۔ ایلین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آ گیا۔ سب اس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن ایلین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سُنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

اشتہار کیلئے

[illegible]
زیراثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیے بانوں کی مرضی پوری
کی اور اپنے اقتصادی وجنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن
وہاں دور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہو۔ اس کے پاس بڑی
دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہو۔ اُسنے ہرطرف تجارت پر قبضہ کرلیا
ہو اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہو۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل
طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہوگیا ہو کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع
قمع کرڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُسپر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں
ابھی ابھی وہاں سے آرہا ہوں۔ اپنی ان دونوں آنکھوں سے اُس
کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور
اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہو۔ لازمی ہو کہ قرطاجنہ کو بالکل
پامال کردیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کرلی اور کسی جائز
سبب کی جستجو شروع کردی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ
کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ
کردیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے تمام
جہاز، اور تمام ہتھیار، روم کے حوالے کردئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی
مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس
ہوگیا ہو۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کردیا جائے اور باشندے
سمندر سے ۱۰ میل دور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور ازسرِنو جنگ پر تُل
گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کرلئے اور طیاریاں کرنے
لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہوکر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند
اور مالا مال رکھا لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر
حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے
خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کرلی تھیں، جنھیں کوئی
شریف قوم منظور نہیں کرسکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں
کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کردیں۔ یہ ناممکن ہو۔ ہم مرجائینگے مگر
یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتھیار موجود نہ تھے
باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں
ایک طرف سے شور وغل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا
مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتھیار بنانے کے
لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انھیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہوگئے
اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا
جمع کرلیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام
لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں
تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں
میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح ونصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتھیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور
رومیوں سے لڑائی شروع کردی۔ لیکن سخت جدوجہد کے باوجود بھی
کامیاب نہ ہوسکے۔ شکست کھائی اور واپس ہوکر شہر کے دروازے
بند کرلئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونریز
معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ
باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے
یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک
ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا

[illegible]
وہ بالکل مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کرڈالے
گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہوگئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگادی
کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر تھا۔ راکھ
کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں اب تک فتح شمار کی جاتی ہو کیونکہ
اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر
کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی، اور فوج کو
جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہو"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے
سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہو" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہو؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کرڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہو" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے
لئے روا ہو کہ حاکم ہوچکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل
کروائی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو
پورے اعزاز واکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کردو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہوگئی۔

"اہلاً ومرحباً!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں!
خالہ کیسا مزاج ہو؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہو؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہو جو غیب
کا علم رکھتا ہو"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہو کہ تم جنگ
صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان
پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں
کی؟"

"اے امیر المومنین! سر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا! آنکھ
والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہو۔ دن کے بعد رات
ہو" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہو" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہو؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہو" امیر نے کہا "واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی
تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑگئے ہو جس میں ظلم کی چادریں
تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہو۔ یہ ایک اندھا
گونگا فتنہ ہو جس میں نہ کوئی کسی کی سنتا ہو نہ کسی کو دیکھتا ہو۔ اے لوگو!
چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے
کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کرسکتا۔ لوہے
کو لوہا ہی کاٹتا ہو۔ جو ہدایت کا طالب ہو، ہم سے ہدایت لے
یقین چاہتا ہو ہم سے یقین لے۔ حق گم ہوچکا تھا، مگر اب
پا لیا گیا۔ اے مہاجرین وانصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے
ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہو۔ کلمۂ عدل قائم ہوچکا ہو۔ حق، باطل
ہو۔ کوئی جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟
کی مشیت ضرور پوری ہوکر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہدی
مردوں کا رنگ، خون ہو، صبر وثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود
ہو۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے
نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کرکے کہا "تم ہر خون
کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء
کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی
کردے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی
میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہو" امیر معاویہ نے

"اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہو کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں
گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال
اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء وعقد الفرید وغیرہ)

مطبوعات الهــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے، جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر ھے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

أسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زادِ المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظِ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد ازهائي روپیه، مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد، ذریعه معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

أئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي، اسلامي، سه ماهي رساله ھے جس کے خریدارکو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو، عربي، فارسي، انگریزي، اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا ھے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانه، نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهــلال بك ايــجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تهي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها، لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها، اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب، مذهب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے هوتے تے- اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں- اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها، جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي، مذهبي، سیاسي، اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں- پچهلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا، هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں، چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي ھے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البــلاغ پریس"

١٩٢٧

الہلال

[illegible] کلکتہ

قیمت ۵ ــ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ — کلکته : جمعه ۲۲ ـ جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 18, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ـ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ـ یاد رکهیی ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۶۵۰ مراسلات وصول هوی هین ـ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۶۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	۱۵۰
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۷۸		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ـ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ـ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا: " اُس وقت دنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے ' جیسي خواب میں بھي کسي انسان نے نہ دیکھي ہوگي ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کي نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دو شیزہ کي یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک ہم وطن لڑکي سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ھي سے مستبد تھا - اُس نے اپني محبوبہ کو سختي سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسي کو بھي مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئي ' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زهر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت ہوگئي ' اور اس قدر بڑھي کہ ایک لمحہ بھي اُس کي جدائي گوارا نہ تھي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواهش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاھتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوي ہونے کے بجائے میں تمھاري ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ھے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ھے - اُس کي عادت تھي کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتي تھي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم ولسکا " پولینڈ کي ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافي ثبوت ھے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاہا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کي بہت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رھي - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگي - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے ہاتھہ میں گھڑي ھے ' جس طرح میں یہ گھڑي چور چور کیے ڈالتا ہوں ' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بھي پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد ھي نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ھیں - چنانچہ کہا جاتا ھے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائي مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تھیں - بڑي کا نام " جولیا " تھا - چھوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائي نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبہ سے سیر ہوگیا ' اور بھائي کي محبوبہ پر قبضہ جمانا چاہا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمھاري محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ھیں - لیکن مجھہ میں اور میري محبوبہ میں استقلال ھے - بہتر یہ ھے کہ ہم تم مبادلہ کرلیں تا کہ تمھارا نقص جولیا پورا کردے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائي کي محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسي کو بھي مخالفت کي جرأت نہ ہوئي !

لیکن تھوڑے ھي زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کي راھیں اُس کے سامنے کھلي ہوئي ھیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھي خیال نہ کیا -

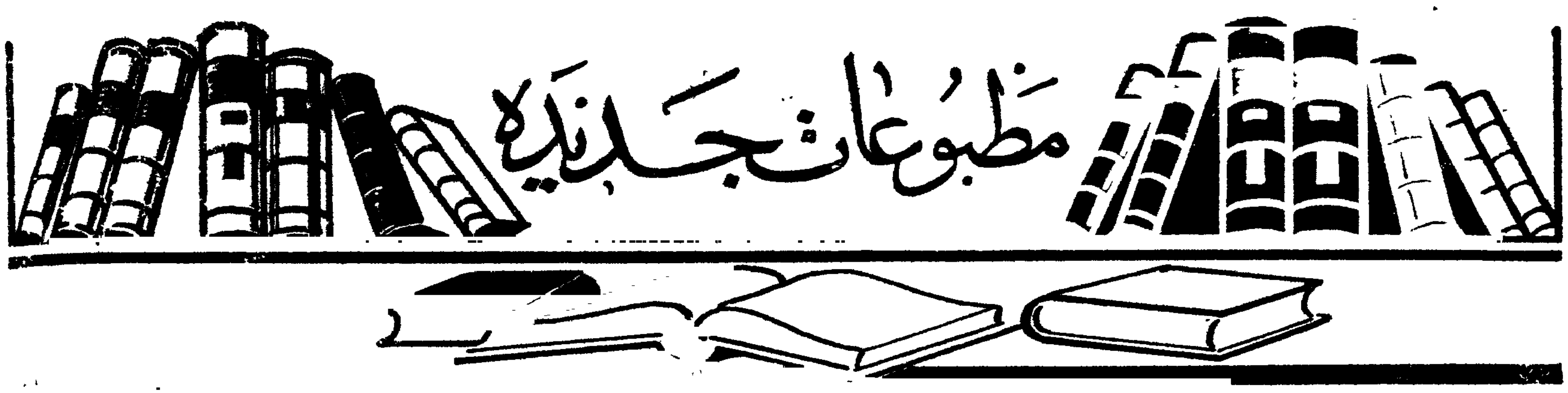
(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچھہ ایسي بیچین واقع ہوئي تھي کہ ایک ھي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ھي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ھے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑھیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پھانسي دیدي گئي تھي - نپولین بچہ کي جرأت و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کي درخواست منظور کر لي - دوسرے دن اُس کي ماں شکریہ ادا کرنے آئي - یہي جوزیفائن تھي - نپولین پہلي ھي نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ھے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بہت خوبصورت تھي ' ساتھہ ھي عقلمند بھي تھي - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ھے - چونکہ اسراف کي وجہ سے سابق شوہر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکي تھي ' اِس لیے اس نے بھي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کي آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي ہوگئي - دلہن کي عمر دولھا سے سات سال زیادہ تھي ' مگر نکاحنامہ میں اُس کي عمر ۲۹ - برس لکھي گئي اور نپولین کي ۲۶ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھي ' مگر جوزیفائن کي یاد ہر وقت تازہ رہتي تھي - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاہ کرتا رہتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ہاتھہ رکھتا ہوں ' تم اُس میں موجود ملتي ہو جس سے مجھے بڑي تسکین ہوتي ھے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم ھے تو صرف تمھاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر ہر وقت اُس کے پاس رہتي تھي - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ھے کہ نیس میں اُس کے ہاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کي طرف سے



نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

میدان جنگ اور حجلۂ هوس !

انسان ذهن و جسم کي کتني هي عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کي ادنی سے ادنی پاکیزگي بهي حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحاني هدایت کي روشني سے محروم هے !

انسان کے لیے یہ سهل هے کہ تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کي تمام سلطنتیں تہہ و بالا کرڈالي تهیں - انسان کے لیے یہ بهي دشوار نہیں کہ ذهن و فکر کي ایسي بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نہ پہنچ سکے هوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کي فتح مندیاں لا زوال هوچکي هیں ' اور دنیا منطق ' ریاضي ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کي پس رو هے - انسان کي اولو العزمي ان بلندیوں پر بهی نہیں رکتي - کچهہ مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کي موجوں کي هنسي اڑائے ' پہاڑوں کي صفیں چیر ڈالے - لیکن هاں ' یہ مشکل هے ' بہت هي مشکل هے ' کہ وہ اخلاق اور روحاني پاکیزگي کي راہ میں اپني کسي ایک خواهش نفس کا بهي مقابلہ کرسکے - اس کي ساري اولو العزمي اور کوہ همتي جو دنیا کي ساري رکاوٹوں کا تن تنہا مقابلہ کرسکتي هے ' هوائے نفس کي ایک ادنی سي رکاوٹ بهي اپني راہ سے هٹا دینے پر قادر نہیں هوتي - سکندر تمام دنیا کي تسخیر کي محنت سے نہیں تهکا ' لیکن بابل کي ایک عورت جب اس کے سامنے آئي ' تو اپني خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انساني کو اخلاق اور اخلاقي سعادت کي دعوت دي ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کي منکوحہ عورت سے باز نہ رکهہ سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهي دنیا گن چکي هے ' اور یونان کي ایک قدیم ضرب المثل همیں بتلاتي هے "بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

في الحقیقت انساني زندگي کي یہي اخلاقي اور عملي نامرادي هے ' جو الهامي هدایت کي کسي بالاتر قوت کي ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتي هے - انسان اپنے ذهن و جسم کي قوتوں سے سب کچهہ کرلے سکتا هے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بهي اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انساني زندگي کي سعادت کیلیے اُس عملي صداقت کي کچهہ بهي ضرورت هے جسے نیکي کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے ' تو ناگزیر هے کہ عام انساني سطح سے کوي بلند تر ذریعہ ارشاد و هدایت کا هو - مذهب اور الهام اسي ذریعہ هدایت کا نام هے -

(نپولین اعظم)

اٹهارهویں صدي میں نپولین بونا پارٹ کا ظهور بهي انساني اولوالعزمي کا ایک عظیم ظهور تها - شاید هي یورپ کے کسي انسان کي نسبت دنیا نے اسقدر کہا اور سنا هو ' جسقدر اِس غیر معمولي انسان کي عجیب و غریب دماغي قوتوں کي نسبت کہہ سن چکي هے - تاهم انساني عظمت کي اخلاقي نامرادي کا یہ کیسا عبرت انگیز منظر هے کہ یہي نپولین جب میدان جنگ سے باهر اپنے گهر کي محفوظ زندگي میں دیکها جاتا هے ' تو اِس میں اتني قدرت بهي نظر نہیں آتي کہ نہایت ادنی درجے کي اخلاقي کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال میں جرمني کے ایک اهل قلم گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکي دوست عورتیں " لکهي هے ' اور اُس میں مستند تاریخي ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردي هیں جو نپولین کي عاشقانہ بو الهوسیوں سے تعلق رکهتي هیں - اِس کتاب کا انگریزي ترجمہ بهي شائع هوگیا هے ' اور دو تین هفتہ سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کي بعض تاریخي داستانیں قارئین الهلال کي عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے هیں -

(سولہ برس کي عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کي طرف یہ قول منسوب کیا جاتا هے کہ " محبت کاهل آدمي کا دل بہلاوا هے " ممکن هے ' نپولین نے یہ اُس وقت کہا هو ' جب وہ پاک دامن تها - لیکن بعد میں — اگر مخالف مورخین کي روایت تسلیم کرلي جاے تو — اُس نے اِس قول کي بنا پر حسن و هوس کي زندگي سے اجتناب نہیں کیا ' وہ همشہ کسي نہ کسي حسینہ سے وابستہ رها -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کي سڑکوں پر پهٹے پرانے کپڑے پہنے پهرا کرتا تها - نہ تو اُس کي هیئت سے کسي کو دولتمندي کا شبہ هوسکتا تها ' نہ اُس میں ظاهري حسن و جمال هي کچهہ ایسا غیر معمولي تها کہ کسي کو اپني طرف متوجہ کرلے - تاهم یہ واقعہ هے کہ اُس زمانہ میں بهي بکثرت عورتیں اُس پر عاشق هوگئي تهیں - کیونکہ في الواقع اُس میں کوئي ایسي نامعلوم کشش موجود تهي ' جو دلوں کو لبها لیتي تهي - ممکن هے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غور چہرہ کي عجیب اداسي اُس کے دیکهنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتي هو -

کہا جاتا هے کہ نپولین سولہ برس کي عمر میں جب والنسا میں رهتا تها ' تو وهاں کي بہت سي حسین عورتیں اُس پر فریفتہ هو گئي تهیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسي سے دلچسپي نہیں هوئي - اُس دوشیزہ کا نام " کارولین کولومبیا " تها - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تهي - ایک مرتبہ خود نپولین نے اِس لڑکي کے



حجة ابراهيمى

ايۂ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(۲)

(۴) انبياء كرام (عليهم السلام) حكماء كے وضعي طريق استدلال كي جگه فطري طريق تلقين كيوں اختيار كرتے هيں ؟ ميں اسكي تشريح يهاں نهيں كرونگا ' كيونكه اول تو يه تحرير تشريح كي متحمل نهيں ' ثانياً ايۂ زير بحث ميں بهي اسي حقيقت كي طرف اشاره كيا گيا هے اور اسكي تشريح آگے آئيگي - البته ترتيب بيان كيليے مختصر لفظوں ميں يوں سمجهيے كه :

اولاً ' انبياء كرام كي تعليم كا مقصود بحث و نظر نهيں هوتا ' يمان و يقين هوتا هے - ايمان و يقين كيليے وضعي علوم كا طريق استدلال كسي حال ميں بهي سود مند نهيں - انبياء كرام كے تمام احكام كا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر هے جسے قرآن حكيم نے عالم " غيب " سے تعبير كيا هے - عالم " غيب " كے معاملات خلاف عقل نهيں هيں مگر ما وراء عقل ضرور هيں ' اسليے انكا علم نظري استدلال كے ذريعه نهيں بلكه صرف وجداني شهادت كے ذريعه حاصل هو سكتا هے - وه وجداني شهادت جو فطرة انساني ميں وديعت كردي گئي هے اور جسكا اذعان قدرتي طور پر هر انسان كے اندر موجود هے - پس انبياء كرام كا طريق ارشاد يه هوتا هے كه وه انسان كے وجدان سے خطاب كرتے هيں ' نه كه مجرد ذهن و ادراك سے -

ثانياً ' ايك اصل عظيم اس باب ميں يه هے كه انبياء كرام كا طريق تعليم " مقدمات " كا طريقه نهيں هوتا - " براه راست " تلقين كا طريقه هوتا هے -

عام بول چال ميں اس كا مطلب يوں سمجهنا چاهيے كه كسي بات كے ثابت كرنے اور منوا دينے كے طريقے دو هيں : ايك طريقه يه هے كه پهلے مخاطب سے چند ايسے باتيں منوالي جائيں جو گو اصل مدعا نهيں هيں ' ليكن انكے تسليم كرلينے كے بعد مدعا كا تسليم كر لينا ضروري هوجايگا - يه طريقه " مقدمات " كا طريقه هے - دوسرا طريقه يه هے كه جو بات مخاطب كے دل ميں أتارني هو ' وه ايسي شكل و نوعيت ميں بيان كر دي جاے ' كه بغير كسي دوسري بات كے سهارے كے ' خود بخود دل نشيں هوجاے - اس بات كے سمجهنے ' مان لينے ' اور شك و انكار سے محفوظ هوجانے كيليے كسي دوسري بات كے سونچنے سمجهنے كي ضرورت هي نه هو - يه طريقه " براه راست " تلقين كا هے - كيونكه اس طريقه ميں اثبات مدعا كيليے جو كچهه كها جاتا هے ' مقدمات كا محتاج نهيں هوتا - پهلا طريقه علوم وضيعه اور نظار كا هے - دوسرا طريقه طريق فطري اور انبياء كرام كا هے -

انبياء كرام اگر اپني تعليم ميں مقدمات كا طريقه اختيار كرتے ' تو ظاهر هے كه أن كا خطاب عام نوع بشر سے نهيں هوسكتا تها - كيونكه بجز چند افراد كے جنهوں نے علوم وضيعه كے طريقه پر مقدمات كے بحث و نظر كي استعداد پيدا كرلي هو ' عامة الناس نه تو ان كي تعليم سمجهه سكتے ' نه ايمان كے ليے مكلف هوسكتے - انبياء كے ليے ضروري هوتا كه وه ايمان كي براه راست دعوت دينے كي جگه پهلے مدرسوں ميں وضعي علوم كي تعليم ديتے پهرتے ' پهر تعليم كے بعد مقدمات ترتيب ديكر اثبات مدعا كي شكليں بناتے ' پهر أن مقدمات ميں سے ايك ايك مقدمه پر لڑتے جهگڑتے - پهر جب مخاطب أن مقدمات كے جال ميں ألجهه جاتا ' تو أسے بے بس كركے اقرار كرا ليتے - يه طريقه حكماء كي بحث و نظر كا هے - " دعوت " كا نهيں هے - اور انبياء كرام " داعي " هوتے هيں - " مناظر " اور " نظار " نهيں هوتے !

ثالثاً ' مقدمات كا طريقه جيسا كچهه بهي هو ' يقين نهيں پيدا كر سكتا ' عجز پيدا كر ديتا هے ' اور دونوں ميں فرق هے - انبياء اپنے مخاطبين ميں يقين پيدا كرنا چاهتے هيں - بحث ميں عاجز كركے چپ كرا دينا نهيں چاهتے - مقدمات كا طريقه پيچ در پيچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني هوتا هے - اگر مخاطب اس پيچ و خم كا شاطر نهيں هے ' تو بهت جلد لاجواب هوكر چپ هوجائيگا - يه " چپ هو جانا " نه كه " مطمئن هوجانا " طريق مقدمات ميں مناظر كي فتح سمجهي جاتي هے - ليكن انبياء كرام زبان نهيں ' دل جيتنا چاهتے هيں ' اور زبان كے بے بس هو جانے سے دل ميں يقين نهيں پيدا هو جاتا - تم ايك تيز زبان آدمي سے گفتگو ميں بازي نهيں ليجا سكتے ' اس ليے هار مان ليتے هو ' مگر اس سے دل كا اعتقاد تو نهيں پيدا هو جائيگا ؟

رابعاً ' مقدمات كے طريقه كا تمام تر دار و مدار وضعي علوم كے نظري مسلمات پر هوتا هے ' اور يه مسلمات نه تو هر حال ميں حقيقي هيں ' نه هر زمانے كي علمي استعداد يكساں طور پر ان كا اعتراف كرسكتي هے - بهت ممكن هے كه كل تك جو بات مسلم طور پر ماني جاتي تهي ' آج اتني كمزور هوجائے كه لوگ أس كي

بيوي كے پاس ليجائے - ليكن جب ڈاكٹر ملكه كے پاس پهنچا ' تو أسے ايك كانے عهده دار سے تعشق كرتے پايا - ملكه نے نپولين كا پيغام سن كر كها " ميں نے أسكي محبت كبهي اپنے دل ميں محسوس نهيں كي - اگرچه ميں يه هميشه ياد ركهنے پر مجبور هوں كه وه ميرے لڑكے كا باپ هے "

مذكورۂ بالا عورتوں كے علاوه اور بهي بهت سي عورتوں سے نپولين كو محبت هوئي يا انهوں نے أس سے محبت كي - انميں سب سے زياده اور قابل ذكر تين عورتيں هيں - ميڈيم پولين ' ميڈيم ڈي ستائل ' اور مسز اربل - هم أنكے واقعات بالاختصار بيان كرينگے -

بالکل نا امید ہو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمہارے پر ہوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آجاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پروا نہ تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل ہوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند ہفتہ کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاہا - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رہی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا کہ فوراً چلی آؤ - اِس مرتبہ اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا کہ میں سفر نہیں کر سکتی کیونکہ حمل سے ہوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی ہی خوشی ہوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکہ تم بیمار تھیں - سچ ہے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے ... کاش ایک ہی دن کیلیے میں تمہارے پہلو میں ہوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں - کاش میں اُسے لکھہ سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجہ تک پہنچ گئی ہے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواستہ اگر وہ مر گئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رہے گا ! "

لیکن چند ہی دن بعد نپولین کو معلوم ہوگیا کہ جوزیفائن نے دھوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ہے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رہی ہے - اب اُسکے غصہ کی کوئی حد نہ تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجہ میں خط لکھا ' اور حکم دیا کہ بلا کسی عذر کے روانہ ہوجائے - جوزیفائن بادل ناخواستہ روانہ ہوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند ہی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکہ فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمہارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رہی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکہ مرنے سے پہلے ہم کہہ سکیں کہ ہم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے ہیں " مورخ میسن کا بیان ہے کہ نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا ہوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ہے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوہر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبہ افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتیٰ کہ کہا جاتا ہے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نہ تھا - جوزیفائن دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی - یا تو فوج میں رہنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی ہوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' کہ خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصہ ہوا مگر ضبط سے کام لیا - البتہ اِتنا ضرور کیا کہ اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا کہ آئندہ احکام کا منتظر رہے - اپنے شوہر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمہ ہوا - مگر مجبور تھی - کچھہ کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھوپھی کو ایک خط میں لکھتی ہے " زندگی سے اُکتاگئی ہوں - موت کی تمنائیں کر رہی ہوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ ہوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ ہونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانہ ہوگیا' اور بیوی سے وعدہ لے لیا کہ جنگ ختم ہوتے ہی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا ہی پہنچا تھا کہ اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا' اور جلسے شروع کر دیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر ہر دلعزیز ہوگیا تھا کہ اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رہا تھا - مگر خود اُسے کچھہ پروا نہ تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم ہوگئی - کہا جاتا ہے کہ اِسی زمانہ میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا ہوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی کہ نپولین شاید کبھی واپس نہ آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک ہوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی کہ اُسکا شوہر مصر سے آگیا ہے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ہے - بہت خوفزدہ اور پریشان ہوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی ہوگئی تھی - حیران تھی شوہر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانہ ہوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام ہوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانہ ہوگئی - مورخ میسن کا بیان ہے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رہی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپہ سالار نے مطلقاً پروا نہ کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دروازہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - نا اُمید ہوکر واپس جانے والی تھی کہ اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں اوجین اور ہورتانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھ فرنک قرضہ بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھہ رہی - جب وہ تخت نشین ہوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاہی کی عزت عظمت کے ساتھہ زندگی بسر کرتی رہی - یہانتک کہ نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر ہوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھہ ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا چنانچہ طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ہے کہ آسٹرین بیوی کو اپنے شوہر سے ذرا بھی محبت نہ تھی - بلکہ سخت نفرت کرتی تھی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ ہیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اُسکا دل شیشہ میں رکھکر اُسکی

فانما يسرناه بلسانک لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرآنا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانک لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) و انه لتنزيل رب العالمين - نزل به روح الامين - على قلبک لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل و ما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسكي تعليم بالكل كهلي هوئي اور اسكا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں كهول دي گئي هے - حقيقت كے ليے اُس ميں كوئي نقاب نهيں - اُس كا بيان يكقلم سيدها سادها هے - كسي طرح كي تيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سكتي - اُسكے سمجهنے بوجهنے كيليے صرف اس بات كي ضرورت هے كه دل لگنے والا اور كان سننے والا هو - اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا لينا هے ' اور اُسے ديكهه لينے سے انكار نه كرنا ' اسكي شيفتگي اور عشق كا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه كهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذكر " هوں ' " تبياناً لكل شي " هوں ' " تذكره " هوں ' " هدي و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے كه جو بات وعظ هو ' تذكير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل كے روگوں كي شفا هو ' وه منطقي شكلوں كا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں كا كارخانه نهيں هو سكتي !

(۷) ضرورت هے كه مختصراً اس معامله كي توضيح كے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متكلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا كا اختيار كيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن كا اعتماد حدوث عالم كے اثبات پر تها - يعنے عالم قديم (مصطلحۂ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم كے ليے سب سے زياده قوي استدلال حركت اور تغير كا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شكل رٹي تهي : " العالم متغير ' و كل متغير حادث - فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونكه متكلمين كے دماغ ميں اثبات مدعا كي يهي شكليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن كے استدلالات كو بهي كهينچ تان كر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حكيم نے جس طرح حقيقت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (على نبينا و عليه الصلوة و السلام) كي ايک " حجة " كا ذكر كيا هے ' اُسي طرح سورۂ انعام ميں ايک دوسري " حجة " كا بهي ذكر كيا هے : و تلک حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حكيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " كيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم كے مشاهدۂ " ملكوت السماوات و الارض " كے واردات كا ذكر هے : فلما جن عليه الليل ' رى كوكبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديكها ' اور جب اُن ميں سے هر كوكب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونكه اس معامله كو قرآن نے " حجة " كے لفظ سے تعبير كيا تها ' اور جيسا كه آگے چل كر معلوم هوگا ' متكلمين نے " حجة " مستعملۂ قرآن كو وهي حجة قرار دے ديا تها جو اُن كي مصطلحۂ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت كي تفسير كرتے هوے اپنے منطقي استدلال كي شكل يهاں

بهي چپكا دي - مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حركت و تغير سے استدلال كيا هے - يعني اُن كي حجة بهي يهي تهي كه " العالم متغير و كل متغير حادث " انهوں نے كواكب كے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال كيا هے كه اُن ميں حركت هے - حركت تغير كو كهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سكتا ! اس تفسير پر همارے متكلمين كو اس درجه وثوق بلكه فخر هے كه حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث كو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حكيم رباني جس نے اس حكمت سے مخلوق كو آشنا كيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهی اِس سے قطع نظر كيجئے كه اِس استدلال كي كمزوريوں كا كيا حال هے ' اور اسكا صغرى اور كبرى هي كونسا قطعي اور مسلم هے كه نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه كيجئے كه اِس طرح كا استدلال انبياء كرام كي طرف منسوب كرنا طريق دعوت نبوت سے كس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور كيجئے كه لغت و عربيت كے لحاظ سے اِس تفسير كا كيا حال هے ؟ آيت كريمه ميں كوكب ' چاند ' اور سورج كا ذكر هے ' اور تينوں كيليے " افل " كا لفظ آيا هے - متكلمين كي يه تفسير " افول " كے معني حركت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه ديے جائيں ' اُن كے گڑهے هوے استدلال كي ديوار كهڑي نهيں هو سكتي ' ليكن جزم و قطع كے ساتهه كها جاسكتا هے كه عربي لغت ميں كسي ايسے " افول " كا وجود هي نهيں جو حركت و تغير كے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسكے معني تو كسي چيز كے چهُپ جانے اور غائب هو جانے كے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا - اي غابت و احتجبت - اس كے سوا كوئي معني اس لفظ كے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت كا صاف مطلب يه هے كه جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے كها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں كو دوست نهيں ركهتا - يهاں حركت و تغير كي مصيبت كهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے كه " حركت " سے بهي انكا مقصود حركت لغوي نهيں هے - بلكه حركت مصطلحۂ فلسفه هے - يعنے وه حركت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال كو كهتے هيں ' خواه مكان ميں هو يا زمان ميں ' اور كم ميں هو يا كيفيت ميں - مثلاً درخت كا نمو بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكم هے ' اور كسي رنگ كا تغير بهي حركت هے ' اور يه حركت في الكيف هے - ظاهر هے كه اگر " افول " كے مفهوم ميں كسي نه طرح كهينچ تان كر حركت كي دلالة پيدا بهی كرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه كيسا صريح اتهام هوگا كه حركت كا يه فلسفيانه مفهوم اُن كے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متكلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے كه حضرت ابراهيم عليه السلام كا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه كواكب كو صانع كائنات نهيں سمجهتے تے كه اُنكے ليے اِس مزعومه استدلال كي ضرورت هوتي - اُن لوگوں كا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج كي نسبت وهي تها ' جو دنيا كي تمام مشرک عقول كا اپنے اپنے ديوتاؤں كي نسبت رهچكا هے اور اب تک هے - يعنے يه ايسي روحاني اور ملكوتي هستياں هيں جنهيں دنيا كي تدبير و

هنسي اڑائیں - ایمان کي بنیاد ایسي متغیر اور متلون بنیاد پر نہیں هوسکتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ' اور هر زمانه کے لیے ایک یکساں حقیقت هے - یه محل تفصیل کا نہیں ' ورنه مثالوں سے یه بات بالکل واضح هو جاتي - همارے حکماء اور متکلمین نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے هي استدلال ترتیب دیے تھے ' جن کی بنیاد اُس وقت کے مذاهب فلسفه کے نظري مسلمات پر رکھي گئي تھي ' لیکن آج هم کسي پڑھے لکھے آدمي کے سامنے اُنہیں دهرانے کي جرأت نہیں کرسکتے !

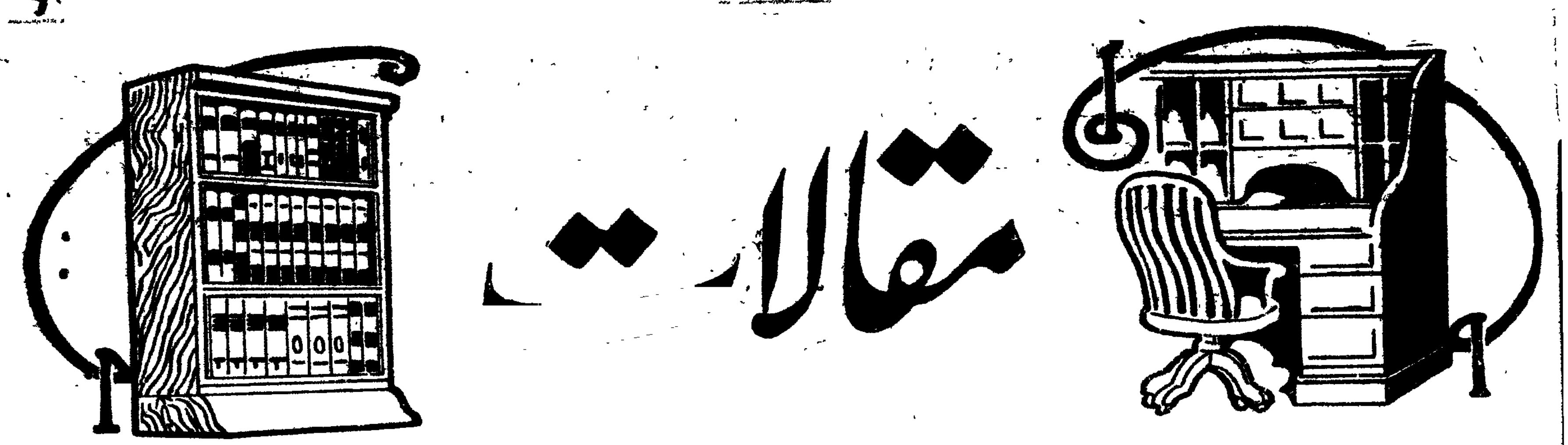
(۵) صرف یہي نہیں که قرآن کا یه طریقه نہیں هے ' بلکه اُس نے واضح طور پر اس طریقه کي مذمت کي هے ' اور اسے بھي اُنھي طریقوں میں سے قرار دیا هے جو اُس کے نزدیک " جدل " کے طریقے هیں ' اور جو طریق " دعوت " و " هدایت " کے ساتھه جمع نہیں هو سکتے - یه طریقه جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پیچ میں مخاطب کو کس دینے کے لیے ضرور مفید هے - مگر اذعان و یقین کیلیے که طریق دعوت و هدایت کا مقصد وحید هے ' کچھه مفید نہیں - بلاشبه اس طریق کا عامل ایک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا هے ' لیکن مرشد اور هادي نہیں بن سکتا - اس کي طبیعت کبھي اِس طرف نہیں جاتي که سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي هو جاتا هے که اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑھے هوے مقدموں ' اور منوائي هوي اصطلاحوں سے کسي نه کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفته رفته خود اُسکا قلب بھي حقیقت سے نا آشنا اور اُسی قسم کي باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگریزي میں " تکنیکل " قسم کي باتیں کہتے هیں (لفظ صناعي اسکا پورا مفهوم ادا کرنے کیلیے کافي نہیں ' الا یه که اختیار کرلیا جاے) اگر وہ ایک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور یقین کي راہ میں اُس سے نزاع کر رها هے ' صرف ایک لفظ کي غلطي ' یا کسي اصطلاحي قاعدہ کي نا آشنائي ' یا ترتیب مقدمات کے پیچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمندہ کر دے سکے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا هے ' اور اِسے " مناظرہ میں هرا دینے " سے تعبیر کریگا - لیکن ایک لمحه کیلیے بھي یه نہیں سونچے گا که اِس نام نهاد فتح و شکست سے حقیقت اور سچائي کا فیصله کیونکر هوگیا ؟ به زیادہ سے زیادہ مناظرہ کي جیت هے - لیکن حقیقت کا فیصله تو نہیں هے ؟ اگر وہ اِس مناظرانه کج اندیشي کي مدهوشي سے افاقه پائے ' اور خود اپنے دل کي گہرائیوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے که جس بات کے منوانے کیلیے وہ ایک عالم کو چپ کراتا پھرتا هے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہیں هے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم هوتا هے که یه ' اور اِس طرح کے تمام طریقے ' نه صرف حصول مقصد کیلیے سود مند نہیں هیں ' بلکه هدایت و یقین کي راهوں سے دور کر دینے والے هیں - قرآن اِن تمام طریقوں کو " خصومت " اور " جدل " یعنے لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار دیتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعیت کے اعتراضات اور تشکیکات نقل کي هیں - پھر بتلایا هے که یه حق و هدایت کي راہ نہیں هے ' خصومت اور جھگڑنے کي روش هے - سورۂ یاسین میں منکرین کا یه استفهام تشکیکي نقل کرنے کے بعد که " و یقولون متیٰ هذ الوعد ان کنتم صادقین ؟ " فرمایا " ما ینظرون الا صیحة واحدة ' تاخذهم و هم یخصمون ! " " خصومت " کا لفظ یہاں اِسي حقیقت کي طرف اِشارہ هے - سورۂ زخرف میں منکرین کا یه انداز سخن نقل کیا هے که " ولما ضرب اِبن مریم مثلاً ' اذا قومک منه یصدون - و قالوا : الهتنا خیر اَم هو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لک الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " یعنے منکروں کي یه فکري حالت که وہ بات کي حقیقت پر غور کرنے کي جگه فرضي اور تخمیني صورتیں پیدا کرکے کج بحثي کرني چاهتے هیں ' راستي و حق پرستي کا طریقه نہیں هے - " جدل " کا ڈھنگ هے -

چنانچه یہي وجه هے که قرآن حکیم نے دعوت الي الحق کا طریقه واضح کرتے هوے کہا : ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنه ' و جادلهم بالتی هی احسن (۱۶ : ۱۲۶) اِس آیت میں بالترتیب تین طریقوں کا ذکر کیا هے : حکمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - لیکن جدل کو " بالتی هي احسن " کے ساتھه مقید کر دیا هے - یعنے ایسا جدل جو اچھے طریقه پر کیا جاے - اِس سے معلوم هوا که قرآن کے نزدیک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہیں هے ' اِلا یه که " بالتی هی احسن " هو -

جس آیت کي نسبت آپنے استفسار کیا هے ' دراصل وہ اسي حقیقت کا ایک بہترین نمونه پیش کرتي هے - وہ واضح کرتي هے که انبیاء کا طریق دعوت و هدایت کا هے - جدل کا نہیں هے - اور تشریح اسکي آگے آئیگي -

(۶) لیکن افسوس هے که متکلمین کا منطقي ذوق طریق قرآني کي اهمیت و حقیقت معلوم نه کرسکا - اُنهوں نے قرآن کو بھي وهي منطقي جامه پہنا دینا چاها ' جو خود انهوں نے علم و نظر کے هر گوشے میں پہن لیا تھا - چونکه یه طریقه قرآن کیلیے ایک مصنوعي طریقه تھا ' اسلیے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پیش آئیں - لغت ساتھه نہیں دیتي تھي ' عربي اُسلوب بیان قطعاً مخالف تھا - سباق و سیاق کا مقتضا کچھه اور هي کہتا تھا - سب سے بڑھکر یه که قرآن کا عام نظم بیان اس طریق کے ساتھه چل نہیں سکتا تھا - تاهم وہ اپني موشگافیوں اور کوہ کندنیوں میں برابر بڑھتے هي گئے ' اور کسي نه کسي طرح کھینچ تان کر ایک نیا کارخانۂ استدلال گڑھکر کھڑا کر دیا - اب دنیا کہتي هے که قرآن کي مشکلات حل نہیں هوتیں - لیکن کوئي نہیں جو اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھائے که مشکلیں قرآن کي مشکلیں نہیں هیں - مفسرین کي پیدا کي هوئي مشکلیں هیں - اگر ایک بات کو اُس کی زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معانی سے هٹا کر ایک دوسري طرح کي شکل دیدي جائیگي ' تو یقیناً وہ صاف نہیں رهیگي ' مشکلات کا ایک معما هي بن جائیگي !

یاد رکھنا چاهیے که قرآن کے ساتھه هم دو هي طرح کا سلوک کرسکتے هیں - یا تو اس کي سچائي تسلیم کریں - یا انکار کردیں - اگر هم اس کي سچائي تسلیم کرتے هیں تو ضروري هے که وہ تمام اوصاف بھي تسلیم کرلیں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بیان کیے هیں - اِن اوصاف میں سب سے پہلا اور بنیادي وصف یه هے که وہ هر اعتبار سے سهل هے - کسي اعتبار سے بھي مشکل نہیں - پس قرآن سب کچھه هو سکتا هے مگر مشکل اور پیچیدہ نہیں هوسکتا - کوئي تفسیر ' کوئی تاویل ' کوئي ایسي بات جس سے اُس کي کوئي ایک سورت ' کوئي ایک رکوع ' کوئي ایک آیت ' بلکه اُس کا کوئي ایک لفظ بھي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے لیے سچي تفسیر اور سچي بات نہیں هو سکتي - یقیناً وہ سچي نہیں هوسکتي - اس لیے که قرآن جسے سچ هونا چاهیے بار بار کہتا هے : و لقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (۵۴ : ۱۷)



"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایہ دار عورتوں کي عمومیت بھي رواج دوگے "

ایک ھي طرح کے سر میں تمام سرمایہ دار یہ راگ آلاپ رھے ھیں !

چونکہ سرمایہ دار اپني بیوي کو بھي پیداوار کا ایک آلہ تصور کرتا ھے ' اس لیے جب کبھي سنتا ھے کہ آلات پیداوار عام ملکیت ھوجانے والے ھیں ' تو قدرتي طور پر خیال کرتا ھے کہ عورتوں پر بھي اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبھي یہ خیال نہیں گزرتا کہ کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ھے کہ عورت پیداوار کا محض ایک آلہ نہ سمجھي جائے - وہ عورتوں کي موجودہ حیثیت بدل دیني چاھتے ھیں -

ھمارے سرمایہ داروں کے اس عیارانہ خوف سے زیادہ کوئي چیز مضحکہ انگیز نہیں جس کي وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رھے ھیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کي کیا ضرورت ھے جب کہ ان کي یہ صورت حال تقریباً ھمیشہ موجود رھي ھے اور آج بھي موجود ھے !

ھمارے سرمایہ دار بزرگ کیا کر رھے ھیں ؟ اپنے مزدوروں کي عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضۂ و تصرف میں رکھنے سے سیر نہ ھوکر اور باضابطہ عصمت فروشي پر بھي قانع نہ ھوکر ' وہ اب آپس میں ایک دوسرے کي بیویوں سے علانیہ تعلقات پیدا کر رھے ھیں ' اور یہ تعلقات سرمایہ دار سوسائٹي کي بہترین معاشرتي دلچسپي ھیں !

خود سرمایہ دارانہ شادي بھي در حقیقت عورتوں کي عمومیت ھي ھے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یہ دیا جاسکتا ھے کہ وہ عورتوں کي موجودہ ریاکارانہ اور خفیہ عمومیت ختم کر دیني چاھتے ھیں - ظاھر ھے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کي منسوخي کے ساتھہ اُس کا نتیجہ یعني عورتوں کي عمومیت بھي معدوم ھو جائیگي ' اور اُس وقت عام عصمت فروشي کا بازار بھي گرم نہیں ھو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یہ الزام بھي لگایا جاتا ھے کہ وہ وطني و قومي روح فنا کر دیني چاھتے ھیں -

مزدوروں کي نہ تو کوئي قوم ھے نہ وطن - پس جو چیز اُنھیں ملي ھي نہیں ' چھیني بھي نہیں جاسکتي !

مزدوروں کو پہلے سیاسي طاقت حاصل کرني چاھیے ' پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاھیے - یہ کام بذات خود ایک قومي کام ھے ' اگرچہ سرمایہ دار اُسے کچھہ نہ سمجھیں -

جوں جوں سرمایہ دار ترقي کرتے جاتے ھیں ' آزاد تجارت پھیلتي جاتي ھے ' عالمگیر بازار کھلتے جاتے ھیں ' صنعتي پیداوار میں اضافہ ھوتا جاتا ھے ' قومي اختلافات بھي کم ھوتے جاتے ھیں ' اور حالات زندگي میں ھمرنگي و یکسانیت بڑھتي جاتي ھے -

مزدوروں کي فتحمندي ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگي ' کیونکہ ان کي تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ھے -

افراد کے باھمي خود غرضانہ استعمال میں جس قدر کمي ھوتي جائیگي ' اسي قدر قوموں کا باھمي خود غرضانہ استعمال بھي کم ھوتا جائیگا -

جوں جوں فرقہ بندیاں معدوم ھوتي جائینگي ' قوموں کي باھمي دشمني بھي مٹتي جائیگي -

رھے باقي الزام جو کمیونزم پر مذھبي ' فلسفي ' اور نظري نقطۂ نظر سے لگائے گئے ھیں ' تو وہ اس قدر پوچ ھیں کہ کسي سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسي گہري بصیرت کي ضرورت ھے کہ مادي حالات زندگي اور اجتماعي نظام کي تبدیلي کے ساتھہ انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی کہ ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ھے ؟

خیالات کي تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتي ھے کہ دماغي پیداوار ' مادي پیداوار کے ساتھہ ھمیشہ بدل جاتي ھے ؟ ھر عہد کے حکمراں خیالات ھمیشہ وھي رھے ھیں ' جو اس کے حکمراں طبقہ کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ھیں جو سوسائٹي میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ھیں ' تو یہ حقیقت صاف ظاھر ھو جاتي ھے کہ پراني سوسائٹي کے اندر ھي نئي سوسائٹي کے عناصر کي تکوین پوشیدہ تھي ' اور یہ کہ قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھہ ھي قدیم اجتماعي رشتے بھي پراگندہ ھوجاتے ھیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کي آخري گھڑیوں سے گزر رھي تھي ' تو قدیم مذاھب بھي ایڑیاں رگڑ رھے تھے - یہاں تک کہ مسیحیت نے ظاھر ھوکر انھیں نگل لیا - اسي طرح جب اٹھارھویں صدي میں مسیحي خیالات کي جگہ عقلیت نے لے لي ' تو جاگیر دار سوسائٹي نے اُس وقت کے انقلابي سرمایہ داروں سے فیصلہ کن لڑائي لڑي - پھر مذھبي آزادي اور وجداني آزادي کے خیالات نے عام کي علمداري اور آزاد مقابلہ کا اصول ظاھر کر دیا -

تصرف میں دخل ھے ' اور اسلیے اِنکي پرستش ضروري ھے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ھي نہ تھے ' تو اُنکے محدث و مخلوق ھونے کے دلائل پر حضرت ابراھیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجۃ اٰتینا ھا ابراھیم علی قومہ " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئي ایسي بات آلي تھي ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ھونے کا بطلان ثابت ھوتا ' کیونکہ اُنکے ہم وطنوں کي اصلي گمراھي یہي تھي -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہي ایک تفسیر اِس حقیقت کي توضیح کیلیے کافي تھي کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے ھیں' اور اُنکي ذھنیت معارف قرآنیہ کي روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ھے - في الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اھم ترین دلائل قرآنیہ کے ھے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معني منطقي استدلال کا جامہ پہنا کر اُس کي ساري دلاویزي اور خوبي غارت کردي ھے' جو کسي طرح بھي اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ھے کہ یہ استدلال حضرت ابراھیم کي طرف اِس جوش و سرگرمي کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ھے ' گویا انکے لیے ابراھیم خلیل کي جگہ اِمام الحرمین یا اِمام رازي بن جانا کوئي بڑي ھي فضیلت کي بات ھے !

میں نے یہاں ارسطو کي جگہ اِمام الحرمین اور اِمام رازي اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراھیم کي طرف منسوب کي گئي ھے ' وہ اِتنا وزن بھي نہیں رکھتي ' جسقدر عامۂ حکماء کي عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ھے - شیخ الاسلام اِبن تیمیہ نے سچ کہا ھے کہ " متکلمین نے طریق قرآني اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھي نہ کرسکے - اِنکي خام خالیوں سے تو پھر حکماء کي باتیں غنیمت ھیں "

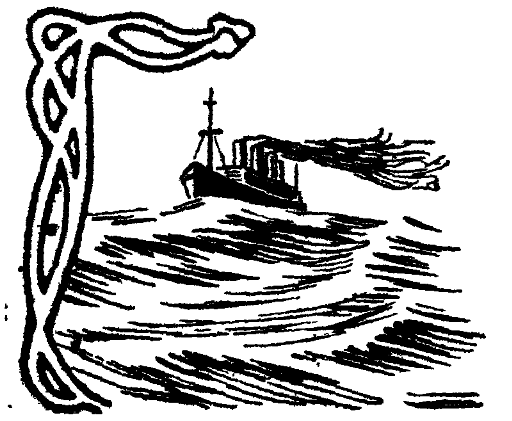
یا مثلاً ' قرآن حکیم نے اللہ تعالی کے صفات کا ذکر کرتے ھوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ھے - " احد " اور " واحد " کے معني اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ھوا ھے ' اسکے سوا کچھہ نہیں ھیں کہ یہ صفت ' تعدد کي نفي کرتي ھے - یعني وہ ایک ھے' اکیلا ھے ' اسکا کوئي شریک نہیں - کوئي عرب یا عربي داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسي مفہوم کا تخیل ھي نہیں کر سکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معاني اور التزامات پیدا کر لیے ' اور بلا تکلف اُنہي معاني میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ھیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ھے - احد وہ ھے جو منقسم نہ ھو سکے ' پس معلوم ھوا کہ وہ جسم نہیں ھے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام ھیں - ھمیں بھي اِسکا شوق نہیں کہ خدا کي جسمیت ثابت کي جاے ' لیکن یہ قطعي ھے کہ قرآن نے عربي کا لفظ " احد " اس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ھے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کي دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئي تعلق ھے -

یا مثلاً ' عربي کا ایک لفظ " مثل " ھے - " مثول " کے اصلي معني کسي چیز کے نصب ھونے کے تھے - مصور صورت بنا دیتا ھے ' اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشي - اي انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ھے " فتمثل لھا بشراً سویا " یعني آدمي کي شکل میں نمایاں ھوا - پھر اسي نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھي ھونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ھے - یعني اُس جیسي ھے - تاج محل کے مثل کوئي عمارت نہیں - یعني اُس جیسي کوئي عمارت نہیں - قرآن نے بھي جا بجا مثل کا لفظ انھي معنوں میں استعمال کیا ھے -

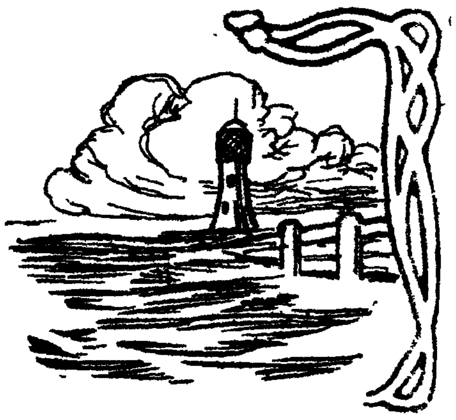
لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ھو گئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ھونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقي اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلۃ فی الجوھر' مماثلۃ فی الکیفیۃ ' مماثلۃ فی الکمیۃ ' مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ؛ وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھي وھي استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثلہ شي " میں " مثل " کو وھي " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ھیں ' اور اسپر اپني تمام فلسفہ آرائیوں کي عمارت اُستوار کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں - تمام اجسام متماثل ھیں ' اور جسم وہ ھے جو جواھر فرد سے مرکب ھو ' یا جسکي طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکي مقدار ھو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثلہ شی " تو اِس سے اُن تمام جسمي (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کي نفي ھوگئي جو جواھر میں یا اعراض میں ھو سکتی ھیں - فلو کان جسماً لکان لہ مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفي ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئي شے نہیں' لیکن سوال یہ ھے کہ " لیس کمثلہ شي " میں قرآن نے عربي کا جو لفظ استعمال کیا ھے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رھے' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ یہي مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھي ؟ حاشا و کلا - عربي میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنھي سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ھے ' جن معنوں میں ھم آجکل اُردو میں بولا کرتے ھیں - مثلاً ایک شخص کہتا ھے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئي عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ھوتا کہ وہ مماثلۃ في الجوھر یا مماثلۃ فی الکمیۃ ' یا مماثلۃ فی الکیفیۃ ' یا مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ' یا مماثلۃ فی اي معني اصطلاحي فلسفي کي نفي کر رھا ھے - بلکہ یہ مطلب ھوتا ھے کہ ایسي خوشنمائي رکھنے والي کوئي دوسري عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھي ٹھیک ٹھیک اِسي سادہ اور لغوي معني میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ھے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آ گئیں ؟

یا مثلا ' عربي کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ھے جسکے معني لغت اور زبان میں طول عہد کے ھیں ' اور اِسي نسبت سے وہ ھمیشگي کے معنوں میں بھي بولا جاتا ھے - لیکن یہ ھمیشگي ایسي ھي ھوتي ھے جیسے بول چال میں ھم کہتے ھیں " یہ آدمي ھمیشہ کلکتہ ھي میں رھیگا " اس سے یہ مقصود نہیں ھوتا کہ وہ ابد تک رھیگا اور مستقبل میں کوئي وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ' بلکہ یہ مطلب ھوتا ھے کہ وہ یہیں ٹھہرا ھوا ھے اور عرصہ تک یہیں ٹھہریگا - قرآن نے بھي جا بجا اسي معني میں یہ لفظ استعمال کیا ھے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ھوگئیں ' تو " خلود " کے معني ایسي ھمیشگي کے ھو گئے جسکي کوئي نہایت نہ ھو -

یا مثلاً ' عربي میں لفظ " قدیم " کے وھي معني ھیں ' جو اردو میں " پرانے " کے ھیں " یہ مکان بہت قدیم ھے " یعني بہت مدت سے ھے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کي خاص مصطلحات اختیار کیں' اور اسلیے " قدیم " کي بھي ایک خاص منطقي تعریف بن گئي - اب کتاب و سنۃ کا مستعملہ " قدیم " بھي اسي معني میں لیا جانے لگا !



بریدِ فرنگ



مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رساله نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیه کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا ھے - مقاله نگار حال میں قسطنطنیه اور قاھرہ کے سفر سے واپس آیا ھے - وہ لکھتا ھے :

" سنه ۱۹۲۷ کي جو فکري لہر قاھرہ اور قسطنطنیه کي عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رھي ھے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاھتا ھوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذیل ھے :

(۱) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشؤ و نما گرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع ھوگئي تھي ' مگر وہ ایک خاص حد سے آگے نه بڑھسکي - سنه ۱۹۰۰ تک قسطنطیه اور قاھرہ میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یه سمجھا جاتا تھا که وہ فرانسیسي زبان سے واقف ھیں' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتھه پسند کرتي ھیں' اور اُن میں اھل قلم عورتوں کي بھي ایک محدود تعداد پیدا ھوگئي ھے -

(۲) لیکن موجودہ صدي کے اوائل سے صورت حال میں نئي نئي تبدیلیاں رو نما ھوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیادہ اھم تبدیلیاں دو تھیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ میں آزادانه سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ۱۹۰۵ سے لیکر سنه ۱۹۰۸ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیادہ خواتین یورپ کے بڑے بڑے شھروں میں دیکھي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تھي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آئي تھیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بھي بعض خواتین تھیں -



جدید مصري خاتون
بیگم زغلول اپنے معمولي لباس میں

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت ھو رھا ھے !



(۳) سنه ۱۹۰۸ع میں جب ترکي میں انقلاب دستوري ھوا ' تو حالات نے یکایک ایک دوسري ھي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم ھوگیا - اُس وقت تک دار الخلافه میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تھے ' اور جتنے بھي تھے ' زیادہ تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے ھوئے تھے - لیکن اب یکایک زنانه کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافه ھوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کیے - پھر عام تحریک شروع ھوگئي' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم ھوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بھي متجاوز تھی - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بھي علانیه حصه لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بھي پیدا ھوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچھے خطیبوں اور اھل قلم کي تھي - چھرہ کا نقاب بھي تمام تعلیم یافته خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البته باھر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پہن لیا جاتا تھا جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چھپ جاتي تھي ' بلکه سر کے بال بھي پوشیدہ رھتے تھے - صرف نصف پیشاني سے لیکر ٹھڈي تک چھرہ کھلا رھتا تھا -

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذهبي ' اخلاقي ' فلسفي ' سیاسي ' اور قانوني خیالات تاریخي ترقي کے دوران میں تبدیل هوتے رهے هیں ' مگر ان تبدیلیوں کے باوجود بھي مذهب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کي حقیقت کبھي نہیں بدلي ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقي رهیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھي هیں ' جو تمام اجتماعي نظاموں میں همیشہ قائم رهي هیں اور اُن میں کبھي تبدیلي نہیں هوئي - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئي بنیادوں پر قائم کرنے کي جگہ اُنھیں سرے سے مٹا دینا چاهتا هے ' اور یہ ایک ایسي بات هے جو تمام تاریخي ترقیوں کے بالکل مخالف هے -

لیکن هم کہتے هیں کہ تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي نزاع کي تاریخ هے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتي نزاع نے کوئي شکل بھي اختیار کي هو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت هے کہ هر زمانہ میں سوسائٹي کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رها هے - لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعي ضمیر همیشہ تقریباً ایک هي قسم کے خیالات کا پابند رها هو - ظاهر هے کہ اِس اجتماعي ضمیر کي تبدیلي اسي وقت ممکن هے ' جب جماعتي نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا هے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتي رشتوں کا ایک براہ راست طبعي انفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقي میں تمام روایتي نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن همیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کي پروا نہیں کرني چاهئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رهنا چاهئے -

هم ابھي بیان کر چکے هیں کہ مزدوري پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ هے کہ وہ حکمراں طبقہ کي حیثیت حاصل کرلے - یعني حقیقي جمہوریت کو کامل فتح حاصل هو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے هاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپني سیاسي طاقت استعمال کرینگے ' یعني پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے هاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وهي حمکراں طبقہ هونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کي مجموعي مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاهر هے کہ پورا نہیں هوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھي اقتصادي حیثیت سے ناقابل حصول معلوم هوتے هیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروري هوجائینگے - اِس سے مقصود وهي ذرائع هیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتي طور پر مختلف هونگے - تاهم ترقي یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا هے :

(۱) زمین کي ملکیت کي منسوخي اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاري اور برابر بڑھنے والا انکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کي منسوخي -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کي ضبطي -

(۵) حکومت کے هاتھوں میں قرض کي مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومي بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ هو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داري کا حق حاصل هو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کي حکومت کے هاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومي کارخانوں اور آلات پیداوار کي توسیع ' اور بنجر زمینوں کي ایک عام اجتماعي خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتي فوجوں کي تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعي اور صنعتي محنت کي آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کي باهمي تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقي میں جماعتي اِمتیازات معدوم هو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کي بڑي اکثریت کے هاتھوں میں سمٹ آئیگي ' تو عام اجتماعي طاقت اپني سیاسي حیثیت کھو دیگي - سیاسي طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت هے تا کہ دوسري جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ بر سر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتي طور پر وہ موجودہ جماعتي نزاعات اور خود جماعتوں کو بھي برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپني جماعتي حکمراني کي حیثیت بھي مٹا دینگے -

الهــلال کو

اشاعت کي کمي کي شکایت نہ هوتي ' اگر مصارف کي زیادتي پیش نہ آتي - سنہ ۱۹۱۴ع میں الهلال کي یہي قیمت تھي - یعني بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتي اشیاء کي قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھي تھي - اِس وقت اگرچہ الهلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ هے ' لیکن مصارف کي زیادتي کي وجہ سے اب تک آمدني اور خرچ برابر نہیں هوسکے هیں - کیا آپ اس معاملہ پر توجہ ضروري نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروري سمجھتے هیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے ....

(منیجر الهلال)

تاریخ وعبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبروں اور مصنفوں کی نظر میں!

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعت پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہے۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال دراصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہے۔ (برنس سنہ ۱۸۲۲ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہے جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہے۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔
(ہیروڈوٹس سنہ ۴۵۰ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ہندوستان اور بابل کے مابین سنہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ سنہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری ممیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی ململ میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہے کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہے کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہے ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنگیٹیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹریسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی توریت کے ابتدائی برسوں (یعنی تاریخ ۲۰۰۰ سال) میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہے۔
(دیکھیو صفحہ ۲۰۶)

نبی مسیح سے ۳۰۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی داستانوں کے تذکرہ میں ڈھاکہ کی ململ کا ذکر کرتا ہے۔ (جیمس ملن)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکوپولو ۱۲۰۰ء)

۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ ستمبر ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"
(سر جارج بڈوڈ)

"سیچی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترھویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے ۱۷۰۰ء اور ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے بنانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گوٹھنے، عطر کے طیار کرنے، اور ہر قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہے۔
(پروفیسر ویبر)

۱۸۱۳ء سے ۱۸۳۵ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہے یعنی اُسوقت جبکہ انگریزی کپڑے کی بادبانی جہازوں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگادی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر [illegible])

۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مانچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس بات کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کرکے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از مل)

۱۸۲۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۲ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱۰۰ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اسوقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہے جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتوں کا ظلم و جور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورۂ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہے کہ جنگل باڑی کے تقریباً سو نوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔
(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نوربافان جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کرکے قیمت ضبط کر لیتے۔ یہی ریشم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ ڈالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے کاروبار کی جگہ میں کوئی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے بیوپاریوں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر عہدنامہ پر دستخط کراتا جس کی رُو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال دینا پڑتا۔ عہدنامہ پر دستخط کے لئے غریب کاریگر کی رضامندی ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی



سنه ۱۹۲۱ میں قسطنطنیه کي مسلمان عورتوں کا مظاهره

سب سے زیاده اهم تبدیلي یه هوئي که مسلمان خواتین نے سرکاري دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کي کوئي سابق مثال موجود نه تهي - ٹیلي فون اور ٹیلي گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں هي عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بهي پیدا هوگئیں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک میں بهي اُس اُسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکه هي کي مضطرب آبادیوں میں محدود تها -

(۴) ترکي کي اس تبدیلي نے قاهره پر بهي اثر ڈالا جهاں مغربیت کهیں زیاده قوت و وسعت کے ساتهه نشو و نما پا رهي تهي - سنه ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي میں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تهي ' اور پرده کے خلاف اپني مشهور کتابیں شائع کي تهیں ' تو اُس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسي نکل سکتي تهیں جو بغیر نقاب کے گهر سے باهر نکلنا گوارہ کرتیں ' لیکن اب ایک بڑي تعداد ایسي عورتوں کي پیدا هوگئي ' جو بغیر کسي جهجهک کے کهلے منه باهر نکلنے لگي تهیں ' اور اُنهوں نے پوري طرح مغربي لباس اختیار کرلیا تها - سنه ۱۹۱۲- میں جب میں قاهره گیا تها ' تو مجهے یه دیکهکر تعجب هوا تها که نئے تعلیم یافته طبقه کي عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکي هیں ' اور بجز خال خال گهرانوں کے قدیم مصري زندگي کا نظاره کهیں دکهائي نهیں دیتا - بعض گهرانوں کي خواتین سڑکوں پر بالکل کهلے ڈلے نکلنے سے پرهیز کرتي تهیں ' لیکن اپنے گهر میں اُنهیں اس سے انکار نه تها که ایک یورپین خاتون کي طرح مهمانوں کي پذیرائي کریں ' اور اُن کي صحبتوں میں اپنے شوهروں اور عزیزوں کے ساتهه شریک هوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات هوے هیں ' شاید اُن میں کوئي چیز بهي اس درجه موثر اور قابل غور نهیں هے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربیت هے - اب همیں وه تمام پر اسرار اور قصه نما تذکرے بهلا دینے چاهئیں ' جو کسي زمانے میں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں میں هماري تعجب آمیز دلچسپي کا ذریعه هوا کرتے تهے ' اور هر مغربي سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تها ' سمجهتا تها که وه اپنے آپکو الف لیله کي شاهراهوں میں سرگرداں پایگا - اب مشرق کي ساري چیزوں کي طرح مشرق کي عورت بهي تقریباً نابود هوگئي هے - وه وقت دور نهیں هے جب اُس کا سراغ ڈهونڈهنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق اُلٹنے پڑینگے - اب انگوره ' قسطنطنیه ' اور قاهره هي میں نهیں ' بلکه بغداد اور شام میں بهي "مشرقي عورت" بغیر ڈهونڈهے نهیں مل سکتي - گذشته سال میں نے بیروت میں بهت کوشش کي که کسي ایسے امیر گهرانے کا سراغ لگاؤں جهاں مجهے کامل مشرقي زندگي نظر آے - کچهه عرصه کے بعد ایک دوست نے رهنمائي کي ' اور میں ایک گهرانے میں مدعو کیا گیا - یه گهرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گهرانا تها - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستي " کیلیے بدنام هیں - یه مخالفانه شهرت سنکر مجهے بڑي خوشي هوئي تهي - میں نے خیال کیا تها که بیسویں صدي میں کم از کم ایک مرتبه " الف لیله " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میري مایوسي کا اندازه کر سکتے هیں ' جو اُس وقت مجهپر طاري هوئي ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گهرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسي ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یه کهکر اپنی دوازده ساله لڑکي کي تقریب کي که " یه میڈ موزیل ...... هیں ! "

یه بیروت کا قدامت پرست گهرانا هے ! بعد کو مجهے معلوم هوا که اس گهرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زیاده نهیں هے که اس کي مسن عورتیں مغربي لباس نهیں پهنتیں ' اگرچه اپني لڑکیوں کے لیے اسي کو پسند کرتي هیں !

مقاله نگار نے آخر میں افسوس کیا هے که مشرق نے مغرب کي تقلید کے شوق میں اسکي بالکل پروا نه کي که مغربي معاشرت کي بے اعتدالیوں سے اپني نگهداشت کرے - وه کهتا هے " بلا شبه مشرقي عورت کو مغرب سے بهت کچهه حاصل کرنا تها ' لیکن ساتهه هي اپني قدیم زندگي کي بهت سي قیمتي چیزیں محفوظ بهي رکهني تهیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رها هے "



قسطنطنیه میں .

(ب) ہندوستانی ہمارے بڑے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندوستانی ہونے کے بجائے انگریز ہوجائیں گے۔ ٹھیک اُسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہوگئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندوستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہوجائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ہ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہوسکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۳۵ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندوستان کا دماغ بھی فتح کرلیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کرلو۔ قوم پر بھی حکومت کرسکو گے۔ (لواسٹ ڈومینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جاسکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندوستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کرسکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کرلیا ہے اور ہندوستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہوکر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندوستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلیو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (مسٹر ڈرکیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

بریدِ شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند رُوداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا جمہوری موتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوار جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پر پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہوچکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعر ذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوار جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہوگئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہوگئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہوجائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کردی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ پونتوس کو آزاد کردے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت طرابزون ہو۔

"انجمن محبانِ انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ٹرکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کرچکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کرسکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہیے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے: "انگلستان کی سرپرستی قبول کرلی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کرلی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کردی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ وطن مقدس، کسی اجنبی حکومت کی غلامی میں پڑے۔ اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کردی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اناطولیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں۔ لیکن میری سرگرمیاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہوگئے۔ علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کرکے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کردیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے اُنھیں پیش آنے والے تھے لیکن اُنھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہوگیا تاکہ آزادی سے جدوجہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہوگئی۔ میں نے اُن سے صاف کہدیا کہ "تاریخ ثابت کرچکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی جبتک ایک قابل مستقل مزاج، اور جفت سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پاگئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آکر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کرسکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہوجانا چاہیے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہیے۔ کپتان رؤف بک، جنرل رافت پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجۂ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سر دست یہ مسئلہ ملتوی کردیا جائے۔ میری درخواست منظور کرلی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوا لیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کردیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کردینا پڑا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۳ء کی کمرشیل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بید کی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کردی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہوگئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے . . . جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے! (جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:
"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کے لئے لازمی ہے۔ بنابریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کردی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:
"میں ہرگز ہندوستان کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:
آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہوسکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھا دی جائے؟"

مسٹر مارٹن:
"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کرڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

۱۸۳۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس وقت یہی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہوچکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہوگئی ہیں"

مسٹر مارٹن:
"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنا دینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"
(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱	۵۳۴۴۹۵ "	۱۰۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۲۲۰۷۷ "
۱۸۳۵	۳۰۶۰۸۶ "	۵۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴ء	میں	۱۲۰۰۰۰ گز
۱۸۲۵ء	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰ء	"	۴۰۵۰۰۰۰ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۲)

ڈاکٹر بوہر نے ۱۸۳۹ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کرسکتی"۔ (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۴۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۳۸۲۹۴ من تک پہنچ گئی پھر ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہوگئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کرکے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔
(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُرحسرت مقولہ یاد آجاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے"۔ (ڈاکٹر سی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے الیف ٹیلر)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہوجاتی ہے تو یقین کرلینا چاہئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کرے گی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کرڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (اے سیڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے اس لئے کھو دیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے"۔ (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔
(ہندوستان میں "کیری" کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹرز کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کردوگے۔ تم نے اُن کا ملک لُوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے امراء کو برباد اور ذلیل کردیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کرڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!
(سر تھامس ٹرمین ۱۲ مارچ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقننوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں! (تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں
(الف) انگریزی تعلیم کی ترویج ہمارے قبضے کے لئے مفید ہوگی

کئے۔ ترکی میں جو اعلان شائع کیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں جنگی شہر ادر افیون قرہ حصار سے ہم اتحادیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ ر اپریل ۱۹۲۰ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں تھریس کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہوسکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارابکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیواس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اس کے بعد غازی نے وہ رُودادیں پڑھیں جو مشہور خائن سعید ملا، انگریز راہب فرو کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جلد ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہوجانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک ہم درجنون تھا۔ لہٰذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کرسکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا، تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہوجائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش کئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحید الدین نے ہمارے دشمن فرید پاشا کو دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شائع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولی، ادا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد اور مسیورک، الشین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے۔ چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کر دئے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سرتاسر اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ چنانچہ کوشش جلد بار آور ہوئی۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کرلیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کردینی پڑیں۔ ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہوگئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ اُنھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کرلیں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کرلیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدہ کومری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہوگئیں جو ۱۸۷۷ء میں تھیں اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہوگیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کرلیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کردیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہوگئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ ازسرنو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کرکے ماسکو کی سفارت پر بھیجدیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہوگئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا اینونی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کردیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بروقت دشمن کے محاصرے کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچ تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیر اعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہدیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کو کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ترکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیر اعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کردیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علیحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کردیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ گرد دلو بینا میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بُلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہوگئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اُس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہوگئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں۔ عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور وہ خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہوگئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ر جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ ۱۴ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریا کے اس پار آکر رُکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کرلیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کرلی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کردئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لی اور سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جسنے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کرلیا۔ ترکی کی کامل خود مختاری تسلیم کرلی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہوگیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنھی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۲۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا حالانکہ

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اِس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ مشرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہے اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کردے سکتا ہے۔ لیکن ہم قومی کارکن پورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کردیا۔ جلد ہی اِن کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کردیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خلاف وزارت کو توڑدیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت جراغ پا ہوئے۔ انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کرسکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اِس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اِس جد وجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوءظن، رشک وحسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ اِن تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دوران میں ہر طرف سے سلطان پر تاربرقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اِس خائن وزارت کو توڑدیں۔ اسی دوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اِس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہے۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہے، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے، لہذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کرے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تاربرقی کے آلہ پر گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کرکے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اِس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیج دیئے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے انھیں باخبر کردیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کردینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتٰی کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متاثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

اِن کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اِس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہوجائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہے۔

(۴) جدید وزارت، پوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردئیے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت وشنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی۔ اِس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کرسکے۔ اِن کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہوجائے گی۔

لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرگئی!"

اِس کے بعد غازی نے رافت پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں توتو کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کردیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے اماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اِس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادابازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اِس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اِس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت وخلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پاگیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اِس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اِس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کردیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار آدمی مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کرسکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اِس کی جرأت نہ کرسکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں اعلان شائع

عالم مطبوعات وصحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربر آوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جنیوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن، صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خود غرضی کے لئے بنائی ہے۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کر رہی ہیں مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہے اور اُن کی کھال کھینچکر تیغے نکالے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہوسکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہوچکی ہے انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہوگئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کردیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے بلکہ بڑی لے دے کی۔ اُنھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا۔ "دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کردی ہے۔ وہ تمام اضطراب او بےچینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں۔ وہ تمام خطرناک کام کر رہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا علم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ ۱۹۲۴ء والا جنیوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہے۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دُول عظمیٰ نے اختیار کرلیا ہے جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد بھی دینگی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کرسکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر

۲،۹۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہے جتنی ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۳۰،۱۴،۵۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہے۔

حالانکہ معلوم ہے جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہے۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینور ازیک ولگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کرسکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہے اور یورپ میں بھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہے، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلّم حقیقت بتاتا ہے!

نظریہ یہ ہے کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہے۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوجاتی ہے۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہے اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کرجاتی ہے۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہے تو آدمی مجنون ہوجاتا ہے۔ پس جنون کی علت یہ ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ روح، جسم میں حلول کرگئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہے:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہوگیا ہے کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہے۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہے اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہوکر اُنھیں مجنون بنادیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہے یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہے۔ بعض جسموں سے اس مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کرجاتی ہیں اور وہ صد درجہ جنون میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہے میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہے!"

روح نے یوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ بّری حیوانات اپنی طبعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ سردی گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کردیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظریئے قائم کئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہے، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہویل مچھلی کو مستثنیٰ کرکے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے بعض دوسرے حیوانوں کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

کچھوا	۳۰۰	برس
طوطا	۳۰۰	"
کوّا	۳۰۰	"
بط	۳۰۰	"
ہاتھی	۲۰۰	"
شکرا	۱۶۲	"
گدھ	۱۲۴	"
شترمرغ	۶۰	"
بوم	۶۰	"
بگلا	۹۰	"
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰	"
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰	"
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰	"
جنگلی سور،	۳۰	"
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵	"
گوریا	۲۰	"
ہرن	۱۶	"
کتا اور بھیڑیا،	۱۵	"
لومڑی	۱۰	"
چوہا	۳	"

اور فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ اب ہم کافی طاقتور تھے۔ سنہ ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمر بستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کردیئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کرڈالا! تمام دُنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور آدرنہ سے دست بردار ہوجائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہوگیا!

دوعملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دوعملی کا خاتمہ کردوں۔ چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت، غصب کرلی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کرلینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کررہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہر حال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کردیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کردیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہوکر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ٹرکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحیدالدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دَورہ شروع کیا عام باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے بقاء و حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی تھیں منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دَورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی:

"۱۲ اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے۔ لیکن اب یہ جملہ حذف کردیا ہوگا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی اُمور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں اہل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہذا میں نے از سرنو انتخابات کا فیصلہ کردیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کردیئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہوجائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا ابھی تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی اشکال کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کردی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط ان لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفہ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خاں" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کرلیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہوچکی ہے۔ بڑھاپا آگیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب ان میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ ان چار میں سے دو مرچکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کرلی دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مرگئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے، صرف ۱۸ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہوگیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کرسکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتی کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ نہی مون" رویرا کے ساحلوں پر گذار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُسنے اپنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبدالمجید آفندی اس شادی کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں کررہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توأم ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ پلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توأم ہے۔ یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ ۱۷،۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کرلیتے ہیں۔ رفتار کی تیزی ہر منٹ میں ۱۲۰،۵۰۳،۱ میل ہے۔

مطبوعات جامعہ

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہے۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبہ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہے:۔

(۱) حصہ اول سیرۃ الرسول ۱۲ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ ۱۲

(۳) حصہ سوم خلافت بنی امیہ ۱۲ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ ۱۲

(۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم ۱۲

دیوان غالب اردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہے دیوان مکمل ہے جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد، اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

تاریخ فلسفۂ اسلام … داد … ی، ج۔ دی بور کی تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیمات و ناظم اردو اکادمی جامعہ ملیہ قیمت (عہ)

برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عـہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عہ)

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۳	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۲۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۲۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۹۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۲۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۵	۱۸۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۳۶۹۸۷	۲۲۵۴۷۱	۲۰۸۵۷۵	۴۶٫۴۳	۲۹٫۳۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۳۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۱	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۹۸	۴۶٫۶۰	۳۶٫۹۴
بڑودہ	۹۱۸۸۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۳۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۳۲٫۹۷	۳۲٫۹۰
ناگپور	۱۱۲۴۵۳	۱۰۹۴۳۲	۱۲۷۷۳۴	۶۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۵۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۹	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰—۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۶۹۸۶۴	۱۳۹۶۵۴
بمبئی	۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۳۲۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۲۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۲۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۰۲۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	[illegible]	۸۵۵۲۷	۱۶۴۸۷۹
سی پی	[illegible]	۲۹۷۷۳	۵۸۳۳۷
آسام	[illegible]	۲۳۱۵۲	۴۳۳۹۹
کل برطانی ہند	۶۰۰۸۹۳	۶۰۶۶۲۸	۱۲۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۲۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	"
فرانس	۱۲۹۲	"
اٹلی	۵۴۰	"
جاپان	۱۱۸۰	"
ہندوستان	۳۰	"

فی کس روزانہ آمدنی

امریکہ	[illegible]
برطانیہ	[illegible]
فرانس	[illegible]
اٹلی	[illegible]
جاپان	[illegible]
ہندوستان	ا؍

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۹۱۳-۱۴ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۳-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۱۹۲۰-۲۱	۲۲۰-۸-۰	۱۳۱-۰-۰	؟	۸۴-۰-۰	۱۴۵-۰-۰	۲-۸-۰
سنہ ۱۹۲۲-۲۳	۲۹۱-۱-۰	۱۵۹-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۲-۰-۰	-۶-۰
سنہ ۱۹۲۴-۲۵	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۹۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	-۱-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

ہندوستان		جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۲۶۱۰۰۰	مجموعی آبادی ۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۳	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۳	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
بیچ کی نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	...
کان کن	۱٫۱۷	۶٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۶۸۸۹۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۴۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوائیے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهره آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث لي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

ائمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريداركو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

" Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

التحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه — الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " " چهارم ۱۰ روپيه — " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

۱۹۲۷

الہلال

۲۲

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

۵ ـ انہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ — کلکته : جمعه ۲۹ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۷۴۲ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۴۵۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۶۸۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	۱۶۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

الہلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر "ایڈیٹر" کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ، مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد باشا نے اپنی دوستی کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصری امیر کو زھر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائی)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئی مصیبت دیکھی - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکری کے سجادہ نشین شیخ السادات کی خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسی پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باھر کھڑے تھے - سید بکری بھی موجود تھے - وہ نپولین کی سواری کے لیے ایک گھوڑا بھی لے گئے تھے - گھوڑے کی لگام ' رستم کے ھاتھہ میں تھی - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھہ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کی فرمائش کی - سید بکری نے دو غلام حاضر کر دیے - انھی غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپنی خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائی دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کی واپسی میں رستم بھی نپولین کے ساتھہ تھا - راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین کے ساتھیوں نے سنانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمھیں اِس لیے ساتھہ لیے جاتا ھے ' تاکہ پیرس کے جلسے میں تمھاری بھینٹ چڑھائے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ھنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دی ' جو دوران سفر میں اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتی تھی !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں بھوڑ دیا - ھر طرف لوگوں کی نظریں اُس پر پڑتی تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقی اطوار اور چرکسی چشم و ابرو اُنکے لیے نئی قسم کی چیز تھی - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کی مرصع تلوار اور چھہ ھزار فرنک کی تھیلی بھی چھین لی -

جوزیفائن ' نپولین کی بیوی ' رستم کو دیکھہ کر بہت خوش ہوئی اور اپنی خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ھے - اِسی قدر نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسی نیت سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپی کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کی نگرانی اور رشک سے آزاد ھو جائے -

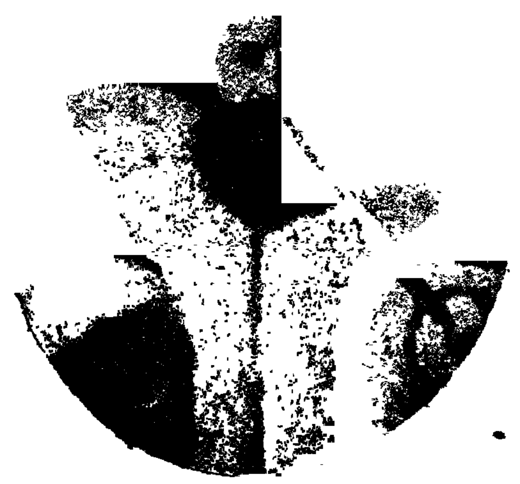
(رستم اور پیرس)

کچھہ ھی سبب ھو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین عظمت میں غیر معمول اضافہ کردیا تھا - رستم اپنے بیش قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھہ ساتھہ پھرا کرتا تھا اور پیرس کی مخلوق اُسے دیکھہ کر متحیر رھجاتی تھی !

قنصل مقرر ھونے کے بعد نپولین اُس محل میں اٹھہ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کی نگہبانی رستم ھی کے ذمے تھی - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رھتا تھا ' اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ھوا کہ نپولین کے ساتھہ ایک عورت موجود ھے - وہ غصے میں بھری ھوئی اٹھی اور کمرے میں گھس پڑنا چاھا - مگر رستم دروازے پر سو رھا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئی - شمع ھاتھہ سے گر پڑی ' اور بدحواس الٹے پاؤں بھاگی !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنک مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " گدھے ! آئینہ سیدھا کر - خوش قسمتی سے تیرا آقا مصری نہیں ھے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھہ دفتر جاتا تھا اور ایک لمحہ کیلیے بھی جدا نہیں ھوتا تھا -



شیخ خلیل بکری نقیب السادات مصر
جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

کلیپر کہتا ھے :

" نپولین نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی - لیکن وہ اپنی فیاضی سے دوسروں کی محبت خرید لیا کرتا تھا - ھمیشہ جوئے میں اپنی تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ھ[illegible] فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کی وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ھی نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمی بھی جلتے تھے - اُن کا خیال تھا - رستم کی یہ تمام قدردانی صرف اِس لیے ھے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ھے -

رستم نپولین کے ساتھہ سایہ کی طرح لگا رھتا تھا - حتیٰ کہ فوج کی قواعد کے وقت بھی آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربی گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے [illegible]تے کی کھال کا زین ھوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - [illegible] کا لباس ' ریشم کا کارچوبی ھوتا - دور دور تک اُس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی - وہ اِس قدر شاندار ھوتا تھا کہ رستم ' عرب پادشاہ معلوم ھوتا تھا ' اور نپولین اُس کا فرنگی سپہ سالار - تھیٹر میں بھی وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کی شان و شوکت کے تماشہ میں محو ھوجاتی تھیں ! "

جب کبھی وہ راستے میں تنہا ھوتا ' مخلوق ھجوم کرکے ساتھہ ھوجاتی - مسرت کے نعرے بلند ھونے لگتے - اپنے فاتح آقا کی طرح یہ غلام بھی اپنی عظمت و غرور میں مدھوش رھتا تھا - وہ بالکل پروا نہ کرتا کہ لوگ اُس کی تعریف میں نعرے لگا رھے ھیں ' یا تضحیک کر رھے ھیں !

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الہلال کے گذشتہ نمبر میں ہم نے ایک جرمن اہل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشہور گوشہ ھاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ھے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ھیں ' لیکن ہم چاھتے ھیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قاریین الہلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ھے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے اُنکي تقریب ہوگي - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب ھستي کا درجہ رکھتي تھي - حالانکہ اُسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ھوي تھي کہ وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !



رستم بن رضا

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا نام رستم بن رضا لکھا ھے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي کہ آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ھیں - جرمن مصنف ھمیں بتلاتا ھے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ھے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اُس نے بادشاھوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود ھوگیا تھا - اِس مہیب آقا کے ساتھہ ھمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الہیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوفان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ہوا اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ہوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ہوا ' نہ مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکرٹري مینڈول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ھے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھي بتایا ھے - اُس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رہا "

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ھے کہ وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب ہوئي - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آورہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وہاں کے اُمراء میں خانہ جنگي شروع ہوگئي - رستم اس جنگ میں قید ہوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رہا - پھر وہاں سے بھاگا تا کہ اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوھر سے علحدہ ہوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رہنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے اُرادہ کیا کہ کسي شہر میں جاکر آباد ھو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ھوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوھر کو گھر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ہوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ھاتھہ بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ہوئے - مگر ابھي راہ ھي میں تھے کہ معلوم ہوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ھے امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد باشا جزار والي

آس نے کہا " تمہارا فرض ہے کہ اس نازک وقت میں اپنے مہربان آقا کا ساتھہ نہ چھوڑو " نپولین کو امید نہیں تھی کہ رستم لوٹے گا - مگر دوسرے دن دیکھا تو وہ موجود تھا - اس نے اپنے با اجازت چلے جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا دل اسکي طرف سے صاف ہوگیا -

اسي اثنا میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب ہوکر زہر کھا لیا ' مگر ڈاکٹروں نے اسکي جان بچالي - ایک دن اس نے رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیہ سے مشورہ کیا - مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا - لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا تمہیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر پستول نپولین کے حوالہ کر دیا - تاکہ وہ خود کشي کرلے -

اس واقعہ کو رستم نے حیلہ بنایا ' اور نپولین سے ہمیشہ کے لیے علحدہ ہوگیا - جلا وطن ہوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کی بابت سوال کیا - اور جب اس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور پر بہت رنجیدہ ہوا -

رستم کي بے وفائي اسي پر ختم نہیں ہوگئي ' بلکہ وہ دو مرتبہ انگلستان بھي گیا - وہاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاہي خلعت پہنکر جایا کرتا تھا - انگریزوں کے ہاتھہ اس نے اپنے آقا کي بہت سي یادگاریں بھي بیچ ڈالیں - انہي میں سونے کا ایک تمغہ بھي تھا - اس پر لکھا تھا " نپولین کي یادگار اپنے وفادار غلام رستم کے لیے "

۷ - دسمبر سنہ ۱۸۴۵ع کو اس کا انتقال ہوا - اس کي قبر ابتک پیرس میں موجود ہے ' اور اس پر یہ عبارت کندہ ہے : " یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رہا ہے "

اس کي زندگي ہي میں اس کے دونوں لڑکے مر چکے تھے - صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رہي - لڑکي کي شادي ایک فرانسیسي تاجر سے ہوگئي تھي -

باب التفسیر

حجة ابراهیمی

آیۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقہ

(از مولانا ابو الکلام)

(۳)

افسوس ہے کہ محل اس کا متحمل نہیں کہ مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنہ آپ دیکھتے کہ تفسیر قرآن کا کوئي گوشہ بھي ایسا نہیں ہے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نہ ہو چکا ہو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نہ پڑ گئے ہوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفہاني کي مفردات ہي اٹھا کر دیکھہ لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ علم ہے ' تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي ہے ' بلکہ اسکے تمام الفاظ کے لیے بھي ایک نیا فلسفیانہ قاموس ترتیب دیدیا گیا ہے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " ہونے پر ناز تھا ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رہگئي ہے !

(آیۂ زیر تدبر)

اب جب کہ یہ تمہیدي مطالب ایک حد تک واضح ہوگئے ہیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل ہے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور ہو جائینگي - البتہ تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بھي ضروري ہے :

(۱) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے عہد کے ایک انسان کا مکالمہ نقل کیا ہے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجہ سے تمام مشکلیں پیدا ہوگئي ہیں ' یہ ہے کہ مکالمہ کي نوعیت ہي غلط سمجھہ لي گئي ہے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا ہے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه - یعني کیا تمہیں اس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراہیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تھي ؟ چونکہ مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا ہوا تھا ' اور انبیاء کرام کے حجج و براہین فطریہ کو بھي وہي جامہ پہنانا چاہتے تھے ' اس لیے انہوں نے اس مکالمہ کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پھر لگے فن مناظرہ کے تمام اصول و اداب اس پر

(رستمي فيشن)

پيرس کي نازنينوں کے ليے رستم ايک متحرک فتنہ بن گيا تھا - وہ اُن کی نظر میں مشرقي حسن و جمال کا ايک پر اسرار پيکر تھا - يہاں تک کہ اُس کے لباس کي بھي نقل اتاري جانے لگي - پيرس کا سب سے زيادہ مقبول فيشن " رستمي فيشن " ہوگيا - خود جوزيفائن اِس لباس پر فخر کرتي تھي - فرانس سے نکل کر يہ فيشن جرمني پہنچا ' اور لويزا ملکۂ پروشيا تک نے اختيار کر ليا - عورتوں کي طرح مرد بھي اس کي تقليد کرنے لگے تھے - يہ بيماري ايسي عام ہوئي کہ خود نپولين بھي مبتلا ہوگيا - اُس نے بھي رستم کا سا لباس اپنے ليے بنواليا تھا اور بڑے بڑے جلسوں ميں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماہر مصوروں نے رستم کي تصويريں اُتاريں - اخبارات و رسائل نے خاص اہتمام سے شائع کيں - پورے يورپ ميں اُس کي شہرت عام ہوگئي -

جب نپولين کي تاج پوشي قريب آئي ' تو اُس نے درباري درزي کو حکم ديا کہ رستم کے ليے بيش قيمت خلعت طيار کرے - يہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ہزار تين سو فرنک خرچ ہوے تھے - جوتے کي قيمت ايک سو بيس فرنک تھي - يہ رقم اُس زمانے ميں ايک شاہي لباس ھي پر خرچ ہو سکتي تھي !

تاج پوشي کے جلوس ميں رستم اپنے خاص لباس ميں ملبوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھي اپنے گھوڑے پر ايک شہنشاہ معلوم ہوتا تھا - ہر طرف اُس کے اعزاز ميں تاليوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپني زندگي کے بہترين ايام شہنشاہ نپولين کے زير سايہ بسر کيے - دربار ميں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولين جب کوئي شہر فتح کرتا تھا تو شاہي گاڑي ميں فاتح کے پيچھے رستم ھي بيٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خيال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کي خوشامديں کرتے ' تا کہ اس کے ذريعہ نپولين کي خوشنودي حاصل کرليں !

جب نپولين پيرس ميں ہوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفريح کي اجازت ملتي - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جايا کرتا جن کے يہاں خوبصورت عورتيں ہوتيں - ليکن ميدان جنگ ميں اُسے ايک لمحہ کي بھي فرصت نہيں ملتي تھي - کيونکہ اُس کے فرائض ہر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وھي اس کے ليے کھانے کا بھي انتظام کرتا تھا -

نپولين کے کھانے کا کوئي وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغير ھي سو جاتا - ايک مرتبہ ايسا ہوا کہ نپولين آدھي رات کو اپنے بستر پر گيا اور کھانا طلب نہ کيا - رستم نے خيال کيا ' اب وہ کھانا نہيں کھائگا - اُس نے بھني ہوئي مرغي خوشي خوشي کھانا شروع کردي - ليکن ابھي آدھي مرغي بھي کھانے نہيں پايا تھا کہ نپولين نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرايا ' مگر اب کر ھي کيا سکتا تھا ؟ وھي بچي ہوئي مرغي ليکر حاضر ہوگيا - نپولين دير تک مرغي ديکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظريں ڈاليں اور کہا " ميں نہيں جانتا تھا کہ بعض مرغيوں کا صرف ايک ھي بازو اور ايک ھي ٹانگ ہوتي ہے - مجھے کبھي اِس بات کا وہم بھي نہيں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑيگا ! " -

رستم ڈر گيا - رنگ فق ہوگيا - کانپتي ہوئي آواز ميں کہنے لگا " مہربان آقا ! ميں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھي ميں نے کھا ليا ! " نپولين چپ ہوگيا ' اور مرغي کھالي ' صبح اُس نے ايک سپہ سالار کو بعض احکام دينے کيليے طلب کيا - رستم بھي سامنے کھڑا تھا - نپولين نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھ سنا ؟ کل رات ميں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھايا تھا ! ملعون ! ادھر آ - ميں تيرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھي ايسي حرکت نہ کرنا ! " يہ کہکر نپولين زور سے ہنس پڑا -

(شادي)

رستم ' اپنے آقا کو روز پيرس کي عورتوں سے اپنے عشقيہ معرکوں کي داستانيں سنايا کرتا تھا - نپولين کو اِن واقعات سے بڑي دلچسپي ہوتي تھي اور وہ غلام کي ہمت افزائي کيا کرتا تھا - آخر رستم کا يہ شوق رنگ لايا - اور وہ ايک عورت پر عاشق ہوگيا - اُس نے شہنشاہ سے شادي کي درخواست کي - نپولين نے پوچھا " وہ کچھ مالدار بھي ہے ؟ " رستم نے جواب ديا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ہوں ' مجھے مال کي کيوں فکر ہو ؟ " نپولين کو يہ جواب پسند آيا اور شادي کي اجازت ديدي -

يکم فروري سنہ ۱۸۰۶ع ميں الکزنڈرائن دوريل سے رستم کي شادي ہوگئي - خود شہنشاہ جلسہ ميں شريک ہوا ' اور تمام خرچ اپني جيب خاص سے ادا کيا - شادي کے ايک برس بعد لڑکا پيدا ہوا - رستم نے اُس کا نام ايشيل رکھا - نپولين کو يہ بچہ بہت پيارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھيلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا' تو اُس کي دونوں مٹھيوں ميں اشرفياں ہوتي تھيں !

نپولين کو رستم اِس قدر عزيز تھا کہ سفر اٹلي کے موقعہ پر جب وہ بيمار ہوگيا تو نپولين نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - ميں جلد واپس آونگا - ميري بيوي تمھاري خبر ليگي - "

خود رستم نے اپني ياد داشت ميں لکھا ہے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع ميں نپولين نے اُس کي کوئي تنخواہ مقرر نہيں کي تھي - ايک دن اتفاق سے ياد آگيا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تھوڑي ھي مدت بعد يہ رقم دوگني کردي گئي - يعني ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نيز ۲۴۰۰ فرنک شکار ميں بادشاہ کي بندوق اٹھانے کيليے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمي انعام کے طور پر بھي ملتے تھے - اسکے علاوہ کھيل ميں جسقدر روپيہ نپولين جيتتا تھا ' سب اسے ديديتا تھا - عيدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھي بہت کچھ ديتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع ميں دیے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ ميں دیے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع ميں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع ميں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع ميں دیے - پھر معزولي سے پہلے ايک مرتبہ يکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمہ)

ليکن افسوس ہے کہ مصيبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ہوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھير ليا !

۶- اپريل سنہ ۱۸۱۴ ميں نپولين کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا تھا - وہ جب جزيرۂ البا کي طرف روانہ ہونے لگا ' تو رستم بلا اجازت اپني بيوي سے مشورہ کرنے چلا گيا - بيوي شريف تھي -

مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - یعنے مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظره قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکھا دي جائے - بات اس سانچے میں ڈهلتي نہیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هو گئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکھتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظره هے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهیم اس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظره هے " کہدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظره هے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي هے - اگر وه مناظر هیں ' تو چاهئے که ان قواعد کلام سے سرمو تجاوز نه کریں جو فن مناظره کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بهي انهي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیره میں پڑه چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بهي انهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه هے که حضرت ابراهیم ' مناظر " مصطلحهٔ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وه مناظر هوں ' تو کیوں ان نمام گڑھے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکھے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود هے که حضرت ابراهیم کو بهي ان قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظره رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' جنهیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکھا هے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نہیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري هے " سوال یه هے که کیوں جائز نہیں ؟ کیوں ضروري هے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاء رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سرمو ان سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت هے که قرآن عربي زبان میں اترتا هے - تمام فصحاء قریش اس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وه ٹهیک هے یا نہیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازه کهولتا هے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راه دکھلادیتا هے ' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آکر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظره کے مطابق یه مکالمه صحیح هے یا نہیں ؟ اور پهر چودهویں صدي میں آپ آتے هیں اور کہتے هیں که مشکلات حل نہیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بڑهاوے دے کر سمیٹا گیا هے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت صنعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یہاں الجهاؤ پیدا کرتي هے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت میں مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے ان مقامات کي تفسیر میں هوا هے ' جہاں بابل کے اس پادشاه کا (جسے نمرود کہتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اس کا نام هو) ذکر کیا گیا هے - قرآن حکیم نے ان کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وه اس خدا کے اقرار سے منکر تهے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسی علیهما السلام نے انکے سامنے پیش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعوی رکهتے تهے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تهیں ' اسلیے وه صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کرسکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاه اپني خدائی کے اس معني میں مدعي تهے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي هے اور اسلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسی (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پہلو سے دیکھے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف هے ' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے الجهاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه هے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کہا جاسکتا هے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني میں خدا هونے کا دعوی نہیں کیا هے که وهي صانع کائنات هے - ایسا دعوی کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اسکي جرأت هي نہین کرسکتي -

تحریر اندازه سے زیاده بڑهتي چلي جاتي هے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نہیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجهنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹهوکریں کهائي هیں ' من جمله ان کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه هے - یعنے شاهیت کے اختیارات نے بهي ما فوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاه بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وه دیوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي دیوتا هے - پهر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیده کي نوعیت پیدا کرلي که پادشاه انسان نہیں هے - انسانیت سے بلند تر هستي هے - اسکي طاقت بهي الهي طاقت ' اور اسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا هے ' انکي اور ان کے قوم کي گمراهي یهي تهي - وه اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تهے - اس لیے نہیں که ان دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعوی کیا تها ' بلکه اس لیے که وه پادشاه تهے ' اور پاشاه کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تها -

ثانیاً ' اس سے یه بات بهي واضح هوگئي که مفسرین کا یه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تهے ' صحیح نہیں هے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تهے ' اس طرح کي خدائي کا اعتقاد اس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے ره چکا هے - هندوستان میں بهي پادشاه کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تها - حتی که ان کا سلسلهٔ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تها - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بهي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نه هوسکے تو لا یعني اور دور ازکار توجیهیں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله علیه اس آیت کي تفسیر میں سب سے پہلي بات جو کہتے هیں ' یہي هے که " و القصه الاولی مناظرة ابراهیم صلی الله علیه و سلم مع ملک زمانه " (جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي اُنهوں نے اس معامله کو " مناظره " کے لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ هوگئے ' اور پہلا قدم هي اُلٹا پڑ گیا - اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے هیں ' حقیقت سے زیاده دور هوتے جاتے هیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجهاؤ پر اُلجهاؤ پڑتے جاتے هیں - اُنهوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلة الاولی " اور " المسئلة الثانیه " اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسله یہاں بهي پوري قوت اور وضاحت کے ساتهه جاري رکها هے ' لیکن جب جواب کا موقعه آیا هے ' تو پانچ پانچ اور چهه چهه وجوه اشکال بیان کرنے کے بعد ایک شافي جواب بهي نہیں دے سکتے ' اور ایک ایسے طریقه سے جو پڑھنے والے کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا هے ' رخصت هو جاتے هیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا هوئے ' سب نے اس مکالمه پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البته حافظ عماد الدین ابن کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیه کے تلامذه میں سے هیں ' اس سے مستثنی هیں - وہ سلف کے طریق تفسیر سے آشنا هوچکے تهے ' اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکه صاف صاف کہدیا " وهذا التنزیل علي هذا المعني احسن مما ذکره کثیر من المنطقیین " (حاشیه فتح البیان جلد ۲ : ۱۵۹) یعنے یه مطلب اس سے کہیں زیاده بہتر هے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا هے - لیکن افسوس هے که منطقیوں کے طریقه سے الگ رهکر بهي وه پوري طرح اُن کي لغزشوں سے محفوظ نه رهسکے - یعني اس الجهاؤ سے وه بهي نه نکل سکے جو حضرت ابراهیم کے ایک دلیل چهوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے کے معامله میں پڑ گیا تها -

یه بات معلوم کرنے کیلیے که متاخرین کي پیدا کي هوي مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تهے ' امام ابن جریر طبري کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور ساده طریق پر روایات جمع کر دیتے هیں - انهوں نے سرے سے یه فتنه انگیز لفظ " مناظره " استعمال هي نہیں کیا هے - وه " حاج ابراهیم في ربه " کا ترجمه " الذي خاصم ابراهیم في ربه " کرتے هیں ' جو في الحقیقت اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا هوا لفظ هے ' اور پهر سیدها سادها مطلب بیان کرکے خاموش هو جاتے هیں -

یه واضح رهے که همیں یہاں مناظره کے لغوي اطلاق سے اختلاف نہیں هے ' بلکه اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف هے - وضعي علوم کي اصطلاح میں " مناظره " ایک خاص فن هے جسمیں مباحثه کے اصول و آداب وضع کیے گیے هیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم هے - یعنے: جهگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نه یه که اسکے شکوک دور کردینا - نه صرف یه که انبیاء کرام کا طریق بیان یه نہیں هوتا ' بلکه قرآن بتلاتا هے که کسي طالب حق کا بهي طریقه یه نہیں هونا چاهیے - کیونکه یه طلب حق اور علم حقیقت کي راه نہیں هے - " جدل " اور " خصومت " کي راه هے - اب غور کیجیے - یه کیسي مصیبت هے که جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹهراتا هے - اسي کو همارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے هیں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو اُسي شکل و صورت میں آراسته کرنا چاهتے هیں ' اور پهر ذهن کي اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي عظمت سمجهتے جیسے ابراهیم خلیل علیه الصلوة و السلام کے منه سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي هي دلیل اور اُنکے مرتبۂ نبوت و خلت کي بڑي هي خوبروئي هے !

اس سے بهي بڑھکر اعجب العجائب معامله یه هے که قرآن حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رها هے ' وه یہي هے که انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " هدایت " کا طریقه هوتا هے - " جدل " و " خصومت " کا نہیں هوتا - چنانچه حضرت خلیل نے با وجود اسکے که ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تها ' سر رشتۂ هدایت هاتهه سے نه چهوڑا ' اور مجادلانه نزاع کي جگه طریق هدایت سے اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین هیں که عین اسي مقام کو مجادلانه انداز استدلال کی شکل دے رهے هیں ' اور بڑي کوه کندنیوں اور کاه براوردنیوں کے بعد ثابت کر دینا چاهتے هیں که اصل حقیقت یه نہیں هے - بالکل اس سے اُلٹي هے - یعني طریق ' طریق جدل اور مناظره هے - نه که ارشاد الی الحق اور هدایت الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یه پورا مقام پڑھ جاییے - معلوم هوتا هے ' حضرت خلیل اور نمرود کا مکالمه منطقیوں کي ایک اچهي خاصي مجلس مناظره هے - ایک طرف نمرود بیٹها هے ' اور ایک پخته کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا هے - دوسري طرف حضرت ابراهیم هیں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ایک ایک لفظ نوک زبان رکهتے هیں - نمرود ایک سوال کرتا هے - یه اُس کا جواب دیتے هیں - وه اِن کے جواب کا توڑ کرتا هے ' اور نئے مقدموں میں اُلجهانا چاهتا هے - یه ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پینترا بدلتے هیں ' اور اُنهي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاهتے هیں - وه سبب اور واسطه کے طرف رخ کرتا هے - یه حرکت افلاک کا پیچ کس دیتے هیں - سبحان الله ! حضرت ابراهیم علیه السلام کي دعوت نبوت نه هوئي - میر زاهد اور سیالکوٹي کا مباحثه هوگیا ! حاشا و کلا که انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے لیے آتے هیں ' یه مجادلانه انداز سخن اور مخاصمانه طریق مخاطبت رکهتے هوں - اگر ایک لمحه کے لیے بهي یه طریق تفسیر تسلیم کر لیا جاے تو ساتهه هي یه بهي تسلیم کر لینا پڑیگا که دنیا کے سارے نبیوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یه تهي که وه منطقي اور متکلم هوں - لیکن اگر یہی معیار نبوت هے ' تو دنیا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تها جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو آشنا کیا ' نه که ابراهیم خلیل اور محمد بن عبد الله علیهما الصلوة و السلام ' جن کا لکهنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا هونا بهي ثابت نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمه کو " مناظره " قرار دیکر کس طرح انهوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حواله کر دیا هے ؟ اگر یه " مناظره " هے ' اور حضرت ابراهیم کي بڑي فضیلت یہي هے که مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں هرا دیں ' تو ضروري هے که مناظره کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے هیں ' اُنهیں کسي نه کسي طرح اس مکالمه پر منطبق کیا جاے - مصیبت یه هے وه منطبق نہیں هوتے - کیونکه سرے سے یه مناظره مصطلحۂ قوم تها هي نہیں - نتیجه یه هے که مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نہیں آتا - فن مناظرۂ وضعیه کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي حیثیت کا تعین هے - یعنے اُن میں سے کون مدعي هے کون منکر - کون مثبت هے ' کون منفي - پهر مستدل کے واجبات هیں ' اور



آثار عتیقہ





علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ

فراعنۂ مصر کے عظیم ہیکل

ریمسیس ثانی اور اُسکی لڑکی* کا مجسمہ ' جسکے محل میں حضرت موسی علیہ السلام پیدا ہوے تھے !

گذشتہ دس سال کے اندر علم ثار مصر میں جدید انکشافات کا جو افہ ہوا ہے ' وہ نہایت قیمتی ہے ' ر علماء آثار کا خیال ہے ' اس سے سری اثریات میں تحقیق و نظر کا ک نیا دور شروع ہوجایگا ہے - وادی لوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال یت تفصیل کے ساتھہ دنیا کے علم ں آچکا ہے ' لیکن ان مقبروں کے علاوہ بھی بے شمار نئی نئی چیزیں ں جو تاریخ مصر کے بعض اہم مانوں سے تعلق رکھتی ہیں ' اور سلیے علماء آثار اُن کے درس مطالعہ میں مشغول ہیں -

آج ہم قارئین الہلال کی دلچسپی کے لیے ان میں سے بعض اہم آثار مرقع شائع کرتے ہیں -

سب سے پہلے آپ کی نظر دو چھوٹی وٹی تصویروں پر پڑیگی' جن میں سے ایک منقش تصویریں ہیں - دوسری میں ایک سنہ مجسمہ نظر آ رہا ہے - پہلی تصویر س مندر کی ایک دیوار کا مرقع ہے ں میں فرعون " ستی " اول اپنے معبود کے ے کھڑا ہے ' اور اُسے نذر پیش کر رہا مرقع میں فرعون کی صورت اور وضع نزاکت اور خوبی کے ساتھہ کندہ کی ہے کہ مصر کے تمام حجری مرقعوں صرف چند تصویریں ھی اس کا مقابلہ تی ہیں - اس مرقع میں ہمارے چار ہزار برس پہلے کا ایک انسان صلی صورت و وضع میں کھڑا ہے !

دوسرا مرقع مصری دیوتا " ممنن " کا ہے - اس کی نسبت یقین کیا جاتا تھا کہ ہر روز طلوع آفتاب کے وقت اس میں سے الہی نغموں کے ترانے بلند ہوتے تھے - اب یہ بالکل ٹوٹی پھوٹی حالت میں برامد ہوا ہے - لیکن علم کی خوش قسمتی سے اس کے کتبے محفوظ ہیں ' اور پوری طرح پڑھے جا سکتے ہیں -



ان کے بعد آپ دو بڑی تصویریں اوپر تلے دیکھہ رہے ہیں - پہلی تصویر ابیڈیس مندر کی ایک دیوار پر کندہ ہے - اس میں مصریوں کے دو دیوتا دکھائے گئے ہیں - ہورس اور اوسائرس - ہورس ہر طرح کی اچھائیوں کا معبود تھا - اوسائرس سورج دیوتا تھا - مصری یقین کرتے تھے کہ سورج دیوتا کی بہن اور لڑکی " آئی سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر ہمیشہ کیلیے دریاے نیل کو شیریں اور مقدس بنا دیا ہے !



دوسرا مرقع ایک عظیم مجسمہ کا نہایت قیمتی ٹکڑا ہے جو الاقصر سے بر آمد ہوا ہے - نقوش کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل فرعون ریمسس دوم کا مجسمہ تھا - تصویر میں صرف کمر سے لیکر پانوں تک کا حصہ نمایاں ہے - پانوں کے پیچھے ایک عورت کا چھوٹا سا مجسمہ ہے جو کھڑی ہے - یہ ریمسس کی لڑکی ہے - ریمسس دوم وھی فرعون ہے ' جس کے محل میں حضرت موسی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی - خیال کیا جاتا ہے کہ یہی لڑکی محل شاہی کی وہ عورت ہے ' جس نے دریا سے حضرت موسی کو نکالا تھا !

اسكي شهادت ديتي هے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضه كيا تو جو قوميں وهاں آباد تهيں ' اُن كا بهي اپنے پادشاهوں كي نسبت ايسا هي خيال تها - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسى عليه السلام كي مصري زندگي كے جو واقعات بيان كيے هيں ' اُن كا تعلق بهي ايک پادشاه سے نهيں هے - دو پادشاهوں سے هے جو يكے بعد ديگرے تخت نشين هوئے تهے - ايک فرعون وه هے جس كے محل ميں حضرت موسى پيدا هوئے - دوسرا وه هے جو اُن كا تعاقب كرتا هوا خليج سوئز ميں غرق هوا - اگر فرعون كے ادعاء الوهيت سے مقصود يه هوتا كه وه كسي ايک انسان كا شخصي ادعا تها ' تو ظاهر هے ' بغير كسي امتياز كے دونوں كي نسبت ايک هي طرح كي ادعائي ذهنيت قرآن كيوں ظاهر كرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے اُن كے ناموں كي جگه اُن كا عام لقب " فرعون " استعمال كيا - كيوں كه كسي ايک پادشاه كا تمرد و طغيان دكهلانا مقصود نهيں تها - تمام فراعنه كا طغيان دكهلانا مقصود تها -

بهر حال قرآن حكيم نے اِن دونوں پادشاهوں كا ذكر اس ليے كيا هے كه انساني گمراهي كي ايک خاص حالت كا نمونه دكهلا دے - اس نوع كي گمراهي كے ليے يه كامل قسم كے نمونے تهے - اس ليے انهي كو بطور مثال كے چن ليا گيا -

باقي رهے فرعونوں كے وه متكبرانه اور مدعيانه اقوال جو قرآن حكيم نے نقل كيے هيں ' تو اُن ميں ايک جمله بهي ايسا نهيں هے جس كا مطلب يه هو كه وه اپنے آپ كو خدا بمعني صانع كائنات سمجهتے تهے - چونكه مفسرين نے يهي مطلب ٹهرا ليا تها ' اس ليے ان كي نظر آيات كے صاف صاف مطلب كے طرف نهيں گئي - دوسري واديوں ميں پهنچ گئے - ليكن يه محل تفصيل كا نهيں هے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاه كا ذكر كيا گيا هے ' اُس كي شخصيت بهي صحيح طور پر متعين نهيں كي گئي - عام طور پر مشهور هے كه وه نمرود تها - ليكن بابل اور نينوا كے آثار قديمه سے جس قدر معلومات فراهم هوچكي هيں ' اُن سے اس خيال كي تصديق نهيں هوتي - " نمرود " سے مقصود وه پادشاه هے ' جس كے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حكمراني كي تهي - اس خاندان كا سب سے زياده مشهور شخص " آرر " پنجم تها جس كے سوانح حيات كي منقش اينٹيں جرمن وفد كي كوششوں سے سنه ۱۹۰۴ع ميں برامد هوئي هيں - اِن اينٹوں كي عبارت سے جو خط مسماري ميں كنده هيں ' معلوم هوتا هے كه نمرود اور اُسكے خاندان كا زمانه دو هزار سات سو برس قبل مسيح تها - اگر تورات كے سنين تسليم كرليے جائيں ' تو حضرت ابراهيم عليه السلام كا زمانه دو هزار تين سو برس قبل مسيح كا زمانه هے - ظاهر هے كه اِس حساب سے حضرت ابراهيم كا ظهور نمرود سے كئي سو برس بعد هوا هے - اُن كے زمانه ميں نه صرف نمرود كي ' بلكه اُس كے خاندان كي بهي حكومت باقي نهيں رهي تهي -

خاندان نمرود كے دو سو برس بعد بابل ميں ايک نيا سلسلۂ شاهي قائم هوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير كيا جاتا هے - اس خاندان كا ايک پادشاه دو هزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حكمراں تها جس كا نام " كادرلا اومر " تها - غالباً يهي بادشاه حضرت ابراهيم كا معاصر تها ' اور اسي سے اُن كا يه مكالمه هوا هے - بابل كے آثار ميں اس پادشاه كي تصويريں اور بعض فرامين كي اينٹيں بهي ملي هيں - اِن كتبوں سے معلوم هوتا هے كه وه نهايت خود سر اور جبار تها - اُس كي نسبت يقين كيا جاتا تها كه آسماني ديوتاؤں كا قهر و جبروت اُس كے اندر مجسم هوگيا هے -

يه اوصاف ٹهيک ٹهيک اُس متكبرانه انداز سخن كے مطابق هيں جو اس مكالمه سے ظاهر هوتا هے -

ايسا معلوم هوتا هے كه جس طرح عربوں ميں شاهان روم ' قيصر شاهان ايران كسرى ' اور شاهان مصر فرعون كهے جاتے تهے ' اسي طرح بابل كے پادشاهوں كے ليے " نمرود " كا لفظ بطور لقب كے مشهور هوگيا تها - يه تلقب بے اصل بهي نه تها ' كيونكه جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاهوں كا نام رهچكا تها ' اُسي طرح بابل كے پہلے فرمانروا كا نام نمرود تها - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يه كها هوگا كه مكالمه نمرود سے هوا ' تو اُن كا مقصد يه هوگا كه بابل كے ايک پادشاه سے هوا - يه مطلب نه هوگا كه نمرود نامي انسان سے هوا تها -

رابعاً ' يوناني مورخوں كے بيانات اور علم الآثار كي تحقيقات سے معلوم هوتا هے كه اهل بابل كواكب پرست تهے - اسي كواكب پرستي نے اُنهيں علم هئيت كے علمي مباديات سے آشنا كيا تها - اُن كا اعتقاد تها كه اجرام سماويه كائنات كي ايسي ملكوتي هستياں هيں جنهيں تدبير و تصرف عالم كي تمام قوتيں حاصل هيں - دنيا ميں جو كچهه هوتا هے ' اُنهي كے عمل و تصرف سے هوتا هے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا هيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا هے - آج كل علم نجوم كے نام سے جو خرافات دنيا ميں پهيلے هوئے هيں يه هندوستان اور بابل هي كي كواكب پرستي كا بقايا هيں - اپنے پادشاهوں كي نسبت اُن كا بهي وهي اعتقاد تها ' جو اُس عهد كي تمام قوموں كا رهچكا هے - يعنے وه سورج ديوتا كے زنده مظهر سمجهے جاتے تهے - ان كي تقديس بهي اُسي طرح كي جاتي تهي ' جيسي تمام ديوتاؤں كي كي جاتي تهي -

(۳) مكالمه كے آخر ميں هے : " فبهت الذي كفر " يعني جب حضرت ابراهيم نے دوسري دليل پيش كي تو مجادل كچهه نه كهه سكا - هكا بكا هوكر رهگيا - مفسرين نے اس مكالمه كو منطقي مناظره بنا ديا تها - مناظره اور جدل كا ما حصل يه هے كه مخاطب كو لا جواب كر ديا جاے - اس ليے انهوں نے " فبهت الذي كفر " كا مطلب يه قرار ديا كه حضرت ابراهيم كي دوسري دليل كے جواب ميں وه كوئي بات نه بنا سكا - اس ليے مبهوت هوكر رهگيا - اس ميں كوئي شبه نهيں كه حضرت ابراهيم كي بات كا وه كوئي جواب نهيں دے سكا تها - اور شوخ چشمي اور كج بحثي كي جگه اُس پر حيرانگي كي حالت طاري هوگئي تهي ' ليكن يه حيراني محض اس بات كا نتيجه نه تهي كه وه سخن پروري ميں لا جواب هو گيا تها - كيونكه ابهي تفصيل كے ساتهه آپ سن چكے هيں كه انبياء كرام كي مخاطبت بات ميں لا جواب كر دينے كے ليے نهيں هوتي - يقين و ايمان كے ليے هوتي هے - پس اُس كے مبهوت هو جانے كا سبب يه تها كه حضرت ابراهيم كي دوسري بات اُس كے دل ميں اُتر گئي - پهلي بات پر تو اُس نے مجادلانه كج بحثي كركے جواب ديدا تها - كيونكه اپنے جهل و ضلالت كي وجه سے اُسكي حقيقت سمجهه نه سكا تها - ليكن دوسري بات اُسكي فكري اور اعتقادي استعداد كے مطابق كچهه ايسي دل كو لگتي هوئي تهي ' سنتے هي متاثر هوگيا ' اور تير نشانه پر لگ گيا - نتيجه يه تها كه مبهوت هو كر رهگيا - يعنے وه سچائي جسے اپني كور چشمي كي وجه سے ابتک نهيں ديكهه سكا تها ' اب يكايک اُس كے سامنے چمک آئي اور با وجود كمال تمرد اور ضلالت كے اُس ميں جهٹلانے اور شوخ چشمي سے كج بحثي كرنے كي جرأت باقي نه رهي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگهم کے بشپ کا کفر اور زندقه !

تهوڑا عرصه گزرا هے ' لندن سے ریوٹر ایجنسی نے یه خبر تمام دنیا میں مشهور کردی تهی که برمنگهم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے هوئے ایسے خیالات کا اظهار کیا هے ' جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں هلچل ڈالدی هے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا هے که پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنے تورات کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم هے ' اور اب وقت آگیا هے که هم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذهبی تاویلوں کے ذریعه تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں که تورات کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کهانی سے زیاده نهیں هے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعه کی خبر مشتهر هوئی - یهی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررها تها تو اچانک ایک واقعه نے تمام مجلس میں اضطراب پهیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اُٹهی "یه بدعت و زندقه کا معلم هے" لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹهائی ' تو معلوم هوا ' پادری کینن ویبسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو هوکر کهڑا هوگیا هے ' اور واعظ کے کفر و زندقه کا اعلان کر رها هے - اس پر غضب طریقه سے مجلس کو اپنی طرف متوجه کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کی بوچهاڑ شروع کردی ' اور پهر یه کهکر که "ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نهیں" اپنی جماعت کے ساتهه گرجے سے رخصت هوگیا !



پادری کینن ویبسٹر بشپ کے زندقه کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رها هے !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معامله کی تمام تفصیلات آگئی هیں - در اصل یه معامله بهی اُسی سلسلهٔ بحث کی ایک کڑی هے جو سر آرتهر کیتهه کی تقریر (مندرجۂ الهلال) سے تمام یورپ اور امریکه میں چهڑ گیا هے - بشپ اف برمنگهم کا نام ڈاکٹر بارنس هے - اُس نے اسی تقریر کا حواله دیکر اپنے خیالات ظاهر کیے تهے - معامله کا اهم اور دلچسپ پهلو یه هے که یه اعتراف برطانی کلیسا کے ایک بهت بڑے ذمه دار شخص کی زبان سے هوا هے - اُس نے بڑی دلیری کے ساتهه وه خیال علانیه ظاهر کردیا ' جو آج هزاروں لاکهوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت هے !

یقیناً قارئین الهلال خواهشمند هونگے که بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - هم اختصار کے ساتهه اُس کا خلاصه درج کردیتے هیں -

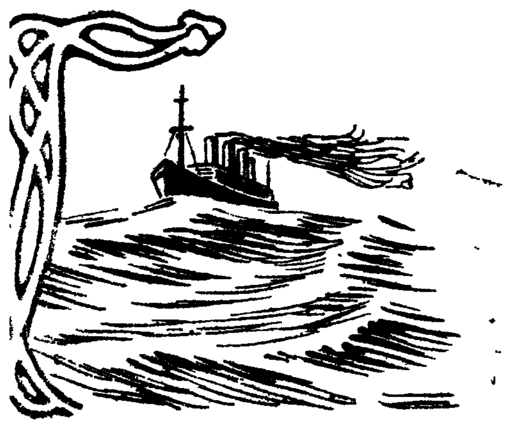
بشپ نے تقریر کرتے هوئے کها :

"اِس عهد کے انسانوں سے میں کیا کهوں ؟ کیا یه کهوں که قدیم عقیده هی پر اُستوار رهو ؟ هرگز نهیں - میں اُن سے جو کچهه کهه سکتا هوں ' وه اِس کے سوا کچهه نهیں هے که حق کی تلاش کرو - خوش هو ' کیونکه تم ایک ایسی صدی کی مخلوق هو ' جو اپنی علمی ترقیوں کی وجه سے تاریخ کی سب سے زیاده عظیم الشان صدی هے - میں اُن سے کهتا هوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتهه هی یه بهی یاد رکهو که اِس تمام علمی ترقی کے پیچهے هم برابر ایک کثیف پرده پڑا دیکهتے هیں - یه پرده ' زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چهپائے هوئے هے ' اور هماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رها هے - تم پر فرض هے که اِن مسائل سے قریب تر هو - تمهارا قلب ایمان سے لبریز هو جائے - تمهاری رهبر ' عقل هو ' نه که خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمهارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف هوگا جن میں سے ایک نے مغرورانه انکار کی اور دوسری نے جاهلانه خوش اعتقادی کی غلطی کی هے ! "

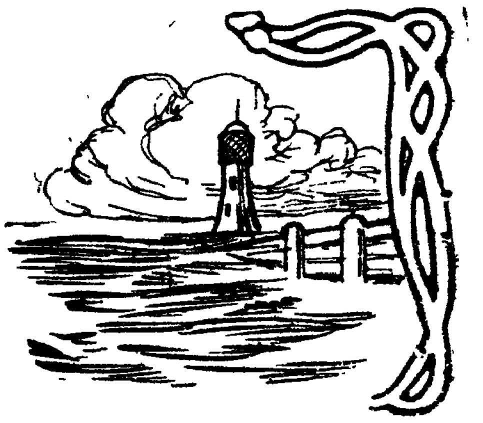
" سر آرتهر کیتهه کے خطبه کے بارے میں همیں کیا کرنا چاهیے ؟ مذهب نشوء و ارتقاء کے مقابله میں همارا مسلک کیا هونا چاهیے ؟ کیا هم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چهپا دیں ؟ میں تم سے آج یه کهنا چاهتا هوں که تم اِس روشن زمانے کی مخلوق هو کر حقائق سے تجاهل نهیں برت سکتے ! "

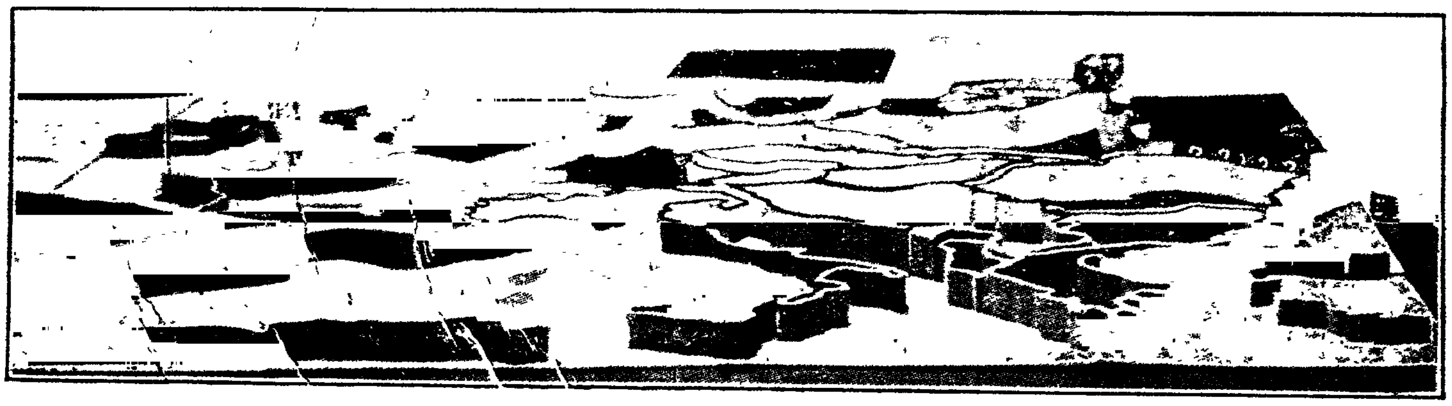
" کیا همارے لیے یه جائز هے که لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکه یهاں شک کا کوئی موقعه هی نهیں ؟ کیا یه مناسب هے که مسیحی عقائد کی تاریخ محض اس لیے بدل دی جائے که ڈاروین کا مذهب نیا نهیں هے ' پرانا مذهب هے ؟ یا یه مناسب هے که جدید حقائق تسلیم کرتے هوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کر لیں ' اور تسلیم کرلیں که مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل هیں ؟ "

" میرے خیال میں آخری تجویز بهتر اور مناسب هے - آؤ ' هم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا هی خیر مقدم کریں ' جیسا که وه علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکهه رهے هیں - تمام اهل علم متفق هیں که انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی هے ممکن هے ' انسان کی یه ترقی دس لاکهه برس پہلے شروع هوئی هو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی هے ' لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور فکری مرکزوں میں واقع هوئی هے - اسی لیے وه اپنے هم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اَور قسم کی ترقی کی - چنانچه



برید فرنگ





یورپ کا ایک نیا نقشه

تجارت کي حفاظت اور آزادي کا حصار

مطالب کے بیان و تفہیم کا ایک موثر ذریعه

بحث طلب مطالب پر تقریر کرتے ہوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کي جدولوں یا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام لیا کرتے تھے - پھر میجک لینٹرن استعمال کیا جانے لگا - ایسے مطالب جن کے فہم میں تصاویر کا معائنه مدد دیتا تھا' فانوس کي تصویروں کے ذریعه ذہن نشین کیے جاتے تھے - حال میں سینما کي ایجاد نے بھي ایک زیاده موثر اور اصلیت نما ذریعه بہم پہنچا دیا ھے - امریکه میں بحث و تقریر کے بے شمار کلب' سینما کا اُسي طرح استعمال کرتے ھیں' جس طرح عام طور پر میجک لنٹرن استعمال کیا جاتا ھے -

لیکن جو طریقه حال میں سر آرتھر کلایو ماریسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے تمثیل مطالب کے لیے اختیار کیا تھا' وه ان تمام طریقوں سے جدا گانه قسم کا ھے' اور چونکه نہایت آسان اور ساده قسم کا ھے' اس لیے نہایت درجه پسند کیا گیا ھے - اُن کي تقریر کا موضوع یه تھا که تجارت کي آزادي اور بندش کے لحاظ سے اِس وقت یورپ کي مختلف قوموں کا حال کیا ھے ؟ اور کس طرح یہي چیز آینده ایک بین الاقوامي جنگ کا دروازه کھول دینے والي ھے ؟ اس حقیقت کي وضاحت کے لیے انھوں نے یورپ کا ایک نقشه اس طرح کا طیار کرایا' که سرحد کے خطوط کي جگه حصار کي دیواریں کھڑي کر دي گئیں' اور تمام یورپ ٹیڑھي سیدھي چار دیواریوں کا مجموعه بن گیا - نقشه کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالي گئي' تو معلوم ہوا' جو حقیقت ایک بہت بڑي کتاب لکھکر بھي واضح نہیں کي جاسکتي تھي' اب وه صرف اس نقشه پر ایک نگاه ڈال لینے سے سامنے آجاتي ھے - جنیوا کے پچھلے اجلاس کے موقعه پر یه نقشه حاضرین کے معائنه کے لیے ایک نمایاں موقعه پر رکھدیا گیا تھا -

اِس نقشه کا عکس آپکے سامنے ھے - اگر یورپ کا نقشه آپکے کمرے میں آویزاں ھے' تو پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لیجیے - پھر اِسے دیکھیے - یه ٹھیک وهي نقشه ھے - فرق صرف اسقدر ھے که اس میں حدود کي وضاحت کیلیے لکیریں کھینچ دي گئي ھیں - اِس میں لکیروں کي جگه دیواریں کھڑي ھیں - یه دیواریں کیا ھیں ؟ تجارت کي حفاظت کي دیواریں ھیں جنھوں نے ھر قوم کو دوسري قوم کا دائمي رقیب بنا دیا ھے - فوجي اور ملکي حفاظت کے اعتبار سے بھي دیکھا جاے' تو یہي دیواریں متقابل دشمنوں اور حریصوں کو ایک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رھي ھیں - یه دیواریں کب تک قائم رھینگي ؟ سر آرتھر کہتے ھیں " انھیں توڑ دو' لیکن اگر انسان اِسکے لیے آماده نه ہوا' تو عجب نہیں' قدرت کي خانه بر اندازیاں خود ھي انھیں توڑ کر تمام یورپ کو ایک کھلي زمین کي شکل میں منقلب کر دیں !

خریداران الہلال

توجه فرمائیں

جن جن حضرات سے چھه ماه کي قیمت وصول ہوئي تھي' اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہو جایگا - یعنے آئینده نمبر سے بعد کے نمبر پر - اگر وه آئینده بھي الہلال کا مطالعه جاري رکھنا چاھتے ھیں' تو دفتر نہایت شکر گزار ہوگا اگر وي - پي کي درخواست کي جگه وه بذریعه مني آرڈر قیمت روانه کر دیں - وي - پي کي رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتي ھے' اور اسلیے پرچه کے مسلسل اجراء میں خلل واقع ہو جاتا ھے - اگر وه ایک ہفته کے اندر قیمت بذریعه مني آرڈر بھیج دیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے آنکي جدید خریداري کا اندراج ہو جائے' اور پرچه کي ترسیل بغیر کسي انقطاع کے جاري رھے -

یه کہنا ضروري نہیں که نئي شش ماھي جلد سے الہلال کا نیا دور حیات شروع ہوگا' اور وه اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا' جس حالت میں اس وقت تک نکلتا رھا ھے -

منیجر

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مؤرخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہو کہ ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اُسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاط" پر اُتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اِس جنگ کی ایک مستند تاریخ اَنوِیل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُس نے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

اَنوِیل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مؤرخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اِس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اِس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا، جس کے ذریعہ سے ۶۷۳ء اور ۷۱۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اِس آتشی مادے کا پتہ قسطنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا اِسے استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اِس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اِس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلہ میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ عربوں نے اِس اسلحہ کو قدیم طریقے سے زیادہ مکمل اور مؤثر بنا دیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُس وقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالہ کر دے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کی جا سکی اور صلیبیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اِس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اِس مؤرخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے، مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اِس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دو کیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اِس وقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں، جیسا ہمیں کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جلکر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اِس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں، اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے"

چنانچہ ہم نے اِس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آ گری، تو ہم نے خدا کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دم اُس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اُس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اُڑا چلا آتا ہو۔ ... اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں ... [illegible]

یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے اسلحوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے اسلحوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آ رہی ہے تو اپنے عرش سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آ کر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آ گری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی تعداد میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ اچانک مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام برج تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ رات ہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اِس سے بھی بڑھکر یہ کہ پُل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پُل، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پُل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگا دیں، تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُس وقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اُس سے دور ہو جائے چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور بیک وقت سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!"

اِسی طرح یہ مؤرخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اِس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے حتی کہ اِس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام کے مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی۔ پھر دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اِسے ... کر لیا۔ چنانچہ ... [illegible]

بتدریج شمپانزي ' گوریلا ' اورانگ ' اور اوتان کي قسموں نے ظهور کیا - یه تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد هیں - علماء اِس ترقي کي جزئیات میں کتنا هي مختلف هوں ' لیکن کوئي دو مستند عالم بهي اِس معامله میں اختلاف نهیں رکهتے که انسان نے بندر هي سے ترقي کي هے - اور یه ' که یه ترقي ایک مسلم و ثابت حقیقت هے - ڈارون کا مذهب پچاس برس سے موجود هے اور پوري طرح صحیح ثابت هو چکا هے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت هو چکا هے که شر اور برائي کا میلان انسان کي طبیعت میں فطري هے ' اور یه اُس نے اپنے اسلاف سے ورثه میں پایا هے - یه بالکل یقیني هے که انسان ' ایک حیوان هي هو ' اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقي کرکے خالص حیوانیت سے اِس درجه تک پهنچ گیا هو - وه کوئي دیوتا نه تها ' جو طهارت و تقوي کے لباس میں ملبوس ' آسمان سے زمین پر اتر پڑا هو - انسان کي روحي ترقي هي نے اُسے باقي تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا هے "

" همیں همیشه حق کي جستجو میں لگے رهنا چاهیے - جب کبهي کسي حقیقت پر سے پرده اٹهے ' تو قدیم سے قدیم تقلیدي خیال کے بهي ترک کر دینے میں همارے اندر کوئي پس و پیش نهیں هونا چاهیے ' اور نه اس تبدیلي پر کسي طرح کا رنج محسوس کرنا چاهیے "

جب کبهي کوئي حقیقت ظاهر هوتي هے ' تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹهتے هیں : " ایمان خطرے میں پڑ گیا هے ! "

" لیکن میرا تاریخي مطالعه مجهے بتاتا هے که ایمان صرف اُس وقت خطرے میں هوتا هے ' جب عقل قید کر دي جاتي هے ' اور دماغ پر مهر لگا دي جاتي هے - بعض لوگ کهتے هیں " همیں مسیحي حقائق کو اُسي طرح محفوظ رکهنا چاهیے ' جس طرح همارے عقائد چلے آتے هیں " لیکن میں من گهڑت حقائق کے وجود سے اپني لا علمي کا صریح اعلان کرتا هوں - بعض لوگ کهتے هیں " جدید خیالات کفر و الحاد هیں " لیکن میں کهتا هوں " آج کا کفر ممکن هے ' کل کا ایک راسخ دیني عقیده بن جائے ! "

" تمام وه مسیحي جو تقلیدي بندشوں سے آزاد هیں ' جانتے هیں که مذهب نشوء و ارتقاء اور حقیقي مسیحي تعلیم میں کوئي نزاع نهیں هے - کیونکه خدا اپني قدرت تدریجي ترقي میں بهي اُسي طرح ظاهر کر سکتا هے ' جس طرح فوري تخلیق میں "

یه پهلا موقعه نهیں هے که اِس موضوع پر اِس بشپ نے اظهار خیال کیا هے - اب سے دو سال پهلے بهي اِسي قسم کے خیالات ظاهر کیے تهے - اُس زمانے میں امریکا کے پروفیسر سکوپس پر اس لیے مقدمه چلایا گیا تها ' که اُس نے ایک سرکاري مدرسه میں اپنے شاگردوں کے سامنے ڈارون کا مذهب پیش کر دیا تها - اِس مناسبت سے رسالهٔ " نیچر " نے بشپ مذکور سے اِس مسئله کي نسبت استفتا کیا تها - بشپ کا جواب حسب ذیل تها :

" یه جاهلانه تعصب جس نے مذهب نشوء و ارتقاء کي تعلیم کو امریکا کے سرکاري مدارس میں ممنوع قرار دیدیا هے ' ایک سخت مذموم تعصب هے - میں آزادي خیال کا حامي هونے کي حیثیت سے نهایت نا پسند کرتا هوں که ایک انگلو سکسن جماعت قانون کے زور سے علم کي اشاعت روکے - میں ایک مسیحي هونے کي حیثیت سے هر ایسي تحریک کو انتهائي رنج و غم سے دیکهتا هوں ' جو مسیحي دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتي هے "

" بے شمار دلائل سے ثابت هو چکا هے ' اور متمدن دنیا میں هر مستند عالم اس کا اعتراف کر رها هے ' که انسان نے ایک ایسي مخلوق سے ترقي کي جو بندر سے مشابه تهي ' انگلستان میں هر روشن خیال مسیحي کا اعتقاد یهي هے - یهاں کے تمام مشاهیر لاهوتي علماء بهي اس راے کو خیال صحیح سمجهتے هیں - یه اعتراف مسیحیت کو اور بهي زیاده مستحکم کر دے گا - کیونکه یه اُس روحاني اساس کو جو هم مسیح سے اخذ کرتے هیں ' اس درجه معقول بنا دیتا هے که کوئي بهي اُس سے انکار نهیں کر سکتا "

" هم کتنا هي انکار و مغالطه کام میں لائیں ' مگر مسیح کي تعلیمات سے جو عهد جدید میں موجود هیں ' هرگز ثابت نهیں کر سکتے که عهد قدیم کي کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح هے - لوگ یه بهول گئے که کتاب مقدس روحي حقائق کا خزانه هے ' نه که تعلیم و تدریس کي کوئي علمي کتاب هے - لوگ یه مسیحي عقیده بهي بالکل بهول گئے که " روح القدس برابر لوگوں کي عقلیں وسیع کرتي رهیگي تا که وه حق تک پهنچ سکیں " یه لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے هیں ' کیونکه سمجهتے هیں ' حق کے اعتراف سے مسیحي عقیده کمزور هو جائے گا - مگر یه اُن کي غلطي هے - علم کي اِس مقاومت کا نتیجه اِس کے سوا اور کچهه نهیں هو سکتا که هزارها طالب علم ' مسیحیت کے دائرے سے یه یقین کرتے هوے نکل جائیں که مسیحیت کي بنیاد سراسر جهل و خرافات پر هے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ' خیر مشترک هے (نارمن انجل)

اشتراکیت کي سب سے بهتر مجمل تعریف یه هے که وه سوسائٹي کے مادي اقتصادي قوی کو منظم کر کے انساني قوی کے ماتحت کر دینا چاهتي هے (رامسے میکڈانلڈ)

اشتراکیت کي غرض بجز اسکے کچهه نهیں هے که انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر ضمیر پیدا کر دے (ولز)

اشتراکیت ' تعلیمات مسیح کي عملي صورت هے - (چارلس امون)

عملي اشتراکیت ' حد سے زیاده ساده چیز هے - یعني عالمگیر انساني تعاون کا نظام ایک حکومت کے ماتحت (رابرٹ)

اشتراکیت ' ایک ایسي مثل اعلی هے جسے ابتک دنیا کي آنکهوں نے نهیں دیکها (هاڈجس)

اشتراکیت ' عنقریب محنت کو اِس طور پر منظم کر دیگي ' که هر آدمي محسوس کرنے لگے گا ' وه اپنے عمل سے پوري نوع انساني کي خدمت کر رها هے (روڈن) !

اشتراکیت کا مقصود یه هے که اعلي نظام جمهوري کے ساتهه زمین اور سرمایه کو قوم کي ملکیت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

		درآمد
مجموعی درآمد:		//

تفصیل

ریلوے کا سامان	×	۱۸۹۱۶۰۰۰
خوردنی		۹۵۲۹۳۰۰۰
سوت		۷۱۳۴۷۷۰۰۰
ریشم		۳۲۶۵۴۰۰۰
خام ریشم		۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر		۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا		۵۴۲۳۲۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، رنگ اور سمیات وغیرہ		۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، سبزی اور مویشی		۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ		۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان		۵۱۲۷۰۰۰
صابن		۱۳۲۲۴۸۰۰۰
تمباکو		۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی		۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب		۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	×	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ		۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت		۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام		۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا		۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے		۲۲۰۳۰۰۰۰۰
خام چمڑا		۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا		۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج		۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس		۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ		۳۱۹۰۸۱۰۰۰
کیمیاوی اجزاء، سمیات اور دوائیں		۳۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ		۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰/۳	۵۱/۶	۱۱۱/۹
کوبا	۷۳/۱	۴۰/۷	۱۱۳/۸
برازیل	۶۸/۶	۴۸/۶	۱۱۷/۲
ڈنمارک	۵۸/۷	۷۱/۱	۱۲۹/۸
سویڈن	۶۸/۰	۶۸/۷	۱۳۶/۷
آسٹریا	۴۳/۶	۶۶/۳	۱۰۹/۹
زیکوسلاویا	۹۱/۶	۶۴/۷	۱۵۶/۳
اسپین	۵۰/۸	۱۰۶/۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶/۴	۸۲/۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷/۰	۴۶/۶	۱۴۳/۶

ملک	برآمد	درآمد	میزان
سٹریٹ سٹلمنٹز	۹۹/۳	۶۵/۸	۱۶۶/۱
آسٹریلیا	۱۲۷/۸	۱۰۳/۱	۲۳۰/۹
روس	۸/۶	۲۹/۳	۳۷/۹
بلجیم	۱۰۵/۰	۱۵۷/۲	۲۶۲/۲
ارجنٹائن	۱۲۴/۷	۱۳۹/۴	۲۶۴/۱
اٹلی	۱۰۳/۸	۱۷۰/۶	۲۷۱/۴
ہالینڈ	۱۰۵/۴	۱۷۶/۲	۲۸۱/۶
چین	۱۲۲/۸	۱۷۷/۲	۳۰۰/۰
کنیڈا	۱۹۸/۲	۱۷۰/۸	۳۶۹/۰
جاپان	۱۷۹/۵	۲۰۷/۳	۳۸۶/۸
جرمنی	۱۹۴/۳	۳۰۳/۵	۴۹۷/۸
فرانس	۳۷۷/۹	۴۷۳/۵	۸۱۵/۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶/۰	۸۲۸/۰	۱۶۹۴/۰
برطانیہ	۸۲۳/۲	۱۰۰۳/۱	۱۸۲۶/۳
ہندوستان	۱۸۰/۹	۱۵۷/۴	۳۳۸/۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۳ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۳۴۰۰۰۰
انڈوچائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۹۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۳۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اڑیسہ	۱۳۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۹۷۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۳۳۱۷	۱۵۰۷۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	//
بنگال	۶۲	//

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۲ کروڑ من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۳۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	......
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۸	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۶۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۴۲۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴و۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۲۷۹۰۳۱۸۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۴۹۹۱۷۶۷۱	۱۴۷۲۵۶۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۲۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۴۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۶۲۲۹	۹۸۶۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۱۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۳

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی، سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دوکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دوکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۲۷۵۳۵	۳۰۰۶۴۴
مدراس	۱۶۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۶۸۷۶
بمبئی	۶۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۶۵۷۸۴	۵۹۸۰۴۶۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۶۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یوپی	۴۳۳۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۶۴۶۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۶۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۳۳۵۴	۳۰۱۹	۱۰۵۵۸۹۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۴۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۶۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱و۲۲	سنہ ۲۲و۲۳	سنہ ۲۳و۲۴	سنہ ۲۴و۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۴۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۶	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۳۳۴۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۵۴
میزان	۶۳۴۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۳۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴و۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۳۶۰۰۵۱۷۵ - روپیہ

انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۰۴۳۰ - پاؤنڈ

میزان کل: ۸۲۵۱۶۱۴۶۲۲ - روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰ - روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ء میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۳۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	×	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی مد		۵۳۷۵۰۰۰۰
کوئلہ		۳۲۲۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات		۲۳۳۶۱۱۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہے لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو دل صوی کی آواز ہے، بیرون ملک سے خالدہ ادیب ہانم نے اعتراض کیا ہے اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہے جو گویا برطانیہ کی آواز ہے۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ اُنھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ٹرکی اپنی سرحدوں میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہے، جس سے ارمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "میں نے ۴ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہے"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شائع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہے۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شائع کر دیا ہے، جو بعینہ وہی ہے جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہے جو اُنھوں نے ۷ ارنومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہے "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب ہانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہے "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی، جیسا غازی نے بیان کیا ہے۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے امریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ امریکن حکمرداری ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہے۔ لندن ٹائمز اسکا پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہے، محض اُنہی کی ہمت و تدبر سے ہوا ہے!" لیکن وہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہے:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہے۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ ترکی میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی، کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہے۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر طرف سے اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک اپنی جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا مسلک

غازی کے خطبہ کے بعد، خلق فرقہ سی کے لئے ضروری تھا کہ اپنا مسلک بھی عام کر دے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے ٹرکی کا آئندہ مسلک، مفصل طور پر شائع کر دیا ہے۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہے:

"خلق فرقہ سی" کیا ہے؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہے۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہے کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہے۔ یہی باعث ہے کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہے اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہے"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہے تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجرا، اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہے۔ وہ چاہتی ہے جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آ جائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات! اُس کا خارجی مسلک ہے"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہے کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہے۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علما نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہے کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ہے۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۸ لاکھ ۵۰ ہزار ہے۔

میں ایک صحافی کی طرح نقل و روایت کا فرض انجام دیتا ہوں نقد و بحث میرا کام نہیں ہے۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنی جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت تک اس سے متفق نہیں ہے۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آئندہ [illegible] اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کروں گا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہے۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکۂ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلّم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور دیگر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں تھوڑی بہت سیاسی اصلاحات جو ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امرا کو اُسی نے قتل اور جلا وطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی، تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کرکے اس کی خدمات حاصل کرلیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریت پسند ہلاک ہو جائیں گے دوسری طرف جرمن دفتر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجدیتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سرِ مو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی دہشت انگیز یادداشتیں شائع کرکے دُنیا کو بتلایا ہے کہ "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہے، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہے، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہے۔ یہ پرنس یوسوپوف ہے۔ اسی

برید شرق

مکتوب قسطنطینہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلا بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکرٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے، لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرزِ عمل کے ذریعہ غازی مصطفےٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کردے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کر دی۔ انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے انھیں جسقدر بھی مکانات اور آراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کر دی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا، کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"لوزان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف بک وزارت سے مستعفی ہوگئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دیدینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیراعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہیے۔

لہذا اب ضروری ہوگیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ راکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہوگئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہوگیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سُنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی دعایتہ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی۔ اس جماعت کے سرگروہ، رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہیے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ اِن لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہیے لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہکر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہوگیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہوگا، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آگیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا، اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس ملی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہوگئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں۔ میں نے اِن لفظوں میں انکار کر دیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکہ دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ اِن اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرادیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کر دیا۔ جب اِن لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کی۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ اِن سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر اِن الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی کی حفاظت کر اور ابدالآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے، تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں۔ اگر ایسی صورت پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہو تو ایک لمحہ کے لئے بھی لیت و لعل نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات انتہائی خطرناک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کر چکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں، ممکن ہے تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ بڑی مصیبت تیرے سامنے آکھڑی ہو۔ لیکن اِن تمام مصائب میں بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی راہ میں لگاتار جان دیتی رہ۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو اِس وقت آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے اب تک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر ختم کر دی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ازمیر، انطاکیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے قریب میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے ایک فرد سی ؟ (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف و حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گر نہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن واقعہ ہے کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑے گا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۴۶،۰۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اُتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہے!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے عملی نظام پر غور کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کردی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالیگی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکقلم صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکقلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہوجائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت و حرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہوجائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر دونوں کی طاقت سے باہر ہوجائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہوسکی۔ صنعت و حرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہوجائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملکگیری میں سب سے زیادہ چیش پیش ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کرکے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں، یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے گا جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہئے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہوجائے گی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا "میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے، لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ ظاہر ہے کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کرلی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہوجائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کردئیے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہوجانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ محیط اٹلانٹک کی طرح محیط پیسفک بھی صنعت و حرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کر جائیں تاکہ وہاں سے زیادہ خام پیداوار حاصل کرکے بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہنچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ ابھی سے پیش آرہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں اور وہاں کے باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہوجائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے حوالے کر دینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دُنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں ڈالتے خصوصاً امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دُنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہوجائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو چکا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح، جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہوگئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی، ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی رونق و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے میرے دوست یہ سنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی، ۲۷۵۰۰۰۰ روپیہ ہے، اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ ولایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریباً بارہ کروڑ ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخباروں کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزانہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کروڑ ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ شائع ہوتا ہے!

اس ترقی کا اصلی راز یہ ہے کہ جاپان میں تعلیم عام ہوگئی ہے۔ [illegible]

نے سب سے پہلے اِس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اِس وقت تک دُنیا کو اِس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کر دیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہو۔

لیکن اب اِس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہو۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہو۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہو کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہو:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اِس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی ملکۂ روس کچھ اِس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اِس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اِس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اِس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اِس لئے میں نے کئی ماہ بظاہر گہرے تعلقات بڑھانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پُوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا، اور ایک دِن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اِس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اِس طرح بیان کرتا ہو:

"گیارہ بجے رات کو سپر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ اِن میں ہر قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز قسم قسم کی شرابیں اور نظر فریب جام مہیا کئے گئے تھے..."

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اِس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں کیک تھے۔ ڈاکٹر لازوورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دیئے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہو کہ شراب کا ایک گھونٹ کسی آدمی کے قتل کے لئے کافی ہو۔ اِس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اِسی غرض سے حاصل کر لی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہو کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہی ہو گیا۔ اِس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے۔ اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اِس انکار نے مجھ پر سخت رُعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص، ولی اللہ ہو، اور زہر سے واقف ہو گیا ہو۔ میں نگاہیں خوف سے نیچی کئے تھا، اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور یہ کہہ کر اُسنے ایک کیک اُٹھا لیا "تمھاری خاطر سے!" اور بلا تامل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہو۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنسکر باتیں کر رہا ہو!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دیئے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کر دیا "باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہیئے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظہ بعد تو مرا پڑا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹالیں اور صلیب پر جما دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی، دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہہ رہا تھا!"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تاثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہو، یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اِس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہو جایا کرتی ہو۔ دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہو چکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جتنے قاب اُٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اِس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی۔

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہو کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہو۔ خیال کیا جاتا ہو، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہو کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہو کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود گرانمایہ تحفہ

"ہمدرد، دہلی" — تار کا کافی پتہ

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخہ خاص

...لا بہی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ...پیدا کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو ...لا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی ...نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر عفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا ...فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے گر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا ...نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

...استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوے میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ ...ہ کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ...۱۳۲۱ھ جنتری تیار ہے مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

دو روپے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو ---- گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

...کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بن کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگین چوڑیاں آجاتی ...معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ...نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں فروخت ...ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۲ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے ...روپئے (معہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۶ لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرارنامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت معہ خرچ ستار روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۱۹۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

...رانی کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا عملی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں ایک روپیہ ہوا کے عملی کے لئے ... گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروزپور پنجاب

اشتہار کے لئے

دشمار سے ثابت ہوتا ہو کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۱ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۴ ہزار ہو۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵ لاکھ سے زیادہ رہتی ہو۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہو۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ۱۹۲۵ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہو کہ جاپان میں مختلف علوم و فنون پر ۱۸۰۸۲ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی، اور چین سے ۷۵ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہوگئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور اُنہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہو۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہو۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانیچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۳ لاکھ ہو اور آخر الذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی" دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہو۔ میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانیچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لندن کا "ڈیلی میل"، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی پاریزین" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۱ لاکھ تک ہو!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہو، اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہو۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہو۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہو۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہو۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۹۲۴ء میں اخبار "مانیچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کر دیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اس پر اخبار اوساکا اساہی نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا ٹوکیو اور سنڈائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کر دیا!

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہو کہ تمام بڑے بڑے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانیچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہو۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہو کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں ہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانیچی" کمپنی نے ۱۹۲۳ء کے جاپانی زلزلے کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح ۱۹۲۶ء میں جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہو، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لے لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئیے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ دو فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کر کے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہو کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہو، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی، یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہو۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہو جائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہو:

"ہنسی کیا ہو؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہو جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہو۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہو کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہو۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہو، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہو۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہو۔ انسان بے خود ہو کر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہو، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہو۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہو۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہو، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کر لے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہو۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہو۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہو۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کر دی جاتی ہو۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گدگدی کا اثر اس امر کی علامت ہو کہ جسم، زندہ اور حساس ہو۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہو جاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہو جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہو۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی، انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہو۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہو۔ علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہو کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہو، جیسا کہ قدماء خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ اپنی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنسکر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی، درحقیقت چہرہ، آنکھوں، اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہو!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں۔ وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہو۔ اُسکا بیان ہو کہ لندن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شمپانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہو۔ بندر پروفیسر موصوف سے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہو کہ اُسنے بہت سے بندروں کو بغل میں اُسی طرح گدگدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہو۔ اس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہو۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہو کہ کتے بھی ہنستے ہیں۔ لیکن کتوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھلتا ہو اور دانت نکل آتے ہیں

مدبرین انگلستان کی بعض اقوال
ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کر دیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء)

"لڑاؤ اور حکومت کرو" قدیم رومن مقولہ ہو اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے... مجھے یقین ہو کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہو جائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب رکھیں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ ممکن ہو میں اس باب میں اپنا یقین پُوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۱۸۵۸ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلاف پُوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" ہماری حکومت کا حکومت کا اصول العمل ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کر دیا گیا۔

(ہنٹر ۱۸۶۸ء)

رعایتی قیمت

یہ رعایت صرف ایکدن کیلئے ہے ۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو در بیمہ

۱۹۲۷ء کے بعد کسی درخواست کنندہ کو رعایت نہ دیجائیگی

کو ایک دو پیہ کی اصل قیمت کی کوئی کتاب جو وہ چاہیں مفت دیجائیگی

دنیا میں کامیاب بنانیوالی کتابیں

صنعت و حرفت کی نایاب کتابیں

ذخیرہ صنعت و حرفت کامل کورس آٹھ حصوں میں

مطالعہ سے آپ بے انتہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہندوستان کے افلاس کا سب سے بڑا سبب ملکی صنعت و حرفت ہے۔ امریکہ جاپان جرمنی انگلستان فرانس سویٹزرلینڈ وغیرہ تمام ترقی یافتہ ممالک کی صنعت و حرفت کا لب لباب ان آٹھ جلدوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اردو زبان میں اس پایہ کی کتاب ملنی ناممکن ہے۔ اب تک کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہی اس کی پسندیدگی کا زندہ ثبوت ہے۔ کل حصص کا مجموعہ ۳۰۰ صفحات۔ قیمت حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم، حصہ چہارم، حصہ پنجم، حصہ ششم، حصہ ہفتم، حصہ ہشتم

مکمل مرغی خانہ ... آتشبازی ... معصوعی ...

باورچی خانہ کے متعلق

بہترین کتابیں

زراعت و باغبانی کے متعلق

مفید کتابیں

میوہ جات ... زراعت کی پہلی کتاب باتصویر ... سبزی ترکاریاں باتصویر ... کیمیائے زراعت

۲۹ نومبر ۱۹۲۷ء کو در بیمہ الیسانہ ہو کہ آپ رعایت سے محروم رہ جائیں یہ رعایت صرف ایکدن ہی کیلئے ہے

اسلامی کتابیں

مذاہب اسلام
شرح عقاید نسفی
آئینہ اسلام
دلیل الحیران
فیض الرحمٰن فی ...
تسہیل القرآن
علم الکلام امام غزالی
پنج بنائے اسلام
شریعت اسلامیہ
حفظان صحت
روایات اسلام
مسلمانوں کے سبق
حکمت کے سبق
اسلام کی پہلی کتاب
دوسری
تیسری

حفظ صحت و علم

طب کی کتابیں

مجربات حفظ صحت کے آٹھ حصے ان آٹھ حصوں میں ہزاروں قیمتی اور مجرب نسخے درج ہیں جو چالیس سال کی کوشش سے آج تک جمع ہو سکے ہیں۔ ہر مرض کے متعلق کوئی نہ کوئی مجرب نسخہ اس میں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی ان کے مطالعہ سے کامل حکیم بن سکتا ہے قیمت ہر ایک حصہ ایک روپیہ آٹھ حصوں کی قیمت آٹھ روپے

رہنمائے فن عطاری
ذخیرۃ الاطبا
قوت سامعت اور کان

حسن و صحت
رسالہ تپ دق
مادر و نا
صحت الابدان

سوانح عمریاں

ناول ڈرامے اور افسانے

متفرق کتابیں

سفرنامے اور تاریخ

حیات زیب النساء
نپولین بونا پارٹ
جنرل گارفیلڈ
تاریخ مراکش
تاریخ سیالکوٹ
لطائف و ظرائف آٹھ حصے
پرستان لبغداد

متفرق ناول

١٩٢٧

ام الکتاب

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

٥ ـ آنہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۲۴   کلکته : جمعه ٦ ـ جمادی الثانی ۱۳٤٦ هجری   جلد ۱

Calcutta : Friday, 2. December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارِیین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۸٤۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	۱۶۸

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الهلال

الهلال

هر جمعه كو نمبر ١١ - بالي گنج سركلر روڈ - كلكته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپيه
هندوستان سے باهر كيليے	-	-	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	-	-	سات روپيه
قيمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(١) تمام خط و كتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " كے نام سے كي جاے - ليكن جو خطوط مضامين سے تعلق ركهتے هيں آنكے لفافه پر " ايڈيٹر " كا نام هونا چاهيے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنايت خط و كتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لكهيے

(٤) خط و كتابت ميں نمبر خريداري لكهيے جسكي اطلاع آپكو وصول قيمت كي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(٥) اگر كسي صاحب كے پاس كوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته كے اندر اطلاع ديں - ورنه بصورت تاخير بغير قيمت كے روانه نهيں كيا جائيگا -

(٦) اگر آپ دو تين ماه كيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه كرايے ' مقامي ڈاكخانه كو اطلاع ديكر انتظام كر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک كے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديكر پته تبديل كراليں -

(٧) مني آرڈر روانه كرتے وقت فارم كے كوپن پر اپنا نام و پته ضرور لكهديں -

(٨) ايسے جواب طلب امور كے لئے جنكا تعلق دفتر كے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹكٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و كتابت كے مصارف كا بار پڑيگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئي چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسي جہاز " شاسور " نامي پر سوار ہو گیا - اِس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اُس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کي جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اُس نے کپتان سے پوچھا ' تو اُس نے کہا " انگریزي بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اُس سے بچ کر چلنا ضروري ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اُس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہي ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزي بیڑہ میں قید تھا - انگریزي جنگي جہاز " لیون " نے فرانسیسي جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(۵)

یہ کہنا غیر ضروري ہے کہ اِس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپني رفیق حیات کي جدائي کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسري طرف اپني سرکاري مہم کي ناکامي کا داغ تھا - وہ انگریزي جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑي مصیبت یہ تھي کہ اب ایک بڑي مدت تک کے لیے وہ آزادي سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگي قیدي تھا - اسلیے اس کي رہائي صرف دو ہي صورتوں میں ہوسکتي تھي - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگي قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اُس کي کوٹھري کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اُس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنٹ تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اُس کي صورت دیکھتے ہي خیال کیا کہ غالباً یہ اِس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاري مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاري کے وقت ہي اُس سے لیلي گئي تھي - سب سے زیادہ صدمہ اُسے اسي مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہي کیوں نہ ہو ' میں اِن بدبختوں کے سوالات کا کوئي جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہوگیا ' جب اُس نے دیکھا کہ جان بارنٹ نے وہي مراسلت جیب سے نکالي ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سربہ مہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کي بالکل کوشش نہیں کي - اِس کي تمام مہریں اپني اصلي حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئي ضرورت نہ تھي اِس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمھیں واپس دي جاتي ہے - اِسے لیلو - شاہي حکم کي رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اِس درجہ خلاف تھي ' کہ کئي لمحہ تک اِسے باور نہ کرسکا - آخر اُس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعي یہي مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اُتار دیا جایگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاري بیوي بونا پارٹ کي آغوش میں ہے ! "

(٦)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کي پوري سرگزشت انگریزي جاسوس نے معلوم کرلي تھي - اسکندریہ اور دمیاط میں اُن کے آدمي موجود تھے ' اور الفي بک مملوک کي اعانت سے تمام مصر کي خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنٹ کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اُس کي بیوي کے ساتھہ بے غل وغش عیش کرے ' تو اُس نے انگریزي بیڑہ کے افسروں کو اِس کي اطلاع دیدي - جب فرانسیسي جہاز کي گرفتاري کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہي ہے - وہ اُسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اِس طرح وہ نپولین کے دلي مقصد کي تکمیل کر دیتے - اُنھوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اِسے مصر واپس کر دیا جاے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جاے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اِس طرح اِس بلا سے اُنھیں نجات مل جائیگي -

(۷)

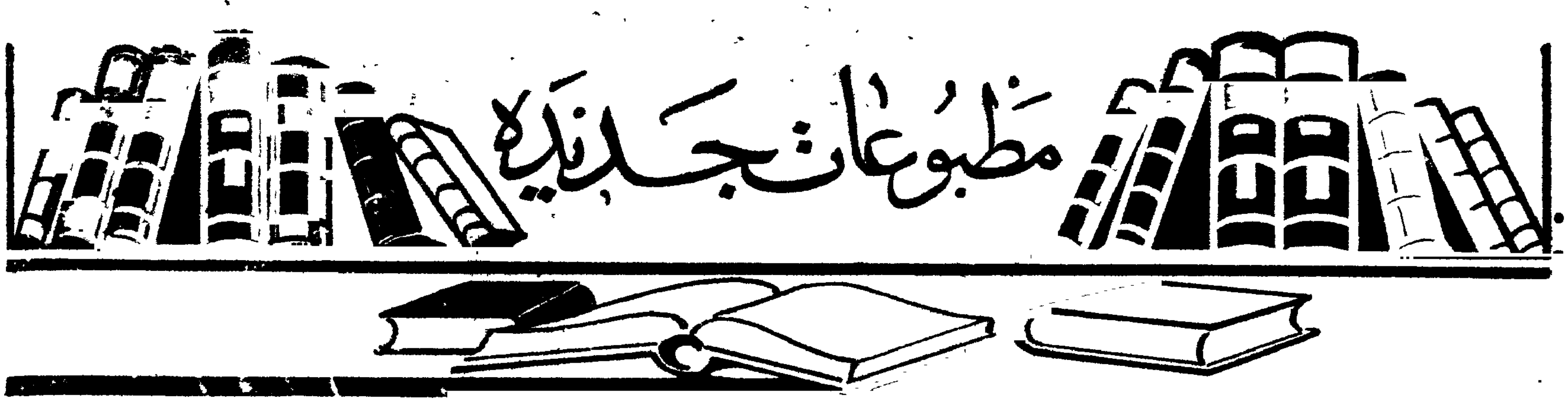
اُدھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہي اُس کي بیوي نپولین کے قبضہ میں آگئي اور شب و روز ساتھہ رہنے لگي - نپولین کا اب اُس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئي ' اور سپاہي میڈم کو " ہماري مشرق کي ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھي چند ہفتے بھي اِس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزي جہاز نے نہ صرف اُسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزي جاسوس نے تمام ضروري معلومات بھي بہم پہنچا دیں - اُسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اُسکي بیوي کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتي ہے -

وہ سیدھا اُس مکان کي طرف چلا - واقعي اُسکي بیوي قیمتي لباس میں ملبوس موجود تھي - شوہر کو اِس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئي ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اُس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑي -

اِسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ اُنکي تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کي درخواست پیش کرکے اپني بیوي سے علحدگي کرلي تھي - دوسري یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنٹ کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستي نہ تھي جو اُس آساني سے قتل کر ڈالي جاتي - ابھي اُسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !



نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

میدان جنگ اور حجلۂ هوس !

(میڈم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق هوا تها -

گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez جسکي جدید الشیوع کتاب کا ذکر ان صفحات پر هو چکا هے ' میڈم پولین کي نسبت لکهتا هے :

اس معاملہ کي تفصیل یہ هے کہ ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کي فتح کیلیے روانہ هوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیادہ خائف تها ' اور اُنکي آنکهہ بچا کر نکل جانا چاهتا تها - یعني انگریزي امیر البحر نلسن ' اور انگریزي جاسوس جان بارنٹ -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کي رفاقت ممنوع قرار دیدي تهي - جن عورتوں کو چلنے اجازت دي گئي تهي ' اُن میں خود اُسکي داشتہ میڈم وردیا بهي تهي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتهہ سے لایا تها -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامي ایک فوجي افسر تها - اُسنے حال هي میں شادي کي تهي - اُسکا دل اپني بیوي کي جدائي پر کسي طرح راضي نہیں هوتا تها - مگر مشکل یہ تهي کہ عورتوں کو ساتهہ لیجانے کي ممانعت تهي - آخر اُسنے یہ ترکیب نکالي کہ بیوي کو سپاهي کي وردي پہنا کر اپنے ساتهہ لے لیا - تا کہ دونوں بے روک ٹوک ساتهہ رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان هے کہ ماہ اگست میں نپولین نے قاهرہ کے باهر ایک جلسہ کیا تها ' جس میں اُسکا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تهیں - اِسي جلسہ کے موقعہ پر نپولین نے میدان میں اپني فوج کا ایک دستہ گدهوں پر سوار دیکها - سپاهیوں میں ایک شخص غایت درجہ خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولین نے جنرل برتیہ کو حکم دیا کہ اِس شخص کا پتہ لگائے - اُسي دن شام کو جنرل نے یہ عجیب خبر سنائي کہ " وہ سپاهي مرد نہیں هے - عورت هے - اور بائیسویں رسالہ کے ایک افسر کي بیوي هے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکي عورتیں مدعو کي گئي تهیں - خصوصاً میڈم فوریس بهي خصوصیت کے ساتهہ بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچہ دعوت کا جلسہ منعقد هوا - میڈم بغیر اپنے شوهر کے بلائي گئي تهي - اُس کے شوهر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پهر ڈرا ' اور اجازت دیدي - چنانچہ تمام مهمان جمع هوئے - حسب معمول نپولین بر امد هوا - سب تعظیماً کهڑے هوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میڈم فوریس اور متعدد ممتاز سپہ سالار کهڑے تهے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوري پر شکریہ ادا کیا ' اور ایک پیالي چائے نوش کرلینے کي درخواست کي درخواست منظور هوئي ' اور نپولین بیٹهہ گیا - میڈم بالکل اُسکے مقابل کهڑي تهي -

میڈم فوریس نے دیکها ' سپہ سالار اُسے پر معني نظروں سے دیکهہ رها هے - وہ بہت کم عمر تهي - شرما گئي - نپولین اُسکي حالت کا بغور مطالعہ کرتا رها - مگر بالکل خاموش رها - چائے جلدي سے پیلي ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسہ سے اٹهہ گیا -

مهمانوں نے رات کا کهانا کهایا ' اور کافي پینے لگے - میڈم فوریس جس میز پر تهي ' اُس کے ایک طرف جنرل ڈي بوي بیٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافي کي بهري هوئي پیالي جان بوجهہ کر اس طرح میڈم فوریس پر گرا دي ' کہ سب نے اسے اتفاقي حادثہ سمجها - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافي کا دهبہ پاني سے دهلوایا گیا جس سے میڈم کا لباس اور زیادہ بهیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کي بالائي منزل پر چلي جائیے " میڈم چلي گئي - وهاں نپولین منتظر بیٹها تها !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میڈم کے شوهر فوریس کو حکم ملا کہ جنرل برتیہ سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " درست ! تم بڑے هي خوش نصیب هو - کیونکہ فرانس جا رهے هو - سپہ سالار تمهیں ایک خفیہ مہم پر پیرس بهیج رها هے - ایک گهنٹہ کے اندر روانہ هو جاؤ - یہ لو ' اسکندریہ کے سپہ سالار کے نام حکم هے کہ تمهارے سفر کیلیے هر طرح کي سهولتیں بهم پہنچا دے "

فوریس بد حواس هوگیا - حیران تها ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگي سے جنرل کا شکریہ ادا کیا اور کہا " اگر مجهے فوراً هي روانہ هو جانا هے تو میں اپني بیوي کو بهي ساتهہ لے جاؤنگا "

جنرل نے غصہ سے کہا " بیوي ! کیا تم یہ سمجهتے هو کہ ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتهہ اپني بیوي کو لیجا سکتے هو ؟ خصوصاً جب کہ راستہ میں انگریزي بیڑہ موجود هے اور تمهیں قید کرلے سکتا هے ؟ "

چراغ پا ہو رہے ہیں - لیکن اُنہیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دینی پڑیں' اور ہزارویں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو اُنھیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جاے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھہ لے !

(طبیب اور داعی)

افسوس' قرآن کہاں لیجانا چاهتا تھا ' اور دنیا نے اُسے سر پر رکھکر ادھر کا رخ کیا ! ہمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہوگئے کہ اُنہیں دوسری راہوں کی خبر ہی نہ رہی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ہی نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھی ہوتے ہیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے ؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اُس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رہیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ہوجاے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اُس پر کھل جاے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگی - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کردے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اِتنا قوی نہ ہو' کہ اِس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ہوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ہوگا کہ میری تجویز کی ہوئی غذا اُسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اُسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض ہضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کردے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ہضم نہ ہو سکنے کی شکایت کرتا رہیگا ' طبیب غذا بدلتا رہیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ہی غذا تجویز کرکے اُس پر آڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض ہضم کرسکے یا نہ کرسکے ؛ یہ وہی لقمے اُسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاہل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ہے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور ناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاہتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاہتے ہیں - ان کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھہ ہمیشہ ویسا ہی رہتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاہیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتے - اسے تندرست کرنا چاہتے ہیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ہیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتی ہے - لیکن اُنہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ہے ' کہ یہ غذا اُس کا دماغ ہضم نہیں کرسکتا - یعنے اُس کی سمجھہ کی کجی اور دل کی گمراہی ساتھہ نہیں دیتی - جونہی اُنہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ہیں ' اور کوئی دوسری غذا جو اُس کا معدۂ فکر ہضم کرسکے' سامنے رکھدیتے ہیں - اُنہیں اِس بات کی بالکل پروا نہیں ہوتی کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی ؟ اِس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلادینا نہیں ہے' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر ہضم کر سکے - ہضم کی استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کی حالت یکساں نہیں ہوتی - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود ہضم غذا کوئی نہ ہوگی - لیکن یہی دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ہضم ہوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ہے - وہی حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذہن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو' ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وہی بات ناقل فہم و تاثر ہوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ہیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لا سکتا ہے ؟ لیکن اِس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے اور وہ دودھہ جیسی عمدہ اور زود ہضم غذا بھی ہضم نہیں کرسکتا ؟ یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کہ : **انك لا تهدی من احببت ، و لکن الله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ! (۲۸ : ۵۶)** حالانکہ انبیاء کرام کے ہادی ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ : **و انك لتهدی الی صراط مستقیم ! (۴۲ : ۵۲)** تو مطلب یہی ہے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ہے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ہستی میں ایک طبیب حق ابراہیم خلیل بھی تھے - اُن کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاہی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انہوں نے اُس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی : " ربی الذی یحیی و یمیت " میرا تو اُس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضۂ و تصرف میں ہماری موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیے ہوسکتی ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ہلکی اور سادہ غذا بھی ہضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ہیجان میں بول اٹھا " انا احی و امیت " اگر تمھارے پروردگار کی یہی صفت ہے تو یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاہوں ہلاک کر ڈالوں - جسے چاہوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحت نہیں کہ اسے ہضم کر سکے - اُنہوں نے فوراً پہلی قاب ہٹالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی : " فان الله یأتی بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب ! " اچھا ' اگر ایسا ہی ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ہمارے سروں پر چمک رہا ہے - یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کی طرف ڈوب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! یہ غذا ٹھیک اُسکے معدہ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اُتری ' اور ہضم ہوگئی : " فبہت الذی کفر " اب اُس میں کج بحثی کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور مفسرین نے اُسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ہے ؟ اگر حضرت ابراہیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ہدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ہی پر مخاصم سے اُلجھہ پڑتے '

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آية كريمه " الم تر الى الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(٤)

(آية زير تدبر كي تفسير)

اب آيت زير تدبر پر غور كيجيے :

الم تر الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهيم : ربى الذى يحيي و يميت ـ قال : انا احى و اميت ـ قال ابراهيم : فان الله يأتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى كفر ، و الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٢ : ٢٥٨)

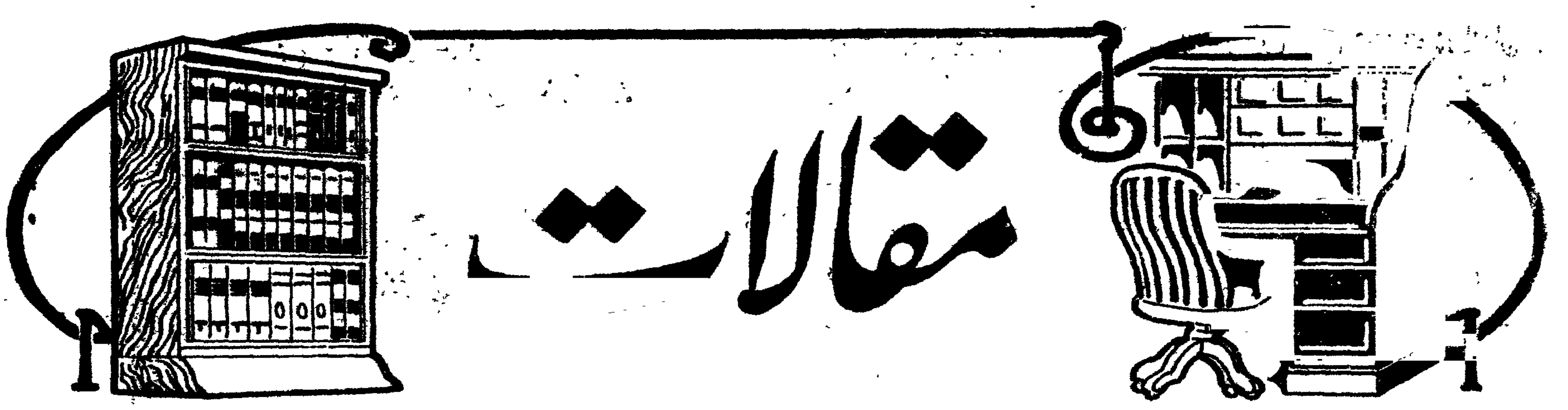
اے پیغمبر ! کیا تمھیں اُس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے محض اِس وجہ سے کہ خدا نے اُسے پادشاهت دے رکھي تھي ، جهل و غرور میں سرشار هوکر ابراهيم سے اُس کے پروردگار کے بارے میں حجت کي ؟ جب ابراهيم نے کہا : میرا پروردگار وہ هے جو زندہ کرتا هے اور مارتا هے - تو اُس نے کہا ، یہ تو میں بھي کر سکتا هوں - میں جسے چاهوں ، ماردوں ، جسے چاهوں زندگي بخش دوں -

اِس پر ابراهيم نے کہا : اچھا ، اگر ایسا هي هے تو خدا همیشہ سورج کو مشرق سے نکالتا هے - تم مغرب سے نکال دکھاؤ ! یہ سنکر وہ ھکا بکا رهگیا - اور الله کا قانون یہ هے کہ ظلم کرنے والوں پر هدایت کي راہ کبھي نہیں کھلتي !

(۱) سب سے بڑا الجھاؤ جو اس آیت کي تفسیر میں پڑ گیا هے ، وہ حضرت ابراهيم کا انداز سخن هے - جب مخاطب نے ایک ایسي بات کے جواب میں جو اثبات مدعا کیلیے قطعي اور نہایت درجہ واضح تھي ، جهل و غرور سے ایک نہایت لغو بات کہدي ، تو حضرت ابراهيم نے نہ تو اپني بات کي مزید تشریح کي ، نہ مخاطب کو اُس کے جهل و نافهمي پر متنبہ کیا ، بلکہ فوراً پہلي بات چھوڑ کر ایک دوسري بات کہدي - " فان الله یأتي بالشمس - الخ " مفسرین نے طرح طرح کي توجیہیں کي هیں ، مگر سر رشتۂ تفسیر میں کچھ ایسي گرہ پڑ گئي هے کہ کوئي ناخن تاویل بھي اُسے نہیں کھول سکتا - بڑي تحقیق کي بات جو حضرت امام رازي نے ڈھونڈھ نکالي هے ، یہ هے کہ یہ دو مختلف دلیلیں نہیں تھیں - ایک هي دلیل کي مختلف مثالیں تھیں - لیکن اول تو دونوں دلیلوں میں ربط و مناسبت پیدا کرنے کے لیے سبب و واسطہ اور حرکت افلاک کي بحثیں پیدا کي گئي هیں ، اور وہ اس قدر دور از کار اور بے معني هیں کہ اُنھیں تسلیم کرلینا قرآن کو قرآن کي جگہ کوئي دوسري چیز بنا دینا هے - ثانیاً ، خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض کي زباني همیں سنا چکے هیں کہ رجوع خواہ دلیل سے کیا جائے خواہ مثال سے ، لیکن مستدل کے لیے ضروري هے کہ معارض کے جواب کي غلطي ظاهر کر دے ، ورنہ اُس کا عجز ثابت هو جایگا - پس اگر دلیل کو مثال بنانے کي یہ ساري مصیبت گوارا بھي کر لي جائے ، جب بھي بات بنتي نہیں - اعتراض جوں کا توں باقي رهجاتا هے -

اصل یہ هے کہ یہ ساري مصیبت اسي لیے پیش آئي هے کہ اس مکالمہ کو منطقي " مناظرہ " قرار دیدیا گیا هے - مناظرہ کا مقصود انکشاف حق نہیں هوتا - إسکات خصم هوتا هے - اس لیے مناظر کا فرض هوتا هے کہ ایک بات پیش کرکے اُس پر اس طرح جم جائے ، کہ خواہ زمین و آسمان اپني جگہ سے ٹل جائیں ، لیکن وہ اپني جگہ سے نہ هلے - اگر مخاطب کي سمجھ ساتھ نہیں دیتي ، تو هزار مرتبہ نہ دے - اُس کي بلا سے - وہ اُس کا جهل ثابت کردیگا ، اور مخاطب کا جهل ثابت کرکے اُسے ذلیل اور لا جواب بنا دینا هي اُس کي بڑي سے بڑي جیت هے - باقي رهي یہ بات کہ جو بات مخاطب کے ذهن نشین کرني تھي ، وہ اُس کے دل میں اُتر سکي یا نہیں ؟ تو مناظر کو نہ تو اِس کي پروا هوتي هے ، نہ فن مناظرہ کا یہ مقصود هے - مناظر صرف یہ چاهتا هے کہ مخاطب کو میدان سخن میں هرا دے - یہ مقصود جس طرح بھي حاصل هو جائے ، اُس کي جیت هے - همارے متکلمین کي نظر میں چونکہ انبیاء کرام کي بھي سب سے بڑي فضیلت یہي تھي کہ وہ مناظر اور منطقي هوں ، اس لیے اِسي اعتبار سے اس مکالمہ پر بھي نظر ڈالتے هیں ، اور قدرتي طور پر چاهتے هیں کہ ایک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراهيم بھي اپني بات پر اڑ جاتے ، اور خواہ اُن کا مخاطب سمجھ سکتا یا نہ سمجھ سکتا ، یہ اُسي پر لڑتے جھگڑتے رهتے - اگر اُس نے جهل و غرور سے ایک لغو بات کہدي تھي ، تو چاهیے تھا کہ یہ اُس کي لغویت اور جهالت پر ایک لمبي چوڑي تقریر فرماتے - پھر اگر وہ اُس کے جواب میں بھي کوئي بکواس کر دیتا - تو یہ اُس کے جواب الجواب میں آستنیں چڑھا لیتے - یہاں تک کہ صرف اپني دلیل کي شرح و توضیح اور رد و جواب هي میں شام کر دیتے !

لیکن همارے مفسرین بھول گئے - اُنھیں یاد نہیں رها کہ ابراهيم خلیل ، داعي حق تھے - مناظر و مجادل نہ تھے - اور اِسي ایک بنیادي فرق نے اُنکي راہ مناظرہ و مجادلہ کي ساري راهوں سے الگ کردي تھي - اُنکا کام یہ نہ تھا کہ کسي خاص دلیل پر اڑ جائیں ، یا مخاطب کے إظهار جهل و عجز کا کوئي موقعہ هاتھ سے نہ دیں - اُن کا کام یہ تھا کہ برگشتہ دلوں کو سچائي کي راہ دکھلا دیں - وہ دلیلوں کے تحفظ کیلیے بلکہ حق اور ایمان کي حفاظت کیلیے لڑتے تھے - اِس مکالمہ میں تو حضرت ابراهيم نے صرف اِتنا هي کہا کہ ایک بات چھوڑ کر دوسري بات کہدي ، اور اِسي پر همارے مفسرین



هدايت يهي هے كه جن لوگوں نے ظلم و طغيان كي راه اختيار كرلي هے ' أن پر هدايت و سعادت كي راه نهيں كهلتي !

(منطقي شبهات)

(۴) همارے مفسرين كو صرف اسي كي فكر نهيں هے كه حضرت ابراهيم كو منطقي اور مناظر ثابت كر دكهائيں ' بلكه وه نمرود كے ليے بهي بهت متفكر هيں - أن كي كوشش يه هے كه أس كي كوئي بات بهي فلسفيانه دقيقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه أس كے اس قول كي توجيه ميں كه " انا احي و اميت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي كاوشيں كي هيں ' اور بالاخر اِسے واسطه اور سبب كے جهگڑوں ميں لے گئے هيں - ليكن اب آپ سمجهه گئے هونگے كه يه تمام كاوشيں قطعاً دور از كار اور بے معني هيں - قرآن حكيم اس جاهل متمرد كا جهل و غرور دكهلا رها هے - همارے متكلمين كي طرح أسے فيلسوف ثابت كرنا نهيں چاهتا - يه تمام توجيهيں بهي كه أس نے ايك واجب القتل قيدي كو چهوڑ ديا تها اور ايك كو قتل كرديا تها ' قطعاً غير ضروري اور مكالمه كي حقيقت سے دور ليجانے والي هيں - " انا احي و اميت " كا صاف مطلب وهي هے جو ايك مغرور اور بر خود غلط پادشاه كا هميشه ايسے متكبرانه دعوؤں سے هوا كرتا هے -

(۵) اب آپ نے سمجهه ليا هوگا كه جس قدر شبهات پيدا هوئے تهے ' في الحقيقت أن ميں سے كسي شبه كي بهي يهاں گنجايش نهيں - بڑے شبهات امام صاحب كے اور آپ كے پيدا كيے هوئے يه تهے كه نمرود اگر مدعي تها تو دليل أسے پيش كرني تهي ' نه كه حضرت خليل كو' اور جب حضرت خليل نے ايك دليل پيش كردي تو أس سے رجوع كيوں كيا ؟ ليكن يه تمام شبهات غير متعلق هوجاتے هيں جب واضح هوجاتا هے كه نه تو يه مناظره مصطلحۂ فن تها ' نه مخاصم كي حيثيت مدعي كي تهي ' اور نه انبياء كرام مناظرانه طريقه سے رد و كد كرتے هيں - باقي رها يه شبه كه جب مخاصم نے پهلي بات كے جواب ميں ايك جاهلانه دعوى كرديا تها ' تو دوسري بات كے جواب ميں بهي كوئي نه كوئي بات كهدے سكتا تها ' تو اس شبه كي بهي اب كوئي گنجايش نهيں رهي - يه شبه اس ليے پيدا هوا تها كه " فبهت الذي كفر " كے معني مناظره ميں لا جواب هوجانے كے سمجهے گئے تهے - ليكن جب واضح هوگيا كه " بهت " سے يهاں مقصود بات بنانے ميں لا جواب هوجانا نهيں هے ' بلكه ايك سچي بات سے متاثر هوكر هكا بكا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' يه شبه كيوں وارد هو ؟ جب ايك حقيقت جس كے جهٹلانے اور نه ديكهنے كي وه كوشش كررها تها ' اس كے سامنے بے نقاب هوگئي ' تو أس ميں كچهه بحثي كا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوكر رهگيا -

جديد مذهب روحي

تاريخ ظهور ' موافقين و مخالفين ' اور نقد و تبصره

تقريباً تين ماه گزرے ' مطبوعات جديده كے سلسله ميں ايك كتاب كا ذكر ان صفحات پر كيا گيا تها ' جس ميں سر كونن ڈائيل كے بعض مضامين يورپ كے جديد مذهب روحي كي تائيد ميں شائع هوئے تهے - اس تحرير كے آخر ميں هم نے وعده كيا تها كه آينده اس موضوع پر تفصيل كے ساتهه نظر ڈالينگے -

اس تحرير كي اشاعت كے بعد ' قارئين الهلال ميں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غير معمولي دلچسپي ظاهر كي' اور بار بار اصرار كيا كه اس بارے ميں تفصيل كے ساتهه بحث كي جاے - آج هم چاهتے هيں ' ايك سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع كريں - اس سلسله ميں حسب ذيل امور يكے بعد ديگرے بحث و بيان ميں آئينگے :

(۱) جديد مذهب روحي كے ظهور و اشاعت كي مختصر تاريخ
(۲) موافق اور مخالف علماء كے آراء
(۳) بعض مشهور اور علمي نوعيت كے تجارب اور عمليات
(۴) موافقين و مخالفين كي رائيوں كا موازنه اور تبصره

(ظهور و اشاعت كي تاريخ)

سنه ۱۸۵۶ - مين نيو يارك امريكه كے ايك گاؤں هيڈس ويل نامي ميں ايك عجيب واقعه پيش آيا - جان فاكس نامي ايك شخص كا خاندان هر روز اپنے گهر ميں ايك خاص قسم كي كهٹ كهٹ سنا كرتا تها - ايك دن مسز فاكس نے جرأت كركے اس آواز كو مخاطب كيا :

" كيا تم كوئي روح هو ؟ "

پهر أس سے طے كيا كه جواب ميں اثبات كي علامت ايك خاص طرح كا كهٹكا هے ' اور نفي كي علامت ايك خاص طرح كا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت كو معلوم هوگيا كه آواز واقعي ايك روح كي هے جو اِسي گهر ميں رهتي هے - پڑوسيوں نے ايك آدمي اِس مكان ميں قتل كركے دفن كرديا تها اور أس كا مال لوٹ ليا تها - يه أسي كي روح هے -

عورت نے فوراً پوليس كو خبر پهنچائي - حكام نے آكر أسي طريقے پر روح كا بيان اپنے كانوں سے سنا - پهر وه مقام كهودا گيا جهاں روح نے لاش مدفون بتائي تهي - لاش مل گئي' اور بالاخر قاتلوں كا پته بهي چل گيا !

وہ کہتے ' میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھہ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انہیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھہ لیجیے :

" أن اتاه الله الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کردی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کردینا چاھتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کردیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعووں سے باز نہیں آیا ؟ " أن اتاه الله الملک " ! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اورحکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاه الله الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراهیم في ربه " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمہارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرأت کرتے ہو ؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربي ' الذي يحيي و يميت " تمہارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضۂ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کردینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احي و اميت " وہ ' یہ تمہارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیم نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کرسکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان الله ياتي بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہوگئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا ' اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایساہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہوگئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبهت الذي كفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و الله لا يهدي القوم الظالمين " خدا کا قانون

پھر جب یہی عالم رائل سوسائٹی کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپنی صدارتی تقریر میں اِس مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" میں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کی تحقیق کی ہے - بہت سی نئی معلومات بھی حاصل کی ہیں - میں عنقریب ایک نئی کتاب شایع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائی ماننے والوں میں ایک جلیل القدر نام الفرڈ رسل ویلس کا بھی ہے - یہی وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھیک اُسی زمانہ میں مذہب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کیا تھا ' جبکہ ڈارون کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے میں دو مستند کتابیں " دور جدید کے معجزات " اور " مذہب روحی کی مدافعت " کے نام سے شایع کیں - اول الذکر کتاب میں لکھتا ہے :

" میں سراسر ملحد تھا - اپنے مادی مذہب کے سوا کسی بات پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا - میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِس عالم میں مادہ اور اس کی قوت کے سوا کوئی روحانی زندگی بھی موجود ہے - لیکن میں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پایا کہ اِس جدید مذہب کی تصدیق کروں - ...... یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے مان لینا پڑا کہ یہ امور واقعی روح ہی کے ذریعہ واقع ہوتے ہیں ' کیونکہ اُن کی کوئی دوسری تعلیل ممکن ہی نہیں ہے "

مشاہیر علماء میں ایک اٹالین عالم لومبروزو Lombroso ہے - [جو] علم الجرائیم کا بانی ہے - پہلے یہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا [او]ر اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار دیتا تھا - لیکن تحقیقات اور [ذ]اتی تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامی بن گیا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکیات فلا مریون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈیمی کے پروفیسر چارلس ریشیے کے ساتھہ ملکر اِس مذہب کا طویل مطالعہ کیا اور اپنی تحقیقات کے نتائج ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اس کتاب کے مقدمہ میں وہ لکھتا ہے :

" اپنی خاص علمی تربیت اور نفسی میلان کی بنا پر میں مذہب روحی کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی تھی کہ ہر قوت مادہ ہی کا ایک خاصہ ہے ' اور ہر [فکر] ' دماغ ہی کا ایک فعل ہے - اس کے سوا میں کچھہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - میں اِس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا - لیکن حق و حقیقت پر میری فریفتگی بالآخر میرے میلان نفس پر غالب آگئی - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا یقین ہے "

اِن کے بعد پروفیسر ہاڈسن ' پروفیسر میرس (کیمبرج) سنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفیسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغیرہ انگریز علماء اور مدبروں نے بھی اِس کی تحقیقات کی ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسی طرح فرانسیسی علماء میں قابل ذکر چارلس ریشیے ' کیمیل فلا مریون ' ڈاکٹر مکسویل ' پیپیر گانیہ ' پییر دورو ' پاراتوک وغیرہ ہیں - جرمنی اور امریکا کے بہت سے اقطاب علم بھی اِس کے معتقد ہوچکے ہیں - اُن کے نام اور مباحث آیندہ اپنے محل میں آئینگے -

مشہور فرانسیسی عالم فلسفہ ' جان وینو نے سنہ ۱۸۹۵ع میں کہا تھا :

" یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام علماء فریب اور تدلیس کے ذریعہ ' اوہام و خرافات کی برباد شدہ حکمرانی پھر قائم کر دینی چاہتے ہیں - اِس خیال کی بھی گنجائش نہیں کہ یہ لوگ بالکل سادہ لوح ہیں ' اور اپنی حماقت کی وجہ سے اِن امور پر یقین لے آئے ہیں ' کیونکہ علمی تجارب میں ان اکابر علم کی دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

علم نفسیات کا مشہور ماہر پییر جانی اپنی کتاب میں جو اِسی موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحی ' ہر اعتبار سے دقیق مطالعہ اور اصولی بحث کا مستحق ہے - اِس میں شک اور تضحیک کی بالکل گنجائش نہیں ہے - ہمیشہ فریب ' فریب ' پکارتے رہنا بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ یہ تحریک جس نے یورپ میں اپنے بے شمار مراکز قائم کرلیے ہیں اور عقلاء و علماء کا ایک جم غفیر اُس کا علم بردار بن گیا ہے ' سراسر دھوکا اور فریب نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ منکرین ایمانداری کے ساتھہ اُس کا مطالعہ کریں "

پروفیسر چارلس ریشیے (رکن فرانسیسی اکاڈیمی اور مدرس طبی یونیورسٹی) اپنے ایک مقالہ میں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ میں شایع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

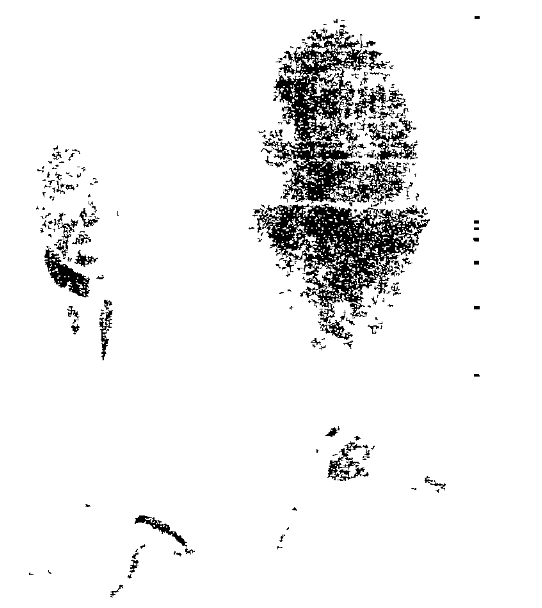
" یہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امریکا ' فرانس ' جرمنی ' اِٹلی کے یہ تمام علماء و فلاسفہ فریب خوردہ ہوں - منکرین ' روحی مذہب پر جتنے بھی اعتراض کرتے ہیں ' سب کے سب اِن علماء کے پیش نظر تھے - فریب سے بچنے کے لیے بھی یہ پوری احتیاط برتتے تھے - میں ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسیسی عالم گبریل دولاں اپنی کتاب میں جو محاضرات ارواح پر لکھی ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ہیر ' موابس ' اور اڈمون کے درجہ کے لوگ امریکا میں ' اور کروکس ' ویلس ' لواج ' انگلستان میں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس میں ' فیشنر ' زولنر ' جرمنی میں ' کسی بات کی صحت پر زور دیں ' تو ہم یہ تسلیم کرلینے پر مجبور ہو جائینگے کہ یہ بات ضرور کوئی علمی حقیقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کی مستحق ہے - مذہب روحی کا بھی یہی حال ہے - یہ علماء اُس کے معتقد ہیں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دینا ' عقلمندی سے بعید ہے "

یہ عجیب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقریباً تمام ماننے والے مشاہیر علماء ' شروع شروع میں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کی تحقیق پر محض اِس لیے مستعد ہوئے تھے کہ روحانیات کا فریب طلسم توڑ کر ضعیف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائیں ' مگر تحقیقات کے بعد اُن کی رائے بدل گئی ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !

روح کا ابتدائي ظهور
جيسا که استحضار ارواح کے معتقدوں کا خيال هے



اِس واقعه کے بعد روح کي بے قراري دور هوگئي' ليکن مسٹر جان فاکس کي دونوں لڑکيوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رهي - يہاں تک که يه لڑکياں اُس سے از حد مانوس هوگئيں - پهر اُس کے ساتهه کئي دوسري روحيں بهي آنے لگيں' اور بات چيت کا طريقه بهي زياده صاف اور معين هوگيا - صورت يه هوئي که ايک بہن حروف ابجد ايک ايک کرکے پڑهتي جاتي تهي' اور هر حرف پر روح ايک يا دو مرتبه کهٹکهٹا ديتي تهي - اِس طرح تمام حروف کي علامتيں طے پاگئيں' اور گفتگو آساني سے سمجهي جانے لگي -

ايک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کي که وہ ايک اعلان عام کے ذريعه نيويارک کے کسي بڑے ايوان ميں لوگوں کو جمع کريں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پيش کر ديں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کيا - وہ ڈرتي تهيں' لوگ اُنهيں جادوگر خيال کرينگے - ليکن روح نے اصرار کيا " ميں انسانوں کو يقين دلانا چاهتي هوں که روح کبهي فنا نہيں هوتي - محض اِسي غرض سے ميں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي يه سخت تکليف برداشت کي هے - اب اگر تم ميري درخواست منظور نہيں کروگي' تو تم سے قطع تعلق کر لونگي " بہنوں نے اب بهي انکار کيا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

دونوں بہنيں روح کي ناراضگي سے نہايت غمگيں هوئيں - کيونکه وہ اُس سے حد درجه مانوس هوچکي تهيں - مجبوراً اُنهيں روح کا کہنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر که پہلے وہ تهوڑے آدميوں کے روبرو يه بات پيش کرينگي - پهر بتدريج عام مجمعوں کے سامنے ظاهر هونگي - روح نے يه شرط منظور کرلي' اور دونوں بہنوں نے نجي مکانوں ميں خاص خاص علماء کے سامنے يه حيرت انگيز امور ظاهر کرنا شروع کر ديے - پهر بتدريج جرأت پاکر عام اجتماعوں ميں بهی تقريريں کيں - لوگوں نے يه تمام امور ديکهے' اور هر طرح کي احتياطيں کي گئيں' مگر کسي فريب کا پته نه لگا سکے - تهوڑي هي مدت ميں يه خبريں تمام ملک ميں مشهور هوگئيں' اور هر جگه اُن کا چرچا هونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امريکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معامله کي تحقيقات کا خيال پيدا هوا - اُس نے علمي طور پر هر پہلو سے جانچ کي - ليکن بالآخر اُس کي صحت پر ايمان لے آيا' اور اپني تحقيقات کے نتائج اخبارات ميں شائع کر ديے - اس تحرير کے شائع هونے هي تمام امريکه ميں هلچل پڑگئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالآخر وہ مجبور هوا که اپنے عہدے سے دست بردار هوجائے اور آزادي کے ساتهه اِس حقيقت کي مزيد تحقيق و تجربه ميں مشغول هوجائے - چنانچه اُس کي سعي و همت سے اِس نئے مذهب کو بہت شہرت حاصل هوگئي -

اُس کے بعد پروفيسر مابس' جو امريکن اکاڈيمي ميں علم کيميا کے ماهر تهے' اِس جانب متوجه هوئے - اُنهوں نے بهي اس کي تصديق کي' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شايع کر ديے -

اِن کے بعد پروفيسر روبرٹ هير اِس ميدان ميں آئے - طويل بحث و نظر کے بعد يه بهي اس کے قائل هوگئے - اور ايک نفيس کتاب " نفسي ظواهر پر مباحث " کے نام سے شايع کي -

اِن تحريروں کا نتيجه يه هوا که عام بحث شروع هوگئي - امريکا ميں کوئي عالم بهي ايسا نه تها جس نے موافقت يا مخالفت ميں کچهه نه کچهه نه لکها هو -

امريکا سے يه مذهب انگلستان پہنچا - يہاں سب سے پہلے مشهور کيمياوي وليم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگريز وسيطوں کے ذريعه خود بهي تجربے کيے بالآخر اس کي صداقت کا معترف هوگيا' اور ايک کتاب بهي اسکي تائيد ميں لکهکر شايع کي - اِس کتاب کا نام بهي " نفسي ظواهر پر مباحث " تها - اِس ميں وہ ايک مقام پر لکهتا هے :

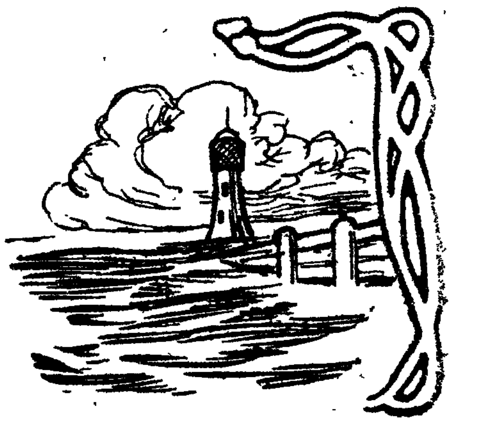
" چونکه ميں اِن واقعات کي پوري طرح تحقيق کر چکا هوں' اِس ليے يه ميري سخت اخلاقي بزدلي هوگي اگر اپني شهادت محض اِس خوف سے مخفي رکهوں' که لوگ اُس کا مضحکه اڑائيں گے - يه وہ لوگ هيں جو اِس بارے ميں کوئي علم نہيں رکهتے - اُن کے پاس کوئي يقين اور برهان نہيں هے - ليکن ميں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقيق کرلي هے' اور اُس کي حقانيت پر پخته يقين رکهتا هوں "



روح کا تمثل اور تشکل
جيسا که اِس مذهب کے معتقدين کا خيال هے



برید فرنگ



حجاز اور سمرقند!

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ هیں - ممکن ہے ' بعض نگاھوں کیلیے عبرت انگیز بھي ھوں !

ایک مصور رساله نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي هیں ' اور اُن کے لیے یه سرخي تجویز کي ہے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ہے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے هیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ہے ' اور یہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي هیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ھوں - حتی که باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ہے -

دوسري طرف ترکستان کے مشهور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ہے - یه اجتماع مردوں کا نه تھا - خانه نشیں عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سراے " میں جمع ہوا تھا ' تاکه " آیندہ کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعه کي اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعه دنیا میں مشتہر ھوچکي ہے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي هیں -

قارئین الہلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي هیں - پہلی تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ہے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا هجوم نمایاں ہے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رہا ہے -





میڈونا کیلیے هندوستاني نمونه

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب اپسٹین Jacob Epstein کچھه عرصه سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمه طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شہرت نے نه صرف بر اعظم یورپ کي بلکه امریکه کے ماهرین فن کي بھی توجه اور دلچسپي حاصل کر لي تھي -

رفته رفته یه شہرت یہاں تک بڑھي که ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں ھوا تھا که امریکه کے قدر شناسان فن نے مجسمه اپني سر زمین کے لیے حاصل کر لیا - اب مسٹر جیکب مجسمه لیکر نیو یارک جا رہے هیں ' تا که وهاں پہلي مرتبه اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچه ایسا نہیں ہے جس نے اس معامله سے اپني دلچسپي ظاهر نه کي هو -

معامله کا نہایت دلچسپ پہلو یه ہے که صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک هندوستاني خاتون اور اس کے دہ ساله بچے کا چہرہ بطور نمونه کے استعمال کیا ہے - خیال کیا جاتا ہے که اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یه پہلا مجسمه ہے ' جسکے خال و خط میں هندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ہے - یه آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ہے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکه کے ماهرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاري کر دیا ہے - آمید کي جاتي ہے که نیو یارک کي نمایش کے بعد یه نزاع اور زیادہ وسعت اور اهمیت پیدا کرلیگي !

آثار عتیقہ

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجری کي عجیب و غریب آشیاء

حال میں فرانس کي ایک جدید اثري دریافت نے علماءِ آثار کي غیر معمولي توجه حاصل کرلي ہے -

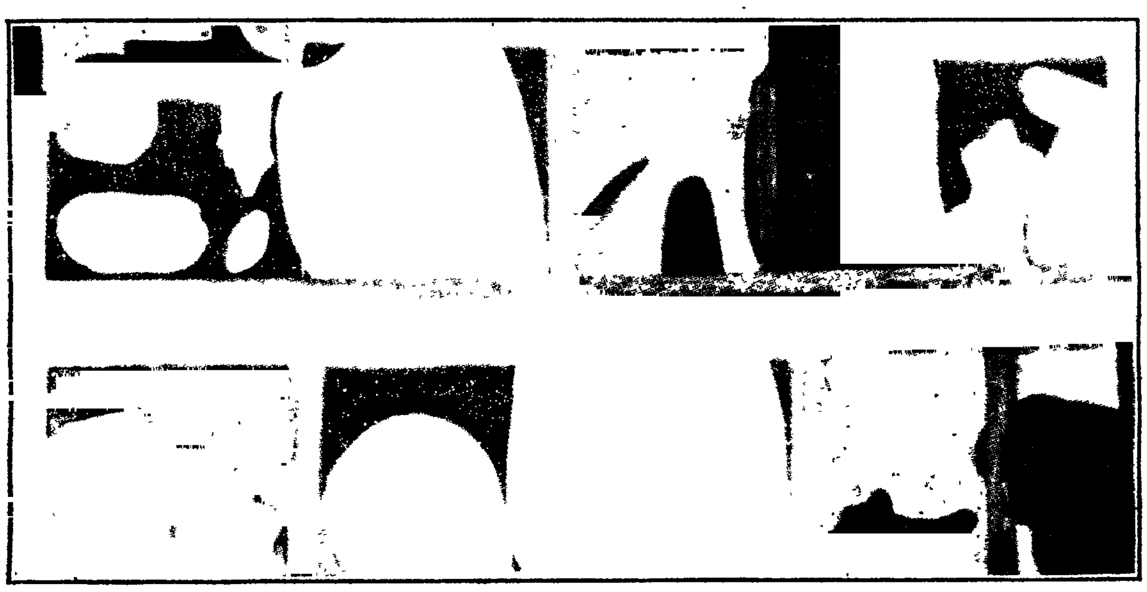
فرانس کے وسطي حصه میں ایک غیر معروف قریه گلوزل Glozel نامي واقع ہے - یہاں ایک کاشتکار اپني زمین کا ایک حصه کسي ضرورت سے کھدوا رہا تھا - یکایک اس طرح کي علامتیں نمایاں ہوئیں ' جیسے یہاں کبھي پتھر کي دیواریں رہ چکي ہوں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسي راہ پیدا ہوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دہانے سے مشابه تھي !

جب یه خبر مشہور ہوئي تو حکام نے موقعه پر پہنچکر تحقیقات کي - کھدائي کا کام جاري رکھا گیا ' اور غار میں اُتر کر اُس کي اندروني ساخت اور حالت کا پته لگایا گیا - مختصر یه که معلوم ہوگیا ' یه حصه کسي قدیم زمانه کي انساني یادگاروں کا ذخیرہ ہے جسے انقلابات زمانه نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نه صرف پتھر کي دیواروں کے آثار ملے ' بلکه تاریخي اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعه بھی برآمد ہوا - یه پتھر کي بني ہوئي بےشمار چیزیں ہیں جن میں سے کچھه تو اوزار ہیں جن کي نوعیت اچھي طرح سمجھه میں آجاتي ہے ' لیکن بڑي تعداد اس قسم کي چیزوں کي ہے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصلیت کا پته لگانا دشوار ہے - بعض مدور ہیں - بعض مربع ہیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہیں که معلوم ہوتا ہے ' شاید اِن کے ذریعه کسي عجیب الهئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشه دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ہیں جنھیں کسي خاص وضع و هئیت کي شکل نہیں دي گئي ہے ' مگر اُن پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہیں -

یه تمام چیزیں بعض محققین علم الاثار کے سامنے پیش ہوئیں اور انھوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعه شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کي رائے میں یه چیزیں قبل از تاریخ عہد کي ہیں - یعني دس سے تیرہ ہزار برس پیشتر تک کي پراني ہیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ہیں - یعنی ابتدائي انسان کے حجري عہد کا ' جب که وہ اپني ضروریات زندگي کے لیے صرف پتھر ہي استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انھیں اس قدر اهمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ہے ' یه زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سو برس کي پراني چیزیں ہیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضه ہوا تھا - وہ اپني اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ہے - پتھر کي بني ہوئي عجیب الهئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومي عہد کي ایسي ہي عجیب الهئیت صورتیں نکل چکي ہیں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا ہے که یه رومي ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعه اپنے سحري علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہیں ' فینیقي خط کے ہیں ' اور ظاہر ہے که یه خطوط صرف رومیوں ہي کے ذریعه فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلي کے شکار کي ایک بنسي بھي نکلي ہے جو ہرن کي ہڈي کي بني ہوئي ہے - اس سے بھي دوسرے گروہ کے خیال کي تصدیق ہوتي ہے -



گلوزل کے آثار کا ایک حصه ' جسمیں منقش پتھر دکھائے گئے ہیں -

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے اُن بے شمار آلات سے ہے ' جن کي نوعیت اُن کے حجري عہد سے تعلق رکھنے کا پوري طرح یقین دلاتي ہے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقیقات کا خلاصه شائع کیا ہے - یه تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفي بخش ہوسکتي ہے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے که دونوں رائیں اپني اپني جگه صحیح ہیں - اس لیے که دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء ہي پر مبني ہے - پہلا گروہ حجري آلات و اسلحه کي نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ہے - دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبه رومي ساحروں کے آلات سحر ہیں - لیکن کیا یه ممکن نہیں که قدیم زمانے کے کسي حادثه نے یه دونوں قسم کي چیزیں اس محل میں یک جا کردي ہوں ؟ حجري آلات و اسلحه عہد حجري ہي کا بقایا ہوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومي عہد کي ہوں ؟

تاریخ وعبر

عرب خلفاء وسلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء وسلاطین کی فصاحت وبلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیرالمومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

"فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون" (اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بنالے جو تجھے بادسموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم بھیجے دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجائش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ربیعہ بن عدی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا بصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبدالملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے اُس کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر دے۔ عبدالملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفین کو بھی اُنس ہو جائے منحوس وہ ہے جس سے موافق بھی بدل ہو جائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعیٰ لاجبر عظمہ   حفاظاً وینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبدالعزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہو جا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد کی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کر دے"

سفاح (اول خلیفۂ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کر دینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہو جانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر، نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس لئے جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کر دی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا بُرا ہو، بے گناہوں کو کیوں مارا؟"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالا دستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیر دستوں کا ظلم سہتا ہے"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں تجھے اُسوقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ ...

رستمی کی شکایت کی۔ اسپر لکھا:

"یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرادے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کردیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کر دیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھالئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہمپر واجب ہے آدھا محصول معاف کر دیا جائے"



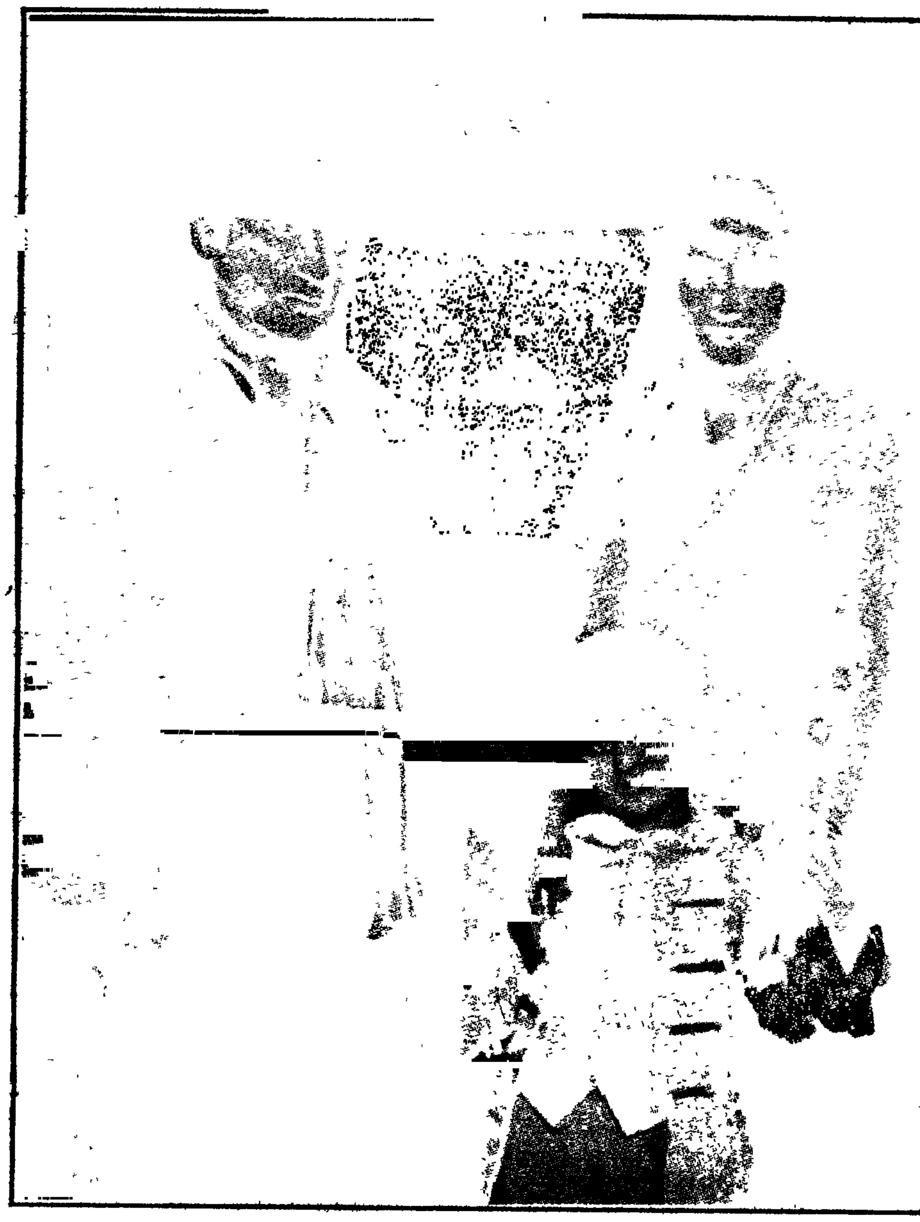
بهر حال همارے لیے فنون لطیفه کي اس سنجیده نزاع میں تو کوئي دلچسپي نهیں هے ' البته یه سوال یقیناً دلچسپي سے خالي نهیں که " مقدس کنواري " کے اس نئے مجسمه کے لیے جس هندوستاني خاتون کا چهره بطور نمونه کے استعمال کیا گیا هے ' وه کون هے ؟ رساله اسفیر ایک مرقع شائع کرتے هوئے همیں بتلاتا هے که یه ایک هندو خاتون مقیم انگلستان هے جس کا نام سنیتا Sunita هے ' اور اُس کے دہ ساله لڑکے کا نام " انور " هے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئي غلطي نهیں کي هے تو " سنیتا " کے ساتهه " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعه هے ' اور یقیناً قارئین الهلال کے لیے یه کوئي ناپسندیگي کي بات نه هوگي ' اگر وه اِن دونوں صورتوں کا نظاره کر سکیں - هم اسفیر کا مرقع بجنسه نقل کر دیتے هیں - یه اُس مرقعه کي تصویر هے جب صناع امریکه کے لیے روانه هو رها هے ' اور اسفیر کے لفظوں میں " هندوستاني لیڈي اور اُس کا لڑکا انور " اس کے ساتهه کهڑے هیں -

دوسرا طوفان نوح

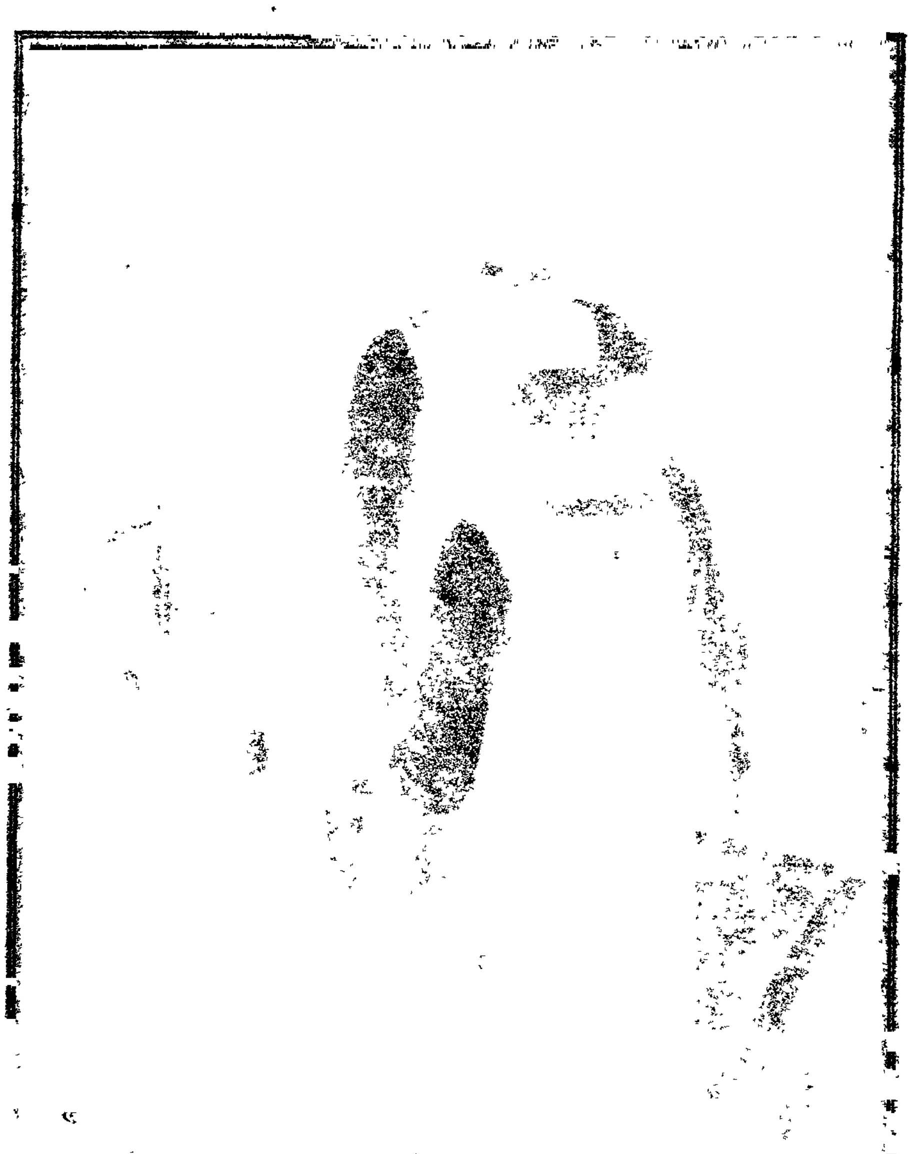
اور

کشتي جس کا نام " بیت داؤد " هے !

موجوده زمانه میں یه بات کس درجه عجیب سمجهي جائیگي که انسانوں کي ایک جماعت کرۂ ارضي کي تمام خشکیوں سے الگ هوکر دریا میں آباد هوجانا چاهتي هے - کیونکه " قدیم طوفان نوح کي طرح ایک دوسرا طوفان : تمام دنیا کي



جیکب اپسٹین ' سنیتا ' اور انور



ایک اسرائیلي فرقه کا رهنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظهور کا انتظار کر رها هے !

بربادي کے لیے عنقریب ظهور میں آنے والا هے ! "

بات کتني هي عجیب سمجهي جائے ' لیکن واقعه یه هے که یورپ میں ایک جماعت ایسي موجود هے ' اور وه نهایت خوف و اضطراب کے ساتهه اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رهي هے !

یه یهودیوں کا ایک فرقه هے - اِس نے اپنا یه هولناک اعتقاد عهد عتیق کي بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا هے - انگلستان میں اس فرقه کي کافي تعداد موجود هے - اس فرقه کے سردار نے حال میں ایک نئي کشتي بهي طیار کرائي هے جس کا نام " هاؤس اف ڈیوڈ " یعنے " بیت داؤد " هے - یه کشتي آجکل دریاے ٹیمس میں موجود هے - یه فرقه یقین کرتا هے که آنے والے طوفان میں محفوظ رهنے کے لیے نئي دنیا کے ترقي یافته جهاز اس قدر مفید ثابت نهیں هونگے ' جسقدر قدیم وضع کي یه کشتي مفید هوگي - کیونکه یه " اُن تفصیلات کے ٹهیک ٹهیک مطابق طیار کي گئي هے ' جو حضرت نوح علیه السلام کي کشتي کي نسبت عهد عتیق میں موجود هیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے هے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقه کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اهتمام دیکهه رهے هیں !

الهلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک جو حضرات فروخت کرنا چاهیں دفتر الهلال کو اطلاع دیں -

دنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۳ میں		سنہ ۱۹۲۲ میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	"	۲۶۰۰۰۰۰	"
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰۰	"
ولایات متحدہ امریکہ	۶۱۴۰۰۰۰۰	"	۴۱۶۰۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	"	۱۰۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۲۴-۱۹۲۳ میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھنے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدرآباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد و برآمد

درآمد

سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	"

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۵ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچگئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان بھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض عرب بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا ایک طرف موسم اور آب ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بڑی وبحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کرسکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جدوجہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوار کے ایک جدید علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کرکے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کردیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کرلئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مرگئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ ان میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ ان دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کردیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے ان دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	.....
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	....
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریا	۱۴۷۰۰۰	....
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	....
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۶۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	.....
پولینڈ	۱۹۰۰۰	.....
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	....
ٹیونس	۴۱۰۰۰	....
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	....
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۹۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	.....	...
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۱۲۹۸	۲۳۲۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳	۵۱۱۰ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰
سنہ ۲۴	۲۱۱۳۴ ،،	۵۲۴۷۰۰۰ ،،	۷۲۹۰۰۸ ،،	۲۰۹۰۲۴۰۰۰

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۹۷۳۱۰۰۰	۹۴۴۶۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
سنہ ۲۴	۳۴۰۲۰۹۹۲۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۱۲۸۳۰۰۰

دنیا میں مکی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۳۴۳۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

چودھری محمد علی ایبٹ آباد

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید الشیوع کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجدیا ہے۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہے۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریزوں نے انکے خلاف صدار احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ وئسرائے ہند نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ اگست ۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دئیے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے حکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آرہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعۂ جانکاہ کو "سفاکانہ قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لندن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہے کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا اس کی جان سلامت نہیں رہیگی۔

لفٹنٹ رابرٹ جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا، اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہے۔

"میری پیاری ہرٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہوگیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا جب کوئی قیدی گرفتار کرکے پیش کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اٹھتا ہوں" فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے "

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہے:-

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے ان کا خیال بالکل درست ہے"

گریٹ ہیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہے۔ سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کرکے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ لیکن جب انہیں بزنگری مچگئی تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہوچکی ہے تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہے کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکۂ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ انھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ عوام الناس کی رائے ہے کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہے۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اسمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہوگئی ہے کہ اس کے دُور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہیے باہمی اعتبار بالکل زائل ہوگیا ہے۔ اور امید نہیں کہ وہ پھر عود کرسکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہے:

دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیدیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد ونوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہے:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہے کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کردیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کرسکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرکے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے، انھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی۔ لیکن میں نے اس لئے یہ داستان غم از سر نو چھیڑی ہے تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہوجائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو آجتک ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں لکھی جارہی ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات واحساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوئی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یکقلم بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹ کے وہ خطوط جو غدر ۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، اب ۱۹۲۳ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہے۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دیے گئے۔ وحشی فاتح جب اُنھیں اپنے لشکر میں لئے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں اِن قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو اِن سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریبًا مجنون ہو چکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس طرح ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کر کے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُرمسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فورًا مر گیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اِس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دئیے گئے۔ پھر اِن دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی باری آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکورڈو[1] کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑلے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہو گئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مار دگے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کر لیا۔ زیادہ تر اِس خیال سے کہ اِن سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اِس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اسیر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے نا امید ہو گیا تھا۔ بخیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگا کر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے بخیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سُنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ بخیت بھی ساتھ ہی پھاندا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہو گیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کر لیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھا دیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نَم نَم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نَم نَم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نَم نَم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہو گیا۔ کچھ مدت بعد لُوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ ستالیں، بخیت کوکو چلایا "فورًا درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہو گیا۔ مگر بخیت دوڑ کر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھا کر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فورًا ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور ۳ گولیوں میں حیوان کو گرا دیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بنالیتے تھے۔ اور دریا عبور کر جاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نَم نَم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہئے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھڑی بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدھا بندھا تھا۔ انھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدھا باندھکر اور گٹھڑی سر کے نیچے رکھکر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھڑی کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدھا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدھا ناپید ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں، مگر فورًا ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر ببر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فورًا بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نَم نَم کا پایۂ تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گاؤں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سُنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کر دیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدھا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہو کر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کر لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیۃً پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کر لئے۔ پھر بخیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہو کر بادشاہ کے رُوبرو اُسے دَوڑائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہو گیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سُنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دَوڑ کر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غضب ظاہر ہوا۔ بخیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کر دیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس دُرست ہوئے۔ اُس کا غصہ دُور ہو گیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھوس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پر تکلف دعوت کی۔ اُنھوں نے دس سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہو جاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۳۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کر لی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

[1] کرکوریا قور قرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزو ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہو چکے ہیں۔ مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہو کر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہے۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں۔ مجلس نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے۔ جتنی برائیاں دکھائی دیں گی، دور کر دیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہے، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرا دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہے، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہو گئی ہے۔ اگر تم اب بھی خاموش رہو گے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کرو گے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہو گی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلمبند کر کے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کر کے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبد العزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کر دیا۔ نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں۔ تفرقہ سے بچیں۔ قیل و قال چھوڑ دیں۔ خدا ہماری اور تمھاری مدد کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو انھوں نے حاکم مدینہ کے نام کے لئے لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

"امن و امان قائم کرنے میں پوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہے تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا، ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہے اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ شعائرِ دین قائم کرو، اوامرِ الٰہی جاری کرو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہو جاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بُلا کر نصیحت کرو۔ اگر اس پر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دوسرے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پایۂ تخت ریاض کو روانہ ہو گئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہے۔

عسیر کے لئے طبی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہے، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبی وفد بھیجا جا رہا ہے تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے۔ ڈاکٹر خیری بے اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمہ حفظانِ صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک صراف جدہ سے آ رہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کر دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضائع ہو گئی؟ اچانک اُس کے

عالمِ مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟

امریکہ سے یورپ تک دو گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے، اُڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے، بہت جلد یہ بات ممکن ہو جائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف دو گھنٹے میں طے کر لی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جد و جہد شروع کر چکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی استاد ہیں اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کر چکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہے۔

حال میں پروفیسر ماکس ویلیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہے) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہے۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کر دیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنا دیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہے۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کر لیتا ہے"

"بلا شبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کر سکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہے، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہے، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہیے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کر لیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رکاوٹ کے بلند ہو سکے"

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگا دیئے جائیں جو بلندی پر جا کے ہوا میں کثافت پیدا کر سکیں تو یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہو جائے گا"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جا سکتی ہے کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچا دیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑا دیتی ہے۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا"

ایک اور پروفیسر ریتویل کا خیال ہے:

"اگر ہوائی جہاز، ۱۰ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۰۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ½ ۹ ٹن سے زیادہ نہ ہو تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۰ گھنٹے میں طے کر سکتا ہے۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۰۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو ۱۷ منٹ کے

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دئیے ہیں، جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کر کے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکہ بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا ماردیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۶۸ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور انھیں شیرپور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچ گیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن و امان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیرپور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۱۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق باز پرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا اگر اسوقت ان ۱۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر برا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرا دیا" ایک قیدی (اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا) اسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کر کے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارستھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کی جائے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دئیے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا"، چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اسنے بھی انہیں سزا موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک والسرائے ہوئے تو فارستھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بنا کر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب ملا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخبارون نے کووَن اور فارستھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا دہشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یادِ ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارستھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے،

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کر دی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کویگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کویگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھا کر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کر لیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کر کے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کر کے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے "جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہو جائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنا چاہیئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے برے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے "میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"

ہاورڈ ہنین جو اخبار پانیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی طرح چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، انھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان کو پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہو جائے گی۔ ۲۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہو جائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ۲½ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۱۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُسوقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علمار یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہو جائے گا یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرلی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!
Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہوکر گزرتا ہے، تو، رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی۔ یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔

سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزاء میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹو گراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورار بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متأثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متأثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متأثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہو جائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بیارڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متأثر کر دیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہو چکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہو جاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متأثر ہو جاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق استعمال حاصل کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدوجزر کی طرح زلزلے میں بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ حالت مد میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علمار نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہم گہرا قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علمار یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علمار طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہو جایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم انکشاف ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے: یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہو جاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہو جایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہو جائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہو جائے"!

گزشتہ ماہ شہر رگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اماموارا بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ، مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سوناکاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۷۹۳ سے ۱۹۲۷ تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر ایچمونو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ ویسا آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہو جاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کر دیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماورار بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزاء کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلاکر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں۔ لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہئے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہو جائے کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

مطبوعات الهـــلال بك ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے آردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا آردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

نفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا آردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا آردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے آردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاهے بازخوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه ما

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے آس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- آس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے- اور آسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه تهیں- اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں- اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں- اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نهیں- پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوباره چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولٰنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر سنہ ۱۹۱۳ء میں شایع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے - موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟ قیمت ۱۲ آنے (۱۲)

(منیجر الہلال کلکتہ)

١٩٢٧

الهلال

نمبر ٢٥

جلد ١

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت

٥ ـ انه

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵   کلکته : جمعه ۱۳ ـ جمادی الثانیه ۱۳۴٦ هجری   جلد ۱

Calcutta : Friday, 9. December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۵	اردو حروف کی حق مین	۵۳۵
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۸۰۲	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۳۲۰	نستعلیق هون	۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	-	-	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ور نہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناهي اور سراسر مجہول عالم پر سرسري نظر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے "

سر اولیور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابدیت " میں لکھتا ھے :

" بہت سے عجیب و غریب حوادث کي صحت ثابت ہو چکي ھے۔ یہ حوادث ھر قوم اور ھر زمانے میں پیش آتے رھے ھیں - ممکن ھے ان کا بڑا حصہ اوھام و خواطر پر محمول کرکے رد کر دیا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دینا ناممکن ھے - موجودہ علمي ترقي کي روشني میں کوئي دعوی نہیں کر سکتا کہ انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے ہم واقف ہو چکے ھیں ' یا انساني روح کا علم ہم نے اِس درجہ منضبط اور آسان کر دیا ھے کہ ھرکس و ناکس اُسے سمجھہ لے - لیکن عجیب بات یہ ھے کہ بعض لوگ ایسا ھي یقین رکھتے ھیں - وہ ھر روز بغیر کسي اظہار حیرت کے علم الحیات ' کیمیا ' اور علم الالات کے زیادہ سے زیادہ محیر العقول اکتشافات پر ایمان لاتے رہتے ھیں ' اور کبھي یہ نہیں کہتے کہ ھم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ھو گئے اور اب کوئي نیا اکتشاف قبول نہیں کرینگے - لیکن مذھب روحي کا نام آتے ھي ان میں انکار اور تحدي کا جوش پیدا ھو جاتا ھے - وہ بغیر کسي تامل کے مدعیانہ انکار کر بیٹھتے ھیں - یہ یقیناً ایک سادہ لوح ایمان ھے - یہ اِس بات کي دلیل ھے کہ لوگ بلا دلیل عقیدہ قائم کرنے کي کتني زیادہ استعداد رکھتے ھیں ؟ لیکن یاد رھے ' اُن کا یہ دعوی ' سراسر اساس علم کے خلاف ھے - وہ صرف اُسي حال میں کیا جا سکتا ھے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براھین سے بلا کسي بحث کے اعراض کر لیا جائے "

پروفیسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسیہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت میں کہتا ھے :

" اب یہ سخت فضیحت کي بات ھوگي کہ اِن روحي حوادث کي صحت میں جھگڑا کیا جائے جن کي تصدیق بڑے بڑے مسلم علماء کر چکے ھیں - یہ شرم کي بات ھے کہ مذھب روحي کے خلاف علمي دنیا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رھے ... اب سے تیس برس پہلے لوگ خیال کرتے تھے کہ مسمریزم اور متحرک میزوں کا اعتقاد ' عملي تہذیب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت ھے - لیکن جب مشہور حکماء نے یکے بعد دیگرے اپنے تجارب و مشاھدات کي بنا پر اِن امور کي تصدیق کر دي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کیلیے نئے وجوہ کي تلاش میں مضحکہ انگیز مہارت کا ثبوت پیش کیا - اِنھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ علماء ' علماء نہیں ھیں ' بلکہ دجال ھیں - یا صرف علم کي بعض شاخوں میں دخل رکھتے ھیں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہیں - پھر جب اسکے بعد ایسا ھوا کہ ایسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضیلت عالمگیر طور پر مسلم ھے ' تو اِن لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کر دیا ' اور اِسے ایک افسوسناک واقعہ قرار دیا ! "

اِس مجمل بیان سے اندازہ ھو گیا ھوگا کہ مذھب روحي نے اِس قلیل مدت میں کتني ترقي حاصل کر لي ھے - پروفیسر رسل ویلس اپني کتاب " عصر جدید کے معجزات " میں کہتے ھیں کہ اِس مذھب کے معتقد صرف یورپ میں اِس وقت دو کرور سے بھي زیادہ آدمي ھیں !

آخری مملوك سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ایک مغربي سیاح مشرق میں

ایک سیاح کي چشم دید شہادت اور اھم تاریخي فوائد

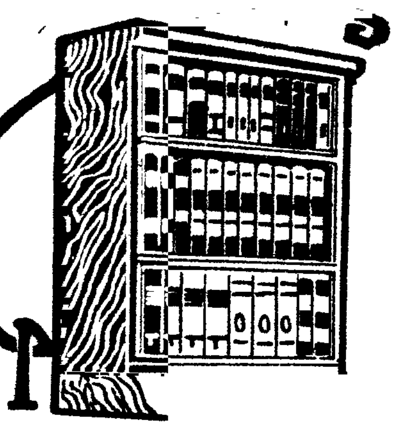
یورپ میں چھاپہ خانے کي صنعت کا رواج چودھویں صدي مسیحي سے شروع ھوا ھے - چودھویں صدي سے لیکر سترھویں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رھي - تاھم اِس ابتدائي زمانے میں بھي ایک کافي تعداد ایسي کتابوں کي شائع ھوتي رھي ھے ' جو علمي اور تاریخي حیثیت سے موجودہ زمانے میں بھي اپني قدر و قمیت رکھتي ھیں -

جنیوا کي ایک علمي انجمن کچھہ عرصہ سے اس قسم کي قدیم اور ناپید مطبوعات کا سراغ لگا رھي ھے - اس سلسلہ میں کئي نادر اور قیمتي چیزیں گوشۂ گمنامي سے نکل چکي ھیں - ازانجملہ مشرقي ممالک کے سفر نامے ھیں جو چودھویں اور پندرھویں صدي مسیحي میں لکھے گئے تھے ' اور جن میں مشرقي ممالک کے امراؤ سلاطین اور وھاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ایسي چشم دید تفصیلات موجود ھیں ' جو کسي دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ھو سکتیں - آج ھم ان میں سے ایک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاھتے ھیں -

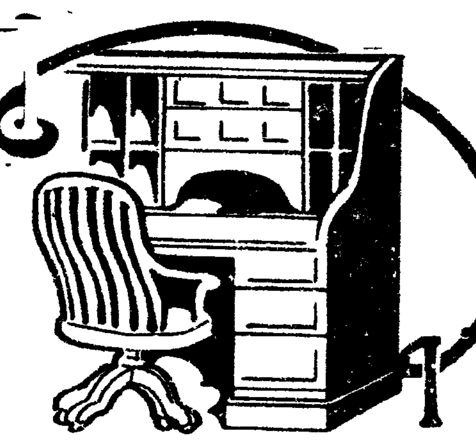
یہ سفرنامہ کئي اعتبار سے مخصوص تاریخي اھمیت رکھتا ھے - سنہ ۱۵۱۱ ع میں وینس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت یورپ کي ایک طاقتور حکومت تھي) ایک سفارتي وفد مصر بھیجا تھا جس کا رئیس اُس عہد کا مشہور مدبر دومینکو تریوبزان تھا - یہ سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار میں باریاب ھوئي ' اور ایک کافي عرصہ کے قیام کے بعد وینس واپس گئي - سفارت کا سکریٹري وینس کا ایک امیر جاکر باگاني نامي تھا - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي یاد داشتیں سفر نامہ کي صورت میں مرتب کر لیں ' اور وہ تمام قلمي تصاویر بھي شامل کر دیں جو سلاطین و امراء مصر کي اُس نے طیار کي تھیں - سفر نامہ کچھہ عرصہ تک وینس کے سرکاري کتب خانہ میں محفوظ رھا - پھر سنہ ۱۵۳۵ع میں سفارت کے سفر سے تقریبا بائیس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع میں چھپوا کر شائع کر دیا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھہ وہ تمام تصاویر بھي چھاپي گئي تھیں جو اصل نسخہ میں محفوظ تھیں -

(سفرنامہ کي اھمیت)

یہ سفر نامہ في الحقیقت ایک نہایت قیمتي تاریخي شہادت ھے - یہ اب سے ساڑھے چار سو برس پیشتر کي ایک اسلامي حکومت کے اُن چشم دید حالات کا ذخیرہ ھے جن کا علم کسي دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا - مورخ اور سیاح میں یہي فرق ھے ' اور اسي لیے مورخ کي کتاب سے کہیں زیادہ ایک مستند سفر نامہ کا بیان قیمتي ھوتا ھے - مورخ کي نظر جزئیات پر نہیں جاتي - وہ صرف علمي ترتیب بیان کے ساتھہ بڑے بڑے واقعات جمع کر دیتا ھے - لیکن سیاح زیر سیاحت شہر کے ایک ایک کوچہ کي سیر کرتا ھے ' اور ایک ایک جزئي معاملہ میں دلچسپي لیتا ھے - وہ بسا اوقات بہت سي ایسي جزئیات بیان کر دیتا ھے ' جن سے



مقالات



جدید مذهب روحی

تاریخ ظهور - موافقین و مخالفین - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یه دعوت پہنچی ' تو علماء میں سخت بیچینی پیدا هوگئي - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوهام کي جس سلطنت کا اُنھوں نے خاتمه کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے هتیاروں سے مسلح هوکر علم کے مقابلے میں آرهي هے - لهذا اُنھوں نے چاها ' قدم جمنے سے پہلے هي اِس کا خاتمه کر دیں - چنانچه بے شمار علماء نے رائل سوسائٹي سے درخواست کي که اِس مذهب کے متعلق اپني رائے ظاهر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلي ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کي ایک منتخب مجلس قائم کردي - اِس مجلس میں رسل ویلس ' ولیم کروکس ' ٹنڈل ' لارڈ اویبري ' اور هکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بھي شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یه مجلس تحقیقات کرتي رهي - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکي روداد شایع کي - یه روداد دنیا کي اکثر زبانوں میں ترجمه هوچکي هے - اِس کي ذیل کي عبارت قابل غور هے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکه مخفي آلات کے ذریعه فریب کھانے کا احتمال باقي نه رهے - نیز اُن وسیطوں سے بھي کام نہیں لیا جو پیشه ور وسیط سمجھے جاتے هیں - خود ارکان هي میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یه شخص سوسائٹي میں بہت عزت و احترام رکھتا هے - اپني ایمانداري اور اخلاق میں غیر مشتبه هے - مال و دولت کي بھي اسے کوئي طمع نہیں - کیونکه خود مالدار هے - هم نے وہ تمام احتیاطیں بھي برتلیں ' جو همارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروري تھیں - بار بار تجربے اور مشاهدے کیے - اِس روداد میں هم نے صرف اُنھیں مشاهدات کا ذکر کیا هے جو حواس کے ذریعه واقع هوئے ' اور جن کي صحت پر همیں کامل یقین هے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یه سب کے سب اِس مذهب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے که یه عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجه هیں یا وهم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسي غیر معمولي حرکت پیدا هو جانے کي وجه سے اس طرح کی حرکات ظهور میں آجاتي هیں - یه حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نه هوئے ' جبتک که بکثرت مشاهدات اُنھوں نے اِس طرح نه دیکھ لیے ' که کسي قسم کا شک و شبه وارد نہیں هو سکتا تھا - بالاخر اُنھیں تسلیم کرلینا پڑا که جو کچھ اُنھوں نے بار بار دیکھا هے ' وہ حقیقت هے ' اور اُس کي صحت میں کلام کي گنجائش نہیں ... "

اِسي قدر نہیں بلکه سنه ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم هوئي - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسیه " رکھا گیا - اِس کا مقصد یه تھا که مذهب روحي کو رسمي علم سے قریب تر کیا جائے اور علمي اصول پر اُسے اس طرح مرتب کردیا جائے که لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاهیر علماء و فلاسفه داخل هیں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کر چکي هے -

نمونه کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کي چند تحریروں کا ترجمه دیا جاتا هے - اِس سے معلوم هوگا که اُن کا طریق بحث کیا هے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹي) جو اس انجمن کا ممتاز رکن هے ' لکھتا هے :

" سنه ۱۸۷۳ع میں جبکه مذهب مادي همارے ملک کي عقلوں پر پوري طرح حاوي هوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کي ایک مجلس منعقد هوئي ' اور طے کیا گیا که مذهب روحي ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاري هے ' هماري توجه و تدقیق کا مستحق هے - میري رائے تھي که اِس مذهب کي بحث میں نه تو اساطیر اولین کي ورق گرداني مفید هوسکتي هے ' نه معتقدین کي روایات کي تحقیق ' اور نه منکرین کي تضحیک و انکار هي کار آمد هے - اس کي بحث و تحقیق کي صرف یهي صورت هے که هم خود تجربے کریں ' اور اپني آنکھوں کے مشاهدات پر بھروسه رکھیں - اگر عالم روحاني واقعي کوئي اصلیت رکھتا هے ' تو تمام دوسري حقیقتوں کي طرح اُس کا ثبوت بھي تجربۂ و مشاهدہ پر مبني هونا چاهیے - چنانچه اِسي اصول پر هماري اِس انجمن نے اپني بحث و تحقیق کا سلسله جاري کر دیا "

اِس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا هے :

" میں اِس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یه سوال هے جو هر علمي بحث کے وقت هر ایمان دار آدمي کے سامنے هونا چاهئے - مذهب روحي کي بحث میں اِس کي اور بھي زیادہ ضرورت هے - مجھے اعتراف کرنا چاهئے که میرا علم اور میري معلومات جو یقیني نہیں هیں ' بلکه مرجح یا غیر مرجح هیں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر هیں - اُن میں کوئي بھي علمي یا منطقي دلیل موجود نہیں هے جس کي بنا پر میں اپنے مشاهدات کي تردید کردوں - خصوصاً ایسي حالت میں جب که دیکھتا هوں ' یه تمام مشاهدات دوسرے یقیني مشاهدات و اصول سے کوئي تناقض نہیں رکھتے - علمي دلائل و براهین کا دائرہ کتنا هي وسیع اور یقیني هو ' مگر پھر بھي تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہي نام استعمال کیا گیا ھے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کي یہ ابتدائي تاریخ بیان کر دینے کے بعد هم اُن واقعات کي طرف متوجہ هوتے هیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے هیں -

سنہ ۱۵۰۵- ع میں کئي سال کي پادشاہ گردي کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوري تخت نشین هوا - اِس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع هوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ھے ' اُس زمانے میں مصر ' هندوستان اور یورپ کي تجارت کي درمیاني کرتي تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران هندوستاني مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وهاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصري حکومت کے بھي بے شمار جہاز تھے - یہ سوئز سے لیکر کالي کت اور چٹاگاں تک سفر کرتے رهتے - سنہ ۱۵۰۳ع میں ایسا هوا کہ واسکو ڈي گاما کا بیڑہ بحر هند میں پہنچ چکا تھا - مصري جہازوں سے اس کي مڈ بھیڑ هوگئي - یہ جہاز هندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالي بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' ادمي گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -



سلطان مصر کے وزراء

یہ خبر جب سلطان غوري کو پہنچي ' تو قدرتي طور پر نہایت برهم هوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یوروپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ھے کہ " اُس غیر معمولي عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے ..س عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئي ھے ' اُس نے اس کار روائي میں جلدي ..بس کي ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال ..ي کوشش کرلي جاے " چنانچہ اس نے ..ک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلي ' ..رانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کي حکومتوں کو حکومت پرتگال ..ي ان زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصري سفیر بیت المقدس کي ..سیحي خانقاهوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینیس گیا - حکومت ..نیس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' جیسے ..شاهوں کے استقبال کے کیے جاتے هیں - پھر جمہوریت کے دسوں ..بر جمع هوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام یہ تھا کہ ..اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کي تلافي نہ کي اور آئندہ ..ري جہازوں کو کسي طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ ..یا ھے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یوروپین تاجروں کو ..ي مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کي شکایات ..حق بجانب هونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئي ..ار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس ..نے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھي ساتھہ کر دیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خائف هوا - وہ سلطان مصر کي ناراضي کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدي مراسلت روانہ کي - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس هوتا هوا مصر واپس آ گیا -

لیکن ابھي مصري سفارت یورپ سے واپس پہنچي هي تھي ' کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکي وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اُٹھا ' اور اصلاح حال کي وہ تمام کوشیشیں ضائع گئیں ' جو مصري سفارت کے ذریعہ انجام پائي تھیں - اِن حوادث میں سب سے زیادہ اهم حوادث چار هیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑي تفصیل کے ساتھہ لکھا ھے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کي دوبارہ تعدي تھي جو مصري جہازوں پر کي گئي - یہ جہاز کالي کت سے سوئز واپس جا رہے تھے -

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ روڈس کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب پہنچ گیا - اُنھوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کر دیا جو مراکش کے حاجي واپس لیجا رہے تھے -

اِسي اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھي پیش آ گیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاري تھي - سلطان مصر کو معلوم هوا کہ کمال پاشا فوجي سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناضول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ھے - اس نے اپنے تیس جہاز گیلي پولي کي طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کر لیں - اتفاق سے روڈس کے بحري نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ هو گیا - مقابلہ میں مصري جہازوں کو شکست هوئي ' اور کئي جہاز بالکل تباہ هوگئے -

چوتھے حادثہ کي نوعیت ان تمام حوادث سے مختلف قسم کي تھي ' لیکن سلطان کي طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر هوا - عراق کے بعض سرحدي اضلاع میں مصري حاکم نے ایک یوناني کو مشتبہ حالات میں دیکھا اور گرفتار کرلیا - گرفتاري کے بعد تلاشي لي گئي ' تو اس کے کپڑوں میں سے ایک مخفي کاغذ نکلا - یہ شاہ اسماعیل صفوي کا خط تھا ' جو ٹامس کونٹرین قنصل وینیس متعینۂ اسکندریہ کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یوناني قاصد مع خط کے قاهرہ بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اسے معلوم هوگیا کہ حکومت ایران ' یورپ کي حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رهي ھے ' اور وینیس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاري ھے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یوروپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یوروپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئي فرنگي حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کي مسیحي خانقاهوں کے تمام راهبوں کي گرفتاري کا بھي

تاریخي مسائل کي عظیم کلیات طیار کرلي جاسکتي هیں - هندوستان کے عہد تغلق کي متعدد تاریخیں خود أسي عہد میں یا اس کے بعد لکهي گئي هیں ' لیکن ابن بطوطه کي زباني همیں جیسي چلتي پهرتي تصویر أس عہد کي نظر آجاتي هے ' وہ برني اور فرشته کے صفحات پر نظر نہیں آسکتي !

(سفرنامه کا عہد)

اِس کے علاوہ أس عہد کي مخصوص اهمیت نے بهي اس سفر نامه کي قدر و قیمت بڑها دي هے - یه وہ وقت تها ' جب في الحقیقت دنیا آنے والے انقلاب کے لیے پہلي کروٹ بدل رهي تهي - مشرق کا دور اقبال رو به تنزل تها ' اور یورپ کا عہد عروج طلوع هو رها تها - اسپین میں اسلامي عہد تمدن کا آخري نقش قدم بهي مٹ چکا تها ' اور غرناطه میں مسلمانوں کا قتل عام هو رها تها - یورپ اور مشرق بعید کي راہ تجارت بهي ایک نئے انقلاب کي طیاریاں کر رهي تهي ' اور پرتگالیوں کے بیڑے هندوستان کي بحري راہ دریافت کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک روانه هو رهے تهے - ٹهیک ٹهیک یهي زمانه تاریخ تجارت عالم کا وہ عظیم الاثر زمانه هے ' جب واسکو ڈي گاما نے ایک عرب معلم کے ذریعه راس امید عبور کرکے سواحل مالابار کا رخ کیا تها ' اور اس ایک واقعه نے تمام دنیا کي سیاسي اور اقتصادي عظمت کي تاریخ پلٹ دي تهي !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اِس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بیان کیے هیں - مختصر لفظوں میں اُن کي توضیح همارے لیے بهي ضروري هے - کیونکه اس سے وقت کے بعض اهم تاریخي حالات پر روشني پڑیگي -

لیکن قبل اسکے که مصنف کے بیان کردہ اسباب پر متوجه هوں ' أس عہد کے اُن سیاسي و تجارتي تعلقات کي مختصر تاریخ بیان کردینا ضروري هے جو یورپ اور مصر میں قائم تهے -

صلیبي لڑائیوں کا سلسله تیرهویں صدي مسیحي تک جاري رها - یورپ کا آخري صلیبي حمله وہ تها ' جو فرانس کے لوئس نہم نے مصر پر کیا تها - اس کا خاتمه منصورہ کي لڑائي پر هوا جس میں توران شاہ نے لوئس کو گرفتار کر لیا - اسکے بعد سلطان بیبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خلیل ' یکے بعد دیگرے تخت مصر کے فرمانروا هوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنه ۱۲۹۰ میں تمام بلاد شام سے صلیبي خارج کر دیے گئے - آخري جائے پناہ جو انکے هاتهه باقي رهگئي تهي ' عکا کا ساحلي شہر تها - اسي کو انهوں نے اپني مشرقي تجارت کا برزخي محل قرار دیا تها - لیکن یه بهي سنه مذکور میں انکے هاتهه سے نکل گیا - اسکے بعد کچهه عرصه تک تخت مصر اپنے اندروني مناقشات میں مشغول رها - لیکن سنه ۱۳۴۰ - میں جب ملک الناصر کي حکومت استوار هوئي ' تو أس نے محسوس کیا که یورپ کے صلیبي ولولے اس وقت تک فرو نہیں هو گئے هیں - وہ رهکر اس طرح کے واقعات ظہور میں آتے رهتے هیں جن سے أنکي معاندانه سرگرمیوں کا پته چلتا هے - چنانچه اس نے حکم دیا که شام اور مصر سے تمام یورپین تاجر اور یورپین حکومتوں کے وکلاء چلے جائیں - اس سال کے بعد سے یورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع هوگئے -

یهي وہ صورت حال هے جس نے یورپ کے دو مختلف تجارتي حلقوں میں یه خیال پیدا کر دیا تها که قدیم عرب جغرافیه نویسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعید کا براہ راست بحري راسته ڈهونڈه نکالیں اور مصر کے محتاج نه رهیں - چنانچه کولمبس نے بحر اطلانطک میں عرب رویه جا کر' مشرق کي جهت سے هندوستان پہنچنا چاها ' اور پرتگالي بیڑوں نے افریقه کے گرد طواف کرتے هوے بحر هند کا نقطۂ اتصال دریافت کرنا چاها - کولمبس هندوستان کي جگه امریکه پہنچ گیا - لیکن بر تلم دیاز نے سنه ۱۴۸۶ - میں راس امید کا سراغ پا لیا - پهر سنه ۱۴۹۷ - میں واسکو ڈي گاما اسے عبور کر کے مالا بار پہنچ گیا !

بهر حال تقریباً نصف صدي تک مصر اور یورپ کے علائق (بلکه کہنا چاهیے مشرق اور یورپ کے علائق کیونکه تمام مشرق اور یورپ کے تجارتي علائق مصر هي کے ذریعه تهے) منقطع رهے - یه صورت حال یورپ کیلیے ناقابل برداشت تهي - أسکے تمام بازار بے رونق هوگئے - بڑي بڑي منڈیاں بند هو گئیں - یورپ أس وقت تجارت اور مصنوعات میں مشرق کا اسي طرح محتاج تها - جس طرح آج مشرق یورپ کا محتاج هے - بے شمار روز مرہ کي ضرورتوں کي مصنوعات تهیں ' جو مشرق هي سے جاتي تهیں اور یورپ کے هر امیر و غریب گهر میں برتي جاتي تهیں - اب انقطاع تجارت سے ایک عالمگیر تجارتي قحط کي مصیبت پیدا هوگئي - یه صورت حال دیکهکر یورپ کي تمام بڑي بڑي حکومتیں مجبور هوئیں که کبهي نه کسي طرح مصر کا بند دروازہ پهر کهلوایا جائے - ان حکومتوں میں سب سے پیش پیش وینس کي جمهوریت تهي - یه أسوقت یورپ کي بحري تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تهي - حکومت وینس نے پے در پے سفارتیں بهجوائیں - عثماني اور صفوي حکومتوں کو درمیان ڈالا ' قیمتي تحائف سے لبریز جهاز پر جهاز بهیجے ' پوپ کي طرف سے بهي پیام امن و صلح بهجوایا گیا - یورپ کي تجارت کے کهل جانے میں مصر و شام کے وطني تاجروں کا بهي عظیم الشان نفع تها ' اِسلیے أنهوں نے بهي کوششیں کیں - غرضکه ایک مدت کي سعي اور تدبیر کے بعد مصر اور یورپ کے تجارتي اور دوستانه تعلقات پهر از سر نو قائم هوگئے -

یهي زمانه هے جب مصر دنیا کا سب سے بڑا تجارتي مرکز بن گیا تها - هندوستان اور یورپ کي تجارتي کڑي یہیں آکر ملتي تهي - أس کے باشندوں کي خوشحالي اور تاجروں کي شاهانه دولت کے افسانے جنیوا اور وینس کے بازاروں میں قصوں کي طرح سنائے جاتے تهے - یورپ میں عام طور پر قاهرہ کا نام " قاهرہ عظیم " تها - یعنی



سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوري
(آخري مملوک سلطان مصر)

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کی کوئی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی - قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کی حفاظت اور اپنے تجارتی مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھی یورپ کی کوئی قوم شرارت کرتی تھی ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کی دھمکی دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھہ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جا رہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اِس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندی کا وہ زہرہ گداز تاریخی مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسی زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقری نے تصریح کی ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکی نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دی تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصان
فلا یغر بطیب العیش انسان
اصابها العین فی الاسلام فا رتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیة
قد اقفرت و لها بالکفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهن الا نواقیس و صلبان
بالامس کانوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الکفر عبدان
فلو تراهم حیاری لا دلیل لهم
علیهم فی ثیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار فی الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبین عتاق الخیل ضامرة
کانها فی مجال السبق عقبان
و حاملین سیوف الهند مرهفة
کأنها فی ظلام النقع نیران
و راتعین وراء البحر فی دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندکم نباء من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتز انسان
ما ذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انتم یا عباد الله اخوان
الا نفوس أبیات لها همم ؟
أما علی الخیر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندی تلواروں کی چمک دمک سے اُنکے ہاتھہ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائی کی پر عیش زندگی بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامی میں ایک صدا بھی انکی حمایت میں بلند نہ ہوئی !

بہر حال جہانتک مصری حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسی تفصیلات روشنی میں آجاتی ہیں ' جو اس وقت تک تاریکی میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتی فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کی تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوری کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں ہی کیلیے مخصوص ہوگئی تھی - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کی خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکی مدد کی جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوری نے اُن کا بہت اچھی طرح استقبال کیا' اور اس معاملہ میں پوری دلچسپی ظاہر کی - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائی کے نتائج پر نظر ڈالی ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندی کے خلاف ہوگا - اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھی امراء مراکش کی کوششوں پر مطلع ہوگئی - شاہ فرڈی نند اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئی کہ اُمراء مراکش مصر کو اپنی اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھی فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کی اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونٹ پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دی پیربٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کی آمد کی باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دی ' اور درخواست کی کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداری مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کی اطلاع ملی ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشی وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتی طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دی کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداری نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ھے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈی گاما نے اگرچہ ھندوستان کا براہ راست بحری راستہ معلوم کرلیا تھا ' لیکن ابھی اس راہ سے ھندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں ھوئی تھی ' اور یورپ کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونہی مصر کا دروازہ بند ھوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اُس پر بند ھوگیا ھے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند ھوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع ھوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور ھوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کی گئی ھے) اسی مقصد سے روانہ کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانہ ھوئی - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ھے ' اگرچہ انداز بیان مخالفانہ جذبات سے خالی نہیں ھے - فرانسیسی سفارت شریلیر کونٹ انڈری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یہ سفارت ٢٣ - جنوری سنہ ١٥١٢ع - کو وینیس سے روانہ ھوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی ھوئی ' ٢٠ - مئی سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچی -

(سفرنامہ کے تاریخی فوائد)

سفر نامہ اُس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملؤ ھے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - ھم مختصراً بعض اھم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ھے کہ اُسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت اُن تصاویر سے ملتا ھے جو اُس نے سفر نامہ کے ساتھہ شامل کی ھیں - ھم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھہ شائع کرتے ھیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ھے - دوسری اس کے وزراء کی ھے - مصنف لکھتا ھے " میں نے سلطان سے اُس کی اور اُس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و ھئیت نظر آرھی ھے ' یہ اُس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھی تقریباً ایسا ھی تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض ھوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور ھلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا ' کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں ھوتا تھا - ھندوستان میں یہ بات دلچسپی کے ساتھہ معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا ھندوستانی ساخت کا ھوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ھے ' دراصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ھے - سنہ ٩٢٢- ھجری مطابق ١٥١٦- ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھہ لڑا ' لیکن بالآخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گرکر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھہ عرصہ تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور ھمیشہ کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم ھوگیا -

سلطان غوری سنہ ٩٠٦- ھجری مطابق ١٥٠١- ع میں تخت نشین ھوا تھا - اس حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رھا

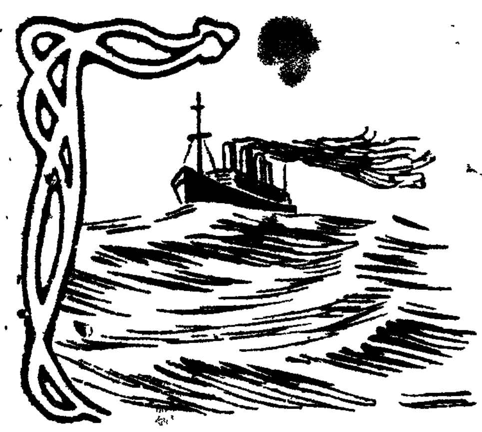
سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاھانہ کی بہت تعریف کی ھے ' اور اسے " حزم رائے اور دقت نظر " میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ھے - مصر کے عام مورخین بھی اُس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے ھیں -

(سقوط غرناطہ اور مصر)

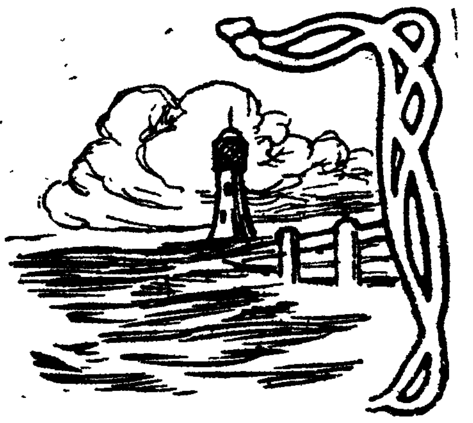
من جملہ تاریخی فوائد کے ایک نہایت اھم اور عبرت انگیز واقعہ اُس سفارت کا ھے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش ھیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنہ ١٤٩١- ع میں ھوا ھے - یہی سنہ ھے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس ھوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنینڈ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم ھوتے رھے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنہ ١٥٠٩ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زی مینس اور فرڈینینڈ ڈی ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وھی زمانہ ھے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قائتبائی کے بعد پادشاہ گردی شروع ھوگئی ھے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ھے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر ھم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈینند کے مقابلہ سے عاجز ھوگیا ' تو اُس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانہ کیں تاکہ اُنھیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جائے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھہ سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اور کسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ھے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع ھوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور تیونس کے سلاطین مضطرب ھوگئے - انھوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور اُنھیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجہ دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و اُمراء سے مرکب تھی قاھرہ بھیجی گئی تھی - یہ سلطان قانصوہ غوری ھی کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات ھمیں بتلاتے ھیں کہ سفارت قاھرہ پہنچی ' ا



برید فرنگ



روسی انقلاب کی جوبلی

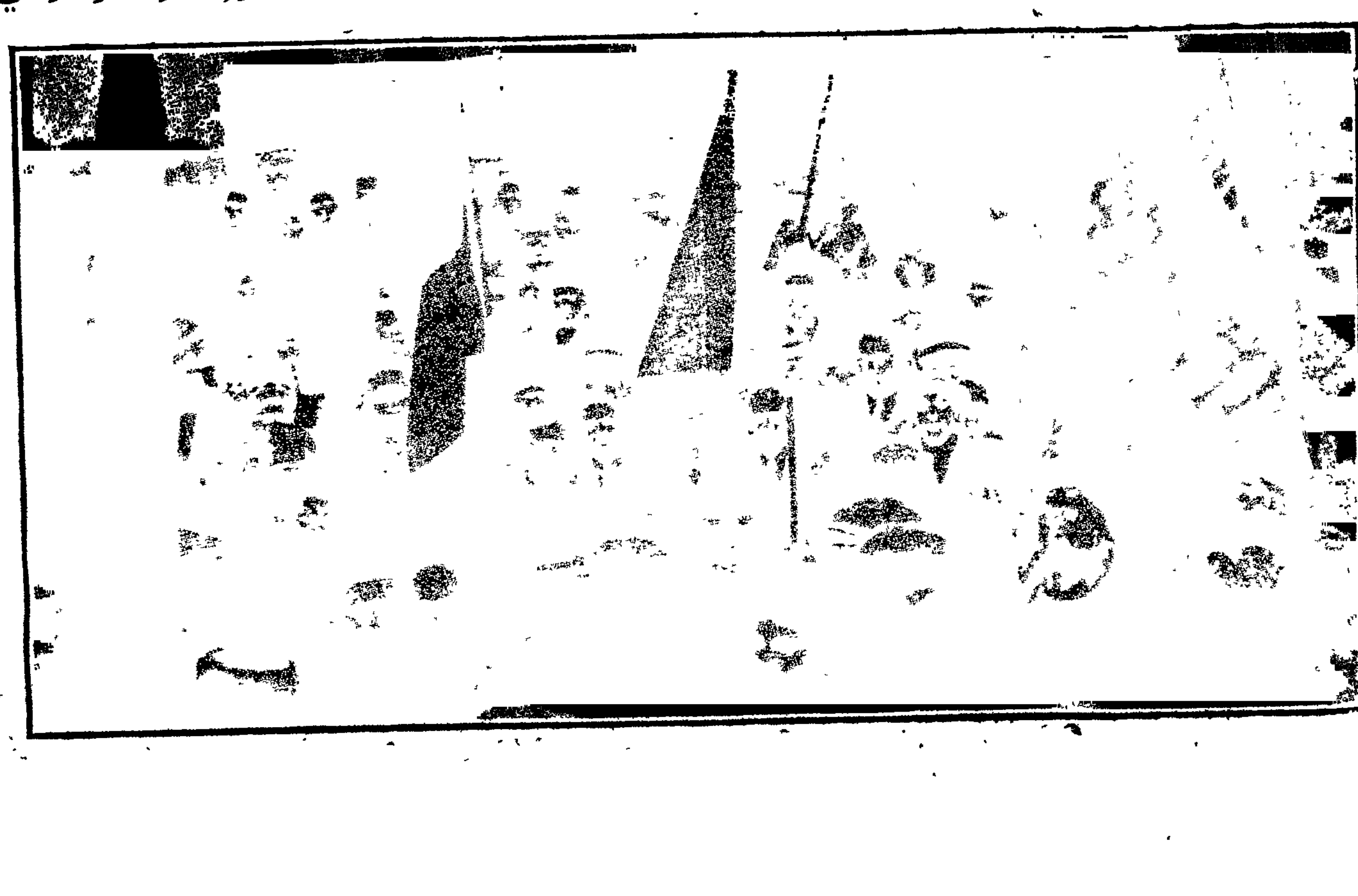
(دسویں سالگرہ کا جشن)



قارئین الہلال کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں روس کي سوویت حکومت نے آخري انقلاب روس کي دسویں سالگرہ منائي تھي ' اور اس تقریب کو " کمیونیزم کي دہ سالہ جوبلي " سے تعبیر کیا تھا - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض ہندوستاني رہنماؤں کو بھي دعوت دي گئي تھي ' لیکن اُن میں سے کوئي شخص بھي نہ جا سکا - وقت کي کمي ' حالات کي ناموافقت ' اور زیادہ تر ہندوستاني حکومت کے پروانۂ راہداري دینے کے اشتباہ سے کسي شخص نے قصد ہي نہیں کیا -

اب یورپ کي پچھلي ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کي نہایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آ گئي ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ موسکو کا یہ اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تھا - نہ صرف تمام روسي صوبوں سے ' بلکہ دنیا کے دور دراز حصوں سے بھي نمایندوں کي بے شمار تعداد شریک ہوئي تھي - وسط ایشیا کي تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمینیا نے علانیہ اسمیں حصہ لیا تھا - ایران سے بھي ایک وفد گیا تھا - چین اور جاپان کے بھي نمایندے موجود تھے -

تقریب کے رسوم و اعمال نہایت طول طویل تھے جو کئي دن تک متصل جاري ہے - سب سے زیادہ اہم اور عظیم اجتماع بین الاقوامي جلوس کا تھا جس سے جوبلي کي تقریب کا افتتاح ہوا - اس جلوس کي عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کي تعداد دس لاکھہ آدمیوں سے بھي زیادہ تھي ' اور بیس گھنٹہ سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تھا - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک ہوے تھے ' انھوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کر دي - جلوس کا ایک سرا شہر کے ایک کنارہ سے شروع ہوا تھا ' اور دوسرا سرا کئي چکر کھا کر دوسرے سرے پر ختم ہوا تھا !



اس موقعہ پر یہ بات یاد رہے کہ موسکو کي آبادي عرض کي جگہ زیادہ تر طول ہي میں واقع ہوئي ہے - وہ دنیا کے اُن شہروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ لنبے واقع ہوئے ہیں -

جلوس کے بعد سوویت کي بین الاقوامي مرکزي

لیکن ساتھہ ھي صاف لفظوں میں انکار بھي نہیں کیا - جب کبھي قنصل کي جانب سے عرضداشت پہنچي ' کسي نہ کسي طرح ٹالدیا گیا "

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ہے - یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب برآري کا پیدا کردیا ہے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپیني سفیر کے لیے پروانۂ راهداري بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۶ - جنوري سنہ ۱۵۰۲ع - کو قاہرہ پہنچا - قاہرہ میں سرکاري ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاھي مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک ہفتہ کے بعد دربار شاھي میں پیش ہوا "

" اس موقعہ پر اس عظیم الشان مشرقي فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ' وہ اُس کي سیاسي مہارت اور شاہانہ حکمت عملي کا بہترین نمونہ ہے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہیں کرتا تھا ' جو قدرتي طور پر مسلمانان اسپین سے همدردي رکھتے تھے اور اُن کي حمایت و اعانت کے دل سے خواهشمند تھے - دوسري طرف اس کے لیے بھي طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے خواہ مخواہ جنگ و خونریزي کے خطرات میں مبتلا ہو ' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھي شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسري طرف یورپ سے بھي اچھے تعلقات قائم ہوگئے - اُس نے اسپیني سفیر کو پہلي مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے پادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکار کردیا ' اور کہا ' میں ایسے پادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ہے اور جس کي حکومت میں اِس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ محل میں بلا کر دوبارہ ملاقات کي ' اور اس ملاقات میں نہ صرف پادشاہ اسپین کا سلام پوري بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپني جانب سے بھي دوستانہ تعلقات کا پوري طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھي کئي پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں - بالآخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاہدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھي از سر نو معاہدات کي تجدید ہوگئي - مراکش کا وفد کئي سال تک قاہرہ میں پڑا رہا - آخر مایوس ہوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسي اظہار رائے اور بحث کي ضرورت نہیں ہے - جو معاہدہ اسپین اور سلطان غوري میں اس سفارت کے ذریعہ ہوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاري طور پر سلطان کے سامنے پیش کي تھي ' اس کا اصلي نسخہ اِس وقت تک اسپین کے شاھي کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ہے -

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کی مفقود صنعتیں

یہ مسلم ہے کہ قدیم قومیں بہت سي ایسي صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ہو چکي ھیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کي ہے - وہ لکھتا ہے :

بعض قدیم مصري قبروں میں قرمزي رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ہے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ہے کہ پندرھویں صدي میں چینیوں کو اِس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتي سے اب سر ھربرٹ جیکسن نے اِسے معلوم کرلیا ہے ' اور لندن کي رائل سوسائٹي کے سامنے پیش کرکے اُس کي تصدیق بھي حاصل کرلي ہے -

یوناني اب سے دو ہزار برس پہلے بھیڑ کي اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کي بربادي کے بعد یہ صنعت مفقود ہوگئي - یہاں تک کہ انیسویں صدي کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ہے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے ' جو دیوار پر لگاتے ھي فوراً خشک ہوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رہنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ع میں ایک انگریز رنگساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھي بناتے تھے جو لچکدار ہوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اِس شیشے کا ذکر کیا ہے - وہ لکھتا ہے " شہنشاہ ٹیبرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ رازگم ہوچکا ہے - اگر یہ ہمیں معلوم ہوجائے ' تو شیشہ کي قیمت ' چاندي سونے سے بھي زیادہ ہو جائیگي "

لیکن عین اُسي زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رہا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھي - چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسي طرح بھي ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

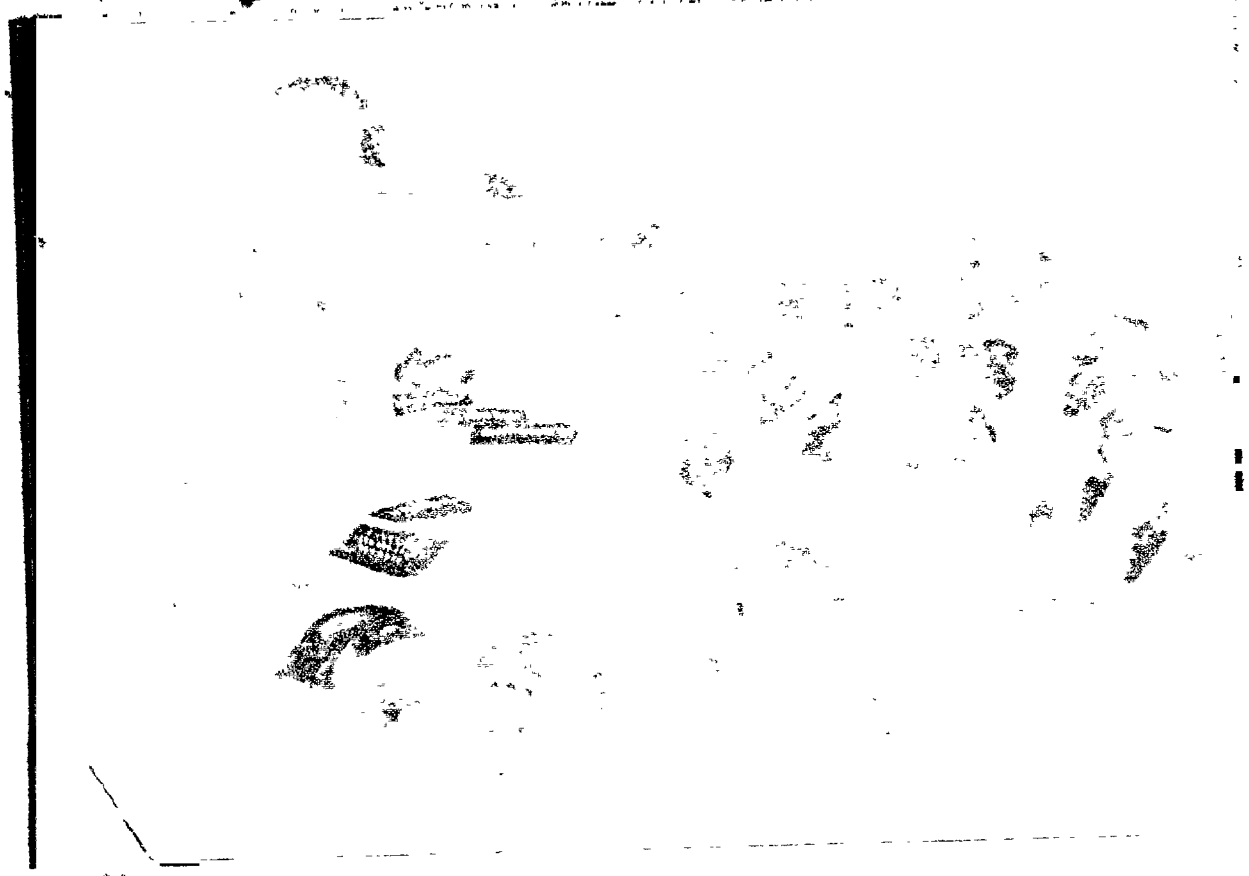
یہ راز صنعت بالآخر گم ہوگیا - یہانتک کہ کئي صدي کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کرلیا ہے - اِس شیشے کا خاصہ یہ ہے کہ شیشے کي طرح شفاف ہوتا ہے ' مگر لچک اِتني زیادہ ہوتي ہے کہ ایک پورا قاب انگلي پر رکھہ کر تہہ کر سکتے ھیں ! قاب تہہ کر لینے کے بعد گیند کي طرح گول ہو جاتا ہے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جائے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ہے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگي - اس سے موٹریں بنائي جائینگي ' اور اُنکے ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ہو جائے گا -

اسي طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوہے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ایک قیدي نے یہ صنعت زندہ کرلي ہے اُسے قید سے رہا کردیا گیا ہے تاکہ اسے مکمل کرلے -

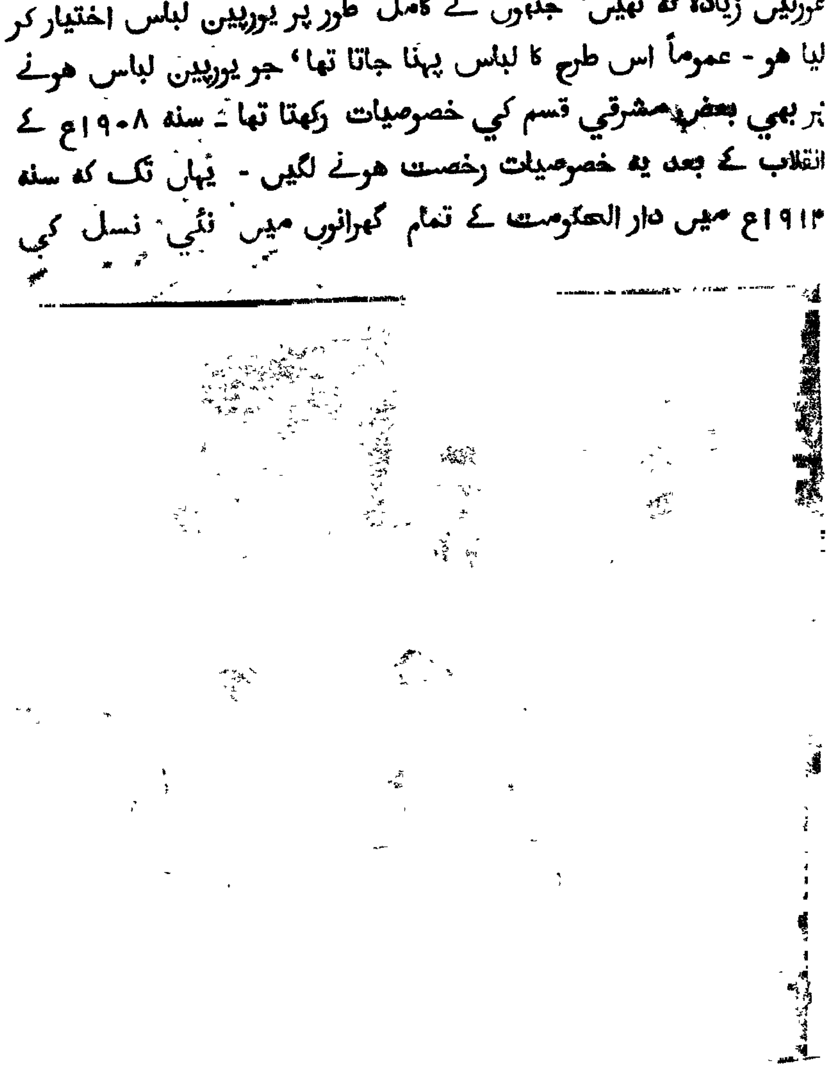
سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوری انقلاب ہوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بھی ایسی نہیں تھی جسے قسطنطنیه کی سڑکوں پر بغیر یشمک (ہلکے نقاب) کے نکلنے کی جرأت ہو - لیکن پانچ سال کے اندر ہی اندر یه حالت ہوگئی که فی صدی پچہتر نوجوان لڑکیاں ایسی تھیں جنھوں نے یشمک کی جگه ایک ایسا بالائی لباس اختیار کرلیا تھا جو اُن کے چہرہ کے کناروں کو ڈھانپ لیتا تھا ' اور درمیانی حصه بالکل کھلا رہتا تھا - چند سالوں تک یه وضع نہایت مقبول رہی - بڑے بڑے پاشاؤں کے گھرانے میں بھی اسی وضع کا لباس ڈرائینگ روم کی ملاقاتوں کے لیے پہنا جاتا تھا - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع ہوئی ' تو بہت سی نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکی تھیں - ایک بڑی تعداد ایسی لڑکیوں کی موجود تھی جس نے اسے ترک کردیا تھا - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچھی طرح ڈھانپ لیتیں ' لیکن چہرہ ٹھوڑی کے پاس پوشیدہ نہیں کیا جاتا - وہ پوری طرح کھلا رہتا تھا "

سنه ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کی ایک انجمن کا اجلاس



" جہاں تک عام لباس کا تعلق ہے ' ترکی کی شہری عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کی عورتیں ایک عرصه سے یورپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکی تھیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسی عورتیں زیادہ نه تھیں' جنھوں نے کامل طور پر یورپین لباس اختیار کر لیا ہو - عموماً اس طرح کا لباس پہنا جاتا تھا' جو یورپین لباس ہونے پر بھی بعض مشرقی قسم کی خصوصیات رکھتا تھا - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت ہونے لگیں - یہاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گھرانوں میں نئی نسل کی لڑکیوں نے کامل فرانسیسی لباس اختیار کرلیا - [illegible] بھی لباس اور فیشن کے ترکی رسائل اُسی طرح طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے ہیں - دارالحکو[illegible] تمام بڑے بڑے شہروں میں کامل قسم کا یورپین لباس رائج ہوگیا - گذشته سال مجھے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم ہے بتلایا تھا که سمرنا کے ترک گھرانوں میں پیرس کے تازہ ترین زنانه فیشن سے ویسی ہی دلچسپی لی جاتی تھی ' جیسی دلچسپی یورپ کے کسی شہر میں لی جاسکتی ہے - فرق صرف اتنا تھا که پیرس کا جو فیشن ایک ہفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یہاں پہنچ جاتا تھا ' اُسے سمرنا تک پہنچتے پہنچتے کئی ہفتے لگ جاتے تھے ! "

" تاہم یه ساری تبدیلیاں گھر کی چار دیواری کے اندر ہی ہوتی رہیں - یه ممکن نه تھا که کوئی ترک عورت گھر سے باہر بھی اُسی لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گھر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتی تھی - باہر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بہت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تھا ' جسے کمر کے پاس پیٹی سے کس لیا جاتا تھا ' اور وہ ہمارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کی سی ہیئت پیدا کرلیتا تھا - فرغل پہن لینے کے بعد نه صرف جسم ہی کامل طور پر چھپ جاتا تھا ' بلکه لباس کی تمام آرائش بھی پوشیدہ ہو جاتی تھی - امیر ہو یا غریب ' جوان ہو یا بڑھی ' تعلیم یافته ہو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گھر سے باہر ہر ترک عورت ایک ہی طرح کے لباس میں نظر آئیگی - سنه ۱۹۱۲ - میں جب نوجوان



غازی مصطفی کمال پاشا اور اُنکی سابق بیوی لطیفه خانم

مجلس کا اجلاس شر[illegible]ا - ممکن نه تها که کوئي عمارت اتنے بڑے اجتماع کي گنجایش رکهتي - اس لیے ایک کهلے میدان میں منعقد هوا • اجتماع کئي ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تها ' اور هر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمه رکها گیا تها - لینین کا ایک بهت بڑا مجسمه میدان کے دروازہ پر بهي نصب کیا گیا تها ' جو روس کے ایک بهت بڑے صناع نے سنه ۱۹۲۴ میں بنایا تها - یه ایک بهت بڑے قطر کا کرۂ ارضي هے ' اور اُس کے قطبي حصه پر لینین کهڑا هے - مجسمه کي یه صورت اُس رمز کي طرف اشارہ کرتي هے که کمیونزم کي دعوت تمام کرۂ ارضي کي سرمایه پرستي پر غالب آگئي هے !

هم نے صفحات الهلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا هے - پہلا مرقع اُس موقعه کا هے جب سوویت کے اعلی حکام جلوس میں شریک [illegible] طیاري کر رهے هیں - بائیں جا[illegible]تي ٹوپي اوڑهے هوئے صد[illegible]سے آج کل تمام یورپ "کمیو[illegible]" سے تعبیر کرتا هے - اس کے ساتهه جدید کمیونسٹ فوج کي وردي پہنے هوئے ' سوویت ارکان حکومت هیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصه هے - اِس میں زیادہ تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے هیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکهیں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکهائي دے رها هے -

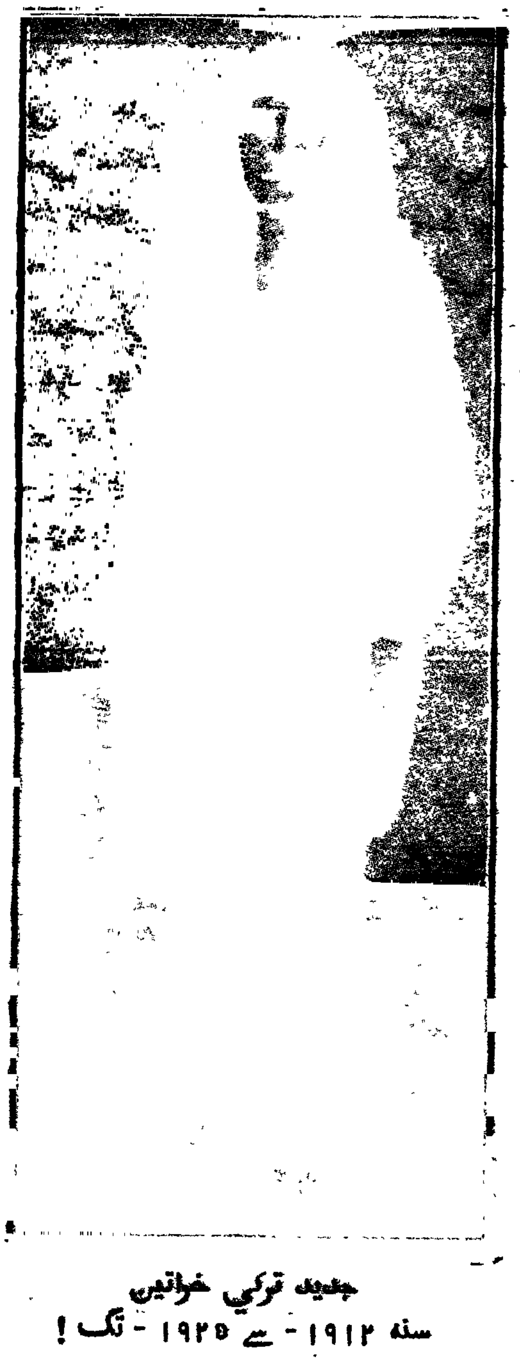
---

ترکی کی نسوانی تحریکات

الهلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے هم ایک فرانسیسي اهل قلم کے مقالات کا خلاصه درج کر چکے هیں - اب اس سلسلۂ مقالات کي تیسري قسط بهي شائع هوگئي هے - اِس میں زیادہ تر ترکي کي موجودہ نسواني تحریکات اور اُنکے مقاصد پر نظر ڈالي هے -

بلاد اسلامیه کے جدید معاشرتي [illegible] کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و [illegible] کے اخبارات میں شائع هوتے رهتے هیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کي معتدل اور حقیقي نوعیت پیش کرنے سے قاصر رهتے هیں - عموماً ایسا هوتا هے که مضمون نگار کوئي خاص





جدید ترکي خواتین
سنه ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

نقطۂ خیال رکهتا هے ' اور اسي کے مطابق صورت حال کا نقشه کهینچنا چاهتا هے - مثلاً جب کبهي موجودہ عهد کا کوئي یورپین سیاح ترکي اور مصر کي سیر کریگا ' اور وهاں کي جدید معاشرتي تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکه پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا هے ' اسلیے تغیر و اصلاح کي هر حرکت کو اُسي روشني میں دیکهیگا ' اور مجموعي حیثیت سے ایک ایسي تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکي اور مصر کي جدید جماعتوں نے به یک دفعه ارادہ کرلیا هے که مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار هو جائیں !

دوسري طرف بعض مسلمان اهل قلم هیں ' جو هندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کي رعایت کرني چاهتے هیں - اسلیے پسند نہیں کرتے که نئي تحریکات کي حد سے بڑهي هوئي آزادانه صورت اُنکے سامنے عریاں هو - وہ همیشه ان تحریکات کے متعلق ایسي مبهم اور گول مول باتیں کهه جاتے هیں ' جن سے صورت حال مشتبه هو جاتي هے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے هیں که ترکي اور مصر کي جدید تحریکات کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' صداقت سے یک قلم خالي هے -

جدید ترکي نسبت کئي سال سے ایسا هي هو رها هے - ایک طرف وہ بیانات هیں جو دنیا کو یقین دلانا چاهتے هیں که جدید ترکي اپنے آپکو مسلمان کهنے کے لیے بهي طیار نہیں - دوسري طرف وہ خوش عقیدہ مسلمان هیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑهکر خیال کرنے لگتے هیں که ترکي کے نئي معاشرتي انقلاب کي نسبت جو کچهه کها جاتا هے ' محض یورپین نامه نگاروں کا سیاسي پروپگنڈا هے - حقیقت سے اسے کوئي لگاؤ نہیں -

اس فرانسیسي مقاله نگار کي یه خصوصیت قابل ذکر هے که اِس نے اپنے تاثرات کو کافي حد تک اس طرح کي بے اعتدالیوں سے محفوظ رکها هے ' اور کوشش کي هے که بلاد اسلامیه کي موجودہ انقلابي ذهنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتهه مطالعه کیا جاے -

هم اس مقاله کا مختصر خلاصه یہاں درج کرتے هیں ' تا که مسلمانان هند جدید ترکي کے فکري تغیرات صحت کے ساتهه معلوم کرسکیں •

مقاله نگار لکهتا هے :

" گذشته دس سال کے اندر ترکي کي معاشرتي زندگي میں جو انقلاب رونما هوا هے ' اُس کا اندازہ کرنے کے لیے همیں نوجوان ترک عورت کي نئي تاریخ حیات پر نظر ڈالني چاهئے -

تاریخ وعبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے دماغوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کردیئے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کررہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دیدیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ قریباً ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اُسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مُردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرسکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کے فعل کے خلاف اظہار نفرین کرتے، انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اس کی تائید کی۔ اس تائید سے بھی انگریزوں نے ہندوستانیوں سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبرا گئی لیکن اسے بھی مصلحتاً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھ کر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۳۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی معاملات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر مشتعل ہوجایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے ڈائر نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اُگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت وہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں کی بھی اس قدر تعریفیں نہیں کی گئی ہونگی۔ مثلاً [illegible] نکلسن کا نہایت مداح تھا۔ میں نے اس کی سوانح حیات جو ٹراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپا دی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دُنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے۔ سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تند خو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلمہ تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک، اور ہاڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت وسنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر پر گولہ باری کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم برپا کئے تھے کہ [illegible] زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے [illegible] بھی اس کے عیب ڈھانپ لئے [illegible] سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ناشائستہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!

برطانی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کر رکھی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کر گئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے غرض یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریزوں نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کرڈالے۔ کہ [illegible] اصلی واقعات پوشیدہ کردیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی بہت تعریف کردیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر ہیوروز نے (جسنے رانی موصوفہ کو شکست دی تھی) ایک دفعہ کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی اسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

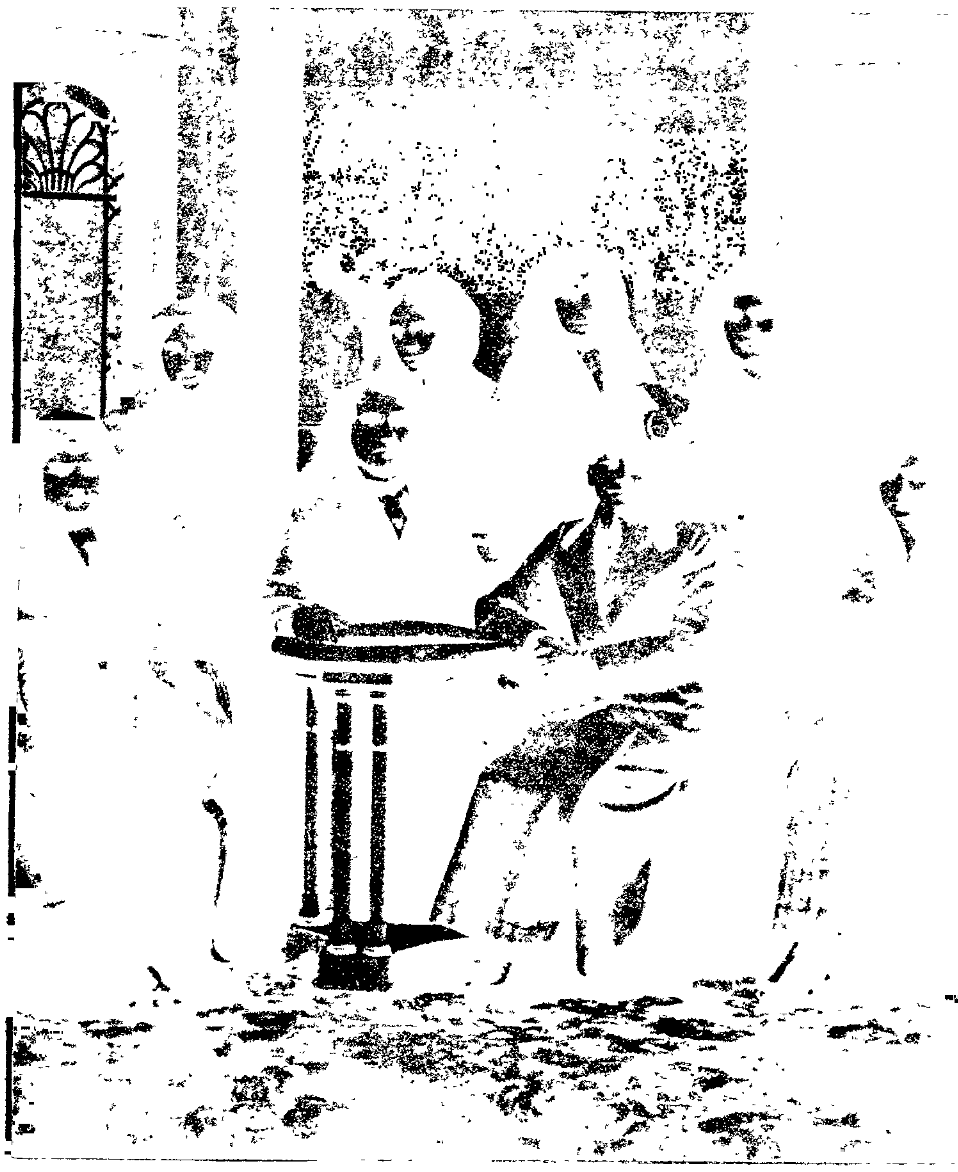
انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں اپنی جان دے دی۔ ہندوستانی اسے بجا طور پر ہندوستان کی جون آف آرک کہتے ہیں۔ ایک دن

لڑکیوں نے یشمک استعمال ترک کر دیا ' اور غریب خاندانوں کي تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور تیلي فون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں ' تو اُس وقت بھي اُنھیں اس بات کي جرأت نہیں ہوئي تھي ' کہ یورپین عورتوں کي طرح اپنے آرائشي لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کي بے شمار عورتیں ہیں ' جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتي ہیں ' اور اپني بالوں کي آرایش اور لباس کي دیکھہ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسي خادمائیں ... اہم وہ بھي ... ھر نکلتي ... حسین اور فیشنیبل فرانسیسي لباس سیاہ و عریض فرغل کے اندر چھپا لیتي ہیں - یہ فرغل اُس وقت تک اُنکے جسم سے الگ نہیں ہوتا ' جب تک کہ وہ گھر کي چاردیواري کے اندر واپس نہ آ جائیں "

اسکے بعد مقالہ نگار نے اُن تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومي تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے ' اور جو اب نہایت تیزي کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" اِن تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کي معاشرتي ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر اُنھوں نے تغیر و انقلاب کي بہت بڑي مسافت طے کرلي ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کي نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپني آزاد خیالي اور ذہني استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقي عورتوں سے بالکل مختلف قسم کي ذہنیت رکھتي تھي ' تاہم اُس میں موجودہ عہد کي وہ بے خوف روح نہیں پائي جاتي تھي جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوري طرح آزاد ہو چکي ہے - اُس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقي تھا ' جس کے اندر روح قدامت کي ایک دھندلي سي تصویر نظر آ جاتي تھي - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کي ترقي یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ہے - اُس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اُس میں اضطراب فکر کي جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کي روح سے لبریز ہے ' اور صرف مستقبل ہي کي طرف نگاہ رکھتي ہے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہي میں محدود ہے - متوسط طبقہ کي عورتیں عموماً پچھلي حالت ہي میں باقي ہیں - لیکن اگر ترکي کي موجودہ حکمران جماعت کو فوري زوال پیش نہ آگیا ' تو یہ بات یقیني ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکي میں پھیل جائیگي "

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھي ترک کرتي جاتي ہیں ' جو باہر نکلنے کیلیے اُنکي لازمي پوشش تھي - اسکي جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر ' دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئي تھي کہ ارکان حکومت کي بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتي تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کي گیلریوں میں بیٹھي نظر آتي تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے ' اور اعلیٰ طبقہ کي کوئي ترک عورت ایسي نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتي ہو "



جنگ سے پہلے ایک زمانہ اسکول کي ترک لڑکیاں



خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کي مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

"کیا ٹیگور وفادار ہی؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہی؟" اگر اسوقت سینٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالبًا یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہی، وہ آسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جبتک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہی۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہوجائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کرسکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جاسکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فچٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہی۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہی۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہی۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کردئے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہی۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہوجائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جبتک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی اُنھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کردئے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکقلم تبدیل کردیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہی اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کردی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہی!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور اُن سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اُٹھاکر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اُگلا جاتا ہی۔

خاتمۂ سخن

ہمیں بلیک ہول والا واقعہ بالکل بھول جانا چاہیئے جس طرح کہ ہم تنترسو لپر قیدیوں کا ریل کی گاڑی میں دم گھٹ کر مرجانے کے واقعہ فراموش بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہیئے۔ جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الٰہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کرچکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سرچارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہی۔ اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہی، ذکر کیا ہی اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کروگے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھلائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جارہی ہی۔ لیکن تلوار بھی ہر وقت برہنہ رہتی ہی۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ بھڑکتی رہتی ہی۔ یہی وجہ ہی کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہی تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

روبیش ورت نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہی کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کردینے کے لئے تیار ہی۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقینًا تیار ہوجائے۔

(مترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ٹرکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امریکہ۔ ترکی میزانیہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہوگیا غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہی۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کرکے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے، جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کرلیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دئے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے اُنھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ اُنھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کردوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو اُنکے ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہوجاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہی کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہی۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہی۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کما حقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کردی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کردوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہی۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہی کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوشش پورے اطمینان سے دیکھ رہی ہی۔ میری مسلسل کوشش رہےگی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دیتا رہوں"

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور فتحمندی پر قائم ہوئی اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کردی ہی، قوم کی امیدوں اور آرزوؤں کے با

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہو گیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اسنے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک فسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعراء نے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۴ء تک ہندوستانی جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا۔ لہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان میں کس قدر دل ہلا دینے والی ہونگی!

[illegible] مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے [illegible] نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی۔ اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جماعتوں کو بھی بلا تمیز قتل کر ڈالنا، کسقدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کبھی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہو کر برسرپیکار ہو جاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہو گئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے:

"۱۰۔ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا برتاؤ کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بسا اوقات نقصان پہنچا تھا"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلا وجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مرحلوں میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہو گئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہو گیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کر دیئے۔ جھانسی اور کانپور کے حوادث تو بعد میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور ان کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہونچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سد راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بہ نظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہوا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علحدہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن اضلاع کے افسروں یا پادریوں کو اپنے آپ پر کلی اعتماد ہوتا ہے وہ اپنی برادری سے علحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا خونی آدمی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشتناک افعال سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال:۔ تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھا کر گھر تک پہونچا دے لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گذار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک بارہ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو نسلوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر یا مشہور سیاست داں ہے۔

لہ [illegible] شہزادہ فیروز [illegible] کابل کے راستے [illegible] پہنچا تھا [illegible] (الہلال)

بُرطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (سنہ ۱۹۲۵)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو،پی	پنجاب	سی،پی	بہار اوڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر کے لڑکے	۱۱۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۴۶۲۵۶	۷۹۷۴۹۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۹۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر کے لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۷۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۰۱۳	۲۲۴۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۳۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۲۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں سنہ ۲۵-۱۹۲۴ میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی مڈل اسکول	دیسی مڈل اسکول	ابتدائی مدارس	[illegible]
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۰	۱۷۵۵۹۶	....
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۹۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	.....
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۲۴۶۷۷	....
مدراس	۳۰	۳۸۱	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	...	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو،پی	۸	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۶۸۵	۱۸۷۹۴	۹٫۴
بہار،اوڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۳۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۴۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی،پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۳	۴۱۶۸	۳۳٫۲

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی سنہ ۲۵-۱۹۲۴ میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۳۴۰۹۷۳۴	۱۲۲۴۲۶۱	۸۴۲۲۹۹۱	۸۸۳۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۴۷۱۶۵	۱۲۳۸۰۰۹۳	۳۹۱۸۷۱۲	۹۰۱۳۹۶۹	۴۲۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۵۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۴۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو،پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۲	۲۲۳۰۵۲۹۹
برما	۶۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۱	۶۰۶۸۰۳	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۴۵۵۱۰۵۳
سی،پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۳۹۸۰۵۹	۹۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار اوڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۹۸۸۴۷۸	۲۲۳۱۳۴۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۲۶۲۳۴۶	۴۴۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۹۳۹۰۲۴	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۴
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۷۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ - انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری۔ ایم۔ اے، ایل، ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے جو اُنکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشاپرداز جناب لایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: "سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج" شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات تک ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہیے۔ (۳) طلبا اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے، ناظم انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی، اے، مدیر "سچ" لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔

مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے امید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلبا اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

"ناظم انجمن اتحاد"

مطابق ہو۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو۔ ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اُس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہے گا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی وخارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب سے ہماری دوستی رہے۔ امن وامان کی کوششیں ہم سے ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم، امن وسلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:

"عزیزانِ وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہو، اُس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اُس کی ترقی وسعادت کے اسباب کی تحقیق وبحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہو، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہو۔ یہ بالکل یقینی ہو کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن وسکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کردوں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحہ عمل کی بنیادی اصل یہ ہو کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہو کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم وحزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کردے گا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہو۔ کیونکہ اس اعلان سے انھوں نے ظاہر کردیا ہو کہ وہ ترکی قوم کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہو، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور اُن کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈکٹیٹر کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہو۔ وہ کسی بھی قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ اُس کی زبان، ہی اُس کی نظر میں قانون ہوتی ہو۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے اُن تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہو جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک زینہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے بنایا گیا ہو کہ مصطفےٰ کمال پاشا، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں رہیگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اُس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزین چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ترکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب استانہ سے انگورہ واپس جائیں تو اُن کی گاڑی، ڈائنا میٹ سے اُڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن اُن کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اُس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے والا ہو۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دُنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہو؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک کے اعداد وشمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۳۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۳۲۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کالسنا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۹۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۹۴۴۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۱۴۲۰۷۰۰	"
یاقوتہ وزمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شورہ	۳۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۹۴۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار سنہ ۱۹۲۳ء میں: ۵۴۰۶۲۶ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۸۴۰۶۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
اسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دُنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۲۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دُنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

مجموعی مقدار: ۱۴۳۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۲۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۴۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۶
فلیپائن	۷۰٫۵	۶۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد وشمار اب شائع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی ۱۳۶۰۰۰۰۰ سے بھی زیادہ ہو۔ یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت واطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہو۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از خود دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہو۔ چنانچہ اس نے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بناکر انگورہ بھیجا ہو۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہو اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہو۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ، ۲۰۶۲۴۹۶۱۹ پونڈ (ترکی) ہو۔ پچھلا میزانیہ ۱۹۴۴۹۶۶۱۹ پونڈ (ترکی) تھا۔ اس میزانیہ میں [illegible]

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا " اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہو جائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہو گیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد باشا کے گھر خفیہ جلسے ہو رہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کر دیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کر دیں۔ یہ ۱۱ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا اسی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کر دیا اور ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد باشا، علی شعراوی باشا، اور عبد العزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعویٰ لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چیں بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کر دیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کرکے جواب دوں گا۔

مصری وفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے انھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد باشا، مجلس تشریع کے سکرٹیری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد باشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کر لیں۔ چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شائع کیا کہ اس وفد کو آزادی کی جد و جہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہو گئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد باشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی۔ وزیر اعظم نے ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے ازسرِ نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں، جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کر چکی ہے!

۳ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کر لی اور وفد نے اپنی جد و جہد شروع کر دی۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے، اس جذبے نے ظہور کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پا لیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہو چکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہو جانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نا منصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کر دی مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے روبرو اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہو گئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کر لے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزوئیں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے!"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۷ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی۔ مسٹر بریون نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہو گئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا:

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کر دی ہے مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہو گئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ ناممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جا سکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کر دیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۶ر مارچ ۱۹۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کر دیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلا وطنی

اس واقعہ کے دوسرے دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، محمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کر دیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہو گئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کر ڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کر سکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور انھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلا وطن کر دیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ اللنبی مصر پہنچے، اور انھوں نے یقین کر لیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ ۷ر اپریل کو ظلم و قہر کی [illegible] نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلا وطن قومی نمائندوں کو آزاد کر دیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسیر قانع نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ ۱۱۔ اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعویٰ پیش کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد باشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہو گئے۔ سعد باشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلا وطنی تو ختم ہو گئی۔ مگر اُس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہمپر قوم کی جانب سے عائد ہو گئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دول اتحادی کے مدبر صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہمپر بند کر دئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شائع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں اور ان الفاظ سے دول متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔ چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دیئے گئے اور ظلم و جور کا دور دورہ شروع ہو گیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہو گئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کر دیا۔ اسپر بھی ہم ناامید نہیں ہوئے۔ برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اُسنے پھر فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس دلچسپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی اُسے

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہو، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دور کا افتتاح ہو۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہو کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی روک، برطانیہ ہو۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں۔ شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جاکر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

پادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبّر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہو کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متأثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہو، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریبًا ۴۵ برس سے اُس کے چنگل میں ہو، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہو، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہو۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہو اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہو۔

مسٹر مکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر اُنھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُسوقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہو۔ معلوم ہوتا ہو، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہو۔ لیکن حالات اُمید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہو:

"ہز اکسلینسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہو۔ اُمید ہو اس گفت و شنید نے ہمیں اُس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہو، جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں شایستہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے"

دوسرا بیان خود مصر کا ہو۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہو:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طول طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہد نامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیا تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہو کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقینًا یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کرور سے بھی کم ہو، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا سکتی ہو۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہو، اور ۳۲ کرور انسانوں کا وطن ہو، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہو!

ہندوستان کو دہوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن، انگلستان سے آ رہا ہو۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہو۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہو۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہو۔ دیکھنا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ بَرا ہوتا ہو؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہو۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہو کہ "ہماری کوششیں کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہو تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہو کہ مصطفےٰ نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفےٰ پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں۔ یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے۔ یعنی جماعت وفد میں بھی اور قومی پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفےٰ النحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ یہی تاریخ ہو جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہو۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفےٰ نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ تک پہونچا ہو۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہو۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہو:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا سکتا ہو اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہو۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہو۔ ایسی قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیتُ الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح مشاہدہ میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ اُبھرتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صُور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحادی کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا۔ جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلّہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑہے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُسوقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہو۔ مگر حرکت شروع کیسے ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی جن کی شخصیت مسلم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُسوقت مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہمنے اس مجلس کے ایک رُکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رُکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلا[illegible]

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام بحث کی تکمیل

(از مولنٰنا ابوالکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کردینی چاہئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیجدیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کردینا چاہئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو برا بھلا نہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کردینا چاہئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہئے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہئے جیسا کہ مولنٰنا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مانلے اور اپنا افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور اسے جانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کردینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے کسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی [illegible] خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیروں [illegible] تعزیر و سیاست کے

بھی یہ احکام دیدئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیروؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات مُنہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھدیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیروں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیراً منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵: ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر ان دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جاسکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دُنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲: ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہے، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کرسکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہوجاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کردیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دُنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہوسکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کرلی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کردئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جاسکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔

پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدوّن ہوگیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست احکام نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہوسکتی۔ پہلے قسم کے احکام اس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بیشمار کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہوگئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح ان کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں۔ اس لئے

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پُوری قوم متحد و متفق ہے، اور بیک آواز "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہے!

ملز کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے" کمیشن مایوس ہوکر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لندن میں دعوت دینی پڑی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہوگیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہے۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ حالانکہ خود لارڈ ملز نے اپنی روداد میں تسلیم کر لیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی وطنی حرکت ہے، اور یہ کہ وفد مصری، پُورے ملک کا صحیح نمائندہ ہے۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دُوسری فتح

جد وجہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہے!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نا اتفاقی نے حالت بدل دی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہوسکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اِس نازک گھڑی میں نا اتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دَور دَورہ شروع ہوگیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لندن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا، تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کر لی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جاکر اپنی روداد شائع کر دی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مصر کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہوگئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا نووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شائع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے ابکارِ عالیہ شائع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین منظر زیب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۱۰ دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل بھیج جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ منیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مُشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہے۔ وہ آفتاب سے ...... ۴۸۳ میل دُور ہے۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھ کر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہے، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہے کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہے، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہے۔

مشتری کا فلک ..۲،۱۷ میل کے دائرے میں ہے۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہے۔ اپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہوجاتی ہے۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی۔

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فنّی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں۔

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے اُنھیں جذب کر لیا، یہاں تک کہ اب قریب ہے کہ اخیر بالکل جذب کر جائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دُوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رقبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہوجاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جاسکی۔ علماء کا خیال ہے کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بُعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہے۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں گہرا دھندلا بلکہ تاریک ہے۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہے کہ اُس کی سطح اصل ایک کثیف ابر ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہے۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہے کہ اس کا پُورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر حرکت نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزاء بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سُست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دور ہے، بہت ہی عظیم ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ حرارت آفتاب سے نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

انسان کا مستقبل

سر فلپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہے۔ پچھلے دنوں مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کر کے سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کر کے مسخر کر لے، یا خود مغلوب ہو کر برباد ہو۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہے کہ سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کر دیا جائے، التوا جنگ ہوجائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت تک کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لاسکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت ممکن ہے انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہوکر رہ جائے گا اور تباہ کن شکست بنجائے گی"

"لیکن یقین نہیں کہ دُنیا اس تجویز پر عمل کر سکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزارہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہوگیا ہے۔ اور برابر بے قید ہی رہنا چاہتا ہے"

"اب انسان کی کوشش یہ ہے کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار چھین لے جس پر ابتک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہے کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہے کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ قدرت کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ اب وہ چاہتا ہے کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق اطوار..."

"انسان نے اب معلوم کر لیا ہے کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سر اسر اُن غدد یا گلٹیوں سے وابستہ ہے، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہے، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے نر نر ہوا کرتا ہے، تو فوراً جنسیت بدلجائے گی۔ یعنی مادہ، نر بنجائے گی۔ اسی طرح نر کو مادہ بنایا جاسکتا ہے۔ اب معلوم ہوچکا ہے کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہے، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا یا پست قد ہوجاتا ہے۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کر دی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہوجا سکتا ہے۔ اب قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ تمام چوپایوں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوپائے ..."

حقوق سے محروم ہو گئی!

لیکن اسلام نے مذہب او اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا۔ اسنے مذہبی رُواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کر دی، جس کا اُسوقت تک دُنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۰۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب و ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب و اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کر سکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بت پرستی کے اعتراف سے تو انکار کر دیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمہ لیا تھا۔ اصل اس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُن پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہاء نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پُوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادت گاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ ناقوس بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیر ما کانوا علیہ۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینھم)

(۳) ان کی جان، مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ انہیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان اُن کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہ جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح، ہوگی اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے [illegible] زکوٰۃ [illegible] سے عشر بھی نہیں لیا جائے گا۔ [illegible] فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو ۹ھ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پُورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی و حقوق کی وہ تمام باتیں پُوری صراحت کے ساتھ تسلیم کر لی گئیں، جو آزاد باشندوں کی شہر کے لئے اُس عہد میں ہو سکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب سے پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمہ لیا ہے" ذمیوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جا رہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مُسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مُسلم کو اس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش اُن معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں، جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تخیل بھی نہیں کر سکتی تھی، اس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، ودیتہ کدیتنا "(سلہ) ایک غیر مسلم ذمی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خوں بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمیوں کا قتل اس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھ کر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کر دیا تھا۔

بہرحال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیڈیو) نے ان لفظوں میں اس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدیئے تھے۔ یعنی وہ بادشاہ نہیں ہو سکتے تھے"

ان تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کر لینا چاہیئے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اس سلوک کی توقع رکھتی تھی کہ:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصوّر کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رُواداری کا برتاؤ کریں گے۔ جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص ان توقعات کو بیجا قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دُنیا میں جب اسلام نے ان حقوق کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دُنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمی اور اُن کا ذمہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہو جائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟ فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس پر بھی اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہیئے جس سے اس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدّ باب ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ گذشتہ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُسنے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جا سکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دیجئے" سلطان خاموش ہو گیا!

لیکن فقہاء کی دوسری جماعت اس طرف گئی کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیئے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیئے ہیں اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اس طرز عمل کے بدلے وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ جس طرح اُنکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر اس پر بھی ذمیوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے منہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہو گیا ہوگا کہ:

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا کوئی براہ راست منصوص قانون نہیں ہے، بلکہ تعزیر و سیاست کا ایک فرعی حکم

سلہ حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک فیصلہ نقل کیا ہے جو اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور مسلمان قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابل عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضا پر (جسے آج کل کے اُردو اخباروں کی زبان میں عدالتی کارروائی" کہنا چاہیے) اس قدر زور دیا ہو کہ شاید ہی اُس عہد میں دُنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظم سیاست یہ ہو کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہو جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہو۔ عدالت کے سوا کوئی نہیں جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے، اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہو۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکم عدالت کو کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہو، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہو کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ عدالت کا کام ہو کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہو کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علٰحدہ کردیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہو، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہو، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کردی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہو لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رُو و رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھی!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہو، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کرلیا جاسکتا ہو کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہو کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہو کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر باور کیا جاسکتا ہو کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا کا دینا جائز رکھ سکتا ہو۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہو؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنی تغیر کے وہی قوانین سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمّی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا، تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دُنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جاسکتا ہو۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہو۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا "اسلامی قانون" ہونا دوسری نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہو، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کردیتی ہو، اس لئے چاہیے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہو کہ انھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہاء اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابل غور یہ ہو کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہو؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہو کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہو۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی۔ مصلحت کار اور مصالح وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی اداب حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہو کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو آئمہ سلف کی نسبت جابجا منقول ہو کہ بعض دقیقہ سنجان فقہ کی ایسی کاوش ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کرکے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہو؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالہ دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرع یہ ہو کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہو، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہو، وہ وقت کا حکم نہیں ہو۔ پس جب ایک بات موجود حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنا ہو کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہو؟

یہ ظاہر ہو کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں کے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورت حال سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو جو اُسنے غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کا ذمہ لیا ہو، اور ذمیوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کرسکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورت حال باقی ہی نہیں ہو۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہو۔ نہ شرعی ذمہ ہو۔ اور نہ ذمی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہیے اور کس میں نہیں دینی چاہیے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کردئیے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدّی پر اُتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہو، اور نہ غیر مسلموں کا ذمہ باقی رہا ہو، تو ظاہر ہو کہ یہ تمام قوانین یک قلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انہیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے محل [illegible] کی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت [illegible] مشتبہ ہو گئی ہو۔ اور اُس کی صاف اور روشن [illegible] بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

[illegible] سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے [illegible] جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہو، اُس کا جواب بغیر کسی تامل [illegible] اسلام کا یہ قانون ہو اور کوئی ایسا قانون اسلام [illegible] قانون ہو سکتا ہو۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہو کہ جو شخص حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے [illegible] سے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ [illegible] کرے، اُس کا مذہبی فرض ہو کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہو کہ قطعاً [illegible] تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک [illegible] دوسری قسم کی صورت ہو، اور وہ بلا شبہ فقہ اسلامی کے [illegible] دہ ہو۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمّی (غیر مسلم) [illegible] کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں [illegible] عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا [illegible] پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں [illegible] یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بد [illegible] سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا [illegible] ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس طرز عمل کے [illegible] باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جو [illegible] ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی [illegible] جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، [illegible] سے شکست ہو گیا، اس لئے اُسے قتل کرنا چاہیے [illegible] اس طرف گئی ہو کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمہ [illegible] اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی البتہ عدالت [illegible] مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس [illegible] ہو جائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالک، امام احمد [illegible] (کتاب الام میں) ہو۔ دوسری رائے حضرت امام [illegible] حنبلیہ و شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف [illegible]

جو فقہا [illegible] اس صورت میں قتل کرنا چاہیے، اُنھوں نے جن حالات [illegible] وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہو کہ ٹھیک [illegible] سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُس وقت تک نہیں [illegible] وقت تک کہ یہ [illegible] واضح نہ ہو جائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمہ" اور "ذمّی" [illegible] مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہو:

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی [illegible] اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب اعتقاد کا اختلاف انسانی [illegible] سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو [illegible] اقتدار حاصل کرکے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ انصاف [illegible] ہو جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کرلیتے [illegible] کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کرتے [illegible] کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی [illegible] کا بھی یہ حال تھا کہ جس وقت تک اپنے قدیم مذہب پر [illegible] اور عیسائیوں کے لئے [illegible] جب [illegible] تو تمام غیر مسیحی [illegible]

ہو جمیں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہو۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہو۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہئے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہو کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہوسکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سبّ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔ "سبّ" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہو کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورتِ حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہو کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہو۔ بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہو۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جاسکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقشِ قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانونِ وقت کا فرض ہو کہ اس قسم کی دلآزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دلآزاری میں امتیاز کرے، لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کرسکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجئے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کردیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کردیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہوگئی، اور "تحفظ ناموسِ رسول" کا سوال پیدا ہوگیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کردینے سے "ناموسِ رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آسکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہو کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کرسکتا ہو؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعیٔ اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ جس طرح ہمیشہ بُری زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہو جمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو، تو چاہئے کہ اس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہو، وہ بحکم "کا لائے بد بریش خاوند" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہئے۔

اعلان-۱

قارئینِ الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد ختم ہوجاوے گی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجائش ہو۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کردی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کرلیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی شش ماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جارہا ہو۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہو، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی شش ماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ شش ماہی اختتام و آغاز ہوتا رہے گا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو، ۶ کو واقع ہوگا، نئی شش ماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی شش ماہی سے الہلال کے ترتیبِ مضامین اور حسنِ طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ ادہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہو، اُمید ہو کہ قارئین الہلال نے محسوس کرلی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہو، جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریقِ طباعت اختیار کرلینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہوگئی ہو۔ اُمید ہو کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید رونق و اہتمام پیدا کردیگی۔ "منیجر الہلال"

اعلان-۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہو کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورتِ حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اُٹھا کر پھر رُک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گذار ہوں جو زیادہ تر میرے خاص [illegible] کے شوق میں الہلال کی ورق گردانی کرتے تھے، تاہم اُن [illegible] سطر ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ [illegible] میرے [illegible] مضامین کی قلت نہ رہی تاہم تو بحیثیت مجموعی الہلال [illegible] ن کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہو [illegible] ن کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی و[illegible] نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُ[illegible] نے محسوس کرلیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑ[illegible] ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کردیا، [illegible] اُمید [illegible] کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے سا[illegible] ؤں گا۔ افسوس ہو کہ وقت کے حالات و مسائل [illegible] ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو [illegible] ۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی [illegible] س کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند ا[illegible] جو وہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں الہلا[illegible] یہ سالانہ اور ساڑھے تین روپیہ شش ماہی تھی۔ ۱۹۱۶ء میں [illegible] اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھ[illegible] ان حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہو، وہ شاید [illegible] محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اس [illegible]

۱۹۱۴ء میں [illegible] پہلے ا چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف [illegible] نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح [illegible] یت دوگنی سہ گنی ہوگئی ہیں، سامان طباعت کی بھی [illegible] میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت [illegible] ب بارہ ہزار ہو۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ [illegible] تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی۔ اب اُس [illegible] روپیہ ہو۔ روشنائی جو اُس وقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ [illegible] زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آ[illegible] سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ [illegible] اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصو[illegible] سوقت ہاف ٹون [illegible] اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی [illegible] سے بھی زیادہ ہو۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُ[illegible] ۵ روپیہ جزء سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی [illegible] خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہو۔ ایسی حالت [illegible] اندازہ کیا جاسکتا ہو کہ الہلال کی جو قیمت ۱۹۱۴ء میں قرار پائی [illegible] وہ ۱۹۲۷ء میں کیونکر موزوں ہوسکتی ہو؟ بیجا نہ تھا اگر [illegible] روپیہ کی جگہ ۱۲ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلو[illegible] قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ [illegible] وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی [illegible] مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہوسکی!

یہ بھی یاد رہ[illegible] ہو کہ ۱۹۱۴ء میں [illegible] کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی [illegible] کم از کم [illegible] ہو۔

یہ چند سطریں [illegible] بھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ [illegible] زیادہ ہرفی پرچہ قیمت دیگر الہلال کے ساتھ کوئی [illegible] ہیں، تو اُمید ہو کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی [illegible] فرمائیں گے!

مطبوعات الهلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

[illegible] علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله [illegible] مے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پايه عربي [illegible] کے اردو تراجم کا سلسله شروع کيا هے، جنکا مطالعه اصلاح عقا[illegible] اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے ليے نهايت ضروري [illegible] اميد که يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان کي [illegible] کا کام دے :

آسوۂ حسنه — [illegible] قيم کي فن سيرت ميں شهره آفاق کتاب "زاد المعاد" [illegible] خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه

کتاب الوسيله — [illegible] "وسيله" کي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصول "توحيد" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد [illegible] روپيه، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — [illegible] ذريعه معاش، طريق عبادت اور انکے مفصل حالات [illegible] گئے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير کا اردو ترجمه [illegible]

العروة الوثقى — [illegible] مخلوق کے درميان واسطه کا فرق بدلائل بيان کيا هے -

سيرت امام ابن تيميه — [illegible] سيرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش [illegible] سے بيان کيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه محمد رشيد رضا مصري کي تازه کتاب کا اردو ترجمه [illegible] روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه [illegible] عن [illegible] ئمة الاسلام - باره آنے

خلاف الامه — في [illegible] - پانچ آنے

صبح سعادت — يه [illegible] اسلامي، سه ماهي رساله هے جس کے خريدار کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربي، فارسي، انگريزي دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کيا هے [illegible] آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات، لطائف افسا[illegible] اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل کيے [illegible] درج کيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه [illegible] شکي -

منيجر الهلال بك ايجنسى

(حلقه نمبر [illegible] والا دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book [illegible]ency,"

24, LAHORE, [illegible]AB.

خط و کتابت [illegible] اپنا نام اور پته صاف لکهين اور نمبر [illegible] ضرور تحرير فرمائين

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را
تازه خواهي داشتن گر داغهائے سينه را

اردو صحافت کي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها، ليکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پيدا کرني چاهتا تها، اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب، مذهب، سياست، ادبيات، علوم و فنون، اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلی طباعت و ترتيب کا پهلا نمونه تهيں - اردو کا وه پهلا هفته وار رساله تها، جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج کا انتظام کيا گيا، اور ٹائپ ميں چهپنے کي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر کي چهپائي ميں ممکن نهيں - اِس کي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي، مذهبي، سياسي، اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترين مجموعه هيں - اِن کي مقبوليت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپيه ميں خريد کيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده کرنے کيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان ميں منتقل کيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا، هم نے کوشش کي که شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلديں مرتب کي جا سکتي هيں مرتباً کرلي جائيں اور جن جلدوں کي تکميل ميں ايک دو پرچوں کي کمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه کوشش ايک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلديں پوري مکمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب کو آخري موقعه ديتے هيں که اِس قيمتي ذخيره کے حاصل کرنے ميں جلدي کريں" چونکه جلدوں کي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں کي تعميل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين کي انڈکس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپيه
" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه
جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيکنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو

"شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ بریٹین

The Dunlop guide To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام [illegible] کی تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے [illegible] موضوع بحث تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض [illegible] کے استعمال کی جا سکتی ہے؟ اس کی رواداری نے [illegible] عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی [illegible] رہا ہے؟ قیمت بلدہ آنے (۱۲) منیجر الہلال کلکتہ

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی [illegible] معمولی کھانسی کی شکایت

ہو

تو آج ہی اپنے قریب

دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMRO

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجیے

Printed and Published by MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CAL[CUTTA].
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.